

المصباح المُنِير

تہذیب و تحقیق

تفسیر ابن کثیر (اُرفو)

قرآن مجید، صحیح احادیث اور آثار سلفِ روشنی میں



سورۃ فاتحہ — سورۃ آل عمران

امام ابوالفداء، عماد الدین حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

۷۰۱-۷۷۴ھ

ترجمہ: مولانا محمد خالد سیف حفظہ

ترجمہ قرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ، مولانا محمد عبد الجبار حفظہ

تہذیب، استخراج، تحقیق و تفسیر: مفتی

شعبہ تحقیق و تصنیف و ترجمہ دارالاسلام



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب

← عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

← مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)

کی جاتی ہیں۔

← دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

← کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

← ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

← نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com



المصباح المنير

تہذیب و تحقیق

تفسیر ابن کثیر (اردو)

قرآن مجید صحیح احادیث اور آثارِ سلف کی روشنی میں

4



© مكتبة دار السلام، ١٤٢٩ هـ
 فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر
 ابن كثير، اسماعيل ابن عمر
 المصباح المنير تهذيب وتحقيق تفسير ابن كثير: المجلد الرابع. / اسماعيل ابن عمر ابن كثير - الرياض،
 ١٤٢٩ هـ
 ص: ٨٠٣ مقاس: ٢٤×١٧ سم
 ردمك: ٩٧٨-٩٩٦٠-٥٠٠-٠٩-٦
 (الكتاب باللغة الاردية)
 ١. قصص القرآن ٢. السيرة النبوية أ. العنوان
 ديوي ٢٢٧، ٣٢ ١٤٢٩/١٥٣٤
 رقم الإيداع: ١٤٢٩/١٥٣٤
 ردمك: ٩٧٨-٩٩٦٠-٥٠٠-٠٩-٦

238.45
 ابن ك



المصباح المنير

تہذیب و تحقیق

تفسیر ابن کثیر (اُردو)

قرآن مجید صحیح احادیث اور آثار سلف کی روشنی میں

4

سورۃ طہ — سورۃ احزاب

امام ابو عبد اللہ عیاض بن یوسف حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ

۷۰۱-۷۷۴ھ

تہذیب: مولانا محمد مبارک پوری رحمہ اللہ، مولانا محمد خالد سیف رحمہ اللہ

ترجمہ قرآن: حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ، مولانا محمد علی بنی رطلہ

تخریج، تصحیح و نظر ثانی: شعبہ تحقیق و تصنیف و ترجمہ دارالاسلام، لاہور



بحقوق اشاعت کے دارالسلام محفوظ ہیں

دارالسلام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اسلامی احادیث، نصوص و مسائل پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



سعودی عرب (ہیڈ آفس)

پوسٹ بکس: 22743 الزیئس: 11416 سدی عرب فون: 4033962-4043432 00966 1 فیکس: 4021659

E-mail: darussalam@awalnet.net.sa - riadh@dar-us-salam.com

Website: www.darussalam.com

● الزیئس: اضلیہ: فون: 4614483 01 فیکس: 4644945 ● اللز فون: 4735220 01 فیکس: 4735221 ● سولہ فون: 2860422 01
● مندوب الریاض: موبائل: 0503459695-0505196736 ● قسیم (زیدہ): فون/فیکس: 3696124 06 موبائل: 0503417156
● مکہ مکرمہ: موبائل: 0502839948-0506640175 ● مدینہ منورہ: فون: 8234446 04 فیکس: 8151121 موبائل: 0503417155
● جده فون: 6879254 02 فیکس: 6336270 ● الخبر فون: 8692900 03 فیکس: 8691551
● جنح البحر فون/فیکس: 3908027 04 موبائل: 0500887341 فیکس: 2207055 موبائل: 07 0500710328

● شارجہ فون: 5632623 00971 6 ● امریکہ ● بڑھن فون: 7220419 001 713 ● نیویارک فون: 6255925 001 718

● لندن فون: 4885 539 208 0044 ● آسٹریلیا فون: 4040 9758 2 0061

پاکستان (ہیڈ آفس و مرکزی شوزوم)

36- لوزنال، سیکرٹریٹ ٹاپ، لاہور

فون: 7110081-7111023-7232400-7240024 0092 42 فیکس: 7354072
موبائل: 4212174-0321 8484569-0322 8484569 ● غنی سرب: اردو بازار لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703
Website: www.darussalam.pk.com E-mail: info@darussalam.pk.com

● کراچی عمارت روڈ، القائل فری پورٹ ٹانگ مال فون: 4393936 21 0092 فیکس: 93737

● اسلام آباد F-8 مرکز، اسلام آباد فون/فیکس: 51 2281513 0092 موبائل: 5370378 0321

● حافظ آباد فیصل پلازہ، گوجرانوالہ روڈ، حافظ آباد فون/فیکس: 525170 0547

اجمالی فہرست

37	سورہ طہ
97	پارہ: 17
97	سورہ انبیاء
159	سورہ حج
234	پارہ: 18
234	سورہ مومنون
281	سورہ نور
365	سورہ فرقان
378	پارہ: 19
414	سورہ شعراء
470	سورہ نمل
498	پارہ: 20
521	سورہ قصص
574	سورہ عنکبوت
599	پارہ: 21
615	سورہ روم
652	سورہ لقمن
678	سورہ سجدہ
695	سورہ احزاب
730	پارہ: 22

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ارشاد باری تعالیٰ

وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا
 ”اور رسول اللہ (ﷺ) روئے بستر کہیں گے: اے میرے رب! بلاشبہ میری قوم نے اس قرآن کو گلدستہ طاق نسیاں بنا دیا تھا۔“
 (الفرقان 30:25)

فرمان نبوی

الْقُرْآنُ مُسَقِّعٌ، وَمَا حُلُّ مُصَدَّقٍ، مَنْ جَعَلَهُ أَمَامَهُ
 قَادَهُ إِلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ جَعَلَهُ خَلْفَ ظَهْرِهِ سَاقَهُ إِلَى النَّارِ
 ”قرآن کی سفارش قبول کی جائے گی۔ وہ (قاری کی) وکالت کرے گا تو اس کو سچا قرار دیا جائے گا۔ جس نے اسے اپنے آگے رکھا یہ اس کی فردوس بریں کی طرف راہ نمائی کرے گا اور جس نے اسے پس پشت ڈال دیا اس کو آتش جہنم کی طرف ہانک کر لے جائے گا۔“
 (صحیح ابن حبان، حدیث: 124)

وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہو کر اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہو کر

فہرست

صفحہ	آیات	عنوانات
		﴿سورہ طہ﴾
37	8-1	قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کتابِ نعمت ہے
39	10,9	موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا تذکرہ
41	16-11	موسیٰ علیہ السلام کی طرف پہلی وحی
42	16-11	قیامت آنے والی ہے
43	21-17	موسیٰ علیہ السلام کی لائھی
44	21-17	لائھی سانپ بن گئی
44	35-22	موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ کسی عیب کے بغیر چمکنے لگا
45	35-22	موسیٰ علیہ السلام کو تبلیغ کے لیے فرعون کے پاس جانے کا حکم
45	35-22	موسیٰ علیہ السلام کی دعا
47	40-36	قبولیتِ دعا کی بشارت اور سابقہ احسانات کی یاد دہانی
49	44-41,40	موسیٰ علیہ السلام کا نبوت کے لیے انتخاب
51	48-45	موسیٰ اور ہارون علیہ السلام کا فرعون سے ڈرنا اور اللہ تعالیٰ کا انھیں ثابت قدم رکھنا
51	48-45	موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے سامنے وعظ
52	52-49	موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی گفتگو
54	56-53	موسیٰ علیہ السلام کے جواب کا تتمہ

عنوانات

آیات

صفحہ

55	56-53	فرعون تمام نشانیاں دیکھنے کے باوجود ایمان نہ لایا
55	59-57	فرعون نے معجزات کو جادو قرار دیا
56	64-60	دونوں گروہوں کا اجتماع
58	70-65	موسیٰ علیہ السلام کی کامیابی
59	70-65	جادوگر ایمان لے آئے
59	70-65	جادوگروں کی تعداد
60	73-71	فرعون کی جادوگروں کو سرزنش
62	76-74	جادوگروں کا فرعون کے سامنے وعظ
64	79-77	بنی اسرائیل کا مصر سے خروج
66	82-80	بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی یاد دہانی
67	82-80	اللہ تعالیٰ کن لوگوں کو بخشتا ہے؟
68	89-83	موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق جانا اور بنی اسرائیل کا پھڑے کی پوجا کرنا۔
71	91,90	ہارون علیہ السلام کی بنی اسرائیل کو پھڑے کی عبادت سے ممانعت
72	94-92	موسیٰ و ہارون علیہ السلام کی گفتگو
73	98-95	سامری نے پھڑے کی طرح بنایا تھا؟
73	98-95	سامری کی سزا اور پھڑے کو جلانا
75	101-99	قرآن اللہ کا ذکر ہے
76	104-102	صور میں پھونکا جانا اور قیامت کا دن
77	108-105	پہاڑوں کو بکھیر اور زمین کو ہموار کر دیا جائے گا
78	108-105	لوگ پکارنے والے کی آواز کی طرف دوڑیں گے
79	112-109	شفاعت اور جزا
80	112-109	ظالم نامراد ہوگا
81	114,113	قرآن کے نزول کا مقصد

صفحہ	آیات	عنوانات
82	114,113	نزول قرآن کے وقت اسے پڑھنے میں جلدی نہ کریں
83	122-115	قصہ آدم و ابلیس
86	126-123	حضرت آدم علیہ السلام کا زمین پر اتارا جانا
86	126-123	وحی الہی سے اعراض کی دنیا و آخرت میں سزا
87	127	حد سے نکل جانے والوں کے لیے شدید عذاب
88	130-128	سابقہ امتوں کی تباہی باعثِ عبرت ہے
89	130-128	صبر اور نماز و حج گناہ کا حکم
91	132,131	دولت مندوں کے ساز و سامان کو نہ دیکھیں
94	135-133	قرآن مجید ایک نشانی ہے
﴿سورۃ انبیاء﴾		
		پارہ: 17
97		فضیلت
97	6-1	قیامت سر پر ہے اور لوگ غافل ہیں
99	6-1	کفار کا قرآن اور رسول کے بارے میں نظریہ
100	9-7	تمام پیغمبر بشر تھے
101	15-10	فضیلت قرآن
101	15-10	ظالموں کو کیسے ہلاک کیا گیا؟
103	20-16	کائنات کو عدل و حکمت کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے
103	20-16	ہر چیز اللہ ہی کی مملوک ہے
104	23-21	جھوٹے خداؤں کی تردید
105	25,24	اللہ ہی معبود برحق ہے
106	29-26	فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دینے والوں کی تردید
107	33-30	اللہ کی نشانیاں

عنوانات

آیات

صفحہ

108	33-30	﴿كَانَتْ رَاقًى﴾ کا مفہوم
109	33-30	جنت میں داخلے کا جامع ٹکچ
109	33-30	پہاڑوں میں کشادہ راہیں
109	33-30	آسمان قبے کی طرح ہے
110	33-30	شمس و قمر میں غور و فکر
111	35-34	دنیا میں کوئی ہمیشہ نہیں رہے گا
112	37-36	مشرکین کا نبی ﷺ کے ساتھ استہزا
112	37-36	انسان عجلت پسند ہے
113	40-38	مشرکوں کا عذاب کو جلد طلب کرنا
114	43-41	استہزا کرنے والے کے لیے سابقہ لوگوں سے عبرت
115	47-44	مشرکین کی فریب خوردگی
116	47-44	﴿الْمَوَازِين﴾ کا مفہوم
116	47-44	پسندیدہ ترین کلمے
117	47-44	خائن ملازم سے حسن سلوک
118	50-48	تورات اور قرآن کا نزول
119	56-51	حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی قوم کا قصہ
120	63-57	ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑ دیا
121	63-57	ابراہیم علیہ السلام کے تین توریے
123	67-64	بتوں کی عاجزی کے بارے میں قوم کا اعتراف
124	70-68	آتش نمرود کا گلزار ہونا
126	75-71	حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی لوط علیہ السلام کے ہمراہ شام کی طرف ہجرت
126	75-71	حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر
127	77,76	نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر

عنوانات

صفحہ

آیات

128	82-78	حضرت داود و سلیمان علیہما السلام کا ذکر
129	82-78	قاضی کی فہم و فراست
129	82-78	مسئلہ اجتہاد
130	82-78	داود علیہ السلام ایک خوش الحان قاری
131	82-78	داود علیہ السلام اور زرہ کی صنعتکاری
131	82-78	سلیمان علیہ السلام کی بے مثال سلطنت
132	82-78	سلیمان علیہ السلام کے غوطہ خور اور انجینئر
132	84,83	ذکر ایوب علیہ السلام
133	84,83	صبر کا مظاہرہ
133	84,83	صبر کا پھل
134	86,85	اسماعیل، ادریس اور زوالکفل علیہم السلام کا ذکر
135	88,87	یونس علیہ السلام کا ذکر
135	88,87	یونس علیہ السلام کا کشتی میں سوار ہونا
135	88,87	مچھلی کا نگلنا
136	88,87	نقشہ: بحر محیط یا بحر اخضر
137	88,87	یونس علیہ السلام کی مچھلی کے پیٹ میں تسبیح
138	88,87	مشکلات میں یہ دعا کریں
139	90,89	زکریا و یحییٰ علیہما السلام کا ذکر
140	91	عیسیٰ اور مریم صدیقہ علیہما السلام کا ذکر
141	94-92	سب لوگ ایک امت ہیں
142	97-95	جوفوت ہو گیا وہ دنیا میں کبھی نہیں آئے گا
143	97-95	یا جوج و ماجوج کا ذکر
143	97-95	قیامت سے پہلے چند علامات کا ظہور

عنوانات

صفحہ

آیات

143	97-95	پہلی حدیث
145	97-95	دوسری حدیث
148	97-95	تیسری حدیث
149	103-98	مشرکین اور ان کے معبود دوزخ کا ایندھن ہیں
149	103-98	سعادت مندوں کا حال
153	104	روزِ قیامت آسمان کو لپیٹ دیا جائے گا
154	104	روزِ محشر سب لوگ عریاں ہوں گے
154	107-105	زمین کے وارث نیک لوگ ہوں گے
155	107-105	﴿الزُّبُور﴾ کا مفہوم
155	107-105	رحمۃ للعالمین ﷺ
157	112-108	وحی کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو
157	112-108	قیامت کے وقت کا اللہ کے سوا کسی کو علم نہیں
158	112-108	میدانِ جنگ میں کون سی دعا پڑھنی چاہیے؟
﴿سورۃ حج﴾		
159	2,1	قیامت کی ہولناکیاں
161	2,1	اس حدیث کا ایک دوسرا طریق
164	4,3	شیطان کے پیروکاروں کی مذمت
165	7-5	انسان و جنات کی تخلیق سے بعثت بعد الموت کے دلائل
165	7-5	رحم میں نطفے اور جنین کے ارتقائی مراحل
166	7-5	انسان بچپن سے بڑھاپے کی طرف
167	7-5	نباتات سے ایک دوسری مثال
168	10-8	بدعتیوں اور گمراہوں کے سرداروں کا حال
169	13-11	کنارے پر کھڑے ہو کر عبادت کرنے کے معنی

عنوانات

صفحہ

آیات

171	14	نیک لوگوں کا بدلہ
171	16,15	اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو یقیناً فتح و نصرت عطا فرمائے گا
172	17	اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرقوں میں فیصلہ فرمائے گا
173	18	ہر چیز اللہ کو سجدہ کرتی ہے
173	18	سورج بھی ہر روز عرشِ تلے سجدہ کرتا ہے
176	22-19	سببِ نزول
176	22-19	کفار کی سزا
178	24,23	مومنوں کی جزا
178	24,23	سونے چاندی کے کنگن اور ریشم کا لباس
179	24,23	مومنوں کا روزِ قیامت خیرِ مقدم اور بہشت بریں میں داخلہ
180	25	اللہ کے رستے اور مسجدِ حرام سے روکنے والوں کے لیے وعید
181	25	مکہ کے گھروں کو کرائے پر دینے کا مسئلہ
183	25	حرم میں کفر و کج روی کرنے والے کے لیے وعید
184	27,26	تعمیرِ کعبہ اور اعلانِ حج
187	29,28	حج میں دونوں جہانوں کے فائدے ہیں
187	29,28	عشرۃ ذوالحجہ اور اس کی دوسرے دنوں پر فضیلت
188	29,28	قربانی کا گوشت خود کھانا اور محتاجوں کو کھلانا
189	29,28	ان آخری اعمال کے ساتھ حج مکمل ہو جاتا ہے
190	31,30	گناہوں سے اجتناب کا اجر و ثواب
191	31,30	کون سے مویشی حلال ہیں؟
191	31,30	شرک اور جھوٹ سے اجتناب کا حکم
192	31,30	مشرک کی مثال
192	31,30	ایک اور مثال

عنوانات

آیات

صفحہ

193	33,32	قربانی کے جانور کے جواز و عدم جواز کی صورتیں اور شعائر اللہ کی تفسیر
194	33,32	اونٹوں کے فائدے
195	35,34	قربانی کا حکم تمام امتوں کے لیے تھا۔
196	36	اونٹ نحر کرنے کا حکم
197	36	اونٹ اور گائے کی قربانی میں کتنے افراد شرکت کر سکتے ہیں؟
197	36	جانور ذبح کرتے وقت مسنون دعا
197	36	دوسری دعا
198	36	تیسری دعا
198	36	چوتھی دعا
198	36	پانچویں دعا
199	36	زندہ جانور سے کاٹا ہوا گوشت مردار کے حکم میں ہوگا
199	36	قربانی کا گوشت فقراء کو کھلانا
200	36	قربانی کے گوشت کو ذخیرہ کرنا اور کھال سے فائدہ اٹھانا
200	36	نماز عید سے قبل قربانی کرنے کی ممانعت
201	36	جانور قربان کرنے کے کتنے دن ہیں؟
201	37	قربانیوں سے مقصود اخلاص و تقویٰ ہے
202	37	تمام گھروالوں کی طرف سے ایک قربانی کافی ہے
202	37	قربانی کے جانور کی عمر
203	38	مومنوں کے دفاع کی بشارت
203	40,39	قتال کی اجازت اور جہاد کے بارے میں پہلی آیت
206	40,39	مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کی عبادت گاہوں کا بیان
207	41	غلبہ و اقتدار کے وقت مسلمانوں کے فرائض
209	46-42	جھٹلانے والوں کا انجام

صفحہ	آیات	عنوانات
209	46-42	ظالم اور نافرمان بستیوں کی تباہی
210	46-42	بطور عبرت کھنڈرات کی سیروسیاحت کرنا
211	48,47	کفار کا مطالبہ عذاب
212	51-49	نیک اور بد لوگوں کی جزا و سزا
214	54-52	شیطان کی وسوسہ اندازیاں اور قصہ غرانیق
214	54-52	﴿فِي أُمْنِيَّتِهِ﴾ کا مفہوم
216	57-55	کفار ہمیشہ شک و تردید میں مبتلا رہیں گے
217	60-58	اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کے لیے اجر عظیم
218	60-58	اللہ کی راہ میں مرنے والے کے لیے رزق کریم اور اجر عظیم
220	62,61	اللہ ہی دنیا کا خالق و متصرف ہے
221	66-63	اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں
222	66-63	زمین و آسمان کی ہر شے انسان کی مطیع و فرماں بردار ہے
223	66-63	زندگی اور موت کا مالک اللہ ہے
224	69-67	ہر امت کے لیے ایک شریعت ہے
225	70	اللہ تعالیٰ کو تخلیق کائنات سے پہلے بھی اس کے متعلق پورا پورا علم تھا
226	72,71	مشرکین کا غیر اللہ کی عبادت کرنا
227	74,73	بت حقیر اور ان کے پجاری احمق ہیں
229	76,75	اللہ تعالیٰ کا فرشتوں اور انسانوں سے پیغام پہنچانے والوں کا انتخاب
230	78,77	عبادت اور جہاد کا حکم
230	78,77	شریعت محمدیہ کی رخصتیں
231	78,77	﴿وَمَلَّة﴾ کے منصوب ہونے کی وجہ
231	78,77	﴿سَشْكُمُ الْمُسْلِمِينَ﴾ کا مفہوم
232	78,77	امت محمدیہ پہلی امتوں کی گواہی دے گی

عنوانات

صفحہ

آیات

سورہ مومن

پارہ: 18

234	11-1	مومنوں کی صفات
234	11-1	عجز و نیاز کے پیکر
235	11-1	لغویات سے پرہیز
235	11-1	مال و جان کا تزکیہ کرنے والے
235	11-1	فحاشی کے منکر
236	11-1	وعدوں کے پاس دار اور امین لوگ
236	11-1	بندگی کے محافظ
236	11-1	فردوس بریں کے وارث
238	16-12	انسان کی تخلیق کے تدریجی مراحل
241	17	آسمانوں کی پیدائش بھی نشانی ہے
242	22-18	بارش، نباتات، درخت اور چوپائے اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں
242	22-18	پانی کو قابل استعمال بنانا
244	22-18	چوپائے قدرت کی نشانی ہیں
245	25-23	حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کا قصہ
246	30-26	نزول عذاب اور مومنوں کے لیے نجات
248	41-31	عادیاشمود کا قصہ
249	44-42	کچھ امتوں کا ذکر
250	49-45	موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ
250	50	عیسیٰ و مریم علیہما السلام کا ذکر
252	56-51	اکل حلال اور عمل صالح کا حکم
243	56-51	تمام انبیائے کرام کا دین تو حید ہے

عنوانات

صفحہ

آیات

255	61-57	اہل خیر کی صفات
255	61-57	نیکی کرنے کے باوجود اللہ کا ڈر
256	67-62	اللہ تعالیٰ کا عدل اور مشرکین کی فلاح بازیاں
259	75-68	مشرکین کی تردید اور مذمت
260	75-68	حق خواہشوں کے پیچھے نہیں چلتا
261	75-68	نبی اجرت کا طلب گار نہیں ہوتا
262	75-68	کفار کے حالات کا ذکر
263	83-76	نزول عذاب کے وقت عاجزی کیوں نہ اختیار کی؟
264	83-76	اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور عظیم قدرتوں کی یاد دہانی
265	83-76	مشرکین کا باعث بعد الموت سے انکار
266	90-84	مشرکین تو حیدر بو بیت کے قائل تھے
268	92,91	اللہ کا کوئی شریک نہیں
270	98-93	آلام و مصائب کے وقت دعا کا حکم
271	100,99	کفار کی بوقت موت تمنا
273	100,99	برزخ اور اس کا عذاب
274	104-101	نفع صور اور وزن اعمال
275	107-105	دوزخیوں کو سرزنش
277	111-108	اللہ تعالیٰ کا جواب
278	116-112	زندگانی دنیا کی کل مدت
279	116-112	اللہ نے بندوں کو بے فائدہ نہیں پیدا فرمایا
280	118,117	شرک ظلم عظیم ہے

﴿سورہ نور﴾

281	2,1	سورہ نور کی اہمیت
-----	-----	-------------------

عنوانات

آیات

صفحہ

282	2,1	زنہ کی حد کا بیان
282	2,1	کنوارے اور شادی شدہ زانی مرد و زن کی سزا
283	2,1	حد و نافذ کرنے میں ترس نہ کھاؤ
283	2,1	لوگوں کی موجودگی میں حد قائم کرو
285	5,4	حد قذف کا بیان
285	5,4	بہتان بازی کرنے والے کی توبہ
286	10-6	لعان کا بیان
287	10-6	آیت لعان کا سبب نزول
289	11	واقعہ اُفک
290	11	نقشہ: واقعہ اُفک (غزوہ بنو مصطلق)
292	11	بہتان بازوں کا ٹولا
293	11	محمد ﷺ عالم الغیب ہوتے تو تحقیق نہ کرتے
295	11	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت
297	11	سب سے بڑا بہتان طراز لعنتی
297	13,12	بہتان کے پھیلانے پر مومنوں کی سرزنش
298	13,12	واقعہ اُفک کے ”صریح بہتان“ ہونے کے عقلی دلائل
299	15,14	اللہ نے اپنے فضل سے بہتان باندھنے والوں کو توبہ کی توفیق بخشی
301	18-16	بہتان طرازوں کی دوبارہ سرزنش
301	19	مومنوں میں بے حیائی پھیلانے والوں کی گوشمالی
302	19	دوسروں کے عیب تلاش کرنے والا ذلیل و خوار ہوتا ہے
302	21,20	اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی یاد دہانی
303	21,20	حُطُوت کا مفہوم
303	22	اہل فضل کو جو دو سخا کی ترغیب

صفحہ	آیات	عنوانات
305	25-23	پاک دامن مومن عورتوں پر تہمت لگانے کی سزا
305	25-23	سات تباہ کن چیزیں
307	26	عائشہ رضی اللہ عنہا پاک ہیں کیونکہ یہ سب سے پاک باز انسان کی بیوی ہیں
308	29-27	گھروں میں داخلے اور اجازت کے آداب
312	30	نظر نیچی رکھنے کا حکم
313	30	چھ چیزوں کی ضمانت کی وجہ سے جنت میں داخلے کی ضمانت
314	30	آنکھ، زبان، کان اور پاؤں بھی زنا کرتے ہیں
315	31	پردے کے احکام
316	31	إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کا مفہوم
317	31	جن لوگوں کے سامنے عورت اظہارِ زینت کر سکتی ہے
319	31	عورت کے لیے رستے میں چلنے کے آداب
320	34-32	نکاح کا حکم
321	34-32	الْأَيَّاهُی کا مطلب
321	34-32	اللہ تعالیٰ کی نصرت و اعانت کے حق دار
322	34-32	شادی کی طاقت نہ رکھنے والے کے لیے عفت و پاک دامنی کا حکم
323	34-32	غلاموں سے مکاتبت کا حکم
324	34-32	لوٹریوں کو بدکاری پر مجبور کرنے کی ممانعت
324	34-32	آثار و روایات
325	34-32	کن کی کما کی ناپاک ہے؟
327	35	اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال
328	35	لَا شَرَّ قِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ کا مفہوم
330	38-36	مساجد کے فضائل و آداب
332	38-36	مسجد میں تجارت جائز ہے نہ گم شدہ چیز کا اعلان

عنوانات

صفحہ

آیات

332	38-36	بچیس گناز یادہ ثواب حاصل کیجیے!
333	38-36	مسجد میں داخل ہونے کی دعا
334	38-36	تاجر ہوشیار باش!
336	40,39	کفار کی دو قسموں کی مثالیں
339	42,41	ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے
340	44,43	بادلوں کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے تنبیہ کا نمایاں پہلو
340	44,43	ثالہ باری اور اس کے نقصانات
341	45	جانوروں کی پیدائش میں اللہ تعالیٰ کی قدرت
342	52-47	منافقوں کے حیلے اور مومنوں کا حال
345	54,53	جھوٹی قسمیں منافقوں کی ڈھال ہیں
346	55	اللہ تعالیٰ کا مومنوں سے حکومت کا وعدہ
347	55	مشرق سے مغرب تک مسلمانوں کی حکومت
349	55	قیصر و کسریٰ کے خزانوں کے مالک مسلمان
350	55	اللہ اور بندوں کے حقوق
350	55	ایک گروہ ہمیشہ غالب رہے گا
351	57,56	نماز، زکاۃ اور اطاعت کا حکم
353	60-58	غلاموں اور بچوں کے اجازت طلب کرنے کے اوقات
354	60-58	زیادہ بوڑھی عورتیں پردہ نہ بھی کریں تو گناہ نہیں
355	61	قریبی رشتہ داروں کے گھروں سے کھانا کھانا
358	61	مل جل کر کھانے میں برکت ہے
359	62	مل جل کر کرنے والے کام سے جانے کے لیے اجازت طلب کرنا
360	63	نبی اکرم ﷺ سے مخاطب ہوتے وقت ادب کی تلقین
361	63	رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کی ممانعت

عنوانات

صفحہ

آیات

362

64

جس طریق پر تم ہو اللہ اسے جانتا ہے

﴿سورہ فرقان﴾

365

2,1

اللہ تعالیٰ بہت بابرکت ہے

367

3

مشرکین کی بیوقوفی کا بیان

368

6-4

قرآن مجید کے بارے میں کفار کی باتیں

371

14-7

رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کافروں کی باتیں

373

16,15

دوزخ بہتر ہے یا جنت؟

375

19-17

مشرکوں کے معبودوں کا روز قیامت اظہار براءت

377

20

سابقہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام بشر تھے

پارہ 19

378

24-21

کفار کی ہٹ دھرمی

381

24-21

اہل جنت کا ٹھکانا

383

29-25

قیامت کے دن کی سنگینیاں

385

31,30

رسول اللہ ﷺ مخالفین کا شکوہ کریں گے

386

34-32

قرآن مجید کے تدوین کار نے میں حکمت

388

40-35

مشرکین قریش کو ڈراوا

390

40-35

نقشہ: اصحاب الرس

392

44-41

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کافروں کا استہزاء

392

44-41

خواہش نفس کو معبود بنانا

393

47-45

باری تعالیٰ کے وجود اور قدرت کے دلائل

394

50-48

پانی نعمت رب جلیل ہے

396

54-51

رسول اللہ ﷺ کی رسالت عالمگیر ہے

399

60-55

مشرکین کی جہالت

عنوانات

آیات

صفحہ

400	60-55	رسول اللہ ﷺ بشیر و نذیر ہیں
400	60-55	رسول اللہ ﷺ کو اللہ پر توکل کا حکم
402	60-55	مشرکین کی مذمت
403	62,61	اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت
404	67-63	اللہ تعالیٰ کے بندوں کی صفات
406	71-68	شرک، قتل اور زنا سے اجتناب
410	74-72	بندگان الہی کی کچھ اور صفات
412	77-75	اللہ کے بندوں کی جزا اور اہل مکہ کے لیے وعید
﴿سورہ شعراء﴾		
414	9-1	کفار کا قرآن مجید سے اعراض
417	22-10	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ
419	28-23	پروردگار عالم کے متعلق فرعون کا توہین آمیز انداز
420	28-23	منطقیوں کے ایک شبہ کا ازالہ
421	37-29	موسیٰ علیہ السلام کے کچھ معجزے
422	37-29	فرعون کی چال
423	48-38	موسیٰ علیہ السلام اور جادو گروں کا مقابلہ
425	51-49	فرعون اور ایمان کی دولت سے سرفراز ہونے والے جادو گروں کی گفتگو
426	59-52	بنی اسرائیل کا مصر سے خروج
426	59-52	کیا تم اس بڑھیا سے بھی زیادہ عاجز ہو؟
429	68-60	فرعون اور اس کی قوم کی غرقابی
430	77-69	حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کا قوم سے مکالمہ
432	82-78	اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم
433	89-83	حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی اپنے اور اپنے باپ کے لیے دعا

عنوانات

آیات

صفحہ

436	104-90	قیامت کے دن پر ہیزگاروں اور گمراہوں کا انجام
438	110-105	حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کو وعظ
439	115-111	قوم نوح کا جواب
440	122-116	قوم کی دھمکی، نوح علیہ السلام کی بددعا اور قوم کی ہلاکت
441	135-123	حضرت ہود علیہ السلام کا اپنی قوم کو وعظ
442	140-136	قوم ہود کا جواب اور ان پر عذاب
445	145-141	قوم ثمود اور صالح علیہ السلام
445	152-146	اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی یاد دہانی
446	159-153	ثمود کا جواب، نشانی کا مطالبہ اور عذاب کی آمد
448	164-160	لوط علیہ السلام کی دعوت
449	175-165	قوم کی بے حیائی کی تردید، ان کا جواب اور ان پر عذاب
450	180-176	شعیب علیہ السلام کی اصحاب ایکہ کو نصیحت
450	184-181	ناپ تول پورا دینے کا حکم
451	184-181	نقشہ: اصحاب مدین
452	191-185	قوم شعیب کا جواب اور ان پر عذاب
455	195-192	قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے
456	199-196	قرآن مجید کا ذکر پہلے لوگوں کی کتابوں میں بھی موجود ہے
456	199-196	قریش کا شدید کفر
457	209-200	جب تک عذاب نہ دیکھ لیں تکذیب کرنے والے ایمان نہیں لائیں گے
459	209-200	دنیا کی حقیقت
460	212-210	قرآن جبریل لے کر نازل ہوئے ہیں
461	220-213	قریبی رشتے داروں کو ڈرانے کا حکم
464	227-221	مشرکین کی افتر پردازی کی تردید

عنوانات

صفحہ

آیات

466	227-221	نبی اکرم ﷺ کو شاعر کہنے کی تردید
467	227-221	شعراۓ اسلام اس سے مستثنیٰ ہیں
		﴿سورہ نمل﴾
470	6-1	قرآن مجید مومنوں کے لیے ہدایت و بشارت ہے
472	14-7	موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اور فرعون کا انجام
475	19-15	داود و سلیمان علیہما السلام کا ذکر
476	14-15	نقشہ: داود علیہ السلام
478	21,20	ہد ہد کی غیر حاضری
480	26-22	ہد ہد سلیمان علیہ السلام کے دربار میں
482	31-27	سلیمان علیہ السلام کا نامہ گرامی بلقیس کے نام
483	35-32	بلقیس کا دربار یوں سے مشورہ
484	37,36	بلقیس کا تحفہ اور سلیمان علیہ السلام کا جواب
485	40-38	ایک لحظہ میں بلقیس کے تخت کی حاضری
488	44-41	بلقیس کا امتحان
489	44-41	نقشہ: سلیمان علیہ السلام
490	44-41	شیش محل
491	47-45	صالح علیہ السلام اور آپ کی قوم ثمود
493	53-48	فساد کرنے والے لگروہ کی چال اور قوم ثمود کا انجام
495	58-54	لوط علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر
496	59	اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسولوں پر سلام بھیجنے کا حکم
		پارہ 20
498	60	توحید کے چند ایک دلائل
499	61	زمین بہترین قرار گاہ

عنوانات

صفحہ

آیات

499	61	زمین میں دریاؤں کا جال
500	62	مشکل کشا اور حاجت روا
501	62	ایک مجاہد فی سبیل اللہ کا قصہ
501	62	زمین میں خلافت
503	63	ستاروں کے فوائد
503	64	اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے دلائل
504	66,65	عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات گرامی ہے
506	70-67	کفار کا بعث بعد الموت کو بعید سمجھنا اور اس کی تردید
507	75-71	منکرین قیامت
508	81-76	قرآن بنی اسرائیل کے اختلاف کو بیان کرتا ہے
509	81-76	توکل کا حکم
509	82	زمین سے ایک جانور کا نکلنا
512	86-83	قیامت کے دن ظالموں کا جمع کیا جانا
513	90-87	قیامت کے دن کی ہولناکیاں اور نیکی و برائی کا بدلہ
518	93-91	اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم
﴿سورہ قصص﴾		
521	6-1	موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے حالات
522	9-7	موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف تدبیر کے بارے میں وحی
523	9-7	موسیٰ علیہ السلام فرعون کے گھر میں
525	13-10	موسیٰ کی ماں کا شدید غم اور بچے کی واپسی
527	17-14	موسیٰ کا ایک قبطی کو مار دینا
529	19,18	قتل کے راز کا افشاء
530	20	موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے صلاح مشورے

عنوانات

صفحہ

آیات

530	24-21	موسیٰ علیہ السلام مدین میں
531	28-25	موسیٰ علیہ السلام ان دو عورتوں کے والد کے پاس
532	28-25	طاقت و راور امانت دار ملازم
533	28-25	مشروط نکاح
535	32-29	موسیٰ کی مصر واپسی اور رستے میں نبوت و معجزات کا ملنا
535	32-29	آگ لینے گئے تو اپنے رب سے ہم کلام ہو گئے
537	35-33	موسیٰ علیہ السلام کا اپنے بھائی ہارون کے بارے میں سوال
538	35-33	موسیٰ علیہ السلام کے وزیر
540	37,36	موسیٰ علیہ السلام فرعون کے دربار میں
541	42-38	فرعون کا تکبر اور انجام
541	42-38	فرعون کا انجینئر
542	42-38	کوئی کسی کا حامی و ناصر نہ ہوگا
543	43	موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بیان
544	47-44	محمد ﷺ کی نبوت کی برہان کی نشاندہی
547	51-48	کفار کی ہٹ دھرمی اور ان کا جواب
548	51-48	سرکش لوگ معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے
548	51-48	موسیٰ و ہارون علیہما السلام پر جادوگر ہونے کا الزام
548	51-48	الزام تراشی کا جواب
549	51-48	پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی فصیح اور جامع کتاب
549	51-48	خواہشوں کی پیروی گمراہی ہے
550	55-52	اہل کتاب کے مومن
552	55-52	دگنا اجر حاصل کرنے والے ایمان دار
553	57,56	اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت عطا فرمائے

عنوانات

صفحہ	آیات	عنوانات
554	57,56	ابو طالب کس دین پر فوت ہوئے؟
554	57,56	ایمان نہ لانے کے لیے اہل مکہ کا عذر
555	59,58	بستیوں کو حجت قائم کرنے کے بعد ہلاک کیا جاتا ہے
557	61,60	دنیا فانی ہے، دنیا کے پرستار اور آخرت کے خریدار برابر نہیں ہو سکتے
558	67-62	مشرکین اور ان کے شرکاء کا ایک دوسرے سے اظہار براءت
560	67-62	قیامت کے دن رسولوں کے بارے میں ان کا موقف
561	70-68	خلق، علم اور اختیارات میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں
562	73-71	رات اور دن اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور اس کی توحید کے دلائل ہیں
563	75,74	مشرکین کو زبردستی نبی
564	77,76	قارون کا ذکر اور قوم کی اسے نصیحت
565	78	متکبر و مغرور قارون
566	80,79	قارون کا ٹھانڈھ کے ساتھ نکلنا اور قوم کی خواہش
567	82,81	قارون کا اپنے گھر سمیت زمین میں دھننا
568	82,81	اس کے دھننے سے قوم کا نصیحت حاصل کرنا
569	82,81	﴿وَيُكَافِّرُ﴾ کے معانی
569	84,83	آخرت کی نعمتیں عجز و انکسار کرنے والے مومنوں کے لیے ہیں
571	88-85	تبلیغ اور توحید کا حکم
﴿سورہ بقرہ﴾		
574	4-1	مومنوں کی آزمائش اور اس کا مقصد
575	4-1	برے لوگ اللہ تعالیٰ کے قابو سے نکل نہیں سکتے
576	7-5	اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کی امید پوری فرما دے گا
577	9,8	والدین سے حسن سلوک کا حکم مگر
578	11,10	منافقین کی عادات

صفحہ	آیات	عنوانات
580	13,12	دوسروں کے گناہ اپنے ذمے لینے کے بارے میں کافروں کی جرأت
583	15,14	حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر
585	18-16	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کو وعظ
586	23-19	حیات بعد الممات کے دلائل
588	25,24	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا جواب
589	25,24	لفظ دنیا کی خاطر تعلقات کا انجام
589	27,26	حضرت لوط علیہ السلام کا ایمان و ہجرت
590	27,26	اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق و یعقوب عطا فرمائے
592	30-28	حضرت لوط علیہ السلام کا اپنی قوم کو وعظ
593	35-31	حضرت ابراہیم اور لوط علیہ السلام کے پاس فرشتوں کی آمد
594	37,36	حضرت شعیب علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر
596	40-38	اپنے رسولوں کی تکذیب کرنے والی قومیں
596	40-38	نافرمان قوموں پر عذاب کی مختلف صورتیں
597	43-41	مشرکین کے مجودوں کی مثال مکڑی کے گھر کی ہے
598	44	تخلیق کائنات اور اس کا سبب
		پارہ: 21
599	45	تبلیغ، تلاوت اور نماز کا حکم
600	46	اہل کتاب سے جھگڑا
602	49-47	قرآن مجید کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے کی دلیل
604	52-50	مشرکین کے نشانیوں کے مطالبے پر سرزنش
607	55-53	مشرکین کا عذاب کے لیے جلدی کرنا
608	60-56	ہجرت کی طرف اشارہ
609	60-56	عہدہ رزق اور اچھے بدلے کا وعدہ

صفحہ	آیات	عنوانات
610	63-61	توحید کے مسائل
611	66-64	دنیا کا مال و منال زوال پذیر ہے
612	69-67	حرم مقام امن ہے
		﴿سورہ روم﴾
615	7-1	رومیوں کے غلبے کی پیش گوئی
615	7-1	پہلی حدیث
616	7-1	دوسری حدیث
617	7-1	رومی کون ہیں؟
617	7-1	امانت کبیرہ یا خیانت کبیرہ.....؟
618	7-1	نقشہ: قیصر و کسریٰ
619	7-1	عیسائیوں کی عیدیں اور ان کے کئی ایک فرقے
619	7-1	قیصر، کسریٰ پر کس طرح غالب آیا؟
622	7-1	دنیا داری میں سپیشلسٹ اور دینی امور میں صفر!
623	10-8	توحید کے دلائل
624	10-8	اقوام رفتہ مال و منال میں کہیں بڑھ کر تھیں
625	16-11	خلقت کی دوبارہ آفرینش اور مجرموں کی مایوسی
625	16-11	سفارش اور خود ساختہ شریک
626	19-17	نماز و حج گناہ کا حکم
627	19-17	زمین کی روئیدگی
628	21,20	اللہ تعالیٰ کی نشانیاں
628	21,20	ایک ہی خمیر سے مختلف رنگ و نسل کے لوگوں کی تخلیق
629	21,20	میاں بیوی کی ایک ہی جنس سے پیدائش
629	23,22	کرۃ ارضی پر رنگا رنگ مخلوق اور بولیاں

عنوانات

صفحہ

آیات

631	25,24	بجلیاں کوندنا بھی نشانی ہے
632	27,26	نوری اور ناری سب پروردگار کے تابع فرماں ہیں
632	27,26	مخلوق کو دوبارہ پیدا کرنا زیادہ آسان ہے
633	29,28	تفہیم توحید کی ایک عمدہ مثال
634	29,28	مشرکین کا تبلیہ
635	32-30	توحید ہی پر قائم رہنے کا حکم
638	37-33	انسان توحید سے شرک اور خوشی سے ناامیدی کی طرف پلٹتا رہتا ہے
639	37-33	مومن کا معاملہ بڑا تعجب خیز ہے
640	40-38	صلہ رحمی کا حکم اور سود کی ممانعت
640	40-38	دو گنا چو گنا نفع حاصل کرنے والے
641	40-38	پیدائش، رزق اور موت و حیات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے
641	42,41	گناہوں کے دنیا میں اثرات و نتائج
643	45-43	دین پر استقامت کا حکم
644	47,46	اللہ کی نشانیوں میں سے ہوائیں بھی ہیں
645	51-48	زمین کو زندہ کرنا بعثت بعد الموت کی دلیل ہے
647	53,52	کفار مردوں کی طرح ہیں
648	54	انسانی زندگی کے مراحل
649	57-55	دنیا و آخرت میں کفار کی جہالت
650	60-58	قرآن مجید میں بیان کی گئی مثالیں اور کافروں کا ان پر یقین نہ کرنا
650	60-58	اس سورہ شریفہ کو نماز فجر میں پڑھنے کا استحباب
﴿سورہ لقمن﴾		
652	5-1	نیک لوگوں کے اوصاف
653	7,6	بے ہودہ حکایتوں کا مشغلہ بد بختوں کی عادت ہے

عنوانات

صفحہ

آیات

653	7,6	موسیقی اور موسیقار
654	9,8	مومنوں کے اچھے انجام کا ذکر
655	11,10	توحید کے دلائل
656	12	کیا لقمان پیغمبر تھے؟
657	12	نقشہ: نوبیہ (لقمان حکیم رضی اللہ عنہ)
658	12	لقمان کی دانائی
659	15-13	حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو وصیت
660	15-13	ماں، جہد و مشقت کی چکی میں
661	15-13	میں اپنا مذہب ہرگز نہیں چھوڑوں گا
662	19-16	اولاد کے لیے نصیحتیں
662	19-16	میزان عدل کا قیام
663	19-16	ہنستے مسکراتے رہو اور تکبر نہ کرو
663	19-16	چال میں اعتدال کا حکم
664	19-16	لقمان حکیم کی نصیحتیں
665	21,20	نعمتوں کے ساتھ یاد دہانی
665	21,20	تقلید آباء چھوڑ کر شریعت کی پیروی کا حکم
666	24-22	اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور اخلاص عمل
667	26,25	مشرکین کا اعتراف کہ اللہ خالق ہے
668	28,27	اللہ تعالیٰ کی صفات بے شمار بھی ہیں اور غیر فانی بھی
669	30,29	اللہ تعالیٰ کی قدرت و عظمت
671	32,31	ارض و سما میں قدرت الہی کی نشانیاں
672	32,31	﴿مُقْتَصِدٌ﴾ اور ﴿خَشَّارٌ﴾ کا مفہوم
672	33	اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور قیامت سے خوف کھانے کا حکم

صفحہ	آیات	عنوانات
673	33	کوئی کسی کا پرسان حال نہیں ہوگا۔
673	34	عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے
674	34	غیب کی کنجیاں
674	34	حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما
675	34	حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ایمان کی تعریف
677	34	انسان جائے وفات تک کیسے پہنچتا ہے؟
﴿سورہ سجدہ﴾		
678		سورہ سجدہ کی فضیلت
678	3-1	قرآن کے کتاب اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں
679	6-4	اللہ تعالیٰ ہی خالق اور کائنات کا منتظم ہے
680	9-7	تخلیق انسان کے مراحل
681	11,10	منکرین بعثت کی تردید
682	14-12	روز قیامت مشرکین کا برا حال
684	17-15	اہل ایمان کا حال اور ان کی جزا
687	22-18	مومن اور فاسق برابر نہیں ہو سکتے
689	25-23	موسیٰ کی کتاب اور بنی اسرائیل کی امامت
691	27,26	سابقہ لوگوں سے عبرت حاصل کرو
691	27,26	مردہ زمین کی شادابی بعث بعد الموت کی دلیل ہے
692	30-28	کفار کا عذاب کے لیے جلدی کرنا اور ان کا جواب
﴿سورہ احزاب﴾		
695	3-1	اللہ تعالیٰ پر توکل اور کفار کے مقابلے میں ڈٹ جانے کا حکم
696	5,4	منہ بولے بیٹے کی رسم کا ابطال
697	5,4	متنبی کو اپنے حقیقی باپ کی طرف منسوب کیا جائے

عنوانات

صفحہ	آیات	عنوانات
701	6	پیغمبر مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں
703	6	ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن امت کی مائیں ہیں
704	8,7	انبیائے کرام سے عہد و پیمان
705	10,9	غزوہ احزاب
706	10,9	نقشہ: غزوہ احزاب (غزوہ خندق)
710	13-11	غزوہ احزاب میں مومنوں کی آزمائش اور منافقوں کی باتیں
711	13-11	یثرب کی وجہ تسمیہ اور مختلف نام
712	17-14	منافقوں کی بہانے خوریاں
713	19,18	لا لچی لوگ
714	20	بزدلی کی انتہا
714	22,21	اتباع رسول کا حکم
715	22,21	احزاب کے دن مومنوں کا موقف
716	24,23	عہد و پیمان کی پاس داری کی وجہ سے مومنوں کی تعریف
719	25	اللہ تعالیٰ نے فوجیں خائب و خاسر لوٹا دیں
720	27,26	غزوہ بنو قریظہ
721	27,26	نقشہ: بنو قریظہ
726	29,28	ازواج مطہرات کو آپ ﷺ کے عقد میں رہنے یا نہ رہنے کا اختیار
728	30	ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن عام عورتوں جیسی نہیں ہیں
		پارہ 22
730	31	امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے لیے انعامات
730	34-32	امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن دیگر خواتین کے لیے اسوہ ہیں
732	34-32	ازواج مطہرات اہل بیت میں سے ہیں
733	34-32	کتاب و سنت پر عمل کا حکم

عنوانات

صفحہ

آیات

735	35	بخشش اور اجر عظیم کے مستحق لوگ
739	36	شانِ نزول
742	37	حضرت زید اور زینب رضی اللہ عنہما کا قصہ
745	38	اللہ کے فیصلے میں کوئی تنگی نہیں
746	40,39	اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے والوں کی تعریف
746	40,39	رسول اللہ ﷺ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں
747	40,39	آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں
747	40,39	آخری نبی ﷺ
748	40,39	قصر نبوت کی تکمیل
748	40,39	رسالت و نبوت کا انقطاع
748	40,39	سلسلہ نبوت کی آخری کڑی
749	40,39	عالمی و آخری نبوت
749	40,39	خاتم المرسلین ﷺ
749	40,39	باب نبوت کی بندش
750	44-41	کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کی فضیلت
754	48-45	رسول اللہ ﷺ کی صفات جمیلہ
756	49	جن عورتوں کے پاس جانے سے پہلے انھیں طلاق دے دی گئی ہو
759	50	ان عورتوں کا بیان جو نبی ﷺ کے لیے حلال کر دی گئی تھیں
762	51	نبی ﷺ کے لیے اختیار
764	52	رسول اللہ ﷺ کی صحبت اختیار کرنے کا بدلہ
766	54,53	کا شانہ نبوی میں داخلے کے آداب اور حکم حجاب
769	54,53	نبی ﷺ کو ایذا رسانی کی ممانعت اور ازواجِ مطہرات کا مسلمانوں پر حرام ہونا
770	55	عورت کے وہ قرہبی رشتہ دار جن سے پردہ نہیں

عنوانات

صفحہ	آیات	عنوانات
771	56	نبی ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم
771	56	درود سے متعلق کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی روایات
772	56	ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت
772	56	ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت
773	56	ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت
773	56	فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کی روایت
774	56	نبی ﷺ پر درود بھیجنے کی فضیلت
774	56	ابوطلمحہ رضی اللہ عنہ کی روایت
775	56	ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت
775	56	حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی روایت
775	56	ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت
776	56	درود شریف پڑھنے کے متعدد مواقع
776	56	اذان کے بعد درود شریف
776	56	مسجد میں داخل ہوتے اور نکلنے وقت درود شریف
777	56	نماز جنازہ میں درود شریف
777	56	دعا میں درود شریف
777	56	دعاے قنوت میں درود شریف
778	56	جمعے کے دن درود شریف
779	58,57	اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دینے والا دنیا و آخرت میں ملعون ہے
780	58,57	مومنوں کو ایذا دینے والوں کے لیے وعید
781	62-59	پردے کا حکم
781	62-59	شری منافقوں کے لیے سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ
782	68-63	قیامت کے دن کا علم اللہ ہی کو ہے

صفحہ	آیات	عنوانات
783	68-63	کفار پر لعنت، ہمیشہ کے لیے جہنم اور حسرت
784	69	یہودیوں کی موٹی علیہا پرافتر پردازی
786	71,70	مومنوں کو تقوے اور صدق کا حکم
786	73,72	انسان کا بارِ امانت اٹھانا
788	73,72	بارِ امانت اٹھانے کا نتیجہ

تفسیر سُورَةُ طه

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

طہ ① مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَى ② إِلَّا تَذَكُّرًا لِّسَنٍ يَّخْشَى ③ تَنْزِيلًا

طہ ① ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑیں ② (مگر یہ تو) اس شخص کے لیے نصیحت ہے جو (اللہ سے) ڈرتا ہے ③

مِمَّنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالسَّمَوَاتِ الْعُلَى ④ الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى ⑤ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ

اس ذات کی طرف سے نازل ہوا ہے جس نے زمین اور اونچے آسمان تخلیق کیے ④ وہ رحمن ہے، عرش پر مستوی ہے ⑤ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں

وَمَا فِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرَى ⑥ وَإِنْ تَجْهَرُ بِالْقَوْلِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ

اور زمین میں ہے، اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، اور جو کچھ گیلی مٹی کے نیچے ہے ⑥ اور اگر آپ بلند آواز سے بات کریں تو بلاشبہ وہ ہر راز

وَأَخْفَى ⑦ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى ⑧

اور (اس سے بھی) پوشیدہ تر بات کو جانتا ہے ⑦ (وہی) اللہ ہے، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، سب اچھے نام اسی کے ہیں ⑧

تفسیر آیات: 8-1

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کتابِ نعت ہے: حروف مقطعات کے بارے میں سورہ بقرہ کے آغاز

میں بحث کی جا چکی ہے، لہذا اب اس کے اعدادے کی ضرورت نہیں ہے۔ ﴿مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَى﴾ ② ”(اے

محمد ﷺ!) ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔“ بخویر نے ضحاک سے روایت کیا ہے

کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر قرآن نازل فرمایا تو آپ نے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قیام میں خوب قرآن مجید

پڑھنا شروع کر دیا تھا، یہ دیکھ کر مشرکین قریش کہنے لگے کہ محمد ﷺ پر یہ قرآن اس لیے نازل کیا گیا ہے تاکہ وہ مشقت میں پڑ

جائیں تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: ﴿طہ ① مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَى ② إِلَّا تَذَكُّرًا لِّسَنٍ يَّخْشَى ③﴾

”(اے محمد ﷺ!) ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں بلکہ اس شخص کی نصیحت کے لیے

(نازل کیا ہے) جو خوف کھاتا ہے۔“^① بات اس طرح نہیں ہے جیسا کہ باطل پرستوں کا گمان ہے بلکہ بات یہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ علم سے نوازدے اس کے ساتھ تو اس نے خیر کثیر کا ارادہ فرمایا ہے جیسا کہ صحیحین میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهُهُ فِي الدِّينِ] ”جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر و بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ بوجھ عطا فرمادیتا ہے۔“^②

مجاہد نے ارشاد باری: ﴿مَا أَرْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ﴾^③ کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ اس طرح ہے جیسا کہ یہ آیت کریمہ ہے: ﴿فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ﴾^④ (المزمل 20:73) ”پس جتنا آسانی سے ہو سکے اتنا پڑھ لیا کریں۔“ صحابہ کرام نماز پڑھتے ہوئے اپنے سینوں کے ساتھ رسیوں کو باندھ لیا کرتے تھے۔^⑤ قنادہ اس آیت کریمہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے قرآن کو باعث مشقت نہیں بنایا بلکہ اسے رحمت، نور اور جنت میں جانے کا ذریعہ بنایا ہے۔^⑥ ﴿الْأَنْذَارُ لِمَنْ يَخْشَىٰ﴾^⑦ ”مگر اس شخص کی نصیحت کے لیے (نازل کیا ہے) جو خوف کھاتا ہے۔“ یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو اس لیے نازل کیا اور اپنے رسول کو اس لیے مبعوث فرمایا ہے کہ وہ اپنے بندوں پر رحمت فرمائے تاکہ نصیحت حاصل کرنے والا اس سے نصیحت حاصل کر لے اور کتاب اللہ کو سن کر آدمی اس سے نفع حاصل کرے۔ یہ کتاب نصیحت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں حلال و حرام کے ضابطوں کو نازل فرمایا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿تَنْزِيلًا مِّنْ خَلْقِ الْأَرْضِ وَالسَّمَوَاتِ الْعُلَىٰ﴾^⑧ ”(یہ) اس ذات کا اتارا ہوا ہے جس نے زمین اور اونچے اونچے آسمان بنائے۔“ اے محمد (ﷺ)! یہ قرآن جو آپ کے پاس آیا ہے، یہ آپ کے اس رب کی طرف سے نازل کردہ ہے جو ہر چیز کا پروردگار اور مالک ہے، ہر اس چیز کے کرنے پر قادر ہے جو وہ چاہے جس نے زمین کو اس کی پستی اور کثافت کے ساتھ اور بلند و بالا آسمانوں کو ان کی بلندی اور لطافت کے ساتھ پیدا فرمایا ہے۔ فرمان الہی ہے: ﴿الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ﴾^⑨ ”رحمان جو عرش پر مستوی ہوا۔“ اس کے بارے میں قبل ازیں سورہ اعراف میں بحث ہو چکی ہے،^⑩ لہذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔ استوائے عرش کے بارے میں سب سے زیادہ صحیح مسلک یہ ہے کہ سلف کے طریق کو اختیار کیا جائے اور نصوص کتاب و سنت پر تکلیف، تحریف، تشبیہ، تعطیل اور تمثیل کے بغیر ایمان لایا جائے۔

فرمان الہی ہے: ﴿لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرَىٰ﴾^⑪ ”جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اور جو کچھ (زمین کی) مٹی کے نیچے ہے، سب اسی کا ہے۔“ یہ سب کچھ اسی کی ملکیت ہے، اسی کے قبضے میں اور اس کے تصرف و مشیت اور ارادہ و حکم کے تحت ہے، وہ ان سب چیزوں کا خالق و مالک

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2415/7 والدر المنثور: 516/4 و تفسیر القرطبی: 167/11. ② صحیح البخاری، العلم، باب:

[مَنْ يُرِدُ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا.....]، حدیث: 71 و صحیح مسلم، الزکاة، باب النهی عن المسألة، حدیث: (100)-1037. ③

تفسیر الطبری: 172/16. ④ تفسیر الطبری: 172/16. ⑤ دیکھیے الأعراف، آیت: 54 کے ذیل میں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَهَلْ اَتَاكَ حَدِيثُ مُوسٰی ۙ اِذْ رَا نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْا اِنِّیْۤ اَنْتُمْ نَارًا لَّعَلِّیْ

اور کیا آپ تک موسیٰ کی خبر پہنچی ہے؟ ⑨ جب اس نے (طور پر) آگ دیکھی تو اپنے گھر والوں سے کہا: (یہاں) ٹھہرو، بے شک میں نے آگ دیکھی

اَتِيَكُمْ مِنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اِجْدَ عَلٰی النَّارِ هُدٰی ۙ ⑩

ہے، شاید میں اس میں سے تمہارے لیے کوئی انگارا لے آؤں، یا آگ کے پاس کوئی راہبر پاؤں ⑩

اور معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود اور مالک نہیں ہے۔ فرمان الہی: ﴿وَمَا تَحْتِ النَّارِ ۙ ⑥﴾ ”اور جو کچھ (زمین کی) مٹی کے نیچے ہے“ کے بارے میں محمد بن کعب کہتے ہیں کہ جو کچھ ساتویں زمین کے نیچے ہے وہ بھی اسی کا ہے۔ ①

فرمان الہی ہے: ﴿وَ اِنْ تَجَهَّرْ بِالنُّوْلِ فَاِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی ۙ ⑦﴾ ”اور اگر تم پکار کر بات کہو تو وہ تو یقیناً چھپے بھید اور نہایت پوشیدہ (بات تک) کو جانتا ہے۔“ یعنی یہ قرآن اس ذات گرامی نے نازل کیا ہے جس نے زمین اور بلند و بالا آسمانوں کو جو بدخشا اور چھپے بھید اور نہایت مخفی بات تک کو جانتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط اِنَّهٗ كَانَ عَفُوًّا رَّحِیْمًا ۝﴾ (الفرقان 25:6) ”کہہ دیجیے: اس کو اس نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے، بے شک وہی بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔“

علی بن ابیطرح نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿السِّرِّ﴾ سے مراد وہ بات ہے جسے انسان اپنے دل میں چھپا لے اور ﴿اَخْفٰی﴾ سے مراد وہ بات ہے جسے انسان سے مخفی رکھا جائے اور کرنے سے پہلے اسے علم نہ ہو جبکہ اللہ تعالیٰ کو ان سب باتوں کا علم ہے۔ ماضی و مستقبل کے تمام حالات اس کے نزدیک یکساں ہیں، اسے ان سب کا علم ہے، اس کے نزدیک تمام مخلوقات اس طرح ہیں جیسے ایک جاندار چیز ہو جیسا کہ فرمایا: ﴿مَا خَلَقْکُمْ وَلَا بَعَثْکُمْ اِلَّا کُنُفٰسٍ وَّ اِجْدٰی ط﴾ (لقمن 28:31) ”تمہارا پیدا کرنا اور (جلا) اٹھانا ایک شخص (کے پیدا کرنے اور جلا اٹھانے) کی طرح ہے۔“ ② فرمان الہی ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی ۙ ⑧﴾ ”اللہ، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس کے (سب) اچھے اچھے نام ہیں۔“ یعنی وہ ذات گرامی جس نے آپ پر قرآن نازل فرمایا وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کے سب نام اچھے اور اس کی سب صفات بلند ہیں۔

تفسیر آیات: 10,9

موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا تذکرہ: یہاں سے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کرنا شروع فرمایا ہے اور اس بات کو بیان فرمایا ہے کہ ان کی طرف وحی و تنزیل کی ابتدا کیسے ہوئی اور انھیں ہم کلامی کے شرف سے کس طرح سرفراز کیا گیا۔ اور وہ واقعہ اس وقت کے بعد کا ہے جب موسیٰ علیہ السلام نے بکریاں چرانے کی اس مدت کو پورا کر دیا جس کا ان کے سسرال کے ساتھ معاہدہ ہوا تھا اور دس سال سے زیادہ عرصہ بلا دمصر سے دور رہنے کے بعد اپنی بیوی کو ساتھ لیے بلا دمصر کی طرف جا رہے تھے مگر سفر کے دوران

① تفسیر الطبری: 16/174. ② تفسیر الطبری: 16/175.

فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ يَمُوسَى ۖ إِنِّي أَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ

چنانچہ جب وہ (موسیٰ) آگ کے پاس پہنچا تو آواز دی گئی: اے موسیٰ! (۱۱) بے شک میں تیرا رب ہوں، لہذا تو اپنے جوتے اتار دے، بلاشبہ تو مقدس

طویٰ (۱۲) وَأَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحَىٰ ۚ (۱۳) إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا

وادی طویٰ میں ہے (۱۲) اور میں نے تجھے چن لیا ہے، لہذا جو وحی کی جاتی ہے اسے غور سے سن (۱۳) بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود

فَاعْبُدْنِي ۚ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي ۚ (۱۴) إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِنُجْزِي

نہیں، چنانچہ تو میری ہی عبادت کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم کر (۱۴) بے شک قیامت آنے والی ہے، میں اس کا وقت مخفی رکھنا چاہتا ہوں، تاکہ ہر

كُلِّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ (۱۵) فَلَا يَصُدُّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ

نفس کو اس کا بدلہ دیا جائے جو وہ کوشش کرتا ہے (۱۵) لہذا اس (فکر آخرت) سے تجھے وہ شخص روکنے نہ پائے جو اس پر ایمان نہیں رکھتا، اور اس نے اپنی

هُوَ فَتَرَدَّى ۚ (۱۶)

خواہشات کی پیروی کی، ورنہ تو (بھی) ہلاک ہو جائے گا (۱۶)

میں رستہ گم ہو گیا، یہ موسم سرما کی سردرات تھی تو آپ نے وادیوں اور پہاڑوں کے درمیان ایک جگہ پڑاؤ ڈال دیا جبکہ موسم سرما تھا، سخت سردی تھی، آسمان پر بادل چھائے ہوئے اور سخت اندھیرا تھا، آپ کے پاس چقماق کا ایک پتھر تھا، آپ نے حسب معمول اسے رگڑنا شروع کیا تاکہ آگ جلا سکیں مگر عجیب بات تھی کہ آج اس سے کوئی شرار نہیں نکل رہا تھا مگر اس وقت اچانک آپ نے طور کی طرف آگ کو جلتے ہوئے دیکھا، کوہ طور آپ کی دائیں طرف تھا، آپ نے اپنی بیوی کو خوش خبری سناتے ہوئے فرمایا: ﴿إِنِّي أَنَسْتُ نَارًا تَلْعَلُ أَتَيْكُمْ مِنْهَا بِقَبَسٍ﴾ ”بلاشبہ میں نے آگ دیکھی ہے (میں وہاں جاتا ہوں) شاید اس میں سے میں تمہارے پاس انگاری لاؤں۔“ القبس آگ کے انگارے کو کہتے ہیں، دوسری آیت میں ہے: ﴿أَوْ جَذْوَةٍ مِنَ النَّارِ﴾ (القصص 28:29) ”یا آگ کا انگارہ۔“ جَذْوَةٍ آگ کے ایسے انگارے کو کہتے ہیں جس کے ساتھ شعلہ بھی ہو، ﴿لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ﴾ (القصص 28:29) ”تاکہ تم تاپو۔“ ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بہت سردی تھی جیسا کہ ﴿بِقَبَسٍ﴾ کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت اندھیرا بھی بہت تھا۔

فرمان الہی ہے: ﴿أَوْاجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى﴾ (۱۰) ”یا آگ پر کوئی رہنمائی پاؤں۔“ یعنی شاید وہاں کوئی ایسا آدمی مل جائے جو رستہ بتا سکے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رستے سے ہٹ گئے تھے۔ جیسا کہ ثوری رحمہ اللہ نے ابوسعید اعمش سے، انھوں نے عکرمہ سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ شاید وہاں کوئی ایسا آدمی مل جائے جو رستہ بتا سکے، آپ نے یہ اس لیے فرمایا کہ سردی کا موسم تھا اور دونوں رستے سے دور ہٹ گئے تھے اور جب آپ نے آگ کو دیکھا تو فرمایا کہ رستے کی نشان دہی کرنے والا اگر کوئی نہ ملا تو آگ لے آؤں گا تاکہ تم اسے جلا سکو۔^(۱)

تفسیر آیات: 11-16

موسیٰ علیہ السلام کی طرف پہلی وحی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ يَوْمَئِذٍ ۖ﴾ ”پس جب وہ آگ کے پاس پہنچے تو آواز دی گئی کہ اے موسیٰ! یعنی جب آپ آگ کے قریب پہنچے تو وہاں یہ آواز آئی، دوسری آیت میں ہے: ﴿فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبْرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ أَنْ يُمُوسَىٰ ۖ إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝﴾ (الفصل 28: 30) ”پھر جب وہ اس کے پاس پہنچے تو وادی کے دائیں کنارے سے ایک مبارک جگہ میں ایک درخت میں سے آواز دی گئی کہ موسیٰ میں تو اللہ رب العالمین ہوں۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿إِنِّي أَنَا رَبُّكَ﴾ ”بلاشبہ میں تمہارا پروردگار ہوں۔“ جو تم سے ہم کلام اور مخاطب ہوں، ﴿فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ﴾ ”سو اپنی دونوں جوتیاں اتار دو۔“ علی بن ابوطالب، ابوذر، ابویوب اور سلف میں سے کئی ایک حضرات کا قول ہے کہ آپ کی جوتیاں گدھے کی کھال سے تھیں اور پاک نہ تھیں، اس لیے انھیں اتارنے کا حکم دیا گیا تھا۔^① اور ایک دوسرے قول کے مطابق اس مبارک جگہ کی تعظیم کے پیش نظر آپ کو یہ حکم دیا گیا تھا۔^②

ارشاد الہی: ﴿طَوًى ۝﴾ کے بارے میں علی بن ابوطالب نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ اس وادی کا نام ہے اور دیگر کئی ایک ائمہ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔^③ اس تفسیر کے مطابق یہ وادی مقدس کا عطف بیان ہوگا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اپنے قدموں کے ساتھ پامال کرنے کے حکم سے عبارت ہے۔^④ اور تیسرا قول یہ ہے کہ اسے چونکہ دوبار مقدس قرار دیا گیا ہے اور برکت کو اس کے لیے جمع کر دیا گیا ہے، اس لیے وادی مقدس کے ساتھ ساتھ اس کے لیے ﴿طَوًى ۝﴾ کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے۔^⑤ لیکن ان میں سے پہلا قول ہی زیادہ صحیح ہے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: ﴿إِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طَوًى ۝﴾ (النزلت 79: 16) ”جب ان کے پروردگار نے ان کو پاک وادی طوی میں پکارا۔“

فرمان الہی ہے: ﴿وَأَنَا اخْتَرْتُكَ﴾ ”اور میں نے تمہارا انتخاب کر لیا ہے۔“ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسَالَتِي ۖ وَبِكَ لَمُجِبِّي﴾ (الأعراف 7: 14) ”بے شک میں نے تم کو اپنے پیغام پہنچانے اور اپنی ہم کلامی کے لیے لوگوں میں ممتاز کیا ہے۔“ یعنی ان کے زمانے میں موجود تمام لوگوں سے ممتاز کیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ موسیٰ تمہیں معلوم ہے کہ دیگر لوگوں کی نسبت میں نے صرف تمہیں ہی ہم کلامی کے لیے کیوں منتخب کیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: نہیں، فرمایا: اس لیے کہ کسی اور نے میرے سامنے اس طرح تو واضح کا اظہار نہیں کیا جس طرح تم کرتے ہو۔^⑥

فرمان الہی ہے: ﴿فَاسْتَبِيعْ لِمَا يُوحَىٰ ۝﴾ ”پس جو (تمہاری طرف) وحی کی جائے اسے غور سے سنو۔“ یعنی اب اسے سنو جو میں تم سے کہوں اور جو تمہاری طرف وحی نازل کروں، ﴿إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا﴾ ”بے شک میں ہی اللہ ہوں،

① تفسیر الطبری: 16/180 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2417/7 والدر المنثور: 4/522، البتہ ابوذر اور ابویوب سے کسی کتاب میں

نہیں ملا۔ ② تفسیر القرطبی: 11/173 تفسیر الرازی: 22/17. ③ تفسیر الطبری: 16/183. ④ تفسیر الطبری:

16/183. ⑤ تفسیر الطبری: 16/182 و 183. ⑥ الدر المنثور: 3/224.

میرے سوا کوئی معبود نہیں۔“ تمام مکلفین کے لیے سب سے پہلے یہ واجب ہے کہ وہ اس بات کو جانیں کہ اللہ وحدہ لا شریک کے سوا کوئی معبود نہیں۔ فرمان الہی ہے: ﴿فَاعْبُدْنِي﴾ ”پس تم میری عبادت کرو۔“ یعنی میری توحید کو اختیار کرو، میری عبادت کرو اور کسی کو میرا شریک نہ بناؤ۔ ﴿وَاقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾ ”اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔“ اس کے یہ معنی بھی بیان کیے گئے ہیں کہ نماز پڑھو تا کہ تم میرا ذکر کر سکو۔^①

علاوہ ازیں اس کے یہ معنی بھی بیان کیے گئے ہیں کہ جب تم میرا ذکر کرنا چاہو تو نماز قائم کرو۔^② اس دوسرے معنی کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا رَقَدَ أَحَدُكُمْ عَنِ الصَّلَاةِ أَوْ غَفَلَ عَنْهَا فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا، فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُولُ: ”جب تم میں سے کوئی نماز سے سو جائے یا اس سے غافل ہو جائے تو اسے جب یاد آئے پڑھ لے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَاقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾ ”اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔“ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ نَسِيَ صَلَاةً أَوْ نَامَ عَنْهَا فَكَفَّارَتُهَا أَنْ يُصَلِّيَهَا إِذَا ذَكَرَهَا لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذَلِكَ] ”جو شخص نماز بھول جائے یا سو جائے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے اسی وقت پڑھ لے جب اسے یاد آئے، پس اس کا یہی کفارہ ہے۔“^③

قیامت آنے والی ہے: ارشاد الہی ہے: ﴿إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ﴾ ”بلاشبہ قیامت آنے والی ہے۔“ اور ہر صورت میں برپا ہونے والی ہے، فرمان الہی ہے: ﴿أَكَادُ أُخْفِيهَا﴾ ”میں چاہتا ہوں کہ اس (کے وقت) کو پوشیدہ رکھوں۔“ ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ اسے اس طرح پڑھا کرتے تھے: [أَكَادُ أُخْفِيهَا مِنْ نَفْسِي] کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے نفس سے تو کبھی مخفی نہیں رہ سکتی۔^④ علی بن ابوطالب نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے وقت کے بارے میں اپنے سوا کسی کو مطلع نہیں کروں گا۔^⑤

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ثَقُلْتُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمُ إِلَّا بَغْتَةً ط﴾ (الأعراف: 187) ”وہ آسمان اور زمین میں ایک بھاری بات ہوگی اور ناگہان تم پر آجائے گی۔“ یعنی اس کا علم اہل آسمان و زمین پر بہت بھاری ہے۔ ﴿لَتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ﴾ ”تا کہ ہر شخص جو کوشش کرے اس کا بدلہ پائے۔“ یعنی میں قیامت کو یقیناً برپا کروں گا تا کہ ہر عمل کرنے والے کو میں اس کے عمل کا بدلہ دوں۔ ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ط وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾ (الزلزال: 7: 99) ”تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔“ اور فرمایا: ﴿إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ (الطور: 52: 16) ”جو کام تم کیا کرتے تھے (یہ) ان ہی کا تم کو بدلہ مل رہا ہے۔“

① تفسیر الطبری: 185/16. ② تفسیر الطبری: 185/16. ③ مسند أحمد: 184/3. ④ صحیح البخاری، مواقیت الصلاة، باب من نسی صلاة.....، حدیث: 597 و صحیح مسلم، المساجد.....، باب قضاء الصلاة الفاتية.....، حدیث: (315) 684 واللفظ له. ⑤ تفسیر ابن ابی حاتم: 2419/7. ⑥ تفسیر الطبری: 187/16.

وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يُمُوسَى ۚ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۖ أَتَوَكَّلُ عَلَيْهَا ۖ وَاَهْشَأْ بِهَا عَلَىٰ غَنِيِّ وَلِيٍّ

اور اے موسیٰ! یہ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ (17) اس نے کہا: یہ میری لاٹھی ہے، میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں، اور اس سے اپنی بکریوں کے لیے

فیہا مَرْبٍ أُخْرٰی ۚ قَالَ اَلْقَهَا يُمُوسٰی ۚ فَالْقَهَا فَادَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰی ۚ قَالَ خُذْهَا

پتے جھاڑتا ہوں، اور اس میں میرے لیے اور بھی مقاصد ہیں (18) اللہ نے فرمایا: اے موسیٰ! اسے پھینک دے (19) پھر جب اس نے اسے پھینکا تب

وَلَا تَخَفْ ۚ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْاُولٰٓئِی ۚ

وہ دوڑتا ہوا سانسپ (بن گیا) تھا (20) فرمایا: اسے پکڑ لے اور مت ڈر، ہم اسے اس کی پہلی حالت میں لوٹا دیں گے (21)

ارشاد الہی ہے: ﴿فَلَا يَصُدُّكَ عَنْهَا مَنۡ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا﴾ ”لہذا اس (فکر آخرت) سے تجھے وہ شخص روکنے نہ پائے جو اس پر ایمان نہیں رکھتا۔“ اس خطاب سے مراد تمام مکلفین ہیں، یعنی تم اس شخص کے رستے کی پیروی نہ کرو جو قیامت کی تکذیب کرتا اور دنیا کی لذتوں کو اپنا اوڑھنا کچھونا بناتا، اپنے موسیٰ کی نافرمانی کرتا اور اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے جو لوگ ایسے شخص کے رستے پر چلیں وہ ناکام و نامراد ہو جائیں گے، ﴿فَتَرَدُّی ۚ﴾ ”تو (اس صورت میں) تو ہلاک ہو جائے گا۔“ اس کے معنی ہلاک و برباد ہونے کے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُٓ اِذَا تَرَدَّدٰی ۝﴾ (البل 11:92) ”اور جب وہ (دوزخ کے گڑھے میں) گرے گا تو اس کا مال اس کے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔“

تفسیر آیات: 21-17

موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی: یہ ایک برہان، عظیم الشان معجزہ اور ایک زبردست خرق عادت چیز تھی جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائی تھی، اس طرح کے کام پر اللہ عز وجل کے سوا کوئی قادر نہیں اور اس طرح کے معجزات کا ظہور نبی مرسل ہی کے ہاتھوں پر ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يُمُوسٰی ۚ﴾ ”اور موسیٰ! یہ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟“ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو مانوس کرنے کے لیے یہ فرمایا تھا۔ علاوہ ازیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو توجہ دلانے کے لیے یہ فرمایا کہ یہ جو تمہارے ہاتھ میں ہے تم اسے جانتے ہو، عنقریب تم دیکھو گے کہ ہم اب اس کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ ﴿وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يُمُوسٰی ۚ﴾ میں استفہام تقریری ہے۔ ﴿قَالَ هِيَ عَصَايَ ۖ اَتَوَكَّلُ عَلَيْهَا ۚ﴾ ”انھوں نے کہا کہ یہ میری لاٹھی ہے، اس پر میں ٹیک لگاتا ہوں۔“ یعنی چلتے وقت میں اس کا سہارا لے لیتا ہوں، ﴿وَاَهْشَأْ بِهَا عَلَىٰ غَنِيِّی ۚ﴾ ”اور اس سے اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں۔“ یعنی اس کے ساتھ میں درخت کو ہلاتا ہوں تو اس کے پتے گرتے ہیں تاکہ انھیں میری بکریاں کھالیں۔ عبدالرحمن بن قاسم نے امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الہش یہ ہے کہ آدمی چھڑی کو ٹہنی پر رکھ کر حرکت دے تاکہ پتے اور پھل گرنے لگیں مگر وہ لکڑی نہ ٹوٹے جس کے کنارے پر چھڑی کو لگایا گیا ہو۔ (1) میمون بن مہران کا بھی یہی قول ہے۔ (2)

(1) تفسیر ابن ابی حاتم: 2420/7. (2) تفسیر ابن ابی حاتم: 2419/7.

وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَى جَنَاحِكَ تَخْرُجَ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَى ۚ لِيُذَكِّرَكَ مِنْ آيَتِنَا

اور تو اپنا ہاتھ اپنی بغل سے ملا وہ بغیر کسی مرض کے چمکتا ہوا سفید نکلے گا، (یہ) دوسری نشانی ہے (22) تاکہ ہم تجھے اپنی کچھ بڑی بڑی نشانیاں

الْكُبْرَى ۚ اِذْهَبْ إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى ۚ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۚ وَبَسِّرْ لِي

دکھائیں (23) تو فرعون کی طرف جا، بے شک وہ سرکش ہو گیا ہے (24) اس (موسیٰ) نے کہا: میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کھول دے (25) اور

أَمْرِي ۚ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِي ۚ يَفْقَهُوا قَوْلِي ۚ وَاجْعَلْ لِّيَ وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي ۚ

میرے لیے میرا کام آسان کر دے (26) اور میری زبان کی گرہ کھول دے (27) تاکہ وہ میری بات سمجھ سکیں (28) اور میرے لیے میرے گھنے میں سے

هُرُونَ أَخِي ۚ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ۚ وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي ۚ كَىٰ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ۚ

ایک وزیر بنا دے (29) (یعنی) میرے بھائی ہارون کو (30) اس کے ساتھ میری کمر مضبوط کر دے (31) اور اسے میرے کام (نبت) میں شریک کر

وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ۚ إِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيرًا ۚ

دے (32) تاکہ ہم تیری بکثرت تسبیح کریں (33) اور ہم تجھے بکثرت یاد کریں (34) بے شک تو ہمیں خوب دیکھنے والا ہے (35)

ارشاد الہی ہے: ﴿وَلِي فِيهَا مَآرِبٌ أُخْرَى ۙ﴾ ”اور اس میں میرے لیے اور بھی کئی فائدے ہیں۔“ یعنی علاوہ ازیں اس سے اور بھی کئی مصلحتیں، منفعتیں اور حاجتیں وابستہ ہیں، بعض لوگوں نے ان مبہم فوائد کو بیان کرنے کا بھی تکلف کیا ہے۔

لاٹھی سانپ بن گئی: ﴿قَالَ أَفْقَهَا يَمُوسَىٰ ۙ﴾ ”فرمایا: اے موسیٰ! اسے ڈال دو۔“ یعنی موسیٰ جو تمہارے دائیں ہاتھ میں

عصا ہے اس کو ڈال دو، ﴿فَأَلْقَاهَا فَاذْأَبَىٰ حَيَّةً تَسْعَىٰ ۙ﴾ ”پس انھوں نے اس کو ڈال دیا تو اچانک وہ سانپ بن کر

دوڑنے لگا۔“ یعنی وہ لاٹھی ایک عظیم اور طویل سانپ بن گئی اور وہ سانپ تیزی سے حرکت کرنے لگا۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے

فرمایا: ﴿تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ﴾ (الفصص 31:28) ”(لاٹھی) حرکت کر رہی ہے، گویا سانپ ہے۔“ ﴿جَانٌّ﴾ سب سے تیز

حرکت سانپ کو کہتے ہیں لیکن وہ ایک چھوٹا سانپ ہوتا ہے جبکہ یہ سانپ بہت بڑا اور بہت تیز حرکت کرنے والا تھا۔ ﴿تَسْعَىٰ﴾

یعنی چل رہا اور حرکت کر رہا تھا۔ فرمان الہی ہے: ﴿سُعِيدَهَا سَيَّرَهَا الْأُولَىٰ ۙ﴾ ”ہم اس کو عنقریب اس کی پہلی حالت میں

لوٹا دیں گے۔“ یعنی اس حالت میں جسے تم پہلے سے جانتے ہو۔

تفسیر آیات: 22-35

موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ کسی عیب کے بغیر چمکنے لگا: یہ موسیٰ علیہ السلام کے لیے دوسری نشانی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ وہ اپنے

ہاتھ کو گریبان میں ڈالیں جیسا کہ دوسری آیت میں اس کی صراحت ہے۔ ﴿۱﴾ اور یہاں فرمایا: ﴿وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَى جَنَاحِكَ﴾

”اور اپنا ہاتھ اپنے پہلو سے لگا لو۔“ ایک جگہ اور فرمایا: ﴿وَاضْمُمْ إِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذُنُوكَ بُرْهَانٌ مِّنْ رَبِّكَ إِلَىٰ

فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ ط﴾ (الفصص 32:28) ”اور خوف سے (بچنے کے لیے) اپنا بازو اپنی طرف ملا لو، چنانچہ تمہارے رب کی

طرف سے یہ دونوں معجزے فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف (بھیجنے کے لیے) ہیں۔“

مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنی پھیلی کواپنے بازو کے نیچے کرلو۔^① موسیٰ علیہ السلام اپنے ہاتھ کو اپنی بغل میں داخل کرنے کے بعد نکالتے تو وہ اس طرح چمکنے لگتا، گویا چاند کا ٹکڑا ہو۔ فرمان الہی ہے: ﴿تَخْرُجُ بَيَظًا مِّنْ غَيْرِ سُوءٍ﴾ ”تو بغیر کسی عیب کے چٹا سفید نکل آئے گا۔“ یعنی ہاتھ برص، تکلیف یا بدنمائی کی وجہ سے سفید نہیں ہوگا۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، قتادہ، شحاک، سدی اور دیگر کئی مفسرین کا قول ہے۔^② حسن بصری فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب ہاتھ نکالا تو وہ گویا چراغ تھا، اس سے موسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ ان کی اپنے رب عزوجل سے ملاقات ہوئی ہے۔^③ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لِيُرِيَكَ مِنْ اٰيَاتِنَا الْكُبْرٰى﴾ ”تا کہ تم تمہیں اپنے عظیم نشانات دکھائیں۔“

موسیٰ علیہ السلام کو تبلیغ کے لیے فرعون کے پاس جانے کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهُ طَغٰى﴾ ”تم فرعون کے پاس جاؤ (کہ) بلاشبہ وہ سرکش ہو رہا ہے۔“ یعنی بادشاہ مصر فرعون کے پاس جاؤ جس کے خوف کی وجہ سے تم مصر سے نکلے تھے اور اسے وحدہ لاشریک کی عبادت کی دعوت دو، اسے حکم دو کہ وہ بنی اسرائیل سے اچھا سلوک کرے اور انھیں عذاب نہ دے، بلاشبہ اس نے سرکشی و بغاوت کو اختیار کر رکھا ہے، دنیا کی زندگی کو ترجیح دے رہا ہے اور جلیل الشان پروردگار کو بھول بیٹھا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کی دعا: ﴿قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۖ وَيَسِّرْ لِي اَمْرِي ۖ﴾ ”کہا: میرے پروردگار! (اس کام کے لیے) میرا سینہ کھول دے اور میرا کام آسان کر دے۔“ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ وہ ان کے سینے کو اس مقصد کے لیے کھول دے جس کے لیے انھیں مبعوث کیا جا رہا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ایک بڑا زبردست اور عظیم الشان حکم دیا ہے، روئے زمین پر اس وقت کے سب سے بڑے بادشاہ کی طرف بھیجا ہے جو کفر اور ظلم و استبداد میں سب سے بڑھا ہوا ہے جس کے لشکر بھی بہت زیادہ ہیں اور جس کا ملک بھی سب سے زیادہ آباد ہے مگر وہ بغاوت و سرکشی میں اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ اس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو جانتا ہی نہیں اور نہ اپنی رعایا کے لیے اپنے سوا کسی اور معبود کو جانتا ہے۔

قبل ازیں موسیٰ علیہ السلام فرعون کے گھر میں اس وقت ایک طویل مدت تک رہے تھے جب آپ ابھی بچے تھے اور فرعون کی گود میں پرورش پا رہے تھے، پھر آپ نے ان کے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا اور آپ کو خوف تھا کہیں وہ آپ کو قتل ہی نہ کر دیں، لہذا آپ وہاں سے بھاگ گئے تھے اور اب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی طرف مبعوث فرما دیا تھا تا کہ آپ انھیں اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی دعوت دیں، اسی لیے آپ نے دعا کی تھی: ﴿رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۖ وَيَسِّرْ لِي اَمْرِي ۖ﴾ ”میرے پروردگار! (اس کام کے لیے) میرا سینہ کھول دے اور میرا کام آسان کر دے۔“ اگر تو میرا حامی و ناصر اور مدد و معاون نہیں بنے گا تو مجھے اس کام کے کرنے کی طاقت نہیں ہوگی۔

﴿وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِي ۖ يَفْقَهُوا قَوْلِي ۖ﴾ ”اور میری زبان کی گرہ کھول دے کہ وہ میری بات سمجھ لیں۔“ اس

① تفسیر الطبری: 197/16. ② تفسیر الطبری: 198, 197/16. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 2421/7.

لیے کہ آپ کی زبان میں اس وقت لکنت پیدا ہوگئی تھی جب آپ کے سامنے کھجور اور آگ کے انگارے کورکھا گیا تو آپ نے آگ کے انگارے کو اٹھا کر اپنی زبان پر رکھ لیا تھا، آپ نے دعا کی کہ یہ لکنت ختم ہو جائے تاکہ آپ جو بات سمجھنا چاہیں وہ اسے سمجھ لیں، یعنی لکنت بقدر ضرورت زائل ہو جائے، اگر آپ ساری لکنت کے زائل ہونے کی دعا کرتے تو وہ بھی قبول ہو جاتی مگر انبیائے کرام بقدر ضرورت ہی دعا کیا کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ کچھ لکنت باقی رہ گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ بھی کہا تھا: ﴿اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ ۚ وَلَا یَكْدُ یُبِیْنُ ۝﴾ (الزخرف 52:43) ”بلکہ میں اس شخص سے جو ذلیل و خوار ہے اور صاف گفتگو بھی نہیں کر سکتا، کہیں بہتر ہوں۔“

فرمان الہی ہے: ﴿وَجَعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اٰہِلِیْ ۚ هٰرُوْنَ اَخِیْ ۝﴾ ”اور میرے گھر والوں میں سے (ایک کو) میرا وزیر (مددگار) مقرر فرما (یعنی) میرے بھائی ہارون کو۔“ یہ بھی موسیٰ علیہ السلام کی دعا ہی کا حصہ ہے کہ ان کے بھائی ہارون کو ان کا مددگار بنا دیا۔ ثوری نے ابوسعید سے، انھوں نے عکرمہ سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہارون علیہ السلام کو بھی اسی وقت نبی بنا دیا گیا جب موسیٰ علیہ السلام کو نبی بنایا گیا تھا۔^(۱) امام ابن ابی حاتم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بیان کیا ہے کہ وہ جب عمرے کے لیے روانہ ہوئیں تو بعض اعراب کے پاس ٹھہریں تو آپ نے ایک شخص کو یہ بات کرتے ہوئے سنا کہ یہ بتاؤ کہ وہ کون سا بھائی ہے جو دنیا میں اپنے بھائی کے لیے سب سے زیادہ فائدہ مند ثابت ہوا۔ انھوں نے کہا کہ ہمیں نہیں معلوم، اس نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہے، میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ بڑے وثوق سے قسم کھا رہا ہے جیسے اسے واقعی معلوم ہو کہ کون سا بھائی دنیا میں اپنے بھائی کے لیے سب سے زیادہ فائدہ مند ثابت ہوا ہے، پھر وہ کہنے لگا کہ وہ بھائی موسیٰ علیہ السلام تھے جنھوں نے اپنے بھائی کے لیے نبوت کا سوال کیا تھا۔ میں نے کہا: ہاں، اللہ کی قسم! یہ بالکل سچ کہہ رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے بھی موسیٰ علیہ السلام کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْہًا ط﴾ (الأحزاب 69:33) ”اور وہ اللہ کے نزدیک آبرو والے تھے۔“^(۲)

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿اَشْدُدْ یَہٗ اَذْرَیْ ۝﴾ ”اس سے میری پشت مضبوط کر۔“ مجاہد کہتے ہیں: ﴿اَذْرَیْ ۝﴾ کے معنی میری پشت کے ہیں۔^(۳) ﴿وَاشْرَکْہٗ فِیْ اَمْرِیْ ۝﴾ ”اور اسے میرے کام میں شریک کر۔“ تاکہ میں اس سے مشورہ کر سکوں، ﴿کِیْ تُسَبِّحَکَ کَثِیْرًا ط﴾ ﴿وَنَذْکُرْکَ کَثِیْرًا ط﴾ ”تاکہ ہم تیری بہت کثرت سے تسبیح کریں اور ہم تجھے کثرت سے یاد کریں۔“ مجاہد فرماتے ہیں کہ اس وقت تک کوئی بندہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا نہیں ہو سکتا جب تک وہ کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے۔^(۴) فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّکَ کُنْتَ بِنَا بَصِیْرًا ۝﴾ ”یقیناً تو ہم کو (ہر حال میں) خوب دیکھ رہا ہے“ کہ تو نے ہمیں منتخب فرمایا، نبوت عطا فرمائی اور ہمیں اپنے دشمن فرعون کی طرف

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2422/7. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2422/7. ③ صحیح البخاری، التفسیر، سورۃ طہ،

قبل الحدیث: 4736. ④ تفسیر القرطبی: 186/14.

قَالَ قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يٰمُوسَىٰ ۖ وَلَقَدْ مَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰ ۖ اِذْ اَوْحَيْنَا اِلٰى اِمَامِكَ

اس (اللہ) نے فرمایا: اے موسیٰ! جو کچھ تو نے مانگا تجھے دیا جاتا ہے (36) اور البتہ تحقیق ہم تجھ پر ایک اور بار بھی احسان کر چکے ہیں (37) جب ہم نے تیری

مَآيُوحَىٰ ۖ اِنْ اَفْزَيْفِيْهِ فِى التَّابُوْتِ فَاَقْذِفِيْهِ فِى الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ

ماں کی طرف وہ الہام کیا تھا جو (اب) وحی کی جاتی ہے (38) یہ کہ تو اس (موسیٰ) کو صندوق میں ڈال، پھر اس (صندوق) کو دریا میں ڈال دے، پھر دریا اسے

عَدُوٌّ لِّىْ وَعَدُوٌّ لِّهٖ ۖ وَالْقِيَتَ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّىْ ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِيْ ۖ اِذْ تَمْشِيْ

ساحل پر لا ڈالے گا جسے میرا اور اس کا دشمن اٹھائے گا، اور میں نے اپنی طرف سے تجھ پر محبت ڈال دی اور یہ (اس لیے) کہ میری آنکھوں کے سامنے تیری

اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدْلٰكُمُ عَلَىٰ مَنْ يَّكْفُلُهُ ۖ فَرَجَعْنَاكَ اِلٰى اِمَامِكَ كَيْ تَنْقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا

پرورش کی جائے (39) جب تیری بہن چل رہی تھی تو کہہ رہی تھی: کیا میں تمہیں اس کا بھانجیوں جو اس کی کفالت کرے؟ پھر ہم نے تجھے تیری ماں کے پاس

تَحْزَنُ ۚ وَكُتِلَتْ نَفْسًا فَجَعَلْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنَّاكَ فُتُوْنًا ۚ

لوثا دیا، تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی رہے اور وہ غم نہ کھائے، اور تو نے ایک شخص کو قتل کیا تو ہم نے تجھے اس غم سے نجات دی۔ اور ہم نے تجھے خوب آزمایا۔

مبعوث فرمایا، لہذا اس پر تیری ہی تعریف ہے۔

تفسیر آیات: 36-40

قبولیت دعا کی بشارت اور سابقہ احسانات کی یاد دہانی: یہ اس بات کا ذکر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ سے جو دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرمایا تھا، اللہ تعالیٰ نے انھیں وہ سابقہ نعمتیں بھی یاد دلانیں کہ ان کی والدہ جب انھیں دودھ پلاتی تھی تو وہ فرعون اور اس کے سرداروں سے ڈرتی تھی کہ وہ انھیں قتل ہی نہ کر دیں کیونکہ موسیٰ کی ولادت اس سال ہوئی تھی جس میں وہ بچوں کو قتل کر رہے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے آپ کے لیے ایک تابوت بنایا تھا، دودھ پلانے کے بعد آپ کو اس میں رکھ دیتیں اور تابوت کو دریائے نیل میں چھوڑ دیتیں جبکہ اسے رسی کے ساتھ اپنے گھر کے ساتھ باندھا ہوا تھا، اسی طرح ایک بار آپ گئیں تاکہ تابوت کو اس کے ساتھ باندھ دیں مگر تابوت آپ کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور دریا کی لہریں اسے بہا کر لے گئیں اور اس کی وجہ سے آپ بے حد حزن و ملال میں مبتلا ہو گئیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے: ﴿وَأَصْبَحَ فُؤَادُ اٰمْرِ مُوسٰى فُرْعَانًا ۚ اِنْ كَادَتْ لَتَكْبِدْهُ بِهٖ لَوْلَا اَنْ رَّٰيْنَاهُ عَلَىٰ قَلْبِهَا﴾ (القصاص: 28: 10) ”اور موسیٰ کی ماں کا دل (صبر و ثبات سے) خالی ہو گیا، اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کرتے تو قریب تھا کہ وہ اس (قصے) کو ظاہر کر دیتیں۔“ پھر دریا کی لہریں تابوت کو فرعون کے محل کے پاس لے گئیں، ﴿فَالْتَقَطَهُ الْاُلُ فِرْعَوْنُ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا﴾ (القصاص: 28: 8) ”تو فرعون کے گھر والوں نے اس کو اٹھا لیا تاکہ وہ ان کا دشمن اور (ان کے لیے) موجب غم ہو۔“ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے شدہ فیصلہ تھا کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے وہ بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کر دیتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ، جس کی بادشاہت عظیم اور جس کی قدرت کاملہ ہے، نے فیصلہ فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام فرعون ہی کے بستر پر پرورش پائیں، اس کے گھر کھائیں پئیں اور فرعون اور اس کی بیوی اس سے محبت کریں، اسی لیے فرمایا: ﴿يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لِّهٖ ۖ وَالْقِيَتَ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّىْ ۚ﴾ ”میرا اور اس

فَلَبِثْتَ سِنِينَ فِي أَهْلِ مَدْيَنَ ۖ ثُمَّ جِئْتَ عَلَى قَدَرٍ يُّوسُفٰی ﴿٤٠﴾ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي ﴿٤١﴾

پھر تو اہل مدین میں کئی سال ٹھہرا رہا، پھر اے موسیٰ! تو تقدیر الہی کے مطابق (یہاں) آیا ﴿40﴾ اور میں نے تجھے اپنی ذات کے لیے خاص طور پر بنایا ﴿41﴾

إِذْ هَبْ أَنْتَ وَأَخُوكَ بِآيَتِي وَلَا تَنِيَا فِي ذِكْرِي ﴿٤٢﴾ إِذْ هَبَّا إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغٰی ﴿٤٣﴾

تو اور تیرا بھائی میری نشانیاں لے کر جاؤ اور تم دونوں میری یاد میں سستی نہ کرنا ﴿42﴾ تم دونوں فرعون کی طرف جاؤ، بلاشبہ وہ سرکش ہو گیا ہے ﴿43﴾ چنانچہ

فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيْسًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشٰی ﴿٤٤﴾

تم دونوں اس سے نرم بات کہنا، شاید کہ وہ نصیحت پکڑے یا ڈرے ﴿44﴾

کادشمن اسے پکڑ لے گا اور (موسیٰ علیہ السلام) میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی (اس لیے کہ تم پر مہربانی کی جائے۔) “یعنی میں نے تمہارے دشمن کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ تم سے محبت کرے۔ سلمہ بن گھیل بیان کرتے ہیں کہ ﴿وَأَقْبَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِنِّي﴾ کے معنی یہ ہیں کہ میں نے اپنے بندوں کے دل میں تمہاری محبت ڈال دی۔ ﴿وَلِصْنَعِ عَلَى عَيْنِي﴾ ﴿39﴾” اور اس لیے کہ تم میری آنکھ کے سامنے پرورش پاؤ۔“ ابو عمران جوئی کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی آنکھ کے سامنے پرورش پائی۔ ﴿1﴾

فرمان الہی ہے: ﴿إِذْ تَنْشِئُ أَنْتَ فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَن يَكْفُلُهُ ۖ فَرَجَعْنَاكَ إِلَىٰ أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا﴾ ”جب تمہاری بہن (فرعون کے ہاں) گئی اور کہنے لگی کہ میں تمہیں ایسی شخصیت بتاؤں جو اس کو پالے تو (اس طریق سے) ہم نے تم کو تمہاری ماں کی طرف لوٹایا تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو۔“ موسیٰ علیہ السلام جب فرعون کے گھر میں تھے تو انھیں دودھ پلانے کے لیے کئی دایاں بلائی گئیں مگر آپ نے ان کا دودھ پینے سے انکار کر دیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَحَوَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِن قَبْلُ﴾ (القصاص 12:28) ”اور ہم نے پہلے ہی سے اس پر دودھ پلانے والیوں (کے دودھ) کو حرام کر دیا تھا۔“ تو موسیٰ علیہ السلام کی بہن اس وقت آئیں اور کہنے لگیں: ﴿هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ يَّكَفُلُونَهُ لَكُمْ وَهُمْ لَهُ نَصْحُونَ﴾ (القصاص 12:28) ”کیا میں تمہیں ایک ایسے گھر والوں کا پتا بتاؤں جو خیر خواہی سے تمہارے لیے اس بچے کو پالیں اور اس کی پرورش کریں۔“ یعنی کیا میں تمہیں ایسے گھر کا پتا بتاؤں جو اجرت لے کر اس بچے کو دودھ پلا دیں گے، موسیٰ علیہ السلام کی بہن موسیٰ کو اپنے ساتھ لے گئیں، فرعون کے گھر والے بھی اس کے ساتھ تھے، موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے اپنا دودھ پیش کیا تو انھوں نے اسے پینا شروع کر دیا، یہ دیکھ کر فرعون کے گھر والے بہت خوش ہوئے اور انھوں نے معاملہ طے کر لیا کہ وہ اجرت لے کر موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلائیں، موسیٰ کی والدہ کو اپنے اس بیٹے کی وجہ سے دنیا ہی میں بڑی سعادت، رفعت اور عظمت نصیب ہو گئی تھی اور آخرت میں جو مقام و مرتبہ حاصل ہو گا وہ اس سے کہیں بلند و بالا ہو گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَرَجَعْنَاكَ إِلَىٰ أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ﴾ ”سو ہم نے تم کو تمہاری ماں کی طرف لوٹا دیا

تاکہ ان کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور وہ رنج نہ کریں۔“ تمھاری جدائی کی وجہ سے، ﴿وَقَتَلْتَ نَفْسًا﴾ ”اور تم نے ایک شخص کو مار ڈالا۔“ یعنی قبطی کو، ﴿فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ﴾ ”تو ہم نے تم کو غم سے نجات بخشی۔“ یہ غم موسیٰ علیہ السلام کو اس وجہ سے تھا کہ آل فرعون نے آپ کے قتل کا ارادہ کر لیا تھا تو آپ وہاں سے بھاگ کر مدین میں پانی کے مقام پر پہنچ گئے تھے اور پھر تمام قصہ سننے کے بعد مدین کے اس مرد صالح نے آپ سے کہا تھا: ﴿لَا تَخَفْ ۖ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (القصص 25:28) ”خوف نہ کرو تم ظالم لوگوں سے بچ گئے ہو۔“

بقیہ تفسیر آیات: 40 و 41

موسیٰ علیہ السلام کا نبوت کے لیے انتخاب: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ وہ فرعون اور اس کے سرداروں کے خوف کی وجہ سے بھاگ کر اہل مدین کے ہاں مقیم ہو گئے تھے۔ اور پھر وہاں اپنے سر کی بکریاں چراتے رہے حتیٰ کہ وہ مدت پوری ہو گئی جو آپس میں طے کی تھی اور پھر وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی و مشیت کے مطابق ایک اندازے پر پہنچ گئے۔ اور تمام امور اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کے قبضہ و اختیار میں ہیں اور وہی اپنے بندوں کو اور دیگر ساری مخلوق کو اپنی مشیت کے مطابق توفیق عطا فرمادیتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ثُمَّ جِئْتَنَا عَلَىٰ قَدَرٍ يُّؤْمِنُ﴾ ”پھر اے موسیٰ! تم اندازے پر آ پہنچے۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ وقت مقررہ پر۔^① عبدالرزاق نے معمر سے اور انھوں نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ قابلیت رسالت و نبوت کے اندازے پر۔^②

فرمان الہی ہے: ﴿وَاصْطَلَعْتَكَ لِنَفْسِي﴾ ”اور میں نے تم کو اپنے (کام کے) لیے بنایا ہے۔“ یعنی میں نے اپنی مرضی و مشیت سے اپنے رسول کے طور پر تمھارا انتخاب کر لیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [التَّقَىٰ آدَمُ وَمُوسَىٰ، فَقَالَ مُوسَىٰ لِآدَمَ: أَنْتَ الَّذِي أَشَقَيْتَ النَّاسَ وَأَخْرَجْتَهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ؟ قَالَ لَهُ آدَمُ: أَنْتَ الَّذِي اصْطَفَاكَ اللَّهُ بِرِسَالَتِهِ، وَاصْطَفَاكَ لِنَفْسِهِ، وَأَنْزَلَ عَلَيْكَ التَّوْرَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَوَجَدْتَهَا كُتِبَ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي؟ قَالَ: نَعَمْ، فَحَجَّجَ آدَمُ مُوسَىٰ] ”آدم و موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی تو موسیٰ نے کہا: (کیا) آپ نے سب لوگوں کو شقاوت میں مبتلا کر دیا اور جنت سے نکلوا دیا؟ حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا: (کیا) اللہ تعالیٰ نے رسالت کے لیے اور اپنے لیے تمھارا انتخاب کیا اور تم پر تورات کو نازل فرمایا تھا؟ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: ہاں، تو حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم نے تورات میں نہیں دیکھا کہ اس بات کو تو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے میرے پیدا فرمانے سے بھی پہلے لکھ دیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: ہاں، تو اس طرح حضرت آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔“^③

① تفسیر الطبری: 210/16. ② تفسیر عبدالرزاق: 372/2، رقم: 1813. ③ صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله:

﴿وَاصْطَلَعْتَكَ لِنَفْسِي﴾ (طہ: 20:41)، حدیث: 4736.

قَالَ رَبَّنَا إِنَّكَ نَخَافُ أَنْ يَفْرُطَ عَلَيْنَا أَوْ أَنْ يَطْغَى ④٥ قَالَ لَا تَخَافَا إِنِّي مَعَكُمَا

ان دونوں نے کہا: اے ہمارے رب! بے شک ہم تو ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا سرکشی کرے ④٥ اس (اللہ) نے فرمایا: تم دونوں مت

اَسْمَعْ وَارْأِ ④٦ فَاتَّبِعْهُ فَقُولَا إِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ فَارْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ وَلَا

ڈرو، بلاشبہ میں تم دونوں کے ساتھ ہوں، میں سنتا اور دیکھتا ہوں ④٦ لہذا تم دونوں اس کے پاس جاؤ اور کہو: بے شک ہم تیرے رب کے رسول

تُعَذِّبُهُمْ ط قَدْ جِئْنَاكَ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكَ ط وَالسَّلَامُ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى ④٧ إِنَّا قَدْ أُوحِيَ

ہیں، چنانچہ تو نبی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج، اور انھیں مت ستا، یقیناً ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے نشانی لائے ہیں، اور جو ہدایت کی

الْيَنَّا إِنَّ الْعَذَابَ عَلَى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّى ④٨

اتباع کرے اس پر سلامتی ہے ④٧ بلاشبہ ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ بھینٹا اس پر عذاب ہے جو (حق کی) تکذیب کرے اور پھر جائے ④٨

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِذْ هَبْنَا نُبُّوتَ وَاحُونَ بِآيَتِنَا﴾ ”تم اور تمھارا بھائی (دونوں) ہماری نشانیاں لے کر جاؤ۔“ یعنی

میرے دلائل و براہین اور معجزات کے ساتھ جاؤ، ﴿وَلَا تَنبِئَا فِي ذِكْرِي﴾ ④٥ ”اور تم دونوں میری یاد میں کمزور نہ پڑنا۔“ علی

بن ابوطلمح نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تاخیر نہ کرنا۔ ① مجاہد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت

کیا ہے کہ کمزوری نہ دکھانا۔ ② مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کو ترک نہ کریں بلکہ فرعون کے سامنے جاتے وقت بھی اللہ کا ذکر

کرتے رہیں تاکہ ذکر الہی فرعون کے مقابلے کے لیے معاون ثابت ہو اور اس سے انھیں قوت و طاقت نصیب ہو۔ ﴿إِذْ هَبْنَا

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى﴾ ④٦ ”دونوں فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو رہا ہے۔“ اس نے بغاوت، سرکشی، ظلم و استبداد اور نافرمانی

کو اختیار کر رکھا ہے۔ ﴿فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيْنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى﴾ ④٧ ”پھر اس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ غور کرے

یا ڈر جائے۔“ یہ آیت کریمہ عظیم الشان نصیحت پر مشتمل ہے، دیکھیے فرعون ظلم و استبداد اور سرکشی و بغاوت میں حد سے بڑھا ہوا

تھا، موسیٰ اس وقت سارے انسانوں میں سب سے پسندیدہ اور اللہ تعالیٰ کے منتخب کردہ تھے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انھیں

حکم دیا کہ فرعون سے مخاطب ہوتے وقت لب و لہجہ نرم رکھیں اور اسے ملائمت و شائستگی کے ساتھ دعوت دیں جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿أَدْعُ

إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ط﴾ (النحل 125:16) ”(اے پیغمبر!) لوگوں

کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلائیں اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے بحث کریں۔“

فرمان الہی ہے: ﴿لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى﴾ ④٧ ”شاید وہ غور کرے یا ڈر جائے۔“ شاید وہ اپنی گمراہی و ضلالت سے باز

آئے یا اپنے رب سے ڈر کر اس کی اطاعت شروع کر دے جیسا کہ فرمایا: ﴿لَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَتَذَكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا﴾ (الفرقان

62:25) ”(یہ باتیں) اس شخص کے لیے جو غور کرنا چاہے یا شکر گزاری کا ارادہ کرے (سوچنے اور سمجھنے کی ہیں)۔“ التذکرہ یہ ہے

کہ ممنوع کاموں سے رجوع کر لیا جائے اور خشیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے۔

موسیٰ اور ہارون علیہ السلام کا فرعون سے ڈرنا اور اللہ تعالیٰ کا انھیں ثابت قدم رکھنا: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ و ہارون علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہوئے اور فرعون کا شکوہ کرتے ہوئے کہا: ﴿إِنَّا نَخَافُ أَنْ يُفْرِطَ عَلَيْنَا أَوْ أَنْ يَطْغَىٰ﴾ (45) ”یقیناً ہمیں خوف ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرنے لگے یا زیادہ سرکش ہو جائے۔“ دونوں کا مقصد یہ تھا کہ فرعون ان پر ظلم کرے گا یا انھیں کوئی ایسی سزا دے گا جس کے وہ مستحق نہیں ہیں۔ ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ﴿أَنْ يَطْغَىٰ﴾ (45) کے معنی زیادتی کرنے کے ہیں۔ ﴿قَالَ لَا تَخَافَا إِنِّي مَعَكُمَا أَسْبَحُ وَأُمِی﴾ (46) ”اللہ نے فرمایا کہ ڈرو مت بلاشبہ میں تمہارے ساتھ ہوں، سنتا اور دیکھتا ہوں۔“ یعنی فرعون سے مت ڈرو، میں تم دونوں کے ساتھ ہوں، تمہاری اور فرعون کی بات سنتا ہوں اور تم دونوں کو اور اسے دیکھتا ہوں تمہاری کوئی بات بھی مجھ سے مخفی نہیں اور خوب جان لو کہ فرعون کی پیشانی میرے ہاتھ میں ہے، میں تمہارے ساتھ ہوں، تمہاری حفاظت کروں گا اور تمہیں اپنی نصرت و تائید سے نوازوں گا۔

موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے سامنے وعظ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَدْ جِئْنَاكَ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكَ ط﴾ ”تحقیق ہم تیرے پاس تیرے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آئے ہیں۔“ یعنی تیرے پروردگار کی طرف سے ہمارے پاس دلیل اور معجزہ موجود ہے۔ ﴿وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی﴾ (47) ”اور جو (راہ) ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلامتی ہو۔“ یعنی اگر تو ہدایت کی بات کو مان لے تو تیرے لیے بھی سلامتی ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے جب ہرقل، عظیم روم کو خط لکھا تو آپ کے مکتوب گرامی کا مضمون یہ تھا: [بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، مِنْ مُحَمَّدٍ (رَسُولِ اللّٰهِ) إِلَىٰ هِرَقْلٍ عَظِیْمِ الرُّومِ، سَلَامٌ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰی، اَمَّا بَعْدُ: فَاِنِّیْ اَدْعُوْكَ بِدَعَايَةِ الْاِسْلَامِ، اَسْلِمْتَ تَسْلَمَ، یُؤْتِکَ اللّٰهُ اُجْرَکَ مَرَّتَیْنِ] ”شروع اللہ کا نام لے کر جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے، محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عظیم روم کے نام، جو (راہ) ہدایت کی پیروی کرے اس کے لیے سلامتی ہے، اما بعد: میں تمہیں دین اسلام کی دعوت دیتا ہوں، مسلمان ہو جاؤ سلامتی پالو گے، اللہ تعالیٰ تمہیں دو گنا اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔“ (48)

اسی طرح موسیٰ و ہارون علیہ السلام نے بھی فرعون سے کہا تھا: ﴿وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی﴾ (48) ﴿إِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَا اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ کَذَّبَ وَتَوَلٰی﴾ (49) ”اور جو (راہ) ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلامتی ہو۔ بلاشبہ ہماری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ جو جھٹلائے اور پھرے اس کے لیے یقیناً عذاب (تیار) ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے وحی معصوم کے ذریعے سے ہمیں یہ بتایا ہے کہ عذاب صرف اس شخص کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلائے اور اس کی اطاعت سے روگردانی کرے جیسا کہ ارشاد باری

(1) تفسیر ابن ابی حاتم: 2424/7 و تفسیر القرطبی: 201/11. (2) صحیح البخاری، بدء الوحی، باب کیف کان بدء

الوحی.....؟ حدیث: 7 البیہقیسمین والے الفاظ حدیث: 4553 کے مطابق ہیں۔

قَالَ فَتَنَّا رَّبُّكَ يَا مُوسَى ۝ ٤٩ قَالَ رَبَّنَا الَّذِي اَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَى ۝ ٥٠

اس (فرعون) نے کہا: اے موسیٰ! پس تم دونوں کا رب کون ہے؟ ۴۹ اس (موسیٰ) نے کہا: ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر شے کو اس کی شکل و صورت

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُونِ الْأُولَىٰ ۝ ٥١ قَالَ عَلِمَهَا عِنْدَ رَبِّي فِي كِتَابٍ لَا يَضِلُّ رَبِّي ۝

دی، پھر ہدایت دی ۵۰ اس (فرعون) نے کہا: پس اگلی امتوں کا کیا حال ہے؟ ۵۱ اس (موسیٰ) نے کہا: ان کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب

وَلَا يَنْسَىٰ ۝ ٥٢

(روح محفوظ) میں ہے، میرا رب نہ بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے ۵۲

تعالیٰ ہے: ﴿فَاَمَّا مَنْ طَغَىٰ ۝ وَ اَثَرَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۝ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاوٰى ۝﴾ (النزلت: 39-37:79) ”پس جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو مقدم سمجھا تو بلاشبہ اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔“ اور فرمایا: ﴿فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّىٰ ۝ لَا يَصْلٰهَا اِلَّا الْاَشْقٰى ۝ الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلٰى ۝﴾ (آیل: 16-14:92) ”سو میں نے تم کو بھڑکتی آگ سے متنبہ کر دیا، اس میں وہی داخل ہوگا جو بڑا بد بخت ہے جس نے جھٹلایا اور پھرا۔“ اور فرمایا: ﴿فَلَا صَدَقَیْ وَلَا صَلٰى ۝ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلٰى ۝﴾ (القیمة: 32,31:75) ”تو اس (عاقبت ناندیش) نے نہ تو (کلام اللہ کی) تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی بلکہ جھٹلایا اور پھر گیا۔“ یعنی دل سے جھٹلایا اور فعل کے ساتھ منہ پھیر لیا۔

تفسیر آیات: 49-52

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی گفتگو: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ فرعون نے صالح و خالق، ہر چیز کے معبود، رب اور مالک کے وجود کا انکار کرتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: ﴿فَتَنَّا رَّبُّكَ يَا مُوسَىٰ ۝﴾ ”اے موسیٰ! تو تمہارا پروردگار کون ہے؟“، یعنی جس نے تمہیں معبود کیا اور رسول بنا کر بھیجا ہے میں تو اسے جانتا نہیں اور میں یہ بھی نہیں جانتا کہ میرے علاوہ تمہارا کوئی اور معبود بھی ہے۔ ﴿قَالَ رَبَّنَا الَّذِي اَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ ۝﴾ ”اس نے کہا: ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل و صورت بخشی، پھر (سیدھی) راہ دکھائی۔“ علی بن ابوطلمح نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس نے ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا۔ ① ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جس نے انسان کو انسان، گدھے کو گدھا اور بکری کو بکری بنایا۔ ② لیث بن ابوسلمہ نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ جس نے ہر چیز کو اس کی شکل و صورت بخشی۔ ③ ابن ابونعیم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ جس نے ہر جاندار کو مناسب انداز میں پیدا فرمایا۔ ④ سعید بن جبیر نے اس آیت کریمہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ جس نے مخلوق میں ہر چیز کو وہ کچھ دے دیا جو اس کے لیے موزوں تھا۔ انسان کو حیوان کے وجود کا کوئی حصہ نہیں دیا، کسی مویشی کو کتے کے جسم کا کوئی حصہ نہیں دیا اور کتے کو بکری کے جسم کا حصہ نہیں لگایا اور ہر چیز کو نکاح کے لیے وہ چیز دے دی جو اس کے مناسب حال تھی اور ہر چیز کو اس کے لیے تیار کر دیا، افعال خلق، رزق اور نکاح کے اعتبار سے کوئی چیز ان

① تفسیر الطبری: 215/16. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2424/7. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 2425/7 و تفسیر الطبری:

215/16. ④ تفسیر الطبری: 216/16.

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَوَسَّلَكَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا ۖ وَانزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ط فَأَخْرَجْنَا

وہ ذات جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا اور تمہارے چلنے کے لیے اس میں راستے بنائے اور آسمان سے پانی نازل کیا، پھر ہم نے اس کے

بہ ازواجاً مِّنْ ثَبَاتٍ شَتَّىٰ ۖ كُلُّوا وَارْعَوْا أَنْعَامَكُمْ ط إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْأُولَىٰ

ذریعے سے کئی اقسام کی مختلف نباتات نکالیں (53) تم کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چراؤ، بے شک اس میں عقل مندوں کے لیے بہت سی نشانیاں

الَّتِي ۖ مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ ۖ وَلَقَدْ

ہیں (54) ہم نے تمہیں اسی (زمین) سے پیدا کیا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے، اور اسی میں سے تمہیں ایک بار پھر نکالیں گے (55) اور بلاشبہ ہم نے

أَرَيْنَاهُ آيَاتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَابَىٰ ۖ (56)

اس (فرعون) کو اپنی سب نشانیاں دکھادیں، پھر بھی اس نے جھٹلایا اور انکار کیا (56)

(افعال ومعاملات) کی مالک نہیں ہے۔ (1) بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت کریمہ: ﴿أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ﴾ (55)

اس طرح ہے جیسے یہ آیت ہے: ﴿وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَىٰ﴾ (الأعلى 3:87) ”اور جس نے (اس کا) اندازہ ٹھہرایا، پھر (اس کو) رستہ بتایا۔“ یعنی اندازہ مقرر فرما دیا اور پھر مخلوق کی اس کی طرف رہنمائی فرمادی۔

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کے اعمال، عمریں اور رزق لکھ دیے اور پھر تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کے مقرر فرمائے ہوئے اندازوں کے مطابق چل رہی ہیں اور اس سے سرمو انحراف نہیں کر سکتیں، کوئی بھی اس اندازے سے باہر نکل ہی نہیں سکتا۔ بہر حال موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو جواب دیا کہ ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے مخلوق کو پیدا فرمایا، ہر چیز کا اندازہ مقرر کیا اور ہر مخلوق کو اپنے ارادے کے مطابق پیدا فرمایا ہے۔

﴿قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُونِ الْأُولَىٰ﴾ (5) ”کہا: پس پہلی جماعتوں کا کیا حال ہے؟“ اس آیت کے بارے میں سب سے

زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ فرعون کو موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ بتایا کہ اس اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے جس نے ساری کائنات کو پیدا فرمایا جو ساری مخلوقات کا رازق ہے جس نے ہر چیز کا اندازہ مقرر فرمایا اور جس نے ہر چیز کو راہ دکھائی ہے تو فرعون نے دلیل کے طور پر پہلی جماعتوں کو پیش کیا اور کہا کہ اگر تمہاری بات صحیح ہے تو پھر ان پہلی جماعتوں کا کیا ہے جنہوں نے اے موسیٰ! تمہارے رب کی عبادت نہیں کی تھی بلکہ وہ کسی اور خدا کے پجاری تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کی تو اللہ تعالیٰ کو ان کا خوب علم ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب لوح محفوظ میں ان کے جو اعمال لکھے ہوئے ہیں وہ ان کے مطابق انہیں بدلہ دے گا: ﴿لَا يَصِلُ رَبِّي وَلَا يَكْسِي﴾ (5) ”میرا پروردگار نہ چوکتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔“ کوئی چیز اس سے مخفی نہیں، چھوٹی بڑی کوئی چیز اس کے احاطہ علم سے باہر نہیں اور نہ وہ کسی چیز کو بھولتا ہے، موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کا علم بے پایاں ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات

پاک کی شان یہ ہے کہ وہ قطعاً کسی چیز کو نہیں بھولتا۔ مخلوق کے علم میں دو طرح کا نقص ہے، ایک تو وہ ہر چیز کا احاطہ نہیں کر سکتا اور دوسرا یہ کہ علم کے بعد نسیان لاحق ہو جاتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہر قسم کے نقص و عیب سے پاک ہے۔

تفسیر آیات: 53-56

موسیٰ علیہ السلام کے جواب کا تتمہ: یہ بھی موسیٰ علیہ السلام کے جواب کا حصہ ہی ہے، فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے جب اللہ تعالیٰ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے اوصاف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا: ﴿الَّذِيْ اَعْطٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقًا ثُمَّ هَدٰى﴾ (53) ”جس نے ہر شے کو اس کی شکل و صورت بخشی، پھر اس نے ہدایت دی۔“ پھر درمیان میں جملہ معترضہ آگیا اور اب پھر موسیٰ علیہ السلام کے جواب کے باقی حصے کا ذکر فرمایا ہے: ﴿الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ الْاَرْضَ مَهْدًا﴾ (54) ”وہ (وہی تو ہے) جس نے تم لوگوں کے لیے زمین کو فرش بنایا۔“ بعض نے اسے ”مہد“ بھی پڑھا ہے۔ (اور یہی معروف قراءت ہے)۔ یعنی زمین کو اس نے تمہارے لیے جائے قرار بنا دیا جس میں تم رہتے سہتے، چلتے پھرتے، سوتے اور جس کی پشت پر سفر کرتے ہو: ﴿وَسَلٰكُ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا﴾ (55) ”اور اس میں تمہارے لیے رستے جاری کیے۔“ ایسے رستے جاری کر دیے جن پر تم چلتے پھرتے ہو جیسا کہ فرمایا: ﴿وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ﴾ (56) (الانبیاء: 31) ”اور ہم نے اس میں کشادہ رستے بنائے تاکہ لوگ راہ پائیں۔“ ﴿وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَخَرَجْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِّنْ ثَبَاتٍ شَتٰى﴾ (57) ”اور آسمان سے پانی برسایا، پھر ہم نے اس سے انواع و اقسام کی مختلف روئیدگیاں نکالیں، یعنی انواع و اقسام کی نباتات، فصلیں اور پھل پیدا کیے جن میں سے بعض کھٹے، بعض میٹھے اور بعض کڑوے ہیں۔ ﴿كُلُوْا وَارْزُقُوْا اَنْعَامُكُمْ﴾ (58) ”(کہ خود بھی) کھاؤ اور اپنے چوپایوں کو بھی چراؤ۔“ یعنی کچھ تو تمہارے کھانے اور پھل ہیں اور کچھ سبز اور خشک چارے تمہارے جانوروں کی خوراک کے لیے ہیں۔ ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لَّاولٰى السُّہٰی﴾ (59) ”بے شک ان باتوں میں عقل والوں کے لیے (بہت سی) نشانیاں ہیں۔“ صحیح سالم عقل والوں کے لیے ان باتوں میں بہت سے دلائل و براہین اور نشانات ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ اس کے سوا کوئی پروردگار ہے۔

﴿وَمِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اٰخَرٰی﴾ (60) ”اسی (زمین) سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے ہم تمہیں دوسری دفعہ نکالیں گے۔“ یعنی زمین سے تمہاری ابتدا ہوئی ہے، تمہارے باپ آدم کو زمین کی مٹی سے پیدا کیا گیا تھا اور مرنے کے بعد پھر تم کو اسی زمین میں لوٹایا جانا ہے اور پھر اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے: ﴿يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِیْبُوْنَ بِحُصَدٍ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ (بنی اسرائیل 52) ”جس دن وہ تمہیں پکارے گا تو تم اس کی تعریف کے ساتھ جواب دو گے اور خیال کرو گے کہ تم (دنیا میں) بہت کم (مدت) رہے۔“ یہ آیت کریمہ حسب ذیل آیت کریمہ کی طرح ہے: ﴿قَالَ فِيْهَا تَحْيٰوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ﴾ (الأعراف 25) ”اس نے کہا: اسی میں تمہارا جینا ہوگا اور اسی میں تم مرنا اور اسی میں سے (قیامت کو زندہ کر کے) نکالے جاؤ گے۔“

قَالَ اجْتَنَّا لِنَخْرُجَنَّا مِنْ أَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يُمُوسَى ۖ فَلَنَاتَّبِعَنَّكَ بِسِحْرِ مِثْلِهِ

کہنے لگا: اے موسیٰ! کیا تو ہمارے پاس اسی لیے آیا ہے کہ اپنے جادو سے ہمیں ہماری سرزمین سے نکال دے؟ (57) چنانچہ ہم تیرے پاس (مقابلہ)

فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَا نُخْلِفُهُ نَحْنُ وَلَا أَنْتَ مَكَانًا سَوًى ۖ قَالَ

اس جیسا ہی جادو لائیں گے، لہذا تو ہمارے اور اپنے درمیان ایک وعدہ ٹھہرا، نہ ہم اس کی خلاف ورزی کریں اور نہ تو، ایک ہموار جگہ میں (58) اس

مَوْعِدُكُمْ يَوْمَ الزَّيْنَةِ وَأَنْ يُحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ۙ

(موسیٰ) نے کہا: تمہارا وعدہ زینت (جشن) کا دن ہے، اور یہ کہ لوگ دن چڑھے اکٹھے کیے جائیں (59)

فرعون تمام نشانیاں دیکھنے کے باوجود ایمان نہ لایا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ آرَيْنَاهُ الْآيَاتِ الْكَلِمَاتِ فَلَمْ يَأْمَنْ بِهَا﴾ (56) ”اور البتہ تحقیق ہم نے فرعون کو اپنی سب نشانیاں دکھائیں مگر وہ تکذیب اور انکار ہی کرتا رہا۔“ فرعون کو تمام دلائل و براہین اور نشانیاں دکھادی گئیں جنہیں اس نے خوب دیکھا مگر وہ تکذیب، انکار، کفر، فساد اور سرکشی کی روش پر ہی قائم رہا جیسا کہ فرمایا: ﴿وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ ظُلُمًا وَعُلوًّا ط﴾ (النمل 14:27) ”اور انھوں نے ظلم اور تکبر کی وجہ سے ان کا انکار کر دیا تھا، جبکہ ان کے نفس (دل) ان کو مان چکے تھے۔“

تفسیر آیات: 57-59

فرعون نے معجزات کو جادو قرار دیا: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو جب سب سے بڑا معجزہ دکھایا، یعنی جب اپنی لاٹھی کو پھینکا اور اس نے ایک بہت زبردست سانپ کا روپ دھار لیا اور ہاتھ کو بغل سے نکالا تو وہ کسی خرابی کے بغیر چمک رہا تھا تو فرعون نے کہا کہ یہ تو جادو ہے اور تم ہمارے پاس کیا اس لیے آئے ہو کہ ہم پر جادو کر دو اور اس جادو سے لوگوں پر تسلط حاصل کر لو تا کہ وہ تمہاری پیروی کریں اور پھر ہمارے مقابلے میں تمہارے ماننے والوں کی تعداد زیادہ ہو جائے لیکن ایسا کبھی نہیں ہوگا، ہمارے پاس بھی تمہارے جادو جیسا جادو موجود ہے، لہذا تم اپنے جادو پر غور نہ کرو۔ ﴿فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا ط﴾ ”پس ہمارے اور اپنے درمیان ایک وقت مقرر کر لو۔“ یعنی ایک دن مقرر کر لو جس میں ہم اور تم جمع ہوں اور پھر ایک مقرر جگہ پر اور متعین وقت میں ہم ایک دوسرے کے جادو کا مقابلہ کریں تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿مَوْعِدُكُمْ يَوْمَ الزَّيْنَةِ ط﴾ ”تمہارے لیے یوم زینت کا وعدہ ہے۔“ یہ ان کی عید نوروز کا دن تھا جس میں سب لوگ اپنے اپنے کام کاج سے فارغ ہو کر جمع ہو جایا کرتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس دن کا انتخاب اس لیے فرمایا تا کہ سب لوگ جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کی قدرت، اللہ تعالیٰ کے نبی کے معجزے اور اس بات کا مشاہدہ کر لیں کہ جادوگر حضرات انبیائے کرام کے معجزات کا مقابلہ نہیں کر سکتے، اسی لیے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿وَأَنْ يُحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ط﴾ (59) ”اور یہ کہ لوگ (اس دن) چاشت کے وقت اکٹھے ہو جائیں“ تا کہ سارا معاملہ بالکل ظاہر، روشن اور واضح ہو جائے، حضرات انبیائے کرام کی شان یہی ہوتی ہے کہ ان کا ہر کام واضح اور روشن ہوتا ہے، اس میں نہ کوئی چیز مخفی ہوتی ہے اور نہ مصنوعی، اس لیے آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ مقابلہ رات کو ہوگا بلکہ فرمایا کہ مقابلہ دن کے اجالے میں ہوگا۔

فَتَوَلَّى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهُ ثُمَّ أَتَى ۖ ﴿٦٠﴾ قَالَ لَهُمْ مُوسَىٰ وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوا عَلٰی

چنانچہ فرعون (محل میں) واپس آیا، پھر اپنی ساری چالیں جمع کیں، پھر (میدان میں) آگیا ﴿٦٠﴾ موسیٰ نے ان سے کہا: تمہارے لیے ہلاکت ہو! تم اللہ پر

اللہ کَذِبًا فَيُسْجِتْكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرَىٰ ۖ ﴿٦١﴾ فَتَنَّا زَعْوًا أَمْرَهُمْ

جھوٹ نہ گھڑو، ورنہ وہ عذاب سے تمہیں تباہ کر دے گا اور جس نے جھوٹ گھڑ لیا تو وہ ناکام رہا ﴿٦١﴾ پھر انہوں نے آپس میں اپنے معاملے

بَيْنَهُمْ وَأَسْرُوا النَّجْوَىٰ ۖ ﴿٦٢﴾ قَالُوا إِنَّ هٰذِهِ لَسَحِرٌ يَّرِيْدُ أَنْ يُخْرِجَكُم مِّنْ أَرْضِكُمْ

میں باہم اختلاف کیا اور رازداری سے مشورہ کیا ﴿٦٢﴾ وہ بولے: بلاشبہ یہ دونوں جادوگر ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ اپنے جادو (کے زور) سے تمہیں

مِّنْ أَرْضِكُمْ بِسَحْرِهِمَّا وَيَذْهَبَا بِطَرِيقَتِكُمُ النَّشْلَىٰ ۖ ﴿٦٣﴾ فَاجْبِعُوا كَيْدَكُمْ ثُمَّ

تمہاری سرزمین سے نکال دیں اور تمہارا عمدہ نظام لے جائیں (تباہ و برباد کریں) ﴿٦٣﴾ لہذا اپنی تدبیریں پختہ کرلو، پھر صف باندھ کر آ جاؤ اور بلاشبہ جو

اٰتُوا صَفًّا ۚ وَقَدْ أَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلَىٰ ۖ ﴿٦٤﴾

(آج) غالب رہا وہ کامیاب ٹھہرا ﴿٦٤﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ دن یوم عاشوراء تھا۔ ^① سدی، قتادہ اور ابن زید سے روایت ہے کہ یہ ان کی عید کا دن تھا۔ ^② سعید بن جبیر کا قول ہے کہ یہ ان کے بازار کا دن تھا۔ ^③ اور ان اقوال میں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ سب کا مفہوم ایک ہی ہے۔ اس جیسے دن میں اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے لشکر کو ہلاک کیا تھا جیسا کہ صحیح بخاری سے ثابت ہے۔ ^④ عبد الرحمن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ ﴿مَكَانًا سَوِيًّا﴾ کے معنی ایک ہموار میدان کے ہیں جس میں کوئی نشیب و فراز نہ ہوتا کہ سب لوگ مقابلہ صاف صاف دیکھ سکیں اور کسی سے بھی کوئی بات اوچھل نہ ہو۔ ^⑤

تفسیر آیات: 60-64

دونوں گروہوں کا اجتماع: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ جب فرعون اور موسیٰ علیہ السلام نے آپس میں معاہدہ کر کے خاص وقت اور مخصوص جگہ کا تعین کر لیا تو فرعون لوٹ گیا اور اس نے اپنے ملک کے شہروں میں سے جادوگروں کو جمع کرنا شروع کر دیا اور اس دور میں جادو کا بے حد چرچا تھا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ اِئْتُوْنِي بِكُلِّ سِحْرٍ عَلِيْمٍ﴾ (یونس 79:10) ”اور فرعون نے حکم دیا کہ سب کامل فن جادوگروں کو میرے پاس لے آؤ۔“ پھر سب لوگ بھی جمع ہو گئے۔ ﴿لِيَمِيزَ اَيُّوْمَ مَّعْلُوْمٍ﴾ (الشعراء 38:26) ”ایک مقررہ دن کی میعاد پر۔“ یہ عید کا دن تھا، فرعون اپنے تخت پر بیٹھ گیا، اعیان حکومت قطار در قطار اس کے پاس بیٹھ گئے، جب ساری رعایا دائیں بائیں کھڑی ہو گئی تو موسیٰ علیہ السلام اپنے عصا پر سہارا لیے تشریف لائے اور آپ کے ہمراہ آپ کے بھائی ہارون علیہ السلام بھی تھے، تمام جادوگر فرعون کے سامنے صفوں میں کھڑے ہو گئے

① الدر المنثور: 540/4. ② تفسیر الطبری: 222/16. ③ تفسیر الطبری: 222/16 والدر المنثور: 540/4. ④ دیکھیے

صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿وَجُوزْنَا بِبَنِي إِسْرَآءِيلَ الْبَحْرَ﴾..... (یونس 90:10)..... حدیث: 4680 و 2004.

⑤ تفسیر الطبری: 221/16.

اور فرعون انھیں ترغیب دے رہا تھا کہ آج تم اپنے فن کے خوب خوب جوہر دکھانا، جادوگر بھی بڑے انعام و اکرام کی خواہش کا اظہار کر رہے تھے اور فرعون ان سے وعدے کر رہا تھا۔

جادوگروں نے کہا: ﴿اَيْنَ لَنَا لَاجِرٌ اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ﴾ ۵۷ ﴿قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذَا لَئِمَ الْمُقَرَّبِينَ﴾ ۵۸ (الشعراء 42:41، 26) ”اگر ہم غالب رہے تو ہمیں صلہ بھی عطا ہوگا؟ فرعون نے کہا: ہاں، اور تم مقربوں میں بھی داخل کر لیے جاؤ گے۔“ اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَكُمْ لَا تَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا﴾ ۵۹ ”موسیٰ نے ان سے فرمایا: ہائے تمھاری کم بختی! اللہ پر جھوٹ نہ باندھو،“ یعنی اپنے کرتبوں کے ذریعے سے لوگوں کے سامنے ایسی چیزیں نہ بناؤ جن کی کوئی حقیقت ہی نہ ہو، لوگ سمجھنے لگیں کہ یہ جاندار ہیں، حالانکہ وہ جاندار نہیں ہیں اور اس طرح تم اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرنے لگو گے۔ ﴿فَيُسْجَنُكُمْ بَعْدَ اِيَّاهُ﴾ ۶۰ ”کیونکہ وہ تمھیں عذاب سے فنا کر دے گا۔“ یعنی عبرت ناک سزا دے کر وہ تمھیں اس طرح ہلاک کر دے گا کہ تمھارا نام و نشان باقی نہ رہے گا۔ ﴿وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرَىٰ﴾ ۶۱ ﴿فَتَنَازَعُوا اَمْرَهُم بَيْنَهُمْ﴾ ۶۲ ”اور یقیناً جس نے افترا کیا وہ نامر اور ہاتھ باہم اپنے معاملے میں جھگڑنے لگے۔“ اس کے یہ معنی بیان کیے گئے ہیں کہ وہ آپس ہی میں اختلاف کرنے لگے، کسی نے یہ کہا کہ یہ کسی جادوگر کا کلام نہیں بلکہ یہ تو نبی کا کلام ہے اور کسی نے کہا کہ نہیں یہ جادوگر ہے، اسی طرح کی کچھ اور باتیں بھی کی گئیں۔ وَاللَّهُ اَعْلَمُ۔

فرمان الہی ہے: ﴿وَاسْرُوا النَّجْوَىٰ﴾ ۶۳ ”اور چپکے چپکے سرگوشی کرنے لگے۔“ یعنی آپس میں سرگوشیاں کرتے ہوئے کہنے لگے، ﴿اِنَّ هٰذَيْنِ لَسَجْرٰنِ﴾ ۶۴ ”یہ دونوں جادوگر ہیں۔“ یہ بعض عرب کی لغت کے مطابق ہے جبکہ یہ قراءت انھی کے بیان کردہ اعراب کے مطابق ہے اور بعض نے اسے اس طرح پڑھا ہے: [اِنَّ هٰذَيْنِ لَسَجْرٰنِ] اور یہ مشہور لغت ہے۔ پہلی قراءت کے جواب میں علمائے نحو نے کافی مفصل بحث کی ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ الغرض! جادوگروں نے آپس میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ تم جانتے ہو کہ یہ شخص اور اس کا بھائی۔ یعنی موسیٰ و ہارون علیہما السلام۔ دونوں ماہر جادوگر ہیں اور جادو کے فن کو خوب جانتے ہیں اور آج ان کا ارادہ یہ ہے کہ وہ تم پر اور تمھاری قوم پر غالب آجائیں تاکہ سب لوگوں پر تسلط جما لیں، لوگ ان کی پیروی کرنے لگیں، وہ دونوں فرعون اور اس کے لشکروں سے لڑائی کر کے ان پر کامیابی حاصل کر لیں اور تم سب کو تمھاری زمین سے باہر نکال دیں۔

فرمان الہی ہے: ﴿وَيَذْهَبَ بِطَرِيقَتِكُمُ النَّهْلُ﴾ ۶۵ ”اور وہ دونوں تمھارے عمدہ طریقے کو ختم کر دیں۔“ یعنی اپنے اس جادو کے ساتھ وہ تمھارے مذہب کو نیست و نابود کر دیں، جادو ہی کی وجہ سے ان کی تعظیم کی جاتی تھی اور اس کی وجہ سے وہ مال کماتے تھے، لہذا وہ یہ کہہ رہے تھے کہ اگر یہ دونوں غالب آگئے تو وہ تم سب کو تباہ کر دیں گے اور تمھیں تمھاری زمین سے نکال دیں گے، دونوں خود زمین کے مالک بن جائیں گے اور بلا شرکت غیرے دونوں حکومت پر قبضہ جمالیں گے۔ عبدالرحمن بن زید کہتے ہیں کہ تمھارے شائستہ مذہب کو نابود کر دیں جس پر تم ہو۔ ﴿فَاجْبِعُوا لِيْكُمْ لَمًّا اَتْتُوا صَفَاءً﴾ ۶۶ ”پس تم

قَالُوا يَمُوسَى اِمَّا اَنْ تُلْقِيَ وَامَّا اَنْ تَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقَى ۝٦٥ قَالَ بَلْ اَلْقُوا ۚ فَادَّٰ

(ان جادوگروں نے) کہا: اے موسیٰ! یا تو تو ڈال یا ہم ہی ہوں پہلے ڈالنے والے؟ ۝٦٥ اس (موسیٰ) نے کہا: بلکہ تمھی ڈالو، پھر ناگہاں ان کے جادو کی وجہ

حَبَالُهُمْ وَعَصِيُّهُمْ يُخَيِّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَُا تَسْعَى ۝٦٦ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهِ

سے موسیٰ کو یہ خیال گزرنے لگا کہ ان کی رسیاں اور ان کی لائٹھیاں بلاشبہ دوڑ رہی ہیں ۝٦٦ پھر موسیٰ نے اپنے نفس میں خوف محسوس کیا ۝٦٧ ہم نے کہا:

خَيْفَةُ مُوسَى ۝٦٧ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ۝٦٨ وَالْقَ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفُ مَا

خوف نہ کھا، بے شک تو ہی غالب رہے گا ۝٦٨ اور جو (لاٹھی) تیرے دائیں ہاتھ میں ہے اسے ڈال دے، وہ اس کو نگل جائے گی جو کچھ انھوں نے بنایا

صَنَعُوْا ۙ اِنَّا صَنَعُوْا كَيْدَ سِحْرِطٍ وَلَا يُفْلِحُ السَّاجِرُ حَيْثُ اَتٰى ۝٦٩ فَالْقَى السَّحَرَةُ سَجْدًا

ہے، بس انھوں نے تو جادوگر کا فریب بنایا ہے، اور جادوگر جہاں سے بھی آئے کامیاب نہیں ہوتا ۝٦٩ چنانچہ جادوگر بے اختیار سجدے میں گر گئے، اور

قَالُوا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُونَ وَمُوسَى ۝٧٠

کہنے لگے: ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لائے ۝٧٠

اپنی (جادو کی) ساری تدبیریں اکٹھی کر لو، پھر قطار باندھ کر آؤ۔“ یعنی تم سب ایک ہی صف میں کھڑے ہو جاؤ اور جو کچھ تمہارے ہاتھوں میں ہے اسے سب یکبار پھینک دو تا کہ لوگوں کی آنکھیں چندھیا جائیں اور اس طرح تم موسیٰ اور ہارون علیہ السلام پر غالب آ جاؤ۔ ۝٦٩ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعٰى ۝٦٩ اور آج جو غالب رہا یقیناً وہی کامیاب ہوا۔“ یعنی ہم میں اور موسیٰ علیہ السلام میں سے جو غالب رہا تو وہ کامیاب ہوا، اگر ہم غالب آ گئے تو فرعون نے ہم سے بہت بڑے انعام و اکرام کا وعدہ کیا ہے اور اگر موسیٰ علیہ السلام غالب آ گئے تو وہ عظیم حکومت کے مالک بن جائیں گے۔

تفسیر آیات: 65-70

موسیٰ علیہ السلام کی کامیابی: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جب جادوگر اور موسیٰ علیہ السلام ایک دوسرے کے بالمقابل صف آرا ہو گئے تو جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: ۝٦٥ اِمَّا اَنْ تُلْقِيَ وَامَّا اَنْ تَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقَى ۝٦٥ قَالَ بَلْ اَلْقُوا ۚ (اپنی چیز) ڈالو، اور یا ہم (اپنی چیزیں) پہلے ڈالتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: نہیں تم ہی ڈالو۔“ یعنی پہلے تم ڈالو تا کہ ہم یہ دیکھیں کہ تم کیا جادو کرتے ہو اور تا کہ لوگوں کے سامنے تمہارا کرب واضح ہو جائے۔ ۝٦٦ فَادَّٰ حَبَالُهُمْ وَعَصِيُّهُمْ يُخَيِّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَُا تَسْعَى ۝٦٦ (جب انھوں نے اپنی چیزیں ڈالیں) تو ناگہاں ان کی رسیاں اور لائٹھیاں ان کے جادو کی وجہ سے اس (موسیٰ علیہ السلام) کے خیال میں ایسی لگیں کہ وہ (میدان میں ادھر ادھر) دوڑ رہی ہیں۔“ دوسری آیت میں ہے کہ جب انھوں نے اپنی چیزیں ڈالیں تو: ۝٦٧ قَالُوا اَبَعَزَّ فِرْعَوْنٌ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ۝٦٧ (الشعر آء 26: 44) ”اور وہ کہنے لگے کہ فرعون کے اقبال کی قسم! ہم ضرور غالب رہیں گے۔“ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ۝٦٨ سَحَرُوْا اَعْيْنَ النَّاسِ وَاَسْأَرُوْهُمۡ وَجَآءُ بِسِحْرِ عَظِيْمٍ ۝٦٨ (الاعراف 7: 116) ”انھوں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور (دلوں کو) خوفزدہ کر دیا اور بہت بڑا جادو لائے۔“ اور یہاں فرمایا: ۝٦٩ فَادَّٰ حَبَالُهُمْ وَعَصِيُّهُمْ يُخَيِّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَُا تَسْعَى ۝٦٩ ”تو وہ ناگہاں رسیاں اور لائٹھیاں ان

کے جادو کی وجہ سے اس (موسیٰ علیہ السلام) کے خیال میں ایسے آنے لگیں کہ وہ (میدان میں ادھر ادھر) دوڑ رہی ہیں۔“ جادو گروں کا ایک جم غفیر اور جماعت کثیر تھی، ان میں سے ہر ایک نے لاٹھی اور رسی پھینکی حتیٰ کہ محسوس ہوتا تھا کہ سارا میدان سانپوں سے بھر گیا ہے اور وہ ایک دوسرے کے اوپر چڑھ رہے ہیں۔

ارشاد الہی ہے: ﴿فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيفَةً مُّوسٰی ۝۶۷﴾ ”(تو اس وقت) موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا۔“ موسیٰ علیہ السلام کو لوگوں کے بارے میں یہ خوف ہوا کہ وہ ان کے جادو کی وجہ سے کہیں فتنے میں مبتلا نہ ہو جائیں اور موسیٰ علیہ السلام کی اپنی لاٹھی کے پھینکنے سے پہلے کہیں دھوکا نہ کھا جائیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس وقت موسیٰ علیہ السلام کی طرف یہ وحی نازل فرمائی: ﴿وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۝۶۸﴾ ”(جو چیز) (لاٹھی) تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے اسے ڈال دو کہ جو کچھ انھوں نے بنایا ہے اس کو نگل جائے گی۔“ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی ایک ایسا عظیم الشان اور ہولناک سانپ بن گئی تھی جس کے پاؤں بھی تھے، گردن، سر اور داڑھیں بھی، اس نے ان لاٹھیوں اور رسیوں میں سے ایک ایک کا پیچھا کیا اور ان سب کو نگل لیا، جادو گروں اور دیگر سب لوگوں نے بھی دن کے اجالے میں صاف صاف یہ منظر دیکھا اور اس سے مجرہ نمودار، برہان واضح اور حق غالب آ گیا اور جادو مغلوب اور باطل قرار پا گیا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدٌ سَحِيْحٌ وَلَا يُفْلِحُ السَّاَكِرُ حَيْثُ اَتٰی ۝۶۹﴾ ”بلاشبہ جو کچھ انھوں نے بنایا ہے (یہ تو) جادو گروں کے ہتھکنڈے ہیں اور جادو گر جہاں سے بھی آئے فلاخ نہیں پائے گا۔“

جادو گر ایمان لے آئے: جادو گروں نے جب یہ منظر دیکھا تو انھیں علم الیقین حاصل ہو گیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے جو کارنامہ سرانجام دیا ہے یہ جادو کی شعبہ بازی اور حیلہ سازی نہیں کیونکہ انھیں جادو کے تمام فنون، طریقوں اور وجود کا علم تھا، انھیں یقین کامل حاصل ہو گیا کہ موسیٰ علیہ السلام بلاشبہ حق پر ہیں کیونکہ اس طرح کا کام تو وہی سرانجام دے سکتا ہے جس کی شان یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز سے فرماتا ہے ہو جاتا وہ ہو جاتی ہے، اس یقین کامل کے حصول کا نتیجہ یہ نکلا کہ تمام جادو گر اللہ رب ذوالجلال کے حضور سجدہ ریز ہو گئے اور کہنے لگے: ﴿اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۷۰ رَبِّ مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ ۝۷۱﴾ (الأعراف: 121، 122) ”ہم تمام جہانوں کے مالک پر ایمان لائے، جو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا مالک ہے۔“ اسی لیے ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عبید بن عمیر کا قول ہے کہ یہ لوگ دن کے ابتدائی حصے میں جادو گر تھے مگر دن کے آخری حصے میں شہداء اور نیکوکار۔^①

جادو گروں کی تعداد: ابن ابوحاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ یہ جادو گر ستر آدمی تھے جو صبح کے وقت جادو گر مگر شام کو شہداء تھے۔^② ابن ابوحاتم ہی نے اوزاعی کی روایت کو بیان کیا ہے کہ جادو گر جب سجدہ ریز ہوئے تو جنت کو ان کے سامنے کر دیا گیا حتیٰ کہ وہ جنت کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھنے لگے۔^③ سعید بن جبیر سے بھی روایت ہے کہ حالت سجدہ

① تفسیر الطبری: 235/16 و تفسیر عبد الرزاق: 373/2، رقم: 1819. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2428/7. ③ تفسیر

ابن ابی حاتم: 2428/7.

قَالَ أَمَنْتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ أَدْنَ لَكُمْ ط إِنَّهُ لَكَيْبُكُمُ الَّذِي عَلَيْكُمُ السِّحْرُ ۖ فَلَا يَقْطَعَنَّ

فرعون نے کہا: کیا تم میری اجازت سے پہلے ہی اس پر ایمان لائے ہو؟ یقیناً یہ تمہارا بڑا ہی تو ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا، لہذا میں تمہارے ہاتھ

آیدیکم وَاَرْجُلُكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَلَا وَصْلَبَتَكُمْ فِي جُدُوعِ النَّخْلِ ذ وَلَتَعْلَمَنَّ آيُنَا

اور پاؤں ایک دوسرے کی مخالف سمتوں سے ضرور کٹواؤں گا، اور تمہیں کھجور کے تنوں پر ضرور سولی دوں گا، اور تمہیں ضرور معلوم ہو جائے گا کہ ہم

أَشَدُّ عَذَابًا وَأَبْقَى ۖ (71) قَالُوا لَنْ نُؤْثِرَكَ عَلَىٰ مَا جَاءَنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالَّذِي

میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیر پا ہے (71) وہ کہنے لگے: ہم تجھے کبھی ترجیح نہیں دیں گے اُن واضح دلائل پر جو ہمارے پاس آچکے اور نہ اس

فَطَرْنَا فَاقْضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ ط إِنَّمَا تَقْضِي هَذِهِ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۖ (72) إِنَّا آمَنَّا

ذات پر جس نے ہمیں پیدا کیا، پس تو جو کر سکتا ہے کر گزر، بس تو تو اس دنیاوی زندگی ہی کا فیصلہ کرے گا (72) بے شک ہم اپنے رب پر ایمان لائے

بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطِيئَاتِنَا وَمَا أَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ط وَاللَّهُ خَيْرٌ وَأَبْقَى ۖ (73)

ہیں تاکہ وہ ہمیں بخش دے ہماری خطائیں اور وہ جادو بھی جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا، اور اللہ بہت بہتر اور وہی باقی رہنے والا ہے (73)

میں انھیں جنت میں ان کے مقامات دکھا دیے گئے، مکرّمہ اور قاسم بن ابوبزہؓ کا بھی یہی قول ہے۔^①

تفسیر آیات: 73-71

فرعون کی جادوگروں کو سرزنش: اللہ تعالیٰ نے فرعون کے کفر، عناد، سرکشی اور حق کے مقابلے میں باطل پر ہٹ دھرمی کو بیان

کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب اس نے ایسے زبردست معجزے اور ایسی عظیم الشان نشانی کو دیکھا، نیز اس نے یہ بھی دیکھا کہ

جن لوگوں کو اپنی تائید و حمایت میں وہ میدان میں لے کر آیا تھا وہ تو سب لوگوں کے سامنے موسیٰ علیہ السلام کے پروردگار پر ایمان لے

آئے ہیں اور وہ مکمل طور پر مغلوب اور ناکام و نامراد ہو گیا ہے تو اس نے ضد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ شروع کر دیا اور جادوگروں

کو دبانے کے لیے اس نے اپنے جاہ و منصب کو استعمال کرنا شروع کر دیا اور جادوگروں کو سرزنش کرتے ہوئے کہنے لگا: **أَمَنْتُمْ**

لَهُ ”تم اس پر ایمان لے آئے ہو“، یعنی تم لوگوں نے اس کی تصدیق کر دی ہے، **قَبْلَ أَنْ أَدْنَ لَكُمْ** ”پیشتر اس

کے کہ میں تمہیں اجازت دوں۔“ میں نے تو ابھی تمہیں یہ حکم نہیں دیا تھا کہ تم موسیٰ علیہ السلام کے رب پر ایمان لے آؤ۔ میرے

بارے میں تم فتنے میں مبتلا ہو گئے ہو۔ فرعون نے یہ ایک ایسی بات کہی تھی جس کے بارے میں اسے بھی علم تھا اور جادوگروں

کے علاوہ دیگر لوگوں کو بھی یہ معلوم تھا کہ یہ بے ہودہ بات اور جھوٹ ہے۔

إِنَّهُ لَكَيْبُكُمُ الَّذِي عَلَيْكُمُ السِّحْرُ ”بے شک وہ تمہارا بڑا (استاد) ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے۔“ یعنی تم نے تو

جادو موسیٰ علیہ السلام ہی سے سیکھا ہے اور تم نے میرے اور میری رعایا کے بارے میں ایکا کر لیا تھا تا کہ تم موسیٰ علیہ السلام کو کامیاب قرار

دلا سکو جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے: **إِنَّ هَذَا لَكُذُّبٌ مَّكْرُومٌ فِي الْمَدِينَةِ لِيُخْرِجُوا مِنْهَا أَهْلَهَا فَسَوْفَ**

تَعْلَمُونَ ○ (الأعراف 123:7) ”بے شک یہ فریب ہے جو تم نے مل کر شہر میں کیا ہے تاکہ اہل شہر کو یہاں سے نکال دو، سو

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2428/7 والدر المعتبر: 200/3.

عنقریب (اس کا نتیجہ) معلوم کر لو گے۔“ پھر اس نے دھمکی دیتے ہوئے کہا: ﴿فَلَا قُطْعَنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلُكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَلَا أُوَصِّلُكُمْ فِي جُدُوعِ النَّخْلِ﴾ ”لہذا میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں (جانب) خلاف سے کٹوا دوں گا اور کھجور کے تنوں پر سولی چڑھا دوں گا۔“ یعنی تمہارا مثلہ کر دوں گا، تمہیں قتل کر دوں گا اور تمہیں ذلیل کر دوں گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ یہ سزائیں سب سے پہلے فرعون ہی نے دی تھیں۔ ①

فرمان الہی ہے: ﴿وَلَتَعْلَمُنَّ أَيُّنَا أَشَدُّ عَذَابًا وَأَبْغَى﴾ ”اور (اس وقت) تم ضرور جان لو گے کہ ہم میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیرینک رہنے والا ہے!“ یعنی تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ میں اور میری قوم ضلالت پر ہیں اور تم موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے ہمراہ ہدایت پر ہو لیکن عنقریب تم جان لو گے کہ عذاب کسے حاصل ہوتا ہے اور اس میں مبتلا کون رہتا ہے۔ فرعون نے انھیں جب یہ دھمکیاں دیں تو اللہ تعالیٰ کے رستے میں انھیں اپنی جانیں بہت حقیر معلوم ہونے لگیں۔ ﴿قَالُوا لَنْ نُؤْثِرَكَ عَلَىٰ مَا جَاءَنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ﴾ ”انھوں نے کہا کہ جو دلائل ہمارے پاس آ گئے ہیں ان پر ہم آپ کو ہرگز ترجیح نہیں دیں گے۔“ یعنی ہمیں جو ہدایت اور یقین حاصل ہو گیا ہے اس پر ہم آپ کو ہرگز ترجیح نہیں دیں گے۔ ﴿وَالَّذِي فَطَرَنَا﴾ ”اور جس نے ہم کو پیدا کیا ہے۔“ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ قسم ہو اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس کا ﴿الْبَيِّنَاتِ﴾ پر عطف ہو، معنی یہ ہوں گے کہ انھوں نے کہا کہ ہم اپنے اس پیدا کرنے والے پر تجھے ہرگز ترجیح نہیں دیں گے جس نے ہمیں عدم سے وجود بخشا اور ہماری تخلیق کا آغاز مٹی سے کیا، وہی ذات گرامی اس بات کی مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اس کے حضور عجز و اکسار کا اظہار کیا جائے۔

﴿فَاقْضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ﴾ ”پس تو نے جو حکم دینا ہودے دے۔“ یعنی تم جو چاہو کر لو اور جو کچھ تمہارے بس میں ہو اسے کر گزرو۔ ﴿إِنَّمَا تُقْضَىٰ هَذِهِ الْحَيَوةُ الدُّنْيَا﴾ ”تو (جو) حکم دے سکتا ہے وہ صرف اسی دنیا کی زندگی میں (دے سکتا) ہے۔“ تمہیں صرف اسی دنیا میں تسلط حاصل ہے اور یہ دنیا ختم ہو جانے والی ہے جبکہ ہماری رغبت آخرت میں ہے جو ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ ﴿إِنَّا أَمَّا بِرَبِّنَا لِنَغْفِرَ لَنَا خَطِيئَاتِنَا﴾ ”بلاشبہ ہم اپنے پروردگار پر ایمان لائے تاکہ وہ ہمارے گناہوں کو معاف کرے۔“ یعنی ہم سے جو گناہ بھی سرزد ہوئے، خصوصاً ﴿مَا أَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ﴾ ”اس جادوگری سے (درگزر فرمائے) جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا۔“ حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے نبی کے معجزات کے خلاف ہے۔

اور ابن ابی حاتم نے اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول بیان کیا ہے کہ فرعون نے بنی اسرائیل کے چالیس غلام پکڑے اور انھیں حکم دیا کہ وہ ”فرما“ میں جادو سیکھیں اور ان کے اساتذہ سے کہا کہ انھیں ایسا جادو سکھا دو جسے روئے زمین پر کوئی نہیں جانتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ انھیں لوگوں میں سے تھے جو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے اور جنھوں نے

إِنَّهُ مَن يَأْتِ رَبَّهُ مُجْرِمًا فَإِنَّ لَهُ جَهَنَّمَ ط لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَى ٧٤ وَمَن

بے شک جو شخص اپنے رب کے پاس مجرم بن کر حاضر ہوگا تو یقیناً اس کے لیے جہنم ہے جس میں نہ تو وہ مرے گا اور نہ جیے گا ٧٤ اور جو اس کے حضور

يَأْتِيهِ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصَّالِحَاتِ فَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الدَّرَجَاتُ الْعُلَى ٧٥ جَنَّتٌ عَدْنٌ تَجْرِي

مومن (بن کر) حاضر ہوگا، جبکہ اس نے نیک عمل کیے ہوں، تو انھی (لوگوں) کے درجے بلند ہیں ٧٥ (یعنی) سدا رہنے والے باغات ہیں جن کے نیچے

مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ط وَذَٰلِكَ جَزَاؤُ مَن تَزَكَّى ٧٦

نہریں جاری ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی اس کی جزا ہے جو (گناہوں سے) پاک ہوا ٧٦

3
22
12

یہ کہا تھا کہ ”إِنَّا أَمَّا بِرَبِّنَا لِنَغْفِرَ لَنَا خَطِيئَاتِنَا وَمَا أَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ط“ ”ہم اپنے پروردگار پر ایمان لائے تاکہ وہ ہمارے گناہوں کو معاف کر دے اور اسے بھی جو تو نے ہم سے زبردستی جادو کرایا۔“ ① عبدالرحمن بن زید بن اسلم کا بھی یہی قول ہے۔ ② ”وَاللَّهُ خَيْرٌ وَأَبْقَى ٧٥“ ”اور اللہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔“ یعنی اللہ ہمارے لیے تجھ سے بہتر ہے اور وہ باقی رہنے والا بھی ہے، تو نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہونے والا ثواب دائمی ہے۔ ظاہر ہے فرعون ملعون نے یہ بات سن کر انھیں سزا دینے کا پختہ ارادہ کر لیا اور اس کی طرف سے اگرچہ یہ سزا تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اسے ان کے لیے باعثِ رحمت بنادیا۔ اسی وجہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی ائمہ سلف کا قول ہے کہ یہ لوگ صبح کے وقت جادو کرتے مگر شام کے وقت شہداء تھے۔ ③

تفسیر آیات: 76-74

جادوگروں کا فرعون کے سامنے وعظ: سیاق کلام سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جادوگروں نے فرعون کو جو وعظ کیا یہ اسی کا باقی حصہ ہے۔ اس میں جادوگروں نے فرعون کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا اور اس کے دائمی و سرمدی عذاب سے ڈراتے اور اس کے ابدی ثواب کی رغبت دلاتے ہوئے کہا: ”إِنَّهُ مَن يَأْتِ رَبَّهُ مُجْرِمًا ط“ ”یقیناً جو شخص اپنے پروردگار کے پاس گناہ گار ہو کر آئے گا“ یعنی قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ کے پاس آئے اور وہ مجرم ہو، ”فَإِنَّ لَهُ جَهَنَّمَ ط لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَى ٧٤“ ”تو بلا شک و شبہ اس کے لیے جہنم ہے جس میں نہ مرے گا نہ جیے گا۔“ جیسا کہ فرمایا: ”لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفَ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ط كَذَٰلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ ٧٥“ (فاطر 36:35) ”نہ ان کے بارے میں فیصلہ کیا جائے کہ وہ مر جائیں اور نہ اس کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جائے گا، ہم ہر ایک ناشکرے کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔“ اور فرمایا: ”وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى ٧٦ الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَى ٧٦ ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَى ٧٦“ (الأعلى 87:11-13) ”اور (بے خوف) بد بخت پہلو تہی کرے گا جو (قیامت کو) بڑی (تیز) آگ میں داخل ہوگا، پھر وہاں نہ مرے گا نہ جیے گا۔“ اور فرمایا: ”وَنَادُوا بِإِلٰهِكَ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ط قَالَ إِنَّكُمْ مُّكْثُونَ ٧٧“ (الزخرف 43:77) ”اور پکاریں گے کہ اے مالک!

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2428/7. ② تفسیر الطبری: 237/16 مختصراً. ③ تفسیر الطبری: 235/16.

آپ کا پروردگار ہمارے بارے میں (موت کا) فیصلہ فرمادے، وہ کہے گا کہ تم یقیناً (ہمیشہ اس حالت میں) رہو گے۔“

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَمَّا أَهْلُ النَّارِ الَّذِينَ هُمْ أَهْلُهَا، فَإِنَّهُمْ لَا يَمُوتُونَ فِيهَا وَلَا يَحْيَوْنَ، وَلَكِنْ نَاسٌ تُصَيَّبُهُمُ النَّارُ بِذُنُوبِهِمْ، فَيَمِيتُهُمْ إِمَاتَةً حَتَّى إِذَا صَارُوا فَحْمًا، أُذِنَ فِي الشَّفَاعَةِ، فَجِئَ بِهِمْ ضَبَائِرُ، ضَبَائِرُ، ضَبَائِرُ، (فَبُثُوا) عَلَى أَنْهَارِ الْجَنَّةِ، فَيَقَالُ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ! أَفِيضُوا عَلَيْهِمْ، فَيَنْبُتُونَ نَبَاتَ الْحَبَّةِ تَكُونُ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ] ”اہل دوزخ جو دوزخ ہی میں رہنے والے ہوں گے وہ اس میں نہ مریں گے، نہ جیئیں گے، البتہ کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو اپنے گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے تو دوزخ کی آگ انھیں مار دے گی حتیٰ کہ وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے تو ان کے بارے میں شفاعت کی اجازت دی جائے گی، پھر انھیں اس طرح لایا جائے گا کہ وہ گروہ درگروہ ہوں گے اور انھیں جنت کی نہروں پر پھیلا دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اے اہل جنت! ان پر پانی ڈالو تو وہ اس طرح اگیں گے جیسے سیلاب کی گزرگاہ میں نرم و نازک سی نباتات اگتی ہے۔“ رسول اللہ ﷺ کی مبارک زبان سے اس تشبیہ کو سننے کے بعد قوم میں سے ایک شخص نے کہا کہ یوں معلوم ہوتا ہے، گویا رسول اللہ ﷺ کا تعلق اہل بادیہ سے ہو۔^(۱) اسی طرح امام مسلم نے بھی صحیح میں اس روایت کو بیان فرمایا ہے۔^(۲)

فرمان الہی ہے: **وَمَنْ يَأْتِهِ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصَّالِحَاتِ** ”اور جو اس کے روبرو ایمان دار ہو کر آئے گا اور عمل بھی نیک کیے ہوں گے۔“ یعنی جو قیامت کے دن اپنے رب سے اس طرح ملاقات کرے کہ اس کا دل ایمان سے لبریز ہو اور پھر اس نے اپنے قول و عمل سے اپنے ضمیر کی تصدیق بھی کی ہو **فَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الدَّرَجَاتُ الْعُلَىٰ** ”تو ایسے لوگوں کے لیے اونچے اونچے درجے ہیں۔“ یعنی ان کے لیے جنت ہوگی جس میں بلند و بالا درجات، پر امن بالا خانے اور پاکیزہ و نفیس مکانات ہوں گے۔

امام احمد نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [الْجَنَّةُ مِائَةٌ دَرَجَةٍ، مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ، وَالْفِرْدَوْسُ أَعْلَاهَا دَرَجَةٌ، وَمِنْهَا تَخْرُجُ الْأَنْهَارُ الْأَرْبَعَةُ، وَالْعَرْشُ مِنْ فَوْقِهَا، فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فَاسْأَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ] ”جنت کے سو درجے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ فردوس جنت کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے، اس سے چار نہریں نکلتی ہیں، عرش اس کے اوپر ہے، لہذا تم جب اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو۔“^(۳)

صحیحین میں ہے کہ [إِنَّ أَهْلَ عِلِّيِّينَ لَيَرَوْنَ مَنْ فَوْقَهُمْ كَمَا تَرَوْنَ الْكَوْكَبَ (الْعَابِرَ) فِي أَفْقِ السَّمَاءِ) لِيَتَفَضَّلُوا مَا بَيْنَهُمْ] ”اہل علیین اپنے سے اوپر لوگوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم آسمان کے افق پر دور کے ستارے کو

① مسند أحمد: 11/3، البدیع توسین والا لفظ صحیح مسلم کے مطابق ہے۔ ② صحیح مسلم، الإيمان، باب إثبات الشفاعة،

حدیث: 185، ③ مسند أحمد: 316/5 و جامع الترمذی، صفة الجنة، باب ما جاء في صفة درجات الجنة، حدیث: 2531.

اور یقیناً ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ رات کو میرے بندے نکال لے چل، پھر ان کے لیے سمندر میں خشک راستہ بنا، جبکہ تجھے نہ تو پکڑے

جانے کا خوف ہوگا اور نہ (دبے کا) ڈر (77) بعد ازاں فرعون نے اپنے لشکروں سمیت ان کا پیچھا کیا تو انھیں سمندر (کے پانی) نے ڈھانپ لیا جیسے

ڈھانپنے کا حق تھا (78) اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور (سیدھی) راہ نہ دکھائی (79)

تفسیر آیات: 77-79

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

يَبْنِي إِسْرَءِيلَ قَدْ أَنْجَيْنَاكَ مِنْ عَدُوِّكَمْ وَوَعَدْنَاكَ جَانِبَ الطُّورِ الْأَيْمَنِ وَكَرَّرْنَا

اے بنی اسرائیل! یقیناً ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دی، اور ہم نے تم سے طور کی دائیں جانب (تورات دیئے) کا وعدہ کیا، اور ہم نے تم

عَلَيْكُمْ الْمَنَ وَالسَّلَوى ⑧۰ كَلُّوا مِنْ طَيِّبَتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيهِ

پر من اور سلوی نازل کیا ⑧۰ ہم نے تمہیں جن پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا ہے ان سے کھاؤ، اور تم اس میں سرکشی نہ کرو کہ تم پر میرا غضب

فِيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِي ۖ وَمَنْ يَحِلِّ عَلَيْهِ غَضَبِي فَقَدْ هَوَى ⑧۱ وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَنْ

اترے، اور جس پر میرا غضب اترے تو یقیناً وہ تباہ ہو گیا ⑧۱ اور بے شک میں بہت بخشنے والا ہوں اس کے لیے جو توبہ کرے، ایمان لائے اور نیک

تَابَ وَأَمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَى ⑧۲

عمل کرے، پھر ہدایت پر رہے ⑧۲

اکٹھے کریں۔ فرعون نے کہا تھا: ﴿إِنَّ هَؤُلَاءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيلُونَ ۖ وَإِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُونَ ۚ﴾ (الشعراء 54: 55) ”بلاشبہ یہ لوگ تھوڑی سی جماعت ہیں اور یقیناً یہ ہمیں غصہ دلا رہے ہیں۔“

فرعون نے جب اپنے تمام لاؤ لشکر کو جمع کر لیا تو وہ بنی اسرائیل کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا۔ ﴿فَاتَّبَعُوهُمْ مُشْرِقِينَ ۝﴾ (الشعراء 60: 26) ”تو انھوں نے سورج نکلنے (صبح کو) ان کا تعاقب کیا۔“ یعنی طلوع شمس کے وقت، ﴿فَلَمَّا تَرَاءَ الْجَبْنَيْنِ﴾ (الشعراء 61: 26) ”پھر جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں“ اور ہر ایک فریق نے دوسرے کو دیکھ لیا، ﴿قَالَ أَصْحَبُ مُوسَىٰ إِنَّا لَمُدْرِكُونَ ۚ قَالَ كَلَا ۚ إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ ۝﴾ (الشعراء 62: 26) ”تو موسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھی کہنے لگے

کہ ہم تو پکڑ لیے گئے! موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: ہرگز نہیں! میرا پروردگار میرے ساتھ ہے وہ مجھے ضرور رستہ بتائے گا۔“

موسیٰ (علیہ السلام) بنی اسرائیل کو لے کر کھڑے ہو گئے، سمندر آگے تھا اور فرعون پیچھے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) کی طرف

یہ وحی نازل فرمائی: ﴿فَاصْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۖ﴾ ”پس ان کے لیے دریا میں (لاٹھی مار کر) خشک رستہ بنا دو۔“ موسیٰ (علیہ السلام) نے دریا میں اپنی لاٹھی ماری اور کہا کہ اللہ کے حکم سے مجھ پر پھٹ جا تو دریا اللہ تعالیٰ کے حکم سے پھٹ گیا، ﴿فَانْفَلَقَ

فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ ۚ﴾ (الشعراء 63: 26) ”تو وہ پھٹ گیا، پھر ہر ایک ٹکڑا (یوں) ہو گیا، گویا بہت بڑا پہاڑ (ہے۔)“ گویا ایک بہت بڑا پہاڑ ہے، اللہ تعالیٰ نے دریا کی زمین پر ہوا کو بھیج دیا حتیٰ کہ دریا کا پیندہ بھی سطح زمین کی طرح خشک

ہو گیا، اسی لیے فرمایا: ﴿فَاصْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۖ لَا تَخَفْ دَرَكًا ۚ﴾ ”پس ان کے لیے دریا میں (لاٹھی مار کر) خشک رستہ بنا دو جبکہ تم کو نہ تو پکڑے جانے کا خوف ہوگا۔“ یعنی فرعون کے پکڑنے کا۔ ﴿وَلَا تَخْشَى ۚ﴾ ”اور نہ ڈرو گے“

کہ دریا تمہاری قوم کو غرق کر دے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَاتَّبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُودِهِ فَغَشِيَهُمْ مِنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ۖ﴾ ”پھر فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ ان کا تعاقب کیا تو دریا سے ڈھانپ لیا ان کو جس چیز نے بھی ڈھانپا۔“ یعنی انھیں ڈھانپ لیا جس چیز نے

بھی ڈھانپ لیا اور وہ مشہور و معروف ہی ہے، یعنی دریا کی موجوں نے ڈھانپ لیا۔ مشہور و معروف معاملے میں اس طرح کا اسلوب بیان اختیار کیا جاتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَالْمُتَفَكِّهَةُ أَهْلَى ۖ فَحَشَّهَا مَا عَشَّى ۖ﴾ (النجم: 53، 54، 55) ”اور اسی نے الٹی ہوئی بستی کو دے پٹکا، پھر ان پر چھایا جو چھایا۔“ فرعون اپنے لشکر کے آگے آگے تھا وہ انھیں لے کر دریا میں داخل ہو گیا، اس نے ان سب کو گمراہ کر دیا اور رشد و ہدایت کے رستے کی طرف نہ آنے دیا، اسی طرح: ﴿يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۚ وَبِئْسَ الْوَرْدُ الْمَوْرُودُ ۝﴾ (ہود: 98، 99) ”وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے ہوگا، پس وہ ان کو آگ میں داخل کر دے گا اور وہ برا گھاٹ ہے جس پر آیا جائے۔“

تفسیر آیات: 80-82

بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی یاد دہانی: اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر اپنی ان عظیم الشان نعمتوں اور بڑے بڑے احسانات کا تذکرہ فرمایا ہے جن سے اس نے بنی اسرائیل کو نوازا تھا اور وہ یہ کہ اس نے انھیں ان کے دشمن فرعون سے نجات بخشی اور ان کی آنکھوں کو اس طرح ٹھنڈک بخشی کہ ان کے سامنے فرعون اور اس کے سارے لشکر کو ایک ہی وقت میں غرق کر دیا جبکہ وہ یہ سارا منظر خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاعْرِفْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَانْتُمْ تَنْظُرُونَ ۝﴾ (البقرہ: 50) ”اور ہم نے فرعون کی آل اور غرق کر دیا اور تم دیکھ ہی تو رہے تھے۔“

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ میں تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ یہودی عاشوراء کے دن کا روزہ رکھتے ہیں، آپ نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون پر کامیابی عطا فرمائی تھی تو آپ نے فرمایا: [نَحْنُ أَوْلَىٰ بِمُوسَىٰ مِنْهُمْ فَصُومُوهُ] ”موسیٰ (علیہ السلام) کے ہم زیادہ حق دار ہیں، لہذا مسلمانو! تم بھی روزہ رکھا کرو۔“^①

پھر اللہ تعالیٰ نے فرعون کی ہلاکت کے بعد موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل سے کوہ طور کی دائیں جانب کا وعدہ فرمایا، اسی پہاڑ پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا، اسی پر انھوں نے دیدار باری تعالیٰ کا سوال کیا تھا اور اسی مقام پر اللہ تعالیٰ نے انھیں تورات عطا فرمائی تھی۔ اسی اثنا میں جبکہ موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لائے ہوئے تھے تو بنی اسرائیل نے ان کی عدم موجودگی میں گائے کے پچھڑے کی پوجا شروع کر دی تھی جیسا کہ چند اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے قصہ کو بیان فرمایا ہے۔ جہاں تک من و سلوی کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں سورہ بقرہ اور دیگر کئی سورتوں میں بحث کی جا چکی ہے۔^② من حلوے کی صورت کی ایک چیز تھی جو ان پر آسمان سے برستی تھی اور سلوی پرندے تھے جو ان پر گرتے تھے اور وہ ان دونوں چیزوں کو بقدر ضرورت لے لیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کا ان پر یہ خاص لطف و کرم اور احسان تھا، اسی وجہ سے فرمایا: ﴿كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: فَأَضْرِبْ لَهُمُ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا..... (طہ: 77-79)، حدیث: 4737

② صحیح مسلم، الصیام، باب صوم یوم عاشوراء، حدیث: 1130. ② دیکھیے البقرہ، آیت: 57 کے ذیل میں۔

وَمَا أَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يَمُوسَى ۖ قَالَ هُمْ أُولَاءِ عَلَى أَثَرِي وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ

اور اے موسیٰ! کون سی چیز تجھے تیری قوم سے جلدی لے آئی؟ (83) اس نے کہا: وہ لوگ میرے پیچھے ہیں، اور اے میرے رب! میں نے تیری طرف

لِتَرْضَى ۖ قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ وَأَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ۖ فَرَجَعَ

جلدی کی، تاکہ تو راضی ہو جائے (84) اللہ نے فرمایا: چنانچہ بے شک ہم نے تیرے بعد تیری قوم کو آزمائش میں ڈال دیا، اور انھیں سامری نے گمراہ

مُوسَى إِلَى قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا ۚ قَالَ يَقَوْمُ أَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعَدًّا حَسَنًا ۚ

کر دیا (85) تو موسیٰ اپنی قوم کی طرف غضب ناک (اور) غمگین لوٹا (اور) کہنے لگا: اے میری قوم! کیا تمھارے رب نے تم سے اچھا وعدہ نہ کیا تھا؟ کیا

أَقْطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ أَمْ أَرَدْتُمْ أَنْ يَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَبِّكُمْ فَأَخْلَفْتُمُ

پھر تم پر عہد طویل ہو گیا تھا یا تم نے چاہا کہ تم پر تمھارے رب کا غضب اترے، تو تم نے میرے وعدے کی خلاف ورزی کی (86) وہ کہنے لگے: ہم نے

مَوْعِدِي ۖ قَالُوا مَا أَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلِكِنَا وَلَكِنَّا حُبَلْنَا أَوْزَارًا مِّنْ زِينَةِ

تیرے وعدے کی اپنے اختیار سے خلاف ورزی نہیں کی، لیکن ہم پر قوم (فرعون) کے زیب وزینت کے بوجھ لا دیے گئے تھے تو ہم نے وہ (آگ)

الْقَوْمِ فَقَذَفْنَاهَا فَكَذَلِكَ أَلْقَى السَّامِرِيُّ ۖ فَأَخْرَجَ لَهُمْ عَجَلًا جَسَدًا لَهُ خُورٌ

(میں) پھینک دیے، پس اسی طرح سامری نے بھی (زیور) پھینکے (87) پھر اس نے ان کے لیے ایک چھڑا نکالا (بنایا) جو محض جسم تھا، جس کی آواز گانے

فَقَالُوا هَذَا إِلَهُهُمْ وَإِلَهُ مُوسَى هَ فَكَيْسَى ۖ أَفَلَا يَرَوْنَ إِلَّا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَوْلًا هَ وَلَا

کی کسی تھی، پھر وہ (لوگ) کہنے لگے: یہی ہے تمھارا الہ اور موسیٰ کا الہ۔ تو وہ تو بھول گیا (88) پس بھلا وہ دیکھتے نہیں تھے کہ بلاشبہ وہ (چھڑا) ان کی کسی

يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ۖ

بات کا جواب نہیں دیتا اور نہ ان کے کسی نفع و نقصان کا مالک ہے (89)

وَلَا تَطْعَمُوا فِيهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِي ۖ” (اور حکم دیا کہ) جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو دی ہیں انھی میں سے کھاؤ اور

اس میں حد سے نہ نکلو کہ تم پر میرا غضب نازل ہو۔“ یعنی یہ رزق کھاؤ جو میں نے تمہیں عطا فرمایا ہے اور اس میں حد سے نہ نکلنا

کہ بلا ضرورت اسے جمع کرنے لگ جاؤ اور اس طرح میرے حکم کی مخالفت کرو اور اگر ایسا کرو گے تو تم پر میرا غضب نازل ہوگا،

وَمَنْ يَخْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِي فَقَدْ هَوَىٰ ۖ” اور جس پر میرا غضب نازل ہوا تو یقیناً وہ ہلاک ہو گیا۔“ علی بن ابی طلحہ

نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ وہ بد بخت ہو گیا۔ ①

اللہ تعالیٰ کن لوگوں کو بخشتا ہے: ارشاد الہی ہے: ﴿وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ﴾ ②

”اور جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے، پھر ہدایت یاب ہو تو اس کو میں یقیناً بخش دینے والا ہوں۔“ یعنی جو بھی

میرے حضور توبہ کرے تو میں اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہوں، خواہ اس نے کیسا ہی گناہ کیا ہو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی توبہ کو

بھی قبول فرمایا تھا جنھوں نے پچھڑے کی پوجا کی تھی۔ فرمان الہی: ﴿تَابَ﴾ کے معنی ہیں کہ جو کفر یا شرک یا معصیت یا نفاق

سے باز آ جائے۔ ارشاد الہی ہے: ﴿وَاٰمَنَ﴾ ”اور وہ ایمان لائے۔“ یعنی دل کے ساتھ، ﴿وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ ”اور عمل نیک کرے۔“ اپنے اعضاء کے ساتھ، ﴿ثُمَّ اهْتَدٰی﴾ 82 ”پھر ہدایت یاب ہو۔“ علی بن ابوطالب نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ پھر شک نہ کرے۔ ①

اور امام قتادہ نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ پھر موت تک اسلام کے دامن سے وابستہ رہے۔ ② ﴿ثُمَّ﴾ ”پھر“ یہاں خبر کی خبر پر ترتیب کے لیے ہے جیسا کہ درج ذیل آیت کریمہ میں ہے: ﴿ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَّصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَّاصُوا بِالْحَرَجَةِ﴾ (البلد: 90: 17) ”پھر ان لوگوں میں بھی (داخل) ہوا جو ایمان لائے اور صبر کی نصیحت اور (لوگوں پر) شفقت کرنے کی وصیت کرتے رہے۔“

تفسیر آیات: 83-89

موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق جانا اور بنی اسرائیل کا پھڑے کی پوجا کرنا: فرعون کی ہلاکت کے بعد موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو لے کر چلے ﴿فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ عَلٰی اَصْنَافِهِمْ قَالُوْا يٰمُوسٰى اجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمُ الْاِلٰهَةُ﴾ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ① اِنَّ هٰؤُلَاءِ مُتَّبِعُوْنَ مَّا هُمْ فِيْهِ وَابِلٌ مِّمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ② (الأعراف: 138، 139) ”تو وہ ایسے لوگوں کے پاس جا پہنچے جو اپنے بتوں کے لیے مجاور تھے۔ (بنی اسرائیل) کہنے لگے: موسیٰ! جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دو، موسیٰ علیہ السلام نے کہا: تم بڑے جاہل لوگ ہو۔ یہ لوگ جس (شغل) میں (پھنسے ہوئے) ہیں وہ برباد کیا جانے والا ہے اور جو کام یہ کرتے ہیں سب بے ہودہ ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ فرمایا تھا اور پھر اس میں دس راتوں کا اور اضافہ فرما دیا اور اس طرح یہ پوری چالیس راتیں ہو گئیں جن میں رات دن روزہ رکھنے کا حکم تھا۔ موسیٰ علیہ السلام حکم ملنے پر جلدی سے کوہ طور پر آ گئے اور بنی اسرائیل میں اپنے بھائی ہارون کو اپنا نائب بنا کر چھوڑ آئے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوسٰى﴾ ③ قَالَ هُمْ اَوْلٰٓئِكَ عَلٰی اَثَرِيْ ④ ”اور اے موسیٰ! تجھے اپنی قوم سے جلد کیا چیز لے آئی؟ کہا: وہ میرے پیچھے (آ رہے) ہیں۔“ اور وہ بھی جلدی ہی کوہ طور پر پہنچ جائیں گے، ﴿وَعَجَلْتُ لِيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰی﴾ ⑤ ”اور اے میرے پروردگار! میں نے تیری طرف (آنے کی) جلدی اس لیے کی کہ تو خوش ہو۔“ یعنی تاکہ تو مجھ سے زیادہ خوش ہو جائے۔ ﴿قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ﴾ ⑥ ”فرمایا کہ بلاشبہ ہم نے تمہاری قوم کو تمہارے بعد آزمائش میں ڈال دیا ہے اور سامری نے ان کو بہکا دیا ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کو بتا دیا کہ ان کے بعد بنی اسرائیل میں کیا حادثہ رونما ہوا ہے اور انھوں نے کس طرح اس پھڑے کی پوجا شروع کر دی ہے جو سامری نے ان کے لیے بنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس مدت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تختیاں لکھ دیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَكَتَبْنَا لَهُ فِي

الْأَلْوَجَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۖ فَخَذُّهَا بِالْقَوْمِ وَأَمْرٌ قَوْمَكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا ۖ وَسَاءُ مَا يَكْمُرُ
الْفَاسِقِينَ ۝ (الأعراف: 145:7) ”اور ہم نے اس (موسیٰ علیہ السلام) کے لیے (تورات کی) تختیوں میں (زندگی کے) ہر معاملے کے
بارے میں نصیحت اور ہر پہلو کے متعلق تفصیل لکھ کر دی ہے، چنانچہ تو ان (ہدایات) کو مضبوطی سے پکڑ لے اور اپنی قوم کو حکم
دے کہ ان کی اچھی اچھی باتوں پر کاربند رہیں، جلدی ہی میں تمہیں نافرمانوں کا گھر دکھاؤں گا۔“ یعنی میری اطاعت سے نکلنے
اور میرے حکم کی نافرمانی کرنے والوں کا انجام دکھاؤں گا۔

فرمان الہی ہے: ﴿فَرَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا﴾ ”پھر موسیٰ (علیہ السلام) غضبناک غمزہ اپنی قوم کے پاس
واپس آ گئے۔“ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) کو یہ بتایا کہ ان کی قوم نے کھڑے کی پوجا شروع کر دی ہے تو وہ انتہائی غصے
اور غم کی حالت میں اپنی قوم کے پاس آ گئے، موسیٰ (علیہ السلام) تو اپنی قوم کا خاص خیال رکھتے تھے، انہی کی خاطر انہیں تورات ملی تھی جس
میں ان کی شریعت کے احکام درج تھے لیکن ان لوگوں نے غیر اللہ کی عبادت شروع کر دی تھی، حالانکہ ہر صاحب عقل و ہوش یہ
جانتا ہے کہ بنی اسرائیل کا یہ عمل سراسر باطل اور ان کی حماقت و بے وقوفی کی دلیل تھا، اس لیے فرمایا: ﴿غَضْبَانَ أَسِفًا﴾
”غضبناک غمزہ۔“ افس شدت غضب کو کہتے ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿غَضْبَانَ أَسِفًا﴾ کے معنی ہیں گھبرائے ہوئے۔^①
قتادہ اور سدی کا قول ہے کہ ﴿أَسِفًا﴾ کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی قوم نے آپ کے بعد جو کیا آپ اس پر بے حد غمزہ تھے۔^②

﴿قَالَ يَقَوْمِ أَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعَدًا حَسَنًا﴾ ”(اور) کہنے لگے: اے میری قوم! کیا تمہارے پروردگار
نے تم سے اچھا وعدہ نہیں کیا تھا؟“ یعنی کیا اس نے میری زبانی تم سے یہ وعدہ نہیں کیا تھا کہ تمہیں دنیا و آخرت کی ہر خیر و بھلائی
اور اچھے انجام سے نوازا جائے گا جیسا کہ تم نے اس کی طرف سے آنے والی فتح و نصرت کا مشاہدہ بھی کر لیا کہ تمہارے دشمن کو
اس نے تباہ کر کے تمہیں کامیاب و کامران کر دیا، علاوہ ازیں اس نے اور بھی بے شمار نعمتوں سے تمہیں سرفراز فرمایا: ﴿أَفَقُلْ
عَلَيْكُمْ الْعَهْدُ﴾ ”کیا پھر (میری جدائی کی) مدت تم پر دراز ہو گئی؟“ اس کے انتظار میں جس کا اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ فرمایا
تھا اور اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو بھول گئے جو اس نے تمہیں عطا فرمائیں، حالانکہ اس پر کوئی زیادہ عرصہ نہیں گزرا، ﴿أَمْ آذَنْتُمْ
أَنْ يَحْلَلَ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَبِّكُمْ﴾ ”بلکہ تم نے چاہا کہ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے غضب نازل ہو۔“ ام
یہاں بل کے معنی میں ہے اور یہ کلام اول سے صرف نظر کر کے کلام ثانی کی طرف مائل ہونے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، گویا
معنی یہ ہوئے بلکہ اپنے اس کروت سے تم نے گویا ارادہ یہ کیا ہے کہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے غضب نازل ہو جائے،
﴿فَاخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِي﴾ ”پس تم نے میرے وعدے کی خلاف ورزی کی۔“ ﴿قَالُوا﴾ ”وہ کہنے لگے،“ یعنی بنی اسرائیل
نے موسیٰ (علیہ السلام) کی اس سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ کے جواب میں کہا: ﴿مَّا أَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلِكِنَا﴾ ”ہم نے اپنے اختیار
سے تم سے وعدہ خلافی نہیں کی“ اور پھر انھوں نے فرسودہ عذر پیش کرنے شروع کر دیے اور کہا کہ وہ قبیلوں کے ان زیورات

سے بچنا چاہتے تھے جو ان کے پاس تھے اور جو انھوں نے قبطیوں سے مصر سے نکلتے وقت مستعار لیے تھے، ﴿فَقَدْ فَنَّهُمَا﴾ ”تو انھیں ہم نے (اپنے اوپر سے) اتار پھینکا۔“

سدی نے ابو مالک سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہارون علیہ السلام نے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ ان تمام زیورات کو اکٹھا کر کے ایک گڑھے میں ڈال دیں اور انھیں پگھلا کر ایک پتھر کی طرح بنادیں اور پھر جب موسیٰ علیہ السلام واپس تشریف لائیں تو اس کے بارے میں جو چاہیں فیصلہ فرمائیں مگر یہ سامری آیا اور اس نے اس پر مٹی کی وہ مٹھی ڈال دی جو اس نے فرشتے (کے گھوڑے کے پاؤں کے نیچے) سے لی تھی اور ہارون علیہ السلام سے اس نے درخواست کی کہ وہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ سامری کی اس کے بارے میں دعا قبول فرمالے، ہارون علیہ السلام نے دعا فرمادی جبکہ سامری کے ارادے کے بارے میں انھیں کوئی علم نہ تھا، یہ دعا ہوگئی تو سامری نے کہا: اے اللہ! میں یہ دعا کرتا ہوں کہ اس سے گائے کا ایک بچھڑا بن جائے، پس ایک بچھڑا بن گیا جس کی گائے کی سی آواز تھی اور یہ سب کچھ امتحان و آزمائش اور استدراج و مہلت کے طور پر تھا، اس لیے فرمایا: ﴿فَكَذَّبْتَ اَلْقَى السَّامِرِيَّ ۖ فَاخْرَجَ لَهُمْ عَجَلًا جَسَدًا لَّهُ خَوَارٌ﴾ ”پھر اسی طرح سامری نے ڈال دیا تو اس نے ان کے لیے ایک بچھڑے کا دھڑ نکالا، جو ڈکراتا تھا۔“^①

محمد بن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ بچھڑا بنانے کے بعد سامری نے ان سے کہا: ﴿هَذَا اَلْهُمُّ وَاللَّهُ مُوسَىٰ ۝﴾ ”یہی تمہارا معبود ہے اور یہی موسیٰ (علیہ السلام) کا معبود ہے۔“ اور وہ اس پر جم کر بیٹھ گئے اور اس بچھڑے سے اس قدر شدید محبت کرنے لگے کہ کسی اور چیز سے انھوں نے اس طرح محبت نہ کی تھی۔ ﴿فَنَسِيَ ۝﴾ ”مگر وہ بھول گیا۔“ یعنی سامری بھول گیا اور اس نے دین اسلام کو ترک کر دیا۔^② اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی تردید کرتے ہوئے، انھیں سرزنش کرتے ہوئے اور ان کی ذلت و رسوائی اور حماقت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَلَا يَبْلُكُ لَهُمْ صَرَآ وَلَا نَعْفًا ۝﴾ ”کیا پس یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ وہ ان کی کسی بات کا جواب نہیں دیتا اور نہ ان کے نقصان اور نفع کا کچھ اختیار رکھتا ہے۔“ یعنی کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ اگر یہ اس بچھڑے سے کوئی سوال کریں تو وہ ان کی کسی بات کا جواب نہیں دے سکتا اور نہ ہی دنیا و آخرت کے کسی نفع و نقصان کا کوئی اختیار رکھتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کی قسم! اس کی آواز کی بھی حقیقت یہ تھی کہ جب ہوا اس کی دبر سے داخل ہو کر منہ سے خارج ہوتی تو ایک آوازی پیدا ہو جاتی تھی۔^③

امام حسن بصری سے مروی حدیث فتون میں ہے کہ اس بچھڑے کا نام بہوت تھا۔^④ ان جالہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے جو عذر پیش کیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انھوں نے ازراہ پرہیزگاری قبطیوں کے زیورات کو اتار پھینکا مگر اس بچھڑے کی عبادت

① السنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب قوله عزوجل: ﴿وَقَتْنَاكَ فُتُونًا ۝﴾ (طہ: 20)، حدیث الفتون: 403/6،

حدیث: 11326 نحوه. ② تاریخ الطبری، ذکر نسب موسیٰ بن عمران وأخباره.....: 2991. ③ السنن الکبریٰ

للنسائی، التفسیر، باب قوله عزوجل: ﴿وَقَتْنَاكَ فُتُونًا ۝﴾، حدیث الفتون: 403/6، حدیث: 11326. ④ تاریخ

دمشق الکبیر لابن عساکر، ترجمة همام بن الوليد الدمشقي: 117/67، 118، رقم: 8308 کسی اور سیاق کے ساتھ۔

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هَارُونُ مِنْ قَبْلُ يَقَوْمُ إِنَّكَ فُتِنْتُمْ بِهِ ؕ وَإِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمَنُ

اور بلاشبہ اس سے پہلے ہارون نے ان سے کہا تھا: اے میری قوم! یقیناً اس (بچھڑے) کے ساتھ تم آزمائے گئے ہو، اور یقیناً تمہارا رب رحمن ہے، لہذا

فَاتَّبِعُونِي وَأَطِيعُوا أَمْرِي ۙ قَالُوا لَنْ نَتَّبِعَكَ عَلَيْهِ عِكِفِينَ حَتَّىٰ يَرْجِعَ إِلَيْنَا مُوسَىٰ ۙ

تم میری اتباع کرو اور میرے حکم کی اطاعت کرو ۙ وہ کہنے لگے: ہم تو ہمیشہ اس پر بجاور (بن کر بیٹھ) رہیں گے حتیٰ کہ موسیٰ ہمارے پاس لوٹ آئے ۙ

قَالَ لَهُرُونَ مَا مَنَعَكَ إِذْ رَأَيْتَهُمْ ضَلُّوا ۙ أَلا تَتَّبِعُنَّ ط أَفَعَصَيْتَ أَمْرِي ۙ قَالَ

اس نے (موسیٰ) کہا: اے ہارون! تجھے کس چیز نے روکے رکھا جب تو نے انھیں دیکھا کہ وہ بھٹک گئے ہیں ۙ کہ تو نے میری اتباع نہ کی؟ تو کیا تو

يَبْنُوهُمْ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي ۚ إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِي

نے میرے حکم کی نافرمانی کی؟ ۙ اس (ہارون) نے کہا: اے میرے ماں جانے! میری ڈاڑھی اور میرا سر نہ پکڑ، یقیناً میں ڈرا کہ تو کہے گا: تو نے بنی

إِسْرَائِيلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِي ۙ

اسرائیل کے درمیان تفرقہ ڈال دیا اور میری بات کا انتظار نہ کیا ۙ

شروع کر دی، یعنی ایک چھوٹے کام سے پرہیز کیا اور ایک بہت بڑے سنگین جرم کا ارتکاب شروع کر دیا جیسا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی صحیح حدیث میں ہے کہ عراق کے ایک شخص نے ان سے یہ مسئلہ پوچھا کہ اگر کپڑے کو مجھڑ کا خون لگ جائے تو کیا اس میں نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان عراقیوں کو دیکھو رسول اللہ ﷺ کے نواسے (حسین رضی اللہ عنہ) کو قتل کرنے سے تو دریغ نہ کیا مگر مجھڑ کے خون کے بارے میں پوچھ رہے ہیں! ۱

تفسیر آیات: 91، 90

ہارون علیہ السلام کی بنی اسرائیل کو بچھڑے کی عبادت سے ممانعت: اللہ نے بیان فرمایا ہے کہ ہارون علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو بچھڑے کی عبادت سے منع کیا اور فرمایا کہ یہ ان کی آزمائش ہے۔ ان کا پروردگار تو وہ رحمان ہے جس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا اور ہر چیز کا ایک اندازہ ٹھہرا دیا، وہ عرش کا مالک بڑی شان والا ہے اور جو چاہتا ہے کر دیتا ہے۔ فَاتَّبِعُونِي وَأَطِيعُوا أَمْرِي ۙ آجاء۔ قَالُوا لَنْ نَتَّبِعَكَ عَلَيْهِ عِكِفِينَ حَتَّىٰ يَرْجِعَ إِلَيْنَا مُوسَىٰ ۙ وہ کہنے لگے کہ جب تک موسیٰ علیہ السلام ہمارے پاس واپس نہ آئیں ہم تو اس پر بجاور (بنے) رہیں گے۔ یعنی ہم اس وقت تک اس کی عبادت کو ترک نہیں کریں گے جب تک اس کے بارے میں موسیٰ علیہ السلام کی بات کو نہیں سن لیتے، الغرض! اس سلسلے میں انھوں نے ہارون علیہ السلام کی نہ صرف مخالفت کی بلکہ آپ سے لڑائی بھی کی اور قریب تھا کہ آپ کو قتل ہی کر دیتے۔

تفسیر آیات: 92-94

① صحیح البخاری، الأدب، باب رحمة الولد.....، حدیث: 5994 نحوه وجامع الترمذی، المناقب، باب مناقب أبی

محمد الحسن بن علی بن أبی طالب.....، حدیث: 3770.

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يُسَامِرِي ۙ ﴿٩٥﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهِ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً

(اس (موسیٰ) نے کہا: اے سامری! پس تیرا کیا معاملہ ہے؟ ﴿٩٥﴾ اس (سامری) نے کہا: میں نے وہ چیز دیکھی جو ان لوگوں نے نہ دیکھی، چنانچہ میں نے

مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذَلِكَ سَوَّلَتْ لِي نَفْسِي ۙ ﴿٩٦﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ

(مٹی کی) ایک مٹھی رسول (جبریل کے گھوڑے) کے نقش قدم سے بھری اور وہ اس میں ڈال دی، اور اسی طرح میرے نفس نے (اسے) میرے لیے خوشنما بنا

فِي الْحَيَاةِ أَنْ تَقُولَ لَا مِسَاسَ ۚ وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ يُخْلَفَهُ ۚ وَانْظُرْ إِلَى إِلَهِكَ

دیا ﴿٩٦﴾ اس (موسیٰ) نے کہا: تو تو چلا جا، بھینٹا تیرے لیے زندگی بھر یہی ہے کہ تو کہتا رہے: (مجھے) نہ چھو، اور بے شک تیرے لیے ایک وعدہ ہے،

الَّذِي ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ۚ لَنُحَرِّقَنَّهُ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهُ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ۙ ﴿٩٧﴾ إِنَّمَا

جس کی غلاف ورزی تجھ سے ہرگز نہیں کی جائے گی۔ اور تو اپنے معبود کی طرف دیکھ جس پر تو مجاور بنا رہا، البتہ ہم اسے ضرور جلادیں گے، پھر بھینٹا

إِلَهُكُمْ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۙ ﴿٩٨﴾

(اس کی راہ) اڑا کر سمندر میں بکھیر دیں گے ﴿٩٧﴾ بس تمہارا معبود تو اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس نے ہر چیز کو اپنے علم سے گھیر رکھا ہے ﴿٩٨﴾

موسیٰ و ہارون علیہ السلام کی گفتگو: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جب اپنی قوم کے پاس کوہ طور سے واپس آئے اور

انھوں نے دیکھا کہ ان کی قوم کس قدر سنگین جرم میں مبتلا ہو چکی ہے تو وہ غم و غصے سے بھر گئے اور انھوں نے ان الہی تختیوں کو

پھینک دیا جو ان کے ہاتھ میں تھیں اور اپنے بھائی کے سر کے بالوں سے پکڑ کر کھینچنا شروع کر دیا، اس واقعے کو تفصیل کے ساتھ

قبل ازیں سورہ اعراف میں بیان کیا جا چکا ہے۔ ﴿١﴾ اور وہاں ہم نے یہ حدیث بھی بیان کی ہے: [لَيْسَ الْخَبْرُ كَالْمُعَايَنَةِ]

”سنی سنائی بات دیکھی ہوئی چیز کی طرح نہیں ہو سکتی۔“ ﴿٢﴾ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو ملامت کرتے ہوئے کہا:

”مَا مَنَعَكَ إِذْ رَأَيْتَهُمْ ضَلُّوا ۙ أَلا تَتَّبِعُهُمْ ۚ“ ﴿٣﴾ جب تم نے ان کو دیکھا تھا کہ گمراہ ہو گئے ہیں تو تم کو کس چیز نے روکا کہ

میری پیروی نہ کرو۔“ یعنی جیسے ہی یہ واقعہ رونما ہوا تھا تم فوراً آ کر مجھے بتا دیتے، ﴿٤﴾ اَفَعَصَيْتَ أَمْرِي ۙ ﴿٥﴾ ”تو بھلا تم نے

میرے حکم کے خلاف کیا؟“

موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کو یہ حکم دیا تھا: ﴿٦﴾ اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي وَأَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ ۚ ﴿٧﴾ (الأعراف

142:7) ”میرے (کوہ طور پر جانے کے) بعد تم میری قوم میں میرے جانشین ہو اور (ان کی) اصلاح کرتے رہنا اور شریروں کے

رستے پر نہ چلنا۔“ ﴿٨﴾ قَالَ يَبْنَؤُمْ ﴿٩﴾ ”کہنے لگے: اے میری ماں جانے!“ ہارون علیہ السلام نے ماں کا ذکر کر کے موسیٰ علیہ السلام کو نرم

کرنا چاہا تھا، حالانکہ وہ ان کے حقیقی بھائی تھے کیونکہ ماں کا ذکر انھیں زیادہ نرم کرنے اور محبت و شفقت کرنے کا سبب تھا،

اسی لیے انھوں نے کہا: ﴿١٠﴾ يَبْنَؤُمْ لَا تَأْخُذْ بِخَبْرِي وَلَا يَرَأِي ۙ ﴿١١﴾ ”اے میری ماں جانے! میری ڈاڑھی اور سر (کے بالوں) کو

نہ پکڑیے۔“ ہارون علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے بیان کیا کہ ان کے پیچھے رہ جانے کا یہ عذر تھا اور اس وجہ سے انھوں نے

موسیٰ علیہ السلام کو آ کر اس سنگین واقعے کے بارے میں خبر نہ دی، انھوں نے کہا: ﴿١٢﴾ إِنِّي خَشِيتُ ﴿١٣﴾ ”بلاشبہ میں تو (اس سے) ڈرا“

کہ اگر میں نے آپ کے پیچھے آ کر آپ کو اس واقعے کے بارے میں بتایا تو کہیں آپ یہ نہ کہنے لگیں کہ آپ نے انھیں اکیلا کیوں چھوڑا اور ان میں تفرقہ کیوں ڈال دیا: ﴿وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِي﴾ اور میری بات کو ملحوظ نہ رکھا، یعنی میں نے تمہیں اپنا نائب بناتے وقت جو حکم دیا تھا تم نے اسے ملحوظ کیوں نہ رکھا؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے مطیع و فرماں بردار تھے۔^①

تفسیر آیات: 95-98

سامری نے پھڑا کس طرح بنایا تھا؟ موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے پوچھا: تم نے یہ حرکت کیوں کی؟ تمہیں کیا ہوا کہ تم نے یہ کام کیا۔ محمد بن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ سامری اہل ”باجڑ ما“ میں سے تھا اور اس کا تعلق ایک ایسی قوم سے تھا جو گائے کی پجاری تھی، اس وجہ سے گائے کی محبت اس کے دل میں رچی بسی ہوئی تھی، اس نے بنی اسرائیل کے ساتھ ظاہری طور پر اسلام قبول کر لیا تھا، اس کا نام موسیٰ بن ظفر تھا۔^② قنادہ کا قول ہے کہ یہ ”سامرا“ نامی ایک بستی کا رہنے والا تھا۔^③ ﴿قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهِ﴾ اس نے کہا: میں نے ایسی چیز دیکھی جو اوروں نے نہیں دیکھی تھی، یعنی میں نے جبریل علیہ السلام کو اس وقت دیکھا جب وہ فرعون کو ہلاک کرنے کے لیے آئے تھے۔ ﴿فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ﴾ ”تو میں نے فرشتے کے نقش پا سے (مٹی کی) ایک مٹھی بھری۔“ یعنی ان کے گھوڑے کے پاؤں کے نشانات سے جیسا کہ بہت سے یا اکثر مفسرین کے ہاں یہی بات مشہور ہے۔

مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ میں نے جبریل کے گھوڑے کے پاؤں کے نیچے سے مٹی کی ایک مٹھی بھری۔ انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ﴿قَبْضَةً﴾ مٹھی بھر کو کہتے ہیں، نیز انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ سامری کے ہاتھ میں جو مٹی کی مٹھی تھی وہ اس نے بنی اسرائیل کے زیورات پر ڈال دی تو اس سے ایک پھڑا بن گیا اور اس کے قالب سے گائے کی سی آواز نکل رہی تھی اور یہ آواز اس میں ہوا کے داخل اور خارج ہونے کی وجہ سے پیدا ہو رہی تھی۔^④ اس لیے اس نے کہا کہ ﴿فَنَبَذْتُهَا﴾ ”پھر میں نے اس کو (پھڑے کے قالب میں) ڈال دیا۔“ دوسرے لوگوں کے ساتھ میں نے بھی اسے ڈال دیا۔ ﴿وَكَذَلِكَ سَوَّلْتُ لِي نَفْسِي﴾ ”اور اسی طرح میرے لیے میرے جی نے (اس کام کو) مزین کیا۔“ یعنی میرے جی نے اسے اچھا اور خوش کن کر کے میرے سامنے پیش کیا۔

سامری کی سزا اور پھڑے کو جلانا: ﴿قَالَ قاذِبٌ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيَوةِ أَنْ تَقُولَ لَا مِسَاسَ﴾ ”اس (موسیٰ) نے کہا: تو، جاتھ کو (دنیا کی) زندگی میں یہ (سزا) ہے کہ کہتا رہے: (مجھ کو) نہ چھونا۔“ یعنی جیسے تو نے فرشتے کے نقش پا سے وہ چیز پکڑ کر ہاتھ میں لے لی جو تجھے نہیں لینا چاہیے تھی، ایسے ہی مکافات عمل کے طور پر دنیا میں تیری سزا یہ ہے کہ تو کہتا پھرے گا: ﴿لَا مِسَاسَ﴾

① تفسیر الطبری: 252/16. ② تاریخ الطبری، ذکر نسب موسیٰ بن عمران وأخبارہ..... 299، 298/1. ③ تفسیر

الطبری: 256/16. ④ تفسیر الطبری: 255/16 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2433/7.

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ آتَيْنَاكَ مِنْ لَدُنَّا ذِكْرًا ۖ ﴿٩٩﴾ مَنْ اَعْرَضَ

اسی طرح ہم آپ کو وہ احوال سناتے ہیں جو (پہلے) گزر چکے، اور یقیناً ہم نے آپ کو اپنے پاس سے ذکر (قرآن) دیا ﴿99﴾ جس نے اس سے اعراض

عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْضِلُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وِزْرًا ۖ ﴿١٠٠﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۖ وَسَاءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ حِمْلًا ۖ ﴿١٠١﴾

کیا تو یقیناً وہ یوم قیامت ایک بوجھ اٹھائے ہوئے ہوگا ﴿100﴾ وہ اس (تکلیف) میں ہمیشہ رہیں گے اور یوم قیامت ان کے لیے بوجھ اٹھانا برا ہوگا ﴿101﴾

”نہ چھوٹا۔“ یعنی نہ تو لوگوں کو ہاتھ لگائے گا اور نہ وہ تجھے ہاتھ لگائیں گے۔ ﴿وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا﴾ ”اور بے شک تیرے لیے ایک (اور) وعدہ ہے۔“ جس کا تعلق قیامت کے دن کے عذاب سے ہے، ﴿لَنْ تُخْلَفَهُ﴾ ”جو تجھ سے ٹل نہ سکے گا۔“ اور جس سے کوئی مفر نہ ہوگا۔ قنادہ کہتے ہیں کہ ﴿أَنْ تَقُولَ لَا مِسَاسَ﴾ یہ ان کے لیے سزا تھی اور سامری کے پیروکار آج بھی یہ کہتے ہیں کہ ہمیں ہاتھ نہ لگانا۔ ﴿١١﴾

فرمان الہی: ﴿وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهُ﴾ کے بارے میں حسن، قنادہ اور ابو نعیم کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تیرے لیے ایک اور وعدہ ہے جس سے تو کہیں چھپ نہیں سکے گا۔ ﴿١٢﴾ اور فرمایا: ﴿وَأَنْظِرْ إِلَى الْهَلَاكِ الدِّمِي طَلَّتْ عَلَيْهِ عَاقِبَةُ﴾ ”اور جس معبود کا تو مجاور تھا، اس کو دکھ۔“ یعنی جس بچھڑے کی تو عبادت کرتا رہا اسے ہم جلا دیں گے۔

فرمان الہی ہے: ﴿إِنَّمَا إِلَهُمُ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلُّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ ”صرف اور صرف تمہارا معبود اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔“ موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں سے فرمایا کہ یہ بچھڑا تمہارا معبود نہیں ہے بلکہ تمہارا معبود تو وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس کے سوا کوئی اور مستحق عبادت نہیں ہے، ہر چیز اس کی محتاج اور غلام ہے۔ فرمان الہی: ﴿وَسِعَ كُلُّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ میں علمائے تہذیب کی وجہ سے حالت نصب میں ہے، یعنی وہ ہر چیز کا عالم ہے۔ ﴿أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ (الطلاق 65:12) ”اللہ اپنے علم سے ہر چیز پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَأَخْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا﴾ (الجن 72:28) ”اور اس نے ہر ایک چیز گن رکھی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ﴾ (سبا 34:3) ”ذره بھر چیز بھی اس سے پوشیدہ نہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتٍ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ﴾ (الأنعام 6:59) ”اور کوئی پتہ نہیں جھڑتا مگر وہ اس کو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی ہری یا سوکھی چیز نہیں ہے مگر واضح کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ﴾ (ہود 11:6) ”اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق اللہ کے ذمے ہے وہ جہاں رہتا ہے اسے بھی جانتا ہے اور جہاں سونپا جاتا ہے اسے بھی، یہ سب کچھ واضح کتاب میں (لکھا ہوا) ہے۔“

يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِينَ يَوْمِيذٍ زُرْقًا ۚ يَتَخَفَتُونَ بَيْنَهُمْ

جس دن صور میں پھونکا جائے گا، اور ہم اس دن مجرم اکٹھے کریں گے اس حال میں کہ نیلی آنکھوں والے ہوں گے ﴿102﴾ وہ باہم چپکے چپکے کہتے

إِنْ لَّبِثْتُمْ إِلَّا عَشْرًا ۚ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ إِذْ يَقُولُ أَمْثَلُهُمْ طَرِيقَةً إِنْ

ہوں گے: تم (دنیا میں) نہیں ٹھہرے مگر صرف دس دن ﴿103﴾ ہم کو خوب معلوم ہے جو وہ کہیں گے، جبکہ ان میں بہترین رائے والا کہے گا: تم تو

لَبِثْتُمْ إِلَّا يَوْمًا ۚ

صرف ایک دن ٹھہرے تھے ﴿104﴾

قرآن اللہ کا ذکر ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ جیسے ہم نے آپ کو موسیٰ علیہ السلام کا فرعون اور اس کے لشکروں کے ساتھ واقعہ واضح طور پر بلا کم و کاست سنایا ہے اسی طرح گزشتہ قوموں کے حالات و واقعات بھی ہم آپ کو بلا کم و کاست سناتے ہیں، ﴿وَقَدْ آتَيْنَاكَ مِنْ لَدُنَّا ذِكْرًا ۖ﴾ ”اور تحقیق ہم نے آپ کو اپنے پاس سے نصیحت (کی کتاب) عطا فرمائی ہے۔“ کتاب نصیحت سے مراد ایسا قرآن عظیم ہے کہ ﴿لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ط تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَبِيدٍ﴾ (ختم السجدة 42:41) ”اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے (اور) دانا (اور) خوبیوں والے (اللہ) کی اتاری ہوئی ہے۔“

یہ ایسی کتاب ہے کہ سید الاولین والآخرین، خاتم الانبیاء والمرسلین حضرت محمد ﷺ سے پہلے جس قدر بھی انبیائے کرام دنیا میں تشریف لائے، ان میں سے کسی نبی کو بھی ایسی کتاب نہیں دی گئی تھی۔ نہ ہی کوئی ایسی کتاب دی گئی جو اس سے زیادہ کامل اور ماضی و مستقبل کے حالات کی زیادہ جامع ہو اور جس میں روز قیامت لوگوں کے فیصلوں کی تفصیل کو بیان کیا گیا ہو، اسی لیے فرمایا: ﴿مَنْ أَعْرَضَ عَنْهُ﴾ ”جو شخص اس سے اعراض کرے گا۔“ یعنی جو شخص اس کی تکذیب کرے گا اور اس کے اوامرو نواہی کی اتباع سے اعراض کرے گا اور اس کے بجائے ہدایت کو کسی اور جگہ سے تلاش کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کر کے جہنم رسید کر دے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿مَنْ أَعْرَضَ عَنْهُ فَإِنَّهُ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وِزْرًا ۖ﴾ ”جو شخص اس سے اعراض کرے گا تو یقیناً وہ قیامت کے دن (گناہ کا) بوجھ اٹھائے گا۔“ وزر کے معنی گناہ ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ قَالَتِ الْأَرْبَعُ ؕ﴾ (ہود: 11) ”اور جو کوئی فرقوں میں سے اس کا منکر ہو تو اس کا ٹھکانا آگ ہے۔“ یہ حکم عام ہے اور عرب و عجم اور اہل کتاب و غیر اہل کتاب ہر اس شخص کے لیے ہے جس تک قرآن پہنچ جائے جیسا کہ فرمایا: ﴿لَا تَنْزِيلُ لَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ ط﴾ (الأنعام: 19) ”تا کہ اس کے ذریعے سے تم کو اور جس شخص تک وہ پہنچ سکے آگاہ کر دوں۔“

ہر شخص جس تک قرآن پہنچ جائے تو قرآن اس کے لیے نذیر اور داعی ہے جو اس کی اتباع کرے گا ہدایت پالے گا اور جو اس کی مخالفت کرے گا اور اس سے منہ موڑے گا تو وہ بد بخت دنیا میں گمراہ ہوگا اور قیامت کے دن اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا، اسی لیے فرمایا: ﴿مَنْ أَعْرَضَ عَنْهُ فَإِنَّهُ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وِزْرًا ۖ﴾ ”جو شخص اس سے اعراض کرے گا وہ

قیامت کے دن (گناہ کا) بوجھ اٹھائے گا (ایسے لوگ) ہمیشہ اس (عذاب) میں (بتلا) رہیں گے۔“ اور اس سے کبھی نجات اور خلاصی حاصل نہیں کر سکیں گے، ﴿وَسَاءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ حِمْلًا﴾ اور یہ بوجھ قیامت کے روز ان کے لیے برا ہوگا۔“ یعنی ان کا بوجھ بدترین بوجھ ہوگا۔

تفسیر آیات: 104-102

صور میں پھونکا جانا اور قیامت کا دن: حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے صور کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: [قَرْنٌ يُّنْفَخُ فِيهِ] ”یہ ایک سینک ہے جس میں پھونکا جائے گا۔“^① اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث صور میں ہے کہ [إِنَّهُ قَرْنٌ عَظِيمٌ، الدَّائِرَةُ مِنْهُ بِقَدْرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، يُّنْفَخُ فِيهِ إِسْرَافِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ] ”یہ ایک بہت بڑا سینک ہوگا جس کا دائرہ آسمانوں اور زمین کے بقدر ہوگا اور اس میں اسرافیل علیہ السلام پھونکیں گے۔“^② حدیث میں ہے کہ [كَيْفَ أَنْعَمَ وَقَدْ التَّقَمَ صَاحِبُ الْقَرْنِ الْقَرْنَ وَحَنِ جَبْهَتَهُ، وَأَصْعَى سَمْعَهُ يَنْتَظِرُ أَنْ يُؤْمَرَ أَنْ يَنْفَخَ فَيَنْفَخُ] ”میں کیسے مطمئن ہو جاؤں جبکہ سینک پر مقرر فرشتے نے سینک کو منہ میں لے لیا ہے، اپنی پیشانی کو جھکا دیا ہے اور کان لگا لیے ہیں اور اس انتظار میں ہے کہ اسے صور میں پھونکنے کا کب اذن ملے اور وہ اس میں پھونکے۔“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اس حال میں ہم کیا کہیں؟ آپ نے فرمایا: [قُولُوا: حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ، عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا] ”کہو: ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے، اللہ ہی پر ہم نے بھروسہ کیا۔“^③

فرمان الہی ہے: ﴿وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا﴾ ”ہم گناہ گاروں کو اس دن اس حال میں اکٹھا کریں گے کہ (ان کی آنکھیں) نیلی نیلی ہوں گی۔“ یعنی شدید ہولناکی کی وجہ سے ان کی آنکھیں نیلی ہو جائیں گی۔ ﴿يَتَخَفَتُونَ بَيْنَهُمْ﴾ ”(تو) وہ آپس میں سرگوشیاں کریں گے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ آپس میں سرگوشیاں کریں گے۔^④ ایک دوسرے سے کہیں گے: ﴿إِنْ لَيْتُمْ إِلَّا عَشْرًا﴾ ”تم (دنیا میں) صرف دس دن رہے ہو۔“ یعنی دنیا میں تمہارے قیام کی مدت دس دن کے قریب تھی، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ﴾ ”جو باتیں یہ کریں گے ہم خوب جانتے ہیں۔“ یعنی ہم ان کی آپس کی سرگوشیوں کو خوب جانتے ہوں گے۔

﴿إِذْ يَقُولُ امْتَلَهُمْ طَرِيقَةٌ﴾ ”اس وقت ان میں سب سے اچھے طریقے والا (عادل و ہوش مند) کہے گا۔“ یعنی ان میں جو عادل کامل ہوگا وہ یہ کہے گا: ﴿إِنْ لَيْتُمْ إِلَّا يَوْمًا﴾ ”(نہیں بلکہ) تم تو صرف ایک ہی روز ٹھہرے ہو۔“ کیونکہ آخرت کے دن انھیں دنیا کی مدت بہت ہی کم معلوم ہوگی کیونکہ ساری دنیا، خواہ اس کے اوقات مکرر ہوں اور دن راتیں اور دنیا کی

① جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الزمر، حدیث: 3244 عن عبد الله بن عمرو ؓ. ② ان الفاظ سے

یہ روایت ہمیں نہیں ملی، البتہ بالفاظ دیگر دیکھیے الأحادیث الطوال للطبرانی، حدیث الصور: 48 و کتاب العظيمة لأبي الشيخ الأصفهانی: 822، 82، 13/ حدیث: 386 مگر یہ روایت ضعیف ہے۔ ③ جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة

الزمر، حدیث: 3243. ④ تفسیر الطبری: 261/16.

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا ۖ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝۱۰۵

اور وہ آپ سے پہاڑوں کی بابت سوال کرتے ہیں، پس آپ کہہ دیجیے: میرا رب انہیں اڑا کر بکھیر دے گا ۝۱۰۵ پھر وہ اس (زمین) کو چٹیل میدان

لَا تَرَى فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا ۝۱۰۷ يَوْمَئِذٍ يَتَّبِعُونَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهُ ۖ وَخَشَعَتِ

(بنا) چھوڑے گا ۝۱۰۶ آپ اس میں نہ کوئی کجی دیکھیں گے اور نہ ابھری جگہ ۝۱۰۷ اس دن سب لوگ پکارنے والے کے پیچھے چلیں گے، اس (کی اجازت)

الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا ۝۱۰۸

سے کوئی کجی نہیں ہوگی اور سب آوازیں رحمن کے سامنے پست ہو جائیں گی، پھر آپ آہٹ (اور خفی آواز) کے سوا کچھ نہ سنیں گے ۝۱۰۸

ساتتیس دو گنا ہو جائیں، تب بھی آخرت میں یوں محسوس ہوں گی، گویا وہ ایک دن ہے، اس وجہ سے کافر قیامت کے دن دنیا کی زندگی کی مدت کو بہت کم سمجھیں گے اور اس سے ان کی غرض یہ ہوگی کہ دنیا کی مدت کی کمی کی وجہ سے اپنے خلاف دلیل کو رد کر سکیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ مَا لِنُؤَاغِبَهُمْ غَيْرَ سَاعَةٍ ط كَذَلِكِ كَانُوا يُؤْفَكُونَ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْبَعْثِ فَهَذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلَكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝﴾ (الروم: 56, 55: 30) ”اور جس روز قیامت برپا ہوگی گناہ گار قسمیں اٹھائیں گے کہ وہ (دنیا میں) ایک گھڑی سے زیادہ نہیں رہے تھے، اسی طرح وہ (رستے سے) الٹے جاتے تھے اور جن لوگوں کو علم اور ایمان دیا گیا تھا وہ کہیں گے کہ اللہ کی کتاب کے مطابق تم قیامت تک رہے ہو اور یہ قیامت ہی کا دن ہے لیکن تم نہیں جانتے تھے۔“ پھر فرمایا: ﴿أَوَلَمْ نَعْبَدِكُمْ مَا يَنْتَدِيٰ كُفْرًا فِيهِ مَنْ تَدَّكَّرَ وَجَاءَكُمُ الذِّكْرُ ط.....﴾ (الآیۃ فاطر 35: 37) ”کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس میں کوئی نصیحت حاصل کرنا چاہتا تو وہ نصیحت حاصل کر سکتا تھا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا!.....“ اور فرمایا: ﴿كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ ۝ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسَلِّ الْعَادِينَ ۝ قُلْ إِنْ لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا تَوَّانَكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝﴾ (المؤمنون 23: 112-114) ”تم زمین میں کتنے برس رہے؟ وہ کہیں گے کہ ہم ایک روز یا ایک روز سے بھی کم رہے تھے، پس شمار کرنے والوں سے پوچھ لیجیے۔ (اللہ) فرمائے گا: (وہاں) تم (بہت ہی) کم رہے کاش! تم جانتے ہوتے۔“ یہاں تمہارا دنیا میں رہنا بہت ہی کم تھا، کاش! تم اسے جان لیتے تو باقی رہنے والی آخرت کو ختم ہو جانے والی دنیا پر ترجیح نہ دیتے لیکن تم نے بہت ہی برا طرز عمل اختیار کیا اور حاضر اور فانی کو دائم اور باقی سے مقدم قرار دے دیا تھا۔

تفسیر آیات: 108-105

پہاڑوں کو بکھیر اور زمین کو ہموار کر دیا جائے گا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ ۖ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ ۖ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا ۖ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝۱۰۵﴾ ”پس کہہ دیجیے کہ میرا پروردگار ان کو اکھاڑ پھینکے گا۔“ انہیں ان کی جگہ سے ہٹا دے گا، مٹا دے گا اور انہیں چلا دے گا۔ ﴿فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝۱۰۵﴾ ”پھر زمین کو ہموار میدان کر چھوڑے گا۔“ قاع زمین کے ہموار میدان کو کہتے ہیں اور

يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ۝١٠٩ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ

اس دن سفارش کوئی نفع نہ دے گی مگر صرف اس کی جسے رحمن اجازت دے گا اور اس کی بات پسند کرے گا ۝١٠٩ جو کچھ ان کے آگے اور ان کے

اَیْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا ۝١١٠ وَعَنْتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ ۝ وَقَدْ

پچھے ہے اسے اللہ ہی جانتا ہے، اور وہ (لوگ) اپنے علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے ۝١١٠ اور سب چہرے حئی قیوم (اللہ) کے آگے جھک جائیں

خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ۝١١١ وَمَنْ يَعْصِ مِنَ الصَّالِحِينَ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخْفُ ظُلْمًا

گے، اور یقیناً وہ ناکام ہوا جس نے ظلم (شرک) کا بوجھ اٹھایا ۝١١١ اور جو شخص نیک عمل کرے، جبکہ وہ مومن ہو تو وہ نہ ظلم و زیادتی (بے انصافی) کا خوف

وَلَا هَضْبًا ۝١١٢

کھائے گا اور نہ جتن تلخی کا ۝١١٢

صفصف کے بھی یہی معنی ہیں، اسے تاکید کے لیے لایا گیا ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ صفف اس میدان کو کہتے ہیں جس میں کوئی نباتات نہ ہو لیکن پہلے معنی زیادہ بہتر ہیں، گو دوسرے معنی بھی اسے مستلزم ہیں، اسی لیے فرمایا: لَا تَرَىٰ فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا ۝ ”جس میں نہ تم کجی (اور پستی) دیکھو گے نہ ٹیلا (اور بلندی)۔“ اس دن زمین میں کوئی وادی، ٹیلہ یا کوئی اونچی نیچی جگہ نظر نہ آئے گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، مجاہد، حسن بصری، ضحاک، قتادہ اور کئی ایک ائمہ سلف کا یہی قول ہے۔ ①

لوگ پکارنے والے کی آواز کی طرف دوڑیں گے: يَوْمَئِذٍ يَتَّبِعُونَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهُ ۝ ”اس روز سب لوگ پکارنے والے کے پیچھے چلیں گے اس کے لیے کوئی کجی نہ ہوگی۔“ یعنی اس دن جب وہ یہ ہولناک حالات دیکھیں گے تو پکارنے والے کی آواز پر فوراً البیک کہیں گے اور جہاں بھی انھیں حکم دیا جائے گا فوراً اپکیں گے، اگر دنیا میں یہ سماع و طاعت ہوتی تو اس سے انھیں فائدہ حاصل ہوتا مگر آج انھیں اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا جیسا کہ فرمایا: أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصُرْ يَوْمَ يَأْتُونَنَا ۝ (مریم: 38) ”وہ جس دن ہمارے سامنے آئیں گے تو کیسے سننے والے اور کیسے دیکھنے والے ہوں گے!“ اور فرمایا: مُهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ ط ۝ (القمر: 54) ”بلانے والے کی طرف دوڑتے جاتے ہوں گے۔“

فرمان الہی ہے: وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَنِ ۝ ”اور رحمن کے سامنے آوازیں پست ہو جائیں گی۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آوازیں خاموش ہو جائیں گی۔ سدی کا بھی یہی قول ہے۔ ② فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا ۝ ”تو تم آہٹ (آواز خفی) کے سوا کچھ نہ سنو گے۔“ سعید بن جبیر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آواز سے مراد قدموں کی آہٹ ہے۔ ③ عکرمہ، مجاہد، ضحاک، ربیع بن انس، قتادہ اور ابن زید وغیرہم رحمہم کا بھی یہی قول ہے۔ ④ علی بن ابوطلمح نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد آواز خفی ہے۔ ⑤ عکرمہ اور ضحاک سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ اس سے مراد آوازوں کی پستی اور قدموں کی آہٹ ہے۔ ⑥

① تفسیر الطبری: 264، 263/16 و تفسیر ابن أبی حاتم: 2435/7. ② تفسیر الطبری: 265/16. ③ تفسیر الطبری:

265/16. ④ تفسیر الطبری: 266، 265/16. ⑤ تفسیر الطبری: 265/16. ⑥ الدر المنثور: 551/4.

شفاعت اور جزا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: **يَوْمَئِذٍ** ”اس روز“ یعنی روز قیامت۔ **لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ** ”(کسی کی) سفارش کچھ فائدہ نہ دے گی۔“ یعنی اس کے ہاں، **إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا** ”مگر اس شخص کی جسے اللہ اجازت دے اور اس کی بات کو پسند فرمائے۔“ جیسا کہ فرمایا: **مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ** ط (البقرة: 255) ”کون ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے۔“ اور فرمایا: **وَكَمْ مِنْ مَّالِكٍ فِي السَّمَوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مَنْ بَعْدَ أَنْ يَأْذِنَ اللَّهُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَرْضَى** ○ (النجم: 26) ”اور آسمانوں میں بہت سے فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی مگر اس وقت کہ اللہ جس کے لیے چاہے اجازت بخشے اور (سفارش) پسند کرے۔“ اور فرمایا: **وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ ارْتَضَى وَهُمْ مِنْ خَشِيَّتِهِ مُشْفِقُونَ** ○ (الانبیاء: 28) ”اور وہ (اس کے پاس کسی کی) سفارش نہیں کر سکتے مگر اس شخص کی جس سے اللہ خوش ہو اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں۔“ اور فرمایا: **وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ** ط (سبا: 23) ”اور اللہ کے ہاں (کسی کے لیے) سفارش فائدہ نہ دے گی مگر اس کے لیے جس کے بارے میں وہ اجازت بخشے۔“ اور فرمایا: **يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا لَا يَتَكَبَّرُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَقَالَ صَوَابًا** ○ (النبأ: 38) ”(جس دن روح (الامین) اور فرشتے صف باندھ کر کھڑے ہوں گے تو کوئی بول نہ سکے گا مگر جس کو (اللہ) رحمن اجازت بخشے اور اس نے بات بھی درست کہی ہو۔“

صحیح بخاری و مسلم میں کئی سندوں سے مروی یہ حدیث ہے کہ سرور کائنات، فخر موجودات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **[أَتَى تَحْتَ الْعَرْشِ وَأَخْبَرُ لِلَّهِ سَاجِدًا، وَيَفْتَحُ عَلَيَّ بِمَحَامِدٍ لَا أُحْصِيهَا الْآنَ]، [فَيَدْعُنِي مَا شَاءَ (اللَّهُ أَنْ يَدْعُنِي) ثُمَّ يَقَالَ: اِرْفَعْ رَأْسَكَ..... وَقُلْ يُسْمِعْ، وَاشْفَعْ تُشْفَعُ..... فَيَحْدِثُنِي حَدًّا فَأَدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ، ثُمَّ أَعُوذُ.....]** ”میں عرش الہی کے نیچے آ کر اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ ریز ہو جاؤں گا، مجھے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے ایسے کلمات القا کیے جائیں گے جنہیں میں اب بیان نہیں کر سکتا، اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے اسی حالت میں رکھے گا، پھر فرمائے گا: محمد (ﷺ)! اپنے سر کو اٹھائیں..... اور کہیں آپ کی بات سنی جائے گی، سفارش کریں آپ کی سفارش قبول کی جائے گی..... پھر اللہ تعالیٰ میرے لیے (سفارش کے مرحلوں کی) حد بندی فرما دے گا تو میں انھیں جنت میں داخل کراؤں گا اور پھر لوٹ آؤں گا.....“ آپ نے چار مرتبہ واپسی کا ذکر فرمایا ہے۔ ① صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَعَلَى سَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ .

① حافظ ابن کثیر کے ذکر کردہ الفاظ کی ترتیب نہیں ملی، البتہ پہلے حصے کے بجائے صحیح البخاری، التوحید، باب کلام الرب تعالیٰ، حدیث: 7510 میں اس طرح **[وَوَلَّيْهُمُنِي مَحَامِدُ أَحْمَدُهُ بِهَا لَا تَحْضُرُنِي الْآنَ..... وَأَجْرُكَ سَاجِدًا.....]** عن أنس ؓ اور تو سین والے الفاظ کتاب السنۃ لابن ابی عاصم، حدیث: 811 عن أبی ہریرۃ ؓ میں ہیں، اسی طرح دوسرا حصہ صحیح البخاری، التفسیر، باب قول اللہ تعالیٰ: **وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا** ط (البقرة: 31)، حدیث: 4476 و صحیح مسلم، الإیمان، باب أدنی أهل الجنة منزلة فيها، حدیث: (322)-193 میں جبکہ تو سین والا جملہ بھی صحیح البخاری، التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: **وَجُودَةُ يَوْمَئِذٍ تَأْخُذُ** ○ (القيمة: 23، 22)، حدیث: 7440 عن أنس ؓ میں ہے۔

حدیث میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: [اُخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ إِيمَانٍ، فَيُخْرِجُوا خَلْقًا كَثِيرًا، ثُمَّ يَقُولُ: اُخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ نِصْفُ مِثْقَالٍ مِّنْ إِيمَانٍ، اُخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مَا يَزِيدُ دَرَّةً، مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ أَذْنَى أَذْنَى مِثْقَالِ ذَرَّةٍ مِّنْ إِيمَانٍ] ”جنہم سے ہر اس شخص کو نکال دو جس کے دل میں ایک دانے کے برابر ایمان ہو تو اس فرمان کے بعد بہت سی مخلوق کو نکال دیا جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جنہم سے ہر اس شخص کو نکال دو جس کے دل میں نصف دانے کے برابر ایمان ہو، جنہم سے ہر اس شخص کو نکال دو جس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہو، جس کے دل میں ادنیٰ سے ادنیٰ سے ادنیٰ ذرے کے برابر بھی ایمان ہو۔“ مکمل حدیث دیکھیے۔^① ارشاد الہی ہے: ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ ”جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے وہ اس کو جانتا ہے۔“ یعنی ساری مخلوقات کا اپنے علم سے احاطہ کیے ہوئے ہے۔ ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا﴾ ”اور وہ (اپنے) علم سے اس (اللہ کے علم) پر احاطہ نہیں کر سکتے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ (البقرة 2: 255) ”اور وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس حاصل نہیں کر سکتے۔ ہاں، جس قدر وہ چاہتا ہے (اسی قدر معلوم کر دیتا ہے۔)“

فرمان الہی ہے: ﴿وَعَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ﴾ ”اور اسی زندہ وقائم کے رو برو منہ نیچے ہو جائیں گے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی ایک ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ تمام مخلوقات اس زبردست زندہ رہنے والے کے سامنے عاجز و انکسار کے ساتھ جھک جائیں گی۔^② ﴿لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ﴾ جو فوٹ نہیں ہوتا، ﴿الْقَيُّومِ﴾ جو ہمیشہ رہنے والا ہے اور کبھی نہیں سوتا۔ وہ ہر چیز پر نگہبان ہے، ہر چیز کی تدبیر و حفاظت فرماتا ہے، وہ اپنی ذات پاک میں کامل ہے، ہر چیز اس کی محتاج ہے اور صرف اسی کے سہارے قائم ہے۔ ظالم نامراد ہوگا: ﴿وَقَدْ خَابَ مَنْ حَصَلَ ظُلْمًا﴾ ”اور جس نے ظلم کا بوجھ اٹھایا وہ نامراد رہا۔“ یعنی قیامت کے دن، اللہ تعالیٰ ہر حق دار کو اس کا حق ادا کر دے گا حتیٰ کہ بغیر سینگوں کے بکری کا بھی سینگوں والی بکری سے بدلہ دلوا دے گا جیسا کہ حدیث میں ہے: [فَيَقُولُ: وَعِزَّتِي وَجَلَالِي! لَا يُحَاوِزُنِي (الْيَوْمَ ظُلْمُ) ظَالِمٍ، فَيُنْصَفُ الْخَلْقُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ، حَتَّىٰ إِنَّهُ لَيُنْصَفُ الشَّاةُ الْحَمَاءُ مِنَ الْعُضْبَاءِ بِنَطْحَةِ نَطْحَهَا] ”اللہ عزوجل فرمائے گا: مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم! آج کسی ظالم کا ظلم مجھ سے گزر نہیں سکے گا (انصاف ہوگا)، پھر وہ لوگوں کو ایک دوسرے سے پورا پورا حق دلوائے گا، یہاں تک کہ بغیر سینگوں والی بکری کا بھی سینگوں والی بکری سے اسے سینگ مارنے کا بدلہ دلوائے گا۔“^③ صحیح حدیث میں ہے:

① جملہ کتب احادیث سے حافظ ابن کثیر کے ذکر کردہ الفاظ کی ترتیب نہیں ملی، البتہ یہ الفاظ دیکھیے صحیح البخاری، الإيمان، باب زيادة الإيمان ونقصانه.....، حدیث: 44 عن أنس رضی اللہ عنہ و 7439 عن أبي سعيد الخدري رضی اللہ عنہ و 7510 عن أنس رضی اللہ عنہ و صحیح مسلم، الإيمان، باب معرفة طريق الرؤية، حدیث: 183 عن أبي سعيد الخدري رضی اللہ عنہ و (326-193) عن أنس رضی اللہ عنہ۔^② تفسیر الطبری: 268/16 والدر المنثور: 552/4۔^③ المعجم الكبير للطبرانی: 95/2، حدیث: 1421 و مجمع الزوائد، البعث، باب ما جاء في القصاص: 353/10، حدیث: 18414 عن ثوبان رضی اللہ عنہا و اوتوسین والے الفاظ مسند الفردوس: 269/5، حدیث: 8153 کے مطابق ہیں، البتہ حدیث ضعیف ہے۔ مزید دیکھیے السلسلة الضعيفة: حدیث: 1401۔

وَكَذَلِكَ أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا وَصَرَّفْنَا فِيهِ مِنَ الْوَعِيدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ

اور اسی طرح ہم نے اس کو عربی قرآن نازل کیا اور ہم نے اس میں پھیر پھیر کر کئی پہلوؤں سے (اپنی) وعید بیان کی تاکہ وہ تقویٰ اپنائیں یا وہ ان

أَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ۝ قَتَلَىٰ اللَّهُ الْمَلِكَ الْحَقَّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ

کے لیے نصیحت پیدا کرے ۝ (۱۱۳) پس ثابت و سچا بادشاہ اللہ بلند و بالا ہے، اور (اے نبی!) آپ قرآن (پڑھنے) میں جلدی نہ کریں قبل اس کے کہ آپ

يُقْضَىٰ إِلَيْكَ وَحْيُهُ ۚ وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا ۝

کی طرف اس کی وحی پوری کی جائے اور کہیے: اے میرے رب! مجھے علم میں زیادہ کر ۝ (۱۱۴)

[إِيَّاكُمْ وَالظُّلْمَ، فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ”ظلم سے بچو، بے شک ظلم قیامت کے دن ظلمتوں کا سبب بن جائے گا۔“ ① وہ شخص مکمل ناکام و نامراد ہوگا جو اللہ تعالیٰ سے ملے اور وہ اس کے ساتھ شرک کرنے والا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (لقمن: 31) ”یقیناً شرک تو بہت بڑا ظلم ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يَعْصِلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخْفُ ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا﴾ ② ”اور جو نیک کام کرے گا اور مومن بھی ہوگا تو اس کو نہ ظلم کا خوف ہوگا اور نہ نقصان کا۔“ اللہ تعالیٰ نے پہلے ظالموں اور ان کی وعید کا ذکر کیا اور اب متقین اور ان کا حال بیان فرمایا ہے کہ ان پر نہ ظلم کیا جائے گا اور نہ انھیں کوئی نقصان پہنچایا جائے گا، یعنی نہ ان کی برائیوں میں اضافہ کیا جائے گا اور نہ ان کی نیکیوں میں کمی کی جائے گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، ضحاک، حسن، قتادہ اور کئی ایک ائمہ تفسیر کا یہی قول ہے۔ ③ ظلم کے معنی زیادتی ہے اور وہ یہ کہ کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ لا دیا جائے اور ہضم کے معنی کمی کے ہیں اور وہ یہ کہ اس کی اپنی نیکیوں کا ثواب کم کر دیا جائے اور یہ دونوں باتیں ہی نہیں ہوں گی۔

تفسیر آیات: 114، 113

قرآن کے نزول کا مقصد: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آخرت کا دن یقیناً آنے والا ہے جس میں اعمال کے مطابق اچھایا برا بدلہ دیا جائے گا تو اس نے لوگوں کی ہدایت کے لیے قرآن مجید کو بشیر و نذیر بنا کر مبین و فصیح عربی زبان میں نازل فرمایا ہے جس میں کوئی ابہام اور کمی نہیں ہے، ﴿وَصَرَّفْنَا فِيهِ مِنَ الْوَعِيدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾ ”اور اس میں ہم نے طرح طرح کے ڈراوے بیان کر دیے ہیں تاکہ لوگ پرہیزگار بنیں۔“ اور گناہوں، حرام امور اور بے حیائی کے کاموں کو ترک کر دیں، ﴿أَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا﴾ ④ ”یا وہ ان کے لیے نصیحت پیدا کر دے۔“ اور انھیں اطاعت بجالانے اور نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔ ﴿قَتَلَىٰ اللَّهُ الْمَلِكَ الْحَقَّ﴾ ”تو اللہ جو سچا بادشاہ ہے عالی قدر ہے۔“ پاک اور مقدس ہے وہ سچا بادشاہ جو خود بھی حق ہے جس کا وعدہ بھی حق ہے جس کی وعید بھی حق ہے جس کے رسول بھی حق ہیں، جنت بھی حق ہے، جہنم بھی حق ہے اور جس کی ہر چیز حق ہے۔ اس ذات پاک کا یہ عدل ہے کہ وہ اس وقت تک کسی کو عذاب نہیں دیتا جب تک وہ رسولوں کو بھیج کر

① صحیح البخاری، المظالم، باب: الظلم ظلمات يوم القيامة، حدیث: 2447 و صحیح مسلم، البر والصلة.....، باب

تحريم الظلم، حدیث: 2578 و مسند أحمد: 106/2 واللفظ له عن ابن عمر ؓ. ② تفسیر الطبری: 271، 270/16.

وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِنْ قَبْلِ فَنَسَىٰ وَلَمْ نُجِدْ لَهُ عَزْمًا ﴿١١٥﴾ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ

اور البتہ ہم نے اس سے پہلے آدم سے عہد لیا تھا تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں عزم صمیم نہ پایا ﴿١١٥﴾ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا: آدم کو سجدہ

اَسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ط اَبٰی ﴿١١٦﴾ فَقُلْنَا يَا آدَمُ إِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ

کرو تو انھوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، اس نے انکار کیا ﴿١١٦﴾ پھر ہم نے کہا: اے آدم! بے شک یہ (ابلیس) تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے،

وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكَ مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰی ﴿١١٧﴾ إِنَّ لَكَ اَلًا تَجُوْعُ فِيْهَا وَلَا

کہیں وہ تم دونوں کو جنت سے نہ نکلوادے کہ تو مشقت میں پڑ جائے ﴿١١٧﴾ بے شک تیرے لیے (یہاں) اہتمام ہے کہ تو اس میں نہ بھوکا رہے گا اور نہ

تَعْرٰی ﴿١١٨﴾ وَاِنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰی ﴿١١٩﴾ فَوَسَّوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ

نگاہ ہوگا ﴿١١٨﴾ اور بے شک تجھے نہ پیاس لگے گی اور نہ تجھے دھوپ لگے گی ﴿١١٩﴾ پھر شیطان نے اس کی طرف وسوسہ ڈالا، اس نے کہا: اے آدم! کیا میں

يَاۡدُمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلَىٰ شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبۡلٰی ﴿١٢٠﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتۡ لَہُمَا

تجھے سدا جینے کا درخت اور باوشاہی نہ ہٹاؤں جو پرانی نہ ہو؟ ﴿١٢٠﴾ چنانچہ ان دونوں نے اس میں سے (پھل) کھایا تو ان کی شرمگاہیں ان پر ظاہر

سَوَاتِہُمَا وَطَفَفَا يَخۡصِفٰنِ عَلَیْہِمَا مِنْ وَّرَیۡقِ الْجَنَّةِ ز وَعَصٰی آدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی ﴿١٢١﴾

ہو گئیں، اور وہ دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے چکانے لگے، اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو وہ بھگ گیا ﴿١٢١﴾ پھر اے اس کے رب نے

ثُمَّ اجۡتَبٰہُ رَبُّہٗ فَتَابَ عَلَیْہِ وَهَدٰی ﴿١٢٢﴾

برگزیدہ کیا، تو اس کی توبہ قبول کی اور (اسے) ہدایت دی ﴿١٢٢﴾

ڈرانہ دے اور مخلوق پر رحمت تمام نہ کر دے تاکہ کسی کے پاس کوئی حجت اور شبہ باقی نہ رہے۔

نزول قرآن کے وقت اسے پڑھنے میں جلدی نہ کریں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ

يُنۡقِضَیۡ اِلَیۡكَ وَحِیُّہٗ ذٰلَہٗ﴾ ”اور قرآن کی جو آپ کی طرف وحی بھیجی جاتی ہے اس کے پورا ہونے سے پہلے قرآن کے (پڑھنے

کے) لیے جلدی نہ کیا کریں۔“ اسی طرح سورہ قیامہ میں بھی فرمایا ہے: ﴿لَا تُحٰرِکُ بِہٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِہٖ ۙ اِنَّ عَلَیۡنَا جَمْعَہٗ

وَقُرْآنَہٗ ۙ فَاِذَا قَرَأَہٗ فَاتَّبِعْ قُرْآنَہٗ ۙ ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا بَیِّنَاتٌ ۙ﴾ (القیمة: 75-16-19) ”اور (اے محمد!) وحی کے پڑھنے

کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کریں کہ اس کو جلد یاد کر لیں، اس کا جمع کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمے ہے جب ہم وحی پڑھا

کریں تو آپ (اس کو سنا کریں اور) پھر اسی طرح پڑھا کریں، پھر اس (کے معانی) کا بیان بھی ہمارے ہی ذمے ہے۔“

صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ وحی کی وجہ سے شدت محسوس فرمایا کرتے تھے اور آپ

اسے جلد جلد پڑھنے کے لیے زبان (اور ہونٹوں) کو حرکت دیتے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان آیات: ﴿لَا تُحٰرِکُ بِہٖ لِسَانَکَ﴾

(القیمة: 75: 16) کو نازل فرمایا۔^① یعنی جبریل علیہ السلام جب آپ کے پاس وحی لے کر آتے اور جوں ہی جبریل ایک آیت پڑھتے

① صحیح البخاری، بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی؟ حدیث: 5 و 4929 و صحیح مسلم، الصلاة، باب

الاستماع للقراءة، حدیث: 448.

تو قرآن مجید کو جلد حفظ کر لینے کے شدید شوق کی وجہ سے آپ بھی اسے جلد جلد پڑھنے لگ جاتے تو اللہ تعالیٰ نے بہت ہی آسان اور سہل کام کی طرف آپ کی رہنمائی فرمادی تاکہ نزول قرآن مجید کی وجہ سے آپ مشقت میں مبتلا نہ ہوں، فرمایا: ﴿لَا تُحِزُّكَ بِهِ لِسَانُكَ لِيَتَعَجَّلَ بِهِ﴾ ① ﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ﴾ ② (القیصۃ: 75، 16، 17) ”اور (اے محمد! ﷺ) وحی کے پڑھنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کریں کہ اس کو جلد یاد کر لیں، اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمے ہے۔“ یعنی یہ ہمارے ذمے ہے کہ اس قرآن کو ہم آپ کے سینے میں جمع کر دیں اور پھر آپ اسے لوگوں کو پڑھ کر سنائیں اور اس میں سے کچھ بھی نہ بھولیں۔ ﴿فَإِذَا قَرَأَهُ فَأَنشَأْهُ قُرْآنَهُ﴾ ③ ﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾ ④ (القیصۃ: 75، 18، 19) ”چنانچہ جب ہم وحی پڑھا کریں تو آپ (اس کو سنا کریں اور) پھر اس طرح پڑھا کریں، پھر اس (کے معانی) کا بیان بھی ہمارے ذمے ہے۔“

اور اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَىٰ إِلَيْكَ وَحْيُهُ﴾ ⑤ ”اور قرآن کی وحی جو آپ کی طرف بھیجی جاتی ہے اس کے پورا ہونے سے پہلے قرآن کے (پڑھنے کے) لیے جلدی نہ کیا کریں۔“ بلکہ خاموشی سے جبریل کی تلاوت کو سنا کریں اور جب جبریل تلاوت سے فارغ ہو جائیں تو پھر ان کے بعد آپ پڑھیں: ﴿وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ ⑥ ”اور کہیے کہ میرے پروردگار! مجھے اور زیادہ علم دے۔“ یعنی مجھے اپنے پاس سے اور زیادہ علم عطا فرما۔ ابن عیینہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ تاحیات آپ ﷺ کے علم میں اضافہ ہوتا رہا۔

تفسیر آیات: 115-122

قصہ آدم والیسیس: امام ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ انسان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس سے عہد لیا گیا تھا مگر یہ اسے بھول گیا۔ علی بن ابی طلحہ نے بھی آپ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ ① مجاہد اور حسن کہتے ہیں: اس لیے کہ اس نے عہد کو ترک کر دیا تھا۔ ② ﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ﴾ ③ ”اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو۔“ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی توقیر و تکریم اور اپنی بہت سی مخلوقات پر انھیں جو جو فضیلت دی، اس کا ذکر فرمایا ہے۔ قصہ آدم والیسیس قبل ازیں سورہ بقرہ، سورہ اعراف، سورہ حجر اور سورہ کہف میں بیان ہو چکا ہے، نیز آگے سورہ ص کے آخر میں بھی اس کا ذکر آئے گا۔ ④ یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اس نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ توقیر و تکریم کے طور پر ان کے آگے سجدہ کریں، نیز اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ الیسیس کی آدم و اولاد آدم سے عداوت زمانہ قدیم ہی سے چلی آرہی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَى﴾ ⑤ ﴿فَقُلْنَا يَا آدَمُ إِنَّ هَذَا عَدُوُّكَ﴾ ⑥ ﴿وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكَ مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقَى﴾ ⑦ ”تو سب سجدے میں گر پڑے مگر الیسیس نے انکار کیا، ہم نے فرمایا کہ آدم! یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے، پس یہ کہیں تم دونوں کو بہشت سے نکلوانہ دے اور تم تکلیف میں پڑ جاؤ۔“

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2437/7 و تفسیر الطبری: 274/16. ② تفسیر الطبری: 273/16 و تفسیر ابن ابی حاتم:

2437/7. ③ دیکھیے البقرہ: 2-38 والأعراف: 117-25 والحجر: 28-44 والكهف: 18-50 و ص: 7138-85.

حضرت آدم علیہ السلام کی بیوی کا نام ڈا تھا۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ ابلیس سے بچو کہیں وہ کوشش کر کے تمہیں جنت سے نہ نکلوا دے ورنہ تم طلب رزق کے لیے محنت و مشقت میں پڑ جاؤ گے بلکہ یہاں جنت میں تمہیں بغیر کسی گھٹت و مُشَقَّت کے عیش و آرام کی زندگی میسر ہے، ﴿إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ﴾ ”بے شک یہاں تم کو یہ (آسائش) ہے کہ نہ بھوکے رہو نہ ننگے۔“

یہاں بھوک اور ننگ کو ملا کر بیان کیا گیا ہے کیونکہ بھوک باطن کی ذلت ہے جبکہ ننگ ظاہر کی ذلت ہے، ﴿وَأَنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَصْحَىٰ﴾ ”اور یہ کہ نہ تم یہاں پیاسے رہو اور نہ دھوپ لگے۔“ یہ دونوں چیزیں بھی ایک دوسرے کے مقابل کی ہیں کہ پیاس باطن کی گرمی ہے اور دھوپ ظاہر کی گرمی ہے۔

ارشاد الہی ہے: ﴿قَوَّسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ يَادُمُ هَلْ أَذْلَكَ عَلَىٰ شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكُ لَكَ يَبَلُ﴾ ”تو شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا اور کہا کہ آدم بھلا میں تم کو (ایسا) درخت بتاؤں (جو) ہمیشہ کی زندگی کا (ثمرہ دے) اور (ابلیس) بادشاہت کہ کبھی زائل نہ ہو۔“ قبل ازیں یہ بیان ہو چکا ہے کہ شیطان مردود نے دھوکا دے کر ان کو معصیت کی طرف کھینچ ہی لیا۔ ﴿وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَنَاصِحٌ﴾ (الأعراف 21:7) ”اور اس نے ان سے قسمیں کھا کھا کر کہا کہ میں تو تمہارا خیر خواہ ہوں۔“ قبل ازیں یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا علیہما السلام سے یہ فرمایا تھا کہ وہ جنت کے تمام پھلوں کو کھائیں مگر جنت کے ایک معین درخت کے قریب نہ جائیں لیکن ابلیس دونوں کو مسلسل بہکا تا رہا حتیٰ کہ انھوں نے اس درخت کے پھل کو کھا لیا اور یہ شجر خلد تھا، یعنی وہ درخت کہ جس کا پھل کھانے والا خلد اور دوام حاصل کر لیتا ہے۔ حدیث میں بھی شجر خلد کا ذکر آیا ہے۔ امام ابو داؤد و طیالسی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ فِي الْحَنَةِ شَجَرَةً يَسِيرُ الرَّكْبُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ مَا يَقْطَعُهَا، وَهِيَ شَجَرَةُ الْخُلْدِ] ”جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ سوار اگر سو سال تک بھی اس کے سائے میں چلتا رہے تو وہ کبھی ختم نہ ہو اور یہ شجر خلد ہے۔“ اسے امام احمد نے بھی بیان کیا ہے۔^②

ارشاد الہی ہے: ﴿فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوَاتُهُمَا﴾ ”تو دونوں نے اس درخت کا پھل کھا لیا تو ان پر ان کی شرم گاہیں ظاہر ہو گئیں۔“ ابن ابوحاتم نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ رَجُلًا طَوَالًا كَثِيرَ شَعْرِ الرَّأْسِ كَأَنَّهُ نَخْلَةٌ سَحُوقٌ، فَلَمَّا ذَاقَ الشَّجَرَةَ سَقَطَ عَنْهُ لِبَاسُهُ، فَأَوَّلُ مَا بَدَا مِنْهُ عَوْرَتُهُ، فَلَمَّا نَظَرَ إِلَىٰ عَوْرَتِهِ جَعَلَ يَشْتَدُّ فِي الْحَنَةِ فَأَخَذَتْ شَعْرَهُ شَجَرَةً

① مسند أبی داود الطیالسی بتحقیق الدكتور محمد بن عبد المحسن الترمذی: 279، 278/4، حدیث: 2670.

مسند أحمد: 455/2 حدیث کے آخری الفاظ: [وہی شجرة الخلد] صحیح نہیں ہیں، ان کو ابوحاکم روایت کرنے میں متقدم ہیں اور وہ مجہول راوی ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم.

فَنَازَعَهَا، فَنَادَاهُ الرَّحْمَنُ: يَا آدَمُ! مَنِي تَفِرُّ؟ فَلَمَّا سَمِعَ كَلَامَ الرَّحْمَنِ، قَالَ: يَا رَبِّ! لَا، وَلَكِنْ اسْتَحْيَاءٌ، أَرَأَيْتَ! إِنْ تُبْتُ وَرَجَعْتُ، أَعَايِدُ إِلَى الْجَنَّةِ؟ قَالَ: نَعَمْ]

”آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح پیدا فرمایا کہ وہ طویل قد کے آدمی تھے، ان کے سر کے بال گھنے تھے گویا وہ بلند کھجور ہیں، جب انھوں نے درخت کو چکھا تو ان کا لباس اتر گیا، چنانچہ سب سے پہلے شرم گاہ سے لباس اتر ا۔ جب انھوں نے شرم گاہ کو دیکھا تو جنت میں بھاگنا شروع کر دیا اور ان کے بال ایک درخت سے اٹک گئے، انھوں نے انھیں چھڑانے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں آواز دی: اے آدم! کیا مجھ سے بھاگتے ہو؟ جب آدم نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو سنا تو عرض کی: اے میرے رب! (میں تجھ سے بھاگتا) نہیں لیکن مجھے حیا آتی ہے اگر میں توبہ کر لوں اور رجوع کر لوں تو کیا میں واپس جنت میں لوٹ جاؤں گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں۔“ یہ معنی ہیں اس ارشاد باری تعالیٰ کے: ﴿فَتَلَقَّى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ﴾ (البقرة: 37) ”پھر آدم نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات سیکھے (اور معافی مانگی) تو اس نے ان پر مہربانی فرمائی۔“^(۱) یہ روایت امام حسن اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کے درمیان منقطع ہے، یعنی حسن نے اسے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا، نیز اس کا مرفوع ہونا بھی محل نظر ہے۔

فرمان الہی ہے: ﴿وَطَفِقًا يَخْصِفْنَ عَلَيْهِمَا مِنْ ذَرِّي الْجَنَّةِ﴾ ”اور وہ دونوں اپنے (بدنوں) پر بہشت کے پتے چپکانے لگے۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ وہ دونوں پتوں سے کپڑوں کی طرح اپنے تن بدن کو ڈھانپنے لگے، قنادہ اور سدی کا بھی قول ہے۔^(۲)

فرمان الہی ہے: ﴿وَعَطَى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَى﴾ ”اور آدم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی تو (وہ اپنے مطلوب سے) بے راہ ہو گئے، پھر ان کے پروردگار نے ان کو نوازا، چنانچہ ان کی توبہ قبول فرمائی اور سیدی راہ بتائی۔“ امام بخاری رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [حَاجَّ مُوسَى آدَمَ، فَقَالَ لَهُ: أَنْتَ الَّذِي أُخْرِجْتَ النَّاسَ مِنَ الْجَنَّةِ بِذَنْبِكَ فَاسْتَفَيْتَهُمْ، قَالَ آدَمُ: يَا مُوسَى! أَنْتَ الَّذِي اصْطَفَاكَ اللَّهُ بِرِسَالَاتِهِ وَبِكَلَامِهِ، أَتَلُومُنِي عَلَى أَمْرِ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي، أَوْ قَدَرَهُ اللَّهُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي؟] — فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى [”موسیٰ علیہ السلام نے آدم علیہ السلام سے جھگڑا کیا اور ان سے کہا کہ آپ نے گناہ کے ساتھ لوگوں کو جنت سے نکلوا کر مشقت میں ڈال دیا تھا! آدم علیہ السلام نے کہا: اے موسیٰ علیہ السلام! آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغام و کلام کے ساتھ منتخب کیا، کیا آپ مجھے ایسے کلام کی وجہ سے ملامت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے بھی پہلے میرے لیے لکھ دیا تھا یا آپ نے یہ فرمایا کہ جسے اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے بھی پہلے میرے مقدر میں لکھ دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

(۱) تفسیر ابن ابی حاتم: 1452، 1451/5 والمستدرک للحاکم، التفسیر، باب من سورة البقرة: 262/2، حدیث: 3038،

البتہ مستدرک میں [أَرَأَيْتَ.....] سے لے کر آخر تک کے الفاظ نہیں ہیں۔ (۲) تفسیر ابن ابی حاتم: 1452/5، 1453.

قَالَ اِهْبِطَا مِنْهَا جَبِيحًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِّنِّي هُدًى ۖ فَمَنِ اتَّبَعَ

اس (اللہ) نے فرمایا: تم دونوں یہاں سے اکٹھے اتر جاؤ، تمہارے بعض، بعض کے دشمن ہیں، پھر جب تمہارے پاس میری ہدایت پہنچے تو جس نے

هُدًى اِى فَلَآ يَضِلُّ وَلَا يَشْقَى ۚ (123) وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا

میری ہدایت کی پیروی کی تو وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ مشقت میں پڑے گا (123) اور جس نے میری یاد سے اعراض کیا تو بلاشبہ اس کے لیے گزران تنگ ہوگا،

وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ اَعْمٰی (124) قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْ اَعْمٰی وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا (125) قَالَ

اور روزِ قیامت ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے (124) وہ کہے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا؟ جبکہ میں تو (دنیا میں) دیکھنے والا

كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنٰسٰی (126)

تھا (126) ارشاد ہوگا: اسی طرح تیرے پاس ہماری آیات آئیں تو تو نے وہ بھلا دیں، اور اسی طرح آج تجھے بھی بھلا دیا جائے گا (126)

تو آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔“ (1) یہ حدیث صحیحین اور مسانید وغیرہ میں کئی طریق سے مروی ہے۔ (2)

تفسیر آیات: 123-126

حضرت آدم علیہ السلام کا زمین پر اتارنا: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اور ابلیس سے فرمایا کہ تم سب کے سب جنت سے نکل

جاؤ، اس کے بارے میں سورہ بقرہ میں تفصیل بیان کی جا چکی ہے۔ (3) **بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ** ”تم میں بعض، بعض کے

دشمن ہیں۔“ یعنی آدم و اولادِ آدم اور ابلیس اور اس کی ذریت کی ایک دوسرے کے ساتھ دشمنی ہوگی۔ فرمان الہی ہے: **فَاِمَّا**

يَأْتِيَنَّكُمْ مِّنِّي هُدًى ”پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے۔“ ابوعلیہ کہتے ہیں کہ ہدایت سے یہاں

انبیاء، رسول اور بیان مراد ہے۔ (4) **فَمَنِ اتَّبَعَ هُدًى اِى فَلَآ يَضِلُّ وَلَا يَشْقَى** (123) ”تو جو شخص میری ہدایت کی پیروی

کرے گا وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ تکلیف میں پڑے گا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ نہ دنیا میں گمراہ ہوگا اور نہ آخرت

میں تکلیف میں پڑے گا۔ (5)

وحی الہی سے اعراض کی دنیا و آخرت میں سزا: ارشاد باری ہے: **وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ** ”اور جو میری نصیحت

سے اعراض کرے گا۔“ یعنی میرے حکم کی نافرمانی کرے اور جو میں نے اپنے رسولوں پر نازل کیا ہے اس سے منہ پھیرے گا اور

اسے بھول جائے گا اور ہدایت کو کسی اور جگہ سے تلاش کرے گا۔ **فَاِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا** ”تو اس کی گزران تنگ ہو

جائے گی“ یعنی دنیا میں تنگ ہو جاتی ہے جس کے نتیجے میں اس کو اطمینان اور انشراح صدر حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کا سینہ اپنی

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: **فَلَا يُخْرِجُكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰی** ○ (طہ: 20: 117)، حدیث: 4738. ② صحیح

البخاری، أحادیث الأنبياء، باب وفاة موسى.....، حدیث: 3409 والتوحيد، باب ماجاء فى قوله عز وجل: **وَكَلَّمَ**

اللَّهُ مُوسٰى تَكَلِّمًا ○ (النساء: 4: 164)، حدیث: 7515 وصحيح مسلم، القدر، باب حجاج آدم وموسى صلى الله

عليهما وسلم، حدیث: 2652 ومسند أحمد: 287/2. ③ دیکھیے البقرة: 302-38. ④ تفسیر الطبري: 352/1. ⑤

تفسیر الطبري: 279/16.

وَكَذَلِكَ نَجْزِي مَنْ أَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِآيَاتِ رَبِّهِ ط وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَدُّ

اور جو حد سے بڑھ گیا اور اپنے رب کی آیات پر ایمان نہ لایا، ہم اس کو اسی طرح سزا دیں گے۔ اور یقیناً آخرت کا عذاب شدید تر اور بہت

وَأَبْقَى ۝۱۲۷

باقی رہنے والا ہے ۝۱۲۷

ضلالت کی وجہ سے تنگ ہو کر حرج میں مبتلا ہو جاتا ہے، گویا بظاہر خوش و خرم ہو، جو چاہے لباس پہنے جو چاہے کھائے اور جہاں چاہے رہے کیونکہ اس کا دل جب تک یقین و ہدایت کے لیے خالص نہ ہوگا، وہ قتل و حیرت اور شک میں رہے گا اور گذران تنگ ہونے کے یہی معنی ہیں۔

فرمان الہی ہے: ﴿وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ اَعْمٰی ۝۱۲۷﴾ ”اور قیامت کو ہم اسے اندھا (کر کے) اٹھائیں گے۔“ مجاہد، ابوصالح اور سدی کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ روز قیامت اس کے پاس کوئی حجت نہ ہوگی۔ ① عکرمہ کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جہنم کے سوا اسے کوئی چیز نظر نہ آئے گی۔ ② جیسا کہ فرمایا: ﴿وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَلٰی وُجُوْهُهُمْ عُمِيًّا وَبُكْمًا وَصُمًّا ط مَا وَلَّهُمْ جِهَتُمْ ط﴾ (بنی اسرائیل 97: 17) ”اور ہم ان کو قیامت کے دن اونڈھے منہ، اندھے، گونگے اور بہرے (بنا کر) اٹھائیں گے اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔“ اسی لیے وہ کہے گا: ﴿رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْ اَعْمٰی وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ۝۱۲۷﴾ ”اے میرے پروردگار! تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا، حالانکہ میں تو دیکھتا بھالتا تھا؟“ یعنی دنیا میں۔ ﴿قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِيتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنٰسٰی ۝۱۲۸﴾ ”اللہ فرمائے گا: ایسے ہی (چاہیے تھا) تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں تو تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج ہم تجھ کو بھلا دیں گے۔“ یعنی جب تو نے اللہ تعالیٰ کی آیات سے منہ پھیر لیا، انھیں یاد نہ رکھا بلکہ انھیں بھلا دیا، ان سے اعراض کیا اور ان سے غفلت برتی تو آج تجھ سے بھی اسی طرح معاملہ کیا جائے گا کہ گویا تجھے بھلا دیا جائے گا۔ ﴿فَالْيَوْمَ نَنْسَهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۝﴾ (الأعراف 51: 7) ”تو جس طرح یہ لوگ اپنی اس دن کی ملاقات کو بھولے ہوئے تھے، اسی طرح آج ہم بھی انھیں بھلا دیں گے۔“ کیونکہ جزا جنس عمل کے مطابق ہی ہوتی ہے لیکن یاد رہے قرآن مجید کے الفاظ کو بھول جانا جبکہ اس کا مفہوم یاد ہو اور اس کے تقاضے کے مطابق عمل کیا جاتا ہو تو وہ اس خاص وعید میں داخل نہیں ہے، اگرچہ اس کے بارے میں دوسری نوعیت کی وعید موجود ہے کیونکہ قرآن مجید کو یاد کر کے بھلا دینے کے بارے میں سنت میں سخت ممانعت اور شدید وعید موجود ہے۔ ③

تفسیر آیت: 127

حد سے نکل جانے والوں کے لیے شدید عذاب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ حد سے نکل جائیں اور اللہ تعالیٰ کی

① تفسیر الطبری: 284/16. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2440/7. ③ اس بارے میں کوئی روایت صحیح سند سے ثابت نہیں ہے۔

واللہ اعلم .

اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُونِ يَيسُّوْنَ فِي مَسٰكِنِهِمْ ط اِنَّ

کیا پھر (اس چیز نے) ان کی رہنمائی نہیں کی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قومیں ہلاک کر دیں، جن کے مساکن (بستیوں) میں یہ لوگ چلتے پھرتے ہیں،

فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْاَوَّلِي النَّهْيِ ۝۱۲۸ وَكُوْا لَا كَلِمَةً سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِرَاَمًا

بے شک اس میں البتہ عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں ۱۲۸ اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات پہلے ہی سے (ملے) نہ ہو چکی ہوتی، اور ميعاد

وَاَجَلٌ مُّسَمًّى ۝۱۲۹ فَاَصْبِرْ عَلٰی مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ

مقرر بھی (نہ ہوتی) تو (انھیں عذاب) چٹ کے رہتا ۱۲۹ لہذا جو کچھ وہ کہتے ہیں آپ اس پر صبر کیجیے، اور طلوع شمس سے پہلے اور اس کے غروب سے پہلے

وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۝۱۳۰ وَمِنْ اٰنَآئِ الْيَلِّ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰی ۝۱۳۱

اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے، اور رات کی کچھ گھڑیوں میں بھی تسبیح کیجیے، اور دن کے (دونوں) حصوں میں بھی، تاکہ آپ راضی ہو جائیں ۱۳۰

آیات کی تکذیب کریں تو انھیں دنیا و آخرت میں ہم اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں: ﴿لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَعَذَابٌ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۝﴾ (الرعد 13: 34) ”ان کو دنیا کی زندگی میں بھی عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی سخت ہے اور ان کو اللہ (کے عذاب) سے کوئی بھی بچانے والا نہیں۔“ اور اسی طرح یہاں فرمایا ہے: ﴿وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰی ۝﴾ ”اور آخرت کا عذاب بہت سخت اور دیر رہنے والا ہے۔“ دنیا کے عذاب کی نسبت آخرت کا عذاب زیادہ دردناک بھی ہوگا اور ہمیشہ باقی رہنے والا بھی ہوگا اور یہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ مبتلا رہیں گے، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے بھی لعان کرنے والے جوڑے کو آخرت کے عذاب سے ڈراتے ہوئے فرمایا تھا: اِنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا اَهْوَنُ مِّنْ عَذَابِ الْاٰخِرَةِ [بے شک دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلے میں بہت ہلکا ہے۔] ۱

تفسیر آیات: 128-130

سابقہ امتوں کی تباہی باعثِ عبرت ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اَفَلَمْ يَهْدِ﴾ ”کیا پھر (یہ بات) موجب ہدایت نہ ہوئی۔“ ان لوگوں کے لیے جو آپ کے لائے ہوئے دین کی تکذیب کرنے والے ہیں، اے محمد (ﷺ) کہ ہم نے ان سے پہلے رسولوں کی تکذیب کرنے والی کتنی ہی امتوں کو ہلاک کر دیا تھا کہ اب ان کا کوئی نام و نشان تک باقی نہیں ہے اور نہ ان پر کوئی آنکھ رونے والی ہے جیسا کہ یہ خود ان کے خالی مکانات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں جنھیں وہ اپنے پیچھے چھوڑ گئے ہیں اور یہ ان میں چلتے پھرتے ہیں۔ ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْاَوَّلِي النَّهْيِ ۝﴾ ”بلاشبہ عقل والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔“ یعنی ان لوگوں کے لیے جن کی عقل صحیح اور جن کی دانش مستقیم ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿اَفَلَمْ يَسِيرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنْ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَعْقِلُوْنَ بِهَا ۙ اَوْ اَذَانٌ يُّسْمَعُوْنَ بِهَا ۙ فَاَتَتْهَا لَا تَعْيٰی الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْيٰی الْقُلُوْبِ اَلَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ۝﴾ (الحج 46: 22) ”کیا پھر وہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے دل (ایسے) ہوتے تاکہ ان سے سمجھ سکتے

① صحیح مسلم، اللعان، حدیث: 1493 عن ابن عمر ؓ۔

اور کان (ایسے) ہوتے کہ ان سے سن سکتے۔ بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہوتے ہیں۔“ ﴿أَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْقُرُونِ يَيسُّونَ فِي مَسْئِلِهِمْ ط﴾ (السجدة: 26) ”کیا ان کو اس (امر) سے ہدایت نہ ہوئی کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سی امتوں کو جن کے مقامات سکونت میں یہ چلتے پھرتے ہیں ہلاک کر دیا۔“

پھر فرمایا: ﴿وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَأَجَلٌ مُسَمًّى ط﴾ ”اور اگر ایک بات آپ کے پروردگار کی طرف سے پہلے صادر اور (جزائے اعمال کے لیے) ایک میعاد مقرر نہ ہو چکی ہوتی تو (نزل) عذاب لازم ہو جاتا۔“ یعنی اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بات پہلے سے صادر نہ ہو چکی ہوتی کہ وہ حجت تمام ہونے اور اس میعاد مقرر کے پورا ہونے کے بعد ہی کسی کو عذاب دیا کرتا ہے جو اس نے ان کی تکذیب کرنے والوں کے لیے مقرر کر رکھی ہوتی ہے تو ان کے پاس اچانک عذاب آ جاتا۔

صبر اور نماز بچکانہ کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ﴿فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ﴾ ”پس جو کچھ یہ کہتے ہیں اس پر صبر کریں۔“ یعنی یہ جو آپ کی تکذیب کرتے ہیں اس پر صبر کریں۔ ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ﴾ ”اور سورج کے نکلنے سے پہلے پروردگار کی تسبیح و تحمید کیا کریں۔“ یعنی نماز فجر ادا کریں۔ ﴿وَقَبْلَ غُرُوبِهَا﴾ ”اور اس کے غروب ہونے سے پہلے (بھی)۔“ یعنی نماز عصر ادا کریں جیسا کہ صحیحین میں جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے چودھویں رات کے چاند کو دیکھ کر فرمایا: [إِنَّكُمْ سَتَرَوْا رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هَذَا الْقَمَرَ، لَا تَصُامُونَ فِي رُؤْيَيْهِ، فَإِنْ اسْتَطَعْتُمْ، أَنْ لَا تُغْلِبُوا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا] ”تم اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھتے ہو کہ اس کے دیکھنے میں تم کوئی تکلیف محسوس نہیں کرتے، پس اگر ہو سکے کہ طلوع آفتاب سے قبل اور غروب آفتاب سے پہلے نماز ادا کرنے سے مغلوب نہ ہو جاؤ تو ایسا ضرور کرو۔“ یعنی یہ نمازیں ضرور بروقت ادا کرو، پھر آپ نے اس مذکورہ بالا آیت کریمہ کی تلاوت بھی فرمائی۔^①

امام احمد نے عمارہ بن رؤیہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ [لَنْ يَلْجَ النَّارَ أَحَدٌ صَلَّيَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا] ”وہ شخص ہرگز جہنم میں داخل نہیں ہوگا جس نے سورج کے طلوع و غروب ہونے سے پہلے نماز پڑھی۔“^② اور اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔^③

فرمان الہی ہے: ﴿وَمِنْ آتَايَ الْإِيلَ فَسَبِّحْ﴾ ”اور رات کی ساعات میں بھی اس کی تسبیح کیا کریں۔“ یعنی رات کی

① صحیح البخاری، مواقیات الصلاة، باب فضل صلاة العصر، حدیث: 554 و 573 و صحیح مسلم، المساجد.....،

باب فضل صلاتی الصبح والعصر.....، حدیث: 633. طوطی: بعض روایات میں سورہ طہ کی آیت کے بجائے سورہ ق، آیت:

39 کا ذکر ہے جو ای مفہوم میں ہے۔ ② مسند أحمد: 136/4. ③ صحیح مسلم، المساجد.....، باب فضل صلاتی

الصبح والعصر.....، حدیث: 634.

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ

اور (اے نبی!) ان چیزوں کی طرف آپ اپنی نگاہیں نہ اٹھائیں جو چیزیں زندگانی دنیا کی آرائش کی ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو دے

لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۖ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ﴿١٣١﴾ وَأَمْرٌ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ

رکھی ہیں، تاکہ ہم انہیں ان کے ذریعے سے آزمائیں، اور آپ کے رب کا رزق بہت بہتر اور باقی رہنے والا ہے ﴿١٣١﴾ اور اپنے اہل و عیال کو نماز کا حکم دیجیے

عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا ۖ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۖ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ ﴿١٣٢﴾

اور (خود بھی) اس پر قائم رہیے، ہم آپ سے رزق نہیں مانگتے، ہم ہی آپ کو رزق دیتے ہیں، اور (بہترین) انجام تو (اہل تقویٰ کے لیے ہے) ﴿١٣٢﴾

گھڑیوں میں نماز تہجد پڑھا کریں اور بعض ائمہ تفسیر نے کہا ہے کہ اس سے مراد مغرب و عشاء کی نماز ہے۔ ﴿وَاطْرَافَ النَّهَارِ﴾

”اور دن کے کناروں میں بھی۔“ ﴿وَاطْرَافَ النَّهَارِ﴾ کے الفاظ ﴿أَنَّىٰ آتَىٰ﴾ کے مقابلے میں لائے گئے ہیں۔ ﴿لَعَلَّكَ

تَرْضَىٰ﴾ ﴿١٣٢﴾ ”تاکہ آپ خوش ہو جائیں۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ﴾ (الصّٰخِی: 5:93) ”اور آپ

کو، آپ کا پروردگار عنقریب وہ کچھ عطا فرمائے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔“

صحیح حدیث میں ہے: [إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ: يَا أَهْلَ الْحَنَةِ! فَيَقُولُونَ: لَبَّيْكَ رَبَّنَا! وَسَعْدَيْكَ،

فَيَقُولُ: هَلْ رَضِيتُمْ؟ فَيَقُولُونَ: وَمَا لَنَا لَا نَرْضَى (يَا رَبِّ!)، وَقَدْ أُعْطِينَا مَا لَمْ تُعْطِ أَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ،

فَيَقُولُ: أَنَا أُعْطِيتُكُمْ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ، قَالُوا: يَا رَبِّ! وَأَيُّ شَيْءٍ أَفْضَلُ مِنْ ذَلِكَ؟ فَيَقُولُ: أُحِلُّ عَلَيْكُمْ

رِضْوَانِي، فَلَا أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهُ أَبَدًا]

”اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے اہل جنت! تو وہ عرض کریں گے: لبیک و سعدیک اے ہمارے پروردگار! اللہ فرمائے

گا: کیا تم خوش ہو؟ تو وہ عرض کریں گے: اے ہمارے پروردگار! ہم کیونکر خوش نہ ہوں جبکہ تو نے ہمیں وہ کچھ عطا فرما دیا ہے جو

اپنی مخلوق میں سے اور کسی کو بھی نہیں دیا، اللہ فرمائے گا: میں تمہیں اس سے بھی بہتر دیتا ہوں۔ وہ عرض کریں گے: ہمارے

پروردگار! اس سے بہتر کیا چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تمہیں اپنی خوش نودی سے سرفراز کرتا ہوں اور آج کے بعد میں کبھی

بھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔“ ﴿١٣١﴾

دوسری حدیث میں ہے: [يَا أَهْلَ الْحَنَةِ! إِنَّ لَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ مَوْعِدًا يُرِيدُ أَنْ يُنْجِزَكُمْوهُ، فَيَقُولُونَ: وَمَا هُوَ

أَلَمْ يُبَيِّضْ وَجُوهَنَا، أَلَمْ يُثَقِّلْ مَوَازِينَنَا، وَيُرْخِزَنَا عَنِ النَّارِ، وَيُدْخِلَنَا الْحَنَةَ؟ فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ، قَالَ:

فَيَنْظُرُونَ إِلَيْهِ، فَوَاللَّهِ! مَا أُعْطَاهُمْ شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِّنَ النَّظَرِ إِلَيْهِ] ”اے اہل جنت! اللہ تعالیٰ نے تم سے ایک

وعدہ کیا تھا اور وہ چاہتا ہے کہ اسے پورا فرمادے۔ وہ عرض کریں گے: کون سا وعدہ۔ کیا اس نے ہمارے چہروں کو منور نہیں فرما

دیا، ہمارے میزانون کو بھاری نہیں کر دیا، ہمیں جہنم سے دور کر کے جنت میں داخل نہیں فرما دیا، اسی دوران میں حجاب کو دور کر

① صحیح البخاری، الرقاق، باب صفة الجنة والنار،.....، حدیث: 6549 و 7518 تو سین والا جملہ صحیح مسلم، الجنة

وصفة نعيمها،.....، باب إحلال الرضوان على أهل الجنة،.....، حدیث: 2829 عن أبي سعيدؓ میں بھی ہے۔

دی جائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے فیض یاب ہوں گے، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار سے زیادہ اچھی چیز انھیں عطا نہیں فرمائی ہوگی۔“ اور ”زیادہ“ سے یہی مراد ہے۔ یہ اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے: ﴿لَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادًا ۖ.....﴾ (الآیۃ یونس 26:10) ”جن لوگوں نے نیکو کاری کی ان کے لیے بھلائی ہے اور (مزید برآں) اور بھی.....“

تفسیر آیات: 132، 131

دولت مندوں کے ساز و سامان کو نہ دیکھیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے کہ ان دنیا داروں اور سرمایہ داروں اور ان جیسے ان لوگوں کی طرف نہ دیکھیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں خوش حالی عطا کی ہے کیونکہ دنیا کی یہ سچ دھج عارضی و فانی اور دنیا کی یہ نعمتیں زوال پذیر ہو جانے والی ہیں اور ہم نے انھیں یہ محض آزمائش کی خاطر دی ہیں اور میرے بندوں میں سے شکر گزار بہت کم ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں: ﴿أَزْوَاجًا مِنْهُمْ﴾ سے مراد اغنیاء ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جس چیز سے آپ کو سرفراز فرمایا ہے وہ ان کو دی گئی دنیوی نعمتوں سے بدرجہا بہتر ہے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ ۝ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ﴾ (الحجر 87:15، 88) ”اور البتہ تحقیق ہم نے آپ کو سات (آیتیں) جو (نمازیں) دہرا کر پڑھی جاتی ہیں (سورہ فاتحہ) اور عظمت والا قرآن عطا فرمایا ہے۔ اور ہم نے کفار کی کئی جماعتوں کو جو (نوازدنیادی سے) متمتع کیا ہے آپ ان کی طرف (رغبت سے) اپنی دونوں آنکھیں نہ اٹھائیں۔“ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے لیے آخرت میں جو نعمتیں تیار فرما رکھی ہیں وہ اس قدر عظیم الشان ہیں کہ ان کی تعریف و توصیف کو بیان ہی نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ فرمایا: ﴿وَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ۚ﴾ (الضحیٰ 5:93) ”اور آپ کو آپ کا پروردگار عنقریب وہ کچھ عطا فرمائے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔“ اور اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿وَرَزَقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ﴾ ”اور آپ کے پروردگار کی عطا فرمائی ہوئی روزی بہت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔“

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس اس خیمے میں گئے جس میں رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہرات سے ایلا کے بعد علیحدگی اختیار فرمائی تھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آپ کھجور کی چٹائی پر تکیہ لگائے استراحت فرما رہے تھے اور گھر میں چھال کا ڈھیر اور کچا چمڑہ لٹکنے کے سوا اور کچھ نہ تھا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر زارو قطار رونے لگے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا يُبْكِيكَ؟ يَا عُمَرُ!] ”عمر! روتے کیوں ہو؟“ انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! قیصر و کسریٰ کے پاس دنیا کی کیسی کیسی نعمتیں ہیں اور آپ تو اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق کے سردار ہیں؟ آپ نے فرمایا: [أَوْفَىٰ شَكِّ أَنْتَ؟ يَا ابْنَ الْخَطَابِ! أُولَٰئِكَ قَوْمٌ عَجَلَتْ لَهُمْ طَبَائِثُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا] ”ابن خطاب! کیا تمھیں کوئی شک ہے؟ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے حصے کی ساری اچھی چیزیں انھیں دنیا ہی میں دے دی گئی ہیں۔“ ③

① مسند أحمد کی مختلف روایات میں یہ الفاظ مذکور ہیں، دیکھیے 333، 332/4 و 16، 15/6 عن صہیب رحمہ اللہ. ② تفسیر الطبری:

81/14. ③ ملخص از صحیح البخاری، المظالم، باب الغرفة والعلیۃ المشرفة.....، حدیث: 2468 و 4913 و 5191

و صحیح مسلم، الطلاق، باب فی الإیلاء.....، حدیث: 1479 و مسند أحمد: 140، 139/3.

رسول اللہ ﷺ قدرت کے باوجود دنیا میں سب سے زیادہ زاہد تھے، آپ کے پاس جب بھی دنیا کا مال آتا تو آپ اسے فوراً بندگانِ الہی میں تقسیم فرمادیتے اور اپنے کل کے لیے کچھ بچا کر نہیں رکھتے تھے۔

امام ابن ابوحاتم نے ابوسعید کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ أَخَوْفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لَكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا] ”مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ خوف دنیا کی اس چمک کا ہے جو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کھول دے گا۔“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! دنیا کی چمک سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: [بَرَكَاتُ الْأَرْضِ] ”زمین کی برکتیں۔“ ① قتادہ وسدی نے کہا ہے: ﴿زَهْرَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ سے مراد دنیا کی زندگی کی زینت ہے۔ ② قتادہ کہتے ہیں: ﴿لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ ہم ان کی آزمائش کریں۔ ③

فرمان الہی ہے: ﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ ”اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کریں اور اس پر قائم رہیں۔“ یعنی انھیں نماز کا پابند بنا کر عذابِ الہی سے بچالیں اور خود بھی اس کی پابندی کریں۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾ (التحریم 66:6) ”اے مومنو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آتش (جہنم) سے بچاؤ۔“ امام ابن ابوحاتم نے زید بن اسلم کی اپنے باپ سے روایت کو بیان کیا ہے کہ میں اور یزیدؓ (غلام کا نام) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس رات بسر کرتے تھے، آپ رات کو اٹھ کر ایک خاص وقت میں نماز پڑھا کرتے تھے اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ نہ اٹھتے تو ہم کہتے کہ آج آپ حسب معمول قیام نہیں فرمائیں گے اور جب بیدار ہوتے تو اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کر لیا کرتے تھے اور پھر اس وقت اس آیت کریمہ کی تلاوت فرماتے: ﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ ”اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرو اور اس پر قائم رہو۔“ ④

فرمان الہی ہے: ﴿لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ﴾ ”ہم آپ سے روزی کے خواست گار نہیں بلکہ ہم آپ کو روزی دیتے ہیں۔“ یعنی جب آپ نماز قائم کریں گے تو آپ کے پاس ایسی ایسی جگہ سے رزق آئے گا جو آپ کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوگی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۚ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ (الطلاق 3:2، 65) ”اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا، وہ اس کے لیے مخلصی (کی صورت) پیدا کر دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے وہم و گمان بھی نہ ہو۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۚ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعَمُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْبَتِينُ ۝﴾ (الذّٰر 51:56-58) ”اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔ میں ان سے طالبِ رزق نہیں اور نہ چاہتا ہوں کہ مجھے (کھانا) کھلائیں۔ یقیناً اللہ ہی تو رزق دینے والا زور آور (اور) مضبوط ہے۔“ اس لیے یہاں فرمایا: ﴿لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2442/7۔ ② تفسیر الطبری: 292/16۔ ③ تفسیر الطبری: 293/16 و تفسیر ابن ابی حاتم:

2442/7۔ ④ تفسیر ابن ابی حاتم: 2442/7۔

وَقَالُوا لَوْلَا يَأْتِينَا بِآيَةٍ مِّن رَّبِّهِ ۖ أَوْ لَمْ تَأْتِهِمْ بَيِّنَةٌ مَّا فِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ۚ

اور انھوں نے کہا: وہ ہمارے پاس اپنے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں لاتا؟ کیا ان کے پاس پہلے صحیفوں میں واضح دلیل نہیں آچکی؟ (133)

وَلَوْ أَنَّا أَهْلَكْنَاهُمْ بِعَذَابٍ مِّن قَبْلِهِ لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنُتَّبِعِ آيَاتِكَ

اور اگر بلاشبہ ہم انھیں اس (رسول) سے پہلے کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو وہ لوگ کہتے: اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں

مِن قَبْلِ أَنْ نَذِلَّ وَنَخْزَىٰ ۚ (134) قُلْ كُلُّ مُتَرَبِّصٍ فَتَرَبَّصُوا ۚ فَسَتَعْلَمُونَ مَنِ أَصْحَابُ

نہیں تھا کہ ہم ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے تیری آیات کی پیروی کرتے (134) آپ کہہ دیجیے: ہر ایک (انجام کار کا) منتظر ہے، لہذا تم بھی انتظار کرو، تم

الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدَىٰ ۚ

جلد ہی جان لو گے کہ راہِ راست والے کون ہیں اور ہدایت یافتہ کون ہیں (135)

تَرْوُكُكَ ۖ ”ہم تم سے روزی کے خواست گار نہیں بلکہ ہم آپ کو روزی دیتے ہیں۔“

امام ترمذی اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى:

يَا ابْنَ آدَمَ اتَّقِرْغُ لِعِبَادَتِي أُمْلًا صَدْرَكَ غَنَىٰ وَأُسْدٌ فَفَرَكْ، وَإِنْ (لَمْ) تَفْعَلْ مَلَأْتُ (صَدْرَكَ) شُغْلًا وَلَمْ أُسْدْ

فَفَرَكْ] ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو میری عبادت کے لیے فارغ ہو جا، میں تیرے سینے کو دولت سے بھر دوں گا اور

تیرے فقر کو دور کر دوں گا اور اگر تو نے ایسا نہ کیا (میری عبادت کے لیے فارغ نہ ہوا) تو میں تیرے سینے کو مصروفیات سے بھر دوں گا

اور تیرے فقر کو دور نہیں کروں گا۔“ (1)

ابن ماجہ ہی میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیان فرماتے ہوئے سنا: [مَنْ كَانَتْ

الدُّنْيَا هَمَّهُ، فَفَرَّقَ اللَّهُ عَلَيْهِ أَمْرَهُ، وَجَعَلَ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ، وَلَمْ يَأْتِهِ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا مَا كُتِبَ لَهُ، وَمَنْ كَانَتْ

الْآخِرَةُ نِيَّتَهُ، جَمَعَ اللَّهُ لَهُ أَمْرَهُ، وَجَعَلَ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ، وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ] ”جس شخص کا مقصود دنیا ہو، اللہ

تعالیٰ اس کے کام کو منتشر کر دیتا ہے اور اس کے فقر کو اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کر دیتا ہے اور دنیا اسے اس قدر ملتی ہے

جو اس کے لیے لکھ دی گئی ہو اور جس کی نیت میں آخرت (کی کامیابی) ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے کام کو مجتمع کر دیتا ہے، اس کے دل

کو غنا سے بھر دیتا ہے اور دنیا ذلیل و رسوا ہو کر اس کے پاس چلی آتی ہے۔“ (2)

﴿وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ﴾ (3) ”اور (نیک) انجام (اہل تقویٰ کا ہے۔“ دنیا و آخرت میں اچھا انجام اہل تقویٰ ہی کا ہے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ كَأَنَّا فِي دَارِ عُقْبَةَ بْنِ رَافِعٍ، وَأَتَيْنَا بِرُطْبٍ مِّن رُّطْبِ

ابْنِ طَابٍ، فَأَوَّلْتُ: أَنَّ الرُّقْعَةَ لَنَا فِي الدُّنْيَا وَالْعَاقِبَةُ فِي الْآخِرَةِ، وَأَنَّ دِينَنَا قَدْ طَابَ] ”میں نے رات کو خواب

① جامع الترمذی، صفة القيامة.....، باب أحاديث: ابتلينا بالضراء.....، حديث: 2466 واللفظ له، البتة دونون تو سین

والے الفاظ سنن ابن ماجہ، الزهد، باب الهم بالدنيا، حديث: 4107 میں ہیں۔ ② سنن ابن ماجہ، الزهد، باب الهم

بالدنيا، حديث: 4105 .

میں دیکھا، گویا ہم عقبہ بن رافع کے گھر ہیں اور ہمارے پاس ابن طاب کے باغ کی کھجوریں لائی گئی ہیں، میں نے اس خواب کی تعبیر یہ کی کہ دنیا میں سر بلندی اور آخرت میں اچھا انجام ہمیں ہی حاصل ہوگا اور ہمارا دین بے حد پاکیزہ ہے۔“^①

تفسیر آیات: 133-135

قرآن مجید ایک نشانی ہے: اللہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿وَقَالُوا لَوْلَا يَأْتِينَنَا بِآيَةٍ مِّن رَّبِّهِ ۖ﴾ ”اور کہتے ہیں کہ یہ (پیغمبر) اپنے پروردگار کی طرف سے ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں لائے۔“ یعنی محمد ﷺ ہمارے پاس اپنے رب کی طرف سے کوئی ایسی نشانی کیوں نہیں لائے جو ان کے رسول اللہ ہونے کی صداقت کی دلیل ہوتی، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أَوَلَمْ تَأْتِهِمُ بَيِّنَةٌ مَّا فِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ۖ﴾ ”کیا ان کے پاس پہلی کتابوں کی نشانی نہیں آئی؟“ یعنی قرآن عظیم جسے اللہ تعالیٰ نے آپ پر نازل فرمایا ہے، حالانکہ آپ نبی امی ہیں نہ اچھی طرح لکھنا جانتے ہیں اور نہ آپ نے اہل کتاب کی کتابوں کو پڑھا ہے، اس کے باوجود قرآن مجید میں بہت ہی پہلے زمانے کے لوگوں کے حالات بھی بیان کیے گئے ہیں اور وہ سابقہ صحیح کتابوں میں بیان کیے گئے حالات کے عین مطابق ہیں، قرآن مجید ان سب کتابوں پر مشتمل ہے، ان میں موجود صحیح باتوں کی تصدیق کرتا ہے اور ان غلط باتوں کی نشاندہی کرتا ہے جو انسانوں نے ازراہ کذب و افتراء ان میں اپنی طرف سے شامل کر دی ہیں، یہ آیت درج ذیل آیات کی طرح ہے: ﴿وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۖ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ ۖ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ طِرَانٌ فِي ذِكْرِكَ لِرَحْمَةٍ وَذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝﴾ (العنکبوت: 29، 50، 51) ”اور (کافر) کہتے ہیں کہ اس پر اس کے پروردگار کی طرف سے نشانیاں کیوں نازل نہیں ہوئیں، کہہ دیجیے: نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں اور میں تو کھلم کھلا ہدایت کرنے والا ہوں۔ کیا ان لوگوں کے لیے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی جو ان پر تلاوت کی جاتی ہے۔ کچھ شک نہیں کہ مومن لوگوں کے لیے اس میں رحمت اور نصیحت ہے۔“

صحیحین میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ إِلَّا أُعْطِيَ مِنَ الْآيَاتِ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ، وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيَتْهُ وَحْيًا أَوْ حَاَهُ اللَّهُ إِلَيَّ، فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرُهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ”ہر نبی کو ایسی نشانیاں دی گئیں جن پر انسان ایمان لائے تھے اور مجھے جو نشانی دی گئی ہے وہ وحی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے میری طرف بھیجا ہے، مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میں سب سے زیادہ کثرت امت والا نبی ہوں گا۔“^②

آنحضور ﷺ کو جو نشانیاں عطا فرمائی گئیں، ان میں سب سے عظیم نشانی کا یہاں ذکر کیا گیا ہے اور وہ ہے قرآن مجید

① صحیح مسلم، الرؤیا، باب رؤیا النبی ﷺ،، حدیث: 2270 وسنن أبی داود، الأدب، باب فی الرؤیا، حدیث:

5025 عن أنس ؓ واللفظ له. ② صحیح البخاری، فضائل القرآن، باب کیف نزل الوحی.....؟ حدیث: 4981

و صحیح مسلم، الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالة نبینا محمد ﷺ،، حدیث: 152 عن أبی هريرة ؓ.

ورنہ آپ کو بے حد و حساب معجزات عطا فرمائے گئے تھے جیسا کہ اپنے مقامات پر اور اپنے موضوع کی کتب میں ان کا تفصیل کے ساتھ ذکر موجود ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وَلَوْ اَنَّا اَهْلَكْنَهُمْ بَعْدَ اِذْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا ۙ لَّيَبْتَغِيَنَّكَ مِنَ قَبْلِ اَنْ تَذِلَّ وَتَخْزَى ۚ** (کہ ہم ان کو پیغمبر (کے بھیجے) سے پیشتر کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو وہ کہتے: اے ہمارے پروردگار! تو نے ہماری طرف کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا؟) یعنی اگر اس رسول کریم ﷺ کے ان کی طرف بھیجے اور اس کتاب عظیم کے ان کی طرف نازل کرنے سے قبل ان تکذیب کرنے والوں کو ہم ہلاک کر دیتے تو یہ کہتے: **رَبَّنَا لَوْلَا اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رُسُلًا ۙ** (اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا؟) تاکہ ہم اس پر ایمان لے آتے اور اس کی پیروی کرتے جیسا کہ فرمایا: **فَنَنْتَبِعُ اِيْتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَذِلَّ وَتَخْزَى ۚ** (کہ ہم ذلیل و رسوا ہونے سے پہلے تیرے کلام (واحکام) کی پیروی کرتے۔) اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ یہ تکذیب کرنے والے بے حد معاند اور ہٹ دھرم ہیں، یہ ایمان نہیں لائیں گے، **وَلَوْ جَاءَتْهُمْ كُلُّ آيَةٍ حَتّٰى يَرَوْا الْعَذَابَ الْاَلِيمَ ۝** (یونس 97) ”جب تک کہ عذاب الیم نہ دیکھ لیں، خواہ ان کے پاس ہر (طرح کی) نشانی آجائے۔“ جیسا کہ فرمایا: **وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ اَنْ تَقُوْلُوْا اِنَّمَا اَنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طٰٓئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۚ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّا اَنْزَلْنَا عَلَيْنَا الْكِتٰبَ لَكُنَّا اَهْدٰى مِنْهُمْ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنٰتٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ بِآيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۚ سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ۝** (الأنعام 155-157) ”اور (اے کفر کرنے والو!) یہ برکت والی کتاب بھی ہم نے اتاری ہے، پس اس کی پیروی کرو اور (اللہ سے) ڈرو تاکہ تم پر مہربانی کی جائے (اور اس لیے اتاری ہے) کہ (تم یوں نہ) کہو کہ ہم سے پہلے دو ہی گروہوں پر کتابیں اتری ہیں اور ہم ان کے پڑھنے سے (معذور اور) بے خبر تھے یا (یہ نہ) کہو کہ اگر ہم پر بھی کتاب نازل ہوتی تو ہم ان لوگوں کی نسبت کہیں سیدھے رستے پر ہوتے، سو تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے دلیل اور ہدایت اور رحمت آگئی ہے تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرے اور ان سے پھرے، جو لوگ ہماری آیتوں سے پھرتے ہیں، اس پھرنے کے سبب ہم ان کو برے عذاب کی سزا دیں گے۔“ اور فرمایا: **وَاقْسُوْا بِاللّٰهِ جَهَدًا يَّبْتَغِيْهِمْ لِّئِنْ جَاءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدٰى الْاُمَمِ ۚ** (فاطر 42:35) ”اور یہ اللہ کی سخت سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آئے تو یہ ہر ایک امت سے بڑھ کر ہدایت پر ہوں۔“ اور فرمایا: **وَاقْسُوْا بِاللّٰهِ جَهَدًا يَّبْتَغِيْهِمْ لِّئِنْ جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لَّيَكُوْمُنَّ بِهَا ط ۚ** (الأنعام 109:6) ”اور یہ لوگ اللہ کی سخت سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئی تو وہ اس پر ضرور ایمان لے آئیں گے۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **قُلْ** (کہہ دیجیے (اے محمد ﷺ)!) ”ان لوگوں سے جو آپ کی تکذیب و مخالفت کرتے اور

اپنے کفر و عناد پر اصرار کرتے ہیں کہ ﴿كُلُّ مُتَرَبِّصٍ﴾ ”سب (نتائج اعمال کے) منتظر ہیں۔“ ہم بھی اور تم بھی، ﴿فَتَرَبَّصُوا﴾ **فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ أَصْحَابُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ** ”سو تم بھی منتظر رہو، عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ (دین کے) سیدھے رستے پر (چلنے والے) کون ہیں۔“ ﴿الصِّرَاطِ السَّوِيِّ﴾ کے معنی سیدھے رستے کے ہیں۔ ﴿وَمِنْ اهْتَدَى﴾ ”اور راہ پانے والے کون ہیں (ہم یا تم؟)“ حق اور رشد و ہدایت کے رستے پر کون ہیں؟ اور یہ فرمان باری تعالیٰ (حسب ذیل) فرمان کی طرح ہے: ﴿وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِينَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ أَضَلَّ سَبِيلًا﴾ (الفرقان 42:25) ”اور عنقریب جب وہ عذاب دیکھیں گے جان لیں گے کہ (سیدھے) راستے سے سب سے بڑھ کر گمراہ کون ہے؟“ اور جیسا کہ فرمایا: ﴿سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَنِ الْكَذَّابُ الْآشِرُ﴾ (القمر 26:54) ”ان کو کل ہی معلوم ہو جائے گا کہ کون جھوٹا خود پسند ہے۔“

سورہ طہ کی تفسیر مکمل ہوئی۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.
اور اب سورہ انبیاء کی تفسیر شروع ہوگی۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.



تفسیر سُورَةُ أَنْبِيَاءٍ

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ① مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرِ مِّنْ

لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ گیا ہے، جبکہ وہ غفلت میں پڑے اعراض کر رہے ہیں ① ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس جو بھی نئی

رَبِّهِمْ مُّحَدَّثٌ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ ② لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ وَأَسْرَأَ النَّجْوَى الَّذِينَ

نصیحت آتی ہے اسے وہ کھلتے کودتے (مسی مذاق ہی میں) سنتے ہیں ② ان کے دل غافل ہیں، اور ان ظالموں نے چپکے چپکے مشورہ کیا کہ یہ (رسول) تم

ظَلَمُوا ③ هَلْ هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ أَفَتَأْتُونَ السَّحَرَاءَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ ③ قُلْ رَبِّي يَعْلَمُ

جیسا ایک بشر ہی تو ہے، کیا پھر تم دیکھتے بھالتے (اس کے) جادو میں پھنستے ہو؟ ③ اس (رسول) نے کہا: میرا رب آسمان اور زمین میں ہر بات جانتا

الْقَوْلَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ④ بَلْ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ بَلْ افْتَرَاهُ بَلْ

ہے، اور وہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے ④ بلکہ انھوں نے کہا: یہ پراگندہ خواب ہیں، بلکہ اس نے جھوٹ گھڑ لیا ہے، بلکہ وہ شاعر ہے، پس

هُوَ شَاعِرٌ فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ ⑤ مَا آمَنْتُ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرِيَةٍ

اسے ہمارے پاس کوئی (ایسی) نشانی لانی چاہیے جیسے پہلے رسول بھیجے گئے تھے ⑤ ان سے پہلے کوئی ہستی بھی جسے ہم نے ہلاک کیا، ایمان نہیں لائی

أَهْلَكْنَاهَا أَفَهُمْ يَوْمِنُونَ ⑥

تھی، کیا پھر یہ ایمان لائیں گے؟ ⑥

تفصیلات: امام بخاری رحمہ اللہ نے عبد الرحمن بن یزید سے روایت بیان کی ہے کہ عبد اللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بنی اسرائیل،

کہف، مریم، طہ اور انبیاء یہ ابتدائی نہایت فصیح سورتیں ہیں اور قدیم سے میری یاد کردہ سورتوں میں سے ہیں۔ ①

تفسیر آیات: 1-4

قیامت سر پر ہے اور لوگ غافل ہیں: اللہ تعالیٰ نے متنبہ فرمایا ہے کہ قیامت قریب ہے اور لوگ غفلت میں پڑے ہوئے

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رَجُلًا نُوحِي إِلَيْهِمْ فَسَلُّوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ⑦

(اے نبی!) آپ سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے وہ سب مرد ہی تھے، ان کی طرف ہم وحی کرتے تھے، پس اگر تم خود نہیں جانتے تو اہل ذکر (اہل

وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا إِلَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَلِدِينَ ⑧ ثُمَّ صَدَقْنَاهُمُ الْوَعْدَ

کتاب) سے پوچھ لو ⑦ اور ہم نے ان (نبیوں) کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں، اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے ⑧ پھر ہم نے

فَأَنجَيْنَاهُمْ وَمَنْ نَّشَاءُ وَاهْلَكْنَا الْمُسْرِفِينَ ⑨

ان (رسولوں) سے (کیا ہوا) وعدہ سچا کر دکھایا، پھر ہم نے ان کو اور جسے ہم نے چاہا نجات دی، اور ہم نے حد سے گزرنے والوں کو ہلاک کر دیا ⑨

یعنی تمہاری باتوں کو سنتا اور تمہارے حالات کو جانتا ہے، اس میں ان کے لیے شدید وعید اور سرنش ہے۔

کفار کا قرآن اور رسول کے بارے میں نظریہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿بَلْ قَالُوا أَضَلَّاتُ أَهْلًا بِإِغْوَاؤِ الْفِتْرِ﴾ ”بلکہ

(ظالم) کہنے لگے کہ یہ (قرآن) خوابوں کی پریشان باتیں ہیں (نہیں) بلکہ اس نے اس کو اپنی طرف سے بنالیا ہے۔“ یہ کفار کی

ہٹ دھرمی، الحاد اور قرآن مجید کے بارے میں ان کی اختلاف والی باتوں کا ذکر ہے، نیز اس میں ان کی حیرت و ضلالت کی

طرف بھی اشارہ ہے کہ کبھی تو وہ اسے جادو قرار دیتے، کبھی اسے شعر کہتے، کبھی پریشان خوابوں سے تعبیر کرتے اور کبھی اسے اپنی

طرف سے بنائی ہوئی باتیں کہا کرتے تھے جیسا کہ فرمایا: ﴿أَنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ٥﴾

(بنی اسرائیل یل 48:17) ”دیکھیے انھوں نے کس کس طرح آپ کے لیے مثالیں بیان کی ہیں، سو یہ گمراہ ہو رہے ہیں اور رستہ

نہیں پاسکتے۔“

فرمان الہی ہے: ﴿فَلْيَاْتِنَا بِآيَةٍ كَمَا أَرْسَلْنَا الْآدَمُوتَ ٥﴾ ”تو جیسے پہلے پیغمبر نشانیاں دے کر بھیجے گئے تھے (اسی طرح) یہ

بھی ہمارے پاس کوئی نشانی لائے۔“ ان کا اشارہ صالح علیہ السلام کی اونٹنی اور موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے معجزات کی طرف تھا لیکن اللہ تعالیٰ

نے ان کے جواب میں فرمایا: ﴿وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا أَنْ كَذَّبَ بِهَا الْأَوْتُونَ ٦﴾ (بنی اسرائیل یل 59:17) ”اور ہمیں

نشانوں کے بھیجنے سے مانع یہی ہے کہ اگلے لوگوں نے اس کی تکذیب کی تھی۔“ اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے:

﴿مَا أَمَنَّا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرِينٍ أَهْلَكْنَاهَا ٦ أَفَهُمْ يُؤْمِنُونَ ٦﴾ ”ان سے پہلے جن بستیوں کو ہم نے ہلاک کیا وہ

ایمان نہیں لائی تھیں، تو کیا یہ ایمان لے آئیں گے؟“ یعنی ہم نے جس بستی کی طرف بھی رسول بھیجا انھیں نشانیاں بھی دیں اس

کے باوجود بستیوں والے نشانیاں دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائے بلکہ انھوں نے تکذیب ہی کی تو ہم نے انھیں ہلاک کر دیا تو کیا یہ

لوگ اگر نشانیاں دیکھ لیں تو ایمان لے آئیں گے؟ نہیں! یہ لوگ بھی ہرگز ایمان نہیں لائیں گے بلکہ ﴿إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ

عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ ٧ وَوَجَاءَتْهُمْ كُلُّ آيَةٍ حَتَّىٰ يَرَوْا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ٧﴾ (یونس 10:97,96)

”یقیناً وہ لوگ جن پر آپ کے رب کی بات ثابت ہو چکی ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے اور اگرچہ ان کے پاس ہر نشانی آجائے،

یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب بھی دیکھ لیں۔“

ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے مبارک ہاتھوں پر ظاہر ہونے والی روشن نشانیوں، براہین قاطعہ اور ایسے واضح دلائل کا مشاہدہ کیا جو بالکل ظاہر، روشن اور قطعی تھے اور سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کے معجزات کے مقابلے میں بے حد جاندار اور شان دار تھے مگر اس کے باوجود یہ لوگ ایمان نہ لائے۔

تفسیر آیات: 9-7

تمام پیغمبر بشر تھے: اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے جنھوں نے انسانوں کے رسول ہونے کا انکار کیا تھا، چنانچہ فرمایا: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِمْ﴾ ”اور ہم نے آپ سے پہلے مرد ہی (پیغمبر بنا کر) بھیجے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے۔“ یعنی سابقہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام بشر تھے اور مرد تھے، ان میں سے کوئی بھی فرشتوں میں سے نہ تھا جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِمْ مِّنْ أَهْلِ الْغُرَىٰ﴾ (یوسف 12: 109) ”اور ہم نے تم سے پہلے بستیوں کے رہنے والوں میں سے مرد ہی بھیجے تھے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدُعَا مِّنَ الرُّسُلِ﴾ (الأحقاف 46: 9) ”کہہ دیجیے: میں رسولوں میں سے انوکھا نہیں ہوں۔“

اللہ تعالیٰ نے سابقہ امتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انھوں نے بشر کے نبی ہونے کا انکار کرتے ہوئے کہا تھا: ﴿اَبَشَرٌ يِّهْدُوْنَكَ﴾ (التغابن 64: 6) ”کیا بشر ہمارے ہادی بنتے ہیں؟“ اسی لیے فرمایا: ﴿فَسَلِّتُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ ”اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھ لو۔“ یعنی سابقہ امتوں، یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر تمام قوموں کے اہل علم سے پوچھ لو کہ ان کی طرف جو پیغمبر آئے تھے کیا وہ بشر تھے یا فرشتے۔ یقیناً وہ بشر ہی تھے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر احسان عظیم ہے کہ اس نے انھی میں سے پیغمبر بھیجے تھے تاکہ ان سے آسانی سے دین و شریعت کے احکام اخذ کیے جاسکیں۔

فرمان الہی ہے: ﴿وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ﴾ ”اور ہم نے ان کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے کہ کھانا نہ کھاتے ہوں۔“ بلکہ وہ ایسے جسم والے تھے جو کھانا کھاتے تھے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ﴾ (الفرقان 25: 20) ”اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی پیغمبر بھیجے ہیں، سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔“ یعنی تمام پیغمبر بھی انسان ہی تھے، وہ بھی انسانوں کی طرح کھاتے پیتے تھے اور کسب معاش اور تجارت کے لیے بازاروں میں آتے جاتے تھے اور یہ بات نہ ان کے لیے نقصان دہ تھی اور نہ کسر شان کا سبب جیسا کہ مشرکوں نے کہا تھا: ﴿مَالِ هَٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ﴾ لَوْلَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونُ مَعَهُ نَذِيرًا ۚ أَوْ يُلْقَىٰ إِلَيْهِ كَذِبٌ أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا ۚ﴾ (الفرقان 25: 8, 7) ”یہ کیسا پیغمبر ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے، اس پر کوئی فرشتہ کیوں نازل نہیں کیا گیا کہ اس کے ساتھ وہ ڈرانے والا ہوتا، یا اس کی طرف خزانہ اتارا جاتا یا اس کا کوئی باغ ہوتا کہ اس میں سے کھایا کرتا۔۔۔۔۔۔“

فرمان الہی ہے: ﴿وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ﴾ ”اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔“ یعنی دنیا میں۔ بلکہ وہ اپنی زندگی کے پورا

لَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيهِ ذِكْرُكُمْ ۖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۙ (10) وَكَمْ قَصَصْنَا مِنْ قَبْلِكَ ۙ
 بلاشبہ ہم نے تمہاری طرف ایک کتاب نازل کی ہے، اس میں تمہارا ہی ذکر ہے، کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے؟ (10) اور ہم نے کتنی ہی کہانیاں تمہیں نہیں
 کانت ظالِمَةً ۚ وَاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۙ (11) فَلَمَّا اَحْسَوْا بِاَسْنَانَا اِذَا هُمْ مِنْهَا
 کر دیں جو ظالم تھیں، اور ان کے بعد ہم نے دوسری قومیں پیدا کیں (11) پھر جب انہوں نے ہمارے عذاب (کی آہٹ) کو محسوس کیا تو وہ لوگ وہاں
 يَرْكُضُوْنَ ۙ (12) لَا تَرْكُضُوْا وَاَرْجِعُوْا اِلٰی مَا اُنْتَرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسْكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَسْئَلُوْنَ ۙ (13)
 سے بھاگنے لگے (12) (ان سے کہا گیا:) مت بھاگو، اور لوٹ جاؤ جہاں تمہیں مسکان عیش و عشرت دیا گیا تھا اور اپنے مکانات و محلات کی طرف، تاکہ تم
 قَالُوْا يٰوَيْلَنَا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۙ (14) فَمَا زَالَتْ تِلْكَ دَعْوُهُمْ حَتّٰی جَعَلْنٰهُمْ
 سے سوال کیا جائے (13) وہ کہنے لگے: ہائے ہماری کم بختی! بے شک ہم ہی ظالم تھے (14) پھر یہی رہی ان کی پکار، حتیٰ کہ ہم نے انہیں کئے ہوئے

حَصِيْدًا اٰخِذِيْنَ (15)

(اور) بچھے ہوئے بنا دیا (15)

ہونے کے بعد فوت ہو جایا کرتے تھے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِشَيْءٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ﴾ (الانبیاء: 21: 34) ”اور
 اے پیغمبر! ہم نے آپ سے پہلے کسی آدمی کو بقائے دوام نہیں بخشا۔“
 حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کو یہ اختصاص و امتیاز حاصل تھا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوتی تھی، ان
 پر فرشتے اللہ تعالیٰ کے وہ احکام لے کر نازل ہوتے تھے جو مخلوق کے لیے اوامر و نواہی پر مشتمل تھے۔ فرمان الہی ہے: ﴿لَهُمْ
 صَدَقَتُهُمْ الْوَعْدَ﴾ ”پھر ہم نے ان سے (اپنا) وعدہ سچا کر دیا۔“ وہ وعدہ جو ان کے رب نے ان سے کیا تھا کہ وہ ظالموں کو
 ضرور ہلاک کر دے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کو سچا کر دکھایا، اس لیے فرمایا: ﴿فَاَنْجَيْنَهُمْ وَمَنْ نَّشَاءُ﴾ ”تو ہم نے ان
 کو اور جس کو چاہا نجات دی۔“ یعنی ان کی اتباع کرنے والے مومنوں کو۔ ﴿وَاَهْلَكْنَا السُّوْفَرِيْنَ﴾ ”اور ہم نے حد سے نکل
 جانے والوں کو ہلاک کر دیا۔“ یعنی انبیائے کرام کے لائے ہوئے دین و شریعت کی تکذیب کرنے والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا۔

تفسیر آیات: 10-15

فضیلت قرآن: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی فضیلت کو بیان کرتے اور اس کی قدر و منزلت کو پہچاننے کی ترغیب دیتے ہوئے
 فرمایا: ﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۖ﴾ ”البتہ تحقیق ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا
 ذکر ہے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس میں تمہارا شرف ہے۔ ﴿اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ ”کیا تم
 نہیں سمجھتے؟“ اس نعمت کو اور اسے قبول نہیں کرتے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۖ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ﴾ (الزحرف
 44: 43) ”اور یقیناً یہ (قرآن) آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے البتہ نصیحت ہے اور (لوگو!) تم سے عنقریب پرسش ہوگی۔“
 ظالموں کو کیسے ہلاک کیا گیا؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكَمْ قَصَصْنَا مِنْ قَبْلِكَ ۙ كَانَتْ ظٰلِمَةً﴾ ”اور ہم نے

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لِعَيْنٍ ۖ ۞ لَوْ أَرَدْنَا أَنْ نَتَّخِذَ لَهُمْ آلًا تَخَذُ لَهُ مِنْ لَدُنَّا ۖ إِنَّ كُنَّا لَفَاعِلِينَ ۖ ۞ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۖ وَلَكُمْ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ ۖ ۞ وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط وَمَنْ عِنْدَهُ

اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے مابین ہے، بھیل کر بنایا کرتے ہوئے پیدا نہیں کیا ۱۶ اگر ہم (یوں ہی) بھیل کر بنانا چاہتے تو اپنے پاس ہی

مِنْ لَدُنَّا ۖ ۞ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ط وَلَكُمْ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ ۖ ۞ وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط وَمَنْ عِنْدَهُ

سے اسے بنا لیتے اگر ہم کرنے والے ہوتے ۱۷ بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو وہ اس کا سر پھوڑ دیتا ہے، پھر یکا یک وہ (باطل) ملیا میٹ

ہو جاتا ہے اور تمہارے لیے ان باتوں کی وجہ سے ہلاکت ہے جو تم (اللہ کے بارے میں) بیان کرتے ہو ۱۸ اور اسی کے لیے ہیں جو آسمانوں اور زمین

لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ ۖ ۞ يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا

میں ہیں، اور جو (فرشتے) اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت کرنے سے تکبر نہیں کرتے اور نہ وہ تھکتے (آتاتے) ہیں ۱۹ وہ رات اور دن اس کی تسبیح

يَقْتُرُونَ ۖ ۞

کرتے ہیں، ست نہیں پڑتے ۲۰

بہت سی بستیوں کو جو قسم گارتھیں ہلاک کر مارا۔“ کلمہ ﴿كَمْ﴾ تکثیر، یعنی کثرت تعداد بتانے کے لیے ہے جیسا کہ اس آیت:

﴿وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُونِ مِنْ بَعْدِ نُوحٍ ط﴾ (بنی اسرائیل 17: 17) ”اور ہم نے نوح (علیہ السلام) کے بعد بہت سی امتوں کو

ہلاک کر ڈالا۔“ میں بھی ﴿كَمْ﴾ تکثیر کے لیے ہے جیسا کہ اس آیت میں کائن تکثیر کے لیے ہے: ﴿فَكَأَيُّنَ مِنْ قُرْيَةٍ

أَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فِيهَا خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا ط﴾ (الحج 45: 22) ”اور بہت سی بستیاں ہیں کہ ہم نے ان کو

تباہ کر ڈالا وہ نافرمان تھیں، لہذا وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں۔“

فرمان الہی ہے: ﴿وَأَنشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا آخَرِينَ ۖ﴾ ”اور ہم نے ان کے بعد اور لوگ پیدا کر دیے۔“ یعنی ان کے بعد

ایک اور امت پیدا کر دی۔ ﴿فَلَبَّأَ احْسِبُوا بَاسًا﴾ ”پس جب انھوں نے ہمارے عذاب کو محسوس کیا۔“ اور انھوں نے یقین

کر لیا کہ اب عذاب یقیناً آنے ہی والا ہے جیسا کہ ان کے نبی نے ان سے وعدہ کیا تھا، ﴿إِذَا هُمْ مِنْهَا يَرْكُضُونَ ط﴾ ”تو

اچانک وہ ان (بستیوں) سے بھاگنے لگے۔“ تو ان سے کہا گیا: ﴿لَا تَرْكُضُوا وَارْجِعُوا إِلَى مَا أُتْرِفْتُمْ فِيهِ وَمَسْكِنُكُمْ﴾

”مت بھاگو اور ان کی طرف واپس ہو جاؤ جن میں تمہیں آسائشیں دی گئی تھیں اور اپنے گھروں کی طرف۔“ ناراضی کا

اظہار کرتے ہوئے ان سے کہا جائے گا کہ عذاب کے نازل ہونے سے ڈر کر مت بھاگو اور نعمتوں، عیش و نشاط اور اپنی ان اعلیٰ

رہائش گاہوں کی طرف لوٹ جاؤ جن میں تم زندگی بسر کر رہے تھے، قتادہ کہتے ہیں کہ یہ ان سے ازراہ مذاق کہا جائے گا۔ ۱

﴿لَعَلَّكُمْ تَسْتَلُونَ ۖ﴾ ”تا کہ تم سے پوچھا جائے“ کہ تم نعمتوں کا کس قدر شکر ادا کرتے تھے۔ ﴿قَالُوا يَوَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا

ظَالِمِينَ ۖ﴾ ”کہنے لگے: ہائے ہماری شامت! بے شک ہم ظالم تھے۔“ اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے مگر اس وقت

اعتراف ان کے لیے کچھ فائدہ مند ثابت نہ ہوگا۔ ﴿فَمَا زِلْتَ تِلْكَ دَعْوَاهُمْ حَتَّىٰ جَعَلْنَاهُمْ حَصِيدًا خِلْدِينَ ۖ﴾ ”تو

ان کی پکار ہمیشہ یہی رہی، یہاں تک کہ ہم نے انھیں کٹے ہوئے، بجھے ہوئے بنا دیا۔“ یعنی وہ اسی طرح کی باتیں اور اپنے ظلم کا اعتراف کرتے رہے حتیٰ کہ ہم نے انھیں کھیتی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا حتیٰ کہ ان کی حرکات و سکنات اور ان کی آوازیں بھی ختم ہو کر رہ گئیں۔

تفسیر آیات: 16-20

کائنات کو عدل و حکمت کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے کائنات کو حق اور عدل و انصاف کے ساتھ پیدا فرمایا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿لِيَجْزِيَ الَّذِينَ أَسَاءُوا بِمَا عَمِلُوا وَيَجْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَىٰ﴾ (النجم 31:53) ”تا کہ جن لوگوں نے برے کام کیے ان کو ان کے اعمال کا (برا) بدلہ دے اور جنھوں نے نیکیاں کیں ان کو نیک بدلہ دے۔“ اس نے اس کائنات کو بے مقصد یا محض کھیل تماشے کے طور پر پیدا نہیں کیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۚ ذَٰلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ﴾ (ص 27:38) ”اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو (کائنات) ان کے درمیان میں ہے، اس کو خالی از مصلحت نہیں پیدا کیا۔ یہ ان کا گمان ہے جو کافر ہیں، چنانچہ کافروں کے لیے آگ سے ہلاکت ہے۔“

فرمان الہی ہے: ﴿لَوْ أَرَدْنَا أَنْ نَتَّخِذَ لَهَؤُمَا آلًا تَخْذُ لَهُمْ لَاتَّخَذْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا ۚ﴾ ”اگر ہم چاہتے کہ کوئی کھیل بنائیں تو ہم اپنے پاس سے بنا لیتے۔“ ابن ابونجیح نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر ہم چاہتے تو اپنے پاس سے ان چیزوں کو بنا لیتے اور جنت اور دوزخ، موت و بعثت اور حساب کتاب کو نہ بناتے۔^①

فرمان الہی ہے: ﴿إِنْ كُنَّا لَعَالِيْنَ ۝۱۷﴾ ”اگر ہم (ایسا) کرنے والے ہوتے۔“ قتادہ، سدی، ابراہیم نخعی اور مغیرہ بن مقسم کہتے ہیں، یعنی ہم ایسا کرنے والے نہیں ہیں۔^② مجاہد کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں جہاں بھی ﴿إِنْ﴾ آیا ہے، وہ انکار کے معنی میں ہے۔^③ ﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ﴾ ”(نہیں) بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر کھینچ مارتے ہیں۔“ یعنی ہم حق کو واضح کر دیتے ہیں اور باطل کو نیست و نابود کر دیتے ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿فَيَذَرُهَا حَرْقًا﴾ ”تو وہ اس کا سر توڑ دیتا ہے، پھر وہ (جھوٹ) اسی وقت نابود ہو جاتا ہے“ ختم ہو جاتا ہے اور مضحل ہو جاتا ہے۔ ﴿وَلَكُمْ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ ۝۱۸﴾ ”اور جو (باتیں) تم بیان کرتے ہو ان سے تمھاری ہی خرابی ہے۔“ اے لوگو! جو اس بات کے قائل ہو کہ اللہ کے لیے اولاد ہے، یہ محض تمھاری افترا پر دازی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ فرشتے تو اس کے بندے ہیں اور ان کی شان یہ ہے کہ وہ دن رات اسی کی اطاعت و بندگی میں مصروف رہتے ہیں۔

ہر چیز اللہ ہی کی مملوک ہے: ﴿وَلَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهِ﴾ ”اور جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اسی کے (مملوک اور اسی کا مال) ہیں اور جو (فرشتے) اس کے پاس ہیں، وہ اس کی عبادت سے

① تفسیر الطبری: 15/17 . ② تفسیر الطبری: 14/17 و تفسیر البغوی: 285/3 . ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 2448/8 .

أَمْ اتَّخَذُوا إِلَهًا مِّنَ الْأَرْضِ هُمْ يُنْشِرُونَ ﴿٢١﴾ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا

کیا انھوں نے زمین میں سے ایسے معبود بنالیے ہیں جو (مردوں کو) اٹھا کھڑا کریں گے؟ ﴿21﴾ اگر ان دونوں (زمین و آسمان) میں اللہ کے سوا اور معبود

اللَّهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحَنَ اللَّهُ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿٢٢﴾ لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ

ہوتے تو ضرور یہ دونوں تباہ ہو جاتے، پس اللہ، عرش کا رب ان باتوں سے پاک ہے جو وہ (شرک) بیان کرتے ہیں ﴿22﴾ وہ جو کچھ کرتا ہے اس کی

وَهُمْ يُسْأَلُونَ ﴿٢٣﴾

بابت اس سے سوال نہیں کیا جاسکتا، جبکہ ان (لوگوں) سے باز پرس کی جائے گی ﴿23﴾

تکبر نہیں کرتے۔“ یعنی عار محسوس نہیں کرتے جیسا کہ فرمایا: ﴿لَنْ يُسْتَنَفَكَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلَّهِ وَلَا الْمَلَكَةُ الْمُقَرَّبُونَ ۖ وَمَنْ يُسْتَنَفَكْ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَنِينًا﴾ (النساء: 172) ”مسیح ہرگز اس سے عار نہ رکھے گا کہ وہ اللہ کا بندہ ہو اور نہ ہی مقرب فرشتے اور جو شخص اللہ کا بندہ ہونے کو موجب عار سمجھے اور سرکشی کرے تو اللہ سب کو اپنے پاس جمع کرے گا۔“

فرمان الہی ہے: ﴿وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ﴾ ﴿١٩﴾ ﴿يَسْبَحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ﴾ ﴿٢٠﴾ ”اور نہ وہ تھکتے ہیں، رات اور دن (اس کی) تسبیح کرتے رہتے ہیں (اور) نہ وہ سستی کرتے ہیں۔“ یعنی رات دن کام میں لگے رہتے ہیں، پھر نہ وہ تھکتے ہیں اور نہ اکتاتے ہیں۔ اور کام سے ان کا مقصود اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی ہے اور وہ رات دن کام کرنے کی قدرت بھی رکھتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ ﴿٦٦﴾ (التحریم 6:66) ”اللہ تعالیٰ انھیں جو حکم فرماتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ان کو ملتا ہے اسے بجالاتے ہیں۔“

تفسیر آیات: 21-23

جھوٹے خداؤں کی تردید: جن لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنالیے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿أَمْ اتَّخَذُوا إِلَهًا مِّنَ الْأَرْضِ هُمْ يُنْشِرُونَ﴾ ﴿٢١﴾ ”بھلا لوگوں نے (جو) زمین سے (بعض کو) معبود بنالیا ہے (تو کیا) وہ (ان کو مرنے کے بعد) زندہ کر دیں گے؟“ یعنی کیا مردوں کو زندہ کریں گے اور انھیں زمین سے اٹھائیں گے، وہ تو اس طرح کی کسی بات کی قدرت نہیں رکھتے تو ان لوگوں نے انھیں اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دے کر ان کی عبادت کیوں شروع کر دی؟ پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اگر اس کے سوا دوسرے معبودوں کا بھی وجود ہوتا تو آسمانوں اور زمین کا نظام درہم برہم ہو جاتا، چنانچہ فرمایا: ﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا﴾ ”اگر ان (آسمانوں اور زمین) میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو دونوں (زمین و آسمان) درہم برہم ہو جاتے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَهٍ إِذْ أَذْنَبَ كُلُّ الْإِلَهِ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَّ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ سُبْحَنَ اللَّهُ عَمَّا يُصِفُونَ﴾ ﴿٩١﴾ (المؤمنون 91:23) ”اللہ نے کوئی اولاد نہیں بنائی اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی معبود ہے، ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی اپنی مخلوق کو لے کر چل دیتا اور البتہ بعض ان کے بعض پر چڑھائی کرتے۔ یہ لوگ جو کچھ (اللہ کے بارے میں) بیان کرتے ہیں اللہ اس سے پاک ہے۔“

أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ إِلَهًا ط قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ هَذَا ذِكْرٌ مَنْ مَعِيَ وَذِكْرٌ مَنْ

کیا انھوں نے اس (اللہ) کے سوا اور معبود بنالے ہیں؟ کہہ دیجیے: تم اپنی دلیل لاؤ، یہ (توحیدی) میرے ساتھیوں کا ذکر ہے اور مجھ سے پہلوں کا بھی

قَبْلِي ط بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ لَا الْحَقُّ فَهُمْ مُّعْرِضُونَ ﴿24﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ

ذکر تھا، بلکہ ان میں سے اکثر حق کا علم نہیں رکھتے، پھر وہ (اس سے) اعراض کر رہے ہیں ﴿24﴾ اور آپ سے پہلے ہم نے جو بھی رسول بھیجا اس کی طرف

مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوْحِيَ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ﴿25﴾

یہی وحی کرتے رہے کہ بے شک میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس تم میری ہی عبادت کرو ﴿25﴾

اور یہاں فرمایا: ﴿فَسُبْحَنَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ﴾ ﴿26﴾ ”پس جو باتیں یہ لوگ بیان کرتے ہیں، اللہ مالک عرش ان سے پاک ہے۔“ یعنی یہ جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ کا بیٹا یا اس کا کوئی شریک ہے تو اس کی ذات گرامی ان کے اس کذب و افترا سے پاک اور بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔

فرمان الہی ہے: ﴿لَا يَسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ﴾ ﴿27﴾ ”وہ جو کام کرتا ہے اس سے اس کی پرسش نہیں ہوگی اور (جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اس کی) ان سے پرسش ہوگی۔“ یعنی وہ حاکم ہے اس کی عظمت و جلال، کبریائی، علم و حکمت اور عدل و لطف کے باعث اس کے حکم کو نہ کوئی ٹال سکتا ہے اور نہ اس پر اعتراض کر سکتا ہے جبکہ وہ اپنی مخلوق سے ان کے اعمال کے بارے میں ضرور پرسش کرے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْزَعِينَ ۖ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ ﴿93﴾ (الحجر: 92، 93) ”آپ کے پروردگار کی قسم! ہم ان سب سے ضرور پرسش کریں گے ان کاموں کی جو وہ کرتے رہے۔“ اور فرمان مذکور حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: ﴿وَهُوَ يُجِيبُ وَلَا يُجَارَ عَلَيْهِ﴾ (المؤمنون: 23، 88) ”اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دی جاتی۔“

تفسیر آیات: 24، 25

اللہ معبود برحق ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ إِلَهًا ط قُلْ﴾ ”کیا ان لوگوں نے اس (اللہ) کے سوا اور معبود بنالے ہیں؟ کہہ دیجیے“ اے محمد (ﷺ): ﴿هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ﴾ ”(اس بات پر) اپنی دلیل پیش کرو۔“ یعنی جو تم کہتے ہو۔ ﴿هَذَا ذِكْرٌ مَنْ مَعِيَ﴾ ”یہ ان کا ذکر ہے جو میرے ساتھ ہیں۔“ یعنی قرآن مجید، ﴿وَذِكْرٌ مَنْ قَبْلِي ط﴾ ”اور جو مجھ سے پہلے ہیں ان کا بھی (یہی ذکر ہے۔)“ یعنی سابقہ آسمانی کتابیں بھی اس کے خلاف ہیں جو تم کہتے اور گمان کرتے ہو کیونکہ ہر وہ کتاب جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی بھی نبی پر نازل فرمایا وہ یہ بیان کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں لیکن مشرکوں نے حق کو نہیں جانتے ہو، اسی لیے اس سے منہ پھیر رہے ہو، چنانچہ فرمایا: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِيَ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ ﴿25﴾ ”اور جو پیغمبر ہم نے آپ سے پہلے بھیجے ان کی طرف یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں تو تم میری ہی عبادت کرو۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَسَأَلَ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مَنْ أَرْسَلْنَا أَجْعَلُنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ إِلَهًا يُعْبَدُونَ﴾ ﴿45﴾ (الزخرف: 43، 45) ”اور (اے محمد ﷺ!) جو اپنے پیغمبر ہم نے آپ سے پہلے بھیجے ہیں

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا سُبْحَنَهُ ۚ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ﴿٢٦﴾ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ

اور انھوں نے کہا: رحمن نے اولاد بنائی ہے۔ وہ (اس سے) پاک ہے، بلکہ وہ (فرشتے) تو (اللہ کے) معزز و مکرم بندے ہیں ﴿26﴾ وہ بات کرنے میں اس

پامردہ یعملون ﴿27﴾ یَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ

سے سبقت نہیں کرتے، اور وہ اسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں ﴿27﴾ وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے اور ان کے پیچھے ہے، اور وہ صرف اس کی سفارش

اِذْ تُنْصَىٰ وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ ﴿٢٨﴾ وَمَنْ يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلَهٌ مِّنْ دُونِهِ

کریں گے جس کے لیے اللہ پسند کرے گا اور وہ اس کے خوف سے ڈرنے والے ہیں ﴿28﴾ اور ان میں سے جو یہ کہے کہ بے شک اللہ کے سوا میں بھی

فَذَلِكْ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ ۚ كَذَلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿٢٩﴾

معبود ہوں تو اسے ہم اس (بات) کا بدلہ جہنم دیں گے، ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں ﴿29﴾

ان کے احوال دریافت کر لیں، کیا ہم نے (اللہ) رحمان کے سوا اور معبود بنائے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۚ﴾ (النحل: 36:16) ”اور البتہ تحقیق ہم نے ہر جماعت میں پیغمبر بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور بتوں (کی پرستش) سے اجتناب کرو۔“

ہر نبی نے، جسے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تھا، اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہی کی عبادت کی دعوت دی اور فطرت بھی اسی بات کی شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرنی چاہیے جبکہ مشرکوں کے پاس غیر اللہ کی پرستش کی کوئی دلیل نہیں ہے، ان کی ساری دلیلیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک باطل ہیں، اسی وجہ سے یہ غضب الہی کے مستحق ہیں اور آخرت میں ان کے لیے سخت ترین عذاب ہوگا۔

تفسیر آیات: 26-29

فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دینے والوں کی تردید: اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تردید فرمائی ہے جن کا یہ گمان تھا کہ فرشتے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اولاد ہیں جیسا کہ بعض عرب کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان سب لوگوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿سُبْحَنَهُ ۚ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ﴾ ﴿26﴾ ”وہ پاک ہے بلکہ (جن کو یہ لوگ اس کی بیٹیاں سمجھتے ہیں) وہ (اس کے) عزت والے بندے ہیں۔“، یعنی فرشتے تو اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے نزدیک قابل عزت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں عظیم الشان مکانات اور بلند ترین مقامات سے سرفراز فرما رکھا ہے اور وہ اپنے قول و فعل اور ہر طرح سے اس کی حدود و اطاعت بجا لاتے ہیں، ﴿لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ﴾ ﴿27﴾ ”وہ بات کرنے میں اس (اللہ) سے سبقت نہیں کرتے اور اسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔“، کسی بھی کام میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے آگے نہیں بڑھتے اور نہ اس کے کسی بھی حکم کی مخالفت کرتے ہیں بلکہ اس کی اطاعت کے لیے فوراً سرگرم ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے علم سے ان سب کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور اس سے ان کی کوئی بات بھی مخفی نہیں ہے، ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ ”جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے وہ جانتا ہے۔“

فرمان الہی ہے: ﴿وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ ارْزُقِيَ﴾ اور وہ (اس کے پاس کسی کی) سفارش نہیں کرتے مگر اسی شخص کے

أَوَلَمْ يَرِ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا ط وَجَعَلْنَا مِنَ

کیا کافروں نے نہیں دیکھا (غور کیا) کہ بے شک آسمان اور زمین باہم ملے ہوئے تھے، پھر ہم نے ان دونوں کو الگ الگ کر دیا،

الْمَاءِ كُلِّ شَيْءٍ حَيٍّ ط أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ③۰ وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِهِمْ ص

اور ہم نے پانی سے ہر زندہ شے بنائی، کیا پھر وہ ایمان نہیں لاتے؟ ③۰ اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے، تاکہ وہ ان کے ساتھ

وَجَعَلْنَا فِيهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ③۱ وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا

جھکنے (نہ) پائے، اور ہم نے اس میں کھلی راہیں رکھیں، تاکہ وہ (لوگ) راہ پائیں ③۱ اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا، جبکہ

مَحْفُوظًا ۚ وَهُمْ عَنْ آيَتِهَا مُعْرِضُونَ ③۲ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ الْإِنْسَانَ وَالنَّهَارَ

وہ اس (آسمان) کی نشانیوں سے اعراض کرنے والے ہیں ③۲ اور وہی (اللہ) ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا

وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ③۳

کیا، سب اپنے اپنے مدار میں تیرتے پھرتے ہیں ③۳

لیے جس کو اللہ پسند کرے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ط﴾ (البقرة: 255) ”کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کرے؟“ اور فرمایا: ﴿وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ ط﴾ (سبا: 23:34) ”اور اللہ کے ہاں (کسی کے لیے کوئی) سفارش فائدہ نہ دے گی مگر اس کے لیے جس کے بارے میں وہ اجازت بخشے۔“ اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات کریمہ ہیں۔

فرمان الہی ہے: ﴿وَهُمْ مِنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ ③۰ وَمَنْ يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلَهٌ مِنْ دُونِهِ﴾ ”اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں اور جو شخص ان میں سے یہ کہے کہ اللہ کے سوا میں معبود ہوں۔“ ﴿قَدْ لَكَ تَعْذِيرٌ بَعْهَتْهُمْ ط كَذَلِكَ نَعْزِي الظَّالِمِينَ ③۱﴾ ”تو اسے ہم دوزخ کی سزا دیں گے اور ظالموں کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔“ یعنی ان میں سے جو بھی ایسی بات کہے، یعنی یہ شرط ہے اور شرط کا وقوع پذیر ہونا لازم نہیں ہوتا جیسا کہ فرمایا: ﴿قُلْ إِنْ كَانَ لِلزَّحْمِ وَلَدٌ ۖ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَبْدِينَ ۝﴾ (الزحرف: 81:43) ”کہہ دیجیے کہ اگر اللہ کے لیے اولاد ہوتو میں (سب سے) پہلے (اس کی) عبادت کرنے والا ہوں۔“ یا جیسے یہ آیت کریمہ ہے: ﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝﴾ (الزمر: 65:39) ”اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے عمل برباد ہو جائیں گے اور تم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔“

تفسیر آیات: 30-33

اللہ کی نشانیاں: اللہ تعالیٰ ہی نے تمام اشیاء کو پیدا فرمایا ہے اور تمام مخلوقات پر اسی کا غلبہ و تسلط ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی اس قدرت کا ملہ اور عظیم الشان بادشاہت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿أَوَلَمْ يَرِ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ ”کیا کافروں نے نہیں دیکھا؟“، یعنی اس کی الوہیت کا انکار کرنے والوں اور اس کے ساتھ غیر کی پوجا کرنے والوں کو یہ معلوم نہیں کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی نے مخلوق کو پیدا فرمایا ہے اور اس ذات گرامی کے قبضہ و اختیار میں کائنات کی تدبیر ہے، پھر اس کے ساتھ کسی غیر کی پوجا

کیوں کی جائے اور کسی اور کو اس کا شریک کیوں ٹھہرایا جائے۔ کیا انھوں نے نہیں دیکھا: ﴿اِنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا﴾ ”بلاشبہ آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے۔“ یعنی ایک دوسرے کے ساتھ متصل اور ابتدائے آفرینش کے وقت باہم ملے جملے تھے تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کو الگ الگ کر دیا اور سات آسمان بنا دیے اور سات ہی زمینیں بنادیں، آسمان دنیا اور زمین کو ہوا کے ساتھ ایک دوسرے سے الگ کر دیا، آسمان سے بارش برسانا اور زمین سے نباتات اگانا شروع فرمادیا، اسی لیے فرمایا: ﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ③۰ ”اور تمام جاندار چیزیں ہم نے پانی سے بنائیں، پھر یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے؟“ یعنی وہ تمام مخلوقات کا خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہا ہے کہ پیدا ہو کر کس طرح آہستہ آہستہ پروان چڑھتی ہیں اور کائنات کی یہ تمام چیزیں اس صانع، فاعل، مختار اور قادر مطلق کے وجود کی دلیل ہیں۔

فَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَّهٗ اٰیَةٌ تَذُلُّ عَلٰی اَنَّهُ وَاٰحٰدٌ

”ہر چیز میں اس کے لیے نشانی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی ذات پاک وحدہ لاشریک ہے۔“

﴿كَانَتَا رَتْقًا﴾ کا مفہوم: سفیان ثوری نے اپنے والد سے اور انھوں نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ رات پہلے تھی یا دن۔ انھوں نے فرمایا دیکھو جب آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے تو ان کے درمیان تاریکی ہی تو تھی، اس سے معلوم ہوا کہ رات دن سے پہلے تھی۔ ① ابن ابوحاتم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ان کے پاس آ کر ایک شخص نے اس آیت کریمہ: ﴿اِنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ط﴾ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ اس شیخ کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو اور جو جواب دیں مجھے بھی آ کر بتاؤ تو اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جا کر اس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: ہاں! آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے، آسمان ملا ہوا تھا اور اس سے بارش نہیں برستی تھی اور زمین بھی ملی ہوئی تھی اور اس سے نباتات نہیں اگتی تھی، جب اللہ تعالیٰ نے زمین کے لیے مخلوق کو پیدا فرمادیا تو آسمان کو جدا کر دیا تاکہ اس سے بارش بر سے اور زمین کو جدا کر دیا تاکہ نباتات اگے۔ اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس واپس جا کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس جواب کے بارے میں بتایا تو انھوں نے فرمایا: ہاں! اب معلوم ہوا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو واقعی قرآن کا علم ہے، انھوں نے بالکل سچ فرمایا، واقعی بات اسی طرح ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے تفسیر قرآن کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جرأت سے تعجب ہوتا تھا لیکن ان کی یہ تفسیر سن کر مجھے معلوم ہوا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو واقعی قرآن کا علم ہے۔ ② سعید بن جبیر کا قول ہے کہ آسمان اور زمین آپس میں چٹے ہوئے تھے، آسمان کو اوپر اٹھا دیا گیا اور اس سے زمین کو ظاہر کر دیا گیا تو یہی ان دونوں کا جدا جدا کرنا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے۔ ③ حسن وقادہ کا قول ہے کہ دونوں اکٹھے تھے، اللہ تعالیٰ نے دونوں کو ہوا کے ساتھ جدا جدا کر دیا۔ ④

① تفسیر الطبری: 27/17 والدر المنثور: 569/4. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2450/8. ③ الدر المنثور: 570/4. ④

تفسیر ابن ابی حاتم: 2451/8.

جنت میں داخلے کا جامع کلمہ: فرمان الہی ہے: ﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ط﴾ ”اور ہم نے تمام جاندار چیزیں پانی سے بنائیں۔“ یعنی تمام جاندار چیزوں کی اصل پانی ہے۔ امام احمد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں جب آپ کے دیدار سے فیض یاب ہوتا ہوں تو میرا جی خوش ہو جاتا ہے اور آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں، آپ مجھے ہر چیز کے بارے میں بتادیں۔ آپ نے فرمایا: [كُلُّ شَيْءٍ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ] ”ہر چیز کو پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔“ میں نے عرض کی: مجھے ایک ایسا کام بتادیں کہ میں اس کے کرنے سے جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا: [أَفْشِ السَّلَامَ، وَأَطْعِمِ الطَّعَامَ، وَصِلِ الْأَرْحَامَ، وَقُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ، ثُمَّ ادْخُلِ الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ] ”سلام پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو، رات کو قیام کرو جب لوگ سو رہے ہوں اور پھر سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔“^① اس حدیث کی سند صحیحین کی شرط کے مطابق ہے، البتہ اس میں ایک راوی ابو میمونہ سنن کے رجال میں سے ہے، ان کا نام سلیم ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ ان کی حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں۔

فرمان الہی ہے: ﴿وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ ط﴾ ”اور ہم نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیے۔“ یعنی ہم نے پہاڑوں کے ساتھ زمین کو قرار دیا اور اسے بوجھل بنادیا تاکہ ہلنے جلنے نہ لگے کیونکہ اس کے ہلنے جلنے سے اس کے رہنے والوں کو قرار نصیب نہیں ہو سکتا تھا، اس لیے کہ ایک چوتھائی حصے کے سوا باقی ساری زمین پانی میں ڈوبی ہوئی ہے، ایک چوتھائی حصہ پانی سے باہر ہوا اور دھوپ میں ہے تاکہ زمین کے بسنے والے آسمان اور اس میں ودیعت کی ہوئی روشن نشانیوں، حکمتوں اور علامتوں کا مشاہدہ کر سکیں، اسی لیے فرمایا: ﴿أَنْ تَسِيَدَ بِهِمْ ط﴾ ”کہ وہ انھیں ہلا (نہ) دے۔“

پہاڑوں میں کشادہ راہیں: اور فرمان الہی ہے: ﴿وَجَعَلْنَا فِيهَا فِجَاجًا سَبِيلًا ط﴾ ”اور ہم نے اس میں کشادہ رستے بنائے۔“ یعنی پہاڑوں میں گھاٹیاں بنادیں۔ جن میں چل کر لوگ ایک علاقے سے دوسرے علاقے اور ایک ملک سے دوسرے ملک میں پہنچ جاتے ہیں جیسا کہ مشاہدے کی بات ہے کہ بہت سے ملکوں کے درمیان پہاڑ حائل ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان پہاڑوں کے درمیان راستہ بنایا ہوتا ہے تاکہ لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ آ جا سکیں، اسی لیے فرمایا: ﴿لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ط﴾ ”تاکہ لوگ راہ پائیں۔“

آسمان قبة کی طرح ہے: ارشاد الہی ہے: ﴿وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَفْفًا مَّحْفُوظًا ط﴾ ”اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا۔“ یعنی آسمان کو زمین کے اوپر چھت بنادیا آسمان اس طرح ہے جیسے زمین پر قبة ہو جیسا کہ فرمایا: ﴿وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَكَا سُعُونَ ط﴾ (الذّٰرِئ 47:51) ”اور آسمان کو ہم نے اپنی طاقت سے بنایا اور بلاشبہ ہم بہت وسعت والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَالسَّمَاءَ وَمَا بَنَاهَا ط﴾ (الشَّمْس 5:91) ”اور آسمان کی اور اس ذات کی قسم! جس نے اسے بنایا۔“ ﴿أَفَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوجٍ ط﴾ (ق 6:50) ”کیا پھر انھوں نے اپنے

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِن مَّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ ﴿٣٤﴾ كُلُّ نَفْسٍ

اور (اے نبی!) ہم نے آپ سے پہلے بھی کسی بشر کو ہمیشہ کی زندگی نہیں دی، پھر اگر آپ مر جائیں تو کیا وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟ ﴿٣٤﴾ ہر نفس موت کو

ذَاقَةُ الْمَوْتِ ط وَنَبَلُّوْكُمْ بِالْخَيْرِ وَفِتْنَةً ط وَآلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴿٣٥﴾

چکھنے والا ہے۔ اور ہم تمہیں پرکھنے کے لیے برائی اور بھلائی سے آزما رہے ہیں، اور تمہیں ہماری ہی طرف پلٹنا ہے ﴿٣٥﴾

اوپر آسمان کی طرف نگاہ نہیں کی کہ ہم نے اس کو کیونکر بنایا اور (کیونکر) سجا یا اور اس میں کہیں شگاف تک نہیں۔“ بنانے سے مراد قبہ نصب کرنا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ] ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔“ یعنی پانچ ستونوں پر اور ستون خیموں ہی کے لیے ہوتے ہیں جیسا کہ عربوں کے ہاں معمول ہے۔ ﴿مَحْفُوظٌ﴾^① بلند اور محفوظ تا کہ اس تک پہنچنا نہ جاسکے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ محفوظ کے معنی بلند ہیں۔^②

شمس و قمر میں غور و فکر: فرمان الہی ہے: ﴿وَهُمْ عَنْ آيَاتِنَا مُعْرِضُونَ﴾^③ ”اور وہ اس (آسمان) کی نشانیوں سے اعراض کرنے والے ہیں۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَكَايْنٍ مِّنْ آيَةِ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ﴾ (یوسف 105:12) ”اور آسمان و زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں، جن پر وہ اس حال میں گزرتے ہیں کہ ان سے اعراض کرنے والے ہوتے ہیں۔“ یعنی فکر نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کس قدر وسیع و عریض اور بلند پیدا فرمایا ہے اور پھر انہیں کیسے کیسے کواکب و ثوابت اور سیاروں کے ساتھ مزین فرمایا ہے جن میں سب سے نمایاں سورج ہے جو دن رات میں سارے فلک کو عبور کر کے اس قدر طویل مسافت طے کرتا ہے کہ اس کے اندازے کو صرف وہی جانتا ہے جس نے اسے مسخر کیا اور چلایا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض دیگر نشانیوں کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ﴾ ”اور وہی تو ہے جس نے رات اور دن کو بنایا۔“ یعنی رات میں اندھیرا اور سکون پیدا فرما دیا اور دن کو منور اور مانوس بنا دیا اور پھر کبھی دن لمبا اور رات چھوٹی ہوتی ہے اور کبھی رات لمبی اور دن چھوٹا ہوتا ہے۔ ﴿وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ﴾ ”اور سورج اور چاند کو بنایا“ کہ ان میں سے ہر ایک کی خاص روشنی، اپنا مدار، علیحدہ زمانہ اور مخصوص حرکات و سکنات ہیں، اور دوسرا ان تمام امور میں اس سے جدا ہے۔ ﴿كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ﴾^④ ”(یہ سورج، چاند اور ستارے) سب (اپنے اپنے) مدار میں تیرتے ہیں۔“ یعنی گھوم رہے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ سب اس طرح گھوم رہے ہیں جس طرح چرنے میں تگلا گھومتا ہے۔^⑤ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَالِقُ الْإِصْبٰجِ وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ﴾ (الأنعام 6:96) ”وہ (رات کے اندھیرے سے) صبح کی روشنی پھاڑ نکالتا ہے اور اسی نے رات کو (موجب) آرام (ٹھہرایا) اور سورج اور چاند کو (ذریعہ) حساب بنایا ہے، یہ اس (اللہ) نہایت غالب (اور) خوب علم والے کے (مقرر کیے ہوئے) اندازے ہیں۔“

تفسیر آیات: 35، 34

① صحیح البخاری، ایمان، باب: دعاء کم ایمانکم.....، حدیث: 8 عن ابن عمر رضی اللہ عنہما. ② تفسیر الطبری: 30/17.

③ تفسیر ابن ابی حاتم: 2452/8.

وَإِذَا رَأٰكَ الَّذِينَ كَفَرُوا۟ إِنْ يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا ۖ أَهٰذَا الَّذِي يَذْكُرُ آلِهَتَكُمْۭ

اور جب کافر آپ کو دیکھتے ہیں تو وہ آپ کو مذاق ہی کا نشانہ بناتے ہیں (کہتے ہیں: کیا یہی ہے جو تمہارے معبودوں کا ذکر (اہانت سے) کرتا

وَهُمْ يَذْكُرُ الرَّحْمٰنَ هُمْ كَفَرُوْنَ ﴿٣٦﴾ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۖ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَاَلَا

ہے؟ حالانکہ وہ خود رحمن کے ذکر کے منکر ہیں ﴿36﴾ انسان جلد بازی (کے غیر) سے تخلیق کیا گیا ہے، میں تمہیں اپنی نشانیاں جلد دکھاؤں گا، پس تم

تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٣٧﴾

مجھ سے جلدی کا مطالبہ نہ کرو ﴿37﴾

دنیا میں کوئی ہمیشہ نہیں رہے گا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ﴾ ”اور (اے پیغمبر!) ہم نے آپ سے پہلے کسی آدمی کو بقائے دوام نہیں بخشا۔“ یعنی دنیا میں۔ بلکہ ﴿كُلُّ مَن عَلَيْهَا فَاِنَّهٗ ذُوْ اَجَلٍ وَّ اِلَّا كُزُوْا۟﴾ (الرحمن 27، 26، 55) ”جو (مخلوق) اس (زمین) پر ہے سب کو فنا ہونا ہے، اور آپ کے پروردگار کا جلال و عظمت والا چہرہ ہی باقی رہے گا۔“

فرمان الہی ہے: ﴿اَفَاٰیْنِ مَّتَّ﴾ ”پس بھلا اگر آپ فوت ہو جائیں؟“ اے محمد ﷺ! ﴿فَهُمُ الْخٰیْدُوْنَ﴾ ﴿١٤﴾ ”تو کیا یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے؟“ یعنی یہ امید رکھتے ہیں کہ آپ کے بعد زندہ رہیں گے، لہذا یہ کبھی نہیں ہو سکتا کیونکہ ہر ایک نے ایک نہ ایک دن فوت ہو جانا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذٰٓئِقَةُ الْمَوْتِ ۖ﴾ ”ہر نفس کو موت کا مزا چکھنا ہے۔“ امام شافعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ آپ نے درج ذیل دو شعر پڑھے اور ان سے استنبہاد کیا:

تَمَنَّى رِجَالٌ اَنْ اَمُوْتَ وَاِنْ اَمُتْ فَنِلَّكَ سَبِيْلٌ لَّسْتُ فِيْهَا بِاَوْحَدٍ

”کچھ لوگوں کی تمنا ہے کہ میں مرجاؤں اور اگر میں مرجاؤں تو یہ کوئی ایسا راستہ نہیں جس پر میں اکیلا ہی چلنے والا ہوں۔“

فَقُلْ لِلّٰہِ یُعٰی خِلَافَ الَّذِیْ مَضٰی تَهٰیٓٔ لِّاٰخِرٰی مِثْلَهَا فَاَکَانَ قَدْ

”جو شخص مروجہ قانون کے خلاف چاہتا ہے اس سے یہ کہہ دو کہ تم اس جیسی دوسری صورت حال کے لیے تیار ہو جاؤ

کیونکہ وہ حالت آنے والی ہے۔“ ﴿١٥﴾

فرمان الہی ہے: ﴿وَنَبِّؤْكُمْ بِالْاَشْرِ وَالْخَيْرِ فَنُنَبِّئُكُمْ﴾ ”اور ہم تم لوگوں کو سختی اور آسودگی میں آزمائش کے طور پر بتلا کرتے ہیں۔“ یعنی ہم کبھی تمہیں مصائب میں مبتلا کر کے آزماتے ہیں اور کبھی نعمتیں دے کر آزمائش کرتے ہیں اور ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ شکر کون کرتا ہے اور کفر ان نعمت کو کون اختیار کرتا ہے، صبر کون کرتا ہے اور ناامیدی کا مظاہرہ کون کرتا ہے جیسا کہ علی بن ابوطالب نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿وَنَبِّؤْكُمْ﴾ کے معنی ہیں کہ ہم تمہیں بتلا کرتے ہیں ﴿بِالْاَشْرِ وَالْخَيْرِ فَنُنَبِّئُكُمْ﴾ ”سختی اور آسودگی میں آزمائش کے طور پر۔“ یعنی سختی اور نرمی کے ساتھ، صحت اور بیماری کے ساتھ،

دولت مندی اور فقری کے ساتھ، حلال و حرام کے ساتھ، طاعت و معصیت کے ساتھ اور ہدایت و ضلالت کے ساتھ۔^① فرمان الہی ہے: ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا مِنْكُمْ لَآتَيْنَا عَلَيْهِمُ الْبُيُوتَ﴾ اور تم ہماری طرف ہی لوٹائے جاؤ گے۔“ پھر ہم تمہارے اعمال کے مطابق تمہیں بدلہ دیں گے۔

تفسیر آیات: 36، 37

مشرکین کا نبی ﷺ کے ساتھ استہزا: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے: ﴿وَإِذَا رَأَوْكَ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ اور جب کافر آپ کو دیکھتے ہیں۔“ یعنی کفار قریش، جیسے ابو جہل اور اس جیسے دیگر کفار ﴿إِنْ يَتَّخِذْ مِنْكَ إِلَّا هُزُوًا﴾ ”تو وہ صرف آپ ہی سے استہزا کرتے ہیں۔“ آپ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿أَهَذَا الَّذِي يَدَّعِي الْإِلَهِيَّةَ﴾ یہی وہ شخص ہے جو تمہارے معبودوں کا ذکر (برائی سے) کیا کرتا ہے؟“ یعنی کہتے ہیں کہ کیا یہی وہ شخص ہے جو تمہارے معبودوں کو گالیاں دیتا اور تمہارے عقل مندوں کو بے وقوف قرار دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمَنِ هُمْ كَافِرُونَ﴾ ”حالانکہ وہ خود رحمن کے ذکر سے منکر ہیں۔“ یعنی یہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور اس کے باوجود وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ استہزا کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿وَإِذَا رَأَوْكَ إِذْ يَتَّخِذُ مِنْكَ إِلَّا هُزُوًا﴾ اَلَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا ۖ إِنَّكَ لَا تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ فَكَذَّبْتَ وَكَانَ الَّذِي تَتَّبِعُكَ لَا يَأْمُرُكَ بِإِغْلَابِ الْبَشَرِ ۚ لَوِ اتَّخَذَ اللَّهُ مَثَلًا لِّكُلِّ بَشَرٍ لَّوْثٌ ۚ قَدْ جَاءَ الْفُرْقَانُ ۚ الْفُرْقَانُ ۖ (الفرقان 25: 41، 42) ”اور یہ لوگ جب آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کی ہنسی ہی اڑاتے ہیں کہ کیا یہی شخص ہے جس کو اللہ نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ اگر ہم اپنے معبودوں کے بارے میں ثابت قدم نہ رہتے تو یہ ضرور ہم کو بہکا دیتا (اور ان سے پھیر دیتا) اور (یہ لوگ) عنقریب معلوم کر لیں گے جب عذاب دیکھیں گے کہ سیدھے رستے سے کون زیادہ بہکا ہوا ہے۔“

انسان عجلت پسند ہے: فرمان الہی ہے: ﴿خُلِقَ الْإِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ﴾ ”انسان جلد بازی (کے خمیر) سے بنایا گیا ہے۔“ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا﴾ (بنی اسرائیل 17: 11) ”اور انسان بہت جلد باز (پیدا ہوا) ہے۔“ یعنی اپنے امور میں جلد باز ہے۔ یہاں انسان کی جلد بازی کے بیان کرنے میں حکمت یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ استہزا کرنے والوں کا ذکر ہوا تو دلوں میں یہ خیال آیا کہ ان سے فوراً انتقام لیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿خُلِقَ الْإِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ﴾ ”انسان جلد بازی (کے خمیر) سے بنایا گیا ہے۔“ لیکن اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دے دیتا ہے اور جب اسے پکڑ لیتا ہے تو پھر اسے نہیں چھوڑتا، یعنی پہلے مہلت دے رکھتا ہے، پھر اس کے بعد تاخیر نہیں کرتا، اسی لیے فرمایا: ﴿سَأُوبِيَكُمْ إِلَيْنِي﴾ ”میں تم لوگوں کو عنقریب اپنی نشانیاں دکھاؤں گا۔“ یعنی میں اپنے نافرمان لوگوں سے کس طرح انتقام لیتا ہوں، ان کے بارے میں کس طرح فیصلہ کرتا ہوں اور ان پر مجھے کس طرح قبضہ و تسلط حاصل ہے؟ ﴿فَلَا تَسْتَعْجِلُونِ﴾ ”سو مجھ سے جلدی کا مطالبہ نہ کرو۔“

① تفسیر الطبری: 34/17 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2452/8.

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٣٨﴾ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِينَ كَفَرُوا حِينَ

اور وہ (مسلمانوں سے) کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو یہ (عذاب یا قیامت کا) وعدہ کب (پورا) ہوگا؟ ﴿38﴾ کاش! کافر اس وقت کو جان لیں جب وہ اپنے

لَا يَكْفُونَ عَنْ وُجُوهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُورِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ﴿٣٩﴾ بَلْ

چہروں سے آگ نہیں ہٹا سکیں گے اور نہ اپنی پشتوں سے، اور نہ ان کی مدد ہی کی جائے گی ﴿39﴾ بلکہ وہ (قیامت) اچانک ہی انہیں آلے گی، سو وہ ان

تَأْتِيهِمْ بَغْتَةً فَنَبْهَتْهُمْ فَلَآ يَسْتَطِيعُونَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿٤٠﴾

کے ہوش کھودے گی، پھر وہ اسے ٹال نہ سکیں گے اور نہ انہیں مہلت ہی دی جائے گی ﴿40﴾

تفسیر آیات: 38-40

مشرکوں کا عذاب کو جلد طلب کرنا: اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ تکذیب و انکار اور کفر و عناد کی وجہ سے اور عذاب کو بعید سمجھنے کی وجہ سے عذاب کے لیے جلدی کرتے ہیں۔ ﴿وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ ﴿38﴾ اور کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا۔“ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَوْ يَعْلَمُ الَّذِينَ كَفَرُوا حِينَ لَا يَكْفُونَ عَنْ وُجُوهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُورِهِمْ﴾ ”اے کاش! کافر اس وقت کو جانیں جب وہ اپنے چہروں پر سے (دوزخ کی) آگ کو ہٹا نہ سکیں گے اور نہ اپنی پیٹھوں سے۔“ یعنی اگر انہیں یقین ہو کہ قیامت واقعی آنے والی ہے تو یہ عذاب کے لیے کبھی بھی جلدی نہ کریں اور اگر یہ لوگ اس وقت کو جان لیں جب عذاب الہی انہیں اوپر سے ڈھانپ لے گا اور ان کے پاؤں کے نیچے سے ان کو اپنی گرفت میں لے لے گا، ﴿لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ﴾ (الزمر: 16:39) ”ان کے اوپر آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے (بھی آگ کے) سائبان ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ﴾ (الأعراف: 41:7) ”ایسے لوگوں کے لیے (نیچے) بچھوتا بھی (آتش) جہنم کا ہوگا اور اوپر سے اوڑھنا بھی (اسی کا)۔“

اور اس آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿حِينَ لَا يَكْفُونَ عَنْ وُجُوهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُورِهِمْ﴾ ”جب وہ اپنے چہروں سے (دوزخ کی) آگ کو روک نہ سکیں گے اور نہ اپنی پیٹھوں سے۔“ اور فرمایا: ﴿سَرَابِيلُهُمْ مِّنْ قِطْرٍ وَتَغْشَىٰ وُجُوَّهُمُ النَّارُ﴾ (ابراہیم: 50:14) ”ان کے کرتے گندھک کے ہوں گے اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانک رہی ہوگی۔“ یعنی تمام اطراف سے عذاب ان کا احاطہ کر رہا ہوگا۔ ﴿وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ﴾ ﴿39﴾ ”اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔“ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللَّهِ مِنْ وَّاقٍ﴾ (الرعد: 34:13) ”اور ان کو اللہ (کے عذاب) سے کوئی بھی بچانے والا نہیں۔“ ارشاد الہی ہے: ﴿بَلْ تَأْتِيهِمْ بَغْتَةً﴾ ”بلکہ ان پر ناگہاں آ واقع ہوگی۔“ یعنی ان کو خوف اور گھبراہٹ میں مبتلا کر دے گی تو وہ حیرانی و پریشانی کے عالم ﴿فَنَبْهَتْهُمْ﴾ ”تو ان کے ہوش کھودے گی۔“ یعنی ان کو انہیں کچھ معلوم نہ ہوگا کہ وہ کیا کریں۔ ﴿فَلَآ يَسْتَطِيعُونَ رَدَّهَا﴾ ”پھر نہ تو وہ اس کے لیے فرماں بردار ہو جائیں گے اور انہیں کچھ مدد نہ ہوگا کہ وہ کیا کریں۔“ اور نہ ان کو ﴿وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ﴾ ﴿40﴾ ”اور نہ ان کو

وَلَقَدْ اسْتَهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ

اور (اسے نبی!) بلاشبہ آپ سے پہلے بھی رسولوں سے استہزا کیا گیا، پھر جن لوگوں نے ان (رسولوں) سے تمسخر کیا انھیں اس (عذاب) نے گھیر لیا جس کا

يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٤١﴾ قُلْ مَن يَكْذِبُكُمْ بِالْأَيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ط بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ

وہ مذاق اڑاتے تھے ﴿٤١﴾ کہہ دیجیے: رات اور دن میں کون تمھاری گھیبانی کرتا ہے رحمن (کے عذاب) سے؟ بلکہ وہ اپنے رب کے ذکر سے اعراض

مُعْضُونَ ﴿٤٢﴾ أَمْ لَهُمُ إِلَهَةٌ تَنْعَهُمْ مِّن دُونِنَا ط لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَ أَنفُسِهِمْ وَلَا هُمْ

کرنے والے ہیں ﴿٤٢﴾ کیا ہمارے سوا ان کے کوئی (اور) معبود ہیں جو انھیں ہم سے بچاتے ہوں؟ وہ تو خود اپنی جانوں کی بھی مدد کی طاقت نہیں

مِّنَّا يُصْحَبُونَ ﴿٤٣﴾

رکھتے، اور وہ ہم (ہمارے عذاب) ہی سے محفوظ ہیں ﴿٤٣﴾

مہلت دی جائے گی۔“ یعنی نہ لمحہ بھر ہی کے لیے اسے ان سے مؤخر کیا جائے گا۔

تفسیر آیات: 41-43

استہزا کرنے والے کے لیے سابقہ لوگوں سے عبرت: مشرکین نے استہزا اور تکذیب کی صورت میں جو ایذا پہنچائی، اس

پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ اسْتَهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا

مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٤١﴾﴾ ”اور البتہ تحقیق آپ سے پہلے بھی پیغمبروں کے ساتھ استہزا ہوتا رہا ہے تو جو لوگ ان

میں سے تمسخر کیا کرتے تھے ان کو اسی (عذاب) نے جس کی وہ ہنسی اڑاتے تھے آگھیرا۔“ یعنی جس عذاب کے آنے کو وہ بعید سمجھتے

تھے، اسی عذاب نے انھیں اپنی گرفت میں لے لیا جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ كَذَّبَ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كَذَّبُوا

وَآوَدُوا حَتَّىٰ أَنفَعَهُمْ نَصْرُنَا ۖ وَلَا مَبْدَالَ لِّكَلِمَتِ اللَّهِ ۖ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَّبِإِ الْمُرْسَلِينَ ۝﴾ (الأنعام 6: 34) ”اور البتہ

تحقیق آپ سے پہلے بھی کئی پیغمبر جھٹلائے گئے تو وہ تکذیب اور ایذا پر صبر کرتے رہے، یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد

آگئی اور اللہ کی باتوں کو کوئی بھی بدلنے والا نہیں اور البتہ تحقیق آپ کو پیغمبروں (کے احوال) کی خبریں پہنچ چکی ہیں (لہذا آپ بھی

صبر سے کام لیں۔)“

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنی اس نعمت کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ رات دن ان کی حفاظت فرماتا ہے اور اپنی آنکھوں

کے ساتھ ان کی نگہداشت فرماتا ہے جو سوتی ہی نہیں، چنانچہ فرمایا: ﴿قُلْ مَن يَكْذِبُكُمْ بِالْأَيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ط﴾ ”کہہ

دیجیے: رات اور دن میں اللہ سے تمھاری کون حفاظت کر سکتا ہے؟“ یعنی رحمان کے بغیر تمھاری اور کون حفاظت کر سکتا ہے؟

فرمان الہی ہے: ﴿بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْضُونَ ﴿٤٢﴾﴾ ”بلکہ وہ اپنے پروردگار کی یاد سے اعراض کرنے والے ہیں۔“

یعنی اس کی نعمتوں اور اس کے احسانات کا اعتراف نہیں کرتے بلکہ اس کی نشانیوں اور اس کی نعمتوں سے اعراض کیے ہوئے ہیں،

پھر فرمایا: ﴿أَمْ لَهُمُ إِلَهَةٌ تَنْعَهُمْ مِّن دُونِنَا ط﴾ ”کیا ہمارے سوا ان کے اور معبود ہیں جو ان کو (مصائب سے) بچاتے ہیں؟“

استفہام انکاری ہے جو جروتونخ اور سرزنش کے طور پر ہے، یعنی کیا ہمارے سوا ان کے کوئی اور معبود ہیں جو ان کی حفاظت کر

بَلْ مَتَّعْنَا هَؤُلَاءِ وَآبَاءَهُمْ حَتَّى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ أَفَلَا يَرَوْنَ أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ

بلکہ ہم نے انھیں اور ان کے باپ دادا کو فائدہ دیا حتیٰ کہ ان پر (مدت) عمر لمبی ہوگئی، کیا پھر وہ نہیں دیکھتے کہ بے شک ہم زمین کو اس کے اطراف

نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا أَفَهُمُ الْغَالِبُونَ ﴿٤٤﴾ قُلْ إِنَّمَا أُنذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ وَلَا يَسْمَعُ

سے گھٹاتے آتے ہیں (کفرست رہا ہے)، کیا پھر بھی وہی غالب آنے والے ہیں ﴿٤٤﴾ کہہ دیجیے: بس میں تو تمہیں وحی کے ساتھ ڈراتا ہوں، اور

الصَّمُّ الدُّعَاءُ إِذَا مَا يُنذِرُونَ ﴿٤٥﴾ وَلَئِنْ مَسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُولُنَّ

بہرے پکار کو نہیں سننے جب وہ ڈرائے جائیں ﴿٤٥﴾ اور البتہ اگر انھیں آپ کے رب کے عذاب کا ایک ہلکا سا جھونکا بھی چھو جائے تو وہ ضرور کہیں

يُولِينَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿٤٦﴾ وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ط

گے: ہمارے ہماری کم بخشی! بلاشبہ ہم ہی ظالم تھے ﴿٤٦﴾ اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے، پھر کسی شخص پر کچھ ظلم نہ ہوگا، اور اگر رانی کے

وَأِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَى بِنَا حَاسِبِينَ ﴿٤٧﴾

دانے کے برابر بھی (محل) ہوگا تو ہم اسے (تولنے کے لیے) لے آئیں گے، اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں ﴿٤٧﴾

سکیں اور انھیں آلام و مصائب سے بچا سکیں؟ نہیں بات اس طرح نہیں جس طرح یہ وہم و گمان کیے ہوئے ہیں، اسی لیے فرمایا:

﴿لَا يَسْتَظِغُونَ نَصْرَ أَنفُسِهِمْ﴾ ”وہ آپ اپنی مدد تو کر ہی نہیں سکیں گے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر انھوں نے جن معبودان

باطلہ کو اپنا سہارا بنا رکھا ہے وہ تو آپ اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے کسی اور کی مدد کیا کریں گے؟ ارشاد الہی ہے: ﴿وَلَا هُمْ مِنَّا

يُصْحَبُونَ﴾ ﴿٤٨﴾ ”اور نہ ہماری طرف سے ان کا ساتھ دیا جاتا ہے۔“ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے یہ معنی بیان کیے ہیں

کہ وہ پناہ نہیں دیے جائیں گے۔^①

تفسیر آیات: 44-47

مشرکین کی فریب خوردگی: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بارے میں فرمایا ہے کہ جس ضلالت و گمراہی میں یہ مبتلا ہیں اس پر اسی

بات نے انھیں فریب خوردہ کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں انھیں مال و دولت سے نوازا گیا اور انھیں طویل عمریں عطا کی گئیں

جس کی وجہ سے انھوں نے یہ گمان کیا کہ وہ حق پر ہیں، اللہ تعالیٰ نے انھیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿أَفَلَا يَرَوْنَ أَنَّا

نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا﴾ ”کیا پھر یہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آتے ہیں۔“

جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ أَهَلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرَىٰ وَصَوَّفْنَا الْأَيِّتَ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ ﴿٢٧﴾ (الأحقاف 27:46) ”اور

بلاشبہ تمہارے ارد گرد کی بستیوں کو ہم نے ہلاک کر دیا اور پھر پھر کر آیات بیان کیں تاکہ وہ رجوع کریں۔“

امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے کفر پر اسلام کا غلبہ مراد ہے۔^② معنی یہ ہیں کہ کیا یہ لوگ اس سے عبرت حاصل

نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو اپنے دشمنوں پر فتح و نصرت عطا فرمائی، تکذیب کرنے والی امتوں کو ہلاک کر دیا،

ظالموں کی بستیوں کو صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا ڈالا اور اپنے مومن بندوں کو سرفرازی عطا فرمائی، اسی لیے فرمایا:

① تفسیر الطبری: 41/17. ② تفسیر الطبری: 226/13 و تفسیر عبد الرزاق: 386/2، رقم: 1864.

﴿اَفَهُمُ الْغُلْبُونَ﴾ (44) ”تو کیا یہ لوگ غلبہ پانے والے ہیں؟“ نہیں بلکہ یہ مغلوب، گھٹیا، خائب و خاسر اور ذلیل ہیں۔

فرمان الہی ہے: ﴿قُلْ اِنَّمَا اُنذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ﴾ ”کہہ دیجیے: میں تو تمہیں صرف وحی کے ساتھ ڈراتا ہوں۔“ یعنی میں نے تمہیں اللہ تعالیٰ کی جس سزا اور عذاب سے ڈرایا ہے تو یہ اس وحی الہی پر مبنی ہے جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف بھیجی ہے لیکن یہ اس کے کچھ کام نہیں آ سکتی جس کو اللہ تعالیٰ نے بصیرت سے محروم کر دیا اور جس کے کانوں اور دل پر اس نے مہر لگا دی ہو، اسی لیے فرمایا: ﴿وَلَا يَسْمَعُ الصَّمُ الدُّعَاءَ اِذَا مَا يَنْذُرُونَ﴾ (45) ”اور بہروں کو جب ڈرایا جائے تو وہ پکار کو نہیں سنتے۔“

پھر فرمایا: ﴿وَلَكِنْ مَسْتَهْمُ نَفْحَةٍ مِّنْ عَذَابٍ رَبِّكَ لِكَيْقُولَٰنِ يٰوَيْلَنَا اِنَّا لَنَّا ظٰلِمِيْنَ﴾ (46) ”اور البتہ اگر ان کو آپ کے پروردگار کا تھوڑا سا عذاب بھی پہنچے تو کہنے لگیں گے کہ ہائے ہماری کم نیتی! بے شک ہم ظالم تھے۔“ یعنی ان لوگوں کو اگر تھوڑا سا عذاب الہی بھی پہنچے تو فوراً اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے کہنے لگیں گے کہ دنیا میں یہ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرنے والے تھے۔

﴿الْمَوَازِيْنَ﴾ کا مفہوم: ارشاد الہی ہے: ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقٰسِطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا﴾ ”اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے تو کسی شخص کی ذرا بھی حق تلفی نہ کی جائے گی۔“ یعنی قیامت کے دن ہم میزانِ عدل قائم کریں گے یہاں اگرچہ موازن جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے لیکن اکثر ائمہ کا قول ہے کہ میزان ایک ہوگا لیکن جمع کا

﴿فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وُكُوفًا﴾ (47) ”تو کسی شخص کی ذرا بھی حق تلفی نہ کی جائے گی اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی (کسی کا عمل) ہوگا تو ہم اس کو لاموجود کریں گے اور ہم حساب کرنے کو کافی ہیں۔“ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا يَظْلَمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ (الکہف: 18: 49)

”اور آپ کا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔“ اور فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَاِنْ تَكْ حَسَنَةً يُّضَعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ (النساء: 40: 41) ”یقیناً اللہ کسی کی ذرا بھی حق تلفی نہیں کرتا اور اگر نیکی (کی) ہوگی تو اسی کو دوچند کر دے گا اور اپنے ہاں سے اجر عظیم بخشے گا۔“ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا: ﴿يٰبْنٰى اِنَّهَا اِنْ تَكْ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يٰٓاْتِ بِهَا اللّٰهُ ط اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ﴾ (لقمن: 16: 31) ”میرے بیٹے! یقیناً اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی (چھوٹا) ہو، پھر ہو بھی کسی پتھر کے اندر یا آسمانوں میں (مخفی ہو) یا زمین میں تو اللہ اس کو (قیامت کے دن) لاموجود کرے گا، کچھ شک نہیں کہ اللہ نہایت باریک بین (اور) خوب خبردار ہے۔“

پسندیدہ ترین کلمے: صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ، حَبِيبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ] ”دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں، اور میزان میں بھاری ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کو بہت ہی محبوب ہیں“ (اور وہ یہ ہیں: [سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ] ”پاک (بیان کرتا ہوں)

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ وَهَرُونَ الْفُرْقَانَ وَضِيَاءً وَذِكْرًا لِلْمُتَّقِينَ ﴿٤٨﴾ الَّذِينَ

اور یقیناً ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرقان (تورات) اور روشنی عنایت کی اور (ان) متقین کے لیے نصیحت (دی) ﴿٤٨﴾ جو اپنے

يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُونَ ﴿٤٩﴾ وَهَذَا ذِكْرٌ مُّبْرَكٌ

رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور وہ قیامت سے بھی ڈرنے والے ہیں ﴿٤٩﴾ اور یہ (قرآن) بابرکت ذکر ہے جسے ہم نے

أَنْزَلْنَاهُ ۖ أَفَأَنْتُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ ﴿٥٠﴾

نازل کیا ہے، کیا پھر تم اس کے منکر ہو؟ ﴿٥٠﴾

اللہ کی اس کی تعریف کے ساتھ، پاکی (بیان کرتا ہوں) نہایت عظیم اللہ تعالیٰ کی۔“ ﴿٥٠﴾

خائن ملازم سے حسن سلوک: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے ایک شخص آپ کے سامنے بیٹھا اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میرے دو غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں، خیانت اور نافرمانی کرتے ہیں جس کی وجہ سے میں انھیں مارتا اور گالیاں دیتا ہوں تو میرا ان سے یہ معاملہ کس طرح ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: [يُحْسِبُ مَا خَانُوكَ وَعَصَوْكَ وَكَذَّبُوكَ وَعِقَابُكَ إِيَّاهُمْ، فَإِنْ كَانَ عِقَابُكَ إِيَّاهُمْ دُونَ ذُنُوبِهِمْ كَانَ فَضْلًا لَّكَ عَلَيْهِمْ، وَإِنْ كَانَ عِقَابُكَ إِيَّاهُمْ بِقَدْرِ ذُنُوبِهِمْ كَانَ كِفَافًا لَا لَكَ وَلَا عَلَيْكَ، وَإِنْ كَانَ عِقَابُكَ إِيَّاهُمْ فَوْقَ ذُنُوبِهِمْ اقْتَصَصَ لَهُمْ مِنْكَ الْفَضْلُ الَّذِي بَقِيَ قَبْلَكَ] ”ان کی خیانت، نافرمانی اور تکذیب اور تیری ان کو سزا کا حساب لگایا جائے گا، اگر تیری طرف سے ان کو دی گئی سزا ان کے گناہوں سے کم ہوئی تو سزا سے بڑھے ہوئے ان کے گناہوں کی وجہ سے تجھے ان پر فضیلت حاصل ہوگی اور اگر تیری طرف سے انھیں دی گئی سزا ان کے گناہوں کے بقدر ہوئی تو حساب برابر ہوگا، نہ تیرا کوئی حق ہوگا اور نہ ان کی کوئی گرفت ہوگی اور اگر تیری طرف سے انھیں دی گئی سزا ان کے گناہوں سے زیادہ ہوئی تو اس زیادہ سزا کا تجھ سے بدلہ دلایا جائے گا۔“ یہ فرمان نبوی سن کر اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے زار و قطار رونا شروع کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَالَهُ، أَمَا يَقْرَأُ كِتَابَ اللَّهِ: وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَمَةِ فَلَا تَظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۖ وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا ۖ وَكَلَّمَا] ”اسے کیا ہے؟ کیا یہ اللہ کی کتاب کی یہ آیت نہیں پڑھتا: ”اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے تو کسی شخص کی ذرا بھی حق تلفی نہ کی جائے گی اور اگر کسی کا عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا تو ہم اس کو لا موجود کریں گے اور ہم حساب کرنے کو کافی ہیں۔“ یہ سن کر اس شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! مجھے ان غلاموں کے آزاد کر دینے سے بہتر کوئی بات معلوم نہیں ہوتی، اس لیے میں آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ یہ سب آزاد ہیں۔“ ﴿٥٠﴾

① صحیح البخاری، الأيمان والنذور، باب إذا قال : واللّٰه لا أتكلّم اليوم.....، حدیث: 6682 و صحیح مسلم، الذکر

والدعا والتوبة والاستغفار، باب فضل التهليل.....، حدیث: 2694. ② مسند أحمد: 281,280/6 و جامع الترمذی،

تفسير القرآن، باب ومن سورة الأنبياء، حدیث: 3165.

وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عَلِيمِينَ ﴿٥١﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ

اور بلاشبہ اس سے بھی پہلے ہم نے ابراہیم کو اس کی دانائی دی تھی اور ہم اسے خوب جاننے والے تھے ﴿٥١﴾ جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے

مَا هَذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ ﴿٥٢﴾ قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عِبَادِينَ ﴿٥٣﴾ قَالَ

کہا: یہ کیا مورتیاں ہیں جن کے لیے تم مجاور (بے بیٹھے) ہو؟ ﴿٥٢﴾ وہ کہنے لگے: ہم نے اپنے باپ دادا کو انھی کی عبادت کرتے ہوئے پایا ﴿٥٣﴾ اس

لَقَدْ كُنْتُمْ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿٥٤﴾ قَالُوا أَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ أَمْ أَنْتَ مِنَ

(ابراہیم) نے کہا: بلاشبہ تم اور تمہارے باپ دادا کھلی گمراہی میں (پڑے ہوئے) ہو ﴿٥٤﴾ انھوں نے کہا: کیا تو ہمارے پاس حق لایا ہے یا تو کھیلنے والوں

اللَّعِينِينَ ﴿٥٥﴾ قَالَ بَلْ رَبُّكُمْ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الَّذِي فَطَرَهُنَّ ۚ وَأَنَا عَلَى

میں سے ہے؟ ﴿٥٥﴾ اس (ابراہیم) نے کہا: بلکہ تمہارا رب آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے انھیں پیدا کیا اور میں اس پر (تمہارے سامنے) گواہی

ذِكْرُكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿٥٦﴾

دینے والوں میں سے ہوں ﴿٥٦﴾

تفسیر آیات: 48-50

تورات اور قرآن کا نزول: قبل ازیں بیان ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے بہت سے مقامات پر حضرت موسیٰ علیہ السلام

اور حضرت محمد ﷺ اور ان دونوں کی کتابوں کا یکجا ذکر فرمایا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ وَهَارُونَ الْفُرْقَانَ﴾

”اور البتہ تحقیق ہم نے موسیٰ اور ہارون کو (ہدایت اور گمراہی میں) فرق کر دینے والی کتاب عطا کی۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ فرقان سے

مراد کتاب ہے۔ ﴿١﴾ ابوصالح کہتے ہیں کہ اس سے مراد تورات ہے۔ ﴿٢﴾ قتادہ کہتے ہیں اس سے مراد تورات میں بیان کردہ حلال و

حرام کے ضابطے اور وہ چیز ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے حق و باطل میں فرق بیان فرمایا ہے۔ ﴿٣﴾ اس سلسلے میں جامع

قول یہ ہے کہ تمام آسمانی کتابیں حق و باطل، ہدایت و ضلالت، نیکی و بدی اور حلال و حرام کے درمیان فرق کرنے پر مشتمل ہیں، نیز

یہ اس بات پر مشتمل ہیں جس سے دلوں میں نور، ہدایت، خوف، انابت اور خشیت الہی پیدا ہوتی ہے، اس لیے فرمایا: ﴿الْفُرْقَانَ

وَضِيَاءً ۚ وَذِكْرًا لِلْمُتَّقِينَ﴾ ﴿٤﴾ ”(ہدایت اور گمراہی میں) فرق کر دینے والی اور (سراسر) روشنی اور نصیحت (کی کتاب عطا کی)

پر ہیزگاروں کے لیے۔“ پھر پرہیزگاروں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ﴾

”جو بن دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَنَ الْغَيْبَ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُنِيبٍ﴾ ﴿٥﴾

(ق 33:50) ”جو رحمن سے بن دیکھے ڈرتا رہا اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا۔“ اور فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم

بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ﴾ ﴿٦﴾ (الملك 12:67) ”یقیناً جو لوگ بن دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کے لیے

بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔“

﴿وَهُمْ مِنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُونَ﴾ ﴿٧﴾ ”اور وہ قیامت سے ڈرنے والے ہیں۔“ اور ہر وقت اس سے ڈرتے رہتے

ہیں، پھر فرمایا: ﴿وَهَذَا ذِكْرٌ مُّبَرِّكٌ أَنْزَلْنَاهُ ۚ﴾ ”اور یہ مبارک نصیحت ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے۔“ یعنی قرآن عظیم جس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے اور نہ پیچھے سے اور بڑے دانا اور خوبیوں والے اللہ کا اتارا ہوا ہے۔ ﴿أَفَأَنْتُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ ۝﴾ ”تو کیا تم اس سے انکار کرتے ہو؟“ یعنی کیا تم اس کتاب سے انکار کرتے ہو، حالانکہ وہ حد درجہ واضح اور روشن کتاب ہے۔

تفسیر آیات: 51-56

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی قوم کا قصہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ اللہ نے انہیں پہلے ہی سے، یعنی بچپن ہی سے حق کا الہام فرمایا اور اپنی قوم کے خلاف حجت عطا فرمائی تھی جیسا کہ فرمایا: ﴿وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ ۖ﴾ (الأنعام 83) ”اور یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم کے مقابلے میں عطا کی تھی۔“ مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے ابراہیم علیہ السلام کو اس سے پہلے ہی رشد و ہدایت عطا فرمادی تھی۔ فرمان الہی ہے: ﴿وَلَكِنَّا بِهِ غَلِبِينَ ۝﴾ ”اور ہم ان (کے حال) سے واقف تھے“ کہ وہ اس بات کے اہل ہیں، پھر فرمایا: ﴿إِذْ قَالَ لِأَبْنَيْهِ وَقَوْمِهِ مَا هَذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاقِفُونَ ۝﴾ ”جب انھوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ یہ کیا مورتیاں ہیں جن کے تم مجاور ہو۔“ یعنی جن کی عبادت کو تم نے اختیار کر رکھا ہے۔ ﴿قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَانُوا لَهَا عَابِدِينَ ۝﴾ ”وہ کہنے لگے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی پرستش کرتے ہوئے پایا ہے۔“ ان کے پاس اس کے سوا اور کوئی دلیل نہ تھی کہ ان کے گمراہ آباء و اجداد بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے، اسی لیے فرمایا: ﴿لَقَدْ كُنْتُمْ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝﴾ ”(ابراہیم نے کہا کہ) البتہ تحقیق تم بھی (گمراہ ہو) اور تمھارے باپ دادا بھی صریح گمراہی میں پڑے رہے۔“ یعنی تمھارے آباء و اجداد کے بارے میں بھی یہ کہا جائے گا جن کو تم بطور حجت و دلیل پیش کرتے ہو جو تمھارے بارے میں کہا جا رہا ہے، یعنی تم بھی اور وہ بھی سب گمراہی میں مبتلا ہو، صراط مستقیم پر نہیں ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب انھیں بے وقوف قرار دیا، ان کے آباء و اجداد کو گمراہ اور ان کے معبودانِ باطلہ کو حقیر قرار دیا تو ﴿قَالُوا أَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ أَمْ أَنْتَ مِنَ اللَّاعِبِينَ ۝﴾ ”وہ بولے: کیا تم ہمارے پاس (واقعی) حق لائے ہو یا (ہم سے) کھیل (کی باتیں) کرتے ہو؟“ یعنی یہ باتیں جو تم کہہ رہے ہو کیا کھیل کی باتیں ہیں یا واقعی تم کوئی حق بات لائے ہو کیونکہ یہ باتیں تو آپ سے پہلے ہم نے نہیں سنی تھیں۔ ﴿قَالَ بَلَىٰ رَبُّكُمْ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الَّذِي فَطَرَهُنَّ ۚ﴾ ”(ابراہیم نے) کہا: (نہیں) بلکہ تمھارا پروردگار آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔“ یعنی تمھارا پروردگار وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس نے آسمانوں کو، زمین کو اور ان میں موجود مخلوقات کو پیدا فرمایا، الغرض! تمام اشیاء کا وہی خالق ہے۔ ﴿وَأَنَا عَلَىٰ ذَلِكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ۝﴾ ”اور میں اس (بات) پر گواہی دینے والوں میں سے ہوں۔“ اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود اور پروردگار نہیں ہے۔

وَتَاللّٰهِ لَا يَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْۙ بَعْدَ اَنْ تَوَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿٥٧﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذُاۗاۙ اِلَّا كَبِيْرًاۙ

اور اللہ کی قسم! تمہارے پیٹھ پھیر کر چلے جانے کے بعد میں ضرور بالضرور تمہارے بتوں کے ساتھ ایک تدبیر کروں گا ﴿57﴾ پھر اس نے ان کے بڑے

لہم لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿٥٨﴾ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِالِهٰتِنَاۙ اِنَّهٗ لَيَبْغِیْ

(بت) کے سوا ان (سب) کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا، تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں ﴿58﴾ وہ کہنے لگے: کس نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ (حال) کیا

الظٰلِمِيْنَ ﴿٥٩﴾ قَالُوْا سَبْعًا فَنۢیۡ يُّدۡرُکُهُمْ یُقَالُ لَهٗ اِبْرٰهِيْمُ ﴿٦٠﴾ قَالُوْا فَاَنۢوَاۤیۡہِ عَلٰی

ہے؟ بلاشبہ وہ ضرور ظالموں میں سے ہے ﴿59﴾ (بعض) کہنے لگے: ہم نے ایک نوجوان کو ان کا ذکر کرتے سنا تھا، اسے ابراہیم کہا جاتا ہے ﴿60﴾ انھوں نے

اَعۡیٰنَ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَشْہَدُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالُوْا ؕ اَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِالِهٰتِنَاۙ یٰۤاِبْرٰهِيْمُ ﴿٦٢﴾

کہا: پھر تم اسے لوگوں کی آنکھوں کے سامنے لے آؤ، تاکہ وہ گواہ رہیں ﴿61﴾ انھوں نے کہا: اے ابراہیم! کیا تو نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ (کام)

قَالَ بَلۡ فَعَلَهُۥ ۚ کَبِیْرُهُمْۙ هٰذَا فَاَسۡءَلُوْهُمۡ اِنْ کَانُوْا یَنۢطِقُوْنَ ﴿٦٣﴾

کیا ہے؟ ﴿62﴾ اس (ابراہیم) نے کہا: (نہیں) بلکہ یہ (کام) ان کے اس بڑے نے کیا ہے، پس تم ان سے پوچھ لو اگر وہ بولتے ہیں ﴿63﴾

تفسیر آیات: 57-63

ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑ دیا: ابراہیم نے قسم کھائی اور اپنی قوم کے بعض لوگوں کو سنا بھی دی کہ وہ ان کے بتوں کے خلاف ضرور ایک خفیہ چال چلیں گے اور جب وہ اپنی عید کے لیے چلے جائیں گے تو ان کے بعد ان کے بتوں کو ضرور توڑ پھوڑ دیں گے، ان کا عید کا ایک تہوار تھا، جسے منانے کے لیے وہ شہر سے باہر جایا کرتے تھے۔ ابواسحاق نے ابواحوص سے اور انھوں نے عبد اللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے لوگ جب عید منانے کے لیے شہر سے باہر جانے لگے تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھی آئے اور کہنے لگے: کیا آپ ہمارے ساتھ نہیں چلیں گے؟ آپ نے فرمایا: میں بیمار ہوں جبکہ آپ نے ان سے کل ہی تو یہ فرمایا تھا: ﴿وَتَاللّٰهِ لَا يَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْۙ بَعْدَ اَنْ تَوَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿٥٧﴾﴾ اور اللہ کی قسم! جب تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے تو میں تمہارے بتوں سے ایک چال چلوں گا۔“ اور کچھ لوگوں نے آپ کی اس بات کو سن لیا تھا۔^① ارشاد الہی ہے: ﴿فَجَعَلَهُمْ جُذُاۗاۙ﴾ ”پھر اس نے ان کو (توڑ کر) ریزہ ریزہ کر دیا۔“ یعنی تمام کے تمام بتوں کو توڑ دیا اور ریزہ ریزہ کر دیا ﴿اِلَّا کَبِیْرًاۙ لَّہُمْ﴾ ”مگر ان کے ایک بڑے (بت) کو (نہ توڑا)۔“ یعنی ان کے نزدیک جو سب سے بڑا بت تھا، صرف اسے نہ توڑا جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿فَرَاغَ عَلَیْہِمْ ضَرْبًاۙ بِالۡیَمِیْنِ ۝﴾ (الصّٰفّٰتِ 37: 93) ”پھر ان کو دائیں ہاتھ سے مارتا (اور توڑتا) ہوا ان پر پل پڑا۔“

فرمان الہی ہے: ﴿لَعَلَّهُمْ اِلَیْہِ یَرْجِعُوْنَ ﴿٥٨﴾﴾ ”تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔“ بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے بڑے بت کے ہاتھ پر کلہاڑا رکھ دیا تاکہ وہ یہ خیال کریں کہ اس بڑے بت نے غیرت میں آ کر چھوٹے بتوں کو پاش پاش کر دیا ہے اور اس نے اس بات سے نفرت کی ہے کہ اس کے ساتھ ان چھوٹے چھوٹے بتوں کی بھی پوجا کی جائے، اس لیے

اس نے انھیں توڑ دیا ہے۔ **﴿قَالُوا مَنْ فَعَلَ هَذَا بِإِلَهِنَا إِنَّهُ لَكَايِدٌ مِّنَ الظَّالِمِينَ﴾** (59) ”کہنے لگے: ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ (معاملہ) کس نے کیا؟ یقیناً وہ تو ظالموں میں سے ہے۔“ یعنی جب وہ واپس آئے اور انھوں نے اس توہین و تذلیل کو دیکھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے بتوں کی کی تھی جو اس بات کی دلیل تھی کہ یہ بت معبود نہیں ہو سکتے، نیز وہ اس بات کی بھی دلیل تھی کہ ان بتوں کے پوجنے والے عقل سے عاری ہیں۔ **﴿قَالُوا مَنْ فَعَلَ هَذَا بِإِلَهِنَا إِنَّهُ لَكَايِدٌ مِّنَ الظَّالِمِينَ﴾** (59) ”کہنے لگے: ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ (معاملہ) کس نے کیا؟ یقیناً وہ ظالموں میں سے ہے۔“ یعنی بتوں کے ساتھ یہ معاملہ کرنے میں۔ **﴿قَالُوا سَمِعْنَا فَكَيْ يَدُّهُمْ يَنْقُلُ لَهُ اِبْرَاهِيمُ﴾** (60) ”لوگوں نے کہا کہ ہم نے ایک جوان کو ان کا ذکر کرتے ہوئے سنا ہے، اسے ابراہیم کہتے ہیں۔“ یہ ان لوگوں نے کہا تھا جنھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس بات کو سن لیا تھا کہ آپ نے قسم کھا کر فرمایا تھا کہ آپ ان کے بتوں کے خلاف ضرور ایک خفیہ چال چلیں گے۔

فرمان الہی ہے: **﴿قَالُوا قَاتِلُوْهُمْ عَلٰی اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ﴾** (61) ”وہ بولے کہ اسے لوگوں کے سامنے لاؤ تاکہ وہ گواہ رہیں۔“ یعنی ایک بہت بڑے مجمع میں انھیں سب لوگوں کے سامنے لاؤ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی بڑا مقصد یہی تھا کہ آپ اس بہت بڑے مجمع میں یہ بیان فرمادیں کہ ان بتوں کی عبادت کی جہالت کی کثرت اور عقل کی قلت کی دلیل ہے کیونکہ بت تو اپنی کسی تکلیف کو دور نہیں کر سکتے اور نہ اپنے لیے کسی نفع کے مالک ہیں تو یہ نفع و نقصان کے لیے ان سے رجوع کیوں کرتے ہیں۔ **﴿قَالُوا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هَذَا بِاِلٰهِنَا يَا اِبْرٰهِيْمُ﴾** (62) ”وہ کہنے لگے: اے ابراہیم! بھلا ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ تو نے کیا ہے؟“ **﴿قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا﴾** (ابراہیم نے) کہا: بلکہ یہ ان کے اس بڑے (بت) نے کیا (ہوگا۔)“ آپ کا اشارہ اس بڑے بت کی طرف تھا جسے آپ نے چھوڑ دیا تھا اور توڑا نہیں تھا۔ **﴿فَسَلُّوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ﴾** (63) ”پس اگر یہ بولتے ہوں تو ان سے پوچھ لو۔“ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ اس لیے فرمایا تاکہ وہ جلدی سے جواب دیتے ہوئے یہ اعتراف کر لیں کہ یہ بت تو بولتے ہی نہیں اور یہ بت ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ وہ تو جمادات میں سے ہونے کی وجہ سے کوئی حس و حرکت ہی نہیں کر سکتا۔

ابراہیم علیہ السلام کے تین تواریخ: صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **﴿اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامَ لَمْ يَكْذِبْ غَيْرَ ثَلَاثٍ: ثُبَّتِيْنَ فِيْ ذَاتِ اللّٰهِ، قَوْلُهُ: ﴿بَلْ فَعَلَهُ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا﴾ وَ قَوْلُهُ: ﴿اِنِّيْ سَقِيْمٌ﴾ (الصَّفّت 89:37)۔ قَالَ: وَ بَيْنَا هُوَ يَسِيْرُ فِيْ اَرْضِ حَبّٰرٍ مِّنَ الْحَبَابَةِ، وَ مَعَهُ سَارَةٌ اِذْ نَزَلَ مِنْزِلًا، فَاتَى الْحَبّٰرَ رَجُلٌ فَقَالَ: اِنَّهٗ قَدْ نَزَلَ هَهُنَا بِاَرْضِكَ رَجُلٌ مَّعَهُ امْرَاَةٌ اَحْسَنُ النَّاسِ، فَاَرْسَلَ اِلَيْهٖ فَجَاءَ، فَقَالَ: مَا هَذِهِ الْمَرْءَةُ مِنْكَ؟ قَالَ: هِيَ اُخْتِيْ، قَالَ: فَاَذْهَبْ فَاَرْسِلْ بِهَا اِلَيَّ، فَاَنْطَلَقَ اِلَيَّ سَارَةٌ فَقَالَ: اِنَّ هٰذَا الْحَبّٰرَ قَدْ سَاَلَنِيْ عَنْكَ، فَاَخْبَرْتُهُ: اَنَّكَ اُخْتِيْ، فَلَا تُكَذِّبْنِيْ عِنْدَهُ، فَاِنَّكَ اُخْتِيْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ، وَ اِنَّهٗ لَيْسَ فِي الْاَرْضِ مُسْلِمٌ غَيْرِيْ وَ غَيْرِكَ. فَاَنْطَلَقَ بِهَا اِبْرٰهِيْمُ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي، فَلَمَّا اَنَّ دَخَلَتْ عَلَيْهِ**

فَرَأَاهَا أَهْوَى إِلَيْهَا فَتَنَّاوَلَهَا فَأَخَذَ أَخْذًا شَدِيدًا، فَقَالَ: أَدْعِي اللَّهَ لِي وَلَا أَضْرُكَ، فَدَعَتْ لَهُ فَأَرْسَلَ، فَأَهْوَى إِلَيْهَا فَتَنَّاوَلَهَا، فَأَخَذَ بِمِثْلِهَا أَوْ أَشَدَّ، فَفَعَلَ ذَلِكَ الثَّلَاثَةَ فَأَخَذَ. فَذَكَرَ مِثْلَ الْمَرَّتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ، فَقَالَ: أَدْعِي اللَّهَ فَلَا أَضْرُكَ، فَدَعَتْ لَهُ فَأَرْسَلَ، ثُمَّ دَعَا أَدْنَى حُجَابِهِ فَقَالَ: إِنَّكَ لَمْ تَأْتِنِي بِإِنْسَانٍ، وَلَكِنَّكَ أَتَيْتَنِي بِشَيْطَانٍ، أَخْرَجَهَا وَأَعْطَاهَا هَاجِرًا، فَأَخْرَجْتَ وَأَعْطَيْتَ هَاجِرًا، فَأَقْبَلْتُ، فَلَمَّا أَحَسَّ إِبْرَاهِيمُ بِمَجِيئِهَا انْفَقَلَ مِنْ صَلَاتِهِ، وَقَالَ: مَهَيْمٌ؟ قَالَتْ: كَفَّ اللَّهُ كَيْدَ الْكَافِرِ الْفَاجِرِ، وَأَخَذَ مِنِّي هَاجِرًا

”ابراہیم علیہ السلام نے تین بار کے سوا کبھی خلاف واقعہ بات نہیں کہی، ان میں سے دوبار کا تعلق تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے تھا: ﴿بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا﴾ (بلکہ یہ ان کے ان بڑے (بت) نے کیا (ہوگا۔) اور ﴿إِنِّي سَقِيمٌ﴾ (الصَّفَتْ 37: 89)

”بلاشبہ میں بیمار ہوں۔“ آپ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک جابر بادشاہ کی زمین میں چل رہے تھے اور حضرت سارہ بھی آپ کے ہمراہ تھیں، آپ نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا تو اس جابر بادشاہ سے ایک شخص نے کہا کہ آپ کی زمین میں ایک شخص نے پڑاؤ ڈالا ہے اور اس کے پاس ایک ایسی عورت ہے جو سب لوگوں سے خوبصورت ہے۔ اس نے آپ کی طرف پیغام بھیجا، آپ اس کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے پوچھا کہ یہ عورت تمہاری کیا لگتی ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ میری بہن ہے۔ اس نے کہا: جاؤ اور اسے میرے پاس بھیج دو۔ آپ حضرت سارہ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اس جابر بادشاہ نے مجھ سے آپ کے بارے میں پوچھا تو میں نے اسے بتایا کہ تم میری بہن ہو، لہذا اس کے پاس میری تکذیب نہ کرنا کیونکہ اللہ کی کتاب میں تو میری بہن ہے (دینی بہن) اور اس سرزمین میں میرے اور تمہارے علاوہ دوسرا کوئی مسلمان نہیں ہے، اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام انھیں لے گئے، پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کر دی، جب حضرت سارہ اس (ظالم بادشاہ) کے پاس گئیں اور اس نے آپ کو دیکھا تو آپ کی طرف مائل ہوا اور اس نے آپ کو پکڑنا چاہا تو وہ بہت شدت کے ساتھ جکڑا گیا۔ اس نے آپ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دعا کرو، میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ آپ نے اس کے لیے دعا کی تو وہ چھوٹ گیا مگر وہ پھر پکڑنے کے لیے آپ کی طرف لپکا تو پہلے ہی کی طرح یا اس سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ جکڑا گیا اور پھر تیسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا اور وہ پکڑا گیا اور اس کی تفصیل بھی پہلی دوبار کی طرح بیان فرمائی، بہر حال اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کر، میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا، حضرت سارہ نے دعا کی تو وہ چھوٹ گیا، پھر اس نے اپنے قریب ترین دربان کو بلایا اور کہا کہ تم میرے پاس کسی انسان کو نہیں بلکہ شیطان کو لے آئے ہو،^① اسے یہاں سے نکال دو اور اسے ہاجرہ دے دو۔ حضرت سارہ کو وہاں سے نکال دیا گیا اور آپ کو (خدمت کے لیے) ہاجرہ دے دی گئی۔ اس کے بعد آپ واپس تشریف لے

① یہاں شیطان سے مراد بڑا سرکش جن ہے۔ اسلام سے پہلے لوگ جنات کو بہت عظیم سمجھتے تھے اور تمام خوراک عادت واقعات کو جنات کا تصرف قرار دیتے تھے، اس جابر کو فر بادشاہ کے ساتھ جو جکڑے جانے اور مرگے کا دورہ پڑنے کا واقعہ پیش آیا اس کی وجہ سے اس نے یہ خلاف عادت واقعہ سارہ کی طرف منسوب کیا اور اسی تناظر میں انھیں بڑا جن قرار دیا اور تعظیماً خدمت کے لیے ہاجرہ دے دی۔ (فتح الباری: 475/6، حدیث: 3358) بنا بریں ایک طرف شیطان کہنے اور دوسری طرف بطور ہدیہ خادمہ دینے میں جو تعارض تھا وہ حل ہو گیا۔

فَرَجَعُوا إِلَىٰ أَنفُسِهِمْ فَقَالُوا إِنَّكُمْ أَنْتُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٦٤﴾ ثُمَّ نَكِسُوا عَلَىٰ رُءُوسِهِمْ لَقَدْ

پھر وہ اپنے نفسوں میں (سوچتے ہوئے) لوٹے تو (باہم) کہنے لگے: بے شک تم ہی ظالم ہو ﴿٦٤﴾ پھر وہ (شرمندگی کے مارے) اپنے سروں کے بل اوندھے

عَلِمْتَ مَا هَؤُلَاءِ يَنْطِقُونَ ﴿٦٥﴾ قَالَ أَفَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا

ہو رہے (اور کہا: بلاشبہ تو جانتا ہے کہ یہ) بت) بولتے نہیں ﴿٦٥﴾ اس (ابراہیم) نے کہا: کیا پھر تم اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہیں کچھ نفع نہیں

وَلَا يَضُرُّكُمْ ﴿٦٦﴾ أَفِ لَكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٦٧﴾

دے سکتے اور نہ تمہیں نقصان دے سکتے ہیں؟ ﴿٦٦﴾ کف ہے تم پر اور ان پر جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، کیا پھر تم عقل نہیں رکھتے؟ ﴿٦٧﴾

آئیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب آپ کی آمد کو محسوس کیا تو انھوں نے نماز کو موقوف کر دیا اور فرمایا: کیا خبر ہے؟ حضرت سارہ نے جواب دیا کہ اس کافرو فاجر کے کمر کو اللہ تعالیٰ نے روک دیا اور خدمت کے لیے اس نے مجھے ہاجرہ دی ہے۔“ محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب حدیث کو بیان کرتے تو وہ فرماتے: اے آسمان کے پانی کے بیو! (اے اہل عرب!) یہ ہیں وہ ہاجر ① جو تمہاری ماں ہیں۔ ②

تفسیر آیات: 64-67

بتوں کی عاجزی کے بارے میں قوم کا اعتراف: اللہ تعالیٰ نے قوم ابراہیم کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب ان سے مذکورہ باتیں کیں تو ﴿فَرَجَعُوا إِلَىٰ أَنفُسِهِمْ﴾ ”انھوں نے اپنے نفسوں کی طرف (غور کرنے کے لیے) رجوع کیا۔“ اور اپنے بتوں کی حفاظت و نگہداشت نہ کرنے پر اپنے آپ کو ملامت کی۔ ﴿فَقَالُوا إِنَّكُمْ أَنْتُمُ الظَّالِمُونَ﴾ ”تو وہ (آپس میں) کہنے لگے: بے شک تم ہی ظالم ہو۔“ یعنی انھیں تنہا چھوڑ گئے کہ ان کے پاس کوئی محافظ نہ تھا۔ ﴿ثُمَّ نَكِسُوا عَلَىٰ رُءُوسِهِمْ﴾ ”پھر اپنے سروں پر اٹک کر دیے گئے۔“ زمین کی طرف دیکھتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہنے لگے: ﴿لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هَؤُلَاءِ يَنْطِقُونَ﴾ ﴿٦٥﴾ ”یقیناً آپ تو جانتے ہیں یہ بولتے نہیں۔“ قنادہ کہتے ہیں کہ اس وقت یہ لوگ درحقیقت بدترین قسم کی حیرت میں مبتلا تھے، اسی وجہ سے انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ یہ تو بولتے ہی نہیں۔ ① لہذا آپ ہم سے یہ کیسے کہہ رہے ہیں کہ اگر یہ بولتے ہیں تو ان سے پوچھ لو، جب انھوں نے اس کا اعتراف کر لیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے فرمایا: ﴿أَفَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَلَا يَضُرُّكُمْ﴾ ”کیا پھر تم اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو پوجتے ہو جو نہ تمہیں کچھ فائدہ دے سکیں اور نہ نقصان پہنچا سکیں۔“ یعنی جب یہ بت بول نہیں سکتے، نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتے تو

① اسے ہی اردو میں ہاجرہ پڑھا اور لکھا جاتا ہے۔ ② فصوص از صحیح البخاری، أحادیث الأنبياء، باب قول الله تعالى:

﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا﴾ (النساء: 125).....، حدیث: 6950، 2217، 3358، وصحیح مسلم، الفضائل، باب

من فضائل إبراهيم الخليل، حدیث: 2371، وسنن أبي داود، الطلاق، باب في الرجل يقول لامرأته يا اختي،

حدیث: 2212، والسنن الكبرى للنسائي، المناقب، سارة، حدیث: 98، 97/5، حدیث: 8374، 8373، البهت ابن كثير کے مطابق

الفاظ نہیں ملے۔ وَاللَّهُ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 2455/8، لیکن یہاں..... غیرہ سوء ”قوم نے بہت غیرت محسوس

کی ہے“ کے الفاظ ہیں۔

قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ فَعِلِينَ ﴿٦٨﴾ قُلْنَا يَبْنَؤُا كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ

انھوں نے کہا: اگر تم (کچھ) کرنے والے ہو تو اس (ابراہیم) کو جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو ﴿68﴾ ہم نے کہا: اے آگ! تو ابراہیم پر ٹھنڈی

اِبْرَاهِيمَ ﴿٦٩﴾ وَارَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْآخْسِرِينَ ﴿٧٠﴾

اور سلامتی والی ہو جا ﴿69﴾ اور انھوں نے اس (ابراہیم) کے ساتھ فریب کا ارادہ کیا تو ہم نے انھیں انتہائی خسارے والے بنا دیا ﴿70﴾

پھر تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی پوجا کیوں کرتے ہو؟ ﴿٦٨﴾ اَبْ لَكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٦٩﴾
 ”تف ہے تم پر اور جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو ان پر۔ تو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟“ یعنی کیا تم غور نہیں کرتے کہ تم کیسی ضلالت اور کس قدر غلیظ قسم کے کفر میں مبتلا ہو کہ ایسی ضلالت اور ایسے کفر کو کوئی جاہل، ظالم اور فاجر ہی اختیار کر سکتا ہے، الغرض! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان پر حجت کو پوری طرح تمام کر دیا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿٧٠﴾ وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا اِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ ط..... ﴿الأنعام 83:6﴾ ”اور یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلے میں عطا کی تھی.....“

تفسیر آیات: 68-70

آتش نمرود کا گلزار ہونا: جب ان کی حجت ناکام ہو گئی، ان کا عجز نمایاں ہو گیا، حق ظاہر ہو گیا اور باطل نابود ہو گیا تو انھوں نے اپنی حکومت کی طاقت و قوت کو استعمال کرنا شروع کر دیا اور کہا: ﴿٦٨﴾ حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ فَعِلِينَ ﴿٦٩﴾ ”اگر تمہیں (اس سے اپنے معبودوں کا انتقام لینا اور) کچھ کرنا ہے تو اس کو جلاؤ اور اپنے معبودوں کی مدد کرو۔“ اور پھر اس کے لیے انھوں نے بہت زیادہ ایندھن جمع کیا۔ سدی کہتے ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی عورت بیمار ہوتی تو وہ نذر ماننی کہ اگر وہ صحت یاب ہو گئی تو وہ ابراہیم علیہ السلام کے لیے جلائی جانے والی اس آگ میں ایندھن جھونکنے لگی، پھر انھوں نے اس ایندھن کو ایک بہت بڑے گڑھے میں جمع کر کے اس میں آگ لگا دی جس کے شعلے بہت ہی بلند ہو گئے حتیٰ کہ آج تک کبھی اس طرح کی آگ نہیں جلائی گئی تھی اور پھر انھوں نے فارس کے ایک گروہی اعرابی کے اشارے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منجیق کے ایک پلڑے میں رکھا۔ شعیب جبائی کہتے ہیں کہ اس کا نام ہیزن تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا اور وہ قیامت تک زمین ہی میں دھنستا چلا جائے گا۔ انھوں نے جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تو آپ کی زبان پر یہ الفاظ تھے: حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ”میرے لیے اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔“ ﴿٦٩﴾

جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ اس وقت کہا جب انھیں آگ میں ڈالا گیا اور محمد ﷺ نے اس وقت کہا جب لوگوں نے یہ کہا تھا: ﴿٦٩﴾ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكَ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا ۖ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴿٧٠﴾ (ال عمران 3: 173) ”یقیناً کفار نے تمہارے (مقابلے کے) لیے (لشکر کش) جمع کیا ہے کہ ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا اور کہنے لگے: ہم کو اللہ کافی ہے اور وہ بہت

وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ ۝۷۱ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ

اور ہم نے اسے (ابراہیم) اور لوط کو اس زمین کی طرف نجات دی جس میں ہم نے اہل عالم کے لیے برکت رکھی تھی ۷۱ اور ہم نے

وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً ۝۷۲ وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ ۝۷۳ وَجَعَلْنَاهُمْ آيَةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا

اسے اسحق بخشا، اور یعقوب مزید (دیا)، اور ہم نے ہر ایک کو صالح بنایا ۷۲ اور ہم نے انھیں امام بنایا، وہ ہمارے حکم سے (لوگوں کو)

وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ ۝۷۴ وَكَانُوا لَنَا عِبِيدِينَ ۝۷۵

راہ ہدایت بتاتے تھے اور ہم نے ان پر نیکیاں کرنے، نماز قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی وحی کی، اور وہ ہمارے عبادت گزار (بندے)

وَلُوطًا أَتَيْنَاهُ حُمًى وَعِلْمًا وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ تَعْمَلُ الْخَبِيثَ ۝۷۶

تھے ۷۳ اور ہم نے لوط کو حکم (نبوت) اور علم دیا اور ہم نے اسے اس بستی سے نجات دی وہ (جس کے باشندے) بدکاریاں کرتے تھے۔

إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَسَقِينَ ۝۷۴ وَأَدْخَلْنَاهُ فِي رَحْمَتِنَا ۝۷۵ إِنَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝۷۶

بلاشبہ وہ بہت برے (اور) نافرمان لوگ تھے ۷۴ اور ہم نے اس (لوط) کو اپنی رحمت میں داخل کیا، بے شک وہ صالحین میں سے تھا ۷۵

اچھا کارساز ہے۔“ ①

سعید بن جبیر نے کہا جبکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو بارش کے خازن فرشتے نے کہنا شروع کیا کہ مجھے کب بارش برسانے کا حکم ہوتا ہے کہ میں اسے برسا دوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم اس سے کہیں تیز رفتار تھا اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَنَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ﴾ ۷۶ ”اے آگ! سرد ہو جا اور ابراہیم پر (موجب) سلامتی (بن جا۔)“ تو زمین میں جو بھی آگ تھی وہ بجھ گئی۔ ② ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو عالیہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ﴿بَرْدًا﴾ کے ساتھ ﴿وَسَلَامًا﴾ نہ فرمایا ہوتا تو آگ اس قدر شدید سرد ہو جاتی کہ اس کی شدید سردی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تکلیف ہوتی۔ ③ قتادہ کہتے ہیں کہ اس دن چھکلی (یا اس کی نسل کے اس سے بڑے ایک جانور) کے سوا ہر جانور نے آگ بجھانے کی کوشش کی۔ زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اسے قتل کرنے کا حکم فرمایا اور اس کا نام فُوَيْسِق رکھا۔ ④ فرمان الہی ہے: ﴿وَأَزَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ﴾ ۷۵ ”اور ان لوگوں نے ان کے ساتھ مکر کرنا چاہا تھا مگر ہم نے انہیں کو انتہائی خسارے والا کر دیا۔“ یعنی مغلوب اور خائب و خاسر کر دیا کیونکہ انھوں نے اللہ کے نبی کے ساتھ مکر کرنا چاہا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی تدبیروں کو خاک میں ملا دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ کو گلزار بنا دیا اور وہ سب مغلوب اور خائب و خاسر ہو کر رہ گئے۔

تفسیر آیات: 75-71

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ.....﴾ (ال عمران: 173)، حدیث: 4563، 4564.

② تفسیر الطبری: 58/17 و الدر المنثور: 579/4. ③ تفسیر الطبری: 59/17 و الدر المنثور: 580/4. ④ تفسیر الطبری:

حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی لوط علیہ السلام کے ہمراہ شام کی طرف ہجرت: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم کی آگ سے محفوظ رکھا اور پھر ان کے درمیان سے آپ کو صحیح سلامت نکال کر شام کی مقدس سرزمین کی طرف ہجرت کی توفیق عطا فرمادی۔ ﴿وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً ۖ﴾ اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق عطا کیے اور مستزاد برآں یعقوب۔ عطاء اور مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿نَافِلَةً ۖ﴾ کے معنی عطیہ کے ہیں۔ ⁽¹⁾ ابن عباس رضی اللہ عنہما قتادہ اور حکم بن عیینہ کا قول ہے کہ ﴿نَافِلَةً ۖ﴾ کے معنی اولاد کی اولاد ہیں۔ ⁽²⁾ یعنی یعقوب اسحاق کے بیٹے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿فَبَشِّرْهُمَا بِإِسْحَاقَ ۚ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ إِسْحَاقُ يَعْقُوبُ ۚ﴾ (ہود: 71:11) ”تو ہم نے اس کو اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔“ عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو صرف ایک بیٹے کی دعا کی تھی: ﴿رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ۝﴾ (الصَّافَّاتُ: 100:37) ”اے میرے پروردگار! مجھے (اولاد) عطا فرما (جو) سعادت مندوں میں سے (ہوں)۔“ ⁽³⁾ تو اللہ تعالیٰ نے انھیں نہ صرف اسحاق عطا فرمائے بلکہ مزید برآں یعقوب بھی عطا فرمائے۔ ﴿وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ ۖ﴾ اور ہم نے ان کو پویشوا بنایا۔ جن کی اقتدا کی جاتی ہے۔ ﴿يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا﴾ ”ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے اللہ کے دین کی دعوت دیتے تھے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فَعَلِ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ﴾ اور ہم نے ان کو نیک کام کرنے اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کی وحی بھیجی۔ خیرات کے بعد نماز اور زکوٰۃ کا ذکر عام پر خاص کے عطف کے قبیل سے ہے۔ ﴿وَكَانُوا لَنَا عِبِيدِينَ ۖ﴾ ”اور وہ ہماری عبادت کیا کرتے تھے۔“ یعنی جو وہ لوگوں کو حکم دیا کرتے تھے خود بھی اس کے مطابق عمل کیا کرتے تھے۔

حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے۔ آپ لوط بن ہاران بن آزر ہیں، آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے، ان کی اتباع کی اور ان کے ساتھ ہجرت بھی کی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَأَمِنْ لَهُ لُوطٌ م وَقَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ إِلَىٰ رَبِّي ۖ﴾ (العنکبوت: 26:29) ”پس ان پر (ایک) لوط ایمان لائے اور (ابراہیم) کہنے لگے کہ میں یقیناً اپنے پروردگار کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں۔“ اللہ تعالیٰ نے ان کو دانائی اور علم بخشا، ان کی طرف وحی نازل فرمائی اور نبوت سے سرفراز فرما کر سدوم اور گردونواح کی بستیوں کی طرف بھیجا مگر ان لوگوں نے آپ کی مخالفت اور تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں تباہ و برباد اور ہلاک کر ڈالا جیسا کہ قرآن عزیز میں ان کے واقعے کوئی ایک جگہوں پر بیان کیا گیا ہے۔ اور یہاں فرمایا ہے: ﴿وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَرِيْبَةِ الَّتِي كَانَتْ تَعْمَلُ الْخَبِيْثَ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَسَقِيْنَ ۖ﴾ وَأَدْخَلْنَاهُ فِي رَحْمَتِنَا إِنَّهُ مِنَ الصَّالِحِيْنَ ﴿۷۵﴾ ”اور ہم نے اسے ابستی سے، جہاں کے لوگ ناپاک کام کیا کرتے تھے، بچا نکالا، بے شک وہ برے اور بدکردار لوگ تھے اور انھیں (لوط علیہ السلام)

① تفسیر الطبری: 64، 63/17۔ ② تفسیر الطبری: 63/17 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2457/8۔ ③ تفسیر الطبری: 63/17۔

وَنُوحًا إِذْ نَادَىٰ مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ﴿٧٦﴾

اور نوح کو بھی (یاد کریں) جب اس سے پہلے اس نے (ہمیں) پکارا تو ہم نے اس کی دعا قبول کی، پھر ہم نے اسے اور اس کے اہل (مومنوں) کو بہت

وَنَصَرْنَاهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَأَغْرَقْنَاهُمْ

بڑے غم سے نجات دی ﴿٧٧﴾ اور ہم نے اس کی اس قوم کے خلاف مدد کی جس نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا، بے شک وہ برے لوگ تھے، سو ہم نے

اَجْمَعِينَ ﴿٧٧﴾

ان سب کو غرق کر دیا ﴿٧٧﴾

اپنی رحمت (کے محل) میں داخل کیا، کچھ شک نہیں کہ وہ نیکوکاروں میں سے تھے۔“

تفسیر آیات: 76، 77

نوح اور ان کی قوم کا ذکر: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے اپنے بندے اور رسول نوح علیہ السلام کی دعا کو اس وقت شرفِ

قبولیت سے نوازا جب ان کی قوم نے تکذیب کی اور انھوں نے اپنی قوم کے بارے میں بددعا کی: ﴿فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ

فَأَنْتَصِرُ﴾ ﴿القمر 54: 10﴾ ”تو انھوں نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ میں مغلوب ہوں (ان سے) تو یہی انتقام لے۔“

اور فرمایا: ﴿وَقَالَ نُوحٌ رَبِّ لَا تَذَرْنِي عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا﴾ ﴿انک ١٠﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْنَاهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا

يَلِدُوْا وَاِلَّا فَاِجْرًا كَفَّارًا﴾ ﴿نوح 71: 26، 27﴾ ”اور (پھر) نوح نے کہا: میرے پروردگار! کسی کافر کو روئے زمین پر بستا

نہ رہنے دے یقیناً اگر تو ان کو رہنے دے گا تو تیرے ہی بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان سے جو اولاد ہوگی وہ بھی بدکار اور

ناشکر گزار ہوگی۔“ اور بیان فرمایا: ﴿اِذْ نَادَىٰ مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ﴾ ﴿جب (اس سے) پیشتر انھوں

نے ہمیں پکارا تو ہم نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کو اور ان کے اہل کو نجات دی۔“ یعنی جو ان کے ساتھ ایمان لے آئے

تھے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ آمَنَ وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ﴾ ﴿ہود 40: 11﴾ ”اور

جس شخص کی نسبت حکم ہو چکا ہے (کہ ہلاک ہو جائے گا) اس کو چھوڑ کر اپنے گھر والوں کو اور جو ایمان لایا ہو (کشتی میں سوار کر لو) اور

ان کے ساتھ ایمان بہت ہی کم لوگ لائے تھے۔“

فرمان الہی ہے: ﴿مِّنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ﴾ ﴿بہت بڑے غم سے۔“ یعنی شدت، تکذیب اور ایذا سے، حضرت نوح علیہ السلام

نے ان میں ساڑھے نو سو سال گزارے تھے، انھیں اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دی مگر ان میں بہت ہی کم لوگ ایمان لائے تھے

وہ کافر لوگ ہمیشہ آپ کو تکلیف پہنچانے کے درپے رہتے اور نسل بعد نسل اور قرن بعد قرن آپ کی مخالفت ہی کی وصیت کرتے

رہتے تھے۔ ﴿وَنَصَرْنَاهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَأَغْرَقْنَاهُمْ أَجْمَعِينَ﴾ ﴿٧٧﴾

”اور جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے تھے ان کے خلاف ہم نے اس (نوح) کی مدد کی، بے شک وہ برے لوگ تھے، سو

ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔“ یعنی ہم نے نوح علیہ السلام کو نجات بخشی اور ان کی مدد فرمائی اور ان کی تکذیب کرنے والے سب

وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمُونَ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا

اور (یاد کریں) داؤد اور سلیمان کو جب وہ دونوں اس کھیتی کی بابت فیصلہ کر رہے تھے جسے رات کو (ایک) قوم کی بکریاں چر گئی تھیں، اور ہم ان کے فیصلے

لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ ﴿٧٨﴾ فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ ۚ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَسَخَّرْنَا مَعَ

کے شاہد تھے ﴿٧٨﴾ پھر ہم نے وہ (فیصلہ) سلیمان کو سمجھا دیا، اور ہر ایک کو ہم نے حکم (نبوت) اور علم دیا، اور ہم نے داؤد کے ساتھ پہاڑ اور پرندے سخر

دَاوُدَ الْجَبَالِ يُسَبِّحُ وَالطَّيْرُ ط وَكُنَّا فَاعِلِينَ ﴿٧٩﴾ وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ لَتُحَصِّنَكُمْ

کیے تھے، وہ تسبیح کرتے تھے، اور (پہ) ہم ہی کرنے والے تھے ﴿٧٩﴾ اور ہم نے اسے تمہارے لیے زرہ بنانا سکھایا تھا، تاکہ تمہاری لڑائی (کی تکلیف)

مِّنْ بَّاسِكُمْ ۚ فَهَلْ أَنْتُمْ شَاكِرُونَ ﴿٨٠﴾ وَلَسُلَيْمَانَ الرِّيحَ عَاصِفَةً تَجْرِي بِأَمْرِهِ إِلَى

سے تمہیں بچائے، تو کیا تم شکر کرنے والے ہو؟ ﴿٨٠﴾ اور (ہم نے) سلیمان کے لیے تندو تیز ہوا (سخر کردی)، وہ اس کے حکم سے اس سرزمین کی طرف

الْأَرْضِ الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا ط وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمِينَ ﴿٨١﴾ وَمِنَ الشَّيَاطِينِ مَنْ

چلتی تھی جس میں ہم نے برکت رکھی تھی، اور ہم ہی ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں ﴿٨١﴾ اور کئی شیطان بھی (تابع کیے تھے) جو اس کے لیے (سمندر میں)

يَغْوُصُونَ لَهُ وَيَعْمَلُونَ عَمَلًا دُونَ ذَلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حَافِظِينَ ﴿٨٢﴾

غوطہ لگاتے، اور اس کے علاوہ بھی کئی کام کرتے تھے اور ہم ہی ان کے نگران تھے ﴿٨٢﴾

میں بددعا کی تھی۔

تفسیر آیات: 78-82

حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام کا ذکر: ابواسحاق نے مرہ سے، انھوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہاں جس

کھیتی کا ذکر ہے اس سے مراد انگوروں کی کھیتی ہے جس کے خوشے بہت ہی جھکے ہوئے تھے۔ ﴿١﴾ شریح کا بھی یہی قول ہے۔ ﴿٢﴾

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نفث کے معنی چرنے کے ہیں۔ ﴿٣﴾ شریح، زہری اور قتادہ کا قول ہے کہ نفث رات کے وقت

چرنے کو کہتے ہیں۔ ﴿٤﴾ قتادہ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ دن کے وقت چرنے کو ہم مل کہتے ہیں۔ ﴿٥﴾ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿٦﴾ دَاوُدَ

وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمُونَ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ (کا حال بھی سن لو کہ) جب

وہ ایک کھیتی کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے جس میں ایک قوم کی بکریاں رات کو چر گئی (اور اسے روند گئی) تھیں، کے بارے میں

ابن جریر نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ انگور کے خوشے پیدا ہوئے تھے مگر بکریوں نے انھیں خراب کر دیا تھا تو

داؤد علیہ السلام نے بکریوں کے بارے فیصلہ کیا کہ یہ انگوروں کے مالک کو دے دی جائیں، سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: اے اللہ کے نبی!

اس کے علاوہ بھی فیصلہ ہو سکتا ہے، انھوں نے فرمایا: وہ کیا؟ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: انگور بکریوں کے مالک کو دے دیے جائیں،

وہ ان کی حفاظت کرے حتیٰ کہ وہ اس طرح ہو جائیں جس طرح پہلے تھے اور بکریاں انگوروں کے مالک کو دے دی جائیں حتیٰ

① تفسیر البغوی: 298/3 و تفسیر الطبری: 67/17. ② تفسیر الطبری: 67/17. ③ تفسیر الطبری: 70/17

والدرالمثور: 585/4. ④ تفسیر الطبری: 70/69. ⑤ تفسیر الطبری: 70/17.

کہ جب انکو اس طرح ہو جائیں جیسے پہلے تھے تو بکریاں ان کے مالک کو واپس کر دی جائیں۔ یہی معنی ہیں اس ارشاد باری تعالیٰ کے: **فَقَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ** ”تو ہم نے وہ (فیصلہ کرنے کا طریق) سلیمان کو سمجھا دیا۔“ عوفی نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے۔^①

قاضی کی فہم و فراست: فرمان الہی ہے: **فَقَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ وَكَلَّأْنَا حَكَمًا وَعِلْمًا** ”تو ہم نے وہ (فیصلہ) سلیمان کو سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو حکم (حکمت و نبوت) اور علم بخشا تھا۔“ ابن بو حاتم نے روایت کیا ہے کہ ایاس بن معاویہ کو جب قاضی مقرر کیا گیا تو ان کے پاس حسن بصری آئے تو ایاس رونے لگے، حسن نے پوچھا کہ آپ روتے کیوں ہیں۔ انھوں نے جواب دیا: اے ابوسعید! مجھے قاضیوں کے بارے میں یہ خبر پہنچی ہے کہ جو قاضی اجتہاد سے کام لے اور غلطی کرے تو وہ جہنم رسید ہوگا اور جو شخص خواہش نفس کی طرف مائل ہو جائے تو وہ بھی جہنم رسید ہوگا اور جو شخص اجتہاد کرے اور اس کا اجتہاد صحیح ہو تو وہ جنت میں جائے گا۔ حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے داود و سلیمان علیہ السلام اور دیگر انبیائے کرام کے جو واقعات بیان کیے ہیں ان سے لوگوں کی اس بات کی تردید ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَخَتْ فِيهِ غَمَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحَكْمِهِمْ شَاهِدِينَ** ”اور داود اور سلیمان (کا حال بھی سن لو کہ) جب وہ ایک کھیتی کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے جس میں ایک قوم کی بکریاں رات کو چر گئی (اور اسے روند گئی) تھیں اور ہم ان کے فیصلے کے وقت موجود تھے۔“ اس میں اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کی تعریف فرمائی ہے لیکن داود علیہ السلام کی مذمت نہیں کی، پھر حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حکام کے لیے تین شرطیں عائد کی ہیں: (1) وہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں تحریف کر کے ان کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت، یعنی دنیوی منفعت حاصل نہیں کریں گے۔ (2) خواہشات نفسانی کی پیروی نہیں کریں گے۔ (3) اور فیصلہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے نہیں ڈریں گے، پھر انھوں نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: **يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ** (ص 26:38) ”اے داود! ہم نے آپ کو زمین میں بادشاہ بنایا ہے، آپ لوگوں میں انصاف کے فیصلے کیا کریں اور خواہش کی پیروی نہ کریں کیونکہ وہ تمھیں اللہ کے رستے سے بھٹکا دے گی۔“ اور فرمایا: **فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَخْشَوْنِي** (المائدہ 44:5) ”تو تم لوگوں سے مت ڈرنا اور مجھی سے ڈرتے رہنا۔“ **وَلَا تَتَّبِعُوا مَا يَتَّبِعُونَ أَتَيْنَا وَلَكِن مَّا خَلَّفَتِ الْأَمْمَارُ** (المائدہ 44:5) ”اور میری آیتوں کو تھوڑی قیمت میں نہ بیچنا۔“^②

مسئلہ اجتہاد: تمام انبیائے کرام علیہ السلام معصوم اور اللہ کی طرف سے تائید یافتہ تھے۔ اس بات میں محقق علمائے سلف و خلف میں کوئی اختلاف نہیں، البتہ انبیائے کرام کے علاوہ باقی لوگوں کے بارے میں صحیح بخاری میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **[إِذَا اجْتَهَدَ الْحَاكِمُ فَأَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا اجْتَهَدَ فَأَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ]** ”جب

حاکم اجتہاد کرے اور اس کا اجتہاد درست ہو تو اس کے لیے دو ہر اجر ہے اور جب وہ اجتہاد میں غلطی کرے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔^① اس حدیث میں اس بات کی تردید ہے کہ قاضی جب اجتہاد کرے اور اجتہاد میں غلطی ہو جائے تو وہ آگ میں جائے گا، (جیسا کہ ایاس بن معاویہ کی روایت اور پرگز رچکی ہے) قرآن کریم میں مذکورہ کھیتی کے فیصلے والے قصے کے قریب قریب وہ قصہ بھی ہے جسے امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «يُنِمَا امْرَأَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَانِ لَهُمَا، جَاءَ الذُّبُّ فَأَخَذَ أَحَدُ ابْنَيْنِ (فَتَحَاكَمَتَا) إِلَى دَاوُدَ، فَقَضَى بِهِ لِلْكُبْرَى، فَخَرَجَتَا، فَدَعَاهُمَا سُلَيْمَانُ، فَقَالَ: هَاتُوا السَّكِينِ أَشَقُّهُ (بَيْنَكُمَا)، فَقَالَتِ الصُّغْرَى: يَرْحَمُكَ اللَّهُ، هُوَ ابْنُهَا لَا تَشَقُّهُ، فَقَضَى بِهِ لِلصُّغْرَى» [دو عورتوں کے ساتھ ان کے دو بیٹے تھے، ایک بھیڑیا آیا اور اس نے دونوں لڑکوں میں سے ایک لڑکا اٹھا لیا تو دونوں داود عليه السلام کے پاس فیصلہ کرانے کے لیے چلی گئیں تو انھوں نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا، دونوں فیصلہ کرانے کے بعد باہر نکلیں تو سلیمان عليه السلام نے دونوں کو بلایا اور فرمایا کہ چھری لاؤ تاکہ میں اس بیٹے کو کاٹ کر دونوں میں تقسیم کر دوں، یہ سن کر چھوٹی نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، بیٹا اس کا ہے، اسے نہ کاٹو تو یہ سن کر سلیمان عليه السلام نے چھوٹی عورت کے حق میں فیصلہ فرمادیا۔^②

امام نسائی رحمہ اللہ نے کتاب الفضا میں اس حدیث پر باب کا عنوان یہ قائم کیا ہے: بَابُ الْحَاكِمِ يُوْهِمُ خِلَافَ الْحُكْمِ لِيَتَعَلَّمَ الْحَقُّ ”حاکم کا حق معلوم کرنے کے لیے فیصلے کے خلاف اظہار کرنا۔“^③

داود عليه السلام ایک خوش الحان قاری: فرمان الہی ہے: ﴿وَسَخَرْنَا مَعَ دَاوُدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ﴾ ”اور ہم نے پہاڑوں کو داود کے تابع کر دیا تھا کہ وہ تسبیح کرتے تھے اور پرندوں کو بھی (فرمان بردار کر دیا تھا)۔“ اس لیے کہ داود عليه السلام اپنی کتاب زبور کی جب تلاوت فرماتے تو بہت خوش الحانی کے ساتھ تلاوت فرماتے تھے اور جب آپ ترنم سے تلاوت فرماتے تو ہوا میں پرندے رک جاتے اور آپ کے ساتھ تلاوت میں شامل ہو جاتے تھے، نیز پہاڑ بھی آپ کے ساتھ تلاوت میں شامل ہو جاتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزر ہوا جبکہ رات کو وہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے، ان کی آواز بھی بہت ہی اچھی تھی، آپ ٹھہر کر ان کی تلاوت کی سماعت فرماتے رہے اور پھر فرمایا: [لَقَدْ (أُوتِيَ هَذَا) مِنْ مَّارًا مِنْ مَزَامِيرِ

① صحیح البخاری، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب أجرة الحاكم إذا اجتهد.....، حدیث: 7352/1 صحیح مسلم، الأفضیة، باب بیان أجر الحاكم إذا اجتهد.....، حدیث: 1716 والسنن الکبریٰ للنسائی، القضاء، باب ثواب الإصابة فی الحكم بعد الاجتهاد.....، 461/3، حدیث: 5920 واللفظ له: البتة تو سین والے الفاظ مسند أبی عوانة، الأحكام، باب ما للحاكم من الأجر إذا اجتهد.....، 168/4 میں ہیں۔ ترجمہ: حدیث مبارکہ: [إذا اجتهد الحاكم.....] المصباح المنیر (عربی) کے دوسرے ایڈیشن میں رہ گئی ہے۔ ② مسند أحمد: 322/2 اور پہلی تو سین والا لفظ صحیح البخاری، الفرائض، باب إذا ادعت المرأة ابناً، حدیث: 6769 اور دوسری تو سین والا لفظ صحیح مسلم، الأفضیة، باب اختلاف المجتهدین، حدیث: 1720 میں ہے۔ ③ السنن الکبریٰ للنسائی، القضاء، باب التوسعة للحاكم فی أن يقول للشيء الذي لا يفعله، أفعل ليستبين له الحق: 472/3، حدیث: 5958.

آلِ دَاوُدَ [”اس شخص کو آلِ داود جیسی خوش الحانی بخشی گئی ہے۔“ عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ میری تلاوت کی سماعت فرما رہے ہیں تو میں خوب بنا سنوار کر تلاوت کرتا۔“]

داود علیہ السلام اور زہ کی صنعتکاری: ارشاد الہی ہے: ﴿وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ لِيَتَّخِذَكُمْ مِنْ بَاسِكُمْ﴾ ”اور ہم نے تمہارے لیے ان کو ایک (طرح کا) لباس بنانا بھی سکھا دیا تاکہ وہ تم کو لڑائی (کے ضرر) سے بچائے۔“ یعنی انھیں زہ بنانے کی صنعت سکھا دی۔ قنادہ کہتے ہیں کہ ان سے پہلے زرہیں صاف تختیوں کی صورت میں تھیں، سب سے پہلے داود علیہ السلام نے ان کی کڑیاں بنائی تھیں۔⁽¹⁾ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِي لَهُ الْحَيٰدُ اِنْ اَعْمَلَ سَبِيْعًا وَقَدَّرَ فِي السَّرْدِ﴾ (سبا 11، 10: 34) ”اور ہم نے ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیا کہ کشادہ زرہیں بناؤ اور کڑیوں کو اندازے سے جوڑو۔“ یعنی کڑی کو زیادہ کشادہ نہ کرو تاکہ کیل تنگ نہ ہو جائیں اور کیلوں کو سخت نہ کرو تاکہ کڑی تنگ نہ ہو جائے، اسی لیے ﴿لِيَتَّخِذَكُمْ مِنْ بَاسِكُمْ﴾ ”تاکہ تمہیں لڑائی (کے ضرر) سے بچائے۔“ یعنی جنگ میں تمہاری حفاظت کے کام آئے۔ ﴿فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ﴾⁽²⁾ ”پس کیا تم شکر کرو گے؟“ یعنی اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا جن سے اس نے تمہیں سرفراز فرمایا ہے اور اس نے ان کے لیے اپنے بندے داود علیہ السلام کو الہام فرمایا اور اس نے انھیں تمہارے لیے بنایا تھا۔

سلیمان علیہ السلام کی بے مثال سلطنت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَسٰنَيْنِ الزَّيْجِ عَاصِفَةً تَجْرٰی بِاَمْرِہٖ اِلٰی الْاَرْضِ الَّتِیْ بَرَكْنَا فِیْہَا طَوْکًا بِکُلِّ شَیْءٍ عَلَیْہِیْنَ﴾⁽³⁾ ”اور (ہم نے تیز) ہوا سلیمان کے لیے (تابع فرمان کردی) تھی جو ان کے حکم سے اس ملک (شام) میں چلتی تھی جس میں ہم نے برکت دی تھی اور ہم ہر چیز سے خبردار ہیں۔“ حضرت سلیمان علیہ السلام کا لکڑی کا ایک بہت بڑا تخت تھا جس پر امور مملکت سے متعلق تمام اشیاء گھوڑے، اونٹ، خیمے اور لشکر رکھ دیے جاتے تھے، پھر آپ ہوا کو حکم دیتے کہ وہ اسے اٹھائے تو وہ اس کے نیچے سے داخل ہو کر اسے اٹھا لیتی، اوپر لے جاتی اور اسے لے کر چلنا شروع کر دیتی اور اوپر سے گرمی سے بچانے کے لیے پرندوں کے جھنڈ سائے لگن ہو جایا کرتے تھے اور اس طرح جہاں آپ جانا چاہتے تشریف لے جاتے، منزل مقصود پر پہنچ کر ہوا اس تخت کو زمین پر اتار دیتی اور اس سے ساز و سامان اور لشکر کو اتار دیا جاتا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَسَخَّرْنَا لَهُ الزَّيْجَ تَجْرٰی بِاَمْرِہٖ رُخَّاءَ حِیْثُ اَصَابَ﴾ (ص 36: 38) ”پھر ہم نے ہوا کو ان کے زیر فرمان کر دیا کہ جہاں وہ پہنچنا چاہتے تھے تو ان کے حکم سے نرم نرم چلے لگتی۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَسٰنَيْنِ الزَّيْجِ عُدُوْهَا شَہْرٌ وَّرَوَاحِہَا شَہْرٌ﴾ (سبا 12: 34) ”اور (ہم نے) ہوا سلیمان کے لیے (تابع کردی تھی)، اس کی صبح کی منزل ایک مہینے کی راہ ہوتی اور شام کی منزل بھی مہینے بھر کی ہوتی۔“

① صحیح البخاری، فضائل القرآن، باب حسن الصوت بالقراءة للقرآن، حدیث: 5048 مختصراً وصحیح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب استحباب تحسين الصوت بالقرآن، حدیث: 793 وسنن النسائی، الافتتاح، باب تزیین القرآن بالصوت، حدیث: 1022 والسنن الکبریٰ للبیہقی، الصلاة، باب من جهر بها إذا كان من حوله لا یتأذى بقراءته: 12/3، قوسین والے الفاظ نسائی کے مطابق ہیں، بخاری وغیرہ میں [أُوتِیَتْ] مخاطب کا صیغہ ہے۔ ② تفسیر الطبری: 72/17.

وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ ﴿٨٣﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ

اور (یاد کریں) ایوب کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک مجھے تکلیف پہنچی ہے، اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے ﴿83﴾

فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِنْ ضِرٍّ وَأَتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا

سو ہم نے اس کی دعا قبول کی پھر جو بھی تکلیف اسے تھی اس کو ہم نے دور کر دیا اور ہم نے اسے اس کے اہل و عیال بھی دیے، اور اپنی طرف سے

وَذِكْرَىٰ لِلْعَبِيدِينَ ﴿٨٤﴾

مہربانی کے لیے ان کے ساتھ اتنے ہی اور بھی عطا کیے، اور عبادت گزاروں کی نصیحت کے لیے ﴿84﴾

سليمان عليه السلام کے غوطہ خور اور انجینئر: فرمان الہی ہے: ﴿وَمِنَ الشَّيْطَانِ مَن يَغْوِصُونَ لَهُ﴾ ”اور دیوؤں (کی جماعت کو

بھی ان کے تابع کر دیتا تھا کہ ان) میں سے بعض ان کے لیے غوطے مارتے تھے۔“ یعنی پانی میں غوطہ مار کر موتی اور جواہرات نکالتے تھے

﴿وَيَعْمَلُونَ عَمَلًا دُونَ ذَلِكَ﴾ ”اور اس کے سوا دوسرے کام بھی کرتے تھے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَالشَّيْطَانُ كُلُّ بَنَاءٍ

وَعَوَاصٍ ۖ وَآخِرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۝﴾ (ص 38:37) ”اور دیوؤں کو بھی (ان کے زیر فرمان کیا) یہ سب عمارتیں

بنانے والے اور غوطہ مارنے والے تھے اور دوسروں کو بھی جوزنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔“

ارشاد الہی ہے: ﴿وَكُنَّا لَهُمْ حَافِظِينَ﴾ ”اور ہم ان کے نگہبان تھے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرماتا تھا تاکہ

شیاطین آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچا سکیں بلکہ ان میں سے ہر ایک آپ کے قبضہ و تسلط میں تھا، کوئی بھی آپ کے قریب آنے کی

جرات نہیں کر سکتا تھا بلکہ آپ ان کے بارے میں جو چاہتے فیصلہ فرماتے، جس کو چاہتے چھوڑ دیتے اور جس کو چاہتے اپنی قید

میں رکھتے تھے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَآخِرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۝﴾ (ص 38:38) ”اور دوسروں کو بھی جوزنجیروں میں جکڑے

ہوئے تھے۔“

تفسیر آیات: 83، 84

ذکر ایوب علیہ السلام: اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کے مال و اولاد اور اپنے جسم و جان کے بارے میں آزمائش کا

ذکر فرمایا ہے۔ آپ کے پاس بہت زیادہ چوپائے، مویشی، بہت بڑی کھیتی، کثیر اولاد اور نفیس مکانات تھے مگر آزمائش میں مبتلا

ہونے کی وجہ سے یہ سارا اہل و مال جاتا رہا حتیٰ کہ جسمانی آزمائش میں بھی مبتلا ہو گئے اور شہر کے ایک کونے میں تنہائی اختیار

کرنے پر مجبور ہو گئے، ایک اپنی بیوی کے سوا اور کوئی خبر گیری کرنے والا نہ تھا، صرف وہی نیک بخت تھیں جو خدمت بجالاتی

تھیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مجبوراً لوگوں کے کام کاج بھی کرنے لگیں۔ نبی اکرم ﷺ

نے فرمایا: [أَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءَ الْأَنْبِيَاءِ] ثُمَّ الصَّالِحُونَ، ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ [”لوگوں میں سب سے زیادہ آزمائشیں

انبیائے کرام علیہم السلام پر آتی ہیں، پھر نیک لوگوں پر اور پھر ان لوگوں پر جو درجہ بدرجہ ان کے زیادہ قریب ہوں۔“] ﴿١﴾ اس حدیث

① المعجم الكبير للطبرانی: 245، 244/24، حدیث: 626 ومسند أحمد: 172/1، قوسین والے الفاظ طبرانی اور باقی حدیث

مسند احمد کے مطابق ہے۔

میں ہے: [يُتْلَى الرَّجُلُ عَلَى (قَدَرِ دِينِهِ، فَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ صَلَافَةٌ زِيدَ فِي بَلَاءِهِ] ”آدمی کی آزمائش اس کے دین کے بقدر کی جاتی ہے، اگر اس کے دین میں پختگی ہو تو آزمائش میں اور اضافہ کر دیا جاتا ہے۔“^①

صبر کا مظاہرہ: اللہ تعالیٰ کے نبی ایوب علیہ السلام حد درجہ صابر تھے حتیٰ کہ صبر ایوب ضرب المثل ہے۔ یزید بن میسرہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب ایوب علیہ السلام کی آزمائش کی اور ان کا اہل و مال اور اولاد سب کچھ چھن گیا اور کچھ بھی باقی نہ رہا تو انھوں نے اللہ تعالیٰ کا خوب احسن انداز میں ذکر کیا اور بارگاہ الہی میں عرض کی: اے رب الارباب! میں تیری ہی تعریف کرتا ہوں، تو نے مجھ پر احسان فرمایا، مجھے مال و اولاد سے نوازا حتیٰ کہ دل کے ہر حصے میں مال و اولاد کی محبت رچ بس گئی تھی، اب جبکہ تو نے یہ سارا مال و اولاد واپس لے لیا، ان کی محبت سے میرا دل خالی کر دیا ہے تو اب میرے اور تیرے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہے، تو نے میرے ساتھ جو کیا ہے اگر میرے دشمن ابلیس کو اس کا علم ہو جائے تو وہ مجھ سے حسد کرنے لگے۔ ابلیس کو حضرت ایوب علیہ السلام کی اس بات سے بہت پریشانی ہوئی۔ ایوب علیہ السلام نے بارگاہ الہی میں یہ بھی عرض کی: اے اللہ! تو نے مجھے مال و اولاد عطا فرمایا لیکن میرے دروازے پر کبھی کوئی ایسا شخص کھڑا نہیں ہوا جس پر میں نے ظلم کیا ہو اور تجھے بھی اس بات کا خوب علم ہے، میرے لیے بستر بچھایا جاتا تو میں اپنے جی میں کہتا: اے میری جان! تجھے بستروں پر آرام کرنے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا تو میں تیری رضا اور خوش نودی کے حصول کے لیے بستر ترک کر دیا کرتا تھا۔ اسے ابن ابوحاتم نے روایت کیا ہے۔^②

ابن ابوحاتم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [لَمَّا عَافَى اللَّهُ أَيُّوبَ أُمُطَرَ عَلَيْهِ جَرَادًا مِّنْ ذَهَبٍ، فَجَعَلَ يَأْخُذُهُ بِيَدِهِ وَيَجْعَلُهُ فِي ثَوْبِهِ، فَقِيلَ لَهُ: يَا أَيُّوبُ! أَمَا تَشْبَعُ؟ قَالَ: (يَا رَبِّ!) وَمَنْ يَشْبَعُ مِنْ (فَضْلِكَ وَ) رَحْمَتِكَ] ”اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو جب عافیت عطا فرمادی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سونے کی کڑی (مڈی) کی بارش نازل فرمائی، آپ انھیں ہاتھ سے پکڑ پکڑ کر کپڑے میں جمع کرنے لگے، آپ سے کہا گیا: اے ایوب! کیا آپ سیر نہیں ہوئے؟ آپ نے عرض کی: اے اللہ! آپ کے فضل اور رحمت سے کون سیر ہو سکتا ہے؟“^③ اس حدیث کی اصل صحیحین میں ہے^④ جو دوسری جگہ آرہی ہے۔^⑤

صبر کا پھل: ﴿وَأَتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ﴾ ”اور ان کو بال بچے بھی عطا فرمائے اور ان کے ساتھ اتنے ہی مزید

① مسند أحمد: 172/1، 180. ② حلیۃ الأولیاء لأبی نعیم الأصفہانی: 272/5، رقم: 7095 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2459/8 والدر المنثور: 589/4. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 2461/8 [فَضْلِكَ] کا اضافہ اس میں ہے جبکہ ابن کثیر میں نہیں ہے اسی طرح [يَا رَبِّ] مسند أحمد: 304/2 میں ہے۔ ④ صحیح البخاری، الغسل، باب من اغتسل عریانا وحده فی خلوة.....، حدیث: 279 و صحیح مسلم، الحيض، باب جواز الاغتسال عریانا فی الخلوة، حدیث: 339 امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ایوب علیہ السلام کے غسل کے واقعات کو ایک ہی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے جبکہ صحیح مسلم میں اسی سند سے صرف حضرت موسیٰ کا واقعہ موجود ہے حضرت ایوب کا نہیں۔ اسی بنا پر امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کی اصل صحیحین میں موجود ہے۔ ⑤ دیکھیے ص، آیات: 41-44 کے ذیل میں۔

وَأَسْمِعِلْ وَإِذْ رِيسٌ وَذَا الْكِفْلِ ط كُلٌّ مِّنَ الصَّابِرِينَ ﴿٨٥﴾ وَأَدْخَلْنَهُمْ فِي رَحْمَتِنَا ط

اور اسماعیل اور ادريس اور ذوالکفل کو (یاد کریں) یہ سب صابر تھے ﴿٨٥﴾ اور ہم نے انھیں اپنی رحمت میں داخل کیا،

إِنَّهُمْ مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿٨٦﴾

بے شک وہ صالحین میں سے تھے ﴿٨٦﴾

وَذَا النُّونِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَن لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ

اور (یاد کریں) مچھلی والے (یونس) کو، جب وہ (اپنی قوم سے) ناراض ہو کر چلا گیا تھا سو اس نے سمجھا تھا کہ ہم اس پر ہرگز غلبہ نہیں کریں گے، پھر اس

أَن لَّا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ ؕ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿٨٧﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ ۖ وَنَجَّيْنَاهُ

نے (ہمیں) اندھیروں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بلاشبہ میں ہی ظالموں میں سے ہوں ﴿٨٧﴾ پھر ہم نے اس کی دعا قبول کی،

مِّنَ الْغَمِّ ط وَكَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٨٨﴾

اور ہم نے اسے غم سے نجات دی، اور ہم اسی طرح مومنوں کو نجات دیتے ہیں ﴿٨٨﴾

(بخشے۔)“ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بعینہ ان کے وہی بال بچے لوٹا دیے گئے تھے۔ عوفی نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ ﴿٨٦﴾ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور مجاہد سے اسی طرح روایت ہے اور حسن اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔ ﴿٨٧﴾ مجاہد کہتے ہیں کہ آپ سے کہا گیا تھا کہ اے ایوب! تمہارا بال بچہ جنت میں ہے، اگر چاہو تو ہم انھی کو عطا فرما دیتے ہیں، حضرت ایوب نے جواب دیا: اے اللہ! انھیں جنت ہی میں رہنے دو، پس انھیں جنت میں رہنے دیا گیا اور دنیا میں ان کے بدلے میں اور بال بچے عطا فرما دیے گئے۔ ﴿٨٨﴾ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا“ ”اپنی مہربانی سے۔“ یعنی ہم نے اپنی طرف سے رحمت کرتے ہوئے ان کے ساتھ ایسا کیا۔ ﴿٨٩﴾ وَذِكْرَىٰ لِلْعَابِدِينَ ﴿٩٠﴾“ اور عبادت کرنے والوں کے لیے (یہ) نصیحت ہے۔“ یعنی اس بارے میں ہم نے انھیں اسوہ بنا دیا تاکہ آزمائش میں مبتلا ہونے والے یہ گمان نہ کریں کہ ہم ان کے ساتھ یہ معاملہ اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہماری نظروں میں کم تر ہیں اور اس لیے بھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیش آنے والی تقدیر اور آزمائش میں صبر ایوب کو پیش نظر رکھیں اور اس بات کو کبھی بھی فراموش نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ کا ہر کام حکمت سے پُر ہے۔

تفسیر آیات: 85، 86

اسماعیل، اور یس اور ذوالکفل علیہم السلام کا ذکر: اسماعیل سے مراد حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور آپ کا ذکر قبل ازیں سورہ مریم میں گزر چکا ہے۔ ﴿٩١﴾ اس طرح ادريس علیہ السلام کا ذکر بھی سورہ مریم میں ہو چکا ہے۔ ﴿٩٢﴾ ذوالکفل کے بارے میں کلام کے سیاق سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اللہ کے نبی تھے کیونکہ انبیائے کرام کے ساتھ ملا کر ان کا تذکرہ نبی ہونے کی بنا پر ہے جبکہ بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ ذوالکفل نبی نہیں بلکہ ایک صالح شخص، عادل بادشاہ اور منصف حکمران تھے جبکہ

① تفسیر الطبری: 95/17، ② تفسیر الطبری: 96، 95/17، ③ الدر المنثور: 591/4 و تفسیر الطبری: 95/17، ④ دیکھیے

مریم، آیات: 54، 55، ⑤ دیکھیے مریم، آیات: 56، 57۔

امام ابن جریر نے اس بارے میں توقف سے کام لیا ہے اور کسی رائے کا اظہار نہیں کیا۔ ① وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

تفسیر آیات: 88, 87

یونس علیہ السلام کا ذکر: اس قصے کو اس مقام کے علاوہ سورۃ صافات اور سورۃ قلم میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ ② یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نینوی نامی ایک بستی کے لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا تھا اور یہ سرزمین موصول کی ایک بستی تھی، آپ نے انھیں اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دی مگر انھوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے اپنے کفر پر اصرار کیا، حضرت یونس علیہ السلام ناراض ہو کر ان کے پاس سے چلے گئے اور وعدہ کر گئے کہ تین دن بعد اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے گا۔ جب ان لوگوں کو یہ بات ثابت ہو گئی اور وہ سمجھ گئے کہ نبی جھوٹ نہیں بولا کرتے تو وہ اپنے بچوں، چوپایوں اور مویشیوں کو لے کر صحرا کی طرف نکل گئے، انھوں نے ماؤں اور ان کے بچوں کو الگ الگ کر دیا اور پھر عزم و جہل کے حضور الحاج وزاری کی، اونٹ اور ان کے بچے بلبلانے لگے، گائیں اور ان کے بچے ڈکرانے لگے اور بھیڑ بکریاں اور ان کے بچے میانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کو دور فرما دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَا اِيْمَانُهَا اِلَّا قَوْمٌ يُّوَسُّسُ لَهَا اَمْنًا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ اِلٰى حَيِّينَ ۝﴾ (یونس 98:10) ”تو کوئی بستی ایسی کیوں نہ ہوئی کہ ایمان لاتی تو اس کا ایمان اسے نفع دیتا، ہاں یونس کی قوم! کہ جب ایمان لائی تو ہم نے دنیا کی زندگی میں ان سے ذلت کا عذاب دور کر دیا اور ایک مدت تک (فوائد دنیاوی سے) ان کو بہرہ مند رکھا۔“

یونس علیہ السلام کا کشتی میں سوار ہونا: یونس علیہ السلام جا کر کچھ لوگوں کے ساتھ ایک کشتی میں سوار ہو گئے، وہ کشتی ڈمگانے لگی اور لوگوں کو غرق ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا تو انھوں نے قرعہ اندازی کی کہ ایک آدمی کو کشتی سے نکال دیں تاکہ اس کا بوجھ ہلکا ہو جائے، قرعے میں یونس علیہ السلام کا نام نکلا مگر انھوں نے آپ کو کشتی سے نکالنے سے انکار کر دیا، انھوں نے دوبارہ قرعہ اندازی کی تو پھر بھی آپ کا نام نکلا حتیٰ کہ جب تیسری بار قرعہ اندازی کی تو پھر بھی آپ ہی کا نام نکلا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ۝﴾ (الصّٰفّٰت 37:141) ”پس قرعہ ڈالا تو وہ مغلوب ہو گیا۔“

مچھلی کا نگلنا: قرعہ ان کے نام نکل آیا، یہ دیکھ کر یونس علیہ السلام کھڑے ہو گئے، انھوں نے کپڑے اتارے اور دریا میں چھلانگ لگادی اور بقول حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بحر اخضر ③ سے ایک مچھلی کو بھیجا جو دریاؤں کے پانی کو پھاڑتی ہوئی

① تفسیر الطبری: 17/100 . ② دیکھیے الصّٰفّٰت، آیات: 139-148 والقلم، آیات: 48-50 . ③ بحر محیط یا بحر اخضر: یہاں بحر اخضر سے مراد بحر محیط ہے جس میں بحیرہ روم بھی شامل ہے۔ یا قوت حموی لکھتے ہیں: ”دنیا کے تمام بحور، سوائے بحیرہ خزر (کیسپین) کے بحر محیط سے نکلے ہیں۔ ارسطو نے اپنے رسالے بیت الذّٰہب میں اس کا نام ”اوقیانوس“ لکھا۔ دوسرے اسے بحر اخضر کا نام دیتے ہیں۔ اس سمندر نے دنیا کا احاطہ کر رکھا ہے۔ مشرق میں بحر ہند، بحیرہ چین، بحر فارس (خلیج فارس)، بحرین (بحیرہ عرب)، بحر زنج (بحر ہند) اس میں شامل ہیں۔ اس کا دوسرا حصہ بحر مغرب (بحیرہ روم) ہے جو بلاد بربر (المغرب)، اندلس، افریقیہ، مصر، شام اور قسطنطنیہ کے مابین گھرا ہوا ہے۔ بحر مغرب کے دیگر نام بحر اندلس، بحر اسکندریہ، بحر شام، بحر قسطنطنیہ، بحر افرنج (موجودہ بحر اوقیانوس) اور بحیرہ روم ہیں۔“ 44



بحرِ محیط نے روئے زمین کی تمام خشکی کا احاطہ کر رکھا ہے اور یہ پانچ بحر (اوقیانوس، ہند، الکا، منجمد شمالی، منجمد جنوبی) اور کئی بحیرے است پر مشتمل ہے۔

بچنی اور اس نے اس وقت یونس علیہ السلام کو نگل لیا جب انھوں نے کشتی سے چھلانگ لگائی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس مچھلی کی طرف وحی نازل فرمائی تھی کہ تو نے یونس کے گوشت کو نہیں کھانا اور ان کی ہڈی کو نقصان نہیں پہنچانا کیونکہ یونس تیرے لیے رزق نہیں ہے بلکہ تیرا پیٹ اس کے لیے محض قید خانہ ہے۔^①

فرمان الہی ہے: ﴿وَذَا النُّونِ﴾ یعنی مچھلی والے (کو یاد کرو)۔ اسی لیے ذاک النون کی طرف اضافت صحیح ہے۔^② فرمان الہی ہے: ﴿إِذْ ذَهَبَ مُغَاصِبًا ظَنًّا أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ﴾ ”جب وہ (اپنی قوم سے ناراض ہو کر) غصے کی حالت میں چل دیے تو اس نے خیال کیا کہ ہم ان پر تنگی نہیں کریں گے۔“ یعنی مچھلی کے پیٹ میں ہم ان پر تنگی نہیں کریں گے، ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، ضحاک اور دیگر مفسرین سے اسی طرح مروی ہے۔ ابن جریر نے بھی اس قول کو اختیار کیا اور حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کو بطور دلیل پیش کیا گیا ہے: ﴿وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا﴾ (الطلاق 7:65) ”اور جس کے رزق میں تنگی ہو جتنا اللہ نے اس کو دیا ہے تو وہ اس میں سے خرچ کرے، اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی کے مطابق جو اس کو دیا ہے اور اللہ عنقریب تنگی کے بعد کشائش بخشنے گا۔“^③ یونس علیہ السلام کی مچھلی کے پیٹ میں تسبیح: ارشاد الہی ہے: ﴿فَتَنَادَى فِي الظُّلُمَاتِ أَنْ لَوْلَا إِلَهُ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ ”آخر اندھیروں میں (اللہ کو) پکارنے لگے کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے بے شک میں قصور وار ہوں۔“

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا، دریا کا اندھیرا اور رات کا اندھیرا تھا، اسی وجہ سے یہاں ظلمات جمع کا لفظ لایا گیا ہے۔^④ ابن عباس رضی اللہ عنہما، عمرو بن میمون، سعید بن جبیر، محمد بن کعب، ضحاک، حسن اور قنادہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔^⑤ سالم بن ابوجعد کہتے ہیں کہ مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا، اور پھر دریا کا اندھیرا تھا۔^⑥ ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مچھلی دریا کو چیرتی ہوئی انھیں لے کر پیندے میں چلی گئی، یونس علیہ السلام نے دریا کے پیندے میں کنکریوں کی تسبیح کی آواز سنی تو انھوں نے بھی یہ تسبیح پڑھنا شروع کر دی: ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ ”تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، تو پاک ہے (اور) بے شک میں قصور وار ہوں۔“^⑦ عوف اعرابی نے کہا ہے کہ یونس علیہ السلام جب مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے تو انھوں نے خیال کیا شاید وہ فوت ہو گئے ہیں، پھر انھوں نے اپنے دونوں پاؤں کو ہلایا، جب وہ

① (معجم البلدان: 344-345/1) یاد رہے ارسطو نے دنیا کے عظیم تر سمندر (بحر محیط) کا نام اوقیانوس (Okeanos) رکھا تھا جسے انگریزی میں Ocean (بحر) کہا گیا، تاہم آج کل ”اوقیانوس“ صرف اس سمندر کو کہا جاتا ہے جسے عرب ”بحر ظلمات“ کا نام دیتے تھے جو یورپ اور افریقہ کے مغرب میں واقع ہے۔ اور ان دنوں یورپی زبانوں میں اسے Atlantic Ocean (بحر اوقیانوس) کا نام دیا جاتا ہے جبکہ عرب اسے المحيط الاطلنطی کہتے ہیں۔ (محسن فارانی) ① مخلص از تفسیر ابن ابی حاتم: 2464، 2463/8 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

② ذُو کی اضافت ایسے اسم کی طرف ہوتی ہے جو جنس پر دال ہو، النون بمعنی ”الحوت“ ہے جو جنس پر دال ہے، اسی لیے یہاں ذاک کی اضافت اس کی طرف درست ہے۔ ③ تفسیر الطبری: 103-105/17۔ ④ تفسیر القرطبی: 333/11۔ ⑤ تفسیر الطبری:

106، 105/17۔ ⑥ تفسیر الطبری: 106/17۔ ⑦ تفسیر ابن ابی حاتم: 3228/10 و تفسیر القرطبی: 333/11۔

ہلنے لگے تو انھوں نے اپنی جگہ سجدہ کیا اور اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہوئے عرض کی: اے میرے رب! میں نے ایسی جگہ سجدہ کیا ہے، جہاں آج تک کسی نے سجدہ نہیں کیا تھا۔^(۱)

مشکلات میں یہ دعا کریں: ارشاد الہی ہے: ﴿فَاسْتَجِبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ﴾ ”تو ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور ان کو غم سے نجات بخشی۔“ یعنی انھیں مچھلی کے پیٹ اور مختلف اندھیروں سے باہر نکال دیا۔ ﴿وَكَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰمُوْمِيْنَ﴾^(۲) ”اور ہم ایمان والوں کو اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں۔“ جب وہ شدائد و مشکلات میں مبتلا ہوں اور ہماری طرف رجوع کر کے ہم سے دعا کریں، خصوصاً جب مشکل حالات میں یہ دعا کریں۔ سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی اس دعا کی ترغیب دی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے سعد بن ابوقاص رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں مسجد میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا تو میں نے آپ کو سلام کیا، انھوں نے آنکھیں بھر کر مجھے دیکھا مگر میرے سلام کا جواب نہ دیا، میں امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے عرض کی: امیر المومنین! کیا اسلام میں کوئی نئی چیز پیدا ہو گئی ہے؟ میں نے دوبارہ یہ عرض کی، آپ نے فرمایا: نہیں، کیا بات ہے؟ میں نے عرض کی: نہیں کوئی بات نہیں، البتہ میں ابھی ابھی مسجد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا، میں نے انھیں سلام کیا، انھوں نے مجھے آنکھیں بھر کر دیکھا مگر میرے سلام کا جواب نہ دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیغام بھیج کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ آپ نے اپنے بھائی کے سلام کا جواب کیوں نہ دیا۔ انھوں نے جواب دیا: نہیں، ایسی کوئی بات نہیں، سعد کہتے ہیں کہ میں نے کہا: کیوں نہیں! حتیٰ کہ انھوں نے بھی قسم کھائی اور میں نے بھی قسم کھائی، راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بات یاد آئی تو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کی اور کہا: ہاں، آپ کا ابھی ابھی میرے پاس سے گزرا ہوا تھا اور میں اس وقت اپنے دل میں ایک بات سوچ رہا تھا جسے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا، اللہ کی قسم! میں جب بھی اس بات کو یاد کرتا ہوں تو میری آنکھوں اور دل پر پردہ چھا جاتا ہے۔

سعد کہتے ہیں: میں نے عرض کی کہ میں وہ بات بتاتا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سامنے اول دعا کا ذکر فرمایا، پھر ایک اعرابی آیا اور اس نے آپ کو مشغول کر دیا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے، میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا، جب مجھے یہ خدشہ لاحق ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا شانہ نبوت کے اندر تشریف لے جائیں گے تو میں نے زمین پر اپنا پاؤں مارا، رسول اللہ ﷺ نے میری طرف التفات کرتے ہوئے فرمایا: [مَنْ هَذَا، اَبُوْ اِسْحَاقَ؟] ”کون ہیں، ابوالحق ہیں“ میں نے عرض کی: ہاں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: [فَمَهْ؟] ”کیا بات ہے؟“ میں نے عرض کی: نہیں اللہ کی قسم! کوئی بات نہیں، البتہ آپ نے دعا کا ذکر فرمایا تھا، پھر وہ اعرابی آ گیا اور اس نے آپ کو مشغول کر دیا۔ آپ نے فرمایا: [نَعَمْ، دَعْوَةُ ذِي النُّونِ، اِذْ هُوَ فِيْ بَطْنِ الْحُوْتِ: لَا اِلَهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ؕ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ] ﴿۸۷﴾ فَإِنَّهٗ لَمْ يَدْعُ

وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَى رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ ﴿٨٩﴾ فَاسْتَجَبْنَا

اور (یاد کریں) زکریا کو، جب اس نے اپنے رب کو پکارا تھا: اے میرے رب! تو مجھے اکیلا نہ چھوڑ، اور تو ہی بہترین وارث ہے ﴿89﴾ پھر ہم نے اس

لَهُ ن وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَىٰ وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ إِنَّهُمْ كَانُوا يُسْرِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ

کی دعا قبول کی، اور ہم نے اسے یحییٰ عطا کیا، اور ہم نے اس کے لیے اس کی بیوی کو درست کر دیا، بے شک وہ (انبیاء علیہم السلام) نیکوں میں جلدی کرتے

وَيَدْعُونََنَا دَعْوًا وَرَهْبًا ۖ وَكَانُوا لَنَا خُشْعِينَ ﴿٩٠﴾

اور ہمیں رُغبت اور ڈر سے پکارتے تھے، اور وہ ہمارے لیے ہی عجز و انکسار کرنے والے تھے ﴿90﴾

بِهَا مُسْلِمٌ رَبَّهُ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا اسْتَجَابَ لَهُ] ”ہاں، مچھلی والے پیغمبر کی دعا جو انھوں نے مچھلی کے پیٹ میں کی تھی: ”تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے (اور) بے شک میں قصور وار ہوں۔“ جو مسلمان اپنے رب سے کسی بھی چیز کے بارے میں یہ دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو ضرور شرف قبولیت سے نوازتا ہے۔“ ﴿1﴾ اسے امام ترمذی نے اور نسائی نے عمل الیوم واللیلۃ میں روایت کیا ہے۔ ﴿2﴾

ابن ابوحاتم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ دَعَا بِدُعَاءِ يُونسَ اسْتَجِيبَ لَهُ] ”جس نے یونس علیہ السلام کی دعا مانگی اس کے لیے قبول کی جائے گی۔“ ابوسعید کہتے ہیں کہ آپ کا اشارہ اس ارشاد باری تعالیٰ کی طرف ہے: ﴿وَكَذَلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ﴾ ﴿3﴾ ”اور ہم ایمان والوں کو اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں۔“ ﴿3﴾

تفسیر آیات: 89، 90

زکریا و یحییٰ علیہ السلام کا ذکر: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر کیا ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ انھیں بیٹا عطا فرمائے جو ان کے بعد نبی ہو، یہ قصہ سورۃ مریم کے آغاز میں تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا ہے، نیز سورۃ آل عمران میں بھی، ﴿یہاں قدرے اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔﴾ ﴿إِذْ نَادَى رَبَّهُ﴾ ”جب انھوں نے اپنے پروردگار کو پکارا۔“ یعنی اپنی قوم سے چھپ کر ﴿رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا﴾ ”میرے پروردگار! مجھے اکیلا نہ چھوڑ“ کہ میرا کوئی بیٹا اور وارث ہی نہ ہو جو میرے بعد لوگوں میں میرا جانشین قرار پائے۔ ﴿وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ﴾ ﴿4﴾ ”اور تو سب سے بہتر وارث ہے۔“ یہ سوال کے مناسب حال دعا اور ثنا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَىٰ وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ﴾ ”تو ہم نے ان کی پکار سن لی اور ان کو یحییٰ بخشا اور ان کی بیوی کو اولاد کے قابل بنا دیا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور سعید بن جبیر کا قول ہے کہ آپ کی بیوی بانجھ اور اولاد نہیں جنتی تھی مگر اللہ کے حکم سے اب ان کے ہاں بیٹا پیدا ہو گیا۔ ﴿5﴾

فرمان الہی ہے: ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا يُسْرِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ﴾ ”بلاشبہ یہ لوگ خیر و بھلائی (کے کاموں) میں جلدی کرتے

① مسند أحمد: 170/1، ② جامع الترمذی، الدعوات، باب فی دعوة ذی النون.....، حدیث: 3505 والسنن الکبریٰ

للنسائی، عمل الیوم واللیلۃ، ذکر دعوة ذی النون: 168/6، حدیث: 10492، 10491، ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 2465/8،

④ دیکھیے مریم، آیات: 1-15 وال عمران، آیات: 37-41، ⑤ تفسیر الطبری: 109/17،

وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُوحِنَا وَجَعَلْنَهَا وابْنَهَا آيَةً

اور اس عورت کو (یاد کریں) جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی تھی، پھر ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی، اور اسے اور اس کے بیٹے (عیسیٰ) کو اہل

لِّلْعَالَمِينَ ﴿٩١﴾

عالم کے لیے (عظیم) نشانی بنا دیا ﴿٩١﴾

تھے۔ ”یعنی نیک اعمال سرانجام دیتے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجالاتے تھے۔ ﴿وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا﴾ ”اور ہمیں امید اور خوف سے پکارتے تھے۔“ ثوری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس جو کچھ ہے اس کی امید میں اور ہمارے عذاب کے خوف سے وہ ہمیں پکارتے تھے۔ ﴿١﴾ ﴿وَكَاوَلْنَا خُشْعِينَ﴾ ﴿٩٠﴾ ”اور ہمارے آگے عاجزی کرنے والے تھے۔“ علی بن ابو طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو نازل فرمایا ہے اس کی وہ تصدیق کیا کرتے تھے۔ ﴿٢﴾ مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ سچے مومن تھے۔ ﴿٣﴾ ابو عالیہ کہتے ہیں کہ وہ ہم سے ڈرتے تھے۔ ﴿٤﴾ ابوسنان کہتے ہیں کہ خشوع اس خوف کو کہتے ہیں جو ہمیشہ دل میں رہے اور اس سے کبھی بھی الگ نہ ہو۔ ﴿٥﴾ مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿خُشْعِينَ﴾ کے معنی عاجزی کرنے والے ہیں، ﴿٦﴾ حسن، قتادہ اور ضحاک کا قول ہے کہ اس کے معنی اللہ تعالیٰ کے آگے عجز و انکسار کرنے والے ہیں۔ ﴿٧﴾ یہ تمام اقوال قریب المعنی ہیں۔

تفسیر آیت: 91

عیسیٰ اور مریم صدیقہ علیہما السلام کا ذکر: اللہ تعالیٰ مریم اور ان کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کے قصے کو ذکر کیا اور ان کے بیٹے یحییٰ علیہ السلام کے قصے کے ساتھ ملا کر اس طرح بیان فرماتا ہے کہ پہلے ذکر کیا علیہ السلام کے قصے کو بیان کرتا ہے اور پھر اس کے بعد مریم کے قصے کو کیونکہ ان دونوں قصوں کا آپس میں گہرا ربط ہے، اس لیے کہ ذکر کیا علیہ السلام کے قصے میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بے حد بوڑھے انسان اور ان کی بے حد بڑھیا اور بانجھ بیوی کے ہاں بیٹا پیدا فرمایا، حالانکہ ان کے ہاں تو عالم شباب میں بھی اولاد پیدا نہ ہوئی تھی، پھر اس کے بعد قصہ مریم کو بیان کیا ہے اور وہ اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز ہے کہ اس میں محض ایک عورت سے مرد کے ملاپ کے بغیر بچے کے پیدا کرنے کا ذکر ہے۔ سورہ آل عمران اور سورہ مریم میں اور پھر یہاں بھی ان دونوں واقعات کو ایک دوسرے کے بعد بیان کیا گیا ہے۔ ﴿وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا﴾ ”اور ان کو (بھی یاد کرو) جنہوں نے اپنی شرم گاہ کو محفوظ رکھا۔“ یعنی مریم علیہا السلام کو جیسا کہ سورہ تحریم میں فرمایا: ﴿وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُوحِنَا﴾ (التحریم 12:66) ”اور عمران کی بیٹی مریم جنہوں نے اپنی شرم گاہ کو محفوظ رکھا تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی۔“

① تفسیر الثوری: 204/1 (CD). ② تفسیر الطبری: 372/1. ③ تفسیر الطبری: 372/1. ④ تفسیر الطبری: 372/1.

⑤ تفسیر البغوی: 315/3 عن مجاهد والدر المنثور: 601/4. ⑥ الدر المنثور: 601/4. ⑦ تفسیر البغوی: 315/3.

والدر المنثور: 601/4.

إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً ۖ وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ ﴿٩٢﴾ وَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ۖ

بلاشبہ یہ تمہارا دین ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا رب ہوں، پس تم میری ہی عبادت کرو ﴿٩٢﴾ اور انھوں نے اپنا معاملہ باہم کٹڑے کٹڑے کر ڈالا،

كُلُّ الْيَبْنَاذِ رَجُوعَ ﴿٩٣﴾ فَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهِ ۚ وَإِنَّا

(بالآخر) سب ہماری ہی طرف لوٹنے والے ہیں ﴿٩٣﴾ پس جو بھی نیک عمل کرے اور وہ مؤمن (بھی) ہو تو اس کی کوشش کی ناکداری نہ ہوگی اور

لَهُ كِتَابٌ ۖ

بے شک ہم اس کے لیے (اس کے اعمال) لکھنے والے ہیں ﴿٩٤﴾

فرمان الہی ہے: ﴿وَجَعَلْنَاهَا أُمَّةً وَاحِدَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ ﴿٩١﴾ ”اور ہم نے ان کو اور ان کے بیٹے کو جہانوں کے لیے نشانی بنا دیا۔“ اس بات کی نشانی کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور وہ جو چاہے پیدا فرما سکتا ہے۔ ﴿إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ﴾ ﴿نِس: 82﴾ ”اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کہہ دیتا ہے کہ ہو جاتو وہ ہو جاتی ہے۔“ اور یہ آیت کریمہ اس طرح ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَنَجْجَعَنَّ أُمَّةً لِلنَّاسِ﴾ ﴿مریم: 21﴾ ”اور تاکہ ہم اس کو لوگوں کے لیے (اپنی طرف سے) نشانی بنائیں۔“

تفسیر آیات: 92-94

سب لوگ ایک امت ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سعید بن جبیر، قتادہ اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم رضی اللہ عنہم ارشاد باری تعالیٰ: ﴿إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً ۖ وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ﴾ ”بلاشبہ یہ تمہاری جماعت ایک ہی جماعت ہے“ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم سب کا دین ایک ہے۔ ﴿١﴾ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ اس آیت کریمہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کے لیے بیان فرمادیا ہے کہ انھوں نے کن باتوں سے اجتناب کرنا ہے اور کن کو بجالانا ہے اور پھر جو یہ فرمایا ہے: ﴿إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً ۖ وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ﴾ تو اس کے معنی یہ ہیں کہ تم سب کا طریقہ ایک ہے۔ ﴿٢﴾ ”ہَذِهِ“، ﴿إِنَّ﴾ کا اسم اور ﴿أُمَّتُكُمْ﴾، ﴿إِنَّ﴾ کی خبر ہے، یعنی یہ ہے تمہاری وہ شریعت جسے میں نے تمہارے سامنے واضح اور صاف صاف طور پر بیان فرمادیا ہے۔ اور فرمان الہی: ﴿أُمَّةً وَاحِدَةً ۖ وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ﴾ ”اور میں تمہارا پروردگار ہوں تو تم میری ہی عبادت کیا کرو۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ۚ إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۖ وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ﴾ ﴿المؤمنون: 23، 51، 52﴾ ”اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، جو عمل تم کرتے ہو میں ان سے خوب واقف ہوں اور یہ تمہاری جماعت (حقیقت میں) ایک ہی جماعت ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں سو مجھ ہی سے ڈرو۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿وَالْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةُ لَعَلَّاتٍ، أُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ﴾ ”انبیاء علانی بھائیوں (جو ایک

① تفسیر الطبری: 112/17 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2466/8 والدر المنثور: 602/4 و مجموعة الفتاوى لابن تيمية: 327/14.

② مجموعة الفتاوى لابن تيمية: 327/14.

وَحَرَمٌ عَلَى قَرِيَّةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿٩٥﴾ حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَاجُوجُ

اور ہر بستی جسے ہم نے ہلاک کیا ہے اس پر لازم ہے کہ بلاشبہ وہ (اس کے باشندے دنیا کی طرف) نہیں لوٹیں گے ﴿٩٥﴾ حتیٰ کہ جب یا جوج اور ماجوج

وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ ﴿٩٦﴾ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاذْهَبِي شَاحْصَةً أَبْصَارُ الَّذِينَ

کھول دیے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے تیزی سے (دوڑتے) آئیں گے ﴿٩٦﴾ اور سچا وعدہ (یوم قیامت) قریب آچکے گا، تب کافروں کی آنکھیں کھلی

كَفَرُوا ۖ يُؤْيِلُكَآ قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَذَا بَلْ كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿٩٧﴾

کی کھلی رہ جائیں گی، (اور وہ کہیں گے:) ہائے ہماری کم ہمتی! یقیناً ہم اس (وعدے) سے غفلت میں رہے، بلکہ ہم ہی ظالم تھے ﴿٩٧﴾

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَالْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِّلْعَالَمِ، أُمَمُهُمْ شَتَّىٰ وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ] ”انبیاء علاقائی بھائیوں (جو ایک باپ اور مختلف ماؤں کی اولاد ہوں) کی طرح ہیں کہ ان کی مائیں (شریعتیں) مختلف ہیں اور دین ایک ہے۔“ ﴿٩٦﴾ انبیائے کرام کی تمام متنوع شریعتوں سے مقصود اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت ہی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ط﴾ (المائدہ 48:5) ”ہم نے تم میں سے ہر ایک (امت) کے لیے ایک دستور اور طریقہ مقرر کیا ہے۔“

فرمان الہی ہے: ﴿وَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُم بَيْنَهُمْ ط﴾ ”اور (یہ) لوگ اپنے معاملے میں باہم متفرق ہو گئے۔“ یعنی امتوں نے اپنے رسولوں سے اختلاف کیا، ان میں سے کچھ لوگوں نے ان کی تصدیق اور کچھ نے تکذیب کی، اسی لیے فرمایا: ﴿كُلُّ الْيَبْنَا رُجْعُونَ ﴿٩٣﴾﴾ ”سب ہماری ہی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔“ یعنی قیامت کے دن اور پھر ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جزا دی جائے گی، اگر اس نے اچھا عمل کیا تو اچھا بدلہ ملے گا اور اگر برا عمل کیا تو بری سزا ملے گی، اسی لیے فرمایا: ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ﴾ ”جو نیک کام کرے گا اور مومن بھی ہوگا۔“ یعنی اس کا دل تصدیق کرے گا اور وہ نیک عمل کرے گا، ﴿فَلَا تَفَرَّانَ لِسَعْيِهِ﴾ ”تو اس کی کوشش رائیگاں نہ جائے گی۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا﴾ (الكہف 30:18) ”یقیناً ہم نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔“

اس کی سعی، یعنی اس کے عمل کی ناقدری نہیں کی جائے گی بلکہ اس کی جزا دی جائے گی اور اس پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿وَإِنَّا لَهُ لَكِتَبُونَ ﴿٩٤﴾﴾ ”اور بلاشبہ ہم اس کے لیے (اعمال) لکھ رہے ہیں۔“ یعنی اس کے تمام اعمال لکھ لیے جائیں گے اور ان میں سے کسی بھی عمل کو ضائع نہیں کیا جائے گا۔

تفسیر آیات: 95-97

جوفوت ہو گیا وہ دنیا میں کبھی نہیں آئے گا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَحَرَمٌ عَلَى قَرِيَّةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿٩٥﴾﴾ ”اور لازم ہے اس بستی (والوں) پر جسے ہم نے ہلاک کر دیا کہ بے شک وہ رجوع نہیں کریں گے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ بات مقدر کر دی گئی ہے کہ جس بستی کے لوگوں کو بھی ہلاک کر دیا جائے وہ قیامت تک دوبارہ کبھی دنیا میں نہیں آئیں

① صحیح البخاری، أحادیث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ مَرِيضًا إِذْ أَنْتَبَذْتَ مِنْ أَهْلِكَا﴾ (مریم

(16:19)، حدیث: 3443 و صحیح مسلم، الفضائل، باب فضائل عیسیٰ علیہ السلام، حدیث: 2365 عن أبی ہریرۃ ؓ.

گے، ابن عباس رضی اللہ عنہما ابو جعفر باقر، قتادہ اور کئی ایک ائمہ تفسیر سے اسی طرح مروی ہے۔^①

یا جوج و ما جوج کا ذکر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ﴾ ”یہاں تک کہ یا جوج اور ما جوج کھول دیے جائیں۔“ قبل ازیں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ یا جوج و ما جوج آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں اور ان کا تعلق نوح اور اولاد یافت، یعنی ترکوں کے باپ سے ہے۔^② ترک انھی میں سے ایک گروہ ہیں، انھیں اس دیوار کے پیچھے چھوڑ دیا گیا تھا جسے ذوالقرنین نے بنایا تھا اور کہا: ﴿هَذَا رَحْمَةٌ مِّن رَّبِّي ۖ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّيٰ جَعَلَهُ دَكَّاءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيٰ حَقًّا ۚ وَتَرَكَنَا بَعْضُهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِي بَعْضٍ﴾ (الكهف: 98، 99) ”یہ میرے پروردگار کی مہربانی ہے، پس جب میرے پروردگار کا وعدہ آپہنچے گا تو اس کو (ڈھا کر) ہموار کر دے گا اور میرے پروردگار کا وعدہ سچا ہے (اسی روز) ہم ان کو چھوڑ دیں گے کہ (روئے زمین پر پھیل کر) ایک دوسرے میں گھس جائیں۔“

اور اسی آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِّن كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ﴾ ”یہاں تک کہ یا جوج و ما جوج کھول دیے جائیں اور وہ ہر بلندی سے دوڑ رہے ہوں گے۔“ یعنی فساد مچانے کے لیے جلدی کر رہے ہوں گے۔ ﴿حَدَبٍ﴾ بلند زمین کو کہتے ہیں، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، ابوصالح اور ثوری وغیرہم کا قول ہے۔^③ یعنی دیوار سے باہر نکلنے وقت ان کی یہ کیفیت ہوگی اور منظر نگاری اس طرح احسن انداز میں کی گئی ہے کہ یہ بات سننے والا، گویا اس منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ ﴿وَلَا يُبَيِّنُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ﴾ (فاطر: 35، 14) ”اور (اللہ) باخبر کی طرح تم کو کوئی خبر نہیں دے گا۔“ یعنی یہ خبر اس ذات پاک نے دی ہے جو عالم ماکان و مایکون ہے اور آسمانوں اور زمین کی مخفی باتوں کو جانتا ہے اور جس کے سوا کوئی برحق معبود نہیں۔

ابن جریر نے عبید اللہ بن ابویزید کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کچھ بچوں کو دیکھا جو کھیلتے ہوئے ایک دوسرے کے اوپر کود رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ یا جوج و ما جوج بھی اسی طرح کودتے پھلا نکلنے ہوئے نکلیں گے۔^④

قیامت سے پہلے چند علامات کا ظہور: یا جوج و ما جوج کے خروج کا ذکر متعدد احادیث میں آیا ہے جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

پہلی حدیث: امام احمد رحمہ اللہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: [تُفْتَحُ] يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ فَيَخْرُجُونَ عَلَى النَّاسِ، كَمَا قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَهُمْ مِّن كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ﴾ ﴿فَيَغْشَوْنَ الْأَرْضَ، وَيَنْحَازُ الْمُسْلِمُونَ عَنْهُمْ إِلَىٰ مَدَائِنِهِمْ وَحُصُونِهِمْ، وَيَضُمُّونَ إِلَيْهِمْ مَوَاشِيَهُمْ وَيَشْرَبُونَ مِيَاهَ الْأَرْضِ، حَتَّىٰ إِنَّ بَعْضَهُمْ لَيَمْرُؤٌ بِالْآخَرِ فَيَشْرَبُونَ مَا فِيهِ حَتَّىٰ يَتْرَكُوهُ يَبَسًا، حَتَّىٰ إِنَّ مَن بَعْدَهُمْ لَيَمْرُؤٌ بِذَلِكَ النَّهْرِ

① تفسیر الطبری: 114/17 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2467/8. ② دیکھیے تفسیر ابن کثیر (مفصل)، الکہف، آیات:

96، 92 کے ذیل میں۔ ③ تفسیر الطبری: 120/17. ④ تفسیر الطبری: 116/17.

فَيَقُولُ: قَدْ كَانَ هَهُنَا مَاءٌ مَرَّةً، حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ مِنَ النَّاسِ إِلَّا أَحَدٌ فِي حِصْنٍ أَوْ مَدِينَةٍ، قَالَ قَائِلُهُمْ: هَؤُلَاءِ أَهْلُ الْأَرْضِ قَدْ فَرَعْنَا مِنْهُمْ، بَقِيَ أَهْلُ السَّمَاءِ، قَالَ: ثُمَّ يَهْزُ أَحَدُهُمْ حَرْبَتَهُ، ثُمَّ يَرْمِي بِهَا إِلَى السَّمَاءِ فَرَجْعُ إِلَيْهِ (مُخَضَّبَةً) دَمًا لِلْبَلَاءِ وَالْفِتْنَةِ، فَيَنَاقِشُهُمْ عَلَى ذَلِكَ، بَعَثَ اللَّهُ دُودًا فِي أَعْنَاقِهِمْ كَنَعْفِ الْجَرَادِ الَّذِي يَخْرُجُ فِي أَعْنَاقِهِمْ فَيُصْبِحُونَ مَوْتَى، لَا يُسْمَعُ لَهُمْ حِسَاءٌ، فَيَقُولُ الْمُسْلِمُونَ: أَلَا رَجُلٌ يَشْرِي لَنَا نَفْسَهُ فَيَنْظُرُ مَا فَعَلَ هَذَا الْعُدُو؟ قَالَ: فَيَتَجَرَّدُ رَجُلٌ مِنْهُمْ لِذَلِكَ مُحْتَسِبًا لِنَفْسِهِ قَدْ أَوْطَنَهَا عَلَى أَنَّهُ مَقْتُولٌ، فَيَنْزِلُ فَيَجِدُهُمْ مَوْتَى بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ، فَيَنَادِي: يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ! أَلَا أَبْشِرُوا، فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ كَفَاكُمْ عَدُوَّكُمْ، فَيَخْرُجُونَ مِنْ مَدَائِنِهِمْ وَخُصُوفِهِمْ، وَيَسْرَحُونَ مَوَاشِيَهُمْ، فَمَا يَكُونُ لَهَا رَعْيٌ إِلَّا لِحُومِهِمْ، فَتَشْكُرُ عَنْهُ كَأَحْسَنِ مَا (شَكَرْتَ) عَنْ شَيْءٍ مِنَ النَّبَاتِ أَصَابَتْهُ قُطٌّ]

”یا جوج و ما جوج کو کھولا جائے گا تو وہ اسی طرح نکل کر لوگوں کے پاس آئیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ﴾“ اور وہ ہر بلندی سے دوڑ رہے ہوں گے۔“ وہ زمین کو ڈھانپ لیں گے، مسلمان ان سے چھپ کر اپنے شہروں اور قلعوں میں بند ہو جائیں گے اور اپنے جانوروں کو بھی اپنے پاس روک لیں گے، یا جوج و ما جوج زمین کے پانیوں کو پی جائیں گے حتیٰ کہ یہ لوگ جب کسی نہر کے پاس سے گزریں گے تو اس کا سارا پانی پی جائیں گے اور اسے خشک کر دیں گے یہاں تک کہ ان کے بعد وہاں سے گزرنے والا کہے گا کہ یہاں بھی پانی ہوا کرتا تھا!

پھر جب انسانوں میں سے کوئی نہیں بچے گا سوائے ان کے جو شہروں اور قلعوں میں بند ہوں گے تو یا جوج و ما جوج میں سے ایک شخص کہے گا کہ ان زمین والوں کا کام تو ہم نے تمام کر دیا، اب آسمان والے باقی رہ گئے ہیں، پھر ان میں سے ایک اپنے نیزے کو ہلائے گا اور اسے آسمان کی طرف اچھال دے گا اور پھر وہ نیزہ جب اس کی طرف واپس آئے گا تو ازراہ ابتلا و فتنہ وہ خون آلود لوٹے گا، وہ اپنی اسی حالت میں مدہوش ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں پر ایک کیڑے کو بھیج دے گا جو ٹڈی کی طرح ہوگا اور اس کیڑے کی وجہ سے یہ سب مرجائیں گے اور ان کی طرف سے کوئی ذرہ بھر آواز بھی سنائی نہ دے گی۔ مسلمان کہیں گے کوئی شخص ہے جو جان کی بازی لگا کر یہ معلوم کر آئے کہ یہ دشمن کس حال میں ہے تو ایک شخص حصول ثواب کی نیت سے اور اپنے آپ کو شہادت پر آمادہ کرتے ہوئے تیار ہو جائے گا، وہ ان کے پاس پہنچے گا تو دیکھے گا کہ یہ سب مر کر ایک دوسرے کے اوپر گرے پڑے ہیں، وہ اعلان کرے گا کہ اے مسلمانو! تمہارے لیے خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دشمن کو نیست و نابود کر دیا ہے، مسلمان یہ اعلان سن کر اپنے شہروں اور قلعوں سے باہر نکل آئیں گے اور اپنے مویشیوں کو بھی باہر چرانے لگیں گے اور مویشی ان کے گوشت کو کھائیں گے، اس سے ان جانوروں کے تھن دودھ سے اس طرح بھر جائیں گے جیسا کہ کسی اچھی سے اچھی نباتات کے کھانے سے ان کے تھن دودھ سے بھرتے ہیں۔“^① اسے ابن ماجہ نے

① مسند أحمد: 77/3 پہلی توسین والے لفظ کے بجائے بعض نسخوں میں [يُفْتَحُ] ہے جبکہ دوسری اور تیسری توسین والے الفاظ سنن

ابن ماجہ، الفتن، باب فتنة الدجال.....، حدیث: 4079 میں ہیں۔

بھی بیان کیا ہے۔^①

دوسری حدیث: امام احمد رحمہ اللہ نے نواس بن سمان رکابی رحمہ اللہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ایک دن صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر فرمایا اور اس کے ذکر میں آواز کو پست وبالا کیا حتیٰ کہ ہم نے خیال کیا کہ وہ کھجوروں کے جھنڈ میں ہے پس جب ہم آپ کے پاس آئے تو آپ نے اس بات کو ہمارے چہروں سے بھانپ لیا اور آپ نے اس کے بارے میں ہم سے پوچھا تو ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ نے دجال کا ذکر فرمایا اور اس میں آواز کو پست وبالا فرمایا تو ہم نے خیال کیا شاید وہ (پاس والی) کھجوروں کے جھنڈ میں ہے تو آپ نے فرمایا:

[غَيْرِ الدَّجَالِ (أَخَوْفَنِي) عَلَيْكُمْ فَإِنْ يَخْرُجُ وَأَنَا فِيكُمْ، فَأَنَا حَاجِبُهُ دُونَكُمْ، وَإِنْ يَخْرُجُ وَلَسْتُ فِيكُمْ، فَأَمُرُّ حَاجِبُ نَفْسِهِ، وَاللَّهُ خَلِيفَتِي عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ، إِنَّهُ شَابٌّ جَعْدٌ قَطَطٌ، عَيْنُهُ طَافِيَةٌ، وَإِنَّهُ يَخْرُجُ خَلَّةً بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ، فَعَاتٌ يَمِينًا وَشِمَالًا، يَاعِبَادَ اللَّهِ! أُتْبِتُوا، قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا لَبَنُهُ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ: أَرْبَعِينَ يَوْمًا، يَوْمَ كَسَنَةٍ، وَيَوْمَ كَشْهَرٍ وَيَوْمَ كَحُمْعَةٍ، وَسَائِرُ أَيَّامِهِ كَأَيَّامِكُمْ، قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَذَلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي هُوَ كَسَنَةٍ (أَتَكْفِينَا) فِيهِ صَلَاةُ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ؟ قَالَ: لَا، أَقْدُرُوا لَهُ قَدْرَهُ، قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَمَا إِسْرَاعُهُ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ: كَالْعَيْثِ اسْتَدْبَرْتَهُ الرِّيحُ، قَالَ: فَيَمُرُّ بِالْحَيِّ فَيَدْعُوهُمْ فَيَسْتَجِيبُونَ لَهُ، فَيَأْمُرُ السَّمَاءَ فَتُمْطَرُ، وَالْأَرْضَ فَتُنْبِتُ، وَتَرْوَحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَتُهُمْ، وَهِيَ أَطْوَلُ مَا كَانَتْ دُرَى، وَأَمْدُهُ خَوَاصِرُ، وَأَسْبَعُهُ ضُرُوعًا، وَيَمُرُّ بِالْحَيِّ فَيَدْعُوهُمْ (فَيَرُدُّونَ) عَلَيْهِ قَوْلَهُ، فَتَتَّبِعُهُ أَمْوَالُهُمْ فَيُصْبِحُونَ مُمَحِلِّينَ، لَيْسَ لَهُمْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ شَيْءٌ، وَيَمُرُّ بِالْخَرِبَةِ فَيَقُولُ لَهَا: أَخْرِجِي كُنُوزَكِ، فَتَتَّبِعُهُ كُنُوزُهَا كَيَعَاسِيبِ النَّحْلِ، قَالَ: وَيَأْمُرُ بِرَجُلٍ فَيَقْتُلُ، فَيَضْرِبُهُ بِالسَّيْفِ فَيَقْطَعُهُ حَزَلَتَيْنِ رَمِيَةِ الْغُرْضِ، ثُمَّ يَدْعُوهُ فَيُقْبِلُ إِلَيْهِ، يَتَهَلَّلُ وَجْهَهُ.

قَالَ: (فَبَيْنَمَا) هُوَ عَلَى ذَلِكَ، إِذْ بَعَثَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ، فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقَى دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُودَتَيْنِ، وَاضْعَا يَدَهُ عَلَى أَحْجَحَةِ مَلَكَيْنِ، فَيَتَّبِعُهُ فَيَدْرِكُهُ فَيَقْتُلُهُ عِنْدَ بَابِ لُدَّ الشَّرْقِيِّ۔ قَالَ: فَبَيْنَا هُمْ كَذَلِكَ، إِذْ أَوْحَى اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ إِلَى عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنِّي قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَادًا مِنْ عِبَادِي لَا يَذَانُ لَكَ بِقِتَالِهِمْ، فَحَرِّزْ عِبَادِي إِلَى الطُّورِ، فَيَبْعَثُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَهُمْ كَمَا قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: **وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ** ﴿٥٠﴾ فَيَرْعُبُ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ إِلَى اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ فَيُرْسِلُ (اللَّهُ) عَلَيْهِمْ نَفْعًا فِي رِقَابِهِمْ، فَيُصْبِحُونَ فَرَسَى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ، فَيَهْبِطُ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ، فَلَا يَجِدُونَ فِي الْأَرْضِ نَبْتًا إِلَّا قَدْ مَلَأَهُ زَهْمُهُمْ وَتَنَتُّهُمْ، فَيَرْعُبُ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ إِلَى اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ، فَيُرْسِلُ (اللَّهُ) عَلَيْهِمْ طَيْرًا كَأَعْنَاقِ الْبُحْتِ، فَتَحْمِلُهُمْ فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَاءَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ.

① سنن ابن ماجہ، الفتن، باب فتنة الدجال،، حدیث: 4079.

قَالَ ابْنُ جَابِرٍ: فَحَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ السَّكْسَكِيُّ عَنْ كَعْبٍ أَوْ غَيْرِهِ قَالَ: فَتَطَرَّحَهُمْ بِالْمَهْبِلِ، قَالَ ابْنُ جَابِرٍ: فَقُلْتُ: يَا أَبَا يَزِيدَ! وَأَيْنَ بِالْمَهْبِلِ؟ قَالَ: مَطْلَعُ الشَّمْسِ، قَالَ: وَبُرْسِلَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ مَطَرًا، لَا يَكُنْ مِنْهُ (بَيْتٌ مَدْرٍ وَلَا وَبٍ)، أَرْبَعِينَ يَوْمًا، فَيَغْسِلُ الْأَرْضَ حَتَّى يَتْرُكَهَا كَالزَّلْفَةِ، وَيُقَالُ لِلْأَرْضِ: أَنْتَبَيْ تَمَرَتِكَ وَرُدِّي بَرَكَتِكَ، قَالَ: فَيَوْمَئِذٍ يَأْكُلُ النَّفَرُ مِنَ الرُّمَانَةِ فَيَسْتَظِلُّونَ بِقَهْفِهَا، وَيُبَارِكُ فِي الرِّسْلِي، حَتَّى أَنَّ اللَّفْحَةَ مِنَ الْإِبِلِ لَتَكْفِي الْفُتَامَ مِنَ النَّاسِ، وَاللَّفْحَةَ مِنَ الْبَقَرِ تَكْفِي الْفَحْدَ، وَالشَّاةَ مِنَ الْغَنَمِ تَكْفِي أَهْلَ الْبَيْتِ، قَالَ: فَبَيْنَاهُمْ عَلَى ذَلِكَ، إِذْ بَعَثَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ رِيحًا طَيِّبَةً تَحْتَ أَبَابِطِهِمْ، فَتَقْبِضُ رُوحَ كُلِّ مُسْلِمٍ، أَوْ قَالَ: كُلُّ مُؤْمِنٍ، وَيَبْقَى شِرَارُ النَّاسِ، يَتَهَارَجُونَ تَهَارُجَ الْحَمِيرِ، وَعَلَيْهِمْ - أَوْ قَالَ: وَفَوْقَهُمُ السَّاعَةُ

”دجال کے علاوہ کسی اور بات سے میں تمہارے بارے میں زیادہ ڈرتا ہوں، دجال نے اگر میری موجودگی میں خروج کیا تو تمہاری طرف سے بھی میں اس پر دلیل کے ساتھ غالب آ جاؤں گا اور اگر اس نے میری عدم موجودگی میں تم میں خروج کیا تو پھر ہر شخص اپنی طرف سے اس کے ساتھ مقابلہ کرے اور ہر مسلمان کے لیے اللہ تعالیٰ ہی میرا خلیفہ ہے۔ بلاشبہ دجال گھنگریالے بالوں والا جوان ہوگا، اس کی ایک آنکھ پھولی ہوئی ہوگی، وہ شام و عراق کے درمیان ایک رستے پر خروج کرے گا اور دائیں بائیں فساد برپا کرے گا، اے بندگان الہی! تم ثابت قدم رہنا!“ ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! وہ زمین میں کتنا عرصہ ٹھہرے گا؟ آپ نے فرمایا: ”چالیس دن، ایک دن ایک سال کے برابر، ایک دن ایک مہینے کے برابر، ایک دن ایک ہفتے کے برابر اور باقی تمام دن تمہارے دنوں کی طرح ہوں گے۔“

ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! وہ دن جو ایک سال کے برابر ہوگا، کیا اس میں ہمیں ایک دن رات کی نمازیں کفایت کریں گی؟ آپ نے فرمایا: ”نہیں تم نے نماز کے وقت کا اندازہ لگانا ہوگا“ ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! زمین میں اس کی تیزی کی رفتار کیا ہوگی؟ فرمایا: ”اس تیز بارش کی طرح جسے پیچھے سے ہوا دھکیل رہی ہو، فرمایا: وہ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے گا، انھیں اپنی طرف دعوت دے گا اور وہ اس کی دعوت کو قبول کر لیں گے، وہ آسمان کو حکم دے گا تو بارش برسنے لگے گی اور زمین سے فصلیں اگنے لگیں گی، لوگوں کے مویشی شام کے وقت جب ان کے پاس واپس آئیں گے تو ان کی کوہان پہلے سے بڑی ہوگی، ان کے پستان دودھ سے پہلے کی نسبت زیادہ بھرے ہوں گے اور ان کے پہلو (سیر ہونے کی وجہ سے) باہر نکلے ہوں گے اور کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے گا، انھیں بھی اپنی طرف دعوت دے گا مگر وہ اس کی بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیں گے تو ان کے مال اس کے پیچھے لگ جائیں گے اور وہ خشک سالی کا شکار ہو جائیں گے، ان کے پاس کچھ مال باقی نہ رہے گا، وہ بے آباد زمین کے پاس سے گزرے گا تو اس سے کہے گا: اپنے خزانے باہر نکال دے تو اس کے خزانے اس کے پیچھے اس طرح چلنے لگیں گے جس طرح شہد کی مکھیاں اپنی ملکہ کے پیچھے چلتی ہیں، آپ نے فرمایا: وہ حکم دے گا اور ایک آدمی قتل کر دیا جائے گا، وہ اسے تلوار کے ساتھ مارے گا اور برابر دو کٹروں میں کاٹ دے گا، گویا کہ تیر نشانے پر مارا گیا ہو، پھر وہ اسے بلائے

گا تو وہ ہنستا مسکراتا ہوا اس کی طرف آئے گا، لوگ انھی حالات سے دوچار ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو مبعوث فرمائے گا، وہ دمشق کے مشرقی جانب سفید مینار کے پاس اتریں گے، انھوں نے گیر و رنگ کی دو چادریں زیب تن کی ہوں گی، اپنے ہاتھ دو فرشتوں کے کندھوں پر رکھے ہوں گے، آپ دجال کا پیچھا کریں گے، اسے پالیں گے اور ”لد“ مقام کے مشرقی دروازے کے پاس قتل کر دیں گے۔“

آپ نے فرمایا: ”لوگ انھی حالات سے دوچار ہوں گے اور اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائے گا کہ میں نے اپنے کچھ ایسے بندوں کو نکالا ہے کہ جن سے لڑنے کی آپ میں تاب نہیں ہے، لہذا آپ میرے بندوں کو کوہ طور کی طرف لے جا کر محفوظ کر لیں، اس وقت اللہ تعالیٰ یا جوج و ماجوج کو نکالے گا اور ان کے بارے میں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ﴾ اور وہ ہر بلندی سے دوڑ رہے ہوں گے۔“ عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے اصحاب اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ یا جوج و ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا داخل کر دے گا جس کی وجہ سے وہ سب کے سب اس طرح مرجائیں گے جیسے ایک ہی شخص مرا ہو، اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے اصحاب میدانِ علاقے میں اتریں گے تو دیکھیں گے کہ زمین میں کوئی ایک گھر بھی ایسا نہیں ہے جو ان کی چربی اور بدبو سے محفوظ ہو تو عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے اصحاب اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ایسے پرندے بھیج دے گا جن کی گردنیں خراسانی نسل کے اونٹوں کی گردنوں کی طرح ہوں گی، وہ ان کی لاشوں کو اٹھا کر وہاں پھینک دیں گے جہاں اللہ تعالیٰ چاہے گا۔“

ابن جابر نے کہا کہ مجھ سے عطاء بن یزید سکنکی نے کعب یا کسی اور راوی سے بیان کیا کہ وہ انھیں ”مھبل“ نامی ایک مقام پر پھینک دیں گے۔ ابن جابر کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: ابو یزید! ”مھبل“ نامی یہ مقام کہاں ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ سورج کے طلوع ہونے کی جگہ پر۔ آپ نے یہ بھی فرمایا: ”اللہ تعالیٰ چالیس روز تک ایسی بارش نازل فرمائے گا جو ہر پکے کچے گھر پر برسے گی، اس بارش سے اللہ تعالیٰ زمین کو دھو کر آئینے کی طرح شفاف بنادے گا اور پھر زمین سے کہا جائے گا: اپنے پھل کو اگا اور اپنی برکت کو واپس لے آ۔ آپ نے فرمایا: اس دن ایک جماعت کے لیے کھانے کے لیے ایک انار کافی ہوگا اور وہ اس کے چھلکے کے سائے میں آرام کر سکیں گے اور دودھ میں اس قدر برکت ہوگی کہ ایک اونٹنی کا دودھ لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت کے لیے بھی کافی ہوگا اور گائے کا دودھ ایک بڑے قبیلے کے لیے کافی ہوگا اور بکری کا دودھ ایک گھروالوں کے لیے کافی ہوگا، آپ نے فرمایا: لوگ انھی حالات میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا کو بھیجے گا جو ان کی بغلوں کے نیچے سے داخل ہو جائے گی اور ہر ایک مسلمان کی روح کو قبض کر لے گی۔ یا آپ نے یہ الفاظ فرمائے کہ وہ ہر مومن کی روح کو قبض کر لے گی۔ اور پھر بدترین قسم کے لوگ باقی رہ جائیں گے جو زمین پر گدھوں کی طرح جنسی عمل کریں گے اور پھر انھی لوگوں پر قیامت قائم ہوگی۔“ ① اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے نہیں امام مسلم نے بیان کیا ہے۔ ② دیگر اہل سنن نے بھی اس حدیث

① مسند أحمد: 182، 181/4 اور تمام قوسوں والے الفاظ صحیح مسلم، الفتن، باب ذکر الدجال، حدیث: 2937 میں ہیں۔

② صحیح مسلم، الفتن، باب ذکر الدجال، حدیث: 2937۔

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ حَصْبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وَرِدُّونَ ﴿٩٨﴾ لَوْ

بے شک تم اور جن کی اللہ کے سوا تم عبادت کرتے ہو جہنم کا ایندھن ہیں، تم اس میں داخل ہونے والے ہو ﴿٩٨﴾ اگر یہ (واقعی) معبود ہوتے تو اس میں

كَانَ هَوٰٓا۟ءٌ اِلٰهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ط وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٩٩﴾ لَّهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَهُمْ فِيْهَا

داخل نہ ہوتے، اور وہ سب ہمیشہ اس (جہنم) میں رہیں گے ﴿٩٩﴾ اس میں ان کے لیے چیخنا چلانا ہوگا، اور وہ اس میں (کچھ) نہ سن پائیں گے ﴿٩٩﴾

لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿١٠٠﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿١٠١﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ

بے شک جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے پہلے ہی بھلائی مقرر ہو چکی ہے وہ اس سے دور رکھے جائیں گے ﴿١٠٠﴾ وہ اس کی آہٹ (بھی) نہ سنیں

حٰسِسِهَآ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٢﴾ لَا يَحْزَنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ

گے، اور وہ ان (نعمتوں) میں ہمیشہ رہیں گے جو ان کے دل چاہیں گے ﴿١٠٢﴾ بڑی گھبراہٹ انھیں غمناک نہیں کرے گی، اور فرشتے ان سے (یہ کہہ کر)

وَتَتَلَقَّوْهُمْ الْمَلٰٓئِكَةُ هٰذَا يَوْمُكُمْ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوعَدُوْنَ ﴿١٠٣﴾

ملیں گے: یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ﴿١٠٣﴾

کوئی سندوں سے روایت کیا اور امام ترمذی نے اسے غریب حسن صحیح قرار دیا ہے۔^①

تیسری حدیث: امام احمد نے ابن خرملة سے اور انھوں نے اپنی خالہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور بچھو کے ڈسنے کی وجہ سے اس وقت آپ نے اپنی انگلی پر پٹی باندھی ہوئی تھی، آپ نے فرمایا: اِنَّكُمْ تَقُولُوْنَ : لَاَعْدُوْا (لَكُمْ) لَا تَزَالُوْنَ تُقَاتِلُوْنَ عَدُوًّا حَتّٰی يَأْتِيْ بِاُجُوْجٍ وَّمَأْجُوْجٍ ، عِرَاضُ الْوُجُوْهِ ، صَغَارُ الْعُيُوْنِ ، صُهْبُ الشَّعَافِ ، مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُوْنَ ، كَأَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَآئِ الْمَطْرَفَةُ [”تم کہتے ہو کہ تمہارا کوئی دشمن نہیں مگر تم تو خود دشمن سے ہمیشہ لڑتے رہو گے حتیٰ کہ یا جوج و ما جوج آ جائیں گے جن کے چہرے چوڑے ہوں گے، آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہوں گی، ان کے سر کے بال بھورے رنگ کے ہوں گے اور وہ ہر بلندی سے دوڑ رہے ہوں گے، ان کے چہرے ایسے ہوں گے جیسے چوڑی ڈھالیں ہوں۔“]^② امام ابن ابوحاتم نے اسے محمد بن عمرو سے انھوں نے خالد بن عبد اللہ بن خرملة مدحی سے انھوں نے اپنی خالہ سے اور انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے بالکل اسی طرح روایت کیا ہے۔^③

حدیث سے ثابت ہے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام بیت اللہ کا حج کریں گے۔^④ امام احمد نے ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لِيَحْجَنَّ هٰذَا الْبَيْتَ وَلِيَعْتَمِرَنَّ بَعْدَ خُرُوْجِ يَأْجُوْجٍ وَّمَأْجُوْجٍ] ”یا جوج و ما جوج کے خروج

① سنن أبي داود، الملاحم، باب خروج الدجال، حديث: 4321 مختصراً وجامع الترمذی، الفتن، باب ما جاء في فتنة

الدجال، حديث: 2240 والسنن الكبرى للنسائي، عمل اليوم والليلة، باب ما يحير من الدجال: 235/6، حديث:

10783 مختصراً. ② مسند أحمد: 271/5، البته بعض محققین نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے، دیکھیے الموسوعة الحديثية

(مسند أحمد: 19/37) اور توسين والالفظ تفسير ابن أبي حاتم: 2467/8 میں ہے۔ ③ تفسير ابن أبي حاتم: 2467/8، البته

ابن ابوحاتم کے مطبوعہ نسخے میں ابن خرملة، حذیفہ سے اور وہ نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔ ④ صحيح ابن حبان، التاريخ،

ذكر الإخبار بأن عيسى ابن مريم يحج البيت العتيق بعد قتله الدجال: 232/15، حديث: 6820 و مسند أحمد: 240/2.

کے بعد بھی بیت اللہ کا حج و عمرہ کیا جائے گا۔“ ① اس روایت کو امام مسلم نے نہیں، صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے۔ ②

فرمان الہی ہے: **وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ** ”اور سچا وعدہ قریب آ جائے گا۔“ یعنی جب یہ ہولناک واقعات، یہ زلزلے اور یہ خوفناک حالات ہوں گے تو قیامت قریب آ جائے گی اور جب قیامت برپا ہوگی تو کافر کہیں گے کہ یہ بہت مشکل دن ہے، اسی لیے فرمایا: **فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ أَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوا** ”تو ناگہاں کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔“ ان بڑے بڑے امور کی ہولناکیوں کے دیکھنے کی وجہ سے کہنے لگیں گے: **يُؤْيِيكَأَ قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَذَا** ”ہائے ہماری شامت! ہم اس (حال) سے غفلت میں رہے۔“ یعنی دنیا میں۔ **بَلْ كُنَّا ظَالِمِينَ** ③ ”بلکہ ہم (اپنے حق میں) ظالم تھے۔“ یعنی وہ اعتراف کریں گے کہ انھوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا مگر ان کا یہ اعتراف اس وقت ان کے کچھ کام نہ آئے گا۔

تفسیر آیات: 98-103

مشرکین اور ان کے معبود دوزخ کا ایندھن ہیں: اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کے مشرکین قریش اور ان کے ہم مذہب بتوں کے پجاریوں کو مخاطب کر کے فرمایا: **إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ** ط ”(کافرو!) یقیناً اس روز تم اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو دوزخ کا ایندھن ہوں گے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ **حَصَبُ** کے معنی ایندھن کے ہیں۔ ④ جیسا کہ فرمایا: **وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْجِبَارَةُ** ط (البقرہ 2: 24) ”اور جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ **حَصَبُ** کا لفظ حبشی زبان میں حطب (ایندھن) کے معنی میں ہے۔ ⑤ مجاہد، عکرمہ اور قتادہ نے بھی اس کے معنی ایندھن ہی بیان کیے ہیں۔ ⑥ ضحاک اور دیگر کئی ائمہ تفسیر نے لکھا ہے کہ اس سے مراد وہ ہے جسے دوزخ میں پھینکا جائے گا۔ ⑦

فرمان الہی ہے: **أَنْتُمْ لَهَا وَرِدُونَ** ⑧ **لَوْ كَانَ هَؤُلَاءَ إِلَهًا مَا وَرَدُوهَا** ط ”(اور) تم (سب) اس میں داخل ہو جانے والے ہو، اگر یہ لوگ (درحقیقت) معبود ہوتے تو اس میں داخل نہ ہوتے۔“ یعنی اگر یہ بت اور شریک جنھیں تم نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر معبود بنا رکھا تھا صحیح معبود ہوتے تو آج دوزخ میں داخل نہ ہوتے۔ **وَكُلٌّ فِيهَا خَالِدُونَ** ⑨ ”سب اس میں ہمیشہ (جلتے) رہیں گے۔“ یعنی عابد اور ان کے معبودان باطلہ سب کے سب جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ جلتے اور سڑتے رہیں گے۔ **لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ** ”وہاں ان کے لیے چیخا چلانا ہوگا۔“ جیسا کہ فرمایا: **لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهَقٌ** ط (ہود 11: 106) ”اس میں ان کے لیے چلانا اور دھاڑنا ہوگا۔“ **زَفِيرٌ** ان کے سانسوں کے باہر نکلنے کی آواز ہوگی اور **وَشَهَقٌ** ط (ہود 11: 106) ان کے سانسوں کے اندر جانے کی آواز۔ **وَهُمْ فِيهَا لَا يَسْعَوْنَ** ⑩ ”اور وہ اس میں (کچھ) نہ سن سکیں گے۔“ **سَعَادَتِ مَنَدُولِ كَالْحَالِ** : فرمان الہی ہے: **إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ** ”جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے

① مسند أحمد: 28/3. ② صحيح البخاری، الحج، باب قول الله تعالى: ﴿جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ.....﴾، حديث: 1593.

③ تفسیر الطبری: 124/17. ④ الدر المنثور: 608/4. ⑤ تفسیر الطبری: 124/17. ⑥ تفسیر الطبری: 124/17.

بھلائی مقرر ہو چکی ہے۔“ عکرمہ نے کہا ہے کہ یہاں بھلائی سے مراد رحمت ہے۔ دیگر مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے مراد سعادت ہے۔ ﴿۱﴾ **أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ** ﴿۲﴾ ”وہ اس سے دور رکھے جائیں گے۔“ اللہ تعالیٰ نے پہلے اہل دوزخ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کی وجہ سے ان کے عذاب کا ذکر کیا اور اب ان سعادت مندوں کا تذکرہ فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے ساتھ ایمان لائے تھے اور یہی وہ خوش نصیب ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوش نصیبی مقرر ہو چکی ہے اور جنہوں نے دنیا میں اعمال صالحہ کیے تھے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿لَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَٰی وَزَيَادًا ط﴾ (یونس 26:10) ”جن لوگوں نے نیکیاں کیں ان کے لیے بھلائی ہے اور (اس کے علاوہ) مزید بھی۔“ اور فرمایا: ﴿هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ۖ﴾ (الرحمن 60:55) ”نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں ہے۔“

جیسے انھوں نے دنیا میں عمل اچھا کیا تھا ایسے ہی آخرت میں اللہ تعالیٰ انھیں اجر و ثواب بھی اچھا عطا فرمائے گا، انھیں عذاب سے نجات بھی دے گا اور بے پایاں اجر و ثواب سے بھی نوازے گا۔ فرمایا: ﴿۱﴾ **أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ** ﴿۲﴾ **لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا** ﴿۳﴾ ”وہ اس سے دور رکھے جائیں گے۔ (یہاں تک کہ) اس کی آوازیں بھی نہیں سنیں گے۔“ آواز سے مراد جہنم میں جسموں کے جلنے کی آواز ہے، فرمان الہی ہے: ﴿وَهُمْ فِي مَا أَشْتَهَتْ أَنْفُسُهُمْ خَالِدُونَ﴾ ﴿۴﴾ ”اور جس چیز کو ان کے جی چاہیں گے اس میں (ملے گی اور ہر طرح کے عیش اور لطف میں) ہمیشہ رہیں گے۔“ بری اور ناپسندیدہ چیزوں سے اللہ تعالیٰ انھیں محفوظ رکھے گا اور پسندیدہ و محبوب چیزیں عطا فرمائے گا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ آیات معبودوں کے استثناء کے لیے نازل ہوئی ہیں، مثلاً: عزیر اور مسیح علیہ السلام کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے جیسا کہ حجاج بن محمد عور نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿۱﴾ **إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنتُمْ لَهَا وَرِدُونَ** ﴿۲﴾ سے مستثنیٰ کے لیے فرمایا ہے: ﴿۱﴾ **إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ** اور اس سے مراد فرشتے، عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر ایسے معبود ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کی جاتی ہے۔ عکرمہ، حسن اور ابن جریج کا بھی یہی قول ہے۔ ﴿۲﴾

محمد بن اسحاق بن یسار رحمہ اللہ نے کتاب ”السیرۃ“ میں لکھا ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن مسجد میں ولید بن مغیرہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ نصر بن حارث بھی آ کر ان کے ساتھ بیٹھ گیا، اس وقت مسجد میں قریش کے اور بھی کئی آدمی بیٹھے ہوئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے گفتگو فرمائی، نصر بن حارث اس وقت آپ کے سامنے تھا، آپ نے اس سے مخاطب ہو کر گفتگو فرمائی حتیٰ کہ اسے لاجواب کر دیا اور پھر آپ نے ان تمام قریشیوں کے سامنے ﴿۱﴾ **إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنتُمْ لَهَا وَرِدُونَ** ﴿۲﴾ سے لے کر ﴿۳﴾ **وَهُمْ فِيهَا لَا يَسْمَعُونَ** ﴿۴﴾ تک آیات کریمہ بھی تلاوت فرمائیں، پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے۔ ادھر عبداللہ بن زبعرؓ بھی آیا اور وہ بھی قریشیوں کے ساتھ بیٹھ گیا، ولید بن مغیرہ نے عبداللہ بن زبعرؓ سے کہا: اللہ کی قسم! نصر بن حارث، ابن عبدالمطلب کے پاس ابھی کھڑا تھا اور بیٹھا نہ تھا

کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے کہا ہے کہ ہم اور ہمارے یہ تمام معبود جن کی ہم عبادت کرتے ہیں یہ جہنم کا ایندھن ہیں، عبد اللہ بن زبعریٰ نے یہ سن کر کہا کہ اگر میری محمد رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہو جاتی تو میں ان سے اس موضوع پر بحث کرتا۔ جاؤ محمد ﷺ سے یہ پوچھو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کی جاتی ہے اگر وہ سب اپنے عابدوں کے ساتھ جہنم میں جائیں گے تو ہم تو فرشتوں کی بھی عبادت کرتے ہیں، یہودی عزیر علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں اور نصرانی مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی پوجا کرتے ہیں۔ کیا فرشتے، عزیر اور مسیح بھی جہنم میں جائیں گے۔ ولید اور اس کے ساتھ مجلس میں موجود دیگر لوگوں نے عبد اللہ بن زبعریٰ کی یہ بات سن کر بہت خوشی کا اظہار کیا اور انھوں نے خیال کیا کہ اپنی اس دلیل کے ساتھ یہ غالب آ گیا ہے۔ اور جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس کی اس بات کا ذکر کیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [كُلُّ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُعْبَدَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَهُوَ مَعَ مَنْ عَبَدَهُ، إِنَّهُمْ إِنَّمَا يَعْبُدُونَ الشَّيَاطِينَ، وَمَنْ أَمَرْتَهُمْ بِعِبَادَتِهِ] ”وہ معبود جو اس بات کو پسند کرے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی بھی عبادت کی جائے تو وہ اپنے عابد کے ساتھ ہوگا، یہ لوگ شیاطین کی اور جس کی عبادت کا شیاطین نے انھیں حکم دیا تھا اس کی عبادت کرتے تھے۔“

بہر حال ان کے اس اعتراض کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمادیں: **إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ﴿٥١﴾ لَا يَسْعَوْنَ حِيسِبَهَا ۖ وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنفُسُهُمْ خَالِدُونَ ﴿٥٢﴾** ”جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے بھلائی پہلے مقرر ہو چکی ہے وہ اس سے دور رکھے جائیں گے (یہاں تک کہ) اس کی آواز بھی نہیں سنیں گے اور جس چیز کو ان کے جی چاہیں گے اس میں (ہر طرح کے عیش اور لطف میں) ہمیشہ رہیں گے۔“ یعنی عیسیٰ ابن مریم، عزیر علیہ السلام اور وہ علماء و مشائخ جن کی انھوں نے عبادت کی جو اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار و فرماں بردار تھے مگر گمراہ لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے بجائے انھیں اپنے معبود بنا لیا تھا، نیز یہ آیت کریمہ اس بارے میں بھی نازل ہوئی جو یہ ذکر کرتے ہیں کہ وہ تو فرشتوں کی بھی عبادت کرتے ہیں اور وہ ان کے بقول اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهُ ۚ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ﴿٥٣﴾ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ ۖ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ ﴿٥٤﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُونَ ۖ إِلَّا لِمَنْ ارْتَضَىٰ وَهُمْ قَرْنٌ خَاشِعِينَ ﴿٥٥﴾ مُشْفِقُونَ ﴿٥٦﴾ وَمَنْ يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلَهٌ مِّنْ دُونِهِ فَلْيَكْ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ۚ كَذٰلِكَ نَجْزِي ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٥٧﴾﴾ (الأنبياء: 26-29) ”اور کہتے ہیں کہ اللہ نے اولاد بنا رکھی ہے (حالانکہ) وہ پاک ہے (اس کی کوئی اولاد نہیں) بلکہ (جن کو یہ لوگ اس کے بیٹے بیٹیاں سمجھتے ہیں) وہ اس کے عزت والے بندے ہیں، اس کے آگے بڑھ کر بول نہیں سکتے اور اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو پیچھے ہوگا وہ سب سے واقف ہے اور وہ اس کے پاس (کسی کی) سفارش نہیں کر سکتے مگر اس شخص کی جسے وہ پسند کرے اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں اور جو شخص ان میں سے یہ کہے کہ اللہ کے سوا میں معبود ہوں تو اسے ہم دوزخ کی سزا دیں گے اور ظالموں کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔“

عبد اللہ بن زبعریٰ نے جو یہ ذکر کیا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی بھی پوجا کی جاتی ہے اور ولید اور اس کے ساتھیوں نے اس کی اس

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۚ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ ۖ

جس دن ہم آسمان کو لکھے ہوئے کاغذ کے لپٹنے کی طرح لپیٹ دیں گے، جس طرح ہم نے پہلی تخلیق کی ابتدا کی تھی اسی طرح ہم پھر اس کا اعادہ

وَعُدًّا عَلَيْكَ ۚ إِنَّكَ كُنْتَ فَعْلِيلًا ﴿١٠٤﴾

کریں گے۔ (یہ) وعدہ ہمارے ذمے ہے، بے شک ہم اسے (پورا) کرنے والے ہیں ﴿١٠٤﴾

بات کی خوب داد دی تھی تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات کریمہ نازل فرمائیں: وَلَكِنَّا ضَرَبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ۚ وَقَالُوا يَا إِلَهُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ ۖ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۖ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ۝ إِنَّ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ ۖ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ ۚ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُقُونَ ۝ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلْإِنْسَانَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا ۚ (الزخرف: 61-57:43) ”اور جب مریم کے بیٹے (عیسیٰ) کا حال بیان کیا گیا تو تمہاری قوم کے لوگ اسی سے چلا اٹھے اور کہنے لگے کہ بھلا ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ (عیسیٰ)۔ انھوں نے تو اس (عیسیٰ) کی مثال تم سے صرف جھگڑنے کے لیے بیان کی ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو، وہ تو ہمارے ایسے بندے تھے جن پر ہم نے انعام کیا اور بنی اسرائیل کے لیے ان کو مثال (اپنی قدرت کا نمونہ) بنادیا اور اگر ہم چاہتے تو تم میں سے فرشتے بنا دیتے جو تمہاری جگہ زمین میں رہتے اور وہ (عیسیٰ) تو قیامت کی نشانی ہیں پس اس میں شک نہ کرو۔“

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں مردوں کے زندہ کرنے اور بیماروں کے صحت یاب کرنے کے جن معجزات کا ظہور ہوا وہ قیامت کے یقینی ہونے پر بطور دلیل کافی ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُون ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ﴾ (الزخرف: 61:43) ”پس اس میں شک نہ کرو اور میرے پیچھے چلو، یہ سیدھا راستہ ہے۔“ ﴿١﴾

اور ابن زبعرؓ نے جو بات کی ہے، یہ بہت غلط بات ہے کیونکہ یہ آیت کریمہ تو اہل مکہ سے ان کی بے جان بتوں کی عبادت کے تناظر میں خطاب کے طور پر نازل ہوئی ہے اور بتوں کے پجاریوں سے زبردستی کے طور پر کہا جا رہا ہے کہ اس روز تم اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو دوزخ کا ایندھن ہوں گے، مسیح و عزیر اور ان جیسے دیگر لوگوں پر اس آیت کو چسپاں نہیں کیا جاسکتا جنہوں نے نیک عمل کیے اور جو اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے۔

فرمان الہی ہے: ﴿لَا يَحْزَنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ﴾ ”ان کو (اس دن کا) بڑا بھاری خوف غمگین نہیں کرے گا۔“ کہا گیا ہے کہ بھاری خوف سے مراد موت کا خوف ہے، اسے عبدالرزاق نے یحییٰ بن زبیر سے اور انھوں نے عطاء سے روایت کیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بھاری خوف سے مراد صور کا پھونکا جانا ہے۔ یہ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ﴿٢﴾ ابوسنان سعید بن سنان شیبانی کا بھی یہی قول ہے اور امام ابن جریر نے بھی تفسیر میں اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ ﴿٣﴾ وَتَتَلَقَّهُمُ الْمَلَائِكَةُ

① السيرة النبوية لابن هشام، ذكر مالقي رسول الله ﷺ من قومه من الأذى، مقالة ابن الزبعرى، وما أنزل الله فيه:

360,359/1 وتفسير الطبري: 128,127/17. ② تفسير الطبري: 130/17. ③ تفسير الطبري: 131/17.

هَذَا يَوْمُكُمْ الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿١٠٤﴾ ”اور فرشتے ان سے ملیں گے (اور کہیں گے کہ) یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔“ یعنی جس دن وہ اپنی قبروں سے نکلیں گے تو فرشتے قیامت کے دن کی انھیں بشارت دیتے ہوئے کہیں گے کہ یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، لہذا تم ایسی امید رکھو جو تمہارے لیے خوشی اور مسرت کا سبب ہوگی۔

تفسیر آیت: 104

روز قیامت آسمان کو لپیٹ دیا جائے گا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۚ** ”جس دن ہم آسمان کو لکھے ہوئے کاغذ کے لپیٹنے کے مانند لپیٹ دیں گے۔“ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۗ وَالْأَرْضُ جَنَابًا مُبْعِثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ ۗ وَسُبْحَنَهُ ۚ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٦٧﴾ (الزمر: 67) ”اور انھوں نے اللہ کی قدر شناسی جیسی کرنی چاہیے تھی نہیں کی اور قیامت کے دن تمام زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپیٹے ہوں گے (اور) وہ ان لوگوں کے شرک سے پاک اور عالی شان ہے۔“

امام بخاری رحمہ اللہ نے نافع سے انھوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللَّهَ يَقْبِضُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (الْأَرْضَيْنِ) وَتَكُونُ السَّمَوَاتُ بِيَمِينِهِ] ”بلاشبک وشبہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمینوں کو پکڑ لے گا اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں (لپیٹے) ہوں گے۔“ یہ روایت مسلم میں نہیں، صرف بخاری میں ہے۔^①

ارشاد الہی ہے: **كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۚ** ”لکھے ہوئے کاغذ کے لپیٹنے کی طرح (لپیٹنا)“ سحجل سے مراد کتاب ہے، سدی نے اس آیت کے بارے میں کہا ہے کہ سجل سے مراد وہ فرشتہ ہے جسے اعمال ناموں پر مقرر کیا گیا ہے، جب کوئی انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال نامے کو سجل کے پاس پہنچا دیا جاتا ہے تو وہ اسے قیامت کے دن تک لپیٹ دیتا ہے۔^② ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی صحیح روایت کے مطابق سجل نامہ اعمال ہی ہے جیسا کہ علی بن ابوطالب اور عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ مجاہد، قتادہ اور کئی ایک دیگر ائمہ سے بھی یہ منقول ہے۔ ابن جریر نے بھی اس قول کو اختیار کیا ہے۔^③ لغت کے اعتبار سے بھی یہی بات معروف ہے تو اس اعتبار سے معنی کلام یہ ہوں گے کہ اس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ لیں گے جیسے نامہ اعمال نے اعمال کو لپیٹا ہوتا ہے، یعنی اس معنی کے اعتبار سے کتاب بمعنی مکتوب ہے جیسا کہ آیت کریمہ: **فَلَمَّا أَسْلَمْنَا وَتَلَّكَ لِلْجَبِينِ ۚ** (الصَّفَّت: 103) ”پس جب دونوں نے حکم مان لیا اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے پہلو کے بل لٹا دیا۔“ میں **لِلْجَبِينِ** علی الجبین کے معنی میں ہے اور لغت میں اس کی بہت زیادہ مثالیں موجود ہیں۔ واللہ اعلم۔

فرمان الہی ہے: **كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ ۖ وَعَدًّا عَلَيْنَا ۚ إِنَّكَ لَمَّا فَعَلِينَ ﴿١٠٤﴾** ”جس طرح ہم نے (کائنات کو) پہلے پیدا کیا تھا اسی طرح لوٹائیں گے (یہ) وعدہ (ہے جس کا پورا کرنا) ہم پر لازم ہے۔ یقیناً ہم (ایسا) ضرور کرنے والے ہیں۔“

① صحیح البخاری، التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: **لَمَّا خَلَقْتُ بَيْدَكَ ۖ** (ص: 75:38)، حدیث: 7412: توسین والالفظ،

حدیث: 7414 کے مطابق قدرے مختلف سیاق سے ہے۔ ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2469/8۔ ③ تفسیر الطبری: 132/17۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ﴿١٠٥﴾

اور بلاشبہ ہم زبور میں نصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ بے شک میرے نیک بندے زمین کے وارث ہوں گے ﴿١٠٥﴾ بلاشبہ اس میں (ہمارے)

إِنَّ فِي هَذَا لَبَلَاغًا لِقَوْمٍ عَابِدِينَ ﴿١٠٦﴾ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿١٠٧﴾

عبادت گزار بندوں کے لیے ایک اطلاع ہے ﴿١٠٦﴾ اور (اے نبی!) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے ﴿١٠٧﴾

یعنی اس طرح اس دن ہر صورت میں ہو کر رہے گا جس دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو دوبارہ اس طرح پیدا کرے گا جس طرح اس نے پہلی دفعہ پیدا فرمایا تھا، وہ ان کے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے اور یہ ہر صورت میں وقوع پذیر ہونے والا ہے کیونکہ اس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرما رکھا ہے اور وہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا اور نہ وعدے کو بدلتا ہے کیونکہ وہ اپنے وعدے کے پورا کرنے پر قادر ہے، اس لیے فرمایا: ﴿إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ﴾ ﴿١٠٤﴾ ”یقیناً ہم (ایسا) ضرور کرنے والے ہیں۔“

روز محشر سب لوگ عریاں ہوں گے: امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ وعظ فرمانے کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا: [إِنَّكُمْ مَّحْشُورُونَ إِلَى اللَّهِ حُفَاءَ عُرَاةٍ غُرُلًا ﴿١٠٤﴾ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعَدًا عَلَيْنَا ﴿١٠٥﴾ إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ ﴿١٠٦﴾] ”تم سب اللہ عزوجل کے ہاں اس طرح جمع کیے جاؤ گے کہ برہنہ پاؤں، برہنہ جسم اور غیر مختون ہو گے“ جس طرح ہم نے (کائنات کو) پہلے پیدا کیا تھا، اس طرح لوٹائیں گے (یہ وعدہ ہے جسے پورا کرنا) لازم ہے۔ یقیناً ہم (ایسا) ضرور کرنے والے ہیں۔“ پھر انھوں نے ساری حدیث ذکر فرمائی ہے۔ یہ حدیث صحیحین میں ہے اور امام بخاری نے اس حدیث کو اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے۔

تفسیر آیات: 105-107

زمین کے وارث نیک لوگ ہوں گے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے حتمی طور پر یہ فیصلہ فرما رکھا ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کو دنیا و آخرت کی سعادت اور دنیا و آخرت میں زمین کی وراثت عطا فرمائے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ۝﴾ (الأعراف 128:7) ”زمین تو اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا مالک بناتا ہے اور آخر انجام تو پرہیزگاروں کے لیے ہے۔“ اور فرمایا: ﴿إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ۝﴾ (المؤمن 51:40) ”ہم اپنے پیغمبروں کی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کی دنیاوی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے (قیامت کو بھی)۔“ اور فرمایا: ﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ﴾ (النور 55:24) ”جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے، ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنادے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا اور ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے، مستحکم و پائیدار کرے گا۔“

① مسند أحمد: 235/1 وصحيح البخاری، التفسير، باب ﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعَدًا عَلَيْنَا﴾ (الأنبياء

(104:21)، حدیث: 4740 وصحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها.....، باب فناء الدنيا.....، حدیث: 2860.

﴿الزُّبُورُ﴾ کا مفہوم: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ یہ بات شرعی اور قدری کتب میں لکھی ہوئی ہے اور یہ یقینی طور پر واقع ہو کر رہے گی، اس لیے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزُّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ﴾ ”اور البتہ تحقیق ہم نے نصیحت (کی کتاب تورات) کے بعد زبور میں لکھ دیا تھا۔“ اعمش کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر سے اس آیت کریمہ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ یہاں زبور سے مراد تورات، انجیل اور قرآن ہیں۔^① مجاہد کہتے ہیں کہ زبور کے معنی کتاب کے ہیں۔^② ابن عباس رضی اللہ عنہما، شععی، قتادہ اور کئی ایک ائمہ تفسیر رحمہم کا قول ہے کہ زبور سے مراد وہ کتاب ہے جسے داود پر نازل کیا گیا تھا اور ذکر سے مراد تورات ہے۔ مجاہد نے کہا ہے کہ زبور سے مراد کتب ہیں اور ذکر سے مراد وہ ام الکتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔^③ زید بن اسلم کا بھی یہی قول ہے کہ اس سے مراد پہلی کتاب (لوح محفوظ) ہے۔ ثوری کہتے ہیں کہ اس سے مراد لوح محفوظ ہے۔ مجاہد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت: ﴿أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ﴾ ”بلاشبہ میرے نیکو کار بندے زمین کے وارث ہوں گے“ میں زمین سے مراد ارض جنت ہے۔^④ ابو عالیہ، مجاہد، سعید بن جبیر، شععی، قتادہ، سدی، البوصاح، ربیع بن انس اور ثوری رحمہم کا بھی یہی قول ہے۔^⑤

فرمان الہی ہے: ﴿إِنَّ فِي هَذَا لَبَلَاغًا لِقَوْمٍ غٰبِیْنَ﴾ ”بلاشبہ عبادت کرنے والے لوگوں کے لیے اسی میں (اللہ کے حکموں کی) تبلیغ ہے۔“ یعنی یہ قرآن جسے ہم نے اپنے بندے محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمایا ہے اس میں عبادت کرنے والے لوگوں کے لیے منفعت و کفایت ہے، یعنی ان لوگوں کے لیے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کی جس طرح اس نے حکم دیا اور پسند فرمایا اور جنھوں نے شیطان کی بات اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کے بجائے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کو ترجیح دی۔

رحمۃ للعالمین ﷺ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ﴾ ”اور (اے محمد!) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے حضرت محمد ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب جہانوں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے، پس جو شخص اس رحمت کو قبول کر لے اور اس نعمت کا شکر بجالائے وہ دنیا و آخرت کی سعادت مند یوں اور کامرانیوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لے گا اور جو اس رحمت کو قبول کرنے سے انکار کر دے گا، وہ دنیا و آخرت میں ناکام و نامراد رہے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِیْنَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَآحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۚ لَّجَهَنَّمَ یَصْلَوْنَهَا وَیُخْسِ الْقَرَارُ ۚ﴾ (ابراہیم 29:28:14) ”کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے اللہ کے احسان کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتار دیا، (وہ گھر) دوزخ (ہے) سب ناشکرے (اس میں داخل ہوں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔“

① تفسیر الطبری: 136/17. ② تفسیر الطبری: 136/17 والدر المنثور: 612/4. ③ تفسیر الطبری: 136/17 و تفسیر

القرطبی: 349/11. ④ تفسیر الطبری: 138/17 و تفسیر ابن أبی حاتم: 2471/8. ⑤ تفسیر الطبری: 138/17 و تفسیر

ابن أبی حاتم: 2471/8 و تفسیر الرازی: 229/22.

قُلْ إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِإِلَهِكُمْ إِلَهُ وَاحِدٌ ۖ فَهَلْ أُنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿١٠٨﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا

کہہ دیجیے: میری طرف تو صرف یہ وحی کی جاتی ہے کہ بس تمہارا معبود ایک ہی ہے، پھر کیا تم مسلمان ہو؟ ﴿108﴾ پھر اگر وہ پھر اس تو کہہ دیجیے: میں نے

فَقُلْ أَذْنُكُمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۖ وَإِنْ أَدْرَىٰ أَقْرَبُ أَمْ بَعِيدُ ۖ مَا تُوعَدُونَ ﴿١٠٩﴾ إِنَّهُ

تمہیں یکساں طور پر خبردار کر دیا ہے، اور میں نہیں جانتا کہ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے وہ قریب ہے یا بعید ہے ﴿109﴾ بے شک وہ (اللہ) پکار کر کہی

يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ ﴿١١٠﴾ وَإِنْ أَدْرَىٰ لَعَلَّهُ فِتْنَةً لَّكُمْ

ہوئی بات کو بھی جانتا ہے، اور جو تم چھپاتے ہو، اس کو بھی جانتا ہے ﴿110﴾ اور میں نہیں جانتا شاید یہ (تاخیر عذاب) تمہارے لیے آزمائش اور ایک وقت

وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿١١١﴾ قُلْ رَبِّ احْكُم بِالْحَقِّ ۚ وَرَبُّنَا الرَّحْمَنُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ

تک فائدہ ہے ﴿111﴾ (رسول نے) کہا: اے میرے رب! حق کے ساتھ فیصلہ فرما، اور ہمارا رب نہایت مہربان ہے، جو باتیں تم بیان کرتے ہو ان پر

مَا تَصِفُونَ ﴿١١٢﴾

وہی مدد مانگے جانے کے لائق ہے ﴿112﴾

7
19
7

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿قُلْ هُوَ الَّذِي أَنْتُمْ هَادُونَ ۖ وَإِنَّ شِفَاؤَ الْوَالِدَيْنِ لَا يُؤْمِنُونَ فِي أَذَانِهِمْ وَقَدْ وَهَّوْا عَلَيْهِمْ عَنِّي ۖ أُولَٰئِكَ يُنَادُونَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ﴾ (حَم السجدة 44:41) ”کہہ دیجیے کہ جو ایمان لاتے ہیں ان کے لیے (یہ) ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں گرانی (بہرہ پن) ہے اور یہ ان کے حق میں (موجب) ناپیدائی ہے، گرانی کے سبب ان کو (گویا) دور جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔“

امام مسلم نے اپنی صحیح میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بیان کیا ہے کہ عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! آپ مشرکوں کے لیے بددعا فرمائیں، آپ نے فرمایا: اِنِّی لَمْ أُبْعَثْ لَعَنًا وَّ اِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً [مجھے لعنت کرنے والابنا کر نہیں بھیجا گیا، مجھے تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔“ یہ حدیث صرف صحیح مسلم میں ہے، بخاری میں نہیں۔^①

امام احمد نے عمرو بن ابوقرہ کنذی کی روایت کو بیان کیا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن میں تھے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کو وہاں بیان کیا کرتے تھے، ایک بار حذیفہ رضی اللہ عنہ، سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: حذیفہ! رسول اللہ ﷺ تو ناراضی کی حالت میں بھی بیان فرماتے اور خوشی کی کیفیت میں بھی بیان فرماتے تھے یقیناً تجھے معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: [أَيُّمَا رَجُلٍ مِّنْ أُمَّتِي سَبَبْتُهُ سَبَّةً فِي غَضَبِي أَوْ لَعَنْتُهُ لَعْنَةً فَإِنَّمَا أَنَا مِنَ وَلَدِ آدَمَ، أَغَضِبُ كَمَا يَغْضَبُونَ، وَإِنَّمَا بَعَثْنِي رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ، فَاجْعَلْهَا صَلَاةً عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ”ناراضی کی حالت میں اگر میں نے اپنی امت کے کسی شخص کو برا بھلا کہہ دیا ہو یا اس پر لعنت بھیج دی ہو تو میں بھی اولاد آدم میں سے ایک شخص ہوں جس طرح وہ ناراض ہوتے ہیں میں بھی اسی طرح ناراض ہوتا ہوں لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ (اے اللہ!) میری اس لعنت کو میری امت کے اس شخص کے لیے قیامت کے دن رحمت بنا دینا۔“^②

① صحیح مسلم، البر والصلة والأدب، باب النهی عن لعن الدواب وغیرھا، حدیث: 2599. ② مسند أحمد: 437/5.

امام ابوداؤد نے اسے از احمد بن یونس از زائدہ کی سند سے روایت کیا ہے۔^①

اگر کہا جائے کہ جو شخص آپ کے ساتھ کفر کرے تو اسے کیا رحمت حاصل ہوئی۔ تو اس کے جواب میں ہم وہ بات عرض کریں گے جو امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں بیان کی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھے تو اس کے حق میں دنیا و آخرت میں رحمت لکھ دی جائے گی اور جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان نہ لائے تو اس کے لیے رحمت یہ ہوگی کہ وہ دنیا میں زمین میں دھنسا دیے جانے یا آسمان سے پتھروں کی بارش کی صورت میں اس طرح کے عذاب سے محفوظ رہے گا، جیسے عذاب سابقہ امتوں پر آئے تھے۔^②

تفسیر آیات: 108-112

وحی کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ مشرکوں سے یہ کہہ دیں: **اَنَّمَا الْهُكْمُ لِلّٰهِ وَاحِدٌ فَهَلْ اَنْتُمْ مُسْلِمُونَ** ﴿۱۰۸﴾ ”یقیناً مجھ پر (اللہ کی طرف سے) یہ وحی آتی ہے کہ تم سب کا معبود اللہ واحد ہے تو کیا تم اس کی فرمانبرداری کرتے ہو؟“ یعنی اس بات کی اتباع کرو اور اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار اور فرمانبردار بن جاؤ۔ **فَاِنْ تَوَلَّوْا** ”پھر اگر یہ لوگ پھر جائیں“ یعنی جو آپ نے انھیں دعوت دی ہے، اسے قبول نہ کریں۔ **فَقُلْ اذْنَبْتُكُمْ عَلَى سَوَاءٍ** ﴿۱۰۹﴾ ”تو کہہ دیں کہ میں نے تم سب کو یکساں (احکام الہی سے) آگاہ کر دیا ہے۔“ یعنی میں نے تمہیں بتا دیا ہے کہ میرا تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے جیسا کہ تم میرے خلاف اعلان جنگ کر رہے ہو، میں تم سے بری ہوں اور تم مجھ سے بری ہو جیسا کہ فرمایا: **وَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ اَنْتُمْ بَرِيْعُونَ مِمَّا فَعَلْتُ وَاَنَا بَرِيْعٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ** ﴿۱۱۰﴾ (یونس 41:10) ”اگر یہ آپ کی تکذیب کریں تو کہہ دیں کہ میرے لیے میرے عمل ہیں اور تمہارے لیے تمہارے عمل، تم اس چیز سے بری ہو جو میں کرتا ہوں اور میں اس سے بری ہوں جو تم کرتے ہو۔“ اور فرمایا: **وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ** ﴿۱۱۱﴾ (الأنفال 58:8) ”اور اگر آپ کو کسی قوم کی دغا بازی کا خوف ہو تو (ان کا عہد) انھیں کی طرف پھینک دیں (اور) برابر (کا جواب دیں)۔“ یعنی عہد پھینک دینے کے بارے میں آپ کو اور انھیں یکساں طور پر معلوم ہونا چاہیے کہ عہد ختم کر دیا گیا ہے، اسی طرح فرمایا: **فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اذْنَبْتُكُمْ عَلَى سَوَاءٍ** ﴿۱۱۲﴾ ”پھر اگر یہ لوگ پھر جائیں تو کہہ دیں کہ میں نے تم سب کو یکساں (احکام الہی سے) آگاہ کر دیا ہے۔“ یعنی میں نے تمہیں یہ معلوم کر دیا ہے کہ میں تم سے بری ہوں اور تم مجھ سے بری ہو۔

قیامت کے وقت کا اللہ کے سوا کسی کو علم نہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَإِنْ اُدْرِيْ اَكْرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوعَدُوْنَ** ﴿۱۱۳﴾ ”اور مجھ کو معلوم نہیں کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے، وہ عنقریب (آنے والی) ہے یا (اس کا وقت) دور ہے۔“ یعنی وہ یقینی طور پر واقع تو ہونے والی ہے لیکن یہ مجھے علم نہیں کہ وہ عنقریب واقع ہونے والی ہے یا اس کا وقوع ابھی دور ہے۔ **اِنَّهٗ يَعْلَمُ**

① سنن أبی داؤد، السنة، باب فی النهی عن سب أصحاب رسول اللہ ﷺ، حدیث: 4659. ② تفسیر الطبری: 141/17.

”جو بات پکار کر کی جائے وہ اسے بھی جانتا ہے اور جو تم پوشیدہ کرتے ہو اس سے بھی واقف ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ غیب کی ساری باتوں کو جانتا ہے، وہ بندوں کی ظاہر اور چھپی ساری باتوں سے خوب آگاہ ہے، وہ ظواہر و ضمائر اور سری و مخفی تمام امور سے واقف ہے اور وہ اپنے بندوں کے تمام اعمال کو جانتا ہے، خواہ وہ انھوں نے دن کے اجالوں میں کیے ہوں یا رات کی تاریکیوں میں اور پھر چھوٹے بڑے تمام اعمال کا بدلہ بھی دے گا۔ فرمان الہی ہے: ﴿وَإِنْ أَدْرَىٰ لَعَلَّهٖ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ﴾ (۱۱۱) ”اور میں نہیں جانتا شاید وہ تمھارے لیے آزمائش ہو اور ایک مدت تک (تم اس سے) فائدہ (اٹھاتے ہو)۔“ یعنی میں نہیں جانتا شاید یہ ایک مدت تک تمھارے لیے آزمائش اور فائدہ اٹھانا ہو۔ ابن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ شاید اس کے مؤخر ہونے میں تمھارے لیے آزمائش اور ایک مدت مقرر تک فائدہ اٹھانا ہو۔^(۱) عوفی نے اسے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کیا ہے۔^(۲) وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

میدان جنگ میں کون سی دعا پڑھنی چاہیے؟ ﴿قُلْ رَبِّ احْكُم بِالْحَقِّ﴾ (پیغمبر نے) کہا کہ اے میرے پروردگار! حق کے ساتھ فیصلہ کر دے۔“ یعنی ہمارے اور حق کی تکذیب کرنے والی ہماری قوم کے درمیان فیصلہ فرما دے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ انبیائے کرام علیہم السلام (یہ) حسب ذیل دعا فرمایا کرتے تھے: ﴿رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ﴾ (الأعراف 89:7) ”اے ہمارے پروردگار! ہم میں اور ہماری قوم میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دے اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔“ رسول اللہ ﷺ کو اس دعا کا حکم دیا گیا ہے۔^(۳) مالک نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب میدان جنگ میں تشریف لاتے تو یہ دعا پڑھتے: ﴿رَبِّ احْكُم بِالْحَقِّ﴾ ”اے میرے پروردگار! حق کے ساتھ فیصلہ کر دے۔“ فرمان الہی ہے: ﴿وَرَبُّنَا الرَّحْمَنُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ﴾ (۱۱۲) ”اور ہمارا پروردگار بڑا مہربان ہے، اسی سے ان باتوں میں جو تم بیان کرتے ہو، مدد مانگی جاتی ہے۔“ یعنی جو تم کہتے اور کذب و افتراء سے کام لیتے اور طرح طرح کی جھوٹی باتیں بناتے ہو ان سب میں تمھارے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی جاتی ہے۔

سورة انبیاء کی تفسیر مکمل ہوگئی۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔



① تفسیر الطبری: 142/17. ② تفسیر الطبری: 143/17 عن عطاء الخراسانی، عن ابن عباس ؓ. ③ تفسیر ابن ابی

حاتم: 2471/8. ④ مجموعۃ الفتاویٰ لابن تیمیہ: 265/15.

تفسیر سُورَةُ حَجِّ

یہ کی سورت ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ ۖ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ① يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی (ہولناک) چیز ہے ① جس دن تم اسے دیکھو گے (یہ حال ہوگا) کہ ہر دودھ پلانے

مُرْضِعَةٍ عَمَّاءَ أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا

والی اسے بھول جائے گی جسے اس نے دودھ پلایا، اور ہر حمل والی اپنا حمل ڈال دے گی، اور آپ لوگوں کو نشے میں (مدہوش) دیکھیں گے، حالانکہ وہ

هُمْ بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ②

نشے میں نہیں ہوں گے اور لیکن اللہ کا عذاب (بڑا ہی) شدید ہوگا ②

تفسیر آیات: 2، 1

قیامت کی ہولناکیاں: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کا تقویٰ اختیار کریں، نیز اس مقام پر اس نے قیامت کی ہولناکیوں، زلزلوں اور اس کے حالات کو بیان فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ۖ وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ۖ﴾ (الزلزال 2، 1: 99) ”جب زمین پورے زور سے ہلا دی جائے گی اور زمین اپنے (اندر کے) بوجھ نکال ڈالے گی۔“ اور فرمایا: ﴿وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً ۖ وَاحِدَةً ۖ فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۖ﴾ (الْحَاقَّةُ 15، 14: 69) ”اور زمین اور پہاڑ دونوں اٹھائے جائیں گے، پس ایک بار کی چوٹ سے دونوں کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے تو اس روز واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی.....“ اور اس جیسی چند آیات۔ اور فرمایا: ﴿إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًا ۖ وَلَبَسَتْ الْجِبَالُ بَسًّا ۖ﴾ (الْوَاقِعَةُ 5، 4: 56) ”جب زمین (بھونچال سے) نہایت بری طرح ہلا دی جائے گی اور پہاڑ (توڑ پھوڑ کر) ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے.....“

کچھ ائمہ نے کہا ہے کہ یہ زلزلہ دنیا کی عمر کے آخری لمحے اور قیامت کے حالات کے ابتدائی لمحے میں ہوگا۔ ابن جریر نے ﴿إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ①﴾ ”بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی (ہولناک) چیز ہے“ کے بارے میں علامہ کا

قول ذکر کیا ہے کہ یہ زلزلہ قیامت سے پہلے ہوگا۔^① کچھ دیگر ائمہ نے کہا ہے کہ ہولناکیاں، زلزلے، خوفناک باتیں اور مصیبتیں قیامت کے دن اس وقت پیش آئیں گی جب لوگ اپنی قبروں سے نکلیں گے۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ اور ان حضرات نے درج ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

امام احمد رحمہ اللہ نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے سے آگے پیچھے چل رہے تھے۔ آپ نے بلند آواز سے ان دو آیتوں کی تلاوت فرمائی: **يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ① يَوْمَ تَرَوُنَّهَا تُذْهِلُ كُلَّ مَرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَرَى وَمَا هُمْ بِسُكَرَى وَلَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ②**۔ ”اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ ایک بڑی (ہولناک) چیز ہے۔ (اے مخاطب!) جس دن تو اس کو دیکھے گا (اس دن یہ حال ہوگا کہ) ہر دودھ پلانے والی اسے بھول جائے گی جسے اس نے دودھ پلایا اور ہر حمل والی اپنا حمل ڈال دے گی اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا مگر وہ نشے میں نہیں ہوں گے اور (بلکہ عذاب دیکھ کر مدہوش ہو رہے ہوں گے) لیکن اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔“ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان آیات کو سنا تو وہ اپنی سواریوں کو جلدی جلدی دوڑانے لگے اور انھیں معلوم ہوا کہ آپ کچھ فرمانا چاہتے ہیں۔ جب تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے پاس جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا:

[اَتَذَرُونَ أَى يَوْمٍ ذَاكَ؟ قَالَ: ذَاكَ يَوْمٌ يُنَادَى آدَمُ، فَيُنَادِيهِ رَبُّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: يَا آدَمُ! ائْبَعْتُ بَعْثًا إِلَى النَّارِ، فَيَقُولُ: يَا رَبِّ! وَمَا بَعْتُ النَّارِ؟ قَالَ: مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تَسْعَ مِئَةٍ وَتَسْعَةً وَتَسْعِينَ فِي النَّارِ وَوَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ، فَأَبْلَسَ أَصْحَابُهُ حَتَّى مَا أَوْضَحُوا بِضَاحِكَةٍ، فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ، قَالَ: اِعْمَلُوا وَأَبْشِرُوا، فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! إِنَّكُمْ لَمَعَ خَلِيقَتَيْنِ مَا كَانَتَا مَعَ شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا كَثَرَتَا، يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ، وَمَنْ هَلَكَ مِنْ بَنِي آدَمَ وَبَنِي إِبْلِيسَ، قَالَ: فَسُرِّي عَنِ الْقَوْمِ بَعْضُ الَّذِي يَجِدُونَ، فَقَالَ: اِعْمَلُوا وَأَبْشِرُوا، فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! مَا أَنْتُمْ فِي النَّاسِ إِلَّا كَالشَّامَةِ فِي جَنْبِ الْبُعِيرِ أَوِ الرَّقْمَةِ فِي ذِرَاعِ الدَّابَّةِ]

”کیا تم جانتے ہو یہ کون سا دن ہوگا؟ یہ وہ دن ہوگا جس میں آدم علیہ السلام کو بلایا جائے گا اور آپ کا رب تبارک و تعالیٰ آپ سے مخاطب ہو کر فرمائے گا: اے آدم! دوزخ کی طرف جانے والوں (کی تعداد) کو بھیج دو۔ آدم علیہ السلام عرض کریں گے: اے میرے پروردگار! دوزخ میں جانے والوں کی تعداد کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہر ایک ہزار میں سے نو سو ننانوے دوزخ میں اور ایک جنت میں! یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہشت اور خوف کی وجہ سے خاموش ہو گئے اور انھوں نے منہ بند کر لیے، آپ نے ان کی جب یہ کیفیت دیکھی تو فرمایا: تم عمل کیے جاؤ اور خوش ہو جاؤ، اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! یقیناً تم دو ایسی مخلوقوں کے ساتھ ہو گے کہ انھیں جس کے ساتھ بھی ملایا جائے وہ ان کی تعداد بڑھا دیں گی (جنہیوں کی تعداد

اس طرح زیادہ ہوگی) اور وہ ہیں (1) یا جوج و ما جوج اور (2) اولاد آدم میں سے (کفر پر) ہلاک ہونے والے اور اولاد ابلیس۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ فرمان سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دہشت ختم ہوگئی۔ آپ نے پھر فرمایا: عمل کرو اور خوش ہو جاؤ، اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! تم لوگوں کے مقابلے میں اس طرح ہو جیسے اونٹ کے پہلو میں بتل کا نشان ہو یا جیسے کسی جانور کے ہاتھ (اگلی ٹانگ) پر کوئی نشان ہو۔“^① امام ترمذی اور نسائی رحمہما نے بھی اپنی کتاب کی کتاب التفسیر میں اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔^②

اس حدیث کا ایک دوسرا طریق: امام ترمذی رحمہ اللہ نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیات کریمہ: **يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ ۖ** سے لے کر **وَلَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ۖ** تک نبی اکرم ﷺ پر جب نازل ہوئیں تو آپ سفر میں تھے، آپ نے فرمایا:

[أَتَدْرُونَ أَىُّ يَوْمٍ ذَلِكَ؟ فَقَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: ذَلِكَ يَوْمٌ يَقُولُ اللَّهُ لِأَدَمَ: إِبْعَثْ بَعَثَ النَّارَ، فَقَالَ: يَا رَبِّ! وَمَا بَعَثَ النَّارَ؟ قَالَ: تِسْعُ مِائَةٍ وَتِسْعَةٌ وَ تِسْعُونَ فِي النَّارِ وَوَاحِدٌ إِلَى الْجَنَّةِ فَأَنْشَأَ الْمُسْلِمُونَ يَبْكُونَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: قَارِبُوا وَسَدِّدُوا، فَإِنَّهَا لَمْ تَكُنْ نُبُوءَةً قَطُّ إِلَّا كَانَ بَيْنَ يَدَيْهَا جَاهِلِيَّةٌ، قَالَ: فَيُؤْخَذُ الْعَدُوُّ مِنَ الْجَاهِلِيَّةِ، فَإِنْ تَمَّتْ وَإِلَّا كُمَلَتْ مِنَ الْمُنَافِقِينَ، وَمَا مِثْلُكُمْ وَالْأُمَمِ إِلَّا كَمِثْلِ الرِّقْمَةِ فِي ذِرَاعِ الدَّابَّةِ أَوْ كَالشَّامَةِ فِي جَنْبِ الْبَعِيرِ، ثُمَّ قَالَ: إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا رُبْعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَكَبِّرُوا، ثُمَّ قَالَ: إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا نِصْفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبِّرُوا.....]

”کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سا دن ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اللہ اور اس کے رسول ﷺ زیادہ بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: یہ وہ دن ہوگا جب اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام سے فرمائے گا کہ جہنم میں جانے والوں (کی تعداد) کو بھیج دو۔ آدم علیہ السلام عرض کریں گے کہ اے میرے پروردگار! جہنم میں جانے والوں کی تعداد کتنی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: نو سو نانوے جہنم میں اور ایک جنت میں، چنانچہ یہ سن کر مسلمانوں نے رونا شروع کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”افراط و تفریط کو چھوڑ کر راہ اعتدال اختیار کرو اور درست اعمال بجالاتے رہو، ہر نبوت سے پہلے دور جاہلیت ہوتا ہے، لہذا اس تعداد کو دور جاہلیت سے لیا جائے گا۔ اگر تعداد پوری ہوگئی تو صحیح ورنہ منافقوں سے اس تعداد کو مکمل کیا جائے گا۔ تمھاری مثال اور سابقہ امتوں کی مثال ایسے ہے جیسے جانور کے ہاتھ پر تل ہو یا جیسے اونٹ کے پہلو میں کوئی نشان ہو، پھر آپ نے فرمایا: مجھے اُمید ہے کہ تم اہل جنت کا ایک چوتھائی حصہ ہو گے۔ یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ اکبر کہا، پھر آپ نے فرمایا: مجھے اُمید ہے تم اہل جنت کا ایک تہائی حصہ ہو گے۔ یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ اکبر کہا، پھر آپ نے فرمایا: مجھے اُمید ہے کہ تم اہل جنت کا نصف حصہ ہو گے

① مسند أحمد: 4/435. ② جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الحج، حدیث: 3169 والسنن الکبریٰ

للسنائی، التفسیر، باب قوله: **وَتَرَى النَّاسَ سُكَرَىٰ**..... 410/6، حدیث: 11340.

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پھر اللہ اکبر کہا.....“^① امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [يَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: يَا آدَمُ! فَيَقُولُ: لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ، فَيَنَادِي بِصَوْتٍ: إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَخْرَجَ مِنْ دُرَّتِكَ بَعَثًا إِلَى النَّارِ، قَالَ: يَا رَبِّ! وَمَا بَعَثَ النَّارِ؟ قَالَ: مِنْ كُلِّ أَلْفٍ - أَرَاهُ قَالَ - تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ، فَحِينَئِذٍ تَضَعُ الْحَامِلُ حَمْلَهَا وَيَشِيبُ الْوَلِيدُ ﴿٢﴾ وَتَرَى النَّاسَ سُكْرَى وَمَا هُمْ بِسُكْرَى وَلَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ②﴾ فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَى النَّاسِ حَتَّى تَغَيَّرَتْ وَجُوهُهُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مِنْ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ وَمِنْكُمْ وَاحِدٌ، ثُمَّ أَنتُمْ فِي النَّاسِ كَالشَّعْرَةِ السُّودَاءِ فِي جَنْبِ الثَّوْرِ الْأَبْيَضِ أَوْ كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي جَنْبِ الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ، وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا رُبْعَ أَهْلِ الْحَنَّةِ، فَكَبَّرْنَا، ثُمَّ قَالَ: ثَلَاثَ أَهْلِ الْحَنَّةِ، فَكَبَّرْنَا، ثُمَّ قَالَ: شَطْرَ أَهْلِ الْحَنَّةِ، فَكَبَّرْنَا]

”اللہ تعالیٰ روزِ قیامت فرمائے گا: اے آدم! وہ عرض کریں گے: اے ہمارے پروردگار میں بار بار حاضر ہوں اور تمام تر سعادت تیری ہی طرف سے ہے، پھر انھیں بلند آواز سے کہا جائے گا کہ بے شک اللہ تعالیٰ تجھے یہ حکم دیتا ہے کہ اپنی اولاد میں سے جہنم جانے والوں (کی تعداد) کو نکال بھیجو، وہ عرض کریں گے: اے میرے رب! جہنم جانے والوں کی تعداد کتنی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہر ایک ہزار میں سے نو سو ننانوے، اور یہ وہ وقت ہو گا جب حمل والی اپنے حمل کو گرا دے گی اور جب بچہ بوڑھا ہو جائے گا۔“ اور آپ لوگوں کو نشے میں دیکھیں گے مگر وہ نشے میں نہیں ہوں گے (بلکہ عذاب دیکھ کر مدہوش ہو رہے ہوں گے) اور لیکن اللہ کا عذاب بڑا ہی سخت ہے۔“ لوگوں کو یہ بات بہت گراں محسوس ہوئی حتیٰ کہ ان کے چہروں کے رنگ بدل گئے تو نبی ﷺ نے فرمایا: یا جوج و ما جوج میں سے نو سو ننانوے ہوں گے اور تم میں سے ایک، تم لوگوں کے مقابلے میں اس طرح ہو گے جیسے سفید رنگ کے بیل کے پہلو میں ایک سیاہ بال ہو یا جیسے سیاہ رنگ کے بیل کے پہلو میں ایک سفید بال ہو، مجھے اُمید ہے کہ تم اہل جنت میں سے ایک چوتھائی ہو گے۔ یہ سن کر ہم نے اللہ اکبر کہا، پھر آپ نے فرمایا: تم اہل جنت میں سے ایک تہائی ہو گے۔ ہم نے اللہ اکبر کہا، آپ نے پھر فرمایا کہ تم اہل جنت کے نصف کے برابر ہو گے تو ہم نے اللہ اکبر کہا۔“^② امام بخاری نے اس جگہ کے علاوہ بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔^③ اسی طرح امام مسلم اور امام نسائی نے اسے اپنی کتاب کی کتاب التفسیر میں روایت کیا ہے۔^④

① جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الحج، حدیث: 3168. ② صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله:

﴿وَتَرَى النَّاسَ سُكْرَى﴾ (الحج 2: 22)، حدیث: 4741. ③ صحیح البخاری، الرقاق، باب: ﴿إِنَّ لَوْلَا السَّاعَةِ

شَيْءٌ عَظِيمٌ﴾.....، حدیث: 6530 عن أبي هريرة ؓ. ④ صحیح مسلم، الإيمان، باب قوله: [يقول الله لآدم:

أخرج.....]، حدیث: 222 والسنن الكبرى للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالى: ﴿وَتَرَى النَّاسَ سُكْرَى﴾.....:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مَّرِيدٍ ③ كُتِبَ عَلَيْهِ

اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو اللہ کے بارے میں علم کے بغیر بحث کرتے ہیں، اور وہ ہر سرکش شیطان کی اتباع کرتے ہیں ③ اس کی بات

اَنَّهُ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاِنَّهُ يَضِلُّهُ وَيَهْدِيهِ اِلَى عَذَابِ السَّعِيرِ ④

لکھ دیا گیا کہ بے شک جو کوئی اس سے دوستی کرے گا تو وہ یقیناً اسے گمراہ کرے گا اور اس کی دوزخ کے عذاب کی طرف رہنمائی کرے گا ④

قیامت کے ہولناک حالات و واقعات کے بارے میں بہت سی احادیث مبارکہ موجود ہیں جنہیں کسی دوسرے مقام پر بیان کیا جائے گا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ①﴾ ”یقیناً قیامت کا زلزلہ ایک بہت بڑی (ہولناک) چیز ہے۔“ یعنی یہ ایک عظیم امر، بہت بڑی مصیبت، اچانک پیش آنے والی گھبراہٹ، ہولناک حادثہ اور عجیب و غریب واقعہ ہوگا جس کے لیے یہاں زلزلے کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور زلزلہ وہ ہوتا ہے جس سے دلوں پر رعب و گھبراہٹ اور خوف طاری ہو جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿هٰذَا الَّذِیْ اُنْبِئُكَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزَلُّوْا زَلْزَالًا شَدِيْدًا ②﴾ (الأحزاب: 11:33) ”وہاں مومن آزمائے گئے اور سخت طور پر ہلائے گئے۔“ پھر فرمایا: ﴿یَوْمَ تَرَوْنَهَا ③﴾ ”(اے مخاطب!) جس دن تو اس کو دیکھے گا۔“ یہ ضمیر شان ہے، اسی لیے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا اَرْضَعَتْ ④﴾ ”(اس دن یہ حال ہوگا کہ) ہر دودھ پلانے والی عورت اسے بھول جائے گی جسے اس نے دودھ پلایا۔“ یعنی دودھ پیتے بچے کو بھول جائیں گی، سب سے زیادہ محبت و شفقت ہوگی لیکن اس کے باوجود وہ حالتِ رضاعت میں بھی انہیں بھول جائیں گی، اسی لیے یہاں ﴿كُلُّ مُرْضِعَةٍ ⑤﴾ کے الفاظ ارشاد فرمائے، کُلُّ مُرْضِعَةٍ کے الفاظ نہیں۔ ① ﴿عَمَّا اَرْضَعَتْ ⑥﴾ ”اس کو جسے اس نے دودھ پلایا۔“ یعنی دودھ پیتے بچے کو بھول جائیں گی۔ ﴿وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا ⑦﴾ ”اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی۔“ یعنی شدید ہولناکیوں کی وجہ سے حمل تمام ہونے سے پہلے ہی ساقط ہو جائیں گے۔ ﴿وَتَكْرِى النَّاسَ سُكْرٰی ⑧﴾ ”اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا۔“ اسے [سُکْرٰی] بھی پڑھا گیا ہے، یعنی لوگ اس وقت جس شدید امر میں مبتلا ہوں گے اس کی سنگینی اور ہولناکی کی وجہ سے ان کی عقلیں مدہوش ہو جائیں گی، ان کے ذہن ماؤف ہو جائیں گے اور دیکھنے والا سمجھے گا کہ وہ نشے میں ہیں۔ ﴿وَمَا هُمْ بِسُكْرٰی وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ⑨﴾ ”مگر وہ نشے میں نہیں ہوں گے (بلکہ عذاب

تفسیر آیات: 4,3

① دودھ پیتے بچے کی ماں کو، خواہ وہی الوقت دودھ پلا رہی ہو یا نہ، مُرْضِعٌ کہتے ہیں جبکہ مُرْضِعَةٌ فقط اس عورت کو کہتے ہیں جو فی الحال بچے کو دودھ پلا رہی ہو، یعنی مُرْضِعٌ اسم ہے اور مُرْضِعَةٌ صفت ہے۔ اور یہی فرق حاض اور حائضہ وغیرہ میں ہے۔ (لسان العرب، مختار الصحاح) یہاں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے کہ عورت اپنے بچے پر مہربان ہوتی ہے بالخصوص جب وہ دودھ پلا رہی ہو لیکن اس دن کی ہولناکی اور دہشت اتنی شدید ہوگی کہ وہ عورت جو دودھ پلا رہی ہے وہ بھی اپنے اس بچے سے غافل ہو جائے گی۔ مُرْضِعٌ کے بجائے مُرْضِعَةٌ کہنے میں یہی حکمت ہے۔ واللہ اعلم۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مَرُّ

اے لوگو! اگر تم (دوبارہ جی) اٹھنے کے متعلق شک میں ہو تو (تمہیں علم ہونا چاہیے کہ) بلاشبہ ہم نے ہی تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے،

نُطْفَةٍ ثُمَّ مِّنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِّنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنَّبِّينَ لَكُمْ ط

پھر جے ہوئے خون سے، پھر گوشت کے لٹھڑے سے جو واضح شکل و صورت اور غیر واضح شکل و صورت والا ہوتا ہے، تاکہ ہم تمہارے

وَنَقَرُ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لَتَبَلُغُوا

لیے (اپنی قدرت و حکمت) واضح کریں، اور ہم جس (نطفے) کے متعلق چاہیں اسے مقررہ مدت تک رحموں میں ٹھہراتے ہیں، پھر تمہیں ایک

أَشْدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّن يُتَوَفَّىٰ وَمِنْكُمْ مَّن يُّرَدُّ إِلَىٰ أَرْدَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ

بچے کی صورت میں نکالتے ہیں تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو، اور تم میں سے کوئی فوت کر دیا جاتا ہے اور تم میں سے کوئی ناکارہ ترین عمر کی طرف

مِّن بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ۚ وَتَرَىٰ الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ

لوٹایا جاتا ہے، تاکہ وہ جاننے کے بعد کچھ بھی نہ جانے، اور آپ زمین بخر اور خشک پڑی دیکھتے ہیں، پھر جب ہم نے اس پر پانی نازل کیا

اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنْبَتَتْ مِن كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ

تو وہ لہلہا اٹھی، اور پھولی، اور اس نے ہر طرح کی خوشنما نباتات نکالی ۵ یہ (سب کچھ) اس لیے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے، اور بے شک

يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَأَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۚ ۞ وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا ۚ

وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے، اور بے شک وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے ۶ اور یہ کہ بلاشبہ قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں، اور

وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مِّنَ الْقُبُورِ ۚ ۞

بے شک اللہ ان کو اٹھائے گا جو قبروں میں (پڑے) ہیں ۷

شیطان کے پیروکاروں کی مذمت: اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی مذمت فرمائی ہے جو بعثت بعد الموت کی تکذیب کرے، مردوں کو زندہ کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرے، اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء پر جس دین و شریعت کو نازل فرمایا اس سے اعراض کرے اور اپنے قول، انکار اور کفر میں ہر سرکش شیطان انس و جن کی پیروی کرے جیسا کہ ان اہل بدعت و ضلالت کا حال ہے جو حق سے اعراض کرتے اور باطل کی پیروی کرتے ہیں۔ اس حق مبین کو ترک کر دیتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمایا ہے اور ان ائمہ ضلالت کی پیروی کرتے ہیں جو اپنی خواہشات و آراء پر مبنی بدعت کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان جیسے لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے: **وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مَّرِيدٍ ۝ كُتِبَ عَلَيْهِ** ”اور بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ (کی شان) میں (صحیح) علم (و دانش) کے بغیر جھگڑتے اور ہر شیطان سرکش کی پیروی کرتے ہیں جس کے بارے میں لکھ دیا گیا ہے۔“ مجاہد کہتے ہیں: یعنی شیطان کے بارے میں قدرتی طور پر یہ لکھ دیا گیا ہے۔ **۝ إِنَّهُ مِّنْ ذُلَّةٍ ۚ ۝** ”کہ بلاشبہ جو اُسے دوست رکھے گا“ یعنی اس کی

اتباع اور تقلید کرے گا۔ ﴿فَأَنَّهُ يُضِلُّهُ وَيَهْدِيهِ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ﴾ ④ ”تو یقیناً وہ اسے گمراہ کر دے گا اور دوزخ کے عذاب کا راستہ دکھائے گا۔“ یعنی اسے دنیا میں گمراہ کر دے گا اور آخرت میں جہنم کے عذاب کی طرف لے جائے گا جو بے حد گرم، دردناک، قلق و اضطراب میں مبتلا کر دینے اور خوف و دہشت طاری کر دینے والا ہوگا۔ سدی نے ابو مالک سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت نصر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ① ابن جریج کا بھی یہی قول ہے۔ ②

تفسیر آیات: 5-7

انسان و جنات کی تخلیق سے بعث بعد الموت کے دلائل: اللہ تعالیٰ نے جب ان لوگوں کا ذکر فرمایا جو بعث بعد الموت کے مخالف اور قیامت کے منکر ہیں تو اب اس نے قیامت کے برپا کر دینے کے بارے میں اپنی قدرت کی ایک ایسی دلیل کا ذکر فرمایا ہے جس کا اس کے خلق کی ابتدا کرنے سے مشاہدہ کیا جاسکتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ﴾ ”اے لوگو! اگر تم کو (مرنے کے بعد جی) اٹھنے میں کچھ شک ہو۔“ یعنی قیامت کے اس دن کے بارے میں جب روحمیں اور جسم اٹھ کھڑے ہوں گے۔ ﴿فَإِنَّا خَلَقْنَاهُ مِن نُّرَابٍ﴾ ”پس بلاشبہ ہم نے تم کو (پہلی بار بھی تو) مٹی سے پیدا کیا تھا۔“ یعنی اصل میں اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا کیونکہ تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو اس نے مٹی ہی سے پیدا فرمایا تھا، ﴿ثُمَّ مِّن نُّطْفَةٍ﴾ ”پھر نطفے سے“ اور پھر اس کی نسل خلاصے سے (یعنی) حقیر پانی سے پیدا کی۔

رحم میں نطفے اور جنین کے ارتقائی مراحل: ﴿ثُمَّ مِّنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِّنْ مُّضْغَةٍ﴾ ”پھر جے ہوئے خون سے، پھر (گوشت کے) لوتھڑے سے۔“ جب نطفہ عورت کے رحم میں قرار پا جاتا ہے تو چالیس دن تک وہ اسی حالت میں رہتا ہے اور پھر اس کے ساتھ کچھ اور چیزوں کو ملا دیا جاتا ہے جس سے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرخ رنگ کے خون کے لوتھڑے کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور چالیس دن تک اسی طرح خون کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے اور پھر یہی تبدیل ہو کر بوٹی بن جاتی ہے، یعنی گوشت کا ایک ایسا ٹکڑا جس میں کوئی شکل و صورت نہیں ہوتی، پھر بعد میں اس میں سر، دو ہاتھ، سینہ، پیٹ، دورانیں، دو پاؤں اور دیگر تمام اعضاء کی صورتیں پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ شکلوں اور صورتوں کے پیدا ہونے سے پہلے ہی حمل ساقط ہو جاتا ہے اور کبھی شکلوں اور صورتوں کے بننے کے بعد اسقاط حمل ہو جاتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ثُمَّ مِّنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُّخَلَّقَةٍ﴾ ”پھر گوشت کے لوتھڑے سے جس کی بناوٹ کامل بھی ہوتی ہے اور ناقص بھی۔“ جیسا کہ تم خود دیکھتے ہو ﴿لِّنَبِّئَنَّكُمْ ؕ وَنَقَرُ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ”تا کہ تم پر ہم (اپنی خالقیت) ظاہر کر دیں اور ہم جس (نطفے) کو چاہتے ہیں ایک میعاد مقرر تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں۔“

یعنی کبھی یوں ہوتا ہے کہ حمل پیٹ میں برقرار رہتا ہے اور عورت اسے ساقط نہیں کرتی اور اسے نہیں گراتی جیسا کہ امام مجاہد نے اس کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ سقظ کبھی مخلوق ہوتا ہے اور کبھی غیر مخلوق۔ ① اور جب بوٹی بننے کے بعد اس پر چالیس دن گزر

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2474/8 و تفسیر القرآن للسماعی: 418/3 . ② تفسیر الطبری: 152/17 . ③ تفسیر الطبری:

جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک فرشتے کو بھیجتے ہیں جو اس میں روح پھونکتا اور اللہ تعالیٰ کی مرضی و مشیت کے مطابق اسے خوب صورت یا بد صورت اور مذکر یا مؤنث بنا دیتا، اس کے رزق اور اجل کو لکھ دیتا ہے اور یہ بھی لکھ دیتا ہے کہ یہ بد بخت ہو گا یا نیک بخت۔

جیسا کہ صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بیان فرمایا اور آپ صادق مصدوق ہیں: [إِنَّ خَلْقَ أَحَدِكُمْ يُجْمَعُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا وَأَرْبَعِينَ لَيْلَةً]، [ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِّثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِّثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَبْعَثُ اللَّهُ إِلَيْهِ مَلَكًا]، [وَيُؤَمِّرُ بَارِيعَ كَلِمَاتٍ: بِكُتُبِ رِزْقِهِ، وَأَجَلِهِ، وَعَمَلِهِ، وَشَقِيئِهِ أَوْ سَعِيدِهِ (ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ الرُّوحُ)] ”تم میں سے ایک کی تخلیق کو اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن اور چالیس راتوں تک جمع کر کے رکھا جاتا ہے، پھر وہ چالیس راتوں تک گوشت کا لوتھڑا بنا رہتا ہے، پھر اسی طرح چالیس راتوں تک وہ بوٹی بنا رہتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف فرشتے کو بھیجتا ہے اور اسے چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے، اس کے رزق، عمل اور عمر کے لکھنے کا، نیز اس بات کا کہ وہ بد بخت ہے یا خوش بخت اور پھر اس میں روح کو پھونک دیا جاتا ہے۔“^①

انسان بچپن سے بڑھاپے کی طرف: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا﴾ ”پھر ہم تمہیں (کمل) بچہ (بنا کر) نکالتے ہیں۔“ جو بدن، کان، آنکھ، حواس، گرفت اور عقل کے اعتبار سے کمزور ہوتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ اسے قوت عطا فرماتا جاتا ہے اور ماں باپ رات اور دن کی گھڑیوں میں ہر وقت اس سے محبت و شفقت کا مظاہرہ کرتے ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ثُمَّ لَتَبْلُغُوا أَشَدَّكُمْ﴾ ”تا کہ پھر تم اپنی جوانی کو پہنچو“ اور وہ بھرپور اور مکمل طاقت ور ہو جاتے ہیں، انسان عنفوانِ شباب کو پہنچ جاتا اور حسن و جمال کا پیکر نظر آنے لگتا ہے۔ ﴿وَمِنْكُمْ مَنْ يَتُوبُ﴾ ”اور تم میں سے کوئی (قبل از پیری) مار دیا جاتا ہے۔“ یعنی قوت و شباب ہی کے دور میں۔ ﴿وَمِنْكُمْ مَنْ يُدْرَأُ إِلَى أَذِلِّ الْعُمُرِ﴾ ”اور تم میں سے کوئی (شیخ فانی ہو جاتا اور بڑھاپے کی) نہایت خراب عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔“ یعنی پیری، ضعفِ قوت و عقل و فہم اور ضعفِ فکر و دانش کی طرف لوٹایا جاتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمِهِ شَيْئًا﴾ ”تا کہ وہ (بہت کچھ) جاننے کے بعد کچھ بھی نہ جانے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعِفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعِفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً طَيِّحًا مَّا يَشَاءُ﴾ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ ﴿ (الروم 54:30) ”اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو (ابتداء میں) کمزور (حالت میں) پیدا کیا، پھر اس نے کمزوری کے بعد طاقت عنایت کی، پھر اس نے طاقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ خوب جاننے والا، بڑا قدرت والا ہے۔“

① پہلا حصہ صحیح البخاری، التوحید، باب قوله تعالى: ﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِإِيعَادِنَا الْمُرْسَلِينَ﴾ (الصف 171:37)، حدیث: 7454 اور دوسرا حصہ بھی صحیح البخاری، أحادیث الأنبياء، باب خلق آدم وذريته.....، حدیث: 3332 کے مطابق ہے جبکہ تیسرا حصہ صحیح مسلم، القدر، باب كيفية خلق الآدمي.....، حدیث: 2643 کے مطابق ہے، البتہ توسیع والے الفاظ صحیح البخاری، حدیث: 3332 کے ہیں۔

نباتات سے ایک دوسری مثال: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً﴾ ”اور (اے دیکھنے والے!) تو دیکھتا ہے (کہ ایک وقت میں) زمین خشک پڑی ہوتی ہے۔“ مردوں کو زندہ کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی یہ ایک دوسری دلیل ہے کہ وہ مردوں کو بھی اسی طرح زندہ کر سکتا ہے جس طرح وہ خشک زمین کو زندہ کر دیتا ہے، ﴿هَامِدَةً﴾ سے مراد وہ بنجر زمین ہے جس میں کچھ بھی پیدا نہ ہوتا ہو۔ قاذوہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی چٹیل اور خشک زمین کے ہیں۔^① سدی کا قول ہے کہ اس کے معنی مردہ زمین کے ہیں۔ ﴿فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ ذَوْجٍ بِهَيْجٍ ۝﴾ ”پھر جب ہم اس پر مینہ برساتے ہیں تو وہ شاداب ہو جاتی اور ابھرنے لگتی ہے اور طرح طرح کی بارونق چیزیں اُگاتی ہے۔“ یعنی جب اللہ تعالیٰ اس پر بارش کو نازل فرماتا ہے تو ﴿وَرَبَتْ﴾ یعنی نباتات کے ساتھ حرکت کرنے لگتی اور مردہ ہو جانے کے بعد زندہ ہو جاتی ہے۔ ﴿وَرَبَتْ﴾ اور ابھرنے لگتی ہے اور رنگ رنگ کے پھلوں اور فصلوں کو اگانے لگتی ہے جن کے رنگ، ذائقے، خوشبوئیں، شکلیں اور خصوصیات مختلف ہوتی ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ ذَوْجٍ بِهَيْجٍ ۝﴾ ”اور طرح طرح کی بارونق چیزیں اُگاتی ہے۔“ جن کی شکلیں خوب صورت اور خوشبوئیں بہت عمدہ اور پاکیزہ ہوتی ہیں۔ ﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ﴾ ”یہ سب کچھ اس لیے کہ اللہ ہی (قادر مطلق ہے جو) برحق ہے۔“ اور وہ خالق و مدبر اور جو چاہے کر گزرنے والا ہے۔ ﴿وَأَنَّهُ يُخَيِّ الْمَوْتَى﴾ ”اور یقیناً وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے۔“ جس طرح کہ اس نے مردہ زمین کو زندہ کیا اور اس سے انواع و اقسام کے پھلوں اور فصلوں کو پیدا فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِي أَحْيَاهَا لَمُخَيِّ الْمَوْتَى ط إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝﴾ (ختم السجدة 39:41) ”یقیناً وہ ذات جس نے زمین کو زندہ کیا وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے، بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝﴾ (یس 82:36) ”اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔“

﴿وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا ۚ وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ ۝﴾ ”اور یقیناً قیامت آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں اور یہ کہ اللہ سب لوگوں کو جو قبروں میں ہیں جلا اٹھائے گا۔“ انھیں دوبارہ زندہ کر دے گا جبکہ وہ اپنی قبروں میں بوسیدہ ہڈیاں ہو چکے ہوں گے، عدم کے بعد انھیں دوبارہ وجود بخش دے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ ط قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ط وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ۝ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ مِنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِنْهُ تُوقَدُونَ ۝﴾ (یس 80-78:36) ”اور اس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور وہ اپنی پیدائش کو بھول گیا، کہنے لگا: (جب) ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو ان کو کون زندہ کرے گا؟ کہہ دیجیے: اُن کو وہ زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ ہر قسم کا پیدا کرنا خوب جانتا ہے، (وہی) جس نے تمہارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کی، پھر کیا یک تم اس (کی ٹہنیوں کو گڑ کر ان) سے آگ نکالتے ہو۔“ اسی مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُنِيرٍ ﴿٨﴾ ثَانِي

اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو اللہ کے بارے میں بغیر علم، بغیر ہدایت اور بغیر روشن کتاب کے بحث کرتے ہیں ⑧ (تکبر کی وجہ سے حق سے)

عَظْفِهِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ط لَهُ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَنَذِيقُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ

پہلو تہی کرتے ہوئے، تاکہ وہ (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے بہکائے، اس کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور یومِ قیامت ہم اسے جلانے والا عذاب

عَذَابَ الْحَرِيقِ ⑨ ذَلِكَ بِمَا قَدَّمْتَ يَدَكَ وَإِنَّ اللَّهَ لَيُسْ بِظِلَامٍ لِلْعَبِيدِ ⑩

چکھائیں گے ⑨ (کہا جائے گا): یہ اس کا بدلہ ہے جو تیرے دونوں ہاتھوں نے آگے بھجوا، اور بے شک اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے ⑩

تفسیر آیات: 8-10

بدعتیوں اور مگراہوں کے سرداروں کا حال: اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت کریمہ: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ

عَلَّمَ وَيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مَّرِيدٍ ﴿٣٢٢﴾ (الحج 3:22) ”اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو اللہ (کی شان) میں علم (ودانش)

کے بغیر جھگڑتے اور ہر شیطان سرکش کی پیروی کرتے ہیں۔“ میں گمراہوں، جاہلوں اور مقلدوں کے حال کو بیان کیا اور اب

واعیانِ ضلالت اور سردارانِ کفر و بدعت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: **وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ**

وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٌ مُنِيرٌ ﴿٨﴾ ”اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ (کی شان) میں بغیر علم (ودانش) کے اور بغیر ہدایت

کے اور بغیر کباب روغن کے، بھڑکتا ہے۔ یہی نہ اس کے پاس تیج سہل ہے اور نہ تیج صریح سہل بلکہ سہل رائے اور حوا، اس کی جگہ

وجہ سے جھگڑتا ہے۔

اور فرمایا: ﴿ثَانِي عَطْفِهِ﴾ ”(اور تکبر کی وجہ سے) پہلو تہی کرتے ہوئے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر ائمہ تفسیر کا قول ہے کہ

اس کے معنی یہ ہیں کہ جب اسے حق کی طرف دعوت دی جائے تو وہ ازراہ تکبر حق سے منہ موڑ لیتا ہے۔^① مجاہد، ققاده اور مالک

نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ وہ اپنی گردن کو موڑ لیتا ہے۔^(۲) یعنی جب اسے حق کی طرف دعوت دی جائے تو وہ اس

سے اعراض کرتا اور تکبر سے اپنی گردن کو موڑ لیتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَفِي مِثْقَلِ ذَرَّةٍ مِّن مَّا نَسُوا۟ أَن يَسْجُدُوا۟ لِّلرَّبِّهِۦمْ فَنَسُوا۟ كِبَارًا ۚ وَبِئْسَ مَا تَكْتُمُونَ﴾ (ہود: ۶۱) اور ﴿وَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَىٰ النَّاسِ إِذْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ﴾ (ہود: ۷۱)۔

فَتَوَلَّى بِرُكْبِهِ ﴿الْآيَةُ الذَّرِيَّةُ﴾ (39,38:51) ”اور موسیٰ (کے حال) میں (بھی نشانی ہے) جب ہم نے ان کو فرعون کی طرف

ہلے بجز ے کے ساتھ بھیجا تو اس نے اپنی فوت کے سبب رو کر دلی کی.....،“ اور فرمایا: **وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا**

أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يُصَدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا ۝ (النساء 61:4) ”اور جب ان سے کہا جاتا

ہے کہ جو ہم اللہ نے نازل فرمایا ہے اسی کی طرف (رجوع کرو) اور تم میری طرف آؤ لو! آپ منافقوں کو دیکھتے ہیں کہ آپ کی

صرف اے سے سزا دی ہے۔ اور فرمایا: وَإِذَا قِيلَ لَهُم تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّاْ رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ

یصدون وهم مستبدون ﴿۵﴾ اور جب ان سے کہا جائے کہ اے رسول اللہ ہمارے لیے سسرت مائیں

اور میں نے اپنے سر ہلادیا ہے اور آپ ایں دیکھے ہیں کہ ہرگز کے ہرگز کے ہیں۔

① تفسير الطبري: 160, 159/17. ② تفسير الطبري: 159/17 وتفسير ابن أبي حاتم: 2476/8.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَى حَرْفٍ ۖ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ ۚ وَإِنْ أَصَابَتْهُ

اور لوگوں میں سے کوئی اللہ کی عبادت کرتا ہے کنارے (حُک) پر، پھر اگر اسے بھلائی مل گئی تو اس پر مطمئن ہو گیا، اور اگر اسے کوئی آزمائش آ پڑی

فِتْنَةً ۖ انْقَلَبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ۝۱۱ يَدْعُوا

تو اپنے چہرے کے بل پلٹ جاتا ہے، اس نے دنیا اور آخرت میں خسارہ اٹھایا، یہی کھلا خسارہ ہے ۝۱۱ وہ اللہ کے سوا اسے پکارتا ہے جو اسے

مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ ۝۱۲ يَدْعُوا لِمَنْ

نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ اسے نفع دے سکتا ہے۔ یہی دور کی گمراہی ہے ۝۱۲ وہ اسے پکارتا ہے جس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ قریب

ضَرُّهُ أَقْرَبُ مِنْ نَفْعِهِ ۚ لَيْسَ الْمَوْلَىٰ وَلَيْسَ الْعَشِيرُ ۝۱۳

ہے، بلاشبہ وہ برا کارساز ہے اور بلاشبہ وہ برا ساتھی ہے ۝۱۳

لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا: ﴿وَلَا تُصَغِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ﴾ الآية (لقمن 18:31) ”اور (ازراہ غرور) تو لوگوں سے بے رخی نہ کر.....“، یعنی غرور کرتے ہوئے لوگوں سے اعراض نہ کرنا۔ جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿وَإِذَا تُثْلَىٰ عَلَيْهِ أَيْتُنَا وَلَّىٰ مُسْتَكْبِرًا﴾ الآية (لقمن 7:31) ”اور جب اس پر ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو تکبر کرتے ہوئے پھر جاتا ہے.....“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ﴾ ”تا کہ (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے گمراہ کر دے۔“ یا تو اس سے معاندین مراد ہیں یا اس سے مراد یہ ہے کہ ایسا کرنے والے کو ہم نے اس قدر گھٹیا اخلاق پر اس لیے پیدا کیا ہے تا کہ ہم اسے ان لوگوں میں سے بنادیں جو اللہ کے رستے سے گمراہ کرتے ہیں، پھر فرمایا: ﴿لَهُ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ﴾ ”اس کے لیے دنیا میں ذلت ہے۔“ یعنی جس طرح اس نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے اعراض کرتے ہوئے غرور اور تکبر کا اظہار کیا اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اسے دنیا میں ذلت و رسوائی میں مبتلا کر دے گا اور آخرت سے پہلے اسے دنیا ہی میں سزا دے دے گا کیونکہ دنیا ہی اس کا مقصود و مطلوب اور مبلغ علم ہے۔ ﴿وَنُذِيقُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَذَابَ الْحَرِيقِ ۝۹﴾ ”اور ہم قیامت کے دن اسے عذاب (آتش) سوزاں (کامزہ) چکھائیں گے۔“ ﴿ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمْتَ يَدَكَ﴾ ”(اے سرکش!) یہ اس (کفر) کی سزا ہے، جو تیرے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے۔“ نیز جبر و توحیح کے طور پر کہا جائے گا۔ ﴿وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝۱۰﴾ ”اور اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَىٰ سَوَاءِ الْجَحِيمِ ۖ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ۖ ذُقْ ۖ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ۖ إِنَّ هَٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهِ تَمْتَرُونَ ۝﴾ (الدخان 44-50) ”(حکم دیا جائے گا کہ) اس کو پکڑ لو اور کھینچتے ہوئے دوزخ کے پتھوں نیچے لے جاؤ، پھر اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب انڈیل دو، (اب مزہ) چکھ! تو بڑی عزت والا (اور) سردار تھا، بلاشبہ یہی وہ (دوزخ) ہے جس میں تم لوگ شک کیا کرتے تھے۔“

تفسیر آیات: 11-13

کنارے پر کھڑے ہو کر عبادت کرنے کے معنی: مجاہد، قتادہ اور دیگر کئی اہل علم نے ”حَرْفٍ“ کے معنی شک کے بیان

کیے ہیں۔ ^(۱) کچھ اہل علم نے اس کے معنی کنارے کے بیان کیے ہیں، اسی سے حَرْفُ الْجَبَلِ کا محاورہ استعمال ہوتا ہے جس کے معنی پہاڑ کے کنارے کے ہیں۔ ^(۲) اس صورت میں آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ وہ دین میں ایک کنارے سے داخل ہوتا ہے، اگر دین میں اپنی پسند کی چیزیں پائے تو برقرار رہتا ہے ورنہ دین کو چھوڑ دیتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا: ایک آدمی مدینہ میں آتا تھا اگر وہاں اس کی بیوی کے ہاں بیٹا پیدا ہوتا اور اس کے گھوڑوں کی نسل کی بھی افزائش ہوتی تو وہ کہتا کہ اسلام ایک اچھا دین ہے اور اگر اس کی بیوی کے ہاں بیٹا پیدا نہ ہوتا اور اس کے گھوڑوں کی نسل کی افزائش نہ ہوتی تو وہ کہتا کہ یہ ایک برا دین ہے۔ ^(۳)

عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان میں سے ایک شخص جب مدینہ آتا (مدینہ ان دنوں وبا کی زد میں تھا) اور اگر یہاں وہ تندرست رہتا، اس کی گھوڑی ایک خوب صورت بچے کو جنم دیتی اور اس کی بیوی بیٹے کو جنم دیتی تو وہ خوش و خرم ہو کر مطمئن ہو جاتا اور کہتا کہ جب سے میں نے اس دین کو اختیار کیا ہے خیر و بھلائی کو ہی دیکھا ہے۔ ﴿وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ﴾ ”اور اگر کوئی آفت آ پڑے۔“ فتنے کا لفظ بلا اور آفت کے معنی میں ہے، یعنی اگر وہ مدینہ کے بخار میں مبتلا ہو جائے، اس کی بیوی کے ہاں لڑکی پیدا ہو اور اسے صدقہ ملنے میں تاخیر ہو جائے تو اس کے پاس شیطان آ کر کہتا کہ واللہ! جب سے تو نے اس دین کو اختیار کیا ہے تجھے برے حالات ہی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، یہی فتنہ ہے۔ ^(۴) قتادہ، ضحاک، ابن جریج اور کئی ایک ائمہ سلف نے اس آیت کی تفسیر میں اسی طرح فرمایا ہے۔ ^(۵) اور مجاہد نے ﴿اِنْقَلَبْ عَلٰی وَجْهِهِ﴾ ”تو منہ کے بل پلٹ جائے“ کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ پھر کافر ہو جاتا ہے۔ ^(۶)

اور فرمایا: ﴿حَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآٰخِرَةَ﴾ ”اُس نے دنیا میں بھی نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی۔“ دنیا میں بھی اس نے کچھ حاصل نہ کیا اور آخرت میں بھی اللہ عظیم کے ساتھ کفر کرنے کی وجہ سے وہ حد درجے کی شقاوت اور رسوا کر دینے والے عذاب میں مبتلا ہوگا، اسی لیے فرمایا: ﴿ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ﴾ ”یہی تو صریح نقصان ہے۔“ یہ عظیم ترین خسارہ اور انتہائی ناکام و نامراد سودا ہے۔ ﴿يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَمَا لَا يَنْفَعُهُمْ﴾ ”یہ اللہ کے سوا اُسے پکارتا ہے جو نہ اسے نقصان پہنچائے اور نہ فائدہ دے۔“ یعنی یہ بتوں سے فریاد کرتا، مدد مانگتا اور رزق طلب کرتا ہے، حالانکہ یہ نفع و نقصان کا کچھ اختیار نہیں رکھتے۔ ﴿ذٰلِكَ هُوَ الصَّلٰى الْبَعِيْدُ﴾ ”یَدْعُوْا لَنْ ضَرُّهُ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهِ“ ”یہی تو پرلے درجے کی گمراہی ہے (بلکہ) ایسے شخص کو پکارتا ہے جس کا نقصان اس کے فائدے سے زیادہ قریب ہے۔“ یعنی آخرت سے پہلے دنیا ہی میں اس کا نقصان زیادہ ہے اور آخرت میں بھی اس کا یقینی طور پر نقصان ہی نقصان ہوگا۔ ﴿كَيْسَ الْمُوْلِٰى وَلَيْسَ الْعَشِيْرُ﴾ ”بلاشبہ ایسا کارساز بھی برا اور ایسا دوست بھی برا ہے۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ یہ بت کی طرف اشارہ ہے۔ ^(۷)

① تفسیر الطبری: 162,161/17. ② تفسیر القرطبی: 17/12. ③ صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿وَمِنَ النَّاسِ

مَنْ يُّعْبِدُ اللّٰهَ عَلَى حَرْفٍ﴾ (الحج: 22: 11).....، حدیث: 4742. ④ تفسیر الطبری: 161/17. ⑤ تفسیر الطبری:

162,161/17. ⑥ تفسیر الطبری: 161/17. ⑦ تفسیر الطبری: 164/17

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرَى مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

بے شک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، بے شک

إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ⑭

اللہ جو چاہے وہی کرتا ہے ⑭

مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنَّ لَنْ يَنْصُرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ

جو یہ سمجھتا ہو کہ اللہ دنیا اور آخرت میں ہرگز اس (رسول) کی مدد نہ کرے گا تو چاہیے کہ وہ آسمان تک رسی دراز کرے، پھر اسے کاٹ ڈالے اور

لَيَقْطَعَنَّ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُدْهَبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيظُ ⑮ وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۚ وَأَنَّ

دیکھے کہ کیا اس کی تدبیر اس کے غصے کو لے جاتی ہے ⑮ اور اسی طرح ہم نے اس (قرآن) کو واضح آیات کی صورت میں نازل کیا ہے اور

اللَّهُ يَهْدِي مَنْ يُرِيدُ ⑯

بے شک اللہ جسے چاہے اسے ہدایت دیتا ہے ⑯

یعنی اللہ کو چھوڑ کر یہ جو اس بت کو پکارتا ہے تو یہ بت بہت برادر دوست اور بہت برادر مددگار ہے اور بہت براساقتی اور بہت برا ہم نشین ہے۔

تفسیر آیات: 14

نیک لوگوں کا بدلہ: اللہ تعالیٰ نے پہلے بد بخت اہل ضلالت کا ذکر کیا اور اب سعادت مند، ابرار و نیکو کار لوگوں کا ذکر فرما رہا ہے جو دل و جان سے ایمان لائے اور اعمال صالحہ کے ساتھ اپنے ایمان پر مہر تصدیق ثبت کی۔ انھوں نے ہر طرح کے اعمال صالحہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور تمام برے کاموں کو ترک کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے ان اطاعت گزار و فرماں بردار بندوں کو بہشت بریں کے بلند و بالا درجات سے سرفراز فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ضلالت و شقاوت کو گمراہ کر دیا اور اپنے ان پاکباز و پاک زاد بندوں کو ہدایت سے سرفراز فرمایا، اس لیے کہ ﴿إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ﴾ ⑭ ”کچھ شک نہیں کہ اللہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔“

تفسیر آیات: 15، 16

اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو یقیناً فتح و نصرت عطا فرمائے گا: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص یہ گمان کرتا ہو کہ اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کی دنیا و آخرت میں مدد نہیں فرمائے گا، ﴿فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لَيَقْطَعَنَّ﴾ ”تو اس کو چاہیے کہ اوپر کی طرف (اپنے گھر کی چھت میں) ایک رسی باندھے، پھر (اس سے اپنا) گلا گھونٹ لے۔“ ① مجاہد، عکرمہ، عطاء، ابو جوزاء اور قتادہ وغیرہ نے اس آیت کی تفسیر اسی طرح بیان کی ہے۔ ② آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ جو

① تفسیر الطبری: 166/17 والمستدرک للحاکم، التفسیر، تفسیر سورة الحج: 386/2، حدیث: 3453. ② تفسیر

الطبری: 165/17-168.

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِينَ وَالنَّصَارَى وَالْمَجُوسَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا ۖ

بے شک جو لوگ ایمان لائے، اور جو یہودی ہوئے، اور صابی (بے دین) اور نصاریٰ اور مجوسی اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے ساتھ شرک کیا،

إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿١٧﴾

بے شک اللہ ان کے مابین یوم قیامت فیصلہ کرے گا، یقیناً اللہ ہر شے پر شاہد ہے ﴿١٧﴾

شخص یہ گمان کرتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر محمد ﷺ، اپنی کتاب قرآن مجید اور اپنے دین اسلام کی مدد نہیں فرمائے گا تو اسے چاہیے کہ اگر اس کا غصہ ٹھنڈا ہو سکتا ہو تو وہ خود کشتی کر لے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو اپنے پیغمبر کو یقیناً فتح و نصرت سے سرفراز فرمائے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ۝﴾ (المؤمن 51:40) ”بلاشبہ ہم اپنے پیغمبروں کی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کی دنیاوی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور اس دن بھی (مدد کریں گے) جب گواہ کھڑے ہوں گے۔“

اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُدْهَبَ كَيْدُهُ مَا يَعْتَظُ ۝﴾ ”پھر دیکھ لے آیا یہ تدبیر اس کے غصے کو دور کر دیتی ہے۔“ سدی کہتے ہیں، یعنی محمد ﷺ کے بارے میں اسے جو غصہ ہے۔ عطاء خراسانی کا قول ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ پھر وہ دیکھے کہ اس کے سینے میں جو غم و غصہ ہے کیا وہ اس طرح کرنے سے دور ہو جائے گا۔ ﴿وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۝﴾ ”اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو واضح آیات (کی شکل) میں اتارا ہے۔“ یعنی لفظ و معنی کے اعتبار سے یہ آیات بالکل روشن، واضح اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہیں۔ ﴿وَإِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يُرِيدُ ۝﴾ ”اور بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔“ وہ جسے چاہتا گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرما دیتا ہے اور اس میں اس کی حکمت تائید اور حجت قاطعہ کارفرما ہوتی ہے۔ ﴿لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ ۝﴾ (الأنبياء 23:21) ”وہ جو کام کرتا ہے اس سے نہیں پوچھا جا سکتا اور (جو کام لوگ کرتے ہیں اس کی) ان سے پرسش ہوگی۔“ یعنی اس کی حکمت، رحمت، عدل، علم، غلبہ اور عظمت کی وجہ سے اس کے حکم کو ٹالنا لائیں جا سکتا اور وہ اپنے بندوں سے بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

تفسیر آیت: 17

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرقوں میں فیصلہ فرمائے گا: اللہ تعالیٰ مختلف ادیان سے وابستہ لوگوں، یعنی مومنوں، یہودیوں، صابیوں۔ صابیوں سے مراد کون لوگ ہیں؟ نیز ان کے بارے میں اختلاف کو قبل ازیں سورہ بقرہ کی تفسیر میں بیان کیا جا چکا ہے۔ عیسائیوں، مجوسیوں اور مشرکوں کے بارے میں قیامت کے دن فیصلہ فرمائے گا اور عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا۔ ان میں سے ایمان لانے والوں کو جنت میں داخل فرمائے گا جبکہ کفر کرنے والوں کو جہنم رسید کرے گا، اس لیے کہ وہ ذات پاک ان کے افعال کی گواہ، ان کے اقوال کا ریکارڈ رکھنے والی اور ان کی مخفی باتوں اور دلوں کی دھڑکنوں کو

﴿دیکھیے البقرہ، آیت: 62 کے تحت عنوان: ”صابین سے کون لوگ مراد ہیں؟“﴾

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو کوئی آسمانوں میں اور جو کوئی زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ

وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ ط وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ

اور درخت اور جانور اور بہت سے لوگ (بھی۔) اور بہت سوں پر اس کا عذاب ثابت ہو چکا ہے اور جسے اللہ ذلیل کرے تو اسے کوئی عزت دینے

الْعَذَابُ ط وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُّكْرِمٍ ط إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ط

والا نہیں، بے شک اللہ جو چاہے کرتا ہے ⑮

جاننے والی ہے۔

تفسیر آیت: 18

ہر چیز اللہ کو سجدہ کرتی ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ صرف اسی وحدہ لا شریک کی ذات پاک ہی مستحق عبادت ہے اور

اس کی عظمت کے باعث خوشی یا ناخوشی سے ہر چیز اسے سجدہ کرتی ہے اور ہر چیز کا سجدہ اس کے مناسب حال ہے جیسا کہ فرمایا:

﴿أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى مَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ يَتَفَتَّحُونَ ظِلُّهُ لَعَنَ الْيَمِينِ وَالشَّامِلِ سُبْحًا لِلَّهِ وَهُمْ ذُرُوءٌ ۝﴾ (النحل

48:16) ”کیا یہ لوگ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو نہیں دیکھتے کہ جن کے سائے دائیں سے (بائیں کو) اور بائیں سے (دائیں کو)

ڈھلتے ہیں (یعنی) اللہ کے آگے بجز واکسار کرتے ہوئے سجدے میں پڑے رہتے ہیں۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ

يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ﴾ ”کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ جو (مخلوق) آسمانوں میں ہے اور جو زمین

میں ہے یقیناً اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔“ یعنی آسمانوں کے فرشتے اور دیگر تمام جہانوں میں بسنے والی مخلوقات، مثلاً: انسان، جن،

چوپائے اور پرندے وغیرہ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يَسْبُحُ بِحَمْدِهِ﴾ (الآیۃ بنی اسرائیل 44:17) ”اور

مخلوقات میں سے کوئی چیز نہیں مگر اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتی ہے۔“

سورج بھی ہر روز عرشِ تلے سجدہ کرتا ہے: فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ﴾ ”اور سورج اور

چاند اور ستارے“ ان کا بطور خاص اس لیے ذکر کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی پوجا کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے

کہ یہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں پیدا فرمایا، مخر کیا اور یہ سب اپنے خالق کے حضور سجدہ ریز ہیں، اس لیے:

﴿لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ﴾ (خم السجدہ 41:37) ”تم لوگ نہ تو سورج کو سجدہ کرو اور

نہ چاند کو بلکہ اللہ ہی کو سجدہ کرو جس نے ان (چیزوں) کو پیدا کیا ہے۔“ صحیحین میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: يَا أَبَا ذَرٍّ! هَلْ تَدْرِي أَيْنَ تَذْهَبُ هَذِهِ الشَّمْسُ؟ [؟]، قَالَ: فَإِنَّهَا تَذْهَبُ حَتَّى تَسْجُدَ

تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَسْتَأْذِنُ..... وَيُوشِكُ..... فَيَقَالُ لَهَا: ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ [اے ابوذر! کیا تم جانتے ہو کہ

یہ سورج کہاں جاتا ہے؟] میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”یہ جاتا ہے اور عرش

کے نیچے سجدہ کرتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کرتا ہے..... اور قریب ہے..... کہ (ایک دن) اس سے کہا جائے کہ

جہاں سے آیا ہے وہاں لوٹ جا۔^①

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص آیا اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! رات میں نے خواب میں دیکھا، گویا میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں جب میں نے سجدہ کیا تو میرے سجدہ کرنے کی وجہ سے درخت نے بھی سجدہ کیا اور میں نے سنا کہ درخت سجدے میں کہہ رہا تھا: [اللَّهُمَّ اَلْكُتُبُ لِي بِهَا عُنْدَكَ اُجْرًا، وَضَعُ عَنِّي بِهَا وَزْرًا، وَاجْعَلْهَا لِي عِنْدَكَ دُخْرًا، وَتَقَبَّلْهَا مِنِّي كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ] ”اے اللہ! تو اس سجدے کو قبول فرما اور اس کا ثواب اپنے ہاں لکھ دے اور اس کے سبب سے تو گناہوں کا بوجھ مجھ سے دور کر دے اور اس سجدے کو تو میرے لیے اپنے ہاں ذخیرہ بنا دے اور تو اس سجدے کو میری طرف سے ایسے ہی قبول فرما لے جیسے تو نے اپنے بندے داود علیہ السلام سے قبول فرمایا تھا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آیت سجدہ کی تلاوت فرمائی، پھر سجدہ کیا تو میں نے سنا کہ آپ سجدے میں وہی کلمات کہہ رہے تھے جن کے بارے میں اس شخص نے بتایا تھا کہ اس نے درخت سے حالت سجدہ میں یہ الفاظ سنے ہیں۔ اس کو امام ترمذی اور ابن ماجہ نے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔^②

اور فرمایا: ﴿وَالدَّوَابُّ﴾ ”اور (سارے) حیوانات“ حدیث میں ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حیوانوں کی پشتوں کو منبر بنانے سے منع کرتے ہوئے فرمایا: [قُرْبُ مَرْكُوبَةٍ خَيْرٌ مِّنْ رَّاكِبِهَا، هِيَ أَكْثَرُ ذِكْرًا لِلَّهِ تَعَالَى مِنْهُ] ”ہو سکتا ہے کہ بہت سی سواریاں اپنے سوار سے بہتر اور اللہ تعالیٰ کا زیادہ ذکر کرنے والی ہوں۔“^③

فرمان الہی ہے: ﴿وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ﴾ ”اور بہت سے لوگوں میں سے بھی۔“ یعنی خوشی سے، اپنے اختیار سے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے اسے سجدہ کرتے ہیں۔ ﴿وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ﴾ ”اور بہت سے ایسے ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے۔“ یعنی ایسے لوگ جو غرور و تکبر کے باعث اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ ﴿وَمَن يُّهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِن مُّكْرَمٍ﴾ ”اور جس شخص کو اللہ ذلیل کرے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں، بے شک اللہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔“

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا قَرَأَ ابْنُ آدَمَ السَّجْدَةَ فَسَجَدَ، إِعْتَزَلَ

① پہلا حصہ صحیح مسلم، الإيمان، باب الزمن الذي.....، حدیث: (401)-159 اور دوسرا حصہ صحیح البخاری، بدء

الخلق، باب صفة الشمس والقمر.....، حدیث: 3199 کے مطابق ہے۔ ملاحظہ: ابن کثیر کی ترتیب سے ذکر کردہ الفاظ صحیحین میں

کہیں نہیں ملے۔ ② جامع الترمذی، الجمعة، باب ما جاء ما يقول في سجود القرآن؟ حدیث: 579 و سنن ابن ماجہ،

إقامة الصلوات، باب سجود القرآن، حدیث: 1053 و صحیح ابن حبان، الصلاة، ذكر ما يدعو المرء في سجود التلاوة

.....: 474، 473/6، حدیث: 2768. ③ مسند أحمد: 440/3 و مجمع الزوائد، الأدب، باب النهي عن اتخاذ الدواب

كراسی: 200، 199/8، حدیث: 13225 و المعجم الكبير للطبرانی: 193/20 عن معاذ بن أنس رضی اللہ عنہ، البتہ یہ حدیث ضعیف

ہے، مزید دیکھیے الموسوعة الحديثية (مسند أحمد): 404-407/24.

هٰذِهِ خَصْمِينَ فِي رَبِّهِمْ ذَاكَ الَّذِي كَفَرُوا قُطِعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ تَارٍ

یہ دو جھگڑنے والے (گروہ) ہیں جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا، چنانچہ جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے آگ کے پڑے کاٹے

يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ ۖ يُصْهِرُ بِهِ مَا فِي بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ ۖ ۲۰

جائیں گے، ان کے سروں کے اوپر سے کھولتا پانی انڈیلا جائے گا (۱۹) اس سے وہ سب کچھ گل جائے گا جو ان کے پیٹوں میں ہے اور (ان کی) کھالیں

وَلَهُمْ مَّقَامِعٌ مِّنْ حَدِيدٍ ۖ ۲۱ كَلِمًا أَرَادُوا أَن يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ أُعِيدُوا فِيهَا ۖ

بھی (۲۰) اور ان (کو ہارنے) کے لیے لوہے کے تھوڑے ہوں گے (۲۱) اور وہ جب بھی مارے غم کے اس سے باہر نکلنے کا ارادہ کریں گے، اسی میں لوٹا

وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ۖ ۲۲

دیے جائیں گے اور (کہا جائے گا): بے شک جلائے والا عذاب چکھو! (۲۲)

الشَّيْطَانُ يَبْكِي، يَقُولُ: يَا وَيْلَهُ! أُمِرَ ابْنُ آدَمَ بِالسُّجُودِ فَسَجَدَ، فَلَهُ الْجَنَّةُ، وَأُمِرْتُ بِالسُّجُودِ فَأَبَيْتُ فَلَيَ النَّارِ! ”جب ابن آدم سجدے کی آیت کو پڑھتا اور سجدہ کرتا ہے تو شیطان الگ ہو کر رونا شروع کر دیتا ہے اور کہتا ہے: ہائے افسوس! ابن آدم کو سجدے کا حکم دیا گیا تو اس نے سجدہ کیا اور اس کے لیے جنت ہے اور مجھے بھی سجدے کا حکم دیا گیا مگر میں نے انکار کیا اور میرے لیے جہنم ہے!“ (۱)

اس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ امام احمد نے عقبہ بن عامر کی روایت کو بیان کیا ہے انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا سورۃ حج کو دو سجدوں کی وجہ سے باقی تمام سورتوں پر فضیلت حاصل ہے؟ آپ نے فرمایا: [نَعَمْ! وَمَنْ لَّمْ يَسْجُدْهُمَا فَلَا يَقْرَأْهُمَا] ”ہاں! تو جو یہ دو سجدے نہ کرے وہ انہیں نہ پڑھے۔“ (۲) اس کو امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے (بھی) روایت کیا ہے۔ (۳)

امام ابوداؤد نے ”المراسیل“ میں خالد بن معدان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فُضِّلَتْ سُورَةُ الْحَجِّ عَلَى الْقُرْآنِ بِسَجْدَتَيْنِ] ”سورۃ حج کو قرآن (کی دیگر تمام سورتوں) پر دو سجدوں کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے۔“ (۴) امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مسند میں بھی بیان کی گئی ہے، یعنی ایک اور سند سے لیکن وہ صحیح نہیں ہے۔ حافظ ابوبکر اسماعیلی نے ابوجہم سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جابیہ میں سورۃ حج میں دو سجدے کیے اور فرمایا: اس سورت کو دو سجدوں کی وجہ

① صحیح مسلم، الإیمان، باب بیان إطلاق اسم الکفر.....، حدیث: 81. ② مسند أحمد: 151/4، یہ الفاظ: [وَمَنْ لَّمْ يَسْجُدْهُمَا فَلَا يَقْرَأْهُمَا] ضعیف ہیں۔ دیکھیے الموسوعة الحديثية (مسند أحمد): 504، 503/28. ③ سنن أبي داود، سجود القرآن، باب تفریع أبواب السجود.....، حدیث: 1402 وجامع الترمذی، الصلاة، باب ما جاء فی السجدة فی الحج، حدیث: 578 مزید دیکھیے هداية الرواة، الصلاة: 456/1، حدیث: 988. ④ المراسیل، باب ما جاء فی السجود، حدیث: 78 و مسند أحمد: 151/4 والسنن الكبرى للبيهقي، الصلاة، باب سجدة الحج: 317/2 اور تفصیل کے لیے دیکھیے صحیح سنن أبي داود (مفصل) للألبانی، الصلاة، باب تفریع أبواب السجود، وکم سجدة فی القرآن؟ 148-145/5 و الموسوعة الحديثية (مسند أحمد): 595-593/28.

فے فضیلت حاصل ہے۔^① امام ابو داؤد اور ابن ماجہ نے عمرو بن عاصؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں قرآن مجید میں پندرہ سجدے پڑھائے تھے ان میں سے تین مفصل سورتوں میں اور دو سورہ حج میں۔^② یہ تمام شواہد ایک دوسرے کے لیے باعث تقویت ہیں۔

تفسیر آیات: 19-22

سبب نزول: صحیحین میں ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ وہ قسم کھا کر فرمایا کرتے تھے کہ یہ آیت: ﴿هَذِهِ خَصْلَتُ الْخَاصَّةِ﴾ **فِي رَبِّهِمْ** ”یہ دو جھگڑنے والے اپنے پروردگار (کے بارے) میں جھگڑتے ہیں۔“ حمزہ ؓ اور ان کے دونوں ساتھیوں اور عتبہ اور اس کے دونوں ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی جب وہ بدر میں ایک دوسرے کے بالمقابل صف آرا ہوئے تھے۔ امام بخاریؒ نے اس آیت کی تفسیر میں اسے بیان کیا ہے۔^③ پھر امام بخاریؒ نے علی بن ابوطالبؓ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جھگڑے کے لیے کھڑا ہوں گا۔ قیس کہتے ہیں کہ انھی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے جنھوں نے بدر کے دن ایک دوسرے سے مقابلہ کیا تھا، یعنی علی، حمزہ اور عبیدہ، شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ۔ اسے صرف امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے۔^④

ابن ابونجیح نے مجاہد سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس میں کافر و مومن کی مثال کو بیان کیا گیا ہے جن کا بعثت کے بارے میں جھگڑا ہے۔^⑤ نیز ایک دوسری روایت کے مطابق مجاہد اور عطاء سے اس آیت کریمہ کے بارے میں مروی ہے کہ یہ مومنوں اور کافروں کے بارے میں ہے۔^⑥ مجاہد اور عطاء کا یہ قول تمام اقوال پر مشتمل ہے، اس میں غزوہ بدر کا قصہ بھی آجاتا ہے اور دیگر تمام قصص و واقعات بھی کیونکہ مومن اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت چاہتے ہیں جبکہ کافر نور ایمان کو بجھا دینا حق کو مغلوب اور باطل کو غالب کرنا چاہتے ہیں، ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔^⑦ اور یہ ایک اچھا قول ہے۔

کفار کی سزا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ﴾ ”تو جو کافر ہیں ان کے لیے آگ کے کپڑے قطع کیے جائیں گے۔“ یعنی ان کے لیے آگ کے ٹکڑے الگ کیے جائیں گے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ انھیں تانبے کے کپڑے پہنائے جائیں گے، تانبا ایک ایسی چیز ہے کہ اسے جب گرم کیا جائے تو اس کی حرارت سب سے زیادہ شدید ہوتی ہے۔^⑧ ﴿يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ ۖ يُصْهِرُ بِهِ مَا فِي بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ ۚ﴾ ”اور ان

① السنن الكبرى للبيهقي، الصلاة، باب سجدة الح: 317/2. سنن أبي داود، سجود القرآن، باب تفریع

أبواب السجود.....؟؟؟ حدیث: 1401 وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب عدد سجود القرآن، حدیث: 1057. یہ

حدیث ضعیف ہے، دیکھیے تمام المنة للألبانی، باب سجود التلاوة، ص: 267، 268. ③ صحیح البخاری، التفسیر، باب

قوله: ﴿هَذِهِ خَصْلَتُ الْخَاصَّةِ﴾ (الحج: 22)، حدیث: 4743. ④ صحیح البخاری، التفسیر، باب

قوله: ﴿هَذِهِ خَصْلَتُ الْخَاصَّةِ﴾ (الحج: 22)، حدیث: 4744. ⑤ تفسیر الطبری: 174/17 وتفسیر ابن

أبي حاتم: 2480/8. ⑥ تفسیر الطبری: 173/17. ⑦ تفسیر الطبری: 174/17. ⑧ تفسیر القرطبي: 26/12 وتفسیر

ابن أبي حاتم: 2481/8.

کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا، اس سے ان کے پیٹوں کے اندر کی چیزیں اور کھالیں گل جائیں گی۔“ یعنی جب ان کے سروں پر سخت گرم اور کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا تو اس سے ان کے پیٹ کے اندر کی چیزیں اور ان کی کھالیں گل جائیں گی۔ ابن جریر نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ الْحَمِيمَ لَيُصَبُّ عَلَى رُؤُوسِهِمْ، فَيَنْفُذُ الْجُمُحُمَةَ حَتَّى يَخْلُصَ إِلَى جَوْفِهِ، فَيَسْلُتُ مَا فِي جَوْفِهِ حَتَّى يَبْلُغَ قَدَمَيْهِ وَهِيَ الصَّهْرُ، ثُمَّ يُعَادُ كَمَا كَانَ] بلاشبہ جب کھولتا ہوا پانی ان کے سروں پر ڈالا جائے گا تو وہ کھوپڑیوں سے ہوتا ہوا اس کے پیٹ کے اندر پہنچ جائے گا تو وہ پیٹ کے اندر کی تمام چیزوں کو اکٹھا کر کے اس کے دونوں پاؤں تک لے جائے گا۔ اور صہر کے یہی معنی ہیں، پھر اسے پہلی حالت میں لوٹا دیا جائے گا۔^① اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا اور حسن صحیح قرار دیا ہے۔^② امام ابن ابی حاتم نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔^③ پھر ابن ابی حاتم نے عبد اللہ بن سریج سے روایت کیا ہے کہ اس کے پاس فرشتہ آئے گا جس نے شدت حرارت کی وجہ سے برتن کو دو چٹنوں کے ساتھ اٹھایا ہوا ہوگا، جب وہ برتن کو اس کے منہ کے قریب کرے گا تو یہ اس سے نفرت کرے گا، پھر فرشتہ ہتھوڑا اٹھا کر اس کے سر پر دے مارے گا جس سے اس کا دماغ پھٹ جائے گا پھر وہ اس کے دماغ پر اس برتن کو اوندیل دے گا تو وہ گرم پانی دماغ سے ہو کر اس کے پیٹ تک پہنچ جائے گا پس اس ارشاد باری تعالیٰ کے یہ معنی ہیں: ﴿يَصْهَرُ بِهِ مَا فِي بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ﴾^④ ”اس سے ان کے پیٹوں کے اندر کی چیزیں اور کھالیں گل جائیں گی۔“^⑤ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَلَهُمْ مَقَامِعٌ مِنْ حَدِيدٍ﴾^⑥ ”اور اُن (کے مارنے ٹھوکنے) کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے“ کے بارے میں فرمایا ہے کہ کافروں کو لوہے کے ہتھوڑوں سے مارا جائے گا جس سے ان کا ایک ایک عضو ٹوٹ جائے گا اور وہ موت کو پکاریں گے۔^⑦

اور فرمایا: ﴿كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ أُعِيدُوا فِيهَا﴾^⑧ ”جب وہ چاہیں گے کہ اسی رنج و تکلیف کی وجہ سے اس (دوزخ) سے نکل جائیں تو پھر اسی میں لوٹا دیے جائیں گے۔“ اعمش نے ابو ظبیان سے اور انھوں نے سلیمان سے روایت کیا ہے کہ آگ سیاہ اور سخت کالی ہوگی، اس کے شرارے یا انگارے میں چمک نہیں ہوگی، پھر انھوں نے اسی آیت کریمہ کو پڑھا: ﴿كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ أُعِيدُوا فِيهَا﴾^⑨ ”جب وہ چاہیں گے کہ اس رنج (تکلیف کی وجہ) سے (دوزخ سے) نکل جائیں تو پھر اسی میں لوٹا دیے جائیں گے۔“ اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ﴾^⑩ ”اور (کہا جائے گا کہ) جلنے کے عذاب (کے مزے) کو پکچتے رہو۔“ اسی طرح ہے^⑪ جیسا کہ یہ ہے: ﴿وَقِيلَ لَهُمْ ذُوقُوا عَذَابَ

① تفسیر الطبری: 17/175. ② جامع الترمذی، صفة جهنم، باب ماجاء فی صفة شراب أهل النار، حدیث: 2582

ومسند أحمد: 2/374 والمستدرک للحاکم، التفسیر، تفسیر سورة الحج: 2/387، حدیث: 3458. ③ طوطی: دیکھیے السلسلة

الصحيحة: 7/1382، حدیث: 3470، والموسوعة الحديثية (مسند أحمد): 14/452، 453. ④ تفسیر ابن ابی حاتم:

2481/8. ⑤ تفسیر ابن ابی حاتم: 17/2481 عن السدی. ⑥ الد والمنثور: 4/629 اور ”وہ موت کو پکاریں گے۔“ یہ جملہ

تفسیر الطبری: 17/177 میں سعید بن جبیر سے ہے۔ ⑦ تفسیر الطبری: 17/178.

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے یقیناً اللہ ان کو (اپنے) باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہاں انھیں

يُحَلِّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ۚ وَهُدًى ۚ

سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور وہاں ان کا لباس ریشم کا ہوگا ۚ (اور (دنیا میں) انھیں پاکیزہ بات (توحید) کی ہدایت دی گئی،

إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَهُدًى إِلَى صِرَاطٍ الْحَقِّ ۚ

اور قابل تعریف (اللہ کی) راہ دکھائی گئی ۚ

النَّارِ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ۝ (السجدة 20:32) ”اور ان سے کہا جائے گا کہ جس دوزخ کے عذاب کو تم جھوٹ سمجھتے تھے، اس (کے مزے) کو چکھو۔“ معنی کلام یہ ہیں کہ انھیں قولاً اور فعلاً دونوں طرح عذاب دے کر ذلیل و رسوا کیا جائے گا۔

تفسیر آیات: 24، 23

مومنوں کی جزا: اللہ تعالیٰ نے پہلے اہل دوزخ کے حال کو بیان فرمایا۔ ہم ان کے حال میں مبتلا ہونے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ کہ انھیں کس طرح عذاب اور سزا دی جائے گی، جلنے کے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا، پاؤں میں لوہے کی بیڑیاں پہنائی جائیں گی اور جہنم کی آگ کا لباس پہنایا جائے گا اور اب اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے حال کو بیان فرمایا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں بھی محض اپنے فضل و کرم سے جنت میں داخل فرمادے۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾ ”جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے بلاشبہ اللہ ان کو بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے تلے نہریں بہ رہی ہیں۔“ یعنی بہشتوں کے اطراف و اکناف میں اور ان کے درختوں اور مٹکوں کے نیچے نہریں رواں دواں ہیں اور وہ جہاں چاہیں گے اور جس طرف چاہیں گے ان کے رخ کو تبدیل کر سکیں گے۔

سونے چاندی کے کنگن اور ریشم کا لباس: ﴿يُحَلِّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا﴾ ”وہاں ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے۔“ یعنی ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے جیسا کہ متفق علیہ حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿تَبْلُغُ الْحَلِیَّةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوُضُوءُ﴾ ”مومن کو وہاں تک زیور پہنایا جائے گا جہاں تک اس کے وضو کا پانی پہنچے گا۔“ ①

اور فرمایا: ﴿وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ﴾ ② ”وہاں ان کا لباس ریشمی ہوگا۔“ یعنی جہنمیوں کے آگ کے لباس کے

① صحیح بخاری میں یہ الفاظ ہمیں نہیں ملے جبکہ اس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ الفاظ: فَغَسَلَ يَدَيْهِ حَتَّى بَلَغَ إِبْطَهُ..... أَشَى ۚ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: مَنَّتْهُي الْحَلِیَّةُ ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بغل تک اپنے ہاتھوں کو دھویا..... (پھر ان سے پوچھا گیا:)

کیا اس کے متعلق آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: زیور (پہنناے جانے) کی حد (وہاں تک ہوگی جہاں تک

وضو کا پانی پہنچتا رہا۔)“ صحیح البخاری، اللباس، باب نقض الصور، حدیث: 5953، البتہ صحیح مسلم، الطہارۃ، باب

تبلغ الحلیۃ.....، حدیث: 250 میں یہ الفاظ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صراحت کے ساتھ مرفوعاً ثابت ہیں۔

مقابلے میں انھیں ریشمی لباس پہنایا جائے گا جو طلّس اور سندس کے ریشم سے بنا ہوگا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿عَلَيْهِمْ شِيَاكُ سُنْدُسٍ خُصْرٌ وَاسْتَبْرَقٌ وَحُلُوءٌ اَسَاوِرَ مِنْ فِصَّةٍ ۖ وَسَقَمَهُمْ رِبَهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ۝ اِنَّ هَذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَشْكُورًا ۝﴾ (الدھر 21: 22) ”اُن (کے بدنوں) پر باریک سبز اور دیزریشم کے کپڑے ہوں گے اور انھیں چاندی کے لنگن پہنائے جائیں گے اور اُن کا پروردگار انھیں نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا، یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری کوشش (اللہ کے ہاں) مقبول ہوئی۔“

صحیح حدیث میں ہے: [لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيرَ (وَلَا الدِّيَّاجَ فِي الدُّنْيَا) فَإِنَّهُ مِنْ لَبَسَةٍ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسُهُ فِي الْآخِرَةِ] ”دنیا میں ریشم اور دیاج نہ پہنو کیونکہ جس نے اسے دنیا میں پہنا وہ اسے آخرت میں نہیں پہنے گا۔“^① عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جو آخرت میں ریشم نہیں پہنے گا وہ جنت میں داخل ہی نہیں ہوگا کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ۝﴾ ”اور وہاں ان کا لباس ریشمی ہوگا۔“^②

مومنوں کا روز قیامت خیر مقدم اور بہشت بریں میں داخلہ: اور فرمایا: ﴿وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۝﴾ ”اور (دنیا میں) ان کو پاکیزہ بات (توحید) کی ہدایت کی گئی۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَادْخُلِ الَّذِينَ آمَنُوا وَحِمِلُوا الصَّلِاحَ جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ تَحِيَّةٌ لَهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ۝﴾ (ابراہیم 23: 14) ”اور جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے وہ بہشتوں میں داخل کیے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، اپنے پروردگار کے حکم سے ہمیشہ اُن میں رہیں گے، وہاں ان کی (ملاقات کی) دعا ”سلام“ ہوگی۔“ اور فرمایا: ﴿وَاللَّيْلُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلَامٌ عَلَيْهِمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝﴾ (الرعد 4، 23: 13) ”اور فرشتے (بہشت کے) ہر ایک دروازے سے اُن کے پاس آئیں گے (اور کہیں گے): تم پر رحمت ہو (یہ) تمہاری ثابت قدمی کا بدلہ ہے اور عاقبت کا گھر خوب (گھر) ہے۔“ اور فرمایا: ﴿لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا ۝ إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا ۝﴾ (الواقعة 26، 25: 56) ”وہاں نہ بیہودہ بات سنیں گے اور نہ گناہ کی بات، مگر یہ کہنا: سلام ہے سلام ہے۔“ یعنی انھیں ایک ایسی جگہ عطا کی جائے گی جہاں وہ پاکیزہ کلام ہی سماعت فرمائیں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَيَلْقَوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا ۝﴾ (الفرقان 75: 25) ”اور وہاں ان کا دعا و سلام کے ساتھ استقبال ہوگا۔“ وہ دوزخیوں سے ایسے کلام کے ساتھ مخاطب ہوں گے جس میں ان کے لیے ڈانٹ ڈپٹ اور سرزنش ہو گی اور وہ ان سے کہیں گے: ﴿وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ۝﴾ (الحج 22: 22) ”اور جلنے کے عذاب (کے مزے) کو چکھتے رہو۔“ اور اس کا فرمان ہے: ﴿وَهُدُوا إِلَى صِرَاطِ الْحَمِيدِ ۝﴾ ”اور (اللہ) تعریف کیے ہوئے کی راہ بتائی گئی۔“ یعنی ایسی جگہ کی طرف ان کی رہنمائی کی گئی جس میں وہ اپنے رب تعالیٰ کے احسانات و انعامات پر اور جو اس نے ان کو ہدایت دی ہے

① صحیح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم لبس الحرير.....، حدیث: (11)-2069 عن عمر رضی اللہ عنہ، جبکہ توسین والے الفاظ کچھ تقدیم و تاخیر کے ساتھ صحیح البخاری، الأطعمة، باب الأكل في إثناء مفضض، حدیث: 5426 و صحیح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم استعمال.....، حدیث: (5)-2067 عن حذيفة رضی اللہ عنہ، میں ہیں۔ ② مسند أحمد: 37/1.

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ (لوگوں کو) اللہ کی راہ اور مسجد حرام سے روکتے ہیں جسے ہم نے (سب) لوگوں کے لیے بنایا ہے،

لِلنَّاسِ سَوَاءٌ الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِطُ وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِالْحَادِ بِظُلْمٍ نُزِقْهُ مِنْ

اس میں مقیم اور بادیہ نشین (باہر سے آنے والے) برابر ہیں، اور جو اس میں ظلم کے ساتھ کج روی کا ارادہ کرے ہم اسے نہایت دردناک

عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝۲۵

عذاب پکھائیں گے ۝۲۵

اس پر اس کی حمد بیان کریں گے۔ حدیث صحیح میں ہے: [يُلْهَمُونَ التَّسْبِيحَ وَالتَّحْمِيدَ، كَمَا يُلْهَمُونَ النَّفْسَ] ”اہل جنت کو تسبیح و تحمید اس طرح القا کی جائے گی جس طرح ان کے سانس کی آمد و شد جاری ہوگی۔“^① بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت کریمہ: ﴿وَهَدُّوَ إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ﴾ میں طیب سے مراد قرآن مجید ہے۔^② بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد لا الہ الا اللہ ہے۔^③ اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد مسنونہ اذکار ہیں۔^④ اور صراطِ حمید سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں انھیں صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی گئی۔^⑤ اور ان تمام اقوال کا مفہوم ایک ہی ہے، لہذا ان میں کوئی تضاد نہیں۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

تفسیر آیت: 25

اللہ کے رستے اور مسجد حرام سے روکنے والوں کے لیے وعید: اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کی تردید فرمائی ہے جنھوں نے مومنوں کو مسجد حرام میں آنے اور مناسک ادا کرنے سے روک دیا تھا اور دعویٰ کیا تھا کہ وہ اس مسجد کے متولی ہیں، حالانکہ ﴿وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَ﴾ ط إِنَّ أَوْلِيَاءَ ذَٰلِكَ إِلَّا الْمُتَّقُونَ (الآیۃ الانفال: 34) ”اور وہ اس مسجد کے متولی بھی نہیں ہیں، اس کے متولی تو صرف پرہیزگار ہیں“ یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سورت مدنی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں فرمایا: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ﴾ ط قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ ط وَصَدُّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرًا بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ (الآیۃ البقرہ: 217) ”(اے محمد!) لوگ آپ سے حرمت والے مہینوں میں لڑائی کرنے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، کہہ دیجیے: ان میں لڑنا بڑا (گناہ) ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اس سے کفر کرنا اور مسجد حرام (سے روکنا) اور اہل مسجد کو اس میں سے نکال دینا (جو یہ کفار کرتے ہیں) اللہ کے نزدیک سب سے بڑا (گناہ) ہے“

① صحیح مسلم، الجنة وصفة نعيمها.....، باب في صفات الجنة وأهلها.....، حديث: 2835 ومسند أحمد: 354/3

عن جابر بن عبد الله ؓ . ② تفسير القرطبي: 31، 30/12 . ③ تفسير الطبري: 179/17 وتفسير ابن أبي حاتم:

2483/8 وتفسير البغوي: 332/3 . ④ تفسير الطبري: 179/17 . ⑤ تفسير القرطبي: 31/12 وتفسير الطبري:

اور یہاں فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ”بے شک جو لوگ کافر ہیں اور (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے اور مسجد حرام سے روکتے ہیں۔“ یعنی کافروں کی نشانی یہ ہے کہ وہ اپنے کفر کے ساتھ ساتھ لوگوں کو اللہ کے رستے سے اور مسجد حرام میں جانے سے بھی روکتے ہیں، یعنی وہ مسجد حرام میں آنے والے مومنوں کو اس سے روکتے ہیں، حالانکہ حقیقت میں مومن ہی اسی مسجد محترم کے سب سے زیادہ حق دار ہیں، اس آیت کی ترکیب اسی طرح ہے جیسا کہ درج ذیل آیت میں ہے: ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾ (الرعد 28:13) ”جو لوگ ایمان لاتے اور جن کے دل اللہ کی یاد سے مطمئن ہوتے ہیں، آگاہ رہو! کہ اللہ کی یاد سے ہی دل مطمئن ہوتے ہیں۔“ یعنی مومنوں کی نشانی یہ ہے کہ ذکر الہی سے انھیں اطمینان اور سکون قلب حاصل ہوتا ہے۔

مکہ کے گھروں کو کرائے پر دینے کا مسئلہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً ۖ الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ﴾ ”جسے ہم نے لوگوں کے لیے یکساں (عبادت گاہ) بنایا ہے، خواہ وہ وہاں کے رہنے والے ہوں یا باہر سے آنے والے۔“ یعنی کافر لوگوں کو مسجد حرام کے پاس پہنچنے سے روکتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسے شرعاً سب لوگوں کے لیے یکساں بنادیا ہے اور اس میں وہاں کے رہنے والوں اور باہر سے آنے والوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور اسی یکسانیت میں سے یہ بھی ہے کہ مکہ کے گھروں اور مکانوں میں رہنے کے اعتبار سے بھی سب لوگ برابر ہیں جیسا کہ علی بن ابوطلمح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿سَوَاءً ۖ الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ﴾ ”برابر ہے مقیم اس میں اور باہر سے آنے والے۔“ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ اہل مکہ اور دیگر سب لوگ برابر ہیں۔^(۱) مجاہد نے کہا ہے کہ مکہ کے گھروں میں اہل مکہ اور دیگر سب لوگ برابر ہیں۔^(۲) ابوصالح، عبدالرحمن بن سابط اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم کا بھی یہی قول ہے۔^(۳) عبدالرزاق نے معمر سے اور انھوں نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ مسجد حرام میں اہل مکہ و دیگر سب لوگ برابر ہیں۔^(۴)

اس مسئلے کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کے مابین مسجد خیف میں اختلاف ہو گیا تھا جبکہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی اس وقت وہاں تشریف فرما تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف یہ تھا کہ مکہ کے گھر ذاتی ملکیت میں لیے جاسکتے ہیں، وہ بطور وراثت تقسیم ہو سکتے ہیں اور انھیں کرائے پر بھی دیا جاسکتا ہے۔^(۵) اور انھوں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو بطور دلیل پیش کیا کہ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! کل آپ مکہ میں اپنے گھر میں قیام فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا: [وَهَلْ تَرَكَ (لَنَا) عَقِيلٌ مِّنْ رَبَاعٍ]، [لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ، وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ] ”کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی گھر رہنے دیا ہے؟ (پھر آپ نے فرمایا:)مسلمان کافر کا وارث نہیں ہو سکتا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں

① تفسیر الطبری: 180/17. ② تفسیر الطبری: 180/17. ③ تفسیر الطبری: 180/17. ④ تفسیر عبدالرزاق:

400/2، رقم: 1907 و تفسیر الطبری: 180/17. ⑤ تاریخ دمشق لابن عساکر، ترجمة محمد بن إدريس الشافعي:

265/54 و مختصر الفتاوى المصرية لأبي عبد الله محمد بن علي الحنبلي: 617/1.

ہو سکتا۔“^① یہ حدیث صحیحین میں بھی موجود ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے دوسری دلیل یہ بیان فرمائی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مکہ میں صفوان بن امیہ سے ایک گھر خریدا تھا اور چار ہزار درہم میں خریدے ہوئے اس مکان کو انھوں نے جیل خانہ بنا دیا تھا۔ طاؤس اور عمرو بن دینار کا بھی مکہ کے گھروں کے بارے میں یہی موقف ہے۔^②

اس کے برعکس امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ مکہ کے گھروں کو نہ تو بطور وراثت تقسیم کیا جاسکتا ہے اور نہ انھیں کرائے پر دیا جاسکتا ہے، سلف میں سے بھی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے، مجاہد اور عطاء سے بھی یہی منقول ہے۔ امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ نے دلیل کے طور پر اس حدیث کو پیش کیا جسے امام ابن ماجہ نے علقمہ بن نضلہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی وفات تک مکہ کے گھروں کو ”سوا ب“ کے نام سے پکارا جاتا تھا کہ جو ضرورت مند ہو وہ ان میں سکونت اختیار کرے اور جسے خود ضرورت نہ ہو وہ ان میں دوسروں کو رہائش فراہم کر دے۔^③

عبدالرزاق نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مکہ کے گھروں کو بیچنا اور کرائے پر دینا حلال نہیں ہے۔^④ انھوں نے ابن جریج سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ عطاء حرم میں کرائے سے منع کرتے تھے اور انھوں نے مجھے یہ خبر دی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مکہ کے گھروں میں دروازے لگانے سے منع کرتے تھے تاکہ حجاج گھروں کے صحنوں میں قیام کر سکیں۔ سب سے پہلے سہیل بن عمرو نے اپنے گھر کا دروازہ لگایا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب ان سے اس بارے میں پوچھا تو انھوں نے جواب دیا: امیر المؤمنین! مجھے مہلت دیجیے، میں تا جر آدمی ہوں، میں نے گھر میں دو دروازے اس لیے لگائے ہیں تاکہ اپنے سامان کو محفوظ رکھ سکوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ بات ہے تو پھر ٹھیک ہے۔^⑤ عبدالرزاق نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اہل مکہ! اپنے گھروں میں دروازے نہ لگاؤ تاکہ باہر سے آنے والا جہاں چاہے قیام کر سکے۔^⑥ انھوں نے یہ بھی کہا کہ ہمیں معمر نے اس شخص سے خبر دی ہے جس نے عطاء سے سنا تھا کہ وہ ﴿سَوَاءٌ الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ﴾ ”اس میں مقیم اور باہر سے آنے والے برابر ہیں“ کے بارے میں فرماتے تھے کہ لوگ مکہ میں جہاں چاہیں رہیں۔^⑦ اور امام دارقطنی رحمہ اللہ نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے موقوف روایت بیان کی ہے کہ جو شخص مکہ کے گھروں کا کرایہ کھائے

① پہلا حصہ صحیح البخاری، الحج، باب توریث دور مکة.....، حدیث: 1588، البیت تومین والا لفظ بخاری ہی کی حدیث:

4282 میں ہے جبکہ دوسرا حصہ صحیح البخاری، الفرائض، باب: [لا یرث المسلم الکافر.....]، حدیث: 6764 و صحیح

مسلم، الفرائض، باب: [لا یرث المسلم الکافر.....]، حدیث: 1614 میں ہے۔ ② صحیح البخاری، الخصومات،

باب الربط والحبس فی الحرم، قبل الحدیث: 2423 و المصنف لابن أبی شیبہ، البیوع والأقضية، باب فی العربان فی

البیع: 7/5، حدیث: 23191. ③ سنن ابن ماجہ، المناسک، باب أجر بیوت مکة، حدیث: 3107، یہ حدیث ضعیف

ہے۔ ④ المصنف لعبد الرزاق، المناسک، باب الکراء..... 148/5، حدیث: 9214. ⑤ المصنف لعبد الرزاق،

المناسک، باب الکراء فی الحرم..... 147، 146/5، حدیث: 9210. ⑥ المصنف لعبد الرزاق، المناسک، باب الکراء

..... 147/5، حدیث: 9211. ⑦ المصنف لعبد الرزاق، المناسک، باب الکراء..... 147/5، حدیث: 9211.

وہ گویا آگ کھاتا ہے۔^(۱) امام احمد رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں معتدل موقف اختیار کیا (جیسا کہ آپ کے بڑے صالح نے آپ سے روایت کیا ہے) کہ مکہ کے گھروں کو ملکیت میں لیا اور بطور وراثت تقسیم تو کیا جاسکتا ہے لیکن انھیں کرائے پر نہیں دیا جاسکتا۔ اور اس طرح تمام دلائل پر عمل ہو جاتا ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

حرم میں کفر و کج روی کرنے والے کے لیے وعید: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يُؤَدِّ فِيهِ بِالْحَاكِمْ يَظْلِمُهُ لَنُذِقُوهُ مِنْ عَذَابِ آلَيْنِ﴾^(۲) ”اور جو اس میں ظلم سے کج روی (وکفر) کا ارادہ کرے اس کو ہم درد دینے والا عذاب چکھائیں گے۔“ بعض عربی دان مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں حرف ”با“ زائد ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿تَنْبِئُ بِالذُّهْنِ﴾ (المؤمنون 20:23) ”روغن اگاتا ہے۔“ میں ”با“ زائد ہے کیونکہ یہ اصل میں تَنْبِئُ الذُّهْنُ ہے، اسی طرح: ﴿وَمَنْ يُؤَدِّ فِيهِ بِالْحَاكِمْ﴾ ”اور جو اس میں کج روی چاہتا ہے۔“ میں دراصل الْحَاكِمْ ہے۔^(۳) معنی یہ ہیں کہ جو شخص اس میں کبیرہ گناہوں کے بدترین جرم کا ارادہ کرے، ﴿يَظْلِمُهُ﴾ اور ایسا وہ قصد و ارادہ سے کرے اور اسے معلوم ہو کہ واقعی وہ گناہ ہی کر رہا ہے کسی اجتہادی غلطی کی وجہ سے ایسا نہیں کر رہا جیسا کہ ابن جریج نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کیا ہے کہ اس کے یہی معنی ہیں کہ وہ ایسا قصد و ارادہ سے کر رہا ہو۔^(۴)

علی بن ابوطلمح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا ہے کہ ظلم کا لفظ یہاں شرک کے معنی میں ہے۔^(۵) عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ظلم کے یہاں یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حرم میں برائی اور قتل جیسے جن افعال کو حرام قرار دیا ہے انھیں حلال سمجھنے لگو اور اس پر ظلم کرنے لگو جس نے تم پر کوئی ظلم نہیں کیا، اسے قتل کرو جس نے تمھیں قتل نہیں کیا۔ اگر کوئی ایسا کرے گا تو اس کے لیے دردناک عذاب واجب ہوگا۔^(۶) مجاہد کہتے ہیں کہ یہاں ظلم برے عمل سے تعبیر ہے۔^(۷)

اور یہ حرم کی خصوصیت ہے کہ یہاں شرک کے ظاہر کرنے والے کو سزا دی جاتی ہے جب وہ قصد و ارادہ سے اس کا ارتکاب کر رہا ہو جیسا کہ امام ابن ابوحاتم نے اپنی تفسیر میں اسی آیت کے تحت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص عدنان میں ہو اور وہ حرم میں شرارت سے کفر و کج روی کے اختیار کرنے کا ارادہ ہی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھا دے گا۔^(۸) اس کو امام احمد نے (بھی) روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی سند صحیح اور شرط بخاری کے مطابق ہے لیکن مرفوع کی نسبت یہ موقوف زیادہ صحیح ہے، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا قول ہے کہ خادم کو حرم میں گالی دینا یا اس سے بڑھ کر کوئی اور بات کہنا بھی ظلم ہے۔^(۹)

① سنن الدارقطنی، الحج: 299، 298/2، حدیث: 2761، اس کی سند ضعیف ہے۔ دیکھیے السلسلة الضعیفة: 208/5،

حدیث: 2186۔ ② تفسیر القرطبی: 35/12 و تفسیر الطبری: 182/17۔ ③ تفسیر الطبری: 185/17۔ ④ تفسیر

الطبری: 184/17۔ ⑤ تفسیر الطبری: 184/17۔ ⑥ تفسیر الطبری: 184/17۔ ⑦ تفسیر الطبری: 185/17 و تفسیر

ابن ابی حاتم: 2483/8۔ ⑧ مسند أحمد: 428/1 والمستدرک للحاکم، التفسیر، تفسیر سورة ال عمران: 388/2،

حدیث: 3461 و مسند ابی یعلیٰ الموصلی: 263، 262/9، حدیث: 5384۔ ⑨ تفسیر ابن ابی حاتم: 2484/8۔

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ

اور (یاد کریں) جب ہم نے ابراہیم کے لیے بیت اللہ کی جگہ مقرر کر دی (اور اسے ہم دیا) کہ تو میرے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کر اور طواف کرنے

وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعَ السُّجُودَ ②۶ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ

والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع، سجدے کرنے والوں کے لیے میرا گھر پاک رکھ ②۶ اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دے، وہ تیرے پاس پیدل

ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ②۷

(چل کر) اور ہر لاغر سواری پر (سوار ہو کر) آئیں گے جو ہر دور دراز رستے سے آئیں گی ②۷

حبیب بن ابوثابت کا قول ہے کہ یہاں الحاد سے مراد مکہ مکرمہ میں ذخیرہ اندوزی کرنا ہے۔ ① کئی اور ائمہ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت عبد اللہ بن اُنَیس کے بارے میں نازل ہوئی تھی، رسول اللہ ﷺ نے انہیں دو آدمیوں کے ساتھ بھیجا تھا جن میں سے ایک مہاجر اور دوسرا انصاری تھا، انہوں نے اپنے انساب پر فخر کرنا شروع کر دیا تو عبد اللہ بن اُنَیس نے غصے میں آ کر انصاری کو قتل کر دیا اور مرتد ہو کر مکہ میں بھاگ گیا تو اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: **وَمَنْ يُؤْذِ فِيهِ بِالْحَادِ يَظْلَمُ** ”اور جو اس میں ظلم سے کج روی (وکفر) کرنا چاہے۔“ ② یعنی جو الحاد اور ارتداد اختیار کر کے یہاں آئے۔ یہ آثار اگرچہ اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ چیزیں الحاد میں شامل ہیں لیکن الحاد کا لفظ اس سے زیادہ عموم کا حامل ہے بلکہ اس میں ان سے بھی زیادہ سخت باتوں کی طرف تنبیہ ہے۔ یہی قصہ ہے کہ ہاتھی والوں نے جب بیت اللہ کی تخریب کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تباہی و بربادی کے لیے ابابیل بھیج دیے تھے **تَرْمِيهِمْ بِحَجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيلٍ ۖ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ** ③ (الفیل 5: 105) ”جو ان پر کھنگر کی پتھریاں پھینکتے تھے تو ان کو ایسا کر دیا جیسے کھایا ہوا بھوسا۔“ یعنی انہیں تباہ و برباد کر کے ہر اس شخص کے لیے نمونہ عبرت بنا دیا جو یہاں کے بارے میں برا ارادہ کرے، اسی طرح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **[يَغْزُو (هَذَا الْبَيْتَ حَيْشُ) حَتَّى إِذَا كَانُوا بَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ خُسِفَ بِأُولِهِمْ وَأَخْرَجَهُمْ]** ”ایک لشکر بیت اللہ پر چڑھائی کے لیے آئے گا اور جب وہ مقام بیداء میں پہنچے گا تو اسی لشکر میں شامل پہلے سے لے کر آخری انسان تک سب کوز مین میں دھنسا دیا جائے گا۔“ ④

تفسیر آیات: 26، 27

تعمیر کعبہ اور اعلان حج: اس مقام پر قریش کے ان لوگوں کو زجر و تنبیہ اور سزائیں بھی کی گئی ہیں جنہوں نے اس مبارک جگہ پر بھی غیر اللہ کی عبادت کر کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا جسے روزِ اول ہی سے اللہ وحدہ لا شریک کی وحدانیت اور عبادت کے

① تفسیر الطبری: 17/185 . ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2484/8 و عمدة القاری ، قبل الحديث: 1588 عن مقاتل

اس کی سند ضعیف ہے۔ ③ صحیح البخاری، البیوع، باب ما ذکر فی الأسواق.....، حدیث: 2118 و صحیح ابن حبان، التاريخ، ذکر الخبر المدحض.....: 15/155، 156، حدیث: 6755 عن عائشة ؓ واللفظ له جبکہ توسین والے الفاظ صحیح مسلم، الفتن.....، باب الخسف بالحیث الذی یؤم البیت، حدیث: 2883 عن حفصة ؓ میں ہیں۔

لیے بنایا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے ابراہیم علیہ السلام کے لیے بیت اللہ کی جگہ مقرر فرمادی تھی، یعنی ان کی رہنمائی فرمائی، یہ کام ان کے سپرد کر دیا اور انھیں تعمیر کعبہ کا حکم دے دیا تھا۔ اسی آیت کریمہ سے ان بہت سے لوگوں کا استدلال ہے جنہوں نے یہ کہا ہے کہ بیت اللہ کے بانی اول حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور آپ سے پہلے کسی اور نے اسے تعمیر نہیں کیا تھا جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی تھی؟ آپ نے فرمایا: [الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ، قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ أَيْ؟ قَالَ: الْمَسْجِدُ الْأَقْصَى، قُلْتُ: كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ: أَرْبَعُونَ سَنَةً] ”مسجد حرام، (ابوذر نے) کہا: میں نے عرض کی: پھر کون سی؟ فرمایا: مسجد اقصیٰ، میں نے عرض کی: دونوں میں کتنا وقفہ ہے؟ فرمایا: چالیس سال۔“^①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ۚ وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حُجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَفِيْرٌ عَنِ الْعَالَمِينَ﴾ (ال عمران 3: 96، 97) ”بے شک پہلا گھر جو لوگوں (کے عبادت کرنے) کے لیے مقرر کیا گیا ہے، وہی ہے جو مکہ میں ہے، بابرکت ہے اور جہانوں کے لیے موجب ہدایت ہے، اس میں کھلی نشانیاں ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے، جو شخص اس (مبارک) گھر میں داخل ہوا، اس نے امن پالیا اور لوگوں پر اللہ نے جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے اس پر حج فرض کیا ہے اور جو اس حکم کی تعمیل نہ کرے گا تو اللہ بھی اہل عالم سے بے نیاز ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَعَهْدُنَا إِلَىٰ آبَائِهِمْ وَإِسْمَاعِيلَ أَنَّ طَهْرًا بَيْتِي لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ﴾ (البقرة 2: 125) ”اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو کہا کہ تم دونوں طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے میرے گھر کو پاک صاف رکھا کرو۔“

اور یہاں فرمایا ہے: ﴿أَنْ لَا تُشْرِكَ بِي شَيْئًا﴾ ”کہ تو میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنا۔“ یعنی اس گھر کو صرف میرے نام پر بنا، ﴿وَطَهِّرْ بَيْتِي﴾ ”اور میرے گھر کو صاف رکھا کر۔“ قنادہ اور مجاہد کا قول ہے کہ اسے شرک سے پاک رکھو، ﴿لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ﴾ ”طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع کرتے والوں، سجدہ کرنے والوں کے لیے۔“ یعنی اس گھر کو ان لوگوں کے لیے خالص کر دو جو اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کرتے ہیں، طواف کرنے والا تو معروف ہی ہے اور طواف ایک ایسی عبادت ہے جو بیت اللہ ہی کے ساتھ مخصوص ہے کہ اس عبادت کو کسی اور جگہ ادا نہیں کیا جاسکتا اور ﴿وَالْقَائِمِينَ﴾ سے نماز میں قیام کرنے والے مراد ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ﴾ ”اور رکوع کرنے والوں، سجدہ کرنے والوں کے لیے۔“ طواف کو نماز کے ساتھ ملا کر اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ

① صحیح البخاری، أحادیث الأنبياء، باب: 10، حدیث: 3366 و صحیح مسلم، کتاب و باب المساجد و مواضع

الصلاة، حدیث: 520. ② تفسیر الطبری: 17/188، 187.

دونوں عبادتیں بیت اللہ کے ساتھ ہی مخصوص ہیں۔ اکثر و بیشتر حالات میں بیت اللہ کا طواف کیا جاتا اور اسی کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی جاتی ہے الا یہ کہ جہت قبلہ مشتبہ ہو یا حالت جنگ ہو یا حالت سفر میں نفل نماز ادا کی جا رہی ہو۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اور فرمایا: ﴿وَاٰذِنُ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ﴾ ”اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دو۔“ یعنی لوگوں میں حج کا اعلان کر دو اور انہیں اس گھر کے حج کی دعوت دو جس کے بنانے کا ہم نے تجھے حکم دیا ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی: اے اللہ! میں لوگوں تک اس بات کو کیسے پہنچاؤں جبکہ ان تک میری آواز نہیں پہنچ سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم اعلان کر دو پہنچا ہم دیں گے۔ ابراہیم علیہ السلام اپنے مقام پر کھڑے ہوئے اور انہوں نے یہ اعلان کیا کہ اے لوگو! تمہارے رب نے ایک گھر بنایا ہے، تم اس کا حج کرو۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے جب یہ اعلان فرمایا تو پہاڑ جھک گئے اور آپ کی آواز تمام زمین کے اطراف و اکناف تک پہنچ گئی حتیٰ کہ ان لوگوں کو بھی سنائی دی گئی جو ابھی تک رحموں اور پشتوں میں تھے اور جس جس حجر، مدر اور شجر نے اس آواز کو سنا اس نے اس کا جواب دیا اور قیامت تک آنے والے ہر اس شخص نے بھی اس کا جواب دیا جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے حج کو مقدر کر رکھا تھا اور کہا: لَبَّيْكَ، اللّٰهُمَّ! لَبَّيْكَ۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر اور دیگر کئی ایک ائمہ سلف کے اس سلسلے میں اقوال کا خلاصہ ہے۔ ان تمام اقوال کو ابن جریر اور ابن ابوحاتم نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ① وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اور فرمایا: ﴿يَا تُوَكَّلُا رَجُلًا وَعَلَىٰ كُلِّ صَامِرٍ﴾ ”تیرے پاس پیدل اور دُبلے پتلے اونٹوں پر سوار ہو کر چلے آئیں گے۔“ اس آیت کریمہ سے ان علماء نے استدلال کیا ہے جنہوں نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ جسے استطاعت ہو تو اس کے لیے سواری استعمال کرنے کی نسبت پیدل حج کرنا افضل ہے کیونکہ اس آیت میں پیدل آنے والوں کا پہلے ذکر کیا ہے اور یہ ان کے اہتمام، ان کی قوت و ہمت اور ان کے عزم و ارادہ کی پختگی کی دلیل ہے۔ وکیع نے ابو عئیس سے، انہوں نے ابو حنبلہ سے، انہوں نے محمد بن کعب سے اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے مجھے کسی بات کا غم نہیں سوائے اس کے کہ میں پیدل حج کرنا چاہتا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَا تُوَكَّلُا رَجُلًا﴾ ”تیرے پاس پیدل چلے آئیں۔“ ② اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اقتدا کے پیش نظر سوار ہو کر حج کرنا افضل ہے کیونکہ آپ نے کمال قوت کے باوجود حج کے لیے سواری کو استعمال فرمایا تھا۔

اور فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا زِينَتَكُمْ لِكُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلِّ مَأْكَلٍ وَكُلِّ مَسْكَنٍ﴾ ”جو دور دراز رستوں سے (سوار ہو کر) چلے آئیں۔“ ﴿فَخُذُوا﴾ ”اور ہم نے اس میں کشادہ رستے بنائے۔“ اور ﴿عِيسَىٰ﴾ کے معنی دور دراز کے ہیں۔ یہ مجاہد، عطاء، سدی، قتادہ، مقاتل بن

① تفسیر الطبری: 189/17 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2487/8 و المستدرک للحاکم، التفسیر، تفسیر سورة الحج:

3464/2، حدیث: 389، 388/2۔ ② تفسیر القرطبی: 39/12 و احکام القرآن للحصص: 303/3۔

لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَةٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ

تاکہ وہ اپنے منافع کے لیے حاضر ہوں، اور معلوم ایام میں (ذبح کرتے وقت) ان چوپائے مویشیوں پر اللہ کا نام ذکر کریں جو اللہ نے انھیں دیے

مِّنْ بِهِمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ﴿٢٨﴾ ثُمَّ لِيَقْضُوا تَفَثَهُمْ

ہیں، پھر تم (خود بھی) ان کا گوشت کھاؤ اور ہر لاچار فاقہ کش فقیر کو کھلاؤ ﴿28﴾ پھر چاہیے کہ وہ اپنا میل کچیل دور کریں، اور چاہیے کہ اپنی نذریں پوری

وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلِيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿٢٩﴾

کریں، اور چاہیے کہ قدیم گھر (بیت اللہ) کا طواف کریں ﴿29﴾

حیان، ثوری اور دیگر ائمہ کا قول ہے۔^① یہ آیت کریمہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ذکر فرمایا ہے کہ انھوں نے یہ دعا کی تھی: ﴿فَجَعَلْنَا أَفِيدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ﴾ (ابراہیم 14: 37) ”تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ ان کی طرف جھکے رہیں۔“ روئے زمین کا کوئی مسلمان ایسا نہیں جو کعبۃ اللہ کے دیدار اور طواف کا مشتاق نہ ہو، اطراف و اکناف عالم سے آنے والوں کا یہاں تانتا بندھا رہتا ہے۔

تفسیر آیات: 28، 29

حج میں دونوں جہانوں کے فائدے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت: ﴿لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾ ”تاکہ اپنے فائدوں کے لیے حاضر ہوں“ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان سے دنیا و آخرت کے فائدے مراد ہیں۔ آخرت کا فائدہ تو یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور دنیا کے فائدے یہ ہیں کہ اس سے اونٹوں، قربانی کے دیگر جانوروں اور تجارتوں کے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔^② مجاہد اور دیگر کئی ائمہ تفسیر کا یہی قول ہے کہ اس سے دنیا و آخرت کے فائدے مراد ہیں۔^③ جیسا کہ فرمایا: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَبِّكُمْ ط﴾ (البقرہ 2: 198) ”اس کا تمہیں کچھ گناہ نہیں کہ (حج کے دنوں میں بذریعہ تجارت) اپنے پروردگار سے روزی طلب کرو۔“

عشرۃ ذوالحجہ اور اس کی دوسرے دنوں پر فضیلت: اس کے بعد فرمایا: ﴿وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَةٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بِهِمَةِ الْأَنْعَامِ﴾ ”اور (قربانی کے) ایام معلوم میں چوپائے مویشیوں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے ان کو دیے ہیں۔“ شعبہ و ہشیم نے ابو بشر سے، انھوں نے سعید سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿أَيَّامٍ مَّعْلُومَةٍ﴾ سے دس دن مراد ہیں۔^④ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کو معلق مگر صیغہ ہزَم کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ابو موسیٰ اشعری رحمہ اللہ، مجاہد، قتادہ، عطاء، سعید بن جبیر، حسن، ضحاک، عطاء خراسانی اور ابراہیم نخعی سے بھی اسی طرح مروی ہے۔^⑤

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [مَا الْعَمَلُ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ أَفْضَلُ

① تفسیر الطبری: 17/192 و تفسیر ابن ابی حاتم: 8/2488. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 8/2488. ③ تفسیر الطبری:

193/17. ④ صحيح البخاری، العیدین، باب فضل العمل فی أيام التشريق.....، قبل الحديث: 969. ⑤ تفسیر

الطبری: 17/194 و تفسیر الرازی: 23/29.

مِنْهَا فِي هَذِهِ، قَالُوا: وَلَا الْجِهَادُ؟ قَالَ: وَلَا الْجِهَادُ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ [”ان دنوں کی نسبت دوسرے دنوں میں کوئی عمل افضل نہیں ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں الا یہ کہ کوئی شخص اپنی جان اور اپنا مال لے کر اللہ کے رستے میں نکل جائے، پھر ان میں سے کچھ بھی واپس لے کر نہ آئے۔“] ①

امام احمد نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا مِنْ أَيَّامٍ أَعْظَمَ عِنْدَ اللَّهِ، وَلَا أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنَ الْعَمَلِ فِيهِنَّ، مِنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ، فَأَكْثَرُوا فِيهِنَّ مِنَ التَّهْلِيلِ وَالتَّكْبِيرِ وَالتَّحْمِيدِ] [”ان دس دنوں سے بڑھ کر اور کوئی دن نہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ عظمت والے ہوں اور جن میں عمل اس کے ہاں زیادہ محبوب ہوں، لہذا ان دنوں میں لا إله إلا الله، الله أكبر اور الحمد لله نثر سے پڑھا کرو۔“] ② امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما ان دس دنوں میں بازاروں میں نکل جاتے، تکبیریں پڑھتے اور ان کو تکبیریں پڑھتے ہوئے سن کر دوسرے لوگ بھی تکبیریں پڑھا کرتے تھے۔ ③ ان دس دنوں میں یوم عرفہ بھی شامل ہے جس کے بارے میں صحیح مسلم میں البوقادہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے یوم عرفہ کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: [أُحْتَسِبُ عَلَى اللَّهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ] [”مجھے اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ یہ گزشتہ اور آئندہ سال (کے گناہوں) کا کفارہ بن جائے گا۔“] ④ ان دس دنوں میں یوم نحر بھی ہے جو حج اکبر کا دن ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام دنوں سے عظیم دن ہے۔ ⑤

قربانی کا گوشت خود کھانا اور محتاجوں کو کھلانا: فرمان الہی ہے: ﴿عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾ [”جو اللہ نے ان کو چوپائے مویشی دیے ہیں۔“] چوپائے مویشیوں سے مراد اونٹ، گائے اور بکری ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام کی آیت: ﴿ثَلَاثِيَّةَ آذَانِ﴾ [”الأنعام 3: 144، 143“] ”آٹھ قسمیں ہیں.....“ میں اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ ﴿فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا أَوَّلَ الْفَقِيرِ﴾ [”اس میں سے تم خود بھی کھاؤ اور فقیر در ماندہ کو بھی کھلاؤ۔“] جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ثابت ہے کہ جب آپ نے اپنی قربانی کے اونٹوں کو خر کیا تو آپ کے حکم سے ہر اونٹ کے گوشت سے ایک ایک بوٹی جمع کر کے اسے پکایا گیا، پھر آپ نے گوشت کھایا اور شور بہ نوش فرمایا۔ ⑥

ہشتم نے حُصین سے اور انھوں نے مجاہد سے آیت: ﴿فَكُلُوا مِنْهَا﴾ [”اس میں سے تم خود بھی کھاؤ“] کے بارے میں

① صحیح البخاری، العیدین، باب فضل العمل فی أيام التشريق.....، حدیث: 969. ② مسند أحمد: 75/2.

صحیح البخاری، العیدین، باب فضل العمل فی أيام التشريق.....، قبل الحدیث: 969. ④ صحیح مسلم، الصیام،

باب استحباب صیام ثلاثة أيام.....، حدیث: (196)-1162. ⑤ مسند أحمد: 350/4 و صحیح ابن حبان: 51/7،

حدیث: 2811 والمستدرک للحاکم: 221/4، حدیث: 7522 عن عبد الله بن قُرطُبة. ⑥ صحیح مسلم، الحج،

باب حجة النبي ﷺ، حدیث: 1218.

روایت کیا ہے کہ یہ ایسے ہے جیسے فرمایا: ﴿وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا﴾ (المائدة 2:5) ”اور جب احرام اتار دو تو (پھر اختیار ہے کہ) شکار کرو۔“ اور جس طرح یہ فرمایا ہے: ﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ﴾ (الحجعة 10:62) ”پھر جب نماز ہو چکے تو تم زمین میں پھیل جاؤ۔“^①

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اپنی تفسیر میں اسی موقف کو اختیار کیا ہے۔^② اور فرمایا: ﴿الْبَائِسُ الْفَقِيرُ﴾^③ ”فقیر در ماندہ۔“ عکرمہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ مجبور و مضطر فقیر ہے جس کا فقر نمایاں ہو، یعنی فقیر تو ہو مگر وہ مانگتا نہ ہو۔^④ مجاہد کہتے ہیں کہ وہ ہاتھ نہ پھیلاتا ہو۔^⑤ ﴿ثُمَّ لِيَقْضُوا تَفَثَهُمْ﴾ ”پھر چاہیے کہ لوگ اپنا میل کچیل دور کریں۔“ علی بن ابوطلمح نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد احرام اتارنا، سرمندانا، سلعے ہوئے کپڑوں کو پہننا اور ناخن وغیرہ تراشنا ہے۔^⑥ عطاء اور مجاہد نے بھی آپ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔^⑦ علاوہ ازیں عکرمہ اور محمد بن کعب قرظی کا بھی یہی قول ہے۔^⑧ پھر فرمایا: ﴿وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ﴾ ”اور نذریں پوری کریں۔“ علی بن ابوطلمح نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جن اونٹوں کے نحر کرنے کی نذریں مانی تھیں اب اپنی ان نذروں کو پورا کریں۔^⑨

ان آخری اعمال کے ساتھ حج مکمل ہو جاتا ہے: ﴿وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾^⑩ ”اور خانہ قدیم (بیت اللہ) کا طواف کریں۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ طواف ہے جو نحر کے دن واجب ہے۔^⑪ ابن ابوحاتم نے ابو جمرہ سے روایت کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے فرمایا: کیا آپ نے سورہ حج میں یہ ارشاد باری تعالیٰ پڑھا ہے: ﴿وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾^⑫ ”اور چاہیے کہ قدیم گھر (بیت اللہ) کا طواف کریں۔“ (اس سے معلوم ہوا کہ) مناسک حج میں سب سے آخری عمل یہ ہے کہ بیت اللہ کا طواف کیا جائے۔^⑬ رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی طرح کیا تھا کہ یوم نحر کو جب آپ منیٰ میں واپس تشریف لائے تو آپ نے سب سے پہلے رمی کی اور جمرہ کی کوسات کنکریاں ماریں، پھر ہدی کے اونٹوں کو نحر کیا، سر مبارک منڈایا، پھر مکہ مکرمہ میں واپس تشریف لائے اور بیت اللہ کا طواف کیا۔^⑭ صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان کا آخری عمل بیت اللہ کا طواف ہونا چاہیے، البتہ حائضہ عورت سے تخفیف کر دی گئی ہے۔^⑮

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾^⑯ ”خانہ قدیم (بیت اللہ)۔“ اور طوافِ حج کے پیچھے سے کریں کیونکہ یہ

① تفسیر الطبری: 195/17. ② تفسیر الطبری: 194/17. ③ تفسیر الطبری: 196/17 و تفسیر ابن ابی حاتم:

2489/8. ④ تفسیر الطبری: 196/17 تفسیر ابن کثیر میں لَا يَسْبُطُ ہے جبکہ طبری میں لَا يَسْبُطُ ہے۔ ⑤ تفسیر الطبری:

198/17. ⑥ تفسیر الطبری: 198، 197/17. ⑦ تفسیر الطبری: 197/17. ⑧ تفسیر الطبری: 198/17. ⑨ تفسیر

الطبری: 200/17 عن الحسن والدر المنثور: 643/4 عن مجاهد. ⑩ تفسیر ابن ابی حاتم: 2490/8. ⑪ تفصیل کے

لیے دیکھیے صحیح مسلم، الحج، باب بیان أن السنة يوم النحر أن يرمى.....، حديث: 1305 وسنن أبي داود، المناسك،

باب في رمي الجمار، حديث: 1966-2000 وصحيح ابن حبان: 195، 194/9، حديث: 3882-3888. ⑫ صحيح

البخاري، الحج، باب طواف الوداع، حديث: 1755 وصحيح مسلم، الحج، باب وجوب طواف الوداع.....،

حديث: 1328.

ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ يُعْظَمْ حُرْمَتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لّٰهُ عِنْدَ رَبِّهِ ۖ وَاُحِلَّتْ لَكُمْ الْاَنْعَامُ

یہی (حکم) ہے، اور جو شخص اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو یہ اس کے رب کے ہاں اس کے لیے بہت بہتر ہے اور تمہارے لیے چوہائے حلال

اِلَّا مَا يُتْلٰی عَلَيْكُمْ فَاَجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ۖ ۝۳۰ حُنْفَاءُ لِلّٰهِ

کیے گئے ہیں سوائے ان کے جو تم پر پڑھے جا چکے ہیں، لہذا تم بتوں کی گندگی سے بچو، اور جھوٹی بات سے بھی بچو ۝۳۰ اللہ کے لیے یکسو ہو جاؤ نہ

غَيْرِ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ط وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَانَ خَرًّا مِّنَ السَّمَاۗءِ فَتَخْطَفُہُ الطَّيْرُ

کہ اس کے ساتھ شرک کرنے والے، اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر اسے پرندے اچک لے جائیں یا ہوا

اَوْ تَهْوٰی بِهٖ الرِّیْحُ فِیْ مَكَانٍ سَحِیْقٍ ۝۳۱

کسی دور دراز جگہ لے جا پھینکے ۝۳۱

بھی اس عمارت میں شامل تھا جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا، اگرچہ قریش نے اسے اس وقت بیت اللہ سے خارج کر دیا تھا جب خرچہ کم ہو گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجر کے پیچھے سے طواف کیا اور فرمایا کہ یہ بھی بیت اللہ میں شامل ہے۔ ① آپ نے دونوں شامی رکنوں کا استلام نہیں کیا تھا کیونکہ انھیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی استوار کی گئی پرانی بنیادوں پر نہیں بنایا گیا تھا۔ قتادہ نے امام حسن بصری رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ: ﴿وَلْيَقُولُوا هَآءِ الْبَيْتُ الْحَقِیْقُ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ بیت اللہ کو خانہ قدیم اس لیے کہا گیا کہ یہ وہ سب سے پہلا گھر ہے جو لوگوں کی عبادت کرنے کے لیے بنایا گیا تھا۔ ② عبدالرحمن بن زید بن اسلم کا بھی یہی قول ہے۔ ③ عکرمہ سے روایت ہے کہ اسے ”بیت عتیق“ کے نام سے اس لیے موسوم کیا گیا ہے کہ اسے نوح علیہ السلام کے زمانے میں غرق ہونے سے بچایا گیا تھا۔ ④ خصیف کہتے ہیں کہ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ کبھی کوئی جبار و سرکش اس پر غالب نہیں آ سکتا۔ ⑤

تفسیر آیات: 30، 31

گناہوں سے اجتناب کا اجر و ثواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ادائے مناسک کے سلسلے میں ہم نے ان اعمال کا حکم دیا ہے، پھر ان پر بے پایاں اجر و ثواب کا وعدہ کیا ہے۔ ﴿وَمَنْ يُعْظَمْ حُرْمَتِ اللّٰهِ﴾ ”اور جو شخص اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے۔“ اور گناہوں اور حرام کاموں سے اجتناب کرے اور ان کے ارتکاب کو بہت بڑا سمجھے۔ ﴿فَهُوَ خَيْرٌ لّٰهُ عِنْدَ رَبِّهِ ط﴾ ”تو یہ اس کے پروردگار کے نزدیک اس کے حق میں بہتر ہے۔“ اور اسے اسی وجہ سے خیر کثیر اور ثواب جزیل ملے گا جس طرح اطاعت و نیکی کے کاموں پر ثواب کثیر اور اجر جزیل ملتا ہے، اسی طرح محرمات کے ترک کرنے اور ممنوع کاموں

① صحیح البخاری، أحادیث الأنبياء، باب: 10، حدیث: 3368 والمصنف لعبد الرزاق، باب الرجل يطوف.....:

57/5، حدیث: 8985 عن ابن عباس ؓ اور امام ابن حبان نے 123/9 میں ذکر الخبر الدال علی أن الحجر من البيت کے

عنوان سے فصل قائم کی ہے۔ ② الکشاف للزمخشری: 153/3 و تفسیر ابن أبی حاتم: 2490/8. ③ تفسیر الطبری:

199/17. ④ تفسیر ابن أبی حاتم: 2490/8 عن سعید بن جبیر ؓ. ⑤ روح المعانی: 218، 217/10 عن ابن أبی نجیح

وقتادة ؓ.

سے اجتناب کرنے کی وجہ سے بھی اجر و ثواب ملتا ہے۔

کون سے مویشی حلال ہیں؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَحَلَّتْ لَكُمْ الْأَنْعَامَ إِلَّا مَا يُنْتَلَى عَلَيْكُمْ﴾ ”اور تمہارے لیے مویشی حلال کر دیے گئے ہیں، سوائے ان کے جو تم پر تلاوت کیے جاتے ہیں۔“ یعنی ہم تمہارے لیے تمام مویشیوں کو حلال قرار دے دیا ہے، البتہ: ﴿مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ﴾ ﴿الآیۃ (المائدہ 5: 103)﴾ ”اللہ نے نہ تو کسی کو بکیرہ بنایا ہے اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام.....“ اور فرمان الہی ہے: ﴿إِلَّا مَا يُنْتَلَى عَلَيْكُمْ﴾ ”سوائے ان کے جو تم پر تلاوت کیے جاتے ہیں۔“ یعنی مردار، خون اور خنزیر کے گوشت کے جو تمہارے لیے حرام قرار دیے گئے ہیں، علاوہ ازیں: ﴿وَمَا أَهْلٌ لِّغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمَنْخَنِقَةُ وَالْمُؤَوَّدَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبْعُ إِلَّا مَا ذُكِّرْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ ﴿الآیۃ (المائدہ 5: 3)﴾ ”اور وہ جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے اور جو جانور لگا گھٹ کر مر جائے اور جو چوٹ لگ کر مر جائے اور جو گر کر مر جائے اور جو سینگ لگ کر مر جائے، (یہ سب حرام ہیں) اور وہ جانور بھی جس کو درندے پھاڑ کھائیں مگر جس کو تم (مرنے سے پہلے) ذبح کر لو اور وہ جانور بھی جو تھان پر ذبح کیا جائے.....“ یہ تفسیر ابن جریر نے بھی بیان کی اور اسے انھوں نے امام قتادہ کے حوالے سے بیان کیا ہے۔^①

شرک اور جھوٹ سے اجتناب کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ﴾ ”لہذا تم بتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹی بات سے بھی اجتناب کرو۔“ یہاں من بیان جنس کے لیے ہے، یعنی پلیدی سے بچو جو کہ بت ہیں اور یہاں جھوٹی بات کو بھی اللہ کے ساتھ شرک کے ساتھ ملا کر بیان کیا گیا ہے جیسا کہ درج ذیل آیت کریمہ میں بھی ہے: ﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّي الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا وَ أَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ (الأعراف 33: 7) ”کہہ دیجیے! میرے پروردگار نے تو بے حیائی کی باتوں کو، ظاہر ہوں یا پوشیدہ، حرام قرار دیا ہے اور گناہ کو اور ناحق ظلم کو بھی اور یہ بھی کہ تم اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ جس کی اس نے کوئی سند نازل نہیں کی اور یہ بھی کہ اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہو جن کا تمہیں کچھ علم نہیں۔“ جھوٹی گواہی بھی اسی قبیل سے ہے۔

صحیحین میں ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَلَا أُنبِئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكِبَايِرِ؟ - ثَلَاثًا - قُلْنَا: بَلَى يَارَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَكَانَ مُتَكِنًا فَحَلَسَ، فَقَالَ: أَلَا! وَقَوْلُ الزُّورِ، وَشَهَادَةُ الزُّورِ] ”کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟“ تین مرتبہ فرمایا: ہم نے عرض کی: اللہ کے رسول! ضرور ارشاد فرمائیں، فرمایا: ”(1) اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔ (2) والدین کی نافرمانی کرنا۔ آپ تکیہ لگائے ہوئے تھے کہ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے: (3) خبردار رہو! اور جھوٹی بات بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے، آگاہ رہو! اور

جھوٹی شہادت بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔“ آپ مسلسل اسے ارشاد فرماتے رہے حتیٰ کہ ہم نے کہا: اے کاش! اب آپ سکوت فرمائیں۔^①

امام احمد رحمہ اللہ نے خُریم بن فاتک اسدی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی، آپ جب نماز سے فارغ ہوئے تو کھڑے ہو کر فرمانے لگے: [عَدَلْتُ شَهَادَةَ الزُّورِ الْإِشْرَاكَ بِاللَّهِ عَزَّوَجَلَّ، ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ: ﴿وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ۖ حُنْفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ ۖ﴾] ”جھوٹی گواہی اللہ عزوجل کے ساتھ شرک کے برابر ہے۔“ پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ۖ حُنْفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ ۖ﴾ ”پس تم بتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹی باتوں سے بھی بچو، اللہ کے لیے یکسو ہو جاؤ نہ کہ اس کے ساتھ شرک کرنے والے۔“^② اور فرمایا: ﴿حُنْفَاءَ لِلَّهِ﴾ ”صرف ایک اللہ کے ہو کر۔“ اس کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے، باطل سے انحراف اور حق کا قصد کرتے ہوئے، اسی لیے فرمایا: ﴿غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ ۖ﴾ ”نہ کہ اس کے ساتھ شرک کرنے والے۔“^③ **مشرک کی مثال:** پھر اللہ تعالیٰ نے مشرک کی ضلالت، ہلاکت اور ہدایت سے دوری کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتُخَفِّفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيحٍ﴾^④ ”اور جو شخص (کسی کو) اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے تو وہ گویا ایسا ہے جیسے آسمان سے گر پڑے، پھر اس کو پرندے اُچک لے جائیں یا ہوا کسی دور جگہ اڑا کر پھینک دے“ کہ جہاں گرنے والا تباہ و برباد ہو جائے اور پرندے اسے کھا کر ہوا میں اڑ جائیں، اسی لیے حدیث براء میں آیا ہے کہ جب موت کے فرشتے کافر کی روح قبض کر کے آسمان کی طرف لے جاتے ہیں تو اس کے لیے آسمان کے دروازے کھولے ہی نہیں جاتے بلکہ وہاں سے اسے پھینک دیا جاتا ہے۔^⑤ پھر آپ نے اسی آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی۔ یہ حدیث قبل ازیں سورہ ابراہیم کی تفسیر میں بیان کی جا چکی ہے۔^⑥

ایک اور مثال: اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے لیے سورہ انعام میں ایک اور مثال اس طرح بیان فرمائی ہے: ﴿قُلْ أَدْعُوهُمْ إِلَى دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلَىٰ أَعْقَابِنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْنَا اللَّهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ فِي الْأَرْضِ حَيْرَانًا ۚ لَئِذَا أَصْحَبُ يَدْعُونَهُ إِلَىٰ الْهُدَىٰ اسْتِنَاطَ قُلْ إِنَّ هُدَىٰ اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ ۚ وَأَمْرًا لِّسُلَيْمَٰنَ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (الأنعام 71:6) ”(اے نبی!) کہہ دیجیے: کیا ہم اللہ کے سوا ایسی چیز کو پکاریں جو نہ ہمارا بھلا کرے نہ بُرا

① صحیح البخاری، الأدب، باب عقوق الوالدین من الکبائر، حدیث: 5976 جبکہ ”آپ مسلسل اسے ارشاد فرماتے رہے حتیٰ

کہ ہم نے کہا:“ آخر تک صحیح البخاری، حدیث: 2654 میں ہے۔ و صحیح مسلم، الإیمان، باب الکبائر و اکبرها،

حدیث: 87. ② مسند أحمد: 321/4 و جامع الترمذی، الشهادات، باب ماجاء فی شهادة الزور، حدیث: 2299

و سنن أبی داود، القضاء، باب فی شهادة الزور، حدیث: 3599 و سنن ابن ماجه، الشهادات، باب شهادة الزور،

حدیث: 2372، البتہ حدیث ضعیف ہے۔ ③ مسند أحمد: 288، 287/4. ④ دیکھیے ابراہیم، آیت: 27 کے تحت عنوان:

”مومن کی دنیا آخرت میں قول ثابت کے ساتھ مضبوطی“

ذٰلِكَ ۚ وَ مَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوٰی الْقُلُوْبِ ۝ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰى

یہی (حکم) ہے، اور جو شخص اللہ کی (عظمت کی) نشانیوں کی تعظیم کرے، تو بلاشبہ یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے (۳۲) تمہارے لیے ان (چوپایوں) میں

اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۝ (۳۳)

ایک مقرر وقت تک منافع ہیں، پھر ان کے حلال (ذبح) ہونے کی جگہ قدیم گھر (بیت اللہ) کے پاس ہے (۳۳)

اور جب ہم کو اللہ نے سیدھا راستہ دکھایا تو (کیا) اس کے بعد ہم اٹے پاؤں پھر جائیں؟ (پھر ہماری ایسی مثال ہو) جیسے کسی کو جنات نے جنگل میں بھلا دیا ہو (اور وہ) حیران (ہو رہا ہو اور) اس کے کچھ رفیق ہوں جو اس کو راستے کی طرف بلائیں کہ ہمارے پاس چلا آ، کہہ دیجیے: راستہ تو وہی ہے جو اللہ نے بنایا ہے اور ہمیں تو یہ حکم ملا ہے کہ ہم اللہ رب العالمین کے فرماں بردار ہوں۔“

تفسیر آیات: 32، 33

قربانی کے جانور کے جواز و عدم جواز کی صورتیں اور شعائر اللہ کی تفسیر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ﴾ ”اور جو شخص اللہ کی (عظمت کی) نشانیوں کی تعظیم کرے۔“ یعنی اس کے احکام کی اطاعت بجالائے۔ ﴿فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوٰی الْقُلُوْبِ ۝﴾ ”تو یہ (فعل) دلوں کی پرہیزگاری میں سے ہے۔“ اور اونٹوں اور قربانی کے دیگر جانوروں کی تعظیم بھی اسی قبیل سے ہے۔ حکم نے مقسم سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان جانوروں کی تعظیم یہ ہے کہ انھیں موٹا کیا جائے اور خوش نما بنایا جائے۔ ① ابوامامہ بن سہل کا بیان ہے کہ ہم مدینہ میں قربانی کے جانور کو موٹا کیا کرتے تھے اور دیگر تمام مسلمان بھی اپنی قربانیوں کو موٹا کیا کرتے تھے۔ ② سنن ابن ماجہ میں ابو رافع سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو بڑے موٹے سینگوں والے چتکبرے خسی مینڈھوں کی قربانی دی۔ ③ اور اسی طرح اس کو ابو داؤد اور ابن ماجہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو سینگوں والے چتکبرے خسی مینڈھوں کی قربانی دی۔ ④ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم (قربانی کے جانوروں کی) آنکھ اور کان اچھی طرح دیکھ لیا کریں اور ایسے جانوروں کی قربانی نہ کریں جن کے کان آگے سے کٹے ہوئے ہوں یا پیچھے سے یا جس کا کان لمبائی میں کٹا ہوا ہو یا جس کے کان میں گول سوراخ ہو۔ ⑤ مُقَابَلہ اس جانور کو کہتے ہیں جس کا کان آگے سے کٹا ہوا ہو۔ مُدَابَرہ اسے کہتے ہیں جس کا کان

① تفسیر الطبری: 206، 205/17. ② صحیح البخاری، الأضاحی، باب أضحية النبی ﷺ،، قبل الحديث: 5553.

③ سنن ابن ماجہ، الأضاحی، باب أضاحی رسول اللہ ﷺ، حديث: 3122 عن عائشة وأبي هريرة رضي الله عنهما ابن ماجہ میں یہ روایت ابو رافع سے نہیں ہے، البتہ مسند أحمد: 8/6 میں ابو رافع سے ان سے ملتے جلتے الفاظ مروی ہیں اور حافظ ابن کثیر نے اپنی تصنیف جامع المسانید والسنن: 21/14 میں کہا ہے کہ اسے روایت کرنے میں امام احمد اکیلے ہیں۔ ④ سنن أبي داود، الضحايا، باب ما يستحب من الضحايا، حديث: 2795 وسنن ابن ماجہ، الأضاحی، باب أضاحی رسول اللہ ﷺ، حديث: 3120 ابن ماجہ میں یہ الفاظ جابر کے بجائے انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہیں۔ ⑤ مسند أحمد: 80/1 وسنن أبي داود، الضحايا، باب ما يكره من الضحايا، حديث: 2804 وجامع الترمذی، الأضاحی، باب ما يكره من الأضاحی، حديث: 1498 وسنن النسائي، الضحايا، باب المقابلة وهي ما قطع طرف أذنهما، حديث: 4377 وسنن ابن ماجہ، الأضاحی، باب ما يكره أن يضحي به، حديث: 3143، 3142. ملحوظہ: [أن نستشرف العين والأذن] کے علاوہ باقی الفاظ بعض محققین کے نزدیک ضعیف ہیں۔

پیچھے سے کٹا ہوا ہو۔ شرفاء اسے کہتے ہیں جس کا کان لمبائی کے رخ کٹا ہوا ہو۔ یہ امام شافعی و اصمعی کا قول ہے، اور خرقاء اس جانور کو کہتے ہیں جس کے کان میں گول سوراخ ہو۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَرْبَعٌ لَا تَجُوزُ فِي الْأَضَاحِي: الْعَوْرَاءُ الْبَيِّنُ عَوْرُهَا، وَالْمَرِيضَةُ الْبَيِّنُ مَرَضُهَا، وَالْعُرْجَاءُ الْبَيِّنُ ظَلْعُهَا، وَالْكَسِيرَةُ الْبَيِّنُ لَا تُنْقِي] ”چار قسم کے جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے: (1) وہ بھیڑگا جانور جس کا بھیڑگا پن نمایاں ہو (2) وہ بیمار جس کی بیماری نمایاں ہو (3) وہ لنگڑا جس کا لنگڑا پن واضح ہو (4) اور وہ معمر جانور جو بہت لاغر ہو۔“ اس کو امام احمد، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور امام ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے۔^①

اونٹوں کے فائدے: ﴿لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ﴾ ”ان میں تمہارے لیے فائدے ہیں۔“ یعنی تم اونٹوں کے دودھ، اون اور بالوں سے فائدے اٹھا سکتے ہو اور ان پر سواری بھی کر سکتے ہو۔ ﴿إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ”ایک مقررہ وقت تک۔“ مُقْسَمٌ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ: ﴿لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ”تمہارے لیے ان (چوپایوں) میں ایک مقررہ وقت تک فائدے ہیں“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جب تک اونٹ کو قربانی کے لیے وقف نہ کیا جائے اس وقت تک اس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔^② یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، خواہ اسے قربانی کے لیے متعین ہی کیوں نہ کر دیا گیا ہو، بشرطیکہ اس سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہو جیسا کہ صحیحین میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اونٹ کو چلا کر لے جا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: [..... إِرْكَبْهَا، قَالَ: إِنَّهَا بَدَنَةٌ، قَالَ: إِرْكَبْهَا (وَيَحَلْ)] ”..... اس پر سوار ہو جاؤ۔“ اس نے عرض کی: یہ قربانی کا اونٹ ہے۔ آپ نے فرمایا: ”تم پر افسوس! اس پر سوار ہو جاؤ۔“^③ یہ الفاظ آپ نے دوسری یا تیسری بار ارشاد فرمائے تھے۔ مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِرْكَبْهَا بِالْمَعْرُوفِ إِذَا أُلْجِئْتَ إِلَيْهَا] ”جب تمہیں ضرورت ہو تو پھر دستور کے مطابق اس پر سوار ہو جاؤ۔“^④

اور فرمایا: ﴿ثُمَّ مَجْلُهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ ”پھر ان کے حلال (ذبح) ہونے کی جگہ قدیم گھر (بیت اللہ) کے

① مسند أحمد: 284/4 و سنن أبي داود الضحيا، باب ما يكره من الضحايا، حديث: 2802 و جامع الترمذی، الأضاحي، باب ما لا يجوز من الأضاحي، حديث: 1497 و سنن النسائي، الضحايا، باب العجفاء، حديث: 4376 و سنن ابن ماجه الأضاحي، باب ما يكره أن يضحي به، حديث: 3144 و اللفظ له، البئر قوسين واللفظ سنن ابو داود میں ہے۔ ② تفسير الطبري: 207/17. ③ صحيح البخاري، الحج، باب ركوب البدن، حديث: 1689 عن أبي هريرة ؓ، کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ اس سے مختلف ہیں جبکہ قوسین واللفظ صحيح البخاري، الوصايا، باب هل ينتفع الواقف بوقفه؟.....، حديث: 2754 عن أنس ؓ میں ہے۔ و صحيح مسلم، الحج، باب جواز ركوب البدنة.....، حديث: 1323. ④ صحيح مسلم، الحج، باب جواز ركوب البدنة.....، حديث: 1324.

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيمَةٍ ۖ الْأَنْعَامُ ط

اور ہم نے ہر امت کے لیے قربانی مقرر کی، تاکہ وہ (ذبح کے وقت) ان چوپائے مویشیوں پر اللہ کا نام ذکر کریں جو اللہ نے انھیں دیے، پھر (مجھ لو کہ)

قَالَهُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ط وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ﴿٣٤﴾ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ

تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، لہذا تم اسی کی فرمانبرداری کرو، اور عاجزی کرنے والوں کو بشارت دیجیے ﴿٣٤﴾ وہ لوگ کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے

وَجَلَّتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمُ وَالنَّاقِيَةَ الصَّلَاةَ ۖ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ

تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں، اور جو صابر ہیں اس (تکلیف) پر جو انھیں پہنچے اور جو نماز قائم کرنے والے ہیں، اور ہم نے انھیں جو رزق دیا وہ اس میں

يُنْفِقُونَ ﴿٣٥﴾

سے خرچ کرتے ہیں ﴿٣٥﴾

پاس ہے۔“ یعنی قربانی کے پہنچنے کا آخری مقام خانہ قدیم، یعنی کعبہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿هَذَا بِلِغِ الْكَعْبَةِ﴾

(المائدہ 5: 95) ”(اور یہ جانور) بطور قربانی کعبہ میں پہنچایا جائے۔“ اور فرمایا: ﴿وَالْهَدْيِ مَعْكُوفًا أَنْ يَبْلُغَ مَجْلَهُ ط

(الفتح 25: 48) ”اور قربانیوں کو (بھی روکا) کہ اپنی جگہ پہنچنے سے رکی رہیں۔“

تفسیر آیات: 34، 35

قربانی کا حکم تمام امتوں کے لیے تھا: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ قربانی کے جانوروں کو ذبح کرنے اور اللہ تعالیٰ کے نام

پر ان کے خون بہانے کا حکم تمام امتوں میں رہا ہے۔ علی بن ابوطلمح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں بیان

کیا ہے کہ نسک کے معنی عید کے ہیں۔^① عکرمہ کہتے ہیں کہ یہ ذبح کرنے کے معنی میں ہے۔^② زید بن اسلم کہتے ہیں کہ اس

سے مراد مکہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی بھی امت کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ مکہ کے علاوہ کسی اور جگہ قربانی کے جانور کو لے جا کر ذبح

کرے۔^③ ﴿لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيمَةٍ ۖ الْأَنْعَامُ ط﴾ ”تاکہ جو مویشی چوپائے اللہ نے اُن کو

دیے ہیں (اُن کے ذبح کرنے کے وقت) اُن پر اللہ کا نام لیں۔“ جیسا کہ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دو چتکبرے سینگوں والے مینڈھے لائے گئے، آپ نے اللہ کا نام لیا، اللہ اکبر پڑھا اور ان

کے پہلوؤں پر پاؤں رکھا۔^④

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَالَهُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ط﴾ ”سو تمہارا معبود ایک ہی ہے تو اس کے فرماں بردار ہو

جاؤ۔“ یعنی تمہارا معبود ایک ہے، گوانبیائے کرام کی شریعتیں مختلف تھیں اور بعض سے بعض منسوخ ہوتی رہیں، بہر حال تمام

انبیائے کرام نے اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت ہی کی دعوت دی تھی جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2492/8. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2492/8. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 2492/8. ④

صحیح البخاری، الأضاحی، باب من ذبح الأضاحی بیدہ، حدیث: 5558 و صحیح مسلم، الأضاحی، باب استحباب

استحسان الضحیۃ.....، حدیث: 1966.

وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا

اور قربانی کے اونٹ بھی جنھیں ہم نے تمھارے لیے اللہ کے شعائر میں سے بنایا ہے، تمھارے لیے ان میں بہت بھلائی ہے، لہذا (نحر کے وقت) جب

صَوَافٍ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۖ

وہ پاؤں بندھے کھڑے ہوں تو تم ان پر اللہ کا نام ذکر کرو، پھر جب ان کے پہلو (زمین پر) گر جائیں تو تم ان کا گوشت کھاؤ اور قناعت پسند اور سوا لی

كَذٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٣٦﴾

(حجاج) کو بھی کھلاؤ، اسی طرح ہم نے چوپائے تمھارے تابع کر دیے تاکہ تم شکر کرو ﴿36﴾

اِلَّا تُوجِىْ اِلَيْهِ اِنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاَعْبُدُوْا ۝ (الانبیاء: 21-25) ”اور جو پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھیجے ان کی طرف بھی یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، تم میری ہی عبادت کرو۔“ اسی لیے فرمایا: ﴿فَلِكُلِّ سَلَمًا﴾ ”تو اسی کے فرماں بردار ہو جاؤ۔“ اس کے حکم کے سامنے سراطاعت ختم کر دو اور اخلاص کے ساتھ اس کی اطاعت بجالاؤ۔

﴿وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ﴾ ”اور آپ عاجزی کرنے والوں کو خوش خبری سنا دیں۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی مطمئن لوگ ہیں۔ ⁽¹⁾ ثوری کہتے ہیں کہ اس آیت کریمہ: ﴿وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ﴾ سے مراد مطمئن، اللہ کے فیصلوں پر راضی رہنے والے اور اس کے سامنے سر جھکانے والے لوگ ہیں۔ ⁽²⁾ لیکن اس کی سب سے بہتر تفسیر وہ ہے جو اس کے بعد ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے: ﴿الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالْضِّمِرِيْنَ عَلٰی مَاْ اَصَابَهُمْ وَالنَّقِيْبِيْنَ الصَّلٰوَةَ﴾ ”یہ وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب (ان پر) مصیبت پڑتی ہے تو صبر کرتے ہیں اور نماز (آداب سے) قائم کرتے ہیں۔“ اور جن فرائض کے ادا کرنے کو اللہ تعالیٰ نے ان پر واجب قرار دیا ہے انھیں پورا کر کے اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا کرتے ہیں، ﴿وَمِمَّا رَزَقْنَهُمْ يُنفِقُوْنَ﴾ ”اور جو (مال) ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے (نیک کاموں میں) خرچ کرتے ہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں جو پاکیزہ رزق عطا فرمایا ہے اسے وہ اہل و عیال، رشتہ داروں، فقیروں اور محتاجوں پر خرچ کرتے ہیں، یعنی مخلوق سے بھی حسن سلوک سے پیش آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کی بھی حفاظت کرتے ہیں جبکہ منافقین کے حالات ان کے بالکل برعکس ہیں جیسا کہ سورہ براءت کی تفسیر میں قبل ازیں بیان ہو چکا ہے۔ ⁽³⁾

تفسیر آیت: 36

اونٹ نحر کرنے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسانات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اسی نے ان کے لیے اونٹ کو بھی پیدا فرمایا اور اسے بھی اپنے شعائر میں سے قرار دیا ہے اور ان جانوروں میں سے بنا دیا ہے جن کو بیت حرام کی طرف قربانی کے لیے لے جایا جاتا ہے بلکہ اس کی قربانی افضل ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿لَا تَجْلُواْ شَعَائِرَ اللّٰهِ وَلَا الشُّهُرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدٰی

① تفسیر الطبری: 17/212. ② تفسیر الثوری: 1/213 مختصراً (CD). ③ دیکھیے التوبة، آیات: 58، 59، 67 و 73

وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا آفَئِينَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ (المائدة: 25) ”اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرنا اور نہ ادب کے مہینے کی اور نہ قربانی کے جانوروں کی اور نہ ان جانوروں کی (جو اللہ کی نذر کر دیے گئے ہوں اور) جن کے گلوں میں پٹے بندھے ہوں اور نہ ان لوگوں کی جو بیت الحرام کو جارہے ہوں۔“

ابن جریج نے عطاء سے اس آیت کریمہ: ﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَائِرِ اللَّهِ﴾ ”اور قربانی کے اونٹ جنہیں ہم نے تمہارے لیے اللہ کے شعائر بنایا ہے“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ گائے اور اونٹ اللہ تعالیٰ کے شعائر میں سے ہیں۔^① ابن عمر، سعید بن مسیب اور حسن بصری سے بھی اسی طرح مروی ہے۔^② مجاہد کہتے ہیں کہ بدن کا لفظ اونٹ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔^③ ایک قول کے مطابق گائے کے لیے بھی یہ استعمال ہوتا ہے۔^④

اونٹ اور گائے کی قربانی میں کتنے افراد شرکت کر سکتے ہیں؟ جمہور علماء کے نزدیک اونٹ اور گائے سات آدمیوں کی طرف سے کفایت کر سکتی ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں جابر بن عبد اللہ اور دیگر کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اونٹ کی قربانی میں سات اور گائے کی قربانی میں بھی سات شریک ہو جائیں۔^⑤

اور فرمایا: ﴿لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ﴾ ”ان میں تمہارے لیے خیر و برکت ہے۔“ یعنی آخرت میں ثواب ملے گا۔ ﴿فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافً﴾ ”تو (قربانی کرنے کے وقت) کھڑا کر کے ان پر اللہ کا نام لو۔“

جانور ذبح کرتے وقت مسنون دعا: مُطْلَب بن عبد اللہ بن خطاب نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ کے ساتھ نماز عید الاضحیٰ ادا کی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کی خدمت میں ایک مینڈھا پیش کیا گیا جسے آپ نے ذبح فرمایا اور ذبح کرتے ہوئے یہ کہا: [بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ! هَذَا عَنِّي وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحَّ مِنْ أُمَّتِي] ”اللہ کے نام سے اور اللہ سب سے بڑا ہے، اے اللہ! یہ قربانی میری طرف سے اور میری امت کے ہر اس فرد کی طرف سے ہے جس نے قربانی نہیں کی۔“ اس کو امام احمد، امام ابو داؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔^⑥

دوسری دعا: محمد بن اسحاق نے یزید بن ابوحیب سے، انھوں نے ابو عیاش سے اور انھوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عید کے دن دو مینڈھوں کی قربانی دی اور جب انھیں زمین پر لٹایا تو یہ دعا پڑھی: [إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ، وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ، اَللّٰهُمَّ! مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمَّتِهِ،

① تفسیر الطبری: 214/17. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2493/8. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 2493/8 والسنن الکبریٰ

للبيهقي، الحج، باب لا محل للهدى: 231/5 عن سعيد. ④ تفسیر ابن ابی حاتم: 2494/8 عن عطاء. ⑤

صحيح مسلم، الحج، باب جواز الاشتراك في الهدى، وإجزاء البدنة، حديث: (315)-1318. ⑥ مسند أحمد:

356/3 وسنن أبي داود، الضحايا، باب في الشاة يضحي، حديث: 2810 وجامع الترمذی، الأضاحی، باب

ما يقول إذا ذبح؟ حديث: 1521.

بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ” میں نے اکیلے رب کی طرف یسو ہو کر اپنے آپ کو اسی ذات کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں، میری نماز اور میری عبادت (قربانی) اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی بات کا حکم ملا ہے اور میں سب سے پہلا فرماں بردار ہوں۔ اے اللہ! یہ قربانی تیری ہی طرف سے ہے اور تیرے ہی لیے ہے، محمد (ﷺ) اور امت محمد کی طرف سے۔ اللہ کے نام کے ساتھ اور اللہ بہت بڑا ہے۔“^①

تیسری دعا: علی بن حسین نے ابو رافع سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ قربانی کے لیے دو موٹے تازے سینگوں والے چتکبرے مینڈھے خریدا کرتے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہو جاتے تو لوگوں کو خطبہ ارشاد فرماتے، پھر ان دو مینڈھوں میں سے ایک کو آپ کے پاس لایا جاتا جبکہ آپ ابھی عید گاہ ہی میں تشریف فرما ہوتے تھے، آپ چھری کے ساتھ بنفس نفیس اسے ذبح فرماتے اور ذبح کرتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے: [اللّٰهُمَّ! هَذَا عَنْ أُمَّتِي جَمِيعًا مِّنْ شَهِدَ لَكَ بِالتَّوْحِيدِ وَشَهِدَ لِي بِالْبَلَاغِ] ”اے اللہ! اس قربانی کو میری امت کے ہر اس فرد کی طرف سے قبول فرما لے جو تیرے لیے توحید کی گواہی دے اور میرے لیے اس بات کی گواہی دے کہ (میں نے تیرے دین کو لوگوں تک پہنچا دیا ہے۔“

چوتھی دعا: پھر دوسرے مینڈھے کو آپ کی خدمت میں لایا جاتا تو اسے بھی آپ بنفس نفیس ذبح فرماتے اور ذبح کرتے وقت یہ کلمات ادا فرماتے تھے: [هَذَا عَنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ] ”(اے اللہ!) اسے محمد (ﷺ) اور آل محمد کی طرف سے قبول فرما لے۔“ پھر آپ ان دونوں مینڈھوں کا گوشت مسکینوں کو کھلاتے، خود بھی تناول فرماتے اور اپنے گھر والوں کو بھی کھلاتے تھے۔^②

پانچویں دعا: اعمش نے ابو ظبیان سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَافٍ﴾ ”تو قربانی کے وقت کھڑا کر کے ان پر اللہ کا نام لو۔“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اونٹ کو تین پاؤں پر کھڑا کرے، بائیں ہاتھ کو باندھ دے اور یہ دعا پڑھے: [بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، اللّٰهُمَّ! مِنْكَ وَلَكَ] ”اللہ کے نام سے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اے اللہ! یہ قربانی تیری ہی طرف سے ہے اور تیرے ہی لیے ہے۔“^③ صحیحین میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو اپنے اونٹ کو بٹھا کر نحر کر رہا تھا، آپ نے فرمایا: اسے کھڑا کر لو اور باندھ کر نحر کرو۔ ابو القاسم رضی اللہ عنہ کی سنت یہ ہے۔^④

① سنن أبي داود، الضحايا، باب ما يستحب من الضحايا، حديث: 2795 وسنن ابن ماجه، الأضاحي، باب أضاحي رسول الله ﷺ، حديث: 3121. ② مسند أحمد: 392، 391/6 وسنن ابن ماجه، الأضاحي، باب أضاحي رسول الله ﷺ، حديث: 3122 والمستدرک للحاکم، التفسیر، تفسیر سورة الحج: 391/2، حديث: 3478 اس کی سند منقطع ہے، البتہ البانی رحمہ اللہ نے ابن ماجہ میں اسے صحیح کہا ہے۔ ③ المستدرک للحاکم، التفسیر، تفسیر سورة الحج: 389/2، حديث: 3466 والسنن الكبرى للبيهقي، الحج، باب نحر الإبل قياماً..... 237/5 واللفظ له اور تو تین والا بجملة تفسیر الطبري: 216/17 میں ہے۔ ④ صحيح البخاری، الحج، باب نحر الإبل مقيدة، حديث: 1713 وصحيح مسلم، الحج، باب استحباب نحر الإبل، حديث: 1320.

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا﴾ ”پھر جب پہلو کے بل گر پڑیں۔“ ابن ابونجیح نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ یہ جب زمین پر گر پڑیں۔^① ایک روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی یہی معنی بیان فرمائے ہیں۔^② مقاتل بن حیان کا بھی یہی قول ہے۔ عبدالرحمن بن زید بن اسلم کا قول ہے کہ جب وہ مرجائیں۔^③ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد کے قول سے بھی یہی مراد ہے کیونکہ اونٹ کے گوشت کو اس وقت تک کھانا جائز نہیں جب تک نحر کرنے کے بعد وہ مرنے جائے اور اس کی حرکت ٹھنڈی نہ ہو جائے۔ جانور کو احسن طریقے سے ذبح کیا جائے: ایک مرفوع حدیث میں ہے: [لَا تُعْجَلُوا الْأَنْفُسَ أَنْ تَزْهَقَ] ”روحوں کو (جانوروں کے جسموں سے) نکالنے کے لیے جلدی نہ کرو۔“^④

ثوری نے اپنی جامع میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کیا ہے کہ آپ نے یہ الفاظ فرمائے تھے۔ اور اس کی تائید ہذا بن اوس سے مروی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو صحیح مسلم میں ہے: [إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ، وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ، وَلْيُجِدْ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، فَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ] ”اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کو فرض قرار دیا ہے حتیٰ کہ جب تم قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو اور جب ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو اور اپنی چھری کو تیز کر لیا کرو اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچایا کرو۔“^⑤

زندہ جانور سے کاٹا ہوا گوشت مردار کے حکم میں ہوگا: ابو داؤد لشیخ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا قُطِعَ مِنَ الْبَهِيمَةِ وَهِيَ حَيَّةٌ، فَهِيَ مَيْتَةٌ] ”جو (گوشت کا ٹکڑا) جانور سے اس وقت کاٹا گیا ہو جب وہ ابھی زندہ ہو تو وہ مردار ہے۔“ اس کو امام احمد اور ابو داؤد نے روایت کیا اور ترمذی نے اسے روایت کرنے کے بعد صحیح کہا ہے۔^⑥

قربانی کا گوشت فقراء کو کھلانا: اور فرمایا: ﴿فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ﴾ ”تو ان میں سے کھاؤ اور قناعت کرنے والوں اور سوال کرنے والوں کو بھی کھلاؤ۔“ یہ امر اباحت ہے۔ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿الْقَانِعَ﴾ سے مراد وہ شخص ہے جسے گھر بیٹھے ہوئے آپ جو دے دیں وہ اسی سے مستغنی ہو جائے اور ﴿وَالْمُعْتَرَّ﴾ سے مراد وہ ہے جو آپ کے سامنے آئے، آپ کی طرف جھانکنے تاکہ آپ اسے گوشت دے دیں مگر وہ سوال نہ کرے۔^⑦ مجاہد اور محمد بن کعب قرظی کا بھی یہی قول ہے۔^⑧ علی بن ابوطلمح نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿الْقَانِعَ﴾ سے

① تفسیر الطبری: 219/17. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2495/8. ③ تفسیر الطبری: 219/17. ④ السنن الکبریٰ

للبیہقی، الضحایا، باب الذکاة فی المقدور.....: 278/9 و سنن الدارقطنی، الأشربة وغیرہا: 282/4، حدیث: 4709

عن أبی ہریرۃؓ والمصنف لعبد الرزاق: 495/4 و إرواء الغلیل: 176/8، حدیث: 2542 یہ حدیث دارقطنی میں مرفوعاً لیکن

ضعیف ہے جبکہ سنن کبریٰ بیہقی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے۔ ⑤ صحیح مسلم، الصيد والذبائح.....، باب الأمر

بإحسان الذبح.....، حدیث: 1955. ⑥ مسند أحمد: 218/5 و سنن أبی داؤد، الصيد، باب إذا قطع من الصيد

قطعة، حدیث: 2858 و جامع الترمذی، الصيد، باب ماجاء ما قطع من الحي.....، حدیث: 1480 - ⑦ تفسیر

الطبری: 220/17. ⑧ تفسیر الطبری: 221، 220/17.

مراد سوال نہ کرنے والا اور ﴿وَالْبُعْتَرُ﴾ سے مراد سائل ہے۔^① قتادہ، ابراہیم نخعی اور ایک روایت کے مطابق مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔^② ایک قول اس کے برعکس بھی ہے۔^③ اس آیت کریمہ سے ان علماء نے استدلال کیا ہے جن کا یہ مذہب ہے کہ قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کر لیا جائے، ایک حصہ اپنے کھانے کے لیے، ایک حصہ دوست و احباب کے تحفے کے لیے اور ایک حصہ فقراء پر صدقہ کرنے کے لیے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِعُوا الْقَانِعَ وَالْبُعْتَرُ﴾ ”تو ان میں سے کھاؤ اور قناعت کرنے والوں اور سوال کرنے والوں کو بھی کھلاؤ۔“^④

قربانی کے گوشت کو ذخیرہ کرنا اور کھال سے فائدہ اٹھانا: حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا: [إِنِّي كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ (ادِّخَارِ) لُحُومِ الْأَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلَاثِ، (فَكُلُوا) فَاَتَمَّسِكُوا مَا بَدَأَ لَكُمْ] ”میں نے تمہیں قربانیوں کے گوشت کو تین دن سے زیادہ کے لیے جمع کرنے سے منع کیا تھا لیکن اب تم کھا سکتے ہو اور جب تک چاہو اسے ذخیرہ بھی کر سکتے ہو۔“^⑤ ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں: [فَكُلُوا وَادِّخَرُوا وَتَصَدَّقُوا] ”پس تم کھاؤ، ذخیرہ کرو اور صدقہ کرو۔“^⑥ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: [كُلُوا وَأَطِعُوا وَادِّخَرُوا] ”تم کھاؤ، کھلاؤ اور ذخیرہ بھی کرو۔“^⑦ قربانی کے جانوروں کی کھالوں کے بارے میں مسند احمد میں قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: [فَكُلُوا وَتَصَدَّقُوا، وَاسْتَمِعُوا بِحُلُودِهَا، وَلَا تَبِيعُوهَا] ”پس کھاؤ، صدقہ کرو اور ان کی کھالوں سے فائدہ اٹھاؤ مگر انھیں فروخت نہ کرو۔“^⑧

نماز عید سے قبل قربانی کرنے کی ممانعت: براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرُ، مَنْ فَعَلَهُ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ، فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ قَدَّمَهُ لِأَهْلِهِ، لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ] ”اس دن سب سے پہلا کام یہ ہوگا کہ ہم نماز (عید) پڑھیں گے، پھر لوٹ کر قربانی کریں گے۔ جس نے ایسا کیا اس نے ہماری سنت کے مطابق عمل کیا اور جس نے نماز سے پہلے جانور کو ذبح کر لیا تو اس نے اہل خانہ کے لیے گوشت پیش کیا ہے، اس کا قربانی سے کوئی تعلق نہیں۔“^⑨ اور صحیح مسلم کی روایت میں یہ الفاظ بھی

① تفسیر الطبری: 220/17. ② تفسیر الطبری: 221/17. ③ تفسیر الطبری: 221/17. ④ لیکن یہ آیت اس بات کی دلیل نہیں بن سکتی۔ (صغی الرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ) ⑤ صحیح مسلم، الجنائز، باب استئذان النبی ﷺ، رہ عزوجل فی زیارة قبرامہ، حدیث: 977 جبکہ پہلی قوسین والے الفاظ سنن النسائی، الأشربة، باب الإذن فی شیء منها، حدیث: 5654، دوسری قوسین والے لفظ کے بجائے مسند أحمد: 452/1 میں [أَنْ تَحْبِسُوا] عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور تیسری قوسین والا لفظ صحیح ابن حبان، الأشربة، ذکر البیان بأن إباحة.....: 212/12، حدیث: 5390 عن بريدة رضی اللہ عنہ میں ہے۔ ⑥ صحیح مسلم، الأضاحی، باب بیان ماکان من النهی عن أكل لحوم الأضاحی.....، حدیث: 1971 عن عائشة رضی اللہ عنہا. ⑦ صحیح البخاری، الأشربة، باب ما یؤکل من لحوم الأضاحی.....، حدیث: 5569 صحیح مسلم، الأضاحی، باب بیان ماکان من النهی عن أكل لحوم الأضاحی.....، حدیث: 1973 عن أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ. ⑧ مسند أحمد: 15/4، اس کی سند ضعیف ہے۔ ⑨ صحیح البخاری، الأضاحی، باب سنة الأضحية.....، حدیث: 5545 صحیح مسلم، الأضاحی، باب وقتها، حدیث: (7)-1961.

لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومَهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ

اللہ تک ان (قربانی کے جانوروں) کا گوشت ہرگز نہیں پہنچتا اور نہ ان کا خون لیکن اس تک تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے، اسی طرح اس نے ان (چوپایوں) کو

سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَكُمْ ۚ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ ﴿٣٧﴾

تمہارے تابع کر دیا تاکہ تم اس پر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی، اور نیکو کرنے والوں کو بشارت دیجیے ﴿٣٧﴾

ہیں: [وَأَنْ لَا تَذْبَحُوا حَتَّىٰ يَذْبَحَ الْإِمَامُ] ”اس وقت تک تم ذبح نہ کرو جب تک امام ذبح نہ کرے۔“^①

جانور قربان کرنے کے کتنے دن ہیں؟ قربانی کے جانور کو قربانی کے دن ذبح کیا جاسکتا ہے اور اس کے تین دن بعد کے

ایام تشریق میں بھی، کیونکہ جبر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَيَّامُ التَّشْرِيقِ كُلُّهَا ذَبْحٌ]

”تمام ایام تشریق میں (قربانی کے جانوروں کو) ذبح کیا جاسکتا ہے۔“^② اس کو امام احمد اور ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔^③

اور فرمایا: ﴿كَذَٰلِكَ سَخَّرْنَاكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾^④ ”اس طرح ہم نے ان کو تمہارے زیر فرمان کر دیا ہے

تاکہ تم شکر کرو۔“ یعنی جانوروں کو اسی لیے ہم نے تمہارے زیر فرمان کر دیا ہے تاکہ اگر تم چاہو تو ان پر سواری کرلو، چاہو تو ان کا

دودھ دھولو اور اگر چاہو تو انھیں ذبح کر لو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَوْ لَعَلَّكُمْ يَذْكُرُونَ﴾

﴿وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ﴾^⑤ وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۖ أَفَلَا

يَشْكُرُونَ ﴿٣٦﴾ (نہس: 36-71-73) ”کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ جو چیزیں ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنائیں، ان میں سے ہم

نے ان کے لیے چوپائے پیدا کر دیے، پھر یہ ان کے مالک (بن گئے) ہیں اور ہم نے انھیں ان کے قابو میں کر دیا تو کوئی ان

میں سے ان کی سواریاں ہیں اور کسی کو یہ کھاتے ہیں اور ان میں ان کے لیے (اور) فائدے اور پینے کی چیزیں ہیں تو کیا یہ شکر

نہیں کریں گے۔“ اور اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿كَذَٰلِكَ سَخَّرْنَاكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾^⑥ ”اس طرح

ہم نے ان کو تمہارے زیر فرمان کر دیا ہے تاکہ تم شکر کرو۔“

تفسیر آیت: 37

قربانیوں سے مقصود اخلاص و تقویٰ ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس نے تمہارے لیے قربانی کے ان جانوروں کو ذبح

کرنے کا حکم اس لیے دیا ہے تاکہ بوقت ذبح تم اللہ تعالیٰ کو یاد کرو کہ وہ خالق و رازق ہے، اسے قربانی کے جانوروں کا گوشت

اور خون نہیں پہنچتا اور وہ ذات اقدس اپنے سوا سب سے بے نیاز ہے۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ جب اپنے معبودوں کے لیے

جانوروں کو ذبح کرتے تو وہ ان کے سامنے گوشت رکھ دیا کرتے تھے اور ان پر ان کا خون چھڑک دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے

① صحیح مسلم، الأضاحی، باب سن الأضحية، حدیث: 1964 اس میں مذکورہ الفاظ نہیں بلکہ اس طرح ہیں: [وَلَا يَنْحَرُوا

حَتَّىٰ يَنْحَرَ النَّبِيُّ] عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ۔ ② السنن الکبریٰ للبیہقی، الضحایا، باب من قال: الأضحی جائر.....:

296/9 وسنن الدار قطنی، الأشربة باب الذبائح.....: 283/4، حدیث: 4711۔ ③ مسند أحمد: 82/4 وصحیح ابن

حبان، الحج، ذکر وقوف الحاج.....: 166/9، حدیث: 3854۔

فرمایا ہے: ﴿لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومَهَا وَلَا دِمَاؤُهَا﴾ ”اللہ تک نہ ان (قربانی کے جانوروں) کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون۔“ ابن ابی حاتم نے ابن جریر سے روایت کیا ہے کہ اہل جاہلیت بیت اللہ کو اونٹوں کے گوشت اور خون سے لت پت کر دیا کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں نے کہا کہ ہم اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ بیت اللہ پر قربانی کے جانوروں کے خون کے چھینے ماریں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمادی: ﴿لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومَهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ﴾ ”اللہ تک نہ ان (قربانی کے جانوروں) کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون بلکہ اس تک تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے۔“^(۱) یعنی وہ پرہیزگاری کو قبول کرتا اور اس کی جزا عطا فرماتا ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں بھی آیا ہے: [إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِكُمْ وَأُمُورِكُمْ وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ] ”بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور اموال کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور تمہارے عملوں کو دیکھتا ہے۔“^(۲)

﴿كَذَلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ﴾ ”اسی طرح اللہ نے اُن کو تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے۔“ یعنی اونٹوں کو تمہارے لیے اس لیے مسخر کر دیا ہے: ﴿لِتَكْبِرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ﴾ ”تا کہ تم اس پر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت بخشی۔“ اور اس کی تعظیم بجالاؤ کہ اس نے تمہیں اپنے پسندیدہ دین و شریعت کی ہدایت بخشی ہے اور جو چیزیں اس کے نزدیک ناقابل قبول و ناپسند ہیں ان سے اس نے تمہیں منع فرمادیا ہے۔ اور فرمایا: ﴿وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ﴾^(۳) ”اور (اے پیغمبر!) آپ نیکوکاروں کو خوش خبری سنا دیں۔“ یعنی اے محمد ﷺ! آپ ان لوگوں کو خوش خبری سنا دیں جو نیک اعمال بجالاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کی پابندی کرتے، اس کی شریعت کی اتباع کرتے اور رسول اللہ ﷺ نے ان تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس دین کو پہنچایا ہے اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

تمام گھروالوں کی طرف سے ایک قربانی کافی ہے: قربانی سنت مستحبہ ہے اور تمام گھروالوں کی طرف سے ایک قربانی کافی ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں دس سال قیام فرمایا اور آپ ان سالوں میں قربانی کرتے رہے۔^(۴) ابویوب کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں آدمی اپنے اور اپنے گھروالوں کی طرف سے ایک بکری کی قربانی دیا کرتا تھا، لوگ اسی قربانی کے گوشت کو خود بھی کھاتے اور دوسروں کو بھی کھلاتے تھے حتیٰ کہ لوگوں نے فخر کا مظاہرہ کرنا شروع کر دیا اور صورت حال یہ ہو گئی جسے تم دیکھ رہے ہو۔^(۵) اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور صحیح قرار دیا ہے، نیز امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔^(۶) عبد اللہ بن ہشام اپنے تمام اہل خانہ کی طرف سے ایک بکری کی قربانی دیا کرتے تھے۔^(۷)

قربانی کے جانور کی عمر: قربانی کے جانور کی عمر کے بارے میں امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2495/8. ② صحیح مسلم، البر والصلة.....، باب تحریم ظلم المسلم.....، حدیث:

(34)-2564. ③ جامع الترمذی، الأضاحی، باب الدلیل علی أن الأضاحی سنة، حدیث: 1507. ④ جامع الترمذی،

الأضاحی، باب ماجاء أن الشاة الواحدة تجزئ عن أهل البيت، حدیث: 1505. ⑤ سنن ابن ماجہ، الأضاحی،

باب من ضحی بشاة عن أهله، حدیث: 3147. ⑥ صحیح البخاری، الأحکام، باب بیعة الصغیر، حدیث: 7210.

إِنَّ اللَّهَ يُدْفِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا ط إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ ۝۳۸

یقیناً اللہ ایمان والوں کا دفاع کرتا ہے، بے شک اللہ ہر خائن (اور) ناشکرے کو پسند نہیں کرتا ۝۳۸

أَذِنَ لِلَّذِينَ يُقْتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلُمُوا ط وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝۳۹

جن لوگوں سے لڑائی کی جاتی ہے انہیں (جہاد کی) اجازت دی گئی ہے، اس لیے کہ ان پر ظلم ہوا، اور یقیناً اللہ ان کی مدد پر ضرور قادر ہے ۝۳۹ وہ لوگ

أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ط وَكَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ

جنہیں ان کے گھروں سے ناحق نکال دیا گیا، صرف اس لیے کہ وہ کہتے ہیں: ہمارا رب اللہ ہے، اور اگر اللہ لوگوں میں سے بعض کو بعض کے ذریعے

بَعْضُهُمْ بِبَعْضٍ لَّهْدَمَتْ صَوَامِعُ وَبِيعُ وَصَلَوْتُ وَمَسْجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا

سے دفع نہ کرتا تو بلاشبہ خانقاہیں اور گرجے اور (یہودی) عبادت خانے اور مسجدیں ڈھادی جاتیں جن میں اللہ کا نام بکثرت ذکر کیا جاتا ہے اور اللہ

اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ط وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ ط إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝۴۰

ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس (کے دین) کی مدد کرے گا، بے شک اللہ یقیناً بہت قوت والا، خوب غالب ہے ۝۴۰

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً، إِلَّا أَنْ يَعْسُرَ عَلَيْكُمْ، فَتَذْبَحُوا جَذَعَةً مِّنَ الضَّأْنِ] ”صرف دو دانت والا جانور ہی ذبح کرو، البتہ اگر مشکل ہو جائے تو پھر چھ ماہ کا بھیڑ کا بچہ ذبح کر سکتے ہو۔“ ①

تفسیر آیت: 38

مومنوں کے دفاع کی بشارت: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ان مومن بندوں سے جو اس کی ذات پاک پر توکل کریں گے اور اسی کی طرف رجوع کریں گے، ان سے شریروں کے شر اور فاجروں کے مکر و فریب کو ہٹاتا رہے گا، ان کی حفاظت فرمائے گا اور انہیں فتح و نصرت سے سرفراز فرمائے گا جیسا کہ فرمایا: اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدًا ط (الزمر: 36:39) ”کیا اللہ اپنے بندوں کو کافی نہیں؟“ اور فرمایا: وَمَنْ يَتَّوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ط إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ ط قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝ (الطلاق: 3:65) ”اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اس کو کافی ہے، بے شک اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے، یقیناً اللہ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔“ اور فرمایا: إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ ۝ ”بے شک اللہ کسی خیانت کرنے والے، کفرانِ نعمت کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کو پسند نہیں کرتا جن کی عادت خیانت اور ناشکری کی ہو، یعنی جو خیانت کریں اور اپنے عہد و پیمان اور قول و قرار کو پورا نہ کریں۔ کفر نعمتوں کے انکار کو کہتے ہیں، یعنی وہ نعمتوں کا اعتراف کرنے کے بجائے کفرانِ نعمت کی روش کو اختیار کریں۔

تفسیر آیات: 39، 40

قتال کی اجازت اور جہاد کے بارے میں پہلی آیت: عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب محمد ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مکہ سے نکال دیا گیا تھا۔ مجاہد، ضحاک اور کئی ایک

ائمہ سلف، مثلاً: ابن عباس رضی اللہ عنہ، عروہ بن زبیر، زید بن اسلم، مقاتل بن حیان، قتادہ رضی اللہ عنہم اور دیگر حضرات نے فرمایا ہے کہ یہ وہ پہلی آیت ہے جو جہاد کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔^① ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ کو مکہ مکرمہ سے نکال دیا گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان لوگوں نے اپنے نبی کو نکال دیا ہے: ﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾ (البقرة: 156) یہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تھی: ﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَتِّلُونَ بِأَنفُسِهِمْ ظُلُمًا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ﴾^② ”جن مسلمانوں سے (خواہ مخواہ) لڑائی کی جاتی ہے انھیں (جہاد کی) اجازت ہے کیونکہ ان پر ظلم ہوا، اور اللہ یقیناً ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے۔“^③ ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اس آیت کے نزول کے بعد مجھے معلوم ہو گیا کہ یقیناً قتال ہوگا۔^④ امام احمد کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ سب سے پہلی آیت ہے جو قتال کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔^⑤ امام ترمذی و نسائی نے بھی اپنی اپنی سنن کی کتاب التفسیر میں بیان کیا اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

اور فرمایا: ﴿وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ﴾^⑥ ”اور بلاشبہ اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے۔“ یعنی وہ قتال کے بغیر بھی اپنے مومن بندوں کی مدد پر قادر ہے لیکن وہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے اس کی اطاعت میں محنت و کوشش کریں جیسا کہ فرمایا: ﴿فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَذْتُمُوهُمْ فَفَشِّدُوا الْوَتَاقَ ۚ لَا قَامًا مِّنَّا بَعْدُ ۚ وَإِنَّمَا فِدَاءٌ حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ۚ ذَٰلِكَ ۖ وَكُوفِيَ سَاءَ اللَّهُ لَا تَنْصَرُ مِنْهُمْ ۖ وَلَكِنْ لِّيَبْلُوَ بَعْضُكُم بِبَعْضٍ ۖ وَالَّذِينَ قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَكَانَ يُضِلَّ أَعْمَاءَهُمْ ۖ سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۖ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَفَهَا لَهُمْ ۖ﴾ (محمد 47: 6-4)

”جب تم (جہاد میں) کافروں سے ملو تو ان کی گردنیں مار دو یہاں تک کہ جب ان کو خوب قتل کر چکو تو (جو زندہ پکڑے جائیں) اُن کو مضبوطی سے بیڑیوں میں قید کر لو، پھر اس کے بعد ان پر یا تو احسان کرنا ہے یا فدیہ لینا ہے یہاں تک کہ لڑائی تھیرا ڈال دے یہ (حکم) اور اگر اللہ چاہتا تو (خود ہی) ان سے انتقام لے لیتا لیکن اس نے چاہا کہ تمہاری آزمائش ایک (کو) دوسرے سے (لڑا کر) کرے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کے عملوں کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ عنقریب ان کو سیدھے راستے پر چلائے گا اور ان کی حالت درست کر دے گا اور ان کو بہشت میں جس سے ان کو شناسا کر رکھا ہے داخل کرے گا۔“

اور فرمایا: ﴿قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصَرِّكُمُ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ۖ﴾

① تفسیر الطبری: 228، 227/17 و صحیح ابن حبان، السیر، ذکر الخبر المدحض 8/11، حدیث: 4710 و تفسیر

ابن ابی حاتم: 2496/8. ② تفسیر الطبری: 227، 226/17. ③ تفسیر الطبری: 227/17 و جامع الترمذی، تفسیر

القرآن، باب ومن سورة الحج، حدیث: 3171. ④ مسند أحمد: 216/1. ⑤ جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب

ومن سورة الحج، حدیث: 3171 و السنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالى: ﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَتِّلُونَ﴾:

411/6، حدیث: 11345، البیہقی ترمذی میں ہی اَوَّلُ آيَةٍ نَزَلَتْ نہیں ہے۔

وَيَذْهَبُ عِظًا قُلُوبَهُمْ ط وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ ط وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٥﴾ (التوبة 9: 14, 15) ”ان سے (خوب) لڑو، اللہ انھیں تمھارے ہاتھوں عذاب دے گا اور رسوا کرے گا اور تم کو ان پر غلبہ دے گا اور مومن لوگوں کے سینوں کو شفا (ٹھنڈک) بخشنے گا اور وہ ان کے دلوں سے غصہ لے جائے گا اور اللہ جس پر چاہے مہربانی فرماتا ہے اور اللہ خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجْتَهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ لَا تَبْلُواْ أَخْبَارَكُمْ﴾ ﴿٣١﴾ (محمد 31: 47) ”اور ہم تم لوگوں کو ضرور آزمائیں گے یہاں تک کہ جو تم میں لڑائی کرنے والے اور ثابت قدم رہنے والے ہیں ان کو معلوم کریں اور تمھارے حالات جانچ لیں۔“ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ﴾ ﴿٣١﴾ ”اور یقیناً اللہ ان کی مدد پر ضرور قادر ہے“ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس وعدے کو پورا فرما دیا ہے۔ ﴿١﴾ اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم اس وقت دیا جو اس کے لیے بہت ہی زیادہ موزوں تھا کیونکہ مسلمان جب مکہ میں تھے تو مشرکوں کی تعداد ان سے زیادہ تھی۔ اگر مسلمانوں کو اس وقت قتل کا حکم دیا جاتا جب ان کی تعداد دس سے بھی کم تھی تو یہ ان کے لیے بہت مشکل ہوتا۔ اہل یشرب نے جب لیلہ عقبہ میں رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی، ان کی تعداد اسی (80) سے کچھ زیادہ تھی تو انھوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! کیا ہم اس وادی، یعنی وادی خس کے لوگوں پر مئی کی راتوں میں حملہ کر کے انھیں قتل نہ کر دیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا۔“ ﴿٢﴾ لیکن جب مشرکوں نے سرکشی اختیار کی، رسول اللہ ﷺ کو اپنے ہاں سے نکال دیا اور آپ کے صحابہ کو منتشر کر دیا، ان میں سے کچھ لوگ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے اور کچھ نے مدینہ کی راہ لی، پھر جب مدینہ میں انھیں قرار نصیب ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ بھی وہاں جلوہ افروز ہو گئے اور شیخ رسالت کے جاں نثار پروانے بھی وہاں جمع ہو گئے اور آپ کی نصرت و اعانت کے لیے ہمہ وقت تیار اور مدینہ ان کے لیے دارالاسلام اور ایک مرکز اور ٹھکانا بن گیا تو اللہ تعالیٰ نے دشمنوں سے جہاد کا حکم دے دیا اور اس سلسلے میں نازل ہونے والی یہ پہلی آیت تھی: ﴿إِذَٰنَ الَّذِينَ يُفْتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلُمُواْ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ﴾ ﴿٣١﴾ ﴿الَّذِينَ أُخْرِجُواْ مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ﴾ ”جن مسلمانوں سے (خواہ خواہ) لڑائی کی جاتی ہے ان کو (جہاد کی) اجازت دی گئی ہے کیونکہ ان پر ظلم ہوا، اور یقیناً اللہ ان کی مدد پر ضرور قادر ہے، یہ وہ لوگ ہیں کہ انھیں اپنے گھروں سے ناثق نکال دیا گیا۔“

عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کو مکہ سے مدینہ کی طرف ناثق نکال دیا گیا تھا۔ ﴿١﴾ ﴿إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبَّنَا اللَّهُ ط﴾ ”صرف ان کے یہ کہنے پر کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔“ انھوں نے اپنی قوم کا کچھ بھی نہ بگاڑا تھا، ان کا کوئی بھی تو قصور نہ تھا، سوائے اس کے کہ وہ اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کرتے تھے۔ حقیقت امر کے اعتبار سے یہ استثنا منقطع ہے ورنہ مشرکوں کے ہاں تو یہ بہت بڑا گناہ تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ

① تفسیر الطبری: 226/17. ② دلائل النبوة للأصفهانی: 310-306/1 مطولاً. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 2496/8.

وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُوْمِنُوا بِاللَّهِ رِبَّكُمْ (الْمَمْتَحَنَةُ 1:60) ”یہ کہ تم اپنے پروردگار اللہ پر ایمان لائے ہو، پیغمبر کو اور تمہیں جلاوطن کرتے ہیں.....“

پھر فرمایا: ﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ﴾ ”اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے سے نہ ہٹاتا رہتا،“ یعنی اگر ایک قوم کو دوسری قوم سے نہ ہٹاتا اور اسباب و وسائل پیدا فرما کر کچھ لوگوں کی شرارتوں کو دوسروں سے دور نہ کرتا تو زمین میں فساد برپا ہو جاتا اور طاقتور کمزوروں کو ہلاک کر دیتے۔

مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کی عبادت گاہوں کا بیان: ﴿لَهْدَمَتِ صَوَامِعُ﴾ ”بلاشبہ وہ (راہبوں کی) خانقاہیں گرا دی جاتیں۔“ ﴿صَوَامِعُ﴾ سے مراد راہبوں کے چھوٹے عبادت گاہے ہیں۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، ابو العالیہ، عکرمہ، ضحاک اور دیگر ائمہ تفسیر کا قول ہے۔ ^(۱) قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد صابیوں کی عبادت گاہیں ہیں۔ ^(۲) اور آپ سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس سے مجوسیوں کے صوامع مراد ہیں۔ مقاتل بن حیان کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ گھر ہیں جو رستے پر ہوں۔ ﴿وَبِيعُ﴾ ”(اور) عیسائیوں کے (گرجے)۔“ یہ صومعوں سے بڑے ہوتے ہیں اور ان میں عبادت کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے، عیسائیوں کے گرجوں کو بھی بیع کہا جاتا ہے۔ ^(۳) یہ ابو العالیہ، قتادہ، ضحاک، ابن صحر، مقاتل بن حیان، ٹھیف اور دیگر ائمہ کا قول ہے۔ ^(۴) ابن جبیر نے مجاہد وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے یہودیوں کے کنیسے مراد ہیں۔ ^(۵)

اور فرمان الہی ہے: ﴿وَصَلَوَاتُ﴾ ”(اور) یہودیوں کے (عبادت خانے)۔“ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد کنیسے ہیں۔ ^(۶) عکرمہ، ضحاک اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے کہ اس سے مراد یہودیوں کے کنیسے ہیں اور وہ انھیں ﴿صَلَوَاتُ﴾ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ^(۷) ابو العالیہ وغیرہ نے کہا ہے کہ ﴿صَلَوَاتُ﴾ سے مراد صابیوں کے عبادت خانے ہیں۔ ^(۸) ابن ابوشیح نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ ﴿صَلَوَاتُ﴾ سے مراد اہل کتاب اور اہل اسلام کی وہ مسجدیں ہیں جو رستوں پر بنی ہوں۔ ^(۹) اور ﴿وَمَسْجِدُ﴾ سے مسلمانوں کی مسجدیں مراد ہیں۔

اور فرمایا: ﴿يَذْكُرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا﴾ ”جن میں اللہ کا نام بکثرت ذکر کیا جاتا ہے۔“ کہا گیا ہے کہ ﴿يَذْكُرُ فِيهَا﴾ میں ضمیر مساجد کی طرف عائد ہے، اس لیے کہ مذکورہ اشیاء میں سے یہ اقرب ہے۔ ضحاک کہتے ہیں کہ ان تمام عبادت خانوں ہی میں اللہ کا نام بکثرت سے لیا جاتا ہے۔ ^(۱۱) ابن جریر کہتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ راہبوں کے صومعے، عیسائیوں کے گرجے، یہودیوں کے کنیسے اور مسلمانوں کی وہ مسجدیں گرائی جا چکی ہوتیں جن میں اللہ کا بہت ساد ذکر کیا جاتا ہے

① تفسیر الطبری: 231، 230، 17/ و تفسیر القرطبی: 71/12. ② تفسیر الطبری: 231/17 و تفسیر ابن ابی حاتم:

2497/8. ③ تفسیر الطبری: 231/17. ④ تفسیر الطبری: 231/17. ⑤ تفسیر الطبری: 232، 231، 17/ و تفسیر ابن

ابی حاتم: 2497/8. ⑥ تفسیر الطبری: 232/17. ⑦ تفسیر الطبری: 232/17 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2497/8.

⑧ تفسیر الطبری: 232/17 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2497/8. ⑨ تفسیر الطبری: 233/17. ⑩ تفسیر القرطبی:

72/12. ⑪ تفسیر الطبری: 233/17.

الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ

(یہ وہ لوگ ہیں) کہ جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں (تو) وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں، اور نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں، اور تمام

وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَاللَّهُ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ﴿٤١﴾

امور کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے ﴿٤١﴾

کیونکہ کلام عرب میں یہ اسلوب مستعمل اور معروف ہے۔^① بعض علماء نے کہا ہے کہ یہاں اقل سے اکثر کی طرف ترقی ہے حتیٰ کہ بات مساجد تک پہنچ گئی جو دیگر عبادت خانوں کی نسبت زیادہ آباد ہیں اور جن میں عبادت کرنے والوں کی تعداد بھی زیادہ ہے اور ان کا قصد و ارادہ بھی صحیح ہے۔

فرمان الہی ہے: ﴿وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنْصُرُهُ ط﴾ ”اور جو شخص اس (کے دین) کی مدد کرے گا، اللہ اس کی ضرور مدد کرے گا۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعَسَا لَهُمْ وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ۝﴾ (محمد 8: 47) ”اے اہل ایمان! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم ثابت رکھے گا اور جو کافر ہیں ان کے لیے ہلاکت ہے اور وہ ان کے اعمال برباد کر دے گا۔“

اور اس کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝﴾ ”بے شک اللہ بہت قوت والا، نہایت غالب ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کو توانائی اور غلبے کے ساتھ موصوف قرار دیا ہے، اس نے اپنی قوت و توانائی کے ساتھ ہی ہر چیز کو پیدا کر کے اس کا اندازہ مقرر فرمایا ہے اور اس کے غلبے کا یہ عالم ہے کہ اس پر کوئی تسلط حاصل نہیں کر سکتا اور نہ کوئی اس پر غالب آ سکتا ہے بلکہ ہر چیز اس کے سامنے عاجز و در ماندہ اور فقیر ہے تو قوی و عزیز ذات جس کی مددگار ہو تو وہ منصور و فتح یاب اور اس کا دشمن مقہور اور ناکام و نامراد ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كُتُبُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ۝ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنصُورُونَ ۝ وَإِنَّ جُنَدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ۝﴾ (الصّٰفّٰت 37: 171-173) ”اور البتہ تحقیق اپنے پیغام پہنچانے والے بندوں سے ہمارا وعدہ پہلے ہی ہو چکا ہے کہ وہی (مظفرو) فتح یاب ہیں اور بلاشبہ ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا۔“ اور فرمایا: ﴿كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي ط إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝﴾ (المجادلہ 21: 58) ”اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب آئیں گے، بے شک اللہ قوی، بڑا زبردست ہے۔“

تفسیر آیت: 41

غلبہ و اقتدار کے وقت مسلمانوں کے فرائض: ابن ابوقاتم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ ﴿الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ط﴾ ”یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا

وَاِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَثَمُودٌ ۝ (42) وَقَوْمُ

اور (اے نبی!) اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو بلاشبہ ان سے پہلے قوم نوح اور عاد اور ثمود نے بھی (اپنے اپنے انبیاء کو) جھٹلایا (42) اور قوم

ابراہیم و قوم لوط ۝ (43) وَاَصْحَابُ مَدْيَنَ ۚ وَكَذَّبَ مُوسٰى فَأَمَلَيْتُ

ابراہیم اور قوم لوط نے بھی (43) اور مدین والوں نے بھی، اور موسیٰ کو بھی جھٹلایا گیا، چنانچہ (پہلے تو) میں نے کافروں کو ڈھیل دی،

لِلْكَافِرِيْنَ ثُمَّ اخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ۝ (44) فَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا

پھر میں نے انہیں پکڑ لیا، چنانچہ میرا عذاب کیسا تھا! (44) چنانچہ کتنی ہی بستیاں ہیں کہ ہم نے انہیں ہلاک کر دیا جبکہ وہ ظالم تھیں،

وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا ۚ وَبِئْسَ مُعْتَلَةٌ ۚ وَقَصِيرٌ مَّشِيدٌ ۝ (45)

تو وہ گری پڑی ہیں اپنی چھتوں پر، اور (کتنے ہی) کنویں بے کار، اور (کتنے ہی) مضبوط محل (دیران پڑے ہوئے ہیں!) (45) کیا پھر وہ

اَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنُ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَعْقِلُوْنَ بِهَا ۚ اَوْ اَذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ

زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے دل ہوتے جن سے وہ سمجھتے، یا کان (ہوتے) جن سے وہ سنتے، پس بے شک قصہ یہ ہے

بِهَآءِ ۚ فَاتَّهَآ لَا تَعْنٰى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْنٰى الْقُلُوْبُ الَّتِي فِي الصُّدُوْرِ ۝ (46)

کہ (ان کی) آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں اور لیکن دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں (46)

کریں اور نیکی کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں۔“ ہمیں ہمارے گھروں سے ناحق نکال دیا گیا، اس کے سوا ہمارا اور کوئی تصور نہ تھا کہ ہم کہتے تھے: ہمارا رب اللہ ہے، پھر ہمیں زمین میں دسترس عطا کر دی گئی تو ہم نے نماز قائم کی، زکاۃ ادا کی، نیک کاموں کا حکم دیا اور برے کاموں سے منع کیا اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے، الغرض! یہ آیت کریمہ میرے اور میرے رفقاء کے بارے میں ہے۔^①

ابوالعالیہ نے بھی کہا ہے کہ یہ آیت اصحاب محمد ﷺ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔^② صباح بن سوادہ کندی کہتے ہیں کہ میں نے سنا، حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے اس آیت کو پڑھا: ﴿الَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْاَرْضِ﴾ الآیہ پھر فرمایا کہ یہ آیت صرف حاکم ہی کے لیے نہیں ہے بلکہ حاکم اور رعایا سب کے لیے ہے، میں تمہیں بتاتا ہوں کہ حاکم اور رعایا کے کیا حقوق و فرائض ہیں۔ تمہارا حاکم پر یہ حق ہے کہ تم سے اللہ تعالیٰ کے حقوق کی پابندی کروائے، تم میں سے ایک دوسرے کے حقوق دلائے اور مقدور بھر کوشش کر کے تمہاری رہنمائی اس رستے کی طرف کرے جو سب سے سچا اور سیدھا رستہ ہے اور تمہارا فرض ہے کہ تم اپنے حاکم کی جبر و اکراہ کے بغیر اطاعت بجالاؤ اور خفیہ و علانیہ طور پر اس کی مخالفت نہ کرو۔ عطیہ عوفی کہتے ہیں کہ یہ آیت حسب ذیل آیت کریمہ کی طرح ہے: ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ﴾..... الآية (النور 55:24) ”جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے اُن سے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ انہیں ضرور زمین میں خلافت دے گا.....“ اور فرمایا: ﴿وَلَيُوْعَاقِبُهُ الْاُمُوْرُ﴾^③ ”اور

سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾ (القصص 28:83) ”اور اچھا انجام تو متقین ہی کے لیے ہے۔“ زید بن اسلم کہتے ہیں کہ ﴿وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾ (41) کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے جو اعمال کیے ان کا اللہ تعالیٰ کے ہاں انھیں اجر و ثواب ملے گا۔^①

تفسیر آیات: 42-46

جھٹلانے والوں کا انجام: اللہ تعالیٰ نے قوم کی تکذیب و مخالفت پر اپنے نبی محمد ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَثَمُودٌ ۖ وَقَوْمٌ إِبْرَاهِيمَ وَقَوْمُ لُوطٍ ۚ وَأَصْحَابُ مَدْيَنَ ۚ وَكَذَّبَ مُوسَىٰ﴾ ”اور (اے نبی!) اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو اُن سے پہلے نوح کی قوم اور عاد اور ثمود نے بھی (اپنے پیغمبر کو) جھٹلایا اور قوم ابراہیم اور قوم لوط نے بھی اور مدین والوں نے بھی اور موسیٰ کو بھی تو جھٹلایا گیا۔“ حالانکہ وہ روشن نشانیاں اور واضح دلائل لے کر آئے تھے۔ ﴿فَأَمَلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ﴾ (44) ”لیکن میں کافروں کو مہلت دیتا رہا، پھر میں نے انھیں پکڑ لیا، چنانچہ میرا عذاب کیسا (سخت) تھا!“ یعنی دیکھو کہ میں نے انھیں کیسی کیسی سزائیں اور کیسے کیسے عذاب دیے تھے۔ صحیحین میں ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: إِنْ اللَّهَ لَيَمْلِكُ لِلظَّالِمِ حَتَّىٰ إِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ [بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دے رکھتا ہے حتیٰ کہ جب پکڑتا ہے تو پھر اسے (زمین پر) نہیں چھوڑتا۔“ پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ﴿وَكَذٰلِكَ أَخَذَ رَبُّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّكَ أَخَذْتَهُمْ شَدِيدًا﴾ (ہود 11:102) ”اور (اے نبی!) آپ کے رب کی پکڑ ایسی ہی ہے جب وہ ظالم بستیوں کو پکڑتا ہے، بے شک اس کی پکڑ نہایت دکھ دینے والی، بہت سخت ہے۔“^②

ظالم اور نافرمان بستیوں کی تباہی: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ﴾ ”پس کتنی ہی بستیاں ہیں کہ ہم نے ان کو تباہ کر ڈالا کیونکہ وہ نافرمان تھیں۔“ یعنی اپنے رسولوں کو جھٹلاتی تھیں، ﴿فَهِيَ خَاطِئَةٌ عَلَىٰ عُرْوَةِهَا﴾ ”سو وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں۔“ ضحاک کہتے ہیں کہ عروش کے معنی چھتیں ہیں۔^③ یعنی ان کے مکانات تباہ و برباد ہو گئے۔ ﴿وَبَدْرٌ مُّطَهَّرٌ﴾ ”اور (کتنے ہی) کنوئیں بیکار ہیں“ جن سے اب نہ کوئی پانی پیتا اور نہ کوئی وہاں آتا ہے جبکہ وہاں آنے جانے والوں کا کبھی تانتا بندھا ہوتا تھا۔ ﴿وَقَصْرِ مَئِينٍ﴾ (45) ”اور (کتنے ہی) مضبوط محل (دیران پڑے) ہیں۔“ عکرمہ کہتے ہیں کہ ﴿قَصْرِ مَئِينٍ﴾ (45) کے معنی چونا گچ محل ہیں۔^④ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ، مجاہد، عطاء، سعید بن جبیر، البلیغ اور ضحاک سے بھی اسی طرح مروی ہے۔^⑤ کچھ دیگر اہل علم نے کہا ہے کہ اس کے معنی بلند و بالا

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2498/8. ② صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿وَكَذٰلِكَ أَخَذَ رَبُّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ﴾

..... ﴿(ہود 11:102).....، حدیث: 4686 و صحیح مسلم، البر والصلة.....، باب تحريم الظلم، حدیث: 2583.

③ تفسیر الطبری: 236/17. ④ تفسیر الطبری: 238، 237/17. ⑤ تفسیر الطبری: 238/17 و تفسیر البغوی: 344/3.

عمارت کے ہیں۔^(۱) بعض لوگوں کا قول ہے کہ اس کے معنی مضبوط عمارت کے ہیں۔^(۲) ان تمام اقوال کے قریب قریب ایک ہی معنی ہیں اور ان میں کوئی تضاد نہیں اور مفہوم یہ ہے کہ عمارتوں کی مضبوطی، پختگی اور بلندی بھی عذاب الہی سے اپنے باسیوں کو بچانہ سکی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ مَا تَكُونُوا يُدْرِكُكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشِيدَةٍ ط﴾ الآية (النساء: 78) ”تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمہیں پالے گی، خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہو.....“

بطور عبرت کھنڈرات کی سیر و سیاحت کرنا: فرمان الہی ہے: ﴿أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ﴾ ”کیا پھر وہ زمین میں چلے پھرے نہیں؟“ یعنی اپنے جسموں کے ساتھ اور ان پر غور و فکر کرتے ہوئے اور دنیا کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے بس یہی بات کافی ہے جیسا کہ ابن ابودنیا نے کتاب التفکر و الاعتبار میں لکھا ہے کہ بعض حکماء نے کہا ہے کہ اپنے دل کو موعظ کے ساتھ زندہ کرو، غور و فکر کے ساتھ منور کرو، زہد کے ساتھ ماردو، یقین کے ساتھ قوت بخشو، موت کے ساتھ ذلیل کر دو، فنا کے ساتھ مقدر کر دو، اسے دنیا کے دکھ دکھاؤ، زمانے کے حملے سے ڈراؤ، گردشِ ایام کا خوف دلاؤ، گزرے ہوئے لوگوں کے حالات سناؤ، پہلے لوگوں پر جو عذاب آئے وہ یاد دلاؤ، ان کے گھروں کے کھنڈرات کی سیر کراؤ اور دیکھو کہ انھوں نے کیا کیا، کہاں رہے اور کیسے چل بے تھے یعنی دیکھو کہ تکذیب کرنے والی امتوں کو کیسی کیسی سزائیں اور کیسے کیسے عذاب دیے گئے تھے۔ ﴿فَتَكُونُ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا﴾ ”پس ان کے دل (ایسے) ہوتے کہ ان سے سمجھ سکتے، یا کان (ایسے) ہوتے کہ ان سے سن سکتے“ یعنی ان کے ساتھ عبرت حاصل کر سکتے۔ ﴿فَاتَّهَا لَا تَعْيَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْيَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ﴾ ”پس بے شک ان کی آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں (وہ) اندھے ہوتے ہیں۔“ یعنی بصارت کا اندھا پن کوئی بڑا اندھا پن نہیں ہے بلکہ بڑا اندھا پن بصیرت کا اندھا پن ہے، خواہ قوتِ باصرہ صحیح سلامت ہو کیونکہ ایسی آنکھیں نہ عبرت حاصل کرتی ہیں اور نہ حالات معلوم کرنا چاہتی ہیں۔ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن (سارہ) اندلسی شہری متوفی 517ھ نے کیا خوب کہا ہے۔

يَا مَنْ يَصْبِيحُ إِلَى دَاغِي الشَّقَاءِ وَقَدْ نَادَى بِهِ النَّاعِيَانِ الشَّيْبُ وَالْكِبَرُ
”اے وہ شخص جو شقاوت کے داعی کو پکار رہا ہے اور اسے موت کی اطلاع دینے والی دو چیزیں، یعنی سفید بال اور بڑھاپا بھی پکار رہے ہیں۔“

إِنْ كُنْتَ لَا تَسْمَعُ الذِّكْرَى فَفَيْمَ تُرَى فِي رَأْسِكَ الْوَاعِيَانِ السَّمْعُ وَالْبَصَرُ
”اگر تم نصیحت کی بات کو نہیں سنتے ہو تو تمہارے سر میں یاد رکھنے والی یہ دو چیزیں کان اور آنکھیں کیوں نظر آرہی ہیں؟“

لَيْسَ الْأَصْمُ وَلَا الْأَعْمَى سِوَى رَجُلٍ لَّمْ يَهْدِهِ الْهَادِيَانِ الْعَيْنُ وَالْأُذُنُ

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ ۖ وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ

اور وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں اور اللہ ہرگز اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا اور بلاشبہ آپ کے رب کے ہاں ایک دن تمہاری گنتی

كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ﴿٤٧﴾ وَكَأَيُّنَ مِّنْ قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ

کے حساب سے ایک ہزار برس کی طرح ہے ﴿47﴾ اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ میں نے انہیں ڈھیل دی جبکہ وہ ظالم تھیں، پھر میں نے انہیں پڑ لیا،

أَخَذْتُهَا ۖ وَإِلَى الْمَصِيرِ ﴿٤٨﴾

اور میری ہی طرف (سب کی) واپسی ہے ﴿48﴾

”اس شخص کے سوا اور کوئی بہرہ اور نایابیاں نہیں ہے جسے دو ہدایت دینے والی (یعنی) آنکھ اور ماٹور بات (حدیث) ہدایت نہ دیں۔“

لَا الدَّهْرُ يَنْقِیْ وَلَا الدُّنْيَا وَلَا الْفَلَکُ اِلْ اُغْلٰی وَلَا النَّیْرَانُ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ
”زمانہ، دنیا، بلند و بالا آسمان اور شمس و قمر جیسے منور سیارے ان میں سے کچھ بھی باقی نہ رہے گا (سب چیزیں فنا پذیر ہو جائیں گی۔)“

لَیْرَحِلَنَّ عَنِ الدُّنْيَا وَإِنْ کَرِهَا فِرَاقَهَا الثَّوَابَانِ الْبَدُو وَالْحَضَرُ
”دنیا سے ایک نہ ایک دن ضرور چل بسنا ہے، خواہ یہاں رہنے والے شہری اور دیہاتی اس کے فراق کو ناگوار ہی سمجھیں۔“

تفسیر آیات: 48، 47

کفار کا مطالبہ عذاب: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صَلَوَاتُ اللہِ وَسَلَامُهُ عَلَیْہِ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے: ﴿وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ﴾ ”اور وہ (لوگ) آپ سے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں۔“ یعنی یہ کفار و ملحدین اللہ تعالیٰ، اس کی کتاب، اس کے رسول اور یوم آخرت کی تکذیب کرنے والے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حَجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ أَوْ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ (الأَنْفَالُ: 32) ”اور جب انھوں نے کہا کہ اے اللہ! اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا کوئی اور تکلیف دینے والا عذاب بھیج۔“ اور فرمایا: ﴿وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّلْ لَنَا قِطْعَانًا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ﴾ (ص: 16:38) ”اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو ہمارا حصہ حساب کے دن سے پہلے ہی دے دے۔“ ﴿وَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ ۖ﴾ ”اور اللہ اپنے وعدے کے ہرگز خلاف نہیں کرے گا۔“ یعنی اس نے جو یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ قیامت برپا کرے گا، اپنے دشمنوں سے انتقام لے گا اور اپنے دوستوں کو اکرام و انعام سے نوازے گا۔

فرمان الہی ہے: ﴿وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ﴾ ﴿٧٧﴾ ”اور بے شک آپ کے پروردگار کے نزدیک ایک روز تمہاری گنتی کے حساب سے ہزار برس کے برابر ہے۔“ یعنی وہ جلدی نہیں کرتا، مخلوق کے نزدیک ہزار برس

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ نَذِيرٌ مُبِينٌ ﴿٤٩﴾ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

کہہ دیجیے: اے لوگو! میں تو بس تمہیں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں ﴿٤٩﴾ چنانچہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل

الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٥٠﴾ وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ

کیے، ان کے لیے مغفرت اور عزت کا رزق ہے ﴿٥٠﴾ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں میں (ہمیں) عاجز کرنے کی کوشش کی،

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿٥١﴾

وہی دوزخ والے ہیں ﴿٥١﴾

کی مقدار اس کے نزدیک اس کے حکم کی نسبت سے ایک دن کی طرح ہے کیونکہ اسے یہ معلوم ہے کہ وہ انتقام لینے پر قادر ہے اور کوئی چیز اس سے بچ نہیں سکتی، خواہ اسے کتنی ہی مہلت دے دی جائے، اسی لیے اس کے بعد اس نے فرمایا: ﴿وَكَايْنٍ مِّنْ قَرِيْبَةٍ أَمَلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ أَخَذْتُهَا﴾ ﴿٥٠﴾ ”اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ میں نے ان کو مہلت دی، حالانکہ وہ نافرمان تھیں، پھر میں نے ان کو پکڑ لیا اور میری طرف لوٹ کر آنا ہے۔“ ابن ابوحاتم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَدْخُلُ فَقَرَاءُ الْمُسْلِمِينَ الْجَنَّةَ قَبْلَ (الْأَغْنِيَاءِ) بِنِصْفِ يَوْمٍ وَهُوَ خَمْسُ مِائَةِ عَامٍ] ”فقیر مسلمان دولت مندوں سے نصف دن (یعنی) پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔“ ﴿٥١﴾ اس حدیث کو امام ترمذی و نسائی نے بروایت ثوری، محمد بن عمرو بیان کیا ہے اور امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔ ﴿٥٢﴾

امام ابوداؤد نے اپنی ”سنن“ کی کتاب الملاحم کے آخر میں سعد بن ابوقاص رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ لَا تَعْجِزَ أُمَّتِي عِنْدَ رَبِّهَا أَنْ يُؤَخَّرَهُمْ نِصْفَ يَوْمٍ] ”مجھے امید ہے کہ میری امت اپنے رب کے پاس اس وقت عاجز نہیں آئے گی جب وہ انھیں نصف دن کے لیے مؤخر کر دے گا۔“ سعد رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ نصف دن سے کیا مراد ہے تو انھوں نے جواب دیا: پانچ سو سال۔ ﴿٥٣﴾

تفسیر آیات: 49-51

نیک اور بد لوگوں کی جزا و سزا: جب کفار نے نبی اکرم ﷺ سے یہ مطالبہ کیا کہ آپ جلد عذاب لے آئیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ نَذِيرٌ مُبِينٌ﴾ ﴿٤٩﴾ ”(اے پیغمبر!) کہہ دیجیے: اے لوگو! میں تو بس تمہیں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔“ اللہ تعالیٰ نے مجھے عذاب شدید سے پہلے تمہاری طرف نذیر بنا کر

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2499/8 عن صفوان بن سليم. ② جامع الترمذی، الزهد، باب ماجاء أن فقراء المهاجرين

.....، حدیث: 2354 و السنن الكبرى للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالى: ﴿وَأَنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ.....﴾:

412/6، حدیث: 11348، البیہقوسین والالفاظ سنن ابن ماجه، الزهد، باب منزلة الفقراء، حدیث: 4122 میں ہے۔ مزید

دیکھیے الموسوعة الحديثية (مسند أحمد): 328/13 و 363/22 و مسند أبي يعلى: 411/10، حدیث: 6018. ③ سنن

أبي داود، الملاحم، باب قیام الساعة، حدیث: 4350 و مسند أحمد: 170/1.

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي

اور ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول اور نبی بھیجا جب وہ تلاوت کرتا تو شیطان اس کی تلاوت میں (اپنی طرف سے کچھ) ڈال دیتا، پھر اللہ اسے

اُمْنِيَّتِهِ ۖ فَيَنْسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكُمُ اللَّهُ أَيْتَهُ ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

زائل کر دیتا جو شیطان نے (دوسرے) ڈالا ہوتا، پھر اللہ اپنی آیات کو محکم کر دیتا، اور اللہ خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ہے (52) تاکہ جو (دوسرے)

حَكِيمٌ (52) لِيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فِتْنَةً ۚ لِلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ

شیطان نے ڈالا ہے اللہ (اس کو) ان لوگوں کے لیے فتنہ بنا دے جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے اور ان کے دل سخت ہیں، اور بے شک ظالم

وَالْفَاسِقِ ۖ قُلُوبُهُمْ ط ۚ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَكَفَىٰ شِقَاقٍ بَعِيدٍ (53) وَلَيَعْلَمَ الَّذِينَ أُوتُوا

تو دور کی مخالفت میں (پڑے) ہیں (53) اور تاکہ وہ لوگ جان لیں جنہیں علم دیا گیا ہے کہ بے شک یہ (قرآن) آپ کے رب کی طرف سے حق ہے،

الْعِلْمَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ ۖ فَيُؤْمِنُوا بِهِ فَتُخْبِتَ لَهُ قُلُوبُهُمْ ط ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادٍ

چنانچہ وہ اس پر ایمان لائیں پھر ان کے دل اس (حق) کے لیے جھک جائیں، اور بے شک اللہ ایمان لانے والے لوگوں کو ضرور صراط مستقیم

الَّذِينَ آمَنُوا إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (54)

کی طرف ہدایت دینے والا ہے (54)

بھیجا ہے، تمہارا حساب میرے ذمے قطعاً نہیں ہے بلکہ تمہارا معاملہ اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد ہے۔ اگر وہ چاہے تو تمہارے لیے جلد عذاب لے آئے اور اگر چاہے تو اسے مؤخر کر دے اور اگر چاہے تو اپنی جناب میں توبہ کرنے والوں کی توبہ کو قبول فرمائے اور اگر چاہے تو اسے گمراہ کر دے جس کے مقدر میں اس نے شقاوت کو لکھ رکھا ہے۔ وہ جو چاہے، جو ارادہ فرمائے اور جو پسند کر لے اسے کر گزرتا ہے۔ ﴿لَا مَعْقِبَ لِحُكْمِهِ ط وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝﴾ (الرعد 41:13) ”کوئی اس کا حکم رد کرنے والا نہیں اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔“ ﴿إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ تَذِيرٌ مُبِينٌ﴾ ﴿فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ ”پس میں تم کو حکم کھلا ڈرانے والا ہوں تو جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے۔“ یعنی ان کے دل ایمان لائے، پھر اپنے اعمال کے ساتھ انھوں نے ایمان کی تصدیق کی، ﴿لَهُمْ مَغْفِرَةٌ ۖ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ﴾ ﴿”اُن کے لیے بخشش اور عزت کا رزق ہے۔“﴾ یعنی ان کے لیے سابقہ گناہوں کی بخشش ہے اور تھوڑی نیکیوں کی بھی بہت اچھی اور زیادہ جزا دی جائے گی۔ محمد بن کعب قرظی کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں بھی ﴿رِزْقٌ كَرِيمٌ﴾ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں وہاں ان سے مراد جنت ہے۔ ①

فرمان الہی ہے: ﴿وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ﴾ ”اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں (کے جھٹلانے) میں عاجز کرنے کی کوشش کی۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ وہ نبی ﷺ کی اتباع سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ ② عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2500، 2499/8 . ② تفسیر الطبری: 243/17 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2500/8 .

﴿مُعْجِزِينَ﴾ کے معنی روکنے والے ہیں۔^① ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿مُعْجِزِينَ﴾ کے معنی ذلیل کرنے والے ہیں۔^② ﴿أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ﴾ ”وہ اہل دوزخ ہیں۔“ جحیم اس آگ کو کہتے ہیں جو بہت گرم، دردناک اور جس کا عذاب بہت شدید ہو، اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ زُذِلُّهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ﴾ (النحل 16: 88) ”جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے روکا، ہم انھیں عذاب پر عذاب زیادہ دیں گے، اس لیے کہ وہ فساد کیا کرتے تھے۔“

تفسیر آیات: 52-54

شیطان کی وسوسہ اندازیاں اور قصہ غرائق: بہت سے مفسرین نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں قصہ غرائق ذکر کیا ہے جس کی وجہ سے بہت سے مہاجرین سرزمین حبشہ سے یہ گمان کر کے واپس آ گئے تھے کہ مشرکین قریش مسلمان ہو گئے ہیں مگر اس قصے کے سارے طرق مرسل ہیں، میں نے اس قصے کی ایک بھی مرفوع اور صحیح سند نہیں دیکھی۔^③ واللہ اعلم۔

﴿فِي أُمْنِيَّتِهِ﴾ کا مفہوم: امام بخاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿فِي أُمْنِيَّتِهِ﴾ ”اس کی آرزو میں“ کی تفسیر میں کہا ہے، یعنی جب وہ بات کرتے تو شیطان ان کی بات میں وسوسہ ڈال دیتا اور اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے وسوسے کو باطل کر دیتا تھا۔^④ علی بن ابوطلمح نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی تفسیر روایت کی ہے کہ جب وہ بات کرتے تو شیطان ان کی بات میں وسوسہ پیدا کر دیتا تھا۔^⑤ مجاہد کہتے ہیں کہ یہاں آرزو کرنے سے مراد بات کہنا ہے۔^⑥ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ﴿أُمْنِيَّتِهِ﴾ کی قراءت [إِلَّا أُمَانِي] ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ یہ باتیں کہتے تو ہیں مگر انھیں لکھتے نہیں۔ بغوی اور اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ ﴿تَمَلَّى﴾ کے یہاں معنی یہ ہیں کہ جب وہ اللہ کی کتاب کو پڑھتے اور اس کی

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2500/8۔ ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2500/8۔ ③ حضرت نواب سید صدیق حسن خاں رحمہ اللہ اپنی تفسیر فتح البیان فی مقاصد القرآن 486، 485/4 میں اس قصے کو ذکر کر کے فرماتے ہیں: ”اس میں کچھ بھی کسی طرح بھی صحیح ثابت نہیں۔“ امام بزار رحمہ اللہ نے کشف الاستار، التفسیر، سورة النجم: 72/3، حدیث: 2263 میں کہا کہ یہ ایک ایسی حدیث ہے جس کے متعلق ہمارے علم میں نہیں ہے کہ وہ محمد ﷺ سے متصل سند کے ساتھ مروی ہو اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ قصہ آرزوئے علم روایت ثابت نہیں ہے اور امام الائمہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ قصہ زندیقوں کا بنایا ہوا ہے، امام رازی رحمہ اللہ نے تفسیر الرازی: 53، 52/23 میں کہا کہ یہ قصہ باطل اور موضوع ہے، اس کا قائل ہونا جائز نہیں ہے۔ قاضی عیاض الشافعی، فصل فی عصمة النبی علیہ السلام فی أحواله وأفعاله 750/2 میں لکھتے ہیں: لَمْ يُخْرِجْهُ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الصَّحَّةِ وَلَا رَوَاهُ نَفَقَةٌ بِسَنَدٍ سَلِيمٍ۔ ”اہل صحت میں سے کسی نے اسے بیان نہیں کیا اور نہ کسی ثقہ نے اسے صحیح اور متصل سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔“ اسی طرح دیگر علماء، مثلاً: علامہ عینی نے عمدة القاری، قبل الحدیث: 4741 میں اور امام خطیب شربینی نے تفسیر السراج المنیر میں اور علامہ سیوطی نے الروض الأنف، قصة الغرائق: 154، 153/2 میں پر زور الفاظ میں اس قصے کی تردید کی ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: سیرت المصطفیٰ ﷺ از مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ: 378/2-382 (مترجم) مزید دیکھیے الکافی الشاف لابن حجر، الحج، ص: 193، حدیث: 713 وأحكام القرآن لابن العربي، الحج: 226، 225/3۔ ④ صحیح البخاری، التفسیر، سورة الحج، ص: 193، حدیث: 4741۔ ⑤ تفسیر الطبری: 249/17۔ ⑥ تفسیر الطبری: 249/17۔

تلاوت کرتے تو شیطان ان کی تلاوت میں وسوسہ ڈال دیتا تھا۔^(۱)

ضحاک کہتے ہیں کہ ﴿إِذَا سَمِعْتَنِي﴾ کے معنی ہیں کہ وہ جب بھی تلاوت کرتے۔^(۲) ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تفسیر کے اعتبار سے یہ قول زیادہ مناسب ہے۔^(۳)

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿فَيَسْخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ﴾ ”تو جو (وسوسہ) شیطان ڈالتا اللہ اس کو دور کر دیتا۔“ از روئے لغت نسخ کے حقیقی معنی زائل اور رفع کرنے کے ہیں۔^(۴) علی بن ابوطلمح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے وسوسے کو باطل کر دیتا ہے۔^(۵) فرمان الہی ہے: ﴿وَاللَّهُ عَلِيمٌ﴾ ”اور اللہ بہت علم والا ہے۔“ جو امور و حوادث رونما ہوتے ہیں وہ ان سب کو جانتا ہے اور کوئی چیز بھی اس سے مخفی نہیں۔ ﴿حَكِيمٌ﴾ ”بڑی حکمت والا (ہے)۔“ وہ اپنی تقدیر اور خلق و امر میں حکیم ہے اور ان تمام امور میں اسی کی حکمت تامہ اور حجت بالغہ کار فرما ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿لِيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فِتْنَةً لِّلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ﴾ ”تاکہ اللہ شیطان کے ڈالے ہوئے وسوسے کو بیمار دل لوگوں کے لیے آزمائش بنا دے۔“ یہاں بیماری سے مراد شک، شرک اور کفر و نفاق کی بیماری ہے۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ ان بیمار لوگوں سے مراد منافق ہیں اور ﴿وَالْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمُ﴾ ”اور ان کے سخت دل“ سے مراد مشرک ہیں۔^(۶)

اور فرمایا: ﴿وَالَّذِ الظَّالِمِينَ لَنُيْ شِقَاقٍ بَعِيدٍ﴾ ”اور بے شک ظالم پر لے درجے کی مخالفت میں (پڑے ہوئے) ہیں۔“ یعنی وہ ضلالت، مخالفت اور حق و صواب سے بعید عناد میں مبتلا ہیں۔ ﴿وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَيُؤْمِنُوا بِهِ﴾ ”اور تاکہ جن لوگوں کو علم عطا ہوا ہے وہ جان لیں کہ بے شک یہ (قرآن) آپ کے پروردگار کی طرف سے حق ہے، پھر وہ اس پر ایمان لائیں۔“ یعنی وہ لوگ جان لیں جن کو وہ علم نافع عطا ہوا ہے جس کے ساتھ وہ حق و باطل میں فرق کرتے اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان لاتے ہیں کہ جو ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی ہے وہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے، اس نے اسے اپنے علم کے ساتھ نازل فرمایا اور اس کی حفاظت و صیانت کا ذمہ اٹھایا ہے تاکہ اس کے ساتھ کچھ اور نہ مل جائے اور یہ ایک ایسی پر حکمت کتاب ہے کہ ﴿لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ﴾ ”تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَبِيدٍ“ (ختم السجدة 41:42) ”باطل اس کے پاس پھٹک بھی نہیں سکتا، اس کے آگے سے اور نہ اس کے پیچھے سے، یہ بڑی داناء، قابل تعریف ہستی (اللہ) کی اتاری ہوئی ہے۔“

فرمایا: ﴿فَيُؤْمِنُوا بِهِ﴾ ”تو وہ اس پر ایمان لائیں۔“ یعنی اس کی تصدیق بھی کریں اور اطاعت بھی۔ ﴿وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَيُؤْمِنُوا بِهِ فَتُخْبِتَ لَهُ قُلُوبُهُمْ﴾ ”وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَى

① تفسیر البغوی: 347/3 و تفسیر الطبری: 249/17. ② تفسیر الطبری: 249/17. ③ تفسیر الطبری: 249/17.

④ دیکھیے تاج العروس، مادة: نسخ. ⑤ تفسیر الطبری: 250/17. ⑥ تفسیر الطبری: 251/17.

وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً ۖ أَوْ

اور کافران (قرآن) کی بابت ہمیشہ شک میں رہیں گے حتیٰ کہ ان پر اچانک قیامت آجائے، یا ان پر نہایت بانجھ (ہر خیر سے خالی)

يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ يَوْمٍ عَقِيمٍ ﴿٥٥﴾ اَلْمَلِكُ يَوْمَئِذٍ يَلْلَهُ ط يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ط فَالَّذِينَ

دن کا عذاب آجائے ﴿٥٥﴾ اس دن بادشاہی اللہ ہی کی ہوگی، وہ ان کے مابین فیصلہ کرے گا۔ چنانچہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں

اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِىْ جَنَّتِ النَّعِيْمِ ﴿٥٦﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوْا بِآيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ

نے نیک عمل کیے وہ نعمتوں والے باغوں میں ہوں گے ﴿٥٦﴾ اور جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا، تو وہی ہیں جن کے لیے

لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٥٧﴾

رسوا کن عذاب ہے ﴿٥٧﴾

7
9
14

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٥٨﴾ ”تا کہ وہ لوگ جان لیں جنھیں علم دیا گیا ہے کہ بے شک یہ (قرآن) آپ کے پروردگار کی طرف سے حق ہے، پھر ان کے دل اس (حق) کے آگے جھک جائیں جو لوگ ایمان لائے ہیں یقیناً اللہ ان کو سیدھے رستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔“ یعنی دنیا و آخرت میں، دنیا میں ان کی حق اور اسے قبول کرنے کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور باطل کی مخالفت اور اس سے اجتناب کرنے کی توفیق بخشتا ہے اور آخرت میں انھیں اس صراطِ مستقیم کی ہدایت فرمادے گا جو انھیں جنت کے بلند و بالا درجات تک پہنچا دے گا اور عذابِ الیم اور جہنم کی ہولناکیوں سے دور لے جائے گا۔

تفسیر آیات: 57-55

کفار ہمیشہ شک و تردد میں مبتلا رہیں گے: اللہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ ہمیشہ اس قرآن کے بارے میں شک میں مبتلا رہیں گے، یہ ابنِ جریج کا قول ہے۔^① اور ابنِ جریر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔^② ﴿حَتَّى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً﴾ ”یہاں تک کہ ان پر اچانک قیامت آجائے۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ اس میں ﴿بَغْتَةً﴾ کے معنی اچانک کے ہیں۔^③ قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ کے حکم کو ماننے سے سرکشی اختیار کرتی ہے تو وہ اسے اچانک اپنے عذاب کی گرفت میں لے لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کو اس وقت پکڑا ہے جب وہ نشے میں مدھوش ہو اور نعمتوں کی وجہ سے غرور میں ہو، لہذا اللہ تعالیٰ کے بارے میں غافل نہ ہونا کیونکہ اللہ تعالیٰ سے غافل تو صرف فاسق لوگ ہی ہوتے ہیں۔^④ ﴿أَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ يَوْمٍ عَقِيمٍ﴾ ”یا ان پر نہایت بانجھ (منحوس) دن کا عذاب واقع ہو۔“ قتادہ کہتے ہیں کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ غزوہ بدر کی طرف اشارہ ہے۔^⑤ جبکہ عکرمہ اور مجاہد کا قول ہے کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے کیونکہ ﴿يَوْمٍ عَقِيمٍ﴾ اس دن کو کہتے ہیں جس کی رات نہ ہو۔^⑥ ضحاک اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔^⑦

① تفسیر الطبری: 252/17. ② تفسیر الطبری: 252/17. ③ تفسیر القرطبی: 87/12 عن النحاس. ④ الدر

المنثور: 192/3. ⑤ تفسیر الطبری: 253/17. ⑥ تفسیر البغوی: 348/3 و تفسیر الطبری: 253/17 و تفسیر ابن ابی

حاتم: 2503/8. ⑦ تفسیر الطبری: 253/17 و تفسیر البغوی: 348/3.

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللَّهُ رِزْقًا

اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی، پھر وہ قتل کیے گئے یا مر گئے تو اللہ ضرور انہیں اچھا رزق دے گا اور بلاشبہ اللہ ہی سب سے بہتر رزق دینے

حَسَنًا ط وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ خَيْرُ الرَّزُقِينَ ﴿٥٨﴾ لِيَدْخُلَنَّهُمْ مَدْخَلًا يَرْضُونَهُ ط وَإِنَّ اللَّهَ

والا ہے ﴿٥٨﴾ وہ انہیں اس مقام میں ضرور داخل کرے گا جسے وہ پسند کریں گے، اور بے شک اللہ بڑا جاننے والا، خوب بردبار ہے ﴿٥٩﴾ (بات) یہی

لَعَلَّيْكُمْ حَلِيمٌ ﴿٥٩﴾ ذَلِكَ ؕ وَمَنْ عَاقَبَ بِسُئْلٍ مَّا عُوِّبَ بِهِ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لِيَنْصُرَنَّهُ

ہے، اور جو شخص بدلے میں اس کے جتنی اسے تکلیف دی گئی، پھر اگر اس پر زیادتی کی جائے تو اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا، بے شک اللہ بہت

اللَّهُ ط إِنَّ اللَّهَ لَعَفُوءٌ غَفُورٌ ﴿٦٠﴾

معاف کرنے والا، نہایت مغفرت والا ہے ﴿٦٠﴾

اسی لیے فرمایا: ﴿الْمَلِكُ يَوْمَئِذٍ يَكْفِيهِمْ﴾ ”اس روز بادشاہی اللہ ہی کی ہوگی (اور) وہ ان کے مابین فیصلہ کرے گا۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ﴾ (الفاتحہ 4:1) ”بدلے کے دن کا مالک ہے۔“ اور فرمایا: ﴿الْمَلِكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمَنِ ط وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكَافِرِينَ عَسِيرًا﴾ (الفرقان 25:26) ”اس دن سچی بادشاہی رحمن ہی کی ہوگی اور وہ دن کافروں پر (سخت) مشکل ہوگا۔“ ﴿فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ ”پس جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔“ یعنی جن کے دل ایمان لائے اور جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کی اور اپنے علم کے مطابق عمل کیا اور اس طرح ان کے دلوں، باتوں اور عملوں میں ہم آہنگی پیدا ہوگئی۔ ﴿فِي جَلَّتِ النَّعِيمُ﴾ ”(وہ) نعمتوں والے باغوں میں ہوں گے۔“ یعنی وہ ایسی ابدی و سرمدی نعمتوں میں ہوں گے جو کبھی ختم نہ ہوں گی اور جن پر کبھی زوال نہ آئے گا۔ ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا﴾ ”اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔“ یعنی جن کے دلوں نے حق کا کفر و انکار کیا، اس کی تکذیب کی، رسولوں کی مخالفت کی اور ان کی اتباع سے انکار کیا۔ ﴿فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ ”تو وہی ہیں جن کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا۔“ حق سے اعراض کر کے تکبر و غرور میں مبتلا ہونے کی وجہ سے جیسا کہ فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَبِّحْهُمْ ذُخْرَيْنَ﴾ (المؤمن 60:40) ”جو لوگ میری عبادت سے سرکشی کرتے ہیں عنقریب وہ ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔“

تفسیر آیات: 58-60

اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کے لیے اجر عظیم: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جو لوگ اس کی راہ میں اس کی رضا اور خوشنودی کے حصول کے لیے ہجرت کریں، اپنے وطنوں، اہل و عیال اور دوستوں کو چھوڑ دیں، اپنے شہروں کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور اللہ کے دین کی نصرت کے لیے ترک کر دیں اور پھر اللہ کے رستے میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جائیں یا اپنے بستر پر طبعی موت مر جائیں تو وہ اجر جزیل اور ثنائے جمیل حاصل کریں گے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ط﴾ (النساء 100:4) ”اور جو شخص

اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرنے کی خاطر اپنے گھر سے نکل جائے، پھر اس کو موت آ پکڑے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمے ثابت ہو گیا۔“ فرمان الہی ہے: ﴿لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًا﴾ ”اللہ اُن کو ضرور اچھی روزی دے گا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے انھیں جنت کا ایسا رزق عطا فرمائے گا جو اُن کی آنکھوں کے لیے ٹھنڈک کا باعث ہوگا۔

﴿وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ خَيْرُ الرَّزُقِينَ﴾ ﴿٥٨﴾ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُدْخَلًا يَرْضَوْنَہُ ﴿٥٩﴾ ”اور بے شک اللہ ہی بہتر رزق دینے والا ہے، وہ ان کو اس مقام میں ضرور داخل کرے گا جسے وہ پسند کریں گے۔“ یعنی جنت میں جیسا کہ فرمایا: ﴿فَأَمَّا إِن كَانَ مِنَ الْبَاقِرِينَ﴾ ﴿٦٠﴾ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ ۖ وَجَنَّتٌ نَّعِيمٌ ﴿٦١﴾ (الواقعة 89:88:56) ”پھر اگر وہ (مردہ اللہ کے) مقربوں میں سے ہے تو (اس کے لیے) راحت، خوشبو اور نعمتوں والا باغ ہے۔“ یعنی اسے راحت و آرام، رزق اور نعمت کے باغ حاصل ہوں گے جیسا کہ یہاں فرمایا: ﴿لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًا﴾ ”اللہ ضرور اُن کو اچھا رزق دے گا۔“ پھر فرمایا: ﴿لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُدْخَلًا يَرْضَوْنَہُ وَإِنَّ اللَّهَ لَعَلِيمٌ حَلِيمٌ﴾ ﴿٥٩﴾ ”وہ ان کو اس مقام میں ضرور داخل کرے گا جسے وہ پسند کریں گے اور یقیناً اللہ خوب جاننے والا، بڑا بردبار ہے۔“ یعنی وہ جانتا ہے کہ اس کے رستے میں ہجرت و جہاد کون کرتا ہے اور کون اس کا مستحق ہے۔ ﴿حَلِيمٌ﴾ ﴿٥٩﴾ ”بردار“، یعنی وہ ان کے ہجرت کرنے اور اس کی ذات پر توکل کرنے کی وجہ سے ان سے درگزر کرتا اور ان کے گناہوں کو معاف فرماتا ہے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کے رستے میں مارا جائے، خواہ وہ مہاجر ہو یا نہ ہو، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ ہے اور اسے رزق دیا جاتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ ﴿١٦٩﴾ (ال عمران 3:169) ”اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے، ان کو مردہ نہ خیال کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور انھیں ان کے رب کے ہاں سے رزق دیا جاتا ہے۔“ اللہ کی راہ میں مرنے والے کے لیے رزق کریم اور اجر عظیم: اس بارے میں بہت سی احادیث بھی وارد ہیں جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔ ﴿١٧٠﴾ اور جو شخص اللہ کے رستے میں فوت ہو جائے، خواہ وہ مہاجر ہو یا نہ ہو تو اس کے بارے میں اس آیت کریمہ اور بہت سی صحیح احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر عظیم احسانات فرماتا ہے۔ ابن ابی حاتم نے شریح بن سبط سے روایت کیا ہے کہ سرزمین روم کے ایک قلعے پر ہمارا پڑاؤ بہت طول اختیار کر گیا تو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے اور کہنے لگے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: [مَنْ مَاتَ مُرَابِطًا، أَجْرَى اللَّهُ عَلَيْهِ مِثْلَ ذَلِكَ الْأَجْرِ، وَأَجْرَى عَلَيْهِ الرِّزْقُ وَأَمِنَ الْفَتَانِينَ، وَاقْرَأُوا إِن شِئْتُمْ، وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًا وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ خَيْرُ الرَّزُقِينَ﴾ ﴿٥٨﴾ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُدْخَلًا يَرْضَوْنَہُ ﴿٥٩﴾ وَإِنَّ اللَّهَ لَعَلِيمٌ حَلِيمٌ ﴿٥٩﴾] ”جو شخص سرحد پر پہرہ دیتے ہوئے فوت ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے مثل اجر و ثواب جاری کر دے گا، اسے رزق بھی عطا فرمائے گا اور فتنہ پروروں سے اسے محفوظ

① دیکھیے ال عمران، آیت: 169 کے تحت عنوان: ”شہداء کی فضیلت“

ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ يُوَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَأَنَّ اللَّهَ

یہ اس لیے کہ بے شک اللہ ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور بے شک اللہ خوب سننے والا،

سَبِيحٌ بَصِيرٌ ﴿٦١﴾ ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ هُوَ

بہت دیکھنے والا ہے ﴿٦١﴾ یہ اس لیے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے اور بلاشبہ جسے وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہی باطل ہے اور بلاشبہ

الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿٦٢﴾

اللہ ہی بلند تر، بہت بڑا ہے ﴿٦٢﴾

بھی رکھے گا، اگرچہ ہو تو یہ ارشاد باری تعالیٰ پڑھ لو: ”اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی، پھر مارے گئے یا مر گئے، اللہ انہیں ضرور اچھا رزق دے گا اور یقیناً اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے، وہ ان کو اس مقام میں داخل کرے گا جسے وہ پسند کریں گے اور یقیناً اللہ خوب جاننے والا، نہایت بردبار ہے۔“ ﴿٦١﴾

ابن ابوحاتم ہی نے عبد الرحمن بن محمد خولانی سے روایت کیا ہے کہ وہ فضالہ بن عبید کے ساتھ بحر میں دو جنازوں میں شریک ہوئے، ان میں سے ایک شخص منجیق (کا پتھر) لگنے سے اور دوسرا طبعی موت فوت ہوا تھا۔ فضالہ بن عبید اس شخص کی قبر کے پاس بیٹھ گئے جو طبعی موت فوت ہوا تھا تو ان کی خدمت میں عرض کی گئی کہ آپ نے شہید کو چھوڑ دیا اور ان کے پاس نہیں بیٹھے۔ انھوں نے جواب دیا: مجھے اس بات کی کوئی پروا نہیں کہ میں ان میں سے کس قبر سے اٹھایا جاؤں کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًا﴾ ”اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی، پھر مارے گئے یا مر گئے، اللہ انہیں ضرور بہترین رزق دے گا۔“ ﴿٦١﴾ اے بندے! جب تجھے ایسے مقام میں داخل کر دیا جائے جسے تو پسند کرتا ہے، پھر تجھے اچھی روزی دی جائے تو تجھے اور کیا چاہیے، واللہ! مجھے اس بات کی قطعاً پروا نہیں کہ ان میں سے کس قبر سے مجھے اٹھایا جائے۔

اور فرمایا: ﴿ذَلِكَ﴾ ”وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهِ“ ”بات (یہی ہے) اور جو شخص ویسا ہی بدلہ لے جیسا اس کے ساتھ کیا گیا۔“ مقاتل بن حیان اور ابن جریج نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک سریے کے بارے میں نازل ہوئی تھی جس کی محرم کے مہینے میں مشرکوں سے مذہبیٹھ ہو گئی تھی، مسلمانوں نے ان سے کہا کہ وہ محرم کے مہینے میں لڑائی نہ کریں مگر انھوں نے انکار کر دیا اور مسلمانوں پر حملہ آور ہو گئے تو جواب میں مسلمانوں نے بھی ان سے لڑائی کی تو اللہ تعالیٰ نے

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2503/8، مزید دیکھیے سنن النسائی، الجہاد، باب فضل الرباط، حدیث: 3170، 3169 و سنن

ابن ماجہ، الجہاد، باب فضل الرباط فی سبیل اللہ، حدیث: 2767 و مسند أحمد: 404/2 و 157/4 و صحیح ابن حبان، السیر، ذکر البیان بأن المرباط 485/10، حدیث: 4626، البتہ تفسیر ابن ابوحاتم سمیت تمام حوالوں میں ابن کثیر کا ذکر کردہ سیاق نہیں ہے جبکہ اقراء و ابن شتمن سے لے کر آخر تک صرف ابن ابوحاتم میں ہے۔ ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2503/8

و تفسیر الطبری: 255/17 و الجہاد لابن المبارک، ص: 62.

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۚ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے (مردہ زمین پر) پانی نازل کیا، پھر اس سے زمین سرسبز ہو جاتی ہے۔ بے شک اللہ نہایت باریک

لَطِيفٌ خَبِيرٌ ﴿٦٣﴾ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٦٤﴾

ئین، بہت باخبر ہے ﴿٦٣﴾ اسی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، اور بلاشبہ اللہ ہی بے نیاز، لائق حمد ہے ﴿٦٤﴾ کیا آپ نے

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرٰى فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ

نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ نے تمہارے تابع فرمان کر دیا جو کچھ زمین میں ہے، اور کشتیاں جو اس کے حکم سے سمندر میں چلتی ہیں، اور وہ آسمان

وَيُسَبِّحُ السَّمَاءَ اَنْ تَقْعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَكَرُوۡفٌ

کو تھامے ہوئے ہے کہ اس کے اذن کے بغیر وہ زمین پر (نہ) گرے۔ بے شک اللہ لوگوں کے لیے البتہ بہت زیادہ شفقت کرنے والا، بہت رحم

رَحِيۡمٌ ﴿٦٥﴾ وَهُوَ الَّذِيۡ اَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيۡتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيۡكُمْ ؕ اِنَّ الْاِنۡسَانَ لَكَفُوۡرٌ ﴿٦٦﴾

کرنے والا ہے ﴿٦٥﴾ اور وہی ہے جس نے تمہیں زندہ کیا، پھر وہ تمہیں مارے گا، پھر وہی تمہیں زندہ کرے گا، بے شک انسان بڑا ہی ناشکرا ہے ﴿٦٦﴾

مشرکوں کے مقابلے میں مسلمانوں کو فتح و نصرت سے نوازا دیا۔ ﴿٦٦﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوۡ غَفُوۡرٌ ﴿٦٥﴾ ”بے شک اللہ بہت معاف کرنے والا، نہایت بخشنے والا ہے۔“

تفسیر آیات: 62, 61

اللہ ہی دنیا کا خالق و متصرف ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے تمام مخلوقات کو پیدا فرمایا ہے اور اسی کو ان کے بارے میں ہر طرح کے تصرف کا اختیار حاصل ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مَلِكُ الْمَلِكِ تُؤْتِي الْمَلِكَ مَن تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمَلِكَ مِّنْ تَشَاءُ ۚ وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذَلِّقُ مَن تَشَاءُ ۚ وَيَبْدُكُ الْخَيْرُ ۚ اِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيۡرٌ ۝ۚ تُؤَلِّجُ الْبَلَّ فِي الْتَهَارِ وَتُؤَلِّجُ التَّهَارَ فِي الْبَلِّ ۚ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۚ وَتَرْزُقُ مَن تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ۚ﴾ (ال عمران 3: 26, 27) ”کہہ دیجیے: اے اللہ! اے بادشاہی کے مالک! تو جس کو چاہے بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے اور تو ہی جس کو چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے، ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے اور بے شک تو ہر چیز پر خوب قادر ہے۔ تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا اور تو ہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے، تو ہی بے جان سے جان دار پیدا کرتا اور تو ہی جان دار سے بے جان پیدا کرتا ہے اور تو ہی جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔“

إِبِلَاج کے معنی رات کے دن میں اور دن کے رات میں ایک کے دوسرے میں داخل کرنے کے ہیں، کبھی رات لمبی اور دن چھوٹا ہو جاتا ہے جیسا کہ موسم سرما میں اور کبھی دن لمبا اور رات چھوٹی ہو جاتی ہے جیسا کہ موسم گرما میں۔

اور فرمایا: ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ سَبِيۡحٌۢ بِصِيۡرٍۭ﴾ ﴿٦٥﴾ ”اور یقیناً اللہ تو بہت سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے۔“ وہ اپنے بندوں کے

اقوال کو سنتا اور انھیں دیکھتا ہے، بندوں کے حالات و حرکات و سکنات میں سے کوئی چیز بھی اس سے مخفی نہیں ہے۔ جب اس نے یہ بیان فرمایا کہ کائنات میں اسی کا تصرف و اختیار کا فرما ہے اور وہ ایسا حاکم ہے کہ کوئی اس کے حکم کو رد نہیں کر سکتا تو اس کے بعد یہ فرمایا: ﴿ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ﴾ ”یہ اس لیے کہ اللہ ہی برحق ہے۔“ وہی معبود برحق ہے اور اسی کی ذات پاک اس بات کی مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ وہ عظیم الشان سلطنت کا مالک ہے، اس نے جو چاہا وہی ہوا اور جو نہ چاہا وہ نہ ہوا، ہر چیز اس کی محتاج اور اس کے سامنے عاجز و در ماندہ ہے۔ ﴿وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ﴾ ”اور بلا شک و شبہ جس چیز کو (کافر) اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہی باطل ہے۔“ اصنام و انداد، بت اور ہر وہ چیز جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے وہ باطل ہے کیونکہ وہ نفع و نقصان کی مالک نہیں ہے۔ ﴿وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾ ”اور بلا شبہ اللہ ہی رفیع الشان بہت بڑا ہے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾ (البقرة: 255) ”اور وہ بلندتر، نہایت عظمت والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ﴾ (الرعد: 9) ”سب سے بڑا، نہایت بلند ہے۔“ ہر چیز اس کے غلبہ و تسلط اور عظمت کے ماتحت ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کے سوا کوئی پروردگار نہیں کیونکہ وہ اس قدر عظیم الشان ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی عظیم نہیں، وہ اس قدر عالی مرتبت ہے کہ اس سے کوئی بلند نہیں، وہ اس قدر بزرگ ہے کہ اس سے کوئی بڑا نہیں، وہ ظالموں اور سرکشوں کی باتوں سے مقدس، منزہ، بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔

تفسیر آیات: 63-66

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں: یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور عظیم بادشاہت کی نشانی ہے کہ وہ ایسی ہوائیں بھیجتا ہے جو بادلوں کو اٹھاتی اور خشک، بنجر، سیاہ اور ویران زمین پر بارش برسا دیتی ہیں۔ ﴿فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ﴾ (الحج: 22) ”پس جب ہم نے اس پر پانی نازل کیا تو وہ شاداب ہو جاتی ہے اور ابھرنے لگتی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿فَتُصْبِحُ الْأَرْضُ مُخْضَرَّةً﴾ ”تو زمین سرسبز ہو جاتی ہے۔“

حرف ”فا“ یہاں تعقیب کے لیے ہے اور ہر چیز کی تعقیب اس کے حسب حال ہوا کرتی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ثُمَّ خَلَقْنَا النَّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً﴾ (المؤمنون: 14) ”پھر نطفے کا توڑ بنا دیا، پھر لوتھرے کی بوٹی بنائی۔“ صحیحین سے ثابت ہے کہ ہر دو چیزوں کے مابین چالیس دن کا وقفہ ہوتا ہے۔^① حالانکہ اسے بھی حرف تعقیب ”فا“ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جیسا کہ یہاں بھی ”فا“ استعمال کیا گیا ہے: ﴿فَتُصْبِحُ الْأَرْضُ مُخْضَرَّةً﴾ ”تو زمین سرسبز ہو جاتی ہے۔“ یعنی خشک اور بنجر ہونے کے بعد سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ بعض اہل حجاز سے ذکر کیا گیا ہے کہ بارش کے بعد زمین سرسبز ہو جاتی ہے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

① صحیح البخاری، بدء الخلق، باب ذكر الملائكة.....، حدیث: 3208 و صحیح مسلم، القدر، باب كيفية خلق

الآدمي، في بطن أمه.....، حدیث: 2643 عن ابن مسعود ؓ۔

فرمان الہی ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ﴾ ”بے شک اللہ نہایت باریک بین، خوب خبردار ہے۔“ زمین کی تہوں میں چھپے ہوئے دانے کو، خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا ہو جانتا ہے اور اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں، وہ ہر ہر دانے تک بقدر ضرورت پانی پہنچا دیتا ہے جس سے دانا اُگ آتا ہے جیسا کہ لقمان نے بھی کہا تھا: ﴿يُبْنَىٰ إِلَيْهَا إِنْ تَكَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمُوتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ﴾ (لقمن: 16:31) ”اے میرے بیٹے! بے شک اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو اور وہ کسی پتھر میں یا آسمانوں اور زمین میں کہیں بھی ہو تو اللہ اس کو نکال لائے گا، بلاشبہ اللہ نہایت باریک بین، خوب خبردار ہے۔“ اور فرمایا: ﴿أَلَا يَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۖ.....﴾ (النمل: 25:27) ”یہ کہ وہ اس اللہ کو سجدہ کریں جو آسمانوں اور زمین میں چھپی چیزیں نکالتا ہے۔“ اور دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ﴾ (الأنعام: 59:6) ”اور کوئی پتہ نہیں جھڑتا مگر وہ اس کو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی ہری یا سوکھی چیز نہیں ہے مگر واضح کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِّثْقَالٍ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ﴾ (یونس: 61:10) ”اور آپ کے پروردگار سے ذرہ بھر بھی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے نہ زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ کوئی (چیز) اس سے چھوٹی ہے نہ بڑی مگر واضح کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے۔“ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿لَهُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ﴾ ”جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کا ہے۔“ تمام اشیاء اسی کی ملکیت ہیں، وہ اپنے سوا ہر چیز سے بے نیاز ہے جبکہ ہر چیز اس کی محتاج اور غلام ہے۔

زمین و آسمان کی ہر شے انسان کی مطیع و فرماں بردار ہے: ﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ﴾ ”کیا تم نہیں دیکھتے کہ جتنی چیزیں زمین میں ہیں (سب) اللہ نے تمہارے لیے مسخر کر دیں۔“ یعنی حیوانات، جمادات، فصلیں اور پھل سب تمہارے لیے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ۖ.....﴾ (الحاثیہ: 13:45) ”اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اپنے حکم سے تمہارے تابع کر دیا۔“ اور یہ اس کا تم پر بہت بڑا فضل و کرم اور احسان ہے۔ ﴿وَالْفُلْكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ﴾ ”اور کشتیاں (بھی) جو اسی کے حکم سے سمندر میں چلتی ہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی توفیق و تدبیر کے ساتھ کشتیاں اپنے سواروں کے ساتھ پاکیزہ ہوا کے نرم جھونکوں سے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندروں اور ان کی تلاطم خیز موجوں میں چلتی ہیں اور ان کشتیوں میں سفر کرنے والے مسافر جس قدر چاہتے ہیں سامان تجارت ایک شہر سے دوسرے شہر میں اور ایک ملک سے دوسرے ملک میں لاتے اور لے جاتے ہیں اور حسب ضرورت اور اپنی مرضی و مشیت کے مطابق ایک علاقے کی چیزیں دوسرے علاقے میں، جہاں وہ نہیں ہیں لے جاتے ہیں اور وہاں کی چیزیں یہاں لے آتے ہیں۔

لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا يُنَازِعُكَ فِي الْأَمْرِ وَاذْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ ط

ہر امت کے لیے ہم نے طریق عبادت مقرر کیا ہے، وہ اس پر عمل پیرا ہیں، لہذا وہ اس امر میں آپ سے ہرگز جھگڑانہ کریں، اور آپ اپنے رب کی

اِنَّكَ لَعَلٰی هُدًى مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٦٧﴾ وَاِنْ جَدُّوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٦٨﴾ اللّٰهُ

طرف دعوت دیں، یقیناً آپ راہ راست پر ہیں ﴿٦٧﴾ اور اگر وہ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہہ دیجیے: تم جو عمل کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے ﴿٦٨﴾

يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَبِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٦٩﴾

اللہ ہی یوم قیامت تمہارے مابین ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے ﴿٦٩﴾

﴿وَيُْسَبِّحُ السَّمَاءُ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ﴾ ”اور وہ آسمان کو تھامے ہوئے ہے کہ اس کے اذن کے بغیر زمین پر (نہ) گر پڑے۔“ یعنی اگر اللہ چاہتا تو آسمان کو زمین پر گرنے کی اجازت دے دیتا اور اس سے زمین کی ہر چیز ہلاک ہو جاتی مگر اس نے اپنے لطف و کرم اور اپنی قدرت کے ساتھ آسمان کو تھاما ہوا ہے اور وہ اس کی اجازت کے بغیر نہیں گر سکتا، اسی لیے فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَكَرُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ﴿٦٥﴾ ”بے شک اللہ لوگوں پر نہایت شفقت کرنے والا، بڑا مہربان ہے۔“ حالانکہ لوگ ظلم کرتے ہیں جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلَى ظُلْمِهِمْ وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدٌ الْعِقَابِ﴾ ﴿الرعد 6:13﴾ ”اور یقیناً آپ کا پروردگار لوگوں کے ظلم کے باوجود انھیں معاف کرنے والا ہے اور بے شک آپ کا پروردگار سخت عذاب دینے والا ہے۔“

زندگی اور موت کا مالک اللہ ہے: فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ أَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ﴾ ﴿٦٥﴾ ”اور وہی تو ہے جس نے تم کو حیات بخشی، پھر تمہیں مارے گا، پھر تمہیں زندہ بھی کرے گا اور انسان تو بڑا ہی ناشکرا ہے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ﴿البقرة 2:28﴾ ”تم اللہ سے کیسے کفر کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے اس نے تم کو جان بخشی، پھر وہی تم کو مارے گا، پھر وہی تم کو زندہ کرے گا، پھر تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔“ اور فرمایا: ﴿قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ﴾ ﴿الحاثیة 26:45﴾ ”کہہ دیجیے! اللہ ہی تمہیں زندہ کرتا ہے، پھر (وہی) تم کو موت دیتا ہے، پھر تم کو قیامت کے روز جمع کرے گا جس (کے آنے) میں کچھ شک نہیں۔“ اور فرمایا: ﴿قَالُوا رَبَّنَا آمَنَّا اِثْنَتَيْنِ وَاٰحِيْتَيْنَا اِثْنَتَيْنِ﴾ ﴿الحؤمن 11:40﴾ ”وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے ہم کو دو دفعہ مارا اور دو دفعہ زندہ کیا۔“

معنی کلام یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے کس طرح شریک بناتے اور اس کے ساتھ غیروں کی کیونکر پوجا کرتے ہو، حالانکہ خلق، رزق اور تصرف صرف اسی کے قبضہ اختیار میں ہے۔ ﴿وَهُوَ الَّذِيْ أَحْيَاكُمْ﴾ ”اور وہی تو ہے جس نے تم کو زندہ کیا۔“ یعنی اس نے تمہیں پیدا فرمایا اور وجود بخشا جبکہ تمہارا کوئی ذکر تک مذکور نہ تھا۔ ﴿ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ﴾ ”پھر تم کو مارے گا، پھر تمہیں زندہ کرے گا۔“ یعنی قیامت کے دن۔ ﴿إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ﴾ ﴿٦٥﴾ ”بلاشبہ انسان تو (بڑا

ہی) ناشکرا ہے۔“

تفسیر آیات: 67-69

ہر امت کے لیے ایک شریعت ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے ہر قوم کے لیے ایک شریعت مقرر فرمادی ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر نبی کی امت کے لیے ایک شریعت ہے، نیز فرماتے ہیں کہ عربی زبان میں دراصل مَنْسُک اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں انسان کسی اچھے یا برے کام کے لیے بار بار آئے جائے۔ مناسک حج کو بھی اسی لیے مناسک کہا جاتا ہے کہ انھیں ادا کرنے کے لیے لوگ بار بار جاتے ہیں۔⁽¹⁾ اگر اس سے مراد یہ ہو جیسا کہ امام ابن جریر نے کہا کہ ہم نے ہر نبی کی امت کے لیے ایک شریعت مقرر کر دی ہے تو پھر اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ ان مشرکوں کو اس بارے میں آپ سے جھگڑا نہیں کرنا چاہیے اور اگر اس سے مراد یہ ہو کہ ہر امت کے لیے ایک شریعت ہے تو اس سے مراد قدری طریقے ہوں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلِكُلِّ وُجْهَةً هُوَ مُوَلِّيَهَا﴾ (البقرة: 148) ”اور ہر ایک کے لیے ایک سمت ہے جدھر وہ (عبادت کے وقت منہ) پھیرتا ہے۔“ اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿هُمُ نَاسِكُوهُ﴾ ”جس پر وہ چلتے ہیں۔“ یعنی جسے انھوں نے اختیار کر رکھا ہے۔

ضمیر کا مرجع وہ لوگ ہیں جن کے لیے شریعت اور طریقے مقرر کیے گئے ہیں، یعنی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور ارادے سے ایسا کر رہے ہیں۔ ان کے جھگڑے سے آپ متاثر نہ ہوں اور نہ ان کا جھگڑا آپ کو اس راہ حق سے دور لے جائے جس پر آپ گامزن ہیں، اسی لیے اللہ نے آپ سے فرمایا: ﴿وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ ۖ إِنَّكَ لَعَلىٰ هُدًى مُّسْتَقِيمٍ﴾ ”اور آپ (لوگوں کو) اپنے پروردگار کی طرف دعوت دیں، بے شک آپ سیدھے رستے پر ہیں۔“ یعنی ایسے واضح اور سیدھے رستے پر جو مقصود تک پہنچانے والا ہے جیسا کہ یہ آیت کریمہ ہے: ﴿وَلَا يَصُدُّكَ عَنْ آيَاتِ اللَّهِ بَعْدَ إِذْ أُنْزِلَتْ إِلَيْكَ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ﴾ (الفصل: 87:28) ”اور وہ آپ کو اللہ کی آیتوں (کی تبلیغ) سے، بعد اس کے کہ وہ آپ پر نازل ہو چکی ہیں، روک نہ دیں اور آپ انھیں اپنے پروردگار کی طرف بلائیں۔“

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنْ جَدَلُواكَ فَقُلْ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ ”اور اگر وہ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہہ دیجیے: تم جو عمل کرتے ہو اللہ ان سے خوب واقف ہے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ لِي عَمَلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ أَنْتُمْ بَرِيئُونَ مِمَّا أَعْمَلُ وَأَنَا بِرِئِي مِمَّا تَعْمَلُونَ﴾ (یونس: 41:10) ”اور اگر وہ آپ کی تکذیب کریں تو آپ کہہ دیجیے: میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل، تم اس سے بری ہو جو میں عمل کرتا اور میں اس سے بری ہوں جو تم عمل کرتے ہو۔“

اور فرمایا: ﴿اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ ”تم جو عمل کرتے ہو اللہ ان سے خوب واقف ہے۔“ یہ شدید وعید اور بہت

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ط إِنَّ ذَلِكَ فِي كِتَابٍ ط إِنَّ
کیا آپ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ ہی جانتا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے، بلاشبہ یہ (سب کچھ) کتاب (لوح محفوظ) میں (درج) ہے،

ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ⑦①

بے شک یہ اللہ پر بالکل آسان ہے ⑦①

بڑی سرزنش ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تُفْعِلُونَ فِيهِ ط كَفَىٰ بِهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ط﴾ (الایۃ الاحقاف 8:46) ”وہ اس (گنہگار) کو خوب جانتا ہے جو تم اس (قرآن) کے بارے میں کرتے ہو، وہی میرے اور تمہارے درمیان گواہ کافی ہے.....“ اسی لیے فرمایا: ﴿اللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ⑤٩﴾ ”جن باتوں میں تم اختلاف کرتے ہو اللہ ہی تمہارے مابین قیامت کے روز ان کا فیصلہ فرمائے گا۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿فَلِذَلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ هُمْ ۚ وَقُلْ أَمِنْتُ بِمَا آتَزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ ۚ﴾ (الشوری 15:42) ”(اے محمد!) آپ اسی (دین) کی طرف (سب کو) بلائیں اور ثابت قدم رہیں جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں اور کہہ دیجیے: جو کتاب بھی اللہ نے نازل فرمائی ہے میں اس پر ایمان لایا ہوں۔“

تفسیر آیت: 70

اللہ تعالیٰ کو تخلیق کائنات سے پہلے بھی اس کے متعلق پورا پورا علم تھا: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے بارے میں اپنے کمال علم کا ذکر فرمایا ہے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ ان سب کا اس طرح احاطہ کیے ہوئے ہے کہ اس سے آسمان اور زمین کی کوئی ذرہ بھریا اس سے چھوٹی یا بڑی چیز مخفی نہیں رہ سکتی۔ اللہ تعالیٰ کو تمام کائنات کا اس کے پیدا کرنے سے پہلے ہی علم تھا اور یہ سب کچھ اس نے اپنی کتاب لوح محفوظ میں لکھ رکھا تھا جیسا کہ صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [كَتَبَ اللَّهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، قَالَ: وَعَرَّشُهُ عَلَى الْمَاءِ] ”اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی تقدیر آسمانوں اور زمین کے پیدا فرمانے سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ دی تھی اور (اس وقت) اس کا عرش پانی پر تھا۔“ ①

اور سنن میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلَمَ، فَقَالَ (لَهُ): اُكْتُبْ، قَالَ: مَا أَكْتُبُ؟]، ثُمَّ قَالَ: اُكْتُبْ، فَجَرَىٰ فِي تِلْكَ السَّاعَةِ بِمَا هُوَ كَاتِبٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ] ”اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا: لکھ، اس نے کہا: میں کیا لکھوں؟ پھر فرمایا: لکھ دے تو قلم نے اسی وقت وہ سب کچھ لکھ دیا جو قیامت تک ہونے والا تھا۔“ ②

① صحیح مسلم، القدر، باب حجاج آدم و موسیٰ صلی اللہ علیہما وسلم، حدیث: 2653. ② پہلا حصہ جامع الترمذی، القدر، باب إعظام أمر الإیمان بالقدر، حدیث: 2155 جبکہ ترمذی والالفظ ترمذی ہی کی حدیث: 3319 اور سنن أبی داود، السنة، باب فی القدر، حدیث: 4700 میں اور دوسرا حصہ مسند أحمد: 317/5 عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ میں ہے۔

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَمْ يَنْزِلْ بِهِ سُلْطَانٌ وَمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهِ عِلْمٌ ط

اور وہ (مشرک) اللہ کے سوا اس چیز کی عبادت کرتے ہیں جس کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی اور جس کا انھیں کچھ علم نہیں، اور

وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ ۝ ۷۱ وَإِذَا تُثْلِي عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَدِنتِ تَعْرِفُ فِي وَجْهِهِ

(ان) ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ۷۱ اور جب ان پر ہماری کھلی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں، تو آپ ان کافروں کے چہروں پر

الَّذِينَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ يَكَادُونَ يَسْطُونَ بِالَّذِينَ يَتْلُونَ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا قُلْ

ناگواری پہناتے ہیں، لگتا ہے کہ وہ ان لوگوں پر حملہ کر دیں گے جو ان پر ہماری آیتیں پڑھتے ہیں، کہہ دیجیے: کیا پھر میں تمہیں

أَفَأَنْتُمْ كُمْ بِشَرٍّ مِنْ ذَلِكَ ط التَّارُطُ وَعَدَهَا اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ط وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ ۷۲

اس سے زیادہ بدتر کی خبر دوں؟ (وہ) آگ ہے، جس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ کر رکھا ہے، اور بری ہے وہ لوٹنے کی جگہ ۷۲

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **إِنَّ ذَلِكَ فِي كِتَابٍ ط إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝ ۷۱** ”بلاشبہ یہ (سب کچھ) کتاب

(لوح محفوظ) میں (لکھا ہوا) ہے، بے شک یہ (سب) اللہ پر بالکل آسان ہے۔“

تفسیر آیات: 71، 72

مشرکین کا غیر اللہ کی عبادت کرنا: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ وہ جہالت اور کفر کا ثبوت

دیتے ہوئے اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن کی اس نے کوئی حجت اور برہان نازل نہیں فرمائی جیسا کہ فرمایا:

وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ ۖ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ ط إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ ۝ (المؤمنون

117:23) ”اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو یقیناً اس کا حساب اس کے

رب کے پاس ہے، کچھ شک نہیں کہ کافر کا میابی نہیں پائیں گے۔“ اسی طرح یہاں بھی فرمایا: **مَا لَمْ يَنْزِلْ بِهِ سُلْطَانٌ**

وَمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهِ عِلْمٌ ط ”جس کی اس نے کوئی سند نازل نہیں فرمائی اور جس کا انھیں کچھ علم نہیں۔“ یعنی انھوں نے

جو اختلاف کیا اور جو بہتان طر زیاں کی ہیں ان کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ اسے انھوں نے اپنے آباء و اجداد سے

بلا دلیل و حجت اخذ کیا ہے، دراصل اس بات کا شیطان نے ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالا اور اسے مزین کر کے دکھایا۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں سرزنش کرتے ہوئے فرمایا: **وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ ۝ ۷۱** ”اور ظالموں کا کوئی بھی

مددگار نہیں۔“ یعنی ان کا کوئی حامی و ناصر نہیں ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے انھیں بچا سکے، پھر فرمایا: **وَإِذَا تُثْلِي عَلَيْهِمْ**

آيَاتُنَا بَدِنتِ ”اور جب ان پر ہماری واضح آیتیں تلاوت کی جائیں۔“ یعنی جب انھیں اللہ تعالیٰ کی توحید کے بارے میں

قرآن مجید کی آیات اور واضح دلائل و براہین پڑھ کر سنائے جاتے ہیں جو اس بات کے سچے گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی

معبود نہیں اور اس کے تمام انبیائے کرام سچے اور برحق ہیں تو **يَكَادُونَ يَسْطُونَ بِالَّذِينَ يَتْلُونَ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا ط**

”قریب ہوتے ہیں کہ جو لوگ ان پر ہماری آیتیں تلاوت کرتے ہیں، ان پر حملہ کر دیں۔“ یعنی جو لوگ قرآن مجید کے دلائل

صحیحہ کو ان کے خلاف بطور حجت پیش کرتے ہیں، قریب ہے کہ اپنے ہاتھوں اور زبانوں سے یہ لوگ انھیں تکلیف پہنچائیں۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضَرْبَ مَثَلٍ ۖ فَاسْتَبِعُوا لَهُ ۖ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ

اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے، لہذا تم اسے غور سے سنو، بے شک جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ ایک کبھی بھی ہرگز نہیں پیدا کر سکتے

يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ ۖ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ

اگرچہ وہ (سارے بھی) اس کے لیے جمع ہو جائیں، اور اگر ان سے کبھی کچھ چھین لے تو وہ اسے اس سے چھڑا نہیں سکتے، طالب و مطلوب

مِنْهُ ۖ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ ۚ (73) مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ

(عابد و مہجور دونوں) کمزور ہیں (73) انھوں نے اللہ کی قدر (اس طرح) نہیں کی جس طرح اس کی قدر کرنے کا حق ہے، بے شک اللہ بہت قوت

عَزِيزٌ (74)

والا، نہایت غالب ہے (74)

﴿قُلْ﴾ ”کہہ دیجیے!“ اے محمد (ﷺ)! ان لوگوں سے: ﴿أَفَأَنْتُمْ بِشَيْءٍ مِنْ ذِكْرِ النَّارِ وَعَدَهَا اللَّهُ الَّذِينَ

کُفَرُوا﴾ ”میں تم کو اس سے بھی بری چیز بتاؤں؟ (وہ دوزخ کی) آگ ہے جس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ کیا ہے۔“ یعنی

دوزخ کی آگ، اس کا عذاب اور اس کی سزا اس سے کہیں زیادہ سخت، زیادہ مشکل اور زیادہ دردناک و خوفناک ہے جس سے تم

اللہ کے دوستوں، یعنی مومنوں کو دنیا میں ڈراتے ہو اور تمہاری ان بد اعمالیوں کی وجہ سے آخرت کا عذاب کہیں زیادہ شدید اور

خوفناک ہوگا۔ ﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ﴾ ”اور وہ برا ٹھکانا ہے۔“ یعنی دوزخ بدترین مقام، جگہ، ٹھکانا اور منزل ہے جیسا کہ

فرمایا: ﴿إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا﴾ (الفرقان 66:25) ”اور دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بری جگہ ہے۔“

تفسیر آیات: 74، 73

بت حقیر اور ان کے پجاری احمق ہیں: اللہ تعالیٰ نے بتوں کی حقارت اور ان کے پجاریوں کی حماقت کو بیان کرتے ہوئے

فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضَرْبَ مَثَلٍ﴾ ”اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے۔“ اس چیز کی جس کی جاہل اور اللہ تعالیٰ

کے ساتھ شرک کرنے والے عبادت کرتے ہیں۔ ﴿فَاسْتَبِعُوا لَهُ ۖ﴾ ”لہذا تم اسے غور سے سنو۔“ خاموش ہو جاؤ اور اسے

سمجھو۔ ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ ۖ﴾ ”جنہیں تم اللہ کے سوا

پکارتے ہو وہ ایک کبھی بھی پیدا نہیں کر سکیں گے اگرچہ وہ (سب) اس کے لیے اکٹھے ہو جائیں۔“ یعنی اگر تمام اصنام و انداد اور

معبودانِ باطلہ جمع ہو کر ایک کبھی بھی بنانے کی کوشش کریں تو انہیں اس کی قدرت و استطاعت نہیں ہوگی جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ

نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ خَلَقَ خَلْقًا كَخَلْقِي، فَلْيَخْلُقُوا

مِثْلَ خَلْقِي ذَرَّةً أَوْ ذُبَابَةً أَوْ حَبَّةً﴾ ”اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جو میری تخلیق کی ہوئی مخلوق کی طرح پیدا کرنے کی

کوشش کرے، یہ لوگ میری طرح ایک ذرہ یا ایک کبھی یا ایک دانہ ہی پیدا کر کے دکھائیں۔“ (1) امام بخاری و مسلم نے اسے

بطریق عمارہ از ابو زرہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس طرح روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ

اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ﴿٧٥﴾ يَعْلَمُ

اللہ فرشتوں میں سے کچھ پیغام رسال چن لیتا ہے اور لوگوں میں سے (بھی)، یقیناً اللہ بہت سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے ﴿75﴾ وہ جانتا ہے جو کچھ

مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿٧٦﴾

ان کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے، اور اللہ ہی کی طرف تمام معاملات لوٹائے جاتے ہیں ﴿76﴾

ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي، فَلْيَخْلُقُوا حَبَّةً، وَلْيَخْلُقُوا ذَرَّةً، (أَوْ لِيَخْلُقُوا شَعِيرَةً) [اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جو میری تخلیق کی ہوئی مخلوق کی طرح پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ اگر ان میں ذرہ بھر بھی تاب ہے تو یہ ایک دانہ پیدا کر کے دکھا دیں (یا) وہ ایک ذرہ پیدا کر کے دکھا دیں یا ایک جو کا دانہ ہی پیدا کر کے دکھا دیں۔“ ﴿1﴾

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَأَن يَسْأَلَهُمُ الدُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنفِذُوهُ مِنْهُ ط﴾ ”اور اگر مکھی اُن سے کوئی چیز چھین لے جائے تو اسے اس سے چھڑا نہیں سکتے۔“ یعنی یہ لوگ اس سے عاجز ہیں کہ ایک مکھی پیدا کر سکیں بلکہ ان کی عاجزی و ناتوانی تو اس سے بھی بڑھ کر ہے اور وہ یہ کہ مکھی اگر ان کی کسی چیز کو لے کر اڑ جائے تو یہ اس سے چھڑا نہیں سکتے، حالانکہ مکھی خود اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے کمزور ترین اور حقیر ترین مخلوق ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ ط﴾ ”طالب اور مطلوب (عابد اور معبود دونوں) کمزور ہیں۔“

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ طالب سے مراد صم اور مطلوب سے مراد مکھی ہے۔ ﴿2﴾ ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ ﴿3﴾ اور سیاق کلام سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔ سدی وغیرہ کا قول یہ ہے کہ طالب سے مراد عابد اور مطلوب سے مراد معبود ہے۔ ﴿4﴾ پھر فرمایا: ﴿مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ط﴾ ”انھوں نے اللہ کی قدر اس طرح نہیں کی جس طرح اس کی قدر کرنے کا حق ہے۔“ یعنی انھوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر و عظمت کو نہیں پہچانا کہ اس کے ساتھ انھوں نے ایسی چیزوں کی عبادت شروع کر دی ہے جو مکھی جیسی ضعیف و ناتواں چیز کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ط﴾ ”بلاشبہ اللہ بہت قوی، نہایت غالب ہے۔“ وہ ایسا زبردست ہے کہ اس نے اپنی قدرت و قوت کے ساتھ ہر چیز کو پیدا فرمایا ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ ط.....﴾ الآية (الروم 27:30) ”اور وہی ہے جو خلقت کو پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے، پھر وہی اسے (دوبارہ) لوٹائے گا اور یہ اس کے لیے زیادہ آسان ہے۔.....“ ﴿إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ط إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ ط﴾ (البروج 13، 12:85) ”بے شک آپ کے پروردگار کی پکڑ بہت سخت ہے، وہی پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے اور وہی لوٹائے گا۔“ ﴿إِنَّ اللَّهَ هُوَ الزَّاقِ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ط﴾ (الذَّٰرِيَّة 58:51) ”بلاشبہ اللہ ہی تو زور دینے والا، بڑا زور آور، نہایت مضبوط ہے۔“ ﴿عَزِيزٌ ط﴾ ”نہایت غالب۔“ جس نے ہر چیز کو عاجز کر کے اس پر غلبہ و تسلط حاصل کر رکھا

① صحيح البخارى، اللباس، باب نقض الصور، حديث: 5953 اور توسين والے الفاظ صحيح مسلم، اللباس والزينة،

باب تحريم تصوير صورة الحيوان.....، حديث: 2111 میں ہیں۔ ② تفسير الطبري: 265/17 و تفسير البغوي: 351/3.

③ تفسير الطبري: 265/17. ④ تفسير ابن أبي حاتم: 2505/8 نحوه و تفسير البغوي: 351/3 عن الضحاك.

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ

اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو، اور اپنے رب کی عبادت کرو، اور بھلائی (کے کام) کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ ۷۷ اور تم اللہ کی

تُفْلِحُونَ ۷۸ وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ۖ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي

راہ میں (اس طرح) جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے، اس نے تمہیں (اپنے دین کے لیے) چن لیا ہے، اور اس نے دین میں

الدِّينِ مِنْ حَرْجٍ مَلَّةً اَبَيْكُمْ اِبْرَاهِيمَ ۖ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ ۚ مِنْ قَبْلُ

تمہارے لیے کوئی گنجی نہیں رکھی، اپنے باپ ابراہیم کے دین کی (اتباع کرو)، اسی (اللہ) نے پہلے بھی تمہارا نام مسلمان رکھا تھا اور

وَفِي هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ ۚ فَاقِيمُوا

اس (قرآن) میں بھی (تمہارا ہی نام ہے) تاکہ رسول تم پر شہادت دینے والا ہو اور تم لوگوں پر شہادت دینے والے ہو، لہذا تم نماز

الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ ۖ هُوَ مَوْلَاكُمْ ۖ فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ ۗ ۷۹

قائم کرو، اور زکوٰۃ دو اور اللہ (کے دین) کو مضبوطی سے تھامو، وہی تمہارا کارساز ہے، پس (وہ) اچھا کارساز اور اچھا مددگار ہے ۷۹

ہے اور اس کی عظمت اور بادشاہت کی وجہ سے نہ اس کے حکم کو ٹالا جاسکتا ہے اور نہ کوئی اس پر غالب آسکتا ہے اور وہی یکتا و غالب ہے۔

تفسیر آیات: 76، 75

اللہ تعالیٰ کا فرشتوں اور انسانوں سے پیغام پہنچانے والوں کا انتخاب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ اپنے شرعی اور

قدری امور کے لیے فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والوں کا انتخاب کرتا ہے اور ابلاغ رسالت کے لیے انسانوں میں سے

انتخاب فرماتا ہے۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ﴾ ”بے شک اللہ بہت سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے۔“ اپنے بندوں کے

اقوال کو سنتا، ان کے احوال کو دیکھتا اور اس بات کو خوب جانتا ہے کہ ان میں سے پیغام پہنچانے کے لیے کون مستحق ہے جیسا کہ

فرمایا: ﴿اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾ ﴿الأنعام 6: 124﴾ ”اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت (کا کام) کسے سونپے۔“

اور فرمایا: ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۖ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ﴾ ”جو ان کے آگے ہے اور جو ان

کے پیچھے ہے وہ جانتا ہے اور سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔“ یعنی وہ جانتا ہے کہ جس پیغام کے ساتھ اس نے

اپنے رسولوں کو بھیجا ہے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا، اس سے ان کی کوئی بات بھی مخفی نہیں ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿عَلِمُ

الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا ۚ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ

رَصَدًا ۚ لِيَعْلَمَ أَنَّ قَدْ ابْلَغُوا رِسَالَتِ رَبِّهِمْ ۚ وَاحْطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْصَىٰ كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ۚ﴾ (الحن

28-26:72) ”(وہی) غیب جاننے والا ہے اور کسی پر اپنا غیب ظاہر نہیں کرتا، مگر جس پیغمبر کو وہ پسند فرمائے تو اس کے آگے اور

پیچھے نگہبان مقرر کر دیتا ہے تاکہ معلوم فرمائے کہ انھوں نے اپنے پروردگار کے پیغام پہنچا دیے ہیں اور اس نے ان کے

گرد و پیش کا احاطہ کیا ہوا ہے اور اس نے ایک ایک چیز گن رکھی ہے۔“

اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے پیغمبروں کا نگہبان ہے، ان سے جو کہا جاتا ہے وہ اس کا گواہ ہے اور وہ اپنے پیغمبروں کا حافظ و ناصر ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ط وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ ط وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ط الآية (المائدة: 5: 67) ”اے پیغمبر! جو ارشادات اللہ کی طرف سے آپ پر نازل کیے گئے ہیں وہ لوگوں تک پہنچا دیجیے اور اگر ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے بچائے گا.....“

تفسیر آیات: 77، 78

عبادت اور جہاد کا حکم: عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی روایت گزر چکی ہے ^① جس میں وہ پوچھتے ہیں: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! کیا سورہ حج کو اس لیے فضیلت حاصل ہے کہ اس میں دو سجدے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: [نعم، وَمَنْ لَمْ يَسْجُدْهُمَا فَلَا يَقْرَأُهُمَا] ”ہاں، جو شخص یہ دو سجدے نہ کرے وہ ان (آیات سجدہ) کو نہ پڑھے۔“ ^② ﴿وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ط﴾ ”اور تم اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔“ یعنی اپنے مالوں کے ساتھ، زبانوں کے ساتھ اور جانوں کے ساتھ جیسا کہ فرمایا: ﴿اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ الآية (ال عمران: 3: 102) ”اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے.....“ اور فرمایا: ﴿هُوَ اجْتَبَاكُمْ﴾ ”اس نے تمہیں چن لیا ہے۔“ اے امت محمد (ﷺ)! اللہ تعالیٰ نے تمام امتوں سے تمہیں منتخب کیا ہے، اس نے تمہیں فضل و شرف عطا کیا ہے اور اپنے رسول اکرم اور شرع اکمل کے لیے تمہیں مخصوص فرمایا ہے۔ ﴿وَمَا جَعَلْ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ط﴾ ”اور اس نے دین میں تمہارے لیے کوئی تنگی نہیں رکھی۔“

شریعت محمدیہ کی رخصتیں: یعنی تم پر ذمہ داری کا کوئی ایسا بوجھ نہیں ڈالا جس کے اٹھانے کی تمہیں طاقت ہی نہ ہو، تم پر کسی ایسی چیز کو لازم نہیں ٹھہرایا جو تمہیں مشقت میں ڈال دے مگر اس سے نکلنے کے لیے کشادگی اور رستہ بھی مقرر فرمادیا ہے، مثلاً: نماز جو شہادتین کے بعد اسلام کا سب سے بڑا رکن ہے، حضر میں اگر اس کی چار رکعتیں ہیں تو سفر میں قصر کی صورت میں دو رکعتیں کر دی ہیں ^③ اور حالت خوف میں بعض ائمہ کے نزدیک اس کی صرف ایک رکعت ہے، چنانچہ حدیث میں بھی اس کا ذکر موجود ہے، ^④ نیز اسے پیادہ و سوار اور قبلہ رخ و غیر قبلہ رخ ہر طرح ادا کیا جاسکتا ہے۔ ^⑤ جیسا کہ حالت سفر میں نفل نماز کو بھی قبلہ و غیر قبلہ ہر طرف منہ کر کے ادا کیا جاسکتا ہے، ^⑥ اسی طرح بیماری کے عذر کی وجہ سے قیام بھی ساقط ہو جاتا ہے، مریض کو اجازت ہے کہ وہ بیٹھ کر نماز پڑھ لے اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر پڑھ لے، ^⑦ اسی طرح دیگر تمام فرائض و واجبات

① دیکھیے الحج، آیت: 18 کے تحت عنوان: ”ہر چیز اللہ کو سجدہ کرتی ہے“ ② جامع الترمذی، الصلاة، باب ماجاء فی السجدة فی الحج، حدیث: 578 و سنن ابی داود، سجود القرآن، باب تفریع أبواب.....: 1402 و مسند أحمد: 151/4، طوطہ: [ومن لم يسجدهما فلا يقرأهما] ضعیف ہے۔ ③ صحیح مسلم، کتاب و باب صلاة المسافرين وقصرها، حدیث: 685 عن عائشة ؓ. ④ صحیح مسلم، کتاب و باب صلاة المسافرين وقصرها، حدیث: 687 عن ابن عباس ؓ. ⑤ دیکھیے البقرة، آیت: 239 کے ذیل میں۔ ⑥ صحیح البخاری، التقصیر، باب صلاة التطوع علی الدواب.....، حدیث: 1093 عن عامر بن ربيعة ؓ و 1094 عن جابر بن عبد اللہ ؓ. ⑦ صحیح البخاری، التقصیر، باب إذا لم یطوق قاعدا صلی علی جنب.....، حدیث: 1117 عن عمران بن حصین ؓ.

اور یہی ان کے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس امت پر اپنے اس احسان کا ذکر فرمایا کہ اس نے اس کا تذکرہ اور اس کی تعریف گزشتہ زمانوں میں اپنی ان کتابوں میں بھی کی تھی جنہیں اس نے اپنے انبیائے کرام پر نازل فرمایا تھا اور جنہیں علماء و مشائخ پڑھتے رہتے ہیں: **هُوَ سَبِّحُكُمْ الْمُسْلِمِينَ ۚ مَنْ قَبْلُ** ”اسی نے پہلے (پہلی کتابوں میں) بھی تمہارا نام مسلمان رکھا تھا۔“ یعنی قرآن مجید سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں میں۔ **وَفِي هَذَا** ”اور اس (کتاب) میں بھی۔“ یعنی قرآن مجید میں بھی وہی نام رکھا۔

امام نسائی نے اس آیت کی تفسیر میں حارث اشعری کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ دَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ فَإِنَّهُ مِنْ جُنَا جَهَنَّمَ، قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى؟ قَالَ: نَعَمْ، وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى، فَادْعُوا بِدَعْوَى اللَّهِ الَّتِي سَمَّاكُمْ اللَّهُ بِهَا الْمُسْلِمِينَ، الْمُؤْمِنِينَ، عِبَادَ اللَّهِ] ”جس نے جاہلیت کی دعوت دی وہ جہنم میں گھٹنوں کے بل گرنے والوں میں ہوگا۔ ایک شخص نے عرض کی: اللہ کے رسول (ﷺ)! اگرچہ وہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، اگرچہ وہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے، لہذا تم اللہ تعالیٰ کی اس دعوت کے ساتھ دعوت دو جس میں اس نے تمہیں مسلمان، مومن اور عباد اللہ کے نام سے پکارا ہے۔“^①

امت محمدیہ پہلی امتوں کی گواہی دے گی: فرمان باری تعالیٰ ہے: **لَيَكُونَنَّ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ** ”تا کہ پیغمبر تمہارے بارے میں شاہد ہوں اور تم لوگوں کے بارے میں شاہد ہو۔“ یعنی ہم نے تمہیں اسی طرح معتدل، عادل، پسندیدہ اور ایک ایسی امت بنایا ہے کہ تمام امتوں کے بارے میں تم سے گواہی لی جائے گی تا کہ قیامت کے دن تم لوگوں کے مقابلے میں شاہد بن جاؤ، اس لیے کہ قیامت کے دن تمام امتیں امت محمدیہ کی سیادت اور فضیلت کا اعتراف کریں گی، یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن اس امت کی یہ شہادت تسلیم کی جائے گی کہ تمام انبیائے کرام نے اپنی امتوں کو رب تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا تھا اور رسول اللہ ﷺ اس امت کے بارے میں شاہد ہوں گے کہ انہوں نے بھی اس امت تک اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچا دیا تھا۔

اور فرمایا: **فَاقْبِسُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ** ”لہذا تم نماز پڑھو اور زکاۃ دو۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں عظیم الشان نعمت سے نوازا ہے تو اس کا شکر ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا کرو اور وہ اس طرح کہ اس نے تم پر جو فرض قرار دیا ہے اسے ادا کرو جسے واجب ٹھہرایا ہے اس کی اطاعت بجالاؤ جسے حرام قرار دیا ہے اسے ترک کرو اور ان امور میں سب سے اہم نماز پڑھنا اور زکاۃ دینا ہے۔ زکاۃ اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صاحب ثروت لوگوں پر واجب قرار دیا ہے کہ وہ

① السنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالى: **وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ** 412/6: حدیث:

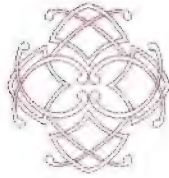
11349 و مسند أحمد: 202/4 و صحیح ابن حبان، التاريخ، ذکر تشبیه المصطفیٰ ﷺ عیسیٰ ابن مریم 126/14،

حدیث: 6233 .

اپنے مال میں سے بہت تھوڑا سا حصہ سال میں ایک بار ضعیفوں اور محتاجوں کو دیں جیسا کہ تفصیل کے ساتھ اس کا بیان سورہ توبہ کی آیت زکاۃ میں گزر چکا ہے۔ ﴿وَاعْتَصِمُوا بِاللهِ ط﴾ اور اللہ (کے دین کی رسی) کو مضبوط پکڑے رہو۔“ یعنی اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کرو، اسی کی ذات پاک پر توکل اور اسی سے تائید و حمایت حاصل کرو۔ ﴿هُوَ مَوْلَاكُمْ﴾ ”وہی تمہارا کارساز ہے۔“ وہی حافظ و ناصر اور دشمنوں کے مقابلے میں تمہیں کامیابی عطا فرمانے والا ہے۔ ﴿فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ﴾ ﴿78﴾ ”اور وہ بہترین کارساز اور خوب مددگار ہے۔“ یعنی وہ بہترین دوست ہے اور دشمنوں کے مقابلے میں فتح و نصرت عطا فرمانے والا بہترین مددگار ہے۔

سورہ حج کی تفسیر اختتام پذیر ہوئی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّم، وَشَرَفَ وَكَرَّمَ وَرَضَى اللّٰهُ تَعَالٰى
عَنِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ.



① دیکھیے التوبہ، آیت: 60 کے ذیل میں۔

تفسیر سورہ مؤمنون

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ① الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خُشْعُونَ ② وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ

مومن یقیناً فلاح پاگئے ① وہ جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں ② اور وہ جو لغو باتوں سے اعراض کرنے والے ہیں ③ اور

مُعْرِضُونَ ③ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ④ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَفْظُونَ ⑤ إِلَّا عَلَى

وہ جو زکاۃ ادا کرنے والے ہیں ④ اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں ⑤ سوائے اپنی بیویوں یا ان (کنیزوں)

أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ⑥ فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ

کے جن کے مالک ہوئے ان کے دائیں ہاتھ، تو بلاشبہ (ان کی بابت) ان پر کوئی ملامت نہیں ⑥ پھر جو شخص ان کے علاوہ (رستہ)

هُمْ الْعُدْوَنَ ⑦ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمْتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رِعُونَ ⑧ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ

تلاش کرے تو ایسے لوگ ہی حد سے گزرنے والے ہیں ⑦ اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی حفاظت کرنے والے ہیں ⑧ اور

يَحْفَظُونَ ⑨ أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ⑩ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ ⑪ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ⑪

وہ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں ⑨ یہی لوگ وارث ہیں ⑩ جو فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ⑪

تفسیر آیات: 1-11

مومنوں کی صفات: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ①﴾ ”بے شک ایمان والے کامیاب ہو گئے۔“ یعنی

کامیاب و کامران ہو گئے اور انھوں نے سعادت و فلاح کو حاصل کر لیا اور مومن وہ ہیں جو ان اوصاف کے ساتھ متصف ہیں:

عجز و نیاز کے بیکر: ﴿الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خُشْعُونَ ②﴾ ”جو اپنی نماز میں عجز و نیاز کرنے والے ہیں۔“ علی بن

ابوطلمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿خُشْعُونَ ②﴾ کے معنی ہیں ڈرنے والے اور سکون اختیار کرنے

والے۔ ① مجاہد، حسن، قتادہ اور زہری سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خشوع دل

① تفسیر الطبری: 6/18 . ② تفسیر الطبری: 6-4/18 .

کے عجز و انکسار کا نام ہے۔^① ابراہیم نخعی کا بھی یہی قول ہے۔^② حسن بصری فرماتے ہیں کہ خشوع ان کے دلوں میں تھا جس کی وجہ سے انھوں نے اپنی آنکھیں نیچی کر لیں اور پہلوؤں کو جھکا لیا۔^③ نماز میں خشوع اسے حاصل ہو سکتا ہے جس کا دل نماز کے لیے فارغ ہو چکا ہو، ماسوا سے منقطع ہو کر نماز ہی میں مشغول ہو گیا ہو اور نماز کو دوسرے کاموں پر ترجیح دیتا ہو تو اسی صورت میں نماز اس کے لیے راحت اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ثابت ہوتی ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے اس حدیث میں فرمایا ہے جسے امام احمد اور نسائی رحمہما نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [حُبَّ إِلَى النِّسَاءِ، وَالطَّيِّبِ، وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ] ”مجھے خوشبودار عورتوں سے محبت ہے اور نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنادی گئی ہے۔“^④

نغویات سے پرہیز: اور فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ﴾^⑤ ”اور وہ جو بے ہودہ باتوں سے اعراض کرنے والے ہیں۔“ یعنی باطل سے اور یہ لفظ شرک، گناہوں اور ایسے تمام اقوال و افعال پر مشتمل ہے جو بے فائدہ ہوں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا﴾ (الفرقان 72:25) ”اور جب ان کا بے ہودہ چیزوں سے گزر ہو تو وہ عزت و وقار سے گزرتے ہیں۔“ قنادہ کہتے ہیں کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا حکم آیا ہے، اس لیے اس نے انھیں لغو اور باطل امور سے بچا لیا ہے۔^⑥

مال و جان کا تزکیہ کرنے والے: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ﴾^⑦ ”اور جو زکاۃ ادا کرنے والے ہیں۔“ اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ زکاۃ سے یہاں مالوں کی زکاۃ مراد ہے، حالانکہ یہ آیت مکی ہے جبکہ زکاۃ 2ھ میں مدینہ منورہ میں فرض ہوئی تھی لیکن بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ میں زکاۃ مخصوص نصاب کے ساتھ فرض ہوئی تھی ورنہ اصل میں زکاۃ مکہ مکرمہ میں بھی واجب تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام میں فرمایا جو کہ مکی سورت ہے: ﴿وَاتُوا حَقَّ يَوْمَ حَصَادِهِ﴾ (الأنعام 141:6) ”اور جس دن (پھل توڑو اور کھیتی) کا تو اللہ کا حق بھی اس میں سے ادا کرو۔“ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ زکاۃ سے یہاں نفس کو شرک کے میل کچیل سے پاک کرنا مراد ہو جیسا کہ فرمایا: ﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّهَا﴾ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّهَا (الشمس 10، 9:91) ”جس نے (اپنے) نفس (روح) کو پاک رکھا، یقیناً وہ مراد کو پہنچا اور جس نے اسے خاک میں ملا دیا، بلاشبہ وہ خسارے میں رہا۔“ اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہاں دونوں باتیں مراد ہوں، نفوس کا تزکیہ بھی اور مالوں کی زکاۃ بھی کیونکہ اموال کی زکاۃ بھی نفوس کی زکاۃ میں شامل ہے اور مومن کامل وہ ہے جو ان میں سے ہر قسم کی زکاۃ ادا کرتا ہو۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

فحاشی کے منکر: اور فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِغُرُوحِهِمْ حَفِظُونَ﴾^⑧ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ^⑨ قَمِنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعُدُونَ^⑩ ”اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں مگر اپنی بیویوں سے یا جن (لوٹنیوں) کے مالک ہوئے ان کے دائیں ہاتھ تو بلاشبہ (ان کی بابت) انھیں کوئی ملامت نہیں، پھر جو ان کے علاوہ (رستہ) تلاش کرے تو ایسے لوگ ہی (اللہ کی مقرر کی ہوئی) حد سے نکل جانے والے ہیں۔“ یعنی مومن وہ ہیں جو

① تفسیر الطبری: 5/18، ② تفسیر الطبری: 5/18، ③ تفسیر الطبری: 5/18، ④ مسند احمد: 128/3 و سنن

النسائی، عشرة النساء، باب حب النساء، حدیث: 3392 و اللفظ لہ، حدیث حسن ہے۔ ⑤ تفسیر الطبری: 111/20۔

حرام کاموں سے اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے زنا اور لواطت کو حرام قرار دیا ہے، اس لیے وہ ان کا ارتکاب نہیں کرتے اور سوائے اپنی بیویوں اور کنیزوں کے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے حلال قرار دیا ہے تو اس پر کوئی ملامت نہیں اور حلال سے استفادے میں کوئی حرج نہیں، اسی لیے فرمایا: انھیں ملامت نہیں۔ اور جو بیویوں اور کنیزوں کے سوا اوروں کے طالب ہوں۔ ﴿فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعُدُوْنَ ۝۷﴾ ”تو وہ (اللہ کی مقرر کی ہوئی) حد سے نکل جانے والے ہیں۔“

وعدوں کے پاس دار اور امین لوگ: اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمْتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رِعُونَ ۝۸﴾ ”اور وہ جو اپنی امانتوں اور اقراروں کو ملحوظ رکھنے والے ہیں۔“ یعنی جب ان کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت نہیں کرتے بلکہ اسے اس کے مالک کو ادا کر دیتے ہیں اور جب وہ کوئی عہد و پیمان کریں تو اسے پورا کرتے ہیں، ان کی صفات منافقوں کی صفات کے برعکس ہیں کیونکہ منافقوں کے بارے میں تو رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے: [آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اتُّمِّنَ خَانَ] ”منافق کی تین نشانیاں ہیں: (1) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (2) اور جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے (3) اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔“^①

بندگی کے محافظ: اور فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۝۹﴾ ”اور وہ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔“ یعنی انھیں ان کے اوقات مقررہ میں ادا کرتے ہیں جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہاں کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی: یا رسول اللہ! کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ آپ نے فرمایا: [الصَّلَاةُ عَلَىٰ وَفْتِهَا] ”نماز وقت پر ادا کرنا۔“ میں نے عرض کی: پھر کون سا؟ فرمایا: [ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ] ”پھر والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا“ پھر کون سا؟ فرمایا: [الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ] ”اللہ کے رستے میں جہاد کرنا۔“^② قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ نماز کے اوقات کی بہت حفاظت کرتے ہیں اور نماز میں رکوع و سجود کا بھی پورا پورا خیال رکھتے ہیں۔^③

اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر مومنوں کی ان صفات حمیدہ کا آغاز بھی نماز سے کیا اور اس کا اختتام بھی نماز پر کیا، یہ نماز کی افضلیت کی دلیل ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اسْتَقِيمُوا وَلَكِنْ تَحْصُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّ خَيْرَ أَعْمَالِكُمُ الصَّلَاةُ، وَلَا يَحَافِظُ عَلَى الْوُضُوءِ إِلَّا مُؤْمِنٌ] ”سیدھے رستے پر رہو، تم ہرگز طاقت نہیں رکھ سکو گے اور خوب جان لو کہ تمہارے اعمال میں سب سے بہتر نماز ہے اور وضو کی حفاظت صرف مومن ہی کر سکتا ہے۔“^④

فردوس بریں کے وارث: اللہ تعالیٰ نے جب مومنوں کے بارے میں یہ فرمایا کہ وہ ان صفات حمیدہ سے اتصاف پذیر ہیں

① صحیح البخاری، الإيمان، باب علامات المنافق، حدیث: 33 وصحیح مسلم، الإيمان، باب خصال المنافق،

حدیث: 59 عن أبي هريرة ؓ. ② صحیح البخاری، الأدب، باب البر والصلة، حدیث: 5970 وصحیح مسلم، الإيمان

باللہ.....، حدیث: 85. ③ زاد المسیر لابن الجوزی: 21/1 والد رالمشور: 9/5. ④ سنن ابن ماجہ، الطہارۃ وسننہا،

باب المحافظة علی الوضوء، حدیث: 277 و مسند أحمد: 282/5 عن ثوبان ؓ.

اور ان نیک افعال کو بجالاتے ہیں تو فرمایا: ﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ﴾ (الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ) ﴿۱۱﴾ ”یہی لوگ وارث ہیں (یعنی) جو فردوس کے وارث ہوں گے (اور) اس میں ہمیشہ رہیں گے۔“ صحیحین میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللَّهَ (فَاسْأَلُوهُ) الْفِرْدَوْسَ، فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَأَعْلَى الْجَنَّةِ، وَفَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمَنِ وَ مِنْهُ تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ] ”جب تم اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو تو اس سے فردوس کا سوال کرو کیونکہ وہ سب سے اعلیٰ اور افضل جنت ہے اور اسی کے اوپر رحمان کا عرش ہے، اسی سے جنت کی نہریں پھوٹی ہیں۔“ ﴿۱۲﴾

ابن ابوحاتم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ إِلَّا لَهُ مَنْزِلَانِ: مَنْزِلٌ فِي الْجَنَّةِ، وَمَنْزِلٌ فِي النَّارِ، فَإِذَا مَاتَ، فَدَخَلَ النَّارَ، وَرِثَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنْزِلَهُ، فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ﴾] ﴿۱۳﴾ ”تم میں سے ہر شخص کے لیے دو مقام ہیں: ایک مقام جنت میں اور دوسرا جہنم میں اگر وہ مرنے کے بعد جہنم میں داخل ہوگا تو اس کے جنت والے مقام کے اہل جنت وارث ہوں گے۔ یہی معنی ہیں اس ارشاد باری تعالیٰ کے: ﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ﴾ ﴿۱۴﴾ ”یہی لوگ وارث ہوں گے۔“ ﴿۱۵﴾

﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ﴾ ﴿۱۶﴾ ”یہی لوگ وارث ہیں۔“ ابن جریج نے لیث سے اور انھوں نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ مومن کافروں کے گھروں کے وارث بن جائیں گے کیونکہ وہ اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں جب مومنوں نے فریضہ عبادت ادا کیا اور کافروں نے اپنے فرض کو ترک کر دیا تو مومنوں نے کافروں کے جنت میں اس حصے کو بھی حاصل کر لیا جو اطاعت بجالانے کی صورت میں کافروں کو ملنا تھا۔ ﴿۱۷﴾ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر وہ بات ہے جو صحیح مسلم میں ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے اور ان کی اپنے والد سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [يَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَاسٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ بِذُنُوبٍ أَمْثَالِ الْجِبَالِ، فَيَغْفِرُهَا اللَّهُ لَهُمْ، وَيَضَعُهَا عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى] ”قیامت کے دن کچھ مسلمان پہاڑوں جیسے گناہ لے کر آئیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے ان گناہوں کو معاف فرما دے گا اور انھیں یہود و نصاریٰ پر رکھ دے گا۔“ ﴿۱۸﴾ ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ، دَفَعَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ إِلَى كُلِّ مُسْلِمٍ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا، فَيَقُولُ: هَذَا فَكَأُوكَ مِنَ النَّارِ] ”جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کے سپرد ایک یہودی یا عیسائی کر دے گا اور فرمائے گا کہ یہ ہے جہنم سے تیری رہائی (کا بدلہ)۔“ ﴿۱۹﴾ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابو بردہ سے تین بار قسم لی کہ اس اللہ کی قسم کھاؤ جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تمہارے باپ نے تمہیں اسے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا تھا۔ ابو بردہ نے قسم کھائی۔ ﴿۲۰﴾ یہ آیت اس طرح ہے جیسے درج ذیل آیت کریمہ ہے: ﴿تِلْكَ

① صحیح البخاری، التوحید، باب: ﴿وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ﴾ (ہود: 7: 11).....، حدیث: 7423 اور ترمذی، التوحید، باب: ﴿وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ﴾ (ہود: 7: 11).....، حدیث: 4341۔

② سنن ابن ماجہ، الزہد، باب صفة الجنة، حدیث: 4341۔

③ تفسیر الطبری: 10/18۔ ④ صحیح مسلم، التوبة، باب فی سعة.....، حدیث: (51)-2767۔ ⑤ صحیح مسلم، التوبة،

باب فی سعة.....، حدیث: 2767 عن أبي موسى۔ ⑥ صحیح مسلم، التوبة، باب فی سعة.....، حدیث: (50)-2767۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِينٍ ۚ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ۝۱۳

اور بلاشبہ ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا ہے ۱۳ پھر ہم نے اسے ایک محفوظ قرار گاہ (رحم مادر) میں نطفہ بنا کر رکھا ۱۳ پھر ہم نے نطفہ کو خون

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظْمًا فَكَسَوْنَا

کی پھٹکی بنایا، پھر ہم نے پھٹکی کو لوتھرے میں ڈھالا، پھر ہم نے لوتھرے سے ہڈیاں بنائیں، پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت چڑھادیا، پھر ہم نے

الْعِظْمَ لَحْمًا ۚ ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ۖ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ۝۱۴ ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ

اسے ایک اور ہی صورت میں بنادیا، چنانچہ بڑا بارکرت ہے اللہ جو سب سے عمدہ بنانے والا ہے ۱۴ پھر بے شک تم اس کے بعد ضرور مرنے والے

ذَٰلِكَ لَبِئْتُمْ ۝۱۵ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ ۝۱۶

ہو ۱۵ پھر یقیناً تم یوم قیامت (دوبارہ) اٹھائے جاؤ گے ۱۶

الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ۝ (مریم: 63) ”یہی وہ جنت ہے جس کا ہم اپنے بندوں میں سے ایسے شخص کو مالک بنائیں گے جو پرہیزگار ہوگا۔“ اور اس قول کی طرح: ﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ (الزخرف: 72) ”اور یہی وہ جنت ہے جس کے تم مالک بنادیے گئے ہو ان اعمال کے بدلے میں جو تم کرتے رہے۔“

تفسیر آیات: 12-16

انسان کی تخلیق کے تدریجی مراحل: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ انسان کی تخلیق کی ابتدا مٹی کے خلاصے سے ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بننے والی مٹی سے پیدا کیا جو بدو اور سیاہ کچھ تھی۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ آدم کو طین کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے، اس لیے کہ وہ مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔ ۱ قنادہ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا گیا تھا۔ ۲ اور یہ بات معنی کے اعتبار سے نمایاں اور سیاق کلام سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے۔ آدم علیہ السلام کو چپکتے گارے سے پیدا کیا گیا تھا جسے قرآن مجید میں کہیں طِینِ لَازِبٍ ۝ (الصُّفَّ 11:37) ”لیس دار (چپکتی) مٹی۔“ اور کہیں صَالِی مِّنْ حَمِیٍّ مَّسْنُونٍ ۝ (الحجر: 26) ”کھلکانی مٹی (سے اور) سڑے ہوئے گارے میں سے ہے۔“ اور وہ مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُونَ﴾ (الروم: 20) ”اور اسی کے نشانات میں سے ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر اچانک تم انسان ہو جو جا بجا پھیل رہے ہو۔“

امام احمد رحمہ اللہ نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ خَلَقَ آدَمَ مِنْ قَبْضَةِ قَبْضِهَا مِنْ جَمِيعِ الْأَرْضِ، فَجَاءَ بَنُو آدَمَ عَلَى قَدْرِ الْأَرْضِ، جَاءَ مِنْهُمْ الْأَبْيَضُ، وَالْأَحْمَرُ، وَالْأَسْوَدُ، وَبَيْنَ ذَلِكَ، وَالْخَبِيثُ، وَالطَّيِّبُ، وَالسَّهْلُ، وَالْحَزَنُ، وَبَيْنَ ذَلِكَ] ”بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو (مٹی کی) ایک مٹھی سے پیدا فرمایا جسے اس نے ساری زمین سے اکٹھا کیا تھا تو اسی زمین کے مطابق بنو آدم پیدا ہوئے کہ ان میں سے کچھ کارنگ سرخ ہے کچھ کاسفید، کچھ کاسیہ اور کچھ کابین، ان میں سے کچھ برے، کچھ اچھے، کچھ نرم اور کچھ سخت جبکہ کچھ درمیانے

ہیں۔“^① اس حدیث کو امام ابوداؤد اور ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔^② امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

انسان کی تخلیق کے مراحل: **ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً** ”پھر ہم نے اس کو نطفہ بنا دیا۔“ **جَعَلْنَاهُ** میں ضمیر جنس انسان کی طرف لوٹتی ہے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: **وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ** ۝ **ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ** ۝ (السجدة: 7, 32) ”اور اس نے انسان کی پیدائش کوٹی سے شروع کیا، پھر اس کی نسل ایک حقیر پانی کے جوہر سے چلائی۔“ یعنی کمزور (پانی) سے۔ جیسا کہ فرمایا: **أَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ** ۝ **فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ** ۝ (المرسلات: 21, 20, 77) ”کیا ہم نے تم کو حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟ پھر ہم نے اسے ایک محفوظ جگہ میں رکھا۔“ یعنی اس کے لیے رحم کو تیار کیا اور بنایا گیا۔ **إِلَىٰ قَدَرٍ مَّعْلُومٍ** ۝ **فَقَدَرْنَا نَعْمَ الْقَدَرُونَ** ۝ (المرسلات: 23, 22, 77) ”ایک وقت معین تک، پھر ہم نے اندازہ لگایا بعد ازاں کیا ہی خوب اندازہ لگانے والے ہیں۔“ یعنی ہم نے اسے ایک معلوم مدت اور معین وقت تک رحم میں رکھا حتیٰ کہ یہ مستحکم ہو گیا اور ایک حال سے دوسرے حال اور ایک صفت سے دوسری صفت میں بدلتا رہا، اس لیے یہاں فرمایا: **ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً** ”پھر ہم نے نطفہ کو جما ہوا خون بنایا۔“ پھر نطفے، یعنی اس اچھلنے والے پانی کو جو مرد کی پشت اور عورت کی سینے کی ہڈیوں میں سے نکلتا ہے اسے سرخ رنگ کی مستطیل شکل کا لوتھڑا بنا دیا۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ یہ خون ہوتا ہے۔ **فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً** ”پھر ہم نے جسے ہوئے خون کو لوتھڑے میں ڈھالا۔“ یہ گوشت کی بوٹی جیسا ایک ٹکڑا ہوتا ہے جس کی نہ کوئی شکل ہوتی ہے اور نہ کوئی صورت۔ **فَخَلَقْنَا الْبُضْعَةَ عَظْمًا** ”پھر ہم نے لوتھڑے سے ہڈیاں بنائیں۔“ اور اسے شکل و صورت دے کر اس میں ایک سر، دو ہاتھ، دو پاؤں اور ان کی ہڈیاں، اعصاب اور رگیں پیدا فرمادیں۔

فَكَسَوْنَا الْعِظَمَ لَحَافًا ”پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت چڑھایا۔“ جو ہڈیوں کو چھپا دیتا اور انھیں مضبوط و طاقت ور بنا دیتا ہے۔ **ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ** ”پھر ہم نے اس کو ایک اور ہی صورت میں بنا دیا۔“ پھر اس میں ہم نے روح کو پھونکا جس سے وہ حرکت کرنے لگا اور ایک نئی صورت بن گیا جو سننے والا اور دیکھنے والا تھا جس میں ادراک، حرکت اور اضطراب تھا۔ **فَتَبَرَّكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ** ۝ ”چنانچہ اللہ جو سب سے عمدہ بنانے والا ہے بڑا بابرکت ہے۔“

عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے **ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ** کے بارے میں روایت کیا ہے کہ ہم اسے ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ وہ بچہ بن کر نکل آتا ہے، پھر وہ بچے کی حیثیت سے پروان چڑھتا ہے حتیٰ کہ بالغ ہو جاتا ہے، پھر جوان ہو جاتا ہے، ادھیڑ عمر کو پہنچ جاتا ہے اور پھر بوڑھا اور بہت بوڑھا ہو جاتا ہے۔^③ امام احمد رحمہ اللہ نے مسند میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بیان فرمایا اور آپ صادق و مصدوق ہیں:

① مسند أحمد: 400/4. ② سنن أبي داود، السنة، باب في القدر، حديث: 4693 وجامع الترمذی، تفسير القرآن،

باب ومن سورة البقرة، حديث: 2955. ③ تفسير القرطبي: 202/2 وتفسير الطبري: 15/18 والدار المنثور: 12/5.

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَائِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غَافِلِينَ ﴿١٧﴾

اور بلاشبہ ہم نے تمہارے اوپر سات تہ بہ تہ آسمان پیدا کیے، اور ہم (اپنی مخلوق سے غافل نہیں ہیں ﴿١٧﴾

[إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ، فِي أَرْبَعِينَ يَوْمًا، ثُمَّ يَكُونُ عِلَقَةً مِّثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِّثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يُرْسَلُ إِلَيْهِ الْمَلَكُ فَيَنْفُخُ فِيهِ الرُّوحَ، وَيَوْمَئِذٍ بَارِعَ كَلِمَاتٍ: رَزَقَهُ، وَأَجَلَهُ، وَعَمَلَهُ، وَشَقِيٌّ أَمْ سَعِيدٌ، فَوَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ! إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، حَتَّىٰ مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ، فَيُخْتَمَ لَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ، فَيَدْخُلُهَا، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ، حَتَّىٰ مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ، فَيُخْتَمَ لَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا]

”بے شک تم میں سے ایک کی پیدائش کو اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفے کے طور پر جمع رکھا جاتا ہے، پھر اسی طرح اسے توڑ کر رکھا جاتا ہے، پھر اسی طرح اسے بوٹی رکھا جاتا ہے، پھر اس کی طرف فرشتے کو بھیجا جاتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے اور فرشتے کو چار باتوں (کے لکھنے) کا حکم دیا جاتا ہے: اس کے رزق، اس کی موت، اس کے عمل اور اس بات کا کہ وہ بد بخت ہے یا سعادت مند۔ پس اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! تم میں سے ایک شخص اہل جنت کے سے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے مگر کتاب سبقت لے جاتی ہے اور اس کا خاتمہ جہنمیوں کے کسی عمل پر ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ جہنم میں داخل ہو جاتا ہے اور ایک شخص اہل دوزخ کے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے مگر کتاب اس سے سبقت لے جاتی ہے اور اس کا خاتمہ جہنمیوں کے کسی عمل پر ہو جاتا ہے اور وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔“ ① اس کو امام بخاری اور امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ ②

اور فرمایا: ﴿فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ﴾ ③ ”چنانچہ اللہ جو سب سے عمدہ بنانے والا ہے بڑا بابرکت ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے جب اپنی اس قدرت کاملہ اور اپنے اس لطف و کرم کا ذکر فرمایا کہ وہ اس نطفے کو ایک حال سے دوسرے حال اور ایک شکل سے دوسری شکل میں منتقل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ یہ اس کی قدرت کا شاہکار بن کر جیتے جاگتے انسان کے روپ میں دنیا میں آ جاتا ہے تو اس کے بعد فرمایا: ﴿فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ﴾ ④ ”چنانچہ اللہ جو سب سے عمدہ بنانے والا ہے بڑا بابرکت ہے۔“ اور پھر فرمایا: ﴿ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ ذَلِكَ لَنَبُتُونَ﴾ ⑤ ”پھر بے شک تم اس کے بعد ضرور مرنے والے ہو۔“ یعنی عدم سے وجود میں آنے کے بعد، پھر تم موت کا شکار ہو جاتے ہو۔ ﴿ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ لَتَبْعُونَ﴾ ⑥ ”پھر یقیناً تم یوم قیامت (دوبارہ) اٹھائے جاؤ گے۔“ یعنی یہ تمہاری دوسری نشأت ہوگی جیسا کہ فرمایا: ﴿ثُمَّ اللَّهُ يَنْشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ﴾ ⑦ (العنکبوت 20:29) ”پھر اللہ ہی اسے دوسری بار پیدا کرے گا۔“ یعنی آخرت کے دن اور روحوں کے جسموں کی طرف لوٹ آنے کے

① مسند أحمد: 1/382. ② صحيح البخاری، القدر، باب: 1، حدیث: 6594 و صحيح مسلم، القدر، باب كيفية

خلق الآدمی، فی بطن أمه.....، حدیث: 2643.

دن، پھر اس دن ساری مخلوقات کا حساب لیا جائے گا اور ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کا بدلہ دیا جائے گا، اچھے عمل کا اچھا بدلہ اور برے عمل کا برا بدلہ۔

تفسیر آیت: 17

آسمانوں کی پیدائش بھی نشانی ہے: اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کا ذکر فرمانے کے بعد ساتوں آسمانوں کی پیدائش کا ذکر شروع فرمایا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور بھی بہت سے مقامات پر آسمانوں اور زمین کی تخلیق کا تخلیق انسان کے ساتھ ذکر فرمایا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ (المؤمن 57:40) ”آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کو پیدا کرنے کی نسبت زیادہ بڑا (کام) ہے۔“ اسی طرح سورہ سجدہ کے آغاز میں بھی جسے رسول اللہ ﷺ جمعے کے دن نماز فجر کی پہلی رکعت میں پڑھا کرتے تھے، آسمانوں اور زمین کی تخلیق کا ذکر فرمایا، پھر اس بات کا کہ اس نے انسان کو حقیر پانی کے جوہر سے پیدا فرمایا ہے، اس سورہ مبارکہ میں آخرت اور جزا و سزا کا بھی بیان ہے۔^① اور ان تمام امور کا تعلق مقاصد سے ہے۔

سَبْعَ طَرَائِقَ ۖ ”سات آسمان تدرتہ۔“ مجاہد فرماتے ہیں کہ سبع طرائق سے مراد سات آسمان ہیں۔^② جیسا کہ فرمایا: ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ط﴾ (بنی اسرائیل 44:17) ”ساتوں آسمان اور زمین اور جو (مخلوق) ان میں ہیں، سب اسی کی تسبیح کرتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طَبَقًا ۙ﴾ (نوح 15:71) ”کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے سات آسمان اوپر کیسے سے بنائے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَمِنْ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ط يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِيَتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝﴾ (الطلاق 12:65) ”اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور اتنی ہی زمینیں بھی، ان کے درمیان (اللہ کا) حکم اترتا رہے تاکہ تم لوگ جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور بلاشبہ اللہ (اپنے) علم سے ہر چیز پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔“ اسی طرح یہاں فرمایا: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَائِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ۝﴾ ”اور البتہ تحقیق ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان تہ بہ تہ پیدا کیے اور ہم (اپنی) خلقت سے غافل نہیں ہیں۔“ یعنی وہ جانتا ہے جو زمین میں داخل یا اس سے خارج ہوتا ہے اور جو آسمان سے نازل ہوتا یا اس پر چڑھتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے، خواہ تم کہیں بھی ہو اور وہ تمہارے تمام اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے نہ کوئی آسمان کسی دوسرے آسمان کو اور نہ کوئی زمین کسی دوسری زمین کو چھپا سکتی ہے، وہ ہر پہاڑ کے بارے میں جانتا ہے کہ اس کی تہ میں کیا چھپا ہوا ہے، وہ ہر دریا اور سمندر کے بارے میں جانتا ہے کہ اس کے پیندے میں کیا ہے، وہ تمام پہاڑوں، ٹیلوں، ریت کے ذروں، دریاؤں اور سمندروں، جنگلوں اور درختوں کی تعداد کو جانتا ہے، ﴿وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٌ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا دَرَبٌ وَلَا

① دیکھیے السجدة، آیات: 4-9 کے تحت۔ ② الدر المنثور: 13/5 و تفسیر الطبری: 17/18 عن ابن زید و تفسیر القرطبی:

111/12 عن أبی عبیدہ۔

وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَاسْكَتْهُ فِي الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍ بِهٖ لَقَدِرُوْنَ ﴿١٨﴾

اور ہم نے آسمان سے ایک (خاص) انداز سے پانی نازل کیا، پھر ہم نے اسے زمین میں ٹھہرایا، اور بلاشبہ ہم اسے لے جانے پر بھی یقیناً قادر ہیں ﴿١٨﴾

فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنَّاتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۖ لَّكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهٌ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا

پھر ہم نے اس (پانی) کے ذریعے سے تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کے باغات اُگائے، ان میں تمہارے لیے بہت سے (لذیذ) پھل ہیں اور ان

تَاْكُلُوْنَ ﴿١٩﴾ وَّشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَاءَ تَنْبُتُ بِالدَّهْنِ وَصَبْغٍ لِّلْاَكْلِیْنَ ﴿٢٠﴾

میں سے بعض کو تم کھاتے ہو ﴿١٩﴾ اور وہ درخت (زیتون) جو طور سیناء میں پیدا ہوتا ہے، وہ کھانے والوں کے لیے تیل اور سالن لیے آگتا ہے ﴿٢٠﴾ اور بلاشبہ

وَاِنَّ لَّكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُّسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِیْ بُطْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ

تمہارے لیے چوپایوں میں ضرور (سامان) عبرت ہے، ہم تمہیں اس میں سے پلاتے ہیں جو ان کے پیٹوں میں (دودھ) ہے، اور تمہارے لیے ان میں

وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٢١﴾ وَعَلَيْهَا وَعَلِی الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿٢٢﴾

کثیر منافع ہیں، اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو ﴿٢١﴾ اور ان (چوپایوں) پر اور کشتیوں پر تم سوار بھی کیے جاتے ہو ﴿٢٢﴾

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰلَا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٥٩﴾ (الأنعام: 59) ”اور کوئی پتا نہیں جھڑتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ ایسا نہیں جسے وہ جانتا نہ ہو اور کوئی ہری یا سوکھی چیز نہیں ہے مگر واضح کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے۔“

تفسیر آیات: 18-22

بارش، نباتات، درخت اور چوپائے اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنی ان گنت اور بے شمار نعمتوں کے ضمن میں فرما رہا ہے کہ اس نے ایک انداز سے کے مطابق آسمان سے بارش کا پانی نازل فرمایا، یعنی بقدر ضرورت، نہ اس قدر زیادہ کہ اس سے زمین اور آبادیاں تباہ ہو جائیں اور نہ اس قدر کم کہ اس سے فصلوں اور پھلوں کی ضرورت ہی پوری نہ ہو بلکہ اس نے اس قدر نازل فرمایا کہ اس سے فصلوں کو سیراب کرنے، خود پینے اور جانوروں کو پلانے کے علاوہ دیگر مقاصد پورے ہو سکیں حتیٰ کہ وہ زمینیں جن میں زراعت کے لیے زیادہ پانی کی ضرورت ہوتی ہے مگر وہ موسلا دھار بارش کو برداشت نہیں کر سکتیں، ان کے لیے بھی اللہ تعالیٰ دوسرے علاقوں سے پانی بہا کر لے آتا ہے جیسا کہ مصر کی زمین ہے، اسے بنجر زمین کہا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے نیل کے پانی کو لے آتا ہے جو اپنے ساتھ سرخ مٹی لے کر آتا ہے، اس مٹی کو بارش کے زمانے میں وہ حبشہ کی زمین سے بہا کر لے آتا ہے اور نیل کا پانی جب مصر میں پہنچتا ہے تو وہ یہاں سرخ مٹی کی تہ بھی بچھا دیتا ہے اور مصر کی زمین کو سیراب بھی کر دیتا ہے تاکہ یہاں کے لوگ اپنی زمینوں کو کاشت کر سکیں ورنہ یہاں کی زمین بنجر اور اس میں ریت کا عنصر غالب تھا، پاک ہے وہ ذات جو لطیف و خیر اور رحیم و غفور ہے۔

پانی کو قابل استعمال بنانا: اور فرمایا: ﴿فَاَسْكَتْهُ فِی الْاَرْضِ﴾ ”پھر ہم نے اسے زمین میں ٹھہرا دیا۔“ یعنی آسمان سے جب پانی برستا ہے تو زمین میں جمع ہو جاتا ہے اور زمین میں ہم نے یہ صلاحیت پیدا کی ہے کہ دانے اور کھجور کی گٹھلیاں اس سے پانی پی سکیں اور اپنی غذا حاصل کر سکیں۔ ﴿وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍ بِهٖ لَقَدِرُوْنَ﴾ ”اور بلاشبہ ہم اسے نابود کر دینے پر بھی قادر

ہیں۔“ یعنی اگر ہم چاہیں کہ بارش نہ برے تو ہم ایسا کر سکتے ہیں اور اگر ہم چاہیں کہ بارش تمہارے بجائے پہاڑوں، جنگلوں اور صحراؤں میں برے تو ہم ایسا کر سکتے ہیں اور اگر ہم چاہیں کہ پانی اس قدر کڑوا ہو جائے کہ وہ پیئے اور آب پاشی کے قابل نہ رہے تو ہم ایسا کر سکتے ہیں۔ اگر ہم چاہیں کہ پانی زمین کے اندر داخل نہ ہو بلکہ اس کی سطح ہی پر بہتا رہے تو ہم ایسا کر سکتے ہیں اور اگر ہم چاہیں کہ زمین میں داخل ہونے والا پانی اس قدر گہرائی میں چلا جائے کہ تمہاری وہاں تک دسترس نہ ہو اور تم اس پانی سے فائدہ نہ اٹھا سکو تو ہم ایسا کر سکتے ہیں مگر یہ اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم اور اس کی رحمت ہے کہ وہ بادلوں سے شیریں و فرحت بخش اور ٹھنڈا اور صاف شفاف پانی نازل فرماتا ہے، پھر اسے زمین میں ٹھہراتا اور چشمے بنا کر چلا دیتا ہے، پھر وہ چشموں اور نہروں کو رواں دواں کر دیتا ہے اور ان سے فصلوں اور پھل دار درختوں کو سیراب کیا جاتا ہے اور تم اس پانی کو پیتے ہو، اپنے جانوروں اور مویشیوں کو پلاتے ہو اور اس سے غسل کر کے نظافت اور طہارت حاصل کرتے ہو۔ فَلَهُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔

اور فرمان الہی ہے: ﴿فَأَنشَأْنَا لَكُمْ بِهِ جَنَّاتٍ مِّنْ نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ﴾ ”پھر ہم نے اس کے ذریعے سے تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کے باغات اگائے۔“ یعنی آسمان سے نازل کیے جانے والے باران رحمت کے ساتھ ہم نے تمہارے لیے حسین و جمیل اور سرسبز و شاداب باغات پیدا کر دیے۔ اور فرمایا: ﴿مِّنْ نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ﴾ ”کھجوروں اور انگوروں کے۔“ کھجوروں اور انگوروں کا بطور خاص اس لیے ذکر کیا کہ اہل حجاز ان کو بہت پسند کرتے تھے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دیگر علاقوں کے لوگوں کے لیے بھی ان کی پسند کے بہت سے پھل پیدا فرمائے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی ایسی عظیم الشان نعمتیں ہیں کہ لوگ ان کا شکر ادا کر ہی نہیں سکتے۔ اور فرمایا: ﴿لَكُمْ فِيهَا فَاوَكُهُ كَثِيرَةٌ﴾ ”ان میں تمہارے لیے بہت سے (لذیذ) پھل ہیں۔“ یعنی تمام انواع و اقسام کے پھل جیسا کہ فرمایا: ﴿يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالْأَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الشَّجَرِ ط﴾ (النحل: 11:16) ”وہ اسی (پانی) سے تمہارے لیے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اگاتا ہے اور ہر طرح کے پھل (پیدا کرتا ہے۔)“ اور فرمایا: ﴿وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ﴾ ”اور ان میں سے تم کھاتے ہو۔“ گویا اس کا ایک مقدر عبارت پر عطف ہے اور وہ یہ کہ تم ان پھلوں کے حسن و جمال کی طرف اور ان کے پکنے کی طرف دیکھتے ہو اور ان میں سے تم کھاتے ہو۔“

﴿وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُورِ سَيْنَاءَ﴾ ”اور وہ درخت (زیتون) جو طور سیناء میں پیدا ہوتا ہے۔“ یعنی زیتون کا درخت اور طور کے معنی پہاڑ کے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ طور اس پہاڑ کو کہتے ہیں جس پر درخت ہوں اور اگر درخت نہ ہوں تو پھر اسے طور نہیں بلکہ جبل کہا جاتا ہے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔ اور طور سیناء سے مراد طور سینین ہے اور یہ وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ہم کلامی کا شرف عطا فرمایا تھا اور اس پہاڑ اور اس کے گرد و نواح کے پہاڑوں پر زیتون کے درخت اگتے ہیں۔ اور فرمایا: ﴿تَنبُتُ بِالذَّهْنِ وَصَبْغٍ لِّلْأَكْلَيْنِ﴾ ”وہ کھانے والوں کے لیے روغن اور سالن لیے اگتا ہے۔“ بعض نے کہا ہے کہ حرف ”با“ زائد ہے اور اصل میں تَنبُتُ الذَّهْنُ تھا جیسا کہ عرب کہتے ہیں: أَلْفَى فُلَانٌ بَيْدَهُ، یعنی يَدَهُ اور جنھوں نے حرف

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ أَفَلَا تَتَّقُونَ ②③

اور بلاشبہ ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارے لیے کوئی معبود نہیں، تو کیا

فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيدُ أَنْ يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ط

تم ڈرتے نہیں؟ ②④ چنانچہ اس کی قوم کے سردار، جنہوں نے کفر کیا، کہنے لگے: یہ تو تم جیسا ہی بشر ہے، وہ چاہتا ہے کہ تم پر فضیلت پائے اور اگر اللہ

وَكُوْشَاءُ اللَّهِ لَا تَنْزَلَ مَلَائِكَةٌ مِّنْ سَمَاءٍ بِهَذَا فِي آيَاتِنَا الْأُولَىٰ ②⑤ إِنَّ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ بِهِ

چاہتا تو (آسمان سے) فرشتے ضرور نازل کرتا، ہم نے اپنے پہلے باپ دادا میں یہ (توحید) نہیں سنی ②⑤ یہ ایک آدمی ہی تو ہے جسے جنون لاحق ہے، لہذا

جَنَّةٍ فَتَرَبَّصُوا بِهِ حَتَّىٰ حِينٍ ②⑥

تم ایک وقت تک اس کی بابت انتظار کرو ②⑥

”با“ کو زائد قرار نہیں دیا ان کے قول کے مطابق اس کے معنی تَخْرُجُ بِاللَّهْنِ یا تَأْتِي بِاللَّهْنِ ہیں، یعنی ان سے تیل نکلتا ہے۔ ① اور ② وَصَنَعُ کے معنی سالن کے ہیں، یہ امام قتادہ کا قول ہے۔ ② لَذِكْرِكُمْ ③ ”کھانے والوں کے لیے“ یعنی اس میں روغن اور رنگ ہے جس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔

عبد بن حمید نے اپنی مسند اور تفسیر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اتَّبِعُوا بِالزَّيْتِ وَادَّهِنُوا بِهِ، فَإِنَّهُ يَخْرُجُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ] ”زیتون کو سالن بناؤ اور بطور تیل استعمال کرو کیونکہ یہ مبارک درخت سے نکلتا ہے۔“ ③ اسے امام ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ④

چوپائے قدرت کی نشانی ہیں: فرمان باری تعالیٰ ہے: ⑤ وَلَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةٌ لِّسَيِّئِمْكُمْ مِّمَّا فِي بُطُونِهَا وَلَكُمْ فِيهَا

مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ⑥ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ ⑦ ”اور بلاشبہ تمہارے لیے چوپایوں میں ضرور عبرت ہے کہ

جوان کے پیٹوں میں ہے اس سے ہم تمہیں (دودھ) پلاتے ہیں اور تمہارے لیے ان میں (اور بھی) بہت سے فائدے ہیں

اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو۔ اور ان پر اور کشتیوں پر تم سوار بھی کیے جاتے ہو۔“ اللہ تعالیٰ نے ان فوائد کا ذکر فرمایا

ہے جو اس نے چوپایوں میں رکھے ہیں اور وہ یہ کہ گوبر اور خون کے درمیان سے کشید ہو کر نکلنے والے دودھ کو لوگ پیتے ہیں، ان

کے گوشت کھاتے ہیں، ان کی اڈوں اور بالوں سے لباس تیار کرتے ہیں، ان کی پشتوں پر سوار ہوتے ہیں اور ان پر سازو

سامان لا کر دور دراز علاقوں میں لے جاتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ⑧ وَتَحْمِلُ أَوْثَقَاكُمْ إِلَىٰ بُكْدٍ لَّمْ تَكُونُوا بِلِغْيِهِ إِلَّا بِشِقِّ

الْأَنْفُسِ ط إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَّوْفٌ رَّحِيمٌ ⑨ (النحل: 7:16) ”اور وہ تمہارے بوجھ اٹھا کر ان شہروں تک لے جاتے ہیں جہاں تم

زحمت شاقہ کے بغیر پہنچ نہیں سکتے، کچھ شک نہیں کہ تمہارا پروردگار نہایت شفقت والا، بڑا مہربان ہے۔“ اور فرمایا: ⑩ أَوْ لَمْ

① تفسیر الطبری: 20/18 و تفسیر القرطبی: 116، 115/12. ② الدر المنثور: 14/5. ③ مسند عبد بن حمید: 16/1،

حدیث: 13. ④ جامع الترمذی، الأطعمه، باب ماجاء فی أكل الزيت، حدیث: 1851 و سنن ابن ماجه، الأطعمه،

باب الزيت، حدیث: 3319.

قَالَ رَبِّ انصُرْنِي بِمَا كَدَّ بُونُ ﴿٢٦﴾ فَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ أَنْ اصْنَعْ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوْحَيْنَا

نوح نے کہا: اے میرے رب! میری مدد کر کہ انھوں نے مجھے بھٹلایا ﴿٢٦﴾ چنانچہ ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی

فَإِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ ۖ فَاسْلُكْ فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ

کے مطابق کشتی بنا، پھر جب ہمارا حکم آجائے اور تنور ابل پڑے تو اس میں ہر قسم کے جوڑے سے دو (نر اور مادہ) اور اپنے اہل و عیال داخل (سوار) کر لے،

عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۖ وَلَا تَخَاطِبُنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا ۖ إِنَّهُمْ مُّعْرِضُونَ ﴿٢٧﴾ فَإِذَا اسْتَوَيْتَ

سوائے اس کے جس کے متعلق ان میں سے (ہمارا) قول پہلے ہی آچکا، اور تو مجھ سے ظالموں کے بارے میں بات نہ کرنا، بلاشبہ وہ غرق کر دیے جائیں

أَنْتَ وَمَنْ مَعَكَ عَلَى الْفُلْكَ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي نَجَّيْنَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٢٨﴾

گے ﴿٢٧﴾ پھر جب تو اور تیرے ساتھی اطمینان سے کشتی پر سوار ہو چکیں تو کہہ: تمام حمد اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں ظالم قوم سے نجات دی ﴿٢٨﴾ اور

وَقُلِ رَبِّ اَنْزِلْنِي مُنْزَلًا مُّبَرَّكًَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ﴿٢٩﴾ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ وَإِنْ

کہہ: اے میرے رب! تو مجھے بابرکت اتارنا، اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے ﴿٢٩﴾ بے شک اس (واقعے) میں بھی نشانیاں ہیں، اور بلاشبہ ہم ہی

كُنَّا لَمُبْتَلِينَ ﴿٣٠﴾

آزمانے والے ہیں ﴿٣٠﴾

يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِ آبٍ عَمَلَتِ أَيْدِيئُنَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ ۖ وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا

يَاكُلُونَ ۖ وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۖ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿٣١﴾ (یس: 36-71-73) ”کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ جو چیزیں

ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنائیں ان میں ہم نے ان کے لیے چوپائے بھی پیدا کر دیے، پھر وہ ان کے مالک (بن گئے) ہیں؟

اور ہم نے انھیں ان کے تابع کر دیا، چنانچہ کوئی ان میں سے ان کی سواریاں ہیں اور ان میں سے کچھ کو وہ کھاتے ہیں اور ان کے

لیے ان میں (طرح طرح کے) فواہد اور مشروبات ہیں، کیا پھر وہ شکر نہیں کرتے؟“

تفسیر آیات: 23-25

حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کا قصہ: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے جب نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تاکہ

وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والوں، اس کے حکم کی مخالفت کرنے والوں اور اس کے رسولوں کی تکذیب کرنے والوں کو

اللہ تعالیٰ کے انتقام، اس کی سخت گرفت اور اس کے شدید عذاب سے ڈرائیں۔ ﴿٣١﴾ فَقَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهِ

غَيْرُهُ ۖ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٣٢﴾ ”تو اس نے کہا: اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں، پس کیا تم

ڈرتے نہیں؟“ کیا تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے سے ڈرتے نہیں ہو؟ قوم کے اکابر اور سرداروں نے جواب دیا: مَا

هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُرِيدُ أَنْ يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ۖ ”یہ تو تم جیسا ہی آدمی ہے، وہ چاہتا ہے کہ تم پر فضیلت پائے۔“ چاہتا

ہے کہ اسے تم پر فوقیت حاصل ہو اور اپنے آپ کو تم سے بڑا ثابت کرنے کے لیے اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے، حالانکہ یہ تم

جیسا آدمی ہی ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں چھوڑ کر اسے نبی بنا دیا؟ ﴿٣٣﴾ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَنْزَلَ مَلَكًا مَعَهُ ۚ ”اور

اگر اللہ چاہتا تو (آسمان سے) فرشتے ضرور اتار دیتا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ اگر کسی کو نبی بنا کر بھیجنا چاہتا تو وہ کسی فرشتے کو یہ کام سپرد کر دیتا۔ انسان کو اس نے نبی بنایا ہو، یہ ہم نے آج تک نہیں سنا، یعنی ان کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ گزشتہ زمانوں میں ہمارے آباء و اجداد کے دور میں بھی ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کو نبی بنا کر بھیجا ہو۔ ﴿لَنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ يَّهْ جَنَّةً﴾ ”یہ ایک آدمی ہی تو ہے جسے دیوانگی کا عارضہ ہے۔“ یعنی یہ جنون ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کے لیے اسے منتخب کیا اور تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ ﴿فَكَرَبُّوا يَّهْ حَتَّىٰ حِينٍ﴾ (25) ”لہذا تم ایک وقت تک اس کی بابت انتظار کرو۔“ اس کے بارے میں حوادثِ زمانہ کا انتظار کرو اور کچھ مدت تک صبر کرو حتیٰ کہ اس سے آرام پا جاؤ۔

تفسیر آیات: 26-30

نزولِ عذاب اور مومنوں کے لیے نجات: اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ آپ نے اپنے رب تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ اس کی قوم کے خلاف اس کی مدد فرمائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَأَنْتَصِرْ﴾ (القمر: 54) ”تب اس نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ (ان کے مقابلے میں) میں کمزور ہوں تو ان سے بدلہ لے۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿رَبِّ انصُرْنِي بِمَا كُنْتُ يُونُ﴾ (26) ”میرے پروردگار! انھوں نے مجھے جھٹلایا ہے تو میری مدد کر۔“ تو اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ آپ ایک مضبوط و مستحکم کشتی بنائیں اور اس میں تمام حیوانات، نباتات اور پھلوں وغیرہ میں سے نر اور مادہ کا ایک ایک جوڑا اٹھائیں اور اپنے گھر والوں کو بھی اس میں سوار کریں۔ ﴿إِلَّا مَن سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ﴾ ”سوائے ان کے جن کی نسبت ان میں سے ہمارا حکم پہلے ہی آچکا ہے۔“ یعنی جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمادیا ہے کہ وہ ہلاک ہو کر رہیں گے۔ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان کے گھر والوں میں سے ایمان نہیں لائے تھے، مثلاً: ان کا بیٹا اور ان کی بیوی۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

﴿وَلَا تُخَاطَبُنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا إِنَّهُمْ مُّغْرَقُونَ﴾ (27) ”اور آپ ان ظالموں کے بارے میں مجھ سے کچھ نہ کہیں، وہ بلاشبہ ڈبو دیے جائیں گے۔“ یعنی جب زبردست طوفان نازل ہو تو پھر اپنی قوم پر نرمی و شفقت کا مظاہرہ نہ کرنا اور یہ سوال نہ کرنا کہ انھیں مہلت دے دی جائے اور شاید کہ وہ ایمان لے آئیں کیونکہ میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ انھیں ان کے کفر و سرکشی کی وجہ سے غرق کر دیا جائے گا۔ باقی قصہ سورہ ہود میں قبل ازیں تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا ہے، لہذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔ اور فرمایا: ﴿فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلِكِ فَقُلْ الْخَصْدُ لِلَّهِ الَّذِي نَجِّنَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (28) ”پھر جب تو اور تیرے ساتھی (اطمینان سے) کشتی میں بیٹھ جاؤ تو کہنا کہ سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہم کو ظالم لوگوں سے نجات بخشی۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَجَعَلَ لَكُم مِّنَ الْفُلُكِ وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ لِتَسْتَوُوا عَلَى ظُهُورِهِ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا سُبْحَنَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُّقْرِنِينَ ۝ وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ﴾ (الزخرف: 12-14) ”اور وہ جس نے تمہارے لیے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم

① دیکھیے ہود، آیات: 37-49 کے ذیل میں۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

ثُمَّ أَنشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ﴿٣١﴾ فَأَرْسَلْنَا فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ

پھر ہم نے ان کے بعد ایک دوسری امت پیدا کی ﴿٣١﴾ پھر ہم نے ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا

مَا لَكُمْ مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٣٢﴾ وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا

تمہارے لیے کوئی معبود نہیں، پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟ ﴿٣٢﴾ اور اس کی قوم کے سرداروں نے کہا، جنہوں نے کفر کیا اور (ہماری) آخرت کی ملاقات

وَكَذَّبُوا بِإِلْقَاءِ الْآخِرَةِ وَاتَّرفَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ مَا هَذَا إِلَّا بَشْرٌ مِّثْلُكُمْ ۖ

جھٹلائی، اور ہم نے انہیں دنیاوی زندگی میں خوشحالی دی تھی کہ یہ تم جیسا ایک بشر ہی تو ہے، وہ اس میں سے کھاتا ہے جس میں سے تم کھاتے ہو،

يَا كُلُّ مِمَّا تَكُونُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ ﴿٣٣﴾ وَلَٰكِنْ أَطَعْتُم بَشْرًا مِّثْلَكُمْ

اور وہ اس میں سے پیتا ہے جو تم پیتے ہو ﴿٣٣﴾ اور اگر تم نے اپنے ہی جیسے بشر کی اطاعت کی تو بلاشبہ تم اس وقت خسارہ پانے والے ہو گے ﴿٣٣﴾ کیا

إِنَّكُمْ إِذَا لَخِيسِرُونَ ﴿٣٤﴾ أَلَيْدُكُمْ أَنْتُمْ إِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَعِظَامًا أَنْتُمْ

وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے کہ بے شک جب تم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو بلاشبہ تم (زندہ) نکالے جاؤ گے ﴿٣٤﴾ دور ہے، دور ہے وہ جو تم وعدہ

مُخْرَجُونَ ﴿٣٥﴾ هِيَ هَاتِ هَيْهَاتَ لِمَا تُوعَدُونَ ﴿٣٦﴾ إِنَّ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ

دیے جاتے ہو! ﴿٣٥﴾ یہ ہماری دنیاوی زندگی ہی تو (سب کچھ) ہے (جس میں) ہم مرتے اور زندہ رہتے ہیں، اور ہم (دوبارہ) اٹھائے جانے والے

وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ﴿٣٧﴾ إِنَّ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا وَمَا نَحْنُ لَهُ

نہیں ﴿٣٧﴾ وہ ایک شخص ہی تو ہے جس نے اللہ پر جھوٹ گھڑا ہے، اور ہم اس پر ایمان لانے والے نہیں ﴿٣٧﴾ اس (رسول) نے کہا: اے میرے رب!

بِؤْمِنِينَ ﴿٣٨﴾ قَالَ رَبِّ انصُرْنِي بِمَا كَذَّبُونَ ﴿٣٩﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيلٍ لِّيُصِحَّ نِدْمِينَ ﴿٤٠﴾

تو میری مدد فرما اس لیے کہ انھوں نے میری تکذیب کی ﴿٣٩﴾ اللہ نے فرمایا: بلاشبہ تھوڑی مدت میں وہ (اپنے کبے پر) ضرور نادم ہوں گے ﴿٤٠﴾ پھر انھیں

فَاخَذْتُهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنَاهُمْ غُثَاءً ۖ فَبَعْدَ اللَّقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٤١﴾

واقعی چٹھاڑنے آ پکڑا، پھر ہم نے انھیں خس و خاشاک کر دیا، چنانچہ دوری ظالم لوگوں کے لیے ہے ﴿٤١﴾

سوار ہوتے ہو۔ تاکہ تم ان کی پیٹھ پر جم کر بیٹھو، جب تم اس پر بیٹھ جاؤ، پھر اپنے پروردگار کی نعمت کو یاد کرو اور تم کہو کہ وہ (ذات)

پاک ہے جس نے اس کو ہمارے زیر فرمان کر دیا اور ہم میں طاقت نہ تھی کہ اس کو بس میں کر لیتے اور یقیناً ہم اپنے پروردگار

کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔“ نوح علیہ السلام نے ارشاد باری تعالیٰ کی پوری پوری تعمیل کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرِبَهَا وَمُرسَهَا ط﴾ (ہود 41: 11) ”اور انھوں نے کہا: اس (کشتی) میں سوار ہو جاؤ کہ اللہ

کے نام سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے۔“ نوح علیہ السلام نے کشتی کے چلنے کی ابتدا اور انتہا کے وقت یاد کیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَقُلْ

رَبِّ أَنْزِلْنِي مُنْزَلًا مُّبَرَّكَ ۖ وَأَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ﴾ ﴿٢٩﴾ ”اور کہہ: اے میرے پروردگار! ہم کو مبارک جگہ اتار اور تو سب سے

بہتر اتارنے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ﴾ ”بے شک اس میں نشانیاں ہیں۔“ اس قصے میں۔ یعنی مومنوں کو

نجات دینے اور کافروں کو ہلاک کرنے میں، انبیائے کرام کی صداقت کی نشانیاں اور روشن دلائل ہیں اور اس بات کی بھی دلیل

ہے کہ وہ جو چاہتا ہے اسے کر گزرتا ہے اور وہ جو چاہے اسے کرنے پر قادر بھی ہے اور وہ ہر چیز کے بارے میں جانتا ہے۔ اور فرمایا: ﴿وَاِنْ كُنَّا لَبَتَيْنِ ۝۳۰﴾ ”اور بلاشبہ ہم ہی امتحان لینے والے ہیں۔“ یعنی ہم نے تو رسولوں کو بھیج کر اپنے بندوں کی آزمائش کرنی ہی تھی۔

تفسیر آیات: 31-41

عاد یا ثمود کا قصہ: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے قوم نوح کے بعد ایک اور جماعت پیدا فرمادی۔ ایک قول کے مطابق اس جماعت سے مراد قوم عاد ہے کیونکہ قوم نوح کے بعد یہی لوگ تھے اور دوسرے قول کے مطابق اس سے مراد قوم ثمود ہے کیونکہ ان کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاَخَذْنَاهُمُ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۝۳۱﴾ ”پھر انھیں حق کے ساتھ چٹکھاڑنے آ پکڑا۔“ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف انھی میں سے ایک رسول بھیجا جس نے انھیں اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کی دعوت دی مگر انھوں نے ان کی تکذیب و مخالفت کی اور ان کی اتباع سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم ان کی اتباع کیوں کریں، وہ تو ہمارے جیسے بشر ہیں اور اس طرح انھوں نے ایک بشری رسول کی اتباع سے انکار کر دیا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا بھی انکار کر دیا، نیز انھوں نے جسموں کے دوبارہ اٹھائے جانے کا بھی انکار کر دیا اور کہا: ﴿يَعِدُّكُمْ اٰلَكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَعِظَامًا اٰلَكُمْ مُخْرَجُونَ ۝۳۲﴾ ”کیا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے کہ بے شک جب تم مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے تو تم (زندہ) نکالے جاؤ گے، جس بات کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے (بہت) بعید، بہت بعید ہے۔“ یعنی بہت زیادہ بعید ہے۔ ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌ اٰفَرُّى عَلٰى اللّٰهِ كَذِبًا ۝۳۳﴾ ”وہ ایک ایسا آدمی ہے جس نے اللہ پر جھوٹ گھڑا ہے۔“ یعنی یہ جو تمہارے پاس پیغام، ڈر اور آخرت کی خبریں لے کر آیا ہے تو ان سب باتوں میں یہ جھوٹا ہے۔ ﴿وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ۝۳۴﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّصْرِنِي بِمَا كَذَّبُوْنِ ۝۳۵﴾ ”اور ہم اس کو ماننے والے نہیں۔ اس (پیغمبر) نے کہا کہ اے میرے پروردگار! انھوں نے میری تکذیب کی، اس لیے تو میری مدد کر۔“ یعنی رسول نے اپنی قوم کے خلاف اللہ تعالیٰ سے فتح و نصرت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرما لیا اور ﴿قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لِّيَصِيْحَنَ نَادِيْنِ ۝۴۰﴾ ”فرمایا: بلاشبہ تھوڑے ہی عرصے میں وہ ضرور پشیمان ہو کر رہ جائیں گے۔“ یعنی آپ کی مخالفت اور آپ جو دین لے کر آئے ہیں اس سے دشمنی کرنے کی وجہ سے عنقریب انھیں ندامت و پشیمانی حاصل ہوگی۔

﴿فَاَخَذْنَاهُمُ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۝۳۱﴾ ”پھر انھیں حق کے ساتھ چٹکھاڑنے آ پکڑا۔“ اور اپنے کفر اور سرکشی کی وجہ سے وہ اسی بات کے مستحق تھے اور ظاہر ہے کہ زور کی آواز کے ساتھ بہت ٹھنڈی، زوردار اور جڑ سے اکھاڑ دینے والی باد صرصر بھی تھی۔ ﴿تُدْمِرُ كُلَّ شَيْءٍ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاصْبِرْ ۝۳۲﴾ ”ہر چیز کو اپنے پروردگار کے حکم سے وہ تباہ کر دے گی، پھر وہ ایسے ہو گئے کہ ان کے گھروں کے سوا وہاں کچھ نظر ہی نہیں آتا تھا۔“ اور فرمایا: ﴿فَجَعَلْنَاهُمْ عِثًا ۝۳۳﴾ ”تو ہم نے انھیں کوڑا کر ڈالا۔“ ہم نے انھیں تباہ و برباد کر کے خس و خاشاک کے سیلاب کی طرح کر دیا

ثُمَّ أَنشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُونًا آخَرِينَ ﴿٤٢﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ﴿٤٣﴾

پھر ہم نے ان کے بعد دوسری امتیں پیدا کیں ﴿٤٢﴾ کوئی بھی امت اپنے مقرر وقت سے آگے نہیں نکل سکتی اور نہ وہ پیچھے رہ سکتی ہے ﴿٤٣﴾ پھر ہم لگا تار اپنے

ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَاءً كُلَّمَا جَاءَ أُمَّةٌ رَسُولُهَا كَذَّبُوهُ فَاتَّبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا

رسول بھیجتے رہے، جب بھی کسی امت کے پاس ان کا رسول آیا تو انھوں نے اس کی تکذیب کی، پھر ہم ایک کے پیچھے دوسری قوم کو (ہلاک) کرتے رہے،

وَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ ۖ فَبِعَدَا الْقَوْمِ لَآ يُؤْمِنُونَ ﴿٤٤﴾

اور ہم نے انھیں افسانے بنادیا، چنانچہ ان لوگوں کے لیے دوری ہے جو ایمان نہیں لاتے ﴿٤٤﴾

اور وہ بے حد حقیر اور بے وقعت چیز ہوتی ہے کہ کسی کام نہیں آ سکتی۔ ﴿فَبِعَدَا الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ ﴿٤٤﴾ ”پس ظالموں کے لیے لعنت ہے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ﴾ (الزخرف 76: 43) ”اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی ظالم تھے۔“ یعنی اپنے کفر، فساد اور رسول اللہ کی مخالفت کی وجہ سے وہ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کیا کرتے تھے لیکن سامعین کو اپنے رسول کی تکذیب سے لازماً ڈرنا چاہیے۔

تفسیر آیات: 42-44

کچھ امتوں کا ذکر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ثُمَّ أَنشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُونًا آخَرِينَ﴾ ﴿٤٢﴾ یعنی پھر ہم نے ان کے بعد دوسری امتیں اور دوسرے لوگ پیدا کر دیے۔ ﴿مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ﴾ ﴿٤٣﴾ ”کوئی بھی امت اپنے مقررہ وقت سے نہ آگے جاسکتی ہے نہ پیچھے رہ سکتی ہے۔“ بلکہ ان کا مؤاخذہ اسی وقت کے حساب سے ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اپنی کتاب محفوظ میں مقدر فرمادیا ہے اور جسے وہ ان کے امت کے بعد امت، قرن کے بعد قرن، نسل کے بعد نسل اور سلف کے بعد خلف ہونے سے قبل ہی جانتا ہے۔ ﴿ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَاءً﴾ ”پھر ہم پے در پے اپنے پیغمبر بھیجتے رہے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے بعد آتے رہے۔ ﴿جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَن هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَن حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ﴾ (النحل 36: 16) ”اور البتہ تحقیق ہم نے ہر جماعت میں ایک پیغمبر بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو، پھر ان میں بعض ایسے ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی اور بعض ایسے ہیں جن پر گمراہی ثابت ہوئی۔“

اور فرمایا: ﴿كُلَّمَا جَاءَ أُمَّةٌ رَسُولُهَا كَذَّبُوهُ﴾ ”جب بھی کسی امت کے پاس ان کا پیغمبر آیا تو انھوں نے اسے جھٹلادیا۔“ یعنی ان کے جمہور اور اکثر لوگوں نے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿يُحْصِرُهُ عَلَى الْعِبَادَةِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ﴾ (یس 36: 30) ”بندوں پر افسوس! کہ ان کے پاس کوئی پیغمبر نہیں آیا مگر اس سے تمسخر کرتے رہے۔“ اور فرمایا: ﴿فَاتَّبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا﴾ ”تو ہم بھی بعض کو بعض کے پیچھے لاتے رہے۔“ یعنی ہلاک کرتے اور ان پر عذاب نازل کرتے رہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُونِ مِنْ بَعْدِ نُوحٍ﴾ (بنی اسرائیل 17: 17) ”اور ہم نے نوح کے بعد کتنی ہی امتوں کو

ثُمَّ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ وَآخَاهُ هَارُونَ ۖ بِآيَاتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ۙ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ

پھر ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی نشانیوں اور کھلی دلیل کے ساتھ بھیجا (45) فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف، پھر انھوں نے تکبر کیا

فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا عَالِينَ ۚ فَقَالُوا أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عِدُونَ ۙ (46)

اور وہ سرکش لوگ تھے (46) چنانچہ وہ کہنے لگے: کیا ہم اپنی ہی طرح کے دو انسانوں پر ایمان لائیں، جبکہ ان دونوں کی قوم ہماری غلام (ماتحت) ہے (47)

فَكَذَّبُوهُمَا فَكَانُوا مِنَ الْمُهْلَكِينَ ۙ (48) وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ۙ (49)

پھر انھوں نے ان دونوں کو جھٹلایا، تو وہ ہلاک شدگان میں سے ہو گئے (48) اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، تاکہ وہ (لوگ) ہدایت پائیں (49)

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَامَّةً آيَةً ۖ وَأَوَيْنَهُمَا إِلَىٰ رُبُوعٍ ذَاتِ قَرَارٍ ۖ وَمَعِينٍ ۙ (50)

اور ہم نے (یعنی) ابن مریم اور اس کی ماں کو عظیم نشانی بنایا اور ایک سکون اور جاری چشمے والی بلند جگہ پر ان دونوں کو ٹھکانا دیا (50)

ہلاک کر ڈالا۔“ اور فرمایا: ﴿وَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ﴾ ”اور ہم نے انھیں افسانے بنادیا۔“ یعنی ہم نے انھیں لوگوں کے لیے افسانے اور قصے کہانیاں بنادیا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ وَمَوْقِفَهُمْ كُلُّ مُمَرِّقٍ ط﴾ (سبا 19:34) ”چنانچہ ہم نے انھیں افسانے بنا ڈالا اور انھیں مکمل طور پر نکلے نکلے کر دیا۔“

تفسیر آیات: 45-49

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون کو معجزات، دلائل ساطعہ اور براہین قاطعہ کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا مگر فرعون اور اس کی قوم نے موسیٰ و ہارون علیہ السلام کی اطاعت و اتباع سے انکار کر دیا اور تکبر کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہم اپنے جیسے انسانوں کی بات کو کیسے تسلیم کر لیں جیسا کہ سابقہ قوموں نے بھی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے بشر ہونے کا انکار کیا تھا، ان تمام کافر قوموں کے اور انبیاء کے بشر ہونے کی وجہ سے ان کا انکار کرنے والے لوگوں کے دل ایک جیسے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون، اس کے سرداروں اور اس کی ساری قوم کو ایک ہی دن ہلاک کر دیا تھا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر اپنی کتاب تورات کو نازل فرمایا جس میں اللہ تعالیٰ کے احکام اور اوامر و نواہی تھے۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات فرعون اور قبطیوں کو اپنی سخت گرفت میں لے کر ہلاک کرنے کے بعد نازل فرمائی تھی اور نزول تورات کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر اس طرح کسی امت کو ہلاک نہیں کیا بلکہ مومنوں کو حکم دیا کہ وہ کافروں سے جہاد کریں۔ تورات کے نزول کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِ مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَىٰ بَصَائِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾ (القصص 28:43) ”اور بے شک ہم نے پہلی امتوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب دی جو لوگوں کے لیے بصیرت اور ہدایت اور رحمت ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔“

تفسیر آیت: 50

عیسیٰ و مریم علیہما السلام کا ذکر: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے اپنے عبد و رسول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو لوگوں کے لیے نشانی

اور اس بات کی ایک مضبوط دلیل بنا دیا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ویسے ہی قادر ہے جیسے وہ چاہے۔ اپنی مشیت کے مطابق اس نے آدم علیہ السلام کو باپ اور ماں کے بغیر پیدا فرمایا، حواء کو اس نے زہ سے مادہ کے بغیر پیدا فرمایا اور عیسیٰ کو مادہ سے زہ کے بغیر پیدا فرمایا اور باقی لوگوں کو زہ اور مادہ سے پیدا فرمایا ہے۔ اور فرمایا: ﴿وَاَوْنِيَهُمَا اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ﴾ ﴿٥٠﴾ ”اور ایک پرسکون اور جاری چشمے والے ٹیلے پر ان دونوں کو ٹھکانا دیا۔“ ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿رَبْوَةٍ﴾ زمین سے مرتفع اور اونچی جگہ کو کہتے ہیں، کاشت کاری کے لیے ایسی جگہ بہت بہتر ہوتی ہے۔ ﴿١﴾ مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔

﴿ذَاتِ قَرَارٍ﴾ کے معنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بیان فرمائے ہیں کہ وہ زمین سرسبز و شاداب تھی۔ ﴿وَمَعِينٍ﴾ ﴿٥٠﴾ اور وہاں کا پانی بھی پاک تھا۔ ﴿٢﴾ مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر اور قتادہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔ ﴿٣﴾ مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿رَبْوَةٍ﴾ ہموار زمین کو کہتے ہیں۔ ﴿٤﴾ اور سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ ﴿ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ﴾ ﴿٥٠﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اس میں پانی برابر پہنچتا تھا اور مجاہد و قتادہ کا قول ہے کہ ﴿وَمَعِينٍ﴾ ﴿٥٠﴾ کے معنی جاری پانی کے ہیں۔ ﴿٥﴾

ابن ابوحاتم نے سعید بن مسیب سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس زمین سے مراد دمشق ہے۔ ﴿٦﴾ اور انھوں نے کہا ہے کہ عبد اللہ بن سلام، حسن، زید بن اسلم اور خالد بن معدان اور اہل علم سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ﴿٧﴾ ابن ابوحاتم نے عکرمہ کے حوالے سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس زمین سے مراد دمشق ہے۔ ﴿٨﴾ لیث بن ابوسلمہ نے اس آیت کے بارے میں مجاہد سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم اور ان کی والدہ نے دمشق اور اس کے گرد و نواح کے علاقے میں پناہ لی تھی۔ ﴿٩﴾ جبکہ عبدالرزاق نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے فلسطین کا شہر ملہ مراد ہے۔ ﴿١٠﴾ اس سلسلے میں سب سے بہتر قول وہ معلوم ہوتا ہے جسے عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿مَعِينٍ﴾ کے معنی جاری پانی ہیں اور اسی سے مراد وہی چشمہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا﴾ ﴿١١﴾ (مریم: 24) ”تحقیق تیرے پروردگار نے تیرے نیچے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے۔“ ﴿١٢﴾

ضحاک اور قتادہ کا قول بھی یہی ہے کہ اس آیت میں مذکور سرزمین سے مراد بیت المقدس ہے۔ ﴿١٣﴾ اور یہ بات زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ آیت کریمہ: ﴿ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ﴾ ﴿٥٠﴾ میں بیت المقدس ہی مراد لیا گیا ہے اور اصول تفسیر یہ ہے کہ قرآن کا ایک مقام دوسرے مقام کی تفسیر بیان کرتا ہے اور تفسیر کا سب سے بہترین اسلوب و انداز بھی یہی ہے، پھر اس کے

① تفسیر القرطبی: 3/315، 316 و أحكام القرآن لابن العربي: 3/241 والدر المنثور: 5/17 و تفسیر البغوی: 3/367. ②

تفسیر الطبری: 18/36، 37 و الدر المنثور: 5/17. ③ تفسیر الطبری: 18/37. ④ تفسیر الطبری: 18/36. ⑤ تفسیر

الطبری: 18/36. ⑥ تفسیر الطبری: 18/35. ⑦ تفسیر القرطبی: 12/126 و تفسیر البغوی: 3/367. ⑧ تفسیر

القرطبی: 12/126. ⑨ الدر المنثور: 5/17. ⑩ تفسیر عبدالرزاق: 2/417، رقم: 1972 و تفسیر الطبری: 18/35.

⑪ تفسیر الطبری: 18/36. ⑫ تفسیر الطبری: 18/37.

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ۚ إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٥١﴾

(فرمایا:) اے رسولو! تم پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو، بے شک تم جو عمل کرتے ہو میں اسے خوب جانتا ہوں ﴿٥١﴾ اور بلاشبہ یہ تمہارا دین

وَأِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ ﴿٥٢﴾ فَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُم بَيْنَهُمْ

ایک ہی دین ہے، اور میں تمہارا رب ہوں، لہذا تم مجھ ہی سے ڈرو ﴿٥٢﴾ پھر انھوں نے اپنا معاملہ آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا، ہر فرقے کے پاس جو کچھ

زُبْرًا ط كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ﴿٥٣﴾ فَذَرَهُمْ فِي عَنَزَتِهِمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿٥٤﴾

ہے وہ اسی پر شاداں و فرحاں ہے ﴿٥٣﴾ چنانچہ (اے نبی!) آپ انھیں ان کی غفلت میں ایک (مقرر) وقت تک چھوڑ دیں ﴿٥٤﴾ کیا وہ سمجھتے ہیں کہ بے شک ہم

أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهِ مِنْ مَّالٍ وَبَنِينَ ﴿٥٥﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ ط

جو بھی ان کے مال اور اولاد میں اضافہ کیے جا رہے ہیں ﴿٥٥﴾ (تو) کیا ہم ان کے لیے بھلائیوں میں جلدی کر رہے ہیں (نہیں نہیں) بلکہ وہ (اصل حقیقت کا)

بَلْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٥٦﴾

شعور نہیں رکھتے ﴿٥٦﴾

بعد تفسیر سے احادیث صحیحہ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور اس کے بعد آثار صحابہ کرام کو دیکھا جاتا ہے۔

تفسیر آیات: 51-56

اکل حلال اور عمل صالح کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام پیغمبروں ﷺ کو حکم دیا تھا کہ وہ حلال کھائیں اور اعمال صالحہ بجالائیں، یہ حکم اس بات کی دلیل ہے کہ اکل حلال عمل صالح کے لیے معاون ثابت ہوتا ہے۔ تمام انبیائے کرام نے اس ارشاد باری تعالیٰ کی مکمل تعمیل فرمائی تھی۔ قول و عمل اور رہنمائی و نصیحت کے اعتبار سے انھوں نے ہر خیر و بھلائی کو پیش نظر رکھا تھا:

اللہ تعالیٰ انھیں اپنے تمام بندوں کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے۔ سعید بن جبیر اور ضحاک فرماتے ہیں: ﴿كُلُّوْا مِنَ

الطَّيِّبَاتِ﴾ ”تم پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ۔“ میں پاکیزہ چیزوں سے مراد رزق حلال ہے۔ صحیح (بخاری) میں ہے: ﴿مِمَّا بَعَثَ

اللَّهُ نَبِيًّا إِلَّا رَعَى الْغَنَمَ، فَقَالَ أَصْحَابُهُ: وَأَنْتَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ! كُنْتُ أُرْعَاهَا عَلَى قَرَارِيطٍ لِأَهْلِ مَكَّةَ﴾ ”ہر ایک

نبی نے بکریاں چرائی ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: آپ نے بھی؟ فرمایا: ہاں، میں اہل مکہ کی بکریاں چند قیراط کے عوض

چرایا کرتا تھا۔“ صحیح (بخاری) میں ہے: ﴿وَإِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ دَاوُدَ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلٍ يَدِهِ﴾ ”یقیناً اللہ کے نبی داود علیہ السلام

اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔“ ﴿١﴾

صحیح مسلم، جامع ترمذی اور مسند احمد میں ہے اور یہ الفاظ مسند احمد بنی کے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا، وَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ الْمُرْسَلِينَ،

﴿١﴾ صحیح البخاری، الإجارة، باب رعى الغنم على قراريط، حديث: 2262 وسنن ابن ماجه، التجارات، باب

الصناعات، حديث: 2149 عن أبي هريرة ؓ. صحیح البخاری، البيوع، باب كسب الرجل و عمله بيده،

حديث: 2072 عن المقدم ؓ.

فَقَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوَا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۝﴾ وَقَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُّوَا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ﴾ (البقرة 2: 172) ثُمَّ ذَكَرَ: الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ ثُمَّ يُمْدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ: يَا رَبَّ! يَا رَبَّ! وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنَّى يُسْتَحَابَ لِذَلِكَ [”اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے، وہ پاک ہی کو قبول فرماتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی وہی حکم دیا ہے، جو اس نے پیغمبروں کو حکم دیا تھا اور وہ یہ ہے: ”اے پیغمبرو! تم پاک چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو، تم جو عمل کرتے ہو میں ان سے خوب واقف ہوں۔“ اور مومنوں سے فرمایا: ”اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو عطا فرمائی ہیں ان میں سے کھاؤ۔“ پھر آپ نے ایک ایسے شخص کا ذکر فرمایا جو طویل سفر کرتا ہے، اس کے بال پراگندہ اور غبار آلود ہیں۔ اور اس کا کھانا حرام کا، پینا حرام کا، لباس حرام کا اور وہ حرام ہی کے ساتھ پروان چڑھا ہے۔ وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف دراز کر کے کہتا ہے: یارب! یارب! تو اس شخص کی دعا کیسے قبول کی جائے گی؟“^① امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔^②

تمام انبیائے کرام کا دین توحید ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً﴾ ”اور یہ تمہاری ملت یقیناً ایک ہی ملت و شریعت ہے۔“ یعنی اے گروہ انبیاء! تم سب کا دین بھی ایک اور ملت بھی ایک ہے اور وہ اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کی طرف دعوت دینا ہے، اس لیے فرمایا: ﴿وَأَنَا رُبُّكُمْ فَالْقَوْنُ ۝﴾ ”اور میں تمہارا پروردگار ہوں، پس تم مجھ ہی سے ڈرو۔“ اس کے بارے میں بحث قبل ازیں سورہ انبیاء میں گزر چکی ہے۔^③ اور اس کا یہ فرمان: ﴿أُمَّةً وَاحِدَةً﴾ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا﴾ ”پھر انھوں نے اپنے معاملے کو آپس میں متفرق کر کے جدا جدا کر دیا۔“ یعنی ان امتوں نے جن کی طرف انبیائے کرام کو بھیجا گیا تھا۔ ﴿كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ۝﴾ ”جو چیز جس فرقے کے پاس ہے وہ اس سے خوش ہے۔“ یعنی جس گمراہی میں وہ مبتلا ہیں وہ اس سے خوش ہیں کیونکہ بزعم خود وہ ہدایت پر ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿فَذَرُهُمْ فِي غَبَرَتِهِمْ﴾ ”سو آپ انھیں ان کی غفلت میں چھوڑ دیں۔“ یعنی ان کی سرکشی و ضلالت میں، ﴿حَتَّىٰ حِينٍ ۝﴾ ”ایک مدت تک۔“ یعنی ان کی تباہی و ہلاکت کے وقت تک جیسا کہ فرمایا: ﴿فَهَلْ الْكَافِرِينَ أَهْمُهَاهُمْ دُورًا ۝﴾ (الطارق 86: 17) ”تو آپ کافروں کو ذرا ان کے حال پر چھوڑ دیں۔“ اور فرمایا: ﴿ذَرُهُمْ يَاجُكُلُوا وَيَتَّبِعُوا وَيُلْهِمُهُمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝﴾ (الحجر 15: 3) ”(اے محمد!) انھیں چھوڑ دیجیے، وہ کھائیں اور فائدہ اٹھائیں اور جھوٹی امید انھیں غفلت میں ڈالے رکھے، پھر جلد انھیں معلوم ہو جائے گا۔“

① مسند أحمد: 328/2 . ② صحيح مسلم، الزكاة، باب قبول الصدقة، من الكسب الطيب.....، حديث: 1015 و جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب و من سورة البقرة، حديث: 2989 . ③ دیکھیے الانبياء، آیت: 92 کے ذیل میں۔

إِنَّ الَّذِينَ هُمْ مِنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ ﴿٥٧﴾ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٨﴾

بے شک جو لوگ اپنے رب کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں ﴿٥٧﴾ اور جو لوگ اپنے رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں ﴿٥٨﴾ اور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ

وَالَّذِينَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ ﴿٥٩﴾ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجَلَةٌ أَنَّهُمْ

کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے ﴿٥٩﴾ اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) دیتے ہیں جو کچھ بھی دیتے ہیں، تو اس طرح کہ ان کے دل خوف زدہ ہوتے ہیں کہ بے شک

إِلَىٰ رَبِّهِمْ لَاجِعُونَ ﴿٦٠﴾ أُولَٰئِكَ يُسْرِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ ﴿٦١﴾

وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں ﴿٦٠﴾ یہی لوگ بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں، اور وہ ان میں باہم سبقت کرنے والے ہیں ﴿٦١﴾

اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿يُحِبُّونَ أَنَا يُحِبُّهُمْ بِهِ مِنْ مَالٍ وَبَنِينَ﴾ ﴿٥٩﴾ ﴿نَسَاجَ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ طَبْلَ لَا يَشْعُرُونَ﴾ ﴿٥٨﴾ ”کیا یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جو ان کے مال اور بیٹوں میں اضافہ کیے جا رہے ہیں (تو اس سے) ان کی بھلائی میں جلدی کر رہے ہیں؟ (نہیں) بلکہ وہ (اصل حقیقت کا) شعور نہیں رکھتے۔“ یعنی کیا یہ فریب خوردہ لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے مال و دولت سے انھیں اس لیے نوازا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ بہت معزز ہیں۔ ہرگز نہیں، بات اس طرح نہیں جس طرح یہ کہتے ہیں: ﴿نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذِّبِينَ﴾ ﴿٥٧﴾ ﴿سَبَا 34: 35﴾ ”ہم تم سے مال اور اولاد میں زیادہ ہیں اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔“ ان کی یہ بات غلط اور ان کی امید نا کام ہے کیونکہ ہم نے تو انھیں مال و دولت دے کر استدرار کے طور پر مہلت دے رکھی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿بَلْ لَا يَشْعُرُونَ﴾ ﴿٥٨﴾ ”(نہیں) بلکہ وہ (اصل حقیقت کا) شعور نہیں رکھتے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ ﴿الآية التوبة 55: 9﴾ ”پس آپ ان کے مال اور اولاد سے تعجب نہ کریں، بس اللہ تو چاہتا ہے کہ ان چیزوں سے دنیا کی زندگی ہی میں ان کو عذاب دے۔“ اور فرمایا: ﴿إِنَّمَا نُكَلِّمُهُمْ لِيزَكُّوْا إِنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَرَبُّكُمْ عِنْدَ اللَّهِ﴾ (ال عمران 3: 178) ”ہم صرف ان کو اس لیے مہلت دیتے ہیں کہ اور گناہ کر لیں۔“ اور فرمایا: ﴿فَذَرْنِي وَمَنْ يُكَلِّبُ بِهِذَا الْحَدِيثَ طَسَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ﴾ ﴿٥٨﴾ ﴿وَأُمْلِي لَهُمْ ط﴾ ﴿الآية الفلم 44: 68﴾ ”سو چھوڑ دیجیے مجھے اور اس کو جو اس حدیث (قرآن) کو جھٹلاتا ہے، ہم ان کو آہستہ آہستہ ایسے (جہاں کی طرف) لے جائیں گے کہ ان کو خبر بھی نہ ہوگی اور میں ان کو مہلت دے جاتا ہوں۔“ اور فرمایا: ﴿ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَّمْدُودًا وَبَنِينَ شُهُودًا وَمَهَدْتُ لَهُ تَهْيِيدًا﴾ ﴿٥٨﴾ ﴿ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ﴾ ﴿٥٩﴾ ﴿كَأَنَّكَ كَانَتْ لَنَا عَيْنِدًا﴾ ﴿المدثر 74: 11-16﴾ ”مجھے اور اسے تنہا چھوڑ دیجیے جسے میں نے اکیلا پیدا کیا اور اسے مال کثیر دیا اور ہر وقت اس کے پاس حاضر رہنے والے بیٹے (دیے) اور ہر طرح کے سامان میں وسعت دی، پھر ابھی خواہش رکھتا ہے کہ میں (اسے) مزید دوں، ہرگز نہیں! وہ ہماری بات سے سخت عناد رکھتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِندَنَا زُلْفَىٰ إِلَّا مَنَاصِبًا﴾ ﴿الآية سبَا 34: 37﴾ ”اور تمہارا مال اور تمہاری اولاد ایسی چیز نہیں کہ تم کو ہمارا مقرب بنا دے۔ ہاں، (ہمارا مقرب وہ ہے) جو ایمان لایا اور عمل نیک کرتا رہا۔“ اس مضمون کی اور

بھی بہت سی آیات ہیں۔

تفسیر آیات: 57-61

اہل خیر کی صفات: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ هُمْ مِنْ حَفِيَّةٍ رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ﴾ ﴿٥٧﴾ ”بے شک جو لوگ اپنے پروردگار کے خوف سے ڈرتے ہیں۔“ یعنی وہ اپنی نیکی، ایمان اور عمل صالح کے باوجود اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور خوف کھاتے ہیں کہ وہ انھیں اپنے عذاب کی گرفت میں نہ لے لے۔ امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ مومن نیکی کے باوجود ڈرتا ہے اور کافر برائی کے باوجود بے خوف ہوتا ہے۔ ﴿وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ﴾ ﴿٥٨﴾ ”اور جو لوگ اپنے پروردگار کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔“ یعنی اس کی کوئی اور شرعی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مریم علیہا السلام کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتِبَ لَهَا الْحَمْدُ فِي الْآلَةِ﴾ (التحریم 12:66) ”اور اس نے اپنے پروردگار کے کلام اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی۔“ یعنی ان کا ایمان تھا کہ جو کچھ ہوا، وہ اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر کے مطابق ہے اور اللہ تعالیٰ کی شریعت کے احکام ایسے امور ہیں جنہیں اس کی ذات پاک پسند فرماتی ہے اور نواہی وہ امور ہیں جو اللہ تعالیٰ کو حد درجہ ناپسند ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو حالات و واقعات بیان فرمائے ہیں وہ بالکل سچ ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ﴾ ﴿٥٩﴾ ”اور جو لوگ اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔“ یعنی وہ غیر اللہ کی پوجا نہیں کرتے بلکہ وہ اسی کی توحید کے قائل اور اس بات کو جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے اور بے نیاز ہے، اس کی بیوی ہے اور نہ بیٹا، اس کا کوئی نظیر ہے اور نہ ہم سر۔

نیکی کرنے کے باوجود اللہ کا ڈر: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجَلَةٌ إِلَىٰ رَبِّهِمْ لَئِنْ أُتُوا﴾ ﴿٦٠﴾ ”اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) دیتے ہیں جو کچھ بھی دیتے ہیں تو اس طرح کہ ان کے دل اس بات سے ڈرتے رہتے ہیں کہ انھیں اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔“ یعنی وہ دیتے ہیں مگر ساتھ ہی ڈرتے بھی ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا دیا ہوا قبول ہی نہ ہو کیونکہ انھیں خدشہ رہتا ہے کہ شاید انھوں نے دینے کی شرائط کو پورا ہی نہ کیا ہو اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ سے ڈر اور احتیاط کی وجہ سے ہے جیسا کہ امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ﴿وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجَلَةٌ﴾ سے کیا وہ شخص مراد ہے جو چوری کرتا، زنا کرتا، شراب پیتا اور اللہ عزوجل سے ڈرتا ہے؟ آپ نے فرمایا: [لَا، يَا بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ!، يَا بِنْتُ الصَّدِّيقِ!، وَلَكِنَّهُ الَّذِي يُصَلِّي وَيَصُومُ وَيَتَصَدَّقُ وَهُوَ يَخَافُ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ] ”نہیں، اے بنت ابوبکر! اے بنت صدیق! بلکہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو نماز پڑھتا، روزہ رکھتا، صدقہ کرتا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔“ ﴿٦١﴾

اسی طرح اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ اور ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: [لَا، يَا بِنْتُ الصَّدِّيقِ!

وَلَا تُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتَابٌ يَنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٦٢﴾ بَلْ

اور ہم کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے، اور ہمارے پاس ایک ایسی کتاب (نامہ اعمال) ہے جو ہر شخص کا حال (ٹھیک ٹھیک بولے گی،

قُلُوبُهُمْ فِي غَمْرَةٍ مِّنْ هَذَا وَلَهُمْ أَعْمَالٌ مِّنْ دُونِ ذَلِكَ هُمْ لَهَا عَمِلُونَ ﴿٦٣﴾ حَتَّىٰ

اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ﴿٦٣﴾ بلکہ ان (کفار) کے دل اس (قرآن) سے جہالت و غفلت میں ہیں، اور اس کے علاوہ بھی ان کے کئی (برے) اعمال ہیں،

إِذَا أَخَذْنَا مِثْرَ فَيَهُمْ بِالْعَذَابِ إِذَا هُمْ يَجْعَرُونَ ﴿٦٤﴾ لَا تَجْعَرُوا الْيَوْمَ إِنَّكُمْ مِّنَّا

جبیں وہ کرنے والے ہیں ﴿٦٣﴾ حتیٰ کہ جب ہم ان کے خوشحال (عیاش) لوگوں کو عذاب میں پکڑیں گے تو اس وقت وہ چیخ و پکار کریں گے ﴿٦٤﴾ (کہا جائے

لَا تُنصَرُونَ ﴿٦٥﴾ قَدْ كَانَتْ آيَتِي تُثَلِّ عَلَيْكُمْ فَلَنْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ تَنْكُصُونَ ﴿٦٦﴾

گا: آج مت چیخو، یقیناً تم ہماری طرف سے مدد نہیں کیے جاؤ گے ﴿٦٥﴾ تحقیق میری آیات تم پر تلاوت کی جاتی تھیں تو تم اپنی اڑیوں کے بل پھر جاتے

مُسْتَكْبِرِينَ ﴿٦٧﴾ بِهٖ سِرًّا تَهْجَرُونَ ﴿٦٧﴾

تھے ﴿٦٧﴾ تکبر کرتے ہوئے، (اور) رات کو باتیں کرتے ہوئے اس کے بارے میں تم یہودہ گوئی کرتے تھے ﴿٦٧﴾

وَلَكِنَّهُمْ الَّذِينَ يَصُومُونَ وَيَصَلُّونَ وَيَتَصَدَّقُونَ وَهُمْ يَخَافُونَ أَن لَّا يُقْبَلَ مِنْهُمْ: أُولَٰئِكَ يَسْرِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ

وَهُمْ لَهَا سَبِقُونَ ﴿٦٨﴾ [”نہیں، اے بنت صدیق! بلکہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نماز پڑھتے، روزہ رکھتے، صدقہ کرتے اور

اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے اعمال قبول ہی نہ ہوں۔“ یہی لوگ ہیں کہ جلدی کرتے ہیں بھلائیوں میں

اور وہ ان کے لیے سبقت کرنے والے ہیں۔“ ﴿٦٨﴾ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما محمد بن کعب قرظی اور امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی

اس آیت کی تفسیر میں اسی طرح فرمایا ہے۔ ﴿٦٨﴾

تفسیر آیات: 62-67

اللہ تعالیٰ کا عدل اور مشرکین کی قلا بازیاں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے دنیا میں اپنے بندوں کے لیے جو

شریعت مقرر فرما رکھی ہے، وہ مبنی بر عدل ہے اور وہ کسی شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالتا کہ جسے

برداشت کرنے اور جس کے مطابق عمل کرنے کا اسے مقدور ہی نہ ہو، پھر وہ روز قیامت ان سب کے اعمال کا حساب لے گا۔

ان کے تمام اعمال کو بلا کم و کاست اس نے کتاب مسطور میں لکھ رکھا ہے، اسی لیے فرمایا: وَلَدَيْنَا كِتَابٌ يَنْطِقُ بِالْحَقِّ ﴿٦٢﴾

”اور ہمارے پاس ایک ایسی کتاب (نامہ اعمال) ہے جو ہر شخص کا حال (ٹھیک ٹھیک بولے گی۔“ یعنی کتاب اعمال، وَهُمْ لَا

يُظْلَمُونَ ﴿٦٣﴾ ”اور ان (لوگوں) پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“ یعنی ان کی کسی نیکی کو کم نہیں کیا جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے قریش کے

کفار و مشرکین کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: بَلْ قُلُوبُهُمْ فِي غَمْرَةٍ ﴿٦٣﴾ ”مگر ان کے دل غفلت میں (پڑے ہوئے) ہیں۔“ اور

ضلالت میں مبتلا ہیں ﴿٦٣﴾ ”اس (قرآن) سے۔“ یعنی اس قرآن کی طرف سے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ

پر نازل فرمایا ہے۔ ﴿وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُونِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عَمَلُوْنَ﴾ (63) ”اور اس (غفلت) کے علاوہ بھی ان کے کئی (برے) اعمال ہیں جنہیں وہ کرنے والے ہیں۔“ حکم بن ابان نے عکرمہ سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ شرک کے سوا بھی ان کے کئی برے اعمال ہیں جنہیں یہ ضرور کرتے ہیں۔ (1) مجاہد، حسن اور کچھ ائمہ تفسیر سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ (2) اور کچھ دیگر اہل علم نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کچھ دیگر برے اعمال بھی ان کے مقدر میں لکھ دیے گئے ہیں جنہیں اپنی موت سے پہلے یہ ضرور انجام دیں گے تاکہ عذاب کے مستحق قرار پاسکیں، مقاتل بن حیان، سدی اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ (3) اور بظاہر اس کے معنی قوی اور حسن معلوم ہوتے ہیں۔

ہم نے قبل ازیں یہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کی ہے: ﴿فَوَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ! (وَإِنَّ الرَّجُلَ) لَيَعْمَلُ بِعَمَلٍ أَهْلِ الْجَنَّةِ، حَتَّى مَآيَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ، فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَذْخُلُهَا﴾ ”اس ذات اقدس کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! ایک شخص اہل جنت کے سے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے مگر کتاب اس سے سبقت لے جاتی ہے اور وہ اہل دوزخ کا سا کوئی عمل کر کے جہنم میں داخل ہو جاتا ہے۔“ (5)

اور فرمایا: ﴿حَتَّى إِذَا أَخَذْنَا مُتْرَفِيهِمْ بِالْعَذَابِ إِذَا هُمْ يَجْرُونَ﴾ (6) ”حتیٰ کہ جب ہم ان میں سے آسودہ حال لوگوں کو پکڑیں گے تو وہ اس وقت چیخ و پکار کریں گے۔“ یعنی جب ان کے دنیا میں آسودہ اور خوش حال لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کا عذاب آگیا تو انھوں نے چیخنا چلانا اور فریاد کرنا شروع کر دیا جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولَى النَّعَةِ وَمَهْلُهُمْ قَلِيلًا ۝ إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا وَجَحِيمًا﴾ (المزمل 73: 11، 12) ”اور مجھے اور ان جھٹلانے والوں کو جو دولت مند ہیں تنہا چھوڑ دیجیے اور ان کو تھوڑی سی مہلت دے دیں۔ بے شک ہمارے پاس بیڑیاں اور بھڑکتی آگ ہے۔“ اور فرمایا: ﴿كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ فَنَادَوا وَلاَتِ حَيْثُ مَنَاصٍ ۝ (ص 38: 3) ”اور ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی امتوں کو ہلاک کر دیا تو وہ (عذاب کے وقت) فریاد کرنے لگے اور وہ خلاصی کا وقت نہ تھا۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿لَا تَجْرُوا الْيَوْمَ إِنَّكُمْ قَدْ أَتَيْتُمْ نُصْرًا﴾ (65) ”آج مت تملداؤ، یقیناً ہماری طرف سے تمہیں کچھ مدد نہیں ملے گی۔“ یعنی تم پر جو عذاب نازل ہوا، خواہ تم چیخ و پکار کرو یا نہ کرو آج تمہیں اس سے کوئی بچانے والا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اٹل ہے اور عذاب تمہارے لیے لازم ہو چکا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے سب سے بڑے گناہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿قَدْ كَانَتْ آيَتِي عَلَيْكُمْ فَأَنْتُمْ عَلَىٰ

(1) الدر المنثور: 23/5. (2) تفسیر الطبری: 48، 47/18 و تفسیر القرطبی: 135، 134/12. (3) تفسیر الطبری: 48، 47/18.

(4) دیکھیے المؤمنون، آیات: 12-16 کے ذیل میں عنوان: ”انسان کی تخلیق کے تدریجی مراحل“ (5) صحیح البخاری، القدر،

باب: 1، حدیث: 6594 و صحیح مسلم، القدر، باب کیفیۃ خلق آدمی فی بطن امہ.....، حدیث: 2643 و اللفظ لہ،

البیہ قوسین والا جملہ بخاری کے مذکورہ حوالے میں ہے۔

أَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ أَمْ جَاءَهُمْ مَّا لَمْ يَأْتِ آبَاءَهُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿٦٨﴾ أَمْ لَمْ يَعْرِفُوا

کیا پھر انھوں نے قرآن میں تدبیر نہیں کیا، یا پھر ان کے پاس وہ چیز آگئی جو ان کے پہلے باپ دادا کے پاس نہیں آئی تھی؟ ﴿٦٨﴾ یا انھوں نے اپنے

رَسُولَهُمْ فَهُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ ﴿٦٩﴾ أَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ بَلْ جَاءَهُمُ بِالْحَقِّ

رسول کو نہیں پہچانا، لہذا وہ اس کے منکر ہیں؟ ﴿٦٩﴾ یا وہ کہتے ہیں کہ اسے جنون ہے؟ (نہیں نہیں) بلکہ وہ ان کے پاس حق لایا ہے، اور ان کے اکثر

وَكَثَرَهُمُ لِلْحَقِّ كَرْهُونَ ﴿٧٠﴾ وَلَوْ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ

لوگ حق کو ناپسند کرتے ہیں ﴿٧٠﴾ اور اگر حق ان کی خواہشات کی پیروی کرے تو آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں، سب تباہ و برباد ہو جائیں بلکہ

وَمَنْ فِيهِنَّ ط بَلْ أَتَيْنَهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُعْرِضُونَ ﴿٧١﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ

ہم ان کے پاس ان کے لیے نصیحت لائے ہیں، پس وہ اپنی ہی نصیحت سے اعراض کر رہے ہیں ﴿٧١﴾ کیا آپ ان سے اجرت کا سوال کرتے ہیں،

خَرْجًا فَخَرَجَ رَبُّكَ خَيْرٌ ﴿٧٢﴾ وَهُوَ خَيْرُ الرِّزْقَيْنِ ﴿٧٢﴾ وَإِنَّكَ لَتَدْعُوهُمْ إِلَى

چنانچہ آپ کے رب کی اجرت زیادہ بہتر ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے ﴿٧٢﴾ اور بلاشبہ آپ انھیں صراطِ مستقیم (اسلام) کی طرف بلاتے

صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٧٣﴾ وَإِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنُكَيِّبُونَ ﴿٧٤﴾

ہیں ﴿٧٣﴾ اور بلاشبہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ یقیناً صراطِ مستقیم سے ہٹ رہے ہیں ﴿٧٤﴾ اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور انھیں لاحق تکلیفیں

وَلَوْ رَحَّمْنَاهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِنْ ضُرٍّ لَلْجُودُ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿٧٥﴾

دور کر دیں تو پھر بھی وہ برابر اپنی سرکشی پر بھٹکتے ہوئے اڑے رہیں ﴿٧٥﴾

أَعْقَابُكُمْ تَتَكَبَّرُونَ ﴿٧٦﴾ ”یقیناً میری آیتیں تم پر تلاوت کی جاتی تھیں تو تم اپنی ایڑیوں پر لٹے پھر جاتے تھے۔“ یعنی جب

تمہیں بلایا جاتا تو تم انکار کر دیتے اور جب تمہیں طلب کیا جاتا تو تم نہیں آتے تھے جیسا کہ فرمایا: ﴿٧٦﴾ ذَلِكُمْ بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ

اللَّهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ وَإِنْ يُشْرَكْ بِهِ تُؤْمِنُونَ ﴿٧٧﴾ فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ ﴿٧٨﴾ (المؤمن 12:40) ”یہ (عذاب) تمہیں اس لیے ہے

کہ جب تنہا اللہ کو پکارا جاتا تھا تو تم انکار کر دیتے تھے اور اگر اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جاتا تھا تو تم تسلیم کرتے تھے، اب حکم تو

اللہ ہی کا ہے جو بلند و بالا، بہت بڑا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿٧٩﴾ مُسْتَكْبِرِينَ ﴿٨٠﴾ بِهٖ سِرًّا تَهْجُرُونَ ﴿٨١﴾ ”تکبر کرتے ہوئے اس

(قرآن) کے ساتھ افسانہ گوئی کرتے ہوئے تم بے ہودہ بکتے تھے۔“ یعنی بیت اللہ پر وہ فخر کرتے اور عقیدہ یہ رکھتے کہ وہ بیت اللہ

کے متولی ہیں، حالانکہ وہ بیت اللہ کے متولی نہ تھے جیسا کہ امام نسائی نے اپنی سنن کی کتاب التفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

روایت کیا ہے کہ قصے کہانیاں بیان کرنے کو اس وقت مکروہ قرار دیا گیا جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿٨٢﴾ مُسْتَكْبِرِينَ ﴿٨٣﴾ بِهٖ سِرًّا تَهْجُرُونَ ﴿٨٤﴾

”تکبر کرتے ہوئے اس (قرآن) کے ساتھ افسانہ گوئی کرتے ہوئے تم بے ہودہ بکتے تھے۔“ یعنی یہ

بیت اللہ کی وجہ سے سرکشی کرتے ہیں اور قصے کہانیاں بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم بیت اللہ کے متولی ہیں، گویا وہ تکبر اور

غور کا اظہار کرتے، بیت اللہ میں قصے کہانیاں بیان کرتے اور بکواس کرتے تھے اور اسے آباد نہیں کرتے تھے۔ ﴿٨٥﴾

مشرکین کی تردید اور مذمت: اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم کے نہ سمجھنے، اس پر تدبر نہ کرنے اور اس سے اعراض کرنے کی وجہ سے مشرکین کی تردید فرمائی ہے کیونکہ اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے بطور خاص انہی لوگوں کی ہدایت کے لیے نازل فرمایا تھا، پھر اس سے بڑھ کر اکل اور اشرف کتاب کسی اور رسول پر نازل نہیں کی گئی، خصوصاً ان کے وہ آباء واجداد جو زمانہ جاہلیت میں مر گئے تھے، انہیں اس طرح کی کوئی کتاب نہیں پہنچی اور نہ ان کے پاس اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا ہی کوئی آیا تھا، لہذا ان لوگوں کو چاہیے تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو قبول کرتے جس سے اس نے انہیں نوازا تھا، اس کا شکر ادا کرتے، اسے سمجھنے کی کوشش کرتے اور اپنی زندگی کے دن اور راتیں، صبحیں اور شامیں اس کتاب کے تقاضوں کے مطابق عمل کرتے ہوئے گزارتے جیسا کہ ان میں سے ان نجباء نے کیا جو مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے اور جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی اتباع و اطاعت کو اختیار کر لیا تھا۔

﴿أَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ﴾ ”کیا پھر انہوں نے کلام (قرآن) میں غور نہیں کیا؟“ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ قرآن میں غور کرتے تو واللہ! اس میں ایسی چیزیں پاتے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے روکتیں لیکن یہ تو تشابہات کے پیچھے لگ گئے جس کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کفار قریش کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿أَمَلَمْ يَعْرِفُوا رَسُولَهُمْ فَهُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ﴾ ”یا انہوں نے اپنے پیغمبر کو نہیں پہچانا؟ سو وہ اس کے منکر ہیں؟“ کیا یہ لوگ محمد ﷺ اور آپ کی صداقت و امانت اور اس پاکبازی و عفت مآبی کو نہیں جانتے؟ جس میں ان کے سامنے آپ نے نفات و ارتقا کی منزلیں طے فرمائی ہیں کیا یہ لوگ ان باتوں کا انکار کر سکتے ہیں؟ جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے شاہ حبشہ نجاشی سے کہا تھا: اے بادشاہ! بے شک اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایک ایسے رسول کو مبعوث فرمایا ہے جن کے نسب اور جن کی صداقت و امانت کو ہم خوب جانتے ہیں۔ اسی طرح مغیرہ بن شعبہ نے نائب کسریٰ سے بھی اس وقت یہی بات کہی تھی، جب اس نے آپ کو لوگوں کو طلب کیا تھا۔ اسی طرح ابوسفیان صخر بن حرب نے شاہ روم ہرقل سے بھی کہا تھا جب اس نے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں سے نبی ﷺ کی صفات، نسب، صداقت اور امانت کے بارے میں پوچھا تھا اور اس وقت ابوسفیان اور اس کے ساتھی دائرۃ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے لیکن اس کے باوجود انہیں آپ کی صداقت و امانت کا اعتراف کرنا پڑا اور اس کے بغیر ان کے لیے کوئی چارہ کار ہی نہ تھا۔^①

﴿أَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ﴾ ”یا وہ کہتے ہیں کہ اسے جنون ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے بارے میں مشرکین کی اس بات کو بیان فرمایا ہے کہ وہ آپ ﷺ کے بارے میں کہتے ہیں کہ انہوں نے قرآن اپنی طرف سے بنالیا اور از خود گھڑ لیا ہے یا یہ کہ (نعوذ باللہ) آپ مجنوں ہیں اور آپ کو کچھ معلوم نہیں کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں

① الدر المنثور: 25/5. ② مسند أحمد: 202/1 وصحیح ابن خزيمة، الزكاة، باب ذكر البيان أن فرض الزكاة كان

قبل الهجرة..... 13/4 والسيرة النبوية لابن هشام، إرسال قريش إلى الحبشة في طلب المهاجرين إليها.....:

336, 335/1. ③ صحيح البخاري، بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي.....؟ حديث: 7.

فرمایا ہے کہ ان کی اس طرح کی باتوں کو تو خود ان کے اپنے دل بھی تسلیم نہیں کرتے اور وہ مانتے ہیں کہ قرآن کے بارے میں جو یہ کہتے ہیں، وہ سب باطل ہے کیونکہ ان کے پاس تو اللہ تعالیٰ کا ایسا پاکیزہ کلام آیا ہے کہ جس کے مقابلے کی ان میں طاقت نہیں، حالانکہ قرآن نے انھیں بھی اور سارے اہل زمین کو بھی چیلنج کیا ہے کہ وہ اس جیسا کلام پیش کریں مگر وہ ایسا نہ کر سکے اور اب الا باد تک کبھی بھی ایسا کلام پیش نہیں کر سکیں گے، اسی لیے فرمایا: ﴿بَلْ جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ وَآكُثْرُهُمْ لِلْحَقِّ كِرْهُونَ ۝۲۰﴾ ”نہیں بلکہ وہ ان کے پاس حق لائے ہیں اور ان میں سے اکثر لوگ حق کو ناپسند کرتے ہیں۔“ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ جملہ حالیہ ہو، یعنی وہ ان کے پاس اس حال میں حق کو لے کر آتے ہیں کہ ان میں سے اکثر حق کو ناپسند کرتے ہیں اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ جملہ خبریہ مستأنفہ ہو۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

حق خواہشوں کے پیچھے نہیں چلتا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكُوشِبَعُ الْحَقِّ اَهْوَاءُهُمْ فَلَاسَدَتِ السَّبُوتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَا ۝۲۱﴾ ”اور اگر حق ان کی خواہشوں کی پیروی کرے تو آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں سب درہم برہم ہو جائیں۔“ مجاہد، ابوصالح اور سدی نے کہا ہے کہ حق سے مراد اللہ عز وجل کی ذات گرامی ہے۔^(۱) مراد یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کے نفوس کی خواہشوں کے پیچھے چلے اور ان کی خواہشوں کے مطابق احکام شریعت نازل فرمائے تو آسمان و زمین اور جو ان میں ہیں وہ سب ان کی خراب خواہشوں کی وجہ سے درہم برہم ہو جائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے بھی کہا تھا: ﴿لَوْ لَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝۲۲﴾ (الزحرف: 31-43) ”یہ قرآن ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر نازل کیوں نہیں کیا گیا؟“ پھر اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: ﴿اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۝۲۳﴾ (الزحرف: 32-43) ”کیا وہ (لوگ) آپ کے پروردگار کی رحمت کو بانٹتے ہیں؟“ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَهْتَكُوْنَ حَزَائِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذَا لَمْ سَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ۝۲۴﴾ (بنی اسرائیل: 100-17) ”کہہ دیجیے: اگر تم میرے پروردگار کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو اس وقت تم انھیں خرچ ہو جانے کے خوف سے بند کر رکھتے اور انسان نہایت بخیل ہے۔“ اور فرمایا: ﴿اَمْرٌ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذَا لَا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ۝۲۵﴾ (النساء: 53-4) ”کیا (وہ سمجھتے ہیں کہ) ان کے پاس بادشاہی کا کچھ حصہ ہے، پھر تو وہ اس میں سے لوگوں کو (کھجور کی گٹھلی کے) دھاگے برابر بھی نہ دیں گے۔“ ان سب آیات سے بندوں کا عجز اور ان کی آراء و خواہشات کا مختلف ہونا واضح ہوتا ہے جبکہ اللہ رب ذوالجلال کی ذات پاک اپنی تمام صفات میں، اپنے تمام اقوال و افعال میں اور مخلوق کے لیے اپنی شریعت و تقدیر و تدبیر میں کامل ہے، وہ ہر عیب و نقص سے پاک ہے، اس کے سوا کوئی معبود ہے اور نہ کوئی پروردگار، پھر فرمایا: ﴿بَلْ اَتَيْنَهُم بِذِكْرِهِمْ ۝۲۶﴾ ”بلکہ ہم ان کے پاس ان کی نصیحت (کی کتاب) لائے ہیں،“ یعنی قرآن مجید۔ ﴿فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُونَ ۝۲۷﴾ ”وہ اپنی ہی (کتاب) نصیحت سے اعراض کر رہے ہیں۔“

نبی اجرت کا طلبگار نہیں ہوتا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَمْ تَسْأَلُهُمْ خَرْجًا﴾ ”کیا آپ ان سے اجرت کا سوال کرتے ہیں؟“ حسن فرماتے ہیں کہ ﴿خَرْجًا﴾ کے معنی اجرت کے ہیں۔^(۱) اور قنادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی مال کے ہیں۔^(۲) ﴿فَخَرَجَ رِبِّكَ حَيْرَةً﴾ ”تو آپ کے پروردگار کا صلہ بہت اچھا ہے۔“ یعنی ہدایت کی طرف دعوت دینے پر آپ ان سے اجرت، مال یا کچھ بھی نہیں مانگتے بلکہ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے بے پایاں اجر و ثواب کے امیدوار ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ إِنَّ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ﴾ (سبا 47:34) ”کہہ دیجیے: میں نے تم سے جو کچھ صلہ مانگا ہو تو وہ تمہارے ہی لیے ہے، میرا صلہ تو اللہ ہی کے ذمے ہے۔“ اور فرمایا: ﴿قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ﴾ (ص 86:38) ”آپ کہہ دیں: میں تم سے اس کا صلہ نہیں مانگتا اور میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔“ اور فرمایا: ﴿قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ ط﴾ (الشوریٰ 23:42) ”کہہ دیں کہ میں اس کا تم سے صلہ نہیں مانگتا مگر محبت کا قربت داری کی وجہ سے۔“ اور فرمایا: ﴿وَجَاءَ مِنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَسْعَىٰ قَالَ يَاقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ ۚ اتَّبِعُوا مِنْ لَدُنْكُمْ أَجْرًا﴾ (یس 21:20، 36) ”اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا، کہنے لگا: اے میری قوم! پیغمبروں کے پیچھے چلو۔ تم ان کی پیروی کرو جو تم سے صلہ نہیں مانگتے۔“ اور فرمایا: ﴿وَإِنَّكَ لَتَدْعُوهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنُكَيِّبُونَ ۚ﴾ ”اور بے شک آپ تو ان کو سیدھے رستے کی طرف بلاتے ہیں، اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ (سیدھے) رستے سے الگ ہو رہے ہیں۔“

امام احمد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ [اَنَّ رَسُولَ اللَّهِ اَتَاهُ فِيمَا يَرَى النَّاسُ مَلَكًا، فَقَعَدَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رِجْلَيْهِ، وَالْآخَرُ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَقَالَ الَّذِي عِنْدَ رِجْلَيْهِ لِلَّذِي عِنْدَ رَأْسِهِ: اضْرِبْ مَثَلْ هَذَا وَمَثَلْ أُمَّتِهِ، فَقَالَ: إِنَّ مَثَلَهُ وَمَثَلْ أُمَّتِهِ كَمَثَلِ قَوْمٍ سَفَرُوا، انْتَهَوْا إِلَى رَأْسِ مَفَازَةٍ، فَلَمْ يَكُنْ مَعَهُمْ مِنَ الرِّادِ مَا يَقْطَعُونَ بِهِ الْمَفَازَةَ، وَلَا مَا يَرْجِعُونَ بِهِ، فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ، إِذْ أَتَاهُمْ رَجُلٌ فِي حُلَّةٍ حَبْرَةٍ، فَقَالَ: أَرَأَيْتُمْ إِنْ وَرَدْتُ بِكُمْ رِيَاضًا مُعْشِبَةً، وَحِيَاضًا رَوَاءَ، أَتَتَّبِعُونِي؟ فَقَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: فَانْطَلِقْ بِهِمْ، فَأَوْرَدَهُمْ رِيَاضًا مُعْشِبَةً، وَحِيَاضًا رَوَاءَ، فَأَكَلُوا وَشَرِبُوا وَسَمِنُوا، فَقَالَ لَهُمْ: أَلَمْ أَلْفَكُمُ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ، فَجَعَلْتُمْ لِي إِنْ وَرَدْتُ بِكُمْ رِيَاضًا مُعْشِبَةً، وَحِيَاضًا رَوَاءَ، أَنْ تَتَّبِعُونِي؟ فَقَالُوا: بَلَى! قَالَ: فَإِنَّ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ رِيَاضًا أَعْشَبَ مِنْ هَذِهِ، وَحِيَاضًا هِيَ أَرْوَى مِنْ هَذِهِ، فَاتَّبِعُونِي قَالَ: فَقَالَتْ طَائِفَةٌ: صَدَقَ وَاللَّهِ! لَتَتَّبِعَنَّهُ، وَقَالَتْ طَائِفَةٌ: قَدْ رَضِينَا بِهَذَا نُقِيمَ عَلَيْهِ]

”رسول اللہ ﷺ کے پاس خواب میں دو فرشتے آئے، ان میں سے ایک آپ کے دونوں پاؤں کے پاس بیٹھ گیا اور دوسرا آپ کے سر مبارک کے پاس۔ جو پاؤں کے پاس تھا اس نے سر کے پاس والے فرشتے سے کہا کہ آپ ﷺ کی اور آپ کی

امت کی مثال بیان کرو۔ اس نے کہا کہ آپ کی اور آپ کی امت کی مثال ایسے ہے جیسے کچھ لوگ سفر میں ہوں اور وہ ایک جنگل کے کنارے پہنچ گئے ہوں، ان کے پاس نہ اس قدر زادراہ ہو جس سے اس جنگل کو طے کر لیں اور نہ اتنا زادراہ کہ وہ اس سے واپس جاسکیں۔ وہ اسی شش و پنج میں تھے کہ ان کے پاس دھاری دار حُلہ زیب تن کیے ایک شخص آیا اور اس نے کہا: یہ بتاؤ کہ اگر میں تمہیں سرسبز و شاداب باغات اور پانی سے لبریز حوضوں کے پاس لے چلوں تو کیا تم میرے پیچھے آؤ گے۔ انہوں نے کہا: ہاں، تو وہ انہیں لے کر سرسبز و شاداب باغات اور پانی سے لبریز حوضوں کے پاس لے گیا، انہوں نے کھایا پیا اور خوب فرہ ہو گئے تو اس نے ان سے کہا: کیا میں نے تم کو اس حال میں نہیں پایا تھا اور تم نے اس شرط پر میری پیروی کی تھی کہ میں تم کو سرسبز و شاداب باغات اور پانی سے بھرے حوضوں کی طرف لے جاؤں گا۔ لوگوں نے کہا: ہاں، تو انہوں نے فرمایا کہ تمہارے آگے ان سے بھی کہیں زیادہ سرسبز و شاداب اور پر بہار باغات اور ان سے زیادہ سیراب کر دینے والے حوض ہیں، لہذا میری بات مانو۔ کچھ لوگوں نے تو یہ کہا: واللہ! یہ بالکل سچ فرما رہے ہیں، ہم ضرور آپ کی پیروی کریں گے اور کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم بس اسی پر خوش ہیں اور یہیں مقیم رہیں گے۔^(۱)

کفار کے حالات کا ذکر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَإِنَّ الدِّينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنُكَيِّبُونَ** (۲۴) ”اور بلاشبہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ سیدھے رستے سے الگ ہو رہے ہیں۔“ یعنی یہ لوگ گم گشتہ راہ اور راہ راست سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ عرب نَكَبَ فَلَانٌ عَنِ الطَّرِيقِ اس وقت کہتے ہیں جب کوئی رستے سے بھٹک جائے۔ **وَلَوْ رَحَّمْنَهُمْ وَكَشَفْنَا مَا فِيهِمْ مِنْ طُغْيَانِهِمْ يَعْبَهُونَ** (۲۵) ”اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور جو تکلیفیں ان کو پہنچ رہی ہیں دور کر دیں تو پھر بھی وہ اپنی سرکشی پر اڑے ہوئے بھٹکتے پھریں۔“ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی سختی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر وہ ان کی تکلیف کو دور فرمادے اور انہیں قرآن کا فہم عطا فرمادے تو پھر بھی یہ نہیں مانیں گے بلکہ اپنے کفر، سرکشی اور فساد پر ہی قائم رہیں گے جیسا کہ فرمایا: **وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَأَسْعَهُمْ وَلَوْ أَسْعَهُمْ لَتَوَلَّوْا هُمْ مُعْرِضُونَ** (الأنفال: 23) ”اور اگر اللہ ان میں بھلائی پاتا تو انہیں ضرور سننے کی توفیق بخشا اور اگر انہیں سماعت دیتا تو پھر بھی وہ اعراض کرتے ہوئے پھر جاتے۔“ اور فرمایا: **وَلَوْ تَرَى إِذْ وَقَفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا لَإِيتِنَا نَارُكَ وَلَا تُكَذِّبْ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ** (۲۶) **بَلْ بَدَا لَهُمْ مَا كَانُوا يُخْفُونَ مِنْ قَبْلُ وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا هُمْ عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ** (۲۷) **وَقَالُوا إِن هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِبَعْعُوْثِينَ** (۲۸) (الأنعام: 27-29) ”اور کاش! آپ (ان کو اس وقت) دیکھیں جب یہ آتش (جہنم کے کنارے) پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے کہ اے کاش! ہم پھر (دنیا میں) لوٹا دیے جائیں اور ہم اپنے پروردگار کی آیتوں کی تکذیب نہ کریں گے اور مومنوں میں سے ہو جائیں گے۔ بلکہ ان کے لیے اس نے وہ ظاہر کر دیا جسے اس

(۱) مسند أحمد: 267/1 و كشف الأستار: 131/3، حدیث: 2407 و مجمع الزوائد، علامات النبوة، باب فی مثله

و مثل من أطاعه 466/8 والمستدرک للحاکم: 397/4، حدیث: 8200 اس کی سند ضعیف ہے۔

وَلَقَدْ أَخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُونَ ﴿٧٦﴾ حَتَّىٰ إِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا

اور بلاشبہ ہم نے انھیں عذاب میں پکڑا تھا، پھر نہ انھوں نے اپنے رب کے سامنے عاجزی کی اور نہ وہ گڑ گڑائے ﴿٧٦﴾ حتیٰ کہ جب ہم نے ان پر سخت

ذَا عَذَابٍ شَدِيدٍ إِذَا هُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ ﴿٧٧﴾ وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ

عذاب کا دروازہ کھول دیا تو وہ اس میں ناامید ہو گئے ﴿٧٧﴾ اور وہی (اللہ) ہے جس نے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل پیدا کیے، تم قلیل ہی شکر

وَالْأَفْئِدَةَ ط قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ﴿٧٨﴾ وَهُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٧٩﴾ وَهُوَ الَّذِي

کرتے ہو ﴿٧٨﴾ اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا، اور اسی کی طرف تمہیں اکٹھا کیا جائے گا ﴿٧٩﴾ اور وہی ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے اور رات

يُحْيِي وَيُمِيتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ط أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٨٠﴾ بَلْ قَالُوا مِثْلَ مَا قَالَ

اور دن کا اختلاف اسی کا (پیدا کیا ہوا) ہے، کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے؟ ﴿٨٠﴾ بلکہ انھوں نے وہی کچھ کہا جو (ان سے) پہلوں نے کہا تھا ﴿٨٠﴾ انھوں نے کہا: کیا جب

الْأَوَّلُونَ ﴿٨١﴾ قَالُوا إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا ؕ إِنَّا لَنَبْعُوْهُنَّ ﴿٨٢﴾ لَقَدْ وَعَدْنَا نَحْنُ وَآبَاؤُنَا

ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے، تو کیا ہمیں یقیناً (زندہ کر کے) اٹھایا جائے گا؟ ﴿٨٢﴾ بلاشبہ اسی بات کا ہم سے اور ہم سے پہلے ہمارے آباء و اجداد سے

هَذَا مِنْ قَبْلُ إِنَّ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٨٣﴾

وعدہ ہوتا آیا ہے، یہ تو محض پہلے لوگوں کے افسانے ہیں ﴿٨٣﴾

سے پہلے وہ چھپاتے تھے اور اگر یہ (دنیا میں) لوٹائے بھی جائیں تو جن (کاموں) سے ان کو منع کیا گیا تھا وہی پھر کرنے لگیں، کچھ شک نہیں کہ یہ جھوٹے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری جو دنیا کی زندگی ہے بس یہی (زندگی) ہے اور ہم (مرنے کے بعد پھر) نہیں اٹھائے جائیں گے۔“ اس کا تعلق اس باب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کا بھی علم ہے جو نہیں ہوگا اور اگر ہوگا تو کیسے ہوگا، ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہر وہ چیز جس کے لیے ”لَوْ“ استعمال کیا گیا ہے وہ کبھی بھی وقوع پذیر نہیں ہوگی۔

تفسیر آیات: 76-83

نزول عذاب کے وقت عاجزی کیوں نہ اختیار کی؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ أَخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ﴾ ”اور البتہ

تحقیق ہم نے انھیں عذاب میں بھی پکڑا تھا۔“ اور مصائب و شدائد کے ساتھ آزمائش کی۔ ﴿فَمَا اسْتَكَانُوا لِرَبِّهِمْ وَمَا

يَتَضَرَّعُونَ ﴿٧٦﴾﴾ ”پھر نہ انھوں نے اللہ کے آگے عاجزی کی اور نہ وہ گڑ گڑائے۔“ یعنی وہ اپنے کفر اور مخالفت سے باز نہ آئے

بلکہ سرکشی و ضلالت ہی میں مبتلا رہے۔ ﴿فَمَا اسْتَكَانُوا﴾ ”تو انھوں نے عاجزی نہ کی۔“ ﴿وَمَا يَتَضَرَّعُونَ ﴿٧٦﴾﴾ ”اور نہ وہ

گڑ گڑائے۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَلَوْ لَا إِذْ جَاءَهُمْ بِأَسْنَا تَضَرَّعُوا وَلَكِنْ قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ

الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (الأنعام 43:6) ”تو جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو انھوں نے عاجزی کیوں نہ اختیار کی؟ مگر

ان کے تو دل ہی سخت ہو گئے تھے اور جو کام وہ کرتے تھے شیطان ان کو آراستہ کر دکھاتا تھا۔“ ابن ابوقحتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما

سے روایت کیا ہے کہ ابوسفیان نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: اے محمد! میں آپ کو اللہ تعالیٰ اور

قربت داری کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ اب تو ہم نے اون اور خون کھالیا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَلَقَدْ أَخَذْنَاهُم بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَعَاذُوا﴾^① اور امام نسائی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔^② اس حدیث کی اصل صحیحین میں ہے کہ قریش کی نافرمانی کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے بددعا کرتے ہوئے فرمایا: [اَعْنِي عَلَيْهِمْ بِسَبْعِ كَسْبَعِ يَوْسُفَ] ”اے اللہ! ان کے خلاف میری مدد ایسے سات سالوں سے فرما جس طرح یوسف علیہ السلام کے دور کے سات سال تھے۔“^③ اور فرمایا: ﴿حَتَّىٰ إِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيدٍ إِذَا هُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ﴾^④ ”یہاں تک کہ ہم نے ان پر عذاب شدید کا دروازہ کھول دیا تو وہ وہاں ناامید ہو گئے۔“ یعنی جب ان کے پاس اللہ کا امر آ گیا اور اچانک قیامت آ گئی اور اللہ تعالیٰ کا عذاب اس قدر شدت سے آیا جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا تو اس سے وہ ہر خیر اور ہر راحت سے مایوس ہو گئے اور ان کی ساری امیدیں ٹوٹ ٹوٹ گئیں۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور عظیم قدرتوں کی یاد دہانی: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنی نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے ان کے لیے کان، آنکھیں اور دل بنائے۔ دل سے مراد وہ عقل و فہم ہے جس کے ساتھ وہ اشیاء کا ادراک کرتے اور کائنات میں موجود ان نشانیوں سے عبرت حاصل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ فاعل مختار ہے جو چاہے کرے۔ ﴿قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ﴾^⑤ ”تم کم شکر گزاری کرتے ہو۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں جن نعمتوں سے نوازا ہے۔ ان پر تم اللہ تعالیٰ کا بہت ہی کم شکر کرتے ہو جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ﴾^⑥ (یوسف 103:12) ”اور بہت سے آدمی اگرچہ آپ حرص بھی کریں، ایمان لانے والے نہیں ہیں۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم قدرت اور زبردست بادشاہت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس نے ساری مخلوق کو پیدا فرمایا، پھر مختلف جنسوں، بولیوں اور صفتوں کے ساتھ انہیں اطراف و اکنافِ عالم میں پھیلا دیا، پھر اگلے پچھلے سب کو قیامت کے ایک معلوم دن میں جمع کرے گا اور ان میں سے کسی چھوٹے بڑے، مرد و عورت اور جلیل حقیر کو نہیں چھوڑے گا، انہیں اسی طرح دوبارہ جمع کرے گا جس طرح اس نے ان سب کو پہلی دفعہ پیدا فرمایا تھا، اسی لیے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ﴾ ”اور وہی ہے جو زندہ کرتا اور فوت کرتا ہے۔“ یعنی بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کر دے گا اور زندہ امتوں کو موت دے گا۔ ﴿وَلَهُ اخْتِلَافُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ﴾ ”اور رات اور دن کا بدلتے رہنا اسی کے تصرف میں ہے۔“ یعنی رات دن اسی کے حکم سے مسخر ہے ان میں سے ہر ایک دوسرے کے پیچھے چل رہا ہے، دونوں ایک دوسرے کے آگے پیچھے آ جا رہے ہیں اور اکتاتے نہیں اور نہ مقرر وقت سے زیادہ دونوں میں فرق آ سکتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ﴾ (يس 40:36) ”نہ تو سورج سے ہو سکتا ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آ سکتی ہے۔“ ﴿أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾^⑦ ”تو کیا تم سمجھتے نہیں؟“ کیا تم میں عقل نہیں ہے جو اس عزیزِ علیم کی ذات پاک کی طرف تمہاری رہنمائی کرے جو ہر چیز پر غالب اور ہر چیز جس کے سامنے سرنگون اور

① تفسیر الطبری: 58/18. ② السنن الكبرى للنسائي، التفسير، سورة المؤمنون: 413/6، حدیث: 11352. ③ صحیح

البخاری، التفسير، باب سورة الروم، حدیث: 4774. ④ صحيح مسلم، صفات المنافقين وأحكامهم، باب الدخان،

حدیث: 2798 عن ابن مسعود ؓ.

قُلْ لِّسِنِ الْأَرْضِ وَمَنْ فِيهَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٨٤﴾ سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ قُلْ أَفَلَا

(اے نبی!) آپ (ان سے) پوچھیں: اگر تم جانتے ہو (تو بتاؤ) کس کی ہے یہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے؟ ﴿٨٤﴾ وہ ضرور کہیں گے: اللہ ہی کی ہے، کہہ دیجیے:

تَذَكَّرُونَ ﴿٨٥﴾ قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿٨٦﴾ سَيَقُولُونَ

کیا پھر تم نصیحت نہیں پکڑتے؟ ﴿٨٥﴾ آپ پوچھیں: ساتوں آسمانوں کا رب اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟ ﴿٨٦﴾ وہ ضرور کہیں گے: (یہ) اللہ ہی کے ہیں، کہہ

لِلّٰهِ قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٨٧﴾ قُلْ مَنْ يَبْدِئُ مَلَكُوتَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ

دیجیے: کیا پھر تم ڈرتے نہیں؟ ﴿٨٧﴾ آپ (پھر) پوچھیں: کس کے ہاتھ میں ہے ہر چیز کی بادشاہی، جبکہ وہی پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابل کسی کو پناہ نہیں دی

عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٨٨﴾ سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ قُلْ فَأَنَّى تُسْحَرُونَ ﴿٨٩﴾ بَلْ آتَيْنَهُمْ

جاسکتی، اگر تم جانتے ہو (تو بتاؤ؟) ﴿٨٨﴾ وہ ضرور کہیں گے: (بادشاہی) اللہ ہی کی ہے، کہہ دیجیے: پھر کہاں سے تم پر جادو کیا جاتا ہے؟ ﴿٨٩﴾ بلکہ ہم ان کے پاس

بِالْحَقِّ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٩٠﴾

حق لاتے ہیں اور بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں ﴿٩٠﴾

عاجز و در ماندہ ہے۔

مشرکین کا بعث بعد الموت سے انکار: اللہ تعالیٰ نے بعثت کے منکرین جو تکذیب کرنے والے سابقہ لوگوں سے مشابہت

رکھتے ہیں، کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿٩٠﴾ قَالُوا وَمِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُونَ ﴿٩١﴾ قَالُوا إِنْ هَذَا إِلَّا قُرْآنٌ وَكُنَّا ثَرَابًا وَعِظَامًا ؕ إِنَّا

﴿٩٠﴾ ”بلکہ انھوں نے وہی کچھ کہا جو ان سے پہلوں نے کہا تھا۔ انھوں نے کہا: جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور

ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم (پھر زندہ کر کے) اٹھائے جائیں گے؟“ یعنی مٹی میں مل جانے اور بوسیدہ ہو جانے کے بعد دوبارہ

اٹھنے کو یہ لوگ محال سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں: ﴿٩١﴾ لَقَدْ وَعَدْنَا نَحْنُ وَآبَاؤُنَا هَذَا مِنْ قَبْلُ إِنْ هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٩٢﴾

”البتہ تحقیق اسی بات کا وعدہ ہم سے اور ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا سے بھی ہوتا چلا آیا ہے، یہ تو صرف پہلے لوگوں کی

کہانیاں ہیں۔“ ان کا مقصد یہ تھا کہ دوبارہ پیدا ہونا محال ہے اور اللہ تعالیٰ کے نبی کے بارے میں کہتے کہ آپ نے یہ باتیں

اگلے لوگوں کی کتابوں سے سیکھی ہیں۔ منکرین کا یہ انکار اور ان کی یہ تکذیب اس طرح ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے

میں فرمایا ہے کہ یہ کہتے ہیں: ﴿٩٢﴾ إِذَا كُنَّا عِظَامًا نَخْرَةً ۖ قَالُوا تِلْكَ إِذًا كَذِبٌ خَاسِرَةٌ ۖ قَالُوا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ ۖ

فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۖ (النزعت 79: 11-14) ”بھلا جب ہم گلی سڑی ہڈیاں ہو جائیں گے (تو پھر زندہ کیے جائیں گے) کہتے

ہیں کہ اس وقت لوٹنا تو خسارے والا ہے، وہ (قیامت) تو صرف ایک (خوفناک) ڈانٹ ہوگی، اس وقت وہ (سب) ایک دم

میدان (حشر) میں (آج) ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿٩٣﴾ أَوَلَمْ يَرِ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ ۖ

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا ۖ وَنَسِيَ خَلْقَهُ ۖ قَالَ مَنْ يُعْطِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ۖ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ

عَلِيمٌ ۖ (یس 36: 77-79) ”کیا انسان نے دیکھا نہیں کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا؟ پھر کیا ایک وہ جھگڑالو ہو گیا

اور اس نے ہمارے بارے میں ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا اور کہنے لگا ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا جبکہ وہ

بوسیدہ ہو جائیں گی؟ کہہ دیجیے: ان کو وہ (اللہ) زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ سب قسم کا پیدا کرنا خوب جانتا ہے۔“

تفسیر آیات: 84-90

مشرکین تو حیدرِ ربوبیت کے قائل تھے: اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر اپنی وحدانیت اور اس بات کا ذکر فرمایا ہے کہ صرف اسی نے ساری کائنات کو پیدا فرمایا، صرف اسی کا تصرف کا فرما ہے اور صرف اسی کی ذات پاک کو ساری کائنات کی بادشاہت زیبا ہے اور یہ سب کچھ بیان کر کے اس نے درحقیقت یہ رہنمائی کی ہے کہ اس کی ذات پاک کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ اس وحدہ لاشریک کے سوا کسی اور کی عبادت کی جاسکتی ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ سے فرمایا ہے کہ آپ ان مشرکین سے جو اس کی ربوبیت کا تو اعتراف کرتے ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ غیر اللہ کی پوجا بھی کرتے ہیں، یہ کہہ دیں کہ عبادت میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں، مگر مشرکین نے الوہیت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا اور غیر اللہ کی عبادت کی، حالانکہ انھیں اس بات کا اعتراف بھی تھا کہ اللہ کے سوا جن کی یہ عبادت کر رہے ہیں وہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے، کسی چیز کے بھی مالک نہیں اور نہ کسی چیز کو فنا کر سکتے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ وہ ان کی عبادت اس لیے کرتے ہیں تاکہ یہ انھیں اللہ کے قریب کر دیں۔

مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ ط (الزمر 39:3) ”ہم ان کو اس لیے پوجتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کا مقرب بنا دیں۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قُلْ لِّمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا﴾ ”آپ (ان سے) کہہ دیں: (اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ) کس کی ہے یہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے؟“ یعنی یہ بتاؤ کہ زمین کا مالک کون ہے۔ اسے اور اس میں موجود حیوانات، نباتات، ثمرات اور دیگر تمام مخلوقات کو کس نے پیدا فرمایا ہے۔ ﴿إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ ۸۴ ﴿سَيَقُولُونَ لِلَّهِ﴾ ”اگر تم جانتے ہو؟ وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ ہی کی ہے۔“ یعنی آپ کے سامنے اس بات کا اعتراف کریں گے کہ زمین اور اس میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔

سوال یہ ہے کہ اگر یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے تو ﴿قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ﴾ ۸۵ ”کہہ دیں کہ پھر تم سوچتے کیوں نہیں ہو؟“ کہ عبادت تو اسی کی ہونی چاہیے جو خالق و رازق ہونہ کہ کسی اور کی۔ ﴿قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾ ۸۶ ”آپ (ان سے) پوچھیں کہ کون سا آسمانوں کا مالک ہے اور (کون) عرشِ عظیم کا مالک ہے۔“ کون ہے جس نے عالم علوی اور اس میں موجود روشن ستارے اور سیارے اور اس کی اطراف و اکناف میں ہر جگہ موجود اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار و فرماں بردار فرشتے پیدا فرمائے؟ پھر یہ بتاؤ کہ عرشِ عظیم جو تمام مخلوقات کی چھت ہے اس کا مالک کون ہے۔ یہاں فرمایا ہے: ﴿وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾ ۸۶ اور اس سورت کے آخر میں فرمایا: ﴿رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ﴾ ۸۷ (المؤمنون 116:23) عظیم کے معنی بڑے اور کریم کے معنی حسین و جمیل کے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عرشِ معلیٰ میں یہ دونوں خوبیاں موجود ہیں کہ وہ بے حد و حساب وسیع و عریض، بے پناہ بلند و بالا اور بے حد حسین و جمیل ہے، اسی لیے کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ عرشِ معلیٰ سرخ رنگ کے یا قوت

سے بنا ہوا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمھارے پروردگار کے ہاں رات دن نہیں ہے، عرش کا نور ذات پاک کے چہرہ اقدس کے نور کی وجہ سے ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ﴾ (87) ”وہ ضرور کہیں گے: یہ (چیزیں) اللہ ہی کی ہیں، کہہ دیں کہ پھر تم ڈرتے کیوں نہیں؟“ یعنی جب تم خود یہ اعتراف کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور عرش عظیم کا مالک ہے تو پھر تم اس کے عذاب سے ڈرتے نہیں اور اس بات سے ڈرتے نہیں کہ تم جب غیر اللہ کی پوجا کرتے اور غیروں کو اس کا شریک بناتے ہو تو وہ تمھیں اپنے عذاب کی گرفت میں لے لے گا۔

﴿قُلْ مَنْ بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ ”کہہ دیں کہ کس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِعُنَاصِيهَا﴾ (ہود 56:11) ”(زمین پر) چلنے پھرنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں جسے اس نے پیشانی سے نہ پکڑ رکھا ہو۔“ یعنی ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کا ہی تصرف کا فرما ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ فرمایا کرتے تھے: [لَا، وَاللّٰهِ نَفْسِي بِيَدِهِ!.....] ”نہیں، اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے.....“ اور جب آپ قسم میں زور پیدا کرنا چاہتے تو فرماتے: [لَا، وَمُقَلَّبِ الْقُلُوبِ] ”نہیں اس ذات پاک کی قسم! جو دلوں کو پھیرنے والا ہے۔“ (2)

پس اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی خالق و مالک اور متصرف ہے۔ ﴿وَهُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَلَا يَجَارُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ (98) ”اور وہی پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابل کسی کو پناہ نہیں دی جاسکتی اگر تم (کسی اور کو) جانتے ہو (تو بتاؤ)“ عربوں میں یہ رواج تھا کہ ان کا کوئی سردار اگر کسی شخص کو پناہ دے دیتا تو اس کے اس پناہ دینے کی خلاف ورزی نہیں کی جاسکتی تھی اور اس سے کم حیثیت کا کوئی سردار اس کے مقابلے میں کسی کو پناہ نہیں دے سکتا تھا تا کہ اس پر بڑائی کا اظہار نہ کیا جاسکے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَهُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَلَا يَجَارُ عَلَيْهِ﴾ ”اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابل کسی کو پناہ نہیں دی جاسکتی۔“ وہ عظیم سردار ہے کہ اس سے بڑا سردار کوئی نہیں۔ اس نے ساری کائنات کو پیدا فرمایا اور اسی کا امر کا فرما ہے۔ کوئی اس کے فیصلے کو بدل نہیں سکتا اور نہ کوئی اس کا مقابلہ کر سکتا ہے اور نہ اس کے فیصلے کی خلاف ورزی کر سکتا ہے۔ اس نے جو چاہا وہی ہوا اور جو نہیں چاہا وہ نہیں ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا يَسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ﴾ (الانبیاء 23:21) ”وہ جو کچھ کرتا ہے اس کی بابت اس سے سوال نہیں کیا جاسکتا جبکہ ان لوگوں سے باز پرس کی جائے گی۔“

یعنی وہ جو کام کرتا ہے تو اس کی عظمت، کبریائی، غلبہ و تسلط اور حکمت و عدل کے باعث کوئی اس سے پرسش نہیں کر سکتا جبکہ مخلوق سے ان کے اعمال کے مطابق پرسش ہوگی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَوِّمْنَا لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ﴾ ”پس آپ کے پروردگار کی قسم! ہم ان سب سے ضرور پرسش کریں گے، ان کا نواں یعمَلُونَ“ (الحجر 93، 92:15)

① صحیح البخاری، الأیمان والنذور، باب کیف كانت یمن النبی ﷺ؟ حدیث: 6632. ② صحیح البخاری،

القدر، باب یحول بین المرء و قلبه، حدیث: 6617.

مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَهٍ إِذَا لَذَهَبَ كُلُّ إِلَهٍ بِمَا خَلَقَ

اللہ نے اپنی کوئی اولاد نہیں بنائی اور نہ اس کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے (اگر ہوتا) تو ہر معبود اس چیز کو، جو اس نے پیدا کی، لے جاتا، اور بلاشبہ ان میں

وَلَعَلَّا بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ سُبْحَنَ اللَّهُ عَمَّا يُصِفُونَ ﴿٩١﴾ عَلَيْهِ الْغَيْبُ وَالشَّهَادَةُ فَتَعَلَّى

سے ہر ایک دوسرے پر چڑھائی کرتا، اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں ﴿٩١﴾ وہ غیب اور حاضر کا جاننے والا ہے، چنانچہ وہ کہیں اعلیٰ ہے

عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٩٢﴾

اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں ﴿٩٢﴾

کاموں کی جو وہ کرتے تھے۔“ سَيَقُولُونَ لِلّٰہِ ”وہ ضرور کہیں گے کہ (ایسی بادشاہی تو) اللہ ہی کی ہے۔“ یعنی یہ اعتراف کرتے ہیں کہ وہ سید عظیم جو پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابل کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا، وہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے۔

﴿قُلْ قَاتِلُوا نَفْسَکُمْ﴾ ”کہہ دیں: پھر تم پر جادو کہاں سے کیا جاتا ہے؟“ یعنی جب تمہیں اس بات کا علم ہے اور تم اعتراف بھی کرتے ہو کہ خالق و مالک اللہ ہے تو پھر تمہاری عقلیں کہاں چلی جاتی ہیں کہ تم اس ذات پاک کے ساتھ غیروں کی بھی پوجا شروع کر دیتے ہو۔ ﴿بَلْ آتَيْنَهُم بِالْحَقِّ﴾ ”بلکہ ہم ان کے پاس حق لائے ہیں۔“ یعنی اس بات کو معلوم کر دیا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کے صحیح واضح اور قطعی دلائل بھی پیش کر دیے ہیں۔ ﴿وَأَنَّهُمْ لَکَذِبُونَ﴾ ”اور بلاشبہ وہی جھوٹے ہیں۔“ غیر اللہ کی عبادت کرنے میں کیونکہ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے جیسا کہ اس سورہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا: ﴿وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ﴾ ”فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ ط إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ“ (المؤمنون 23: 117) ”اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارتا ہے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے ہاں ہے، کچھ شک نہیں کہ کافر کا میانی نہیں پائیں گے۔“ مشرکین نے جس افترا پر دازی اور ضلالت کو اختیار کر رکھا ہے تو اس کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ سب کچھ اپنے نادان اور جاہل آباء و اجداد اور اسلاف کی پیروی کی وجہ سے کر رہے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ کہا کرتے ہیں: ﴿إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ وَآثَانَا عَلَىٰ آثَرِهِمْ مُّقْتَدُونَ﴾ (الزحرف 23: 43) ”بے شک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم قدم بقدم انھی کے پیچھے چلتے ہیں۔“

تفسیر آیات: 91، 92

اللہ کا کوئی شریک نہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو اس بات سے پاک قرار دیا ہے کہ اس کا نہ کوئی بیٹا ہے اور نہ بادشاہت، تصرف اور عبادت میں اس کا کوئی شریک ہو۔ ارشاد ہے: ﴿مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَهٍ إِذَا لَذَهَبَ كُلُّ إِلَهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَّا بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ﴾ ”اللہ نے اپنی کوئی اولاد نہیں بنائی اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے (اگر ایسا ہوتا) تو ہر معبود جو اس نے پیدا کیا لے جاتا اور بلاشبہ ان میں سے ہر ایک دوسرے پر چڑھائی کرتا۔“ یعنی اگر اس بات کو بغرض

قُلْ رَبِّ اِمَّا تُرِيّٰى مَا يُوعَدُوْنَ ﴿٩٣﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٩٤﴾

کہہ دیجیے: اے میرے رب! اگر تو مجھے دکھائے جو انہیں وعدہ دیا جاتا ہے ﴿٩٣﴾ (تو) اے میرے رب! تو مجھے ظالم لوگوں میں (شامل) نہ کرنا ﴿٩٤﴾ اور بلاشبہ

وَاِنَّا عَلٰى اَنْ تُرِيْكَ مَا نَعْدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿٩٥﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةِ ط

ہم اس بات پر کہ آپ کو دکھائیں جس کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں، ضرور قادر ہیں ﴿٩٥﴾ برائی کو اس طریقے سے دفع کیجیے جو احسن ہو، ہم اسے خوب

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَقُلْ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيْطٰنِ ﴿٩٧﴾

جانتے ہیں جو وہ بیان کرتے ہیں ﴿٩٦﴾ اور آپ کہیں: اے میرے رب! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں ﴿٩٧﴾ اور اے میرے رب! میں

وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنَ ﴿٩٨﴾

(اس سے بھی) تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں ﴿٩٨﴾

محال مان بھی لیا جائے کہ معبود متعدد ہیں تو ان میں سے ہر معبود اپنی اپنی مخلوق کو لے کر چل دیتا اور اس سے کائنات کا نظام درہم برہم ہو جاتا جبکہ ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ کائنات کا یہ سارا نظام بے حد مضبوط و مستحکم اور ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہے۔ عالم علوی، عالم سفلی کے ساتھ بے حد کمال طریقے سے منسلک ہے۔ ﴿مَا تَزٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفْوِيْطٍ﴾ (الملك 3:67) ”اے انسان! تو رحمان کی تخلیق میں کوئی نقص نہیں دیکھے گا؟“ پھر ان معبودوں میں سے ہر ایک دوسرے کی مخالفت کرتا، دوسرے پر غالب آ جانے کی کوشش کرتا اور دوسرے پر چڑھائی کر دیتا۔ اس آیت کریمہ کے یہ معنی متفکمین نے بیان کیے اور انہوں اسے دلیل تمناع (ایسی چیز کی دلیل جو کبھی ممکن نہ ہو) سے تعبیر کیا ہے، یعنی اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ اسی کائنات کے صانع دو یا دو سے زیادہ ہیں تو ان میں سے ایک جسم کو متحرک کرنا چاہتا اور دوسرے کی مرضی یہ ہوتی ہے کہ یہ ساکن رہے اور دونوں میں سے اگر ہر ایک کی مراد پوری نہ ہوتی تو دونوں عاجز ہوتے مگر ذات واجب الوجود عاجز نہیں ہوتی اور دونوں کی مراد کا پورا ہونا بھی محال ہے کیونکہ اس میں تضاد ہے اور یہ محال اور تضاد متعدد معبودوں کو فرض کرنے کی صورت میں ہے اور ان میں سے اگر ایک کی مراد پوری ہو جائے اور دوسرے کی پوری نہ ہو تو غالب واجب اور دوسرا مغلوب ممکن الوجود ہوگا کیونکہ ذات واجب الوجود کے یہ شایان شان نہیں کہ وہ مقہور و مغلوب ہو، اس لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَعَلَّا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ط سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿٩٦﴾﴾ ”اور بلاشبہ ان میں سے ہر ایک دوسرے پر چڑھائی کرتا، اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔“ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹے یا کسی کے شریک ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان ظالموں اور حد سے بڑھ جانے والوں کی ان باتوں کہ اس کی اولاد اور ساتھی ہے، سے پاک ہے، بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔ ﴿عَلِيْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ ”وہ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے۔“ مخلوقات کی نظروں سے جو غائب ہے یا جسے وہ دیکھ رہے ہیں وہ ان سب چیزوں کو جانتا ہے۔ ﴿فَتَعٰلٰى عَمَّا يَشْرِكُوْنَ ﴿٩٧﴾﴾ ”چنانچہ وہ کہیں اعلیٰ ہے اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔“ ظالم اور وجود باری تعالیٰ کے منکر لوگ جو کہتے ہیں، اللہ عز و جل کی ذات پاک اس سے مقدس و منزہ ہے۔

آلام و مصائب کے وقت دعا کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر محمد ﷺ کو حکم دیا ہے کہ مصیبت کے وقت یہ دعا کریں:

”رَبِّ اِنِّمَّا تُرِيَّتِي مَا يُوْعَدُونَ“ ﴿٩٨﴾ ”اے میرے پروردگار! جس (عذاب) کا انھیں وعدہ دیا جاتا ہے اگر تو (میری زندگی میں) مجھے دکھائے۔“ یعنی اگر تو میری موجودگی میں انھیں سزا دے تو مجھے ان میں سے نہ کیجیے جیسا کہ اس حدیث میں ہے جسے امام احمد و ترمذی نے روایت کیا اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے: [وَإِذَا أُرِدْتُ فِتْنَةً فِي قَوْمٍ فَتَوَفَّنِي (إِلَيْكَ) غَيْرَ مَفْتُونٍ] ”اور جب تو کسی قوم کو آزمائش میں ڈالنا چاہے تو مجھ کو تو اس آزمائش میں ڈالے بغیر ہی اپنے پاس بلا لیجیے۔“ ﴿٩٩﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”وَإِنَّا عَلَىٰ أَنْ تُرِيكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقَدَرُونَ“ ﴿١٠٠﴾ ”اور بلاشبہ ہم اس بات پر کہ آپ کو دکھائیں جس کا وعدہ ہم ان سے کر رہے ہیں ضرور قادر ہیں۔“ یعنی اگر ہم چاہیں تو آپ کو وہ تمام آزمائشیں، مصیبتیں اور تکلیفیں دکھادیں جو ہم ان پر نازل کریں گے، پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے میل جول کی صورت میں اس تریاق نافع کی طرف رہنمائی فرمائی ہے کہ بری بات کے جواب میں بھی اچھی بات کہو، اس طرح آپ بری بات کہنے والے کے دل کو حیت لیں گے اور اس کے نتیجے میں اس کی عداوت دوستی میں اور اس کا بغض محبت میں بدل جائے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ السَّيِّئَةِ“ ”برائی کو اس طریقے سے دفع کیجیے جو احسن ہو۔“ اور جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ہے: ”ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ“ ﴿١٠١﴾ (حکم السجدة: 34، 35) ”اور آپ (برائی کو) ایسی بات سے ٹال لیں جو احسن ہو تو (ایسا کرنے سے آپ دیکھیں گے) یکا یک وہ شخص جس میں اور تم میں دشمنی تھی، (ایسا ہو جائے گا جیسے) گویا کہ وہ جگر دوست ہے اور یہ (خصلت) انھی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت کرنے والے ہیں اور انھی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے نصیب والے ہیں۔“ یعنی یہ وصیت یا خصلت یا یہ صفت ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو لوگوں کی تکلیفوں پر صبر کرتے ہیں اور ان سے اچھا سلوک کرتے ہیں، حالانکہ ان کی طرف سے برا سلوک ہوتا ہے مگر برائی کے مقابلے میں حسن سلوک کی توفیق انھی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو دنیا و آخرت میں بڑے صاحب نصیب ہیں۔

اور فرمایا: ”وَقُلْ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيْطَانِ“ ﴿١٠٢﴾ ”اور کہہ دیجیے: اے میرے پروردگار! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔“ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ شیطانوں سے پناہ مانگی جائے کیونکہ ان کے مقابلے میں کوئی حیلہ کارگر ثابت نہیں ہو سکتا اور نہ وہ حسن سلوک ہی سے رام ہو سکتے ہیں۔ تعوذ پر گفتگو کے ضمن میں ہم قبل ازیں یہ بیان کر آئے ہیں ﴿١٠٣﴾ کہ رسول اللہ ﷺ تعوذ کے لیے یہ کلمات پڑھا کرتے تھے: [أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهِ وَنَفْعِهِ وَنَفْثِهِ] ”میں سننے والے اور جاننے والے اللہ کی پناہ لیتا ہوں مرد و شیطان سے، (یعنی) اس کے تکبر سے اور اس کے پھونکنے ہوئے

① مسند أحمد: 243/5 و جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب و من سورة ص، حدیث: 3235 اور ترمذی: 3233 اور مسند أحمد: 368/1 میں ہے۔ ② دیکھیے الفاتحة، عنوان: ”استعاذہ تلاوت سے پہلے ضروری ہے“ ذیل میں۔

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ ۙ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا

تھی کہ جب ان میں سے کسی کو موت آئے گی تو وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے واپس بھیج ۙ تاکہ میں اس (دنیا) میں، جسے میں چھوڑ آیا ہوں، نیک

تَرَكَتُ كَلَّا ۚ إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا ۚ وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمٍ يُبْعَثُونَ ۙ ۱۰۰

عمل کروں، ہرگز نہیں! بے شک یہ ایک بات ہے جو وہ کہنے والا ہے۔ اور ان کے آگے پردہ ہے اس دن تک جب وہ (دوبارہ) اٹھائے جائیں گے ۙ

بے ہودہ خیالات سے اور اس کے وسوسوں سے۔“ ۱۰۱ **وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَنْ يَحْضُرُونِ ۙ ۱۰۲** ”اور اے میرے پروردگار! میں اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آ موجود ہوں۔“ یعنی میرے کسی بھی معاملے میں وہ آ موجود ہوں۔ یعنی میرے کسی بھی معاملے میں وہ آ موجود ہوں، اسی لیے حکم ہے کہ کھانے پینے، مباشرت کرنے، جانور ذبح کرنے اور دیگر تمام امور کے آغاز میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تاکہ شیطان کو بھگا دیا جائے۔ امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبُكَ مِنَ الْهَدْمِ.....، وَاَعُوْذُبُكَ مِنَ الْغَرَقِ.....، وَالْهَرَمِ، وَاَعُوْذُبُكَ مِنْ اَنْ يَّتَخَبَّطَنِیَ الشَّیْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ [اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں (کسی عمارت وغیرہ کے نیچے) دب کر مرنے سے..... اور میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ڈوب کر مرنے سے..... اور بے حد بڑھا پے سے اور میں اس سے تیری پناہ میں آتا ہوں کہ بوقت موت شیطان میرے ہوش و حواس گم کر دے۔“ ۱۰۳

تفسیر آیات: 100,99

کفار کی بوقت موت تمنا: اللہ تعالیٰ نے موت کے وقت کی کافروں یا اس کے حکم کی اطاعت میں کوتاہی کرنے والوں کی حالت کو بیان کیا ہے کہ اس وقت وہ یہ سوال کرتے ہیں کہ انھیں ایک بار پھر دنیا میں لوٹا دیا جائے تاکہ زندگی میں کی ہوئی خرابیوں کی اصلاح کر لیں: **رَبِّ ارْجِعُونِ ۙ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۚ** ”اے میرے پروردگار! مجھے (دنیا میں) واپس بھیج دے تاکہ میں اس (دنیا) میں جسے میں چھوڑ آیا ہوں نیک کام کروں، ہرگز نہیں۔“ جیسا کہ فرمایا: **وَأَنْفِقُوا مِنْ مَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ ۚ فَأَصَّدَّقِي ۚ وَ أَكُنْ مِنَ الصَّاحِبِينَ ۝ وَكُنْ يُؤَخَّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝** (المنفقون 63: 10, 11) ”اور جو (مال) ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے اس (وقت) سے پیشتر خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی ایک کی موت آ جائے تو (اس وقت) کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار! تو نے مجھے تھوڑی سی مدت تک مزید مہلت کیوں نہ دی تاکہ میں خیرات کر لیتا اور نیک لوگوں میں داخل ہو جاتا، اور جب کسی کی موت آ جاتی ہے تو اللہ اس کو ہرگز مہلت نہیں دے گا اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔“ اور فرمایا: **وَأَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا رَبَّنَا أَخِّرْنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ ۚ نُجِبْ**

① جامع الترمذی، الصلاة، باب ما يقول عند افتتاح الصلاة، حدیث: 242 و سنن أبی داود، الصلاة، باب من رأى

الاستفحاح.....، حدیث: 775 عن أبی سعید الخدری..... ② سنن أبی داود، الوتر، باب فی الاستعاذة، حدیث: 1552

وسنن النسائی، الاستعاذة، باب الاستعاذة من التردی.....، حدیث: 5533 عن كعب بن عمرو أبی یسر.....

دَعْوَتَكَ وَتَتَّبِعَ الرَّسُولَ اَوْ لَمْ تَكُنْ تُوَا۟ا۟ اَقْسَبْتُمْ مِّنْ قَبْلِ مَا لَكُم مِّنْ زَوَالٍ ۚ ﴿١٠٠﴾ (ابراہیم 44:14) ”اور (اے نبی!) لوگوں کو اس دن سے آگاہ کر دو جب ان پر عذاب آجائے گا تب ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں تھوڑی سی مہلت عطا کرتا کہ ہم تیری دعوت (توحید) قبول کریں اور (تیرے) پیغمبروں کے پیچھے چلیں (تو جواب ملے گا) کیا تم پہلے قسمیں نہیں کھایا کرتے تھے کہ تمہیں کوئی زوال نہیں۔“ اور فرمایا: ﴿يَوْمَ يَأْتِي تَاوِيلُهُ يَقُولُ الَّذِيْنَ نَسُوهُ مِنْ قَبْلٍ قَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَاءَ فَيَشْفَعُو۟ا۟ لَنَا اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلْ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۚ﴾ (الاعراف 7:53) ”جس دن اس کا انجام سامنے آئے گا تو جو لوگ اس کو پہلے سے بھولے ہوئے تھے، وہ بول اٹھیں گے کہ بے شک ہمارے پروردگار کے رسول حق لے کر آئے تھے، بھلا (آج) ہمارے کوئی سفارشی ہیں کہ وہ ہمارے حق میں سفارش کریں یا ہم (دنیا میں) پھر لوٹا دیے جائیں تو جو عمل (بد) ہم (پہلے) کرتے تھے (وہ نہ کریں) ان کے سوا اور (نیک) عمل کریں.....“ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَوْ تَرَىٰ اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُو۟ا۟ رُءُو۟سِهِمْ عِنۡدَ رَبِّهِمْ ۚ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَسِعْنَا فَاَرْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًاۭ اِنَّا مُوقِنُوْنَ ۝﴾ (السجدة 32:12) ”اور کاش! آپ دیکھیں کہ جب گناہ گار اپنے پروردگار کے سامنے سر جھکائے ہوں گے (اور کہیں گے) کہ ہمارے پروردگار! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا، لہذا ہمیں (دنیا میں) واپس بھیج دے کہ ہم نیک عمل کریں، بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَوْ تَرَىٰ اِذِ وَقَفُو۟ا۟ عَلَى النَّارِ فَقَالُو۟ا۟ يٰكَيْفَ تَنۡزِلُو۟ا۟ وَلَا تُكَذِّبُ يٰاٰیٰتِ رَبِّنَا وَتَكُو۟نُ مِنَ الْمُؤْمِنِيۡنَ ۝﴾ (الانعام 6:27، 28) ”کاش! آپ (ان کو اس وقت) دیکھیں جب یہ آتش (دوزخ کے کنارے) پر کھڑے کیے جائیں گے اور کہیں گے کہ اے کاش! ہم پھر (دنیا میں) لوٹا دیے جائیں تاکہ اپنے پروردگار کی آیتوں کی ہرگز تکذیب نہ کریں اور مومن ہو جائیں۔ ہاں، یہ جو کچھ پہلے چھپایا کرتے تھے (آج) ان پر ظاہر ہو گیا ہے۔ اور اگر وہ (دنیا میں) لوٹائے بھی جائیں تو جن (کاموں) سے ان کو منع کیا گیا تھا وہی پھر کرنے لگیں، کچھ شک نہیں کہ یہ جھوٹے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَتَرَىٰ الظَّٰلِمِيۡنَ لَبَّآۤ اَرۡاَ۟ا۟ الْعَذَابَ يَقُو۟نَ هَلْ اِلٰی مَرَدٍّ مِّنۡ سَبِيۡلٍ ۚ﴾ (الشوریٰ 42:44) ”اور آپ ظالموں کو دیکھیں کہ جب وہ (دوزخ کا) عذاب دیکھیں گے تو کہیں گے: کیا (دنیا میں) واپس جانے کی کوئی سبیل ہے؟“ اور فرمایا: ﴿قَالُو۟ا۟ رَبَّنَاۤ اَمَتْنَا اِثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اِثْنَتَيْنِ فَاَعْتَرَفْنَا بِذُنُوۡبِنَاۤ اَفَهَلْ اِلٰی خُرُوۡجٍ مِّنۡ سَبِيۡلٍ ۝﴾ (المؤمن 40:11، 12) ”وہ کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! تو نے ہم کو دو دفعہ موت دی اور دو دفعہ زندہ کیا، ہم اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں، کیا یہاں سے نکلنے کی کوئی سبیل ہے؟ (فرمایا جائے گا: نہیں) اس لیے کہ جب تباہ اللہ کو پکارا جاتا تھا تو تم انکار کر دیتے تھے اور اگر اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جاتا تھا تو تسلیم کر لیتے تھے اب حکم تو اللہ ہی کا ہے جو بلند و بالا، بہت بڑا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَهُمْ يَصْطَرِخُوۡنَ فِيۡهَا ۚ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًاۭ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۚ اَوْ لَمْ نَعْبُدْكُمۡ مَا يَتَذَكَّرُ فِيۡهِ مَنۡ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ التَّنۡذِيۡرُ ۚ فَذُقُو۟ا۟ فَمَا لِلظَّٰلِمِيۡنَ مِنْ نَّصِيۡرٍ ۝﴾

(فاطر 35:37) ”اور وہ اس میں چلائیں گے (اور کہیں گے) کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو نکال لے، (اب) ہم نیک عمل کریں گے نہ کہ وہ جو (پہلے) کرتے تھے (اللہ فرمائے گا): کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اس میں جو نصیحت حاصل کرنا چاہتا تھا حاصل کر لیتا، اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا تو تم (عذاب کے مزے) چکھو، ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔“

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان تمام آیات کریمہ میں بیان فرمایا ہے کہ یہ لوگ سوال کریں گے کہ انہیں ایک بار پھر دنیا میں لوٹا دیا جائے مگر موت کے وقت یا قیامت کے دن جب یہ سب جبار کے ہاں پیش ہوں گے یا جب جہنم رسید ہوں گے اور دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہو جائیں گے تو اس وقت ان کی یہ خواہش پوری نہیں کی جائے گی۔ یہاں فرمایا: ﴿كَذَٰلِكَ إِنَّمَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا﴾ ”ہرگز نہیں! یہ ایک بات ہے جسے وہ کہنے والا ہے (اور اس کے ساتھ عمل نہیں ہوگا۔)“ ﴿كَذَٰلِكَ﴾ حرفِ زبر و تنوین ہے، یعنی اس کے مطالبے کو ہم ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ ﴿إِنَّمَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا﴾ ”یقیناً یہ ایک (ایسی) بات ہے جسے وہ (زبان سے) کہہ رہا ہوگا۔“ یعنی جو یہ سوال کر رہا ہوگا کہ اسے ایک بار پھر دنیا میں لوٹا دیا جائے تاکہ نیک عمل کرے تو یہ محض اس کی زبان کی بات ہوگی جس کے مطابق عمل نہیں ہوگا کیونکہ اگر اسے دنیا میں لوٹا بھی دیا جائے تو وہ پھر بھی نیک عمل نہیں کرے گا کیونکہ وہ یہ جھوٹ بول رہا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَكُودُوا لَعَادُوا لِمَا هُمْ عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ﴾ (الأنعام 28:6) ”اور اگر انہیں واپس بھیج دیا جائے تو بھی وہی کام کریں گے جن سے انہیں روکا گیا تھا، اور کچھ شک نہیں کہ وہ جھوٹے ہیں۔“ قنادہ فرماتے ہیں کہ واللہ! وہ یہ تمنا نہیں کرے گا کہ اپنے اہل و عیال اور خاندان کی طرف واپس جائے اور نہ یہ خواہش کرے گا کہ وہ دنیا جمع کر کے اپنی خواہشات کو پورا کرے بلکہ وہ یہ تمنا کرے گا کہ دنیا میں واپس آ کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے مطابق عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو دنیا میں پہلے ہی ایسے عمل کرتا ہے کافر جس کی تمنا دوزخ کا عذاب دیکھ کر کرے گا۔

برزخ اور اس کا عذاب: ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمْ بِرَزْخٍ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ﴾ ”اور ان کے آگے ایک پردہ ہے اس دن تک جب وہ (دوبارہ) اٹھائے جائیں گے۔“ ابوصالح وغیرہ نے کہا ہے کہ ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمْ﴾ کے معنی ان کے آگے کے ہیں۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ برزخ دنیا اور آخرت کے درمیان پردہ ہے۔^(۱) محمد بن کعب کا قول ہے کہ برزخ دنیا و آخرت کے بین بین ہے نہ وہ اہل دنیا کے ساتھ ہے کہ کھائیں پیئیں اور نہ اہل آخرت کے ساتھ کہ انہیں ان کے اعمال کی جزا دی جائے۔^(۲) ابوہریرہ کہتے ہیں کہ برزخ سے مراد قبر ہے کہ اہل قبور نہ دنیا میں ہیں اور نہ آخرت میں، قیامت کے دن تک وہ اپنی قبروں ہی میں مقیم رہیں گے۔^(۳) ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمْ بِرَزْخٍ﴾ ”اور ان کے آگے ایک پردہ ہے۔“ ان ظالموں کو عذاب برزخ کے ساتھ سرزنش کی جا رہی ہے جن کے پاس موت آ جاتی ہے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمْ جَهَنَّمَ﴾ (الحاثیہ 10:45) ”ان کے سامنے دوزخ ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمْ عَذَابٌ غَلِيظٌ﴾ (ابراہیم 17:14) ”اور اس کے آگے سخت عذاب ہوگا۔“

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ﴿١٠١﴾ فَمَنْ ثَقُلَتْ

بھری جب صور میں پھونکا جائے گا تو اس دن نہ ان میں رشتے داریاں رہیں گی اور نہ وہ باہم سوال کریں گے ﴿١٠١﴾ پھر جس کے پلڑے

مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٢﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا

بھاری ہو گئے تو وہی فلاح پانے والے ہیں ﴿١٠٢﴾ اور جس کے پلڑے ہلکے ہو گئے تو وہی ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا،

أَنْفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿١٠٣﴾ تَلْفَحُ وُجُوهُهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ﴿١٠٤﴾

وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے ﴿١٠٣﴾ آگ ان کے چہرے جھلس دے گی، اور وہ اس میں بد شکل ہوں گے ﴿١٠٤﴾

﴿١٠١﴾ اِلَى يَوْمٍ يُبْعَثُونَ ﴿١٠٢﴾ ”اس دن تک جب وہ (دوبارہ) اٹھائے جائیں گے۔“ یعنی قیامت کے دن تک عذاب جاری رہے گا جیسا کہ حدیث میں بھی آیا ہے کہ [فَلَا يَزَالُ فِيهَا مُعَذَّبًا] ”اسے زمین کے اندر ہمیشہ عذاب ہوتا رہے گا۔“ ﴿١٠١﴾

تفسیر آیات: 104-101

نفخ صور اور وزن اعمال: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جب صور میں نفخہ نشور پھونکا جائے گا اور لوگ اپنی قبروں سے باہر

آجائیں گے تو ﴿١٠١﴾ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ﴿١٠٢﴾ ”نہ تو ان میں قرابتیں رہیں گی اور نہ ایک دوسرے کو

پوچھیں گے۔“ یعنی اس دن نہ تو قرابتیں کام آئیں گی اور نہ کوئی والد اپنی اولاد کا پرسان حال ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿١٠١﴾ وَلَا يَسْأَلُ حَبِيبٌ حَبِيبًا ﴿١٠٢﴾ يَبْصُرُونَهُمْ ﴿١٠٣﴾ (المعارج 11، 10: 70) ”اور نہ کوئی جگری دوست کسی جگری دوست کو پوچھے گا،

حالانکہ وہ انہیں دکھلا بھی دیے جائیں گے۔“ یعنی کوئی قرابت دار کسی قرابت دار کا پرسان حال نہ ہوگا، حالانکہ وہ اسے دیکھ رہا

ہوگا، خواہ اس پر اتنے بوجھ ہوں جو اس کی کمر کو دوہرا کر کے رکھ دیں اور خواہ وہ دنیا میں اسے کتنا ہی عزیز کیوں نہ تھا مگر اب وہ

اس کی طرف ذرہ بھر التفات نہیں کرے گا اور نہ چھڑ کے پر کے برابر اس کے بوجھ کو اٹھائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿١٠١﴾

يَفْقَرُ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۖ وَأُخُوهُ ۖ وَأَبِيهِ ۖ وَصَاحِبَتِهِ ۖ وَبَنِيهِ ۖ ﴿١٠٢﴾ (عبس 34-36) ”اس دن آدمی اپنے بھائی سے

(دور) بھاگے گا اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹے سے (بھی)۔“

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پہلے اور پچھلے تمام لوگوں کو جمع کرے گا اور پھر ایک منادی کرنے

والا یہ اعلان کرے گا کہ لوگو! جس پر ظلم ہوا ہو وہ آئے اور اپنا حق وصول کر لے تو اس وقت ہر شخص خوش ہوگا کہ اس کے والد یا

بیٹے یا بیوی پر حق ہے، خواہ وہ حق کتنا چھوٹا ہی کیوں نہ ہو اور اس کی تائید اللہ تعالیٰ کی کتاب سے اس طرح ہوتی ہے: ﴿١٠١﴾

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ﴿١٠٢﴾ ”پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو نہ تو ان میں قرابتیں

رہیں گی اور نہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔“ اسے امام ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے۔ ﴿١٠٢﴾ اور فرمایا: ﴿١٠١﴾ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ

فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٢﴾ ”پھر جس کے پلڑے بھاری ہو گئے تو وہی فلاح پانے والے ہیں۔“ یعنی جن کی نیکیاں برائیوں

① جامع الترمذی، الحناظر، باب ماجاء فی عذاب القبر، حدیث: 1071 وصحیح ابن حبان، الجنائز، ذکر الإخبار عن

اسم الملکین 386/7: عن أبی هريرة ؓ . ② تفسیر البغوی 624/1 و تفسیر الطبری: 71/18 .

اَلَمْ تَكُنْ اٰیَتِیْ تُثَلِّیْ عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ قَالُوْا رَبَّنَا عَلَبْتَ عَلَیْنَا

(کہا جائے گا: کیا تم پر میری آیات تلاوت نہیں کی جاتی تھیں، پھر تم ان کو جھٹلادیا کرتے تھے؟ ﴿۱۰۵﴾ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہماری بدبختی ہم پر

شَقُوْنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّیْنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاَنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

غالب آگئی، اور (واقعی) ہم لوگ گمراہ تھے ﴿۱۰۶﴾ اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال، پھر اگر ہم لوٹیں (دوبارہ وہی کریں) تو بلاشبہ ہم ظالم ہوں گے ﴿۱۰۷﴾

سے بڑھ جائیں۔ خواہ ایک نیکی ہی بڑھ جائے، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔^①

قَالُوْلَیْكَ هُمُ الْمٰفِلِحُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ ”پس یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“ یعنی وہ کامیاب ہوں گے، جہنم سے نجات پا

جائیں گے اور جنت میں داخل ہوں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے جس چیز کو طلب کیا تھا اس کے

حصول میں کامیاب ہوں گے اور جس شر سے یہ بھاگے تھے اسی سے نجات پا جائیں گے۔ ﴿۱۰۸﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهُ ﴿۱۰۹﴾ ”اور

جن کے پلڑے ہلکے ہو گئے۔“ یعنی ان کی برائیاں، نیکیوں سے زیادہ وزنی ہوں گی۔ ﴿۱۰۹﴾ قَالُوْلَیْكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ ﴿۱۱۰﴾

”تو وہی ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا۔“ یعنی انہوں نے نقصان اٹھایا اور وہ خائب و خاسر ہو گئے، اسی لیے

فرمایا: ﴿۱۱۰﴾ فِیْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ”ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔“ یعنی وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور اس سے کبھی

ہل نہ سکیں گے۔ ﴿۱۱۱﴾ تَلْفَحْ وُجُوْهُمْ النَّارُ ﴿۱۱۲﴾ ”آگ ان کے منہوں کو کھلس دے گی۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿۱۱۲﴾ وَتَغْشٰی وُجُوْهُمْ

النَّارُ ﴿۱۱۳﴾ (ابراہیم 50:14) ”اور آگ ان کے منہوں کو ڈھانپ رہی ہوگی۔“ اور فرمایا: ﴿۱۱۳﴾ لَوْ یَعْلَمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا حِیْنَ

لَا یَكْفُوْنَ عَنْ وُجُوْهِهِمُ النَّارُ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ ﴿۱۱۴﴾ (الانبیاء 39:21) ”اے کاش! کافراں وقت کو جانیں جب وہ

اپنے منہوں پر سے (دوزخ کی) آگ کو ہٹا نہیں سکیں گے اور نہ اپنی پیٹھوں پر سے۔“ ﴿۱۱۴﴾ وَهُمْ فِیْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ ”اور وہ

اس میں بد شکل ہوں گے۔“ علی بن ابوطلمح نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿۱۱۵﴾ كٰلِحُوْنَ کے معنی ہیں تیوری

چڑھائے ہوں گے۔^②

تفسیر آیات: 105-107

دوزخیوں کو سرنش: اللہ تعالیٰ دوزخیوں کو ان کے کفر، گناہ، محرمات کے ارتکاب اور ان بڑی بڑی باتوں کی وجہ سے جنہوں

نے انہیں تباہ و برباد کر دیا تھا، سرنش کرتے ہوئے فرمائے گا: ﴿۱۰۵﴾ اَلَمْ تَكُنْ اٰیَتِیْ تُثَلِّیْ عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۰۶﴾

”کیا تم پر میری آیات تلاوت نہیں کی جاتی تھیں، پھر تم ان کو جھٹلادیا کرتے تھے۔“ یعنی میں نے تمہاری طرف رسول بھیجے،

کتابیں نازل کیں، تمہارے شکوک و شبہات کو دور کر دیا حتیٰ کہ تمہارے پاس کوئی دلیل بھی باقی نہ بچی جسے تم اپنے موقف کی

تائید میں پیش کر سکو جیسا کہ فرمایا: ﴿۱۰۶﴾ لَئَلَّا یَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلٰی اللّٰهِ حُجَّةٌۢۤ اَعَدَّ الرَّسُوْلُ ط (النساء 165:4) ”تا کہ

پیغمبروں (کے آنے) کے بعد لوگوں کے لیے اللہ کو الزام دینے کی کوئی گنجائش نہ رہے۔“ اور فرمایا: ﴿۱۰۷﴾ وَمَا كُنَّا مُعْذِرِیْنَ حَتّٰی

نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ (بنی اسرائیل 15:17) ”اور جب تک ہم پیغمبر نہ بھیج لیں عذاب نہیں دیا کرتے۔“ اور یہ بھی فرمایا: ﴿۱۰۹﴾ كَلِمًا

قَالَ اخْسَوْا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُون ۝۱۰۸ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِي يَقُولُوْنَ رَبَّنَا اَمَّا

اللہ فرمائے گا: اسی (جہنم) میں ذلیل و خوار (پڑے) رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو ۝۱۰۸ بے شک میرے بندوں میں ایک گروہ تھا جو کہتے تھے: اے

فَاَغْفِرْ لَنَا وَاَرْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّحِيْمِيْنَ ۝۱۰۹ فَاتَّخَذْتُوْهُمْ سَخِرِيًّا حَتّٰى اَنْسُوْكُمْ

ہمارے رب! ہم ایمان لائے، لہذا تو ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم کر، اور تو ہی سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے ۝۱۰۹ پھر تم نے انہیں ہنسی مذاق

ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ۝۱۱۰ اِنِّیْ جَزَيْتُهُمُ الْیَوْمَ بِمَا صَبَرُوْا اِنَّهُمْ هُمُ

بنا لیا تھا، حتیٰ کہ انہوں نے تمہیں میری یاد بھلا دی تھی، اور تم ان پر ہنسا کرتے تھے ۝۱۱۰ بلاشبہ میں نے آج انہیں ان کے صبر کا بدلہ دے دیا ہے کہ

الْفَايِزُوْنَ ۝۱۱۱

بے شک وہی کامیاب ہیں ۝۱۱۱

اَفْلَحَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَا اَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝۱۱۲ قَالُوْا بَلٰی قَدْ جَاءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ

شَيْءٍ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۝۱۱۳ قَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝۱۱۴ فَاعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ ؕ

فَسُحِقًا لَّا صٰحِبِ السَّعِيْرِ ۝۱۱۵ (الملک 8: 67-11) ”جب اس میں کوئی جماعت ڈالی جائے گی تو دوزخ کے داروغے ان سے

پوچھیں گے: کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! ضرور ڈرانے والا ہمارے پاس آیا تھا

لیکن ہم نے اس کو جھٹلا دیا اور کہا کہ اللہ نے تو کوئی چیز نازل ہی نہیں کی، تم تو بڑی غلطی میں (پڑے ہوئے) ہو اور کہیں گے: اگر

ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو دوزخیوں میں نہ ہوتے تو انہوں نے اپنے گناہ کا اعتراف کر لیا، پس دوزخیوں کے لیے دوری ہے۔“

اس لیے وہ کہیں گے: ﴿رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّیْنَ ۝۱۱۶﴾ ”اے ہمارے پروردگار! ہم پر ہماری کم

بختی غالب ہوگئی اور (واقعی) ہم گمراہ لوگ تھے۔“ یعنی ہم پر جہنم قائم ہوگئی تھی لیکن ہم بد بخت تھے، اسی لیے ہم نے دلیل و حجت

کو تسلیم نہ کیا، اس لیے ہم راہ راست سے بھٹک گئے اور ہمیں توفیق نہ ملی کہ اسے تسلیم کر لیتے، پھر کہیں گے: ﴿رَبَّنَا اَخْرِجْنَا

مِنْهَا ۚ اِنَّ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ۝۱۱۷﴾ ”اے ہمارے پروردگار! ہمیں یہاں سے نکال دے، پھر اگر ہم لوٹیں (دوبارہ وہی

کریں) تو بلاشبہ ہم ظالم ہوں گے۔“ یعنی ہمیں دنیا میں لوٹا دے اور اگر ہم نے پھر پہلے جیسے کام رکھے تو پھر ہم ظالم اور مستحق

عذاب ہوں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰی خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝۱۱۸ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهُ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهُ

كَفَرْتُمْ ؕ وَاِنْ يُشْرَكَ بِهِ تُؤْمِنُوْا ۚ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ۝۱۱۹﴾ (المؤمن 12: 40) ”سو ہم اپنے گناہوں کا اقرار کرتے

ہیں، پھر کیا (اس عذاب سے) نکلنے کی کوئی سبیل ہے؟ تمہیں یہ (عذاب) اس لیے ہے کہ بلاشبہ جب تنہا اللہ کو پکارا جاتا تھا تو تم

انکار کر دیتے تھے اور اگر اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جاتا تھا تو تسلیم کرتے تھے اب تو حکم اللہ ہی کا ہے جو بلند و بالا، بہت بڑا

ہے۔“ یعنی دوزخ سے نکلنے کی اب کوئی سبیل نہیں، اس لیے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے تھے جبکہ مومن اللہ کو وحدہ

لاشریک مانتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا جواب: جب کفار یہ سوال کریں گے کہ انھیں جہنم سے نکال کر ایک بار پھر دنیا میں بھیج دیا جائے تو اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں فرمائیں گے: **اٰخَسُّوْا فِيْهَا** ﴿۹۸﴾ ”اسی میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو۔“ یعنی حقیر و فقیر اور ذلیل و رسوا ہو کر اب جہنم ہی میں رہو۔ **وَلَا تُكَلِّمُوْنَ** ﴿۹۹﴾ ”اور مجھ سے بات نہ کرو۔“ یعنی دوبارہ ایسا سوال بھی نہ کرنا کیونکہ تمہارے لیے میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ **اٰخَسُّوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنَ** ﴿۱۰۰﴾ کے بارے میں عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب کفار کی بات ختم ہو جائے گی تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو جواب ہوگا۔ ^(۱) ابن ابوحاتم نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ دوزخی جہنم کے داروغہ مالک کو بلاتے رہیں گے مگر وہ چالیس سال تک تو ان کو کوئی جواب ہی نہیں دے گا، پھر جب جواب دے گا تو یہ کہے گا: **اِنَّكُمْ مُّكَلِّثُوْنَ** ﴿۱۰۱﴾ (الزحرف 43: 77) ”تم ہمیشہ (اسی حالت میں) رہو گے۔“ تو ان کی یہ پکار بے کار ثابت ہوگی اور اللہ تو مالک سے بھی اوپر ہے بلکہ وہ تو مالک کا پروردگار ہے، پھر وہ رب تعالیٰ کو پکارتے ہوئے کہیں گے: **رَبَّنَا عَلِمْتَ عَلَيْنَا شَفُوْنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ** ﴿۱۰۲﴾ **رَبَّنَا اٰخِرُجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظَالِمُوْنَ** ﴿۱۰۳﴾ (المؤمنون 106: 107) ”اے ہمارے پروردگار! ہم پر بھی ہماری کم بختی غالب ہوگئی اور (واقعی) ہم لوگ گمراہ تھے۔ اے ہمارے پروردگار! ہم کو اس میں سے نکال دے اگر ہم پھر (ایسے کام) کریں تو ہم ظالم ہوں گے۔“ تمام دنیا کی جس قدر عمر ہوگی اس سے دو گنے عرصے تک اللہ تعالیٰ سکوت فرمائے گا، پھر ان کو جواب دیتے ہوئے فرمائے گا: **اٰخَسُّوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنَ** ﴿۱۰۴﴾ ”اسی میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔“ اس کے بعد واللہ! وہ زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکال سکیں گے، بس جہنم میں چلاتے اور دھاڑتے رہیں گے اور ان کی آوازیں گدھے کی آوازوں جیسی ہوں گی، پہلے چلائیں گے، پھر دھاڑیں گے۔ ^(۲)

پھر اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں ان کے کیے ہوئے گناہ اور مومن بندوں اور اللہ کے دوستوں کے ساتھ کیے ہوئے ان کے مذاق کو یاد دلاتے ہوئے فرمائے گا: **اِنَّهٗ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَمْنًا فَاَعْفِرْ لَنَا وَاَرْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ** ﴿۱۰۵﴾ **فَاَتَّخَذَتْهُمْ سَخِرًا** ﴿۱۰۶﴾ ”بے شک میرے بندوں میں ایک گروہ تھا جو کہتے تھے: اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لائے، لہذا تو ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو ہی سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے پھر تم ان سے تمسخر کرتے تھے۔“ وہ جب مجھے پکارتے اور میرے حضور آہ و زاری کیا کرتے تھے تو تم ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ **حَتّٰی اَسْأَلُوْكُمْ ذِكْرًا** ﴿۱۰۷﴾ ”یہاں تک کہ انھوں نے تمہیں میری یاد بھلوا دی۔“ یعنی ان کے ساتھ بغض میں تم اس حد تک چلے گئے کہ میرے معاملے کو بھی بھول گئے۔ **وَلَكُنْتُمْ فَنَهُم مِّنْهُمْ تَصْحٰوْنُ** ﴿۱۰۸﴾ ”اور تم ان پر ہنسا کرتے تھے۔“ ان کے اعمال اور ان کی عبادت کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ جیسا کہ فرمایا: **اِنَّ الَّذِيْنَ اٰجَرَمُوْا كَاٰوُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَصْحٰوْنُ** ﴿۱۰۹﴾ **وَإِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ** ﴿۱۱۰﴾ (المطففين 30: 29: 83) ”بلاشبہ گناہ گار (دنیا میں) مومنوں سے ہنسی کیا کرتے تھے اور جب وہ ان (مسلمانوں) کے پاس سے گزرتے تو آپس میں آنکھوں سے اشارے کرتے تھے۔“ یعنی ان کا مذاق اڑاتے ہوئے اشارے کرتے، پھر اللہ تعالیٰ نے

قُلْ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ ﴿١١٢﴾ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسَلِّ

اللہ فرمائے گا: زمین میں تم کتنے سال رہے؟ ﴿١١٢﴾ وہ کہیں گے: ہم ایک دن یا دن کا بھی کچھ حصہ رہے، کتنی کرنے والوں سے پوچھ

الْعَادِينَ ﴿١١٣﴾ قُلْ إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا لَّوْ أَنْتُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١١٤﴾ أَفَحَسِبْتُمْ أَنْبَا

لیجے ﴿١١٣﴾ اللہ فرمائے گا: (واقعی) تم تھوڑا سا وقت ہی رہے، کاش! تم (یہ بات دنیا میں) جانتے ہوتے ﴿١١٤﴾ کیا تم نے سمجھا تھا کہ ہم نے

خَلَقْنَكُمْ عَبَثًا وَأَنْتُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴿١١٥﴾ فَتَعَلَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا إِلَهَ إِلَّا

تمہیں بے فائدہ پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے ﴿١١٥﴾ چنانچہ بلند و بالا اللہ حقیقی بادشاہ ہے، اس کے سوا کوئی

هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ ﴿١١٦﴾

معبود نہیں، وہ معزز و کرم عرش کا رب ہے ﴿١١٦﴾

اپنے دوستوں اور نیک بندوں کو جس جزا سے نوازا اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿إِنِّي جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوا﴾ ”بلاشبہ آج میں نے انہیں ان کے صبر کا بدلہ دے دیا۔“ یعنی اس صبر کا جو انھوں نے تمھاری ایذا رسانیوں اور تمھارے نفی اڑانے پر کیا تھا۔ ﴿أَنَّهُمْ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾ ”بے شک وہی کامیاب ہیں۔“ میں نے انھیں کامیاب بنا کر سعادت، سلامتی، جنت دے کر اور جہنم سے نجات عطا فرمادی ہے۔

تفسیر آیات: 112-116

زندگانی دنیا کی کل مدت: ان لوگوں نے اپنی دنیا کی مختصر سی زندگی کو جو ضائع کر دیا اور اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت میں صرف نہ کیا تو اللہ تعالیٰ انھیں سزا سنائی کرتے ہوئے فرمائے گا کہ اگر یہ لوگ دنیا کی قلیل سی مدت میں صبر کرتے تو یہ بھی اسی طرح کامیاب ہو جاتے جس طرح ان کے دوست اور متقی لوگ کامیاب ہوئے ہیں۔ ﴿قُلْ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ﴾ ﴿١١٢﴾ ”اللہ فرمائے گا: تم زمین میں کتنے سال رہے۔“ یعنی دنیا میں تمھاری اقامت کی مدت کتنی تھی؟ ﴿قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسَلِّ الْعَادِينَ﴾ ﴿١١٣﴾ ”وہ کہیں گے کہ ہم ایک روز یا روز کا بھی کچھ حصہ رہے تھے، شمار کرنے والوں سے پوچھ لیجیے۔“ یعنی شمار کرنے والے اور حساب کرنے والے۔ ﴿قُلْ إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا﴾ ”اللہ فرمائے گا: وہاں تم (بہت ہی) کم رہے۔“ تو دنیا نے فانی کو ابدی اور سرمدی آخرت پر ترجیح نہ دیتے اور اپنے لیے یہ برا تصرف اختیار نہ کرتے اور نہ اس قلیل سی مدت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے مستحق ٹھہرتے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت پر صبر کرتے جس طرح مومنوں نے کیا تھا تو تم بھی کامیاب ہو جاتے جس طرح مومن کامیاب ہو گئے ہیں۔

ابن ابوحاتم نے صفوان سے روایت کیا ہے اور انھوں نے ایفیع بن عبدالکلاعی سے سنا جبکہ وہ لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

[إِنَّ اللَّهَ لَمَّا أَدْخَلَ أَهْلَ الْحَنَّةِ النَّارَ وَالنَّارِ النَّارَ وَقَالَ: يَا أَهْلَ الْحَنَّةِ! كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ؟ قَالُوا: لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ، قَالَ: لَنِعْمَ مَا اتَّخَرْتُمْ فِي يَوْمٍ أَوْ بَعْضِ يَوْمٍ، رَحْمَتِي وَرِضْوَانِي وَ

وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ ط

اور جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں، تو صرف اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے، بے شک

إِنَّهُ لَا يَفْلَحُ الْكَافِرُونَ ﴿١١٧﴾ وَقُلْ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّحِيمِينَ ﴿١١٨﴾ ع

کافر فلاح نہیں پائیں گے ﴿۱۱۷﴾ اور آپ کہیں: اے میرے رب! میری مغفرت فرما، اور (مجھ پر) رحم فرما، اور تو ہی سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے ﴿۱۱۸﴾

جَنَّتِي اُمُكْتُوَا فِيهَا خَالِدِينَ، ثُمَّ يَقُولُ: يَا أَهْلَ النَّارِ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ؟ قَالُوا: لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ، فَيَقُولُ: بئس مَا تَحَرَّيْتُمْ فِي يَوْمٍ أَوْ بَعْضِ يَوْمٍ، نَارِي وَسُحُطِي اُمُكْتُوَا فِيهَا خَالِدِينَ مُحَلَّدِينَ

”بے شک اللہ تعالیٰ جب اہل جنت کو جنت میں اور اہل دوزخ کو دوزخ میں داخل کر دے گا تو وہ فرمائے گا کہ اے اہل جنت! تم زمین میں کتنے برس رہے؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم وہاں ایک روز یا ایک روز سے بھی کم رہے۔ اللہ فرمائے گا کہ وہ بہت اچھی تجارت ہے جو تم نے ایک روز یا ایک روز سے بھی کم عرصے میں کی تھی اور اس طرح تم نے میری رحمت، میری خوشنودی اور میری جنت کو حاصل کر لیا، لہذا اب تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنت میں رہو گے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے دوزخیو! تم زمین میں کتنے برس رہے تھے؟ وہ بھی یہی جواب دیں گے کہ ہم ایک روز یا ایک روز سے بھی کم عرصہ رہے تھے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ وہ بہت بری تجارت ہے جو تم نے ایک روز یا ایک روز سے بھی کم مدت میں کی تھی اور اس طرح تم نے میری دوزخ اور میری ناراضی کو حاصل کر لیا، لہذا اب تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ ہی میں رہو گے۔“ ﴿۱۱۸﴾

اللہ نے بندوں کو بے فائدہ نہیں پیدا فرمایا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا﴾ ”کیا پھر تم نے سمجھا تھا کہ ہم نے تمہیں بے فائدہ پیدا کیا ہے۔“ یعنی کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم بے فائدہ پیدا کیے گئے ہو اور جس طرح تمہاری تخلیق میں تمہارا کوئی قصد و ارادہ نہیں، اسی طرح تم گمان کرتے ہو کہ اس میں ہماری کوئی حکمت بھی کارفرما نہیں۔ عبث کے یہ معنی بھی بیان کیے گئے ہیں کہ تم کھیل کود میں زندگی بسر کر دو جس طرح کہ جانوروں کی زندگی ہے اور انہیں کوئی ثواب و عذاب نہ ہوگا، حالانکہ ہم نے تمہیں اپنی عبادت اور اپنے احکام کی بجا آوری کے لیے پیدا کیا ہے۔ ﴿وَأَلَّكُمُ الْبَيْنَا لَا تَرْجِعُونَ﴾ ﴿۱۱۹﴾ ”اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے۔“ یعنی تم یہ بھی خیال کرتے ہو کہ آخرت میں تم ہمارے پاس لوٹ کر نہیں آؤ گے جیسا کہ فرمایا: ﴿أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى﴾ (القیصۃ: 36:75) ”تو کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے یونہی بے کار (بغیر حساب کتاب) چھوڑ دیا جائے گا۔“ یعنی مہمل چھوڑ دیا جائے گا۔

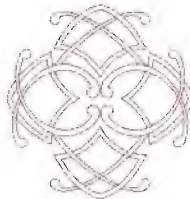
اور فرمایا: ﴿فَتَعَلَّى اللَّهُ الْمَلِکَ الْحَقُّ﴾ ”سو بلند و بالا اللہ، سچا بادشاہ ہے۔“ یعنی وہ اس سے پاک ہے کہ کسی چیز کو بے فائدہ پیدا فرمائے کیونکہ اس سچے بادشاہ کی شان اس سے بہت بلند ہے۔ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ﴾ ﴿۱۲۰﴾ ”اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی عرش بزرگ کا رب ہے۔“ عرش کا ذکر اس لیے کیا کہ وہ تمام مخلوقات کی چھت ہے اور اس کی صفت

بیان کی ہے کہ وہ کریم، یعنی شکل و صورت کے اعتبار سے بے حد حسین و جمیل ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿اَنْبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ﴾ (الشعراء 7: 26) ”ہم نے اس میں ہر قسم کی نفیس چیزیں اگائی ہیں۔“

تفسیر آیات: 117، 118

شُرک ظلم عظیم ہے: اللہ تعالیٰ نے برے انجام سے ڈراتے ہوئے فرمایا ہے کہ جو کسی غیر کو اس کا شریک بنائے اور غیر اللہ کی عبادت کرے اور خبردار فرمایا کہ جس نے اللہ کے ساتھ سا جھی بنایا ﴿لَا بُرْهَانَ لَهُ﴾ یعنی اس کے پاس اپنی بات کی کوئی دلیل نہیں، پس فرمایا: ﴿وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ﴾ ”اور جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں۔“ یہ جملہ معترضہ ہے اور جواب شرط یہ ہے: ﴿فَاتِمَّا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ ط﴾ ”تو اس کا حساب بس اس کے رب کے پاس ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ ہی اس سے حساب لے گا اور فرمایا: ﴿إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ﴾ ”کچھ شک نہیں کہ کافر کامیابی نہیں پائیں گے۔“ یعنی اس کے ہاں قیامت کے دن کافروں کے لیے فلاح و نجات نہ ہوگی۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقُلْ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّحِيْمِيْنَ﴾ ”اور (اے پیغمبر!) آپ کہیں: اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے اور (مجھ پر) رحم فرما اور تو ہی سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی رہنمائی فرماتے ہوئے انھیں یہ دعا سکھائی ہے۔ ”مغفرت“ کا لفظ جب مطلق استعمال ہو تو اس کے معنی گناہ کے منادینے اور اسے لوگوں سے چھپا دینے کے ہوتے ہیں اور ”رحمت“ کے یہاں معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ صحیح اقوال و افعال کے بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔

سورہ مومنون کی تفسیر اختتام پذیر ہوئی۔



تفسیر سُورَةُ نُور

یہ سورت مدنی ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

سُورَةُ أَنْزَلْنَاهَا وَفَرَضْنَاهَا وَأَنْزَلْنَا فِيهَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ①

(یہ) ایک سورت ہے، ہم نے اسے نازل کیا اور ہم نے اس (کے احکام) کو فرض کیا ہے، اور ہم نے اس میں واضح آیات نازل کیں، تاکہ تم نصیحت

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِيَ فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا

حاصل کرو ① چنانچہ زانیہ عورت اور زانی مرد، ان دونوں میں سے ہر ایک کو تم سو کوڑے مارو، اور اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اللہ کے

رَأْفَةً فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَيَشْهَدُ عَذَابُهُمَا

دین (پر عمل کرنے) کے معاملے میں تمہیں ان دونوں (زانی اور زانیہ) پر قطعاً ترس نہیں آنا چاہیے اور مومنوں میں سے ایک گروہ ان دونوں کی سزا کے

طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ②

وقت موجود ہونا چاہیے ②

تفسیر آیات: 2، 1

سورہ نور کی اہمیت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿سُورَةُ أَنْزَلْنَاهَا﴾ ”(یہ ایک) سورت ہے جسے ہم نے نازل کیا۔“ اس کا یہ معنی نہیں کہ دوسری سورتوں کو اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں فرمایا بلکہ اس سورت کے ساتھ خاص اہتمام کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ [وَفَرَضْنَاهَا] ”اور ہم نے اُس (کے احکام) کو بیان کر دیا۔“ مجاہد و قتادہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس میں حلال و حرام، امر و نہی اور حدود کو بیان کر دیا ہے۔ ① امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے اسے ﴿فَرَضْنَاهَا﴾ پڑھا ہے تو ان کی قراءت کے مطابق اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم نے اس کے احکام تم پر اور تمہارے بعد آنے والے لوگوں پر فرض قرار دے دیے ہیں۔ ② ﴿وَأَنْزَلْنَا فِيهَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ﴾ ”اور ہم نے اس میں واضح آیتیں نازل کیں۔“ جو بالکل غیر مبہم اور واضح ہیں۔

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2516/8. ② صحیح البخاری، التفسیر، سورہ النور، قبل الحديث: 4745.

لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ① ”تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔“

زنا کی حد کا بیان: ارشاد باری تعالیٰ ہے: **الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةً جَلْدَةٍ** ”پس بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والا مرد (جب ان کی بدکاری ثابت ہو جائے) تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو تم سوڈڑے مارو۔“ اس آیت کریمہ میں زانی کی حد کو بیان کیا گیا ہے اور اس مسئلے میں تفصیل ہے کہ زانی یا تو کنوارا ہوگا، یعنی اس نے شادی نہیں کی ہوگی یا وہ محسن ہوگا، محسن سے مراد وہ ہے جس نے نکاح صحیح میں مباشرت کی ہو اور وہ آزاد، بالغ اور عاقل ہو، اگر وہ کنوارا غیر شادی شدہ ہو تو اس کی حد سوڈڑے ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں مذکور ہے، علاوہ ازیں اسے اپنے شہر سے جلا وطن بھی کر دیا جائے گا جیسا کہ صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے ان دو اعرابیوں کے بارے میں روایت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان میں سے ایک نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میرا یہ بیٹا اس شخص کے ہاں مزدوری کرتا تھا اور اس نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کر لیا ہے تو میں نے اپنے بیٹے کے فدیے میں اسے ایک سو بکری اور ایک باندی دی ہے، میں نے جب اہل علم سے اس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے مجھے بتایا ہے کہ میرے بیٹے کی سزا ایک سوڈڑے اور ایک سال کے لیے جلاوطنی ہے اور اس عورت کی سزا رجم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا أَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللَّهِ، الْوَلِيدَةُ وَالْغَنَمُ رَدٌّ عَلَيْكَ، وَعَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَ تَعْرِيبُ عَامٍ، (و) اَعْدُ يَا اُنَيْسُ! اِلَى امْرَاةٍ هَذَا، فَاِنْ اعْتَرَفَتْ فَاَرْجُمُهَا] ”اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں تم دونوں کا فیصلہ ضرور کتاب اللہ کے مطابق کروں گا، باندی اور بکریاں تجھے واپس مل جائیں گی اور تیرے بیٹے کو ایک سوڈڑوں اور ایک سال کی جلاوطنی کی سزا ملے گی۔ اے انیس! خاندان اسلم کا ایک شخص۔ تم اس شخص کی بیوی کے پاس جاؤ اور اگر وہ اعتراف کر لے تو اسے رجم کر دو۔“ انیس اس عورت کے پاس گئے تو اس نے اعتراف کر لیا اور اسے رجم کر دیا گیا۔ ①

کنوارے اور شادی شدہ زانی مرد و زن کی سزا: یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ زانی اگر غیر شادی شدہ ہو تو اس کی سزا جلاوطنی کے ساتھ ایک سوڈڑے ہے اور اگر وہ محسن ہو، یعنی اس نے نکاح صحیح میں مباشرت کی ہو اور وہ آزاد، بالغ اور عاقل ہو تو اس کی سزا رجم ہے جیسا کہ امام مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور فرمایا: اما بعد، اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ پر کتاب نازل فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر آیت رجم کو بھی نازل فرمایا تھا جسے ہم نے پڑھا اور یاد رکھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا، مجھے ڈر ہے کہ امتداد زمانہ کے بعد کوئی یہ نہ کہے کہ ہم تو کتاب اللہ میں آیت رجم کو نہیں پاتے تو وہ ایک ایسے فریضے کو ترک کرنے کی وجہ سے گمراہ ہو جائیں گے جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تھا۔ کتاب اللہ کے مطابق رجم کی سزا اس شخص کے

① صحیح البخاری، الشروط، باب الشروط التي لا تحل في الحدود، حدیث: 2724، 2725، البیہ قوسین والا حرف بخاری ہی

کی حدیث: 2314، 2315 میں ہے۔ و صحیح مسلم، الحدود، باب من اعترف على نفسه بالزنا، حدیث: 1697، 1698.

لیے برحق ہے جو شادی شدہ مردوں اور عورتوں میں سے زنا کرے، بشرطیکہ شہادت موجود ہو یا حمل ظاہر ہو جائے یا (بجرم اپنے جرم کا) اعتراف کر لے۔^① اسے امام بخاری و مسلم نے صحیحین میں امام مالک رحمہ اللہ کی طویل حدیث کے ضمن میں بیان کیا ہے اور یہ اس طویل حدیث کا کچھ حصہ ہے جو ہمارے مقصود سے متعلق ہے۔^②

حدود نافذ کرنے میں ترس نہ کھاؤ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ﴾ ”اور اللہ کی شرع (کے معاملے) میں تمہیں ان دونوں پر ہرگز ترس نہ آئے۔“ یہاں اللہ کے دین سے مراد اللہ کا حکم ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی شریعت کے حکم کے نافذ کرتے وقت تمہیں ان دونوں پر رحم اور ترس نہیں آنا چاہیے۔ ممانعت اقامت حد کے وقت طبعی نرمی و ترس کی نہیں ہے بلکہ وہ ترس ممنوع ہے جو حاکم کو ترک حد پر آمادہ کرے تو حاکم کے لیے ایسا ترس اور ایسی نرمی جائز نہیں ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اقامت حدود کا معاملہ جب سلطان کے پاس آئے تو حدود کو قائم کر دیا جائے اور انھیں معطل نہ کیا جائے۔^③ سعید بن جبیر اور عطاء بن ابورباح سے بھی اسی طرح مروی ہے۔^④ حدیث میں آیا ہے: [تَعَاَفَا الْحُدُودَ فِيمَا بَيْنَكُمْ، فَمَا بَلَغَنِي مِنْ حَدٍّ فَقَدْ وَجَبَ] ”آپس میں حدود کو معاف کر دو اور جب میرے پاس حد کا کوئی معاملہ آئے گا تو حد (کو نافذ کرنا) یقیناً واجب ہو جائے گا۔“^⑤

اور فرمایا: **إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ** ”اگر تم اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔“ تو زنا کرنے والے پر حد قائم کر دو اور اسے کوڑے مارو مگر بہت زیادہ سختی کے ساتھ نہ مارو کیونکہ مقصود تو یہ ہے کہ اس طرح کا کام کرنے والے دوسرے لوگ اس سے باز آجائیں۔ مسند میں بعض صحابہ کے بارے میں ہے کہ انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے بکری ذبح کرتے ہوئے رحم آ جاتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: [وَلَكَ فِي ذَلِكَ أَجْرٌ] ”تمہیں اس کا بھی ثواب ملے گا۔“^⑥

لوگوں کی موجودگی میں حد قائم کرو: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلْيَشْهَدْ عَذَابُهُمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ”اور چاہیے کہ ان دونوں کی سزا کے وقت مومنوں کی ایک جماعت بھی موجود ہو۔“ جب زنا کرنے والے جوڑے کو لوگوں کی موجودگی میں کوڑے مارے جائیں گے تو یہ ڈانٹ ڈپٹ کے لیے زیادہ بلیغ اور (گناہ) چھوڑنے میں زیادہ مفید ہوگی کیونکہ لوگوں کی موجودگی میں ان کے لیے زجر و توبیخ اور ذلت و رسوائی ہے۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس ارشاد باری تعالیٰ:

① الموطأ للإمام مالك، الحدود، باب ماجاء في الرجم: 348/2، حدیث: 1583 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما مختصراً . ②

صحیح البخاری، الحدود، باب الاعتراف بالزنا، حدیث: 6830، 6829 وصحیح مسلم، الحدود، باب رجم الثیب

فی الزنا، حدیث: 1691 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما . ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 2518/8 . ④ تفسیر الطبری: 89/18 وتفسیر

البغوی: 379/3 . ⑤ سنن أبی داود، الحدود، باب یغنی عن الحدود ما لم تبلغ السلطان، حدیث: 4376 وسنن

النسائی، قطع السارق، باب ما یكون حرزا وما لا یكون، حدیث: 4890 عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما . ⑥

مسند أحمد: 436/3 عن قره بن إياس رضی اللہ عنہ، موطأ: مجموعہ کتب حدیث میں یہ الفاظ [ولک فی ذلک أجر] اس سیاق میں نہیں ملے،

البتہ مذکورہ حوالے میں یہ الفاظ ہیں: [وَالشَّاءُ إِنْ رَحِمَتْهَا رَحِمَكَ اللَّهُ] ”اگر تو بکری پر رحم کرے گا تو اللہ تجھ پر رحم کرے گا۔“

الزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحُرْمٌ

زانی مرد نکاح نہیں کرتا مگر زانیہ یا مشرک عورت ہی سے اور زانیہ عورت سے نکاح نہیں کرتا مگر زانی یا مشرک مرد ہی اور مومنوں پر یہ (زنا کار سے نکاح)

ذَلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ③

حرام ٹھہرایا گیا ہے

وَلْيَشْهَدَ عَذَابُهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ② کا مفہوم یہ ہے کہ انھیں علانیہ طور پر سزا دی جائے۔ ①

تفسیر آیت: 3

اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ زانی بدکار عورت یا مشرک عورت ہی سے وطی کرتا ہے، یعنی اس کے ارادہ زنا کے بارے میں اس کی بات کو یا تو زانی اور نافرمان عورت ہی مانتی ہے یا مشرک عورت جو زنا کو حرام نہیں سمجھتی، اسی طرح وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ اور زانیہ عورت سے نکاح نہیں کرتا مگر زانی یا مشرک (مرد) ہی۔ یعنی زانی عورت سے زانی اور عاصی مرد ہی وطی کرتا ہے یا وہ مشرک جو اسے حرام نہیں سمجھتا۔ وَحُرْمٌ ذَلِك عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ③ اور یہ (بدکار سے نکاح کرنا) مومنوں پر حرام ٹھہرایا گیا ہے۔ یعنی زانی عورتوں سے نکاح کرنا یا عفت مآب اور پاک دامن عورتوں کو بدکار مردوں کے نکاح میں دے دینا مومنوں پر حرام ہے۔ قتادہ اور مقاتل بن حیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لیے بدکار عورتوں سے نکاح کرنا حرام قرار دیا ہے۔ ② یہ آیت کریمہ حسب ذیل آیت کی طرح ہے: مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسْفَحَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ ④ (النساء: 25) ”بشرطیکہ وہ پاک دامن ہوں، بدکاری کرنے والی نہ ہوں اور نہ خفیہ آشنا بنانے والی ہوں۔“ نیز حسب ذیل آیت کی طرح: مُحْصَنِينَ غَيْرَ مُسْفَحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ ⑤ الآية (المائدة: 5) ”نکاح میں لانے والے ہو، نہ کہ بدکاری کرنے والے اور نہ خفیہ آشنا بنانے والے۔“

امام احمد نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مومنوں میں سے ایک شخص نے اُمّ مہزول نامی ایک عورت سے تعلقات استوار کرنے کے بارے میں اجازت چاہی اور یہ ایک ایسی عورت تھی جو اس شرط پر بدکاری کرتی تھی کہ بدکاری کرنے والا اس پر خرچ کرتا رہے، اس مومن نے یا تو رسول اللہ ﷺ سے اس کے ساتھ تعلقات کے بارے میں اجازت طلب کی تھی یا اس نے اس کی صورت حال کو بیان کیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو یہ آیت کریمہ پڑھ کر سنائی: وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحُرْمٌ ذَلِك عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ③ ”زنا کرنے والی عورت کو زنا کرنے والے یا مشرک (مرد) کے سوا اور کوئی نکاح میں نہیں لاتا اور یہ (بدکار سے نکاح کرنا) مومنوں پر حرام ٹھہرایا گیا ہے۔“ ③

ابن ابوجاتم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا يَنْكِحُ الزَّانِي الْمَحْلُودُ إِلَّا

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2519/8. ② الدر المنثور: 38/5 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2523/8 و 2527. ③ مسند احمد:

159/2 والسنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالى: وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ ④: 415/6، حدیث:

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، پھر وہ چار گواہ نہیں لاتے، تو تم انہیں اسی کوڑے مارو، اور تم ان کی

وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٤﴾ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ

شہادت (گواہی) کبھی قبول نہ کرو، اور یہی لوگ نافرمان ہیں ﴿٤﴾ مگر اس کے بعد جن لوگوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی،

وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٥﴾

تو بلاشبہ اللہ غفور رحیم ہے ﴿٥﴾

مثلاً [”وہ زانی جسے کوڑے لگ چکے ہوں اپنے جیسی کسی عورت سے شادی کرے گا۔“] امام ابو داؤد نے بھی اپنی سنن میں اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔^①

تفسیر آیات: 5، 4

حد ث کا بیان: اس آیت کریمہ میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص پر ہیڑ گار، یعنی آزاد، بالغ اور پاکباز عورت پر بدکاری کا عیب لگائے تو اسے دُرّے مارے جائیں، اسی طرح اگر کوئی شخص کسی پر ہیڑ گار مرد پر ایسا الزام لگائے تو اسے بھی دُرّے مارے جائیں گے، البتہ اگر بہتان لگانے والا شخص اپنی بات کی تصدیق کے لیے گواہ پیش کر دے تو اس پر سے حد ساقط ہو جائے گی، اسی لیے فرمایا: ﴿ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ ﴿٤﴾ ”پھر وہ چار گواہ نہ لائیں تو تم انہیں اسی دُرّے مارو اور تم کبھی ان کی شہادت قبول نہ کرو اور یہی لوگ نافرمان ہیں۔“ اگر بہتان لگانے والا اپنی بات کی تائید میں گواہ پیش نہ کر سکے تو پھر اس پر تین باتیں واجب قرار دے دی گئی ہیں: (1) اسے اسی دُرّے مارے جائیں (2) اس کی شہادت کو ہمیشہ کے لیے مردود قرار دیا جائے اور (3) اسے بدکردار قرار دیا جائے، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور لوگوں کے نزدیک بھی عادل نہیں ہوگا۔

بہتان بازی کرنے والے کی توبہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ ﴿٥﴾ ”مگر اس کے بعد جن لوگوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی تو بلاشبہ اللہ (بھی) بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“ اس استثناء کا تعلق دوسرے اور تیسرے جملے سے ہے کیونکہ دُرّے مارنے کے حکم پر تو عمل ہو چکا، خواہ وہ توبہ کرے یا اپنے بہتان پر اصرار کرے، اس کے بعد اس کے لیے بلا اختلاف کوئی حکم نہیں ہے اگر وہ توبہ کرے تو اس کی شہادت مقبول ہوگی اور اس سے فسق کا حکم ختم ہو جائے گا جیسا کہ سید التالبعین حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ اور سلف کی ایک جماعت سے وضاحت کے ساتھ مروی ہے۔^③

شععی اور صحاح کا قول یہ ہے کہ توبہ کے بعد بھی اس کی شہادت مقبول نہ ہوگی الا یہ کہ وہ خود یہ اعتراف کر لے کہ اس نے یہ

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2524/8. ② سنن ابی داؤد، النکاح، باب فی قوله تعالیٰ: ﴿الَّذِينَ لَا يَنْكِحُوا إِلَّا زَانِيَةً﴾،

حدیث: 2052. ③ تفسیر الطبری: 105-102/18.

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ

اور جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں اور ان کے پاس اپنے سوا کوئی گواہ نہ ہوں، تو ان میں سے ایک کی شہادت اس طرح ہوگی کہ چار بار اللہ کی قسم

شَهِدْتُ بِاللَّهِ ۚ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ⑥ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ

کھا کر کہے کہ بے شک وہ بچوں میں سے ہے ⑤ اور پانچویں بار یہ کہے: اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو ⑦ اور عورت سے سزا

الْكَاذِبِينَ ⑦ وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَدَاتٍ بِاللَّهِ ۚ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ ⑧

کو (یہ شے) نکالتی ہے کہ وہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ بلاشبہ وہ (اس کا خاندان) جھوٹوں میں سے ہے ⑧ اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر وہ (اس کا خاندان)

وَالْخَامِسَةُ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ ⑨ وَوَلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ

بچوں میں سے ہو تو اس (عورت) پر اللہ کا غضب ہو ⑨ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو جھوٹوں کو سزا ملتی) اور یہ کہ بلاشبہ اللہ بہت

وَرَحْمَتُهُ ۖ وَإِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ حَكِيمٌ ⑩

توبہ قبول کرنے والا اور خوب حکمت والا ہے ⑩

بات ازراہ بہتان کبھی تو پھر اس کی شہادت مقبول ہوگی۔ ① وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

تفسیر آیات: 6-10

لعان کا بیان: اس آیت کریمہ میں میاں بیوی کے لیے کسادگی، نجات اور (مصیبت سے) نکلنے کا رستہ ہے اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر بدکاری کا الزام لگائے اور اس کے لیے گواہ پیش کرنا مشکل ہو تو وہ حکم الہی کے مطابق اپنی بیوی سے لعان کرے، لعان کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو امام کے پاس لائے اور اپنے بہتان کا دعویٰ کرے تو چار گواہوں کے مقابلے میں امام اس سے چار قسمیں لے لے۔ ⑥ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ⑥ ”بے شک وہ بچوں میں سے ہے۔“ یعنی اپنے اس بہتان میں جو زنا کے طور پر اس نے اپنی بیوی پر لگایا ہے۔ ⑦ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ⑦ ”اور پانچویں بار یہ (کہے) کہ اگر وہ (اس کا خاندان) جھوٹوں میں سے ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔“ جب وہ اس طرح پانچ قسمیں اٹھالے گا تو اس سے اس کی بیوی باندہ ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس پر حرام ہو جائے گی، اسے اس کا مہر دینا ہوگا اور اس کی بیوی پر زنا کی حد قائم کی جائے گی اور اس سے یہ حد ساقط نہیں ہوگی الا یہ کہ وہ بھی لعان کرے اور اللہ تعالیٰ کی چار قسمیں کھائے کہ بے شک یہ جھوٹا ہے، یعنی اس نے یہ بہتان باندھا ہے۔ ⑧ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ ⑧ ”اور پانچویں دفعہ یہ (کہے) کہ اگر وہ (اس کا خاندان) بچوں میں سے ہو تو اس (عورت) پر اللہ کا غضب ہو۔“ اسی لیے فرمایا: وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ ۚ ”اور یہ چیز (چار بار اللہ کی قسم) عورت سے سزا کو نال دے گی،“ یعنی حد کو۔ ⑨ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَدَاتٍ بِاللَّهِ ۚ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ ⑨ ”اور یہ (کہے) کہ اگر وہ (اس کا خاندان) جھوٹوں میں سے ہے اور پانچویں دفعہ یہ (کہے) کہ اگر وہ (اس کا خاندان) بچوں میں سے ہو تو اس (عورت) بے شک وہ (اس کا خاندان) جھوٹوں میں سے ہے اور پانچویں دفعہ یہ (کہے) کہ اگر وہ (اس کا خاندان) بچوں میں سے ہو تو اس (عورت)

پر اللہ کا غضب ہو۔“ غضب کا بطور خاص اس لیے ذکر کیا گیا کہ اکثر و بیشتر صورتوں میں کوئی شخص اپنی بیوی کو اسی وقت ذلیل و رسوا کرتا اور اس پر بدکاری کا الزام لگاتا ہے جب وہ سچا ہو اور الزام لگانے میں معذور ہو اور یہ عورت بھی جانتی ہو کہ وہ اس الزام لگانے میں سچا ہے، اس لیے اس کے بارے میں پانچویں قسم یہ قرار دی گئی کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو اور مغضوب علیہ وہ ہوتا ہے جو حق بات کو جاننے کے باوجود اس سے اعراض کرتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے ساتھ اپنے لطف و کرم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس نے تنگی سے نکلنے کے لیے رستہ بنا دیا اور مشکل کو آسان فرما دیا ہے۔ ﴿وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْنَا وَرَحْمَتُهُ﴾ ”اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی۔“ تو تم حرج میں مبتلا ہو جاتے اور بہت سے امور و معاملات میں تمہیں بڑی مشکل پیش آتی۔ ﴿وَأَنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ﴾ ”اور یہ کہ بلاشبہ اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔“ جو اپنے بندوں کی توبہ کو قبول فرماتا ہے، خواہ وہ کئی سچی قسموں کے بعد ہو۔ ﴿حَكِيمٌ﴾ ”خوب حکمت والا ہے“ اپنی نازل کردہ شریعت میں اور ان تمام اوامر و نواہی میں جو اس نے اپنے بندوں کے لیے مقرر فرمائے ہیں۔ اس آیت کریمہ کے تقاضے کے مطابق عمل، اس کے سبب نزول اور جن صحابہ کے بارے میں یہ نازل ہوئی، اس بارے میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔

آیت لعان کا سبب نزول: امام احمد رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿وَالَّذِينَ يَزْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَلَاثِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا﴾ (النور: 4:24) ”اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، پھر وہ چار گواہ نہیں لاتے تو تم انہیں اسی (80) کوڑے مارو اور تم ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو۔“ تو سید الانصار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا یہ آیت کریمہ اسی طرح نازل ہوئی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ! أَلَا تَسْمَعُونَ إِلَى مَا يَقُولُ سَيِّدُكُمْ؟] ”اے گروہ انصار! کیا تم سن رہے ہو کہ تمہارے سردار کیا کہہ رہے ہیں؟“ انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! انہیں ملامت نہ کریں، یہ بہت غیور آدمی ہیں، انھوں نے ہمیشہ باکرہ عورتوں سے شادی کی ہے اور شدت غیرت کی وجہ سے اپنی کسی بیوی کو کبھی طلاق ہی نہیں دی کہ ہم میں سے کسی شخص نے یہ جرأت کی ہو کہ وہ ان کی بیوی سے شادی کر لے۔ سعد نے عرض کی: اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! میں جانتا ہوں کہ یہ آیت کریمہ حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے (نازل ہوئی) ہے لیکن مجھے اس بات سے تعجب ہے کہ اگر میں اس کمینہ عورت کو دیکھوں کہ اس کی رانوں کے درمیان ایک شخص بیٹھا ہوا ہو تو جب تک چار گواہ نہ لے آؤں مجھے اسے ڈرانے دھمکانے اور دور ہٹانے کا کوئی حق ہی نہیں ہے، اللہ کی قسم! جب تک میں چار گواہ لے کر آؤں گا وہ تو اپنی ضرورت پوری کر کے جا چکا ہوگا۔

راوی کا بیان ہے کہ ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ہلال بن امیہ آئے۔ اور یہ ان تین میں سے ایک تھے جن کی (غزوہ تبوک میں شرکت نہ کرنے کی) توبہ قبول کر لی گئی تھی۔ وہ اپنی زمین سے عشاء کے وقت اپنے گھر میں آئے اور انھوں نے اپنی بیوی

کے پاس ایک مرد کو دیکھا، انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا مگر وہ طیش میں نہ آئے حتیٰ کہ جب صبح ہو گئی تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے: اے اللہ کے رسول! میں عشاء کے وقت اپنی بیوی کے پاس آیا تو میں نے اس کے پاس ایک مرد کو پایا، میں نے انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے انھیں باتیں کرتے ہوئے سنا، رسول اللہ ﷺ نے اس بات کو ناپسند فرمایا اور یہ آپ کو بہت ناگوار محسوس ہوئی، اتنے میں انصار بھی جمع ہو گئے اور انھوں نے کہا کہ سعد نے جو بات کی تھی اس کی وجہ سے ہم آزمائش میں مبتلا ہو گئے ہیں، اب رسول اللہ ﷺ ہلال بن امیہ کو ماریں گے اور لوگوں میں ان کی شہادت کو باطل قرار دیں گے، یہ سن کر ہلال نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے لیے اس مشکل سے نکلنے کی کوئی صورت ضرور پیدا فرما دے گا، ہلال نے یہ بھی عرض کی: اللہ کے رسول! میں دیکھ رہا ہوں کہ میں نے جو بات کی ہے وہ آپ کو بہت ناگوار محسوس ہوئی ہے لیکن اللہ جانتا ہے کہ میں بالکل سچا ہوں۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کا ارادہ یہ تھا کہ اسے مارنے کا حکم دیں، اچانک اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل فرمادی، آپ پر جب وحی نازل ہوتی تو صحابہ کرام اسے آپ کے چہرہ اقدس کے تاثرات سے پہچان لیا کرتے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ سے الگ ہو گئے حتیٰ کہ آپ وحی سے فارغ ہو گئے۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں: **وَالَّذِينَ يَرْمُونَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ اِلَّا اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ اَنَّهُ** ”اور جو لوگ اپنی عورتوں پر تہمت لگائیں اور ان کے پاس اپنے علاوہ کوئی گواہ نہ ہوں تو ان میں سے ہر ایک کی شہادت (اس طرح) ہوگی کہ چار بار اللہ کی قسم کھائے۔“ رسول اللہ ﷺ کی نزول وحی کی یہ کیفیت جب ختم ہو گئی تو آپ نے فرمایا: **اَبَشِّرْ يٰ اِهْلَالُ! قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكَ فَرَجًا وَ مَخْرَجًا** ”ہلال! تمھارے لیے یہ خوش خبری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے کشادگی اور مشکل سے نکلنے کا رستہ بنا دیا ہے۔“ ہلال نے عرض کی: مجھے اپنے رب تعالیٰ سے یہی امید تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **اُرْسِلُوا اِلَيْهَا** ”اس عورت کی طرف پیغام بھیجو (اور اسے بلاؤ)۔“ انھوں نے اسے پیغام بھیجا تو وہ آئی اور رسول اللہ ﷺ نے ہلال اور اسے دونوں کو آیات لعان پڑھ کر سنائیں، انھیں نصیحت کی اور فرمایا کہ آخرت کا عذاب دنیا کے عذاب سے بہت سخت ہے، ہلال نے عرض کی: اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! میں اس کے بارے میں بالکل سچ کہتا ہوں، اس کے جواب میں اس عورت نے کہا کہ ہلال نے جھوٹ بولا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **لَا عِنَا بَيْنَهُمَا** ”ان دونوں کے مابین لعان کراؤ۔“ ہلال سے کہا گیا: تم قسم کھاؤ تو اس نے چار بار قسم کھا کر کہا کہ وہ سچا ہے، جب پانچویں قسم کا وقت آیا تو ہلال سے کہا گیا: ہلال! اللہ سے ڈر جاؤ، دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلے میں بہت ہلکا ہے اور یہ پانچویں قسم تم پر عذاب کو واجب قرار دے دے گی۔ انھوں نے جواب دیا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ مجھے اس کی وجہ سے عذاب نہیں دے گا جیسا کہ اس کی وجہ سے اسی نے مجھے کوڑے بھی نہیں لگوائے، اس کے بعد انھوں نے پانچویں قسم کھائی کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، پھر اس عورت سے کہا گیا کہ تم اللہ کی چار قسمیں کھاؤ کہ یہ جھوٹا ہے اور پانچویں قسم کے وقت اس

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ط

ہے ٹک جولوگ (ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ پر) بہتان گھڑ لائے وہ بھی میں سے ایک گروہ ہیں، تم اسے اپنے لیے برائہ سمجھو، بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے، ان

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ⑪

میں سے ہر شخص کے لیے اتنا ہی گناہ ہے جو اس نے کمایا، اور ان میں سے وہ شخص جس نے اس (گناہ) کا بڑا بوجھ اٹھایا، اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے ⑪

سے کہا گیا کہ اللہ سے ڈر جاؤ، دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلے میں بہت ہلکا ہے اور یہ پانچویں قسم تمہارے لیے عذاب آخرت کو واجب قرار دے دے گی، کچھ دیر کے لیے وہ رکی اور اس نے اعتراف جرم کا ارادہ کر لیا لیکن پھر کہنے لگی کہ اللہ کی قسم! میں اپنی قوم کو رسوا نہیں کروں گی اور اس نے پانچویں قسم بھی کھالی کہ اگر وہ (اس کا خاوند) سچا ہو تو اس (عورت) پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو، (اس طرح لعان کے بعد) رسول اللہ ﷺ نے دونوں کو الگ الگ کر دیا اور فیصلہ فرمایا کہ اس کے بیٹے کو باپ کی طرف منسوب نہ کیا جائے اور اس (عورت) پر اس (کے بیٹے) کی وجہ سے الزام نہ لگایا جائے اور نہ اس کے بیٹے پر الزام لگایا جائے جس نے اس عورت یا اس کے بیٹے پر الزام لگایا تو اسے حد لگائی جائے گی۔

آپ نے فیصلہ فرمایا: اب ہلال کے ذمے اس عورت کی رہائش اور خوراک نہیں ہے کیونکہ دونوں میں طلاق اور وفات کے بغیر جدائی ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا: [إِنْ جَاءَتْ بِهِ أَصْحَبُ، أُرَيْسِحَ، حَمَشُ السَّاقِينِ، فَهُوَ لِهَالٍ، وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَوْرَقُ جَعْدًا، جُمَالِيًّا، خَدَلَجُ السَّاقِينِ، سَابِغُ الْأَلْبَتَيْنِ، فَهُوَ لِلَّذِي رُمِيتَ بِهِ] ”اگر اس نے ایسے بچے کو جنم دیا جس کا رنگ زرد، سرخی مائل اور جو باریک سرین اور باریک پنڈلیوں والا ہو تو وہ ہلال کا بیٹا ہوگا اور اگر اس نے ایسے بچے کو جنم دیا جس کا رنگ گندمی، بال گھنگریالے، اعضا بڑے اور چوڑے، سرین موٹے اور پنڈلیاں بھری ہوئی ہوں تو وہ اس کا ہوگا جس (سے بدکاری کا اس) پر الزام لگایا گیا ہے۔“ پھر اس عورت نے واقعی ایسے بچے کو جنم دیا جس کا رنگ گندمی، بال گھنگریالے، اعضا بڑے اور چوڑے، سرین موٹے اور پنڈلیاں بھری ہوئی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَوْ لَا الْإِيمَانُ، لَكَانَتْ لِي وَ لَهَا شَانُ] ”اگر اس نے قسمیں نہ کھائی ہوتیں تو میں اس کے ساتھ خاص سلوک کرتا۔“ عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ پیدا ہونے والا یہ بچہ جب بڑا ہوا تو یہ اپنے شہر کا امیر تھا اور باپ کے بجائے ماں کی طرف منسوب کر کے بلایا جاتا تھا۔ ① اسی طرح امام ابو داؤد نے بھی اس حدیث کو قدرے اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ② صحاح اور دیگر کتب میں اس حدیث کے بہت سے شواہد بھی موجود ہیں۔ ③

تفسیر آیت: 11

واقعہ اِفْک: یہ دس آیات کریمہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی شان میں اس وقت نازل ہوئی تھیں جب بہتان باز اور افترا پرداز منافقوں نے آپ پر سراسر جھوٹا اور بے بنیاد الزام لگایا تھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ اور اپنے نبی صَلَوَاتُ اللہ

① مسند أحمد: 239: 238/1. ② سنن أبي داود، الطلاق، باب في اللعان، حديث: 2256. ③ صحيح البخاري،

التفسير، باب: ﴿وَيَذَرُوا عَنْهَا الْعَذَابَ﴾ (النور 24: 8)، حديث: 4747.

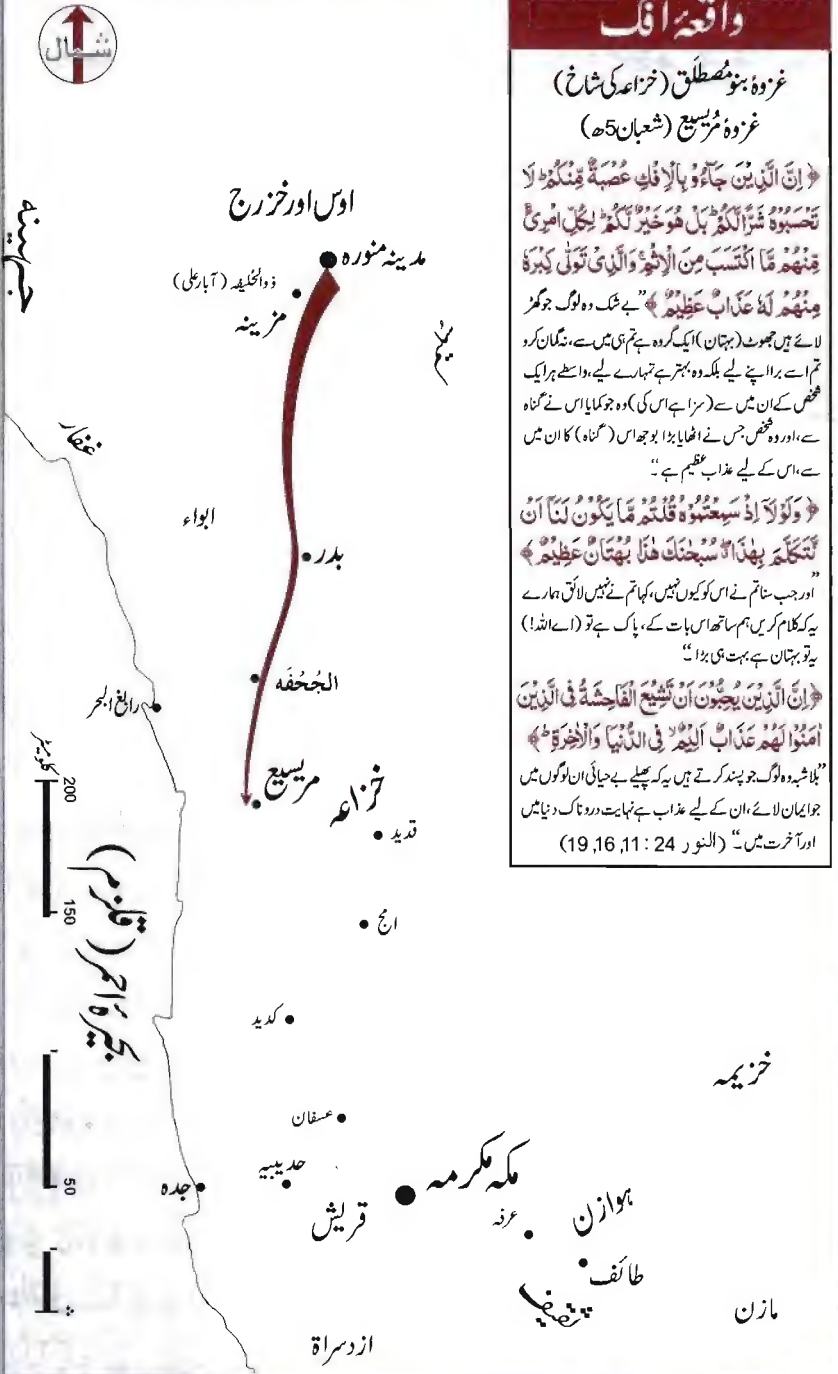
واقعہ اٹک

غزوہ بنو مُصَلَّت (خزاعہ کی شاخ)
غزوہ مُرْسِيع (شعبان 5ھ)

﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْأَقْبَابِ عَصَبَةٌ قُنُكُم وَلَا تَحْصِيهِمْ شَرًّا لَكُمْ بَلْ هُمْ خَيْرٌ لَكُمْ بَلْ كُنْ أَمْرِي قَنُكُم مَّا أَكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ "بے شک وہ لوگ جو کفر لائے ہیں جھوٹ (بہتان) ایک گروہ ہے تم ہی میں سے، نہ گمان کرو تم اسے برا اپنے لیے بلکہ وہ بہتر ہے تمہارے لیے، واسطے ہر ایک شخص کے ان میں سے (سزا ہے اس کی) وہ جو کہا یا اس نے گناہ سے، اور وہ شخص جس نے اٹھایا یا ابوجہاس (گناہ) کا ان میں سے اس کے لیے عذاب عظیم ہے۔"

﴿وَلَوْلَا إِذْ سَبَحْتُمْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَكْتُمَ بِهَذَا سُبْحَتِكَ هَذَا بَهْتَانٌ عَظِيمٌ﴾ "اور جب سنا تم نے اس کو کیوں نہیں کہا تم نے نہیں لائق ہمارے یہ کلام کریں ہم سنا تھا اس بات کے، پاک ہے تو (اے اللہ!) یہ تو بہتان ہے بہت ہی بڑا۔"

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَجْعَلُونَ أُنْشُوعَ الْفَالِجَةِ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ "بلاشبہ وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں یہ کہ پھیلے بے حیائی ان لوگوں میں جو ایمان لائے، ان کے لیے عذاب ہے نہایت دردناک دنیا میں اور آخرت میں۔" (النور 24: 11, 16, 19)



وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ کے لیے غیرت کے طور پر ان آیات کریمہ کو نازل فرما دیا تھا، یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کی براءت اور رسول اللہ ﷺ کی ناموس کی حفاظت کے طور پر ان آیات کریمہ کو نازل فرمایا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِآلِ فُلَيْحٍ عَصَبَةٍ مِّنْكُمْ﴾ ”بے شک جو لوگ (عائشہ رضی اللہ عنہا پر) بہتان گھڑ لائے وہ کبھی میں سے ایک جماعت ہیں۔“ یعنی بہتان باندھنے والا کوئی ایک یا دو شخص نہیں بلکہ ایک جماعت ہے، رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی ابن سلول اس جماعت کا سرغنہ اور اس لعنت میں پیش پیش تھا، وہ اس بہتان کو بنا سنوار کر پیش کرتا تھا کہ بعض مسلمان بھی اس سے متاثر ہو کر یہ بات کہنے لگے، کچھ دیگر نے کہا کہ ایسا ممکن ہے، قریباً ایک ماہ تک اس طرح کی چہ میگوئیاں ہوتی رہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت میں یہ آیات کریمہ نازل فرمادیں۔ اس واقعے کی تفصیل صحیح احادیث میں موجود ہے۔^①

امام احمد رحمہ اللہ نے زہری سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، علقمہ بن وقاص اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس واقعے کے بارے میں مجھ سے بیان کیا کہ جب بہتان بازوں نے آپ پر بہتان باندھا تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی براءت میں قرآن نازل فرما دیا تھا، ان سب لوگوں نے اس واقعے کا کچھ کچھ حصہ بیان کیا اور بعض، بعض کی نسبت زیادہ یاد رکھنے والے اور زیادہ صحیح طریقے سے بیان کرنے والے تھے، میں نے ان میں سے ہر ایک کی بیان کردہ اس حدیث کو یاد رکھا ہے جو انھوں نے مجھ سے بیان کی اور ان میں سے بعض کی حدیث بعض دیگر کی تصدیق کرتی ہے، ان سب نے ذکر کیا ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو ازواج مطہرات میں قرعہ اندازی کر لیا کرتے تھے جس کا قرعہ نکلتا تو اسے رسول اللہ ﷺ سفر میں اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے، اسی طرح ایک غزوے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے قرعہ اندازی فرمائی تو میرے نام کا قرعہ نکل آیا، لہذا میں اس سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئی تھی۔

یہ واقعہ حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد کے دور سے تعلق رکھتا ہے۔ مجھے ہودج میں اٹھایا اور اسی میں بٹھایا جاتا تھا۔ (ہم سفر پر روانہ ہو گئے۔) رسول اللہ ﷺ جب اس غزوے سے فارغ ہو کر واپس تشریف لارہے تھے اور ہم مدینہ کے قریب پہنچ گئے تھے تو ایک رات آپ نے کوچ کا حکم دیا اور آپ نے جب کوچ کا حکم دیا تو میں کھڑی ہو گئی حتیٰ کہ لشکر سے الگ ہو گئی اور جب اپنی حاجت پوری کرنے کے بعد واپس مڑی اور میں نے اپنے سینے کو چھوا تو معلوم ہوا کہ میرا موتیوں کا ہار ٹوٹ گیا ہے تو میں واپس جا کر اپنے ہار کو تلاش کرنے لگی، اسی تلاش میں مجھے دیر ہو گئی۔ وہ لوگ جو میرے ہودج کو اٹھایا کرتے تھے آئے اور انھوں نے ہودج اٹھایا اور اسے میرے اونٹ پر رکھ دیا جس پر میں سوار ہوا کرتی تھی۔ انھوں نے سمجھا کہ میں ہودج میں ہوں۔ خواتین اس وقت دلی پتلی ہوتی تھیں اور ان کے جسموں پر گوشت نہ ہوتا تھا کیونکہ وہ بہت سادہ کھانا کھایا کرتی تھیں، اس لیے

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿كُلًّا إِذْ سَبَحْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ﴾ (النور 12، 13)، حدیث: 4750

وصحیح مسلم، التوبۃ، باب فی حدیث الإفک.....، حدیث: 2770.

ان لوگوں نے ہودج کے ہلاک ہونے کی وجہ سے یہ محسوس نہیں کیا کہ میں اس میں موجود نہیں ہوں اور میں ابھی نو عمر لڑکی تھی، انھوں نے اونٹ کو اٹھایا اور چل دیے۔ مجھے قافلے کی روانگی کے بعد اپنا ہار ملا، پھر میں جب پڑاؤ کی جگہ واپس آئی تو وہاں نہ کوئی بلائے والا تھا اور نہ کوئی جواب دینے والا (وہاں اس وقت کوئی بھی موجود نہ تھا)، میں نے اسی جگہ کا قصد کیا جہاں میں تھی اور یہ خیال کیا کہ لوگ جب مجھے گم پائیں گے تو میری طرف واپس آئیں گے۔ میں اسی جگہ بیٹھی ہوئی تھی کہ نیند کا غلبہ ہوا اور میں سو گئی۔

صفوان بن مَعطَّل سلمیٰ ذِکْوَانِی لشکر کے پیچھے پیچھے ہوتے تھے، وہ صبح کے وقت میری جگہ کے قریب پہنچ گئے اور انھوں نے دیکھا کہ ایک انسان سویا ہوا ہے لیکن وہ جب میرے قریب آئے تو انھوں نے مجھے دیکھتے ہی پہچان لیا کیونکہ حجاب کا حکم نازل ہونے سے پہلے انھوں نے مجھے دیکھا ہوا تھا، انھوں نے جب مجھے دیکھا تو ﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رُجْعُونَ﴾ (البقرة: 156:2) ”بے شک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔“ پڑھا تو ان کے اس پڑھنے کی وجہ سے میں بیدار ہو گئی اور میں نے اپنی اوڑھنی کے ساتھ اپنے چہرے کو چھپا لیا۔ اللہ کی قسم! انھوں نے مجھ سے کوئی بات نہ کی اور میں نے نہیں سنا کہ انھوں نے سوائے ﴿إِنَّا لِلّٰهِ﴾ کے کوئی اور بات کی ہوتی کہ انھوں نے اپنا اونٹ بٹھا دیا تو میں اس پر سوار ہو گئی اور وہ اپنی سواری کو چلانے لگا اور ہم لشکر کے پاس اس وقت پہنچ گئے جب دوپہر کی گرمی کی شدت کی وجہ سے اس نے پڑاؤ ڈال دیا تھا۔

بہتان بازوں کا ٹولا: میرے بارے میں (اس واقعے کی وجہ سے) جس نے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہو گیا اور ان میں سے جس نے اس بہتان کا بڑا بوجھ اٹھایا وہ عبد اللہ بن ابی ابن سلول تھا۔ ہم مدینہ میں جب واپس آئے تو واپسی کے بعد میں قریباً ایک مہینے تک بیمار رہی اور ان دنوں لوگ بہتان طرازوں کے اس بہتان کے بارے میں گفتگو کیا کرتے تھے مگر مجھے اس بارے میں کچھ معلوم نہ تھا، البتہ اس بیماری کے دنوں میں یہ بات میرے لیے باعث تشویش تھی کہ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اس لطف و کرم کو نہیں دیکھتی تھی جس کا میرے بیمار ہونے پر آپ مظاہرہ فرمایا کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے، سلام کہتے اور فرماتے: [كَيْفَ تَبْكُمُ؟] ”کیا حال ہے؟“ اس سے مجھے شک گزرتا لیکن اس شر کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہ تھا (جو ان لوگوں نے پھیلا رکھا تھا) حتیٰ کہ بیماری سے صحت یاب ہونے کے بعد میں ایک رات رفع حاجت کے لیے باہر نکلی اور میرے ساتھ اُمُّ مُسَطَّح بھی تھیں۔ ہم مناصع^① کی طرف گئیں، قضائے حاجت کے لیے ہم وہیں جایا کرتی تھیں اور ان دنوں اس مقصد کے لیے ہم صرف رات ہی کو باہر نکلا کرتی تھیں، یہ اپنے گھروں کے قریب بیت الخلا بنانے سے پہلے کا واقعہ ہے، اس وقت تک ہمارا معاملہ پہلے عرب لوگوں جیسا تھا کہ ہم رفع حاجت کے لیے باہر جنگل میں جایا کرتے تھے اور گھروں میں بیت الخلا سے ہم تکلیف محسوس کرتے تھے، بہر حال میں اور اُمُّ مُسَطَّح باہر نکلیں۔ اُمُّ مُسَطَّح ابوہم بن مطلب بن عبد مناف کی بیٹی تھیں اور ان کی والدہ صحز بن عامر کی بیٹی اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں۔ ان کے

① مناصع، بقیع کے گرد و نواح میں معروف کشادہ جگہیں تھیں۔

بیٹے کا نام مسطح بن اثاثہ بن عبّاد بن مطلب تھا۔ بہر حال فراغت کے بعد میں اور بنت ابورہم، یعنی اُمّ مسطح جب واپس آرہی تھیں تو وہ اپنی چادر کی وجہ سے پھسل گئیں اور کہنے لگیں: مسطح کا برابر ہو۔ میں نے یہ الفاظ سننے کے بعد ان سے کہا کہ آپ نے بہت بری بات کی ہے کہ ایک ایسے شخص کو گالی دی ہے جسے غزوہ بدر میں شرکت کی سعادت حاصل ہے۔ اس نے جواب دیا: اے لڑکی! آپ نے سنا نہیں جو اس نے کہا ہے۔ میں نے کہا کہ اس نے کیا کہا ہے۔ تو اس نے مجھے بہتان بازوں کی بات کے بارے میں بتایا، یہ بات سن کر میری بیماری میں پھر اضافہ ہو گیا۔ جب میں گھر آئی تو رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے آئے، آپ نے سلام کیا اور فرمایا: [كَيْفَ يَكُونُ؟] ”کیا حال ہے؟“ میں نے عرض کی کہ اجازت ہو تو میں اپنے والدین کے گھر چلی جاؤں۔ میں درحقیقت اپنے والدین سے صحیح صورت حال معلوم کرنا چاہتی تھی، رسول اللہ ﷺ نے مجھے اجازت عطا فرمادی۔ میں والدین کے گھر گئی تو میں نے اپنی والدہ سے کہا: امی جان! لوگ یہ کیا باتیں کر رہے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: بیٹی! غم نہ کرو، اللہ کی قسم! ایسا کم ہی ہوا ہے کہ ایک خوبصورت عورت ایک شخص کے نکاح میں ہو، وہ اس سے محبت کرتا ہو اور اس عورت کی سونکھیں بھی ہوں اور وہ باتیں نہ بنائیں، میں نے کہا: سبحان اللہ! کیا (اب بھی یہ سونکھوں کی بات ہے) جبکہ لوگ یہ باتیں کر رہے ہیں۔ صبح تک اس ساری رات میں روتی رہی، نہ آنسو رکتے تھے اور نہ نیند آتی تھی، صبح ہوئی تو میں پھر بھی روتی رہی اور وحی بھی رکی ہوئی تھی۔

محمد ﷺ عالم الغیب ہوتے تو تحقیق نہ کرتے۔ رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابوطالب اور اسامہ بن زید کو بلایا اور اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کرنے کے بارے میں مشورہ فرمایا تو اسامہ بن زید نے آپ کی بیوی کی براءت اور ان سے محبت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عرض کی: اے اللہ کے رسول! وہ آپ کی زوجہ محترمہ ہیں اور ہم ان کے بارے میں خیر ہی جانتے ہیں۔ علی بن ابوطالب نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے کوئی تنگی تو نہیں رکھی، ان کے سوا عورتیں اور بھی بہت ہیں، اگر آپ باندی سے پوچھ لیں تو وہ آپ کو سچی بات بتا دے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے بریرہ کو بلایا اور فرمایا: [أَيُّ بَرِيرَةٍ أَهْلٌ رَأَيْتَ مِنْ شَيْءٍ يَرِيئُكَ مِنْ عَائِشَةَ؟] ”بریرہ! تم نے عائشہ کی کوئی ایسی بات دیکھی ہے جو تمھیں شک میں مبتلا کرتی ہو؟“ بریرہ نے جواب دیا: اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! میں نے ان کی طرف سے کبھی بھی کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس کی وجہ سے ان پر عیب لگا سکوں، البتہ یہ بات ضرور ہے کہ وہ کم عمر ہیں، آثار کھ کھسو جاتی ہیں اور بکری آکر اسے کھا جاتی ہے۔

اس دن رسول اللہ ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر عبد اللہ بن ابی اسلول کی شرارتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: [يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ! مَنْ يَعْدِرُنِي مِنْ رَجُلٍ قَدْ بَلَغَنِي أَذَاهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي؟ فَوَاللَّهِ! مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا، وَاقْدَرُوا زُكْرًا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا، وَمَا كَانَ يَدْخُلُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا مَعِيَ] ”اے مسلمانوں کی جماعت! کون ہے جو مجھے اس شخص کے شر سے نجات دے جس کی ایذا رسانی میرے گھر والوں تک پہنچ چکی ہے؟ اللہ کی قسم! میں نے

اپنی بیوی میں خیر و بھلائی ہی دیکھی ہے اور انھوں نے ایک ایسے شخص کا نام لیا ہے جس کے بارے میں میں یہ جانتا ہوں کہ وہ بہت بھلا اور نیک آدمی ہے، وہ میرے گھر میں جب بھی آیا تو میرے ساتھ ہی آیا ہے (اکیلا کبھی نہیں آیا۔)“

رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی سن کر سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اس کے شر سے میں آپ کو بچاتا ہوں، اس کا تعلق اگر خاندانِ اوس سے ہے تو ہم اس کی گردن اڑا دیتے ہیں اور اگر اس کا تعلق ہمارے خزر جی بھائیوں سے ہے تو پھر آپ جو حکم فرمائیں ہم آپ کے فرمان کی اطاعت بجالائیں گے۔ یہ سن کر سردارِ خزر ج سعد بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، وہ ایک نیک انسان تھے مگر خاندانی حمیت میں مبتلا ہو گئے اور انھوں نے سعد بن معاذ سے کہا: اللہ کی قسم! تم اسے قتل نہیں کر سکتے اور نہ تمہیں اسے قتل کرنے کی طاقت ہے۔ اُسید بن حُفیر جو سعد بن معاذ کے برادرِ عم زاد تھے، سعد بن عبد اللہ سے کہنے لگے: تم جھوٹ کہتے ہو، اللہ کی قسم! ہم اسے ضرور قتل کر سکتے ہیں، تم منافق ہو اور ایک منافق کی طرف سے جھگڑتے ہو، اس سے اوس و خزر ج کے دونوں خاندان بھڑک اٹھے حتیٰ کہ انھوں نے مرنے مارنے کا ارادہ کر لیا اور رسول اللہ ﷺ ابھی تک منبر پر جلوہ افروز تھے، رسول اللہ ﷺ انھیں خاموش کراتے رہے حتیٰ کہ وہ خاموش ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی سکوت فرمالیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ یہ سارا دن بھی میں نے روتے ہوئے گزارا، نہ آنسو رکتے تھے اور نہ نیند آتی تھی، پھر رات کو بھی میں روتی رہی، نہ آنسو رکتے تھے اور نہ نیند آتی تھی، میرے والدین یہ خیال کرنے لگے کہ اس قدر کثرت کے ساتھ رونے سے میرا جگر پھٹ جائے گا، میرے والدین میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میں رورہی تھی کہ ایک انصاری عورت نے میرے پاس آنے کی اجازت طلب کی، میں نے اسے اجازت دے دی تو اس نے بھی میرے پاس بیٹھ کر رونا شروع کر دیا، اسی اثنا میں رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے آئے، آپ نے سلام کیا، پھر تشریف فرما ہو گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب سے یہ بات کہی گئی تھی آپ میرے پاس بیٹھے نہیں تھے اور ایک ماہ کا عرصہ گزر گیا لیکن آپ پر میرے بارے میں کوئی وحی بھی نازل نہ ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ جب تشریف فرما ہوئے تو آپ نے کلمہ شہادت پڑھا اور فرمایا: [أَمَّا بَعْدُ: يَا عَائِشَةُ! فَإِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِي عَنْكَ كَذًا وَكَذًا، فَإِنْ كُنْتَ بَرِيَّةً فَسَيِّرُوكَ اللَّهُ، وَإِنْ كُنْتَ أَلَمَمْتَ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِي اللَّهَ ثُمَّ تَوْبِي إِلَيْهِ، فَإِنَّ الْعُبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبٍ ثُمَّ تَابَ، تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِ] ”اما بعد: اے عائشہ! مجھے تمہارے بارے میں یہ بات پہنچی ہے اگر تو بری ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے بری قرار دے دے گا اور اگر تجھ سے گناہ سرزد ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ و استغفار کرو، بلاشبہ بندہ جب گناہ کا اعتراف کر لے اور پھر توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بات مکمل فرمائی تو میرے آنسو رکنے لگے حتیٰ کہ میں آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی محسوس نہیں کرتی تھی، میں نے اپنے والد سے کہا کہ میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا جواب

دیں جو انھوں نے کہی ہے، انھوں نے فرمایا: واللہ! مجھے نہیں معلوم کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کیا عرض کروں۔ میں نے اپنی امی سے کہا کہ آپ میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کو جواب دیں تو انھوں نے بھی یہی فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے نہیں معلوم کہ میں رسول اللہ ﷺ کو کیا جواب دوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اس وقت کم عمر لڑکی تھی، قرآن مجید بھی زیادہ نہیں پڑھتی تھی، میں نے جواب دیا: اللہ کی قسم! بے شک مجھے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ تم نے اس بات کو سنا اور یہ تمھارے دلوں میں بیٹھ گئی اور تم نے اسے سچا سمجھ لیا ہے اگر میں تم لوگوں سے یہ کہوں کہ میں بری ہوں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں بری ہوں تو تم میری تصدیق نہیں کرو گے اور اگر میں اس بات کا اعتراف کر لوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں تو تم میری تصدیق کرو گے۔ اللہ کی قسم! بلاشبہ میں اپنی اور تمھاری مثال اس طرح پاتی ہوں جس طرح یوسف علیہ السلام کے والد نے کہا تھا: ﴿فَصَبْرٌ جَبِيلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ﴾ (یوسف 18:12) ”لہذا صبر ہی بہتر ہے اور جو تم بیان کرتے ہو اس کے بارے میں اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ پھر میں اٹھ کھڑی ہوئی اور جا کر اپنے بستر پر لیٹ گئی اور اللہ کی قسم! اس وقت میں یہ جانتی تھی کہ میں بری ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے ضرور بری قرار دے دے گا لیکن اللہ کی قسم! میرا یہ گمان نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ میری شان میں وحی نازل فرما دے گا جس کی تلاوت کی جائے گی، میں اپنے آپ کو اس سے بہت کم تر سمجھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں ایسا کلام نازل فرما دے گا جس کی تلاوت کی جائے گی، مجھے امید تھی کہ رسول اللہ ﷺ کوئی ایسا خواب دیکھ لیں گے جس میں اللہ تعالیٰ مجھے بری قرار دے دے گا، اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ ابھی تک اسی مجلس میں جلوہ افروز تھے اور گھر کے افراد میں سے بھی کوئی شخص ابھی تک باہر نہیں گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر وحی نازل فرمادی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت: آپ پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو وحی کے نزول کے وقت طاری ہوا کرتی تھی کہ سردی کے موسم میں بھی جبین مبارک سے موتیوں کی طرح پسینے کے قطرے گرنے لگتے اور یہ اس قول کے ثقل کے باعث ہوتا جسے آپ پر نازل کیا جاتا تھا، جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو رسول اللہ ﷺ ہنسنے لگے اور پہلا جملہ آپ نے یہ فرمایا: [أَبْشِرِي يَا عَائِشَةُ! أَمَّا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَقَدْ بَرَّأَكَ] ”اے عائشہ! خوش ہو جا، اللہ تعالیٰ نے تجھے بری قرار دے دیا ہے۔“ میری امی نے کہا: اٹھ کر آپ کے سامنے کھڑی ہو جاؤ، میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں آپ کے سامنے کھڑی نہیں ہوں گی اور اللہ عزوجل کے سوا کسی اور کا شکر ادا نہیں کروں گی کہ اسی ذات پاک نے میری براءت نازل فرمائی ہے، اللہ عزوجل نے اس وقت ﴿إِنَّ الدِّينَ جَاءُؤْ بِإِلَافِي عَصَبَةٍ مِنْكُمْ﴾ سے ﴿وَأَنَّ اللَّهَ دَعَوُفٌ رَّحِيمٌ﴾ (النور 20:24) تک دس آیات نازل فرمائی تھیں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مسطح پر اپنا مال خرچ کیا کرتے تھے کیونکہ وہ آپ کا قرابت دار بھی تھا اور فقیر بھی، میری براءت میں ان آیات کے نزول کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مسطح نے بھی عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات کہی تھی، اس لیے اللہ کی قسم! اب میں اس پر کبھی خرچ نہیں کروں گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمادی: ﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ﴾

اَنْ يُؤْتُوْا اُولٰٓئِی الْقُرْبٰی وَالسَّكِیْنِ وَالْمُهَاجِرِیْنَ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ ۖ وَلِیَغْفُوْا وَلِیَصْفَحُوْا ۗ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۲﴾ (النور: 24) ”اور جو لوگ تم میں صاحب فضل اور صاحب وسعت ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ رشتہ داروں اور محتاجوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ خرچ پات نہیں دیں گے اور وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تم کو بخش دے۔ اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“ یہ آیت کریمہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے تو انھوں نے مسطح کو اسی طرح خرچ دینا شروع کر دیا جس طرح پہلے دیا کرتے تھے اور فرمایا: اللہ کی قسم! میں اسے کبھی بھی بند نہیں کروں گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زوجہ محترمہ زینب بنت جحش سے بھی میرے بارے میں پوچھا اور فرمایا: [يَا زَيْنَبُ! مَاذَا عَلِمْتَ اَوْ رَأَيْتِ؟] ^(۱) ”اے زینب! تو کیا جانتی ہے یا تو نے کیا دیکھا ہے؟“ تو انھوں نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول! میں اپنے کانوں اور آنکھوں کی حفاظت کرتی تھی، اللہ کی قسم! میں نے خیر و بھلائی ہی کو جانا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ازواج مطہرات میں سے زینب ہی میرا مقابلہ کیا کرتی تھیں مگر اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کی وجہ سے انھیں محفوظ رکھا، ان کی بہن حمنہ بنت جحش ان (زینب بنت جحش) کا دفاع کرتی تھی اور وہ بھی ہلاک ہونے والوں میں شامل ہو گئی۔ ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ یہ ہے وہ خبر جو ہمیں ان لوگوں کے بارے میں پہنچی ہے۔ ^(۲) اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے بھی بروایت زہری صحیحین میں بیان کیا ہے۔ ^(۳) ابن اسحاق نے بھی بروایت زہری اسی طرح بیان کیا ہے۔ ^(۴) انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ مجھ سے یحییٰ بن عباد بن عبد اللہ بن زبیر نے اپنے والد سے اور انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے۔ ^(۵) اور مجھ سے عبد اللہ بن ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم انصاری نے عمرہ (بنت عبد الرحمن) سے اور انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح مذکورہ بالا روایت کے مطابق بیان کیا ہے۔ ^(۶) وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ جَاؤُوْا بِالْاِفْكِ﴾ ”بے شک جو لوگ (عائشہ رضی اللہ عنہا پر) بہتان گھڑ لائے۔“ افک کے معنی جھوٹ، بہتان اور افترا پر دازی کے ہیں۔ ”عَصَبَةٌ“ ”(تھمی میں سے) ایک جماعت۔“ ﴿لَا تَتَّبِعُوْهُ شَرًّا لَّكُمۡطَ﴾ ”تم اسے اپنے حق میں برانہ سمجھنا۔“ اے آل ابوبکر! ﴿بَلْ هُوَ خَبَرٌ لَّكُمۡطَ﴾ ”بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔“ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، دنیا میں ذکر جیل اور آخرت میں رنج و رجات کا سبب ہے اور اس میں ان کے شرف کا اظہار بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس قدر اہمیت دی کہ ان کی براءت کو اس قرآن عظیم میں نازل فرمادیا: ﴿اِنَّ

① یہ الفاظ صحیح البخاری کے حسب ذیل حوالے کے مطابق ہیں۔ ② مسند أحمد: 197-194/6. ③ صحیح البخاری، التفسیر،

باب: ﴿لَوْ لَا اِذْ سَمِعْتُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ.....﴾ (النور: 12، 13)، حدیث: 4750 و صحیح مسلم، التوبة، باب فی

حدیث الإفک، حدیث: 2770. ④ السیرة النبویة لابن هشام، خبر الإفک فی غزوة بنی المصطلق:

316-309/3. ⑤ السیرة النبویة لابن هشام، خبر الإفک.....: 310، 309/3. ⑥ السیرة النبویة لابن هشام، خبر الإفک

.....: 310، 309/3 و تفسیر الطبری: 123/18.

لَوْلَا اِذْ سَمِعْتُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۖ وَقَالُوا هَذَا إِفْكٌ

جب تم نے یہ (جھوٹ) سنا تو کیوں نہ مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے نفسوں میں اچھا گمان کیا اور (کیوں نہ)

مُبِينٌ ۚ لَوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ ۚ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَٰئِكَ

کہا کہ یہ تو صریح بہتان ہے ۚ (۱۲) وہ اس (الزام) پر چار گواہ کیوں نہ لائے؟ پھر جب وہ گواہ نہیں لائے تو وہی لوگ اللہ کے

عِنْدَ اللَّهِ هُمْ الْكَذِبُونَ ۚ (۱۳)

ہاں جھوٹے ہیں ۚ

يَا أَيُّهَا الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ط (حکم السجدة 41: 42) ”جس کے پاس باطل پھٹک بھی نہیں سکتا، نہ آگے سے اور نہ پیچھے سے۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب ان کے پاس مرض الوفا میں گئے تو فرمایا: آپ کے لیے خیر ہے کہ آپ تو رسول اللہ ﷺ کا حرم محترم ہیں۔ (رسول اللہ ﷺ کو آپ سے بہت محبت تھی) نبی ﷺ نے آپ کے سوا کسی اور باکرہ خاتون سے شادی نہیں کی، پھر آپ کی براءت کو تو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل فرمایا تھا۔ ①

سب سے بڑا بہتان طراز لعنتی: ﴿لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ﴾ ”ان میں سے ہر شخص کے لیے اتنا ہی گناہ ہے جتنا اس نے کمایا۔“ یعنی ہر اس شخص کے لیے جس نے اس معاملے میں گفتگو کی اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگانے میں جس قدر حصہ لیا اسی قدر اسے عذاب ہوگا۔ ﴿وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ﴾ ”اور جس نے ان میں سے اس (بہتان) کا بڑا بوجھ اٹھایا۔“ اس کے ایک معنی تو یہ بیان کیے گئے ہیں کہ جس نے اس بہتان کی ابتدا کی ہے اور دوسرے معنی یہ بیان کیے گئے ہیں کہ جس شخص نے اس واقعے کو گھڑا، اس بہتان کو تراشا اور لوگوں میں اسے پھیلانے کی کوشش کی، ﴿لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ ② ”اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔“ اس بہتان طرازی کی وجہ سے۔ اور وہ عبد اللہ بن ابی بن سلول تھا۔ اللہ تعالیٰ اسے ذلیل و رسوا کرے اور اس پر لعنت فرمائے۔

تفسیر آیات: 13، 12

بہتان کے پھیلانے پر مومنوں کی سرزنش: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قصے میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی بھی سرزنش کی ہے کہ ان میں سے بعض نے اس بری گفتگو میں حصہ لیا تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَوْلَا﴾ ”کیوں نہیں“ ﴿اِذْ سَمِعْتُوهُ﴾ ”جب تم نے وہ (جھوٹ) سنا“ جس میں ام المؤمنین رضی اللہ عنہا پر بہتان لگایا گیا تھا، ﴿ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا﴾ ”تو مومن مردوں اور عورتوں نے اپنے دلوں میں نیک گمان کیا؟“ اور اسے اپنے نفسوں پر قیاس کیوں نہ کیا؟ اگر اس طرح کی بات ان کے شایان شان نہیں تو ام المؤمنین تو اس سے بطریق اولیٰ بری اور پاک ہیں۔ کہا گیا ہے کہ یہ آیت کریمہ ابویوب

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿لَوْلَا اِذْ سَمِعْتُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ﴾ (النور: 24: 16)، حدیث: 4753 توسین

والے الفاظ مسند أحمد: 277/1 میں ہیں۔

خالد بن زید انصاری اور ان کی بیوی رضی اللہ عنہا کی بات کا واسوہ و نمونہ بنالینے کے لیے نازل ہوئی ہے۔

امام محمد بن اسحاق بن یسار نے روایت کیا ہے کہ ابو ایوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے ان کی بیوی ام ایوب نے کہا: ابو ایوب! تو نے سنا ہے کہ لوگ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں۔ اس نے کہا: ہاں، یہ سب کچھ جھوٹ ہے، ام ایوب! بتا تو ایسا کام کر سکتی ہے؟ اس نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! میں ایسا کام نہیں کر سکتی، ابو ایوب نے کہا: تو (پھر سن) اللہ کی قسم! عائشہ رضی اللہ عنہا تجھ سے بہت بہتر ہیں۔ جب قرآن نازل ہوا تو اس برائی کے بارے میں بہتان بازوں نے جو کچھ کہا اس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِآلِافِكَ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ط﴾ (النور: 11:24) ”بے شک جو لوگ بہتان گھڑ لائے وہ تمھیں میں سے ایک جماعت ہیں۔“ اس سے مراد حسان اور ان کے ساتھی ہیں جنھوں نے بہتان بازی کی باتیں کی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ﴿لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا ط.....﴾ (الآیہ ”جب تم نے وہ (جھوٹ) سنا تو مومن مردوں اور عورتوں نے کیوں نہ اپنے دلوں میں نیک گمان کیا.....“ جیسا کہ ابو ایوب اور ان کی بیوی نے نیک گمان کیا تھا۔^①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا ط﴾ یعنی مومن مردوں اور عورتوں نے کیوں اپنے دلوں میں نیک گمان نہ کیا کہ ام المؤمنین تو نبی اکرم ﷺ کی اہلیہ محترمہ ہیں اور آپ کے بہت قریب ہیں۔ اس نیک گمان کا تعلق تو باطن سے ہے اور پھر ﴿وَقَالُوا ط﴾ ”(اور) کیوں نہ) کہا۔“ اپنی زبانوں سے۔ ﴿هَذَا آفَكٌ مَّبِينٌ ط﴾ ”یہ صریح بہتان ہے۔“ واقعہ آفک کے ”صریح بہتان“ ہونے کے عقلی دلائل: یہ ام المؤمنین کے بارے میں کھلم کھلا جھوٹ ہے، اس لیے کہ جس طرح واقعہ پیش آیا وہ ہر قسم کے شک و شبہ سے بالا ہے کیونکہ ام المؤمنین صفوان بن مَعْلَل کی سواری پر سوار ہو کر دن کو دوپہر کے وقت آئیں اور سارا لشکر اس وقت دیکھ رہا تھا، رسول اللہ ﷺ اس وقت خود بنفس نفیس لشکر میں تشریف فرما تھے، اگر معاملہ ذرہ بھر بھی شک و شبہ والا ہوتا تو وہ دونوں اس طرح دن دھاڑے سوار ہو کر نہ آتے اور نہ اس طرح سب لوگوں کے سامنے آتے، اگر معاملہ ذرہ بھر بھی مشکوک ہوتا تو دونوں اپنے آپ کو مخفی و مستور رکھنے کی کوشش کرتے۔

ان سب باتوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ بہتان طرازوں کی یہ ساری باتیں جو انھوں نے ام المؤمنین کے بارے میں کی ہیں بہتان اور سفید جھوٹ پر مبنی ہیں، یہ محض فسق و فجور اور مسلمانوں کے معاشرے میں فحاشی پھیلانے کی ناپاک سازش ہے جو سراسر خسارے کا سودا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَوْلَا جَاءُوا عَلَیْکُمْ بِأَرْبَعَةِ شَہَدَاءَ ط﴾ ”وہ اس (الزام) پر چار گواہ کیوں نہ لائے؟“ جو ان کی بات کے سچے ہونے کی گواہی دیتے، ﴿فَإِذَا لَمْ يَأْتُوا بِالشَّہَدَاءِ فَلَوْلَکَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْکٰذِبُونَ ط﴾ ”پھر جب وہ گواہ نہیں لائے تو اللہ کے نزدیک یہی لوگ جھوٹے ہیں۔“ یعنی اللہ کے حکم میں یہ لوگ کاذب اور فاسق و فاجر ہیں۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَسَسَّكُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ

اور اگر تم پر دنیا و آخرت میں اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم جن باتوں میں پڑ گئے تھے اس پر تمہیں بہت بڑا عذاب آ لیتا ⑭ جب تم

عَظِيمٌ ⑭ اِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِالسِّنِّتِمْ وَتَقُولُونَ بَافَاؤِهَكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا ⑮

اسے ایک دوسرے سے اپنی زبانوں کے ساتھ لیتے تھے اور اپنے منوں سے (وہ بات) کہہ رہے تھے جس کا تمہیں علم نہ تھا، اور تم اسے معمولی

وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ ⑮

سمجھ رہے تھے، جبکہ وہ اللہ کے ہاں بہت بڑی بات ہے ⑮

تفسیر آیات: 14، 15

اللہ نے اپنے فضل سے بہتان باندھنے والوں کو توبہ کی توفیق بخشی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ

وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ ”اور اگر دنیا اور آخرت میں تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی۔“ اے عائشہ کے بارے

میں باتیں بنانے والو! اللہ تعالیٰ نے دنیا میں تمہاری توبہ اور انابت کو قبول کر لیا اور ایمان کی وجہ سے آخرت میں تم کو معاف

فرمادیا ہے، ﴿لَسَّكُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ ⑭ ”تو تم جن باتوں میں پڑ گئے تھے اس پر تمہیں عذاب عظیم

آ لیتا۔“ یعنی بہتان باندھنے کی وجہ سے۔ بہتان باندھنے والوں میں سے جس کے پاس ایمان تھا تو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی وجہ

سے اسے توبہ کی توفیق عطا فرمادی، مثلاً: مسطح، حسان اور زینب بنت جحش کی بہن حُنت بنت جحش۔ اور جن منافقوں نے اس

بہتان میں حصہ لیا، مثلاً: عبد اللہ بن ابی ابن سلول اور اس کے ساتھی تو وہ اس آیت کے مصداق نہیں ہیں کیونکہ وہ اس بہتان

کے مقابلے میں ایمان اور عمل صالح سے محروم تھے، اسی طرح جب بھی کسی معین فعل کے بارے میں کوئی وعید وارد ہوا اور وہ

مطلق ہو تو وہ توبہ یا کسی ایسے عمل صالح کے نہ ہونے کے ساتھ مشروط ہوگی جو اس کے ہم وزن یا اس سے زیادہ ہو۔

پھر فرمایا: ﴿اِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِالسِّنِّتِمْ﴾ ”جب تم اپنی زبانوں سے اس (بات) کو ایک دوسرے سے لیتے تھے۔“ مجاہد اور

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب تم میں سے بعض، بعض سے اس واقعے کو ذکر کرتے تھے۔ ⑮ اور کہتے تھے

کہ میں نے فلاں سے یہ واقعہ سنا ہے، فلاں نے اس طرح کہا ہے، بعض لوگوں نے اس طرح ذکر کیا ہے۔ بعض نے اسے اس

طرح پڑھا ہے: ﴿اِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِالسِّنِّتِمْ﴾ ”جب تم اپنی زبانوں سے اس (جھوٹ) کو مسلسل پھیلا رہے تھے۔“ صحیح بخاری میں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ان الفاظ کو اسی طرح پڑھا کرتی تھیں۔ ⑮ اور فرمایا کرتی تھیں کہ یہ وَلَقِيَ الْكُذِبَ

سے ہے جس کے معنی اس جھوٹ کے ہوتے ہیں جسے بولنے والا مسلسل بولتا رہے۔ عرب کہتے ہیں: وَلَقِيَ فَلَانٌ فِي السَّيْرِ ”وہ

مسلسل سفر کرتا رہا۔“ اور یہ اس وقت کہتے ہیں جب کوئی مسلسل چلتا ہے۔ ⑮ البتہ پہلی قراءت ﴿تَلَقَّوْنَهُ﴾ زیادہ مشہور ہے

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ﴾..... (النور: 24، 14)، قبل الحديث: 4751

وتفسير الطبري: 132، 131/18، وتفسير ابن أبي حاتم: 2548/8. ② صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿اِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِالسِّنِّتِمْ﴾

..... (النور: 24، 15)، حديث: 4752. ③ تفسير الطبري: 131، 130/18. حافظ ابن حجر نے اس کا ضبط ”واو“ اور ”لام“ کے

زیر کے ساتھ وَلَقِيَ الْكُذِبَ لکھا ہے۔ فتح الباری: 439/7، تحت الحديث: 4144.

وَلَوْلَا اِذْ سَبَعْتُمْوهٗ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَا اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿١٦﴾

اور جب تم نے اسے سنا تھا تو کیوں نہ کہا: یہ ہمارے لائق نہیں کہ ہم اس کے متعلق بولیں (یا اللہ!) تو پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے ﴿١٦﴾ اللہ

يَعِظُكُمْ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْذُوْا لِيْثْلِهٖ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧﴾ وَيَبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ الْاٰلِيْۤاتِ ط وَاللّٰهُ

تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو دوبارہ کبھی بھی اس جیسی بات نہ کرنا ﴿١٧﴾ اور اللہ تمہارے لیے (اپنی) آیات بیان کرتا ہے، اور اللہ بڑا

عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١٨﴾

جاننے والا، خوب حکمت والا ہے ﴿١٨﴾

اور جمہور کی بھی یہی قراءت ہے جبکہ دوسری قراءت [تَلَقُّوْهُ] ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ ﴿١﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَتَقُوْلُوْنَ يَاۤاَوَّاهُكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ﴾ ”اور تم اپنے مونہوں سے ایسی بات کہتے تھے

جس کا تمہیں کچھ بھی علم نہ تھا۔“ یعنی تم ایسی بات کہہ رہے تھے جس کا تمہیں کچھ علم ہی نہ تھا، پھر فرمایا: ﴿وَتَحْسِبُوْنَاهٖنَا﴾

﴿هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ﴾ ﴿١٥﴾ ”اور تم اسے معمولی سمجھ رہے تھے جبکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی بات تھی۔“ یعنی تم ام المؤمنین

کے بارے میں جو بات کر رہے تھے تو اسے ایک ہلکی اور معمولی بات سمجھتے تھے۔ ام المؤمنین اگر نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ

نہ ہوتیں تو پھر بھی یہ کوئی ہلکی اور معمولی بات نہ تھی مگر وہ تو نبی امی، خاتم الانبیاء اور سید المرسلین ﷺ کی حرم محترم ہیں! اللہ تعالیٰ

کے ہاں یہ بہت بڑی بات ہے کہ اس کے رسول کی بیوی کے بارے میں ایسی بات کی جائے، اللہ تعالیٰ کو اس سے غیرت آتی

ہے۔ حَاشَا وَكَلَّا اللّٰهُ تعالیٰ نے کسی نبی کی بیوی کو بھی ایسا نہیں بنایا تو تمام انبیائے کرام کی بیویوں کی سردار اور دنیا و آخرت

میں علی الاطلاق ساری اولاد آدم کے سردار کی بیوی ایسی کیسے ہو سکتی ہیں؟ اسی لیے فرمایا: ﴿وَتَحْسِبُوْنَاهٖنَا﴾ ﴿هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ

عَظِيْمٌ﴾ ﴿١٥﴾ ”اور تم اسے معمولی سمجھ رہے تھے جبکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی بات تھی۔“ صحیح بخاری و مسلم میں ہے: [اِنَّ

الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخِطِ اللّٰهِ]، [لَا يَرٰى اَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ]، [يَهْوٰى بِهَا فِى النَّارِ، اَبْعَدَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ

وَالْمَغْرِبِ] ”بلاشبہ بندہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا ایک کلمہ کہہ دیتا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ یہ کہاں تک پہنچے گا مگر وہ اس ایک کلمے کی

وجہ سے جہنم میں اس فاصلے سے بھی زیادہ دور چلا جاتا ہے جتنا مشرق اور مغرب کے درمیان ہے۔“ ﴿٢٠﴾ اور ایک روایت میں

الفاظ یہ ہیں: [لَا يُلْقٰى لَهَا بِالْاَل] ”وہ اس کلمے کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔“ ﴿٣﴾

تفسیر آیات: 18-16

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿اِذْ تَلَقُّوْهُ بِالْاِسْتِكْمٰلِ﴾ (النور: 24: 15)، حدیث: 4752. ② پہلا حصہ صحیح

البخاری، الرقاق، باب حفظ اللسان.....، حدیث: 6478 عن أبی ہریرۃؓ، دوسرا حصہ المعجم الکبیر للطبرانی:

367/1، حدیث: 1129 عن بلال بن الحارث المزنیؓ اور تیسرا حصہ صحیح مسلم، الزہد، باب حفظ اللسان،

حدیث: (50)-2988 عن أبی ہریرۃؓ میں ہے۔ ③ صحیح البخاری، الرقاق، باب حفظ اللسان.....، حدیث:

6478 عن أبی ہریرۃؓ.

إِنَّ الَّذِينَ يُجِبُونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ط

بے شک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ ایمان لانے والوں میں بے حیائی پھیلے، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور

وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ①۹

اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ①۹

بہتان طرازوں کی دوبارہ سرزنش: پہلے یہ سرزنش کی گئی کہ اس بات کو سن کر تم نے نیک گمان کیوں نہ کیا۔ اور اب دوبارہ یہ سرزنش کی جا رہی ہے کہ جب یہ بات دنیا کی بہترین عورت کے بارے میں کہی گئی جو کسی طرح بھی درست نہ تھی تو زیادہ مناسب یہی تھا کہ ان کے بارے میں نیک گمان کیا جاتا اور دل میں اس کے سوا اور کوئی بات لائی ہی نہ جاتی اور اگر دل میں کوئی وسوسہ یا خیال آتا بھی تو زبان سے اس کا اظہار نہیں ہونا چاہیے تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ تَجَاوَزَ لِأُمَّتِي عَمَّا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسَهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَتَكَلَّمَ بِهِ] ”بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لیے ان خیالات کو معاف فرما دیا ہے جو دل میں پیدا ہوں، جب تک ان کے بارے میں زبان سے کہا نہ جائے یا ان کے مطابق عمل نہ کر لیا جائے۔“ ①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَذَا﴾ ”اور جب تم نے اسے سنا تھا تو کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں شایاں نہیں کہ ایسی بات کریں۔“ یعنی ہمیں یہ زیب ہی نہیں دیتا کہ ہم یہ بات زبان پر لائیں یا کسی سے اس کا ذکر کریں۔ ﴿سُبْحَنَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ﴾ ①۶ ”(اے پروردگار!) تو پاک ہے یہ بہت بڑا بہتان ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے کہ اس طرح کی بات اس کے رسول کی بیوی اور اس کے خلیل کے حرم کے بارے میں کی جائے۔

پھر فرمایا: ﴿يَعْلَمُ اللَّهُ أَنَّ تَعُودُ الْبَيْتِلَةَ أَبَدًا﴾ ”اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی ایسی حرکت نہ کرنا۔“ اللہ تعالیٰ تمہیں منع فرماتا اور ڈانٹ پلاتا ہے کہ مستقبل میں پھر کبھی دوبارہ ایسا کام نہ کرنا۔ ﴿إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ ①۷ ”اگر تم مومن ہو۔“ اگر تمہارا اللہ تعالیٰ اور اس کے دین پر ایمان ہے اور تم اس کے رسول ﷺ کی تعظیم بجالاتے ہو تو پھر کبھی ایسا کام نہ کرنا۔ اور اگر کوئی شخص کافر ہے تو اس کی بات دوسری ہے، پھر فرمایا: ﴿وَيَبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ﴾ ”اور اللہ تمہارے (سمجھانے کے) لیے آیتیں کھول کر بیان فرماتا ہے۔“ یعنی وہ شرعی احکام اور قدری حکمتیں تمہارے سمجھانے کی خاطر واضح طور پر بیان فرماتا ہے۔ ﴿وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ ①۸ ”اور اللہ خوب جاننے والا، بڑی حکمت والا ہے۔“ وہ جانتا ہے کہ اس کے بندوں کے لیے کون سی چیز بہتر ہے اور وہ اپنی شریعت و تقدیر میں حکمت والا ہے۔

تفسیر آیت: 19

مومنوں میں بے حیائی پھیلانے والوں کی گوشالی: یہ تیسری سرزنش ہے اس شخص کے لیے جو کوئی بری بات سنے اور وہ اس

① صحیح البخاری، الطلاق، باب الطلاق فی الإغلاق والكره.....، حدیث: 5269 وصحیح مسلم، الإيمان، باب تجاوز الله عن حدیث النفس.....، حدیث: (202)-127 واللفظ له عن أبي هريرة ؓ.

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ رَعُوفٌ رَّحِيمٌ ۚ ۞ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو اللہ بہتان لگانے والوں کو فوراً عذاب دیتا) اور یہ کہ بلاشبہ اللہ نہایت شفقت کرنے والا، بڑا رحم کرنے والا

لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ط وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَامُرُ بِالْفَحْشَآءِ

ہے ۚ اے ایمان والو! تم شیطان کے قدموں کی اتباع نہ کرو، اور جو کوئی شیطان کے قدموں کی اتباع کرتا ہے، تو بلاشبہ وہ (شیطان) تو بے حیائی اور

وَالْمُنْكَرِ ط وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۚ وَلٰكِنْ

برے کام ہی کا حکم دیتا ہے، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی ایک کبھی بھی پاک نہ ہوتا، لیکن اللہ جسے چاہے پاک کرتا

اللَّهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللَّهُ سَبِيْعٌ عَلِيْمٌ ۚ ۞

ہے، اور اللہ خوب سننے والا، بڑا جاننے والا ہے ۚ

ۚ ۞

کے ذہن میں بیٹھ جائے اور وہ اس کے بارے میں گفتگو کرنے لگے، حالانکہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے اور اس طرح کی باتوں کو اسے نہیں پھیلانا چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تُشَاعِرَ الْفٰلِحَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۚ فِي الدُّنْيَا ﴾ بلاشبہ جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی پھیلے، ان کے لیے دنیا میں دکھ دینے والا عذاب ہے۔“ کیونکہ وہ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ ان کی طرف سے بری باتوں کا ظہور ہو، تب ان کے لیے دنیا میں حد کی صورت میں اور آخرت میں سزا کے طور پر (جہنم کا دکھ دینے والا) عذاب ہوگا۔ ﴿ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۙ ۞ ﴾ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“ لہذا اپنے تمام امور و معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹا دو، رشد و بھلائی پالو گے۔

دوسروں کے عیب تلاش کرنے والا ذلیل و خوار ہوتا ہے: امام احمد رحمہ اللہ نے ثوبان رحمہ اللہ کی روایت کو بیان کیا ہے: [لَا تُؤَدُّوْا عِبَادَ اللَّهِ، وَلَا تُعَيِّرُوْهُمْ، وَلَا تَطْلُبُوْا عَوْرَاتِهِمْ، فَاِنَّهٗ مَنْ طَلَبَ عَوْرَةَ اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ، طَلَبَ اللَّهُ عَوْرَتَهٗ، حَتّٰى يَفْضَحَ فِي بَيْتِهٖ] ”اللہ تعالیٰ کے بندوں کو ایذا نہ پہنچاؤ، نہ انھیں طعنہ دو اور نہ ان کے عیوب تلاش کرو کیونکہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کے عیب تلاش کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے عیب تلاش کرے گا یہاں تک کہ اسے اس کے گھر میں بھی رسوا کر دے گا۔“ ①

تفسیر آیات: 21، 20

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی یاد دہانی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ رَعُوفٌ رَّحِيمٌ ۚ ۞ ﴾ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو اللہ بہتان لگانے والوں کو فوراً عذاب دیتا) اور یہ کہ بلاشبہ اللہ

نہایت مہربان، بڑا رحیم ہے۔“ یعنی اگر یہ بات نہ ہوتی تو پھر دوسرا معاملہ ہوتا مگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے جس نے اس معاملے میں توبہ کر لی اس کو اس نے معاف فرما دیا اور کچھ لوگوں پر حد قائم کر کے انھیں پاک کر دیا، پھر فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۚ ۞ ﴾ ”اے مومنو! شیطان کے قدموں کی اتباع نہ کرو۔“

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولَى الْقُرْبَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي

اور تم میں سے فضل اور وسعت والے، قرابت داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (مالی مدد) دینے سے قسم نہ کھائیں اور چاہیے

سَبِيلَ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ عَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٢﴾

کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہاری مغفرت فرمائے، اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ﴿٢٢﴾

﴿حُطُوتٌ﴾ کا مفہوم: ﴿حُطُوتٌ﴾ سے مراد شیطان کے طریقے، رستے اور وہ باتیں ہیں جن کا وہ حکم دے۔ ﴿وَمَنْ

يَتَّبِعْ حُطُوتَ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ ”اور جو شخص شیطان کے قدموں کی اتباع کرتا ہے تو بلاشبہ وہ

(شیطان) تو بے حیائی اور برے کام ہی کا حکم دیتا ہے۔“ یہ بہت فصیح، بلیغ، مختصر اور بے حد خوبصورت عبارت میں شیطان کی

پیروی سے نفرت دلائی جا رہی ہے اور اس کی اتباع سے ڈرایا جا رہا ہے۔ علی بن ابوطلمح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت

کیا ہے کہ ﴿حُطُوتِ الشَّيْطَانِ﴾ سے مراد شیطان کا عمل ہے۔ ﴿١﴾ عکرمہ کا قول ہے کہ اس سے مراد شیطان کے وسوسے ہیں۔ ﴿٢﴾

قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ہر کام ﴿حُطُوتِ الشَّيْطَانِ﴾ میں سے ہے۔ ﴿٣﴾ ابو بکر کا کہنا ہے کہ گناہوں کی نذر

ماننا شیطان کے قدموں پر چلنا ہے۔ ﴿٤﴾

پھر فرمایا: ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا ذَكَّىٰ مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ أَبَدًا﴾ ”اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی

مہربانی نہ ہوتی تو ایک (شخص) بھی تم میں سے کبھی پاک نہ ہوتا۔“ یعنی اگر اللہ تعالیٰ توبہ اور اپنی طرف رجوع کی توفیق عطا نہ

فرماتا اور نفسوں کو شرک اور فسق و فجور سے پاک نہ فرماتا اور ہر شخص کو گھٹیا اخلاق سے بچنے کی توفیق عطا نہ فرماتا تو کسی شخص کو بھی

نفس کی پاکیزگی اور خیر و بھلائی حاصل نہ ہوتی۔ ﴿وَلَكِنَّ اللَّهَ يُدْزِي مَنِ يَشَاءُ﴾ ”مگر اللہ جس کو چاہتا ہے پاک کر دیتا

ہے۔“ یعنی اپنی مخلوق میں سے اور جس کو چاہتا گمراہ کر دیتا اور گمراہی اور سرکشی کی ہلاکتوں میں تباہ کر دیتا ہے۔ ﴿وَاللَّهُ سَبِيْعٌ

”اور اللہ خوب سننے والا ہے۔“ یعنی اللہ خوب سننے والا ہے اپنے بندوں کے اقوال کو۔ ﴿عَلِيمٌ﴾ ﴿٢١﴾ ”بہت جاننے والا ہے“

کہ ان میں سے ہدایت کا مستحق کون ہے اور کون گمراہی کا مستحق ہے۔

تفسیر آیت: 22

اہل فضل کو جو دوسنی کی ترغیب: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا يَأْتَلِ﴾ ”اور وہ قسم نہ کھائیں۔“ یہ لفظ الایۃ سے ہے جس

کے معنی قسم کھانے کے ہیں۔ ﴿أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ﴾ ”جو (لوگ) تم میں صاحب فضل اور صاحب وسعت ہیں۔“

یعنی وہ لوگ جو صاحب حیثیت ہیں، صدقہ اور احسان کرنے والے اور صاحب مال ہیں۔ ﴿أَنْ يُؤْتُوا أُولَى الْقُرْبَىٰ وَالْمَسْكِينِ

وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ ”اس بات سے کہ رشتہ داروں اور محتاجوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (کچھ خرچ

وغیرہ) دیں۔“ یعنی تم قسم نہ کھاؤ کہ تم اپنے محتاج رشتہ داروں اور مہاجرین سے صلہ رحمی نہیں کرو گے۔ صلہ رحمی کے سلسلے میں یہ حد

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2552/8. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2552/8. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 2552/8. ④

تفسیر ابن ابی حاتم: 2552/8.

إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ

بلاشبہ جو لوگ پاک دامن، بے خبر مومن عورتوں پر (زنا کی) تہمت لگاتے ہیں، ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی، اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب

عَظِيمٌ ۚ (23) يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۚ (24) يَوْمَئِذٍ

ہے (23) جس دن ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پیرانے کے خلاف، ان اعمال کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے (24) اس دن اللہ انہیں پورا

يُوفِيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ (25)

پورا، ان (کے حساب کتاب) کا ٹھیک بدلہ دے گا (جس کے وہ مستحق ہیں) اور وہ جان لیں گے کہ بے شک اللہ ہی واضح حق ہے (25)

درجے کی نرمی اور شفقت کی ترغیب دی گئی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا﴾ ”اور وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔“ اس برائی اور تکلیف سے جو انھوں نے پہنچائی ہے۔ ان لوگوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا تھا، اس کے باوجود یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی مخلوق کے ساتھ حد درجہ حلم اور لطف و کرم کا اظہار ہے۔ یہ آیت کریمہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ انھوں نے قسم کھالی تھی کہ اب وہ مسطح رضی اللہ عنہ پر خرچ نہیں کریں گے، اس لیے کہ وہ بھی عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھنے والوں میں شامل ہے جیسا کہ قبل ازیں حدیث بیان کی جا چکی ہے۔⁽¹⁾ جب اللہ تعالیٰ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت نازل فرمائی تو مومنوں کو فرحت و مسرت اور قرار نصیب ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بہتان میں حصہ لینے والے مومنوں کی توبہ کو قبول فرمایا اور ان میں سے بعض پر حد بھی قائم کی گئی تو اب اللہ تعالیٰ نے۔ وَلَهُ الْفَضْلُ وَالْمِنَّةُ۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ترغیب دی ہے کہ وہ اپنے رشتہ دار مسطح بن اثاثہ پر شفقت کریں کیونکہ وہ آپ کی خالہ کا بیٹا تھا اور حد درجہ مسکین آدمی تھا اور اس کے پاس کچھ بھی مال نہ تھا، لہذا ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی اس پر خرچ کیا کرتے تھے، وہ مہاجرین میں سے تھا، اس سے بھی زبان کی لغزش ہوئی مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ کو قبول فرمایا اور اس پر حد بھی قائم کی گئی تھی۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نیکی کے کاموں میں بہت معروف تھے، رشتہ داروں اور غیر رشتہ داروں پر آپ کے بہت احسانات تھے۔ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اس میں یہ جملہ بھی آیا: ﴿أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ﴾ ”کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تم کو بخش دے؟“ کیونکہ جزا جنس عمل کے مطابق ہوتی ہے جس طرح تم اس کو معاف کرو گے جو تم پر زیادتی کرے اسی طرح ہم تمہیں معاف کر دیں گے اور جس طرح تم درگزر کرو گے، اسی طرح ہم تم سے درگزر کریں گے۔ اس آیت کریمہ کو سن کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! ہم اس بات کو پسند کرتے ہیں، اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں بخش دے، پھر آپ نے حسب معمول مسطح کو خرچ دینا شروع کر دیا اور اپنے اس قول کہ اللہ کی قسم! میں کبھی بھی اس کو فائدہ نہیں دوں گا، کے مقابلے میں کہا: اللہ کی قسم! میں اس کے خرچ کو کبھی بند نہیں کروں گا۔ اور اپنے اس طرح کے کارناموں ہی کی وجہ سے آپ صدیق کہلائے۔ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَعَنْ بَنِيهِ۔

(1) دیکھیے النور، آیت: 11 کے ذیل میں عنوان: ”واقعہ اِکَل“

پاک دامن مومن عورتوں پر تہمت لگانے کی سزا: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعید ہے ان لوگوں کے لیے جو پاک دامن، برے کاموں سے بے خبر ایمان دار عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور ہر پرہیزگار عورت کی نسبت امہات المؤمنین زیادہ حق دار ہیں کہ وہ اس آیت میں داخل ہوں بالخصوص جبکہ ان آیات کے نزول کا سبب ہی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ تمام علماء رحمہم اللہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد اگر کوئی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دے یا آپ پر اس طرح کا کوئی بہتان لگائے جس کا ان آیات میں ذکر کیا گیا ہے تو وہ کافر ہے کیونکہ وہ قرآن کا مخالف ہے، دیگر تمام امہات المؤمنین کے بارے میں بھی یہی حکم ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَعْنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ.....﴾ الآية ”وہ دنیا اور آخرت (دونوں) میں لعنت کیے گئے.....“ اسی طرح جس طرح یہ فرمان ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا﴾ (الأحزاب 57:33) ”یقیناً وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو رنج پہنچاتے ہیں ان پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے اس نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔“ عبدالرحمن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگانے والوں کے لیے نازل ہوئی تھی اور آج بھی اگر کوئی مسلمان عورتوں کے بارے میں اس طرح کی شنیع حرکت کرے تو اس کے لیے بھی یہی حکم ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پہلی (عورت) ہیں جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی۔^①

سات تباہ کن چیزیں: امام ابن ابی حاتم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ! قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَاهُنَّ؟ قَالَ: الشِّرْكُ بِاللَّهِ، وَالسُّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَالتَّوَلَّى يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْعَافِيَّاتِ الْمُؤْمِنَاتِ] ”سات تباہ کر دینے والی باتوں سے اجتناب کرو! عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! وہ کون سی ہیں؟ فرمایا: (1) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا (2) جادو کرنا (3) کسی ایسی جان کو قتل کرنا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہو مگر حق کے ساتھ (4) سود کھانا (5) یتیم کا مال کھانا (6) جنگ کے دن منہ پھیرنا اور (7) پاک دامن، (بری باتوں سے) بے خبر، ایمان دار عورتوں پر تہمت لگانا۔“ اس کو امام بخاری اور امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔^②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَوْمَ نَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَسِنَّتُهُمْ وَأَيْدِيَهُمْ وَأَجْجَلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾^③ ”جس دن ان کی

① تفسیر الطبری: 139/18۔ ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2556/8۔ ③ صحیح البخاری، الوصایا، باب قول اللہ تعالیٰ:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى.....﴾ (النساء: 10)، حدیث: 2766 و صحیح مسلم، الإیمان، باب الکبائر

و اکبرہا، حدیث: 89۔

الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ ۖ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ ۚ

خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے، اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ

أُولَئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ ط لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ع

عورتوں کے لیے، یہ (پاکیزہ) لوگ ان باتوں سے بری ہیں جو وہ (خبیث لوگ ان کی بات) کہتے ہیں، ان کے لیے مغفرت اور بہت اچھا رزق ہے ۚ

نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ مشرکین جب یہ دیکھیں گے کہ جنت میں نمازی ہی داخل ہو رہے ہیں تو وہ کہیں گے کہ آؤ ہم اپنی بد اعمالیوں کا انکار کر دیں، پس وہ انکار کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے منہوں پر مہر لگا دے گا، پھر ان کے ہاتھ اور پاؤں گواہی دیں گے اور وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات بھی چھپانہ سکیں گے۔^①

ابن ابوحاتم نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کو بھی بیان کیا ہے کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ اس قدر ہنسے کہ دائیں نمایاں ہو گئیں، پھر آپ نے فرمایا: [تَذَرُونَ مِمَّا أَضْحَكُ؟ قُلْنَا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: مِنْ مُجَادَلَةِ الْعَبْدِ رَبَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَقُولُ: يَا رَبِّ! أَلَمْ تُجْرِنِي مِنَ الظُّلْمِ؟ فَيَقُولُ: بَلَى! فَيَقُولُ: لَا أُجِيزُ عَلَى شَاهِدًا إِلَّا مِنْ نَفْسِي، فَيَقُولُ: كَفَى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ، وَبِالْكَرَامِ عَلَيْكَ شَهِيدًا، فَيُخْتَمُ عَلَى فِيهِ، وَيُقَالُ لِأَرْكَانِهِ: انْطِقِي، فَتَنْطِقُ بِعَمَلِهِ، ثُمَّ يُخَلِّي بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْكَلَامِ، فَيَقُولُ: بُعْدًا لَكِنَّ وَسُحْقًا، فَعَنْكَ كُنْتُ أَنْضِلُ] ”تم جانتے ہو کہ میں کیوں ہنس رہا ہوں؟ ہم نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: قیامت کے دن بندے کے رب تعالیٰ سے جھگڑنے کی وجہ سے (ہنس رہا ہوں)۔ بندہ کہے گا: اے میرے رب! کیا تو مجھے ظلم سے پناہ نہیں دے چکا ہے؟ (تو نے وعدہ کیا ہے کہ ظلم نہیں کروں گا)۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیوں نہیں! بندہ کہے گا کہ میں اپنے بارے میں اپنے نفس کے سوا اور کسی کی گواہی کو تسلیم نہیں کرتا تو کہا جائے گا: آج تیرا نفس اور معزز (لکھنے والے) فرشتے تجھ پر گواہ کافی ہیں، پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے جسم کے اعضاء سے کہا جائے گا کہ تم بات کرو تو وہ بات کر کے اس کے اعمال کے بارے میں بتائیں گے، پھر (ان کے بات کرنے کے سلسلے کو منقطع کر دیا جائے گا اور) بندے کو بات کرنے کی اجازت دی جائے گی تو وہ کہے گا کہ تمہارے لیے دوری اور پھٹکار ہو، پس تمہاری ہی وجہ سے تو میں یہ سب کچھ کرتا تھا۔“^② اور اس کو امام مسلم اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔^③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **يَوْمَئِذٍ يُوقِفُهُمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ** ”اس دن اللہ ان کو (ان کے اعمال کا) پورا پورا (اور) ٹھیک بدلہ دے گا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہاں دین سے مراد حساب ہے اور قرآن مجید میں جتنی دفعہ بھی دین کا لفظ استعمال ہوا ہے حساب ہی کے معنی میں استعمال ہوا ہے، بعض ائمہ تفسیر نے بھی اسی طرح کہا ہے۔^④ **وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ**

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2558/8۔ ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2559/8۔ ③ صحیح مسلم، الزهد، باب [الدنيا

سجن للمؤمن وحنة للكافر]، حدیث: 2969 والسنن الكبرى للنسائی، التفسیر، سورة الانفاطار: 508/6، حدیث:

11653۔ ④ تفسیر ابن ابی حاتم: 2560، 2559/8 و تفسیر الطبری: 141/18۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَتَسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ذَلِكُمْ

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں داخل نہ ہوا کرو حتیٰ کہ تم اجازت لے لو، اور ان گھر والوں کو سلام کرو، یہ تمہارے

خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٢٧﴾ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّى يُؤْذَنَ

لیے بہت بہتر ہے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ﴿٢٧﴾ پھر اگر تم ان میں کسی کو نہ پاؤ تو ان میں داخل نہ ہو، حتیٰ کہ تمہیں اجازت دے دی جائے

لَكُمْ وَإِنْ قِيلَ لَكُمْ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكَى لَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٢٨﴾

اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ آؤ، یہ تمہارے لیے بہت پاکیزہ (عمل) ہے، اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے ﴿٢٨﴾

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ لَكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ

تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ان گھروں میں داخل ہو جہاں رہائش نہ ہو (اور) ان میں تمہارے لیے کوئی فائدہ ہو اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے

مَا تَبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿٢٩﴾

ہو اور جو تم چھپاتے ہو ﴿٢٩﴾

الْحَقُّ الْمُبِينُ ﴿٢٥﴾ ”اور وہ جان لیں گے کہ بے شک اللہ برحق ہے (اور حق کو) ظاہر کرنے والا ہے۔“ یعنی اس کا وعدہ، وعید

اور حساب سب کچھ عدل پر مبنی ہے جس میں ظلم کی قطعاً کوئی آمیزش نہیں۔

تفسیر آیت: 26

عائشہ رضی اللہ عنہا پاک ہیں کیونکہ یہ سب سے پاک باز انسان کی بیوی ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کا

مفہوم یہ ہے کہ ناپاک باتیں ناپاک مردوں کے لیے ہوتی ہیں اور ناپاک مرد ہی ناپاک باتوں کے لیے ہوتے ہیں اور پاک

باتیں پاک مردوں کے لیے ہوتی ہیں اور پاک مرد ہی پاک باتوں کے لیے ہوتے ہیں، نیز انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ یہ آیت کریمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور بہتان باندھنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ﴿١﴾ مجاہد، عطاء، سعید بن جبیر، شعبی، حسن بن

ابوالحسن بصری، حبیب بن ابوثابت اور ضحاک سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ﴿٢﴾ ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ ﴿٣﴾

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بری بات برے لوگوں ہی کو زیب دیتی ہے اور پاکیزہ بات پاک لوگوں کے شایانِ شان ہے تو اس

قاعدے کے مطابق منافقوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف جو بات منسوب کی ہے، اس کے زیادہ حق دار وہ خود ہیں اور ان

کی نسبت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عفت و پاک و امنی اور پاکیزگی و طہارت کی زیادہ حق دار ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿أُولَٰئِكَ مَبَرَّهْنٌ وَمِنَّا يَقُولُونَ ط﴾ ”یہ (پاک لوگ) ان باتوں سے بری ہیں جو وہ (خیث لوگ ان کی بابت) کہتے ہیں۔“

عبدالرحمن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیے ہیں اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لیے

ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ہیں۔ ﴿٤﴾ تو اس تفسیر کے مطابق ان لوگوں

﴿١﴾ تفسیر ابن ابی حاتم: 2563، 2562/8 و تفسیر الطبري: 142/18. ﴿٢﴾ تفسیر ابن ابی حاتم: 2564-2560/8 و تفسیر

الطبري: 144-142/18. ﴿٣﴾ تفسیر الطبري: 144/18. ﴿٤﴾ تفسیر الطبري: 144/18.

نے جو کہا ہے وہ لازمی طور پر انہی کی طرف لوٹتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کی بیوی بنایا ہے، اس لیے کہ وہ پاک ہیں اور رسول اللہ ﷺ ہر پاک سے پاک انسان سے بھی زیادہ پاکباز ہیں۔ اگر خدا نخواستہ عائشہ رضی اللہ عنہا ناپاک ہوتیں تو وہ شرعاً اور قدراً رسول اللہ ﷺ کے حوالہ عقد میں آنے کے لیے قطعاً موزوں نہ ہوتیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿أُولَٰئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ ط﴾ ”یہ (پاک لوگ) ان باتوں سے بری ہیں جو وہ (خبیث لوگ ان کی بابت) کہتے ہیں۔“ یعنی وہ ان بہتان باندھنے والے دشمنوں کی باتوں سے بہت بعید ہیں۔ ﴿لَهُمْ مَغْفِرَةٌ﴾ ”ان کے لیے بخشش ہے۔“ ان کی طرف اس جھوٹی بات کے منسوب کرنے کی وجہ سے۔ ﴿وَرَزَقُ كَرِيمٌ﴾ ”اور عزت والی روزی ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں نعمتوں سے بھری ہوئی بہشتوں میں۔ اس آیت کریمہ میں وعدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیوی جنت میں ہوگی۔

تفسیر آیات: 27-29

گھروں میں داخلے اور اجازت کے آداب: یہ وہ شرعی آداب ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو گھروں میں جانے کی اجازت طلب کرنے کے بارے میں سکھائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اپنے گھروں کے سوا دوسرے لوگوں کے گھروں میں اجازت کے بغیر داخل نہ ہوں، یعنی داخل ہونے سے پہلے اجازت لیں اور داخل ہونے کے بعد سلام کہیں۔ اجازت تین بار طلب کی جائے اگر مل جائے تو ٹھیک ورنہ واپس چلے جائیں جیسا کہ صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تین بار اجازت طلب کی جب انھیں اجازت نہ ملی تو وہ واپس چلے گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے عبد اللہ بن قیس کی آواز سنی تھی کہ اجازت طلب کر رہے تھے! انھیں اندر آنے کی اجازت دے دو۔ انھیں تلاش کیا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ چلے گئے ہیں، پھر بعد میں جب آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ واپس کیوں چلے گئے تھے۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں نے تین بار اجازت طلب کی تھی، جب اجازت نہ ملی تو میں واپس چلا گیا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: [إِذَا اسْتَأْذَنْ أَحَدُكُمْ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ فَلْيَرْجِعْ] ”جب تم میں سے کوئی تین بار اجازت طلب کرے اور اسے اجازت نہ ملے تو وہ واپس چلا جائے۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہیں اس بات کی گواہی پیش کرنا ہوگی ورنہ میں تمہیں سزا دوں گا۔ وہ انصار کی ایک جماعت کے پاس چلے گئے اور ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات بیان کی تو انھوں نے کہا کہ اس بات کی گواہی تو ہم میں سے عمر کے اعتبار سے سب سے چھوٹا شخص بھی دے سکتا ہے تو ان کے ساتھ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس فرمان نبوی کے بارے میں بتایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بازاروں میں خرید و فروخت کی وجہ سے میں اس فرمان کو سن نہ سکا۔^①

① ماخوذ از صحیح البخاری، الاستئذان، باب التسليم والاستئذان ثلاثا، حدیث: 6245 والبیوع، باب الخروج فی التجارة.....، حدیث: 2062 و صحیح مسلم، الآداب، باب الاستئذان، حدیث: (33-36) 2153 عن أبي سعيد الخدري و عبید بن عمیر ؓ.

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہما ان کے علاوہ کسی اور سے مروی حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب فرمائی اور فرمایا: [السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ] ”تجھ پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت“۔ انھوں نے جواب میں عرض کی: [وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ] ”آپ پر بھی سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت ہو۔“ لیکن اس قدر آہستہ جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ سنا حتیٰ کہ آپ نے تین بار سلام کیا اور سعد نے تینوں بار جواب دیا مگر اس قدر آہستہ آواز میں کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ سنا۔ نبی ﷺ واپس تشریف لے جانے لگے تو سعد بھی آپ کے پیچھے ہو گئے اور انھوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ نے جب سلام فرمایا تو میں نے اسے اپنے کانوں سے سنا اور جواب بھی دیا مگر آہستہ آواز میں، میرا مقصد یہ تھا کہ آپ میرے لیے سلامتی اور برکت کی زیادہ دعا فرمادیں، پھر وہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے ساتھ گھر لے آئے اور انھوں نے آپ کی خدمت میں مُنْثَى (خنک انگور) پیش کیا، نبی ﷺ نے اسے تناول فرمایا اور جب کھانے سے فارغ ہو گئے تو آپ نے یہ دعا فرمائی: [أَكَلْتُ طَعَامَكُمْ الْأَبْرَارُ، وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَأَفْطَرَ عِنْدَكُمْ الصَّائِمُونَ] ”نیک لوگ تمہارا کھانا کھائیں، فرشتے تمہارے لیے رحمت کی دعا کریں اور روزے دار تمہارے ہاں روزہ افطار کریں۔“^①

اجازت طلب کرنے والے کو چاہیے کہ وہ دروازے کے بالکل سامنے کھڑا نہ ہو بلکہ دروازے کے دائیں یا بائیں جانب کھڑا ہو کیونکہ امام ابوداؤد نے عبد اللہ بن مسر رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی کے گھر کے دروازے کے پاس تشریف لاتے تو آپ دروازے کے بالکل سامنے کھڑے نہیں ہوتے تھے بلکہ دائیں یا بائیں جانب تشریف فرما ہوتے اور فرماتے: [السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، السَّلَامُ عَلَيْكُمْ] ”تم پر سلامتی ہو، تم پر سلامتی ہو۔“^② اور یہ اس لیے کہ ان دنوں دروازوں پر پردے نہیں ہوتے تھے۔ اس حدیث کے روایت کرنے میں امام ابوداؤد متفرد ہیں۔

صحیحین میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَوْ أَنَّ امْرَأًا أَطْلَعَ عَلَيْكَ بِغَيْرِ إِذْنٍ فَخَذَفْتَهُ بِحَصَاةٍ فَقَفَأَتْ عَيْنَهُ]، [مَا كَانَ عَلَيْكَ مِنْ جُنَاحٍ] ”اگر کوئی شخص اجازت کے بغیر تمہارے گھر میں جھانکے اور تم نکل کر اس کی آنکھ پھوڑ دو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔“^③

محدثین کی ایک جماعت نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نبی ﷺ کی خدمت اقدس میں اپنے باپ کے ذمے قرض کے بارے میں حاضر ہوا اور میں نے دروازے پر دستک دی تو آپ نے فرمایا: [مَنْ ذَا؟] ”کون؟“ میں نے

① مسند أحمد: 138/3 . سنن أبي داود، الأدب، باب كم مرة يسلم الرجل في الاستئذان؟ حديث :

5186 . ② پہلا صحیح البخاری، الدیات، باب من اطلع فی بیت قوم ففقؤا وعینه فلاذیة له، حدیث: 6902

اور دوسرا صحیح مسلم، الأدب، باب تحريم النظر فی بیت غیره، حدیث: (44)-2158 عن أبي هريرة ؓ کے مطابق ہے۔

عرض کی: [اَنَا] میں، تو آپ نے فرمایا: [اَنَا اَنَا] ”میں میں“، گویا آپ نے اسے ناپسند فرمایا۔^① ”میں“ کے بجائے اپنا نام بتانا چاہیے۔ آپ نے اسے ناپسند اس لیے فرمایا کہ آدمی جب تک اپنا نام یا اپنی کنیت نہ بتائے جس کے ساتھ وہ مشہور ہو، معلوم نہیں ہوتا کہ اجازت مانگنے والا کون ہے، کیونکہ اپنے بارے میں ”میں“ تو ہر شخص کہہ سکتا ہے، اس سے وہ مقصود حاصل نہیں ہو سکتا جس کی خاطر اجازت طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آیت کریمہ میں ﴿تَسْتَأْذِنُوا﴾ کے معنی ہیں کہ تم اجازت طلب کر لو۔^② دیگر کئی ائمہ تفسیر نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔^③

امام احمد رحمہ اللہ نے کلدہ بن حنبل سے روایت کیا ہے کہ صفوان بن امیہ نے انھیں فتح مکہ کے موقع پر لہا (پیوی ربوہلی، یعنی مادہ جانور کا گاڑھا دودھ جو بچے کی پیدائش کے بعد تین، چار دن تک نکلتا ہے)، جدائیہ (ہرن کے بچے کا گوشت) اور ضغائیس (ککڑیاں) کے ساتھ بھیجا اور نبی ﷺ اس وقت وادی کے بالائی علاقے میں تھے۔ وہ کہتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا، میں نے نہ سلام کیا اور نہ اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: [ارْجِعْ، فَقُلْ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ] (ا) اَدْخُلْ؟“ واپس جاؤ اور کہو: السلام علیکم، کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟“ یہ صفوان کے مسلمان ہونے کے بعد کا واقعہ ہے۔^④ اس کو ابو داود، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔^⑤

ابن جریج نے کہا کہ میں نے عطاء بن ابورباح سے سنا وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کر رہے تھے کہ انھوں نے فرمایا کہ تین آیات کا لوگوں نے انکار کر دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنْ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتَّقُوا اللَّهَ﴾ (الحُجُرَات 13:49) ”بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔“ اور لوگ کہتے ہیں کہ زیادہ عزت والا وہ ہے جس کا گھر زیادہ بڑا ہو۔ اور اجازت طلب کرنے کا تو لوگوں نے انکار ہی کر دیا ہے، میں نے عرض کی: کیا میں اپنی ان یتیم بہنوں سے بھی اجازت لوں جو میری حفاظت میں پرورش پا رہی ہیں اور میرے ساتھ ایک ہی گھر میں رہ رہی ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، میں نے اپنے سوال کو دہرایا (تاکہ مجھے رخصت مل جائے مگر) آپ نے انکار فرمادیا۔ آپ نے فرمایا: کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ تم انھیں عریاں دیکھو۔ میں نے جواب دیا: نہیں، تو آپ نے فرمایا: پھر اجازت طلب کرو، میں نے

① صحیح البخاری، الاستئذان، باب: إذا قال: من ذا؟ فقال: أنا، حدیث: 6250 وصحیح مسلم، الآداب، باب کراهة قول المستأذن: أنا.....، حدیث: (39،38) 2155 وسنن أبی داود، الأدب، باب الرجل یستأذن.....، حدیث: 5187 وجامع الترمذی، الاستئذان، باب ماجاء فی التسلیم قبل الاستئذان، حدیث: 2711 والسنن الکبریٰ للنسائی، عمل الیوم واللیلۃ، باب الکراهیۃ فی أن یقول: أنا: 90/6، حدیث: 10160 وسنن ابن ماجہ، الأدب، باب الاستئذان، حدیث: 3709. ② تفسیر الطبری: 146/18 و تفسیر ابن أبی حاتم: 2566/8. ③ تفسیر الطبری: 149-146/18 و تفسیر ابن أبی حاتم: 2567، 2566/8. ④ مسند أحمد: 414/3، البیہقی والاحرف جامع الترمذی، الاستئذان، باب ماجاء فی التسلیم.....، حدیث: 2710 میں ہے۔ ⑤ سنن أبی داود، الأدب، باب کیف الاستئذان؟ حدیث: 5176 وجامع الترمذی، الاستئذان، باب ماجاء فی التسلیم قبل الاستئذان، حدیث: 2710 والسنن الکبریٰ للنسائی، الأطعمة، باب الضغائیس: 169/4، حدیث: 6735.

بھی اپنی بات کو پھر دہرایا تو آپ نے فرمایا: کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔ میں نے جواب دیا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: پھر ان سے اجازت لے کر اندر جاؤ۔^①

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابن طاووس نے اپنے والد سے خبر دی کہ مجھے یہ بات سب سے زیادہ ناپسند ہے کہ میں اپنی کسی محرم خاتون کو عریاں دیکھوں، اس مسئلے میں وہ بہت سختی کرتے تھے۔ ابن جریج نے زہری سے روایت کیا ہے کہ میں نے ہزبل بن شریحیل اودی اعمیٰ سے سنا کہ انھوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے سنا کہ اپنی ماؤں کے پاس جانے سے قبل بھی اجازت طلب کرو۔^②

ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے کہا کہ آدمی اپنی بیوی کے ہاں جانے سے قبل بھی اجازت طلب کرے؟ انھوں نے فرمایا: نہیں۔^③ اور یہ عدم وجوب پر محمول ہے ورنہ افضل یہ ہے کہ اپنی آمد کے بارے میں اسے بھی معلوم کرادے اور اس کے پاس اچانک نہ جائے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی ایسی حالت میں ہو جس میں دیکھنا اسے پسند نہ ہو۔ ابو جعفر بن جریر نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب کے بھتیجے سے اور انھوں نے زینب رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ جب اپنے کسی کام سے فارغ ہو کر گھر آتے تو دروازے پر پہنچ کر گلا صاف کرتے اور تھوکتے کیونکہ وہ اس بات کو ناپسند فرماتے کہ ہمارے پاس اچانک آجائیں اور ہمیں کسی ناپسندیدہ حالت میں دیکھیں۔^④ اس روایت کی سند صحیح ہے۔

مقاتل بن حیان ارشاد باری تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا﴾ ”اے مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے (لوگوں کے) گھروں میں داخل نہ ہوا کرو، یہاں تک کہ تم اجازت لے لو اور ان گھروالوں کو سلام کرو۔“ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں جب کوئی شخص اپنے کسی ساتھی سے ملتا تو اسے سلام نہیں کیا کرتا تھا بلکہ یہ کہتا تھا: صبح بخیر، شام بخیر، اس وقت لوگوں کا آپس میں ملاقات کے وقت یہی سلام تھا اور جب کسی کے گھر میں جاتا تو اندر داخل ہونے کے لیے اجازت طلب نہیں کیا کرتا تھا بلکہ اچانک اندر داخل ہو جاتا اور کہتا کہ میں آ گیا ہوں۔ یہ صورت حال گھروالوں کو ناگوار محسوس ہوتی تھی کیونکہ ہو سکتا ہے کہ آدمی اپنی بیوی کے ساتھ مصروف ہو، اللہ تعالیٰ نے ان ساری عادات کو بدل کر ایسے احکام دے دیے جن میں ستر پوشی اور عفت ہے، پاکیزگی اور ہر قسم کے میل کچیل سے صفائی اور طہارت کا اہتمام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا﴾ ”اے مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے (لوگوں کے) گھروں میں داخل نہ ہوا کرو، یہاں تک کہ تم اجازت لے لو اور ان گھروالوں کو سلام کرو۔“ مقاتل نے جو بات کی ہے بہت اچھی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے: ﴿ذَلِكُمْ

① تفسیر الطبری: 148/18 اس واقعے میں تین آیات کا ذکر آیا ہے جبکہ تفصیل میں دو کی طرف اشارہ ہے جبکہ تیسری سورۃ نساء کی

آیت: 8 ہے جیسا کہ تفسیر ابن ابی حاتم: 2632/8 میں ہے۔ ② تفسیر الطبری: 148/18، 149۔ ③ تفسیر الطبری:

149/18۔ ④ تفسیر الطبری: 149/18 و مسند أحمد: 381/1 و سنن ابن ماجہ، الطب، باب تعلیق التمام، حدیث:

3530۔ ⑤ تفسیر ابن ابی حاتم: 2566، 2565/8۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ

(اے نبی!) آپ مومن مردوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے بہت پاکیزہ (عمل) ہے، جو

بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿٣٠﴾

کچھ وہ کرتے ہیں، بلاشبہ اللہ اس سے خوب باخبر ہے ﴿٣٠﴾

خَبِيْرٌ لَّكُمْ ﴿٣٠﴾ ”یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔“ یعنی اجازت طلب کرنا بہتر ہے کیونکہ اس طرح دونوں کو خیر ہو جاتی ہے، اجازت طلب کرنے والے کو بھی اور گھر والوں کو بھی۔ ﴿لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ ﴿٢٧﴾ ”تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَا اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَّكُمْ﴾ ”پس اگر تم اس (گھر) میں کسی کو نہ پاؤ تو جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے اس میں مت داخل ہو۔“ ورنہ اجازت کے بغیر کسی کی ملکیت میں تصرف لازم آتا ہے اور یہ گھر کے مالک کی مرضی ہے کہ وہ چاہے تو اجازت دے اور اگر چاہے تو اجازت نہ دے۔ ﴿وَ اِنْ قِيْلَ لَكُمْ اِرْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هٰذَا اَزْكٰى لَكُمْ﴾ ”اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ آؤ، یہ تمہارے لیے بہت پاکیزہ (عمل) ہے۔“ یعنی اجازت سے قبل یا اس کے بعد اگر تم کو لوٹا دیں تو لوٹ جایا کرو اور اس صورت میں تمہارا لوٹ جانا ہی تمہارے لیے بڑی پاکیزگی کی بات ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾ ﴿٢٨﴾ ”اور جو کام تم کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔“

فتادہ کا قول ہے کہ ایک مہاجر نے کہا کہ میں ساری عمر اس طلب میں رہا کہ اس آیت کریمہ پر عمل کروں مگر ایک بار بھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے اپنے کسی بھائی سے اجازت طلب کی ہو اور اس نے مجھے کہا ہو کہ لوٹ جاؤ اور میں رشک کرتے ہوئے لوٹ جاؤں کہ مجھے اس آیت کریمہ پر عمل کا موقع مل گیا ہے۔ ﴿١﴾ سعید بن جبیر کہتے ہیں: ﴿وَ اِنْ قِيْلَ لَكُمْ اِرْجِعُوْا فَارْجِعُوْا﴾ ”اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ آؤ۔“ یعنی لوگوں کے دروازوں پر کھڑے نہ رہا کرو۔ ﴿٢﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ﴾ ”تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم کسی ایسے مکان میں جاؤ جس میں کوئی نہ بستا ہو۔“ یہ آیت کریمہ پہلی آیت سے خاص ہے کہ ایسے گھروں میں اجازت کے بغیر داخل ہونا جائز ہے جن میں کوئی نہ ہو اور ان میں تمہارا فائدہ ہو، مثلاً: ایسا گھر جو مہمانوں کے لیے خاص ہو تو ایسے گھروں میں داخلے کے لیے پہلی مرتبہ کی اجازت ہی کافی ہے۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی فرمایا ہے کہ پہلے حکم ﴿لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ﴾ کے عموم کو منسوخ کر دیا گیا اور اس کا استثنایہ ذکر کیا گیا: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ﴾ ﴿٣﴾۔ ﴿٤﴾ عکرمہ اور حسن بصری سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ﴿٥﴾

تفسیر آیت: 30

نظر نیچی رکھنے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ محرمات سے اپنی نظر نیچی رکھیں اور صرف انہی کی

① تفسیر الطبری: 151/18. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2568/8. ③ تفسیر الطبری: 154/18. ④ تفسیر الطبری:

طرف دیکھیں جن کی طرف دیکھنے کو اللہ تعالیٰ نے جائز قرار دیا ہے۔ اگر قصدِ ارادہ کے بغیر کسی غیر محرم پر نظر پڑ جائے تو فوراً اپنی نظر کو اس سے ہٹالے جیسا کہ امام مسلم نے صحیح مسلم میں جریر بن عبد اللہ بن جحشؓ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے اچانک نظر کے بارے میں پوچھا تو آپ نے حکم دیا کہ میں اپنی نظر کو ہٹالوں۔⁽¹⁾ صحیح بخاری میں ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ (عَلَى الطَّرَفَاتِ)] ”رستوں پر بیٹھنے سے اجتناب کرو۔“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! بعض دفعہ گفتگو کے لیے مجلسوں میں بیٹھنا ضروری ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا: [إِنْ أَتَيْتُمْ) فَاعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّه] ”اگر تم انکار کرتے ہو تو رستے کو اس کا حق دو۔“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! رستے کا کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا: [غَضُّ الْبَصَرِ، وَكَفُّ الْأَذَى، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ، وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ] ”نظر نیچی رکھنا، تکلیف دہ چیز کو دور کرنا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔“⁽²⁾

چھ چیزوں کی ضمانت کی وجہ سے جنت میں داخل کی ضمانت: ابوالقاسم بغوی رحمہ اللہ نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [اُكْفَلُوا لِي بِسِتِّ اُكْفُلٍ لَّكُمْ الْحَنَّةُ: إِذَا حَدَّثَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَكْذِبُ، وَإِذَا وَعَدَ فَلَا يُخْلِفُ، وَإِذَا أَوْثَمَنَ فَلَا يَخْنُ، وَعَضُّوا أَبْصَارَكُمْ وَاحْفَظُوا قُرُوجَكُمْ وَكُفُّوا أَيْدِيَكُمْ] ”تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں: (1) جب تم میں سے کوئی بات کرے تو جھوٹ نہ بولے (2) جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی نہ کرے (3) اور جب امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت نہ کرے (4) اپنی نظر نیچی رکھو (5) اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو (6) اور اپنے ہاتھوں کو روکو۔“⁽³⁾

نظر چونکہ فسادِ قلب کا باعث بنتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے جس طرح شرم گاہوں کی حفاظت کا حکم دیا ہے اسی طرح آنکھوں کی حفاظت کا بھی حکم دیا ہے کیونکہ یہ شرم گاہوں کی حفاظت کا سبب بنتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ بَعْضُوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيحفظوا قُرُوجَهُمْ﴾ ”(اے نبی!) آپ مومنوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں۔“ شرم گاہ کی حفاظت سے کبھی یہ مقصود ہوتا ہے کہ اسے زنا سے روکا جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِأَفْوَاجِهِمْ حَفْظُونَ﴾ (المؤمنون 5:23) ”اور وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔“

① صحیح مسلم، الآداب، باب نظر الفجاء، حدیث: 2159، ② صحیح البخاری، الاستئذان، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا.....﴾ (النور: 24-27-29)، حدیث: 6229، صحیح مسلم، اللباس والزينة، باب النهی عن الجلوس فی الطرقات.....، حدیث: 2121، البتہ پہلے قوسین والے الفاظ صحیح البخاری، المطالم، باب أفنية الدور والجلوس فيها.....، حدیث: 2465 اور دوسرے قوسین والے الفاظ سنن أبی داود، الأدب، باب فی الجلوس بالطرقات، حدیث: 4815 کے مطابق ہیں۔ ③ معجم الصحابة للبغوی: 385، 384/3، رقم: 1318 والمعجم الكبير للطبرانی، حدیث: 262/8، حدیث: 8018، واللفظ لہ مزید دیکھیے السلسلة الصحيحة: 454/3، حدیث: 1470 و30/4، حدیث:

اور کبھی مقصود یہ ہوتا ہے کہ اسے دیکھا نہ جائے جیسا کہ مسند احمد اور سنن کی حدیث میں ہے: [اَحْفَظْ عَوْرَتَكَ إِلَّا مِنْ زَوْجِكَ أَوْ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِينُكَ] ”اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرو مگر اپنی بیوی یا کنیز سے۔“^①

﴿ذَلِكَ أَزَىٰ لِئَلَّهُمْ﴾ ”یہ ان کے لیے بڑی پاکیزگی (کی بات) ہے۔“ یعنی یہ ان کے دلوں کے لیے بڑی پاکیزگی اور دین کی بڑی حفاظت کی بات ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ جو شخص اپنی نظر کی حفاظت کرے تو اللہ تعالیٰ اسے نور بصیرت عطا فرماتا ہے، یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے نور قلب عطا فرماتا ہے۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ﴾^② ”اور جو کچھ وہ کرتے ہیں، بلاشبہ اللہ اس سے خوب باخبر ہے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ﴾ (المؤمن 19:40) ”وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اس کو بھی جو (ان کے) سینے چھپاتے ہیں۔“

آنکھ، زبان، کان اور پاؤں بھی زنا کرتے ہیں: صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [(كُتِبَ) عَلَى ابْنِ آدَمَ حَظُّهُ مِنَ الزَّانَا، أَدْرَكَ ذَلِكَ لَمْحَالَةً، فَرْنَا الْعَيْنَيْنِ: النَّظْرُ، وَزَنَا اللِّسَانِ: النُّطْقُ، (وَالْأُذُنَانِ زَنَاهُمَا: الْإِسْتِمَاعُ وَزَنَا الْيَدَيْنِ: الْبَطْشُ وَزَنَا الرَّجْلَيْنِ: الْمَشْيُ) وَالنَّفْسُ تَمْنَى وَتَشْتَهَى وَالْفَرْجُ يَصْدُقُ ذَلِكَ أَوْ يُكَذِّبُهُ] ”ابن آدم پر اس کے زنا کا حصہ لکھ دیا گیا ہے جسے وہ ضرور پالیتا ہے، آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، زبان کا زنا گفتگو کرنا ہے، کانوں کا زنا سننا ہے، ہاتھوں کا زنا پکڑنا ہے، پاؤں کا زنا چلنا ہے، نفس تمنا اور خواہش کرتا ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔“^③ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو تعلیقاً روایت کیا ہے اور امام مسلم نے اسے دوسری سند کے ساتھ اسی طرح مسنداً روایت کیا ہے جو (تفسیر میں) مذکور ہے۔^④

بہت سے سلف نے کہا ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ بے ریش لڑکے کی طرف دیکھنے سے بھی اپنی نظر کی حفاظت کرے۔ ابن ابوالدنیاء نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [كُلُّ عَيْنٍ بَاكِئَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا عَيْنًا غَضَّتْ عَنْ مَحَارِمِ اللَّهِ، وَعَيْنًا سَهَرَتْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَعَيْنًا خَرَجَ مِنْهَا مِثْلُ رَأْسِ الدُّبَابِ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ] ”قیامت کے دن ہر آنکھ روئے گی، سوائے اس آنکھ کے جو اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ امور سے بچتی ہوگی اور وہ آنکھ جو اللہ

① مسند أحمد: 4/35 و سنن أبي داود، الحمام، باب في التعري، حديث: 4017 و جامع الترمذی، الأدب، باب ماجاء في حفظ العورة، حديث: 2769 و سنن ابن ماجه، النكاح، باب التستر عند الجماع، حديث: 1920 و السنن الكبرى للنسائي، عشرة النساء، باب نظر المرأة إلى عورة زوجها: 313/5، حديث 8972 عن معاوية بن حيدة القشيري رحمه الله. ② صحيح البخاری، القدر، باب: و حرم على قرية.....، حديث: 6612 و صحيح مسلم، القدر، باب قدر على ابن آدم حظه من الزنى.....، حديث: 2657 و اللفظ له. اور دونوں قوسوں والے الفاظ دیکھیے صحيح مسلم، القدر، باب قدر على ابن آدم.....، حديث: (21)-2657 و مسند أحمد: 536/2 و السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿إِلَّا الْمَمْلُوءُ﴾ (النجم: 53-32): 474، 473/6، حديث: 11544. ③ نوٹ: بعض نسخوں میں تَقَدَّمَ کے بجائے ذُكِرَ ہے اور ذُكِرَ کی درست ہے اور ترجمہ بھی اسی کے مطابق ہے کیونکہ تَقَدَّمَ کی صورت میں مفہوم یہ ہوگا کہ مذکورہ حدیث پہلے بھی گزر چکی ہے جبکہ یہ حدیث اسی مقام پر پہلی دفعہ آئی ہے۔ ہاں، اس کے بعد النجم، آیت: 32 کے ذیل میں مکمل حدیث وارد ہے۔

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَعْضَضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ

اور آپ مومن عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں

إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا

مگر جو (ازخود) اس میں سے ظاہر ہو اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں، اور اپنا بناؤ سنگار ظاہر نہ کریں، مگر اپنے خاوندوں

لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنَاتِ

پر یا اپنے باپ دادا پر یا اپنے خاوندوں کے باپ دادا پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہروں کے (سوتیلے) بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے

أَوْ بَنَاتِ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنَاتِ أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ

بھتیجیوں پر یا اپنے بھانجیوں پر یا اپنی (مسلمان) عورتوں پر یا اپنے دائیں ہاتھ کی ملکیت (کنیزوں) پر یا عورتوں سے رغبت نہ رکھنے

غَيْرِ أُولَى الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ

والے نوکر چاکر مردوں پر یا ان لڑکوں پر جو عورتوں کے پردوں (کی چیزوں) سے واقف نہ ہوں اور وہ اپنے پاؤں (زور زور سے) زمین

بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ

پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اپنی جو زینت انھوں نے چھپا رکھی ہے وہ (لوگوں کو) معلوم ہو جائے، اور اے مومنو! تم مجموعی طور

لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ ﴿٣١﴾

پر اللہ سے توبہ کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔

کے رستے میں بیدار رہی اور وہ آنکھ جس سے اللہ تعالیٰ کے خوف کے باعث کبھی کے سر کے برابر آنسو نکل آئے۔“ ﴿٣١﴾

تفسیر آیت: 31

پردے کے احکام: یہ حکم اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو دیا، ان کے شوہروں اور اپنے مومن بندوں کو غیرت دلائی اور مومن عورتوں کو زمانہ جاہلیت کی عورتوں کی صفات اور مشرک عورتوں کے افعال سے ممتاز کرنے کے لیے پردے کا حکم دیا ہے۔ اس آیت کے سبب نزول کے بارے میں مقاتل بن حیان بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ کہ جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اسماء بنت مرشدہ بنو حارثہ میں اپنے کھجوروں کے باغ میں تھیں اور عورتیں ان کے پاس چارواڑھ بے بغیر ہی آنے لگیں جس سے ان کے پاؤں کی پازیتیں، ان کے سینے اور ان کی مینڈھیاں نکلی ہو گئیں، اسماء نے کہا کہ یہ کتنی بری بات ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمادی: ﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَعْضَضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ﴾ اور آپ مومن عورتوں سے بھی کہہ دیجیے کہ وہ (بھی) اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں۔“ ﴿٣١﴾ اس ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ

① الدر المنثور: 74/5 والترغیب والترہیب للمذری، الجہاد، باب الترغیب فی الحراسة..... 251/2، حدیث: 12

و حلیۃ الأولیاء، ترجمۃ صفوان بن سلیم: 191، 190/3 و السلسلۃ الضعیفۃ: 65/4، حدیث: 1562، حدیث ضعیف ہے۔

② تفسیر ابن ابی حاتم: 2573/8

يَغْضَضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ ﴿۱﴾ میں ہے کہ وہ اپنی نگاہیں ان چیزوں سے نیچی رکھیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر حرام قرار دے دیا ہے، یعنی اپنے شوہروں کے علاوہ دیگر مردوں کی طرف نہ دیکھیں۔ بعض علماء کا یہ مذہب ہے کہ عورتوں کے لیے اجنبی مردوں کی طرف شہوت کے بغیر دیکھنا جائز ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت حبشیوں کی طرف دیکھ رہے تھے جب عید کے دن وہ مسجد میں اپنے نیزوں کے ساتھ کھیل رہے تھے اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے پیچھے سے ان کو دیکھ رہی تھیں اور آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ان سے اوٹ بنے ہوئے تھے حتیٰ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (دیکھتے دیکھتے) اکتا گئیں اور واپس چلی گئیں۔ ﴿۱﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ﴾ ”اور وہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں۔“ سعید بن جبیر کہتے ہیں: یعنی بے حیائیوں سے بچیں۔ ﴿۲﴾ ابو العالیہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی ہر وہ آیت جس میں شرم گاہوں کی حفاظت کا ذکر ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ زنا سے حفاظت کریں، البتہ اس آیت میں شرم گاہوں کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ انہیں کوئی نہ دیکھے۔ ﴿۳﴾

﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کا مفہوم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا يَبْدِيْنَ زَيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ ”اور اپنی خوبصورتی کو ظاہر نہ کریں مگر جو (خود بخود) اس میں سے ظاہر ہو جائے۔“ یعنی اجنبیوں کے سامنے اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جس کا چھپانا ممکن نہ ہو۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد چادر اور کپڑے ہیں۔ ﴿۴﴾ یعنی عرب کی عورتیں اوڑھنی اوڑھ لیا کرتی تھیں اور اس کے نیچے پہنے ہوئے کپڑے نظر آتے تھے تو اس میں کوئی حرج نہیں اس طرح کپڑوں کو چھپانا ممکن نہیں ہے اور اس کی نظیر عورتوں کے کپڑوں میں سے چادر ہے جس کا چھپانا ممکن نہیں، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کی طرح حسن، ابن سیرین، ابوجوزاء، ابراہیم نخعی اور دیگر کئی ائمہ تفسیر نے بھی کہا ہے۔ ﴿۵﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُرُوجِهِنَّ عَلَىٰ خَبْءِهِنَّ﴾ ”اور چاہیے کہ وہ اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں۔“ اوڑھنیوں کو اپنے سینوں پر اوڑھ لیا کریں اور اپنے سینوں کو چھپالیں تاکہ زمانہ جاہلیت کی عورتوں کے طور طریقوں کی مخالفت کر سکیں کیونکہ زمانہ جاہلیت کی عورتیں پردے کا اس طرح اہتمام نہیں کرتی تھیں بلکہ ان میں سے کوئی عورت جب مردوں کے پاس سے گزرتی تو وہ اپنے سینے کو کھول کر گزرتی اور اسے قطعاً نہ چھپاتی تھی، بسا اوقات وہ اپنی گردن، بالوں کی مینڈھیوں اور کانوں کی بالیوں تک کو بھی نگا کر لیتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو حکم دے دیا کہ وہ پردے کا اہتمام کریں اور اپنے آپ کو چھپا کر رکھیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِئِهِنَّ ط ذَلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ط﴾ (الأحزاب 33: 59) ”اے پیغمبر! اپنی

① ماخوذ از صحيح البخارى، العبدین، باب الحراة والدرق يوم العيد، حديث: 950. ② تفسير ابن أبي حاتم:

2573/8. ③ تفسير الطبري: 155/18. ④ تفسير الطبري: 157, 156/18 و تفسير ابن أبي حاتم: 2574/8 ⑤

تفسير ابن أبي حاتم: 2574/8.

بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے آپ کہہ دیں کہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں، یہ امر اس کے زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچان لی جائیں اور انھیں ایذا نہ پہنچائی جائے۔“

اور اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ﴾^① ”اور وہ اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں۔“ خُمُرُ، حِمَارُ کی جمع ہے اور اس سے مراد ہر وہ کپڑا ہے جس سے سر کو ڈھانپا جائے جنھیں لوگ آج کل اوڑھنی کہتے ہیں۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ﴿وَلْيَضْرِبْنَ﴾ کے معنی ہیں وہ باندھ لیں، ﴿بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ﴾^② ”اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں۔“ تاکہ سینے اور چھاتی کا کوئی حصہ نظر نہ آئے۔^③ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلی مہاجر عورتوں پر رحم فرمائے، جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا: ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ﴾^④ ”اور چاہیے کہ وہ اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں۔“ انھوں نے اپنی چادروں کو چیر کر ان کی اوڑھنیاں بنالیں۔^⑤ صَفِيَّة بنت شَيْبَةَ سے بھی روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ جب یہ آیت: ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ﴾^⑥ نازل ہوئی تو انھوں نے اپنی چادروں کو لیا اور دونوں کناروں سے چیر کر ان کی اوڑھنیاں بنالیں۔^⑦ جن لوگوں کے سامنے عورت اظہارِ زینت کر سکتی ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءَ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ﴾^⑧ ”اور اپنی زینت (اور سنگھار کے مقامات) ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں پر یا اپنے باپ دادا پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھتیجیوں پر یا اپنے بھانجیوں پر۔“ یہ سب لوگ عورت کے محرم ہیں اور ان کے سامنے زینت کا اظہار جائز ہے لیکن (جاہلی طرز کا) اظہار محاسن جائز نہیں۔ ابن المنذر نے روایت کیا ہے کہ عکرمہ نے یہ ساری آیت کریمہ پڑھی اور فرمایا کہ اس میں بچا اور ماموں کا ذکر نہیں کیونکہ ان کے بیٹوں کے ذکر سے ان کا ذکر از خود ہو گیا لیکن اسے بچا اور ماموں کے پاس اوڑھنی اتارنی نہیں چاہیے۔^⑨ جہاں تک عورت کے شوہر کا تعلق ہے تو یہ سب حکم شوہر ہی کی وجہ سے تو دیا گیا ہے، بہر صورت عورت اپنے شوہر کے سامنے اس قدر اظہارِ زیب و زینت کر سکتی ہے جس قدر کسی دوسرے کے سامنے نہیں کر سکتی۔

اور فرمایا: ﴿أَوْ نِسَائِهِنَّ﴾ ”یا اپنی (مسلمان) عورتوں پر۔“ یعنی مسلمان عورتوں کے سامنے بھی اپنی زینت کا اظہار کر سکتی ہیں مگر ذمیوں کی عورتوں کے سامنے اپنی زینت کا اظہار نہ کریں تاکہ وہ اپنے مردوں کے سامنے جا کر بیان نہ کریں، اگرچہ ممانعت تمام عورتوں کے سامنے ہے مگر ذمیوں کی عورتوں کے سامنے اظہارِ زینت کی زیادہ شدید ممانعت ہے کیونکہ ان کے

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2576، 2575/8 و الدر المنثور: 76/5 . ② صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿وَلْيَضْرِبْنَ

بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ﴾ (النور: 31، 24)، حدیث: 4758 . ③ صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ

عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ﴾ (النور: 31، 24)، حدیث: 4759 . ④ المصنف لابن ابی شیبہ، النکاح، باب ما قالوا فی الرجل ينظر

إلی شعر جلدته.....: 13/4، حدیث: 17287 .

سامنے کوئی رکاوٹ نہیں جبکہ مسلمان عورتیں جانتی ہیں کہ مردوں کے سامنے عورتوں کے حسن و جمال کو بیان کرنا حرام ہے، لہذا وہ اس سے رک جائیں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [لَا تُبَاشِرُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ فَتَنْتَعَهَا لِزَوْجِهَا كَأَنَّهُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا] ”کوئی عورت کسی عورت کے جسم کے ساتھ جسم کو نہ لگائے کہ وہ اس کی اپنے شوہر کے سامنے اس طرح تعریف کرنے لگے گویا وہ اسے دیکھ رہا ہو۔“ اس کو امام بخاری اور امام مسلم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے۔^①

اور فرمایا: ﴿أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ ”یا ان پر جن کے مالک ہوئے ان کے دائیں ہاتھ (لوٹنیاں)۔“ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ مشرک عورتوں میں سے جو ان کی لوٹنیاں ہوں تو ان کے سامنے بھی اظہار زینت جائز ہے گو وہ مشرک ہیں لیکن ان کی لوٹنیاں ہیں۔^② سعید بن مسیب کا بھی یہی خیال ہے۔ ﴿أَوِ التَّيْبَعِينَ غَيْرِ أُولَى الْأَرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ﴾ ”یا عورتوں سے رغبت نہ رکھنے والے خدام مردوں پر۔“ جیسے مزدور اور خدام ہیں جو کفو نہیں ہوتے، ان میں عقل بھی نہیں ہوتی، عورتوں کے پاس جانے کی ان میں ہمت بھی نہیں ہوتی اور عورتوں کی ان میں خواہش بھی نہیں ہوتی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ بے خبر ہے جس میں شہوت نہ ہو۔^④

عکرمہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ مخنث (ہیچوا) ہے جس کے آلہ تناسل میں انتشار پیدا نہ ہوتا ہو۔^⑤ کئی ایک ائمہ سلف سے اسی طرح منقول ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مخنث رسول اللہ ﷺ کے گھر میں آتا جاتا تھا اور اسے ان لوگوں میں شمار کیا جاتا تھا جن میں عورتوں کی خواہش نہ ہو، ایک بار نبی اکرم ﷺ گھر میں تشریف لائے تو آپ نے اسے ایک عورت کی یہ تعریف کرتے ہوئے سنا کہ جب وہ آتی ہے تو اس کے جسم کے چار حصے ہوتے ہیں اور جب جاتی ہے تو اس کے جسم کے آٹھ حصے ہو جاتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَلَا أَرَى هَذَا يَعْرِفُ مَا هُنَا؟ لَا يَدْخُلَنَّ عَلَيْكُنَّ] ”کیا میں اسے نہیں دیکھ رہا ہوں کہ یہ جانتا ہے کہ یہاں کیا ہے؟ (آئندہ) یہ تمہارے پاس ہرگز نہ آئے۔“^⑥ پس اسے نکال دیا اور یہ بیداء میں رہتا تھا، ہر جمعہ کے دن کھانا لینے کے لیے آ جایا کرتا تھا۔^⑦

اور فرمایا: ﴿أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْدَةِ النِّسَاءِ﴾ ”یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کی چھپی باتوں سے واقف نہ ہوں۔“ یعنی کم عمری کی وجہ سے وہ عورتوں کے حالات، ان کے پردے کی چیزوں، ان کے نرم کلام، ان کی چال اور ان کی حرکات و سکنات کو سمجھتے نہ ہوں۔ اگر بچہ اتنا چھوٹا ہو کہ وہ ان چیزوں کو سمجھتا نہ ہو تو اس کے عورتوں کے پاس آنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر بچہ بالغ یا قریب البلوغ ہو، ان چیزوں کو جانتا پہچانتا اور بد صورت اور خوب صورت عورت میں تمیز کر سکتا ہو تو

① صحیح البخاری، النکاح، باب: لا تبشیر المرأة المرأة.....، حدیث: 5241 اور صحیح مسلم میں یہ حدیث ہمیں نہیں ملی۔ ②

تفسیر الطبری: 161/18. ③ الدر المنثور: 77/5. ④ تفسیر ابن ابی حاتم: 2578/8 و تفسیر الطبری: 162/18.

⑤ تفسیر ابن ابی حاتم: 2579/8 و تفسیر الطبری: 164/18. ⑥ صحیح مسلم، السلام، باب منع المخنث من

الدخول على النساء الأجانب، حدیث: 2181. ⑦ سنن أبی داود، اللباس، باب فی قوله تعالى: ﴿غَيْرِ أُولَى الْأَرْبَةِ﴾

(النور: 31)، حدیث: 4109.

اسے عورتوں کے پاس نہ آنے دیا جائے۔ صحیحین میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنِّي أَكُفُّمُ وَالذُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ] ”عورتوں کے پاس جانے سے اپنے آپ کو بچاؤ۔“ عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! عورت کے غیر محرم سسرالی رشتے داروں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا: [الْحَمُّ: الْمَوْتُ] ”عورت کے غیر محرم سسرالی رشتے دار موت ہیں۔“^①

عورت کے لیے رستے میں چلنے کے آداب: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ﴾..... الآية ”اور وہ اپنے پاؤں (زمین پر) نہ ماریں.....“ زمانہ جاہلیت میں رواج تھا کہ عورت جب رستے میں چلتی اور اس نے پاؤں میں پا زیب پہنی ہوتی جس کی آواز سنائی نہ دیتی تو وہ اپنے پاؤں کو زمین پر مارتی جس سے مردوں کو پازیب کی چھٹک معلوم ہو جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو ایسا کرنے سے منع فرمادیا، اسی طرح عورت کی زینت کی کوئی چیز اگر مستور ہو اور وہ کوئی ایسی حرکت کرے جس سے اس کی مخفی زینت ظاہر ہو جائے تو وہ بھی ﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ﴾ کے اس حکم کے پیش نظر ممنوع ہے، اسی طرح عورت کے لیے گھر سے نکلنے وقت ایسی خوشبو اور عطر استعمال کرنا بھی ممنوع ہے جس کی خوشبو مردوں تک پہنچے اور وہ اسے سونگھیں۔

امام ابو یسٰی ترمذی رحمہ اللہ نے ابو موسٰی اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [كُلُّ عَيْنٍ زَانِيَةٌ، وَالْمَرْأَةُ إِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ، فَهِيَ كَذَا وَكَذَا] ”ہر آنکھ بدکار ہے اور عورت جب عطر استعمال کرے (مردوں کی) مجلس کے پاس سے گزرے تو وہ بھی ایسی ویسی ہے۔“ یعنی وہ بھی بدکار ہے، امام ابو یسٰی ترمذی فرماتے ہیں کہ اس باب سے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔^② یاد رہے اس حدیث کو امام ابوداؤد اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔^③

علاوہ ازیں عورتوں کے لیے رستے کے درمیان میں چلنا بھی ممنوع ہے کیونکہ اس طرح بھی انھیں اظہار زیب و زینت کا موقع ملتا ہے۔ امام ابوداؤد نے ابواسید انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ انھوں نے مسجد کے باہر رسول اللہ ﷺ کو اس وقت ارشاد فرماتے ہوئے سنا جبکہ مرد حضرات عورتوں کے ساتھ درمیان رستے میں گھل مل گئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے فرمایا: [اسْتَخِرْنَ، فَإِنَّهُ لَيْسَ لَكُنَّ أَلَّا تَحْقُقْنَ الطَّرِيقَ، عَلَيْكُنَّ بِحَافَاتِ الطَّرِيقِ] ”پیچھے ہٹ جاؤ، تمہیں یہ بات زیب نہیں دیتی کہ رستے کے درمیان چلو، تمہیں رستے کے کناروں پر چلنا چاہیے۔“ آپ کے اس فرمان کے بعد عورت دیوار کے ساتھ لگ کر چلتی تھی حتیٰ کہ دیوار کے ساتھ لگ کر چلنے کی وجہ سے اس کا کپڑا دیوار کے ساتھ اٹک جاتا تھا۔^④

① صحیح البخاری، النکاح، باب لا یخلون رجل بامرأة.....، حدیث: 5232 وصحیح مسلم، السلام، باب تحریم

الخلوة بالأجنبية.....، حدیث: 2172 عن عقبہ بن عامرؓ. ② جامع الترمذی، الأدب، باب ماجاء فی کراهیة

خروج المرأة.....، حدیث: 2786. ③ سنن أبی داود، الترجل، باب فی طیب المرأة للخروج، حدیث: 4173

والسنن الکبریٰ للنسائی، الزینة، باب ما یکره للنساء من الطیب: 430/5، حدیث: 9422. ④ سنن أبی داود، الأدب،

باب فی مشی النساء.....، حدیث: 5272.

وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهَوْنَ ۚ وَلَهُمْ فِي السَّاعَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۚ وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهَوْنَ ۚ وَلَهُمْ فِي السَّاعَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۚ وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهَوْنَ ۚ وَلَهُمْ فِي السَّاعَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۚ

اور تم اپنے بے نکاح مردوں، عورتوں کے نکاح کرد اور (ان کے بھی) جو تمہارے غلام اور لونڈیاں نیک ہوں، اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے یَغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ط وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿32﴾ وَلَيْسَتَعْفُوفُ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ

انہیں غنی کر دے گا اور اللہ وسعت والا، خوب جاننے والا ہے ﴿32﴾ اور جو لوگ نکاح (کی طاقت) نہیں پاتے انہیں پاک دامن رہنا چاہیے، حتیٰ کہ اللہ اپنے نِكَاحًا حَتَّى يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ط وَالَّذِينَ يَبْتِغُونَ الْكُثْبَ مِمَّا مَلَكَتْ

فضل سے انہیں غنی کر دے، اور جن (لونڈیوں یا غلاموں) کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک بنے ہیں مکاتبت کرنا (آزادی کی تحریر لکھانا) چاہیں، اگر تمہیں ان اَيَّانَكُمْ فَكَانَتْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا ط وَاثْوَهُمْ مِّنْ مَّالِ اللَّهِ الَّذِي

میں کوئی بھلائی معلوم ہو تو تم ان سے مکاتبت کر لو اور تم انہیں اللہ کے اس مال میں سے دو جو اس نے تمہیں دیا ہے اور تمہاری لونڈیاں اگر پاک دامن اَتَّكُم ط وَلَا تَكْرَهُوا فَتَيْتَكُمْ عَلَى الْبَغَاءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيٰوةِ

رہنا چاہیں تو تم دنیاوی زندگی کا سامان تلاش کرنے کی خاطر انہیں بدکاری پر مجبور نہ کرو اور جو کوئی انہیں مجبور کرے تو بے شک ان کے مجبور کیے جانے الدُّنْيَا ط وَمَنْ يُكْرِهْنَهُنَّ فَانَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ عَفْوٌ رَّحِيمٌ ﴿33﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا

کے بعد اللہ (ان کے لیے) غفور رحیم ہے ﴿33﴾ اور بلاشبہ ہم نے تمہاری طرف کھول کر بیان کرنے والی آیات، اور ان لوگوں کے کچھ حالات و واقعات بھی اِلَيْكُمْ اٰيَاتٍ مُّبَيِّنَاتٍ وَمَثَلًا مِّنَ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ﴿34﴾

جو تم سے پہلے گزر چکے، اور متقین کے لیے نصیحت نازل کی ﴿34﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ ﴿31﴾ ”اور اے مومنو! تم سارے ہی اللہ کی طرف توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان صفات جمیلہ اور اخلاق جلیلہ کے اختیار کرنے کا جو حکم دیا ہے اسے بجالاؤ اور جاہلیت کی رذیل صفات و اخلاق کو ترک کر دو کیونکہ ہر طرح کی فلاح و کامیابی کا راز اس بات میں مضمر ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے جو حکم دیا ہے اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جائے اور جس سے منع فرمایا ہے اسے فوراً ترک کر دیا جائے۔ وَاللَّهُ تَعَالَى هُوَ الْمُسْتَعَانُ .

تفسیر آیات: 32-34

نکاح کا حکم: یہ آیات کریمہ بہت سے محکم احکام اور قطعی اوامر پر مشتمل ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهَوْنَ ۚ وَلَهُمْ فِي السَّاعَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۚ وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهَوْنَ ۚ وَلَهُمْ فِي السَّاعَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۚ﴾ ”اور تم اپنے بے نکاحوں کے نکاح کر دو۔“ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کرنے کا حکم دیا ہے اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: [يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغْضُ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وَجَاءٌ] ”اے گروہ جواناں! تم میں سے جس شخص کو نکاح کی استطاعت ہو تو وہ شادی کر لے، اس سے نظر زیادہ نیچی رہتی اور شرم گاہ کی زیادہ حفاظت ہو جاتی ہے اور جسے نکاح کی استطاعت نہ ہو تو وہ روزہ رکھے، روزہ اس کی شہوت کو کچل دے گا۔“ اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے

بیان کیا ہے۔^①

سنن میں کئی ایک طرق سے یہ روایت آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [تَزَوَّجُوا تَوَالِدُوا تَنَاسَلُوا، فَإِنِّي مُبَاهٍ بِكُمْ الْأُمَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ”شادی کرو، نسل کو پروان چڑھاؤ اور بڑھاؤ، پس بلاشبہ میں تمہاری وجہ سے روز قیامت امتوں پر فخر کروں گا۔“^②

﴿الْأَيَّامِي﴾ کا مطلب: ایامی، ایام کی جمع ہے، ایام اس عورت کو کہا جاتا ہے جس کا شوہر نہ ہو اور اس مرد کو کہا جاتا ہے جس کی بیوی نہ ہو، شادی کرنے کے بعد جدائی اختیار کی ہو یا شادی کی ہی نہ ہو۔ اسے جوہری نے اہل لغت کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ کہا جاتا ہے: رَجُلٌ أَيَّامٌ أَوْ امْرَأَةٌ أَيَّامٌ۔^③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ ”اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ انھیں اپنے فضل سے خوش حال کر دے گا۔“ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں درحقیقت شادی کی ترغیب دی ہے، آزاد اور غلام سب لوگوں کو شادی کا حکم دیا ہے اور شادی کرنے کی وجہ سے خوش حالی کا وعدہ فرمایا ہے۔^④ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نکاح کے ساتھ خوش حالی کو تلاش کرو کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ ”اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ انھیں اپنے فضل سے خوش حال کر دے گا۔“^⑤ امام بغوی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔^⑥

اللہ تعالیٰ کی نصرت و اعانت کے حق دار: اور لیث از محمد بن عثمان از سعید المقبری ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [ثَلَاثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ عَوْنُهُمُ: الْمُكَاتِبُ الَّذِي يُرِيدُ الْأَدَاءَ، وَالنَّاكِحُ الَّذِي يُرِيدُ الْعُقَافَ، وَالْعَاذِي فِي سَبِيلِ اللَّهِ] ”تین آدمیوں کا حق ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے: (1) وہ مکاتب جو (اپنی غلامی کی) قیمت ادا کرنا چاہتا ہے (2) وہ نکاح کرنے والا جس کا ارادہ عفت و پاکدامنی کا حصول ہے (3) اللہ کے رستے

① صحیح البخاری، النکاح، باب من لم يستطع الباءة.....، حدیث: 5066 و صحیح مسلم، النکاح، باب استحباب النکاح.....، حدیث: 1400 واللفظ له. ② قولہ: یہ الفاظ سنن میں ہمیں نہیں ملے، البتہ اس سے ملے جلتے الفاظ کشف الخفاء و مزیل الإلباس للعجلونی: 380/1، حدیث: 1021 اور المقاصد الحسنیة للسنخاوی، حدیث: 350 میں ہیں لیکن وہ ضعیف ہیں، ضعیف الجامع الصغیر، حدیث: 2484 و موسوعة الأحادیث والآثار الضعیفة والموضوعة: 585/3، حدیث: 8350، البتہ سنن أبی داود، النکاح، باب النہی عن تزویج.....، حدیث: 2050 کے یہ الفاظ صحیح ہیں: [تَزَوَّجُوا الْوُدُودَ الْوُلُودَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمْ الْأُمَمَ] ”بہت محبت کرنے والی اور بہت بچے جننے والی عورتوں سے شادی کرو، بلاشبہ میں تمہاری کثرت سے دیگر امتوں پر فخر کرنے والا ہوں۔“ مزید دیکھیے مسند أحمد: 158/3 والسنن الکبریٰ للبیہقی، النکاح، باب استحباب التزوج.....: 81/7. ③ الصحاح: 1518/4، مادة: أَيَّامٌ. ④ تفسیر الطبری: 167/18. ⑤ تفسیر الطبری: 167/18. ⑥ تفسیر البغوی: 411، 410/3 و تفسیر ابن أبی حاتم: 868/3.

میں جہاد کرنے والا غازی۔“ اس حدیث کو امام احمد، امام ترمذی، امام نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔^①

نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کی بھی شادی کرادی تھی جس کے پاس ایک چادر کے سوا اور کچھ نہ تھا اور اسے لوہے کی ایک انگٹھی بھی میسر نہ آسکی تھی، اس کے باوجود آپ نے ایک عورت کے ساتھ اس کی شادی کرادی اور اس کا مہر یہ مقرر کیا کہ اسے جتنا قرآن مجید یاد ہے وہ اپنی بیوی کو بھی سکھا دے۔^② اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم یہی ہے کہ وہ شادی کرنے والے کو اس قدر رزق ضرور عطا فرمادیتا ہے جو اس کے لیے اور اس کی بیوی کے لیے کافی ہو۔

شادی کی طاقت نہ رکھنے والے کے لیے عفت و پاک دامنی کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَلَيْسَتَعْفِيفُ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ** ط۔ ”اور وہ لوگ جو نکاح (کی طاقت) نہیں پاتے انھیں چاہیے کہ وہ پاک دامنی اختیار کیے رہیں یہاں تک کہ اللہ انھیں اپنے فضل سے غنی کر دے۔“ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو حکم دیا ہے جو نکاح کرنے پر قادر نہ ہو کہ وہ حرام کاری سے اجتناب کرے اور عفت و پاک دامنی کو اختیار کیے رکھے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغْضَىٰ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وَجَاءٌ] ”اے گروہ جوانان! تم میں سے جسے نکاح کی استطاعت ہو تو وہ شادی کر لے، یہ نظر کو زیادہ جھکا دینے والی اور شرم گاہ کی زیادہ حفاظت کرنے والی ہے اور جسے استطاعت نہ ہو تو وہ روزہ رکھے، روزہ اس کی شہوت کو کچل دے گا۔“^③

یہ آیت کریمہ مطلق ہے جبکہ سورہ نساء کی حسب ذیل آیت خاص ہے: **وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِّنْ فِتْيَتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ط وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِكُمْ بَعْضُكُم مِّنْ بَعْضٍ ۖ فَانْكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآثُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسْفُوحَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ ۖ فَإِذَا أُحْصِنَ فَإِنَّ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ط ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ط وَأَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ط** (النساء: 25) ”اور جو شخص تم میں سے مومن آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو مومن لونڈیوں ہی سے جن کے مالک بنے ہیں تمھارے دائیں ہاتھ (وہ نکاح کر لے) اور اللہ تمھارے ایمان کو اچھی طرح جانتا ہے، تم آپس میں ایک دوسرے کے ہم جنس ہو تو ان (لونڈیوں) سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کر لو اور انھیں دستور

① مسند أحمد: 251/2 و 437 و جامع الترمذی، فضائل الجہاد، باب ما جاء فی المجاہد.....، حدیث: 1655 و سنن

النسائی، النکاح، باب معونة الله الناكح الذي.....، حدیث: 3220 واللفظ له. مگر قوسین والا لفظ سنن ابن ماجہ،

العتق، باب المکاتب، حدیث: 2518 میں ہے۔ ② ماخوذ از صحیح البخاری، فضائل القرآن، باب القراءة عن ظهر

القلب، حدیث: 5030 و صحیح مسلم، النکاح، باب الصداق و جواز کونه تعلیم قرآن و خاتم حدید.....، حدیث:

(77، 76)۔ ③ صحیح البخاری، النکاح، باب من لم يستطع الباءة فليصم، حدیث: 5066 و صحیح مسلم،

النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه.....، حدیث: 1400 واللفظ له عن ابن مسعود ؓ۔

کے مطابق ان کے مہر بھی ادا کرو، بشرطیکہ وہ پاک دامن ہوں، بدکاری کرنے والی نہ ہوں اور نہ چھپے یا رہنے والی ہوں، پھر جب وہ نکاح میں آجائیں اور اس کے بعد بدکاری کریں تو ان پر اس سزا کا نصف ہے جو آزاراً عورتوں پر ہے، یہ (لوٹنی کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت) تم میں سے اس شخص کے لیے ہے جسے گناہ کر بیٹھنے کا اندیشہ ہو اور اگر تم صبر کرو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔“ یعنی اگر تم لوٹنیوں سے نکاح کرنے سے صبر کر لو تو یہ تمہارے لیے بہت اچھا ہوگا کیونکہ اس طرح جو اولاد پیدا ہوگی وہ بھی غلام ہوگی۔ ﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (النساء 4: 25) ”اور اللہ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

عکرمہ نے ﴿وَلَيْسَتْ غَنِيْفٌ اَلَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا﴾ ”اور وہ لوگ جو نکاح (کی طاقت) نہیں پاتے انھیں چاہیے کہ وہ پاک دائمی اختیار کیے رہیں“ کے بارے میں بیان کیا ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو کسی عورت کو دیکھتا ہے تو وہ خواہش کرنے لگتا ہے تو اس کے لیے حکم یہ ہے کہ اگر اس کی بیوی ہے تو وہ اس کے پاس جا کر اس سے اپنی حاجت پوری کر لے اور اگر اس کی بیوی نہ ہو تو وہ آسمانوں اور زمین کی سلطنت دیکھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل سے غنی کر دے۔^①

غلاموں سے مکاتبت کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَكَاتِبُوهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا﴾ ”اور وہ (غلام یا لوٹنیاں) جو تم سے مکاتبت (آزادی کی تحریر) طلب کرتے ہیں ان لوگوں میں سے جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک بنے ہیں اگر تم ان میں (صلاحیت اور) نیکی معلوم کر لو تو تم ان سے مکاتبت کر لو۔“ یہ اللہ تعالیٰ نے مالکوں کو حکم دیا ہے کہ ان کے غلام اگر ان سے مکاتبت کا مطالبہ کریں تو ان سے مکاتبت کر لو، بشرطیکہ غلام کے پاس کمائی کا ذریعہ ہو جس کے ساتھ کما کر وہ اپنے آقا کو حسب شرائط مال ادا کر سکے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے کہ رُوح نے ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ میں نے عطاء سے پوچھا: جب مجھے یہ معلوم ہو کہ غلام کے پاس مال ہے تو کیا میرے لیے اس سے مکاتبت کرنا واجب ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ میرے نزدیک تو یہ واجب ہی ہے۔ عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے کہا کہ آپ اسے کسی سے روایت کرتے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا: نہیں، پھر انھوں نے مجھے بتایا کہ موسیٰ بن انس نے انھیں خبر دی کہ سیرین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مکاتبت کے بارے میں سوال کیا اور وہ کثیر المال تھا مگر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا تو وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا کہ ان سے مکاتبت کر لو مگر انھوں نے انکار کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں دُڑے کے ساتھ مارا اور قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ﴿فَكَاتِبُوهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا﴾ ”اگر تم ان میں (صلاحیت اور) نیکی معلوم کر لو تو تم ان سے مکاتبت کر لو۔“ تو انھوں نے مکاتبت کر لی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کو اسی طرح تعلیقاً ذکر فرمایا ہے۔^②

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2582/8. ② صحیح البخاری، المکاتب، باب المکاتب ونجومہ.....، قبل الحدیث:

عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی کہ میں نے عطاء سے کہا: جب مجھے معلوم ہو کہ اس کے پاس مال ہے تو کیا میرے لیے واجب ہے کہ میں اس سے مکاتبت کروں۔ انھوں نے جواب دیا: میرے نزدیک تو یہ واجب ہے۔^① ابن جریر نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سیرین نے مکاتبت کا ارادہ کیا مگر حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اس کے بارے میں توقف تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم اس سے ضرور مکاتبت کرلو۔ اس روایت کی سند صحیح ہے۔^②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا﴾ ”اگر تم ان میں (صلاحیت اور) نیکی معلوم کرلو۔“ بعض نے کہا ہے کہ یہاں خیر سے مراد امانت ہے۔^③ بعض نے کہا کہ اس سے مراد صدق ہے۔^④ بعض نے کہا کہ اس سے مراد مال ہے۔^⑤ اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد ذریعہ کمائی ہے۔^⑥ ﴿وَأَنزَلْنَاهُمْ مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِي آتَيْنَاهُمُ ط﴾ ”اور اللہ نے جو مال تمہیں دیا ہے، اس میں سے تم انھیں بھی دو۔“ یعنی ان کا وہ حصہ جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اموالِ زکاۃ میں فرض قرار دیا ہے۔ یہ حسن، عبدالرحمن بن زید بن اسلم اور ان کے والد زید بن اسلم اور مقاتل بن حیان کا قول ہے۔^⑦ اور ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔^⑧ ابراہیم نخعی کا اس کے بارے میں قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غلام کے آقا اور دیگر لوگوں کو اس پر خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے۔^⑨ بُریدہ بن حصیب اسلمی اور قتادہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔^⑩ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ وہ گردنوں کے آزاد کرانے میں تعاون کریں۔^⑪

لوٹڈیوں کو بدکاری پر مجبور کرنے کی ممانعت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تُكْرَهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبَغَاءِ﴾ ”اور تم اپنی لوٹڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو۔“ زمانہ جاہلیت کے لوگوں میں اگر کسی کے پاس لوٹڈی ہوتی تو وہ اسے بدکاری کے لیے بھیج دیتا اور ہر وقت اس سے ٹیکس وصول کرتا رہتا تھا۔ جب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اس سے منع فرما دیا۔ اس آیت کریمہ کے سبب نزول کے بارے میں سلف و خلف میں سے بہت سے مفسرین نے بیان کیا ہے کہ یہ عبداللہ بن ابی ابن سلول کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔^⑫ اس کے پاس بہت سی لوٹڈیاں تھیں اور وہ ان سے ٹیکس وصول کرنے کے لیے انھیں بدکاری پر مجبور کرتا تھا، نیز اس کا یہ بھی مقصد تھا کہ ان کے ہاں اولاد پیدا ہو اور ان پر بھی اسے حکومت کرنے کا موقع ملے۔

آثار و روایات: حافظ ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالحق البزار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں امام زہری کی روایت بیان کی ہے کہ

① المصنف لعبد الرزاق، المکاتب، باب وجوب الکتاب.....: 371/8، حدیث: 55576 . ② تفسیر الطبری: 168/18 . ③ تفسیر الطبری: 170/18 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2585، 2584/8 . ④ تفسیر الطبری: 170/18 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2585، 2584/8 . ⑤ تفسیر الطبری: 169/18 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2585-2583/8 . ⑥ تفسیر الطبری: 175/18 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2588/8 . ⑦ تفسیر الطبری: 176/18 . ⑧ تفسیر الطبری: 175/18 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2586/8 و تفسیر البغوی: 413/3 . ⑨ تفسیر ابن ابی حاتم: 2586/8 . ⑩ تفسیر ابن ابی حاتم: 2586/8 . ⑪ تفسیر ابن ابی حاتم: 2586/8 . ⑫ تفسیر الطبری: 178، 176/18 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2590، 2589/8

عبداللہ بن ابی ابن سلول کی ایک لونڈی تھی جس کا نام مُعاذہ تھا، وہ اسے بدکاری پر مجبور کیا کرتا تھا، جب اسلام آیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: **وَلَا تَكْرِهُوا فَتِيَّتَكُمْ عَلَى الْبَغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَوةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُكْرِهْنَهَا فَإِنَّ اللَّهَ مِنْ بَعْدِ أَكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَحِيمٌ** ﴿٣٢﴾ ”اور تم اپنی لونڈیوں کو اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں تو (بے شری سے) دنیاوی زندگی کے فوائد تلاش کرنے کے لیے بدکاری پر مجبور نہ کرو اور جو ان کو مجبور کرے گا تو ان (بے چاریوں) کے مجبور کیے جانے کے بعد یقیناً اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“ ﴿٣٣﴾ اعمش نے ابوسفیان سے اور انھوں نے جابر سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی ابن سلول کی لونڈی کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس کا نام مُسکِہ تھا، وہ اسے بدکاری پر مجبور کرتا اور وہ اچھی عورت تھی، اس لیے وہ بدکاری سے انکار کر دیتی تھی تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: **وَلَا تَكْرِهُوا فَتِيَّتَكُمْ عَلَى الْبَغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَوةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُكْرِهْنَهَا فَإِنَّ اللَّهَ مِنْ بَعْدِ أَكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَحِيمٌ** ﴿٣٣﴾ ”اور تم اپنی لونڈیوں کو اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں تو (بے شری سے) دنیاوی زندگی کے فوائد تلاش کرنے کے لیے بدکاری پر مجبور نہ کرو اور جو ان کو مجبور کرے گا تو ان (بے چاریوں) کے مجبور کیے جانے کے بعد یقیناً اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“ ﴿٣٤﴾

مقاتل بن حیان نے کہا کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے وَاللَّهِ أَغْلَمُ کہ یہ آیت ان دو آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو اپنی دو لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور کرتے تھے، ان میں سے ایک کا نام مُسکِہ تھا وہ ایک انصاری کی لونڈی تھی، اُمِّئِہ اُم مُسکِہ، عبداللہ بن ابی کی لونڈی تھی، مُعاذہ اور اَزْوَی بھی اسی طرح لونڈیاں تھیں۔ مُسکِہ اور اس کی ماں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انھوں نے اس بات کا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں یہ آیت نازل فرمادی: **وَلَا تَكْرِهُوا فَتِيَّتَكُمْ عَلَى الْبَغَاءِ** ﴿٣٢﴾ ”اور تم اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو۔“ ﴿٣٣﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا** ﴿٣٢﴾ ”اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں۔“ یہ اس لیے فرمایا کہ اکثر و بیشتر وہ پاک دامن ہی رہنا چاہتی تھیں، اس لیے یہاں یہ مفہوم مراد نہیں ہے کہ اگر وہ پاک دامن نہ رہنا چاہیں تو پھر تم انھیں بدکاری پر مجبور کر سکتے ہو۔ ”کن کی کمائی ناپاک ہے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَوةِ الدُّنْيَا** ﴿٣٢﴾ ”تا کہ تم دنیاوی زندگی کا سامان تلاش کرو۔“ دنیاوی فوائد سے مراد ان کا ٹیکس، مہر اور ان کی اولاد ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے سینگی (پچھنے) لگانے والے کی کمائی ﴿٣٤﴾

① کشف الاستار، التفسیر: 61/3، حدیث: 2240 . السنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالى: **وَلَا**

تَكْرِهُوا فَتِيَّتَكُمْ عَلَى الْبَغَاءِ : 419/6، حدیث: 11365 و تفسیر الطبری: 177/18 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2589/8 .

③ تفسیر ابن ابی حاتم: 2590/8 . سنن ابن ماجہ، التجارات، باب کسب الحجام، حدیث: 2165 عن ابی

مسعود عقبہ بن عمروؓ اسی طرح اس بارے میں [شَرُّ الْكُسْبِ..... كُسْبُ الْحَجَّامِ] ”بری کمائی پچھنے لگانے والے کی کمائی

ہے۔“ کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ (صحیح مسلم، المساقاة والمزارعة، باب تحريم ثمن الكلب.....، حدیث: 1568 عن رافع

بن خدیجؓ). مگر یہ ممانعت حرام کے حکم میں نہیں بلکہ جواز مع الکراہت کے باب سے ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے پچھنے لگانے والے کو

اجرت دی تھی۔ مزید تفصیل کے لیے شروحات دیکھیے صحیح البخاری، الإجارة، باب خراج الحجام، حدیث: 2278-2280 .

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ ۚ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ ۚ

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے، اس کے نور کی مثال (یوں ہے) جیسے ایک طاق ہو، جس میں چراغ ہو، چراغ ایک ٹکٹے (کی قدیل) میں ہو، شیشہ جیسے

الزُّجَاجَةِ ۚ كَأَنَّهُا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ ۚ لَا

چمکتا ستارہ ہو، وہ (چراغ) ایک مبارک درخت زیتون (کے تیل) سے جلایا جاتا ہو جو نہ شرقی ہو نہ غربی، یوں لگے جیسے اس کا تیل خود بخود روشن ہو جائے

يَكَادُ زَيْتُهَا يُضَيُّءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۚ نُورٌ عَلَى نُورٍ ۚ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ ۚ

گا اگرچہ اسے آگ نے نہ چھوا ہو، (وہ) نور علی نور ہے۔ اللہ اپنے نور کی طرف جس کی چاہتا ہے رہنمائی کرتا ہے۔ اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان

وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۚ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٣٥﴾

کرتا ہے، اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے ﴿35﴾

(سے منع فرمایا ہے اور) بدکار عورت کے مہر اور کاہن کی مٹھائی سے (بھی) منع فرمایا ہے۔ ^① اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

[ثَمَنُ الْكَلْبِ خَبِيثٌ، وَمَهْرُ الْبَغِيِّ خَبِيثٌ، وَكَسْبُ الْحَجَّامِ خَبِيثٌ] ”کتے کی قیمت ناپاک ہے، بدکار عورت کی

کمائی ناپاک ہے اور پچھنے لگانے والے کی کمائی ناپاک ہے۔“ ^②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يَكْذِبْ فَإِنَّ اللَّهَ مِنْ بَعْدِ آلِهَتِهِمْ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ ^③ ”اور جو انھیں مجبور کرے گا تو ان

(بے چاریوں) کے مجبور کیے جانے کے بعد بلاشبہ اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما دے

گا جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے۔ ^④ ابن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا

ہے کہ اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ انھیں بخشنے والا، مہربان ہے اور ان کا گناہ اسے ہوگا جو ان کو مجبور کرے گا۔ ^⑤ مجاہد، عطاء

خراسانی، اعمش اور قتادہ کا بھی قول اسی طرح ہے۔ ^⑥

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان احکام کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ آيَاتٍ مُّبِينَاتٍ﴾

”اور البتہ تحقیق ہم نے تمھاری طرف واضح آیتیں نازل کی ہیں۔“ یعنی قرآن مجید کی آیات واضح اور روشن ہیں۔ ﴿وَمَثَلًا

مِّنَ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُمْ﴾ ”اور کچھ حال ان لوگوں کا جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔“ یعنی سابقہ امتوں کی خبریں اور اللہ

تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کی وجہ سے نازل ہونے والے عذاب کو بیان کیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿فَجَعَلْنَاهُمْ سَفَافًا وَمَثَلًا

لِّلْآخَرِينَ﴾ (الزحرف 43: 56) ”پھر ہم نے انھیں گئے گزرے کر دیا اور پچھلوں کے لیے (عبرت کی) مثال (بنادیا۔)“

﴿وَمَوْعِظَةً﴾ ”اور نصیحت“ کہ جو گناہوں اور حرام کاموں کے ارتکاب سے روکتی ہے۔ ﴿لِّلْمُتَّقِينَ﴾ ^⑦ ”پرہیزگاروں

① صحیح البخاری، البیوع، باب ثمن الکلب، حدیث: 2237 وصحیح مسلم، المساقاة، باب تحریم ثمن

الکلب.....، حدیث: 1567. ② صحیح مسلم، المساقاة، باب تحریم ثمن الکلب.....، حدیث: (41) 1568 عن

رافع بن خدیج..... ③ وبکیہ النور، آیت: 33 کے ذیل میں عنوان: ”آثار وروایات“ ④ تفسیر الطبری: 178/18

وتفسیر ابن ابی حاتم: 2591/8. ⑤ تفسیر ابن ابی حاتم: 2591/8 و تفسیر الطبری: 178/17، 178.

کے لیے۔“ یعنی ان لوگوں کے لیے جو اللہ سے ڈرتے اور اس کا خوف رکھتے ہیں۔

تفسیر آیت: 35

اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ ”اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے“ کے بارے میں علی بن ابوطالب نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین والوں کا ہادی ہے۔^(۱) ابن جریج کے بقول مجاہد رحمہ اللہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کی اور ان کے نجوم اور ان کے شمس و قمر کی تدبیر فرماتا ہے۔^(۲)

سدی کہتے ہیں کہ اسی کے نور سے آسمان اور زمین جگمگا رہے ہیں۔^(۳) صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو اٹھتے تو یہ دعا پڑھتے: [اللَّهُمَّ! لَكَ الْحَمْدُ، أَنْتَ قَيُّمُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ..... أَنْتَ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ.....] ”اے اللہ! تیرے ہی لیے سب تعریف ہے، تو ہی آسمانوں اور زمین اور ان مخلوقات کو جو ان میں ہیں، قائم رکھنے والا ہے اور تیرے ہی لیے سب تعریف ہے..... تو آسمانوں اور زمین کا نور ہے.....“^(۴) ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمہارے رب کے ہاں رات دن نہیں ہے، آسمانوں اور زمین کا نور اس کے چہرہ اقدس کے نور سے ہے۔^(۵)

مَثَلُ نُورِهِ: ”اس کے نور کی مثال۔“ اس ضمیر کے بارے میں دو قول ہیں: (۱) یہ اللہ عزوجل کی طرف عائد ہے، یعنی قلب مومن میں اس کی ہدایت کی مثال اس طرح ہے، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔^(۲) (۲) ضمیر مومن کی طرف عائد ہے جیسا کہ سیاق کلام سے معلوم ہو رہا ہے، اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ مومن کے اس نور کی مثال جو اس کے دل میں ہے، ایک طاق کی طرح ہے، گویا مومن کے دل کو اور جس ہدایت سے اسے سرفراز کیا گیا اور اپنے لیے قرآن سے جس رہنمائی کو وہ حاصل کر رہا ہے ایک طاق سے تشبیہ دی گئی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ﴾ (ہود: ۱۱: ۱۷) ”تو بھلا جو اپنے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل پر ہو اور اس کے بعد ایک گواہ بھی اس (اللہ) کی طرف سے آجائے (وہ قرآن کا انکار کر سکتا ہے؟)“

قلب مومن کو صاف شفاف ہونے کے اعتبار سے صاف شفاف جو ہری شیشے کی قدیل کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور قرآن اور شریعت سے جو وہ ہدایت حاصل کرتا ہے، اسے ایسے عمدہ، صاف، چمک دار اور معتدل تیل کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس میں

① تفسیر الطبری: 180/18 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2593/8 . ② تفسیر الطبری: 180/18 . ③ تفسیر ابن ابی حاتم:

2593/8 . ④ صحيح البخارى، التهجد، باب التهجد بالليل.....، حديث: 1120 وصحيح مسلم، صلاة المسافرين

وقصرها، باب صلاة النبي ﷺ.....، حديث: 769 . ⑤ المعجم الكبير للطبراني: 179/9، حديث: 8886 وكتاب

العظمة لأبي الشيخ الأصفهاني: 477/2 وحلية الأولياء، ترجمة عبد الله بن مسعود: 187/1 طوله: تفسير ابن كثير عربي

میں [نور العرش] کے الفاظ ہیں جو ہمیں نہیں ملے، اس لیے ترجمہ مراجع کے مطابق کیا گیا ہے۔ ⑥ تفسیر الطبری: 182/18 .

کوئی میل یا ملاوٹ نہ ہو۔ ﴿كَيْشْكُوتٍ﴾ ”گویا ایک طاق ہے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، محمد بن کعب اور کئی ایک ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ مشکوٰۃ قندیل میں چراغ رکھنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔^① اور یہی مشہور بات ہے، اسی لیے اس کے بعد فرمایا: ﴿فِيهَا مَصْبَاحٌ﴾ ”جس میں ایک چراغ ہے۔“ یعنی وہ دیا جو روشنی دیتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مشکوٰۃ گھر کے طاق کو کہتے ہیں۔^②

اللہ تعالیٰ نے یہ اپنی اطاعت کی مثال بیان فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کو نور کے نام سے موسوم فرمایا ہے، پھر اس اطاعت کے مختلف نام رکھے ہیں۔^③ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿مَصْبَاحٌ﴾ کے معنی نور ہیں اور اس سے مراد قرآن اور سینے کا ایمان ہے۔^④ سدی کہتے ہیں کہ ﴿مَصْبَاحٌ﴾ کے معنی چراغ کے ہیں۔^⑤ ﴿الْمَصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ﴾ ”(وہ) چراغ شیشے (کی قندیل) میں ہے۔“ یعنی یہ روشنی ایک صاف شفاف قندیل میں چمک رہی ہے۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور کئی ایک ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ یہ قلب مومن کی مثال ہے۔^⑥ ﴿الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ﴾ ”وہ شیشہ (کی قندیل) گویا کہ وہ ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے۔“ بعض نے اسے دال کے ضمہ کے ساتھ، ہمزہ کے بغیر، یعنی دُرُ پڑھا ہے، گویا وہ دُر موتی کا سا چمکتا ہوا تار ہے۔ بعض قراء نے اسے دُرّیّ و دُرّیّ پڑھا ہے۔^⑦ یعنی دال کے کسرہ اور ضمہ اور ہمزہ کے ساتھ، یعنی دُرّ سے، جس کے معنی دور ہٹا دینے کے ہوتے ہیں اور یہ اس لیے کہ ستارے کو جب پھینک دیا جائے تو اس وقت دیگر حالات کی نسبت وہ زیادہ چمکتا ہے اور جن ستاروں کو پہچانا نہ جاسکے عرب انھیں دُرّیّ کہتے ہیں۔

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ﴿كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ﴾ کے معنی چمکدار ستارے کے ہیں۔^⑧ قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی چمکدار، روشن اور بڑے ستارے کے ہیں۔^⑨ ﴿يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ﴾ ”وہ (چراغ) ایک مبارک درخت سے جلایا جاتا ہے۔“ یعنی اس میں زیتون کے مبارک درخت کا تیل ڈالا جاتا ہے۔ ﴿زَيْتُونٌ﴾ ”زیتون۔“ یہ بدل یا عطف بیان ہے۔ ﴿لَا شَرْقِيَّةٌ وَلَا غَرْبِيَّةٌ﴾ کا مفہوم: ”لَا شَرْقِيَّةٌ وَلَا غَرْبِيَّةٌ“ ”نہ مشرق کی طرف ہے اور نہ مغرب کی طرف۔“ یعنی وہ نہ اس کے مشرقی حصے میں ہے، لہذا دن کے ابتدائی حصے میں اس تک دھوپ نہیں پہنچتی اور نہ اس کے غربی حصے میں ہے کہ غروب سے قبل اس کا سایہ سکڑ جائے بلکہ یہ ایک ایسی درمیانی جگہ میں ہے کہ ابتدا سے لے کر آخر وقت تک سارا دن سورج اس پر چمکتا ہے جس کی وجہ سے اس کا تیل صاف شفاف، معتدل اور چمکدار ہوتا ہے۔

ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿زَيْتُونَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٌ وَلَا غَرْبِيَّةٌ﴾ ”زیتون جو نہ مشرقی ہے اور نہ غربی“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد صحرا کا درخت ہے جس پر کسی درخت یا پہاڑ یا غار کا سایہ نہ ہو اور نہ اسے

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2595/8 و تفسیر الطبری: 183/18 و 186 . ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2596/8 و تفسیر

الطبری: 185/18 . ③ تفسیر الطبری: 185/18 . ④ تفسیر ابن ابی حاتم: 2596/8 . ⑤ تفسیر ابن ابی حاتم:

2596/8 . ⑥ تفسیر الطبری: 184/18 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2595/8 . ⑦ تفسیر الطبری: 187/18 . ⑧ تفسیر

ابن ابی حاتم: 2598/8 . ⑨ تفسیر ابن ابی حاتم: 2598/8 .

کوئی چیز چھپائے ہوئے ہو، ایسا درخت تیل کے لیے بہترین ہوتا ہے۔ ① مجاہد: **زَيْتُونَةٌ لَّا شَرْقِيَّةٌ وَلَا غَرْبِيَّةٌ**۔ ”زیتون جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی“ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ مشرق کی طرف نہیں ہے کہ غروب آفتاب کے وقت اسے دھوپ نہ پہنچے اور نہ مغرب کی جانب ہے کہ طلوع آفتاب کے وقت اسے دھوپ نہ پہنچے، اس لیے وہ مشرقی بھی ہے اور مغربی بھی کہ طلوع سے لے کر غروب تک ہر وقت اسے دھوپ پہنچتی ہے۔ ② سعید بن جبیر نے **زَيْتُونَةٌ لَّا شَرْقِيَّةٌ وَلَا غَرْبِيَّةٌ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضَيُّ**۔ ”زیتون جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی، قریب ہے کہ اس (زیتون) کا تیل (خود بخود) روشن ہو جائے۔“ اس کے بارے میں کہا ہے کہ ایسا تیل سب سے عمدہ ہوتا ہے۔ مزید کہا کہ جسے سورج کے طلوع ہوتے وقت مشرق کی طرف سے دھوپ ملے اور سورج کے غروب ہوتے وقت مغرب کی طرف سے دھوپ ملے، یعنی صبح شام اسے دھوپ ملے تو ایسے درخت کو مشرقی یا مغربی نہیں کہا جاسکتا۔ ③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **يَكَادُ زَيْتُهَا يُضَيُّ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ**۔ ”قریب ہے کہ اس (زیتون) کا تیل روشن ہو جائے، خواہ آگ اسے نہ چھوئے۔“ عبدالرحمن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ تیل کی چمک دک روشن کر دے۔ ④

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **نُورٌ عَلَى نُورٍ**۔ ”روشنی پر روشنی ہے۔“ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد بندے کا ایمان اور عمل ہے۔ ⑤ سدی کہتے ہیں کہ اس سے مراد آگ کی روشنی اور تیل کی روشنی ہے کہ یہ دونوں جب جمع ہوں تو چمکنے لگیں، ان میں سے ایک دوسری کے بغیر چمک نہیں سکتی، اسی طرح نور قرآن اور نور ایمان جمع ہو کر جگمگانے لگتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی چمک دوسرے کی رہن منت ہے۔ ⑥

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ**۔ ”اللہ اپنے نور کی طرف جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔“ اللہ تعالیٰ جس کو منتخب فرماتا ہے اپنی ہدایت کی طرف اس کی رہنمائی فرماتا ہے جیسا کہ اس حدیث میں بھی ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: **إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ خَلَقَ خَلْقَهُ فِي ظُلْمَةٍ، ثُمَّ أَلْقَى عَلَيْهِمْ مِّنْ نُورِهِ يَوْمَئِذٍ، فَمَنْ أَصَابَهُ مِنْ نُورِهِ يَوْمَئِذٍ، اهْتَدَى، وَمَنْ أَخْطَاهُ، ضَلَّ**۔ ”بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اندھیرے میں پیدا فرمایا، پھر اسی دن ان پر اپنا نور ڈالا جسے اس دن وہ نور حاصل ہو گیا وہ ہدایت یافتہ ہو گیا اور جسے وہ نور حاصل نہیں ہوسکا وہ گمراہ ہو گیا۔“ اسی لیے تو میں کہتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے علم کے مطابق قلم خشک ہو گیا ہے۔ ⑦

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ**۔ ”اور اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2600/8 . ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2601/8 . ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 2601/8 . ④

تفسیر ابن ابی حاتم: 2602/8 . ⑤ تفسیر ابن ابی حاتم: 2603/8 . ⑥ تفسیر ابن ابی حاتم: 2603/8 . ⑦

فِي بُيُوتٍ اِذْنِ اللّٰهِ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهُ ۖ يُسَبِّحُ لَهُ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاَصَالِ ﴿٣٦﴾

یہ (چراغ اور قدیلیں) ان گھروں میں ہیں (جن کی بابت) اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کو بلند کیا جائے اور ان میں اللہ کا نام ذکر کیا جائے (اور) وہ وہاں

رِجَالٌ ۚ لَا تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاَقَامِ الصَّلٰوةَ وَآتٰ زَكٰوةً ۚ يَخَافُوْنَ

صبح و شام اس کی تسبیح کرتے ہیں ﴿۳۷﴾ وہ لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت، اللہ کے ذکر اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرتی،

يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴿٣٧﴾ لِيَجْزِيَهمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ

وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ پلٹ جائیں گے ﴿۳۷﴾ (وہ یہ کام کرتے ہیں) تاکہ اللہ انہیں ان کے اعمال کی بہترین جزا دے اور

فَضْلِهٖ ط وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٨﴾

انہیں اپنے فضل سے زیادہ دے اور اللہ جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہے ﴿۳۸﴾

لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے اور اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے جب اس نور ہدایت کی یہ مثال بیان فرمائی جسے اس نے مومن کے دل میں پیدا فرمایا ہے تو اس نے اس آیت کریمہ کے آخر میں یہ فرمایا ہے کہ وہ یہ خوب جانتا ہے کہ ہدایت کا مستحق کون ہے اور ضلالت کا مستحق کون۔

تفسیر آیات: 36-38

مساجد کے فضائل و آداب: اللہ تعالیٰ نے جب قلب مومن اور اس میں موجود ہدایت و علم کی مثال اس چراغ سے بیان فرمائی جو صاف شفاف قدیل میں ہو اور وہ چراغ پاکیزہ تیل سے جل رہا ہو تو یہ بیان فرمایا ہے کہ اس کا مقام مساجد ہیں جو زمین کے ٹکڑوں میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے پسندیدہ ہیں اور مسجدیں اللہ کے گھر ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی اور اس کی توحید کا اقرار کیا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فِي بُيُوتٍ اِذْنِ اللّٰهِ اَنْ تُرْفَعَ﴾ ”(وہ قدیلیں) ان گھروں میں ہیں (جن کے بارے میں) اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کو بلند کیا جائے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان مسجدوں کو میل کچیل اور ایسے بے ہودہ اقوال و افعال سے پاک رکھا جائے جو ان کے شایان شان نہ ہوں جیسا کہ علی بن ابوطالبؓ نے ابن عباسؓ سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں لغو کاموں سے منع فرمایا ہے۔ ﴿عَلِمَہ، ابوصالح، ضحاک، نافع بن جبیر، ابوبکر بن سلیمان بن ابویثمہ، سفیان بن حسین اور دیگر کئی ائمہ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔﴾^①

مساجد کی تعمیر، احترام، تعظیم، تطہیر اور انہیں معطر رکھنے کے بارے میں بہت سی احادیث مبارکہ وارد ہیں اور یہ ایک مستقل کتاب کا موضوع ہیں اور میں نے بحمد اللہ اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ ان میں سے کچھ احادیث کو یہاں بیان کرنے کی سعادت بھی حاصل کی جا رہی ہے۔ وَبِهِ الثَّقَةُ وَعَلَيْهِ التَّكْلَافُ۔

امیر المومنین عثمان بن عفانؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [مَنْ بَنَى مَسْجِدًا..... يَتَّبِعِيْهِ بِوَجْهِ اللّٰهِ، بَنَى اللّٰهُ لَهُ مِثْلَهُ فِي الْحَنَّةِ] ”جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مسجد بنائے تو اللہ تعالیٰ

اس کے لیے اسی طرح جنت میں گھر بنائے گا۔“^①

اور امام ابن ماجہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ بَنَى مَسْجِدًا يُذْكَرُ فِيهِ اسْمُ اللَّهِ، بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ] ”جو شخص اللہ تعالیٰ کے پاک نام کے ذکر کے لیے مسجد بنائے تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لیے گھر بنائے گا۔“^② اور امام نسائی نے بھی اسی طرح اسے روایت کیا ہے۔^③

اس موضوع کی بہت سی احادیث ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم محلوں میں مسجدیں بنائیں، انھیں پاک صاف رکھیں اور خوشبو سے معطر کریں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی کے سوا دیگر اہل سنن نے اسے روایت کیا ہے۔^④ مسند احمد اور ابوداؤد میں سرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔^⑤

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول بیان کیا ہے کہ لوگوں کے لیے ایسی مسجد بناؤ جو انھیں چھپالے اور اسے سرخ یا زرد رنگ میں نہ رنگو تاکہ لوگ فتنے میں مبتلا نہ ہو جائیں۔^⑥

امام ابوداؤد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا أُمِرْتُ بِتَشْيِيدِ الْمَسَاجِدِ] ”مجھے مسجدوں کو چونا گچ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں مسجدوں کو اس طرح مزین کروں جس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنی عبادت گاہوں کو مزین کیا تھا۔^⑦

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَتَبَاهَى النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ] ”قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ لوگ مسجدوں کے بارے میں فخر کرنے لگیں گے۔“ اس کو امام احمد اور اہل سنن نے سوائے ترمذی کے روایت کیا ہے۔^⑧ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے مسجد میں اپنے گم شدہ اونٹ کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ کون ہے جو سرخ اونٹ کے بارے میں بتائے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [لَا وَجَدْتُ، إِنَّمَا بُنِيَتْ الْمَسَاجِدُ لِمَا بُنِيَتْ لَهُ] ”(اللہ کرے) تو نہ پائے، مسجدیں انھی کاموں کے لیے ہیں جن کے لیے انھیں بنایا گیا ہے۔“^⑨

① صحیح البخاری، الصلاة، باب من بنى مسجدا، حديث: 450 و صحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة،

باب فضل بناء المساجد.....، حديث: 533 . ② سنن ابن ماجه، المساجد و الجماعات، باب من بنى لله مسجدا،

حديث: 735 . ③ سنن النسائي، المساجد، باب الفضل في بناء المساجد، حديث: 689 عن عمرو بن عبسة ؓ.

④ مسند أحمد: 279/6 و سنن أبي داود، الصلاة، باب اتخاذ المساجد في الدور، حديث: 455 و جامع الترمذی،

الجمعة، باب ما ذكر في تطيب المساجد، حديث: 594 و سنن ابن ماجه، المساجد و الجماعات، باب تطهير

المساجد.....، حديث: 758، 759 . ⑤ مسند أحمد: 17/5 و سنن أبي داود، الصلاة، باب اتخاذ المساجد في الدور،

حديث: 456 . ⑥ صحیح البخاری، الصلاة، باب بنیان المسجد، قبل الحديث: 446 . ⑦ سنن أبي داود، الصلاة،

باب في بناء المساجد، حديث: 448 . ⑧ مسند أحمد: 134/3 و سنن أبي داود، الصلاة، باب في بناء المساجد،

حديث: 449 و سنن النسائي، المساجد، باب المباهاة في المساجد، حديث: 690 و سنن ابن ماجه، المساجد.....، باب

تشديد المساجد، حديث: 739 . ⑨ صحيح مسلم، المساجد.....، باب النهي عن نشد الضالة.....، حديث: 569 .

مسجد میں تجارت جائز ہے نہ گم شدہ چیز کا اعلان: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَبِيعُ أَوْ يَتَنَاجَى فِي الْمَسْجِدِ، فَقُولُوا: لَا أَرْبَحَ اللَّهُ تِجَارَتَكَ، وَإِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَنْشُدُ فِيهِ ضَالَّةً، فَقُولُوا: لَا رَدَّ اللَّهُ عَلَيْكَ] ”جب تم کسی شخص کو مسجد میں خرید و فروخت کرتے دیکھو تو اسے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں تجارت میں نفع نہ دے اور جب تم کسی کو مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرتے سنو تو اسے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اس چیز کو نہ لوٹائے۔“ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔^①

امام بخاری رحمہ اللہ نے سائب بن یزید کندی کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں مسجد میں کھڑا تھا کہ ایک شخص نے میری طرف نکل کر پھینکی، میں نے دیکھا تو وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے، فرمانے لگے: جاؤ ان دو آدمیوں کو میرے پاس لے کر آؤ، میں ان دونوں کو آپ کے پاس لے آیا تو آپ نے فرمایا: تم کون ہو؟ یا آپ نے یہ فرمایا: تم کہاں سے آئے ہو؟ انھوں نے جواب دیا: ہم طائف سے آئے ہیں، آپ نے فرمایا: اگر تم اس شہر کے رہنے والے ہوتے تو میں تم دونوں کو سزا دیتا، تم رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں بلند آواز سے باتیں کرتے ہو! امام نسائی رحمہ اللہ نے ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد میں ایک شخص کی آواز کو سنا تو فرمایا: تم جانتے ہو اس وقت کہاں ہو؟^② یہ حدیث صحیح ہے۔

حافظ ابویعلیٰ موصلی رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر جمعہ کو مسجد میں عود سلگایا کرتے تھے۔^③ اس حدیث کی سند حسن ہے اس میں کوئی علت نہیں۔ واللہ اعلم۔

پچیس گنا زیادہ ثواب حاصل کیجیے: صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تُضَعَّفُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ وَفِي سُوقِهِ خَمْسًا وَعِشْرِينَ ضِعْفًا وَذَلِكَ أَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ، لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً إِلَّا (رُفِعَ) لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ، فَإِذَا صَلَّى لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تَصَلِّي عَلَيْهِ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ، اللَّهُمَّ! صَلِّ عَلَيْهِ، اللَّهُمَّ! اِرْحَمْهُ، وَلَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا انْتَهَرَ الصَّلَاةَ] ”آدمی کو باجماعت نماز ادا کرنے کا گھر یا بازار میں نماز ادا کرنے کی نسبت پچیس گنا زیادہ ثواب ملتا ہے اور یہ اس لیے ہے کہ آدمی جب وضو کرے اور خوب اچھی طرح وضو کرے، پھر مسجد کی طرف چل پڑے اور نماز ہی کے قصد و ارادہ سے چلے تو ہر قدم کے عوض اس کے لیے ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے اور ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے اور وہ جب نماز پڑھتا ہے تو فرشتے اس وقت تک اس کے لیے رحمت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں جب تک وہ نماز کی جگہ بیٹھا رہتا ہے اور کہتے ہیں: اے اللہ! اس پر رحمت بھیج! اے اللہ! اس پر رحم فرما اور وہ نماز ہی کے حکم میں ہوتا ہے جب تک نماز کا

① جامع الترمذی، البيوع، باب النهي عن البيع،.....، حدیث: 1321. ② صحيح البخاری، الصلاة، باب رفع

الصوت في المسجد، حدیث: 470. ③ دیکھیے تحفة الأشراف: 175/7، حدیث: 10382 جبکہ نسائی میں یہ روایت ہمیں

نہیں ملی۔ ④ مسند أبي يعلى الموصلي، 170/1، حدیث: 190.

انتظار کرتا رہتا ہے۔“^①

اور سنن میں ہے: [بَشِّرِ الْمَشَّائِينَ فِي الظُّلُمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّورِ النَّامِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ”اندھیروں میں مسجدوں کی طرف چل کر جانے والوں کو خوش خبری سنا دو کہ انھیں روز قیامت مکمل نور حاصل ہوگا۔“^②

مسجد میں داخل ہونے کی دعا: مسجد میں داخل ہونے والے کے لیے مستحب ہے کہ پہلے دایاں پاؤں اندر رکھے۔^③ اور یہ کہے جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث سے ثابت ہے، عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو فرماتے: [أَعُوذُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ، وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ، وَبِسُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ، مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ] ”میں عظمت و جلال والے اللہ اور اس کے کریم چہرے اور اس کی قدیم سلطنت کی پناہ پکڑتا ہوں شیطان مردود سے۔“ آپ نے فرمایا: جب یہ کلمات کہہ لیے جائیں تو شیطان کہتا ہے کہ یہ شخص سارا دن مجھ سے محفوظ ہو گیا۔^④ امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ ابو حمید یا ابواسید سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ، فَلْيَقُلْ: اللَّهُمَّ! افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، وَإِذَا خَرَجَ، فَلْيَقُلْ: اللَّهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ] ”جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اسے چاہیے کہ (یہ) کہے: اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور جب مسجد سے باہر نکلے تو (یہ) کہے: اے اللہ! بلاشبہ میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔“^⑤ اس کو امام نسائی نے بھی ابوحمید اور ابواسید سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔^⑥

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَسَلِّمْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَلْيَقُلْ: اللَّهُمَّ! افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، وَإِذَا خَرَجَ فَلْيَسَلِّمْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَلْيَقُلْ: اللَّهُمَّ! اعْصِمْنِي مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ] ”تم میں سے کوئی جب مسجد میں داخل ہو تو وہ نبی اکرم ﷺ پر سلام بھیجے اور (یہ) کہے: اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور جب مسجد سے نکلے تو پھر نبی اکرم ﷺ پر سلام بھیجے اور (یہ) کہے: اے اللہ! شیطان مردود سے میری حفاظت فرما۔“ اس کو امام ابن ماجہ نے ذکر کیا ہے اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں

① صحیح البخاری، الأذان، باب فضل صلاة الجماعة، حدیث: 647 اور توسین والالفاظ صحیح مسلم، المساجد.....،

باب فضل الصلاة المكتوبة في جماعة.....، بعد الحديث: 661 عن أبي هريرة ؓ میں ہے۔ ② سنن أبي داود،

الصلاة، باب ماجاء في المشي إلى الصلاة في الظلم، حدیث: 561 وجامع الترمذی، الصلاة، باب ماجاء في فضل

العشاء والفجر في الجماعة، حدیث: 223 عن بريدة ؓ و سنن ابن ماجه، المساجد والجماعات، باب المشي إلى

الصلاة، حدیث: 781 عن أنس ؓ. ③ صحیح البخاری، الصلاة، باب التيمن في دخول المسجد وغيره.....، قبل

الحديث: 426. ④ بخاری میں ہمیں یہ حدیث نہیں ملی، البتہ سنن أبي داود، الصلاة، باب ما يقول الرجل عند دخوله

المسجد؟ حدیث: 466 میں ہے۔ ⑤ صحیح مسلم، صلاة المسافرين.....، باب ما يقول إذا دخل المسجد؟ حدیث:

713. ⑥ سنن النسائي، المساجد، باب القول عند دخول المسجد.....، حدیث: 730.

بھی بیان کیا ہے۔^①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَيَذْكُرُ فِيهَا اسْمُهُ** ”اور اس میں اس (اللہ) کا نام ذکر کیا جائے۔“ جیسا کہ فرمایا: **يَذْكُرُ** اَدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (الأعراف: 31) ”اے بنی آدم! تم ہر نماز کے وقت اپنی زینت اختیار کرو۔“ **وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ** (الأعراف: 29) اور یہ کہ ہر نماز کے وقت سیدھا (قبلہ کی طرف) رخ کیا کرو اور خالص اسی کی اطاعت کرتے ہوئے اسی کو پکارو۔“ اور فرمایا: **وَإِنَّ الْمَسْجِدَ لِلَّهِ** (الحج: 18:72) ”اور یہ کہ مسجدیں (خاص) اللہ کے لیے ہیں۔“

ارشاد باری تعالیٰ: **وَيَذْكُرُ فِيهَا اسْمُهُ** ”اور اس میں اس (اللہ) کا نام ذکر کیا جائے“ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہاں اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کی جائے۔^② اور فرمایا: **يَسْبُحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ** (اور) وہ ان (گھروں) میں صبح و شام اس کی تسبیح کرتے ہیں۔“ غدو اور آصال کے معنی صبح و شام کے ہیں۔ آصال، اصل کی جمع ہے، اصل دن کے آخری حصے کو کہتے ہیں۔

تاجر ہوشیار باش! ارشاد باری تعالیٰ ہے: **رَجُلٌ لَا تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ** ”(یعنی ایسے) مرد جنہیں اللہ کے ذکر سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے اور نہ خرید و فروخت۔“ جیسا کہ فرمایا: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ** (المنفقون: 9:63) ”اے مومنو! تمہیں تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں۔“ اور فرمایا: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ** (الجمعة: 9:62) ”اے مومنو! جب جمعے کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کی یاد (نماز) کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت ترک کر دو۔“

ان آیات میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرے بندوں کو دنیا، اس کی زیب و زینت، خرید و فروخت اور نفع کمانے کی لذت ان کے رب کے ذکر سے غافل نہ کر دے کیونکہ وہی تو ان کا خالق و رازق ہے اور وہ خود بھی یہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے وہ ان کے لیے بہتر ہے اور جو کچھ ان کے پاس موجود ہے اس کی نسبت وہ بدرجہا نفع بخش ہے کیونکہ ان کے پاس جو کچھ ہے اس نے بالآخر ختم ہو جانا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ اسی لیے فرمایا: **لَا تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ** ”جنہیں اللہ کے ذکر اور نماز پڑھنے اور زکاۃ دینے سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے اور نہ خرید و فروخت۔“ یعنی وہ اپنی چاہت اور پسند سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس

① سنن ابن ماجہ، المساجد والجماعات، باب الدعاء عند دخول المسجد، حدیث: 773 و صحیح ابن خزيمة، أبواب الأذان والإقامة، باب السلام على النبي ﷺ ومسألة الله فتح أبواب الرحمة عند دخول المسجد: 231/1، حدیث: 452 و صحیح ابن حبان، الصلاة، ذکر ما يقول المرء عند دخول المسجد يريد الصلاة؟ 396، 395/5، حدیث: 2047. ② تفسیر الطبری: 194/18.

کی چاہت کو ترجیح دیتے ہیں۔

سالم نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ بازار میں تھے اور نماز کا وقت ہو گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی دکانیں بند کر دیں اور سب مسجد میں چلے گئے، یہ دیکھ کر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انھی لوگوں کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے: **رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ.....** الآية ”جنہیں اللہ کے ذکر سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے اور نہ خرید و فروخت.....“ اس کو ابن ابوقحام اور ابن جریر نے روایت کیا ہے۔^① علی بن ابوطلمح نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کریمہ میں اللہ کے ذکر سے مراد فرض نماز ہے۔^② مقاتل بن حیان اور ربیع بن انس کا بھی یہی قول ہے۔^③ سدی کہتے ہیں کہ نماز قائم کرنے سے مراد نماز باجماعت ادا کرنا ہے۔^④ مقاتل بن حیان نے کہا ہے کہ خرید و فروخت انھیں نماز میں حاضر ہونے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اسے ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی، وہ نمازوں کے اوقات کی بھی حفاظت کرتے ہیں اور نمازوں میں ان امور کو بھی ملحوظ رکھتے ہیں جن کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔^⑤

يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ ۝ ”وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں (خوف اور گھبراہٹ کے سبب) الٹ پلٹ جائیں گے۔“ یعنی قیامت کے دن سے جس میں دل اور آنکھیں اوپر چڑھ جائیں گی، ڈرتے ہیں کہ اس دن کی گھبراہٹ بہت شدید اور ہولناکیاں بہت سخت ہوں گی جیسا کہ فرمایا: **وَأَنذَرَهُمْ يَوْمَ الْأُزْفَةِ إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَظِيمِينَ ۝ مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَيٍّ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُونَ ۝** (المؤمن 18:40) ”اور آپ انھیں قریب آنے والے دن سے ڈرائیں جبکہ دل غم سے بھر کر گلوں کے قریب آ رہے ہوں گے اور ظالموں کا کوئی دلی دوست نہیں ہوگا اور نہ کوئی ایسا سفارشی جس کی بات مانی جائے۔“

اور فرمایا: **إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ ۝** (ابراہیم 42:14) ”وہ صرف انھیں اس دن تک مہلت دے رہا ہے جس میں (دہشت کے سبب) آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔“ اور فرمایا: **وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكْرًا ۝ إِنَّا نَخَافُ مِنْ رَبِّنَا عَبْثًا يَوْمَ قَاطِرٍ ۝ فَوْقَهُمْ اللَّهُ شَرُّ ذَلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّهْمُ نَصْرَةً وَسُرُورًا ۝ وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوا جَنَّةٌ وَحَرِيرًا ۝** (الذھر 12:76) ”اور وہ کھانا، اس کی محبت کے باوجود، مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں۔ (اور کہتے ہیں کہ) ہم تمہیں صرف اللہ کی خاطر کھلاتے ہیں، نہ تم سے کسی عوض کے خواست گار ہیں اور نہ شکر گزاری کے (طلب گار) ہم اپنے پروردگار سے چہرے بگاڑ دینے والے نہایت سخت دن کا خوف کھاتے ہیں۔ پھر اللہ نے انھیں اس دن کے شر سے بچالیا اور انھیں

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2607/8 و تفسیر الطبری: 195/18. ② تفسیر الطبری: 196/18 و تفسیر ابن ابی

حاتم: 2608/8. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 2608/8. ④ تفسیر ابن ابی حاتم: 2609/8. ⑤ تفسیر ابن ابی

حاتم: 2609/8.

وَالَّذِينَ كَفَرُوا اَعْمَاهُمْ كَسْرَابٌ بِقَيْعَةٍ يَّحْسِبُهُ الظَّهَانُ مَاءً ط حَتَّىٰ اِذَا جَاءَهُ لَمْ

اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال چٹیل میدان میں ریت کی طرح ہیں، پیاسا اس (ریت) کو پانی سمجھتا رہا، حتیٰ کہ جب وہ اس کے پاس پہنچا تو اس

يَجِدُهُ شَيْئًا وَّوَجَدَ اللّٰهُ عِنْدَهُ فَوْقَهُ حِسَابَهُ ط وَاللّٰهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿٣٩﴾ اَوْ ظَلَمْتُ فِي

نے وہاں کچھ بھی نہ پایا، اور اللہ کو اپنے پاس پایا، پھر اللہ نے اس کا حساب پورا پورا چکا دیا اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے ﴿39﴾ یا (کافروں کے اعمال) گہرے

بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشَاهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ ط ظَلَمْتُ بَعْضَهَا فَوْقَ بَعْضٍ ط

سمندر میں اندھیروں کی طرح ہیں، جسے ایک موج دُھانپتی ہو، اس کے اوپر ایک اور موج ہو، اس کے اوپر بادل ہو، (غرض) اوپر تلے اندھیرے (ہی)

اِذَا اَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكُنْ يَرِلْهَا ط وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهُ نُوْرًا فَمَا لَهُ مِنْ نُّوْرٍ ﴿٤٠﴾

اندھیرے) ہوں، جب وہ اپنا ہاتھ نکالے تو لگتا نہیں کہ اسے دیکھ سکے، اور جس کے لیے اللہ نے نور نہیں بنایا تو اس کے لیے (کہیں بھی) کوئی نور نہیں ﴿40﴾

تازگی اور خوش دلی عنایت فرمائی اور ان کے صبر کے عوض انھیں بہشت (کے باغات) اور ریشم (کےلبوسات) کا بدلہ عطا فرمایا۔“

اور یہاں ارشاد فرمایا ہے: ﴿يَجْزِيهِمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا﴾ ”تا کہ اللہ انھیں ان کے عملوں کا بہت اچھا بدلہ دے۔“

یعنی ان لوگوں کی نیکیوں کو اللہ تعالیٰ شرف قبولیت عطا فرماتا اور ان کے گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے۔ ﴿وَيَزِدُّهُمْ مِّنْ

فَضْلِهِ﴾ ”اور انھیں اپنے فضل سے زیادہ بھی عطا کرے۔“ یعنی ان کی نیکی کو قبول فرما کر اس کا کئی گنا زیادہ اجر و ثواب عطا

فرمائے گا، جیسا کہ فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَّ اِنْ تَكْ حَسَنَةً يُّضَعِفْهَا وَيُوْتُ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا

عَظِيْمًا﴾ (النساء 40:4) ”بلاشبہ اللہ ایک ذرے کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر کوئی نیکی (کی) ہوگی تو وہ اسے دوچند

کر دے گا اور اپنے ہاں سے اجر عظیم بخشے گا۔“ اور فرمایا: ﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ امْتَالِهَآ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ

فَلَا يُجْزَىٰ اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ (الانعام 160:6) ”جو کوئی (اللہ کے حضور) ایک نیکی لے کر آئے گا تو اس کے

لیے ویسا دس گنا (ثواب) ہے اور جو ایک برائی لائے گا تو اسے سزا ویسی ہی ملے گی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“ اور فرمایا:

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَغْرِضُ اللّٰهُ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَعِفْهُ لَهٗ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ط وَاللّٰهُ يَفْضُضُ وَيَبْصُطُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾

(البقرة 245:2) ”کون ہے وہ جو اللہ کو قرض حسنہ دے، پھر وہ اسے اس کے لیے کئی گنا زیادہ بڑھا دے اور اللہ ہی (روزی کو)

تنگ کرتا اور (وہی اسے) کشادہ کرتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“ اور فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ يَضْعَفُ لِمَنْ يَّشَاءُ ط

(البقرة 261:2) ”اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ يَزِيْذُ مِّنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ﴿38﴾ ”اور

اللہ جسے چاہتا ہے بے شمار رزق دیتا ہے۔“

تفسیر آیات: 40، 39

کفار کی دو قسموں کی مثالیں: یہ دو مثالیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے کافروں کی دو قسموں کے لیے بیان فرمائی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ کی ابتدا میں منافقوں کی دو قسموں کے لیے ناری اور آبی دو مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ ﴿1﴾ اور جیسا کہ دلوں میں راسخ

﴿1﴾ دیکھیے البقرة، آیات: 17-20 کے ذیل میں۔

ہونے والے علم و ہدایت کی ناری و آبی دو مثالیں سورہ رعد میں بیان فرمائی ہیں۔^(۱) ان میں سے ہر ایک کی مثال کے بارے میں ہم نے اپنے مقام پر قبل ازیں گفتگو کی ہے، لہذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْإِئْتَنَةُ۔

یہاں جو دو مثالیں بیان کی گئی ہیں ان میں سے پہلی مثال ان کفار کی ہے جو اپنے کفر کے داعی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے کچھ اعمال و اعتقادات بھی ہیں، حالانکہ حقیقت میں وہ کچھ بھی نہیں، ان کی مثال اس سراب کی سی ہے جو زمین کے میدانی علاقوں میں دور سے یوں نظر آتا ہے گویا پانی سے بھرا ہوا سمندر ہو۔ قَبِيعَةٌ، قَاعٌ کی جمع ہے جس طرح جَبْرِۃٌ، جَارٌ کی جمع ہے اور قَاع، قَبِيعَان کا واحد بھی ہے جیسا کہ جارا اور حیران ہے اور اس سے مراد ایسی زمین ہے جو ہموار، کشادہ اور پھیلی ہوئی ہو، ایسی زمین ہی میں سراب نظر آتا ہے اور یہ نصف النہار کے بعد ہوتا ہے۔ اور ”آل“ وہ ہے جو دن کے ابتدائی حصے میں اس طرح نظر آتا ہے، گویا آسمان و زمین کے درمیان پانی ہو۔

جب سراب کو وہ شخص دیکھتا ہے جسے پانی کی ضرورت ہو تو وہ سمجھتا ہے کہ یہ پانی ہے تو وہ اس کا قصد کرتا ہے تاکہ وہاں جا کر پانی پی لے مگر جب وہاں پہنچتا ہے ﴿لَمْ يَجِدْهُ سَيْبًا﴾ ”تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا۔“ اسی طرح کافر یہ سمجھتا ہے کہ اس نے اچھا کام کیا ہے اور کچھ حاصل کر لیا ہے مگر جب روز قیامت وہ اللہ تعالیٰ کے پاس آئے گا اور اللہ تعالیٰ اس کا محاسبہ کرے گا اور اس کے افعال کے بارے میں اس سے باز پرس فرمائے گا تو وہ دیکھے گا کہ اس کا کوئی عمل ذرا بھر بھی قبول نہیں ہوا اور وہ اس لیے کہ اس نے وہ عمل یا تو اخلاص کے ساتھ نہیں کیا تھا یا شریعت کے مطابق نہیں کیا تھا جیسا کہ فرمایا: ﴿وَقَدْ مَنَّآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَاءً مَّنْثُوْرًا﴾ (الفرقان 23:25) ”اور انھوں نے جو کوئی (نیک) عمل کیے ہوں گے ہم ان کی طرف متوجہ ہوں گے تو ان کو اڑتا ہوا پر اگندہ گرد و غبار بنادیں گے۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿وَوَجَدَ اللّٰهُ عِنْدَآ فَوْقَهُۥ حِسَابًا وَّ اللّٰهُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ﴾^(۲) ”اور اس نے اللہ کو اپنے پاس پایا، پھر اس (اللہ) نے اسے اس کا حساب پورا پورا چکا دیا اور اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔“ ابی بن کعب، ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ اور کئی ایک ائمہ تفسیر سے بھی اسی طرح مروی ہے۔^(۳)

صحیحین میں ہے کہ قیامت کے دن یہودیوں سے کہا جائے گا کہ تم کسی کی عبادت کرتے تھے۔ وہ جواب دیں گے کہ ہم اللہ کے بیٹے عزیر کی عبادت کرتے تھے، ان سے کہا جائے گا کہ تم جھوٹ بکتے ہو، اللہ تعالیٰ نے تو کسی کو اپنا بیٹا ہی نہیں بنایا۔ تم کیا چاہتے ہو؟ وہ عرض کریں گے: ہمارے رب! ہمیں بہت پیاس لگی ہے، تو ہمیں پانی پلا دے تو انھیں اشارہ کیا جائے گا کہ کیا ادھر نہیں چلتے۔ آگ کو ان کے لیے سراب بنا دیا جائے گا، اس کا بعض، بعض کو توڑ پھوڑ رہا ہوگا، وہ اس کی طرف چلیں گے مگر اس میں گر جائیں گے۔^(۴)

① دیکھیے الرعد، آیت: 17 کے ذیل میں۔ ② تفسیر الطبری: 200، 199/18 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2613-2611/8۔

③ تفسیر ابن کثیر میں [فَقِيْلَ: اَلَا تَرَوْنَ؟] ”تو انھیں کہا جائے گا کہ کیا تم نہیں دیکھتے“ کے الفاظ ہیں لیکن ہم نے ترجمہ مراجع کے مطابق کیا ہے۔ ④ صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ (النساء: 40)، حدیث:

4581 و صحیح مسلم، الإیمان، باب معرفة طریق الرؤیة، حدیث: 183 عن أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْخَرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالظَّيْرِ طَفَّتْ كُلُّ

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ کی تسخیر کرتا ہے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے، اور (نفا میں) پر پھیلائے ہوئے پرندے بھی، ہر ایک نے

قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ ط وَاللَّهُ عَلَيْهِمْ بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿٤١﴾ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ

اپنی نماز (عبادت) اور اپنی تسبیح جان لی ہے، اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اسے خوب جانتا ہے ﴿٤١﴾ اور اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی،

وَالْأَرْضِ ط وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ﴿٤٢﴾

اور اللہ ہی کی طرف (سب کی) واپسی ہے ﴿٤٢﴾

یہ جہل مرکب (خلاف واقع کسی شے کا پختہ اعتقاد رکھنا) کافروں کی مثال ہے اور جہل بسیط (ایسی شے سے ناواقف رہنا جس کا علم ہونا چاہیے) یعنی ائمہ کفر کے مقلدوں، بہروں، گونگوں اور بے وقوف کافروں کی مثال ایسے ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿أَوْ ظَلَمْتَ فِي بَحْرٍ لُجِّيٍّ﴾ ”یا (ان کے اعمال) نہایت گہرے سمندر میں اندھیروں کے مانند ہیں۔“ قتادہ نے کہا ہے کہ

لُجِّيٍّ کے معنی عمیق کے ہیں۔ ﴿١﴾ ﴿يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ ط ظَلَمْتُ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ط إِذَا

أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكُنْ يَرَاهَا﴾ ”اسے ایک لہر ڈھانپتی ہو (اور) اس کے اوپر ایک اور لہر (آ رہی) ہو (اور) اس کے اوپر

بادل ہو، (غرض اندھیرے ہی) اندھیرے ہوں جن میں سے بعض، بعض کے اوپر ہوں جب وہ اپنا ہاتھ نکالے تو لگتا نہیں کہ اسے

دیکھ سکے۔“ یعنی سخت تاریکی کی وجہ سے اسے دیکھ نہ سکتا ہو۔ یہ ایسے کافر کے دل کی مثال ہے جو جاہل بسیط اور مقلد ہو اور اس

کے حال کو نہ جانتا ہو جو اس کا قائد ہے اور نہ یہ جانتا ہو کہ وہ کہاں جا رہا ہے جیسا کہ مثال کے طور پر جاہل سے کہا جاتا ہے کہ تو

کہاں جا رہا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ ان کے ساتھ اور جب اس سے یہ کہا جاتا ہے کہ وہ کہاں جا رہے ہیں۔ تو وہ جواب دیتا ہے کہ

میں نہیں جانتا۔

ابن کعب رضی اللہ عنہ اس ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ظَلَمْتُ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ط﴾ ”(غرض اندھیرے ہی) اندھیرے ہوں جن

میں سے بعض، بعض کے اوپر ہوں“ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ کافر پانچ قسم کے اندھیروں میں مبتلا ہے: اس کی بات

اندھیرا ہے، اس کا عمل اندھیرا ہے، اس کا اندر آنا اندھیرا ہے، اس کا باہر جانا اندھیرا ہے اور قیامت کے دن اس کا ٹھکانا

اندھیروں، یعنی آگ میں ہوگا۔ ﴿٢﴾ سدی اور ربیع بن انس نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ ﴿٣﴾

﴿وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِن نُّورٍ﴾ ﴿١٠﴾ ”اور جس کے لیے اللہ نے نور نہیں بنایا تو اس کے لیے (کہیں بھی)

کوئی نور نہیں ہے۔“ یعنی جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا نہ فرمائے وہ تباہ و برباد، جاہل اور کافر ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿مَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ

فَلَا هَادِيَ لَهُ ط.....﴾ (الاعراف 186:7) ”جسے اللہ گمراہ کرے تو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں.....“ اس کے

برعکس مومنوں کے لیے اس نے فرمایا تھا: ﴿يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ ط﴾ (النور 35:24) ”اللہ اپنے نور کی طرف جسے

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2613/8 و تفسیر الطبری: 201/18. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2614/8 و تفسیر الطبری:

201/18. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 2615, 2614/8

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِي سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ ثُمَّ يَجْعَلُهُ رُكَّامًا فَتَرَى الْوَدْقَ

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ ہی بادل چلاتا ہے، پھر وہ انہیں باہم ملاتا ہے، پھر انہیں تہ بہ تہ کر دیتا ہے، پھر آپ دیکھتے ہیں کہ ان (بادلوں)

يَخْرُجُ مِنْ خَلِّهِ ؕ وَيُنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيبُ بِهٖ مَنْ

کے درمیان میں سے مینہ نکلتا ہے اور وہ اس آسمان کے اندر کے پہاڑوں سے اولے برساتا ہے، پھر وہ انہیں (اس پر) پونچھتا ہے جس پر وہ چاہتا ہے،

يَشَاءُ وَيَصْرِفُهُ عَنْ مَنْ يَّشَاءُ ط يَكَادُ سَنَا بَرْقُهُ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ط (43) يُقَلِّبُ اللّٰهُ الْاَيَّلَ

اور جس سے چاہے پھیر دیتا ہے، لگتا ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھوں (کی روشنی) کو اچک لے جائے گی (43) اللہ ہی رات اور دن کو الٹا پلٹا رہتا ہے۔

وَاللّٰهَ اَرَادَ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ (44)

بلاشبہ ان (نشانوں) میں اہل نظر کے لیے (سامان) عبرت ہے (44)

چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔“ ہم عظمت و جلال کے مالک اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں میں نور، ہمارے دائیں طرف نور اور ہمارے بائیں طرف نور پیدا فرمادے اور ہمارے لیے نور میں اضافہ فرمادے۔

تفسیر آیات: 41، 42

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز، یعنی فرشتے، انسان، جن، حیوان حتیٰ کہ جمادات بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ط وَاِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلٰكِنْ لَا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ حَكِيْمًا غَفُوْرًا ۝﴾ (بنی اسرائیل 44: 17) ”ساتوں آسمان اور زمین اور جو (مخلوق) ان میں ہے (سب) اسی کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں اور (مخلوقات میں سے) کوئی بھی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے، بے شک وہ نہایت حوصلے والا، بہت بخشنے والا ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاطَّيَّرَ طَيِّبًا ط﴾ ”اور پر پھیلانے ہوئے پرندے (بھی)۔“ یعنی پرندے بھی اڑتے ہوئے اپنے رب تعالیٰ کی تسبیح کرتے اور اس کی عبادت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہی نے انہیں تسبیح الہام فرمائی اور ان کی رہنمائی فرمائی ہے اور وہ جانتا ہے کہ یہ کیا کرتے ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيْحَهُ ط﴾ ”ہر ایک (مخلوق) نے اپنی نماز (عبادت) اور تسبیح جان لی ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کی اپنی عبادت کے طریقے اور رستے کی طرف رہنمائی فرمادی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اسے یہ سب باتیں معلوم ہیں اور اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں، اس لیے فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝۴۱﴾ ”اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اسے خوب جانتا ہے۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کی ہے، وہی حاکم و متصرف اور الہ و معبود ہے، عبادت اسی کی ہے اور اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ ﴿وَالِی اللّٰهُ الْهٰصِرُ ۝۴۲﴾ ”اور اللہ ہی کی طرف واپسی ہے۔“ یعنی قیامت کے دن، پھر اس دن جو وہ چاہے گا فیصلہ فرمائے گا۔ ﴿لِيَجْزِيَ الَّذِیْنَ اَسَءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی ۝﴾ (النجم: 53، 31) ”تاکہ جن لوگوں نے برے

کام کیے انھیں اُن کے اعمال کی سزا دے اور جنھوں نے نیکیاں کیں انھیں اچھائی کے ساتھ جزا دے۔“ وہ خالق و مالک ہے، دنیا و آخرت میں اسی کی حکومت ہے اور دنیا و آخرت میں اسی کی تعریف ہے۔

تفسیر آیات: 43، 44

بادلوں کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے تنبیہ کا نمایاں پہلو: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنی قدرت کے ساتھ بادلوں کو چلاتا ہے اور جب انھیں پیدا فرماتا ہے تو ابتدا میں وہ بہت ہلکے پھلکے ہوتے ہیں اور اِنْ جَاءَ کے یہی معنی ہیں۔ ﴿ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ﴾ ”پھر وہ اس (کے ٹکڑوں) کو آپس میں ملا دیتا ہے۔“ یعنی الگ الگ ہونے کے بعد انھیں جمع کر دیتا ہے۔ ﴿ثُمَّ يَجْعَلُهُ رُكَّامًا﴾ ”پھر وہ اسے تہ بہ تہ کر دیتا ہے۔“ یعنی وہ باہم اوپر نیچے ہوں کی صورت میں مل جاتے ہیں۔ ﴿فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ﴾ ”چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ اس (بادل) کے درمیان سے مینہ نکلتا (برستا) ہے۔“ یعنی اس کے درمیان سے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک نے اسے [حَلَلَهُ] پڑھا ہے۔^① عبید بن عمر لیشی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ غبار اڑانے والی ہوا بھیجتا ہے جو زمین پر جھاڑو دے دیتی ہے، پھر اٹھانے والی ہوا بھیجتا ہے جو بادلوں کو اٹھا لیتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ جمع کرنے والی ہوا بھیجتا ہے جو منتشر بادلوں کو جمع کر دیتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ بار آور ہوا بھیجتا ہے جو بادلوں سے بارش برساتی ہے۔ اسے ابن ابوحاتم اور ابن جریر رحمہما نے روایت کیا ہے۔^②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيُنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ مُنْجَلًا فِيهَا مَنُ بَرَدٌ﴾ ”اور وہ آسمان سے ان (اولوں کے) پہاڑوں میں سے جو اس میں ہیں، کچھ اُلے نازل کرتا ہے۔“ بعض نحو یوں نے کہا ہے کہ اس جملے میں پہلا لفظ ﴿مِنُ﴾ ابتدائے غایت کے لیے ہے، دوسرا تبعیض کے لیے اور تیسرا بیان جنس کے لیے۔ یہ توضیح ان مفسرین کے مذہب کے مطابق ہے جن کا یہ قول ہے کہ ﴿مِنُ جِبَالٍ فِيهَا مَنُ بَرَدٌ﴾ کے معنی یہ ہیں: آسمان میں اولوں کے پہاڑ ہیں اور ان سے اللہ تعالیٰ اُلے نازل فرماتا ہے اور جن مفسرین نے یہ کہا ہے کہ پہاڑ بادلوں سے کنایہ ہے تو ان کے نزدیک بھی دوسرا ﴿مِنُ﴾ ابتدائے غایت ہی کے لیے ہے لیکن یہ پہلے ﴿مِنُ﴾ سے بدل ہے۔^③ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

زالہ باری اور اس کے نقصانات: ﴿فَيُصِيبُ بِهِ مَنُ يَشَاءُ وَيَصْرِفُهُ عَن مَّنُ يَشَاءُ﴾ ”پھر وہ انھیں جس پر چاہتا ہے پہنچا دیتا ہے اور جس سے وہ چاہتا ہے ان (اولوں) کو پھیر دیتا ہے۔“ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد بارش اور اُلے ہوں جنھیں وہ آسمان سے رحمت کے طور پر نازل فرماتا ہے اور (اس کے ساتھ ساتھ) جن سے چاہتا ہے بارش کو روک دیتا ہے اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ وہ اولوں کو جس کے لیے چاہے بطور عذاب نازل فرمادے کیونکہ ان سے پھل، فصلیں اور درخت ضائع ہو جاتے ہیں اور رحمت فرماتے ہوئے جن سے چاہے انھیں ہٹا دے۔

① تفسیر الطبری: 205/18، ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2617/8 و تفسیر الطبری: 204/18، ③ تفسیر القرطبی:

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِّن مَّاءٍ ۖ فَمِنْهُمْ مَّن يَّسْتَشِي عَلَى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّن يَّسْتَشِي عَلَى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّن يَّسْتَشِي عَلَى اَرْبَعٍ ۚ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

اور اللہ نے (زمین پر) چلنے پھرنے والا ہر جاندار پانی سے پیدا کیا، پھر ان میں سے کوئی اپنے پیٹ کے بل چلتا ہے، اور ان میں رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّن يَّسْتَشِي عَلَى اَرْبَعٍ ۚ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ سے کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے، اور ان میں سے کوئی چار (پاؤں) پر چلتا ہے، اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، بلاشبہ اللہ ہر شے پر

قَدِيرٌ ﴿٤٥﴾

خوب قادر ہے ﴿٤٥﴾

لَقَدْ اَنْزَلْنَا اٰیٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ۚ وَاللّٰهُ يَهْدِي مَن يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٤٦﴾

بلاشبہ ہم نے کھول کر بیان کرنے والی آیات نازل کیں، اور اللہ جسے چاہے صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے ﴿٤٦﴾

﴿يَكَادُ سَنَآ بَرْقِهٖ يَدَّ هَبٌ بِاَلْبَصَارِ﴾ ﴿٤٦﴾ ”قريب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھوں (کی روشنی) کو لے جائے۔“ یعنی جب آنکھیں اسے مسلسل دیکھیں تو قريب ہے کہ بجلی کی شديد چمک ان کی بينائى کو ختم کر دے۔ ﴿يَقْلَبُ اللّٰهُ اَلْيَلِ وَالنَّهَارَ﴾ ”اللہ ہی رات اور دن کو بدلتا رہتا ہے۔“ ان میں تصرف فرماتا ہے اور ایک کی لمبائی کو کم کر کے دوسرے کی لمبائی میں اضافہ کر دیتا ہے حتیٰ کہ رات دن برابر ہو جاتے ہیں اور پھر ایک کی لمبائی کو کم کر کے دوسرے کی لمبائی میں اضافہ کر دیتا ہے اور اس طرح ان میں سے لمبا چھوٹا اور چھوٹا لمبا ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اپنے امر، غلبے، عزت اور علم کے ساتھ ان امور میں تصرف فرماتا ہے۔ ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ﴾ ﴿٤٧﴾ ”بے شک اہل بصارت کے لیے اس میں یقیناً بڑی عبرت ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت کی نشانی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِخْتِلَافِ اَلْيَلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ ﴿٤٨﴾ (ال عمران 3: 190) ”بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے بدلنے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔“

تفسیر آیت: 45

جانوروں کی پیدائش میں اللہ تعالیٰ کی قدرت: اللہ تعالیٰ نے اپنی اس قدرت کاملہ اور عظیم سلطنت کا ذکر فرمایا جو انواع و اقسام کی مخلوقات کی تخلیق میں کارفرما ہے کہ اس نے ایک ہی پانی کے ساتھ مختلف شکلوں، رنگوں اور مختلف حرکات و سکنات والی بے شمار مخلوقات پیدا فرمادی ہیں۔ ﴿فَمِنْهُمْ مَّن يَّسْتَشِي عَلَى بَطْنِهٖ﴾ ”پھر ان میں سے کوئی اپنے پیٹ کے بل چلتا ہے۔“ مثلاً: سانپ اور اس طرح کی دیگر مخلوقات۔ ﴿وَمِنْهُمْ مَّن يَّسْتَشِي عَلَى رِجْلَيْنِ﴾ ”اور ان میں سے کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے۔“ مثلاً: انسان اور پرندے۔ ﴿وَمِنْهُمْ مَّن يَّسْتَشِي عَلَى اَرْبَعٍ﴾ ”اور ان میں سے کوئی چار (پاؤں) پر چلتا ہے۔“ مثلاً: مویشی جانور اور دیگر تمام حیوانات، اسی لیے فرمایا: ﴿يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ﴾ ”اللہ جو چاہتا ہے وہی پیدا کرتا ہے۔“ اپنی قدرت کے ساتھ کیونکہ وہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور وہ جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا، اسی لیے فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ ﴿٤٩﴾ ”بے شک اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔“

وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّى فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَمَا

اور وہ (متانق) کہتے ہیں: ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، اور ہم نے اطاعت کی، پھر اس کے بعد ان میں سے ایک فریق (اطاعت سے) پھر

أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٧﴾ وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ

جاتا ہے، اور وہ لوگ مومن ہی نہیں ﴿47﴾ اور جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں، تاکہ وہ ان کے مابین فیصلہ کرے، تو اچانک ان

مُعْرِضُونَ ﴿٤٨﴾ وَإِنْ يَكُنْ لَهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ﴿٤٩﴾ اِنِّي قُلُوبُهُمْ مَّرْضٌ أَمِ ارْتَابُوا

میں سے ایک فریق منہ موڑ لیتا ہے ﴿48﴾ اور اگر ان کے لیے حق (فائدہ) ہو تو وہ اس کی طرف فرمانبردار ہو کر چلے آتے ہیں ﴿49﴾ کیا ان کے دلوں میں (نفاق

أَمْ يَخَافُونَ أَنْ يَخِفَّ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ ۚ بَلْ أُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٥٠﴾ إِنَّمَا كَانَ قَوْلُ

(کا) مرض ہے یا وہ شک میں پڑے ہیں یا خوف کھاتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم کریں گے۔ (نہیں) بلکہ وہ لوگ خود ہی ظالم ہیں ﴿50﴾ بس

الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ

مومنوں کی تو بات ہی یہ ہے جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں، تاکہ وہ ان کے مابین فیصلہ کرے، تو وہ کہتے ہیں: ہم نے سنا اور

وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْبَٰغِيُونَ ﴿٥١﴾ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشِ اللَّهَ وَيَتَّقْهُ فَأُولَٰئِكَ

اطاعت کی، اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ﴿51﴾ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، اور اللہ سے ڈرے اور اس کا تقویٰ اختیار

هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿٥٢﴾

کرے، تو وہی لوگ کامیاب ہیں ﴿52﴾

تفسیر آیت: 46

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے اس قرآن میں بہت سے احکام، بہت سی حکمتیں اور بہت سی روشن اور محکم مثالیں بیان فرمائی ہیں اور وہ انھیں سمجھنے اور ان پر غور کرنے کے لیے عقل مندوں کی رہنمائی فرماتا رہتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَاللَّهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ ﴿46﴾ ”اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے رستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔“

تفسیر آیات: 47-52

منافقوں کے حیلے اور مومنوں کا حال: اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے بارے میں فرمایا ہے جن کا ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ اور کہ وہ اپنی زبانوں سے یہ کہتے ہیں: ﴿آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّى فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ ۚ﴾ ”ہم اللہ پر اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے (ان کا) حکم مان لیا، پھر اس کے بعد ان میں سے ایک فرقہ پھر جاتا ہے۔“ اور جو وہ باتیں کرتے ہیں ان کے اعمال ان کے خلاف ہیں، یعنی جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ﴾ ﴿47﴾ ”اور وہ لوگ صاحب ایمان ہی نہیں ہیں۔“ پھر فرمایا: ﴿وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ۚ﴾ ”اور جب ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ (رسول اللہ) ان کے درمیان فیصلہ کر دیں۔“ یعنی جب ان سے یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ اس ہدایت کی اتباع کریں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمایا ہے تو وہ اس سے اعراض کرتے

اور اتباع کے بجائے تکبر اور غرور کا اظہار کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَكَّمُوا إِلَى الظَّالِمِينَ وَأَنْ يَكْفُرُوا بِهِ ط وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتُ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا ۝﴾ (النساء 61, 60: 4) ”کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو گمان کرتے ہیں کہ بے شک وہ اس پر ایمان لائے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا، وہ چاہتے ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ طاغوت کی طرف لے جائیں، حالانکہ وہ حکم دیے گئے تھے کہ اس کے ساتھ کفر کریں اور شیطان (تو یہ) چاہتا ہے کہ انہیں گمراہ کر کے (بھلائی کے رستے سے) دور پھینک دے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو حکم اللہ نے نازل فرمایا ہے اس کی طرف (رجوع کرو) اور پیغمبر کی طرف آؤ تو آپ منافقوں کو دیکھتے ہیں آپ سے اعراض کرتے ہوئے رکے جاتے ہیں۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَنْ يَكُنْ لَهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ۝﴾ ”اور اگر ان کے لیے حق ہو تو اس کی طرف مطیع ہو کر چلے آتے ہیں۔“ یعنی اگر معاملہ ان کے حق میں ہو، ان کے خلاف نہ ہو تو بات سنتے اور اطاعت بجالاتے ہوئے چلے آتے ہیں۔ ﴿مُذْعِنِينَ ۝﴾ کے یہی معنی ہیں۔ اور جب معاملہ ان کے خلاف ہو تو یہ اس سے اعراض کرتے اور ناحق بات کی طرف دعوت دیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے بجائے کسی اور سے فیصلہ کرا لیں تاکہ اپنے باطل کو رواج دے سکیں تو پہلی صورت میں بات کو مان لینا اس وجہ سے نہیں کہ یہ اس کے حق ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں بلکہ محض اس لیے کہ یہ ان کی خواہش کے مطابق ہے یہی وجہ ہے کہ جب حق ان کے قصد و ارادہ کے خلاف ہو تو یہ حق سے اعراض کر کے باطل کو اختیار کر لیتے ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿أَفِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ ۝﴾ ”کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے؟“ یعنی ان کے دلوں میں یا تو لازمی طور پر بیماری ہے یا دین کے بارے میں یہ شک میں مبتلا ہیں یا یہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول فیصلے میں ان پر ظلم کریں گے، بہر حال ان میں سے کوئی بات بھی ہو خالص کفر ہے، اللہ تعالیٰ ان میں سے ہر ایک کو اور اس کی عادات و اطوار کو خوب جانتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿بَلْ أُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝﴾ ”بلکہ یہ خود ظالم ہیں۔“ یعنی یہ لوگ خود ہی ظالم اور بدکار ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے بارے میں یہ جس ظلم و ستم کا وہم و گمان رکھتے ہیں وہ اس سے پاک ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان مومنوں کے بارے میں فرمایا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بات پر لبیک کہتے اور کتاب اللہ و سنت رسول کے سوا کسی اور دین کو چاہتے ہی نہیں: ﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۝﴾ ”مومنوں کی تو صرف یہ بات ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں تاکہ وہ ان میں فیصلہ کریں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے (حکم) سن لیا اور مان لیا۔“ یعنی وہ سمع و طاعت بجالاتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ وہ فلاح پانے والے ہیں، فلاح کے معنی ہیں مطلوب کو پالینا اور خوفناک چیز سے محفوظ رہنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝﴾ ”اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“

وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ أَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ قُلْ لَا تُفْسِدُوا طَاعَةً

اور انھوں نے اپنی پکی پکی اللہ کی قسمیں کھائیں، کہ اگر آپ انھیں حکم دیں گے تو وہ (جہاد پر) ضرور نکلیں گے، کہہ دیجیے: تم قسمیں نہ کھاؤ، (تمھاری)

مَعْرُوفَةٌ ط إِنَّ اللَّهَ خَيْرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿53﴾ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ط فَإِنْ

اطاعت معروف ہے، بلاشبہ جو عمل تم کر رہے ہو اللہ اس سے خوب باخبر ہے ﴿53﴾ کہہ دیجیے: اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو، پھر اگر تم

تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ط وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا ط وَمَا عَلَى

پھرو گے تو اس رسول کے ذمے صرف وہ ہے جو اس پر بوجھ ڈالا گیا ہے اور تمھارے ذمے صرف وہ ہے جو تم پر بوجھ ڈالا گیا، اور اگر تم اس (رسول) کی

الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿54﴾

اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے، اور رسول کے ذمے صرف کھلا کھلا پہنچا دینا ہے ﴿54﴾

امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے ﴿أَنْ يَقُولُوا سَبْعًا وَأَطَعْنَا ط﴾ کے بارے میں بیان کیا ہے کہ ہم سے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے جو بدری صحابی اور انصار کے سرداروں میں سے ایک تھے کہ جب ان کی وفات کا وقت آیا تو انھوں نے اپنے بھانجے جنادہ بن ابوامیہ سے کہا کہ میں تمھیں تمھارے حقوق و فرائض کی بابت نہ بتاؤں۔ انھوں نے عرض کی: ضرور فرمائیں، آپ نے فرمایا: تمھیں تنگ دستی و خوش حالی، پسند و ناپسند کی حالت میں اور اس وقت بھی جب تم پر دوسروں کو ترجیح دی جا رہی ہو، سماع و طاعت کا مظاہرہ کرنا چاہیے، اپنی زبان عدل کے ساتھ قائم رکھنی چاہیے، تمھیں حکمرانوں کے ساتھ جھگڑنا نہیں چاہیے، سوائے اس صورت کے کہ وہ تمھیں کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دیں، یعنی اگر تم کو کسی ایسی بات کا حکم دیا جائے جو کتاب اللہ کے خلاف ہو تو تمھیں کتاب اللہ ہی کی پیروی کرنی چاہیے۔^①

قتادہ کہتے ہیں کہ ہم سے یہ بھی بیان کیا گیا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بغیر اسلام نہیں، جماعت کے بغیر کوئی خیر و بھلائی نہیں۔ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول، خلیفۃ المسلمین اور عام مومنوں کی ہمیشہ ہمدردی و خیر خواہی کرنی چاہیے۔ انھوں نے کہا کہ ہم سے یہ بھی بیان کیا گیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام کی سر بلندی لا الہ الا اللہ کی شہادت دینے، نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور ان کی اطاعت بجالانے میں ہے جنھیں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا حاکم بنا دے۔^②

اس بارے میں بے شمار احادیث و آثار ہیں کہ کتاب اللہ، سنت رسول، خلفائے راشدین اور حکمرانوں کی اطاعت واجب ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے مطابق حکم دیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾ ”اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے۔“ ان تمام امور میں جن کے بجالانے کا وہ حکم دیں اور جن کے ارتکاب سے وہ منع فرمائیں، ﴿وَيَخْشَ اللَّهَ﴾ ”اور اللہ سے ڈرے“

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2623/8 . ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2624، 2623/8 .

اپنے سابقہ گناہوں سے، ﴿وَيَتَّقَهُ﴾ ”اور اس کا تقویٰ اختیار کرے“ مستقبل میں، ﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾ ”تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔“ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو خیر و بھلائی کے ساتھ کامیاب ہو گئے اور دنیا و آخرت کے ہر شر سے محفوظ ہو گئے۔

تفسیر آیات: 54, 53

جھوٹی قسمیں منافقوں کی ڈھال ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر ان منافقین کا ذکر فرمایا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ قسمیں کھایا کرتے تھے کہ اگر آپ نے انھیں جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دیا تو وہ ضرور نکلیں گے تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلْ لَا تَقْسِمُوا﴾ ”آپ کہہ دیجیے کہ تم قسمیں مت کھاؤ۔“ ﴿طَاعَةٌ مَعْرُوفَةٌ﴾ ”(تمہاری) اطاعت معروف ہے۔“ کہا گیا ہے کہ ان الفاظ کے معنی یہ ہیں کہ تمہاری فرماں برداری معروف ہے، یعنی تمہاری فرماں برداری کے بارے میں یہ معلوم ہے کہ وہ محض زبانی جمع خرچ ہے جس کا عمل سے کوئی تعلق نہیں اور تم جب بھی قسمیں کھاتے ہو، جھوٹ بولتے ہو، جیسا کہ فرمایا: ﴿يَحْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ﴾ (الآیۃ التوبۃ 96:9) ”یہ تمہارے لیے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ.....“

اور فرمایا: ﴿اِخْذُواْ اٰيٰمًا نَّهْمُ جُنَّةٌ﴾ (الآیۃ المنفقون 2:63) ”انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے.....“ یعنی جھوٹ بولنا ان کی عادت بن چکا ہے حتیٰ کہ جن باتوں کو اپنے لیے پسند کرتے ہیں ان کے بارے میں بھی جھوٹ بولتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَاقَفُوْا يٰقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمْ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَیْنٌ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَا لَا نُطِیْعُ فِیْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا وَاِنْ قُوْلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ط وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ لَیْنٌ اُخْرِجُوْا لَا یَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ وَا لَیْنٌ قُوْلُوْا لَا یَنْصُرُوْهُمْ وَا لَیْنٌ نَّصُرُوْهُمْ کَیْوَلٰنَ الْاَذْهٰکُمْ ثُمَّ لَا یَنْصُرُوْنَ﴾ (الحشر 59:11, 12) ”کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے منافقت کی، وہ اپنے ان بھائیوں سے جو اہل کتاب میں سے کافر ہوئے، کہتے ہیں کہ اگر تم جلاوطن کیے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ ضرور نکل چلیں گے اور تمہارے بارے میں کسی کا کہا کبھی نہ مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں، البتہ اگر وہ نکالے گئے تو وہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر ان سے جنگ کی گئی تو وہ ان کی مدد نہیں کریں گے اور اگر وہ ان کی مدد کریں گے تو بھی پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے، پھر وہ (کہیں سے بھی) مدد نہیں کیے جائیں گے۔“

پھر فرمایا: ﴿قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرُّسُوْلَ﴾ ”آپ کہہ دیجیے کہ اللہ کی فرماں برداری کرو اور رسول (اللہ) کے حکم پر چلو۔“ یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی اتباع کرو، ﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا﴾ ”پھر اگر تم پھر گئے“، یعنی اگر تم رسول اللہ ﷺ سے منہ موڑ لو گے اور وہ تمہارے پاس جس دین و شریعت کو لائے ہیں اسے ترک کر دو گے، ﴿فَاَلَمَّا عَلَیْہِ مَا حِیْلٌ﴾ ”تو اس رسول کے ذمے صرف وہ ہے جو اس پر بوجھ ڈالا گیا ہے۔“ یعنی پیغام پہنچا دینا اور امانت ادا کر دینا، ﴿وَعَلٰیْکُمْ مَا حِیْلَتُمْ﴾ ”اور تمہارے ذمے صرف وہ ہے جو تم پر بوجھ ڈالا گیا۔“ یعنی پیغام حق کو قبول کرنا، اس کی تعظیم بجالانا اور اس کے تقاضوں کے

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ

جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں زمین میں ضرور خلافت دے گا، جیسے اس نے

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيَسْجُذَنَّ لَهُمْ دِينُهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ

ان سے پہلے لوگوں کو خلافت دی تھی، اور ان کے لیے ضرور ان کا وہ دین محکم و پائیدار کر دے گا جو اس نے ان کے لیے چنا، اور یقیناً ان کی حالت خوف

خَوْفِهِمْ أَمْنًا ط يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ط وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ

کو بدل کر وہ ضرور انھیں امن دے گا، وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی شے کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے، اور جو کوئی اس کے بعد کفر کرے تو

الْفٰسِقُونَ ﴿٥٥﴾

وہی لوگ فاسق ہیں ﴿٥٥﴾

مطابق عمل کرنا، ﴿وَلَنْ يُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا ط﴾ ”اور اگر تم ان کی فرماں برداری کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے۔“ کیونکہ آپ کی دعوت صراطِ مستقیم ہی کی دعوت ہے۔ صِرَاطُ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ط (الآية الشوریٰ 53:42) ”اللہ کے راستے کی طرف جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اسی کے لیے ہے.....“

﴿وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِينُ﴾ ﴿٥٥﴾ ”اور رسول کے ذمے تو صرف صاف صاف (اللہ کے احکام کا) پہنچا دینا ہے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ﴾ (الرعد 40:13) ”چنانچہ آپ کا کام تو صرف (ہمارے احکام کا) پہنچا دینا ہے اور ہمارا کام حساب لینا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿فَذَكِّرْنَا إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ط لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيِّرٍ ط﴾ (الغاشیہ 22:21، 88) ”پس آپ نصیحت کریں، یقیناً آپ تو نصیحت ہی کرنے والے ہیں، آپ ان پر کوئی دار و نہ نہیں ہیں۔“

تفسیر آیت: 55

اللہ تعالیٰ کا مومنوں سے حکومت کا وعدہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ آپ کی امت کو زمین میں خلفاء، یعنی لوگوں کے امام اور حکمران بنادے گا کہ علاقوں کی فلاح و بہبود انھی کی وجہ سے ہوگی، بندگان الہی ان کے تابع فرمان ہو جائیں گے اور خوف کے بعد انھیں لوگوں میں امن اور اقتدار عطا فرمادے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے یہ سارے وعدے پورے فرمادیے تھے۔ وَلَهُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات سے قبل مکہ، خیبر، بحرین، سارا جزیرہ عرب اور سارا ملک یمن فتح ہو گیا تھا۔ آپ نے ہجرت کے مجوسیوں اور شام کے بعض علاقوں سے جزیرہ بھی وصول فرمایا، ہرقل شاہ روم، مُقَوْ قس ① شاہ مصر و اسکندریہ، شاہانِ عُمان اور اصحمہ رَحِمَهُمُ اللَّهُ وَأَعْمَرُمُہ کے بعد بادشاہ بننے والے نجاشی حبشہ نے آپ کی طرف تحائف ارسال کیے تھے۔

رسول اللہ ﷺ جب وفات پا گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اسی عزت و شوکت کو پسند کر لیا جو آپ کے لیے اپنے ہاں تیار فرما رکھی ہے تو آپ کے بعد آپ کے اس مشن کے علمبردار آپ کے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بنے۔ آپ نے

① عام طور پر اسے ”مُقَوْ قس“ پڑھا جاتا ہے جبکہ صحیح ”مُقَوْ قس“ ہے، دیکھیے تاج العروس 422/421، مادہ: ققس۔

نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد پیدا ہونے والے حالات پر قابو پایا، جزیرہ عرب کو مطیع کیا اور اسلامی لشکروں میں سے ایک لشکر کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بلاد فارس کی طرف روانہ فرمایا۔ انھوں نے یہاں کے بہت سے علاقوں کو فتح کیا اور بہت سے کافروں کو قتل کیا۔ آپ نے دوسرا لشکر ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ارض شام کی طرف بھیجا اور تیسرا لشکر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بلاد مصر کی طرف ارسال فرمایا۔ آپ کے عہد میں شام کی طرف جانے والے لشکر اسلام نے بصری، دمشق، بلاد خوران اور ان کے گرد و نواح کے علاقوں کو فتح کر لیا تھا، پھر آپ وفات پا گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے جس عزت و شوکت کو اپنے ہاں تیار کر رکھا ہے اس کے لیے آپ کو پسند فرمایا۔

مشرق سے مغرب تک مسلمانوں کی حکومت: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر یہ عظیم الشان احسان فرمایا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ الہام فرمادیا کہ وہ اپنے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا خلیفہ مقرر فرمادیں، آپ کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خلافت کا پورا پورا حق ادا فرمادیا حتیٰ کہ قوت، سیرت اور کمالِ عدل کے اعتبار سے چشمِ فلک نے انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد آپ جیسی کوئی دوسری شخصیت نہ دیکھی ہوگی۔ آپ کے عہد مبارک میں بلاد شام کے تمام علاقوں، دیار مصر کے تمام علاقوں اور اقلیم فارس کے اکثر علاقوں پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ آپ نے کسریٰ کی شان و شوکت کو خاک میں ملادیا اور اسے اپنی مملکت کے آخری کنارے تک پیچھے دھکیل دیا۔ قیصر کی حکومت کو بھی آپ نے خاک میں ملادیا، بلاد شام کو اس کے ہاتھوں سے چھین لیا حتیٰ کہ وہ قسطنطنیہ کی طرف بھاگ گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کسریٰ و قیصر کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا جیسا کہ اللہ کے رسول، آپ پر رب تعالیٰ کی طرف سے درود و سلام ہوں، نے اس کی خبر دی اور اس کے بارے میں وعدہ فرمایا تھا۔^① حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں اسلامی پرچم زمین کے مشرق و مغرب کے آخری کناروں تک لہرانے لگا۔ اسلامی سرحدیں بلاد مغرب، اندلس، قبرص اور بلاد فیروزان اور بلاد سبیت تک پھیل گئیں اور بحر محیط تک کا علاقہ مسلمانوں نے فتح کر لیا، کسریٰ بادشاہ قتل ہو گیا اور اس کی بادشاہت کا مکمل خاتمہ ہو گیا، عراق، خراسان اور اہواز کے علاقے بھی فتح ہوئے۔ ترکوں کے ساتھ مسلمانوں کی بڑی زبردست جنگ ہوئی جس میں بہت سے ترک مارے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بادشاہ اعظم خاقان کو ذلیل و رسوا کر دیا حتیٰ کہ دنیا کے مشرق و مغرب سے خراج امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچنے لگا اور یہ سب آپ کی قرآن مجید کی تلاوت، تعلیم اور اس کی حفاظت پر امت کو جمع کرنے کی برکت کا نتیجہ تھا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللَّهَ زَوَى لِيَ الْأَرْضَ، فَإِذَا مَشَارِقُهَا وَمَغَارِبُهَا، وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زَوَى لِيَ مِنْهَا] ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا اور میں نے زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھا اور زمین کو جہاں تک سمیٹ کر مجھے دکھایا گیا وہاں تک یقیناً میری امت کی حکومت پہنچے گی۔“^②

① دیکھیے صحیح البخاری، المناقب، باب علامات النبوة فی الإسلام، حدیث: 3618 و صحیح مسلم، الفتن، باب

لاتقوم الساعة حتی یمر الرجل.....، حدیث: 2918. ② صحیح مسلم، الفتن، باب هلاک هذه الأمة.....، حدیث:

2889 عن ثوبان رضی اللہ عنہما .

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ہم سے جو وعدے فرمائے وہ سب سچے وعدے تھے، ان سب وعدوں کو پورا ہوتے ہوئے ہم نے خود دیکھ لیا، ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ذات پاک پر اور اپنے رسول پر ایمان کی توفیق بخشے اور اپنے ان تمام انعامات و احسانات کا اس طرح شکر ادا کرنے کی توفیق بخشے جس سے وہ راضی ہو جائے۔

ربیع بن انس نے ابو العالیہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے اس ارشاد باری تعالیٰ: **وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ وَلَيَسَكُنَنَّ لَهُمْ دِينُهُمُ الَّذِي ارْضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ.....** الآية ”جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے، ان سے الٰہی وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں زمین میں ضرور خلافت عطا کرے گا جس طرح اس نے ان لوگوں کو خلافت دی تھی جو ان سے پہلے تھے اور البتہ وہ ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہیضہ و مضبوط کرے گا اور البتہ وہ ضرور انھیں ان کے خوف (کی حالت) کے بعد امن میں بدل دے گا۔“ کے بارے میں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قریباً دس برس تک مکہ مکرمہ میں خفیہ طور پر لوگوں کو اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک اور اس کی عبادت کی دعوت دیتے رہے۔ اس دور میں مسلمان خوف زدہ تھے اور انھیں ابھی جہاد کا حکم بھی نہیں ملتا تھا حتیٰ کہ مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم مل گیا، مسلمان ہجرت کر کے مدینہ میں آ گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں جہاد کا حکم بھی دے دیا مگر ابھی تک مسلمان خوف زدہ تھے اور صبح و شام ہر وقت مسلح رہتے تھے۔ کچھ عرصہ تک یہی حالت رہی، پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا ہم ہمیشہ اسی طرح خوف زدہ رہیں گے؟ کبھی ایسا دن نہیں آئے گا کہ ہم امن میں ہوں اور ہتھیار اتار دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **[لَنْ تَغُيْبُوا إِلَّا يَسِيرًا حَتَّى يَجْلِسَ الرَّجُلُ مِنْكُمْ فِي الْمَلَأِ الْعَظِيمِ مُحْتَبِيًا لَيْسَتْ فِيهِ حَدِيدَةٌ]** ”تھوڑا عرصہ ہی یہ صورت رہے گی حتیٰ کہ تم ایک بہت بڑی جماعت میں گوث مار کر بیٹھو گے اور اس میں کوئی آہنی ہتھیار تک نہ ہوگا۔“ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو جزیرہ عرب پر غلبہ عطا فرمادیا۔ مسلمان امن میں ہو گئے اور انھوں نے ہتھیار اتار دیے، پھر اللہ تعالیٰ نے جب اپنے نبی ﷺ کو اپنے پاس بلایا تو حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے دور میں بھی وہ امن میں تھے حتیٰ کہ وہ اختلاف اور انتشار میں مبتلا ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے پھر ان پر خوف طاری کر دیا اور انھوں نے دربان اور چوکیدار مقرر کر لیے، انھوں نے اپنے آپ کو بدلاتوان کے حالات بدل دیے گئے۔ ①

بعض سلف کا قول ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت برحق ہے اور اس کا کتاب اللہ میں ذکر ہے، پھر اپنے اس قول کی تائید میں انھوں نے اسی آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی۔ ②

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2629/8 و تفسیر الطبری: 212/18 والمستدرک للحاکم، التفسیر، تفسیر سورة النور: 401/2،

حدیث: 3512 والأحادیث المختارة: 352/3-354، حدیث: 1146، 1145. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2627/8.

براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو ہم شدید خوف کی حالت میں تھے۔ ^① یہ آیت کریمہ اس طرح ہے جیسے درج ذیل آیت ہے: ﴿وَإِذْ كُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَفَتَكُمْ النَّاسُ فَاوْكُمْ وَأَيَّدَكُمْ بِبَصَرِهِ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ (الأنفال: 26) ”اور (اس وقت کو) یاد کرو جب تم بہت تھوڑے تھے، زمین (مکہ) میں کمزور سمجھے جاتے تھے، تم اس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں اچک (نہ) لے جائیں (بے خانماں نہ کر دیں) تو اس نے تمہیں جگہ دی اور اپنی مدد سے تمہیں تقویت بخشی اور تمہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا تاکہ تم (اس کا) شکر کرو۔“

اور فرمایا: ﴿كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ”جس طرح اس نے ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے خلافت دی تھی۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم سے کہا تھا: ﴿عَلَيْكُمْ رَبِّكُمْ أَنْ يُهْلِكَ عَدُوُّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ﴾ الآية (الأعراف: 129) ”امید ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور تمہیں زمین میں خلیفہ بنا دے گا۔“ اور فرمایا: ﴿وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَهْلَةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ﴾ (القصص: 28، 6، 5) ”اور ہم چاہتے تھے کہ جو لوگ زمین (مصر) میں کمزور کر دیے گئے ہیں ان پر احسان کریں اور ہم انھیں پیشوا بنائیں اور ہم انھیں (ملک کا) وارث کریں اور ہم زمین (مصر) میں انھیں قدرت دیں اور فرعون اور ہامان اور ان دونوں کے لشکروں کو ان (کمزوروں کے ہاتھ) سے وہ چیز دکھادیں جس سے وہ ڈرتے تھے۔“

قیصر و کسری کے خزانوں کے مالک مسلمان: اور فرمایا: ﴿وَلْيَسْكُنَ لَهُمْ دِينُهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ﴾ ”اور البتہ وہ ضرور ان کے لیے ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے مستحکم و مضبوط کر دے گا۔“ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے اس وقت فرمایا تھا جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے: [أَتَعْرِفُ الْحَبِيرَةَ؟] ”کیا تم حیرہ کو جانتے ہو؟“ انھوں نے عرض کی کہ میں اسے جانتا نہیں لیکن اس کے بارے میں سن رکھا ہے، آپ نے فرمایا: [فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَيَتِمَّنَّ اللَّهُ هَذَا الْأَمْرَ حَتَّى تَخْرُجَ الطَّعِينَةُ مِنَ الْحَبِيرَةِ حَتَّى تَطُوفَ بِالْبَيْتِ فِي غَيْرِ جَوَارٍ أَحَدٍ وَتَلْفُتَحَنَّ كُنُوزُ كِسْرَى بْنِ هُرْمُزٍ] ”اس ذات اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور مکمل فرما دے گا حتیٰ کہ ہودج میں سوار ایک عورت حیرہ سے سفر کر کے آئے گی اور کسی کی پناہ کے بغیر وہ بیت اللہ کا طواف کرے گی، اور تم کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو بھی ضرور فتح کر لو گے۔“ میں نے عرض کی: کسریٰ بن ہرمز؟ آپ نے فرمایا: [نَعَمْ، كِسْرَى بَنِ هُرْمُزٍ وَلَيَبْدُلَنَّ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ] ”ہاں، کسریٰ بن ہرمز اور مال کی اس قدر فراوانی ہو جائے گی کہ اسے کوئی قبول کرنے والا نہ ہوگا۔“

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ہودج میں سوار ایک عورت حیرہ سے چل کرتن تنہا آئی اور کسی کی پناہ کے بغیر اس نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ اور میں خود ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو فتح کیا تھا۔ اور اس پاک ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تیسری بات بھی ضرور پوری ہو کر رہے گی کیونکہ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے۔^①

اللہ اور بندوں کے حقوق: ارشاد باری تعالیٰ ہے: **يَعْبُدُونِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا** ”وہ میری عبادت کریں گے (اور) میرے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ بنائیں گے۔“ امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ ایک بار میں گدھے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا اور میرے اور آپ کے درمیان صرف پالان کی لکڑی تھی، آپ نے فرمایا: [يَا مُعَاذُ!] ”اے معاذ!“ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں دل و جان سے حاضر ہوں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر آپ کچھ وقت تک چلے اور فرمایا: [يَا مُعَاذُ بَنَ جَبَلٍ!] ”اے معاذ بن جبل!“ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں دل و جان سے حاضر ہوں۔ حضرت معاذ نے کہا کہ پھر آپ کچھ وقت تک چلے اور فرمایا: [يَا مُعَاذُ بَنَ جَبَلٍ!] ”اے معاذ بن جبل!“ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں دل و جان سے حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا: [هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ؟] ”کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے؟“ میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: [فَإِنَّ حَقَّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا] ”بے شک اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کا کسی کو شریک نہ بنائیں۔“ حضرت معاذ بیان کرتے ہیں کہ آپ کچھ دیر تک چلے، پھر فرمایا: [يَا مُعَاذُ بَنَ جَبَلٍ!] ”اے معاذ بن جبل!“ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں دل و جان سے حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا: [فَهَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ إِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ؟] ”کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے جب وہ یہ کام کریں؟“ میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: [فَإِنَّ حَقَّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمْ] ”بندوں کا اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ وہ انہیں عذاب نہ دے۔“^② اس کو امام بخاری اور امام مسلم نے صحیحین میں روایت کیا ہے۔^③

ایک گروہ ہمیشہ غالب رہے گا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ** ”اور جو کوئی اس کے بعد کفر کرے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔“ یعنی جو اس کے بعد میری اطاعت سے باہر ہو جائے تو وہ اپنے رب کے حکم سے باہر ہو گیا اور اپنے رب کے حکم سے باہر ہو جانا ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

① صحیح البخاری، المناقب، باب علامات النبوة فی الإسلام، حدیث: 3595 و مسند أحمد: 257/4 واللفظ له۔

② مسند أحمد: 242/5۔ ③ صحیح البخاری، اللباس، باب إرداف الرجل خلف الرجل، حدیث: 5967 و صحیح مسلم، الإيمان، باب الدلیل علی أن من مات..... حدیث: 30۔

وَاقْبُوا الصَّلَاةَ وَأَتُوا الزَّكَاةَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٥٦﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا

اور تم نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ دو، اور رسول کی اطاعت کرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے ﴿٥٦﴾ اور کافروں کی بابت آپ یہ خیال نہ کریں کہ وہ زمین میں (اللہ کو) عاجز

مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِيهَا نَاصِرٌ وَلَا يَكُونُ لَهُمْ مَوْلَاوَهُمْ النَّارُ وَلَكِنَّ الْبَصِيرَ ﴿٥٧﴾

کردینے والے ہیں، اور ان کا ٹھکانا آگ ہے، اور بلاشبہ وہ (واپسی کی) بری جگہ ہے ﴿٥٧﴾

اللہ تعالیٰ کے احکام کو سب سے زیادہ بجالانے والے اور اس کی سب سے زیادہ اطاعت کرنے والے تھے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی اس اطاعت و فرماں برداری کے بقدر انھیں اپنی نصرت و حمایت سے سرفراز فرمایا، انھوں نے اللہ تعالیٰ کے کلمے کو مشرق و مغرب میں بلند کر دیا، اللہ تعالیٰ نے اس کے صلے میں انھیں زبردست تائید و حمایت سے نوازا اور انھیں تمام علاقوں اور ان کے باشندوں کا حاکم بنا دیا۔ ان کے بعد کے لوگوں نے جب احکام الہی میں کوتاہی شروع کر دی تو اسی حساب سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی تائید و نصرت بھی کم ہو گئی، البتہ صحیحین میں کئی سندوں سے مروی رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث موجود ہے کہ آپ نے فرمایا: [لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ (وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ)] ”میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر ہونے کی وجہ سے غالب رہے گا، انھیں ذلیل و رسوا کرنے والا اور ان کی مخالفت کرنے والا قیامت کے دن تک انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔“ ﴿١﴾

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: [حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَذَلِكَ] ”حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آجائے گا اور وہ اسی حال میں ہوں گے۔“ ﴿٢﴾ ایک اور روایت میں ہے کہ [حَتَّى يُقَاتِلُوا الدَّجَالَ] ”حتیٰ کہ وہ دجال سے لڑائی کریں گے۔“ ﴿٣﴾ ایک اور روایت میں ہے: [حَتَّى يَنْزِلَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَهُمْ ظَاهِرُونَ] ”حتیٰ کہ عیسیٰ ابن مریم نازل ہو جائیں گے اور وہ غالب ہی ہوں گے۔“ ﴿٤﴾ یہ تمام روایات صحیح ہیں اور ان میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

تفسیر آیات: 57، 56

نماز، زکوٰۃ اور اطاعت کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اقامت صلاۃ جو اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک کی عبادت ہے اور

- ① صحیح البخاری، المناقب، باب: 28، حدیث: 3640 عن مغيرة بن شعبه ؓ، و 3641 عن معاوية ؓ، وصحیح مسلم، الإمارة، باب قوله ﷺ: [لا تزال طائفة من أمتي.....]، حدیث: 1920 عن ثوبان ؓ، واللفظ له جبکہ توسین والے الفاظ صحیح البخاری، المناقب، باب: 28، حدیث: 3641 عن معاوية ؓ، وصحیح مسلم، الإمارة، باب قوله ﷺ: [لا تزال طائفة.....]، حدیث: 1923 عن جابر بن عبد الله ؓ، میں ہیں۔ ② صحیح مسلم، الإمارة، باب قوله ﷺ: [لا تزال طائفة من أمتي.....]، حدیث: 1920 عن ثوبان ؓ. ③ مسند أحمد: 4/434 عن عمران بن حصين ؓ. ④ بعینہ یہ الفاظ ہمیں نہیں ملے البتہ مسند أبی یعلیٰ الموصلی: 4/59، 60، حدیث: 2078 عن جابر ؓ، میں اس طرح کے الفاظ ہیں: [لَا تَزَالُ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ حَتَّى يَنْزِلَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ.....] جبکہ مفہوم دونوں کا ایک ہی ہے۔ اور اس کی سند میں ضعف تو ہے مگر اس کی تائید دوسری روایات سے ہوتی ہے، دیکھیے صحیح مسلم، الإيمان، باب نزول عیسیٰ ابن مریم حاکما.....، حدیث: 156.

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنُكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ

اے ایمان والو! جن (غلاموں اور لونڈیوں) کے تمھارے دائیں ہاتھ مالک بنے ہیں اور (ان لڑکوں اور لڑکیوں کو) جو تم میں سے بلوغت کو نہ پہنچے ہوں، (انھیں)

ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُمْ مِنَ الظَّهِيرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ

چاہیے کہ تم سے تین بار اجازت مانگیں (پھر گھر میں داخل ہوں)، نماز فجر سے پہلے اور جب تم دوپہر کو کپڑے اتارتے ہو اور نماز عشاء کے بعد، (یہ تین

الْعِشَاءِ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَكُمْ ط لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَ هُنَّ ط طَوْفُونَ عَلَيْكُمْ

(وقت تمھارے لیے پردے کے) ہیں، ان (اوقات) کے بعد (بلا اجازت آنے سے) نہ تم پر اور نہ ان پر کوئی گناہ ہے، تم ایک دوسرے کے پاس بکثرت

بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ ط كَذَلِكَ يَبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ ط وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ⑤۸ وَإِذَا بَلَغَ

آیا جایا ہی کرتے ہو، اللہ اسی طرح تمھارے لیے (اپنی) آیات بیان کرتا ہے، اور اللہ خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ہے ⑤۸ اور جب تم میں سے

الْأَطْفَالُ مِنْكُمْ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط كَذَلِكَ يَبَيِّنُ اللَّهُ

لڑکے (اور لڑکیاں) بلوغت کی حد کو پہنچ جائیں تو انھیں چاہیے کہ وہ بھی اسی طرح اجازت مانگیں جس طرح ان سے پہلے (ان کے بڑے) اجازت مانگتے

لَكُمْ آيَتِهِ ط وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ⑤۹ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي لَا يَرَجُونَ نِكَاحًا

رہے ہیں، اللہ اسی طرح تمھارے لیے اپنی آیات بیان کرتا ہے، اور اللہ بڑا جاننے والا، خوب حکمت والا ہے ⑤۹ اور (گھروں میں) بیٹھ رہنے والی

فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ ط وَأَنْ

(عمر رسیدہ) عورتیں جو نکاح کی امید نہیں رکھتیں، تو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے (پردہ داری کے) کپڑے اتار دیں، جبکہ وہ (اپنی) زیب و زینت ظاہر

يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَهُنَّ ط وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ⑥۰

کرنے والی نہ ہوں اور ان کا اس سے بھی بچنا ان کے لیے بہت بہتر ہے، اور اللہ بڑا سننے والا، خوب جاننے والا ہے ⑥۰

ادائے زکاة جو کمزور و فقیر لوگوں پر احسان ہے، کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ ان کاموں کو بجالاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کریں، یعنی ان کے بارے میں آپ جو حکم دیں اس کے مطابق کام کریں اور جس بات سے آپ منع فرمادیں اس سے سختی سے اجتناب کریں تاکہ اللہ تعالیٰ ایسا کرنے کی وجہ سے ان پر رحم فرمائے اور اس میں قطعاً کوئی شک نہیں جو لوگ یہ کام کریں گے اللہ تعالیٰ ان پر یقیناً رحم فرمائے گا جیسا کہ دوسری آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ ط﴾ (التوبة: 71) ”یہی لوگ ہیں جن پر اللہ ضرور رحم کرے گا۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا تَصْبِيحُ﴾ یعنی اے محمد (ﷺ)! آپ یہ گمان نہ کریں کہ ﴿الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ ”جنھوں نے کفر کیا۔“ جنھوں نے آپ کی مخالفت اور تکذیب کی ہے، ﴿مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ﴾ ”(ہم کو) زمین میں عاجز کر دینے والے ہیں۔“ یہ اللہ تعالیٰ کو مغلوب نہیں کر سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ ان پر غالب و قادر ہے اور وہ انھیں شدید ترین عذاب دے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿وَمَا لَهُمْ النَّارُ﴾ ”اور ان کا ٹھکانا آگ ہے۔“ یعنی آخرت میں یہ جہنم رسید ہوں گے، ﴿وَكَيْفَ الْمَصِيرُ﴾ ”اور بلاشبہ وہ واپسی کا برا ٹھکانا ہے۔“ کافروں کا انجام اور ٹھکانا بہت ہی برا ہے۔

تفسیر آیات: 58-60

غلاموں اور بچوں کے اجازت طلب کرنے کے اوقات: ان آیات کریمہ میں قریبی لوگوں کے ایک دوسرے سے اجازت طلب کرنے کا حکم ہے۔ سورہ مبارکہ کے آغاز میں جس اجازت کے طلب کرنے کا حکم ہے وہ اجنبی لوگوں کے بارے میں ہے۔^①

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ ان کے خادم، غلام اور نابالغ بچے بھی ان سے تین اوقات میں اجازت لیا کریں: (1) صبح کی نماز سے پہلے، اس لیے کہ اس وقت لوگ اپنے بستروں میں سوئے ہوتے ہیں۔ (2) ﴿وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُمْ مِنَ الظَّهْرِ﴾ ”اور دوپہر کو جب تم کپڑے اتار دیتے ہو۔“ یعنی قیلولہ کے وقت کیونکہ اس وقت انسان اپنے کپڑے اتار کر اپنی بیوی کے ساتھ بھی لیٹ سکتا ہے۔ (3) ﴿وَمِنْ بَعْدِ صَلَوةِ الْعِشَاءِ﴾ ”اور عشاء کی نماز کے بعد۔“ کیونکہ یہ سونے کا وقت ہے۔ خادموں اور بچوں کو حکم ہے کہ وہ ان اوقات میں اہل خانہ کے ہاں اجازت لیے بغیر اچانک نہ آجایا کریں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ انسان اپنی بیوی کے ساتھ مشغول ہو، اسی لیے فرمایا: ﴿ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَ هُنَّ﴾ ”(یہ) تین (وقت) تمہارے لیے پردے (کے) ہیں ان (اوقات) کے بعد (بلا اجازت آنے پر) نہ تم پر کچھ گناہ ہے اور نہ ان پر۔“

یعنی اگر وہ ان اوقات کے علاوہ دیگر اوقات میں تمہارے پاس آئیں تو انھیں آنے دینے کی وجہ سے تم پر کوئی گناہ نہیں اور نہ ان پر کوئی گناہ ہے اگرچہ وہ کوئی ناپسندیدہ چیز بھی دیکھ لیں کیونکہ انھیں آنے کی تم نے اجازت دے رکھی ہے اور وہ خدمت وغیرہ کے لیے تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں اور آنے جانے والوں کے لیے معافی ہے جو دوسروں کے لیے نہیں ہے۔ یہ آیت کریمہ محکم ہے اور ہرگز منسوخ نہیں ہے لیکن اس کے مطابق لوگوں کا عمل بہت کم ہے۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی لوگوں کے اس طرز عمل پر تنقید کی تھی۔^②

امام ابو داؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آیت اذن پر اکثر لوگ (کما حقہ) ایمان نہیں لائے، حالانکہ میں اپنی اس لونڈی کو حکم دیتا ہوں کہ وہ ان اوقات میں اجازت لے کر آیا کرے۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ عطاء نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے کہ وہ اپنی باندی کو یہ حکم دیتے تھے۔^③

ثوری نے موسیٰ بن ابوعائشہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے امام شعبی سے آیت کریمہ: ﴿يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ ”چاہیے کہ تم سے اجازت طلب کریں وہ لوگ جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک بنے ہیں“ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے، میں نے عرض کی کہ لوگ اس کے مطابق عمل نہیں کرتے تو انھوں نے

① دیکھیے النور، آیات: 27-29 کے ذیل میں عنوان: ”گھروں میں داخلے اور اجازت کے آداب“ ② تفسیر ابن ابی حاتم:

2632/8 . سنن أبی داؤد، الأدب، باب فی الاستئذان فی العورات الثلاث، حدیث: 5191 .

جواب میں فرمایا: اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے۔^①

پھر فرمایا: **وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ** ط ”اور جب تم میں سے بچے بلوغت کی حد کو پہنچ جائیں تو انھیں بھی (اسی طرح) اجازت لینی چاہیے جس طرح ان سے پہلے (ان کے بڑے) اجازت حاصل کرتے رہے ہیں۔“ یعنی وہی بچے جو پردے کے ان تین اوقات میں اجازت لیتے رہے ہیں بالغ ہونے کے بعد وہ صرف انھی تین اوقات ہی میں نہیں بلکہ ہر وقت اجازت لے کر اندر آئیں، یعنی یہ حکم اجنبی لوگوں کے حوالے سے اور ان کیفیتوں کے بارے میں ہے جب آدمی اپنی بیوی کے ساتھ ہوتا ہے کہ وہ جب بھی آئیں تو اجازت لے کر آئیں، خواہ ان تین اوقات میں سے کوئی وقت نہ بھی ہو، ان کے لیے ہر حال میں اجازت لینا ضروری ہے۔

زیادہ بڑھی عورتیں پردہ نہ بھی کریں تو گناہ نہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ** ط ”اور (گھروں میں) بیٹھ رہنے والی (عمر رسیدہ) عورتیں۔“ سعید بن جبیر، مقاتل بن حیان، ضحاک اور قتادہ کا قول ہے کہ ان سے مراد وہ عورتیں ہیں جن کا حیض منقطع ہو چکا ہو اور اب وہ اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ رہی ہوں۔^② **الَّتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا** ط ”جو نکاح کی امید نہیں رکھتیں۔“ یعنی اب ان میں شادی کی کوئی رغبت نہیں رہی۔ **فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ** ط ”تو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے (پردہ داری کے) کپڑے اتار دیں جبکہ وہ (اپنی) زینت ظاہر کرنے والی نہ ہوں۔“ یعنی ان کے لیے پردے کی اس طرح پابندی نہیں ہے جس طرح دیگر عورتوں کے لیے ہے۔

امام ابو داؤد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ **وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ** ط (النور: 31:24) ”اور آپ مومن عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں“ کے عمومی حکم کو منسوخ کر دیا گیا اور حسب ذیل آیت (پہلی آیت کے عمومی حکم کی ناسخ ہے اور) اس سے مستثنیٰ ہے: **وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا** ط الآية ”اور (گھروں میں) بیٹھ رہنے والی (عمر رسیدہ) عورتیں جو نکاح کی امید نہیں رکھتیں۔“^③ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ **فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ** ط ”تو ان پر کچھ گناہ نہیں کہ وہ اپنے (پردہ داری کے) کپڑے اتار دیں“ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ کپڑوں سے مراد اوڑھنی یا چادر ہے۔^④ ابن عباس، ابن عمر رضی اللہ عنہما، مجاہد، سعید بن جبیر، ابو شعثاء، ابراہیم نخعی، حسن، قتادہ، زہری، اوزاعی رضی اللہ عنہم اور دیگر کئی ائمہ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔^⑤

سعید بن جبیر نے **غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ** ط ”زیب و زینت ظاہر کرنے والی نہ ہوں“ کے بارے میں فرمایا ہے کہ اوڑھنی یا چادر اتار دینے سے ان کا مقصود زیب و زینت کا اظہار نہ ہو۔^⑥ اور فرمایا: **وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ** ط ”اور

① تفسیر الطبری: 216/18 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2633/8 . ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2640، 2639/8 . ③ سنن

ابی داؤد، اللباس، باب فی قوله تعالیٰ: **وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ** ط (النور: 31:24)، حدیث: 4111 . ④ تفسیر الطبری:

221/18 . ⑤ تفسیر ابن ابی حاتم: 2641، 2640/8 و تفسیر الطبری: 222، 221/18 . ⑥ تفسیر ابن ابی حاتم:

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرْجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرْجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرْجٌ وَلَا عَلَى أَنْفُسِكُمْ

اندھے پر کوئی حرج نہیں اور نہ لنگڑے ہی پر حرج ہے اور نہ مریض پر ہی کوئی حرج ہے اور نہ خود بھی پر (کوئی حرج ہے) کہ تم اپنے گھروں

أَنْ تَأْكُلُوا مِنْ بَيُوتِكُمْ أَوْ بَيُوتِ آبَائِكُمْ أَوْ بَيُوتِ أُمَّهَاتِكُمْ أَوْ بَيُوتِ إِخْوَانِكُمْ أَوْ بَيُوتِ

سے کھاؤ یا اپنے باپ دادا کے گھروں یا اپنی ماؤں کے گھروں یا اپنے بھائیوں کے گھروں یا اپنی بہنوں کے گھروں یا اپنے چچاؤں

أَخَوَاتِكُمْ أَوْ بَيُوتِ أَعْمَامِكُمْ أَوْ بَيُوتِ عَمَّتِكُمْ أَوْ بَيُوتِ أَخَوَالِكُمْ أَوْ بَيُوتِ خَلَتِكُمْ

کے گھروں یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں یا اپنے ماموں کے گھروں یا اپنی خالاؤں کے گھروں یا (ان گھروں سے) جن کی چابیوں

أَوْ مَا مَلَكَتُمْ مَفَاتِحَهُ أَوْ صَدِيقِكُمْ ط لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا جَمِيعًا أَوْ أَشْتَاتًا ط

کے تم مالک ہو یا اپنے دوستوں (کے گھروں) سے، (اس میں بھی) تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم مل کر کھاؤ یا الگ الگ، پھر جب تم

فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةٌ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ مُبْرَكَةٌ طَيِّبَةٌ ط

گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں پر سلام کہو، (یہ) اللہ کی طرف سے بابرکت (اور) پاکیزہ تحفہ ہے، اسی طرح اللہ تمہارے لیے

كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٦١﴾

آیات بیان کرتا ہے، تاکہ تم سمجھو ﴿٦١﴾

یہ کہ وہ اس سے بھی بچیں (توبہ) ان کے حق میں بہت بہتر ہے۔“ یعنی اگرچہ ان کے لیے کپڑے اتار کر سرنگا کرنا جائز تو ہے مگر بہتر اور افضل یہ ہے کہ وہ ایسا نہ کریں۔ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٦١﴾ ”اور اللہ خوب سننے والا، بڑا جاننے والا ہے۔“

تفسیر آیت: 61

قریبی رشتہ داروں کے گھروں سے کھانا کھانا: اس آیت کریمہ سے مراد یہ ہے کہ لوگ نابینا آدمی کے ساتھ کھانا کھانے میں حرج سمجھتے تھے کیونکہ وہ کھانے اور اس کی اچھی چیزوں کو نہیں دیکھ سکتا، لہذا ہو سکتا ہے کہ اس کے ساتھ کھانے والا کوئی دوسرا شخص اچھی چیزوں کو اس سے پہلے کھالے، اسی طرح وہ لنگڑے آدمی کے ساتھ کھانا کھانے میں بھی حرج سمجھتے تھے کیونکہ اس کے لیے صحیح طور پر بیٹھنا ممکن نہیں ہوتا اور اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانے والا اس سے زیادہ کھا لیتا ہے، اسی طرح مریض انسان بھی دوسرے لوگوں کی طرح صحیح طور پر نہیں کھا سکتا، لہذا وہ اس قسم کے لوگوں کے ساتھ کھانا کھانے میں حرج محسوس کرتے تھے تاکہ ان پر ظلم نہ ہو تو اس آیت کریمہ کو نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا کھانے کی اجازت عطا فرمادی، یہ سعید بن جبیر اور مقدّم کا قول ہے۔ ①

ضحاک کا قول ہے کہ بعثت سے پہلے لوگ اس طرح کے لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا کھانے میں حرج سمجھتے تھے ایک تو اس لیے کہ وہ ان سے نفرت کرتے تھے اور دوسرے اس لیے کہ وہ ان سے زیادہ نہ کھالیں تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمادیا۔ ②

عبدالرزاق نے مجاہد سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿لَيْسَ عَلَى الْاَخْتِ حَرْجٌ.....﴾ الآية ”نہ تو اندھے پر کچھ حرج ہے.....“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ بعض لوگ کسی ناجینے یا لنگڑے یا مریض کو اپنے باپ یا اپنے بھائی یا اپنی بہن یا اپنی پھوپھی یا اپنی خالہ وغیرہ کے گھر میں لے جایا کرتے تھے تو یہ لوگ اس میں حرج محسوس کرتے اور کہتے کہ یہ ہمیں اپنے گھروں کے بجائے دوسروں کے گھروں میں لے جاتے ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں اس کی رخصت دے دی گئی۔ ^① سدی کہتے ہیں کہ اس آیت: ﴿وَلَا عَلَى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْ بَيُوْتِكُمْ اَوْ بَيُوْتِ اٰبَائِكُمْ﴾ ”اور نہ خود تمھی پر (کوئی حرج ہے) کہ تم اپنے گھروں سے یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے کھاؤ“ کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ یا بھائی یا بیٹے کے گھر میں جاتا تو خاتون خانہ اسے کھانے کے لیے کچھ دیتی تو یہ اس لیے نہ کھاتا کہ صاحب خانہ گھر میں موجود نہیں ہے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيعًا اَوْ اَشْتَاتًا﴾ ”تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم مل کر کھاؤ یا الگ الگ“ کو نازل فرمایا تھا۔ ^②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا عَلَى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْ بَيُوْتِكُمْ﴾ ”اور نہ خود تمھی پر (کوئی حرج ہے) کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ۔“ یہ بات تو معلوم ہی ہے لیکن اس کا ذکر اس لیے کیا گیا تا کہ لفظی طور پر دوسروں کا اس پر عطف ڈالا جاسکے اور مابعد کے حکم میں برابری پیدا کر دی جائے۔ بیٹوں کے گھروں کا بھی یہی حکم ہے۔ ان کے گھروں سے کھانے کے بارے میں کوئی نص نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ آیت کریمہ سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ بیٹے کا مال باپ کے مال کے قائم مقام ہوتا ہے۔ مسند اور سنن میں کئی سندوں سے یہ حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيكَ] ”تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔“ ^③

﴿اَوْ بَيُوْتِ اٰبَائِكُمْ اَوْ بَيُوْتِ اُمَّهَاتِكُمْ اَوْ بَيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بَيُوْتِ اَخَوَاتِكُمْ اَوْ بَيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بَيُوْتِ عَمَّتِكُمْ اَوْ بَيُوْتِ اِخْوَالِكُمْ اَوْ بَيُوْتِ خَلَاتِكُمْ اَوْ مِمَّا مَلَكَتُمْ مَفَاتِحَ﴾ ”یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالائوں کے گھروں سے یا ان (گھروں) سے جن کی کنجیوں کے تم مالک بنے ہو۔“ اس کا مفہوم واضح ہے۔ اس آیت سے بعض لوگوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ قرابت داروں کا نان و نفقہ آپس میں ایک دوسرے پر واجب ہے۔ سعید بن جبیر اور سدی ﴿اَوْ مِمَّا مَلَكَتُمْ مَفَاتِحَ﴾ ”یا ان (گھروں) سے جن کی کنجیوں کے تم مالک بنے ہو“ کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس سے خادم اور غلام وغیرہ مراد ہے کہ اس کے پاس جو کھانا رکھا گیا ہو تو دستور کے

① تفسیر عبدالرزاق: 448، 447/2، رقم: 2066 و تفسیر الطبری: 224/18، ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2646/8.

③ سنن ابن ماجہ، التجارات، باب مال الرجل من مال.....، حدیث: 2292 و سنن ابی داود، البیوع، باب الرجل يأکل من مال ولده، حدیث: 3530 و مسند أحمد: 204/2 عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص.

مطابق اس سے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔^①

زہری نے عروہ سے اور انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ مسلمان رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر پر جایا کرتے تھے اور جاتے وقت اپنے گھروں کی چابیاں اپنے غلاموں اور ملازموں کو دے دیتے تھے اور کہتے کہ ہم نے تمہارے لیے اس بات کو حلال قرار دے دیا ہے کہ تم بوقت ضرورت کھا سکتے ہو، خدام و غلام جواب دیتے کہ یہ حلال نہیں کہ ہم کھائیں کیونکہ انھوں نے بادل نحواستہ اس کی اجازت دی ہے، ہم تو محض امین ہیں، تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ﴿أَوْ مَا مَلَكَتُمْ مَفَاحِجَهُ﴾ ”یا ان (گھروں) سے جن کی چابیوں کے تم مالک بنے ہو“ کے الفاظ نازل فرمادیے۔^②

﴿أَوْ صِدِّيقُكُمْ ط﴾ ”یا اپنے دوستوں (کے گھروں) سے۔“ یعنی اس میں بھی کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے دوست احباب کے گھروں سے کھاؤ جب تمہیں یہ معلوم ہو کہ تمہارا ان کے گھروں سے کھانا ان پر گراں نہیں گزرے گا اور نہ وہ اسے ناپسند کریں گے۔ ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا جَمِيعًا أَوْ أَشْتَاتًا ط﴾ ”(اس میں بھی) تم پر کچھ گناہ نہیں کہ سب مل کر کھاؤ یا جدا جدا۔“ علی بن ابوطلمح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (النساء: 29) ”اے مومنو! تم آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ۔“ تو مسلمانوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں منع فرمایا ہے کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق کھائیں اور کھانا سب سے افضل مال ہے، لہذا کسی کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ کسی کے ہاں کھانا کھائے تو لوگ ایک دوسرے کے ہاں کھانا کھانے سے رک گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا: ﴿لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَنْ تَأْكُلُوا مِنْ بُيُوتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ آبَائِكُمْ أَوْ بُيُوتِ إِخْوَانِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَخْوَانِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَعْمَامِكُمْ أَوْ بُيُوتِ عَمَّاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ إِخْوَالِكُمْ أَوْ بُيُوتِ خَالَاتِكُمْ أَوْ مَا مَلَكَتُمْ مَفَاحِجَهُ أَوْ صِدِّيقُكُمْ ط﴾ ”اندھے پر کوئی حرج نہیں اور نہ لنگڑے ہی پر کوئی حرج ہے اور نہ مریض ہی پر کوئی حرج ہے اور نہ خود بھی پر (کوئی حرج ہے) کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان (گھروں) سے جن کی چابیوں کے تم مالک بنے ہو یا اپنے دوستوں (کے گھروں) سے۔“ اسی طرح وہ اس بات کو بھی ناپسند کرتے اور اس میں حرج سمجھتے تھے کہ کوئی اکیلا ہی کھانا کھائے اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا انسان شریک نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس کی رخصت عطا کرتے ہوئے فرمایا: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا جَمِيعًا أَوْ أَشْتَاتًا ط﴾ ”(اور اس کا بھی) تم پر کچھ گناہ نہیں کہ سب مل کر کھانا کھاؤ یا جدا جدا۔“^③

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2647/8. ② کشف الاستار، التفسیر، باب سورة النور: 62، 61/3، حدیث: 2241 و تفسیر

ابن ابی حاتم: 2647، 2646/8. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 2648/8 و تفسیر الطبری: 228 و 223/18.

قنادہ کہتے ہیں کہ بنو کنانہ کے لوگ زمانہ جاہلیت میں اس بات کو بہت عار سمجھتے تھے کہ ان میں سے کوئی شخص اکیلا کھانا کھائے حتیٰ کہ ایک بھوکا شخص اونٹ کو چلاتا تاکہ وہ کسی ایسے انسان کو پاس کے اپنے ساتھ کھلائے اور پلائے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمادیا کہ ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ۝﴾ (اس میں بھی) تم پر کچھ گناہ نہیں کہ سب مل کر کھاؤ یا جدا جدا۔^① اللہ تعالیٰ نے رخصت عطا فرمادی ہے کہ اگر انسان چاہے تو وہ اکیلا بھی کھانا کھا سکتا ہے اور دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر بھی، گولوگوں کے ساتھ مل کر کھانا زیادہ بابرکت اور افضل ہے۔

مل جل کر کھانے میں برکت ہے: امام احمد نے وحشی بن حرب سے، انھوں نے اپنے باپ اور انھوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ ہم کھانا کھاتے ہیں مگر سیر نہیں ہوتے، آپ نے فرمایا: [فَلْعَلَّكُمْ تَاْكُلُوْنَ مُتَفَرِّقِيْنَ؟ اِجْتَمِعُوْا عَلٰی طَعَامِكُمْ، وَاذْكُرُوْا اِسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ، يُبَارِكْ لَكُمْ فِيْهِ] ”تم لوگ شاید جدا جدا کھاتے ہو؟ اکٹھے کھانا کھایا کرو اور اللہ تعالیٰ کے نام سے کھایا کرو، اس سے تمہارے کھانے میں برکت ہوگی۔“^② اس کو امام ابو داؤد اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔^③ اور امام ابن ماجہ ہی نے سالم سے، انھوں نے اپنے باپ سے اور انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [كُلُوْا جَمِيْعًا وَلَا تَفَرَّقُوْا، فَاِنَّ الْبَرَكَهَ مَعَ الْجَمَاعَةِ] ”تم سب مل کر کھاؤ اور جدا جدا نہ کھایا کرو، برکت مل جل کر ہی کھانے میں ہے۔“^④

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَى اَنْفُسِكُمْ﴾ ”پھر جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں (گھر والوں) کو سلام کیا کرو۔“ سعید بن جبیر، حسن بصری، قنادہ اور زہری کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک دوسرے کو سلام کیا کرو۔^⑤ ابن جریج کہتے ہیں کہ مجھے ابو زبیر نے خبر دی کہ میں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ جب اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو انھیں سلام کیا کرو، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبارک اور پاکیزہ تحفہ ہے، آپ سلام کہنے کو واجب سمجھتے تھے۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ مجھے زیاد نے ابن طاؤس سے خبر دی کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی اپنے گھر میں داخل ہو تو وہ سلام کیا کرے۔^⑥

مجاہد کہتے ہیں کہ جب مسجد میں جاؤ تو کہو: اَلْسَلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ”اللہ کے رسول پر سلام۔“ جب گھر والوں کے پاس جاؤ تو انھیں سلام کیا کرو اور جب کسی ایسے گھر میں جاؤ جہاں کوئی نہ ہو تو کہو: اَلْسَلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ ”ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو۔“^⑦ اسے اس بات کا حکم ہے کہ وہ اس طرح سلام کرے، نیز ہم سے بیان کیا گیا

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2649/8 . مسند أحمد: 501/3 . سنن أبی داود، الأطعمة، باب فی الاجتماع

علی الطعام، حدیث: 3764 و سنن ابن ماجہ، الأطعمة، باب الاجتماع علی الطعام، حدیث: 3286 . سنن ابن

ماجہ، الأطعمة، باب الاجتماع علی الطعام، حدیث: 3287 . تفسیر الطبری: 229/18 و 231 و تفسیر ابن ابی

حاتم: 2651 و 2649/8 . تفسیر الطبری: 229/18 . تفسیر ابن ابی حاتم: 2650/8 و تفسیر عبدالرزاق:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَى أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّى يَسْتَأْذِنُوهُ ط إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ

بغیر (وہاں سے) چلے نہیں جاتے، (اے نبی!) بلاشبہ جو لوگ آپ سے اجازت مانگتے ہیں وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں،

وَرَسُولِهِ ۖ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأَذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهُ ط إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝۶۲

چنانچہ جب وہ اپنے کسی کام کے لیے آپ سے اجازت مانگیں تو آپ ان میں سے جسے چاہیں اجازت دیں، اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت مانگیں،

لَهُمُ اللَّهُ ط إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝۶۲

بے شک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے ۝۶۲

ہے کہ اس صورت میں فرشتے اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ ① اور فرمایا: ﴿كَذَٰلِكَ يَبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝۶۱﴾ ”اس طرح اللہ تمہارے لیے (اپنی) آیتیں کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو۔“ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کریمہ میں شریعت کے مضبوط و محکم احکام کو بیان فرمایا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی اس طرف بھی توجہ مبذول کروائی کہ وہ اپنے بندوں کے لیے صاف شفاف آیات کو بیان فرماتا ہے تاکہ وہ غور و فکر سے کام لیں اور ان آیات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

تفسیر آیت: 62

مل جل کر کرنے والے کام سے جانے کے لیے اجازت طلب کرنا: یہ ادب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو سکھایا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے اندر داخل ہونے کے وقت اجازت طلب کرنے کا حکم دیا تھا ایسے ہی جاتے وقت بھی اجازت طلب کرنے کا حکم دیا ہے خصوصاً جبکہ مومن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی ایسے معاملے میں شامل ہوں جو اجتماعی طور پر کرنے والا ہو، مثلاً: نماز جمعہ یا نماز عید یا نماز باجماعت یا کسی مشورے وغیرہ کی مجلس۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس طرح کی صورت میں وہ رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کیے بغیر نہ جائیں اور جو لوگ یہ طرز عمل اختیار کریں گے وہی کامل مومن ہوں گے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ کو حکم دیا ہے کہ اس طرح کے موقع پر اگر کوئی مومن آپ سے اجازت طلب کرے اور آپ چاہیں تو اسے اجازت عطا فرمادیں: ﴿فَإِذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهُ ط ۝۶۲﴾ ”تو آپ ان میں سے جسے چاہیں اجازت دے دیا کریں اور ان کے لیے اللہ سے بخشش مانگیں۔“ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا انْتَهَى أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَجْلِسِ فَلْيُسَلِّمْ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَقُومَ فَلْيُسَلِّمْ، فَلْيَسْتَ الْأُولَى بِأَحَقَّ مِنَ الْآخِرَةِ] ”جب تم میں سے کوئی مجلس میں پہنچے تو سلام کرے اور جب مجلس سے اٹھنا چاہے تو سلام کرے۔ پہلی دفعہ سلام کرنا آخری سلام سے زیادہ ضروری نہیں ہے۔“ ② اسی طرح اس کو ترمذی اور نسائی

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2651/8 • ② سنن أبی داؤد، الأدب، باب فی السلام إذا قام من المجلس، حدیث: 5208 •

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ

تم رسول کے بلانے کو باہم ایک دوسرے کو بلانے کے مانند ٹھہراؤ، یقیناً اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے آڑ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں،

يَتَسَلَّلُونَ مِنْكُمْ لِوَاذًا فَلِيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ

لہذا چاہیے کہ جو لوگ اس (اللہ اور اس کے رسول) کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں، اس (بات) سے ڈریں کہ انھیں کوئی آزمائش آپڑے یا انھیں

أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾

دردناک عذاب آئے ﴿٦٣﴾

نے روایت کیا اور ترمذی نے حسن قرار دیا ہے۔^①

تفسیر آیت: 63

نبی اکرم ﷺ سے مخاطب ہوتے وقت ادب کی تلقین: ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہتے تھے: اے محمد! اے ابوالقاسم! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی تعظیم کی وجہ سے آپ سے اس طرح نام لے کر مخاطب ہونے سے منع فرمادیا اور فرمایا کہ تم ان سے مخاطب ہوتے ہوئے: اے اللہ کے نبی! اے اللہ کے رسول! کہو۔^② مجاہد اور سعید بن جبیر نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔^③ قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے ادب و احترام اور آپ کی تعظیم و تکریم کو ملحوظ رکھا جائے۔^④ مقاتل بن خیّان نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾ ”تم پیغمبر کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کو بلانے کے مانند ٹھہراؤ“ کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب تم اُن کو بلاؤ تو اُن کو ”یا محمد“ کہہ کر نہ بلاؤ اور اے عبد اللہ کے بیٹے کہہ کر بھی نہ بلاؤ بلکہ ادب و احترام کے ساتھ آپ کو اے اللہ کے نبی! اے اللہ کے رسول! کہہ کر بلاؤ۔^⑤

اس ارشاد باری تعالیٰ کے مفہوم کے بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عقیدہ نہ رکھو کہ آپ کی دعا دوسرے انسانوں کی دعا کی طرح ہے کیونکہ آپ کی دعا تو بارگاہ الہی میں فوراً قبول ہو جاتی ہے، لہذا ڈرو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے بارے میں بددعا کر دیں اور تم ہلاک ہو جاؤ۔ اس قول کو ابن ابو حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن بصری اور عطیہ عوفی سے روایت کیا ہے۔^⑥ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنْكُمْ لِوَاذًا﴾ ”بے شک اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے آڑ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں۔“ مقاتل بن خیّان کا قول ہے کہ اس سے مراد منافقین ہیں، ان پر جمعہ کے دن

① جامع الترمذی، الاستئذان، باب ماجاء فی التسليم عند القيام وعند القعود، حدیث: 2706 والسنن الکبریٰ

للنسائی، عمل الیوم واللیلۃ، باب ما یقول إذا قام: 100/6، حدیث: 10201. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2655، 2654/18.

③ تفسیر ابن ابی حاتم: 2655/8 وتفسیر الطبری: 235/18. ④ تفسیر ابن ابی حاتم: 2655/8. ⑤ تفسیر ابن

ابی حاتم: 2655/8. ⑥ تفسیر ابن ابی حاتم: 2655/8.

إِلَّا إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط قَدْ يَعْلَمُ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ ط وَيَوْمَ يُرْجَعُونَ إِلَيْهِ
خبردار! بلاشبہ اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، یقیناً وہ اس (روش) کو جانتا ہے جس پر تم ہو، اور جس دن وہ اس کی طرف لوٹائے

فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا ط وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۖ (64)

جائیں گے تو وہ انہیں خبر دے گا جو انہوں نے عمل کیے، اور اللہ ہر شے کو خوب جانتا ہے (64)

آگ سے دور ہو جاؤ! مگر تم مجھ پر غالب آ کر آگ میں کود رہے ہو۔“ (1) اس کو امام بخاری اور مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ (2)

تفسیر آیت: 64

جس طریق پر تم ہو اللہ اسے جانتا ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین کا مالک ہے، چھپی اور ظاہر باتوں کو جاننے والا ہے اور وہ جانتا ہے کہ بندے اپنی ظاہری و باطنی حالتوں میں کس طرح کے کام کرتے ہیں۔ پس فرمایا: قَدْ يَعْلَمُ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ ط ”یقیناً وہ اس (طریق) کو جانتا ہے جس پر تم ہو۔“ قَدْ تحقیق کے لیے آتا ہے جیسا کہ اس سے پہلے فرمایا: قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَسْأَلُونَ مِنْكُمْ لَوْ آذَاء ۖ (النور: 24: 63) ”بے شک اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے آڑ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں۔“ اور فرمایا: قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الْمُعَوِّقِينَ مِنْكُمْ (الآیۃ الأحزاب 33: 18) ”بے شک اللہ تم میں سے انہیں جانتا ہے جو (جہاد میں) رکاوٹیں ڈالنے والے ہیں.....“ اور فرمایا: قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الْغَثَىٰ ثُجَّادٍ كَذِبٌ (الآیۃ المجادلة 1: 58) ”(اے پیغمبر!) جو عورت آپ سے اپنے شوہر کے بارے میں بحث و جدال کرتی تھی بے شک اللہ نے اس کی التجاس لی.....“ اور فرمایا: قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ○ (الأنعام 33: 6) ”(اے نبی!) تحقیق ہم کو معلوم ہے کہ ان (کافروں) کی باتیں یقیناً آپ کو رنج پہنچاتی ہیں، پس یہ آپ کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں۔“ اور فرمایا: قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ (الآیۃ البقرة 2: 144) ”(اے محمد!) بے شک ہم آپ کے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں.....“

ان تمام آیات کریمہ میں تحقیق فعل کے لیے حرف قد کو استعمال کیا گیا ہے جس طرح مؤذن تحقیق و ثبوت کے اظہار کے لیے تکبیر میں کہتا ہے: [قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ] ”بے شک نماز کھڑی ہو گئی، تحقیق نماز کھڑی ہو گئی۔“ (3) پس اللہ تعالیٰ کا قول: قَدْ يَعْلَمُ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ ط ”یقیناً وہ اس (روش) کو جانتا ہے جس پر تم ہو“ کے معنی یہ ہوئے کہ جس طریق پر تم ہو بے شک وہ اس کو جانتا اور دیکھتا ہے اور اس سے ذرہ بھر بھی کوئی چیز مخفی نہیں ہے جیسا کہ فرمایا: وَكَوْكَبًا عَلَى الْعَرْشِ الرَّحِيمِ ○ الَّذِي يَرَىٰكَ حِينَ تَقُومُ ○ وَتَقْلِبُكَ فِي السُّجُودِ ○ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○ (الشعراء 26: 217-220)

① مسند أحمد: 312/2، البتہ توسین والالفظ صحیح مسلم، الفضائل، باب شفقته ﷺ علی امتہ.....، حدیث: 2285 عن

جابر ﷺ میں ہے۔ ② صحیح البخاری، الرقاق، باب الانتهاء عن المعاصی، حدیث: 6483 وصحیح مسلم، الفضائل،

باب شفقته ﷺ علی امتہ.....، حدیث: (18)-2284. ③ سنن أبی داود، الصلاة، باب كيف الأذان، حدیث: 499.

آپ کی گفتگو، یعنی خطبہ جمعہ سننا بہت گراں ہوتا تھا تو وہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آڑ میں مسجد سے باہر نکل جایا کرتے تھے، حالانکہ جمعہ کے دن خطبہ شروع ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی اجازت کے بغیر مسجد سے باہر نکلنا جائز نہ تھا، ان میں سے اگر کوئی باہر جانا چاہتا تو وہ انگلی کے اشارے کے ساتھ نبی اکرم ﷺ سے اجازت طلب کرتا اور آپ اسے اجازت دے دیتے، اسے بات کرنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے خطبہ ارشاد فرمانے کے دوران میں بات کرنے سے اس کا جمعہ باطل ہو جاتا تھا۔^① سدی کہتے ہیں کہ جب مومن کسی معاملے کے لیے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس جمع ہوتے تو منافقین ایک دوسرے کی اوٹ میں باہر نکل کر آپ کی نظروں سے اوجھل ہو جایا کرتے تھے۔^②

رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کی ممانعت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: **فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ** ”تو جو لوگ ان (رسول) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انھیں ڈرنا چاہیے۔“ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے مراد آپ کا رستہ، منہاج، طریقہ، سنت اور شریعت ہے۔ اقوال و اعمال کے پرکھنے اور جانچنے کے لیے آپ کے ارشادات و اعمال کسوٹی ہیں جو اقوال و اعمال آپ کی سنت کے مطابق ہوں گے وہ مقبول اور جو خلاف ہوں گے وہ مردود ہیں، خواہ ان کا کہنے والا یا کرنے والا کوئی بھی ہو جیسا کہ صحیحین اور دیگر کتب حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ** ”جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس کے بارے میں ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔“^③

لہذا جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی شریعت کی ظاہری یا باطنی طور پر مخالفت کریں تو انھیں اس سے ڈرنا چاہیے: **أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ** ”کہ (ایسا نہ ہو کہ) انھیں کوئی آزمائش آپڑے۔“ ان کے دلوں پر کفر یا نفاق یا بدعت کی وجہ سے کوئی آفت و مصیبت پڑ جائے۔ **أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ** ”یا انھیں دردناک عذاب آ لے۔“ یعنی دنیا میں قتل یا حد یا سزائے قید وغیرہ کی صورت میں جیسا کہ امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **مَثَلِي (وَمَثَلِي) كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا، فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَاحَوْلَهَا جَعَلَ الْفَرَّاشُ وَهَذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِي يَقَعْنَ فِي النَّارِ يَقَعْنَ فِيهَا وَجَعَلَ يَحْجِزُهُنَّ وَيَغْلِبْنَهُ فَيَتَّقِحْنَ فِيهَا، قَالَ: فَذَلِكُمْ مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ، أَنَا آخِذٌ بِحُجْزِكُمْ عَنِ النَّارِ: هَلُمَّ عَنِ النَّارِ! هَلُمَّ عَنِ النَّارِ! فَتَغْلِبُونِي تَقْتَحِمُونَ فِيهَا** ”میری اور تمہاری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی، جب آگ نے اپنے گرد و پیش کو روشن کر دیا تو یہ پتنگے اور آگ میں گرنے والے حشرات الارض (پھر وغیرہ) اس میں گرنا شروع ہو گئے اور اس شخص نے ان کو آگ سے دور ہٹانا شروع کیا مگر وہ اس پر غالب آ کر آگ میں گرنے لگے، آپ نے فرمایا: یہ ہے میری اور تمہاری مثال! میں تمہیں کمر سے پکڑ پکڑ کر آگ سے دور ہٹا رہا ہوں (کہ لوگو!) آگ سے دور ہو جاؤ!

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2656/8 یہ روایت ضعیف ہے۔ ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2656/8 یہ روایت ضعیف ہے۔ ③

صحیح البخاری، الاعتصام بالکتاب والسنة، باب إذا اجتهد العامل.....، قبل الحديث: 7351، 7350 اور دیکھیے حدیث:

2697 وصحیح مسلم، الأفضیة، باب نقض الأحکام.....، حدیث: (18)۔ (1718) عن عائشة ؓ۔

”اور آپ (اللہ) غالب (اور) بڑے مہربان پر بھروسہ کریں جو آپ کو جب آپ (تہجد کے وقت) اٹھتے ہیں دیکھتا ہے اور سجدہ کرنے والوں میں بھی آپ کی نقل و حرکت کو (دیکھتا ہے)، بے شک وہی خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ وَلَا تَعْلَمُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ﴾ (یونس 61:10) ”اور آپ جس حال میں بھی ہوتے ہیں اور اس کی طرف سے (نازل شدہ) قرآن میں سے جو کچھ بھی پڑھتے ہیں اور تم لوگ جو بھی عمل کرتے ہو، جب تم اس میں مصروف ہوتے ہو، ہم تمہیں دیکھ رہے ہوتے ہیں اور آپ کے پروردگار سے ذرہ برابر بھی کوئی چیز نہ زمین میں پوشیدہ ہوتی ہے اور نہ آسمان میں اور نہ کوئی چیز اس سے چھوٹی ہے اور نہ بڑی مگر واضح کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے۔“

اور فرمایا: ﴿أَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ﴾ (الرعد 33:13) ”تو بھلا وہ (اللہ) جو ہر نفس (کے اعمال) پر نگران (و نگہبان) ہے جو اس نے کمائے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے تمام اچھے اور برے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِلَّا حِينَ يَسْتَغْفِرُونَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ﴾ (الآیۃ (ہود 5:11) ”خبردار! جب وہ اپنے کپڑے اوڑھتے ہیں (تب بھی) اللہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے اور ظاہر کرتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿سَوَاءٌ مِّنْ أَسْرَارِنَا وَمَنْ جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ﴾ (الرعد 10:13) ”جو کوئی تم میں سے چپکے سے بات کہے یا پکار کر یارات کو کہیں چھپ جائے یا دن (کی روشنی) میں کھلم کھلا چلے پھرے (اس کے نزدیک) برابر ہے۔“

اور فرمایا: ﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ﴾ (ہود 6:11) ”اور زمین میں کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق اللہ کے ذمے ہے وہ جہاں رہتا ہے اسے بھی جانتا ہے اور جہاں سوچا جاتا ہے اسے بھی، یہ سب کچھ واضح کتاب میں (لکھا ہوا) ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنَ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظَلْمِثٍ الْأَرْضِ وَلَا رَطَبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ﴾ (الأنعام 59:6) ”اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اسے خشکی اور دریاؤں کی سب چیزوں کا علم ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اس کو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی تر اور سوکھی چیز نہیں ہے مگر کھلی کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے۔“ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات و احادیث مبارکہ ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَوْمَ يُرْجَعُونَ إِلَيْهِ﴾ ”اور جس روز وہ (لوگ) اس کی طرف لوٹائے جائیں گے۔“ یعنی جس دن مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جائے گا اور وہ قیامت کا دن ہے۔ ﴿فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا﴾ ”تو جو عمل وہ کرتے رہے وہ انہیں بتا دے گا۔“ یعنی انہوں نے دنیا میں عظیم یا حقیر، چھوٹے یا بڑے جو عمل بھی کیے ہوں گے وہ ان کے بارے میں

انہیں بتادے گا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿يُنَبِّئُ الْإِنْسَانَ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ﴾ (القيمة 13:75) ”اس دن انسان کو جو (عمل) اس نے آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا، سب بتادیا جائے گا۔“

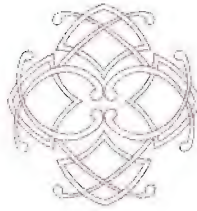
اور فرمایا: ﴿وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يُوزِنُنَا مَا لَ هَذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا﴾ (الكهف 49:18) ”اور (ہر ایک کا اعمال) نامہ (سامنے) رکھ دیا جائے گا، پھر آپ گناہ گاروں کو دیکھیں گے کہ وہ ان کے مندرجات سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے: ہائے ہماری شامت! کیسا ہے یہ (ہمارا اعمال) نامہ جو کسی چھوٹے اور بڑے عمل کو نہیں چھوڑ رہا، اس نے تو سب کچھ ہی شمار کر رکھا ہے اور انھوں نے جو عمل کیے تھے حاضر پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔“

اسی لیے فرمایا: ﴿وَيَوْمَ يُرْجَعُونَ إِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ (اور جس روز وہ (لوگ) اس کی طرف لوٹائے جائیں گے تو جو عمل وہ کرتے رہے وہ ان کو بتادے گا اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔“

سورہ نور کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں تفسیر مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔



تفسیر سُورَةُ فُرْقَانٍ

یہی سورت ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لَیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۝۱ الَّذِیْ لَهُ مُلْكُ

وہ ذات بڑی ہی بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان (قرآن) نازل کیا، تاکہ وہ جہان والوں کے لیے ڈرانے والا بنے ۝۱ وہی ذات جس کے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَهُ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ

لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے، اور اس نے اپنے لیے کوئی اولاد نہیں بنائی اور نہ بادشاہی میں اس کا کوئی شریک ہے، اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا،

فَقَدَّرَا تَقْدِیْرًا ۝۲

پھر اس کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کیا ۝۲

تفسیر آیات: 2، 1

اللہ تعالیٰ بہت بابرکت ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے اپنے رسول کریم

ﷺ پر قرآن عظیم کو نازل فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهٖ الْكِتٰبَ وَلَمْ

یَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا ۝۱ قَیْمًا لِّیُنْذِرَ اَبَاسًا شَدِیْدًا ۝۲ لَّدُنْهُ وِبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا

حَسَنًا ۝۳﴾ (الکھف: 2، 1: 18) ”سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر (یہ) کتاب نازل کی

اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی (بلکہ ٹھیک اور) سیدھی (بغیر افراط و تفریط کے اتاری) تاکہ (لوگوں کو) سخت عذاب سے جو اس (اللہ) کی

طرف سے (آنے والا) ہے ڈرائے اور مومنوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں خوش خبری سنائے کہ ان کے لیے نیک بدلہ (بہشت)

ہے۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿تَبٰرَكَ﴾ ”وہ بہت ہی بابرکت ہے۔“ یہ باب تفاعل ہے اور اس میں مستقل، ثابت اور دائمی برکت

کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ ﴿الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ﴾ ”جس نے فرقان (قرآن) نازل فرمایا۔“ نَزَّلَ باب فَعَلَ ہے جس

میں تکرار اور کثرت کا مفہوم پایا جاتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ اَنْزَلَ مِنْ

قَبْلُ ط (النساء 4: 136) ”اور جو کتاب اس نے اپنے پیغمبر (آخر الزماں) پر نازل کی ہے اور وہ کتاب جو اس سے پہلے نازل کی تھی۔“

سابقہ کتابوں کو یکساں ہی نازل کر دیا جاتا تھا جبکہ قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا کر کے، جدا جدا تفصیل کے ساتھ، آیات کے بعد آیات، احکام کے بعد احکام اور سورتوں کے بعد سورتوں کی صورت میں نازل کیا گیا ہے۔ اور قرآن کا اس طریقے پر نازل کیا جانا زیادہ مبلغ ہے اور یہ جس پر نازل کیا گیا ہے اس کے ساتھ شدتِ اہتمام و اعتناء (کی دلیل) ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورہ مبارکہ میں آگے چل کر فرمایا ہے: ﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۖ كَذَلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا ۝ وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا ط﴾ (الفرقان 25: 32، 33)

”اور کافر کہتے ہیں کہ اس پر یہ قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہیں اتارا گیا۔ اسی طرح (آہستہ آہستہ) اس لیے (اتارا گیا) کہ اس سے ہم آپ کے دل کو مضبوط کریں اور (اسی واسطے) ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کیا ہے اور وہ (کافر) لوگ جب آپ کے پاس کوئی مثال (اعتراض کی بات) لاتے ہیں تو ہم آپ کے پاس (اس کا) ٹھیک ٹھیک (جواب) اور بہترین توجیہ و بیان بھیج دیتے ہیں۔“ یہی وجہ ہے کہ یہاں قرآن مجید کو فرقان کے نام سے موسوم کیا گیا ہے کیونکہ یہ حق و باطل، ہدایت و ضلالت، برائی و بھلائی اور حلال و حرام میں فرق کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **عَلَى عَبْدِهِ** ”اپنے بندے پر۔“ یہ صفتِ مدح و ثناء ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی عبودیت کی طرف اضافت فرمائی ہے۔ جیسا کہ آپ کی زندگی کے سب سے اشرف واقعہ معراج کا ذکر کرتے ہوئے بھی اسی صفت سے تذکرہ فرمایا: ﴿سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ ۖ لَيْلًا ۚ.....﴾ (بنی اسرائیل 17: 1) ”پاک ہے وہ جو راتوں رات اپنے بندے کو لے گیا.....“ آپ کی دعوت الی اللہ کا ذکر کرتے ہوئے بھی اسی صفت کو بیان فرمایا: ﴿وَإِنَّكَ لَنَازِلٌ بِأَعْيُنِنَا ۖ وَعَبْدُ اللَّهِ يُدْعُوكَ ۚ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا ط﴾ (الحج 72: 19) ”اور یہ کہ بلاشبہ جب اللہ کا بندہ اللہ کو پکارنے کے لیے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ لوگ اس پر ٹوٹ پڑیں۔“ اور اسی طرح آپ پر کتاب کے نازل کرنے اور فرشتے کے نازل ہونے کے سلسلے میں بھی اسی صفت کا ذکر فرمایا گیا: **تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا ۝** ”بہت ہی بابرکت ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فرقان (قرآن) نازل فرمایا تاکہ اہل عالم کے لیے ڈرانے والا بنے۔“ اور فرمایا: **لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا ۝** یعنی اس مفصل، عظیم الشان، روشن اور ایسی محکم کتاب کے نزول کے لیے آپ کی ذات گرامی کو بطور خاص منتخب فرمایا گیا جس کی صفت یہ ہے: ﴿لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ط تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ۝﴾ (حج السجدة 41: 42) ”اس پر جھوٹ کا دخل ہی نہیں ہو سکتا، نہ آگے سے اور نہ پیچھے سے (اور یہ) بڑے دانا (اور) بہت خوبیوں والے (اللہ) کی اتاری ہوئی ہے۔“

اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے فرقان عظیم بنادیا ہے اور آپ کو تمام کائنات انسانی کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے جیسا کہ

وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ آلِهَةً لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَلَا يَمْلِكُونَ

اور لوگوں نے اس کے سوا (اور) معبود بنالیے ہیں جو کوئی چیز پیدا نہیں کرتے، اور وہ تو (خود) پیدا کیے گئے ہیں، اور وہ خود اپنے کسی نفع اور نقصان کے

لَا نَفْسِهِمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيَوةً وَلَا نَشُورًا ③

مالک نہیں ہیں، اور نہ موت و حیات کے مالک ہیں، اور نہ (دوبارہ جی) اٹھنے ہی کے (مالک ہیں) ③

آپ ﷺ نے خود فرمایا ہے: [بُعِثْتُ إِلَى الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ] ”مجھے احمر و اسود کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔“ ① آپ نے یہ بھی فرمایا ہے: [أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي وَكَانَ النَّبِيُّ يُعْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ (عَامَّةً)] ”مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا فرمائی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئیں..... اور ہر نبی کو خاص اپنی قوم ہی کی طرف بھیجا جاتا تھا لیکن میں سب لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔“ ②

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ بھی ہے: ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَبِيحًا﴾ (الاعراف: 158) ”(اے محمد!) آپ کہہ دیں کہ اے لوگو! بلاشبہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں.....“، یعنی جس نے مجھے بھیجا ہے وہ آسمانوں اور زمین کا مالک ہے، اس کی شان یہ ہے کہ جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرماتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔ اور وہی موت و حیات کا فیصلہ فرماتا ہے، اسی طرح یہاں بھی فرمایا: الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ ”وہ ذات کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اس کی ہے اور اس نے کوئی اولاد نہیں بنائی اور اس کا بادشاہی میں کوئی شریک نہیں۔“ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو بیٹے اور شریک سے پاک قرار دیا اور فرمایا: خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقْدَرَهُ تَقْدِيرًا ② ”اس نے ہر چیز کو پیدا کیا، پھر اس کا ٹھیک ٹھیک اندازہ ٹھہرایا۔“، یعنی اس ذات پاک کے سوا ہر چیز مخلوق اور مربوب (پروردہ) ہے، وہ ہر چیز کا خالق، پروردگار، بادشاہ اور معبود ہے اور ہر چیز اس کے غلبے، تدبیر، تسخیر اور تقدیر کے ماتحت ہے۔

تفسیر آیت: 3

مشرکین کی بیوقوفی کا بیان: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی جہالت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو معبود بنالیا ہے، حالانکہ وہ ہر چیز کا خالق ہے، تمام امور کا مالک ہے، اس کی شان یہ ہے کہ وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا مگر مشرکین نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں کو اپنا معبود قرار دے دیا ہے جو چھمک پر بنانے کی قدرت نہیں رکھتے، وہ تو خود مخلوق ہیں، وہ اپنے لیے بھی نفع و نقصان کا کچھ اختیار نہیں رکھتے، اپنی عبادت کرنے والوں کو نفع و نقصان

① صحیح مسلم، کتاب و باب المساجد ومواضع الصلاة، حدیث: 521 عن جابر بن عبد اللہ ؓ ومسند أحمد:

145/5 واللفظ له عن أبي ذر ؓ. ② صحیح البخاری، الصلاة، باب قول النبی ؓ: [جعلت لی الأرض.....]،

حدیث: 438 جبکہ توسین واللفظ صحیح البخاری، التیمم، باب: 1، حدیث: 335 عن جابر بن عبد اللہ ؓ میں ہے۔

وصحیح مسلم، کتاب و باب المساجد ومواضع الصلاة، حدیث: 523 عن أبي هريرة ؓ.

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا إِفْكٌ افْتَرَاهُ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ ۖ

اور کافر لوگوں نے کہا: یہ (قرآن) تو نرا جھوٹ ہے جسے وہ (نبی) خود گھڑ لایا ہے، اور اس (کے گھڑنے) میں اور لوگوں نے اس کی مدد کی

فَقَدْ جَاءُوا ظُلْمًا وَزُورًا ۖ ④ وَقَالُوا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اِكتَتَبَهَا فِيهِ تَسْلٰی

ہے۔ (اے نبی!) وہ تو بلاشبہ ظلم و زیادتی اور جھوٹ پر اتر آئے ہیں ④ اور انھوں نے کہا: یہ اگلوں کے افسانے ہیں (جو) اس نے اپنے لیے

عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ⑤ قُلْ أَنْزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط

لکھوائے ہیں، اور وہ صبح و شام اس پر پڑھے جاتے ہیں ⑤ کہہ دیجیے: اسے اس نے نازل کیا ہے جو آسمانوں اور زمین کے بھید جانتا ہے،

إِنَّهُ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ⑥

بلاشبہ وہ غفور رحیم ہے ⑥

کس طرح پہنچا سکیں گے؟ ﴿وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيٰوةً وَلَا نَشُورًا﴾ ④ ”اور نہ کسی کی موت کے مالک ہیں اور

نہ زندگی کے اور نہ (مرکر) اٹھانے کے۔“ ان میں سے کوئی چیز بھی ان کے اختیار میں نہیں بلکہ یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ ہی کے

اختیار میں ہیں، وہی موت و حیات کا مالک ہے اور وہی روز قیامت اگلی پچھلی ساری مخلوق کو دوبارہ زندہ کر دے گا کیونکہ

﴿مَا خَلَقْنٰهُمۡ وَلَا بَعَثْنٰهُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ط﴾ (لقمن 28:31) ”اور تمہیں پیدا کرنا اور تمہیں (دوبارہ) اٹھانا (اللہ کے

نزدیک) ایسا ہی ہے جیسے ایک نفس کو پیدا کرنا۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَا اَمَرْنَاۤ اِلَّا وَاحِدَةًۭ كَلِمَیۡنَ بِالْبَصَرِ﴾ (القمر 54:50)

”اور ہمارا حکم تو آٹھ چھپکنے کی طرح ایک کلمہ ہی ہوتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿فَاَنۡتَاۤہِیۡ ذَٰجِرَةًۭ وَّاحِدَةًۭ ط﴾ (النزلت 14,13:79)

”چنانچہ تو صرف ایک ڈانٹ ہوگی، تب لوگ ایک دم کھلے میدان میں (آجمع) ہوں گے۔“ اور فرمایا:

﴿فَاَنۡتَاۤہِیۡ ذَٰجِرَةًۭ وَّاحِدَةًۭ فَاَۡذَا هُمۡ یُظۡفَرُوۡنَ﴾ (الصفت 19:37) ”پھر وہ تو بس ایک زبردست ڈانٹ ہوگی سو یہ اس وقت (زندہ

ہو کر) دیکھنے لگیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿اِنَّ کَانَۤتِ اِلَّا صٰیحَةً وَّاحِدَةًۭ فَاَۡذَا هُمۡ جٰنِبِیۡنَ لَدٰیۡنَا مُحۡضَرُوۡنَ﴾ (نہس 53:36)

”وہ تو صرف ایک زور کی چیخ ہوگی، پھر وہ سب کے سب ہمارے روبرو آ حاضر ہوں گے۔“

پس اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے سوانہ کوئی معبود ہے اور نہ پروردگار اور صرف اسی کی ذات گرامی اس بات کی مستحق ہے کہ

اس کی عبادت کی جائے کیونکہ وہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔ اس ذات اقدس کا نہ کوئی بیٹا ہے اور نہ

باپ اور نہ ہی کوئی اس کا ہم مرتبہ، ہم سر، ہم پلہ، وزیر یا نظیر ہے، وہ ذات پاک کیتا و بے نیاز ہے، نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا

بیٹا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔

تفسیر آیات: 4-6

قرآن مجید کے بارے میں کفار کی باتیں: اللہ تعالیٰ نے جاہلوں اور کافروں کی کم عقلی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ

قرآن مجید کے بارے میں کہتے ہیں: ﴿اِنَّ هٰذَا اِلَّا اِفۡکٌ افۡتَرٰہُ﴾ ”یہ (قرآن) تو نرا جھوٹ ہے جسے وہ (مدعی

رسالت) خود گھڑ لایا ہے۔“ یعنی یہ لوگ ازراہ کذب و افترا کہتے ہیں کہ اس قرآن مجید کو نبی ﷺ نے از خود بنایا ہے۔

﴿وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ﴾ ”اور دوسرے لوگوں نے اس (کے گھڑنے) میں اس کی مدد کی ہے۔“ یعنی آپ نے اس قرآن کے بنانے میں دوسرے لوگوں سے بھی مدد لی ہے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَقَدْ جَاءُوا ظَلَمًا وَزُورًا﴾ ”پس یقیناً (اے نبی!) انھوں نے ظلم اور جھوٹ کا ارتکاب کیا ہے۔“ یعنی ان کی یہ بات باطل اور جھوٹ ہے اور وہ خود بھی یہ جانتے ہیں کہ ان کی یہ بات باطل ہے اور وہ اپنے جھوٹ کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔

﴿وَقَالُوا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا﴾ ”اور وہ کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنہیں اس نے (اپنے لیے) لکھوایا ہے۔“ یعنی اس نے پہلی کتابوں سے لکھ کر اس کتاب کو بنایا ہے۔ ﴿فَهِيَ شَمْلٌ عَلَيْهِ بَكْرَةً وَأَصِيلًا﴾ ”تو وہ صبح و شام اس پر پڑھی جاتی ہیں۔“ یہ ساری باتیں وہ بے وقوفی اور کذب و بہتان کے طور پر کہا کرتے تھے اور ان میں سے ہر شخص جانتا بھی تھا کہ ان کی یہ ساری باتیں باطل ہیں کیونکہ یہ بات تو اتر کے ساتھ معلوم تھی کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی چیز کو لکھا ہی نہ تھا، نہ ابتدائی عمر میں اور نہ آخری عمر میں، آپ نے انھی لوگوں میں پرورش پائی تھی۔ چالیس سال کی عمر میں منصب نبوت پر فائز ہونے تک آپ انھی میں رہے تھے، وہ لوگ آپ کے آنے جانے کو، صدق و امانت کو، نیکی و تقویٰ کو اور کذب و فسق و فجور اور دیگر تمام اخلاقی رذیلہ سے آپ کے اجتناب کو خوب اچھی طرح جانتے تھے حتیٰ کہ وہ لوگ بچپن سے لے کر بعثت تک آپ کو امین کے نام سے پکارتے رہے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ راست باز اور نیکوکار ہیں مگر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا تو وہ آپ کے دشمن بن گئے اور آپ کے بارے میں ایسی باتیں کیں جن کے بارے میں ہر عقل مند جانتا ہے کہ آپ ان سے بری ہیں۔ اپنی ان بہتان طرازیوں کی وجہ سے یہ لوگ خود بھی حیران تھے، اس لیے کبھی آپ کو ساحر، کبھی شاعر، کبھی مجنون اور کبھی کذاب قرار دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان ظالموں کی بہتان بازیوں اور افترا پردازیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿أَنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا﴾ (الفرقان 25:9) ”(اے پیغمبر!) دیکھیے! انھوں نے آپ کے لیے کیسی مثالیں بیان کی ہیں، وہ گمراہ ہو گئے ہیں، لہذا وہ راہ راست نہیں پاسکتے۔“

اور ان کے کذب و افترا کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿قُلْ أَنْزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط﴾ ”کہہ دیجیے! اس کو اس نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔“ یعنی اس نے اس قرآن کو نازل فرمایا ہے جو پہلے اور پچھلے لوگوں کے حالات پر مشتمل ہے اور اس نے ماضی یا مستقبل کی جو خبریں بھی بیان کی ہیں وہ بالکل حق سچ اور خارج میں واقع کے مطابق ہیں اور اس قرآن کو اس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے ﴿الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ ط﴾ جو آسمانوں اور زمین کی تمام پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے اور تمام پوشیدہ باتوں کو بھی ظاہر باتوں ہی کی طرح جانتا ہے۔ ﴿إِنَّهُ كَانَ عَفْوًا رَحِيمًا﴾ ”بے شک وہ نہایت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے انھیں دعوت دی ہے کہ وہ توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور اس نے بیان فرمایا ہے کہ اس کی رحمت بہت وسیع اور اس کا حلم عظیم الشان ہے جو اس کی جناب میں توبہ کرے وہ اس کی توبہ کو قبول فرمالتا ہے۔

وَقَالُوا مَالِ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَشْرِي فِي الْأَسْوَاقِ ط لَوْلَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ

اور انھوں نے کہا: اس رسول کو کیا ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے؟ اس کی طرف فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا جو

مَلَكَ فَيَكُونُ مَعَهُ نَذِيرًا ⑦ اَوْ يُنْفِىٰ اِلَيْهِ كَزُرٍّ اَوْ تَكُوْنُ لَهُ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ

اس کے ہمراہ (لوگوں کو) ڈرانے والا ہوتا؟ ⑦ یا اس کی طرف کوئی خزانہ ڈالا جاتا، یا اس کا کوئی باغ ہوتا جس میں سے وہ (پھل)

مِنْهَا ط وَقَالَ الظَّالِمُونَ اِنْ تَتَّبِعُونَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا ⑧ اَنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ

کھاتا اور ظالموں نے (مومنوں سے) کہا: تم تو بس ایک جادو مارے شخص ہی کی اتباع کرتے ہو ⑧ دیکھیے! انھوں نے آپ کے

الْاَمْثَالِ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيْلًا ⑨ تَبَرَكَ الَّذِي اِنْ شَاءَ جَعَلَ لَكَ

لیے کیسی مثالیں بیان کی ہیں، پس وہ بہک گئے ہیں، لہذا وہ راہ نہیں پاسکتے ⑨ وہ ذات بڑی ہی بابرکت ہے جو اگر چاہے تو

خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَدَّتْ تَجْرِبِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ وَيَجْعَلُ لَكَ قُصُوْرًا ⑩

آپ کے لیے اس سے بہتر (چیزیں) بنادے، (یعنی) ایسے باغ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں اور آپ کے لیے محلات بنادے ⑩

بَلْ كَذَّبُوا بِالسَّاعَةِ ۖ وَاعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ⑪ اِذَا

لیکن انھوں نے قیامت کو جھٹلایا، اور ہم نے اس شخص کے لیے جو قیامت کو جھٹلائے، دہکتا جہنم تیار کر رکھا ہے ⑪ جب وہ ان

رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغِيْظًا وَزَفِيْرًا ⑫ وَاِذَا اُلْفُوا مِنْهَا

(بجزوں) کو دور دراز جگہ سے دیکھے گا تو وہ اس کا غضبناک ہونا اور چیخنا چلانا سنیں گے ⑫ اور جب وہ زنجیروں میں جکڑے

مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقْرَنَيْنِ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ⑬ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا

اس کی کسی ٹھک جگہ میں جھونکے جائیں گے، تو وہ وہاں ہلاکت کو پکاریں گے ⑬ (کہا جائے گا): تم آج ایک ہلاکت کو مت پکارو،

وَادْعُوا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ⑭

بلکہ بہت سی ہلاکتوں کو پکارو ⑭

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے کذب و افتراء، فجور و بہتان، کفر و عناد اور رسول اللہ ﷺ اور قرآن مجید کے بارے میں غلط

باتیں کہنے کے باوجود ان لوگوں کو دعوت دی ہے کہ وہ اپنی ان باتوں سے توبہ کریں اور شرک و کفر کو ترک کر کے اسلام اور

ہدایت کو اختیار کریں۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا اِنَّ اللّٰهَ شَالِكٌ ثَلَاثَةً ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اِلٰهُ

وَاحِدٌ ط وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ

وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لَهُ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (المائدة: 74, 73: 5) ”یقیناً وہ لوگ (بھی) کافر ہوئے جنھوں نے کہا کہ اللہ

تین میں سے تیسرا ہے، حالانکہ اس معبود یکتا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اگر یہ لوگ ایسے اقوال (و عقائد) سے باز نہیں

آئیں گے تو ان میں جو کافر ہوئے ہیں انھیں ضرور درد دینے والا عذاب ملے گا، پھر کیا وہ اللہ کے سامنے توبہ نہیں کرتے اور اس

سے گناہوں کی معافی نہیں مانگتے؟ اور اللہ تو بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“ اور فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ

وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ۝ (البروج 85: 10) ”یقیناً جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تکلیفیں دیں اور توبہ نہ کی تو ان کے لیے دوزخ کا عذاب ہے اور ان کے لیے جلنے کا عذاب بھی ہے۔“ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے جو دو کرم کو دیکھو کہ جن لوگوں نے اس کے اولیاء کو قتل کیا وہ انھیں بھی توبہ اور رحمت کی طرف دعوت دیتا ہے۔

تفسیر آیات: 14-7

رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کافروں کی باتیں: اللہ تعالیٰ نے کافروں کی ضد، ہٹ دھرمی، عناد اور جحت و دلیل کے بغیر تکذیب حق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انھوں نے کہا: ﴿مَالِ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ﴾ ”اس پیغمبر کو کیا ہے جو کھانا کھاتا ہے؟“ ان کا مقصد یہ تھا کہ جس طرح ہم کھانا کھاتے ہیں اسی طرح یہ بھی کھانا کھاتا ہے، جس طرح ہمیں کھانے کی ضرورت ہے اسی طرح اسے بھی کھانے کی ضرورت ہے، ﴿وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ ط﴾ ”اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے؟“ یعنی تجارت اور خرید و فروخت کے لیے بازاروں میں بھی آتا جاتا ہے۔ ﴿لَوْلَا أَنْزِلَ إِلَيْكَ الْيَوْمَ مَلَكٌ فَيَكُونُ مَعَهُ نَذِيرًا ۝﴾ ”اس پر کوئی فرشتہ کیوں نازل نہیں کیا گیا جو اس کے ساتھ (لوگوں کو) ڈرانے والا ہوتا؟“ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نازل نہیں کیا گیا جو اس بات کی گواہی دیتا کہ آپ اپنے دعوے میں سچے ہیں جیسا کہ فرعون نے کہا تھا: ﴿فَلَوْلَا أُلْقِيَ عَلَيْهِ أَسْوَدَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ أَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقَذِّرِينَ ۝﴾ (الزخرف 43: 53) ”پھر اس پر سونے کے نگلن کیوں نہیں اتارے گئے یا (یہ ہوتا کہ) فرشتے صفیں باندھے ہوئے اس کے ساتھ آتے؟“ ان لوگوں نے بھی اسی طرح کہا جس طرح ان کے دل آپس میں ملتے جلتے تھے، اس لیے انھوں نے بھی کہا: ﴿أَوْ يُقَالُ إِلَيْهِ كَذِبٌ﴾ ”یا اس کی طرف (آسمان سے) کوئی خزانہ اتارا جاتا۔“ جس کو یہ خرچ کرتا، ﴿أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا ط﴾ ”یا اس کا کوئی باغ ہوتا کہ اس میں سے (پھل) کھاتا۔“ اور جہاں جہاں یہ جاتا اس کا باغ بھی اس کے ساتھ ساتھ ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے پیغمبر کو اس طرح کی چیزیں عطا فرمادینا بہت آسان ہے مگر اپنی حکمت کاملہ اور جحت بالغہ کے سبب اس نے ایسا نہیں کیا۔ ﴿وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِنَّا تَعْلَمُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا ۝﴾ ”اور ظالموں نے (مومنوں سے) کہا: تم تو بس ایک جادو زدہ شخص کی پیروی کرتے ہو۔“ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أَنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا ۝﴾ ”(اے پیغمبر!) دیکھیے! انھوں نے آپ کے بارے میں کس طرح کی مثالیں بیان کیں؟ سو وہ گمراہ ہو گئے ہیں۔“ اور افتر پردازی اور بہتان بازی سے کام لیتے ہوئے آپ کو ساحر، مسحور، مجنون، کذاب اور شاعر کہنے لگے، حالانکہ ان کی یہ ساری باتیں باطل ہیں، ہر وہ شخص جس میں ادنیٰ سافہم و عقل ہو وہ بھی جانتا ہے کہ ان کی یہ ساری باتیں کذب و افتر پر مبنی ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿فَضَلُّوا ۝﴾ ”وہ بہک گئے ہیں۔“ یعنی وہ ہدایت کے رستے سے بھٹک گئے، ﴿فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ۝﴾ ”چنانچہ وہ رستہ نہیں پاسکتے۔“ کیونکہ جو شخص بھی حق اور ہدایت کے رستے سے دور ہو جائے وہ جہاں بھی جائے

گمراہ ہے کیونکہ حق تو ایک ہے، اس کا منہج بھی ایک ہے اور حق ہی حق کی تائید و تصدیق کرتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ اگر وہ چاہے تو جو یہ کہتے ہیں آپ کو اس سے بھی افضل اور احسن چیزیں عطا فرما سکتا ہے۔ ﴿تَبَرَّكَ الَّذِي اِنْ شَاءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِنْ ذٰلِكَ﴾ ”وہ ذات بہت بابرکت ہے جو اگر چاہے تو آپ کے لیے اس سے بہتر (چیزیں) بنادے۔“ مجاہد کہتے ہیں: وہ دنیا ہی میں آپ کو اس سے بہتر چیزوں سے نواز دے۔ قریش پتھروں سے بنے ہوئے ہر گھر کو، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا قصر کہا کرتے تھے۔^①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿بَلْ كَذَّبُوا بِالسَّاعَةِ﴾ ”لیکن انھوں نے قیامت ہی کو جھٹلادیا۔“ یعنی یہ لوگ ایسی باتیں تکذیب و عناد کے طور پر کہتے ہیں، ان کا مقصد بصیرت اور رہنمائی حاصل کرنا نہیں ہوتا بلکہ قیامت کے دن کی تکذیب کی وجہ سے یہ ایسی باتیں کرتے ہیں۔ ﴿وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيرًا﴾ ”اور ہم نے اس شخص کے لیے جو قیامت کو جھٹلایے، بھڑکتا دوزخ تیار کر رکھا ہے۔“ جس میں دردناک عذاب ہوگا اور جس کی آگ کی شدید اور ناقابل برداشت حرارت ہوگی۔ ﴿اِذَا رَاَهُمْ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ﴾ ”جس وقت وہ ان (بجرموں) کو دور سے دیکھے گا۔“ یعنی جہنم (دیکھے گا) مقام محشر میں، ﴿سَمِعُوا لَهَا تَغِيْظًا وَزَفِيْرًا﴾ ”تو وہ اس کے جوش (غضب) اور چیخنے چلانے کو سنیں گے۔“ جو ان پر ناراضی کی وجہ سے چیخنے چلائے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿اِذَا الْاَقْوَامُ فِيْهَا سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا وَهِيَ تَفُوْرٌ﴾ ”تکاد تہیزُ مِنْ الْغَيْظِ“ (الملک 8:67) ”جب وہ اس میں ڈالے جائیں گے تو اس کا چیخنا چلانا سنیں گے اور وہ جوش مارے گا، گویا غیظ و غضب سے پھٹ پڑے گا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والوں پر جوش غضب کے باعث یوں معلوم ہوگا، گویا اس کے بعض حصے بعض سے جدا ہو رہے ہوں۔

امام ابو جعفر ابن جریر طبرسی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص کو جہنم کی طرف لے جایا جا رہا ہوگا تو دوزخ کے بعض حصے بعض سے سمت اور سکر جائیں گے، اللہ رحمان فرمائے گا: تجھے کیا ہوا؟ دوزخ جواب دے گا کہ یہ شخص مجھ سے پناہ مانگ رہا ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے اس بندے کو چھوڑ دو، اسی طرح ایک اور شخص کو جب دوزخ کی طرف لے جایا جا رہا ہوگا تو وہ کہے گا: اے میرے رب! تیرے بارے میں میرا یہ گمان تو نہ تھا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تیرا کیا گمان تھا؟ وہ جواب دے گا کہ میرا تو یہ گمان تھا کہ تیری رحمت مجھے ڈھانپ لے گی، اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا کہ میرے اس بندے کو چھوڑ دو، ایک اور شخص کو دوزخ کی طرف لے جایا جا رہا ہوگا تو دوزخ چیخنے چلاتے ہوئے اس کی طرف اس طرح لپکے گا جیسے خیر جو کی طرف لپکتا ہے اور وہ اس طرح جوش مارے گا کہ اس سے ہر انسان کا دل دہل جائے گا۔ اس روایت کی سند صحیح ہے۔^②

امام عبدالرزاق نے عبید بن عئیر سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿سَمِعُوا لَهَا تَغِيْظًا وَزَفِيْرًا﴾ ”تو وہ اس کے جوش

① تفسیر الطبری: 246/18 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2666/8. ② تفسیر الطبری: 247/18.

قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ط كَانَتْ لَهُمْ جَزَاءٌ

کہہ دیجیے: کیا یہ (عذاب) زیادہ بہتر ہے یا ابدی جنت جس کا متقین کو وعدہ دیا گیا ہے؟ وہ ان کے لیے جزا اور واپسی کی جگہ ہے ⑤

وَمَصِيرًا ⑤ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ خُلْدٍ ط كَانَ عَلَى رَبِّكَ وَعْدًا مَسْئُولًا ⑥

اس میں ان کے لیے ہوگا جو وہ چاہیں گے، ہمیشہ (وہاں) رہنے والے، یہ آپ کے رب کے ذمے وعدہ ہے جو قابل درخواست ہے ⑥

(غضب) اور چیخنے چلانے کو سنیں گے۔“ کے بارے میں فرمایا ہے کہ دوزخ جوشِ غضب سے اس قدر شدت کے ساتھ چیخے چلائے گا جس سے ہر ملک مقرب اور نبی مرسل چہرے کے بل گر جائے گا اور اس کا جسم کانپ رہا ہوگا حتیٰ کہ ابراہیم علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر بھی گھٹنوں کے بل ہو کر عرض کریں گے: اے اللہ! آج میں صرف اپنے بارے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ ①

وَإِذَا أُلْقُوا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِينَ ② ”اور جب وہ دوزخ کی کسی تنگ جگہ میں زنجیروں میں جکڑے ہوئے ڈالے جائیں گے۔“ قتادہ نے ابویوب سے اور انھوں نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ تنگ جگہ میں انھیں اس طرح جکڑ دیا جائے گا جس طرح نیزے میں انی جکڑی ہوتی ہے۔ ④

اور فرمایا: مُّقَرَّنِينَ ”زنجیروں میں جکڑے ہوئے۔“ کے بارے میں ابوصالح کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں پیچھے کی طرف سے ہاتھ بندھے ہوئے۔ ③ دَعُوا هٰذَا لِكَ ثُبُورًا ④ ”تو وہاں ہلاکت کو پکاریں گے۔“ ثبور کے معنی ہلاکت، خرابی، حسرت اور خسارے کے ہیں (تو ان سے کہا جائے گا): لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا وَاحِدًا الآية ”تم آج ایک ہی ہلاکت کو نہ پکارو.....“

تفسیر آیات: 15، 16

دوزخ بہتر ہے یا جنت؟ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ)! یہ ہم نے ان بد بختوں کا حال بیان کیا ہے جو اوندھے منہ دوزخ میں گرائے جائیں گے اور دوزخ درشت چہرے، جوشِ غضب اور چیختے چلاتے ہوئے ان سے ملے گا اور انھیں زنجیروں میں جکڑ کر جہنم کے تنگ مقامات میں پھینک دیا جائے گا کہ نہ کوئی حرکت کر سکیں گے، نہ کوئی مدد طلب کر سکیں گے اور نہ اپنے آپ کو کسی طرح چھڑا سکیں گے، تو بتائیے! کیا یہ دوزخ بہتر ہے یا وہ جنت خلد جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں سے وعدہ فرمایا ہے جسے اس نے ان کے لیے تیار فرمایا ہے اور دنیا میں اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس جنت کو ان کا بدلہ اور ٹھکانا بنا دیا ہے اور انجام کار نے انھیں اس جنت میں پہنچا دیا ہے۔

لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ ⑤ ”وہاں جو وہ چاہیں گے ان کے لیے (میسر) ہوگا۔“ کھانے پینے، پہننے، رہنے، سہنے، اعلیٰ سوار یوں اور خوش نما مناظر کے تمام لذت بخش سامان انھیں فراہم ہوں گے، علاوہ ازیں انھیں وہاں ایسی ایسی نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا جنھیں کبھی کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کسی کان نے سنا نہیں اور کسی بھی انسان کے دل میں ان کا وہم و گمان

① تفسیر عبدالرزاق: 452/2، رقم: 2079 و تفسیر الطبري: 247/18. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2668/8. ③ تفسیر

ابن ابی حاتم: 2669/8.

وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَقُولُ ءَأَنْتُمْ أَضَلَلْتُمْ

اور جس دن اللہ انھیں اور ان کو جنھیں وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں، جمع کرے گا پھر (ان سے) پوچھے گا: کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا وہ

عِبَادِي هَؤُلَاءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ ۚ ۱۷ قَالُوا سُبْحَنَكَ مَا كَانَ يُنْبَغِي لَنَا

خود ہی راہ سے بھٹک گئے تھے؟ ۱۸ وہ کہیں گے: تو پاک ہے! ہمارے لائق نہیں تھا کہ ہم تیرے سوا کارساز بنائیں، بلکہ تو نے انھیں سامان زندگی دیا،

أَنْ تَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنْ مَتَّعْتَهُمْ وَآبَاءَهُمْ حَتَّى نَسُوا

اور ان کے باپ دادا کو بھی، حتیٰ کہ وہ (حیرا) ذکر بھول گئے، اور وہ لوگ ہلاک ہونے والے تھے ۱۹ (اللہ فرمائے گا: اے کافرو! پس تحقیق انھوں نے تو

الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا ۚ ۱۸ فَقَدْ كَذَّبُوكُمْ بِمَا تَقُولُونَ ۚ فَمَا تَسْتَطِيعُونَ

تمہیں جو تم کہتے تھے جھٹلا دیا، لہذا (اب) نہ تم (اپنے آپ سے عذاب) ٹالنے کی طاقت رکھتے ہو اور نہ (کسی سے) مدد (لے سکتے ہو)، اور تم میں سے جو شخص

صَرَفًا وَلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَظْلِمْ مِّنْكُمْ نَذِقْهُ عَذَابًا كَبِيرًا ۚ ۱۹

ظلم (شرک) کرے گا تو اسے ہم بہت بڑا عذاب چکھائیں گے ۱۹

بھی پیدا نہیں ہو سکتا، پھر انھیں وہاں ہمیشہ ہمیشہ کی ابدی، دائمی اور سرمدی زندگی میسر ہوگی جو کبھی ختم اور زوال پذیر نہ ہوگی اور نہ اہل جنت ہی وہاں سے نقل مکانی کرنا چاہیں گے، یہ وہ وعدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں سے فرمایا اور یہ وہ جنت ہے جس کا اس نے ان پر احسان فرمایا ہے، اسی لیے فرمایا: **كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُولًا** ۱۶ ”آپ کے رب کے ذمے واجب الادا وعدہ ہے۔“ یعنی یہ وعدہ ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ امام ابو جعفر بن جریر طبری رحمہ اللہ نے بعض علمائے عربیت سے روایت کیا ہے کہ **وَعْدًا مَّسْئُولًا** ۱۶ ”واجب الادا وعدہ۔“ کہتے ہی ایسے وعدے کو ہیں جسے پورا کرنا واجب ہے۔ ۱

اس سورہ مبارکہ کے اس مقام پر پہلے دوزخ کا ذکر کیا گیا ہے، پھر اہل جنت کے حال کو بیان کیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ صافات میں اہل جنت کے حالات اور جنت کی رعنائی و زیبائی کو بیان کرنے کے بعد فرمایا: **أَذْلِكَ خَيْرٌ نَّزَّلًا أَمْ شَجَرَةُ الزَّاقُومِ ۚ إِنَّا جَعَلْنَاهَا فِتْنَةً لِلظَّالِمِينَ ۚ إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ ۚ طَلْعُهَا كَأَنَّهُ دُخَانٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ ۚ فَكَأَنَّهُمْ لَا يَكُونُونَ لَهَا وَلَهُمْ فِيهَا الْبُطُونَ ۚ ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَبِيمٍ ۚ ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَآ إِلَى الْجَحِيمِ ۚ إِنَّهُمْ أَلْفَوْا آبَاءَهُمْ ضَالِِّينَ ۚ فَهُمْ عَلَىٰ أَثَرِهِم يُهُرَعُونَ ۚ (الصَّافَّاتُ: 37-62-70)** ”بھلا یہ مہمانی اچھی ہے یا تھوہر کا درخت؟ بلاشبہ ہم نے اسے ظالموں کے لیے عذاب بنا رکھا ہے۔ یقیناً وہ ایک درخت ہے جو جہنم کی تہ میں اگتا ہے، اس کے خوشے ایسے ہیں جیسے شیطانوں کے سر، سو وہ اس میں سے کھانے والے اور اسی سے پیئوں کو کھرنے والے ہیں، پھر یقیناً انھیں اس (کھانے) کے ساتھ کھولتا ہوا پانی ملا کر دیا جائے گا، پھر یقیناً انھیں دوزخ کی طرف لوٹنا ہوگا، بلاشبہ انھوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ ہی پایا، سو وہ انھی کے قدموں کے نشانات کے پیچھے دوڑے چلے جاتے ہیں۔“

تفسیر آیات: 17-19

مشرکوں کے معبودوں کا روز قیامت اظہار براءت: اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کے واقعات کو بیان کرتے ہوئے کفار کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جنہوں نے فرشتوں وغیرہ کی عبادت کی تو ان کا کیا حال ہوگا، چنانچہ فرمایا: **وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ** ”اور جس دن (اللہ) انہیں اور ان کو جنہیں وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں جمع کرے گا۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت عزیر علیہ السلام اور فرشتے ہیں۔^① اور وہ فرمائے گا: **فَيَقُولُ ءَأَنْتُمْ أَضَلَلْتُمْ عِبَادِي هَؤُلَاءِ.....** ”الایہ“ پھر (ان سے) کہے گا: کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا.....؟“ اللہ تبارک و تعالیٰ معبودوں سے فرمائے گا: کیا تم لوگوں نے ان کو دعوت دی تھی کہ میرے سوا تمہاری پوجا کریں یا تمہاری طرف سے دعوت کے بغیر انہوں نے از خود ہی تمہاری پوجا شروع کر دی تھی؟ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَإِذْ قَالَ اللَّهُ لِيَعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ءَأَنْتَ قُلْتُ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ** ط **قَالَ سُبْحَنَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقِّ ط إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ط تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ط إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ** ○ **مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ.....** ”الایہ (المائدہ: 5: 116، 117)“ اور (اس وقت کو بھی یاد رکھو) جب اللہ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری والدہ کو معبود مقرر کرو، تو وہ کہیں گے کہ تو پاک ہے، مجھے کب شایاں تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کا مجھے کچھ حق نہیں اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو تجھ کو معلوم ہے (کیونکہ) جو بات میرے دل میں ہے تو اسے جانتا ہے اور جو تیرے نفس میں ہے اسے میں نہیں جانتا، بے شک تو ہی غیبوں کا خوب جاننے والا ہے، میں نے ان سے کچھ نہیں کہا تھا مگر وہی جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا.....۔“

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں قیامت کے دن ان کے معبودوں کے جواب کی خبر دیتے ہوئے فرمایا: **قَالُوا سُبْحَنَكَ مَا كَانَ يَنْبَغِي لَنَا أَنْ نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ** ”وہ کہیں گے: تو پاک ہے، ہمیں یہ بات شایاں نہ تھی کہ تیرے سوا (اوروں کو) دوست بناتے۔“ اکثر قراء نے آیت کریمہ: **نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ** میں **نَتَّخِذَ** کو مفتوح (نون کے فتح کے ساتھ فعل معلوم) پڑھا ہے۔ ہمارے لیے، ان کے لیے اور ساری مخلوق میں سے کسی کے لیے بھی یہ بات جائز نہیں کہ تیری ذات پاک کے سوا کسی اور کی عبادت کریں، ہم نے انہیں قطعاً اس بات کی دعوت نہیں دی تھی کہ وہ ہماری پوجا کریں بلکہ ہمارے حکم اور ہماری مرضی کے خلاف انہوں نے از خود ہی ایسا کیا تھا، ہم ان سے اور ان کی پوجا سے براءت کا اظہار کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ جَبِيْعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِهٰٓؤُلَآءِ آِيَاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ** ○ **قَالُوا سُبْحَنَكَ.....** ”الایہ (سبا) 34: 40، 41)“ اور جس دن وہ ان سب (مشرکوں) کو جمع کرے گا، پھر فرشتوں سے فرمائے گا: کیا یہی وہ لوگ ہیں جو تمہاری پوجا کرتے تھے؟ تو وہ کہیں گے کہ تو پاک ہے.....۔“

اور کئی دوسرے قراءے کرام نے **نَتَّخِذَ** کو **مَا كَانَ يَنْبَغِي لَنَا أَنْ نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ** (نون کے

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَشْرَبُونَ

اور (اے نبی!) ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے، بلاشبہ وہ کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے، اور

فِي الْأَسْوَاقِ ط وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ط أَنْصَبِرُونَ ؕ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا ؕ

ہم نے تمہیں ایک دوسرے کے لیے آزمائش بنایا، کیا تم صبر کرتے ہو؟ اور آپ کا رب (سب کچھ) خوب دیکھ رہا ہے ②۰

ضمہ کے ساتھ بھی) پڑھا ہے۔ ① تو اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ ہمیں یہ بات شایاں نہ تھی کہ تیرے سوا ہم دوست بنائے

جاتے اور کسی کو یہ بات زیب ہی نہیں دیتی کہ وہ ہماری پوجا کرے کیونکہ ہم بھی تو تیرے بندے اور تیری بارگاہ کے فقیر ہیں۔

[تُنَحِّدُ] پڑھنے کی صورت میں بھی قریب قریب وہی معنی ہیں جو پہلی صورت میں ہیں۔ وَلَكِنْ مَتَّعْتَهُمْ وَآبَاءَهُمْ

”اور لیکن تو نے ہی انہیں اور ان کے باپ دادا کو فائدہ (سامان زندگی) دیا۔“ ان کی عمر دراز ہوگئی اور وہ تیری یاد کو بھول گئے، یعنی

وہ اس بات کو بھول گئے جو تو نے اپنے رسولوں کی زبانی ان کی طرف نازل فرمائی تھی کہ وہ صرف تیری اکیلے ہی کی عبادت

کریں۔ ﴿وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا﴾ ⑱ ”اور یہ ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿بُورًا﴾ ⑱

کے معنی ہلاک ہونے والے لوگوں کے ہیں۔ ② امام حسن بصری رضی اللہ عنہ اور امام مالک رضی اللہ عنہ نے امام زہری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

ہے کہ ﴿بُورًا﴾ ⑱ سے مراد وہ لوگ ہیں جن میں کوئی خیر و بھلائی نہ ہو۔ ③

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَقَدْ كَذَّبْتُمْ بِمَا تَقُولُونَ﴾ ”(تو) (کافرو!) انھوں نے تو یقیناً تمہیں جھٹلادیا ان

(باتوں) میں جو تم کہتے تھے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا جن لوگوں کی تم نے پوجا کی تھی انھوں نے تمہاری اس بات کو جھٹلادیا کہ وہ

تمہارے دوست ہیں اور وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دینے کا ذریعہ ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا

مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَهُمْ عَنِ دُعَائِهِمْ غَفُلُونَ ۝ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا

لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ ۝﴾ (الأحقاف 6:5، 46) ”اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو ایسے

(شخص) کو اللہ کے سوا پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہ دے سکے اور جبکہ وہ ان کی پکار سے بھی غافل ہیں۔ اور جب لوگ

جمع کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی پرستش سے انکار کرنے والے ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿فَمَا

تَسْتَطِيعُونَ صَرْفًا وَلَا نَصْرًا﴾ ”پس نہ تم (عذاب کے) ہٹانے کی استطاعت رکھتے ہو اور نہ مدد کرنے کی۔“ یعنی انہیں

نہ تو اپنے آپ سے عذاب کو دور ہٹانے کی قدرت ہوگی اور نہ اپنے لیے کہیں سے کوئی مدد ہی حاصل کر سکیں گے۔ ﴿وَمَنْ

يَظْلِمُ مِنْكُمْ﴾ ”اور جو کوئی بھی تم میں سے ظلم کرے گا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرے گا، ﴿نَذِقْهُ عَذَابًا

كَبِيرًا﴾ ⑲ ”ہم اسے بڑا عذاب چکھائیں گے۔“

تفسیر آیت: 20

① تفسیر القرطبی: 11، 10، 13 و تفسیر الطبری: 252/18، ② تفسیر الطبری: 251/18، ③ تفسیر الطبری: 252/18

و تفسیر ابن ابی حاتم: 2673/8

سابقہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام بشر تھے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام جن کو اس نے مبعوث فرمایا تھا وہ کھانا کھاتے تھے اور غذا حاصل کرنے کے لیے وہ بھی محتاج تھے، رزق کمانے اور خرید و فروخت کے لیے وہ بازاروں میں چلتے پھرتے تھے اور یہ بات ان کے اور ان کے عظیم منصب کے منافی نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں خوبصورت علامات، جمیل صفات، پسندیدہ اقوال، کامل اعمال، مجیر العقول معجزات اور ایسے قوی دلائل سے سرفراز فرمایا تھا جن سے ہر صاحب عقل سلیم و بصیرت مستقیم استدلال کر سکتا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو پیغام لائے ہیں وہ بالکل حق اور سچ ہے۔ اس کی نظیر حسب ذیل آیت کریمہ ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رَجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ﴾ (یوسف 109:12) ”اور ہم نے آپ سے پہلے بستیوں کے رہنے والوں میں سے مرد ہی (رسول بنا کر) بھیجے تھے (اور) ہم ان کی طرف وحی کرتے تھے۔“ نیز حسب ذیل آیت کریمہ بھی اسی طرح کی ہے: ﴿وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا آلَا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ﴾ (الانبیاء 8:21) ”اور ہم نے ان کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھائیں.....“

﴿وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ﴾ ”اور ہم نے تمہارے ایک کو دوسرے کے لیے آزمائش بنایا، کیا تم صبر کرتے ہو (یا نہیں؟)“ ہم نے ایک دوسرے کے ساتھ تمہاری آزمائش کی ہے تاکہ ہم معلوم کر لیں کہ فرماں بردار کون ہے اور نافرمان کون، اسی لیے فرمایا: ﴿أَتَصْبِرُونَ﴾ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا ﴿۲۰﴾ ”کیا تم صبر کرتے ہو (یا نہیں؟) اور آپ کا پروردگار تو خوب دیکھنے والا ہے۔“ اور وہ اس بات کو جانتا ہے کہ کون اس بات کا مستحق ہے کہ اسے نبوت و رسالت سے نوازا جائے جیسا کہ فرمایا: ﴿اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾ (الأنعام 124:6) ”اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی پیغمبری کسے عنایت فرمائے۔“ اور اس بات کو بھی وہ خوب جانتا ہے کہ پیغمبروں کے بھیجے جانے کے بعد کون اس بات کا مستحق ہے کہ اسے ہدایت عطا فرمائی جائے اور کون اس بات کا سزاوار ہے کہ اسے ہدایت سے محروم رکھا جائے۔

﴿وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ﴾ ”اور ہم نے تمہارے ایک کو دوسرے کے لیے آزمائش بنایا، کیا تم صبر کرتے ہو (یا نہیں؟)“ کے بارے میں محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو تمام دنیا کو اپنے پیغمبروں کے ساتھ کر دوں اور کوئی بھی ان کی مخالفت کرنے والا نہ ہو لیکن میں نے یہ چاہا کہ لوگوں کی پیغمبروں کے ساتھ اور پیغمبروں کی لوگوں کے ساتھ آزمائش کروں۔ ﴿صحيح مسلم میں عیاض بن حمار سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: [لَأَبْتَلِيَنَّكَ وَأَبْتَلِيَنَّكَ بِكَ] ”میں تیری آزمائش کروں اور تیرے ساتھ (لوگوں کی بھی) آزمائش کروں۔“ ﴿۲۱﴾

اور صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول علیہ افضل الصلوة والسلام کو اختیار دے دیا گیا تھا کہ آپ چاہیں تو نبی اور

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2676/8. ② صحيح مسلم، الحنة وصفة نعيمها وأهلها، باب الصفات التي يعرف بها في

الدنيا.....، حديث: 2865.

وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلِيكَةُ أَوْ نَرَىٰ رَبَّنَا ۚ لَقَدْ اسْتَكْبَرُوا

اور ان لوگوں نے کہا جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے: ہم پر فرشتے کیوں نہیں نازل کیے گئے یا ہم اپنے رب کو دیکھتے؟ بلاشبہ انھوں نے اپنے نفسوں

فِي أَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْا عُتْوًا كَبِيرًا ﴿٢١﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلَائِكَةَ لَا بُشْرَىٰ يَوْمَئِذٍ لِلْمُجْرِمِينَ

میں تکبر کیا اور بہت بڑی سرکشی کی ۲۱) جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن مجرموں کے لیے کوئی بشارت نہیں ہوگی، اور وہ (فرشتے) کہیں گے: (تم

وَيَقُولُونَ حَبْرًا مَّحْجُورًا ﴿٢٢﴾ وَقَدْ مَنَّآ إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنْثُورًا ﴿٢٣﴾

پر جنت ممنوع و حرام کر دی گئی ہے ﴿۲۸﴾ اور انھوں نے جو (بظاہر نیک) عمل کیے ہوں گے تو ہم ان کی طرف متوجہ ہو کر ان کو اڑتا ہوا پرانگندہ گرد و غبار بنا دیں

أَصْحَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَأَحْسَنُ مَقِيلًا ﴿٢٤﴾

گے ②③ جنتی لوگ اس دن بہترین ٹھکانے اور بہت اچھی آرام گاہ میں ہوں گے ②④

بادشاہ بن جائیں یا عبد اور رسول بن جائیں تو آپ نے عبد اور رسول ہونے کو اختیار فرمایا۔

تفسیر آیات: 21-24

کفار کی ہٹ دھرمی: اللہ تعالیٰ نے کفار کی ہٹ دھرمی اور عناد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انھوں نے کہا: **لَوْ اَنَّ لِلّٰهِ**

عَلَيْهَا الْمَلَكَةُ ” کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں نازل کیے گئے؟“ تاکہ ہم انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے اور وہ ہمیں بتاتے

کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں جیسا کہ انھوں نے یہ بھی کہا تھا: **أَوْتَانِي بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا** ﴿بنی اسرائیل 92﴾

”یا آپ اللہ اور فرشتوں کو (ہمارے) سامنے لائیں۔“ اور یہاں انھوں نے کہا: **اَوْ تَرٰی رَبَّنَا** ”یا ہم (آنکھ سے) اپنے

پروردگار کو دیکھتے۔“ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا ہے:

لَقَدْ اسْتَبْرَوْا فِي الْفَيْسِهِمْ وَتَوَعَّتُوْا كَبِيْرًا ﴿٢١﴾ ”البتہ

حقیق اھوں نے اپنے دلوں میں تبصر کیا اور اھوں نے بہت بڑی سرسکی لی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا: ﴿وَلَوْ اَنَّآ

تَزَلْنَا بِهِمُ الْمَلَائِكَةَ وَكَلَّمَهُم بَالٍ..... (الایۃ الأنعام 111:6) ”اور بلاشبہ ابراہیم ان کی طرف مرتے ہی اتار دیتے“

اور مردے کی ان سے نکلنے لگتی.....

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: **يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلَائِكَةَ لَا بُشْرَىٰ يَوْمَئِذٍ لِلْمُجْرِمِينَ يَقُولُونَ هَجْرًا مَّحْجُورًا ۝٢٢**

”جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن گناہ گاروں کے لیے خوشی کی بات نہیں ہوگی اور وہ (فرشتے) کہیں گے: (بہشت تم

پر) ممنوع ہے، حرام کر دی گئی ہے۔“ یعنی جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے تو وہ ان کے لیے کوئی اچھا دن نہ ہوگا، اس دن ان

کے لیے خوشی کی کوئی بات نہ ہوئی۔ اس دن سے مراد ان کی موت کا دن بھی ہو سکتا ہے جب فرشتے ان کو دوزخ اور اللہ جبار کے

عصب کی بشارت دیتے ہیں اور کافر کے جسم سے روح نکالتے وقت کہتے ہیں کہ اے حبیث روح! جو حبیث جسم میں تھی تو نکل آ

دوزخ کی لپٹ اور ہوتے ہوئے پانی اور سیاہ دھوئیں کی طرف، نور و روح نکلنے سے انکار کر دی اور زم میں پھیل جاتی ہے اور

فرستے اسے باہر نکالتے ہیں جیسا کہ اسنادِ بارئِ تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ لَقَرُوا الْمَلَائِكَةُ

① مسند أحمد: 231/2 عن أبي هريرة رضي الله عنه.

يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ الآية (الأنفال: 50) ”اور کاش! آپ اس وقت دیکھیں جب فرشتے کافروں کی جان نکالتے ہیں جنہوں نے کفر کیا، وہ ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر (کوڑے اور تھوڑے وغیرہ) مارتے ہیں۔“
 اور فرمایا: ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ﴾ (الأنعام: 93) ”اور کاش! آپ ان ظالم (مشرک) لوگوں کو اس وقت دیکھیں جب وہ موت کی سختیوں میں (بتلا) ہوں اور فرشتے (ان کی طرف عذاب کے لیے) اپنے ہاتھ بڑھانے والے ہوں کہ نکالو اپنی جانیں، آج تم ذلت کے عذاب کا بدلہ دیے جاؤ گے، اس لیے کہ تم اللہ پر ناحق (باتیں) کہتے تھے اور اس کی آیتوں سے سرکشی کرتے تھے۔“

اور اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے: **يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلَائِكَةَ لَا بُشْرَىٰ يَوْمَئِذٍ لِلْمُجْرِمِينَ** ”جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن گناہ گاروں کے لیے کوئی خوشی (کی بات) نہیں ہوگی۔“ اس کے برعکس بوقت موت مومنوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ انہیں نعمتوں، خوشیوں اور مسرتوں کی خوش خبری سنائی جاتی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ۝ نَحْنُ أَوْلَىٰكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهَىٰ أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُونَ ۚ نَزَّلْنَا غَفُورًا رَّحِيمًا ۝﴾ (خم السجدة: 30-32) ”جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر وہ (اس پر) قائم رہے یقیناً ان پر فرشتے (یہ کہتے ہوئے) اترتے ہیں کہ تم خوف نہ کرو اور نہ تم غم کھاؤ اور تم خوش ہو جاؤ اس جنت کے ساتھ جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔ ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست ہیں اور آخرت میں بھی (تمہارے رفیق ہیں) اور اس میں تمہارے لیے جو تمہارے جی چاہیں اور جو چیز تم طلب کرو گے تمہارے لیے اس میں (موجود) ہوگی، (یہ) بخشنے والے مہربان کی طرف سے بطور مہمانی ہے۔“

براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے مروی صحیح حدیث میں ہے کہ فرشتہ (ملک الموت) مومن کی روح سے کہتا ہے: [أُخْرِجِي أَتَيْهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ، كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ (كُنْتَ تَعْمُرِيهِ) أُخْرِجِي بِرُوحٍ وَرِيحَانٍ وَرَبِّ غَيْرِ غَضْبَانَ] ”نکل آ، اے پاک جسم کے اندر پاک جان جو اسے آباد کیے ہوئے تھی! نکل آ!..... راحت و آرام اور رزق و سرور دینے والے رب کی طرف جو (تجھ سے) ناراض ہونے والا نہیں ہے۔“^①

کچھ دیگر ائمہ تفسیر کا قول ہے کہ **يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلَائِكَةَ لَا بُشْرَىٰ** ... ”جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے (اس دن گناہ گاروں کو) کوئی خوشی نہیں ہوگی۔“ سے مراد قیامت کا دن ہے، یہ مجاہد اور ضحاک وغیرہ کا بھی قول ہے۔^② اور دونوں

① مسند أحمد: 365، 364/2 عن أبي هريرة رضي الله عنه، جبکہ تفسیر الوالے الفاظ صحیح مسلم، الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب

عرض مقعد المیت.....، حدیث: 2872 میں ہیں۔ جبکہ حضرت براء سے مروی حدیث بالفاظ دیگر مسند أحمد: 288، 287/4

میں ہے۔ ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2677، 2676/8.

اقوال میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ فرشتے موت اور قیامت کے ان دونوں دنوں میں مومنوں اور کافروں کے سامنے نمودار ہوتے ہیں، مومنوں کو رحمت اور رضوان کی بشارت دیتے ہیں اور کافروں کو یہ خبر دیتے ہیں کہ ان کے لیے گھاٹا اور خسارہ ہوگا اور اس دن مجرموں کے لیے کوئی خوش خبری نہ ہوگی۔ ﴿وَيَقُولُونَ حَبْرًا مَّحْجُورًا﴾ ② ”وہ (فرشتے) کہیں گے: (بہشت تم پر) ممنوع ہے، حرام کردی گئی ہے۔“ یعنی فرشتے کافروں سے کہیں گے کہ آج حرام ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں کامیابی عطا فرمائے۔ حَبْر کے اصل معنی منع کر دینے اور روک دینے کے ہیں حَبْر الْقَاضِي عَلٰی فُلَانٍ کا محاورہ اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب قاضی کسی کو مال میں تصرف کرنے سے روک دے، خواہ وہ دیوالیہ ہونے کی وجہ سے روکے یا سفاہت یا صغر سنی کی وجہ سے۔ بیت الحرام کے پاس مقام حَبْر کا نام حَبْر اس وجہ سے ہے کہ وہ طواف کرنے والوں کو اس کے اندر طواف کرنے سے منع کرتا ہے، اس لیے اس کے باہر سے طواف کیا جاتا ہے، عقل کو بھی حَبْر کہتے ہیں کیونکہ وہ عقل مند کو ناشائستہ باتوں سے منع کرتی ہے، الغرض! ﴿وَيَقُولُونَ﴾ کی ضمیر فرشتوں کی طرف عائد ہے۔ یہ مجاہد، عکرمہ، حسن، ضحاک، قتادہ، عطیہ عوفی، عطاء خراسانی، ٹھہیف اور کئی ایک ائمہ تفسیر کا قول ہے۔ ① ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ ②

ابن جریر نے ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ اس کا تعلق مشرکوں کی بات سے ہے۔ ③ ﴿يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلَائِكَةَ﴾ ”جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے۔“ تو فرشتوں سے پناہ مانگیں گے۔ عربوں میں یہ رواج تھا کہ جب کسی پر کوئی مصیبت یا سختی نازل ہوتی تو وہ کہتے تھے: حَبْرًا مَّحْجُورًا ”(کاش! کوئی ہمارے اور ان کے درمیان) مضبوط آڑ بنادے۔“ یہ قول بھی اگرچہ درست ہے لیکن سیاق کلام کے حوالے سے یہ بعید ہے خصوصاً جبکہ جمہور ائمہ تفسیر کا قول اس کے خلاف ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقَدْ مَنَّآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ﴾ ”اور انھوں نے جو کوئی (نیک) بھی عمل کیے تھے ہم ان کی طرف متوجہ ہوں گے۔“ یعنی قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اچھے اور برے تمام اعمال کا حساب لے گا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان مشرکوں کو ان کے اعمال سے کچھ حاصل نہ ہوگا جن کے بارے میں انھوں نے گمان کر رکھا ہے کہ یہ اعمال ان کے لیے نجات کا سبب ہوں گے کیونکہ ان کے یہ اعمال شرعی شرائط کے مطابق نہیں ہوں گے، یعنی ان کے ہاں اخلاص اور اتباع شریعت کی شرائط مفقود ہوں گی، ہر عمل جو خالص اور شریعت کے مطابق نہ ہو تو وہ باطل ہے اور کفار کے اعمال ان دو میں سے کسی ایک سے خالی نہیں ہوتے بلکہ ان میں اخلاص بھی نہیں ہوتا اور شریعت کی مطابقت بھی نہیں ہوتی، لہذا ان کے اعمال اس وقت قبولیت سے بہت بعید ہوں گے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَقَدْ مَنَّآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَاءً مَّنْثُورًا﴾ ④ ”اور انھوں نے جو کوئی (نیک) بھی عمل کیے تھے ہم ان کی طرف متوجہ ہوں گے، پھر ہم انھیں اُڑتی خاک کر دیں گے۔“ اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَجَعَلْنٰهُ هَبَاءً مَّنْثُورًا﴾ ⑤ کے بارے میں سفیان ثوری نے ابواسحاق سے، انھوں نے حارث سے اور انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس ﴿هَبَاءً مَّنْثُورًا﴾ ⑥ سے مراد سورج کی شعاع ہے جبکہ وہ طاق

میں داخل ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول کئی سندوں سے مروی ہے۔^(۱) اسی طرح یہ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، سدی اور ضحاک وغیرہ سے بھی مروی ہے۔^(۲)

حسن بصری رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے کہ اس شعاع کو کہتے ہیں جو طاق میں ہو کہ اگر اسے کوئی پکڑنا چاہے تو پکڑ نہیں سکتا۔^(۳) ابوالاحوص نے ابواسحاق سے، انھوں نے حارث سے اور انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ﴿هَبَاءٌ مُنْتَوِرَةٌ﴾^(۴) سے مراد جانوروں کے قدموں سے اٹھنے والا گرد و غبار ہے۔^(۵) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ قول مروی ہے، ضحاک اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم کا بھی یہی قول ہے۔^(۶)

قنادہ کہتے ہیں کہ تم نے خشک درخت کو دیکھا ہے جبکہ ہوا اسے اڑاتی ہے، اس کے خشک پتوں کو ﴿هَبَاءٌ مُنْتَوِرَةٌ﴾ کہتے ہیں۔^(۷) یعلیٰ بن عبید سے مروی ہے کہ ﴿هَبَاءٌ﴾ سے مراد راکھ ہے جب اسے ہوا اڑاتی پھرے۔ بہر حال ان تمام اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں متنبہ کیا گیا ہے کہ کفار کے اعمال اس طرح کی حقیر، گھٹیا اور متفرق چیز کی طرح ہوں گے کہ جسے پکڑا نہ جاسکے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ.....﴾ الآية (ابراہیم 18:14) ”جن لوگوں نے اپنے پروردگار سے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال راکھ کی سی ہے کہ اس پر زور کی ہوا چلے.....“

اور فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَتَكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى ۚ كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِثَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فُتَشْلُكُهُ كَشَلِّ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ ثُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتُورَكُهُ صَلْدًا ۖ لَا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا ۖ﴾ (البقرة 264:2) ”اے مومنو! اپنے صدقات (و خیرات) احسان جتانے اور ایذا دینے سے اس شخص کی طرح برباد نہ کر دینا جو لوگوں کو دکھاوے کے لیے مال خرچ کرتا ہے اور اللہ اور روز آخرت پر ایمان نہیں رکھتا تو اس (کے مال) کی مثال اس چٹان کی سی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو اور اس پر زور کا مینہ برس کر اسے صاف کر ڈالے (اسی طرح) یہ (ریاکار) لوگ اپنے ان اعمال کا جو وہ کرتے رہے کچھ بھی صلہ حاصل نہیں کر سکیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّانُّ مَاءً طَافٍ ۚ إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا.....﴾ (النور 39:24) ”اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال سراب کی طرح ہیں جیسے چٹیل میدان میں اس (ریت) کو پیسا پانی سمجھتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئے تو اسے کچھ بھی نہ پائے۔“

اہل جنت کا ٹھکانا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَصْحَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُسْتَقَرًّا وَأَحْسَنُ مَقِيلًا﴾^(۸) ”اس دن اہل جنت کا ٹھکانا بھی بہتر ہوگا اور مقام استراحت بھی خوب ہوگا۔“ یعنی قیامت کے دن۔ ﴿لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ ط

(۱) تفسیر ابن ابی حاتم: 2679/8 و تفسیر الطبری: 7/19۔ (۲) تفسیر الطبری: 7/19 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2679/8۔

(۳) تفسیر الطبری: 6/19۔ (۴) تفسیر ابن ابی حاتم: 2679/8۔ (۵) تفسیر ابن ابی حاتم: 2679/8۔ (۶) تفسیر ابن

ابی حاتم: 2679/8۔

وَيَوْمَ تَشْقُقُ السَّيِّئُ بِالْعَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلَائِكَةُ تَنْزِيلًا ۝۲۵ اَللّٰهُ يَوْمَئِذٍ ۝ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ط

اور جس دن آسمان بادلوں کے ساتھ پھٹ جائے گا، اور فرشتے لگاتار اتارے جائیں گے ۲۵) اس دن حقیقی بادشاہی رحمن ہی کی ہوگی، اور وہ دن کافروں

وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكَافِرِينَ عَسِيرًا ۝۲۶ وَيَوْمَ يَعْصُ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ لِيَكُنْ لِي آتِخَذْتُ

پر بہت سخت ہوگا ۲۶) اور جس دن (ہر) ظالم اپنے دونوں ہاتھ (دانتوں سے) کاٹ کھائے گا (اور) کہے گا: اے کاش! میں رسول کے ساتھ راہ اختیار کرتا ۲۷)

مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ۝۲۷ يَوْمَئِذٍ لَيَكُنْ لِي لَمْ آتِخَذْتُ فَلَا نَا خَلِيلًا ۝۲۸ لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ

ہائے میری کم بختی! کاش! میں فلاں (فص) کو دوست نہ بنا ۲۸) بلاشبہ اس نے میرے پاس ذکر (قرآن) آجانے کے بعد مجھے (اس سے) بہکا دیا اور

إِذْ جَاءَنِي ط وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَذُولًا ۝۲۹

شیطان انسان کو (معیبت میں) بے یار و مددگار چھوڑ دینے والا ہے ۲۹)

أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ الْفَائِزُونَ ۝ (الحشر 20:59) ”اہل دوزخ اور اہل بہشت برابر نہیں ہو سکتے، اہل بہشت ہی کامیابی

حاصل کرنے والے ہیں۔“ اس لیے کہ اہل جنت بلند و بالا درجات اور پر امن بالا خانوں سے سرفراز کیے جائیں گے، وہ ایسے

مقام امن میں فروکش ہوں گے جو بہت پاکیزہ اور جس کا منظر بہت حسین و دل فریب ہوگا۔ ۝ خَلِيلَيْنَ فِيهَا ط حَسَنَتٌ مُّسْتَقَرًّا

وَمُقَامًا ۝۲۶ (الفرقان 76:25) ”اس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور وہ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت ہی عمدہ جگہ ہے۔“ جبکہ دوزخی

دوزخ کے سب سے نچلے درجوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حسرتوں، ندامتوں اور انواع و اقسام کی سزاؤں اور عذابوں میں

ہوں گے۔ ۝ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ۝ (الفرقان 66:25) ”بے شک وہ دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بری

جگہ ہے۔“ یعنی دیکھنے کے اعتبار سے بھی یہ مقام بہت برا ہوگا اور رہنے کے اعتبار سے بھی انتہائی ناپسندیدہ، اسی لیے تو اللہ

تعالیٰ نے فرمایا ہے: ۝ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَأَحْسَنُ مَقِيلًا ۝۲۷ ”اس دن اہل جنت کا ٹھکانا بھی بہتر ہوگا

اور مقام استراحت بھی خوب ہوگا۔“ یعنی اعمال صالحہ کی وجہ سے اہل جنت ان نعمتوں سے سرفراز اور اس پاکیزہ مقام و مرتبہ

سے شاد کام ہوں گے جبکہ اہل دوزخ کا کوئی ایک عمل بھی ایسا نہ ہوگا جو ان کے لیے جنت میں داخل ہونے اور دوزخ سے

نجات پا جانے کا سبب ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے سعادت مند بندوں کے حالات کو بیان فرما کر بد بختوں کے حالات کی طرف

اشارہ کیا ہے کہ ان کے ہاں قطعی طور پر کوئی اچھی بات نہ ہوگی۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حساب سے نصف النہار کے وقت فارغ ہو جائے گا اور اس وقت اہل جنت، جنت میں

اور اہل دوزخ، دوزخ میں اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچا دیے جائیں گے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ۝ أَصْحَابُ

الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَأَحْسَنُ مَقِيلًا ۝۲۸ ”اس دن اہل جنت کا ٹھکانا بھی بہتر ہوگا اور مقام استراحت بھی خوب

ہوگا۔“ ۱) عکرمہ کہتے ہیں کہ مجھے اس گھڑی کا علم ہے جب اہل جنت، جنت میں اور اہل دوزخ، دوزخ میں داخل ہوں گے،

یہ وہ گھڑی ہوگی جس کے حساب سے دنیا میں دو پہر کے وقت سورج خوب بلند ہو جاتا ہے اور لوگ قیلولہ کرنے کے لیے اپنے

گھر والوں کے پاس آ جاتے ہیں، اس وقت اہل دوزخ، دوزخ میں ہوں گے اور اہل جنت کو جنت میں پہنچا دیا جائے گا، جہاں وہ محو استراحت ہوں گے اور انھیں مچھلی کے کباب کھلائے جائیں گے جس سے سب سیر ہو جائیں گے، یہی معنی ہیں اس ارشاد باری تعالیٰ کے: **أَصْحَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَأَحْسَنُ مَقِيلًا** (24) ”اس دن اہل جنت کا ٹھکانا بھی بہتر ہوگا اور مقام استراحت بھی خوب ہوگا۔“^①

تفسیر آیات: 25-29

قیامت کے دن کی سنائیاں: اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کی ہولناکیوں اور اس دن پیش آنے والے بڑے بڑے واقعات کی طرف اشارہ فرمایا ہے جن میں سے ابر کے ساتھ آسمان کا لپٹ جانا بھی ہے، ابر سے مراد عظیم الشان نور کے وہ سائبان ہیں جو نظروں کو چند ہیادیں گے اور اس دن آسمانوں کے فرشتوں کا نازل ہونا ہے جو میدان حشر میں چاروں طرف سے مخلوقات کو گھیر لیں گے، پھر اللہ تعالیٰ فیصلے فرمانے کے لیے جلوہ افروز ہوگا۔ مجاہد نے کہا ہے کہ یہ آیت اس طرح ہے جیسے حسب ذیل آیت کریمہ ہے: **هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلُلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ...** (الآیۃ البقرہ 2: 210) ”کیا وہ لوگ اب اسی بات کے منتظر ہیں کہ اللہ بادلوں کے سائے میں ان کے سامنے چلا آئے اور فرشتے بھی.....“^② ارشاد باری تعالیٰ ہے: **الْمَلِكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمَنِ ط...** (الآیۃ ”اس دن تجی بادشاہی اللہ ہی کی ہوگی.....“ جیسا کہ فرمایا: **لَمِنَ الْمَلِكِ الْيَوْمَ ط** لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ○ (المؤمن 16: 40) ”آج کس کی بادشاہت ہے؟ اللہ کی جو اکیلا (اور) غالب ہے۔“ صحیح حدیث میں ہے: **[يَطْوِي اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ السَّمَاوَاتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُهَا بِيَدِهِ الْيُمْنَى، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ (أَنَا الدِّيَّانُ، أَيْنَ مُلْكُ الْأَرْضِ؟) أَيْنَ الْحَبَّارُونَ؟ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ؟ ثُمَّ يَطْوِي الْأَرْضِينَ بِشِمَالِهِ]** ”اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں کو پلیٹ لے گا، پھر ان کو دائیں ہاتھ کے ساتھ پکڑ لے گا اور فرمائے گا: میں ہوں بادشاہ، میں ہوں حاکم، کہاں ہیں زمین کے بادشاہ؟ کہاں ہیں سرکش؟ کہاں ہیں متکبر؟ پھر زمینوں کو اپنے بائیں ہاتھ کے

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2681/8. ② تفسیر الطبری: 9/19 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2682/8. ③ یہاں اللہ تعالیٰ کے لیے بائیں ہاتھ کا اطلاق کیا گیا ہے جبکہ اکثر احادیث میں دائیں کے مقابلے میں [بِيَدِهِ الْأُخْرَى] ”اپنے دوسرے ہاتھ سے“ کے الفاظ منقول ہیں، نیز احادیث میں [كَلَّمْنَا يَدَيْهِ يَمِينٍ] ”اور اس کے دونوں ہاتھ ہی دائیں ہیں۔“ کی صراحت بھی موجود ہے۔ (صحیح مسلم، الإمامۃ، باب فضیلة الأمير العادل، حدیث: 1827) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام بیہقی کے حوالے سے [بِشِمَالِهِ] کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ لفظ ثقات کی مخالفت کی وجہ سے منکر ہے کیونکہ [بِشِمَالِهِ] کہنے میں عمر بن حمزہ متفرد ہے (اور وہ ضعیف ہے) جبکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نافع اور عبید اللہ بن مقسم نے [بِشِمَالِهِ] کے بغیر روایت کیا ہے۔ اور حافظ بنی نے امام قرطبی سے اس کی یہ توجیہ بھی نقل کی ہے کہ یہاں کسی راوی نے مخلوق کے اعتبار سے دائیں کے مقابلے میں سمجھانے کے لیے دوسرے ہاتھ پر شمال کا اطلاق کر دیا ہے۔ الغرض یا تو یہ دیگر ثقات کی مخالفت کی وجہ سے منکر اور ضعیف ہے اس بنا پر اللہ تعالیٰ کے لیے اس کا اطلاق درست ہی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات عالیہ توقیفی ہیں اور اگر اسے صحیح تسلیم کیا جائے تو پھر امام قرطبی والی توجیہ کو مد نظر رکھا جائے یا یہ مفہوم لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا بایاں ہاتھ بھی نقص، عیب اور کمزوری سے پاک ہے اور [كَلَّمْنَا يَدَيْهِ يَمِينٍ] کا مفہوم یہ ہو سکتا ہے کہ یہاں بائیں ہاتھ کو بھی نقص و عیب سے پاک قرار دینے کی تاکید کی گئی ہو۔

ساتھ لپیٹ لے گا۔^①

اور فرمایا: ﴿وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكَافِرِينَ عَسِيرًا ۝﴾ ”اور وہ دن کافروں پر نہایت سخت ہوگا۔“ کیونکہ یہ عدل و انصاف کرنے اور فیصلے کرنے کا دن ہوگا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَذَلِكَ يَوْمٌ مِّنْ يَّوْمٍ عَسِيرٍ ۝ عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ ۝﴾ (المدثر 74: 10) ”وہ دن سخت دشوار دن ہوگا، کافروں پر آسان نہ ہوگا۔“ یہ تو کافروں کا حال ہوگا جبکہ مومنوں کا اس دن یہ حال ہوگا: ﴿لَا يَحْزَنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ ۝﴾ (الانبیاء 21: 103) ”انھیں (اس دن) بڑی گھبراہٹ بھی غمگین نہیں کرے گی۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَوْمَ يَعْصِي الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ۝﴾ ”اور جس دن (ناعتاقت اندیش) ظالم اپنے دونوں ہاتھوں پر کاٹے گا اور کہے گا کہ اے کاش! میں نے پیغمبر کے ساتھ رستہ اختیار کیا ہوتا۔“ اللہ تعالیٰ اس ظالم کی ندامت کے بارے میں بیان فرما رہے ہیں جس نے رسول اللہ ﷺ کے رستے کو چھوڑ دیا تھا اور اس دین حق سے منہ موڑ لیا تھا جسے آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے پاس سے لے کر تشریف لائے تھے اور اس نے رسول اللہ ﷺ کے رستے کو چھوڑ کر دوسروں کے رستے کو اختیار کیا تھا، قیامت کے دن یہ ظالم ندامت کا اظہار کرے گا مگر اس دن ندامت و حسرت کا اظہار کچھ کام نہ آئے گا اور یہ حسرت و افسوس کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو کاٹ کھائے گا۔ یہ آیت کریمہ عقبہ بن ابومعیط کے بارے میں نازل ہوئی ہو یا کسی دوسرے بد بخت کے بارے میں۔^② مگر اس کا حکم عام ہے اور سب ظالموں کے لیے ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿يَوْمَ تَقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَلَيْتَنَّا اطعنا الله واطعنا الرسولا ۝ وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكِبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلًا ۝﴾ (الأحزاب 33: 66, 67) ”جس دن ان کے چہرے آگ میں الٹائے جائیں گے تو وہ کہیں گے: اے کاش! ہم اللہ کی فرماں برداری کرتے اور رسول (اللہ) کا حکم مانتے اور کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کا کہا مانا تو انھوں نے ہمیں رستے سے گمراہ کر دیا۔“

ہر ظالم قیامت کے دن حد درجہ ندامت کا اظہار کرے گا، اپنے ہاتھوں کو کاٹ کھائے گا اور کہے گا: ﴿يَلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ۝﴾ ﴿يُوَيْلَتُنِي لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَاَنًا خَلِيلًا ۝﴾ ”اے کاش! میں نے پیغمبر کے ساتھ رستہ اختیار کیا ہوتا، ہائے شامت! کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔“ یعنی اس کو جس نے اسے ہدایت سے دور ہٹا دیا تھا اور وہ اسے گمراہی کے رستے کی طرف لے گیا تھا۔ یہ آیت کریمہ سب ظالموں کے لیے ہے، خواہ وہ امیہ بن خلف ہو یا اس کا بھائی ابی بن خلف یا ان کے علاوہ دیگر ظالم۔^③ ﴿لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي ط﴾ ”البتہ تحقیق اس نے مجھے (کتاب) نصیحت کے میرے پاس آنے کے بعد بہکا دیا۔“ کتاب نصیحت سے مراد قرآن مجید ہے، یعنی میرے پاس قرآن مجید کے پہنچ جانے

① صحیح مسلم، صفة المنافقين.....، باب صفة القيامة والجنة والنار، حدیث: 2788 عن ابن عمرؓ، البتہ توسین

والے الفاظ صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ.....﴾ (الزمر: 67)، حدیث:

4812 عن أبي هريرةؓ، وقبل الحديث: 7481 میں ہیں۔ ② تفسیر الطبری: 11/19. ③ تفسیر الطبری: 11/19.

وَقَالَ الرَّسُولُ يُرَبِّ إِنِّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا ۝ (30) وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ

اور رسول کہیں گے: اے میرے رب! بے شک میری قوم نے اس قرآن کو متروک بنا دیا (پس پشت ڈال دیا) تھا ۝ اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن

عَدُوًّا مِّنَ الْمَجْرِمِينَ ۖ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا ۝ (31)

مجرموں میں سے بنائے، اور آپ کا رب ہادی اور مددگار کافی ہے ۝

کے بعد اس نے مجھے اس سے بہکا دیا۔ ﴿وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَذُولًا﴾ ۝ (29) ”اور شیطان انسان کو بے یار و مددگار چھوڑنے والا ہے۔“ اسے دغا دے کر حق سے دور ہٹا دیتا ہے اور اسے باطل کے لیے استعمال کرتا اور باطل ہی کے اختیار کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

تفسیر آیات: 31، 30

رسول اللہ ﷺ مخالفین کا شکوہ کریں گے: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی و رسول محمد صَلَّوَاتُ اللہِ وَسَلَامُهُ عَلَیْہِ دَائِمًا اِلَی یَوْمِ الدِّین کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ آپ نے کہا تھا کہ ﴿یُرَبِّ إِنِّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا﴾ ۝ (30) ”اے میرے پروردگار! بے شک میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑا ہوا اٹھہر لیا تھا۔“ اس لیے کہ مشرک قرآن نہیں سنتے تھے بلکہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِیْہِ.....﴾ (الآیۃ السجدۃ 41: 26) ”اور کافر کہنے لگے کہ اس قرآن کو سننا ہی نہ کرو اور (جب پڑھنے لگیں تو) شور مچا دیا کرو.....“

جب قرآن مجید پڑھا جاتا تو مشرکین کثرت سے شور و غوغا مچا دیا کرتے تھے تاکہ اسے سن نہ سکیں، یہ قرآن مجید کو چھوڑنے کی ایک صورت ہے۔ ایک صورت یہ ہے کہ قرآن مجید پر ایمان نہ لایا جائے اور اس کی تصدیق نہ کی جائے۔ قرآن مجید پر غور و فکر اور تدبر نہ کرنا بھی اسے چھوڑنے کی ایک صورت ہے، اس کے مطابق عمل نہ کرنا، اس کے احکام کی اطاعت نہ بجالانا اور اس کے نواہی سے اجتناب نہ کرنا بھی اسے چھوڑنے کی ایک صورت ہے، قرآن سے اعراض کر کے شعر یا قول یا موسیقی یا لہو و لعب یا قصے کہانیوں یا قرآن کے بتائے ہوئے رستے کے علاوہ کسی دوسرے رستے کو اختیار کرنا بھی اسے چھوڑنے ہی کی ایک صورت ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں جو کریم و متان اور ہر چیز پر قادر ہے کہ وہ ہمیں اپنی ناراضی کے کاموں سے بچائے اور اپنی رضا کے کاموں میں ہمیں لگائے کہ ہم اس کی پاک کتاب کو حفظ کریں، اسے سمجھیں اور دن رات اس کے مطابق اس طرح عمل کریں جس سے وہ خوش ہوتا اور اسے پسند فرماتا ہو۔ اِنَّہٗ کَرِیْمٌ وَہَابٌ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمَجْرِمِينَ﴾ ۝ ”اور اسی طرح ہم نے گناہ گاروں میں سے ہر پیغمبر کے دشمن بنا دیے۔“ یعنی اے محمد (ﷺ)! جس طرح آپ کو اپنی قوم سے سابقہ پیش آیا کہ انھوں نے قرآن کو چھوڑ دیا، اسی طرح سابقہ امتوں کا بھی یہی حال تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے گناہ گاروں میں سے ہر پیغمبر کے دشمن بنا دیے ہیں جو لوگوں کو ضلالت اور کفر کی طرف دعوت دیا کرتے تھے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَیْطٰنِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یُوحِیْ

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً ۖ كَذَلِكَ ۖ

اور کافروں نے کہا: اس پر یہ قرآن ایک ہی بار اکٹھا کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ اسی طرح (ہم نے نازل کیا) ہے، تاکہ ہم اس سے آپ کا دل مضبوط

لِنُنْزِلَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا ۖ ۚ وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ

کریں، اور ہم نے اسے خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا ہے ۚ اور وہ (کافر) جب آپ کے پاس کوئی مثال (اعتراض) لے کر آئیں تو ہم (جواب میں) آپ کو حق

وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا ۚ ۛ الَّذِينَ يُحْشَرُونَ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ إِلَىٰ جَهَنَّمَ ۗ أُولَٰئِكَ شَرٌّ

اور (اس کی) بہت اچھی توجیہ و تفسیر بتا دیتے ہیں ۚ جو لوگ اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے، وہی لوگ بدترین مکان والے اور

مَكَانًا وَأَضَلُّ سَبِيلًا ۚ ۛ

گمراہ ترین راہ والے ہیں ۚ ۛ

بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا ۚ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ ۖ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ۚ وَلِتَصْغَىٰ إِلَيْهِ

أَفِئَّةُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُونَ ۚ ۛ (الأنعام 112، 113) ”اور اسی

طرح ہم نے شیطان (سیرت) انسانوں اور جنوں کو ہر پیغمبر کے دشمن بنادیا، وہ دھوکا دینے کے لیے ایک دوسرے کو پر فریب

باتیں القا کرتے رہتے تھے اور اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے، چنانچہ آپ انھیں اور جو کچھ یہ افترا کرتے ہیں اسے

چھوڑ دیں اور (وہ ایسے کام) اس لیے بھی (کرتے تھے) کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل ان کی باتوں کی طرف

مائل ہو جائیں اور تاکہ وہ اس جھوٹ سے راضی ہوں اور جو کام وہ کرتے تھے وہی کرنے لگیں۔“

اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: ۚ وَكُنِيَ بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا ۚ ۛ ”اور آپ کا پروردگار ہدایت دینے والا اور

مدد کرنے والا کافی ہے۔“ اس کے لیے جو اس کے رسول کی اتباع کرے، اس کی کتاب پر ایمان لائے، اس کی تصدیق اور

اتباع کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کا ہادی اور ناصر ہے۔ ۚ هَادِيًا وَنَصِيرًا ۚ ۛ اس لیے فرمایا کہ مشرکین قرآن کی

اتباع سے لوگوں کو اس لیے روکتے تھے تاکہ کوئی اس کے ساتھ ہدایت حاصل نہ کرے اور ان کا طریقہ قرآن کے طریقے پر

غالب آجائے، اسی لیے فرمایا: ۚ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِينَ ۖ ”اور اسی طرح ہم نے گناہ گاروں

میں سے ہر پیغمبر کے دشمن بنادیے.....“

تفسیر آیات: 32-34

قرآن مجید کے تدربجا اتارنے میں حکمت: اللہ تعالیٰ نے کفار کے کثرت کے ساتھ اعتراضات، ان کی ضد، ہٹ دھرمی

اور لابیعی گفتگو کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انھوں نے کہا تھا: ۚ لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً ۖ ۛ ”اس پر

قرآن ایک ہی دفعہ اکٹھا کیوں نہیں اتارا گیا؟“، یعنی یہ کتاب جو اس رسول پر نازل کی گئی ہے یہ ایک ہی دفعہ کیوں نہیں اتاری

گئی جیسا کہ تورات، انجیل، زبور اور دیگر آسمانی کتابیں ایک ہی دفعہ نازل کی گئی تھیں تو اس کا اللہ تعالیٰ نے جواب یہ دیا ہے کہ

اس قرآن کو حالات و واقعات اور جن احکام کی ضرورت تھی ان کے مطابق تیس (23) برس میں آہستہ آہستہ اس لیے اتارا گیا ہے تاکہ اس سے مومنوں کے دلوں کو قائم رکھا جائے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ.....﴾ (الآیۃ بنی اسرائیل 106:17) ”اور ہم نے اس قرآن کو جز جز (کر کے نازل) کیا ہے.....“ اور یہاں فرمایا ہے: ﴿لِنُنْذِرَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا﴾ (32) ”تاکہ ہم اس سے آپ کے دل کو مضبوط کر دیں اور (اسی واسطے) ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا ہے۔“ قنادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اسی لیے ہم نے اس کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہے۔⁽¹⁾ عبدالرحمن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے اس کی خوب خوب تفسیر کر دی ہے۔⁽²⁾

﴿وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ﴾ ”اور یہ لوگ آپ کے پاس کوئی مثال (اعتراض) نہیں لاتے۔“ اور جو حجت اور شبہ کرتے ہیں، ﴿إِلَّا جُنْكَ بِالْحَقِّ وَ أَحْسَنَ تَفْسِيرًا﴾ (33) ”مگر ہم آپ کے پاس (اس کا) صحیح (جواب) اور بہترین توجیہ لاتے ہیں۔“ یعنی حق کے مقابلے میں یہ جو بات بھی پیش کرتے ہیں اس کا ہم جواب بھیج دیتے ہیں جبکہ قرآن خود بھی حق ہے اور ان کافروں کی باتوں کی نسبت زیادہ روشن، زیادہ واضح اور زیادہ فصیح و بلیغ ہے۔

امام ابو عبدالرحمن نسائی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ سارا قرآن ایک دفعہ لیلۃ القدر میں آسمان دنیا پر نازل کر دیا گیا تھا، پھر اس کے بعد بیس (20) سالوں میں اس کا نزول مکمل ہوا۔⁽³⁾ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جُنْكَ بِالْحَقِّ وَ أَحْسَنَ تَفْسِيرًا﴾ (33) ”اور یہ لوگ آپ کے پاس جو (اعتراض کی) بات لاتے ہیں تو ہم (اس کا) صحیح (جواب) اور بہترین توجیہ آپ کے پاس بھیج دیتے ہیں۔“

اور فرمایا: ﴿وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِنُقَرِّكَ عَلَى النَّاسِ عَلَى مُكْثٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا﴾ (بنی اسرائیل 106:17) ”اور ہم نے اس قرآن کو جز جز (کر کے نازل) کیا ہے تاکہ آپ اس کو لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اسے آہستہ آہستہ اتارا ہے۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کافروں کا بدترین حال ہوگا اور ان بدترین حالات میں بہت بری صورتوں کے ساتھ انھیں جہنم رسید کر دیا جائے گا، ﴿الَّذِينَ يُحْشَرُونَ عَلَى وُجُوهِهِمْ إِلَىٰ جَهَنَّمَ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ سَبِيلًا﴾ (34) ”جو لوگ اپنے چہروں کے بل دوزخ کی طرف جمع کیے جائیں گے، ان کا ٹھکانا بھی بدترین ہے اور وہ رستے کے اعتبار سے بھی سب سے زیادہ بہکے ہوئے ہیں۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! روز قیامت کافر کو چہرے کے بل کس طرح چلایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: [إِنَّ الَّذِي أُمِّشَاهُ عَلَى رِجْلَيْهِ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُمَشِّيَهُ عَلَى وَجْهِهِ (يَوْمَ الْقِيَامَةِ)] ”بلاشبہ جس ذات پاک نے اسے پاؤں کے بل چلایا وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ قیامت کے دن

(1) تفسیر ابن ابی حاتم: 2691/8. (2) تفسیر الطبری: 16/19. (3) السنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالیٰ:

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً (الفرقان 62:25) 421/6، حدیث: 11372.

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَا مَعَهُ أَخَاهُ هَارُونَ وَزِيرًا ۝۳۵ فَقُلْنَا اذْهَبَا إِلَى

اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، اور اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو مددگار بنایا ۳۵ پھر ہم نے کہا: تم دونوں اس قوم کی طرف جاؤ جنہوں نے

الْقَوْمَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَدَمَّرْنَاهُمْ تَدْمِيرًا ۝۳۶ وَقَوْمَ نُوحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ

ہماری آیات کو جھٹلایا، پھر ہم نے انہیں بالکل ہی ہلاک کر کے رکھ دیا ۳۶ اور قوم نوح کو بھی، جب اس نے رسولوں کی تکذیب کی، ہم نے انہیں غرق

أَعْرَقْنَاهُمْ وَجَعَلْنَاهُمْ لِلنَّاسِ آيَةً ۝۳۷ وَاعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ۝۳۸ وَعَادًا وَثَمُودًا

کر دیا، اور ہم نے انہیں لوگوں کے لیے نشان (عبرت) بنا دیا، اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ۳۷ اور قوم عاد اور ثمود اور

وَأَصْحَابَ الرَّسِّ وَقُرُونًا بَيْنَ ذَلِكَ كَثِيرًا ۝۳۹ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْأَمْثَالَ وَكُلًّا تَبَّرْنَا

کنوئیں والے اور ان کے درمیان (دیگر) بہت سی قوموں کو بھی (ہم نے ہلاک کر دیا) ۳۸ اور ہر ایک کے لیے ہم نے مثالیں بیان کیں، اور سب کو بالکل

تَنْبِيْرًا ۝۴۰ وَلَقَدْ آتَوْنَا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِي أُمِطْرَتْ مَطَرُ السَّوْءِ أَفْكَمَ يَكُونُوا يَرَوْنَهَا ۝۴۱

تباہ و برباد کر دیا ۳۹ اور بلاشبہ یہ لوگ اس (قوم کی) ہستی پر سے تو گزرتے ہیں جس پر بدترین بارش برسائی گئی، کیا پھر وہ اسے دیکھتے نہیں رہے؟ بلکہ

بَلْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ نُشُورًا ۝۴۰

وہ (دوبارہ جی) اٹھنے کی امید ہی نہیں رکھتے تھے ۴۰

اسے چہرے کے بل چلائے۔“ ۴۱

تفسیر آیات: 40-35

مشرکین قریش کو ڈراوا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ کی تکذیب کرنے والے آپ کی قوم کے مشرکین اور دیگر مخالفین کو اپنے اس سخت عقاب و عذاب سے ڈرایا ہے جسے پیغمبروں کی تکذیب کرنے والی سابقہ امتوں پر اس نے نازل فرمایا تھا۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے پہلے موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مبعوث فرمایا اور ان کے بھائی ہارون کو مددگار بنا کر ان کے ساتھ ملا دیا تھا مگر فرعون اور اس کے شاگردوں نے اللہ تعالیٰ کے ان دونوں نبیوں کی تکذیب کی تو دَمَّرَ اللہُ عَلَيْهِمْ ذَوْلَ الْكَفْرِينَ اَمْثَالُهَا ۝ (محمد 47: 10) ”اللہ نے ان پر تباہی ڈال دی اور اسی طرح کی (سزائیں) ان کافروں کے لیے ہیں۔“

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کے ساتھ بھی کیا جب انہوں نے اللہ کے رسول نوح علیہ السلام کی تکذیب کی تھی اور جو کسی ایک رسول کی تکذیب کرے اس نے گویا تمام رسولوں کی تکذیب کی کیونکہ رسول ہونے کے اعتبار سے کسی میں کوئی فرق نہیں، اگر بالفرض اللہ تعالیٰ ان کی طرف تمام رسولوں کو بھیج دیتا تو یہ لوگ تمام کی تکذیب کر دیتے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَقَوْمَ

① صحیح البخاری، الرقاق، باب الحشر، حدیث: 6523 وصحیح مسلم، صفات المنافقین وأحكامهم، باب

يحشر الكافر على وجهه، حدیث: 2806 ومسنند أحمد: 229/3 عن أنس رضي الله عنه. لیکن توسین والا جملہ صحیحین کے مذکورہ حوالے میں ہے۔

نُوحٌ لِّمَا كَذَّبَ الْاُتْسُلُ ”اور نوح کی قوم کو بھی جب انھوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔“ حالانکہ ان کی طرف ایک ہی پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا جو انھیں ساڑھے نو سو برس تک اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے اور اس کے عذاب سے ڈراتے رہے، **وَمَا اَمِنَ مَعَهُ اِلَّا قَلِيلٌ** ○ (ہود: 40) ”اور ان کے ساتھ ایمان بہت ہی کم لوگ لائے تھے۔“ اس لیے اللہ تعالیٰ نے بھی ان سارے کافروں کو غرق کر دیا اور ان میں سے کسی ایک کو بھی باقی نہ چھوڑا اور کشتی میں سوار ہونے والوں کے سوا روئے زمین پر کسی انسان کو بھی باقی نہ رہنے دیا۔ **وَجَعَلْنَاهُمْ لِلنَّاسِ آيَةً** ”اور ہم نے انھیں لوگوں کے لیے (عبرت کا) نشان بنا دیا۔“ تاکہ وہ اس سے عبرت حاصل کریں جیسا کہ فرمایا: **اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَاءُ حَمَلْنَاكُمْ فِي الْجَارِيَةِ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَتَعِيَهَا اُذُنٌ وَّاَعْيَةٌ** ○ (الحاقۃ: 12, 11: 69) ”جب پانی طغیانی پر آیا تو یقیناً ہم نے تم (لوگوں) کو کشتی میں سوار کر لیا تاکہ اس کو تمھارے لیے نصیحت بنائیں اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں۔“ یعنی ہم نے تمھارے لیے کشتیوں کو باقی رکھا ہے جن پر تم دریاؤں کی موجوں میں سوار ہوتے ہو تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ اس نے تمھیں غرق ہونے سے بچایا اور ان لوگوں کی اولاد میں سے بنایا جو نوح علیہ السلام کے ساتھ ایمان لائے تھے اور جنھوں نے ان کی تصدیق کی تھی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَعَادًا وَثُودًا وَّاَصْحَابَ الرَّسِّ** ”اور عاد اور ثمود اور کنوئیں والوں کو بھی (ہلاک کر دیا۔)“ عاد و ثمود کا قصہ قبل ازیں سورۃ اعراف اور کئی دیگر سورتوں میں بیان ہو چکا ہے، ^① لہذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں اور کنوئیں والوں سے مراد، ابن جریج کی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کے مطابق، ثمود کی بستیوں میں سے ایک بستی کے لوگ ہیں۔ جبکہ ثوری نے ابوبکر ^② سے اور انھوں نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ رس ایک کنواں تھا اور اس میں انھوں نے اپنے نبی کو دفن کر دیا تھا۔ ^④

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَقُرُونًا بَيْنَ ذَلِكَ كَثِيرًا** ^③ ”اور ان کے درمیان دیگر بہت سی جماعتوں کو بھی (ہلاک کر دیا۔)“ یعنی جن لوگوں کا ہم نے ذکر کیا ہے، ان کے درمیان ہم نے اور بھی بہت سی امتوں کو ہلاک کر دیا تھا، اسی لیے فرمایا: **وَكُلًّا ضَرَبْنَاهُ اِلَى امْثَالٍ** ”اور ہر ایک (قوم) کے (سمجھانے کے) لیے ہم نے مثالیں بیان کیں۔“ اور ان کے سامنے دلائل و براہین کو واضح کر دیا تھا اور بقول قتادہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے ان کے تمام عذر ختم کر دیے تھے۔ ^⑤

وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيرًا ^⑥ ”اور ہم نے (نہ ماننے پر) سب کو بالکل تباہ و برباد کر دیا۔“ یعنی انھیں مکمل طور پر ہلاک کر دیا جیسا کہ فرمایا: **وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُونِ مِنْ بَعْدِ نُوحٍ** ط (بنی اسرائیل: 17) ”اور ہم نے نوح کے بعد کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر ڈالا۔“ قرن سے مراد امت ہے جیسا کہ فرمایا: **ثُمَّ اَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُونًا اٰخَرِينَ** ط (المؤمنون: 42: 23) ”پھر ان کے بعد ہم نے دوسری امتیں پیدا کیں۔“ بعض نے قرن کی تحدید ایک سو بیس سال سے کی ہے، بعض نے

① دیکھیے الأعراف، آیات: 65-73 کے ذیل میں۔ ② تفسیر الطبری: 19/19۔ ③ تفسیر ابن کثیر کے تمام نسخوں میں ابوبکر

ہے لیکن درست ابوبکر ہے۔ ④ تفسیر الطبری: 19/19 و تفسیر القرطبی: 32/13۔ ⑤ تفسیر الطبری: 21/19۔



وَإِذَا رَأَوْكَ إِن يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا ۖ أَهَذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا ۙ (41) إِن كَادَ

اور (اے نبی!) جب وہ آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کو کبھی مذاق کا نشانہ بناتے ہیں (اور کہتے ہیں:) کیا یہی ہے وہ جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟ (41)

لِيُضِلَّنَا عَنْ الْهَتَا ۖ لَوْ لَا أَن صَبَرْنَا عَلَيْهَا ۖ وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِينَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ

بے شک وہ تو ہمیں ہمارے معبودوں سے بہکانے ہی لگا تھا اگر ہم ان (معبودوں کی عبادت) پر جسے نہ رہتے، اور جلد وہ جان لیں گے جب عذاب

مَنْ أَضَلُّ سَبِيلًا ۙ (42) أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ ۖ أَفَأَنْتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا ۙ (43) أَمْ تَحْسَبُ

دیکھیں گے کہ سب سے زیادہ بے راہ کون ہے (42) کیا آپ نے اسے دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنالیا ہے؟ کیا پھر آپ اس کے ذمہ دار بننے

أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْعُونَ ۖ أَوْ يَعْقِلُونَ ۖ إِن هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا ۙ (44)

ہیں (44) یا آپ سمجھتے ہیں کہ بے شک ان میں سے اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں۔ وہ تو جانوروں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ گم راہ ہیں (44)

سوسال، بعض نے اسی سال اور بعض نے چالیس سال کی مدت کو ایک قرن قرار دیا ہے، علاوہ ازیں اس کے بارے میں اور بھی کئی اقوال ہیں۔ زیادہ صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ قرن ایک زمانے میں رہنے والے لوگوں کو کہتے ہیں جب وہ چل بسیں اور ان کے بعد نئی نسل آجائے تو وہ دوسری قرن ہوگی جیسا کہ صحیحین کی حدیث سے ثابت ہے: [خَيْرُكُمْ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ.....] ”تم (مسلمانوں) میں سے بہتر میرے دور کے لوگ ہیں، پھر وہ لوگ جو ان سے ملتے ہوں گے، پھر وہ جو ان سے ملتے ہوں گے.....“ دیکھیے مکمل حدیث۔⁽¹⁾

وَلَقَدْ آتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِي أُمِطِرَتْ مَطَرُ السَّوْءِ ۖ ”اور البتہ تحقیق یہ (کافر) لوگ اس بستی پر سے تو گزرتے ہیں جس پر بری طرح مینہ برسایا گیا تھا“، یعنی قوم لوط کی بستی سدوم جسے اللہ تعالیٰ نے اوندھے منہ الٹا دیا، پھر اوپر سے پتھروں کی بارش برسادی تھی جیسا کہ فرمایا: ﴿وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا ۖ فَسَاءَ مَطَرُ الْبُنْدَرِيِّينَ ۖ﴾ (الشعراء 173:26) ”اور ان پر (پتھر کا) مینہ برسایا، چنانچہ ڈرائے گئے لوگوں پر (برسائی گئی) بدترین بارش تھی۔“ اور فرمایا: ﴿وَأَنْتُمْ لَتَسَرُّونَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِينَ ۖ وَبِالْآيِلِ أَفْلا تَعْقِلُونَ ۖ﴾ (الصّٰفّٰتِ 137:138) ”اور بلاشبہ تم صبح کو ان (تباہ شدہ بستیوں) پر سے گزرتے ہو اور رات کو بھی تو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟“ اور فرمایا: ﴿وَأَنْتُمْ لَيْسَ بِلَكُمْ مُّقِيمِينَ ۖ﴾ (الحجر 76:15) ”اور بے شک وہ (شہر اب تک) سیدھے رستے پر (موجود) ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَأَنْتُمْ لَيْسَ بِلَكُمْ مُّبِينِينَ ۖ﴾ (الحجر 79:15) ”اور یہ دونوں شہر کھلے رستے پر (موجود) ہیں۔“

اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿أَفَلَمْ يَكُونُوا يَرَوْنَهَا ۚ﴾ ”کیا پھر وہ اس (بستی) کو دیکھتے نہیں رہے ہیں؟“ کہ عبرت حاصل کریں اس عذاب سے جو پیغمبر کی تکذیب اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کی وجہ سے اس شہر کے لوگوں پر آیا تھا۔ ﴿بَلْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ نُشُورًا ۙ﴾ ”بلکہ جو (تو مرنے کے بعد دوبارہ جی) اٹھنے کی امید ہی نہیں رکھتے۔“ یعنی اس شہر کے پاس سے گزرنے

(1) صحیح البخاری، الشهادات، باب لا یشہد علی شہادۃ جور.....، حدیث: 2651 وصحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب فضل الصحابة.....، حدیث: 2535 عن عمران بن حصین۔

والے کا فرعبرت حاصل نہیں کرتے کیونکہ وہ قیامت کے دن دوبارہ جی اٹھنے کی امید ہی نہیں رکھتے۔

تفسیر آیات: 41-44

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کافروں کا استہزاء: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ مشرکین جب رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے تو استہزاء کرتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَإِذَا رَأَوْكَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِذْ يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا﴾ (الآیۃ الانبیاء 36:21) ”اور جب کافر لوگ آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ ہی سے استہزاء کرتے ہیں.....“، یعنی کفار آپ پر عیب لگاتے اور آپ میں نقص نکالتے تھے اور اب یہاں بیان فرمایا ہے: ﴿وَإِذَا رَأَوْكَ إِذْ يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا أَهَذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا ۝۴۱﴾ ”اور یہ لوگ جب آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کی ہنسی اڑاتے ہیں کہ کیا یہی وہ شخص ہے جسے اللہ نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔“ اور یہ ملعون لوگ ایسی بات ازراہ توہین و تنقیص کہا کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ اسْتَهْزَؤْا بِرَسُولٍ مِّنْ قَبْلِكَ﴾ (الآیۃ الانعام 10:6) ”اور البتہ تحقیق آپ سے پہلے پیغمبروں کے ساتھ بھی تمسخر کیا گیا.....“

﴿إِنْ كَادَ لَيُضِلَّنَا عَنْ إِلَهِنَا﴾ ”وہ ضرور ہمیں ہمارے معبودوں سے بہکا ہی دیتا۔“ یعنی اگر ہم صبر و ثبات کا مظاہرہ نہ کرتے اور اپنے معبودوں پر جمنے نہ رہتے تو اس نے ہمیں ضرور بتوں کی عبادت سے دور ہٹا دینا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں انھیں سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِينَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ﴾ (الآیۃ اور وہ عنقریب معلوم کر لیں گے جب عذاب دیکھیں گے.....“

خواہش نفس کو معبود بنانا: پھر اللہ تعالیٰ نے متنبہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کے لیے شقاوت اور ضلالت کو لکھ دے تو اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ ﴿أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهًا هُوَ ۥ ط﴾ ”کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنالیا ہے؟“، یعنی جس چیز کو وہ مستحسن سمجھے اور اپنی خواہش نفس کے مطابق اچھا جانے تو وہی اس کا دین و مذہب ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَآهُ حَسَنًا ۚ فَإِنَّ اللَّهَ يُمِضُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ﴾ (الآیۃ فاطر 8:35) ”سو بھلا جس شخص کو اس کے برے اعمال آراستہ کر کے دکھائے جائیں تو وہ انھیں عمدہ سمجھنے لگے (کیا وہ نیکو کار آدمی جیسا ہو سکتا ہے؟) پس بے شک اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے.....“

اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿أَفَأَنْتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا ۝۴۲﴾ ”تو کیا آپ اس کے ذمہ دار ہو سکتے ہیں؟“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں آدمی ایک طویل زمانے تک سفید پتھر کی عبادت کرتا رہتا تھا اور جب اس سے زیادہ خوبصورت پتھر کو دیکھتا تو اس کی عبادت شروع کر دیتا اور پہلے کو چھوڑ دیتا تھا۔ ① پھر فرمایا: ﴿أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ ۥ ط﴾ ”یا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان میں اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں.....“، یعنی یہ تو چوپایوں سے بھی بدتر ہیں

أَلَمْ تَرَ إِلَى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَكُوشَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسُ عَلَيْهِ

کیا آپ نے اپنے رب (کی قدرت) کی طرف نہیں دیکھا کہ اس نے سایہ کیسے پھیلا دیا ہے۔ اور اگر وہ چاہتا تو اسے ٹھہرا دیتا، پھر ہم نے سورج کو اس

دَلِيلًا ۚ ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا ۝۴۶ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا وَالنَّوْمَ

(سائے) پر رہنما بنایا ۴۵ پھر ہم نے اسے آہستہ آہستہ اپنی طرف سمیٹ لیا ۴۶ اور وہی (اللہ) ہے جس نے تمہارے لیے رات کو لباس اور نیند کو (ذریعہ)

سُبَاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا ۝۴۷

آرام بنایا، اور اس نے دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا وقت بنایا ۴۷

کیونکہ چوپائے تو وہ کام سرانجام دے رہے ہیں جس کے لیے انھیں پیدا کیا گیا ہے اور یہ لوگ اس لیے پیدا کیے گئے ہیں کہ اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کریں مگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے بلکہ غیر اللہ کی عبادت کرتے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں، حالانکہ ان کی طرف رسولوں کو بھیج کر حجت کو تمام کر دیا گیا ہے۔

تفسیر آیات: 45-47

باری تعالیٰ کے وجود اور قدرت کے دلائل: اب اللہ تعالیٰ نے ان دلائل کو بیان کرنا شروع فرمایا ہے جو اس کے وجود پاک اور اس کی قدرت کاملہ پر دلالت کرتے ہیں کہ اس نے مختلف اور متضاد اشیاء کو پیدا فرمایا ہے۔ ”أَلَمْ تَرَ إِلَى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ“ ”بھلا آپ نے اپنے پروردگار (کی قدرت) کو نہیں دیکھا کہ اس نے سائے کو کس طرح دراز کر (کے پھیلا) دیا۔“ ابن عباس، ابن عمر رضی اللہ عنہما، ابوالعالیہ، ابو مالک، مسروق، مجاہد، سعید بن جبیر، نخعی، ضحاک، حسن، قتادہ، سعدی رحمہم اللہ اور دیگر ائمہ تفسیر کا قول ہے کہ اس سے طلوع فجر سے لے کر طلوع آفتاب تک کا وقت مراد ہے۔ ①

”وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا“ ”اور اگر وہ چاہتا تو اسے ساکن بنا دیتا۔“ کہ ہمیشہ ایک ہی جگہ رہتا اور کبھی زائل نہ ہوتا جیسا کہ فرمایا: ”قُلْ أَرَأَيْكُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَ سَرْمَدًا.....“ (الفصص 71-73) ”کہہ دیجئے! دیکھو تو! اگر اللہ تم پر قیامت تک ہمیشہ رات (کی تاریکی) کر دے.....“ ”ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسُ عَلَيْهِ دَلِيلًا ۝۴۶“ ”پھر ہم نے سورج کو اس کا رہنما بنا دیا“ کہ اگر سورج طلوع نہ ہوتا تو سایہ نہ پہچانا جاتا کیونکہ چیز اپنی ضد ہی سے پہچانی جاتی ہے۔ قتادہ اور سعدی کہتے ہیں کہ دلیل کے معنی یہ ہیں کہ سورج اس کے پیچھے پیچھے آتا ہے حتیٰ کہ مکمل طور پر اس پر آ جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا ۝۴۶“ ”پھر ہم نے اسے آہستہ آہستہ اپنی طرف سمیٹ لیا۔“ یعنی سائے کو آسانی کے ساتھ اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں۔ سعدی کہتے ہیں کہ آہستہ آہستہ اس کو سمیٹ لیتے ہیں حتیٰ کہ زمین میں سایہ باقی نہیں رہتا اور وہ صرف چھت یا درخت کے نیچے ہوتا ہے، حالانکہ اوپر سورج موجود ہوتا ہے۔ ایوب بن موسیٰ کہتے ہیں: ”قَبْضًا يَسِيرًا ۝۴۶“ کے معنی ہیں آہستہ آہستہ سمیٹنا۔ ④ اور فرمایا: ”وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا“ ”اور وہی تو (اللہ) ہے جس نے رات کو

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2701/8 و تفسیر الطبری: 25، 24، 19. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2702/8. ③ تفسیر

ابن ابی حاتم: 2703/8. ④ تفسیر ابن ابی حاتم: 2703/8.

وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۖ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا ﴿٤٨﴾

اور وہی (اللہ) ہے جس نے اپنی رحمت (بارش) سے پہلے بشارت دینے والی ہوائیں چلائیں، اور ہم نے آسمان سے پاکیزہ پانی اتارا ﴿٤٨﴾ تاکہ ہم اس

لِنُنْجِيَ بِهِ بَلَدَةً مَّيِّتًا وَنُسْقِيَهُ مِمَّا خَلَقْنَا أَنْعَامًا وَأَنْآسِيَ كَثِيرًا ﴿٤٩﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَاهُ بَيْنَهُمْ

سے مردہ شہر کو زندہ کریں اور ہم اپنی مخلوق میں سے بہت سے مویشیوں اور انسانوں کو وہ (پانی) پلائیں ﴿٤٩﴾ اور بلاشبہ ہم نے اس کو ان کے سامنے بار بار

لِيَذْكُرُوا ۖ فَأَيُّ الْفِرْعَوْنَ أَكْثَرُ النَّكَسِ إِلَّا كَفُورًا ﴿٥٠﴾

بیان کیا، تاکہ وہ نصیحت پڑیں، پھر بھی اکثر لوگ ناشکری کے بغیر نہیں رہتے ﴿٥٠﴾

تمہارے لیے پردہ بنایا۔“ جو وجود کو ڈھانپ لیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَاللَّيْلُ إِذَا يَغْشَىٰ﴾ (الیل 1:92) ”رات کی قسم! جب وہ چھا جائے۔“

﴿وَالنَّوْمُ سُبَاتًا﴾ ”اور نیند کو آرام بنایا۔“ جو جسموں کی راحت کے لیے حرکت کو قطع کر دیتی ہے۔ اعضاء و جوارح دن کے وقت کثرت حرکت کی وجہ سے تھک جاتے ہیں جب رات آتی اور چھا جاتی ہے اور حرکات ساکن ہو جاتی ہیں تو اعضاء و جوارح بھی راحت اور سکون حاصل کر لیتے ہیں کیونکہ رات کو نیند آ جاتی ہے اور اس کے جسم اور روح دونوں کو راحت حاصل ہوتی ہے۔ ﴿وَجَعَلَ النَّهَارَ لُشُورًا﴾ ﴿٤٧﴾ ”اور اس نے دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا وقت ٹھہرایا۔“ کہ اس میں لوگ اپنی روزی کمانے، کام کاج کرنے اور دیگر امور کے سرانجام دینے کے لیے پھیل جاتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ ذَرَّحَتْهُ جَعَلَ لَكُمْ الْيَلَّ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ﴾ (الآیۃ القصص 73:28) ”اور اس نے اپنی رحمت ہی سے تمہارے لیے رات اور دن کو بنایا تاکہ تم اس (رات) میں آرام کرو اور (دن میں) اس کا فضل تلاش کرو.....“

تفسیر آیات: 48-50

پانی نعمت رب جلیل ہے: یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور عظیم سلطنت کا اظہار ہے کہ وہ ہواؤں کو خوش خبری سنانے والی بنا کر بھیجتا ہے کہ ان کے بعد بادل آنے والے ہیں۔ ہواؤں کی بہت سی قسمیں ہیں، ان میں سے کچھ وہ ہیں جو بادلوں کو پھیلاتی ہیں، کچھ وہ ہیں جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں، کچھ وہ ہیں جو بادلوں کو چلاتی ہیں، کچھ وہ ہیں جو بادلوں کے آنے کی خوش خبری سناتی ہیں، کچھ وہ ہیں جو زمین میں جھاڑ دیتی ہیں اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں تاکہ بارش برس سکے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا﴾ ﴿٤٨﴾ ”اور ہم نے آسمان سے پاک (اور تھرا ہوا) پانی اتارا۔“ طہور کالفظ سَحُور (سحری کا کھانا پینا) اور وَفُود (ایندھن) جیسے الفاظ کی طرح ہے، یعنی یہ پاکیزگی حاصل کرنے کا آلہ ہے۔

ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! کیا ہم بُھاع کے کنویں سے وضو کر لیں اور یہ ایک ایسا کنواں تھا جس میں بدبودار چیزوں اور کتوں کے گوشت کو پھینکا جاتا تھا؟ آپ نے فرمایا: إِنَّ الْمَاءَ طَهُورٌ لَا يُنَجِّسُهُ

شَيْءٌ“ [”یقیناً پانی پاک ہے، اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کر سکتی۔“] ^① اس حدیث کو امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا اور امام احمد رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ ^② نیز اسے امام ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ ^③

اور ارشاد فرمایا: ﴿لِنُعْجِبَ بِهِ بَلَدًا مَّيْمَنًا﴾ ”تاکہ ہم اس سے شہر مردہ (زمین افتادہ) کو زندہ کر دیں۔“ یعنی ایسی زمین جو بارش کے طویل انتظار کی وجہ سے بخر ہو چکی تھی اور اس میں کوئی نبات وغیرہ نہ تھی لیکن جب اس پر بارش برسی تو وہ زندہ ہو گئی اور انواع و اقسام کے پھل پھول اس میں بہار دکھانے لگ گئے جیسا کہ فرمایا: ﴿فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ.....﴾ (الْحَجَّ 5:22) ”پھر جب ہم اس پر مینہ برساتے ہیں تو وہ شاداب ہو جاتی اور ابھرنے لگتی ہے۔“ ﴿وَلَسُقِيَهُمْ مِّنَّا خَلْقًا نَّاعَمًا وَآنَاسٍ كَثِيرًا﴾ ”اور (تاکہ) ہم اپنی مخلوق میں سے بہت سے موسیثیوں اور انسانوں کو وہ (پانی) پلائیں۔“ یعنی اس پانی کو حیوان بھی اور انسان بھی پیتے ہیں اور انسانوں کو اس پانی کی اپنے پینے کے لیے اور اپنی فصلوں اور پھلوں کے لیے شدید ضرورت ہوتی ہے۔ اور فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِي يُنْزِلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا.....﴾ (الْأَيَةُ الشُّورَى 28:42) ”اور وہی ہے جو نا امید ہو جانے کے بعد بارش برساتا ہے۔“ اور جیسا کہ فرمایا: ﴿فَانْظُرْ إِلَىٰ أَثَرِ رَحْمَتِ اللَّهِ كَيْفَ يُعْجِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ط.....﴾ (الْأَيَةُ الرُّوم 50:30) ”پس آپ اللہ کی رحمت کی نشانیوں کی طرف دیکھیں کہ وہ کس طرح زمین کو اس کے مرنے (بخر ہونے) کے بعد زندہ کرتا ہے۔“

اور فرمایا: ﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَاهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوا﴾ ”اور البتہ تحقیق ہم نے اس (قرآن کی آیتوں) کو طرح طرح سے ان (لوگوں) کے درمیان بیان کیا تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔“ یعنی زمین کے ایک حصے پر بارش برسادی اور دوسرے حصے پر بارش نہ برسائی، ایک زمین کے اوپر سے بادل گزرتے ہیں اور دوسری زمین پر پہنچ جاتے ہیں، وہاں برستے ہیں اور جل تھل ایک ہو جاتے ہیں اور دوسری زمین پر بارش کے پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں گرتا، اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حجت بالغہ اور حکمت قاطعہ کا فرما ہے۔ ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک سال دوسرے سال سے زیادہ بارش والا نہیں ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے اسے پھیر دیتا ہے، پھر انھوں نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَاهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوا﴾ ﴿فَإِنِ اتَّخَذَ النَّاسُ إِلَّا كُفُورًا﴾ ”اور ہم نے اس (قرآن کی آیتوں) کو طرح طرح سے لوگوں میں بیان کیا ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں مگر بہت سے لوگوں نے انکار کے سوا کچھ قبول نہ کیا۔“ ^④ تاکہ وہ یہ نصیحت حاصل کریں کہ جس اللہ نے مردہ زمین کو زندہ کر دیا وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو اور ان کی بوسیدہ ہڈیوں کو دوبارہ زندہ کر دے یا وہ نصیحت پکڑے

① سنن أبی داؤد، الطہارۃ، باب ماجاء فی بثر بضاعة، حدیث: 67، 66. ② الأم للشافعی، الطہارۃ باب الماء الذی ینجس.....: 15/1 ومسنند أحمد: 16، 15/3، 31. ③ سنن أبی داؤد، الطہارۃ، باب ماجاء فی بثر بضاعة، حدیث: 66 وجامع الترمذی، الطہارۃ، باب ماجاء أن الماء لا ینجسہ شیء، حدیث: 66 وسنن النسائی، المیاء، باب ذکر بثر بضاعة، حدیث: 327، 328. ④ تفسیر الطبری: 29/19 وتفسیر ابن أبی حاتم: 2706/8.

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَذِيرًا ﴿٥١﴾ فَلَا تَطْعَمُ الْكُفْرَيْنَ وَجَاهِدُهُمْ بِهِ جِهَادًا

اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیجتے ﴿٥١﴾ چنانچہ آپ کافروں کی اطاعت نہ کریں اور ان سے بذریعہ قرآن بڑے زور کا جہاد

کَبِيرًا ﴿٥٢﴾ وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ

کریں ﴿٥٢﴾ اور وہی (اللہ) ہے جس نے دو سمندر ملائے، یہ بہت لذیذ شیریں ہے (پیاس بجھانے والا)، اور یہ بہت کڑوا کھاری ہے، اور اس نے ان

بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَجَجْرًا مَّحْجُورًا ﴿٥٣﴾ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا

دونوں کے درمیان ایک پردہ اور مضبوط آڑ رکھی ﴿٥٣﴾ اور وہی (اللہ) ہے جس نے پانی (مٹی) سے انسان کو پیدا کیا، پھر اس کے نسب اور سرسالی رشتے

وَصَهْرًا ط وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ﴿٥٤﴾

ٹھہرائے۔ اور آپ کا رب بڑی قدرت والا ہے ﴿٥٤﴾

جو بارش سے محروم کر دیا گیا ہے کہ اس کی محرومی کا سبب اس کا کوئی گناہ ہے اور وہ اس سے باز آ جائے۔

اور فرمایا: ﴿فَإِنِّي أَكْثَرُ النَّاسِ إِكْفُورًا﴾ ”مگر بہت سے لوگوں نے انکار کے سوا کچھ قبول نہ کیا۔“ عکرمہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ فلاں فلاں ستارے کے طلوع ہونے کی وجہ سے بارش نازل ہوئی ہے۔ ﴿١﴾ عکرمہ کی یہ بات صحیح مسلم کی اس حدیث کی طرح ہے جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا جبکہ رات کو بارش ہوئی تھی: [أَمْ تَذَرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: قَالَ: أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطَرْنَا بِفَضْلِ اللَّهِ وَرَحْمَتِهِ، فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطَرْنَا بِنَوْءٍ كَذَا وَكَذَا، فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ] ”تم جانتے ہو کہ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرے بندوں نے صبح کی کہ کچھ مجھ پر ایمان لانے والے اور کچھ میرا انکار کرنے والے، جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہم پر بارش نازل ہوئی ہے تو یہ میرے ساتھ ایمان لانے والے ہیں اور ستاروں کے ساتھ کفر کرنے والے ہیں اور جنہوں نے یہ کہا کہ فلاں فلاں ستارے کے طلوع ہونے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے تو وہ میرے ساتھ کفر کرنے والے ہیں اور ستارے پر ایمان لانے والے ہیں۔“ ﴿٢﴾

تفسیر آیات: 54-51

رسول اللہ ﷺ کی رسالت عالمگیر ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَذِيرًا﴾ ”اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے۔“ جو انھیں اللہ عزوجل کی طرف دعوت دیتا لیکن اے محمد (ﷺ)! یہ

﴿١﴾ تفسیر ابن ابی حاتم: 2707/8. ﴿٢﴾ صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة الحديبية.....، حدیث: 4147 و صحیح

مسلم، الإيمان، باب بیان کفر من قال مطرنا بالنوء، حدیث: 71 واللفظ له عن زيد بن خالد الجهني، البتہ تو سین والا

حرف بخاری کے مذکورہ حوالے میں ہے۔

خصوصیت ہم نے صرف آپ کو بخشی ہے کہ تمام روئے زمین کے لوگوں کی طرف ہم نے آپ کو پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا ہے اور آپ کو حکم دیا ہے کہ ان لوگوں تک قرآن پہنچا دیں۔ ﴿لَا تُنْذِرُكُم بِهِ وَمَنْ بَلَغَ﴾ (الأنعام: 19) ”تا کہ اس کے ذریعے سے میں تمہیں اور جس شخص تک وہ پہنچ سکے سب کو ڈراؤں۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالِئِنَّآ دُ مَوْعِدُهُ﴾ (ہود: 17) ”اور جو کوئی ان گروہوں میں سے اس کا منکر ہو تو اس کا ٹھکانا آگ ہے۔“ اور فرمایا: ﴿لَتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرَى وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ (الأنعام: 92) ”تا کہ آپ مکہ اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو ڈرائیں۔“ اور فرمایا: ﴿قُلْ يَٰ أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ (الأعراف: 158) ”اے محمد ﷺ! کہہ دیجیے: اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا (اس کا رسول) ہوں۔“

صحیحین میں ہے کہ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿بُعِثْتُ إِلَى الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ﴾ ”مجھے سرخ و سیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔“ اور انھی دونوں کتابوں میں ہے: ﴿وَكَانَ النَّبِيُّ يُعْعِثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً﴾ ”ہر نبی کو بطور خاص انھی کی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا جبکہ مجھے تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔“ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَلَا تَطْعَمُ الْكُفْرَيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ﴾ ”چنانچہ آپ کافروں کی اطاعت نہ کریں اور ان سے بذریعہ قرآن جہاد کریں۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، یعنی قرآن مجید کے حکم کے مطابق ﴿جِهَادٌ كَبِيرٌ﴾ ”بڑے زور کا جہاد۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿يَٰ أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ﴾ (التوبة: 73) ”اے پیغمبر! کافروں اور منافقوں سے آپ لڑیں۔۔۔۔۔۔“

اور اس کا فرمان ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ﴾ ”اور وہی (اللہ) ہے جس نے دو دریاؤں کو ملا دیا، یہ (پانی) شیریں ہے پیاس بجھانے والا، اور یہ کھارہ ہے بہت کڑوا۔“ یعنی اس نے میٹھے اور نمکین دونوں قسم کے پانی کو پیدا فرمایا ہے۔ نہروں، چشموں اور کنوؤں کا پانی میٹھا ہوتا ہے تو یہ گویا بحر شیریں، عذب فرات اور آب زلال ہے، یہ ابن جریج کا قول ہے۔ اور ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ اور اس معنی میں کوئی شک بھی نہیں ہے کیونکہ وجود میں کوئی ایسا بحر ساکن نہیں جو عذب فرات ہو۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے امر واقع کے بارے میں خبر دی ہے کہ وہ اپنی نعمتوں کی طرف اپنے بندوں کی توجہ مبذول کرا سکے اور وہ اس کا شکر ادا کریں تو میٹھے دریا سے مراد یہی دریا ہے جو لوگوں کے ہاں موجود ہے اور اللہ تعالیٰ نے زمین کے ہر علاقے میں نہروں اور چشموں کی صورت میں لوگوں کی اپنی اور ان کی زمینوں کی ضرورت و حاجت کے مطابق جاری کر رکھا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ﴾ ”اور یہ کھارہ ہے بہت کڑوا۔“ یعنی نمکین، کڑوا اور کھاری ہے جسے حلق سے

① صحیح مسلم، کتاب و باب المساجد و مواضع الصلاة، حدیث: 521 و مسند أحمد: 304/3 و اللفظ له عن جابر بن عبد اللہ ﷺ جبکہ صحیح بخاری میں بیان کردہ الفاظ آگے آرہے ہیں اور صحیح مسلم کے الفاظ اس طرح ہیں: ﴿وَبُعِثْتُ إِلَى كُلِّ أَحْمَرَ وَأَسْوَدٍ﴾. ② صحیح البخاری، التیمم، باب: 1، حدیث: 335 و صحیح مسلم، کتاب و باب المساجد و مواضع الصلاة، حدیث: 521. ③ تفسیر الطبری: 30/19. ④ تفسیر ابن أبی حاتم: 2709/8. ⑤ تفسیر الطبری: 33/19.

نہیں گزرا جاسکتا جیسا کہ مشرق و مغرب کے مشہور سمندروں کا پانی ہے، مثلاً: بحرِ حیط (بحرِ اوقیانوس)، بحیرۃ قلمو، بحیرۃ (بحیرۃ عرب)، بحیرۃ (خلیج فارس)، بحرِ فارس (بحیرۃ عمان)، بحیرۃ چین، بحرِ ہند، بحیرۃ روم، بحیرۃ خُزر (قزوین یا کیسین) اور اس طرح کے دیگر (بند) سمندر جو ساکن ہیں رواں دواں نہیں، البتہ موسم گرما اور تیز ہواؤں کے چلنے کے وقت ان میں موجیں تلاطم خیز ہو جاتی ہیں اور ان میں سے بعض میں مد و جزر بھی ہوتا ہے، ہر مہینے کے شروع میں مد ہوتا ہے اور سمندر میں خوب طغیانی ہوتی ہے جب مہینہ کم ہونا شروع ہوتا ہے تو جزر شروع ہو جاتا ہے حتیٰ کہ سمندر اپنی پہلی انتہا تک پہنچ جاتا ہے۔ جب اگلے مہینے کا چاند طلوع ہوتا ہے تو چودھویں رات تک مد رہتا ہے، پھر جزر شروع ہو جاتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے، جو قدرت کاملہ کا مالک ہے، سمندر کے مد و جزر کی یہ عادت بنادی ہے، ان تمام ساکن سمندروں کو اللہ تعالیٰ نے نمکین پیدا فرمایا ہے تاکہ ان کی وجہ سے ہوا میں تغش پیدا ہو کر وجود کائنات خراب نہ ہو جائے اور ان میں مرنے والے جانوروں کی وجہ سے زمین کی فضا خراب نہ ہو، ان کا پانی نمکین ہے، لہذا ان کی ہوا صحیح اور ان میں مرنے والے جانور پاک ہیں، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جب یہ پوچھا گیا: کیا ہم سمندر کے پانی کے ساتھ وضو کر لیں۔ تو آپ نے فرمایا: [هُوَ الطَّهْرُ مَاءُوهُ، الْحِلُّ مَيْتَتُهُ] ”اس کا پانی پاک ہے اور اس میں مرا ہوا جانور حلال ہے۔“ اس حدیث کو امام مالک، شافعی، احمد اور اہل سنن نے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔^①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَجَعَلْ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَجَجْرًا** ”اور اس نے ان دونوں کے درمیان ایک آڑ اور (مضبوط) اوٹ بنادی۔“ یعنی بیٹھے اور نمکین پانی کے درمیان۔ **بَرْزَخًا** کے معنی آڑ کے ہیں اور اس سے مراد خشک زمین ہے۔ **وَجَجْرًا** **مَجْجُورًا** سے مراد مضبوط اوٹ ہے تاکہ ایک پانی دوسرے میں مل نہ سکے جیسا کہ فرمایا: **مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ۚ لَا يَنْغِيَانِ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ** (الرحمن 55: 19-21) ”اس نے دو دریا رواں کیے جو آپس میں ملتے ہیں، ان دونوں میں ایک آڑ ہے وہ دونوں (اس سے) تجاؤ نہیں کر سکتے، پھر تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟“ اور فرمایا: **أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ خَلَالَهَا أَنْهَارًا وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِي وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۗ وَاللَّهُ مَعَ الَّذِينَ كَفَرُوا يُكْثِرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۚ** (النمل 61: 27) ”(کیا یہ بت بہتر ہیں) یا وہ (اللہ) جس نے زمین کو قرار گاہ بنایا اور اس کے بیچ میں نہریں بنائیں اور اس کے لیے اس نے پہاڑ بنائے اور دو دریاؤں کے بیچ میں اوٹ بنائی۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ (ہرگز نہیں) بلکہ ان میں اکثر دانش نہیں رکھتے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا** ”اور وہی تو ہے جس نے پانی سے آدمی پیدا کیا۔“ یعنی اس

① الموطأ للإمام مالك، الطهارة، باب الطهور للوضوء 6/1، حديث: 45 والألم للشافعي، الطهارة: 7/1 ومسند

أحمد: 361/2 وجامع الترمذی، الطهارة، باب ما جاء في ماء البحر أنه طهور، حديث: 69 وسنن أبي داود، الطهارة،

باب الوضوء بماء البحر، حديث: 83 وسنن النسائي، الطهارة، باب: في ماء البحر، حديث: 59 وسنن ابن ماجه،

الطهارة، باب الوضوء بماء البحر، حديث: 386 عن أبي هريرة ؓ.

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ط وَكَانَ الْكَافِرُ عَلَى رَبِّهِ ظَهِيرًا ﴿٥٥﴾

اور وہ اللہ کے علاوہ ان کی عبادت کرتے ہیں جو انھیں نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں، اور کافر تو اپنے رب کے مقابل (شیطان کا) مددگار

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٥٦﴾ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا مَنْ شَاءَ أَنْ

ہے ﴿٥٥﴾ اور (اے نبی!) ہم نے آپ کو بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے ﴿٥٦﴾ کہہ دیجیے: میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی صلہ نہیں مانگتا مگر جو یہ

يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿٥٧﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَىٰ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ ط وَكَفَىٰ

چاہے کہ اپنے رب کی طرف راہ پکڑے (وہ اے مان لے) ﴿٥٧﴾ اور آپ اس زندہ (اللہ) پر توکل کیجیے جو مرے گا نہیں، اور اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے۔

بِهِ بِذُنُوبٍ عِبَادَهُ خَيْرًا ﴿٥٨﴾ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ

اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے باخبر رہنے کو کافی ہے ﴿٥٨﴾ وہ ذات جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، چھ

أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۚ الرَّحْمَنُ فَسَعَلْ بِهِ خَيْرًا ﴿٥٩﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا

دنوں میں، پھر وہ عرش پر مستوی ہوا، (وہی) رحمن ہے، لہذا کسی باخبر سے اس کی شان پوچھ لیں ﴿٥٩﴾ اور جب ان سے کہا جائے رحمن کو سجدہ کرو تو وہ کہتے

لِلرَّحْمَنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَنُ أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُورًا ﴿٦٠﴾

ہیں: کیا ہے رحمن؟ کیا ہم اسے سجدہ کریں جس کا تو ہمیں حکم دیتا ہے؟ اور اس (تبلیغ) نے ان کو کفر میں زیادہ کر دیا ﴿٦٠﴾

نے انسان کو کمزور نطفے سے پیدا کیا، اس کے اعضاء کو ٹھیک کیا اور اس کی قامت کو معتدل بنایا اور پھر اسے مرد اور عورت کی

صورت میں جس طرح چاہا کامل خلقت کے ساتھ پیدا فرمادیا۔ ﴿فَجَعَلَهُ سَبًا وَنَسَبًا ط﴾ ”پھر اس کے نسبی اور سسرالی

رشتے ٹھہرائے۔“ یعنی ابتدا میں تو وہ صاحب نسب پیدا ہوتا ہے اور جب شادی کرتا ہے تو داماد بن جاتا ہے، پھر اس کے داماد

اور سسرالی رشتے دار بن جاتے ہیں اور یہ سب رشتے دار اسی حقیر پانی سے پیدا ہوتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ﴿٥٤﴾ ”اور آپ کا پروردگار بڑی قدرت رکھتا ہے۔“

تفسیر آیات: 60-55

مشرکین کی جہالت: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی جہالت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ اللہ کے سوا ایسے بتوں کی عبادت

کرتے ہیں جو نفع و نقصان کے قطعاً مالک نہیں ہیں، ان کے پاس اس سلسلے میں کوئی دلیل و حجت بھی نہیں ہے بلکہ محض اپنی آراء

اور خواہشات سے انھوں نے ان بتوں کی پوجا شروع کر دی ہے، وہ بتوں سے دوستی کرتے اور ان کی راہ میں جنگ کرتے ہیں

اور اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مومنوں سے دشمنی رکھتے ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿وَكَانَ الْكَافِرُ عَلَىٰ رَبِّهِ ظَهِيرًا ﴿٥٥﴾﴾ ”اور کافر

اپنے رب کے مقابلے میں (شیطان کا) مددگار ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی جماعت کے مقابلے میں شیطان کے رستے میں معاون و

مددگار ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی غالب آنے والی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ

إِلَهَةً لَّعَلَّهُمْ يَضُرُّونَ ۚ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْهَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُونَ ۝﴾ (نہس 75، 74: 36) ”اور انھوں نے

اللہ کے سوا کئی معبود بنا لیے ہیں تاکہ ان کی مدد کی جائے، وہ (معبود) ان کی مدد کی (ہرگز) طاقت نہیں رکھتے اور وہ (مشرکین) تو

خود ان کے حاضر کیے گئے لشکر (حمایتی) ہیں۔“ یعنی ان کے یہ معبودان باطلہ جنہیں انھوں نے اللہ کے سوا اختیار کر رکھا ہے ان کے لیے کسی بھی قسم کی نصرت کے مالک نہیں ہیں اور یہ جاہل لوگ ان بتوں کے لشکر ہیں جو حاضر ہو کر ان کی طرف سے جنگ کرتے ہیں، ان کی طرف سے دفاع کرتے ہیں لیکن دنیا و آخرت میں اچھا انجام اور فتح و نصرت اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مومنوں ہی کے لیے ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿وَكَانَ الْكَافِرُ عَلَى رَبِّهِ ظَهِيْرًا ۝﴾ ”اور کافر تو اپنے رب کے مقابل (شیطان کا) مددگار ہے۔“ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے لیے شیطان اس سے بہت زور مروتا اور اس کی مدد کرتا ہے۔^①

رسول اللہ ﷺ بشیر و نذیر ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صَلَوَاتُ اللہِ وَسَلَامُهُ عَلَیْہِ سے فرمایا ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝﴾ ”اور ہم نے (اے محمد!) آپ کو صرف خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔“ مومنوں کے لیے خوش خبری سنانے والا اور کافروں کے لیے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے کو آپ جنت کی بشارت سنانے والے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔ ﴿قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۝﴾ ”کہہ دیجیے! میں تم سے اس (کام) کی اجرت نہیں مانگتا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کے پہنچانے، جنت کی بشارت سنانے اور دوزخ کے عذاب سے ڈرانے کی میں تم سے کوئی مالی اجرت نہیں مانگتا بلکہ میں یہ کام محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے سرانجام دیتا ہوں۔ ﴿لَیْمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ یَسْتَقِیْمَ ۝﴾ (التکویر 28:81) ”اس شخص کے لیے جو تم میں سے چاہے کہ سیدھا رہے۔“ ﴿إِلَّا مَنْ شَاءَ أَنْ یَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۝﴾ ”ہاں، جو شخص چاہے اپنے پروردگار کی طرف (جانے کا) راستہ اختیار کر لے۔“ یعنی اس طریقے، رستے اور منہج کو اختیار کر لے جو میں لے کر آیا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ کو اللہ پر توکل کا حکم: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّیْ لَا یَمُوتُ ۝﴾ ”اور آپ اس (اللہ) زندہ پر بھروسہ کریں جو (کبھی) نہیں مرے گا۔“ یعنی اپنے تمام امور و معاملات میں اس اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی پر توکل اور بھروسہ کریں جو زندہ ہے اور کبھی بھی فوت نہیں ہوگا اور جس کی شان یہ ہے: ﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِیْمٌ ۝﴾ (الحدید 3:57) ”وہی (سب سے) پہلا اور (سب سے) پچھلا اور (اپنی قدرتوں سے سب پر) ظاہر اور (اپنی ذات سے) پوشیدہ ہے اور وہی تمام چیزوں کو خوب جانتا ہے۔“

وہ دائم، باقی، سرمدی اور ابدی ہے، وہ حی قیوم ہے، وہ ہر چیز کا پروردگار اور مالک ہے، اسی ذات پاک کو اپنا ملجا و ماویٰ بنالیں کیونکہ اسی ذات گرامی پر توکل کیا جاسکتا ہے، اسی کی طرف پریشانیوں میں رجوع کیا جاسکتا ہے، وہ کفایت کرنے والا، تائید و حمایت اور فتح و نصرت سے سرفراز فرمانے والا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ط وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ ط وَاللَّهُ يَعْصِيكَ مِنَ النَّاسِ ط﴾ (المائدہ 67:5) ”اے پیغمبر! جو (ارشادات) اللہ کی طرف سے آپ پر نازل ہوئے ہیں، سب لوگوں کو پہنچا دیں اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ اللہ کے پیغام پہنچانے میں

قاصر رہے (پیغمبری کا فرض ادا نہ کیا) اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے رکھے گا.....“

اور فرمایا: **وَسَيُخَيِّدُكُمْ** اور آپ اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے۔“ یعنی اس کی حمد کو تسبیح کے ساتھ ملا کر بیان کریں، اسی لیے رسول اللہ ﷺ تسبیح کے لیے یہ کلمات ادا فرمایا کرتے تھے: **سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ! رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ** [”اے اللہ! ہمارے پروردگار! ہم تیری تسبیح تیری حمد کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔“] ^(۱) یعنی عبادت اور توکل کو اللہ تعالیٰ ہی کے لیے خالص کر دجیسا کہ فرمایا: **رَبِّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا** (المزمل: 9:73) ”(وہی) مشرق اور مغرب کا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اسی کو اپنا کارساز بنا لیجیے۔“ اور فرمایا: **فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ** (ہود: 123:11) ”پس آپ اسی کی عبادت کریں اور اسی پر بھروسہ کریں۔“ اور فرمایا: **قُلْ هُوَ الرَّحْمَنُ أَمَّنَّا بِهِ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا** (الملک: 29:67) ”کہہ دیجیے وہ (اللہ) رحمان ہے ہم اسی پر ایمان لائے اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَكُنْ لَهُ يَدُؤُوبٌ عِبَادٌ خَيْرًا** ”اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے خبر رکھنے کو کافی ہے۔“ اپنے مکمل علم کی وجہ سے اس سے کوئی چیز مخفی نہیں اور نہ کوئی ذرہ بھر چیز اس سے مخفی رہ سکتی ہے۔ **الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ** ”الایہ“ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا.....“ یعنی وہ زندہ ہے کبھی فوت نہیں ہوگا، وہی ہر چیز کا خالق، مالک اور پروردگار ہے، اسی نے اپنی قدرت و قوت کے ساتھ بلند و بالا اور وسیع و عریض سات آسمانوں کو اور زیریں و گنجان سات زمینوں کو پیدا فرمایا۔ **فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ** ”چھ دنوں میں پھر وہ عرش پر مستوی ہوا۔“ یعنی وہی معاملے کی تدبیر کرتا اور حق کا فیصلہ کرتا ہے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ الرَّحْمَنُ فَتَنَلَّ بِهِ خَيْرًا ”پھر وہ عرش پر مستوی ہوا، وہی رحمان ہے، لہذا اس کا حال کسی باخبر سے دریافت کر لیں۔“ یعنی اس کا حال کسی ایسے شخص سے پوچھیں جو اس کے بارے میں باخبر ہو اور جانتا ہو۔ پس اس کی اتباع اور اقتدا کرو اور یہ حقیقت معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس کے عبد و رسول محمد ﷺ سے بڑھ کر کوئی زیادہ علم رکھنے والا اور زیادہ باخبر نہیں ہے۔ آپ دنیا و آخرت میں علی الاطلاق تمام اولادِ آدم کے سردار ہیں، آپ خواہش نفس سے منہ سے بات نہیں نکالتے بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی وحی ہے جو آپ کی طرف نازل کی جاتی ہے، لہذا آپ نے جو بھی فرمایا وہ حق ہے جو بھی حکم دیا وہ سچ ہے، آپ ہی وہ امام محکم ہیں کہ اپنے تنازعات کے فیصلے کے لیے لوگوں کا آپ کی طرف رجوع کرنا واجب ہے جو بات آپ کے اقوال و افعال کے مطابق ہو وہی حق ہے اور جو بات آپ کے اقوال و افعال کے خلاف ہو وہ مردود ہے، خواہ اس کا کہنے والا اور کرنے والا کوئی بھی ہو جیسا کہ ارشادِ باری ہے: **فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ** (النساء: 59) ”پھر اگر کسی بات میں تم باہم اختلاف کرو.....“

① صحیح البخاری، الأذان، باب الدعاء فی الركوع، حدیث: 794 و صحیح مسلم، الصلاة، باب ما یقال فی

الركوع والسجود؟ حدیث: 484 عن عائشة ؓ .

تَبَرَّكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا وَقَمَرًا مُنِيرًا ﴿٦١﴾ وَهُوَ الَّذِي

وہ ذات بڑی بابرکت ہے جس نے آسمان میں ستارے بنائے اور اس میں چراغ (سورج) اور روشن چاند بنایا ﴿٦١﴾ اور وہی (اللہ) ہے جس نے ایک

جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنۢ ارَادَ اَنْ يَّذْكُرَ اَوْ اَرَادَ شُكُورًا ﴿٦٢﴾

دوسرے کے پیچھے آنے والے رات اور دن بنائے، اس شخص (کی نصیحت) کے لیے جو نصیحت پکڑنا چاہے یا شکر کرنا چاہے ﴿٦٢﴾

اور فرمایا: ﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ط﴾ (الشوریٰ 10:42) ”اور (دین کی) جس بات میں بھی تم نے اختلاف کیا تو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَتَنَزَّلَتْ كَلِمَاتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا ط﴾ (الأنعام 115:6) ”اور آپ کے پروردگار کی بات سچائی اور انصاف میں پوری ہے۔“ یعنی خبر کے اعتبار سے اس کی باتیں سچی ہیں اور اوامر و نواہی کے اعتبار سے مبنی بر انصاف ہیں، اسی لیے تو فرمایا: ﴿فَسْأَلُ بِهِ خَيْرًا ﴿٥٩﴾﴾ ”تو اس کا حال آپ کسی باخبر سے دریافت کر لیں۔“

مشرکین کی مذمت: اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ کے بجائے بتوں کو سجدہ کرتے ہیں: ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَنُ﴾ ”اور جب ان (کفار) سے کہا جاتا ہے کہ رحمان کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں کہ رحمان کیا ہے؟“ یعنی ہم رحمان کو نہیں جانتے۔ کفار اس بات کا انکار کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو رحمان کے نام سے موسوم کیا جائے جیسا کہ انھوں نے حدیبیہ کے دن بھی اس بات کا انکار کر دیا تھا جب نبی ﷺ نے کتب سے یہ فرمایا تھا: [اُكْتُبَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ] ”بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھو۔“ تو کفار نے کہا کہ ہم رحمان اور رحیم کو نہیں جانتے، اس لیے اسی طرح لکھو جس طرح پہلے یہ لکھا کرتے تھے کہ اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ۔ ﴿١﴾

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی تھی: ﴿قُلۡ اَدْعُوا اللّٰهَ اَوْ اَدْعُوا الرَّحْمٰنَ ط اِيَّاكُمَا تَدْعُوۡا فَلَهُۥ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى ط﴾ (بنی اسرائیل 110:17) ”کہہ دیجیے تم (اللہ کو) اللہ کہہ کر پکارو یا رحمان کہہ کر جس نام سے بھی پکارو اسی کے لیے اچھے اچھے نام ہیں۔“ یعنی وہ اللہ بھی ہے اور رحمان بھی اور اس آیت میں فرمایا ہے: ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَنُ﴾ ”اور جب ان (کفار) سے کہا جاتا ہے کہ رحمان کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں کہ رحمان کیا ہے؟“ یعنی ہم رحمان کو نہیں جانتے، نہیں مانتے۔ ﴿اَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا﴾ ”کیا جس کے لیے آپ ہمیں کہتے ہیں ہم اس کو سجدہ کریں؟“ محض آپ کے کہہ دینے کی وجہ سے۔ ﴿وَزَادَهُمْ نُفُورًا ﴿٥٩﴾﴾ ”اور اس نے انھیں نفرت میں زیادہ کر دیا۔“ جبکہ مومن اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں جو رحمان و رحیم ہے، اسی کی الوہیت کے قائل ہیں، اسی کے آگے سجدہ کرتے ہیں۔ علمائے کرام رحمہم اللہ کا اتفاق ہے کہ سورہ فرقان کا یہ سجدہ اس آیت کریمہ کی تلاوت کرنے والے اور سننے والے کو ضرور کرنا چاہیے جیسا کہ اپنی جگہ پر اس مسئلے کی تفصیل موجود ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحٰنَهُ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ .

تفسیر آیات: 62، 61

﴿١﴾ صحیح مسلم، الجہاد والسير، باب صلح الحديبية، حدیث: 1784 و مسند أحمد 268/3 عن أنس ؓ .

اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت: اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کی تمجید و تعظیم بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے آسمانوں میں خوب صورت برج بنائے۔ مجاہد، سعید بن جبیر، ابوصالح، حسن اور قنادہ کے اقوال کے مطابق برجوں سے مراد بڑے بڑے کواکب ہیں۔^①

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحٍ.....﴾ (الآیۃ (الملک 5:67)) ”اور البتہ تحقیق ہم نے قریب کے آسمان کو (تاروں کے) چراغوں سے زینت دی.....“ اسی لیے یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿تَبَارَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا﴾ (اور اللہ) بڑی برکت والا ہے جس نے آسمانوں میں برج بنائے اور ان میں (آفتاب کا نہایت روشن) چراغ بنایا۔“ اس سے مراد چمکتا و ملکتا ہوا سورج ہے جو جوہر کائنات میں چراغ کے مانند ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا﴾ (النبا 13:78) ”اور ہم نے (آفتاب کا) روشن چراغ بنایا۔“ ﴿وَقَمَرًا مَّنِيرًا﴾^② ”اور چمکتا ہوا چاند (بھی بنایا۔)“ جس کی روشنی سورج کی روشنی کی طرح نہیں ہے بلکہ اور ہی طرح کی روشنی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا﴾ (یونس 5:10) ”وہی تو ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور بنایا۔“

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا: ﴿أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَبُوتٍ طِبَاقًا ۖ وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسُ سِرَاجًا ۚ﴾ (نوح 16:71) ”کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے سات آسمان تہ بہ تہ کیسے بنائے ہیں اور اس نے چاند کو ان میں (زمین کا) نور بنایا اور سورج کو چراغ ٹھہرایا ہے۔“ پھر فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً﴾ ”اور وہی تو ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے (جانے) والا بنایا۔“ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے پیچھے آتا جاتا ہے، یہ دونوں ایک دوسرے کے تعاقب میں ہیں اور ان کا تعاقب جاری و ساری رہتا ہے کبھی بھی نہیں رکتا، جب دن ختم ہو جاتا ہے تو رات چھا جاتی ہے اور جب رات ختم ہو جاتی ہے تو دن کی جلوہ فرمایاں شروع ہو جاتی ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسُ وَالْقَمَرَ دَآبِّينَ ۖ.....﴾ (الآیۃ (إبراهيم 33:14)) ”اور سورج اور چاند کو تمھارے لیے مسخر کر دیا جو مسلسل چل رہے ہیں.....“ اور فرمایا: ﴿يُغْشَى اللَّيْلُ النَّهَارَ يَطْبُئُهُ حِثْيًا.....﴾ (الآیۃ (الأعراف 54:7)) ”وہی رات کو دن سے ڈھانپتا ہے طلب کرتی ہے رات اس کو جلدی جلدی.....“ اور فرمایا: ﴿لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ.....﴾ (یس 40:36) ”نہ تو سورج ہی سے ہو سکتا ہے کہ چاند کو جا پکڑے.....“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَئِنْ آدَادَ أَنْ يُدَكَّرَ ۖ أَوْ آدَادَ شُكُورًا﴾^③ ”(یہ باتیں) اس شخص کے لیے جو غور کرنا چاہے یا شکر گزاری کا ارادہ کرے (سوچنے اور سمجھنے کے لیے ہیں۔)“ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اس طرح بنایا ہے کہ یہ وقت مقررہ پر ایک دوسرے کے پیچھے آتے جاتے ہیں تاکہ بندے اوقات مقررہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکیں اور جو رات کے وقت کام نہ کر سکے وہ دن میں اسے مکمل کر لے اور جو دن کے وقت کام نہ کر سکے، وہ رات کے وقت اسے سرانجام دے لے۔

وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا ۝٦٣

اور رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی (وقار اور عاجزی) سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے بات کریں تو وہ کہتے ہیں: سلام ہے ۝٦٣ اور وہ

وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ۝٦٤ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ

جو اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام میں رات گزارتے ہیں ۝٦٤ اور وہ جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے، بلاشبہ اس کا

جَهَنَّمُ ۚ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝٦٥ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ۝٦٦ وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا

عذاب دائمی چھنے والا ہے ۝٦٥ بے شک وہ (جہنم) ٹھہرنے اور قیام کرنے کی بری جگہ ہے ۝٦٦ اور وہ لوگ کہ جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے

لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا ۝٦٧

ہیں اور نہ تنگی (بخیلی) ہی، اور ان کا خرچ اس کے درمیان معتدل ہوتا ہے ۝٦٧

صحیح حدیث میں ہے: **إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَسْطُرُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ، لِيَتَوَبَّ مُسِيءُ النَّهَارِ، وَيَسْطُرُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ، لِيَتَوَبَّ مُسِيءُ اللَّيْلِ** [بے شک اللہ عزوجل رات کے وقت اپنے ہاتھ کو پھیلاتا ہے تاکہ دن کو گناہ کرنے والا توبہ کرے اور وہ دن کے وقت اپنے ہاتھ کو پھیلاتا ہے تاکہ رات کو گناہ کرنے والا توبہ کر لے۔] ① مجاہد اور قتادہ کہتے ہیں کہ **خَلْفَةً** ”ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے“ کے معنی ہیں کہ یہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں، رات اپنی سیاہی کے ساتھ اور دن اپنی روشنی کے ساتھ ایک دوسرے سے بہت مختلف ہے۔ ②

تفسیر آیات: 63-67

اللہ تعالیٰ کے بندوں کی صفات: اللہ تعالیٰ کے مومن بندوں کی یہ صفات ہیں: **الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا** ”وہ جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں۔“ یعنی سکون اور وقار کے ساتھ چلتے ہیں، غرور اور تکبر کے ساتھ نہیں جیسا کہ فرمایا: **وَلَا تُشِيشْ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا** الآية (لقمن: 31) ”اور تو زمین میں اکڑ کر نہ چلنا.....“ اللہ تعالیٰ کے بندے زمین میں تکبر کے ساتھ اور اکڑ کر نہیں چلتے اور نہ وہ غرور کے ساتھ اترتے ہوئے چلتے ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ مریضوں کی طرح تضع اور ریاکاری کے ساتھ چلتے ہیں۔ سید ولد آدم ﷺ جب چلتے تو یوں معلوم ہوتا گویا اونچی جگہ سے نیچے آ رہے ہوں اور زمین گویا آپ کے لیے لیٹی جارہی ہو، اس لیے ہون سے یہاں سکینت اور وقار مراد ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **[إِذَا أَتَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَلَا تَأْتُوهَا وَأَنْتُمْ تَسْعَوْنَ، وَأَتُوهَا وَعَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا]** ”جب تم نماز کے لیے آؤ تو دوڑتے ہوئے نہ آؤ بلکہ اس طرح آؤ کہ تم نے سکینت کو اختیار کر رکھا ہو، پس نماز کا جو حصہ پالو اسے پڑھ لو اور جو تم سے رہ جائے اسے مکمل کر لو۔“ ③

① صحیح مسلم، التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب.....، حدیث: 2759 عن أبي موسى رضي الله عنه. ② تفسیر ابن ابی

حاتم: 2718/8 و تفسیر الطبري: 40/19. ③ صحیح البخاری، الأذان، باب قول الرجل: فاتتنا الصلاة، حدیث: 635

و صحیح مسلم، المساجد.....، باب استحباب إتيان الصلاة.....، حدیث: (152)-602 واللفظ له عن أبي هريرة رضي الله عنه

و 603 عن أبي قتادة الأنصاري رضي الله عنه جبکہ قوسین والے الفاظ بھی مذکورہ حوالوں میں ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا ۖ﴾ ”اور جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) گفتگو کریں تو وہ کہتے ہیں: سلام ہے۔“ یعنی جب جاہل لوگ جہالت کا ثبوت دیتے ہوئے ان سے بری بات کرتے ہیں تو وہ جواب میں اسی طرح کی بری باتیں نہیں کرتے بلکہ غفور و درگزر سے کام لیتے ہیں اور اچھی بات ہی کہتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جیسے کوئی جاہل شدید جہالت کا ثبوت دیتا تو آپ اسی قدر زیادہ حلم کا مظاہرہ فرمایا کرتے تھے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ.....﴾ (الآیۃ الفصص: 55:28) ”اور جب وہ بے ہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے اعراض کر لیتے ہیں.....“

امام احمد نے نعمان بن مقرن مرنی سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پاس کسی دوسرے شخص کو گالی دی تو جس کو گالی دی گئی تھی اس نے جواب میں یہ کہنا شروع کر دیا تجھ پر اللہ کی سلامتی ہو تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: [أَمَا! إِنَّ مَلَكًا بَيْنَكُمْ يَذُبُّ عَنْكَ كُلَّمَا يَشْتُمُكَ هَذَا، قَالَ لَهُ: بَلْ أَنْتَ وَأَنْتَ أَحَقُّ بِهِ، وَإِذَا قَالَ لَهُ: عَلَيْكَ السَّلَامُ، قَالَ: لَا، بَلْ لَكَ أَنْتَ، أَنْتَ أَحَقُّ بِهِ] ”سنو! یقیناً تمھاری طرف سے ایک فرشتہ دفاع کر رہا ہے، جب بھی وہ تمھیں گالی دیتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تم ہی اس گالی کے مصداق ہو بلکہ تم اس کے زیادہ حق دار ہو اور جب تم یہ کہتے ہو کہ تجھ پر اللہ کی سلامتی ہو تو فرشتہ کہتا ہے کہ اس پر نہیں بلکہ تم پر اللہ کی سلامتی ہو، اللہ تعالیٰ کی سلامتی کے اس کی نسبت تم زیادہ حق دار ہو۔“ اس حدیث کی سند حسن ہے مگر ائمہ محدثین نے اسے بیان نہیں کیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ ان کی رات بہترین رات ہوتی ہے، فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ۖ﴾ ”اور وہ جو اپنے پروردگار کے آگے سجدے کر کے اور (عجز و ادب سے) کھڑے رہ کر راتیں بسر کرتے ہیں۔“ یعنی وہ اپنی رات رب تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت میں بسر کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ الَّذِينَ مَا يَهْجَعُونَ ۝ وَاللَّيْلِ سَحَارَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۝﴾ (الذّٰرِیۃ: 18, 17:51) ”وہ رات کے تھوڑے حصے میں سوتے ہیں اور اوقاتِ سحر میں بخشش مانگا کرتے ہیں۔“

اور فرمایا: ﴿تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ.....﴾ (السجدة: 16:32) ”ان کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں.....“ اور فرمایا: ﴿أَمَّنْ هُوَ قَانِثٌ أَنَّىٰ الْبَيْلِ سَاجِدًا وَفَآئِمًا يَّحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةً رَّبِّهِ ط.....﴾ (الآیۃ الزمر: 9:39) ”(بھلا مشرک اچھا ہے) یا وہ جو رات کے وقتوں میں سجدہ کرتے ہوئے اور کھڑے ہو کر عبادت کرنے والا ہو اور آخرت سے ڈرتا اور اپنے پروردگار کی رحمت کی امید رکھتا ہو.....؟“ اسی لیے فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۖ﴾ ”اور وہ جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! دوزخ کے عذاب کو ہم سے پھیر دے، بلاشبہ اس کا عذاب ہمیشہ چھٹنے والا ہے۔“ اور وہ ہمیشہ چمٹا رہنے والا ہے۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ﴿إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۖ﴾ سے

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ

اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے، اور وہ کسی نفس کو بھی جسے (مارنا) اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے، ناحق قتل نہیں کرتے اور

وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ﴿٦٨﴾ يُضْعَفُ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَيَخْلُدُ فِيهِ

وہ زنا نہیں کرتے، اور جو کوئی یہ کام کرے گا، وہ گناہ کی سزا پائے گا ﴿٦٨﴾ یوم قیامت اس کا عذاب دگنا کر دیا جائے گا، اور وہ اس میں

مُهِانًا ﴿٦٩﴾ إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يَبْدِلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ط

ہمیشہ ذلیل و خوار رہے گا ﴿٦٩﴾ مگر جس نے توبہ کی اور وہ ایمان لایا اور نیک عمل کیے، تو انہی لوگوں کی برائیوں کو اللہ اچھائیوں سے بدل

وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿٧٠﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا ﴿٧١﴾

دے گا، اور اللہ غفور (اور) رحیم ہے ﴿٧٠﴾ اور جو توبہ کرے، اور نیک کام کرے، تو بلاشبہ وہ اللہ سے توبہ کرتا ہے جیسے توبہ کرنے کا حق ہے ﴿٧١﴾

مراد ہر وہ چیز ہے جو ابن آدم کو لاحق ہو، پھر وہ زائل ہو جائے تو وہ غرام نہیں ہے بلکہ غرام وہ ہے جو اس وقت تک باقی رہے جب تک آسمان اور زمین باقی رہے گا۔^① سلیمان نبی کا بھی یہی قول ہے۔^②

إِنِّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ﴿٦٨﴾ ”بے شک وہ دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بری جگہ ہے۔“ یعنی دیکھنے

کے اعتبار سے بھی وہ بہت بری جگہ ہے اور رہنے کے اعتبار سے بھی وہ بہت بری جگہ ہے۔ اور فرمایا: **وَالَّذِينَ إِذَا أَفْقُوا لَمْ**

يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا..... ”الآیہ“ اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا ڈالتے ہیں اور نہ وہ تنگی کرتے ہیں.....“

یعنی خرچ کرنے میں وہ اسراف سے کام نہیں لیتے کہ ضرورت سے زیادہ خرچ کریں اور نہ بخل سے کام لیتے ہیں کہ اہل و عیال

پر خرچ کرنے میں کوتاہی کریں اور ان کی ضرورت کے مطابق ان پر خرچ نہ کریں بلکہ وہ اعتدال اور میانداری سے کام لیتے

ہیں اور سب سے بہتر کام وہی ہوتا ہے جس میں اعتدال اور میانداری سے کام لیا جائے، نہ اسراف کا مظاہرہ کیا جائے اور نہ

بخل سے کام لیا جائے۔ **وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا ﴿٧٠﴾** ”اور (ان کا خرچ) اس کے درمیان معتدل ہوتا ہے۔“ جیسا کہ ارشاد

باری تعالیٰ ہے: **وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ.....** ”الآیہ (بنی اسرائیل 29:17)“ اور

اپنے ہاتھ کو نہ تو گردن سے بندھا ہوا (بہت تنگ) رکھو (کہ کسی کو کچھ دو ہی نہ) اور نہ بالکل کھول ہی دو.....“

تفسیر آیات: 68-71

شرک، قتل اور زنا سے اجتناب: امام احمد رحمہ اللہ نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا

کہ کون سا گناہ سب سے بڑا ہے۔ آپ نے فرمایا: **إِنَّ تَجْعَلَ لِلَّهِ نِدًّا وَهُوَ خَلْقُكَ، قَالَ: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ: ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ**

وَلَدَكَ (حَشِيَّةً) أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ، قَالَ: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ: ثُمَّ أَنْ تُزَانِيَ بِحَلِيلَةِ جَارِكَ ”یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے لیے شریک

بناؤ، حالانکہ اس نے تمھیں پیدا کیا ہے، عرض کی: پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ تم اپنے بچے کو اس ڈر سے قتل کرو کہ وہ بھی

تمھارے ساتھ کھائے گا، عرض کی: پھر کون سا؟ فرمایا: یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرو۔“ عبد اللہ بیان کرتے ہیں

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2724/8. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2724/8.

کہ اس کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ہے: **وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ.....** (الآیۃ) ”اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے.....“ (۱) امام نسائی نے بھی اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے۔ (۲) نیز اسے امام بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ (۳)

سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ کچھ مشرکوں نے قتل بھی بہت کیے اور بدکاری بھی بہت کی، پھر انھوں نے محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ جو فرماتے ہیں اور جس کی دعوت دیتے ہیں وہ بہت خوب ہے، لہذا آپ یہ فرمائیں کہ ہم نے جو برے کام کیے ہیں ان کا کفارہ کیا ہے۔ تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: **وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ.....** ”اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی کو معبود نہیں پکارتے.....“ (۴) نیز یہ آیت کریمہ بھی نازل ہوئی: **قُلْ لِيُعَذِّبَ الَّذِينَ الَّذِينَ اسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ.....** (الزمر: 53) ”(اے پیغمبر! میری طرف سے لوگوں کو) آپ کہہ دیجیے: اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے.....“ (۵)

وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا (۶) ”اور جو بھی یہ کام کرے گا وہ سخت گناہ (کی سزا) سے ملے گا۔“ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اٹام جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔ (۷) عکرمہ کا بھی یہی قول ہے کہ **يَلْقَىٰ أَثَامًا** (۸) میں اٹام جہنم کی وہ وادیاں ہیں جن میں زانیوں کو عذاب دیا جائے گا۔ (۹) سعید بن جبیر اور مجاہد سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ (۱۰) سدی کہتے ہیں کہ **يَلْقَىٰ أَثَامًا** (۱۱) کے معنی یہ ہیں کہ اسے سزا ملے گی۔ (۱۲)

یہ معنی آیت کے ظاہری الفاظ سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں، اسی لیے بعد کے الفاظ میں اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے: **يُضَعَفُ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ** ”قیامت کے دن اس کو دو گنا عذاب دیا جائے گا۔“ یعنی اسے بار بار اور بہت سخت عذاب دیا جائے گا۔ **وَيَخْلُدُ فِيهِ مُهَانًا** (۱۳) ”اور وہ ہمیشہ اس میں ذلت و خواری سے رہے گا۔“ اس میں حقیر و ذلیل ہو کر رہے گا۔ **إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا** ”مگر جس نے توبہ کی اور وہ ایمان لایا اور اس نے اچھے کام کیے۔“ یعنی ان برے اعمال کی سزا وہ ہے جو بیان کی گئی ہے (اسے ملے گی) **إِلَّا مَنْ تَابَ** ”مگر جس نے توبہ کی۔“ یعنی دنیا میں ان تمام گناہوں سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمائے گا (اسے سزا نہیں ملے گی)۔ یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ قاتل کی توبہ بھی صحیح ہے اور اس آیت میں اور سورہ نساء کی حسب ذیل آیت میں کوئی تعارض

① مسند أحمد: 431/1 جبکہ توسین والالفاظ صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: **وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ**

..... (الفرقان 25: 68)، حدیث: 4761 میں ہے۔ ② السنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالیٰ:

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ الْآيِلَ..... (الفرقان 25: 62)، 421، 420/6، حدیث: 11368. ③ صحیح البخاری، التفسیر، باب

قوله: **وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ.....** (الفرقان 25: 68)، حدیث: 4761 و صحیح مسلم، الإیمان، باب

بیان کون الشک..... حدیث: (142) 86. ④ تفسیر الطبری: 53، 52/19. ⑤ تفسیر الطبری: 57/19. ⑥ تفسیر

الطبری: 57/19. ⑦ تفسیر ابن ابی حاتم: 2730/8 و تفسیر الطبری: 57/19. ⑧ تفسیر ابن ابی حاتم: 2730/8.

نہیں ہے۔ ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَبِدًا.....﴾ (النساء: 93) ”اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً مار ڈالے.....“
یہ آیت کریمہ اگرچہ مدنی ہے مگر یہ مطلق ہے اور اسے اسی شخص پر محمول کیا جائے گا جو توبہ نہ کرے کیونکہ یہ توبہ کے ساتھ مقید ہے، پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ.....﴾
الآیۃ (النساء: 48) ”یقیناً اللہ اس گناہ کو نہیں بخشنے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا دوسرے گناہوں میں جسے چاہے معاف کر دے.....“

رسول اللہ ﷺ کی سنت صحیحہ سے ثابت ہے کہ قاتل کی توبہ بھی قبول ہو جاتی ہے جیسا کہ وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے جب سو قتل کرنے کے بعد توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ کو بھی قبول فرمایا تھا^①، اسی طرح اور بھی بہت سی احادیث سے ثابت ہے کہ قاتل کی توبہ بھی قبول ہو جاتی ہے۔ ﴿قُلْ لِلَّهِ يَبْدُلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ط وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ٢٠﴾ ”تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تو بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا: [إِنِّي لَأَعْرِفُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا مِّنَ النَّارِ، وَآخِرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولًا الْجَنَّةِ، يُؤْتَى بِرَجُلٍ فَيَقُولُ: نَحْنُو كِبَارُ دُنُوبِهِ، وَسَلُوهُ عَنْ صِغَارِهَا، قَالَ: فَيَقَالُ لَهُ: عَمِلْتَ كَذَا يَوْمَ كَذَا، وَعَمِلْتَ كَذَا يَوْمَ كَذَا، وَكَذَا وَكَذَا (فَيَقُولُ: نَعَمْ، لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُنْكِرَ..... فَيَقَالُ لَهُ: فَإِنَّ لَكَ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ حَسَنَةً، فَيَقُولُ: يَارَبِّ! قَدْ عَمِلْتُ أَشْيَاءَ لَا أَرَاهَا هَهُنَا)]
”میں اس شخص کو جانتا ہوں جو دوزخ سے سب سے آخر میں نکلے گا اور جنت میں سب سے آخر میں داخل ہوگا، ایک شخص کو لایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اس کے بڑے گناہوں سے چشم پوشی کرو اور چھوٹے گناہوں کے بارے میں اس سے پوچھو۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے فلاں دن فلاں گناہ کیے تھے اور فلاں دن فلاں گناہ کیے تھے، وہ کہے گا: ہاں، اور وہ اپنے کسی گناہ کا انکار نہ کر سکے گا تو اس سے کہا جائے گا کہ تجھے ہر گناہ کے عوض ایک نیکی دی جا رہی ہے تو وہ عرض کرے گا کہ اے میرے رب! میں نے تو ایسے بھی بہت سے گناہ کیے تھے جنہیں میں یہاں نہیں دیکھ رہا ہوں۔“ راوی کا بیان ہے کہ یہ فرمانے کے بعد رسول اللہ ﷺ اس قدر ہنسے کہ آپ کی داڑھیں نمایاں ہو گئیں۔^② اس روایت کو امام مسلم نے بھی بیان کیا ہے،^③ امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان نہیں کیا۔

امام ابن ابوجاہم نے ابوجابر سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کھول کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ ایک بہت ہی بوڑھے شخص

① اس واقعے کی تفصیل تفسیر ابن کثیر میں النساء، آیت: 100 اور الزمر، آیت: 53 کے تحت دیکھی جاسکتی ہے۔ اور دیکھیے صحیح البخاری، أحادیث الأنبياء، باب: 54، حدیث: 3470 و صحیح مسلم، التوبة، باب قبول توبة القاتل وإن كثر قتله، حدیث: 2766 عن أبي سعيد الخدري رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. ② مسند أحمد: 170/5، البتة توسلن والا حصہ صحیح مسلم، الإیمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها، حدیث: 190 کے مطابق ہے۔ ③ صحیح مسلم، الإیمان، باب أدنى أهل الجنة.....، حدیث: 190.

وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ۖ وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ

اور وہ جو جھوٹی شہادت نہیں دیتے، اور جب کسی بیہودہ کام سے ان کا گزر ہو تو وہ عزت و وقار سے گزر جاتے ہیں ۚ اور وہ کہ جب انھیں ان کے رب کی

رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صَبًا وَعُمِيًّا ۚ ۖ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا

آیات کے ذریعے سے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گر پڑتے ۚ اور وہ جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں ہماری

وَذُرِّيَّتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ۚ ۖ

بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنا ۚ

جن کے ابرو آنکھوں پر گر چکے تھے آئے اور انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں ایک ایسا شخص ہوں جس نے بہت غلطیاں اور بہت گناہ کیے ہیں، کوئی چھوٹی بڑی ظلم و زیادتی ایسی نہیں جس کا میں نے ارتکاب نہ کیا ہو بلکہ میں نے تو اس قدر کثرت کے ساتھ گناہ کیے ہیں کہ اگر انھیں تمام اہل زمین پر تقسیم کر دیا جائے تو وہ انھیں تباہ و برباد کر دیں تو کیا میری توبہ بھی قبول ہو سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: [أَسْلَمْتَ] ”تم مسلمان ہو؟“ اس نے عرض کی: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لا شریک کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: [فَإِنَّ اللَّهَ غَافِرٌ لِّكَ مَا كُنْتَ كَذَلِكِ، وَمُبَدِّلٌ سَيِّئَاتِكَ حَسَنَاتٍ] ”یقیناً اللہ تمہیں جیسے تم تھے، بخش دے گا اور تمہارے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا۔“ اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میری غداریاں اور بدکاریاں؟ آپ نے فرمایا: [وَعَذْرَاتُكَ وَفَجْرَاتُكَ] ”تمہاری غداریاں اور بدکاریوں کو بھی۔“ آدمی یہ سن کر جب واپس جانے لگا تو وہ لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر پڑھتا جا رہا تھا۔^①

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنی رحمت عام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص کسی بھی جلیل یا حقیر، چھوٹے یا بڑے گناہ سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو ضرور قبول فرمائے گا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا﴾ ۚ ”اور جو توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو بے شک وہ اللہ سے توبہ کرتا ہے توبہ کرنا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرماتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ.....﴾ (الآیۃ النساء 110:4) ”اور جو شخص کوئی برا کام کر بیٹھے یا اپنے آپ پر ظلم کر لے.....“ اور فرمایا: ﴿الَّذِينَ يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ.....﴾ (الآیۃ التوبة 104:9) ”کیا انھیں معلوم نہیں کہ بے شک اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے.....“ اور یہ بھی فرمایا: ﴿قُلْ لِعِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ ط.....﴾ (الآیۃ الزمر 53:39) ”(اے پیغمبر! آپ) کہہ دیجیے: (اللہ فرماتا ہے:) اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں.....“ یعنی اس کے لیے جو اس کے حضور توبہ کرے۔

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2736، 2735/8 اور شاہد کے لیے دیکھیے مسند أحمد: 385/4 عن عمرو بن عبسۃؓ، والمعجم

الکبیر للطبرانی: 54، 53/7، حدیث: 6361 عن سلمۃ بن نفیلؓ.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

بندگان الہی کی کچھ اور صفات: بندگان الہی کی یہ بھی صفات ہیں کہ وہ جھوٹی گواہی بھی نہیں دیتے۔ یہاں لفظ زور استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی کذب، فسق، کفر، لغو اور باطل کے ہیں۔ عمرو بن قیس کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ برائی اور بے حیائی کی مجلسوں میں حاضر نہیں ہوتے۔^① اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ﴿لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ﴾ سے مراد یہ ہے کہ وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے، زور کے معنی کسی کی طرف جان بوجھ کر جھوٹی بات منسوب کرنا ہے جیسا کہ صحیحین میں ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَلَا نَبْشُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكِبَائِرِ؟] ”کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ کون سا ہے۔“ یہ آپ نے تین بار فرمایا، ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ضرور ارشاد فرمائیں، آپ نے فرمایا: [الشُّرْكُ بِاللَّهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ] ”اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔“ آپ اس وقت تکیہ لگائے ہوئے تھے، پھر اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے: [أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ، (وَشَهَادَةُ الزُّورِ)] ”خبردار! سن لو جھوٹی بات، (خبردار! سن لو) جھوٹی گواہی۔ (اکبر الکبائر میں سے ہے۔)“ آپ نے بار بار یہ بات ارشاد فرمائی حتیٰ کہ ہم نے کہا: کاش آپ سکوت فرمائیں!^②

سیاق کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ﴿لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ جھوٹی گواہی کے لیے حاضر نہیں ہوتے، اس لیے فرمایا: ﴿وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا﴾^③ ”اور جب ان کا بے ہودہ چیزوں کے پاس سے گزر ہو تو عزت و وقار سے گزرتے ہیں۔“ یعنی وہ جھوٹی مجلسوں میں حاضر نہیں ہوتے اور جب کبھی اتفاق سے انھیں کسی ایسی مجلس کے پاس سے گزرنے کا موقع ملے تو شائستگی کے ساتھ وہاں سے گزر جاتے ہیں اور اپنے دامن کو ذرہ بھر آلودہ نہیں ہونے دیتے، اسی وجہ سے فرمایا: ﴿مَرُّوا كِرَامًا﴾^④ ”عزت و وقار سے گزرتے ہیں۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخْزَوْا عَلَيْهَا صُبًّا وَعَمِيَانًا﴾^⑤ ”اور وہ کہ جب انھیں پروردگار کی آیات کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو اس پر اندھے اور بہرے ہو کر نہیں گرتے (بلکہ غور و فکر سے سنتے ہیں۔)“ یہ بھی مؤمنین کی صفات میں سے ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِاللَّهِ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾^⑥ (الأنفال: 2) ”جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ ان کا ایمان بڑھادیتی ہیں اور وہ اپنے پروردگار ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔“ اس کے برخلاف کافر جب اللہ تعالیٰ کے کلام کو سنتا ہے تو وہ اس سے متاثر نہیں ہوتا اور نہ اپنی حالت میں کوئی تبدیلی پیدا کرتا

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2738/8. ② صحیح البخاری، الشهادات، باب ما قيل في شهادة الزور.....، حدیث:

2654 وصحیح مسلم، الإيمان، باب الكبائر وأكبرها، حدیث: 87، البتہ پہلی اور دوسری قوسوں والے الفاظ صحیح البخاری،

الشهادات، باب ما قيل في شهادة الزور.....، حدیث: 2653 وصحیح مسلم، الإيمان، باب الكبائر وأكبرها، حدیث:

88 عن أنس رضی اللہ عنہ.

ہے بلکہ وہ اپنے کفر، سرکشی، جہالت اور ضلالت ہی میں مبتلا رہتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُمْ مَّن يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَذِهِ إِيمَانًا؟ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ۝ وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَىٰ رِجْسِهِمْ﴾ (التوبة 124:9، 125) ”اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان (منافقین) میں سے بعض (استہزاکرتے ہوئے) کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کا ایمان زیادہ کیا ہے، سو جو ایمان والے ہیں ان کا تو اس نے ایمان زیادہ کیا ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں اور جن کے دلوں میں مرض ہے ان کے حق میں پلیدی پر پلیدی زیادہ کی۔“ ﴿لَمْ يَخُزُوا عَلَيْهَا صَبًا وَعُبْيَانًا﴾ ① ”تو ان پر اندھے اور بہرے ہو کر نہیں گرتے۔“ جبکہ کافر اللہ تعالیٰ کی آیات کو سنتا ہے تو آیات اس پر کچھ اثر نہیں کرتیں، اس لیے وہ اپنی حالت ہی پر برقرار رہتا ہے، گویا وہ بہر اور اندھا ہے، اس نے کچھ سنا ہی نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا ذُرِّيَّتًا فَقَرَّ أَعْيُنُ﴾ ”اور وہ جو (اللہ سے) کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں ہماری بیویوں کی طرف سے (دل کا چین) اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔“ یعنی اللہ کے بندے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ ان کی پشت سے ایسی اولاد پیدا ہو جو اس وحدہ لا شریک کی اطاعت و عبادت کرے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان کی مراد یہ ہے کہ ان کی اولاد ایسی ہو جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے مطابق عمل کرے تاکہ دنیا و آخرت میں انھیں آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب ہو۔ ①

امام احمد رحمہ اللہ نے جبیر بن نفیر سے روایت کیا ہے، وہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم مقداد بن اسود کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس سے ایک شخص گزرا اور کہنے لگا کہ مبارک ہیں یہ دونوں آنکھیں جو رسول اللہ ﷺ کے دیدار سے فیض یاب ہوئی تھیں، اے کاش! ہم بھی وہ دیکھتے جو آپ نے دیکھا اور ہم بھی وہ مشاہدہ کرتے جو آپ نے مشاہدہ کیا، اس سے مقداد ناراض ہو گئے تو مجھے تعجب ہوا کیونکہ اس شخص نے تو اچھی بات کہی تھی، پھر اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ آدمی کو اس بات پر کون سی چیز آمادہ کرتی ہے کہ وہ اس موقع پر حاضر ہونے کی تمنا کرے جس سے اللہ تعالیٰ نے اسے غائب رکھا ہے کیونکہ اسے نہیں معلوم کہ اگر وہ اس موقع پر حاضر ہوتا تو اس کا طرز عمل کیا ہوتا۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بہت سے ایسے لوگ بھی حاضر ہوئے جنھیں اللہ تعالیٰ نے اوندھے منہ جہنم رسید کر دیا کیونکہ انھوں نے آپ کی تصدیق نہ کی اور آپ کی نبوت و رسالت کو قبول نہیں کیا تھا، کیا تم اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے کہ اس نے جب سے تمھیں پیدا فرمایا ہے تم اپنے رب تعالیٰ کو پہچانتے ہو اور تمھارے نبی ﷺ تمھارے پاس جس دین و شریعت کو لائے ہیں تم اس کی تصدیق کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ نے دوسرے لوگوں کو آزمائش میں مبتلا کر کے تمھیں بچالیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو دور جاہلیت میں ایسے حالات میں مبعوث کیا گیا تھا کہ ان سے زیادہ شدید حالات میں کسی نبی کی بعثت عمل میں نہ آئی تھی، اس دور

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2742/8 و تفسیر الطبری: 66/19.

أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا ۖ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ

انہی لوگوں کو ان کے صبر کے بدلے میں (جنت کے) بالا خانے جزا میں دیے جائیں گے، اور وہاں دعا اور سلام کے ساتھ ان کا استقبال ہوگا (75) وہ ہمیشہ

حَسَنَتٍ مُّسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ۖ قُلْ مَا يَعْبَأُ بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ

وہاں رہیں گے، وہ (بہشت) بہت اچھا مستقر اور مقام ہوگا (76) کہہ دیجیے: اگر تمہاری دعا والہجانہ ہوتی تو میرا رب تمہاری پروا نہ کرتا، تم (حق کو) جھٹلا چکے

يَكُونُ لَكُمْ

ہو، لہذا وہ (عذاب تمہیں) عنقریب لازم ہو کر رہے گا (77)

میں لوگ یہ سمجھتے تھے کہ بتوں کی عبادت سے افضل کوئی دین نہیں ہے۔ آپ ایسے دین فرقان کے ساتھ تشریف لائے جس نے حق و باطل میں فرق کر دیا، جس نے باپ اور بیٹے میں فرق کر دیا، اگر آدمی اپنے والد یا بیٹے یا بھائی کو دیکھتا کہ وہ کافر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کے قفل کو ایمان کے لیے کھول دیا ہے تو وہ جانتا تھا کہ اس کا وہ باپ یا بیٹا یا بھائی جس نے ایمان کو قبول نہیں کیا مرنے کے بعد جہنم رسید ہوگا، اس سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی نہ ہوتیں کہ اس کا پیارا دوزخ میں جائے گا جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ﴾ اور وہ جو (اللہ سے) کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں ہماری بیویوں کی طرف سے (دل کا چین) اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔“ اس حدیث کی سند صحیح ہے مگر اسے کتب ستہ میں بیان نہیں کیا گیا۔

اور اس کا فرمان ہے: ﴿وَأَجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا﴾ (76) ”اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن، سدی، قتادہ اور ربیع بن انس کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمیں ایسے امام بنادے کہ خیر میں ہماری اقتدا کی جائے۔ (77) دیگر ائمہ تفسیر کا قول ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمیں ہدایت کرنے والے، ہدایت یافتہ اور خیر و بھلائی کے داعی بنادے، انھوں نے اس بات کو پسند کیا کہ جس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اسی طرح ان کی اولاد بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور ان کی ہدایت کا دوسروں تک بھی نفع پہنچے کیونکہ یہ بات کثرت ثواب اور حسن انجام کا سبب بنتی ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ] ”جب ابن آدم فوت ہو جاتا ہے تو تین کے سوا اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں: (1) صدقہ جاریہ (2) یا وہ علم جس کے ساتھ اس کے بعد نفع حاصل کیا جا رہا ہو یا (3) ایسا نیک بیٹا جو اس کے لیے دعا کرتا ہو۔“ (77)

تفسیر آیات: 77-75

اللہ کے بندوں کی جزا اور اہل مکہ کے لیے وعید: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کی صفات جمیلہ اور اقوال و افعال جلیلہ کا

① مسند أحمد: 3، 2/6. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2743/8 و تفسیر الطبری: 68/19. ③ صحیح مسلم، الوصیة،

باب ما يلحق الإنسان من الثواب.....، حدیث: 1631.

ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے: ﴿أُولَٰئِكَ﴾ ”یہی لوگ۔“ جو ان صفات کے مالک ہیں۔ ﴿يُجْزَوْنَ﴾ ”بدلہ دیے جائیں گے۔“ قیامت کے دن۔ ﴿الْعُرْفَةَ﴾ ”بالا خانے۔“ اور یہاں غرہ سے مراد جنت ہے۔ اور یہ قول ابو جعفر باقر، سعید بن جبیر، ضحاک اور سُدی کا ہے۔^(۱) ان بالا خانوں کو ان کی بلندی کی وجہ سے غرہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

﴿بِمَا صَبَرُوا﴾ ”ان کے صبر کے بدلے میں۔“ یعنی صبر کے ساتھ ان تمام امور کو انجام دینے کی وجہ سے۔ ﴿وَيَلْقَوْنَ فِيهَا نَجِيَّةً وَسَلَابًا﴾ ”اور وہاں دعا و سلام کے ساتھ ان کا استقبال کیا جائے گا۔“ یعنی جنت میں انہیں اکرام و احترام سے نوازا اور دعا و سلام کے ساتھ سرفراز اجائے گا، ان کے لیے سلامتی ہوگی، ان کے اوپر بھی سلامتی ہوگی، فرشتے جنت کے ہر دروازے سے ان کے پاس آتے ہوئے کہیں گے کہ تم پر رحمت اور سلامتی ہو، یہ تمہاری ثابت قدمی کا بدلہ ہے اور عاقبت کا گھر خوب گھر ہے۔ ﴿خَالِدِينَ فِيهَا﴾ ”وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔“ یعنی جنت میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مقیم رہیں گے وہاں سے کہیں نہیں جائیں گے، فوت بھی نہیں ہوں گے، کسی اور جگہ منتقل بھی نہیں ہوں گے، جنت کے بجائے کوئی اور ٹھکانا بدلنا بھی نہیں چاہیں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَأَمَّا الَّذِينَ سُعدُوا فَيُفِي الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ﴾
الآیۃ (ہود: 108-11) ”اور جو نیک بخت بنائے گئے ہوں گے تو وہ بہشت میں (داخل کیے جائیں گے) اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان اور زمین ہیں.....“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿حَسَنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا﴾ ”وہ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت ہی عمدہ جگہ ہے۔“ منظر کے اعتبار سے بے حد حسین و جمیل اور مقام و منزل کے اعتبار سے بہت پاکیزہ و پوثر ہے، پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قُلْ مَا يَعْبُودُ بِكُمْ رَبِّي﴾ ”کہہ دیجیے: میرا پروردگار بھی تمہاری کچھ پروا نہ کرتا۔“ اگر تم اس کی عبادت نہ کرتے تو اسے بھی تمہاری کچھ پروا نہیں، اس نے تو ساری مخلوق کو پیدا ہی اس لیے فرمایا ہے کہ وہ اس کی عبادت کرے، اسے وحدہ لا شریک مانے اور صبح و شام اس کی تسبیح و تقدیس کے ترانے گائے۔ ﴿فَقَدْ كَذَّبْتُمْ﴾ ”پس تم نے (حق کی) یقیناً تکذیب کی ہے۔“ اے کافرو! ﴿فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا﴾ ”سو وہ (سزا تمہارے لیے) جلد لازم ہوگی۔“ یعنی تمہاری یہ تکذیب دنیا و آخرت میں تمہاری ہلاکت اور تباہی و بربادی کا سبب بنے گی۔ غرہ بدر کے دن کفار کی تباہی و بربادی اور ہلاکت بھی اسی میں داخل ہے جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، محمد بن کعب قرظی، مجاہد، ضحاک، قتادہ اور سُدی وغیرہ نے بیان فرمایا ہے۔^(۲) امام حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا﴾ کے معنی یہ ہیں کہ یہ سزا قیامت کے دن لازم ہوگی۔^(۳) اور ان دونوں اقوال میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ کفار کے لیے یہ سزا دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی۔
سورہ فرقان کی تفسیر مکمل ہوئی۔ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2743/8 و تفسیر الطبری: 69/19. ② تفسیر الطبری: 72/19 و تفسیر ابن ابی حاتم:

2746/8. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 2746/8.

تفسیر سورہ شعراء

یہ سورت کی ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

طسّم ① تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ② لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ ③ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ④ إِنَّ كُشًا

طسّم ① یہ واضح کتاب کی آیات ہیں ② (اے نبی!) شاید اس (غم) سے کہ وہ لوگ ایمان نہیں لاتے آپ خود کو ہلاک ہی کر لیں گے ③ اگر ہم چاہیں تو

نُنْزِلُ عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ آيَةً فَظَلَّتْ أَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِينَ ④ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرِ مَنْ

ان پر آسمان سے کوئی نشانی اتار دیں، پھر اس کے آگے ان کی گردنیں جھکی ہی رہ جائیں ④ اور رحمن کے پاس سے جو بھی کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو وہ اس

الرَّحْمَنِ مُحَدَّثٌ إِلَّا كَانُوا عَنْهُ مُعْرِضِينَ ⑤ فَقَدْ كَذَّبُوا فَسَيَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ

سے اعراض کر لیتے ہیں ⑤ چنانچہ یقیناً وہ جھٹلا چکے، لہذا جلد ان کے پاس اس کی خبریں آئیں گی جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے ⑥ کیا انھوں نے

يَسْتَهْزِءُونَ ⑥ أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الْأَرْضِ كَمْ أَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ⑦ إِنَّ فِي ذَلِكَ

زمین کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اس میں ہر قسم کی کتنی ہی عمدہ چیزیں اگائی ہیں ⑦ بلاشبہ اس میں عظیم نشانی ہے، اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے

لَايَةً ⑧ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ⑨ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ⑩

نہیں ⑩ اور بے شک آپ کا رب، وہی ہے غالب، بہت رحم کرنے والا ⑩

امام مالک رحمہ اللہ سے مروی تفسیر میں اس کا نام سورۃ الجامعۃ ہے۔

تفسیر آیات: 9-1

کفار کا قرآن مجید سے اعراض: بعض سورتوں کے آغاز میں حروف مقطعات سے متعلق بحث ہم سورہ بقرہ کی تفسیر کے شروع

میں کر آئے ہیں، لہذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔ فرمان الہی ہے: ﴿تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ﴾ ② ”یہ کتاب

روشن کی آیتیں ہیں۔“ مبین کے معنی بین، واضح اور روشن کے ہیں جو حق و باطل اور ہدایت و گمراہی میں فرق کر دے۔ ارشاد

الہی ہے: ﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ﴾ ”(اے پیغمبر!) شاید آپ اپنے آپ کو ہلاک کر دیں گے۔“ اس رنج و غم کی وجہ سے ﴿أَلَّا

يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾ ③ ”کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔“ یہ رسول اللہ ﷺ کو ایمان نہ لانے والے کفار کی وجہ سے تسلی دی گئی

ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَتٍ ط﴾ (فاطر 8:35) ”تو ان لوگوں پر افسوس کر کے آپ کا دم نہ نکل جائے۔“ اور فرمایا: ﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسِكَ عَلَىٰ اتَّارِهِمْ إِنَّ لَّهُمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا﴾ (الکھف 6:18) ”(اے پیغمبر!) اگر یہ اس کلام پر ایمان نہ لائیں تو شاید آپ ان کے پیچھے رنج کر کے اپنے آپ کو ہلاک کر دیں گے۔“ مجاہد، عکرمہ، قتادہ، عطیہ، سخاک، حسن اور دیگر کئی ائمہ تفسیر کا قول ہے کہ: ﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسِكَ﴾ کے معنی ہیں کہ شاید آپ اپنے آپ کو قتل کر دیں گے۔^①

پھر فرمایا: ﴿إِنْ لَّمْ يَنْزِلْ عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ آيَةٌ فَظَلَّتْ أَعْنَاقُهُمْ لَهَا خُضُعِينَ﴾ ④ ”اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے نشانی اتار دیں، پھر ان کی گردنیں اس کے آگے جھک جائیں۔“ یعنی اگر ہم چاہیں تو ان پر ایسی نشانی اتار دیں جو انہیں زبردستی ایمان لانے پر مجبور کر دے لیکن ہم ایسا نہیں کرتے کیونکہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہر شخص مجبوراً نہیں بلکہ اپنے اختیار سے ایمان لائے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَأَمَنَّ مِنَ فِي الْأَرْضِ كُلَّهُمْ جَمِيعًا ۖ أَفَأَنْتَ تُكْذِرُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾ (یونس 99:10) ”اور اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کے سب ایمان لے آتے تو کیا آپ لوگوں پر زبردستی کرنا چاہتے ہیں کہ وہ مومن ہو جائیں؟“ اور فرمایا: ﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً ۖ﴾ (الآیہ ہود 118:11) ”اور اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی جماعت کر دیتا۔“ پس اس نے اپنی تقدیر کو نافذ کر دیا، اس کی حکمت جاری و ساری ہو گئی اور اس کی حجت بالغہ مخلوق پر اس طرح قائم ہو گئی کہ اس نے ان کی طرف رسول بھیجے اور ان پر کتابیں نازل فرمائیں۔

پھر فرمایا: ﴿وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرِ مِنَ الرِّحْلَيْنِ مُحَدَّثٍ إِلَّا كَانُوا عَنْهُ مُعْرِضِينَ﴾ ⑤ ”اور ان کے پاس (اللہ) رحمن کی طرف سے کوئی نئی نصیحت نہیں آتی مگر اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔“ یعنی جب بھی ان کے پاس آسمان سے کوئی کتاب نازل ہوئی تو ان میں سے اکثر لوگوں نے اس سے منہ پھیر لیا جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ﴾ (یوسف 103:12) ”اور بہت سے آدمی اگرچہ آپ کتنی ہی خواہش کریں ایمان لانے والے نہیں ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿يَحْسِرَةً عَلَىٰ الْعِبَادَةِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ﴾ (یس 30:36) ”بندوں پر افسوس ہے کہ ان کے پاس کوئی پیغمبر نہیں آتا مگر اس سے تمسخر کرتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَاءً كُلَّمَا جَاءَ أُمَّةً رَّسُولُهَا كَذَّبُوهُ ۖ﴾ (الآیہ المؤمنون 44:23) ”پھر ہم پے در پے اپنے پیغمبر بھیجتے رہے، جب کسی امت کے پاس اس کا پیغمبر آتا تھا تو وہ اسے جھٹلا دیتے تھے۔“ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا: ﴿فَقَدْ كَذَّبُوا فَسَيَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ﴾ ⑥ ”سو یہ تو یقیناً جھٹلا چکے، عنقریب ان کے پاس (اس چیز کی) خبریں آئیں گی جس کی وہ ہنسی اڑاتے تھے۔“ یعنی ان کے پاس جب حق آیا تو انہوں نے اسے جھٹلایا اور اپنے اس جھٹلانے کا انجام یہ لوگ کچھ وقت بعد معلوم کریں گے۔ ﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ

وَإِذْ نَادَىٰ رَبُّكَ مُوسَىٰ إِنَّ اتَّ الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٠﴾ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ط أَلَا يَتَّقُونَ ﴿١١﴾ قَالَ

اور (یاد کریں) جب آپ کے رب نے موسیٰ کو پکارا کہ تو ظالم قوم کے پاس جاؤ ﴿١٠﴾ (یعنی) قوم فرعون کے پاس، کیا وہ ڈرتے نہیں؟ ﴿١١﴾ اس نے کہا: اے

رَبِّ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُونِ ﴿١٢﴾ وَيَضِيقُ صَدْرِي وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِي فَأَرْسِلْ إِلَىٰ

میرے رب! بے شک میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے ﴿١٢﴾ اور میرا سینہ تنگ ہوتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی، لہذا تو ہارون کی طرف بھی (دے)

هُرُونَ ﴿١٣﴾ وَلَهُمْ عَلَىٰ ذَنْبٍ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ ﴿١٤﴾ قَالَ كَلَّا ؕ فَاذْهَبَا بِآيَاتِنَا إِنَّا

بھیج ﴿١٣﴾ اور ان کا میرے ذمے ایک گناہ (جرم) ہے، لہذا مجھے خوف آتا ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے ﴿١٤﴾ فرمایا: ہرگز نہیں! اپنا نچہ تم دونوں ہماری نشانیں

مَعَكُمْ مُسْتَبْعُونَ ﴿١٥﴾ فَاتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُولَا إِنَّا رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦﴾ أَنْ أَرْسِلَ مَعَنَا

کے ساتھ جاؤ، یقیناً ہم تمہارے ساتھ ہیں، سننے والے ہیں ﴿١٥﴾ چنانچہ تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ، پھر اس سے کہو: بلاشبہ ہم رب العالمین کے رسول

بَنِي إِسْرَءِيلَ ﴿١٧﴾ قَالَ أَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيدًا وَلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِينَ ﴿١٨﴾

ہیں ﴿١٨﴾ یہ کہ بنی اسرائیل کو (آزاد کر کے) ہمارے ساتھ بھیج دے ﴿١٧﴾ فرعون نے کہا: کیا ہم نے اپنے پاس بچپن میں تیری پرورش نہیں کی اور تو ہمارے

وَفَعَلْتَ فَعَلَتِكَ الَّتِي فَعَلْتَ وَأَنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴿١٩﴾ قَالَ فَعَلْتَهَا إِذَا وَأَنَا مِنَ

درمیان اپنی عمر کے کئی برس نہیں رہا؟ ﴿١٩﴾ اور تو اپنا وہ کام کر گیا جو کر گیا، اور تو ناشکروں میں سے ہے ﴿١٩﴾ اس نے کہا: میں نے وہ کام اس وقت کیا تھا جبکہ

الصَّالِّينَ ﴿٢٠﴾ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٢١﴾

میں بھٹکے ہوئے لوگوں میں سے تھا ﴿٢٠﴾ پھر جب میں تم سے ڈرتا تو میں تم سے بھاگ گیا، پھر میرے رب نے مجھے حکم بخشا اور اس نے مجھے رسولوں

وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَنْهُنَّهَا عَلَىٰ أَنْ عَبَّدَتْ بَنِي إِسْرَءِيلَ ﴿٢٢﴾

میں سے بنایا ﴿٢٢﴾ اور (کیا یہی ہے) وہ احسان جو تو مجھ پر جلتا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے ﴿٢٢﴾

ظَلَمُوا أَيْ مُنْقَلَبٌ يَنْقَلِبُونَ ﴿٢٣﴾ (الشعراء 26: 227) ”اور ظالم عنقریب جان لیں گے کہ کون سی لوٹنے کی جگہ وہ لوٹ کر جائیں گے۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم سلطنت، اپنے جلال و قدرت اور اپنی عظمتِ شان کی طرف ان لوگوں کو توجہ دلائی ہے جنہوں نے اس کے رسول کی مخالفت اور اس کی کتاب کی تکذیب کی جرأت کی، فرمایا کہ وہ عظیم الشان غلبے اور قدرت کا مالک ہے، اسی نے زمین کو پیدا کیا اور اسی نے اس میں سے فصلوں، پھلوں اور حیوانوں جیسی کتنی ہی نفیس چیزوں کو پیدا فرمایا ہے۔ سفیان ثوری نے ایک شخص سے اور انہوں نے شعی سے روایت کیا ہے کہ لوگ بھی زمین ہی کی نبات ہیں، ان میں سے جو جنت میں داخل ہو گیا وہ کریم اور جو دوزخ میں داخل ہو گیا وہ لئیم ہے۔ ﴿٢١﴾ ”إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ؕ“ ”کچھ شک نہیں کہ اس میں (اللہ کی قدرت کی عظیم) نشانی ہے۔“، یعنی اس میں اشیاء کے پیدا کرنے والے کی قدرت کی نشانی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور آسمان کو بلند کر دیا اور اس کے باوجود اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی، اس کے رسولوں کی اور اس کی کتابوں کی تکذیب

کرتے، اللہ تعالیٰ کے اوامر کی مخالفت کرتے اور اس کی نواہی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ فرمان الہی ہے: **وَأَنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ** ”اور یقیناً آپ کا پروردگار غالب ہے۔“ یعنی زبردست اور غالب ہے۔ اور اس نے ہر چیز کو مغلوب کر رکھا ہے۔ **الرَّحِيمُ** ”نہایت مہربان ہے“ یعنی اپنی مخلوق پر رحم فرماتا ہے، نافرمانی کرنے والے کو جلد سزا نہیں دیتا بلکہ اسے مہلت دیتا ہے اور پھر جب اسے پکڑتا ہے تو اس طرح جیسے کوئی قوی اور غالب پکڑتا ہے۔ ابوالعالیہ، قتادہ، ربیع بن انس اور ابن اسحاق کہتے ہیں کہ وہ اپنے انتقام، اپنے حکم کی مخالفت کرنے والوں اور اپنے سوا غیروں کی پوجا کرنے والوں سے بدلہ لینے میں بہت قوی ہے۔ ^(۱) اور سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ وہ ان پر بے حد مہربان ہے جو اس کی جناب میں توبہ کرتے اور اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ^(۲)

تفسیر آیات: 10-22

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ: یہاں اللہ تعالیٰ نے اس حکم کا ذکر فرمایا ہے جو اس نے اپنے عبد و رسول اور کلیم موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو اس وقت دیا جب انھیں طور کی دائیں جانب سے پکارا، ہم کلامی کے شرف سے نوازا، سرگوشی کی، رسالت و نبوت سے نوازا اور فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس جانے کا حکم دیا، اسی لیے فرمایا: **أَنِ اتَّبِعِ الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ** ﴿۱۰﴾ **قَوْمٌ فَارِعُونَ ط** **أَلَا يَتَّقُونَ** ﴿۱۱﴾ **قَالَ رَبِّ إِنِّي أَخَافُ أَن يُكَذِّبُونِ** ﴿۱۲﴾ **وَيَضِيقُ صَدْرِي وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِي فَأَرْسِلْ إِلَىٰ هَرُونَ** ﴿۱۳﴾ **وَلَهُمْ عَلَىٰ ذَنْبٍ فَأَخَافُ أَن يَقْتُلُونِ** ﴿۱۴﴾ ”کہ ظالم لوگوں کے پاس جاؤ (یعنی) قوم فرعون کے پاس، کیا وہ ڈرتے نہیں؟ اس نے کہا کہ میرے پروردگار! میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے اور میرا سینہ تنگ ہوتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی لہذا تو ہارون کی طرف (وجہ) بھیج (کہ میرے ساتھ چلے) اور ان کا مجھ پر ایک گناہ (قطبی کے خون کا دعویٰ) بھی ہے، سو میں اس سے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے مار ہی ڈالیں۔“ یہ موسیٰ علیہ السلام کے کچھ عذر تھے جن کی بابت انھوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ انھیں دور فرما دے جیسا کہ سورہ ط میں ذکر فرمایا: **قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي** ﴿۱﴾ **وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي** ﴿۲﴾ **وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِي** ﴿۳﴾ **يَقْفُوهُ أَوْ قَوْلِي** ﴿۴﴾ **وَاجْعَلْ لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي** ﴿۵﴾ **هَرُونَ أَخِي** ﴿۶﴾ **أَشَدُّ دَبَّةً أَزْدَرِي** ﴿۷﴾ **وَاشْرِكْهُ فِي أَمْرِي** ﴿۸﴾ **كَيْ تَسْبَحَكَ كَثِيرًا** ﴿۹﴾ **وَنَذِّكَرُكَ كَثِيرًا** ﴿۱۰﴾ **إِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيرًا** ﴿۱۱﴾ **قَالَ قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يٰمُوسَىٰ** ﴿۱۲﴾ (طہ: 25-36) ”اس نے کہا: میرے پروردگار! میرے (اس کام کے) لیے میرا سینہ کھول دے اور میرا کام میرے لیے آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ کھول دے (تاکہ) وہ میری بات سمجھ لیں اور میرے گھر والوں میں سے میرے لیے وزیر (مددگار) بنادے (یعنی) میرے بھائی ہارون کو، اس سے میری پشت مضبوط کر دے اور اسے میرے کام میں شریک کر دے تاکہ ہم تیری بہت سی تسبیح کریں اور تجھے کثرت سے یاد کریں، بلاشبہ تو ہی ہمیں (ہر حال میں) خوب دیکھ رہا ہے۔ فرمایا: اے موسیٰ! تجھے تیرا سوال یقیناً دے دیا گیا۔“

ارشاد الہی ہے: **وَلَهُمْ عَلَىٰ ذَنْبٍ فَأَخَافُ أَن يَقْتُلُونِ** ﴿۱۴﴾ ”اور ان لوگوں کا مجھ پر ایک گناہ بھی ہے، سو میں اس

سے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے مار ہی ڈالیں۔“ یعنی اس قبلی کے قتل کی وجہ سے جو موسیٰ علیہ السلام کے بلا دمصر سے خروج کا سبب بنا تھا۔
﴿قَالَ كَلَّا﴾ ”فرمایا: ہرگز نہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ ان میں سے کسی بھی چیز سے نہ ڈرو جیسا کہ فرمایا:

﴿سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصْلُوٰنَ إِلَيْكُمَا﴾ بِأَيِّنَا أَنْتُمْ وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُونَ ○ (القصص 35:28)
 ”عنقریب ہم تمہارے بھائی سے تمہارا بازو مضبوط کریں گے اور تم دونوں کے لیے غلبہ کر دیں گے، پھر وہ تم

دونوں تک نہ پہنچ سکیں گے، (تم جاؤ) ہماری نشانوں کے ساتھ (اور) تم دونوں اور جنھوں نے تمہاری پیروی کی غالب رہو گے۔“
﴿فَاذْهَبَا بِأَيِّنَا إِنْكُمْ مُّسْتَمْعُونَ﴾ ① ”چنانچہ تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ، یقیناً ہم تمہارے ساتھ سننے

والے ہیں۔“ جیسا کہ فرمایا: **﴿إِنِّي مَعَكُمْ أَسْمِعُ وَأَذِي﴾** ○ (طہ 46:20) ”یقیناً میں تمہارے ساتھ ہوں (اور) سنتا اور دیکھتا ہوں۔“ یعنی اپنی حفاظت اور تائید و نصرت کے ساتھ میں تمہارے ساتھ ہوں، **﴿فَاتِيًّا فِرْعَوْنَ فَقُولَا إِنَّا رَسُولُ رَبِّ**

الْعٰلَمِينَ﴾ ○ ”تو دونوں فرعون کے پاس جاؤ، پھر کہو کہ بلاشبہ ہم تمام جہانوں کے مالک کے بھیجے ہوئے ہیں۔“ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: **﴿إِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ﴾** ○ (طہ 47:20) ”بلاشبہ ہم دونوں (آپ کی طرف) آپ کے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں۔“

﴿أَنْ أَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرٰٓءِيلَ﴾ ② ”یہ (اس لیے آئے ہیں) کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے۔“ یعنی انھیں اپنی قید سے آزاد کر دے، ان پر اپنا قبضہ و تسلط ختم کر دے اور انھیں سزا میں دینا ترک کر دے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے مومن

بندے اور اس کی مخلص جماعت ہیں مگر تو نے انھیں ذلیل و رسوا کر دینے والے عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ جب موسیٰ نے یہ فرمایا تو فرعون نے سن کر آپ (موسیٰ علیہ السلام) سے منہ موڑ لیا اور پھر حقارت آمیز نظروں سے آپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا:

﴿أَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلَيْدًا﴾ الآية ”کیا ہم نے تمہیں اس حال میں نہیں پالا تھا کہ تم بچے تھے.....“ یعنی موسیٰ تم تو وہ ہو کہ ہم نے تمہاری اپنے گھر میں اور اپنے بستر پر پرورش کی تھی، تمہیں کھانا دیا اور سالہا سال تک تم پر احسان کیا تھا اور اب تم

اس احسان کا یہ بدلہ دے رہے ہو کہ ہمارے ایک آدمی کو قتل کر دیا اور ہمارے احسان کو فراموش کر دیا، اس لیے فرمایا: **﴿وَأَنْتَ مِنَ الْكَٰفِرِينَ﴾** ③ ”اور تم ناشکروں میں سے ہو۔“ یعنی احسان کا انکار کرنے والوں میں سے ہو، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما

اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم کا قول ہے اور ابن جریر نے بھی اس آیت کی تفسیر میں اسی قول کو اختیار کیا ہے۔
﴿قَالَ فَعَلْتُمْ إِذَا وَآنَا مِنَ الظَّٰلِمِينَ﴾ ④ ”اس (موسیٰ) نے کہا: (ہاں) وہ حرکت مجھ سے ناگہاں سرزد ہوئی تھی

اور میں خطا کاروں میں سے تھا۔“ یعنی اس واقعے کا تعلق وحی و تنزیل اور نبوت و رسالت سے پہلے کے دور سے ہے۔ **﴿فَقَرَّرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُمْ فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ﴾** ⑤ ”تو جب مجھے تم سے ڈر لگا تو میں تم میں سے بھاگ

گیا، پھر میرے رب نے مجھے حکم (نبوت و علم) عطا کیا اور مجھے پیغمبروں میں سے بنادیا۔“ یعنی پہلا دور ختم ہو گیا اور اب نیا دور شروع ہوا ہے اور اب اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے، اگر تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اختیار کرو گے تو سلامت

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٢٣﴾ قَالَ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنَّ كُنْتُمْ

فرعون نے کہا: اور رب العالمین کیا ہے؟ ﴿٢٣﴾ اس نے کہا: وہ آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، ان کا رب ہے، اگر تم یقین کرنے

مُوقِنِينَ ﴿٢٤﴾ قَالَ لَنْ حَوْلَهُ إِلَّا تَسْتَعْجِلُونَ ﴿٢٥﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿٢٦﴾ قَالَ

والے ہو ﴿٢٤﴾ اس نے اپنے ارد گرد والوں (درباریوں) سے کہا: کیا تم سنتے نہیں ہو؟ ﴿٢٥﴾ مویٰ نے کہا: (وہ) تمہارا اور تمہارے اگلے آباء و اجداد کا رب

إِنَّ رَسُولَكُمْ الَّذِي أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ ﴿٢٧﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنَّ

ہے ﴿٢٦﴾ اس نے کہا: بلاشبہ تمہارا یہ رسول، جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے، یقیناً دیوانہ ہے ﴿٢٧﴾ اس نے کہا: (وہ) مشرق و مغرب اور جو کچھ ان دونوں کے

كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٢٨﴾

درمیان ہے ان کا رب ہے، اگر تم عقل رکھتے ہو ﴿٢٨﴾

رہو گے اور اگر اس کی مخالفت کرو گے تو تباہ و برباد ہو جاؤ گے، پھر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَنْهَا عَلَىٰ أَنْ عَبَّدَتْ بَنِي إِسْرَءِيلَ﴾ ﴿٢٨﴾ ”اور (کیا) یہی احسان ہے جو تو مجھ پر جتلا رہا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔“ یعنی میرے ساتھ احسان کیا اور میری پرورش کی اور اس کے بالمقابل میری قوم بنی اسرائیل کے ساتھ بدسلوکی کی انتہا کردی کہ انھیں غلام اور خادم بنا کر محنت و مشقت کے کاموں پر لگا دیا، تو کیا ان کے ایک آدمی کے ساتھ احسان پوری قوم کے ساتھ بدسلوکی کا مقابلہ کر سکتا ہے؟ یعنی میری قوم کے ساتھ بدسلوکی اور انھیں ذلیل و رسوا کرنے کی جو انتہا کردی ہے اس کے مقابلے میں میرے ساتھ کیے ہوئے احسان کی کوئی حیثیت نہیں۔

تفسیر آیات: 23-28

پروردگار عالم کے متعلق فرعون کا توہین آمیز انداز: اللہ تعالیٰ نے فرعون کے کفر، تمرد، سرکشی اور انکار کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے موسیٰ سے کہا: ﴿وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ ﴿٢٣﴾ ”اور تمام جہانوں کا رب کیا ہے؟“ کیونکہ وہ اپنی قوم سے کہا کرتا تھا: ﴿مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ إِلَهِ غَيْرِي﴾ ﴿٢٥﴾ (الفصص 28:38) ”میں اپنے سوا کسی کو تمہارا خدا نہیں جانتا۔“ ﴿فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهُ فَأَطَاعُوهُ﴾ ﴿٢٦﴾ (الزخرف 43:54) ”غرض! اس نے اپنی قوم کی عقل ماردی اور انھوں نے اس کی بات مان لی۔“ انھوں نے کائنات کے پیدا فرمانے والے اللہ جل و علا کا انکار کر دیا اور یہ عقیدہ اختیار کر لیا تھا کہ فرعون کے سوا کوئی پروردگار نہیں ہے، جب موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا: ﴿إِنِّي رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ ﴿٢٧﴾ (الزخرف 43:46) ”بلاشبہ میں تمام جہانوں کے رب کا بھیجا ہوا ہوں۔“ تو فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ وہ کون ہے جس کو تو میرے سوا رب العالمین مانتا ہے؟ علمائے سلف اور ائمہ خلف نے اس آیت کی تفسیر اسی طرح بیان کی ہے حتیٰ کہ سدی نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ آیت حسب ذیل آیات کے مانند ہے: ﴿قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمْ يَا مُوسَىٰ﴾ ﴿٢٨﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ حَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ ﴿٢٩﴾ (طہ 20:49، 50) ”اس نے کہا: اے موسیٰ! تم دونوں کا پروردگار کون ہے؟ کہا کہ ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل و صورت بخشی، پھر راہ دکھائی۔“ ﴿٢٨﴾

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2756/8 .

منطقیوں کے ایک شبہ کا ازالہ: جن اہل منطق وغیرہ کا یہ خیال ہے کہ فرعون کا یہ سوال ماہیت کے بارے میں تھا تو ان کا یہ خیال غلط ہے کیونکہ اسے تو پروردگار عالم کے وجود ہی کا اقرار نہ تھا کہ وہ اس کی ماہیت کے بارے میں سوال کرتا، وہ تو سرے ہی سے وجود باری تعالیٰ کا منکر تھا گود لائل و براہین کے ساتھ اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کے وجود کو ثابت کر دیا گیا تھا، الغرض! فرعون نے جب رب العالمین کے بارے میں موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا تو: ﴿قَالَ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ ”کہا: جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور اس کا بھی جو ان دونوں کے درمیان ہے۔“ یعنی وہ ان سب چیزوں کا خالق و مالک ہے اور اس کا تصرف ان میں کارفرما ہے، وہی معبود برحق ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں، اسی نے تمام اشیاء کو پیدا فرمایا، اسی نے عالم علوی اور اس کے روشن و منور ثوابت اور سیاروں کو پیدا کیا ہے اور اسی نے عالم سفلی اور اس کے دریاؤں، سمندروں، صحراؤں، پہاڑوں، درختوں، حیوانوں، نباتات، پھلوں، ہواؤں اور پرندوں کو پیدا فرمایا اور یہ ساری مخلوقات اس کی غلام اور اس کے سامنے عاجز و درماندہ ہیں۔ ﴿إِنْ كُنْتُمْ مُوقِنِينَ﴾ ”بشرطیکہ تم یقین کرنے والے ہو۔“ یعنی بشرطیکہ تمہارے پاس یقین کرنے والے دل اور دیکھنے والی آنکھیں ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ بات سن کر فرعون نے اپنے گرد و پیش بیٹھے ہوئے سرداروں اور روسائے حکومت کی طرف دیکھا اور تکبر، استہزاء اور موسیٰ کی تکذیب کرتے ہوئے کہنے لگا: ﴿الْأَسْتَعِينُونَ﴾ ”کیا تم غور سے سنتے نہیں؟“ یعنی کیا تمہیں اس بات سے تعجب نہیں ہو رہا جو موسیٰ کہہ رہا ہے کہ تمہارا اللہ میرے سوا کوئی اور ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: ﴿رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ﴾ ”(وہ) تمہارا اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب ہے۔“ یعنی وہ تمہارا بھی خالق ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا بھی وہی خالق ہے جو فرعون اور اس کے زمانے سے پہلے ہو گزرے ہیں۔

﴿قَالَ﴾ ”اس (فرعون) نے کہا“ اپنی قوم سے: ﴿إِنْ رَسُولُكُمُ الَّذِي أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ﴾ ”یقیناً تمہارا یہ پیغمبر جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے، ضرور پاگل ہے۔“ یعنی اس میں عقل نہیں جو اس نے یہ دعویٰ کر دیا ہے کہ میرے سوا کوئی اور بھی رب ہے۔ ﴿قَالَ﴾ ”اس (موسیٰ) نے کہا“ ان لوگوں سے جن کو فرعون نے شبہ میں مبتلا کر دیا تھا: ﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ﴾ ”جو مشرق و مغرب اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کا رب ہے بشرطیکہ تم سمجھتے ہو۔“ یعنی رب العالمین وہ ہے جس نے مشرق کو مشرق بنا دیا ہے کہ اس سے کواکب طلوع ہوتے ہیں اور اس نے مغرب کو مغرب بنا دیا ہے کہ اس میں کواکب، ثوابت و سیارے غروب ہوتے ہیں اور پھر اس نے ان سب کے نظام کو اپنی قدرت کے ساتھ مخز فرمادیا ہے تو یہ فرعون جو اس بات کا دعوے دار ہے کہ وہ تمہارا رب اور معبود ہے، اگر یہ اپنے دعوے میں سچا ہے تو اس نظام قدرت کے برعکس مشرق کو مغرب اور مغرب کو مشرق بنا کر دکھائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ فَلَمَّا كَذَّبَ اللَّهُ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتَتْ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ﴾

قَالَ لَئِنْ اتَّخَذْتَ إِلَهًا غَيْرِي لَجَعَلَنكَ مِنَ الْمَسْجُورِينَ ۝۲۹ قَالَ أَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ

اس نے کہا: البتہ اگر تو نے میرے سوا کوئی اور معبود پکڑا تو میں ضرور تجھے قیدیوں میں سے کر دوں گا ۝۲۹ موسیٰ نے کہا: اگرچہ میں تیرے پاس کوئی واضح

مُبِينٌ ۝۳۰ قَالَ فَأَتِ بِهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝۳۱ فَالْقَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ

شے (دلیل) لاؤں (جب بھی؟) ۝۳۰ اس نے کہا: اگر تو سچوں میں سے ہے تو وہ تو لے ہی آ ۝۳۱ چنانچہ موسیٰ نے اپنا عصا ڈالا تو آنا فاناوہ واضح اثر دہا بن

مُبِينٌ ۝۳۲ وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنُّظَرِ ۝۳۳ قَالَ لِلْمَلَأِ حَوْلَهُ إِنَّ هَذَا

گیا ۝۳۲ اور اس نے اپنا ہاتھ (بغل میں سے) کھینچ نکالا تو اس وقت وہ دیکھنے والوں کے لیے سفید (چمکتا) تھا ۝۳۳ فرعون نے اپنے ارد گرد موجود سرداروں

لَسَحَرٌ عَلَيْهِمْ ۝۳۴ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِ ۝۳۵ قَالُوا

سے کہا: بلاشبہ یہ ضرور ماہر جادوگر ہے ۝۳۴ وہ چاہتا ہے کہ اپنے جادو سے تمہیں تمہاری زمین سے نکال دے، لہذا تم کیا مشورہ دیتے ہو ۝۳۵ انھوں نے کہا:

أَرْجُهُ وَآخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ۝۳۶ يَأْتُوكَ بِكُلِّ سَحَابٍ عَلَيْهِمْ ۝۳۷

اسے اور اس کے بھائی کو ڈھیل دے، اور شہروں میں (جادوگروں کو) اکٹھا کرنے والے بھیج دے ۝۳۶ (کہ) وہ ہر ماہر جادوگر کو تیرے پاس لے آئیں ۝۳۷

الْمَغْرِبِ الآية (البقرة: 258) ”بھلا تم نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو اس (غور کے) سبب کہ اللہ نے اس کو سلطنت بخشی تھی، ابراہیم سے اس کے پروردگار کے بارے میں جھگڑنے لگا۔ جب ابراہیم نے کہا کہ میرا پروردگار تو وہ ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے، وہ بولا کہ میں بھی زندہ کر سکتا اور مار سکتا ہوں، ابراہیم نے کہا کہ اللہ تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے، تو اسے مغرب سے لے آ.....“ بہر حال فرعون جب مغلوب ہو گیا اور اس کی دلیل ٹوٹ گئی تو وہ اپنے جاہ و قوت اور حکومت کے استعمال پر اتر آیا اور اس نے خیال کیا کہ قوت کے استعمال سے اسے نفع اور موسیٰ کو نقصان ہوگا، ان واقعات و حالات کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے: (دیکھیے آیات: 29-37)

تفسیر آیات: 29-37

موسیٰ علیہ السلام کے کچھ معجزے: جب بیان اور عقل کے ساتھ فرعون پر جنت تمام ہو گئی تو اس نے اپنی طاقت و قوت کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کو مغلوب کرنا چاہا اور اس نے سوچا کہ طاقت و قوت کے استعمال کی دھمکی کے بعد موسیٰ کوئی بات نہ کر سکیں گے، اس لیے اس نے کہا: ﴿لَئِنْ اتَّخَذْتَ إِلَهًا غَيْرِي لَجَعَلَنكَ مِنَ الْمَسْجُورِينَ ۝۲۹﴾ ”البتہ اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تمہیں ضرور قید کیے ہوئے لوگوں میں سے کر دوں گا۔“ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿أَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِينٍ ۝۳۰﴾ ”خواہ میں تیرے پاس کوئی روشن چیز لاؤں۔“ یعنی اگر میں قطعی اور واضح برہان اور مجرہ دکھاؤں تو؟ ﴿قَالَ فَأَتِ بِهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝۳۱﴾ ”فرعون نے کہا: اگر تم سچوں میں سے ہو تو اسے لاؤ، پس انھوں نے اپنی لاشی ڈال دی تو وہ اس وقت واضح اثر دہا بن گئی۔“ یعنی موسیٰ کی لاشی نے واضح اور نمایاں طور پر ایک بہت بڑے اثر دہے کی شکل اختیار کر لی جس کے پاؤں بھی تھے، بہت بڑا منہ تھا اور بے حد خوفناک شکل تھی۔ ﴿وَنَزَعَ يَدَهُ ۝۳۲﴾ ”اور اس نے اپنا ہاتھ (جو) نکالا۔“ یعنی اپنے گریبان سے، ﴿فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنُّظَرِ ۝۳۳﴾ ”تو اسی دم دیکھنے والوں کے لیے سفید (چمکتا نظر آنے لگا)

فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِيَلْقَا يَوْمَ مَعْلُومٍ ۝ (38) وَقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ أَنْتُمْ مُجْتَبِعُونَ ۝ (39) لَعَلَّنَا

چنانچہ جادوگر ایک مقرر دن کو (خاص) وقت پر جمع کر لیے گئے ۝ (38) اور لوگوں سے کہا گیا: کیا تم بھی جمع ہو گے؟ ۝ (39) تاکہ اگر وہ (جادوگر) غالب

نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ إِنْ كَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ۝ (40) فَلَبَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالُوا لِفِرْعَوْنَ أَإِنَّا لَنَّا لِأَجْرٍ

آئیں تو ہم ان جادوگوں کی اتباع کریں ۝ (40) پھر جب جادوگر آئے تو وہ فرعون سے کہنے لگے: اگر ہم ہی غالب آئے تو کیا ہمارے لیے

إِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ۝ (41) قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذَا لَئِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۝ (42) قَالَ لَهُمُ مُوسَى الْقُوا

کوئی جملہ ہوگا؟ ۝ (41) فرعون نے کہا: ہاں! اور بے شک تب تم (میرے) مقربین میں سے ہو گے ۝ (42) موسیٰ نے ان سے کہا: جو کچھ تم ڈالنے

مَا أَنْتُمْ مُلْقُونَ ۝ (43) فَالْقُوا جِبَالَهُمْ وَعَصِيَّهُمْ وَقَالُوا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُونَ ۝ (44)

والے ہو، ڈال دو ۝ (43) تب انھوں نے اپنی رسیاں اور لاشیاں ڈالیں اور کہنے لگے: عزت فرعون کی قسم! بلاشبہ ہم ہی غالب ہیں ۝ (44) پھر موسیٰ

فَالْقَى مُوسَى عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ۝ (45) فَالْقَى السَّحَرَةُ سِحْرَ مُوسَى ۝ (46) قَالُوا

نے اپنا عصا ڈالا تو وہ فوراً ہی اسے لٹکنے لگا جو وہ جھوٹ موٹ گھڑ رہے تھے ۝ (45) چنانچہ جادوگر (بے اختیار) سجدے میں گر پڑے ۝ (46) وہ

أَمَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ (47) رَبِّ مُوسَى وَهَارُونَ ۝ (48)

کہنے لگے: ہم رب العالمین پر ایمان لائے ۝ (47) موسیٰ اور ہارون کے رب پر ۝ (48)

تھا۔“ جو یوں چمک رہا تھا گویا چاند کا ٹکڑا ہو۔

فرعون کی چال: اس قدر عظیم الشان معجزات دیکھنے کے باوجود فرعون نے ازراہ شقاوت و بدبختی موسیٰ کی تکذیب کرتے اور

آپ سے دشمنی رکھتے ہوئے فوراً اپنے گرد و پیش بیٹھے ہوئے سرداروں سے کہا: **إِنَّ هَذَا السَّحَرُ عَلِيمٌ ۝ (34)** ”یقیناً یہ تو کامل فن

جادوگر ہے۔“ یعنی بڑا فاضل اور ماہر جادوگر ہے، فرعون نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ یہ تو جادو ہے معجزہ نہیں، پھر اس نے اپنے

سرداروں کو بھی موسیٰ کی مخالفت اور آپ کے ساتھ کفر پر برا بیچتے کرتے ہوئے کہا: **يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِ ۝ (35)**

فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ۝ (35) ”چاہتا ہے کہ تم کو اپنے جادو کے زور سے تمہارے ملک سے نکال دے تو تمہاری کیا رائے ہے؟“ یعنی

اس جادو کے ساتھ وہ لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتا ہے تاکہ اس کے اعوان و انصار اور پیروکار زیادہ ہو جائیں،

پھر وہ تمہاری حکومت پر غالب آجائیں اور تم سے تمہارے ان علاقوں کو چھین لیں، لہذا تم مشورہ دو کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ **قَالُوا**

أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَأَبْعَثْ فِي الْمَدَائِنِ خَبِيرِينَ ۝ (36) **يَأْتُونَكَ بِكُلِّ سَخِرٍ عَلِيمٍ ۝ (37)** ”انھوں نے کہا کہ تو اسے اور اس کے بھائی کو

مہلت دے اور شہروں میں اکٹھا کرنے والے بھیج دے (کہ) وہ ہر بڑے ماہر جادوگر کو تیرے پاس لے آئیں۔“ یعنی موسیٰ

اور ان کے بھائی کو کچھ وقت کے لیے مہلت دے دیجیے اور اس اثنا میں اپنے ملک کے تمام چھوٹے بڑے شہروں اور قصبوں سے

ان کے مقابلے کے لیے ماہر جادوگروں کو اکٹھا کر لیجیے جو جادو کے اس جیسے کرتب دکھائیں جیسے موسیٰ نے دکھائے ہیں، اس

طرح تم موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ جاؤ گے اور تمہیں فتح و نصرت حاصل ہو جائے گی، فرعون نے اپنے سرداروں کی اس تجویز کو قبول

کر لیا اور یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی تدبیر کا نتیجہ تھا کہ لوگ ایک میدان میں جمع ہوں، پھر دن کے اجالے میں اللہ تعالیٰ کی

نشانیاں اور اس کے دلائل و براہین سب لوگوں کے سامنے واضح ہو جائیں۔

تفسیر آیات: 38-48

موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کا مقابلہ: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور قبطیوں کے اس عملی مناظرے کا سورہ اعراف، سورہ طہ^① اور اب اس سورت میں ذکر فرمایا ہے۔ قبطیوں نے پروگرام بنایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بھادیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کیے بغیر نہیں رہے گا اگرچہ کافروں کو براہی لگے اور کفر و ایمان میں جب بھی مقابلہ ہوا تو ایمان ہی غالب آیا۔ ﴿بَلْ نَقْذِرُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۚ وَلَكُمُْ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ ۝﴾ (الأنبياء: 21) ”بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر کھینچ مارتے ہیں تو وہ اس کا سر توڑ دیتا ہے، سو جھوٹ اسی وقت نابود ہو جاتا ہے اور جو باتیں تم بناتے ہو ان سے تمھاری ہی خرابی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ ط.....﴾ (الآية (بنی اسرائیل 81: 17) ”اور کہہ دیجیے کہ حق آگیا اور باطل نابود ہو گیا.....“

جب وہ سارے جادوگر آگئے جنھیں بلاد مصر کے اطراف و کناف سے جمع کیا گیا تھا، یہ جادوگر اپنے زمانے کے سب سے بڑے ماہر جادوگر اور بہت پختہ کار شعبہ باز تھے، ان کی صحیح تعداد تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے مگر اتنی بات یقینی ہے کہ جادوگروں کی ایک بہت کثیر تعداد اور ان کا ایک عظیم جم غفیر تھا اور مقابلہ دیکھنے کے لیے لوگ بھی بہت کثیر تعداد میں بڑے ذوق و شوق کے ساتھ وہاں آئے اور ان میں سے کسی نے کہا: ﴿لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ إِن كَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ۝﴾^{④۰} ”تا کہ اگر جادوگر غالب رہیں تو ہم ان کے پیروکار ہو جائیں۔“ انھوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم حق کی پیروی کریں گے، خواہ اس کا اظہار جادوگروں کی طرف سے ہو یا موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے کیونکہ رعایا اپنے بادشاہ کے دین پر ہی ہوتی ہے۔ ﴿فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ ۚ﴾ ”پھر جب جادوگر آگئے۔“ یعنی فرعون کے دربار میں آئے اور کورنش بجالائے، فرعون نے بھی اپنے خدم و حشم، امراء و وزراء، رؤساء اور فوجوں کو جمع کر رکھا تھا، جادوگروں نے فرعون کے سامنے کھڑے ہو کر مطالبہ کیا کہ اگر وہ غالب آگئے تو انھیں انعام و اکرام سے نواز جائے ﴿إِن لَّنَا لَاجْرٌ إِن كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ۝﴾^{④۱} ﴿قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذَا لَئِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۝﴾^{④۲} ”اگر ہم غالب ہوئے تو واقعی ہمارے لیے بھی صلہ ہوگا؟ فرعون نے کہا: ہاں، اور یقیناً تم اس وقت ضرور مقربوں میں سے ہو گے۔“ یعنی تمھارے انعام و اکرام کے مطالبے سے بڑھ کر تمھیں اپنے مقربین اور ہم نشینوں میں بھی داخل کر لیا جائے گا۔ اس کے بعد وہ سب مناظرے کی جگہ پر آگئے اور ﴿قَالُوا يَمُوسَىٰ إِنَّمَا أَنْ تُلْقِيَ وَإِنَّمَا أَنْ تَكُونُ أَوَّلَ مَنْ أَلْقَى ۝﴾^{④۳} ﴿قَالَ بَلْ أُلْقُوا ۚ﴾ (طہ 66، 65: 20) ”بولے کہ موسیٰ! یا تو تم (اپنی چیز) ڈالو یا ہم (اپنی چیزیں) پہلے ڈالتے ہیں، موسیٰ نے کہا: بلکہ تم ہی ڈالو۔“ اور یہاں اختصار سے کام لیتے ہوئے فرمایا گیا کہ موسیٰ نے ان سے کہا: ﴿أُلْقُوا مَا أَنْتُمْ مُلْقُونَ ۝﴾^{④۴} ﴿فَالْقُوا جِبَالَهُمْ وَعِصِيَهُمْ وَقَالُوا بَعْدَ فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُونَ ۝﴾^{④۵} ”جو تم ڈالنا چاہتے ہو ڈالو تو انھوں نے اپنی رسیاں اور لٹھیاں ڈالیں اور کہنے لگے: فرعون کی عزت کی

① دیکھیے الأعراف، آیات: 113-122 و طہ، آیات: 60-70 کے ذیل میں۔

قسم! ہم ضرور غالب رہیں گے۔“ جادوگروں کی یہ بات اسی طرح تھی جیسے جاہل عوام جب کوئی کام کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں کہ فلاں کی برکت سے یہ کام ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ اعراف میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿سَحَرُوا أَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوهُمْ وَجَاءُوا بِسِحْرٍ عَظِيمٍ﴾ (الأعراف: 116) ”انھوں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور (لاٹھیوں اور رسیوں کے سانپ بنانا کر) انھیں ڈر دیا اور بہت بڑا جادو لے کر آئے۔“ اور سورہ طہ میں فرمایا: ﴿فَإِذَا جِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ ۝ فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُّوسَىٰ ۝ قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَىٰ ۝ وَأَلْقِ مَا فِي يَمِينِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوا ط إِنْهَا صَنَعُوا كَيْدًا سَاجِدًا وَلَا يُفْلِحُ السَّاجِدُ حِينَئِذٍ ۝﴾ (طہ: 66-69) ”تو ناگہاں ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو کی وجہ سے جو اس کے خیال میں (یوں) ڈال گیا کہ حقیقتاً وہ (میدان میں ادھر ادھر) دوڑ رہی ہیں۔ پس موسیٰ نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا۔ ہم نے کہا: خوف نہ کرو، بلاشبہ تم ہی غالب ہو اور جو (لاٹھی) تمھارے داہنے ہاتھ میں ہے اسے ڈال دو کہ جو کچھ انھوں نے بنایا ہے اس کو نکل جائے گی۔ سوائے اس کے نہیں جو کچھ انھوں نے بنایا ہے (یہ تو) جادوگروں کے ہتھکنڈے ہیں اور جادوگر جہاں سے بھی آئے فلاح نہیں پائے گا۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿فَأَلْفَىٰ مُوسَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ﴾ ”پھر موسیٰ نے اپنی لاٹھی ڈالی تو وہ ان (چیزوں) کو جو وہ جھوٹ بنا رہے تھے نگلنے لگی۔“ یعنی اس نے جادوگروں کے بنائے ہوئے تمام سانپوں کو ہر جگہ سے اکٹھا کر کے جمع کر لیا اور پھر سب کو نکل لیا اور ان میں سے کسی کو بھی باقی نہ چھوڑا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَوَقَّعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ فَغُلِبُوا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوا صُغِيرِينَ ۝ وَأَلْقَى السَّحَرَةُ سِحْرَهُنَّ ۝ قَالُوا أَمَّا بَرِّ الْعَالَمِينَ ۝ رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ۝﴾ (الأعراف: 118-122) ”تو حق ثابت ہو گیا اور جو کچھ وہ (فرعون) کرتے تھے باطل ہو گیا اور وہ مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر واپس ہوئے اور (یہ کیفیت دیکھ کر) جادوگر سجدے میں گرا دیے گئے (اور) کہنے لگے کہ ہم جہانوں کے پروردگار پر ایمان لائے (یعنی موسیٰ اور ہارون کے پروردگار پر۔“

بلاشبہ یہ ایک عظیم الشان معاملہ تھا اور ہر قسم کے عذر اور بہانے کو ختم کرنے کے لیے قاطع برہان اور زبردست حجت تھی کہ فرعون نے جن لوگوں سے نصرت و اعانت طلب کی اور غالب آنے کے لیے جنہیں ہر قسم کی ترغیب دی وہ مغلوب اور مطیع ہو گئے، نورِ موسیٰ پر ایمان لے آئے اور اس اللہ رب العالمین کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے جس نے موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو حق اور عظیم الشان معجزات کے ساتھ مبعوث فرمایا تھا۔ فرعون کو ایسی زبردست شکست ہوئی کہ اس طرح کی شکست فاش کی دنیا نے کوئی مثال نہ دیکھی ہوگی مگر فرعون بڑا بے غیرت اور ضدی تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔ وہ ضد، عناد اور باطل دعوے پر اتر آیا اور جادوگروں کو دھمکیاں دیتے ہوئے کہنے لگا: ﴿إِنَّهُ لَكَيْدٌ كُذِّبَ الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ﴾ (الشعراء: 49) ”بے شک یہ تمھارا بڑا (استاد) ہے جس نے تمھیں جادو سکھایا ہے۔“ اور سورہ اعراف میں ہے: ﴿إِنَّ هَٰذَا الْمَكِيدُ مَكِيدُهُمْ فِي الْمَكِيدَةِ.....﴾ (الآیۃ: الأعراف: 123) ”بے شک یہ فریب ہے جو تم نے (مل کر) شہر میں کیا ہے۔“

قَالَ اٰمَنْتُمْ لِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِي عَلٰكُمْ السِّحْرَ فَلَسَوْفَ

فرعون نے کہا: میرے اجازت دینے سے پہلے تم نے اسے مان لیا، بے شک وہ تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے، لہذا جلد تم جان

تَعْلَمُوْنَ ۙ لَا قُطْعَانَ اِيْدِيْكُمْ وَاَرْجَلُكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَا وَصْلٰتَكُمْ اَجْعَلِيْنَ ﴿٤٩﴾ قَالُوْا

لوگے، میں ضرور تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف طرف سے کاٹ دوں گا اور تم سب کو ضرور سولی چڑھاؤں گا ﴿۴۹﴾ وہ کہنے لگے: کوئی حرج نہیں،

لَا ضَيْرَ اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۙ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطِيْئًا اَنْ كُنَّا اَوَّلَ

بے شک ہم اپنے رب ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں ﴿۵۰﴾ بے شک ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہماری خطائیں بخش دے گا، اس لیے کہ ہم

اَلْمُؤْمِنِيْنَ طع ﴿٥١﴾

پہلے ایمان لانے والے ہیں ﴿۵۱﴾

تفسیر آیات: 49-51

فرعون اور ایمان کی دولت سے سرفراز ہونے والے جادوگروں کی گفتگو: فرعون نے جادوگروں کو ڈانٹ پلائی مگر اس سے اسے کوئی فائدہ نہ ہوا، اس نے انہیں سرزنش کی مگر اس سے ان کے ایمان اور تسلیم و رضا میں اضافہ ہی ہوا، اس لیے کہ اب ان کے دلوں سے کفر کا یہ پردہ ہٹ چکا تھا اور ان کے سامنے حق واضح ہو گیا تھا جس سے ان کی قوم جاہل تھی اور وہ یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے جو کمال دکھایا ہے کسی انسان سے اس طرح کا کام سرزد نہیں ہو سکتا الا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے تائید و حمایت سے نوازا ہو اور اپنے رب تعالیٰ کے پاس سے جو یہ لایا ہو اس کی صداقت کی اسے حجت و دلیل بنادیا ہو، اس لیے فرعون نے ان سے کہا: ﴿اٰمَنْتُمْ لِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ﴾ ”(کیا) اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دوں تم اس پر ایمان لے آئے؟“ یعنی تم نے یہ جو کام کیا ہے تمہیں اس کی مجھ سے اجازت طلب کرنی چاہیے تھی، میری اجازت کے بغیر تمہیں یہ کام نہیں کرنا چاہیے تھا، اگر میں تمہیں اجازت دیتا تو تم یہ کام کرتے اور اگر میں تمہیں منع کر دیتا تو تم نہ کرتے کیونکہ حاکم مطاع تو میں ہی ہوں۔ ﴿اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِي عَلٰكُمْ السِّحْرَ﴾ ”بے شک یہ تمہارا بڑا (استاد) ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے۔“ یہ فرعون کی ہٹ دھرمی تھی، ہر کوئی جانتا تھا کہ اس کی یہ بات باطل ہے کیونکہ آج کے دن سے پہلے ان جادوگروں کی موسیٰ علیہ السلام سے کبھی ملاقات ہی نہیں ہوئی تھی تو موسیٰ علیہ السلام ان کے بڑے کیسے ہو سکتے تھے جس نے انہیں جادو سکھایا ہو؟ کوئی عقل مند آدمی ایسی بات نہیں کہہ سکتا تھا۔

پھر فرعون نے جب انہیں ہاتھ پاؤں کاٹنے اور پھانسی دینے کی دھمکی دی تو انہوں نے کہا: ﴿لَا ضَيْرَ﴾ ”کچھ نقصان نہیں۔“ یعنی اس میں کوئی حرج نہیں، نہ اس سے ہمیں کوئی نقصان ہوگا اور نہ ہمیں اس کی کوئی پروا ہے۔ ﴿اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ﴾ ﴿۵۰﴾ ”یقیناً ہم اپنے پروردگار ہی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔“ یعنی ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ جانا ہے اور وہ اچھے عمل کرنے والوں کے اجر و ثواب کو ضائع نہیں کرتا اور جو سلوک تو ہمارے ساتھ کرے گا وہ اس سے مخفی نہیں ہے، وہ

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي إِيَّاكُمْ مُتَّبِعُونَ ﴿٥٢﴾ فَأَرْسَلْنَا فِرْعَوْنَ فِي الْمَدَائِنِ

اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ تو میرے بندوں کو لے کر راتوں رات نکل چل، بلاشبہ تمہارا تعاقب کیا جائے گا ﴿٥٢﴾ پھر فرعون نے شہروں میں اکٹھا

حَشِرِينَ ﴿٥٣﴾ إِنَّ هَؤُلَاءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيلُونَ ﴿٥٤﴾ وَإِنَّهُمْ لَنَا لَغَاِظُونَ ﴿٥٥﴾ وَإِنَّا لَجَمِيعٌ

کرنے والے بھیجے ﴿٥٣﴾ (یہ پیغام دے کر کہ) بے شک یہ (بنی اسرائیل) تھوڑی سی جماعت ہے ﴿٥٤﴾ اور بلاشبہ وہ ہمیں غصہ دلانے والے ہیں ﴿٥٥﴾ اور بلاشبہ ہم

حٰذِرُونَ ﴿٥٦﴾ فَأَخْرَجْنَاهُمْ مِنْ جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٥٧﴾ وَكُنُوزٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ﴿٥٨﴾ كَذٰلِكَ ط وَأَوْرَثْنَاهَا

ہر وقت چوکنے رہنے والے ہیں ﴿٥٦﴾ چنانچہ ہم نے ان (فرعونیوں) کو باغوں اور چشموں سے نکالا ﴿٥٧﴾ اور خزانوں اور بہترین قیام گاہوں سے ﴿٥٨﴾ اسی طرح

بَنِي إِسْرَءِيلَ ﴿٥٩﴾

ہوا، اور ہم نے بنی اسرائیل کو ان چیزوں کا وارث بنایا ﴿٥٩﴾

ہمیں اس کی پوری پوری جزا دے گا، اسی وجہ سے انھوں نے کہا: ﴿إِنَّا نَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطِيئَاتِنَا﴾ ”یقیناً ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمارا پروردگار ہمارے گناہ بخش دے گا۔“ یعنی وہ گناہ جس کا ہم نے ارتکاب کیا اور جس جادو کرنے پر تو نے ہمیں مجبور کیا، ﴿أَنْ كُنَّا أَوَّلَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ﴿٥٩﴾ ”یہ کہ ہم ہی پہلے ایمان لانے والے ہیں۔“ یعنی ہم اپنی قوم قبط میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں، فرعون نے ان سب کو قتل کر دیا تھا۔

تفسیر آیات: 52-59

بنی اسرائیل کا مصر سے خروج: موسیٰ علیہ السلام نے مصر میں طویل عرصہ قیام فرمایا اور فرعون اور اس کے سرداروں کے سامنے اللہ تعالیٰ کے تمام دلائل و براہین کو قائم کر دیا مگر انھوں نے عناد اور انکار کی روش کو اختیار کیے رکھا اور اب ان کے لیے عذاب کے علاوہ اور کوئی صورت باقی نہ تھی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو حکم دے دیا کہ وہ بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ لے کر رات کو مصر سے نکل جائیں اور انھیں وہاں لے جائیں جہاں انھیں حکم دیا جائے، موسیٰ نے اپنے رب تعالیٰ کے حکم کے مطابق عمل کیا اور بنی اسرائیل نے قوم فرعون سے جب بہت سے زیورات مستعار لے لیے تو موسیٰ انھیں لے کر نکل پڑے اور جیسا کہ کئی ایک مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ آپ چاند طلوع ہونے کے وقت نکلے تھے مگر مجاہد رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس رات چاند کو گرہن لگا ہوا تھا۔ ﴿وَاللَّهُ أَعْلَمُ﴾

کیا تم اس بڑھیا سے بھی زیادہ عاجز ہو؟ موسیٰ علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کی قبر کے بارے میں پوچھا تو بنی اسرائیل کی ایک بڑھیا نے آپ کو قبر کے بارے میں بتایا۔ آپ نے ان کے تابوت کو بھی اپنے ساتھ اٹھالیا اور بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے تابوت کو موسیٰ علیہ السلام نے خود ہی اٹھایا تھا، یوسف علیہ السلام نے اس بات کی وصیت فرمائی تھی کہ بنی اسرائیل جب یہاں سے نکلیں تو آپ کے تابوت کو بھی ساتھ لے جائیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا جسد مبارک فلسطین لے جانے کا حوالہ ایک حدیث سے بھی ملتا ہے، حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ ایک اعرابی (دیہاتی) کے پاس گئے۔ اس دیہاتی نے آپ ﷺ کی

خدمت کی تو آپ نے اس سے کہا: [تَعَاهَدْنَا] ”ہمارے پاس بھی آنا۔“ ایک دن وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: [مَا حَاجَتُكَ] ”تم اپنی کسی حاجت کا سوال کر سکتے ہو؟“ وہ کہنے لگا: ایک اونٹنی کجاوے کے ساتھ اور دودھ والی بکریاں جنہیں میرے گھر والے دوتے رہیں۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَعَجَزْتَ أَنْ تَكُونَ مِثْلَ عَجُوزِ بَنِي إِسْرَائِيلَ؟] ”کیا تم اس بات سے بھی عاجز ہو کہ بنی اسرائیل کی بڑھیا جیسے ہو جاؤ؟“ صحابہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! بنی اسرائیل کی بڑھیا کا کیا قصہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

[إِنَّ مُوسَى لَمَّا أَرَادَ أَنْ يَسِيرَ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَضَلَّ الطَّرِيقَ، فَقَالَ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ: مَا هَذَا؟ فَقَالَ لَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ: نَحْنُ نَحْدُثُكَ أَنَّ يَوْسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ أَخَذَ عَلَيْنَا مَوْثِقًا مِنَ اللَّهِ أَلَّا نَخْرُجَ مِنْ مِصْرَ حَتَّى نَنْقُلَ تَابُوتَهُ مَعَنَا. فَقَالَ لَهُمْ مُوسَى: فَأَيُّكُمْ يَدْرِي أَيْنَ قَبْرِ يَوْسُفَ؟ قَالُوا: مَا يَعْلَمُهُ إِلَّا عَجُوزُ بَنِي إِسْرَائِيلَ، فَأَرْسَلْ إِلَيْهَا، فَقَالَ لَهَا: ذُلِّينِي عَلَى قَبْرِ يَوْسُفَ. فَقَالَتْ: وَاللَّهِ! لَا أَفْعَلُ حَتَّى تُعْطِيَنِي حُكْمِي. قَالَ لَهَا: وَمَا حُكْمُكَ؟ قَالَتْ: حُكْمِي أَنْ أَكُونَ مَعَكَ فِي الْحَنَةِ. فَكَانَتْ تَقُلُّ عَلَيْهِ ذَلِكَ: فَقِيلَ لَهُ: أَعْطِهَا حُكْمَهَا. قَالَ فَانْطَلَقَتْ مَعَهُمْ إِلَى بُحَيْرَةٍ. مُسْتَنْفَعٍ مَاءٍ. فَقَالَ لَهُمْ: أَنْضِبُوا هَذَا الْمَاءَ. فَلَمَّا أَنْضَبُوهُ قَالَتْ: احْتَضِرُوا. فَلَمَّا احْتَضَرُوا اسْتَحْرَجُوا قَبْرَ يَوْسُفَ. فَلَمَّا احْتَمَلُوهُ إِذَا الطَّرِيقُ مِثْلُ ضَوْءِ النَّهَارِ]

”حضرت موسیٰ علیہ السلام جب قوم بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر چلے تو وہ راستہ بھول گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا: یہ کیا ہوا؟ ان کے علماء کہنے لگے ہم آپ کو اس کے بارے میں بتاتے ہیں کہ جب یوسف علیہ السلام کی موت کا وقت قریب ہوا تو انھوں نے ہم (بنی اسرائیل) سے پکا عہد لیا تھا کہ جب تم مصر سے جانے لگو تو میرا وجود بھی ساتھ ہی لے جانا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: آپ کی قبر کا کس کو علم ہے؟ انھوں نے جواب دیا: اسے بنی اسرائیل کی ایک بڑھیا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے بلا بھیجا، (وہ آپ کے پاس آئی تو) موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یوسف علیہ السلام کی قبر کی طرف ہماری رہنمائی کرو۔ وہ کہنے لگی: اللہ کی قسم! نہیں، ایسے نہیں بتاؤں گی حتیٰ کہ تم میرا مطالبہ پورا کرو۔ آپ نے پوچھا: تیرا مطالبہ کیا ہے؟ وہ کہنے لگی: میں جنت میں آپ کے ساتھ جاؤں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس مطالبے کو اچھا نہ سمجھا، پس آپ سے کہا گیا کہ اس کا مطالبہ قبول کر لیجیے! چنانچہ وہ آپ کو ایک بحیرہ (پانی کی جگہ) پر لے گئی، جہاں اکثر پانی جمع رہتا تھا، وہ کہنے لگی: اس پانی کو سوتو۔ لوگوں نے اس پانی کو سوت ڈالا، پھر کہنے لگی اس جگہ کو کھودو، جب انھوں نے کھودا تو یوسف علیہ السلام کی قبر نکالی۔ جب انھوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے جسد کو اٹھایا تو راستہ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔“^①

① السلسلة الصحيحة: 623، 622/1، حدیث: 313 والمستدرک للحاکم، التفسیر، تفسیر سورة الشعراء: 405، 404/2،

حدیث: 3523 وتفسیر الطبری: 97/19 وصحیح ابن حبان: 500/2 ومسنَد أبی یعلیٰ الموصلی: 236/13 ومجمع

الروائد: 267/10. البتہ یہ روایت المصباح المنیر (عربی) میں نہیں ہے۔

فَاتَّبَعُوهُمْ مُشْرِقِينَ ﴿٦٠﴾ فَلَمَّا تَرَاءَ الْجُمُعِينَ قَالَ اصْحَبْ مُوسَى إِنَّا لَمُدْرِكُونَ ﴿٦١﴾ قَالَ كَلَّا ۚ

چنانچہ سورج نکلنے ہی انھوں (فرعونوں) نے ان کا پیچھا کیا ﴿٦٠﴾ پھر جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو اصحاب موسیٰ کہنے لگے: یقیناً ہم تو پکڑے

إِن مَّعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ ﴿٦٢﴾ فَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنِ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْبَحْرَ ۖ فَانْفَلَقَ فَكَانَ

گئے ﴿٦١﴾ موسیٰ نے کہا: ہرگز نہیں! بلاشبہ میرا رب میرے ساتھ ہے، وہ ضرور میری رہنمائی کرے گا ﴿٦٢﴾ تب ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنا عصا

كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ ﴿٦٣﴾ وَادْفَعْنَا ثَمَّ الْآخِرِينَ ﴿٦٤﴾ وَانْجَيْنَا مُوسَىٰ وَمَنْ مَّعَهُ

سمندر پر مار، تو وہ پھٹ گیا، پھر (سمندر کا) ہر ٹکڑا بہت بڑے پہاڑ کی طرح ہو گیا ﴿٦٣﴾ اور ہم وہاں دوسروں (فرعونیوں) کو قریب لے آئے ﴿٦٤﴾ اور ہم نے

اجْمَعِينَ ﴿٦٥﴾ ثُمَّ اغْرَمْنَا الْآخِرِينَ ﴿٦٦﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿٦٧﴾

موسیٰ اور جو اس کے ہمراہ تھے، سب کو بچا لیا ﴿٦٥﴾ پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا ﴿٦٦﴾ بلاشبہ اس میں عظیم نشانی ہے، اور ان کے اکثر مومن نہیں ہیں ﴿٦٧﴾ اور

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿٦٨﴾

بے شک آپ کا رب، وہی ہے غالب، بہت رحم کرنے والا ﴿٦٨﴾

صبح ہوئی تو بنی اسرائیل کے علاقے میں کوئی پکارنے والا اور جواب دینے والا، یعنی کوئی بشر نہ تھا۔ فرعون اس صورت حال

سے سخت ناراض ہوا اور اس سے بنی اسرائیل کے بارے میں اس کے غضب میں اور شدت آگئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس

کی تباہی و بربادی کا پیش خیمہ بنا دیا تھا، اس نے جلدی سے شہروں میں نقیب روانہ کر دیے۔ ﴿٦٨﴾ حَشِرِينَ ﴿٦٩﴾ سے مراد لشکروں

اور فوجوں کو جمع کرنے والے ہیں جیسا کہ نقیب اور دربان وغیرہ ہوتے ہیں اور پھر فرعون کہنے لگا کہ: ﴿٦٩﴾ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ ﴿٧٠﴾ ”بے شک

یہ لوگ، یعنی بنی اسرائیل ﴿٧٠﴾ لَشَرِّ ذِمَّةٍ قَلِيلُونَ ﴿٧١﴾ ”تھوڑی سی جماعت ہے۔“ ﴿٧١﴾ وَإِنَّهُمْ لَنَا لَغَآظِقُونَ ﴿٧٢﴾ ”اور

بلاشبہ وہ ہمیں غصہ دلا رہے ہیں۔“ ہر وقت وہ ایسی بات ہی کرتے ہیں جس سے ہمارے غصے میں اضافہ ہوتا ہے۔ ﴿٧٢﴾ وَإِنَّا لَجَٰئِعٌ

حٰذِرُونَ ﴿٧٣﴾ ”اور بے شک ہم سب یقیناً چوکنے رہنے والے ہیں۔“ یعنی ہم ہر وقت اس کی سرکشی سے ڈرتے رہتے ہیں۔

سلف کی ایک جماعت نے اسے: ﴿٧٣﴾ وَإِنَّا لَجَمِيعٌ حٰذِرُونَ ﴿٧٤﴾ پڑھا ہے، یعنی ہم ہتھیاروں کے ساتھ تیار ہیں۔ اور میں ان کی جڑ

کاٹ دینا چاہتا ہوں مگر وہ خود اس انجام سے دوچار ہو گیا جو وہ بنی اسرائیل کے لیے تیار کر رہا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿٧٤﴾ فَأَخْرَجْنَاهُمْ مِنْ جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٧٥﴾ وَكُنُوزٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ﴿٧٦﴾ ”تو ہم نے انھیں باغوں اور چشموں

سے نکال دیا اور خزانوں اور نفیس مکانات سے۔“ یعنی نعمتوں سے بھرے ہوئے مقامات سے نکل کر وہ جہنم رسید ہو گئے اور ان

بلند و بالا مکانات، سرسبز و شاداب باغات، رواں دواں نہروں، طرح طرح کے اموال و اوراق اور زبردست حکومت و بادشاہت

کو دنیا ہی میں چھوڑ گئے۔ ﴿٧٧﴾ كَذَٰلِكَ ۖ وَأَوْرَثْنَاهَا بَنِي إِسْرَءِيلَ ﴿٧٨﴾ ”ایسے ہی ہوا اور ہم نے ان کا وارث بنی اسرائیل کو کر دیا۔“

جیسا کہ فرمایا: ﴿٧٨﴾ وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضْعَفُونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا ۖ..... ﴿٧٩﴾

الآیۃ (الأعراف: 137) ”اور ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے اس سرزمین (شام) کے مشرق و مغرب کا وارث کر دیا جس

میں ہم نے برکت رکھی تھی.....“ اور فرمایا: ﴿٨٠﴾ وَتُرِيدُونَ أَن تَكُونَ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَتَجْعَلَهُمْ أَهْلًا وَتَجْعَلَهُمُ

الْوَرِثِينَ ۝ وَنُفِیَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوا یَحْذَرُونَ ۝ (القصص 28: 6, 5)

”اور ہم چاہتے تھے کہ جو لوگ زمین (مصر) میں کمزور کر دیے گئے ہیں ان پر احسان کریں اور انھیں پیشوا بنائیں اور انھیں (ملک کا) وارث بنائیں اور ملک میں انھیں قدرت دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو وہ چیز دکھادیں جس سے وہ ڈرتے تھے۔“

تفسیر آیات: 60-68

فرعون اور اس کی قوم کی غرقابی: کئی ایک مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ فرعون لشکر ہائے جرار اور اپنی حکومت کے تمام ارباب حل و عقد، یعنی امراء، وزراء، کبراء و رؤساء کے ساتھ نکلا، ﴿فَاتَّبَعُوهُمْ مُشْرِقِينَ﴾ ۶۰۔ ”تو انھوں نے سورج نکلنے کے وقت ان کا تعاقب کیا۔“ یعنی طلوع آفتاب کے وقت ان کے پاس پہنچ گئے۔ ﴿فَلَمَّا تَرَاءَ الْجَمْعُ﴾ ۶۱۔ ”پھر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسری کو دیکھا۔“ اور ہر جماعت نے دوسرے کو دیکھ لیا تو اس وقت ﴿قَالَ أَصْحَبُ مُوسَىٰ إِنَّ آلَ لِهٰذِ الْكَوْنِ﴾ ۶۲۔ ”موسیٰ کے ساتھی کہنے لگے کہ ہم تو یقیناً پکڑے گئے۔“ کیونکہ وہ بحر قلزم کے ساحل تک پہنچ گئے تھے اور اب آگے دیا تھا اور پیچھے فرعون اور اس کا لشکر، اس لیے انھوں نے کہا: ﴿إِنَّا لَمُدْرِكُونَ﴾ ۶۳۔ ﴿إِنَّ مَعَ رَبِّی سَیِّدًا﴾ ۶۴۔ ”ہم تو یقیناً پکڑے گئے، موسیٰ نے کہا: ہرگز نہیں، میرا پروردگار میرے ساتھ ہے، وہ مجھے ضرور رستہ بتائے گا۔“ یعنی ایسی کوئی چیز تم تک نہ پہنچ سکے گی جس سے تم ڈرتے ہو کیونکہ اس بات کا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمھیں یہاں لے آؤں اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ ہارون علیہ السلام موسیٰ کی قوم کے مقدمہ میں تھے اور یوشع بن نون بھی ان کے ساتھ تھے اور آل فرعون کے ایمان لانے والوں میں سے ایک شخص اور خود موسیٰ علیہ السلام لشکر کے پیچھے تھے۔ کئی ایک مفسرین نے بیان کیا ہے کہ یہ لوگ ساحل پر آ کر کھڑے ہو گئے اور نہیں جانتے تھے کہ کیا کریں۔ یوشع بن نون یا آل فرعون میں سے ایمان لانے والے نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: یا نبی اللہ! کیا آپ کے رب نے یہ حکم دیا تھا کہ یہاں پر لے آؤ! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: ہاں، اب فرعون اور اس کے لشکر اور قریب آگئے تھے اور بہت تھوڑا فاصلہ درمیان میں رہ گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ اپنی لاشی دریا پر ماریں، آپ نے ارشاد باری تعالیٰ کی تعمیل میں لاشی کو دریا پر مارا اور فرمایا: اللہ کے حکم سے پھٹ جا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فَرَقٍ كَالظُّوْدِ الْعَظِیْمِ﴾ ۶۵۔ ”تو وہ پھٹ گیا اور ہر ایک ٹکڑا (یوں) ہو گیا کہ گویا بڑا پہاڑ ہے۔“ بقول ابن مسعود، ابن عباس رضی اللہ عنہما، محمد بن کعب، ضحاک، قتادہ وغیرہم رضی اللہ عنہم ﴿كَالظُّوْدِ الْعَظِیْمِ﴾ ۶۵ کے معنی بڑے پہاڑ کے مانند ہیں۔ ① عطاء خراسانی کہتے ہیں کہ اس کے معنی دو پہاڑوں کے درمیان راستے کے ہیں۔ ② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ دریا میں بارہ رستے، یعنی ہر قبیلے کے لیے ایک رستہ تھا۔ ③ سدی نے یہ بھی بیان کیا

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2773/8 . ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2774/8 . ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 2773/8 عن ابی

مسعود الحریری.

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ ۖ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ ۖ قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا

اور ان (کفار) کو ابراہیم کی خبر سنائیے ۶۹ جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: تم کیا پوجتے ہو؟ ۷۰ وہ کہنے لگے: ہم بت پوجتے ہیں، پس ہم

فَنُزِّلَ لَهُمْ الْكُفْرُ ۖ قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمُ إِذْ تَدْعُونَ ۖ أَوْ يَنْفَعُونَكُمُ أَوْ يَضُرُّونَ ۖ ۷۱

(ہیش) انہی کے مجاور ہیں گے ۷۱ ابراہیم نے کہا: کیا وہ تمہیں سنتے ہیں جب تم انہیں پکارتے ہو؟ ۷۲ یا وہ تمہیں نفع دیتے ہیں یا ضرر پہنچاتے ہیں؟ ۷۳

قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَلِكَ يَفْعَلُونَ ۖ ۷۴ قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ۖ ۷۵

انھوں نے کہا: (نہیں) بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا، وہ اسی طرح کرتے تھے ۷۴ ابراہیم نے کہا: کیا بھلا دیکھاتے ہیں جن کو تم پوجتے آ رہے ہو؟ ۷۵ تم

أَنْتُمْ وَأَبَاؤُكُمْ الْأَقْدَمُونَ ۖ ۷۶ فَاتَّهَمُ عِدُوِّي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ ۖ ۷۷

اور تمہارے اگلے باپ دادا؟ ۷۶ تو بلاشبہ وہ میرے دشمن ہیں، سوائے رب العالمین کے ۷۷

ہے کہ دیواروں میں روشن دان بھی تھے جن سے وہ ایک دوسرے کو دیکھ بھی رہے تھے اور پانی یوں کھڑا تھا جیسے دیواریں ہوں۔ ۱ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو بھی بھیج دیا جس سے دریا کا پیندا خشک ہو کر اس طرح ہو گیا جیسے سطح زمین ہو، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاصْبِرْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَا تَخَفْ دَرَكًا وَلَا تَخْشَىٰ﴾ (طہ ۷۷: ۷۷) ”پھر ان کے لیے دریا میں لاشی مار کر خشک رستہ بنادو، پھر تم کو نہ تو (فرعون کے) آپکڑنے کا خوف ہوگا اور نہ (غرق ہونے کا) ڈر۔“

پھر فرمایا: ﴿وَأَزَلْنَا لَهُمُ الْخَرِيزَ﴾ ۷۸ ”اور دوسروں کو وہاں ہم نے قریب کر دیا۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عطاء خراسانی، قتادہ اور سدی رحمہم فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ فرعون اور اس کے لشکروں کو ہم نے دریا کے قریب کر دیا۔ ۷۹

﴿وَأَنْجَيْنَا مُوسَىٰ وَمَنْ مَعَهُ أَجْمَعِينَ﴾ ۸۰ ﴿ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ﴾ ۸۱ ”اور موسیٰ اور ان کے ساتھ والوں سب کو تو بچا لیا،

پھر دوسروں کو ڈوب دیا۔“ یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام، بنی اسرائیل اور ان کے دین کی اتباع کرنے والے تمام لوگوں کو بچا لیا کہ ان میں

سے کوئی ایک بھی ہلاک نہ ہوا اور فرعون اور اس کے لشکروں کو غرق کر دیا کہ ان میں کوئی ایک بھی نہ بچا، ۸۲ پھر فرمایا: ﴿إِنِّي فِي

ذَلِكَ لَآيَةٌ ط﴾ ”بے شک اس میں نشانی ہے۔“ یعنی اس قصے میں جو عجائبات ہیں اور مومن بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی نصرت

و تائید کا ذکر ہے، اس میں نشانی بلکہ حجت قاطعہ اور حکمت بالغہ ہے۔ ﴿وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِينَ﴾ ۸۳ ﴿وَأَنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ

الرَّحِيمُ﴾ ۸۴ ”لیکن ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں۔ اور یقیناً آپ کا پروردگار انتہائی غالب، خوب مہربان ہے۔“ اس کی

تفسیر پہلے گزر چکی ہے۔ ۸۵

تفسیر آیات: 77-69

حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کا قوم سے مکالمہ: اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد و رسول اور خلیل، امام الخفاء حضرت ابراہیم علیہ السلام

کا ذکر کرتے ہوئے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ اپنی امت کو ان کا حال پڑھ کر سنادیں تاکہ وہ اخلاص،

① تفسیر الطبری: 100/19. ② تفسیر الطبری: 101/19. ③ فرعون کی غرقابی کا نقشہ دیکھیے یونس، آیات: 90-92 کے

ذیل میں۔ ④ دیکھیے الشعراء، آیات: 8، 9 کے ذیل میں۔

توکل، اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت اور شرک و مشرکین سے اظہار براءت میں ان کے نقش قدم پر چلیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بچپن سے بڑھاپے تک رشد و ہدایت سے سرفراز رکھا تھا، انھوں نے جیسے ہی شعور کی آنکھیں کھولیں تو اپنی قوم کی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرنے کی وجہ سے زبردست مخالفت کی۔ **﴿إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ﴾** (20) ”جب انھوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم (کے لوگوں) سے کہا کہ تم کس چیز کو پوجتے ہو؟“ یعنی یہ کیا مورتیاں ہیں جن کی پرستش پر تم ڈٹے ہوئے ہو؟ **﴿قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظُلُّ لَهَا عَافِيْنَ﴾** (21) ”وہ کہنے لگے کہ ہم بتوں کو پوجتے ہیں، سو ہم ان کے لیے ہی مجاور رہیں گے۔“ یعنی ہم ان کی پوجا کرنے اور ان کے پکارنے پر قائم ہیں۔ **﴿قَالَ هَلْ يَسْعَوْنَكُمُ إِذْ تَدْعُوْنَ﴾** (22) **﴿أَوْ يَنْفَعُوْكُمْ أَوْ يَضُرُّوْنَ﴾** (23) **﴿قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ﴾** (24) ”ابراہیم نے کہا کہ جب تم انھیں پکارتے ہو تو کیا وہ تمھاری (آواز) سنتے ہیں یا تمھیں کچھ فائدہ دے سکتے یا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ انھوں نے کہا: (نہیں) بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے پایا ہے۔“ یعنی انھوں نے اعتراف کیا کہ ان کے بت اس طرح کا کوئی کام نہیں کر سکتے مگر انھوں نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے، لہذا وہ بھی انھی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں، یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے فرمایا: **﴿أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ﴾** (25) **﴿أَنْتُمْ وَأَبَاؤُكُمْ الْأَقْدَمُونَ﴾** (26) **﴿فَالَهُمْ عَذَابٌ إِلَّا رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾** (27) ”تو کیا تم نے دیکھا کہ جنھیں تم پوجتے رہے ہو، تم بھی اور تمھارے پہلے باپ دادا بھی، پس بے شک وہ میرے دشمن ہیں مگر (اللہ) رب العالمین (میرا دوست ہے۔)“ یعنی اگر ان بتوں میں کوئی تاثیر ہے تو وہ مجھے نقصان پہنچالیں کیونکہ میں ان کا دشمن ہوں، مجھے ان کی کوئی پروا اور کوئی فکر نہیں جیسا کہ نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا تھا: **﴿فَاَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ﴾** (الآیۃ یونس 71:10) ”پس تم اپنے شریکوں کے ساتھ مل کر اپنا معاملہ (جو میرے بارے میں کرنا چاہو) پکا کر لو۔۔۔۔۔۔“

ہود علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا تھا: **﴿إِنِّي أَشْهَدُ اللَّهَ وَأَشْهَدُ مَا بَيْنَ يَدَيَّ مِمَّا تُشْرِكُونَ﴾** (54:11) ”میں تو اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ جنھیں تم (اللہ کا) شریک بناتے ہو میں ان سے بیزار ہوں، اللہ کے سوا تم سب مل کر میرے بارے میں تدبیر (کرنا چاہو) کر لو اور مجھے مہلت نہ دو۔ میں اللہ پر، جو میرا اور تمھارا (سب کا) پروردگار ہے، بھروسہ رکھتا ہوں (زمین پر) جو بھی چلنے پھرنے والا جاندار ہے وہ اس کو چوٹی سے پکڑے ہوئے ہے، بے شک میرا پروردگار سیدھے رستے پر ہے۔“

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کے معبودانِ باطلہ سے براءت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تھا: **﴿وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُكُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنْتُمْ أَشْرَكْتُمْ بِاللَّهِ﴾** (الآیۃ الأنعام 81:6) ”بھلا میں ان چیزوں سے جنھیں تم (اللہ کا) شریک بناتے ہو کیونکر ڈروں جبکہ تم اس سے نہیں ڈرتے کہ اللہ کے ساتھ شریک بناتے ہو۔۔۔۔۔۔“ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءُؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ﴾**

الَّذِي خَلَقْنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ﴿٧٨﴾ وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ ﴿٧٩﴾ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ﴿٨٠﴾

جس نے مجھے پیدا کیا، پھر وہی میری رہنمائی کرتا ہے ﴿٧٨﴾ اور وہی مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے ﴿٧٩﴾ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے ﴿٨٠﴾

وَالَّذِي يُبَيِّتُنِي ثُمَّ يُحْيِيَنِي ﴿٨١﴾ وَالَّذِي أَطْعَمُنِي أَنْ يَقْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ ﴿٨٢﴾

اور وہی مجھے موت دے گا، پھر مجھے زندہ کرے گا ﴿٨١﴾ اور وہی جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ روز قیامت میری خطائیں بخش دے گا ﴿٨٢﴾

مِنْ دُونِ اللَّهِ ذَكَرْنَا بِكُمْ وَبَدَّ أَبْيُنَنَا وَبَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبُغْضَاءَ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحَدًّا (الآية الممتحنة 4:60)

”یقیناً تمہارے لیے بہترین نمونہ ابراہیم اور ان لوگوں میں ہے جو اس کے ساتھ تھے، جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا تھا: بے شک ہم تم سے اور ان سے بری ہیں جن کی تم سوائے اللہ کے عبادت کرتے ہو، ہم نے تم سے کفر کیا، ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا ہے، حتیٰ کہ تم اللہ اکیلے پر ایمان لے آؤ.....“ اور فرمایا: ﴿٨٢﴾ وَإِذَا قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِمَّا تَعْبُدُونَ ۖ إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ ۖ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٨٣﴾ (الزخرف 28-26:43)

”اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم (کے لوگوں) سے کہا کہ جن چیزوں کو تم پوجتے ہو میں ان سے بیزار ہوں۔ ہاں، جس نے مجھے پیدا کیا، پس بلاشبہ وہی مجھے سیدھا رستہ دکھائے گا اور اس نے اس (کلمہ توحید) کو اپنے پیچھے باقی رہنے والا کلمہ کر دیا تا کہ وہ (اللہ کی طرف) رجوع کریں۔“ کلمے سے مراد لا الہ الا اللہ ہے۔

تفسیر آیات: 78-82

اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں تو اس ذات گرامی کی عبادت کرتا ہوں: ﴿٨٠﴾ الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ﴿٧٨﴾ ”جس نے مجھے پیدا کیا ہے سو وہی مجھے رستہ دکھاتا ہے۔“ یعنی وہ خالق جس نے ہر چیز کا اندازہ مقرر فرمادیا مخلوقات کو اپنی طرف راہ دکھائی اور ہر چیز اس کے مقرر کردہ اندازے کے مطابق چل رہی ہے، وہ جسے چاہے ہدایت عطا فرمادے اور جسے چاہے گمراہی میں مبتلا کر دے۔ ﴿٧٩﴾ وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ ﴿٧٩﴾ ”اور وہ جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔“ یعنی وہی میرا خالق اور رازق ہے، اسی نے آسمانی اور زمینی اسباب کو مسخر اور آسان بنا دیا ہے، اسی نے بادلوں کو چلایا، باران رحمت کو نازل فرمایا، زمین کو زندگی عطا فرمائی اور اس سے انواع و اقسام کے تمام پھلوں کو پیدا فرما کر اپنے بندوں کے رزق کے قابل بنادیا، آسمان سے شیریں اور صاف شفاف پانی کو نازل فرما کر ان بہت سے چوپایوں اور آدمیوں کو جو اس نے پیدا فرمائے، پلا دیا۔

فرمان الہی ہے: ﴿٨٠﴾ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ﴿٨٠﴾ ”اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو مجھے شفا بخشتا ہے۔“ دیکھیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیماری کی نسبت اپنی طرف کی، اگرچہ بیماری بھی اللہ تعالیٰ ہی کی قضا و قدر کے مطابق ہوتی ہے لیکن بارگاہ الہی کے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیماری کی نسبت اپنی طرف کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نمازی کو حکم دیا ہے کہ وہ یہ کہے: ﴿٨١﴾ إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۖ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۖ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۖ ﴿٨٢﴾

رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا ۖ وَالْحَقِّقْنِي بِالصَّالِحِينَ ﴿٨٣﴾ وَاجْعَلْ لِّي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ ﴿٨٤﴾

اے میرے رب! مجھے حکمت عطا فرما، اور مجھے صالحین کے ساتھ ملا ﴿٨٣﴾ اور بعد والوں میں میرا ذخیرہ جاری رکھ ﴿٨٤﴾ اور مجھے نعتوں والی جنت کے وارثوں

وَاجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ ﴿٨٥﴾ وَاعْفُ رِابِّي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الصَّالِينَ ﴿٨٦﴾ وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ

میں سے کر دے ﴿٨٥﴾ اور میرے باپ کو بخش دے، بے شک وہ گمراہوں میں سے تھا ﴿٨٦﴾ اور جس دن وہ (لوگ دوبارہ) اٹھائے جائیں گے، مجھے رسوا نہ

يُبْعَثُونَ ﴿٨٧﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ﴿٨٨﴾ إِلَّا مَنْ آتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿٨٩﴾

کرنا ﴿٨٧﴾ جس دن نہ مال کوئی نفع دے گا اور نہ اولاد ہی ﴿٨٨﴾ الا یہ کہ کوئی اللہ کے پاس (شرک و بدعت سے پاک) صحیح سالم دل کے ساتھ حاضر ہو ﴿٨٩﴾

(الفاتحة 1: 7-5) ”ہم کو سیدھے رستے پر چلا۔ ان لوگوں کے رستے پر جن پر تو اپنا فضل و کرم کرتا رہا۔ نہ ان کے جن پر غصے ہوتا

رہا اور نہ گمراہوں کے۔“ اس دعا میں انعام اور ہدایت کی نسبت تو اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے مگر ادب کے پیش نظر غضب کے

فاعل کو حذف کر دیا گیا اور ضلالت کی نسبت بندوں کی طرف کی گئی جیسا کہ جنوں نے کہا تھا: ”وَإِنَّا لَا نَذَرُ إِلَّا أَشْرَؤَ أَرِيدَ

يَسِّنُ فِي الْأَرْضِ أَمْ أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا“ (الحج 72: 10) ”اور یہ کہ ہمیں معلوم نہیں کہ اس سے اہل زمین کے حق

میں برائی مقصود ہے یا ان کے پروردگار نے ان کی بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے۔“ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ”وَلَا

مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ“ ﴿٨٥﴾ ”اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہ مجھے شفا بخشتا ہے۔“ یعنی جب میں کسی مرض میں مبتلا ہو جاتا ہوں

تو اللہ تعالیٰ کے سوا مجھے شفا دینے پر کوئی اور قادر نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ہی ایسے اسباب مہیا فرمادیتا ہے جو شفا کا باعث بنتے ہیں۔

”وَالَّذِي يُبَيِّنُ لَكُمْ يُبَيِّنُ لَكُمْ“ ﴿٨٦﴾ ”اور وہ جو مجھے مارے گا (اور) پھر زندہ کرے گا۔“ یعنی وہی زندگی بخشتا اور مارتا ہے،

موت و حیات پر اس کے سوا کوئی قادر نہیں، وہی پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ زندہ کرے گا۔ ”وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ

يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ“ ﴿٨٧﴾ ”اور وہ جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ وہ قیامت کے دن میرے گناہ بخشے گا۔“ یعنی دنیا

و آخرت میں گناہوں کے بخشے پر بھی اس کے سوا کوئی قادر نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا گناہوں کو بخش بھی کون سکتا ہے اور وہ جو

چاہے اسے کر گزرتا ہے۔

تفسیر آیات: 83-89

حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی اپنے اور اپنے باپ کے لیے دعا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ

وہ آپ کو حکم عطا فرمادے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حکم سے یہاں مراد علم ہے۔ ﴿٨٣﴾ ”وَالْحَقِّقْنِي بِالصَّالِحِينَ“ ﴿٨٤﴾

”اور مجھے نیکوکاروں میں شامل کر۔“ یعنی دنیا و آخرت میں مجھے نیک لوگوں میں شامل فرمادے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے بوقت

وفات فرمایا تھا: ”اللَّهُمَّ إِنِّي الرَّفِيقُ الْأَعْلَى“ [اے اللہ! مجھے رفیق اعلیٰ (انبیاء و صالحین) کے ساتھ ملا دے۔] ﴿٨٦﴾ آپ نے

یہ الفاظ تین بار ادا فرمائے۔ ارشاد الہی ہے: ﴿٨٧﴾ ”وَاجْعَلْ لِّي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ“ ﴿٨٨﴾ ”اور بچھلے لوگوں میں میری سچی

ناموری کر دے۔“ یعنی میرے بعد میرا ذکر جمیل جاری رہے، مجھے یاد کیا جائے اور نیک کاموں میں میری اقتدا کی جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَتَرْكُنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۖ سَلَّمَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۖ كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝﴾ (الصَّافَّاتُ 110-108:37) ”اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں اس کے لیے یہ بات چھوڑ دی (تاکہ) ابراہیم پر سلام ہو، نیکو کاروں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔“

فرمان الہی ہے: ﴿وَجَعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ ۝﴾ ”اور مجھے نعمت کی بہشت کے وارثوں میں سے کر۔“ یعنی دنیا میں مجھ پر یہ انعام فرما کہ میرے بعد میرا ذکر جمیل باقی رہے اور آخرت میں یہ انعام فرما کہ نعمت کی بہشت کے وارثوں میں سے بنادے۔ فرمان الہی ہے: ﴿وَاعْفِرْ لَنَا إِنَّكَ كَانَ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝﴾ ”اور میرے باپ کو بخش دے کہ بلاشبہ وہ گمراہوں میں سے ہے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ﴾ (ابراہیم 41:14) ”اے ہمارے پروردگار! مجھ کو اور میرے ماں باپ کو بخش دے۔“ بعد میں اپنے باپ کے لیے دعا سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رجوع فرمایا تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ ۖ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ ۚ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ ۝﴾ (التوبة 114:9) ”اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا تو ایک وعدے کے سبب تھا جو وہ اس سے کر چکے تھے لیکن جب ان کو معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہو گئے، کچھ شک نہیں کہ ابراہیم بہت زیادہ آہ و زاری کرنے والے اور بردبار تھے۔“ اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا ہے کہ ابراہیم کے اپنے باپ کے لیے استغفار کو تم نے اپنے لیے اسوہ قرار نہیں دینا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ ۖ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءُؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحَدًّا ۖ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَا اسْتَغْفِرُكَ لَكَ وَمَا أَمِلْتُكَ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ۖ﴾ (الممتحنة 60:4) ”یقیناً تمہارے لیے بہترین نمونہ ابراہیم اور ان لوگوں میں ہے جو اس کے ساتھ تھے، جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا تھا: بے شک ہم تم سے اور ان سے بری ہیں جن کی تم سوائے اللہ کے عبادت کرتے ہو، ہم نے تم سے کفر کیا، ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا ہے، حتیٰ کہ تم اللہ اکیلے پر ایمان لے آؤ مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے یہ کہنا (تمہارے لیے نمونہ نہیں) کہ میں تیرے لیے بخشش کی دعا ضرور کروں گا اور میں تیرے لیے اللہ سے کسی چیز (کے دلوانے) کا مالک نہیں۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تُخْزِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ ۝﴾ ”اور جس دن لوگ اٹھا کھڑے کیے جائیں گے مجھے رسوا نہ کرنا۔“ یعنی قیامت کے دن جب اگلے پچھلے سارے لوگ اٹھا کھڑے کیے جائیں گے، مجھے ذلت و رسوائی سے بچانا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ يَرَىٰ أَبَاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ الْعَبْرَةُ وَالْقَتَرَةُ] ”ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن اپنے باپ کو دیکھیں

گے کہ اس پر غبار اور زلت چھائی ہوگی۔“^① اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [يَلْقَىٰ إِبْرَاهِيمُ أَبَاهُ، فَيَقُولُ: يَا رَبِّ! إِنَّكَ وَعَدْتَنِي أَنْ لَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ، فَيَقُولُ اللَّهُ: إِنِّي حَرَمْتُ الْحَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِينَ] ”ابراہیم اپنے باپ سے ملیں گے تو کہیں گے کہ اے میرے پروردگار! تو نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ قیامت کے دن مجھے رسوا نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے جنت کو کافروں پر حرام قرار دے رکھا ہے۔“^② اس آیت کی تفسیر میں تو امام بخاری نے اس روایت کو اسی طرح بیان کیا ہے اور احادیث الانبیاء میں اس روایت کو ان الفاظ سے بیان کیا ہے:

[يَلْقَىٰ إِبْرَاهِيمُ أَبَاهُ آزَرَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَعَلَىٰ وَجْهِهِ آزَرٌ قَتَرَةٌ وَعَبْرَةٌ، فَيَقُولُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ: أَلَمْ أَقُلْ لَكَ: لَا تَعْصِنِي، فَيَقُولُ أَبُوهُ: فَالْيَوْمَ لَا أَغْصِيكَ، فَيَقُولُ إِبْرَاهِيمُ: يَا رَبِّ! إِنَّكَ وَعَدْتَنِي أَنْ لَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ، فَأَيُّ خِزْيٍ أَخْزَىٰ مِنْ أَبِي الْأُنْعِدْ؟ فَيَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: إِنِّي حَرَمْتُ الْحَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِينَ، ثُمَّ يُقَالُ: يَا إِبْرَاهِيمُ! مَا تَحْتَ رَجُلَيْكَ، فَيَنْظُرُ، فَإِذَا هُوَ بِذِيخٍ مُّلتَطِخٍ، فَيَوْدُخُهُ بِقَوَائِمِهِ فَيُلْقِي فِي النَّارِ]

”ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن اپنے باپ آزر کو ملیں گے کہ آزر کے چہرے پر زلت و رسوائی اور غبار ہوگا، حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سے فرمائیں گے: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کرو؟ تو آپ کا باپ جواب دے گا کہ آج میں تمہاری نافرمانی نہیں کروں گا، ابراہیم عرض کریں گے کہ اے پروردگار! تو نے وعدہ فرمایا تھا کہ تو روز قیامت مجھے رسوا نہیں کرے گا تو تیری رحمت سے کوسوں دور میرے اس باپ کی رسوائی سے بڑھ کر (میری) اور کیا رسوائی ہو سکتی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ میں نے جنت کو کافروں پر حرام قرار دے رکھا ہے، پھر کہا جائے گا کہ اے ابراہیم! اپنے پاؤں کے نیچے دیکھو، آپ دیکھیں گے کہ ایک بچو ہے، جو اپنی غلاظت میں لتھڑا ہوا ہے، پس اسے پاؤں سے پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔“^③ امام ابو عبد الرحمن نسائی نے سنن کبریٰ کی کتاب التفسیر میں بھی اس روایت کو بیان کیا ہے۔^④

فرمان الہی ہے: **يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ** ﴿٨٨﴾ ”جس دن نہ مال ہی کچھ فائدہ دے سکے گا اور نہ بیٹے۔“ یعنی اس دن نہ مال انسان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے گا، خواہ وہ زمین بھر کر سونا ہی بطور فدیہ کیوں نہ دے اور نہ بیٹے ہی انسان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکیں گے بلکہ اگر وہ روئے زمین کے سارے انسانوں کو بطور فدیہ دینا چاہے تو پھر بھی عذاب الہی سے بچ نہ سکے گا، اس دن تو صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان، اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت اور شرک اور مشرکین سے اظہار براءت ہی کام آئے گا، اسی لیے فرمایا: **إِلَّا مَنْ اتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ** ﴿٨٩﴾ ”ہاں، جو شخص اللہ کے پاس پاک دل لے کر آیا (وہ بچ جائے

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: **وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ** (الشعراء: 26: 87)، حدیث: 4768 . ② صحیح

البخاری، التفسیر، باب: **وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ** (الشعراء: 26: 87)، حدیث: 4769 . ③ صحیح البخاری، أحادیث

الأنبياء، باب قول الله تعالى: **وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا** ﴿٨٨﴾ (النساء: 125) ،.....، حدیث: 3350 . ④ السنن

الكبرى للنسائي، التفسیر، باب قوله تعالى: **وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ** ﴿٨٩﴾ ، حدیث: 11375 .

وَأَزْلَفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ۙ وَبُزَّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَوِينَ ۙ وَقِيلَ لَهُمْ آيِنَمَا كُنْتُمْ

اور جنت متقین کے قریب کی جائے گی ۙ اور دوزخ کو گمراہوں کے لیے ظاہر و نمایاں کر دیا جائے گا ۙ اور ان سے کہا جائے گا: کہاں ہیں وہ جنہیں تم

تَعْبُدُونَ ۙ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۙ هَلْ يَنْصُرُونَكُمْ أَوْ يَنْتَصِرُونَ ۙ فَكَبُّوا فِيهَا هُمْ

پوجتے تھے ۙ اللہ کے سوا؟ کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا وہ بدلہ لے سکتے ہیں؟ ۙ پھر وہ اور (ب) گمراہ اس جہنم میں اوندھے منہ ڈالے جائیں

وَالْغَاوُونَ ۙ وَجُنُودُ إِبْلِيسَ أَجْمَعُونَ ۙ قَالُوا وَهُمْ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ ۙ تَاللَّهِ إِنْ كُنَّا لَفِي

گے ۙ اور ابلیس کے سارے لشکر بھی ۙ وہ کہیں گے جبکہ وہ ہاں جھگڑ رہے ہوں گے: ۙ اللہ کی قسم! یقیناً ہم ہی کھلی گمراہی میں تھے ۙ جبکہ ہم تمہیں

ضَلِيلٌ مُبِينٌ ۙ اذْ نُسَوِّيكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۙ وَمَا أَضَلَّنَا إِلَّا الْمَجْرُمُونَ ۙ فَبَا لَنَا مِنْ

رب العالمین کے برابر بڑھراتے تھے ۙ اور ہمیں تو (نہی بڑے) مجرموں ہی نے بہکا یا تھا ۙ تو (اب) ہمارے لیے کوئی سفارشی نہیں ہے ۙ اور نہ کوئی

شَافِعِينَ ۙ وَلَا صِدِّيقٍ حَسِيمٍ ۙ فَلَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةٌ فَنَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۙ إِنَّ فِي ذَلِكَ

مخلص دوست ۙ کاش! پھر ہم ایک بار (دنیا میں) لوٹیں تو ہم مومنوں میں سے ہو جائیں ۙ بے شک اس میں عظیم نشانی ہے۔ اور ان کے اکثر ایمان

لَايَةً ۙ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ۙ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۙ

لانے والے نہیں ہیں ۙ اور بے شک آپ کا رب وہی ہے غالب، بہت رحم کرنے والا ۙ

گا۔“ پاک دل سے مراد وہ دل ہے جو شرک کے میل کچیل سے پاک ہو۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ قلب سلیم وہ ہے جسے یہ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ حق ہے، قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں اور اللہ تعالیٰ قبروں میں مدفون لوگوں کو زندہ کر کے اٹھائے گا۔^① سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ قلب سلیم سے صحیح دل مراد ہے۔^② اور وہ مومن کا دل ہے کیونکہ کافر اور منافق کا دل مریض ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ﴾ (البقرة 10:2) ”ان کے دلوں میں (کفر کا) مرض ہے۔“ ابو عثمان نیساپوری کہتے ہیں کہ قلب سلیم سے مراد وہ دل ہے جو بدعت سے سالم اور سنت پر مطمئن ہو۔^③

تفسیر آیات: 90-104

قیامت کے دن پر ہیز گاروں اور گمراہوں کا انجام: ﴿وَأَزْلَفَتِ الْجَنَّةُ﴾ ”اور جنت قریب کر دی جائے گی۔“ یعنی اسے جنتیوں کے قریب کر دیا جائے گا جو کہ دیکھنے والوں کے لیے بہت مزین اور خوش نما ہوگی اور اسے دیکھنے والے وہ متقی اور پرہیزگار لوگ ہوں گے جنہوں نے دنیا میں رہ کر جنت کی رغبت کی اور اس کے حصول کے لیے عمل کیے تھے۔ ﴿وَبُزَّزَتِ الْجَحِيمُ﴾ ”اور دوزخ گمراہوں کے سامنے لایا جائے گا۔“ یعنی ظاہر اور نمایاں کیا جائے گا اور اس سے ایک گردن نکلے گی جو اس قدر زور سے سانس لے گی کہ اس سے دل حلق تک پہنچ جائیں گے اور دوزخیوں سے ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے کہا جائے گا: ﴿آيِنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ﴾ ”مِنْ دُونِ اللَّهِ ۙ هَلْ يَنْصُرُونَكُمْ أَوْ يَنْتَصِرُونَ“ ”جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے تھے وہ کہاں ہیں؟ کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا خود بدلہ لے سکتے ہیں؟“ یعنی یہ اصنام و انداد اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم

① تفسیر الطبری: 108/19 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2783/8. ② تفسیر البغوی: 471/3. ③ تفسیر البغوی: 471/3.

نے پوجا کی تھی یہ معبود نہیں ہیں، نہ آج یہ تمہارے کچھ کام آسکتے ہیں اور نہ اپنے آپ سے کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں۔ آج تم بھی اور تمہارے معبودان باطلہ بھی سب دوزخ کا ایندھن ہیں اور تم سب جہنم رسید ہونے والے ہو۔

فرمان الہی ہے: ﴿فَتَبَيَّنُوا فِيهَا هُمْ وَالْغَاوُونَ﴾ ﴿٩٤﴾ ”تو وہ اور گمراہ اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے۔“ مجاہد نے کہا کہ وہ اس میں اُلٹے لٹکا دیے جائیں گے۔ ﴿٩٥﴾ دیگر ائمہ تفسیر نے کہا ہے کہ وہ اس میں اوندھے منہ گرا دیے جائیں گے۔ اس میں حرف ”کاف“ مکرر ہے جیسا کہ صرصر میں ”صاد“ مکرر ہے، مراد یہ ہے کہ کفار اور ان کے ان سرداروں کو جنہوں نے انہیں شرک کی دعوت دی تھی جہنم میں انہیں ایک دوسرے کے اوپر گرا دیا جائے گا۔ ﴿وَجُودُوا لِابِلَيْسِ اصْصَعُونَ﴾ ﴿٩٥﴾ ”اور شیطان کے لشکر سب کے سب (جہنم میں داخل ہوں گے۔) یعنی ان کو سب سے آخر میں جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔“

﴿قَالُوا وَهُمْ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ﴾ ﴿٩٦﴾ تَاللّٰهُ اِنْ كُنَّا لَنَفِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٩٧﴾ اِذْ نَسُوْكُمْ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٨﴾ ”وہاں وہ آپس میں جھگڑیں گے اور کہیں گے کہ اللہ کی قسم! ہم تو صریح گمراہی میں تھے جبکہ تمہیں (اللہ) رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔“ یعنی کمزور بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ ہم تمہارے پیروکار تھے، کیا آج ہماری طرف سے تم جہنم کا کچھ عذاب بھگت لو گے۔ اور پھر خود اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿تَاللّٰهُ اِنْ كُنَّا لَنَفِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٩٧﴾ اِذْ نَسُوْكُمْ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٨﴾ ”اللہ کی قسم! ہم تو صریح گمراہی میں تھے جبکہ تمہیں (اللہ) رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔“ یعنی تمہارے حکم کی اس طرح اطاعت کرتے تھے جس طرح اللہ رب العالمین کے حکم کی اطاعت کی جاتی ہے اور رب العالمین کے ساتھ ہم تمہاری بھی عبادت کرتے تھے۔ ﴿وَمَا اَصْلُنَا اِلَّا الْبَحْرُ مُوْنٌ﴾ ﴿٩٩﴾ ”اور ہم کو ان گناہ گاروں ہی نے گمراہ کیا تھا۔“ اور ان مجرموں ہی نے ہمیں اس کی دعوت دی تھی۔ ﴿فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ﴾ ﴿١٠٠﴾ ”تو آج نہ کوئی ہمارا سفارش کرنے والا ہے۔“ جیسا کہ وہ کہیں گے: ﴿فَهَلْ لَنَا مِنْ شُفَعَاءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَا اَوْ نُزِدُّ فَنَعْمَلْ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ﴾ ﴿١٠١﴾ (الأعراف 53:7) ”بھلا آج ہمارے لیے کوئی سفارشی ہیں کہ ہماری سفارش کریں یا ہم (دنیا میں) پھر لوٹا دیے جائیں کہ جو عمل بد ہم پہلے کرتے تھے (وہ نہ کریں بلکہ) ان کے سوا اور نیک عمل کریں۔“ اسی طرح یہ بھی کہیں گے: ﴿فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ﴾ ﴿١٠٢﴾ وَلَا صٰدِقِيْنَ حٰمِيْمٍ ﴿١٠٣﴾ ”تو آج نہ کوئی سفارش کرنے والا ہے اور نہ گرم جوش دوست۔“ ﴿صٰدِقِيْنَ حٰمِيْمٍ﴾ ﴿١٠٤﴾ کے معنی قریبی دوست کے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَوْ اَنَّ لَنَا كُزَّةً فَنَكُوْنُ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ﴿١٠٥﴾ ”کاش! ہمیں دنیا میں پھر جانا ہو تو ہم مومنوں میں ہو جائیں۔“ یعنی وہ یہ تمنا کریں گے کہ اے کاش! انہیں ایک بار پھر دنیا میں لوٹا دیا جائے تاکہ وہ اپنے رب کی اطاعت بجالائیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اگر انہیں دنیا میں لوٹا بھی دیا جائے تو پھر یہ اسی بات کی طرف لوٹ آئیں گے جس سے انہیں منع کیا گیا تھا اور یہ بالکل جھوٹے ہیں، اللہ تعالیٰ نے سورہ ص میں بھی دوزخیوں کے جھگڑے کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے: ﴿اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ﴾ ﴿١٠٦﴾ (ص 38:64) ”بے شک یہ اہل دوزخ کا جھگڑنا برحق ہے۔“ پھر فرمایا:

اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو (۱۱۰)

کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں (15)

تفسیر آیات: 105-110

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

قَالُوا لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ يَنُوحُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ ۝ قَالَ رَبِّ إِنَّ قَوْمِي كَذَّبُونِ ۝
 وہ بولے: اے نوح! اگر تو باز نہ آیا تو، تو ضرور سنگسار کیے گئے لوگوں میں سے ہوگا ۝ نوح نے کہا: اے میرے رب! بے شک میری قوم نے مجھے جھٹلایا

فَاَنْتَحُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَنَجَّيْتُ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ فَانْجَيْنَاهُ وَمَنْ مَّعَهُ فِي

ہے ۝ لہذا تو میرے اور ان کے درمیان فیصلہ فرما، اور مجھے اور جو میرے ہمراہ مومن ہیں ان کو نجات دے ۝ چنانچہ ہم نے اسے اور جو (لوگ) بھری

الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ۝ ثُمَّ أَعْرَقْنَا بَعْدَ الْبَقِيَّةِ ۝ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ۝ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ

کشتی میں اس کے ساتھ تھے ان کو نجات دی ۝ پھر اس کے بعد ہم نے باقی سب غرق کر دیے ۝ بے شک اس میں عظیم نشانی ہے، اور ان کے اکثر

6
18
10

مُؤْمِنِينَ ۝ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝

مومن نہیں ۝ اور بلاشبہ آپ کا رب، وہی ہے غالب، بہت رحم کرنے والا ۝

الْعَالَمِينَ ۝ ”تو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو اور میں اس کام کا تم سے صلہ بھی نہیں مانگتا، میرا صلہ تو اللہ رب العالمین ہی پر ہے۔“ تمہیں نصیحت کرنے پر میں تم سے کوئی صلہ (معاوضہ) نہیں مانگتا بلکہ میں تو اللہ تعالیٰ ہی سے ثواب کا طلب گار ہوں۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۝ ”پس اللہ سے ڈرو اور میرے کہنے پر چلو۔“ تمہارے سامنے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ میں راست باز اور ہمدرد و خیر خواہ ہوں اور اللہ تعالیٰ نے جس پیغام کے ساتھ مجھے مبعوث فرمایا ہے اسے پہنچانے میں امانت دار ہوں۔

تفسیر آیات: 111-115

قوم نوح کا جواب: قوم نوح نے جواب دیا کہ ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے نہ تمہاری پیروی کریں گے اور نہ تم پر ایمان لانے والے ان گھنیا لوگوں کو اپنے لیے نمونہ قرار دیں گے جنہوں نے تمہاری اتباع و تصدیق کی ہے کیونکہ وہ تو ہمارے کمین لوگ ہیں،

اسی وجہ سے ۝ قَالُوا أَأَتُومِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْأَرْذَلُونَ ۝ قَالَ وَمَا عَلَيَّ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ ”وہ بولے کہ کیا ہم تم کو مان لیں، حالانکہ تمہارے پیرو تو رذیل لوگ ہوتے ہیں۔ نوح نے کہا کہ مجھے کیا معلوم کہ وہ کیا کچھ کرتے تھے۔“ یعنی اگر یہ

لوگ میری اتباع کرتے ہیں تو مجھ پر کیا لازم ہے؟ یعنی وہ جو کام بھی کرتے ہوں مجھ پر لازم نہیں ہے کہ میں اس کے بارے میں تحقیق و تفتیش سے کام لوں، میرے لیے صرف یہی کافی ہے کہ میں ان کی اس بات کو قبول کر لوں کہ وہ میری تصدیق کرتے ہیں اور

ان کی پوشیدہ باتوں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دوں۔ ۝ إِنَّ جِسَابَهُمْ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّي لَوْ تَشْعُرُونَ ۝ وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِينَ ۝ ”ان کا حساب (اعمال) میرے پروردگار کے ذمے ہے، کاش! تم سمجھو اور میں مومنوں کو دور کرنے والا نہیں ہوں۔“ معلوم

ہوتا ہے کہ قوم نوح نے ان سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ وہ ان لوگوں کو دور ہٹا دیں، پھر وہ آپ کی اتباع کریں گے مگر آپ نے اپنے ان مومن ساتھیوں کو دور ہٹانے سے انکار کر دیا اور فرمایا: ۝ وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِينَ ۝ إِنَّ أَنَا لَأَنزِيلُ قُرْآنٍ ۝ ”اور

میں مومنوں کو دور کرنے والا نہیں ہوں، میں تو صرف واضح ڈرانے والا ہوں۔“ یعنی مجھے نذیر بنا کر بھیجا گیا ہے، جو میری اطاعت، اتباع اور تصدیق کرے، وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں، خواہ وہ صاحب حیثیت ہو یا ادنیٰ درجے کا،

كَذَّبَتْ عَادٌ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٢١﴾ إِذْ قَالَ لَهُمُ أَحُوهُمْ هُودٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٢٢﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ

(قوم) عاد نے رسولوں کو جھٹلایا ﴿١٢١﴾ جب ان کے بھائی ہود نے کہا: کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں ہو؟ ﴿١٢٢﴾ بے شک میں تمہارے لیے امانت دار رسول

أَمِينٌ ﴿١٢٣﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ﴿١٢٤﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجَرْتُمْ إِلَّا

ہوں ﴿١٢٣﴾ لہذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ﴿١٢٤﴾ اور میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا اجر تو رب العالمین ہی کے ذمے ہے ﴿١٢٥﴾

عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٢٧﴾ أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ ﴿١٢٨﴾ وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ

کیا تم ہر اونچی جگہ پر بطور کھیل تماشا یادگار بناتے ہو؟ ﴿١٢٧﴾ اور تم مضبوط محل بناتے ہو، شاید تم ہمیشہ (بہمن) رہو گے ﴿١٢٨﴾ اور جب تم (کسی پر) ہاتھ ڈالتے

لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ ﴿١٢٩﴾ وَإِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِينَ ﴿١٣٠﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ﴿١٣١﴾

ہو تو سرش بن کر ہی ہاتھ ڈالتے ہو ﴿١٢٩﴾ لہذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ﴿١٣٠﴾ اور تم اس ذات سے ڈرو جس نے تمہیں ان چیزوں میں بڑھایا

وَاتَّقُوا الَّذِي أَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُونَ ﴿١٣٢﴾ أَمَدَّكُمْ بِأَنْعَامٍ وَبَنِينَ ﴿١٣٣﴾ وَجَعَلَ وَعْيُونَ ﴿١٣٤﴾

(امدادی) ہے جو تم جانتے ہو ﴿١٣٢﴾ اس نے تمہیں بڑھایا ہے مویٹیوں اور بیٹوں میں ﴿١٣٣﴾ اور بارہوں اور چشموں میں ﴿١٣٤﴾ بلاشبہ میں تم پر یومِ عظیم کے

إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٣٥﴾

عذاب سے ڈرتا ہوں ﴿١٣٥﴾

بڑا ہوا یا چھوٹا۔

تفسیر آیات: 116-122

قوم کی دھمکی، نوح علیہ السلام کی بددعا اور قوم کی ہلاکت: جب اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم میں ایک طویل عرصہ گزار لیا اور انہیں رات دن، چھپ چھپ کر اور علانیہ طور پر اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دی مگر جیسے جیسے آپ انہیں دعوت دیتے ان کے کفر میں مزید سختی پیدا ہو جاتی اور وہ پہلے سے بڑھ کر شدت کے ساتھ مخالفت شروع کرتے اور آخر کار کہنے لگے:

لَٰكِن لَّمْ تَنْتَهِ يَنُوحُ تَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ ﴿١٢١﴾ ”اے نوح! اگر تم باز نہ آئے تو البتہ ضرور سنگسار کیے ہوئے لوگوں

میں سے ہو جاؤ گے۔“ یعنی اگر تم ہمیں اپنے دین کی طرف دعوت دینے سے باز نہ آؤ گے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے۔ اس

موقع پر نوح علیہ السلام نے ان کے لیے بددعا کی۔ جسے اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا، نوح علیہ السلام نے بارگاہ الہی میں عرض کی: رَبِّ إِنَّ

قَوْمِي كَذَّبُونِ ﴿١٢٢﴾ فَانْفِخْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَتَحَا وَنَجِّنِي وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٢٣﴾ ”اے میرے پروردگار! میری قوم نے

تو مجھے جھٹلادیا، سو تو میرے اور ان کے درمیان (ایک کھلا) فیصلہ کر دے، اور مجھے اور جو میرے ہمراہ مومن ہیں انہیں نجات دے

دے۔“ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: فَكَذَّابًا رَّجَا أَنِّي مَغْلُوبٌ فَأَنْتَصِرُ ﴿١٢٤﴾ (القمر: 54) ”تو انھوں نے اپنے

پروردگار سے دعا کی کہ (یا الہی!) میں (ان کے مقابلے میں) کمزور ہوں تو ان سے بدلہ لے۔“ اور یہاں فرمایا: فَانْفِخْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ وَمَنْ مَّعِيَ فِي الْفُلِكَ الشُّعُونَ ﴿١٢٥﴾ ثُمَّ أَعْرَفْنَا بِعَذَابِ الْبَاقِينَ ﴿١٢٦﴾ ”پس ہم نے ان کو اور جو ان کے ساتھ بھری ہوئی کشتی میں سوار

تھے ان کو بچا لیا، پھر اس کے بعد باقی لوگوں کو ڈبو دیا۔“ الشُّعُونَ ﴿١٢٦﴾ کے معنی بھری ہوئی کے ہیں۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کی

کشتی ساز و سامان اور ہر چیز کے اس جوڑے کے ساتھ بھری ہوئی تھی جسے انھوں نے اپنے ساتھ کشتی میں سوار کر لیا تھا۔ آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے نوح علیہ السلام اور ان کی پیروی کرنے والے سب لوگوں کو بچالیا اور آپ کے ساتھ کفر کرنے والوں اور آپ کی مخالفت کرنے والے سب لوگوں کو غرق کر دیا تھا۔ ﴿إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ ۱۲۱ ﴿وَأَنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾ ۱۲۲ ”بے شک اس میں نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے اور آپ کا پروردگار انتہائی غالب، خوب مہربان ہے۔“

تفسیر آیات: 123-135

حضرت ہود علیہ السلام کا اپنی قوم کو وعظ: اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد و رسول حضرت ہود علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انھوں نے بھی اپنی قوم عاد کو دعوت دی، آپ کی قوم سرزمین احقاف میں رہتی تھی، احقاف حضرموت کے قریب بلاد یمن سے ملے ہوئے ریت کے پہاڑ تھے، ان کا زمانہ قوم نوح کے بعد ہے جیسا کہ سورہ اعراف میں فرمایا: ﴿وَإِذْ كُنَّا إِذْ جَعَلْنَا خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَضْطَةً ۖ﴾ (الأعراف: 69) ”اور یاد تو کرو جب اس نے تمہیں قوم نوح کے بعد سردار بنایا اور تمہیں قد و قامت میں زیادہ پھیلا دیا۔“ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں جسمانی طور پر بہت طاقت و قوت عطا فرمائی تھی، ان کے قد بہت طویل تھے، رزق کی خوب فراوانی تھی، ہر طرح کے مال و دولت، باغوں، نہروں، فصلوں، پھلوں اور بیٹوں سے انھیں نوازا گیا تھا، اس کے باوجود وہ غیر اللہ کی پوجا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے انھی میں سے ایک شخص ہود علیہ السلام کو رسول اور بشیر و نذیر بنا کر ان کی طرف مبعوث فرمایا، انھوں نے انھیں اللہ وحدہ لا شریک کی دعوت دی اور اس کی مخالفت و نافرمانی کی وجہ سے اس کے عذاب سے انھیں ڈرایا اور حضرت نوح علیہ السلام کی طرح انھیں خوب سمجھایا اور فرمایا: ﴿اَتَكْفُرُونَ﴾ ۱۲۳ ”بھلا تم ہر اونچی جگہ پر عبث و بے جا عمارتیں بناتے ہو؟“ ﴿رَبِّع﴾ کے بارے میں مفسرین کا اختلاف ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مشہور راستوں کے قریب اونچی جگہ کو ﴿رَبِّع﴾ کہتے ہیں، اس طرح کی جگہ پر وہ مضبوط و مستحکم اور عالی شان عمارت بنایا کرتے تھے، اسی لیے فرمایا: ﴿اَتَكْفُرُونَ بِكُلِّ رَبِّعٍ آيَةً﴾ ۱۲۴ ”بھلا تم ہر اونچی جگہ پر عمارتیں بناتے ہو؟“ یعنی نشانی کے طور پر ایک مشہور عمارت بنا دیتے ہو، ﴿تَعْبُورُونَ﴾ ۱۲۵ فضول کام کرتے ہو، تمہیں اس کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں بلکہ محض لہو و لعب اور اظہار قوت کے طور پر تم یہ کام کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ کے نبی نے انھیں اس کام سے اس لیے منع فرمایا کہ اس میں تضییع اوقات تھا، بلا فائدہ جسموں کو محنت و مشقت میں مبتلا کرنا اور ایسی مشغولیت اختیار کرنا جس کا دنیا و آخرت میں کوئی فائدہ نہ تھا، اس لیے فرمایا: ﴿وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ﴾ ۱۲۶ ”اور تم مضبوط محل بناتے ہو شاید کہ تم ہمیشہ رہو گے۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿مَصَانِعَ﴾ سے مراد بڑے بڑے محل اور ہمیشہ قائم رہنے والی عمارتیں ہیں۔ ① اور ﴿وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ﴾ کے معنی یہ ہوئے کہ تم یہ محل اس لیے

قَالُوا سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَوَعَضْتَ أَمْ لَمْ تَكُنْ مِنَ الْوَعِظِينَ ﴿١٣٦﴾ إِنَّ هَذَا إِلَّا خُلُقُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٣٧﴾

انھوں نے کہا: ہمارے لیے برابر ہے، خواہ تو وعظ و نصیحت کرے یا نصیحت کرنے والوں میں سے نہ ہو ﴿١٣٦﴾ یہ تو پہلوں ہی کی عادت ہے ﴿١٣٧﴾ اور ہم عذاب

وَمَا نَحْنُ بِمُعَذِّبِينَ ﴿١٣٨﴾ فَكَذَّبُوهُ فَاهْلُكْنَهُمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ

دیے جانے والے نہیں ﴿١٣٨﴾ پھر انھوں نے اسے بھٹلایا تو ہم نے انھیں ہلاک کر دیا، بلاشبہ اس میں عظیم نشانی ہے، اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہ

مُؤْمِنِينَ ﴿١٣٩﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٤٠﴾

تھے ﴿١٣٩﴾ اور بے شک آپ کا رب وہی ہے غالب، بہت رحم کرنے والا ﴿١٤٠﴾

بناتے ہو کہ تم ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے، حالانکہ یہ بات تمہیں حاصل نہیں ہے بلکہ تمہاری دنیا کی زندگی بھی ایک نہ ایک دن اسی طرح ختم ہو جائے گی جس طرح کہ پہلے لوگوں کی زندگی ختم ہو گئی تھی۔

فرمان الہی ہے: ﴿وَإِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِينَ﴾ ”اور جب تم (کسی کو) پکڑتے ہو تو ظالمانہ پکڑتے ہو۔“ یعنی اس میں ان کی قوت، سختی اور شدت کا ذکر فرمایا ہے۔ ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا﴾ ”پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔“ یعنی اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کرو اور اپنے رسول کی اطاعت بجالاؤ، پھر انھوں نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں یاد دلائیں جن سے اللہ تعالیٰ نے انھیں سرفراز فرمایا تھا: ﴿وَاتَّقُوا الَّذِي أَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُونَ﴾ ”امدکم بآلہم وبنین“ ﴿وَجَنَّتْ وَعُيُونٌ﴾ ”إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ“ ”اور اس سے ڈرو جس نے تمہیں ان چیزوں سے بڑھایا جنہیں تم جانتے ہو، اس نے تمہیں مویشیوں اور بیٹوں سے بڑھایا اور باغوں اور چشموں سے۔ بے شک میں تمہارے بارے میں بڑے (سخت) دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔“ یعنی اگر تم نے تکذیب اور مخالفت کی روش کو اپنائے رکھا۔ الغرض! اللہ کے نبی نے ترغیب و ترہیب ہر دو طرح سے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی مگر انھوں نے اس سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا۔

تفسیر آیات: 136-140

قوم ہود کا جواب اور ان پر عذاب: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ ہود علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو ڈرایا، ترغیب و ترہیب کے ساتھ ہر طرح سمجھایا اور ان کے سامنے حق کو بالکل واضح اور نمایاں کر دیا تو انھوں نے ہود علیہ السلام کو یہ جواب دیا: ﴿قَالُوا سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَوَعَضْتَ أَمْ لَمْ تَكُنْ مِنَ الْوَعِظِينَ﴾ ”وہ کہنے لگے: خواہ تم نصیحت کرو یا نہ کرو ہمارے لیے یکساں ہے۔“ یعنی ہم اپنی روش سے کبھی بھی باز نہیں آئیں گے۔ ﴿وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِي آلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ﴾ (ہود: 11: 53) ”اور ہم صرف تمہارے کہنے سے نہ اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے ہیں اور نہ تم پر ایمان لانے والے ہیں۔“ اور معاملہ ہے بھی اسی طرح جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ (البقرة: 6: 2) ”جو لوگ کافر ہیں انھیں آپ ڈرائیں یا نہ ڈرائیں ان کے لیے برابر ہے، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ (یونس: 10: 96) ”بے شک جن لوگوں کے بارے میں آپ کے رب کا حکم (عذاب) قرار پا چکا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔“ قوم ہود نے مزید یہ بھی کہا: ﴿إِنَّ هَذَا إِلَّا خُلُقُ

﴿الْأَوَّلِينَ﴾ ”یہ تو بس پہلے لوگوں کے طریق ہیں۔“ بعض ائمہ نے اسے: [إِنَّ هَذَا إِلَّا خَلَقُ الْأَوَّلِينَ] بھی پڑھا ہے، یعنی خلق کی خاء کے فتح اور لام کے سکون کے ساتھ۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، (بروایت عوفی) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، علقمہ اور مجاہد رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ ہمارے پاس جولائے ہیں یہ تو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔^① جیسا کہ مشرکین قریش نے بھی کہا تھا: ﴿وَقَالُوا أَأَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾ (الفرقان 5:25) ”اور انھوں نے کہا کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں اس نے ان کو لکھ لیا ہے تو وہ صبح وشام اس پر پڑھی جاتی ہیں۔“ اور (اس سے پہلی آیت میں) فرمایا: ﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا آفَافُ افْتَرَاهُ وَاعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ فَقَدْ جَاءَ ظِلْمًا وَزُورًا﴾ ﴿وَقَالُوا أَأَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ﴾ (الفرقان 5:4, 25) ”اور کافر کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) من گھڑت باتیں ہیں جو اس (مدعی رسالت) نے بنالی ہیں اور کچھ دوسرے لوگوں نے اس پر اس کی مدد کی ہے۔ یہ لوگ (ایسا کہنے سے) ظلم اور جھوٹ پر اتر آئے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ مَّاذَا آتَزَكِلْ رَبُّكُمْ قَالُوا أَأَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ﴾ (النحل 24:16) ”اور جب ان (کافروں) سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے پروردگار نے کیا اتارا ہے تو کہتے ہیں کہ وہ تو پہلے لوگوں کی حکایتیں ہیں۔“ دوسرے مفسرین نے اسے: ﴿إِنَّ هَذَا إِلَّا خَلَقُ الْأَوَّلِينَ﴾ پڑھا ہے، یعنی خا اور لام دونوں کے ضمہ کے ساتھ۔ اور اس سے ان کی مراد اپنا دین اور اپنے طور اطوار تھے، یعنی ان کا دین وہی ہے جو ان کے اگلے آباء و اجداد کا دین تھا اور وہ کہتے تھے کہ ہم اپنے آباء و اجداد کے تتبع اور انھی کے پیچھے چلنے والے ہیں، ہم بھی اسی طرح زندہ ہیں جس طرح وہ زندہ تھے اور اسی طرح مرجائیں گے جس طرح وہ مر گئے تھے، نہ قبروں سے دوبارہ اٹھنا ہے اور نہ کوئی روز قیامت ہے، اس لیے تو انھوں نے کہا تھا: ﴿وَمَا لَنَا بِمَعَادٍ يَوْمَ﴾ ”اور ہم پر کوئی عذاب نہیں آئے گا۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَنَبْهُهُ فَأَهْلِكْنَاهُمْ﴾ ”تو انھوں نے ہود کو جھٹلایا، سو ہم نے انھیں ہلاک کر ڈالا۔“ انھوں نے اللہ کے نبی ہود علیہ السلام کی تکذیب، مخالفت اور دشمنی کو جاری رکھا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کر دیا، اور انھیں کس طرح ہلاک کیا، اسے بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے کئی مقامات پر بیان فرمایا ہے کہ انھیں تیز آندھی کے ساتھ تباہ و برباد کر دیا گیا تھا، ایسی آندھی جو بہت شدید تیز رفتار بھی تھی اور بے حد و حساب ٹھنڈی بھی، یعنی ان کی ہلاکت کا سبب ان کی جنس عمل سے مطابقت رکھتا تھا، وہ بڑے سرکش اور جابر لوگ تھے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسی چیز کے ساتھ ہلاک کیا جو ان سے بھی زیادہ طاقتور اور تیز تھی جیسا کہ فرمایا: ﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ﴾ ﴿إِرمَ ذَاتِ الْعِمَادِ﴾ (الفجر 7:6, 89) ”کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے پروردگار نے عاد کے ساتھ کیا کیا۔ جو ارم (کہلاتے) تھے، ستونوں والے۔“ اس سے عاداتی مراد ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَأَكْبَدَ أَهْلَكَ عَادًا الْأُولَى﴾ (النجم 50:53) ”اور یہ کہ اسی نے عاداتی کو ہلاک کر ڈالا۔“ اور یہ لوگ ارم بن سام بن نوح کی نسل سے تھے، ﴿ذَاتِ الْعِمَادِ﴾ (الفجر 7:89) ”ستونوں والے۔“ جو ستونوں میں رہتے تھے، جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ

كَذَبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٤١﴾ إِذْ قَالَ لَهُمُ أَخُوهُمْ صَالِحٌ أَلا تَتَّقُونَ ﴿١٤٢﴾ إِنِّي لَكُمْ

(قوم) ثمود نے رسول کو جھٹلایا ﴿١٤١﴾ جب ان کے بھائی صالح نے ان سے کہا: کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں؟ ﴿١٤٢﴾ بلاشبہ میں تمہارے

رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٤٣﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ﴿١٤٤﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجَرْتُ

لیے امانت دار رسول ہوں ﴿١٤٣﴾ لہذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ﴿١٤٤﴾ اور میں اس (تعلیق) پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا اجر

إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٤٥﴾

تو رب العالمین کے ذمے ہے ﴿١٤٥﴾

ارم شہر کا نام ہے تو انھوں نے اسے کعب اور وہب کے کلام اور اسرائیلیات سے لیا ہے جبکہ اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ﴾ (الفجر 8:89) ”(وہ) جو شہروں میں (کوئی) ان جیسا پیدا نہیں کیا گیا۔“ یعنی قوت، شدت اور طاقت کے اعتبار سے اس قبیلے جیسے لوگ پیدا نہیں ہوئے۔ اگر ارم سے مراد شہر ہوتا تو پھر یوں کہا جاتا: اَلَّتِي لَمْ يَنْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ”(وہ) جو تمام شہروں میں ایسا کوئی (شہر) نہیں بنایا گیا تھا۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَأَمَّا عَادُ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ﴾ (حکم السجدة 15:41) ”جو عادتھے انھوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور کہنے لگے کہ ہم سے بڑھ کر قوت میں کون ہے۔ کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ جس نے انھیں پیدا کیا وہ ان سے قوت میں بہت بڑھ کر ہے اور وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿وَأَمَّا عَادُ فَاهْتَكَمُوا بِرِجْ صَرَصِرٍ عَاتِيَةٍ﴾ ﴿سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَنِيَةً أَيَّامًا حُسُومًا﴾ (الحاقة 7:69) ”اور رہے عادتو ان کا نہایت تیز آندھی سے ستیاناس کر دیا گیا۔ اللہ نے اس کو ان پر مکمل سات راتیں اور آٹھ دن مسلط کر دیا تھا۔“ ﴿حُسُومًا﴾ کے معنی ہیں مکمل، یعنی مکمل سات رات اور آٹھ دن تک تیز آندھی کو ان پر چلائے رکھا۔ ﴿فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَى﴾ ﴿كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ﴾ (الحاقة 7:69) ”تو (اے مخاطب!) تو لوگوں کو اس میں (اس طرح) گرے پڑے دیکھے گا جیسے کھجوروں کے کھوکھلے تنے ہوں۔“ یعنی ان کے دھڑ تو باقی تھے مگر سر نہ تھے، اس لیے کہ آندھی انھیں اٹھا کر فضا میں لے جاتی اور پھر وہاں سے انھیں سر کے بل پٹختی جاتی جس سے ان کا دماغ پھٹ جاتا اور سر ٹوٹ جاتا تھا اور وہ اس طرح مرے پڑے تھے گویا اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہوں۔ انھوں نے پہاڑوں اور غاروں میں قلعے بنا رکھے تھے اور نصف پنڈلیوں تک زمین میں اپنے بچاؤ کے لیے گڑھے کھود رکھے تھے مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے ان کی یہ تدبیریں ان کے کچھ کام نہ آئیں کیونکہ ﴿إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ﴾ (نوح 4:71) ”یقیناً جب اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت آ جاتا ہے تو وہ مؤخر نہیں کیا جاتا۔“ اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿فَلَوْلَا هَلَكْتُمْ﴾

الآية ”تو انھوں نے ہود کو جھٹلایا، سو ہم نے انھیں ہلاک کر ڈالا.....“

اَتُرْكُونَ فِي مَا هُمْنَا اٰمِنِينَ ﴿١٤٦﴾ فِي جَنَّتٍ وَعَيْوُنَ ﴿١٤٧﴾ وَزُرُوعٍ وَنَحْلٍ طَلْعُهَا هَضِيمٌ ﴿١٤٨﴾

کیا تمہیں یہاں کی چیزوں میں پر امن چھوڑ دیا جائے گا؟ ﴿١٤٦﴾ (یعنی) باغوں اور چشموں میں ﴿١٤٧﴾ اور کھیتوں اور کھجوروں میں جن کے خوشے نرم و نازک

وَتَنْجُوتَ مِنَ الْجِبَالِ بِيُوتًا فَرِهِينَ ﴿١٤٩﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَاَطِيعُوهُ ﴿١٥٠﴾ وَلَا تُطِيعُوا اَمْرَ السُّرْفِيْنَ ﴿١٥١﴾

ہیں ﴿١٤٩﴾ اور تم اتراتے ہوئے پہاڑوں سے گھر تراشتے ہو ﴿١٤٩﴾ چنانچہ تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ﴿١٥٠﴾ اور تم حد سے بڑھنے والوں کے حکم کی اطاعت

الَّذِينَ يَفْسِدُونَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ﴿١٥٢﴾

نہ کرو ﴿١٥٢﴾ جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے ﴿١٥٢﴾

قوم شمود اور صالح علیہ السلام: اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنے عبد و رسول صالح علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے انہیں ان کی قوم شمود کی طرف بھیجا۔ شمود عرب تھے اور شہر حجر کے رہنے والے تھے۔ یہ شہر وادی قریٰ اور بلاد شام کے درمیان تھا اور بہت مشہور و معروف تھا۔ ہم نے قبل ازیں سورہ اعراف کی تفسیر میں ان احادیث مبارکہ کو بیان کیا ہے جن میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب شام کے غزوے کا ارادہ فرمایا تو شمود کے علاقے سے گزرے تھے مگر آپ تبوک تک پہنچ کر ہی واپس آ گئے تھے تا کہ غزوہ شام کے لیے تیاری فرمائیں۔ ﴿١﴾ شمود کا دور قوم عاد کے بعد اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے دور سے پہلے تھا۔ اللہ تعالیٰ کے نبی صالح علیہ السلام نے انہیں دعوت دی کہ وہ اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کریں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں جو پیغام ملے اس کی اطاعت کریں مگر انہوں نے انکار کر دیا اور ان کی تکذیب و مخالفت شروع کر دی، حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ وہ ان سے دعوت کا کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ ہی سے اجر و ثواب کے طلب گار ہیں، پھر انہوں نے انہیں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلاتے ہوئے فرمایا: (دیکھیے آیات: 146-152)

تفسیر آیات: 152-146

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی یاد دہانی: حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں وعظ و نصیحت کرتے، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد دلاتے ہوئے فرمایا کہ اس نے انہیں انواع و اقسام کے رزق سے نوازا، خوفناک چیزوں سے بچا کر امن عطا فرمایا، باغات کو اگایا، نہروں اور چشموں کو چلایا اور ان کے لیے فصلوں اور پھلوں کو پکایا، اسی وجہ سے فرمایا: ﴿وَنَحْلٍ طَلْعُهَا هَضِيمٌ﴾ ﴿١٤٨﴾ ”اور کھجوریں جن کے خوشے لطیف و نازک ہوتے ہیں۔“ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جو خوشے پک کر کمال کو پہنچے ہوں وہ ہضیم ہوتے ہیں۔ ﴿٢﴾ اور علی بن ابوطلمح نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی سرسبز و شاداب کے ہیں۔ ﴿٣﴾ اسماعیل بن ابوخالد نے عمرو بن ابوعمر و۔ ان کی صحابہ کرام سے ملاقات ثابت ہے۔ سے اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ خوشے جب پک کر جھک جائیں تو انہیں ہضیم کہتے ہیں۔ اسے ابن ابوحاتم نے روایت کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ابوصالح سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ﴿٤﴾ فرمان الہی ہے: ﴿وَتَنْجُوتَ مِنَ الْجِبَالِ بِيُوتًا﴾

﴿١﴾ دیکھیے الأعراف، تفسیر آیت: 73 کے ذیل میں اور ان کے علاقے کا نقشہ بھی ملاحظہ کیجیے۔ ﴿٢﴾ تفسیر الطبری: 122/19۔

﴿٣﴾ تفسیر ابن ابی حاتم: 2801/9۔ ﴿٤﴾ تفسیر ابن ابی حاتم: 2801/9۔

قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ﴿١٥٣﴾ مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۖ فَأْتِ بِآيَةٍ إِنْ كُنْتَ مِنَ

انہوں نے کہا: بس تو سحر زدہ لوگوں میں سے ہے ﴿١٥٣﴾ تو ہماری طرح ایک بشر ہی تو ہے، لہذا اگر تو بچوں میں سے ہے تو کوئی نشانی (معجزہ) لے آ ﴿١٥٤﴾ صالح

الضَّادِّينَ ﴿١٥٤﴾ قَالَ هَذِهِ نَاقَةٌ لَهَا شَرْبٌ وَلَكُمْ شَرْبٌ يَوْمَ مَعْلُومٍ ﴿١٥٥﴾ وَلَا تَسْهَوْهَا ۖ يَسُوءُ

نے کہا: یہ اونٹنی (معجزہ) ہے، (ایک دن) اس کی پینے کی باری ہے اور ایک مقرر دن تمہاری پینے کی باری ہے ﴿١٥٥﴾ اور اسے بری نیت سے نہ چھونا ورنہ تمہیں

فِيَاخْذُكُمْ عَذَابٌ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥٦﴾ فَعَقَرُوهَا فَاصْبَحُوا نَدِمْينَ ﴿١٥٧﴾ فَآخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۖ إِنَّ فِي

بہت بڑے دن کا عذاب آ پکڑے گا ﴿١٥٦﴾ چنانچہ انہوں نے اس کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں، پھر وہ نادم ہوئے ﴿١٥٧﴾ تو انہیں عذاب نے آ پکڑا، بے شک اس میں

ذٰلِكَ لَآيَةٌ ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿١٥٨﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٥٩﴾

عظیم نشانی ہے، اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہ تھے ﴿١٥٨﴾ اور بے شک آپ کا رب وہی ہے غالب، بہت رحم کرنے والا ﴿١٥٩﴾

فَرِيقٍ ﴿١٦٠﴾ ”اور تم پہاڑوں سے گھر تراشتے ہو اتراتے ہوئے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی ائمہ تفسیر نے ﴿١٦٠﴾

کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ تم اس کام کے بہت ماہر ہو۔ ﴿١٦١﴾ اور آپ سے ایک دوسری روایت میں اس کے معنی ہیں کہ فخر و غرور

کے طور پر۔ مجاہد اور مفسرین کی ایک جماعت نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ ﴿١٦٢﴾ ان دونوں اقوال میں کوئی تضاد بھی نہیں کیونکہ وہ

فخر و غرور کے ساتھ اور کسی ضرورت و حاجت کے بغیر پہاڑوں کو تراش تراش کر گھر بناتے تھے اور پہاڑوں کے تراشنے اور

گھروں میں نقش و نگار بنانے کے وہ بہت ماہر بھی تھے جیسا کہ ان کے گھروں اور مکانوں کو دیکھنے سے معلوم بھی ہوتا ہے، اسی

لیے فرمایا: ﴿١٦٣﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ﴿١٦٤﴾ ”تم اللہ سے ڈرو اور میرے کہے پر چلو۔“ اور اس بات کو قبول کر لو جس سے تمہیں

دنیا و آخرت میں نفع حاصل ہو اور وہ یہ کہ اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا فرمایا اور طرح طرح کے رزق سے نوازا

ہے تاکہ تم اس کی عبادت کرو، اس کی توحید کو اختیار کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح بیان کرو۔ ﴿١٦٥﴾ وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ ﴿١٦٦﴾ الَّذِينَ

يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ﴿١٦٧﴾ ”اور حد سے تجاوز کرنے والوں کی بات نہ مانو جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور

اصلاح نہیں کرتے۔“ یعنی تم اپنے ان سرداروں اور بڑے لوگوں کی بات نہ مانو جو شرک و کفر اور مخالفت حق کی دعوت

دیتے ہیں۔

تفسیر آیات: 153-159

شود کا جواب، نشانی کا مطالبہ اور عذاب کی آمد: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ صالح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی

عبادت کی دعوت دی تو انہوں نے جواب دیا: ﴿١٦٨﴾ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ﴿١٦٩﴾ ”وہ کہنے لگے کہ تم تو بس جادو زدہ ہو۔“

مجاہد اور قتادہ نے کہا ہے کہ ﴿١٧٠﴾ الْمُسَحَّرِينَ ﴿١٧١﴾ کے معنی مسحور، یعنی سحر زدہ کے ہیں۔ ﴿١٧٢﴾ پھر انہوں نے کہا: ﴿١٧٣﴾ مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ

مِثْلُنَا ﴿١٧٤﴾ ”تم اور کچھ نہیں صرف ہماری طرح کے آدمی ہی تو ہو۔“ یعنی ہمیں چھوڑ کر تمہاری طرف وحی کس طرح بھیجی گئی؟

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٦٠﴾ إِذْ قَالَ لَهُمُ أَخُوهُمْ لُوطٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٦١﴾ إِنِّي لَكُمْ

قوم لوط نے رسولوں کو جھٹلایا ﴿١٦٠﴾ جب ان سے ان کے بھائی لوط نے کہا: کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں؟ ﴿١٦١﴾ بلاشبہ میں تمہارے

رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٦٢﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ﴿١٦٣﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجَرْتُ

لیے امانت دار رسول ہوں ﴿١٦٢﴾ لہذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ﴿١٦٣﴾ اور میں اس (تبلیغ) پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا اجر

إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٤﴾

تو رب العالمین کے ذمے ہے ﴿١٦٤﴾

جس طرح کہ دوسری آیت میں ہے: ﴿٢٦﴾ أَلْقَى إِلَهُكُمُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌّ ﴿٢٧﴾ سَيَعْلَمُونَ عَذَابَ الْكَذَّابِ الْأَشِرِّ ﴿٢٨﴾ (القمر: 25، 26) ”کیا ہم سب میں سے صرف اسی پر یہ نصیحت نازل کی گئی؟ بلکہ یہ جھوٹا، خود پسند ہے۔ عنقریب وہ کل ہی جان لیں گے کہ کون جھوٹا خود پسند ہے۔“

پھر انھوں نے مطالبہ کیا کہ وہ کوئی نشانی لائیں تاکہ انھیں یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو وہ پیغام لائے ہیں وہ سچ ہے، ان سب نے جمع ہو کر مطالبہ کیا کہ وہ پہاڑ کی چٹان سے دس ماہ کی حاملہ اونٹنی نکال کر دکھائیں، انھوں نے ایک چٹان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس چٹان سے نکال دو، وہ اونٹنی اس طرح کی صفات کی حامل ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نبی صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے پختہ عہد و پیمان لیے کہ اگر انھوں نے ان کا مطالبہ پورا کر دیا تو پھر وہ ضرور ایمان لائیں گے۔ ان کی تصدیق اور اتباع کریں گے۔ انھوں نے عہد و پیمان کر لیے تو اللہ تعالیٰ کے نبی صالح علیہ السلام نے اٹھ کر نماز شروع کر دی اور پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کے مطالبے کو پورا فرمادے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دعا کو قبول فرمایا اور جس چٹان کی طرف انھوں نے اشارہ کیا تھا، وہ پھٹ گئی اور اس سے اسی طرح کی دس ماہ کی حاملہ اونٹنی نکل آئی جس طرح کی اونٹنی انھوں نے طلب کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی یہ نشانی دیکھ کر کچھ لوگ تو ایمان لے آئے مگر اکثر اپنے کفر ہی پر قائم رہے۔ ﴿٢٩﴾ قَالَ هَذِهِ نَاقَةُ

لَهَا شَرَبٌ وَلَكُمْ شَرَبٌ يَوْمَ مَعْلُومٍ ﴿٣٠﴾ ”(صالح) نے کہا: (دیکھو) یہ اونٹنی ہے ایک دن اس کی پانی پینے کی باری ہے اور ایک معین روز تمہاری باری“، یعنی ایک دن وہ پانی پیے گی اور ایک دن تم پانی پیو گے، ﴿٣١﴾ وَلَا تَسْهَوْهَا يَوْمَ فَيَأْخُذْكُمْ عَذَابٌ يَوْمَ عَظِيمٍ ﴿٣٢﴾ ”اور اس کو کوئی تکلیف نہ دینا کہ تمہیں بہت بڑے دن کا عذاب آ پکڑے“، اللہ تعالیٰ کے نبی نے انھیں ڈرایا

کہ اگر انھوں نے اونٹنی کو کوئی تکلیف دی تو ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو جائے گا۔ کچھ عرصے تک اونٹنی پانی پیتی اور چارہ کھاتی رہی اور لوگ اس کا دودھ دوہتے، اسے پیٹے اور اس سے سیراب ہوتے رہے، جب طویل عرصہ گزر گیا اور ان کی بدبختی کا وقت آ گیا تو انھوں نے اس اونٹنی کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ ﴿٣٣﴾ فَعَقَرُوها فَاصْبَحُوا نَادِمِينَ ﴿٣٤﴾ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ﴿٣٥﴾ ”تو انھوں

نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں، پھر نادم ہوئے، سو انھیں عذاب نے آ پکڑا“، اور ان کی زمین پر بہت زبردست زلزلہ طاری ہو گیا اور ایک زبردست چیخ پیدا ہوئی جس سے ان کے دل پھٹ گئے اور انھیں ایسی صورت حال پیش آئی جو ان کے وہم و گمان میں

اتَاتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعُلَمِينَ ﴿١٦٥﴾ وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ ط

کیا تم (جسی تکین کی خاطر) جہان کے مردوں کے پاس آتے ہو؟ اور تم اپنی بیویاں چھوڑ دیتے ہو جنہیں تمہارے رب نے تمہارے لیے پیدا کیا ہے،

بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ ﴿١٦٦﴾ قَالُوا لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ يَلُوطُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِينَ ﴿١٦٧﴾

بلکہ تم لوگ حد سے گزرنے والے ہو ﴿١٦٦﴾ انھوں نے کہا: اے لوط! اگر تو باز نہ آیا تو یقیناً تو نکالے جانے والوں میں سے ہوگا ﴿١٦٧﴾ لوط نے کہا: بے شک میں

قَالَ إِنِّي لَعَلَّيْكُمْ مِنَ الْقَالِينَ ط رَبِّ نَجِّنِي وَاهْلِي مِمَّا يَعْمَلُونَ ﴿١٦٩﴾ فَجَبَّيْنَاهُ

تمہارے (خلاف فطرت) عمل سے دشمنی رکھنے والوں میں سے ہوں ﴿١٦٨﴾ اے میرے رب! تو مجھے اور میرے اہل کو اس عمل (کے دہال) سے نجات دے جو

وَاهْلَهُ أَجْعِلْ ﴿١٧٠﴾ إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ ﴿١٧١﴾ ثُمَّ دَمَرْنَا الْأَخْرِينَ ﴿١٧٢﴾ وَامْطَرْنَا

وہ کرتے ہیں ﴿١٦٩﴾ چنانچہ ہم نے اسے اور اس کے سب اہل کو نجات دی ﴿١٧٠﴾ سوائے ایک بڑھیا کے (جو) پیچھے رہنے والوں میں سے تھی ﴿١٧١﴾ پھر ہم نے

عَلَيْهِمْ مَطَرًا فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِينَ ﴿١٧٣﴾ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ط وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ

دوسروں کو ہلاک کر دیا ﴿١٧٢﴾ اور ہم نے ان پر (پھر دہلیز کی) سخت بارش برسائی، چنانچہ ڈرائے گئے لوگوں پر (برساتی گئی) بدترین بارش تھی ﴿١٧٣﴾ بے شک اس میں

مُؤْمِنِينَ ﴿١٧٤﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٧٥﴾

عظیم نشانی ہے، اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہ تھے ﴿١٧٤﴾ اور بے شک آپ کا رب وہی ہے غالب، بہت رحم کرنے والا ﴿١٧٥﴾

بھی نہ تھی اور وہ اپنے گھروں میں مرے پڑے رہ گئے۔ ﴿١٧٣﴾ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ط وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٧٤﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٧٥﴾ ”بے شک اس میں نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔ اور آپ کا پروردگار نہایت غالب، خوب مہربان ہے۔“

تفسیر آیات: 160-164

لوط علیہ السلام کی دعوت: اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد اور رسول حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے۔ لوط علیہ السلام کا سلسلہ نسب لوط بن ہارن بن آزر ہے، آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں ایک بہت بڑی امت کی طرف مبعوث فرمایا تھا جو سدوم اور اس کے گرد و پیش رہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام بستیوں کو تباہ و برباد کر کے ان کی جگہ ایک بدبودار اور آلودہ سمندر (بحیرہ مردار Dead Sea) جاری کر دیا جو کہ مشہور ہے اور بلاد مغرب میں بیت المقدس کے پہاڑوں کے پیچھے کی طرف ہے اور بلاد مغرب اور بلاد کرک و شوبک کے درمیان ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کے لوگوں کو دعوت دی کہ وہ اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کریں اور اپنے رسول کی اطاعت کریں جسے اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف مبعوث فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو اور عورتوں کو چھوڑ کر لڑکوں سے لذت حاصل کرنے کی اس بدترین بے حیائی کا ارتکاب نہ کرو جس کا تم سے پہلے اہل عالم میں سے کسی نے ارتکاب نہیں کیا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (دیکھیے آیات: 165-175)

تفسیر آیات: 165-175

كَذَّبَ أَصْحَابُ الْمِرْصَلِينَ ﴿١٧٦﴾ إِذْ قَالَ لَهُمُ شُعَيْبٌ ۖ اَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٧٧﴾ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُولٌ

اصحاب ایکہ نے رسولوں کو جھٹلایا ﴿١٧٦﴾ جب ان سے شعیب نے کہا: کیا تم ڈرتے نہیں؟ ﴿١٧٧﴾ بے شک میں تمہارے لیے

اٰمِیْنٌ ﴿١٧٨﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاطِيعُوْنَ ﴿١٧٩﴾ وَمَا اَسْأَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیْ اِلَّا عَلٰی رَبِّ

امانت دار رسول ہوں ﴿١٧٨﴾ لہذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ﴿١٧٩﴾ اور میں اس (تبلیغ) پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا،

الْعٰلِیْنَ ﴿١٨٠﴾

میرا اجر تو رب العالمین کے ذمے ہے ﴿١٨٠﴾

قوم کی بے حیائی کی تردید، ان کا جواب اور ان پر عذاب: جب اللہ تعالیٰ کے نبی نے انھیں فحاشی، بدکاری و بے حیائی اور

امر پرستی سے منع فرمایا اور ان کی رہنمائی فرمائی کہ وہ عورتوں سے جنھیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پیدا فرمایا ہے جنسی خواہش کی

تکمیل کریں تو ان کا جواب یہ تھا: ﴿لَیْن لَّمْ تَنْتَهِیْ لُوْطُ﴾ ”اے لوط! اگر تم باز نہ آؤ گے۔“ اس چیز سے جو ہمارے پاس لائے

ہو ﴿لَا تَكُوْنُوْنَ مِنَ الْمُخْجَلِیْنَ﴾ ”تو شہر بدر کر دیے جاؤ گے۔“ یعنی ہم تمھیں اپنے ہاں سے نکال دیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ

نے دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِۦۤ اِلَّا اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْۤا اِلٰ لُوْطٍ مِّنْ قَرْیَۡتِکُمْ ؕ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ ۝۵۶﴾

(النمل: 56) ”تو ان کی قوم کے لوگوں کا اس کے سوا کچھ جواب نہ تھا کہ لوط کے گھر والوں کو اپنے شہر سے نکال دو، یقیناً یہ لوگ

تو پاک بنا چاہتے ہیں۔“ آپ نے جب یہ دیکھا کہ یہ لوگ اس فحاشی و بے حیائی سے باز نہیں آئیں گے بلکہ اپنی اس گمراہی

میں مبتلا رہیں گے تو آپ نے ان سے اظہار براءت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِنِّیْ لَعَلَّیْکُمْ مِّنَ الْقٰلِیْنَ﴾ ”بے شک

میں تو تمہارے کام سے سخت دشمنی رکھنے والوں سے ہوں۔“ کہ میں اسے پسند نہیں کرتا۔ تمہارے کرتوت سے میں خوش نہیں

ہوں، اس لیے میں تم سے براءت کا اظہار کرتا ہوں، پھر انھوں نے اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے بددعا کی: ﴿رَبِّ نَجِّنِیْ وَاَهْلِیَّ

وَمِمَّا یَعْمَلُوْنَ﴾ ”اے میرے پروردگار! مجھ کو اور میرے گھر والوں کو ان کے کاموں (کے وبال) سے نجات دے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَنَجَّیْنٰہُ وَاَهْلَہٗۤ اَجْمَعِیْنَ ﴿١٧٨﴾ اِلَّا عَجُوْۤنًا فِی الْغٰیْبِیْنَ ﴿١٧٩﴾﴾ ”سو ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں

کو سب کو نجات دی مگر ایک بڑھیا کہ پیچھے رہنے والوں سے تھی۔“ یہ آپ کی بیوی تھی۔ یہ بدترین بڑھیا تھی جو پیچھے رہ گئی اور قوم

کے لوگوں کے ساتھ ہلاک ہو گئی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا سورہ اعراف، سورہ ہود اور سورہ حجر ﴿١﴾ میں ذکر کیا ہے کہ اس

نے لوط علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کے سوا دیگر تمام گھر والوں کو لے کر رات کو اپنی بستی سے نکل جائیں اور جب اپنی قوم

پر نازل ہونے والی چیخ کو سنیں تو پیچھے پلٹ کر نہ دیکھیں، انھوں نے حکم الہی کی اطاعت کی، پیچھے مڑ کر نہ دیکھا اور آگے ہی بڑھتے

گئے اور اللہ تعالیٰ نے ساری قوم پر تہ بہ تہ گھگر کے پتھروں کی بارش کی صورت میں عذاب نازل فرمایا، اسی لیے فرمایا: ﴿ثُمَّ دَمَرْنَا

الْاٰخَرِیْنَ ﴿١٨٠﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَیْہِم مَّطَرًاۢ فَاَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿١٨١﴾ اِنِّیْ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰۃٌ ۭ وَمَا كَانَ اَلْتَّوْحٰۤفُ مُمْمِیْنِیْنَ ﴿١٨٢﴾ وَاِنَّ ذٰلِکَ

① دیکھیے الأعراف، آیت: 83، ہود، آیت: 81 اور الحجر، آیات: 60-65.

أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْخُسْرَيْنِ ﴿١٨١﴾ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ﴿١٨٢﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ

تم ماپ پورا پورا کرو، اور خسارہ دینے والوں سے نہ بنو ﴿١٨١﴾ اور تم بالکل سیدھی ترازو سے تولو ﴿١٨٢﴾ اور تم لوگوں کو ان کی اشیاء

اشیاء ہمہ وَلَا تَعْتَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿١٨٣﴾ وَاتَّقُوا الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالْجِبْلَةَ الْأُولَىٰ ﴿١٨٤﴾

کم نہ دو، اور نہ تم زمین میں فساد کرتے ہوئے دو ﴿١٨٣﴾ اور اس (اللہ) سے ڈرو جس نے تمہیں اور پہلی مخلوق کو پیدا کیا ﴿١٨٤﴾

لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٨٥﴾ ”پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا اور ان پر ایک زبردست مینہ برسایا، سو جو مینہ ان لوگوں پر برسا جو ڈرائے گئے تھے وہ برہتا، بے شک اس میں نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے اور آپ کا پروردگار خوب غالب، نہایت مہربان ہے۔“

تفسیر آیات: 176-180

شعیب علیہ السلام کی اصحاب ایکہ کو نصیحت: صحیح قول کے مطابق اصحاب ایکہ سے مراد اہل مدین ہیں، شعیب علیہ السلام کا تعلق بھی انھی سے تھا، آپ کے لیے ان کے بھائی کے الفاظ اس لیے استعمال نہیں کیے گئے کیونکہ ان لوگوں کی یہاں بن کی عبادت کی طرف نسبت کی گئی ہے۔ بن ایک درخت ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ جھنڈ کی طرح گھنے درخت تھے جن کی وہ عبادت کرتے تھے، اس لیے جب یہ فرمایا: ﴿كَذَّبَ أَصْحَابُ لَيْكَةِ الْمُرْسَلِينَ﴾ ”بن کے رہنے والوں نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا۔“ تو یہ نہیں کہا: ﴿إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ شُعَيْبٌ﴾ [جب ان سے ان کے بھائی شعیب نے کہا۔] بلکہ صرف یہ فرمایا: ﴿إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ﴾ ”جب ان سے شعیب نے کہا۔“ جس سبب کی وجہ سے ان کی نسبت بن کی طرف کی گئی ہے، شعیب علیہ السلام سے اس نسبت کو قطع کرنے کی غرض سے یہاں انھیں ان کا بھائی قرار نہیں دیا گیا گو وہ نسبی طور پر ان کے بھائی ہی تھے، کچھ لوگ جو اس نکتے کو نہیں سمجھ سکتے انھوں نے یہ گمان کیا ہے کہ اصحاب ایکہ، اصحاب مدین نہیں ہیں، نیز ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شعیب کو دو امتوں کی طرف بھیجا تھا، اس طرح کچھ لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ آپ کو تین امتوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا تھا۔

ارشاد الہی ہے: ﴿أَصْحَابُ لَيْكَةِ﴾ ”بن والے۔“ ان لوگوں سے مراد قوم شعیب ہے، یہ اسحاق بن بشر کا قول ہے۔^① جویر کے علاوہ دیگر لوگوں نے کہا ہے کہ اصحاب ایکہ اور اصحاب مدین دونوں ایک ہی ہیں وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔ صحیح بات یہی ہے کہ یہ دونوں ایک ہی قوم کے نام ہیں اور ان دونوں کے ہر جگہ ایک جیسے کام بتائے گئے ہیں، شعیب نے ان سے بھی یہی کہا کہ ناپ تول پورا دیا کرو جیسا کہ آپ نے اصحاب مدین سے بھی یہی فرمایا تھا، اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ ایک ہی امت کے دو نام ہیں۔

تفسیر آیات: 181-184

ناپ تول پورا دینے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ ناپ تول پورا دیا کرو اور اس میں کمی نہ کیا کرو، چنانچہ فرمایا: ﴿أَوْفُوا الْكَيْلَ



قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ﴿١٨٥﴾ وَمَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَإِنْ نَظُنُّكَ لَئِنْ

انھوں نے کہا: بس تو سحر زدہ (لوگوں) میں سے ہے ﴿١٨٥﴾ اور تو ہماری طرح بشر ہی تو ہے، اور ہم تجھے بلاشبہ جھوٹوں میں خیال کرتے ہیں ﴿١٨٥﴾

الْكَاذِبِينَ ﴿١٨٦﴾ فَاسْقُطْ عَلَيْنَا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿١٨٧﴾ قَالَ رَبِّیْ أَعْلَمُ

لہذا اگر تو سچوں میں سے ہے تو ہم پر آسمان سے ایک ٹکڑا گرا دے ﴿١٨٦﴾ شعیب نے کہا: میرا رب خوب جانتا ہے جو تم عمل کرتے ہو ﴿١٨٦﴾ چنانچہ

بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٨٨﴾ فَكَذَّبُوهُ فَآخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ﴿١٨٩﴾ إِنَّهُ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٩٠﴾

انھوں نے اسے (شعیب کو) جھٹلایا، تو انھیں سائے والے دن کے عذاب نے آن پڑا، بے شک وہ بہت بڑے دن کا عذاب تھا ﴿١٨٩﴾ بلاشبہ

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ﴿١٩١﴾ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿١٩٢﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٩٣﴾

اس میں عظیم نشانی ہے، اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہ تھے ﴿١٩٢﴾ اور بے شک آپ کا رب، وہی ہے غالب، بہت رحم کرنے والا ﴿١٩٣﴾

وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ ﴿١٩٤﴾ ”ماپ پورا دو اور کم دینے والوں میں سے نہ بنو“، یعنی جب لوگوں کو ماپ دینا ہو تو پورا پورا ماپ دیا

کر دو اور اس میں کمی نہ کیا کرو جس طرح تم ماپ پورا پورا لیتے ہو اسی طرح دیا بھی پورا پورا کرو ﴿١٩٤﴾ وَلَا تُولُوا الْقِسَاطَ السَّيِّئِينَ ﴿١٩٥﴾

”اور سیدھے ترازو سے تولو لا کرو“ اور قسطاس سے مراد ترازو (کنڈا) ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَا تَحْضُوا أَلْسِنَآئِیْنَ

أَشْيَاءَ هُمْ ﴿١٩٦﴾ ”اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو“، یعنی دیتے ہوئے لوگوں کے اموال میں کمی نہ کیا کرو۔ ﴿١٩٦﴾ وَلَا تَقْعُدُوا

مُفْسِدِينَ ﴿١٩٧﴾ ”اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرو“، یعنی راہزنی نہ کیا کرو جیسا کہ دوسری آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿١٩٧﴾ وَلَا تَقْعُدُوا

بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ ﴿١٩٨﴾ (الأعراف: 86) ”اور ہر رستے پر مت بیٹھا کرو کہ تم ڈراتے ہو۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿١٩٨﴾ وَالْتَقُوا الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّ الْأُولِیْنَ ﴿١٩٩﴾ ”اور اس سے ڈرو جس نے تمہیں اور پہلی

خلقت کو پیدا کیا۔“ آپ نے انھیں اس اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا جس نے انھیں اور ان کے آباء و اجداد کو پیدا فرمایا جیسا

کہ موسیٰ علیہ السلام نے بھی فرمایا تھا: ﴿٢٠٠﴾ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأُولِیْنَ ﴿٢٠١﴾ (الشعراء: 26) ”کہ تمہارا اور تمہارے پہلے باپ دادا

کا رب ہے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سدی، سفیان بن عیینہ اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم رحمہم کہتے ہیں کہ ﴿٢٠١﴾ وَالْجِبِلَّ

الْأُولِیْنَ ﴿٢٠٢﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اس نے تم سے پہلے لوگوں کو بھی پیدا فرمایا ہے، ﴿٢٠٢﴾ ابن زید رحمہ اللہ نے یہاں قرآن مجید کی اس

آیت کریمہ کا بھی حوالہ دیا ہے: ﴿٢٠٣﴾ وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِیْرًا ﴿٢٠٤﴾ (یس: 62) ”اور البتہ تحقیق اس نے تم میں سے

بہت سی خلقت کو گمراہ کر دیا۔“ ﴿٢٠٤﴾

تفسیر آیات: 185-191

قوم شعیب کا جواب اور ان پر عذاب: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ قوم نے شعیب کو اسی طرح جواب دیا جس طرح قوم

ثمود نے اپنے رسول کو جواب دیا تھا کیونکہ ان کے دل ایک ہی طرح کے تھے، بہر حال قوم شعیب نے جواب دیا: ﴿٢٠٥﴾ إِنَّمَا أَنْتَ

مِنَ السَّحَرِينَ ﴿١٨٥﴾ ”یقیناً تم تو جادو زدہ میں سے لگتے ہو۔“ علاوہ ازیں انھوں نے یہ بھی کہا: ﴿وَمَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَإِنْ آتَيْنَاكَ لَیْنًا أَوْ كِبْرًا﴾ ”اور تم (اور کچھ) نہیں، مگر ہم ہی جیسے آدمی ہو اور ہمارا خیال ہے کہ تم جھوٹوں میں سے ہو۔“ یعنی تم جھوٹ کہتے ہو، اللہ تعالیٰ نے تمہیں رسول بنا کر نہیں بھیجا، ﴿فَاسْقُطْ عَلَيْنَا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ﴾ ﴿١٨٦﴾ ”پس اگر سچوں سے ہو تو ہم پر آسمان سے ایک ٹکڑا لا کر آؤ۔“ ضحاک کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم پر آسمان کے ایک حصے کو گرا دو۔ ﴿١﴾ قنادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی آسمان کے ٹکڑے کے ہیں۔ ﴿٢﴾ سدی کہتے ہیں: اس کے معنی یہ ہیں کہ آسمان سے عذاب لے آؤ۔ ﴿٣﴾ ان کی یہ بات قریش کی اس بات جیسی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے: ﴿وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ بِكَ حَتَّىٰ تَنْفِرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوءًا ۖ أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّجِيلٍ ۖ وَعَنْبٌ فَتَقْطَرُ الْأَنْهَارُ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا ۚ أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسْفًا ۖ أَوْ تَأْتِيَ بَالَهُ ۖ وَالْمَلَكُ قَبِيلًا ۚ﴾ (بنی اسرائیل 90-92) ”اور کہنے لگے کہ ہم تم پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ ہمارے لیے زمین سے چشمہ جاری کر دو یا تمہارا کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو اور اس کے بیج میں نہریں بہا نکالو یا جیسا تم کہا کرتے ہو ہم پر آسمان کے ٹکڑے لا کر آؤ یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آؤ۔“ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ بات بھی بیان فرمائی ہے: ﴿وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَابًا مِّنَ السَّمَاءِ.....﴾ (الأنفال 32) ”اور جب انھوں نے کہا کہ اے اللہ! اگر یہ قرآن تیری طرف سے برحق ہے تو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے.....“

اسی طرح قوم شعیب کے ان جاہلوں اور کافروں نے کہا: ﴿فَاسْقُطْ عَلَيْنَا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ﴾ ﴿١٨٦﴾ ”اگر سچے ہو تو ہم پر آسمان سے ایک ٹکڑا لا کر آؤ۔“ آپ نے فرمایا: ﴿رَبِّي أَعْلَمُ بِمَا نَعْمَلُونَ﴾ ﴿١٨٧﴾ ”جو کا تم کرتے ہو میرا پروردگار اس سے خوب واقف ہے۔“ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم سے خوب واقف ہے، اگر تم اس کے مستحق ہو تو وہ تمہیں ضرور یہ سزا دے گا اور سزا دینے میں وہ ظالم بھی نہیں ہوگا۔ بہر حال جیسا کہ انھوں نے مطالبہ کیا انھیں پوری پوری سزا مل گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمُ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۖ إِنَّهُ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ﴾ ﴿١٨٨﴾ ”تو ان لوگوں نے انھیں جھٹلایا، پس سائبان کے عذاب نے انھیں آپکڑا۔ بے شک وہ بہت بڑے (سخت) دن کا عذاب تھا۔“ یعنی یہ اس طرح کا عذاب تھا جس طرح انھوں نے مطالبہ کیا تھا کہ ان پر آسمان سے ایک ٹکڑا گرا دیا جائے، پس اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انھیں سزا دی کہ سات دن تک انھیں بے حد شدید گرمی میں مبتلا کر دیا کہ کوئی چیز بھی انھیں اس سے بچا نہیں رہی تھی، پھر ایک بادل آکر ان کے سروں پر سایہ لگن ہو گیا اور وہ گرمی سے بچنے کے لیے اس بادل کے سائے میں جا کر کھڑے ہو گئے اور جب وہ سب کے سب لوگ وہاں جمع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ کے بہت زبردست شعلوں اور انگاروں کی بارش برسا دی، زمین پر

﴿١﴾ تفسیر الطبری: 133/19 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2814/9. ﴿٢﴾ تفسیر ابن ابی حاتم: 2814/9 والدر المنثور:

174/5. ﴿٣﴾ تفسیر ابن ابی حاتم: 2814/9.

زلزلہ طاری ہو گیا اور پھر ایک بہت زوردار چیخ بھی آئی جس کی وجہ سے ان کے جسموں سے روہیں نکل گئیں، اسی لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: **إِنَّهُ كَانَ عَذَابٌ يَوْمَ عَظِيمٍ** ﴿۸۷﴾ ”بے شک وہ بہت بڑے (سخت) دن کا عذاب تھا۔“

اللہ تعالیٰ نے قوم شعیب کی تباہی و ہلاکت کا قرآن مجید کے تین مقامات پر ذکر فرمایا ہے اور ہر مقام کے سیاق کے مطابق ان کی تباہی کی کیفیت بیان کی گئی ہے، سورہ اعراف میں فرمایا ہے کہ ان کو بھونچال نے آپکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے، اس لیے کہ انھوں نے کہا تھا: ﴿لَنُخْرِجَنَّكَ يَشْعَبُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَا أَوْ لَنَعُودَنَّ فِيْ مِلَّتِنَا﴾ (الأعراف: 88) ”اے شعیب! یا تو ہم تمھیں اور جو لوگ تمھارے ساتھ ایمان لائے ہیں انھیں اپنے شہر سے ضرور نکال دیں گے یا تم ضرور بالضرور ہمارے مذہب میں آ جاؤ۔“ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے نبی اور ان کے ساتھیوں کو ڈرایا دھمکایا تو انھیں بھونچال نے آپکڑا اور سورہ ہود میں فرمایا کہ انھیں چنگھاڑنے آدبوچا: ﴿وَآخَذَتِ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةَ﴾ (ہود: 94) ”اور جن لوگوں نے ظلم کیا انھیں چنگھاڑنے آدبوچا۔“ یہ اس لیے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے نبی کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا تھا: ﴿أَصْلُوْكَ تَأْمُرُكَ أَنْ تَتْرَكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَنْ نَفْعَلَ فِيْ أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ﴾ (ہود: 87) ”کیا تمھاری نماز تمھیں یہ حکم دیتی ہے کہ جنھیں ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں ہم انھیں ترک کر دیں یا اپنے مال میں تصرف کرنا چاہیں تو نہ کریں تم تو بڑے نرم دل اور راست باز ہو۔“ یہ انھوں نے مذاق اڑاتے اور شنی بگھارتے ہوئے کہا تھا، لہذا مناسب یہی تھا کہ انھیں ایک ایسی چنگھاڑ آدبوچے جو انھیں خاموش کر دے، پس ظالموں کو ایک چنگھاڑنے آدبوچا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے اور یہاں انھوں نے ازراہ ضد، ہٹ دھرمی اور دشمنی کے یہ کہا: ﴿فَاسْقُطْ عَلَيْنَا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ﴾ ”پس تو ہم پر آسمان سے کچھ ٹکڑے گرا دے۔“ تو اس مناسبت سے ان کو وہی عذاب دیا گیا جس کے وقوع پذیر ہونے کو وہ بعد سمجھتے تھے۔ فرمایا: ﴿فَلَقَدْ بَوَّهْ فَآخَذَهُمْ عَذَابٌ يَوْمَ الظَّلَمَةِ إِنَّهُ كَانَ عَذَابٌ يَوْمَ عَظِيمٍ﴾ ﴿۸۹﴾ ”پس سائبان کے عذاب نے انھیں آپکڑا۔ بے شک وہ بہت بڑے (سخت) دن کا عذاب تھا۔“

محمد بن جریر نے یزید باہلی سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں سخت گرمی میں مبتلا کر دیا جس کی وجہ سے وہ بہت بے چین ہو گئے کیونکہ سخت گرمی اور اس کی وجہ سے ان کا دم گھٹنے لگا تھا، وہ گرمی سے بچنے کے لیے گھروں کے اندر گئے مگر گھروں کے اندر بھی وہ بہت شدید گرمی محسوس کرنے لگے اور وہاں بھی ان کا دم گھٹنے لگا تو وہ گھروں سے نکل کر جنگل کی طرف آ گئے، وہاں اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیج دیا جو سورج کی دھوپ کے آگے سائبان کی طرح تھا، اس کے سائے میں انھوں نے جب ٹھنڈک اور فرحت محسوس کی تو ایک دوسرے کو بلایا اور جب وہ سب کے سب اس سائبان کے نیچے جمع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ کی بارش برسادی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سائبان کے دن کے عذاب سے یہی مراد ہے۔ بلاشبہ یہ بہت بڑے عذاب کا دن تھا۔ ﴿إِنَّ فِيْ

وَأَنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٩٢﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ﴿١٩٣﴾ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ

اور بلاشبہ یہ (قرآن) رب العالمین کا نازل کردہ ہے ﴿١٩٢﴾ روح الامین (جبریل) اسے لے کر نازل ہوا ﴿١٩٣﴾ آپ کے دل پر، تاکہ آپ ڈرانے والوں میں

الْمُنذِرِينَ ﴿١٩٤﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ ﴿١٩٥﴾

سے ہوں ﴿١٩٤﴾ فصیح عربی زبان میں ﴿١٩٥﴾

وَأَنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ ﴿١٩٦﴾ أَوْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَةٌ أَن يَّعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَءِيلَ ﴿١٩٧﴾

اور بلاشبہ وہ (قرآن کا ذکر) پہلی کتابوں میں بھی ہے ﴿١٩٦﴾ کیا ان کے لیے یہ ایک نشانی (کافی) نہیں کہ بنی اسرائیل کے علماء بھی اس (قرآن یا صاحب قرآن)

وَكُوْنُ نَزْلُهُ عَلَى بَعْضِ الْأَعْصَيْنَ ﴿١٩٨﴾ فَقَرَأَهُ عَلَيْهِمْ مَا كَانُوا بِهِ مُؤْمِنِينَ ﴿١٩٩﴾

کو جانتے ہیں ﴿١٩٨﴾ اگر ہم اس (قرآن) کو کسی عجیبی پر نازل کرتے ﴿١٩٨﴾ پھر وہ اسے ان پر پڑھتا، (تو بھی) وہ اس پر ایمان نہ لاتے ﴿١٩٩﴾

ذٰلِكَ لَايَةُ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٢٠٠﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿٢٠١﴾ ”اس میں یقیناً نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے اور بے شک آپ کا پروردگار خوب غالب، نہایت مہربان ہے۔“ وہ کافروں سے انتقام لینے پر خوب غالب ہے اور اپنے مومن بندوں پر نہایت مہربان ہے۔

تفسیر آیات: 192-195

قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنی اس کتاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے جسے اس نے اپنے عبد اور رسول سیدنا محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے کہ ﴿إِنَّهُ﴾ اور یہ قرآن جس کا اس سورت کے شروع میں ذکر ہو چکا ہے۔ ﴿وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرِ مِنَ الرَّحْمَنِ مُحَدَّثٌ.....﴾ الآية (الشعراء 26: 5) ”اور ان کے پاس (اللہ) رحمان کی طرف سے کوئی نصیحت نہیں آتی جو نئی ہو.....“ ﴿لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ ”یقیناً پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے۔“ اسے اللہ تعالیٰ نے آپ پر بذریعہ وحی نازل فرمایا ہے ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ﴾ ”جسے امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے۔“ اس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں جیسا کہ کئی ائمہ سلف، مثلاً: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، محمد بن کعب، قتادہ، عطیہ عوفی، سدی، ضحاک، زہری اور ابن جریج رحمہم نے کہا ہے۔ ① اور اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں، امام زہری فرماتے ہیں کہ یہ اس آیت کریمہ کی طرح ہے: ﴿قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ.....﴾ الآية (البقرة 2: 97) ”کہہ دیجیے کہ جو شخص جبرائیل کا دشمن ہو (اس کو غصے میں مرجانا چاہیے) اس نے تو صرف (ایسی کتاب) اللہ کے حکم سے آپ کے دل پر نازل کی ہے جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے.....“ ﴿عَلَى قَلْبِكَ﴾ یعنی اے محمد! (ﷺ نے) آپ کے دل پر (القا کیا ہے) اس حال میں کہ یہ ہر عیب اور ہر قسم کی کمی بیشی سے پاک ہے۔ ﴿لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ﴾ ”تاکہ آپ ڈرانے والوں سے ہو جائیں۔“ یعنی اس قرآن کی مخالفت اور تکذیب کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں اور اس پر

① تفسیر الطبری: 136/19، 137، 136/19 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2817/9، ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2818/9، نحوہ۔

ایمان لانے اور اس کی تصدیق کرنے والوں کو بشارت سناؤ۔ **بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ** ﴿۱۹۹﴾ ”(اور القابھی) فصیح عربی زبان میں (کیا ہے۔)“ یعنی یہ قرآن جو ہم نے آپ پر نازل کیا ہے اسے آپ ہی کی فصیح و بلیغ، کامل اور جامع زبان عربی میں نازل کیا ہے تاکہ یہ صاف، واضح اور ظاہر ہو، ہر قسم کے عذر کو ختم کر دے، حجت کو تمام اور دلیل کو قائم کر دے۔

تفسیر آیات: 199-196

قرآن مجید کا ذکر پہلے لوگوں کی کتابوں میں بھی موجود ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ قرآن مجید کا ذکر پہلے لوگوں کی ان کتابوں میں بھی موجود ہے جو ان کے انبیائے کرام سے منقول ہیں اور جنہوں نے قدیم و جدید ہر دور میں اس کتاب کی بشارت دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام سے عہد و پیمان بھی لیا تھا اور اس عہد و پیمان کے مطابق ہی سابقہ انبیاء میں سے سب سے آخری نبی نے اپنی قوم سے خطاب فرماتے ہوئے انھیں حضرت احمد ؑ کی بشارت دی تھی: **وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَبْنِيْ اِسْرَءٰیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیِّ مِنَ التَّوْرَةِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِیْ اَسْمٰٓءُ اَحْمَدُ ط (الصّف 61:6)** ”اور وہ وقت بھی یاد کرو جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں (اور) جو (کتاب) مجھ سے پہلے آچکی ہے (یعنی) تورات اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک پیغمبر جو میرے بعد آئیں گے، جن کا نام احمد ہوگا ان کی بشارت سنا تا ہوں۔“

الزُّبُر کا لفظ زبور کی جمع ہے اور اس کے معنی کتب کے ہیں، زبور اس کتاب کا نام بھی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سیدنا داود ؑ پر نازل فرمایا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَكُلُّ شَیْءٍ فَعَلُوْهُ فِی الزُّبُرِ** ﴿القمر 54:52﴾ ”اور جو کچھ انھوں نے کیا (ان کے) اعمال ناموں میں (درج) ہے۔“ یعنی فرشتوں کے صحیفوں میں ان کے ذمے لکھا ہوا ہے، پھر فرمایا: **اَوَلَمْ یَكُنْ لَهُمْ اٰیَةٌ اَنْ یَّعْلَمَہٗ عَلٰٓمُوْا بَنِیْ اِسْرَءٰیْلَ** ﴿۲۰۰﴾ ”کیا ان کے لیے یہ نشانی نہیں کہ علمائے بنی اسرائیل اس (قرآن یا رسول) کو جانتے ہیں۔“ یعنی کیا یہ بات ان کے لیے شاہد صادق کے طور پر کافی نہیں ہے کہ علمائے بنی اسرائیل بھی اس کتاب کا ذکر اپنی ان کتابوں میں موجود پاتے ہیں جنہیں وہ پڑھتے رہتے ہیں اور اس سے مراد بنی اسرائیل کے وہ عادل علماء ہیں جو ان صفات کا اعتراف کرتے ہیں جو ان کی کتابوں میں محمد ؑ آپ کی بعثت اور آپ کی امت کے بارے میں موجود پائی ہیں جیسا کہ ان میں سے ایمان لانے والوں نے اس کے بارے میں بتایا ہے، مثلاً: عبداللہ بن سلام اور سلمان فارسی ؓ وغیرہ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ الَّذِیْ اٰتٰہُمُ الْکِتٰبَ وَنُحُوْا عَنْہُمْ فِی التَّوْرَةِ وَالْاِنْجِیْلِ** **اَلَا یَہْدٰیہُمُ الْاَعْرَافُ ۝ ۱۵۷** ”وہ جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی امی ہیں جن (کے اوصاف) کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں.....“

قریش کا شدید کفر: اللہ تعالیٰ نے اس قرآن مجید سے قریش کے شدید کفر و عناد کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر اسے کسی ایسے عجمی پر نازل کر دیا جاتا جو عربی زبان کا ایک لفظ بھی نہ جانتا ہوتا اور اس پر اس کتاب کو اپنی تمام تر فصاحت و بلاغت کے

كَذَلِكَ سَلَكْنَاهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ۖ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۚ

اسی طرح ہم نے اس (تکذیب) کو مجرموں کے دلوں میں داخل کر دیا ہے ﴿۲۰۰﴾ وہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ وہ دردناک عذاب دیکھ لیں ﴿۲۰۱﴾ پس وہ

فِي آتِيهِمْ بَغْتَةً ۖ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۚ فَيَقُولُوا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُونَ ۚ

ان پر اچانک آپڑے گا جبکہ انھیں خبر تک نہ ہوگی ﴿۲۰۲﴾ پھر وہ کہیں گے: کیا ہمیں (کچھ) مہلت مل سکتی ہے؟ ﴿۲۰۳﴾ تو کیا وہ لوگ ہمارے عذاب کے لیے جلدی

يَسْتَعْجِلُونَ ۚ أَفَرَأَيْتَ إِنْ مَتَّعْنَاهُمْ سِنِينَ ۚ ثُمَّ جَاءَهُمْ مَا كَانُوا يُوعَدُونَ ۚ

بچا رہے ہیں؟ ﴿۲۰۴﴾ بھلا آپ دیکھیں تو! اگر ہم انھیں کئی برس (دنیا کا) فائدہ دیں ﴿۲۰۵﴾ پھر وہ (عذاب) ان پر آجائے جس سے انھیں ڈرایا دھمکایا جا رہا

مَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَسْتَعْوُونَ ۚ وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِ إِلَّا لَهَا مُنْذِرُونَ ۚ

ہے ﴿۲۰۶﴾ تو جس (سامان/پیش) سے وہ مزے اڑا رہے تھے ان کے کچھ کام نہ آئے گا ﴿۲۰۷﴾ اور ہم نے جس بستی کو بھی ہلاک کیا، تو (پہلے) اس کے لیے ڈرانے

وَمَا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿۲۰۸﴾

والے (بھیجے) تھے ﴿۲۰۹﴾ یاد دہانی کے لیے، اور ہم ظالم نہیں ہیں ﴿۲۱۰﴾

ساتھ نازل کر دیا جاتا تو یہ پھر بھی ایمان نہ لاتے، اسی لیے فرمایا: ﴿۲۰۰﴾ وَكَوْنُ نَزَّلْنَاهُ عَلَىٰ بَعْضِ الْأَعْجَبِينَ ﴿۲۰۱﴾ فَقَرَأَهُ عَلَيْهِمْ مَا

كَانُوا بِهِ مُؤْمِنِينَ ﴿۲۰۲﴾ ”اور اگر ہم اسے کسی غیر اہل زبان پر نازل کرتے اور وہ اسے ان پر پڑھتا تو یہ اسے کبھی نہ مانتے۔“

جیسا کہ ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿۲۰۳﴾ وَكَوْنُ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ

يَعْرَجُونَ ۚ لَقَالُوا إِنَّمَا سُكِّرَتْ أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُورُونَ ۚ ﴿۲۰۴﴾ (الحجر: 15، 14، 15) ”اور اگر ہم آسمان

کا کوئی دروازہ ان پر کھول دیں اور وہ اس میں چڑھنے بھی لگیں تو بھی یہی کہیں گے کہ ہماری آنکھیں محذور ہو گئی ہیں بلکہ ہم

جادوزدہ لوگ ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿۲۰۵﴾ وَكَوْنُ نَزَّلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلِئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْثِقُ وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبْلًا مَا

كَانُوا لِيُؤْمِنُوا إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ وَلَٰكِن أَكْثَرُهُمْ يَجْهَلُونَ ۚ ﴿۲۰۶﴾ (الأنعام: 111، 6) ”اور اگر ہم ان پر فرشتے بھی اتار دیتے

اور مردے بھی ان سے گفتگو کرنے لگتے اور ہم سب چیزوں کو ان کے سامنے لا موجود بھی کر دیتے تو بھی یہ ایمان لانے والے

نہ تھے مگر یہ کہ اللہ چاہے اور لیکن ان کے اکثر نادان ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿۲۰۷﴾ إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا

يُؤْمِنُونَ ۚ وَكَوْنُ جَاءَهُمْ كُلُّ آيَةٍ حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۚ ﴿۲۰۸﴾ (یونس: 97، 96، 10) ”جن لوگوں کے بارے

میں آپ کے پروردگار کا حکم (عذاب) قرار دیا جا چکا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ عذاب الیم نہ دیکھ لیں، خواہ ان

کے پاس ہر (طرح کی) نشانی آجائے۔“

تفسیر آیات: 200-209

جب تک عذاب نہ دیکھ لیں تکذیب کرنے والے ایمان نہیں لائیں گے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اسی طرح ہم نے

تکذیب، کفر، انکار اور عناد کو مجرموں کے دلوں میں داخل کر دیا ہے ﴿۲۰۰﴾ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ ﴿۲۰۱﴾ ”وہ اس کو نہیں مانیں گے۔“ یعنی اس

حق کو، ﴿۲۰۲﴾ حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿۲۰۳﴾ ”جب تک درد دینے والا عذاب نہ دیکھ لیں۔“ لیکن اس وقت کی معذرت

سے ظالموں کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ ان پر لعنت برے گی اور ان کا ٹھکانا بدترین ہوگا، ﴿فَيَأْتِيَهُمْ بَعْتُهُ﴾ ”تو وہ ان پر ناگہاں آواقع ہوگا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کا عذاب اچانک آجائے گا، ﴿وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ﴾ ﴿فَيَقُولُوا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُونَ﴾ ”اور انھیں خبر بھی نہ ہوگی، پس وہ اس وقت کہیں گے: کیا ہمیں مہلت ملے گی؟“ یعنی جب عذاب کو دیکھیں گے تو تمنا کرنے لگیں گے: اے کاش! انھیں تھوڑی سی مہلت دے دی جائے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے مطابق عمل کر سکیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ لَّنُحِبَّ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعَ الرَّسُولَ أَوَلَمْ تَكُنْ تُكُونُوا أَفْسِسْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ﴾ ﴿إِبْرَاهِيمَ 44:14﴾ ”اور لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جب ان پر عذاب آجائے گا، تب ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں تھوڑی سی مدت مہلت عطا کرتا کہ ہم تیری دعوت (توحید) قبول کریں اور تیرے پیغمبروں کے پیچھے چلیں (تو جواب ملے گا) کیا تم پہلے قسمیں نہیں کھایا کرتے تھے کہ تمہیں (اس حال سے جس میں تم ہو) کوئی زوال (اور قیامت کو حساب اعمال) نہیں ہوگا۔“ ہر ظالم و فاجر جب اپنی سزا کو دیکھے گا تو شدید ندامت کا اظہار کرے گا۔ مولیٰ علیہ نے جب فرعون کے بارے میں یہ دعا کی: ﴿رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَأَتْهُ زِينَةً وَأَمْوَالًا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّهُ عَنِ سَبِيلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ﴾ ﴿يُونُسَ 88:10﴾ ”اے ہمارے پروردگار! یقیناً تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیاوی زندگی میں (بہت سا) ساز و برگ اور مال و زر دے رکھا ہے۔ اے ہمارے پروردگار! تاکہ تیرے رستے سے گمراہ کر دیں، اے ہمارے پروردگار! ان کے مال کو برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے کہ ایمان نہ لائیں جب تک عذاب الیم نہ دیکھ لیں۔“ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا﴾ ﴿يُونُسَ 89:10﴾ ”تمہاری دعا قبول کر لی گئی۔“ اس بددعا نے فرعون پر اپنا اثر دکھایا اور وہ اس وقت تک ایمان نہ لایا جب تک اس نے عذاب الیم نہ دیکھ لیا ﴿حَتَّىٰ إِذَا أَذْرَكَهُ الْغَرَقُ﴾ قَالَ أَمْنْتُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي آمَنْتُ بِهِ بَنُؤًا إِسْرَآءِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿آلْطَّنْ﴾ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ﴿يُونُسَ 90:91﴾ ”یہاں تک کہ جب اس کو غرق (کے عذاب) نے آپکڑا تو کہنے لگا کہ میں ایمان لایا جس (اللہ) پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں فرماں برداروں میں ہوں (جواب ملا کہ) کیا اب ایمان لاتا ہے، حالانکہ تو پہلے یقیناً نافرمانی کرتا رہا اور تو فساد کرنے والوں میں سے تھا۔“ اور فرمایا: ﴿فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ﴾ ﴿فَلَمْ يَكُنْ يَنْفَعُهُمْ إِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا سُنَّتَ اللَّهُ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ﴾ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ ﴿(المؤمن 85، 84:40)﴾ ”پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو کہنے لگے کہ ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور جس چیز کو اس کے ساتھ شریک بناتے تھے اس کا انکار کرتے ہیں۔ لیکن جب وہ ہمارا عذاب دیکھ چکے تو ان کے ایمان نے انھیں کچھ بھی فائدہ نہ دیا، (یہ) اللہ کی عادت (ہے) جو اس کے بندوں کے بارے میں چلی آتی ہے اور وہاں کافر گھائے میں پڑ کر رہ گئے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَقْبِعْ دُآيُنَا يَسْتَعْجِلُون﴾ ”تو کیا یہ ہمارے عذاب کو جلدی طلب کر رہے ہیں؟“ یہ ان کا انکار اور ان کے لیے سرنش ہے کیونکہ یہ لوگ ازراہ تکذیب و انکار اپنے رسول سے کہا کرتے تھے کہ ہمارے پاس اللہ کا عذاب لے آؤ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ ط وَلَوْ لَا أَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاءَهُمُ الْعَذَابُ ط وَلَئِنْ تَبَيَّنَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ يَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ ط وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ ۝﴾ (العنکبوت 29: 53، 54) ”اور یہ لوگ آپ سے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں اگر ایک وقت مقرر نہ ہو چکا ہوتا تو ان پر عذاب آ بھی گیا ہوتا اور وہ (کسی وقت میں) ان پر ضرور ناگہاں آ کر رہے گا اور ان کو معلوم بھی نہ ہوگا۔ یہ تم سے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں اور بلاشبہ دوزخ تو کافروں کو گھیرنے والا ہے۔“ پھر فرمایا: ﴿أَفَرَأَيْتَ إِنْ مَتَّعْنَاهُمْ سِنِينَ ۖ ثُمَّ جَاءَهُمْ مَا كَانُوا يُوعَدُونَ ۖ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَسْتَعْوُونَ ۖ﴾ ”بھلا دیکھیں تو اگر ہم انہیں برسوں فائدے دیتے رہیں، پھر ان پر وہ (عذاب) آ واقع ہو جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ تو یہ جو فائدے دیے گئے ان کے کسی کام نہیں آئیں گے۔“ یعنی اگر ہم انہیں کچھ عرصے کے لیے مہلت دے دیں، خواہ وہ عرصہ کتنا ہی طویل کیوں نہ ہو، پھر ان کے پاس اللہ کا عذاب آ جائے تو دنیا کی کون سی نعمت اس وقت ان کے کام آئے گی؟ ﴿كَانَتْهُمْ يَوْمَ يُزَوَّنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا ۝﴾ (النزعت 46: 79) ”جب وہ اس کو دیکھیں گے تو (ایسا خیال کریں گے کہ) گویا (دنیا میں صرف) ایک شام یا صبح رہے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَٰثِرُ ٱلْفَ سَنَةً ۖ وَمَا هُوَ بِمُزَحِّجِهِ ۖ مِنَ الْعَذَابِ ۖ إِنَّ يُعَٰثِرُ ۖ﴾ (البقرة 2: 96) ”ان میں سے ہر ایک یہی خواہش کرتا ہے کہ کاش! اسے ہزار برس عمر دی جائے مگر (اتنی لمبی) عمر اس کو مل بھی جائے تو اسے عذاب سے تو نہیں چھڑا سکتی۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّى ۖ﴾ (البل 92: 11) ”اور جب وہ (دوزخ کے گڑھے میں) گرے گا تو اس کا مال اس کے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔“ اس لیے یہاں فرمایا: ﴿مَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَسْتَعْوُونَ ۖ﴾ ”تو جو فائدے یہ اٹھاتے رہے، ان کے کسی کام نہیں آئیں گے۔“

دنیا کی حقیقت: اور صحیح حدیث میں ہے: [يُوْتَىٰ بِأَنعَمِ أَهْلِ الدُّنْيَا، مِنْ أَهْلِ النَّارِ، يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُصْبَغُ فِي النَّارِ صَبْعَةً: ثُمَّ يُقَالُ: يَا ابْنَ آدَمَ! هَلْ رَأَيْتَ خَيْرًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّبَكَ نَعِيمٌ قَطُّ؟ فَيَقُولُ: لَا، وَاللَّهِ يَارَبَّ! وَيُوْتَىٰ بِأَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِي الدُّنْيَا، مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَيُصْبَغُ صَبْعَةً فِي الْجَنَّةِ، فَيَقَالُ لَهُ! يَا ابْنَ آدَمَ! هَلْ رَأَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّبَكَ شِدَّةٌ قَطُّ؟ فَيَقُولُ: لَا، وَاللَّهِ يَارَبَّ! مَا مَرَّبَنِي بُؤْسٌ قَطُّ، وَلَا رَأَيْتُ شِدَّةً قَطُّ] ”قیامت کے دن اہل جہنم میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ خوشحال تھا تو اسے دوزخ میں ایک غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا: اے آدم کے بیٹے! کیا تو نے کبھی خیر و بھلائی کو دیکھا ہے؟ کیا تجھ پر کبھی ناز و نعمت کا دور دورہ رہا ہے؟ تو وہ جواب دے گا: نہیں، اللہ کی قسم! اے میرے رب! پھر اہل جنت میں سے ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ پریشان حال تھا، اسے جنت میں ایک دفعہ غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا: تو نے کبھی کوئی تکلیف دیکھی یا کبھی تجھے کوئی دکھ پہنچا ہے؟ وہ جواب

وَمَا تَنْزَلُ بِهِ الشَّيَاطِينُ ﴿٢١٠﴾ وَمَا يَنْبَغِي لَهُمْ وَمَا يَسْتَصِيحُونَ ﴿٢١١﴾ إِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ

اور شیاطین اس (قرآن) کو لے کر نازل نہیں ہوئے ﴿٢١٠﴾ اور نہ یہ ان کے لائق ہے اور نہ وہ اس کی استطاعت ہی رکھتے ہیں ﴿٢١١﴾ بلاشبہ وہ تو اس کے سننے

لَمَعُزُولُونَ ﴿٢١٢﴾

سے بھی دور رکھے گئے ہیں ﴿٢١٢﴾

دے گا: نہیں، اللہ کی قسم! اے میرے پروردگار! مجھے کبھی کوئی تکلیف پہنچی تھی اور نہ ہی میں نے کسی پریشانی کو دیکھا ہے۔“ ﴿٢١٠﴾ پھر اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں اپنے عدل کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس نے کسی بھی امت کو ہلاک نہیں کیا مگر اس کے عذر ختم کر دینے، اسے ڈرانے، اس کی طرف رسولوں کے بھیجنے اور ان پر حجت تمام کر دینے کے بعد ہلاک کیا ہے، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرِيَةٍ إِلَّا لَهَا مُنْذِرُونَ﴾ ﴿٢١١﴾ ﴿ذِكْرَىٰ﴾ ﴿وَمَا كُنَّا ظَالِمِينَ﴾ ﴿٢١٢﴾ ”اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہیں کی مگر اس کے لیے کئی ڈرانے والے (پہلے بھیج دیے) تھے یاد دہانی کے لیے اور ہم ظالم نہیں ہیں۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا﴾ ﴿٢١٣﴾ (بنی اسرائیل 17: 15) ”اور جب تک ہم پیغمبر نہ بھیج لیں ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمِّهَا رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٢١٤﴾ ﴿وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرَىٰ إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَالِمُونَ﴾ ﴿٢١٥﴾ (القصص 28: 59) ”اور آپ کا پروردگار بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں جب تک ان کے مرکز میں پیغمبر نہ بھیج لے جو انھیں ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائے اور ہم کبھی بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں مگر اس حالت میں کہ وہاں کے باشندے ظالم ہوں۔“

تفسیر آیات: 210-212

قرآن جبریل لے کر نازل ہوئے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنی اس عالی رتبہ کتاب کے بارے میں فرمایا ہے کہ جس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے اور نہ پیچھے سے اور دانا اور خوبوں والے اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی ہے، اسے روح الامین لے کر نازل ہوئے ہیں جو مؤید من اللہ ہیں، ﴿وَمَا تَنْزَلُ بِهِ الشَّيَاطِينُ﴾ ﴿٢١٠﴾ ”اور اس (قرآن) کو شیطان لے کر نازل نہیں ہوئے۔“ پھر ذکر فرمایا کہ شیطانوں کے لیے اسے لے کر نازل ہونا تو تین وجہ سے ممنوع ہے: یہ انھیں لائق ہی نہیں ہے، نہ وہ اس کے اہل ہیں اور نہ انھیں اس کی طلب ہے کیونکہ ان کی سرشت میں تو فتنہ و فساد برپا کرنا اور لوگوں کو گمراہ کرنا ہے جبکہ قرآن مجید میں نیکی کا حکم دیا گیا اور برائی سے منع کیا گیا ہے، پھر قرآن نور، سراپا ہدایت اور برہان عظیم ہے، اس کے اور شیطانوں کے درمیان بہت عظیم فرق ہے، اس لیے فرمایا: ﴿وَمَا يَنْبَغِي لَهُمْ﴾ ”یہ کام ان کے لائق ہی نہیں۔“ ﴿وَمَا يَسْتَصِيحُونَ﴾ ﴿٢١١﴾ ”اور نہ وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔“ یعنی اگر یہ کام انھیں سونپ بھی دیا جائے تو انھیں اس کی طاقت ہی نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

① صحیح مسلم، صفات المنافقین.....، باب صبغ أنعم أهل الدنيا.....، حدیث: 2807 و مسند أحمد: 203/3

عن أنس بن مالك ؓ، البتہ امام ابن کثیر کے بیان کردہ الفاظ اس سے مختلف ہیں اور وہ ہمیں نہیں ملے۔

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَكُونُ مِنَ الْمُعَذِّبِينَ ﴿٢١٣﴾ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ

پس (اے نبی!) آپ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو مت پکاریں ورنہ آپ عذاب پانے والوں میں ہوں گے ﴿٢١٣﴾ اور آپ اپنے قریبی رشتے داروں کو

الْأَقْرَبِينَ ﴿٢١٤﴾ وَاحْفَظْ جَنَاحَكَ لِئِنْ أَتَبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢١٥﴾ فَإِنْ عَصَوْكَ

ڈرائیں ﴿٢١٤﴾ اور جو مومنوں میں سے آپ کی اتباع کریں، ان کے لیے اپنے (شفقانہ) بازو جھکائے رکھیں ﴿٢١٥﴾ پھر اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں تو کہہ

فَقُلْ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٢١٦﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ﴿٢١٧﴾ الَّذِي يَرْبُكَ

دیجیے بلاشبہ تم جو کچھ کر رہے ہو، میں اس سے بری ہوں ﴿٢١٦﴾ اور آپ (اللہ) نہایت غالب، بڑے مہربان پر توکل رکھیں ﴿٢١٧﴾ جو آپ کو دیکھتا ہے جب آپ

حِينَ تَقُومُ ﴿٢١٨﴾ وَتَقْلِبُكَ فِي السُّجُودِ ﴿٢١٩﴾ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٢٢٠﴾

(اکیلے نماز میں) قیام کرتے ہیں ﴿٢١٨﴾ اور آپ کی نقل و حرکت کو سجدہ کرنے والوں میں بھی (دیکھتا ہے) ﴿٢١٩﴾ بلاشبہ وہی خوب سننے والا، بڑا جاننے والا ہے ﴿٢٢٠﴾

﴿لَوْ أَنْزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَأَيْنَاهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۖ ط﴾ (الحشر 21:59) ”اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو آپ اسے دیکھتے کہ اللہ کے خوف سے (دبا اور) پھٹا جاتا ہے۔“

پھر فرمایا کہ اگر قرآن ان کے لائق بھی ہو اور اس کے اٹھانے اور اسے آگے پہنچانے کی استطاعت بھی رکھتے ہوں تو پھر بھی یہ قرآن تک نہیں پہنچ سکتے کیونکہ نزول قرآن کے وقت قرآن سننے میں انھیں دور کر دیا جاتا ہے، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ پر نزول قرآن کے زمانے میں آسمان کو مضبوط چوکیداروں اور انگاروں سے بھر دیا گیا تھا، لہذا کوئی شیطان قرآن کے کسی ایک حرف کو بھی نہ سن سکا تھا تا کہ قرآن میں کوئی شبہ پیدا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سارا انتظام اپنے بندوں پر رحمت، اپنی شریعت کی حفاظت اور اپنی کتاب اور اپنے رسول کی تائید و حمایت کے لیے فرمایا تھا، اس لیے فرمایا: ﴿إِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ مَعَزُوُونَ ط﴾ ”بے شک وہ (آسمانی باتوں کے) سننے (کے مقامات) سے الگ کیے ہوئے ہیں۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے جنوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ انھوں نے اس صورت حال کو دیکھ کر کہا تھا: ﴿وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيدًا وَشُهُبًا ۖ وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۖ فَمَنْ يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شَهَابًا رَّصَدًا ۖ وَأَنَّا لَا نَدْرِي أَشَرُّ أُرِيدَ يَمِّنْ فِي الْأَرْضِ أَمْ أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۖ ط﴾ (الحج 10-8:72) ”اور یہ کہ ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو اسے مضبوط چوکیداروں اور انگاروں سے بھرا ہوا پایا اور یہ کہ (پہلے) ہم اس کے بہت سے مقامات میں (خبریں) سننے کے لیے بیٹھا کرتے تھے۔ اب کوئی سننا چاہے تو اپنے لیے انگار گھات میں لگا ہوا تیار پاتا ہے اور یہ کہ ہم نہیں جانتے کہ اس سے اہل زمین کے شرکا ارادہ کیا گیا یا ان کے پروردگار نے ان کی بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے۔“

تفسیر آیات: 220-213

قریبی رشتے داروں کو ڈرانے کا حکم: اللہ وحدہ لا شریک نے اپنی عبادت کا حکم دیا، شرک کرنے والوں کو عذاب کی وعید سنائی، پھر آپ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دیا کہ آپ اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈرائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے بغیر ان میں سے کوئی بھی نجات نہ پاسکے گا، نیز اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ مخلوق میں سے جو بھی آپ کی نافرمانی کرے آپ اس سے

براعت کا اظہار کر دیں، خواہ وہ کوئی بھی ہو، اسی لیے فرمایا: ﴿فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تَعْبُدُونَ﴾ ”پھر اگر لوگ آپ کی نافرمانی کریں تو کہہ دیجیے: میں اس سے بری ہوں جو تم کرتے ہو۔“ یہ آپ کو خصوصیت سے اپنے رشتے داروں کو ڈرانے کا حکم عمومی طور پر ڈرانے اور متنبہ کرنے کے حکم کے منافی نہیں ہے بلکہ اسی کا ایک حصہ ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿لَتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أُنْذِرَ آبَاؤُهُمْ فَهُمْ غَافِلُونَ﴾ (یس: 36) ”تا کہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے باپ دادا کو نہیں ڈرایا گیا تھا، لہذا وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ (الأنعام: 92) ”کہ آپ مکہ اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو آگاہ کر دیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَأُنْذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْ يُحْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ.....﴾ (الأنعام: 51) ”اور اس کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرا جو خوف رکھتے ہیں کہ اپنے پروردگار کے روبرو اکٹھے کیے جائیں۔“ اور فرمایا: ﴿لَتُنْذِرَ بِهِ الْمُبْتَلِينَ وَتُنْذِرَ بِهِ قَوْمًا لَّدَا﴾ (مریم: 97) ”تا کہ آپ اس سے پرہیزگاروں کو خوش خبری پہنچا دیں اور سخت جھگڑا لوؤں کو ڈرائیں۔“ اور فرمایا: ﴿لَا تُنْذِرُكُمُ بِهِ وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَلَتَأْتِيَنَّ مَوْعِدَهُ﴾ (الأنعام: 19) ”تا کہ اس کے ذریعے سے تمہیں اور جس شخص تک وہ پہنچ سکے ڈراؤں۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَلَتَأْتِيَنَّ مَوْعِدَهُ﴾ (ہود: 17) ”اور جو کوئی ان فرقوں میں سے اس سے منکر ہو تو اس کا ٹھکانا آگ ہی ہے۔“

اور صحیح مسلم میں حدیث ہے: [وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِّنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِاللَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ، إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ] ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! اس امت میں سے جو یہودی اور عیسائی میرے بارے میں سنے، پھر اس حال میں مرے کہ مجھ پر ایمان نہ لایا ہو تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔“ اس آیت کریمہ کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہیں، ہم ان میں سے بعض کو ذکر کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ ”اور اپنے قریب کے رشتے داروں کو ڈرائیں۔“ نازل فرمائی تو نبی اکرم ﷺ کو وہ صفا کے پاس تشریف لے آئے اور پہاڑ پر چڑھ کر آواز دی: [يَا صَبَا حَاهُ!] تو لوگ آپ کے آس پاس جمع ہو گئے، کچھ لوگ تو خود آئے اور کچھ نے اپنے قاصد بھیج دیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ! يَا بَنِي فِهْرٍ! يَا بَنِي لُؤَيٍّ! أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلًا بِسَفْحِ هَذَا الْجَبَلِ، تُرِيدُ أَنْ تُغَيِّرَ عَلَيْكُمْ، صَدَقْتُمُونِي؟ قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: فَإِنِّي نَذِيرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيَّ عَذَابٍ شَدِيدٍ] ”اے بنی عبدالمطلب! اے بنی فہر! اے بنی لؤی! دیکھو اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے ایک لشکر آ رہا ہے جو تم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات کو سچ مانو گے؟ سب نے کہا: ہاں، تو آپ نے فرمایا: میں تمہیں عذاب شدید سے ڈراتا ہوں۔“ یہ سن کر ابو لہب نے کہا: تم ہمیشہ کے لیے برباد ہو جاؤ، کیا تم نے ہمیں صرف اس لیے جمع کیا

تھا؟ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے سورہ تبت نازل فرمائی تھی: **تَبَّتْ يَدَا ابْنِي لَهَبٍ وَتَبَّ** (اللہ 1:111) ”ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں اور وہ ہلاک ہو۔“^① اور اس کو امام بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی رحمہم نے بھی روایت کیا ہے۔^②

اور امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب آیت کریمہ: **وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ** نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا: **[يَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ يَا صَفِيَّةُ بِنْتُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَا بِنْتِي عَبْدَ الْمُطَّلِبِ لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا، سَلُونِي مِنْ مَالِي مَا شِئْتُمْ]** ”اے فاطمہ بنت محمد! اے صفیہ بنت عبدالمطلب! اے بنی عبدالمطلب! میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، میرے مال میں سے جو چاہو مجھ سے مانگ لو۔“^③ اس کو امام مسلم ہی نے روایت کیا ہے بخاری نے نہیں۔^④

اور امام احمد رحمہ اللہ ہی نے قبصہ بن مخارق اور زہیر بن عمرو سے روایت کیا ہے، دونوں نے کہا کہ جب آیت: **وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ** نازل ہوئی تو آپ پہاڑ کی ایک چٹان پر سب سے اونچے پتھر پر کھڑے ہو گئے اور آپ نے اعلان کرنا شروع فرمایا: **[يَا بِنْتِي عَبْدَ مَنْفٍ، إِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ، إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ! كَرَّجُلٍ رَأَى الْعُدُوَّ فَذَهَبَ يَرِيئاً أَهْلَهُ فَخَشِيَ أَنْ يَسْبِقُوهُ، فَجَعَلَ يُنَادِي وَيَهْتِفُ: يَا صَبَاحَاهُ!]** ”اے بنی عبدمناف! میں صرف ڈرانے والا ہوں، میری اور تمہاری مثال اس شخص کے مانند ہے جس نے دشمن کو دیکھ لیا ہو تو اس نے جا کر اپنے گھر والوں کو خبردار کرنا شروع کر دیا کیونکہ اسے خدشہ تھا کہ میں دشمن اس سے پہلے ہی نہ پہنچ جائے، اس لیے اس نے پکار پکار کر یہ اعلان کرنا شروع کر دیا: یا صباہا!“^⑤ اسے امام مسلم اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔^⑥

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ** (اور (اللہ) سب پر غالب، نہایت مہربان پر بھروسہ کریں۔) اپنے تمام امور میں کیونکہ وہی آپ کا موید، حافظ، ناصر، کامیابی عطا فرمانے والا اور آپ کے گلے کو بلند کرنے والا ہے۔ **الَّذِي يَرْبِكُ حِينَ تَقُومُ** ”جو آپ کو جب آپ (تہجد کے وقت) اٹھتے ہیں دیکھتا ہے۔“ یعنی آپ کے ساتھ خصوصی اعتبار برتا ہے جیسا کہ فرمایا: **وَأَصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا** (الطور 52:48) ”اور آپ اپنے پروردگار کے حکم کے انتظار میں صبر کیے رہیں آپ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ **حِينَ تَقُومُ** سے مراد یہ ہے

① مسند أحمد: 307/1. ② صحيح البخاری، التفسير، باب: **إِنْ هُوَ إِلَّا أَنْذِرُ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيَّ** (سبا: 34/46)،

حديث: 4801 وصحيح مسلم، الإيمان، باب في قوله تعالى: **وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ**، حديث: 208 وجامع

الترمذی، تفسير القرآن، باب ومن سورة تبت يدا، حديث: 3363 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب سورة

المسد: 526/6، حديث: 11714. ③ مسند أحمد: 187/6. ④ صحيح مسلم، الإيمان، باب في قوله تعالى:

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ، حديث: 205. ⑤ مسند أحمد: 60/5. ⑥ صحيح مسلم، الإيمان، باب في

قوله تعالى: **وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ**، حديث: 207 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى:

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ، حديث: 11379.

هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ۖ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ﴿٢٢١﴾ يُنْقَوْنَ السَّمْعَ

کیا میں تمہیں بتاؤں کس پر شیاطین نازل ہوتے ہیں؟ وہ ہر جھوٹ گھڑنے والے، گناہ گار پر نازل ہوتے ہیں ﴿٢٢١﴾ جو (شیطانوں کی طرف) کان لگاتے

وَأَكْثَرُهُمْ كَذِبُونَ ﴿٢٢٢﴾ وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ﴿٢٢٣﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ﴿٢٢٤﴾

ہیں اور ان کے اکثر جھوٹے ہیں ﴿٢٢٢﴾ اور شاعروں کی پیروی گمراہ (لوگ) ہی کرتے ہیں ﴿٢٢٣﴾ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ بلاشبہ وہ (خیال کی) ہروادی میں

وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ﴿٢٢٥﴾ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا

بھٹکتے پھرتے ہیں ﴿٢٢٥﴾ اور بلاشبہ وہ (ایسی باتیں) کہتے ہیں، جو کرتے نہیں ﴿٢٢٥﴾ سوائے ان کے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، اور اللہ کا

وَأَن تَصْرُوهُم مِّنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا ۗ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ﴿٢٢٦﴾

بکثرت ذکر کیا، اور جب ان پر ظلم ہوا تو اس کے بعد انھوں نے بدلہ لیا، اور ظالم لوگ جلد جان لیں گے کہ کون سی پلٹنے کی (خوفناک) جگہ واپس لیں گے ﴿٢٢٦﴾

کہ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔ ﴿٢٢٦﴾ عکرمہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ آپ کے قیام، رکوع اور سجود کو

دیکھتا ہے۔ ﴿٢٢٦﴾ حسن کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب آپ تنہائی میں نماز پڑھتے ہیں تو وہ آپ کو دیکھتا ہے۔ ﴿٢٢٦﴾ ضحاک

کہتے ہیں کہ ﴿الَّذِي يَرِيكَ حِينَ تَقُومُ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ جب آپ اپنے بستر یا اپنی مجلس سے اٹھتے ہیں تو وہ آپ کو دیکھتا

ہے۔ ﴿٢٢٦﴾ اور قتادہ کہتے ہیں کہ ﴿الَّذِي يَرِيكَ حِينَ تَقُومُ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ آپ کو کھڑے، بیٹھے اور ہر حال میں دیکھتا

ہے۔ ﴿٢٢٦﴾ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَتَقَلِّبُكَ فِي السُّجُودِ﴾ ﴿٢٢٦﴾ ”اور نمازیوں میں آپ کے پھرنے کو بھی۔“ قتادہ کہتے

ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ آپ کو اکیلے نماز پڑھتے ہوئے بھی دیکھتا ہے اور نمازیوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے بھی۔ ﴿٢٢٦﴾

عکرمہ، عطاء، خراسانی اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔ ﴿٢٢٦﴾ اور فرمایا: ﴿إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ ﴿٢٢٦﴾ ”بے شک وہ بہت سننے

والا، خوب جاننے والا ہے۔“ یعنی وہ اپنے بندوں کے اقوال کو سننے والا اور ان کی تمام حرکات و سکنات کو جاننے والا ہے جیسا

کہ فرمایا: ﴿وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا

إِذْ تُفْعِلُونَ فِيهِ.....﴾ الآية (یونس 61: 10) ”اور آپ جس حال میں بھی ہوتے ہیں یا قرآن میں سے کچھ بھی پڑھتے ہیں

یا تم لوگ کوئی اور کام کرتے ہو جب اس میں مصروف ہوتے ہو، ہم تم پر شاہد ہوتے ہیں.....“

تفسیر آیات: 227-221

مشرکین کی افترا پردازی کی تردید: اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا جنھوں نے یہ گمان کیا تھا کہ

رسول اللہ ﷺ جس قرآن کو لے کر آئے ہیں وہ حق نہیں ہے بلکہ اسے آپ نے از خود اپنی طرف سے بنایا ہے یا کسی جن نے

آپ کو سکھایا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان آیات کریمہ میں اپنے رسول ﷺ کو ان کی باتوں اور افترا پردازیوں سے پاک قرار دیا

① تفسیر القرطبی: 144/13. ② تفسیر الطبری: 151/19. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 2828/9. ④ تفسیر ابن ابی

حاتم: 2828/9. ⑤ تفسیر ابن ابی حاتم: 2828/9. ⑥ تفسیر ابن ابی حاتم: 2829/9. ⑦ تفسیر الطبری:

اور فرمایا کہ آپ جس قرآن کو لے کر آئے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے اور یہ اس کی وحی و تنزیل ہے، اسے ایک کریم، امین اور عظیم فرشتہ لے کر نازل ہوا ہے، یہ شیاطین کی طرف سے نازل کر رہے نہیں ہے کیونکہ انھیں تو قرآن عظیم جیسی کتاب سے کوئی دلچسپی ہی نہیں ہے وہ تو اپنے جیسے جھوٹے لوگوں اور کاہنوں وغیرہ پر نازل ہوتے ہیں، اسی لیے اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ۖ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ﴾ ”اچھا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں؟ ہر جھوٹے گناہ گار پر اترتے ہیں۔“ ﴿أَفَّاكٍ﴾ کے معنی ہیں جو بات کرنے میں بے حد جھوٹا ہو اور ﴿أَثِيمٍ﴾ اسے کہتے ہیں جو اپنے افعال میں فاجر و فاسق ہو تو اس طرح کے فاجر و فاسق اور جھوٹے کاہنوں پر شیطان نازل ہوتے ہیں کیونکہ شیطان بھی انھیں کی طرح کاذب و فاسق ہیں۔

﴿يُلْقُونَ السَّمْعَ﴾ ”وہ سنی ہوئی بات (اس کے کان میں) لا ڈالتے ہیں۔“ یعنی آسمان سے بات کو چرا لیتے ہیں، علم غیب کی کوئی بات سنتے ہیں اور اس کے ساتھ سو جھوٹ اپنی طرف سے ملا لیتے ہیں، پھر انھیں اپنے انسان دوستوں (کاہنوں) کے کانوں میں ڈال دیتے ہیں، وہ کاہن لوگوں سے ان باتوں کو بیان کرتے تو وہ آسمان سے سنی ہوئی اس ایک سچی بات کی وجہ سے انھیں سچا سمجھتے ہیں جیسا کہ اس صحیح حدیث میں ہے جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انھوں نے بیان کیا کہ کچھ لوگوں نے نبی ﷺ سے کاہنوں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: [إِنَّهُمْ لَيَسُوءِ بَشَرِي] ”وہ کچھ نہیں ہیں۔“ لوگوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! بسا اوقات وہ بات کرتے ہیں اور وہ بات صحیح ہوتی ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَخْطِفُهَا الْجَنِيُّ فَيَقْرِئُهَا فِي أُذُنٍ وَلِيٍّ كَقَرْقَرَةِ الدَّجَاجَةِ، فَيَحْطِطُونَ فِيهِ أَكْثَرَ مِنْ مِّائَةِ كَذْبَةٍ] ”یہ سچی بات وہ ہوتی ہے جو جن نے آسمان سے سنی ہوتی ہے اور وہ اسے اپنے دوست (کاہن) کے کان میں اس طرح ڈال دیتا ہے جس طرح مرغی گڑگڑاتی ہے اور وہ اس کے ساتھ سو سے بھی زیادہ جھوٹ ملا لیتے ہیں۔“

اور امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [إِذَا قَضَىٰ اللَّهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ، ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِّقَوْلِهِ، كَأَنَّهُ سِلْسِلَةٌ عَلَىٰ صَفْوَانٍ، فَإِذَا فُزِعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا: مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوا لِلَّذِي، قَالَ: الْحَقُّ، وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ، فَيَسْمَعُهَا مُسْتَرِقُ السَّمْعِ وَمُسْتَرِقُ السَّمْعِ هَكَذَا بَعْضُهُ فَوْقَ بَعْضٍ۔ وَصَفَهُ سُفْيَانٌ بِكُفِّهِ فَحَرَفَهَا وَبَدَّدَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ۔ فَيَسْمَعُ الْكَلِمَةَ فَيُلْقِيهَا إِلَىٰ مَنْ تَحْتَهُ، ثُمَّ يُلْقِيهَا الْآخَرُ إِلَىٰ مَنْ تَحْتَهُ، حَتَّىٰ يُلْقِيَهَا عَلَىٰ لِسَانِ السَّاحِرِ أَوِ الْكَاهِنِ، فَرُبَّمَا أَدْرَكَ الشَّهَابُ قَبْلَ أَنْ يُلْقِيَهَا، وَرُبَّمَا أَلْقَاهَا قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَ، فَيَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ، فَيَقَالُ: أَلَيْسَ قَدْ قَالَ

① صحیح البخاری، التوحید، باب قراءة الفاجر والمنافق.....، حدیث: 7561 و صحیح مسلم، السلام، باب تحریم

الکھانة وإتيان الکھان، حدیث: (123)-2228.

لَنَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا؟ كَذًا وَكَذَا؟ فَيُصَدِّقُ بِتِلْكَ الْكَلِمَةِ الَّتِي سُمِعَتْ مِنَ السَّمَاءِ]

”جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو فرشتے اللہ تعالیٰ کی فرمان کی اطاعت میں اپنے پروں کو اس طرح پھڑپھڑاتے ہیں جس طرح پتھر پر زنجیر لگ رہی ہو، جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ حق فرمایا ہے اور وہ عالی رتبہ اور گرامی قدر ہے۔ بات چوری کرنے والا اس (بات) کو سن لیتا ہے اور بات چرانے والے شیاطین ایک دوسرے کے اوپر اس طرح ہوتے ہیں۔ سفیان نے اپنے ہاتھ کے ساتھ اسے اس طرح بیان کیا کہ انھوں نے ہاتھ کو موڑا (مائل کیا) اور اپنی انگلیوں کے درمیان فاصلہ رکھا۔ وہ سنی ہوئی بات کو نیچے والے تک پہنچا دیتا ہے اور وہ اسے اپنے سے نیچے والے تک پہنچا دیتا ہے حتیٰ کہ وہ اسے جادوگر یا کاہن کی زبان پر ڈال دیتا ہے اور کبھی یوں ہوتا ہے کہ نیچے کے شیطان تک بات پہنچانے سے قبل شہاب ثاقب اسے دبوچ لیتا ہے اور کبھی شہاب ثاقب کی گرفت میں آنے سے پہلے وہ اسے کاہن تک پہنچا دیتا ہے اور وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا لیتا ہے، پس کہا جاتا ہے اس نے فلاں فلاں دن وہ بات نہیں کہی تھی، یعنی اس ایک کلمے کی وجہ سے جو آسمان سے سنا گیا ہوتا ہے اسے سچا سمجھا جاتا ہے۔“^① اس روایت کو صرف امام بخاری نے بیان فرمایا ہے امام مسلم نے اسے روایت نہیں کیا۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [الْمَلَائِكَةُ تَحَدَّثُ فِي الْعَنَانِ وَالْعَنَانُ الْغَمَامُ بِالْأَمْرِ يَكُونُ فِي الْأَرْضِ فَتَسْمَعُ الشَّيَاطِينُ الْكَلِمَةَ فَتَقْرُهَا فِي آذَانِ الْكَاهِنِ كَمَا تَقْرُ الْقَارُورَةُ فَيَرِيدُونَ مَعَهَا مِائَةً كَذِبَةٍ] ”بے شک فرشتے بادل میں اس امر کے بارے میں باتیں کرتے ہیں جو زمین میں رونما ہونے والا ہوتا ہے، شیاطین فرشتوں کی ان باتوں کو سن لیتے ہیں اور انھیں کاہن کے کان میں ڈال دیتے ہیں جس طرح کیشی میں کوئی چیز ڈال دی جاتی ہے اور وہ اس میں سو جھوٹ کا اضافہ کر دیتے ہیں۔“^②

نبی اکرم ﷺ کو شاعر کہنے کی تردید: ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُنُ** ﴿۱۰﴾ ”اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں۔“ علی بن ابوطلمح نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کفار گمراہ انسانوں اور جنوں کی پیروی کرتے ہیں۔^③ مجاہد اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم اور دیگر ائمہ کا بھی یہی قول ہے۔^④ عکرمہ کہتے ہیں کہ دو شاعر تھے جو ایک دوسرے کی ہجو کیا کرتے تھے، کچھ لوگ ایک کی مدد کرتے اور کچھ لوگ دوسرے کی مدد کیا کرتے تھے تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: **وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُنُ** ﴿۱۰﴾ ”اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں۔“^⑤ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: **أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ** ﴿۲۶﴾ ”کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿حَتَّىٰ إِذَا فُزِعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ﴾ (سبا: 34، 23)، حدیث: 4800. ② صحیح

البخاری، بدء الخلق، باب صفة إبليس وجنوده.....، حدیث: 3288. ③ تفسیر الطبری: 156/19. ④ تفسیر

الطبری: 156، 155/19. ⑤ تفسیر ابن ابی حاتم: 2832/9.

میں سرمارتے پھرتے ہیں۔“ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ ہر لغو کام میں مبتلا رہتے ہیں۔^(۱) ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ ہر طرح کی باتوں میں مصروف رہتے ہیں۔^(۲) مجاہد وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔^(۳) **وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ﴿۲۸﴾** ”اور بلاشبہ وہ (ایسی باتیں) کہتے ہیں جو وہ کرتے نہیں۔“ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دو شخص تھے ان میں سے ایک انصار میں سے تھا اور دوسرا کسی اور قوم سے تھا، دونوں ایک دوسرے کی جھوکر رہے تھے، ہر ایک کے ساتھ اس کی قوم کے گمراہ لوگ بھی تھے، انھیں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات کریمہ نازل فرمادیں۔ **وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ﴿۲۹﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ﴿۳۰﴾ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ﴿۳۱﴾** ”اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں، کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں سرمارتے پھرتے ہیں اور بلاشبہ وہ (ایسی باتیں) کہتے ہیں جو وہ کرتے نہیں۔“^(۴) مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جن پر یہ قرآن نازل کیا گیا ہے کا ہن اور شاعر نہیں ہیں کیونکہ کئی وجوہ سے آپ ان سے بالکل مختلف ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشُّعْرَ وَمَا يَنْتَبِهُ لَهُ ط إِنَّهُ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ ﴿۳۲﴾** (یس: 69:36) ”اور ہم نے اس (پیغمبر) کو شعر گوئی نہیں سکھائی اور نہ وہ اسے شایاں ہے۔ یہ تو محض نصیحت اور صاف صاف قرآن ہے۔“ اور فرمایا: **إِنَّكَ لَقَوْلٌ رَسُولٌ كَرِيمٌ ﴿۳۳﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ط قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿۳۴﴾ تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۵﴾** (الحاقۃ: 69:40-43) ”کہ یہ (قرآن) فرشتہ عالی مقام کا قول ہے اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں مگر تم لوگ بہت ہی کم ایمان لاتے ہو اور نہ کسی کا ہن کا قول ہے لیکن تم لوگ بہت ہی کم نصیحت پکڑتے ہو، یہ پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے۔“

شعراء اسلام اس سے مستثنیٰ ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: **إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ﴿۳۶﴾** ”مگر جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے۔“ محمد بن اسحاق نے یزید بن عبد اللہ بن قسیط سے اور انھوں نے تمیم داری کے آزاد کردہ غلام ابو الحسن سالم براد سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: **وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ﴿۳۱﴾** تو حسان بن ثابت، عبد اللہ بن رواحہ اور کعب بن مالک روتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے جب یہ آیت نازل فرمائی تو اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ ہم شاعر ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے اگلی آیت تلاوت فرمائی: **إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ﴿۳۶﴾** ”مگر جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے۔“ آپ نے فرمایا: **أَنْتُمْ** ”یہ لوگ تم ہو۔“ **وَذَكِّرُوا اللَّهَ كَثِيرًا ﴿۳۷﴾** ”اور اللہ کو بہت یاد کرتے رہے۔“ فرمایا: **أَنْتُمْ** ”یہ لوگ تم ہو۔“ **وَأَنْتَصِرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا ط** ”اور اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد انتقام لیا۔“ فرمایا: **أَنْتُمْ** ”یہ لوگ تم ہو۔“ اسے ابن ابی حاتم اور ابن جریر نے بروایت ابن اسحاق

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2833/9. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2833/9. ③ تفسیر الطبری: 156/19 و تفسیر ابن ابی

حاتم: 2833/9. ④ تفسیر الطبری: 155/19.

بیان کیا ہے۔^① لیکن یہ سورت مکی ہے تو ان آیات کے نزول کا سبب انصار کے شعراء کس طرح ہو سکتے ہیں؟ لہذا بات محل نظر ہے اور اس سلسلے میں جو روایات پیش کی گئی ہیں وہ مرسل اور ناقابل اعتماد ہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اس استثناء میں شعراء انصار اور دیگر شعراء شامل ہیں حتیٰ کہ زمانہ جاہلیت کے وہ شعراء بھی اس میں داخل ہیں جو پہلے اسلام اور مسلمانوں کی مذمت کیا کرتے تھے مگر بعد میں انھوں نے توبہ کر کے اس سے رجوع کر لیا اور نیک عمل شروع کر دیے اور اپنی پچھلی بری باتوں کے مقابلے میں انھوں نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا، اس لیے کہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ پہلی باتوں کی تلافی کے طور پر اب انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کی تعریف شروع کر دی تھی جیسا کہ عبد اللہ بن زبیری نے مشرف بہ اسلام ہوتے وقت کہا تھا:

يَا رَسُولَ الْمَلِكِ إِنَّ لِسَانِي رَاتِقٌ مَّا فَتَقْتُ إِذْ أَنَا بُورٌ
إِذْ أَبَارِي الشَّيْطَانَ فِي سَنَنِ الْغَنَى وَمِنْ مَالٍ مِّثْلَهُ مَثْبُورٌ

”اے مالک (اللہ) کے رسول! بلاشبہ میری زبان اس نقصان کی تلافی کر رہی ہے جو میں نے خود کیا تھا (جس ردائے پاکیزہ کو میں نے رخنہ رخنہ کیا تھا میری زبان ہی اسے پیوند لگا رہی ہے) میں سرکشی کے راستے پر شیطان کے پہلو بہ پہلو تھا اور جو اس کے جھکاؤ کے ساتھ جھک گیا وہ ہلاک ہو گیا۔“^②

اسی طرح ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب بھی نبی اکرم ﷺ کا سخت دشمن تھا یہ آپ کا برادر عم زاد ہونے کے باوجود آپ کی بہت جھوکیا کرتا تھا لیکن یہ مسلمان ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی اس کی نظر میں محبوب نہ تھا، پہلے یہ آپ کی ہجو کیا کرتا تھا اب اس نے آپ کی مدح میں شعر کہنا شروع کر دیے تھے، پہلے سخت دشمن تھا اور اب دلی دوست بن گیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَأَنْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا﴾ ”اور اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد انتقام لیا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اب انھوں نے ان کافروں کی تردید شروع کر دی ہے جو مومنوں کی ہجو کیا کرتے تھے۔^③ مجاہد، قتادہ اور دیگر ائمہ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔^④ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ حسان سے فرماتے: [أُحْجِهُمْ أَوْ قَالَ: هَاجِهِمْ وَجَبْرِيلُ مَعَكَ] ”کافروں کی ہجو کرو۔ یا آپ نے یہ فرمایا: ان کی ہجو کرو، جبریل تمہارے ساتھ ہیں۔“^⑤

امام احمد نے کعب بن مالک سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے شعراء کے بارے میں نازل فرمایا ہے جو نازل فرمایا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ الْمُؤْمِنَ يُحَاهِدُ بِسَيْفِهِ وَلِسَانِهِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَكَأَنَّ مَا تَرْمُونَهُمْ بِهِ نَضْحُ النَّبْلِ] ”بے شک مومن اپنی تلوار اور اپنی زبان کے ساتھ جہاد کرتا

① تفسیر الطبری: 157/19 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2836، 2835/9. ② السيرة النبوية لابن هشام، ذكر الأسباب

الموجبة المسير إلى مكة: 61/4. ③ تفسیر الطبری: 158/19. ④ تفسیر الطبری: 159، 158/19. ⑤ صحیح

البخاری، الأدب، باب هجاء المشركين، حديث: 6153 و صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن

ثابت ؓ، حديث: 2486 عن البراء بن عازب ؓ.

ہے، اس ذات گرامی کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم ان کی جو جو کرتے ہو تو یہ ایسے ہے جیسے ان پر تیر اندازی کی جارہی ہو۔“^①

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ﴾ اور ظالم عنقریب جان لیں گے کہ وہ کون سی جگہ لوٹ کر جائیں گے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظَّالِمِينَ مَعَذَرَتُهُمْ﴾..... الآية (المؤمن 52:40) ”جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کچھ فائدہ نہ دے گی۔“ اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِيَّاكُمْ وَالظُّلْمَ، فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ”اپنے آپ کو ظلم کرنے سے بچاؤ کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیرا بن جائے گا۔“^② قتادہ بن دعامہ اس مذکورہ آیت کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ اس میں ظالم سے شعراء اور غیر شعراء سبھی مراد ہیں۔

سورہ شعراء کی تفسیر مکمل ہوئی۔
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



① مسند أحمد: 387/6. ② صحيح البخاری، المظالم، باب: الظلم ظلمات يوم القيامة، حديث: 2447 وصحيح

مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحريم الظلم، حديث: 2578 ومسند أحمد: 106/2 واللفظ له عن ابن عمر ؓ.

تفسیر سُورَةُ نَمْلِ

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

طسؑ تِلْكَ آيَةُ الْقُرْآنِ وَكِتَابٍ مُّبِينٍ ① هُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ② الَّذِينَ

طسؑ، یہ قرآن اور واضح کتاب کی آیات ہیں ① (یہ) ہدایت اور بشارت ہے (ان) مومنوں کے لیے ② جو نماز قائم کرتے ہیں،

يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ③ إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

اور زکاۃ دیتے ہیں، اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں ③ بلاشبہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، ہم نے ان کے لیے ان کے اعمال

بِالْآخِرَةِ زَيِّتًا لَهُمْ أَعْمَالُهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُونَ ④ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَهُمْ سُوءُ الْعَذَابِ

پرکشش بنا دیے ہیں، لہذا وہ بھٹکتے پھرتے ہیں ④ وہی لوگ ہیں جن کے لیے برا عذاب ہے اور آخرت میں بھی وہی زیادہ خسارے

وَهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْآخَسِرُونَ ⑤ وَإِنَّكَ لَتَلْقَى الْقُرْآنَ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ ⑥

میں ہوں گے ⑤ اور (اے نبی!) بلاشبہ آپ کو تو ایک کمال حکمت والے، خوب جاننے والے کی طرف سے یہ قرآن سکھایا جاتا ہے ⑥

تفسیر آیات: 6-1

قرآن مجید مومنوں کے لیے ہدایت و بشارت ہے: بعض سورتوں کے آغاز میں جو حروف مقطعات ہیں ان کے بارے

میں بحث سورہ بقرہ کی تفسیر میں ہو چکی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿تِلْكَ آيَةُ الْقُرْآنِ وَكِتَابٍ مُّبِينٍ ① هُدًى وَبُشْرَىٰ

لِلْمُؤْمِنِينَ ②﴾ ”یہ قرآن اور کتاب روشن کی آیتیں ہیں، مومنوں کے لیے ہدایت اور بشارت ہیں۔“ یعنی قرآن سے

ہدایت اور بشارت اسے حاصل ہوتی ہے جو اس پر ایمان لائے، اس کی اتباع اور تصدیق کرے، اس کے مطابق عمل کرے،

فرض نماز کا اہتمام کرے اور زکاۃ ادا کرے، آخرت، بعث بعد الموت، اچھے اور برے اعمال کی جزا و سزا اور جنت اور دوزخ پر ایمان

رکھے جیسا کہ فرمایا: ﴿قُلْ هُوَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شَفَاۗءٌ ۙ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقُوْۤا وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ط

اُولٰٓئِكَ يُنَادُوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ۝۱۰﴾ (ختم السجدة 41: 44) ”کہہ دیجیے: جو ایمان لاتے ہیں ان کے لیے (یہ)

ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں گرائی (بہرا پن) ہے اور ان کے حق میں (موجب) ناپیدائی ہے۔

إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِأَهْلِهِ إِنِّي آنَسْتُ نَارًا ۖ سَاتِيكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ بَشِيرٍ قَبْسٍ لَّعَلَّكُمْ

(دو وقت یاد کریں) جب موسیٰ نے اپنی اہلیہ سے کہا: بے شک میں نے آگ دیکھی ہے، میں ابھی تمہارے پاس وہاں سے کوئی خبر یا سگستا انگار لاؤں گا، تاکہ تم

تَصْطَلُون ⑦ فَلَمَّا جَاءَهَا نُودِيَ أَنْ بُورِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ۖ وَسُبْحَنَ اللَّهُ

تا پو ⑦ چنانچہ جب موسیٰ اس (آگ) کے پاس پہنچا تو اسے آواز دی گئی کہ مبارک ہے وہ جو اس (نور) میں ہے اور جو اس کے آس پاس ہے، اور اللہ

رَبِّ الْعَالَمِينَ ⑧ يَوْمَئِذٍ أَنَا اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ⑨ وَالْقِ عَصَاكَ ۖ فَلَمَّا رَأَاهَا تَهْتَزُّ

رب العالمین پاک ہے ⑧ اے موسیٰ! بلاشبہ وہ میں ہی اللہ ہوں، نہایت غالب، خوب حکمت والا ⑨ اور اپنا عصا ڈال دے، چنانچہ جب (موسیٰ نے عصا ڈالا

كَانَهَا جَانٌّ وَلَّىٰ مُدَبِّرًا ۖ وَلَمْ يَعْقِبْ ۖ يَوْمَئِذٍ لَا تَخَفُ ۖ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ

(اور) اسے دیکھا کہ وہ حرکت کر رہا ہے گویا کہ وہ سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر پلٹا اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا، (اللہ نے فرمایا): اے موسیٰ! مت ڈر، بلاشبہ میرے

الْمُرْسَلُونَ ⑩ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلْ حُسْنًا بَعْدَ سُوءٍ فَإِنِّي عَفُورٌ رَّحِيمٌ ⑪ وَأَدْخِلْ

حضور میں رسول ڈرائیں کرتے ⑩ مگر جس نے ظلم کیا، پھر اس نے برائی کے بعد (برے اعمال کو) بدل کر نیکی کی، تو بلاشبہ میں بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان

يَدُكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجُ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ ۖ فِي تَسْعِ آيَاتٍ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهِ ۖ إِنَّهُمْ

ہوں ⑪ اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں داخل کر، وہ سفید (چمکتا ہوا) بے عیب نکلے گا، یہ ان نو نشانوں (معجزات) میں سے ہے (جن کے ساتھ تمہیں) فرعون

كَانُوا قَوْمًا فَسِقِينَ ⑫ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ آيَاتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ⑬ وَجَحَدُوا

اور اس کی قوم کی طرف (بھیجا گیا ہے۔) بے شک وہ نافرمان لوگ ہیں ⑫ پھر جب ان کے پاس ہمارے واضح روشن معجزات پہنچے تو انھوں نے کہا: یہ تو کھلا

بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا ۖ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ⑭

جادو ہے ⑬ اور انھوں نے ظلم اور تکبر کی وجہ سے ان کا انکار کر دیا، جبکہ ان کے دلوں نے ان کا یقین کر لیا تھا۔ پھر دیکھیے فساد یوں کا انجام کیسا ہوا؟ ⑭

(گرانی کے سبب) ان کو دور جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔“

اور فرمایا: لَتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنذِرَ بِهِ قَوْمًا لَّدُنَّا ۝ (مریم 97: 19) ”تاکہ آپ اس سے پرہیزگاروں کو خوش خبری

پہنچا دیں اور جھگڑالو قوم کو ڈرائیں۔“ اسی لیے یہاں فرمایا: إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ ۖ

ایمان نہیں رکھتے۔“ یعنی اس کی تکذیب کرتے اور اس کے وقوع کو بعید سمجھتے ہیں۔ زَيَّنَّا لَهُمْ أَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُونَ ④

”ہم نے ان کے اعمال ان کے لیے آراستہ کر دیے ہیں تو وہ سرگرداں ہو رہے ہیں۔“ یعنی جس حالت میں وہ ہیں اسے ہم نے

ان کی نگاہ میں اچھا بنا دیا ہے، ان کی سرکشی کو بڑھادیا ہے اور وہ اپنی گمراہی میں حیران و پریشان ہیں اور یہ سزا ہے اس بات کی

کہ انھوں نے آخرت کی تکذیب کی ہے جیسا کہ فرمایا: وَتَقَلِّبُ الْقُلُوبَ وَابْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَنَذَرَهُمْ

فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝ (الأنعام 110: 6) ”اور ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو الٹ دیں گے تو جیسے یہ اس (قرآن) پر پہلی

دفعہ ایمان نہیں لائے (ویسے پھر نہ لائیں گے) اور ہم ان کو چھوڑ دیں گے کہ اپنی سرکشی میں بہکتے رہیں۔“ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَهُمْ

سُوءُ الْعَذَابِ ”یہی لوگ ہیں جن کے لیے برا عذاب ہے۔“ دنیا و آخرت میں۔ وَهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمْ الْآخَسَرُونَ ⑤

”اور آخرت میں بھی وہی سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔“ یعنی اہل محشر میں اپنے آپ کو اور اپنے مالوں کو گھٹانے میں ڈالنے والے ان کے سوا اور کوئی نہیں ہوں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَإِنَّكَ لَتَلَقَّى الْقُرْآنَ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ ⑥** ”اور بے شک آپ کو قرآن (اللہ) بڑی حکمت والے، خوب جاننے والے کی طرف سے عطا کیا جاتا ہے۔“ جو اپنے امر و نہی میں بڑا حکیم اور چھوٹے بڑے تمام امور کو خوب جاننے والا ہے، اس کی خبر سراپا صدق اور اس کا حکم مکمل عدل ہے جیسا کہ فرمایا: **وَتَنَتَّ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا ⑦** (الأنعام 6: 115) ”اور آپ کے پروردگار کی باتیں سچائی اور انصاف میں پوری ہیں۔“

تفسیر آیات: 14-7

موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اور فرعون کا انجام: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ سے فرمایا اور آپ کو موسیٰ علیہ السلام کا قصہ یاد دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح انھیں منتخب فرمایا، ہم کلامی کے شرف سے نوازا، ان سے سرگوشیاں کیں، انھیں فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف مبعوث فرمایا مگر ان لوگوں نے انکار کر دیا، کفر کیا اور ازراہ تکبر و غرور ان کی اطاعت و اتباع سے انکار کر دیا تھا۔ فرمایا: **إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لَأَهْلِهِ ⑧** ”جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گھر والوں سے کہا،“ یعنی اس وقت کو یاد کرو جب موسیٰ اپنے گھر والوں کے ساتھ جارہے تھے مگر راستہ بھول گئے کیونکہ رات کا وقت تھا اور رات بھی اندھیری تھی، پھر انھوں نے طور کی طرف آگ دیکھی جو بھڑک رہی اور شعلے مار رہی تھی تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گھر والوں سے کہا: **إِنِّي أَنَسْتُ نَارًا ⑨ سَأَلَيْتُكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ ⑩ أَوْ لَيْتُكُمْ بِشَهَابٍ مِّنْ سَّمَائِكُمْ ⑪ تَصْطَلُونَ ⑫** ”بے شک میں نے آگ دیکھی ہے میں وہاں سے (رستے کا) پتالاتا ہوں یا سگلتا ہوا انکار تمھارے پاس لاتا ہوں تاکہ تم تاپو۔“ اور اس سے گرمی حاصل کرو اور معاملہ ایسے ہی ہوا جیسے انھوں نے کہا تھا، آپ واپس آئے تو آپ کے پاس ایک عظیم الشان خبر تھی اور وہاں سے آپ زبردست نور بھی لے کر آئے تھے، چنانچہ فرمایا: **فَلَمَّا جَاءَهَا نُودِيَ أَن بُورِكَ مَن فِي النَّارِ ⑬ وَمَنْ حَوْلَهَا ⑭** ”تو جب موسیٰ (علیہ السلام) اس کے پاس آئے تو ندادی گئی کہ اسے جو آگ میں ہے اور اسے جو آگ کے ارد گرد ہے برکت دی گئی ہے۔“

موسیٰ جب وہاں پہنچے تو انھوں نے بہت زبردست اور عظیم الشان منظر دیکھا کہ آگ سبز درخت سے بھڑک رہی اور شعلے مار رہی ہے، آگ کے بھڑکنے اور شعلے مارنے میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور اس سے اس درخت کی سرسبزی و شادابی میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے، پھر انھوں نے سراپر اٹھایا تو دیکھا کہ اس آگ کی روشنی آسمان کی بلندیوں تک پہنچی ہوئی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر ائمہ نے فرمایا کہ حقیقت میں یہ آگ نہیں تھی بلکہ نور برس رہا تھا۔ ^① حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ اللہ رب العالمین کا نور تھا۔ ^② موسیٰ علیہ السلام اس عظیم الشان منظر کو دیکھ کر تعجب کا اظہار کر رہے تھے کہ دریں اثنا **نُودِيَ أَن بُورِكَ مَن فِي النَّارِ ⑬** ”ندادی گئی کہ وہ جو آگ میں ہے اسے برکت دی گئی ہے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما

فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ بہت مقدس ہے۔ ① **وَمَنْ حَوْلَهَا** ② ”اور وہ جو آگ کے ارد گرد ہے۔“ یعنی فرشتوں میں سے جو وہاں موجود ہے۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، سعید بن جبیر، حسن اور قنادہ رحمہم کا قول ہے۔ ③ **وَسُبْحَنَ اللّٰهُ رَبِّ الْعَالَمِينَ** ④ ”اور اللہ جو تمام عالم کا پروردگار ہے پاک ہے۔“ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، مخلوق میں سے کوئی اس کے مشابہ نہیں ہے، کوئی چیز اس کی مصنوعات کا احاطہ نہیں کر سکتی، وہ عالی مرتبہ اور جلیل القدر اپنی تمام مخلوقات سے جدا ہے، زمین و آسمان اس کا گھیراؤ نہیں کر سکتے، وہ احد و صمد اور مخلوقات کی مماثلت سے پاک ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: **يُؤْتِي اِنَّهٗ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ** ⑤ ”اے موسیٰ! میں ہی اللہ ہوں نہایت غالب، بڑا دانہ۔“ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بتلادیا کہ وہ ذات جو ان سے مخاطب اور ہم کلام ہے وہ اللہ رب العالمین ہے جو ہر چیز پر غالب اور اپنے تمام اقوال و افعال میں حکیم ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ ہاتھ میں پکڑی ہوئی لاٹھی ڈال دیں تاکہ آپ کے سامنے واضح دلیل ظاہر ہو جائے کہ وہ فاعل مختار اور ہر چیز پر قادر ہے۔ موسیٰ نے اپنے ہاتھ سے جب اس لاٹھی کو ڈالا تو وہ فوراً ایک بہت بڑے اور خوفناک اثر دہا کی صورت میں بدل گئی جو بہت بڑا اور انتہائی تیز رفتار تھا، اسی لیے فرمایا: **فَلَمَّا رَاَهَا نَهَزَ كَاَنَّهُمَا جَانٌّ** ⑥ ”پھر جب اسے دیکھا تو اس طرح ہل رہی تھی گویا سانپ ہے۔“ جان سانپوں کی ایک ایسی قسم ہے جو سانپوں میں سے سب سے سر بلع الحركت ہوتی ہے۔ موسیٰ نے جب اسے دیکھا تو **وَلَّى مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ** ⑦ ”وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔“ شدید خوف کی وجہ سے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **يُؤْمِنِي لَا تَخَفْ اِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيْ الْمُرْسَلِيْنَ** ⑧ ”اے موسیٰ! ڈرو مت، ہمارے پاس پیغمبر ڈر نہیں کرتے۔“ یعنی تم نے جو دیکھا ہے اس سے ڈرو مت، میں تو تمہیں رسول کے طور پر منتخب کرنا اور ایک معزز نبی بنانا چاہتا ہوں۔

اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلْ حِسًّاۢ بَعْدَ سُوْءٍۭۤ اٰتٰنِيْ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ⑨ ”ہاں، جس نے ظلم کیا، پھر برائی کے بعد اسے نیکی سے بدل دیا تو یقیناً میں بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہوں۔“ یہ استثناء منقطع ہے۔ اس میں انسانوں کے لیے عظیم بشارت ہے کہ جو کوئی برا کام کرے، پھر اس سے باز آ جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے، توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے جیسا کہ فرمایا: **وَ اِنِّيْ لَغَفُوْرٌ لِّمَن تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صٰلِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى** ⑩ (طہ 20:82) ”اور جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے، پھر سیدھے رستے پر چلے، اس کو میں بخش دینے والا ہوں۔“ اور فرمایا: **وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْءًاۤ اَوْ يَظْلِمْ نَفْسًاۢ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا** ⑪ (النساء 4:110) ”اور جو شخص کوئی برا کام کر بیٹھے یا اپنے حق میں ظلم کرے، پھر اللہ سے بخشش مانگے تو اللہ کو بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان پائے گا۔“ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

بعد ازاں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **وَاَدْخُلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضًاۢ مِّنْ غَيْرِ سُوْءٍۭۤ اٰتٰ** ⑫ ”اور

① تفسیر الطبری: 163/19. ② تفسیر الطبری: 165، 164/19. و تفسیر ابن ابی حاتم: 2847، 2846/9.

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا ۖ وَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي فَضَّلْنَا عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّنْ

اور بلاشبہ ہم نے داود اور سلیمان کو (خاص) علم دیا تھا، اور ان دونوں نے کہا: تمام حمد اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں اپنے

عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٥﴾ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ وَقَالَ يَأَيُّهَا النَّاسُ عَلِمْنَا مَنَظِقَ

بہت سے مومن بندوں پر فضیلت دی ﴿١٥﴾ اور داود کا وارث سلیمان بنا اور اس نے کہا: اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی

الطَّيْرِ وَأَوْتَيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ط إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ ﴿١٦﴾ وَحِشْرَ لِّسُلَيْمَانَ

ہے، اور ہمیں ہر چیز دی گئی ہے، بلاشبہ یہ تو صاف صاف (اللہ کا) فضل ہے ﴿١٦﴾ اور سلیمان کے پاس اس کے سارے لشکر، جنوں،

جُنُودُهُ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿١٧﴾ حَتَّىٰ إِذَا أَتَوْا عَلَىٰ وَادِ النَّبْلِ

انسانوں اور پرندوں میں سے جمع کیے گئے، پھر وہ الگ الگ تقسیم کیے جاتے تھے ﴿١٧﴾ حتیٰ کہ جب وہ چوٹیوں کی وادی میں پہنچے،

قَالَتْ نَبَلَةٌ يَأَيُّهَا النَّبْلُ ادْخُلُوا مَسْكِنَكُمُ ۖ لَا يَحْطَبُكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ ۖ وَهُمْ

تو ایک چوٹی نے کہا: اے چوٹیو! تم اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ، کہیں سلیمان اور اس کے لشکر تمہیں کچل نہ ڈالیں، جبکہ وہ (اس کا)

لَا يَشْعُرُونَ ﴿١٨﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ

شعور بھی نہ رکھتے ہوں ﴿١٨﴾ چنانچہ سلیمان اس (چوٹی) کی بات پر مسکرا کر ہنس دیے اور کہا: اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں

الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ

تیری اس نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام کی ہے، اور اس بات کی بھی کہ میں ایسے نیک کام کروں جو تو

فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ ﴿١٩﴾

پسند کرے، اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل کر ﴿١٩﴾

اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو، بے عیب سفید نکلے گا۔“ یہ دوسری نشانی اور واضح دلیل ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے

فاعل مختار ہونے کی اور اس کی صداقت کی جس کے لیے یہ معجزہ بنایا گیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ

اپنے ہاتھ کو اپنی قمیص کے گریبان میں داخل کریں جب وہ اسے اس میں داخل کر کے باہر نکالیں گے تو وہ اس طرح سفید

چمکدار ہوگا گویا وہ چاند کا ٹکڑا ہے اور بجلی کی طرح جگمگا رہا ہوگا۔ ﴿فِي تِسْعِ آيَاتٍ﴾ ”نو معجزوں میں“، یعنی یہ دو معجزے

ان نو معجزوں میں داخل ہیں جن کے ساتھ میں تمہاری تائید کروں گا اور جنہیں تمہاری نبوت کی دلیل بنادوں گا، ﴿إِلَىٰ فِرْعَوْنَ

وَقَوْمِهِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ﴾ ﴿١٢﴾ ”فرعون اور اس کی قوم کی طرف، بے شک وہ بدکردار لوگ ہیں۔“ یہ وہی نو

نشانی ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ﴾ (بنی اسرائیل 17: 101)

”اور البتہ تحقیق ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو نو کھلی نشانیاں دیں۔“ اور ان نو نشانیوں کی تفصیل اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں بیان کی

جا چکی ہے۔ ﴿١١﴾

﴿١١﴾ دیکھیے عنوان: ”موسیٰ علیہ السلام کی نو نشانیاں“

﴿فَلَمَّا جَاءَهُمْ آيَتُنَا مُبْصِرَةً﴾ ”پھر جب ان کے پاس ہماری روشن نشانیاں پہنچیں۔“ ﴿مُبْصِرَةً﴾ کے معنی روشن، واضح اور ظاہر کے ہیں۔ ﴿قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُّؤْمِنِينَ﴾ ”وہ کہنے لگے: یہ تو صریح جادو ہے۔“ اور اپنے جادو کے ساتھ انھوں نے اس کا مقابلہ کرنا چاہا مگر وہ مغلوب اور ذلیل و رسوا ہو گئے، ﴿وَجَعَلُوا بَيْنَهُمَا﴾ ”اور ان سے انکار کیا۔“ بظاہر انکار کیا لیکن ﴿وَأَسْتَيْقِنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ﴾ ”ان کے دل مان چکے تھے۔“ یعنی دلوں میں انھوں نے مان لیا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہے لیکن انھوں نے انکار کیا اور عناد اور دشمنی کی روش کو اختیار کیا ﴿ظُلُمًا وَعَلَاوًا﴾ ”بے انصافی اور غرور کی وجہ سے۔“ کیونکہ ظلم کی ملعون عادت ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی اور تکبر و غرور کی وجہ سے انھوں نے حق کی اتباع نہ کی۔

﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ﴾ ”سو دیکھیے کہ فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا!“ یعنی اے محمد (ﷺ)! دیکھیں کہ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کر دیا۔ تمام کے تمام لوگوں کو ایک صبح غرق کر دیا اور اس قصے کے بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ محمد (ﷺ) کی تکذیب کرنے والو! اور آپ کے لائے ہوئے دین و شریعت کا انکار کرنے والو! ڈر جاؤ، کہیں تمہارا بھی وہ انجام نہ ہو جو ان لوگوں کا ہوا تھا کیونکہ تم تو اس انجام کے زیادہ مستحق ہو، اس لیے کہ محمد (ﷺ) موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ اشرف و اعظم ہیں اور آپ کے دلائل و براہین موسیٰ علیہ السلام کے دلائل سے زیادہ واضح اور قوی ہیں، پھر ان دلائل و براہین کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اخلاق کریمانہ عطا فرمائے، سابقہ انبیاء علیہم السلام نے آپ کے بارے میں بشارتیں دیں اور آپ کے بارے میں ان سے عہد و پیمان بھی لیے تھے۔ عَلَیْهِ مِنْ رَبِّهِ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ.

تفسیر آیات: 15-19

داود و سلیمان علیہ السلام کا ذکر: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے اپنے بندوں اور نبیوں داود اور ان کے بیٹے سلیمان علیہ السلام کو زبردست نعمتوں، عظیم الشان نوازشوں اور خوب صورت صفات سے نوازا تھا، انھیں دنیا کی حکومت و بادشاہت اور دین میں نبوت و رسالت عطا فرمائی اور اس طرح انھیں دنیا و آخرت کی سعادتوں اور کامرانیوں سے سرفراز فرمادیا تھا، اسی لیے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا﴾ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنَا عَلَى كَثِيرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۵﴾ ”اور البتہ تحقیق ہم نے داود اور سلیمان کو علم بخشا اور انھوں نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت دی۔“ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ﴾ ”اور سلیمان داود کے وارث بنے۔“ بادشاہت اور نبوت میں، یہاں مال کی وراثت مراد نہیں ہے کیونکہ اگر مقصود مالی وراثت ہوتی تو پھر داود علیہ السلام کی تمام اولاد میں سے صرف حضرت سلیمان علیہ السلام کا بطور خاص ذکر نہ کیا جاتا، ان کی باقی اولاد کا بھی ذکر کیا جاتا۔ یاد رہے! حضرت داود کی تو ایک سو بیویاں تھیں، بہر حال یہاں مراد ملک و نبوت کی وراثت ہے کیونکہ انبیاء کا مال ان کے وارثوں میں تقسیم نہیں ہوتا جیسا کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا ہے: [نَحْنُ مَعَاشِرُ الْأَنْبِيَاءِ لَا نُورِثُ مَا تَرَكْنَا] فَهُوَ صَدَقَةٌ ”ہم گروہ انبیاء کا مال بطور



وراثت تقسیم نہیں ہوتا بلکہ ہم نے جو مال چھوڑا ہوتا ہے وہ صدقہ ہوتا ہے۔^①

حضرت سلیمان نے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلِمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَأَوْتَيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۖ﴾ ”اے لوگو! ہمیں (اللہ کی طرف سے) جانوروں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہر چیز ہمیں عنایت فرمائی گئی ہے۔“ یعنی جنوں اور پرندوں کو ان کے تابع فرمان کر دیا گیا ہے، آپ پرندوں اور حیوانوں کی بولی بھی جانتے تھے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ارشادات کی روشنی میں ہمارے محدود علم کے مطابق آپ کے علاوہ اور کسی انسان کو اللہ تعالیٰ نے یہ چیز عطا نہیں فرمائی تھی، پس اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ سکھادیا تھا کہ فضا میں اڑتے ہوئے پرندے اور مختلف قسم کے حیوانات کیا باتیں کرتے ہیں، اسی لیے آپ نے فرمایا: ﴿عَلِمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَأَوْتَيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۖ﴾ ”ہمیں اللہ کی طرف سے جانوروں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہر چیز ہمیں عنایت فرمائی گئی ہے۔“ یعنی ہر وہ چیز جس کی حکومت کے لیے ضرورت ہوتی ہے۔ ﴿إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ﴾^② ”بے شک یہ اس کا صریح فضل ہے۔“ یہ اس کا ہم پر بہت نمایاں اور ظاہر فضل و کرم ہے۔

﴿وَحِشْرَ لَيْسِيٍّ جُنُودَهُ مِنَ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ﴾^③ ”اور سلیمان کے لیے جنوں، انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کیے گئے۔ پھر وہ قسم وارتقسیم کیے جاتے تھے۔“ حضرت سلیمان کے لیے جنوں اور انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کیے گئے اور آپ ان کے جلو میں بڑی شان و شوکت سے نکلے، انسانوں کے لشکر آپ کے سب سے زیادہ قریب تھے، پھر ان کے بعد جنوں کا مرتبہ تھا اور پرندوں کا مقام آپ کے سر کے اوپر ہوتا تھا اور اگر گرمی کا موسم ہوتا تو وہ اپنے پروں کو آپ کے سر کے اوپر سائبان بنا دیتے تھے۔ ﴿فَهُمْ يُوزَعُونَ﴾^④ ”پھر وہ قسم وارتقسیم کیے جاتے تھے۔“ تاکہ ہر کوئی اپنے مقام و مرتبہ پر رہے اور اس سے تجاوز نہ کرے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ آپ نے ہر صف پر نگہبان بھی مقرر کر رکھے تھے جو اہل سے آخر تک کی ترتیب کی پابندی کراتے تھے اور اس طرح چلتے ہوئے کوئی ایک دوسرے سے پیش قدمی نہیں کر سکتا تھا جیسا کہ آج کل بھی بادشاہ کرتے ہیں۔^⑤

اور فرمایا: ﴿حَتَّىٰ إِذَا أَتَوْا عَلَىٰ وَادِ النَّبْلِ﴾ ”یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کی وادی میں پہنچے۔“ یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لشکروں کے ساتھ جب چیونٹیوں کی وادی میں سے گزرے ﴿قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّبْلُ ادْخُلُوا مَسْكِنَكُمْ لَا يَحْطِبْكُمْ سَلِيمٌ وَجُنُودُهُ ۖ وَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾^⑥ ”تو ایک چیونٹی نے کہا کہ چیونیو! اپنے اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ

① صحیح البخاری، فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب مناقب قرابة رسول الله ﷺ، حدیث: 3712 عن أبي بكر

وصحیح مسلم، الجہاد، باب قول النبی ﷺ: [لا نورث.....]، حدیث: 1758 عن عائشة رضی اللہ عنہا جبکہ توسین والے الفاظ مسند

أحمد: 463/2 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ میں ہیں اور [مسند أحمد: 262/2] میں ہے۔ لیکن اس میں [نحن] کے بجائے [إنا] ہے۔ اور

حافظ ابن حجر فتح الباری، حدیث: 6730 کے تحت [نحن] کے بارے میں لکھتے ہیں: اور جو اصولیوں اور دیگر مؤلفین کی کتابوں میں

الفاظ: [نحن معاشرا الانبياء] عام ہو گئے ہیں تو ان کا ائمہ کے ایک گروہ نے انکار کیا ہے اور وہ انکار خاص طور پر [نحن] سے متعلق ہے۔

② تفسیر الطبری: 173/19 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ ۖ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ ﴿٢٠﴾ لَا عُدْبَةَ

اور اس نے پرندوں کا جائزہ لیا تو کہا: کیا بات ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھ رہا ہوں (کیا وہ موجود ہے) یا وہ غیر حاضروں میں ہے ﴿٢٠﴾ (یہی بات ہے تو) میں

عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَا أَذْبَحُهَا ۖ أَوْ لِيَأْتِنِي بَسُطِينَ مُبِينٍ ﴿٢١﴾

اسے ضرورت سخت سزا دوں گا، یا اسے ذبح ہی کروں گا یا وہ میرے پاس کوئی واضح دلیل لائے ﴿٢١﴾

ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور اس کے لشکر تمہیں کچل ڈالیں اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔“ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی اس بات کو سن اور سمجھ لیا۔ ﴿فَتَبَسَّ ضَاحِكًا مِّن قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ﴾ ”تو وہ (سلیمان) اس کی بات سے خوش ہو کر مسکرائے اور کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار! مجھے توفیق عنایت کر کہ جو احسان تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیے ہیں ان کا شکر کروں اور ایسے نیک کام کروں کہ تو ان سے خوش ہو جائے۔“ یعنی تو مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجالاؤں جن سے تو نے مجھے سرفراز فرمایا اور مجھے پرندوں اور حیوانوں کی بولیاں بھی سکھا دیں اور میرے والدین کو جو تو نے اسلام اور ایمان کی نعمتوں سے نوازا ہے، ان کا شکر ادا کرنے کی بھی توفیق عطا فرما، پھر ایسے اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما جن سے تو خوش ہو جائے۔ ﴿وَادْخُلِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ﴾ ﴿١٩﴾ ”اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما۔“ یعنی جب تو مجھے فوت کرے تو اپنے نیک بندوں اور اپنے دوستوں میں داخل فرما دینا۔

تفسیر آیات: 20، 21

ہدہد کی غیر حاضری: مجاہد اور سعید بن جبیر وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر ائمہ تفسیر سے روایت کیا ہے کہ یہ ہدہد انجینئر تھا، سلیمان علیہ السلام جب جنگلوں اور صحراؤں میں ہوتے تو یہ پانی کی نشاندہی کرتا تھا۔ ﴿١﴾ یہ زمین کی گہرائیوں میں پانی کو اسی طرح دیکھ لیا کرتا تھا جیسے انسان زمین کے باہر کی چیزوں کو دیکھتا ہے۔ ہدہد یہ بھی بتا دیا کرتا تھا کہ پانی زمین کے اندر کتنی گہرائی میں ہے، جب یہ نشان دی کر دیتا تو حضرت سلیمان علیہ السلام جنوں کو حکم دیتے کہ وہ زمین کھودیں اور اس طرح ان کے کھودنے سے پانی نکل آیا کرتا تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک دن ایک جنگل میں پڑاؤ ڈالا تو انھوں نے پرندوں کا جائزہ لیا تا کہ ہدہد کو دیکھیں مگر وہ نظر نہ آیا، ﴿فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ ۖ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ﴾ ﴿٢٠﴾ ”تو کہا: کیا بات ہے کہ مجھے ہدہد نظر نہیں آ رہا ہے (کیا وہ موجود ہے) یا کہیں غائب ہو گیا ہے۔“ ﴿٢١﴾ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک دن یہ بات بیان فرمائی، اس وقت حاضرین میں نافع بن ازرق نامی ایک خارجی بھی تھا جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پر بہت اعتراضات کرتا رہتا تھا۔ یہ سن کر کہنے لگا: ابن عباس! رک جائیں، آج آپ مغلوب ہو گئے ہیں، آج میرے سوال کا آپ سے جواب نہ بن پڑے گا، آپ نے فرمایا:

﴿١﴾ تفسیر ابن ابی حاتم: 2860/9۔ ﴿٢﴾ تفسیر الطبری: 176/19 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2860/9۔

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَلٍ مَبْنًى يَقِينٍ ②②

ابھی کوئی زیادہ دیر نہیں ٹھہرا تھا کہ (ہد ہوا گیا اور) اس نے کہا: میں نے (وہ کچھ) جان لیا ہے جس کے بارے میں آپ نہیں جانتے، اور میں آپ کے پاس

اِنِّیْ وَجَدْتُ اَمْرًا تَمْلِكُهُمْ وَاُوتِیْتُ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ ②③ وَجَدْتُهَا

سب سے ایک نئی خبر لایا ہوں ②③ بلاشبہ میں نے دیکھا کہ ایک عورت ان پر حکومت کرتی ہے، اور اسے (ضرورت کی) ہر چیز عطا کی گئی ہے، اور اس کا تخت

وَقَوْمُهَا یَسْجُدُونَ لِلشَّیْءِ مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَزَیِّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ قَصَدَهُمْ

عظیم الشان ہے ②③ میں نے اسے اور اس کی قوم کو دیکھا کہ وہ اللہ کے سوا سورت کو سجدہ کرتے ہیں، اور شیطان نے ان کے اعمال ان کے لیے پرکشش

عَنِ السَّبِیْلِ فَهُمْ لَا یَهْتَدُونَ ②④ اَلَا یَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ یُخْرِجُ الْخَبْءَ فِی السَّوَاتِ

بنادیے ہیں، پھر انھیں راہ (حق) سے روک دیا ہے، چنانچہ وہ ہدایت نہیں پاتے ②④ یہ کہ وہ اس اللہ کو سجدہ کریں جو آسمانوں اور زمین میں چھپی چیزیں

وَالْاَرْضِ وَیَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ②⑤ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ②⑥

نکالتا ہے، اور وہ (سب کچھ) جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو ②⑤ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی بہت بڑے عرش کا مالک ہے ②⑥

کیا سوال ہے؟ اس نے کہا کہ آپ بیان کر رہے ہیں کہ ہد ہد زمین کی گہرائیوں میں پانی دیکھ لیتا ہے، مگر بچہ جال میں دانہ رکھ کر اس جال پر مٹی ڈال دیتا ہے، ہد ہد دانہ پکڑنے کے لیے آتا ہے تو اس جال میں پھنس جاتا ہے اور بچہ اسے شکار کر لیتا ہے (اگر اسے جال نظر نہیں آتا تو زمین کی گہرائیوں میں پانی کیسے نظر آئے گا؟) آپ نے فرمایا کہ اس کا یہ سوال اس قابل نہیں کہ اس کا جواب دیا جائے، اگر یہ بات نہ ہوتی کہ یہ کہے گا کہ میں نے سوال کیا مگر ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کا جواب نہ دے سکے تو میں اس کے سوال کا جواب نہ دیتا، پھر آپ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم پر افسوس ہے کہ تمہیں یہ معلوم نہیں کہ جب تقدیر غالب آجائے تو آنکھ اندھی ہو جاتی ہے اور کوئی تدبیر کام نہیں آتی، یہ جواب سن کر نافع نے آپ سے کہا: اللہ کی قسم! قرآن کی کسی بات کے بارے میں، میں آپ سے کبھی بھی جھگڑا نہیں کروں گا۔ ①

اور فرمایا: ﴿لَاعَذِبْنَهُ عَذَابًا شَدِیْدًا﴾ ”میں ضرور اس (ہد ہد) کو سخت سزا دوں گا۔“ اعمش نے منہال بن عمرو سے انھوں نے سعید سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سخت سزا سے مراد پروں کو اکھاڑ دینا ہے۔ ② عبد اللہ بن شداد کا قول ہے کہ اس سے مراد پروں کو اکھاڑ کر اسے دھوپ میں ڈال دینا ہے۔ ③ دیگر کئی ایک ائمہ سلف سے بھی یہی منقول ہے کہ اس سے مراد پروں کو اکھاڑ کر پھینک دینا ہے تاکہ اسے کیڑے اور چیونٹیاں کھا جائیں۔ ④ ﴿اَوْ لَا اَذِیْبْنَهُ﴾ ”یا ضرور اسے ذبح کر ڈالوں گا۔“ یعنی قتل کر دوں گا۔ ﴿اَوْ لَیَاْتِیْنِیْ سُلٰطٰنٌ مُّبِیْنٌ﴾ ”یادہ میرے سامنے (اپنی بے قصوری کی) صریح دلیل پیش کرے۔“ یعنی واضح عذر پیش کرے۔ سفیان بن عیینہ اور عبد اللہ بن شداد نے بیان کیا ہے کہ جب ہد ہد آیا تو پرندوں نے اس سے پوچھا: تم پیچھے کیوں رہ گئے۔ سلیمان علیہ السلام نے تو تمہارے خون کی نذر مان لی ہے؟ اس

① تفسیر القرطبی: 178، 177/13 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2860، 2859/9. ② تفسیر الطبری: 177/19. ③ تفسیر ابن

ابی حاتم: 2862/9. ④ تفسیر ابن ابی حاتم: 2862/9.

نے کہا: کیا کوئی استثناء کی صورت بھی انھوں نے رکھی ہے؟ پرندوں نے بتایا: ہاں، انھوں نے یہ فرمایا ہے کہ میں اسے سخت سزا دوں گا یا ذبح کر ڈالوں گا یا میرے سامنے (اپنی بے قصوری کی) صریح دلیل پیش کرے، یہ سن کر ہد کہنے لگا: تب تو میں نجات پا گیا۔^①

تفسیر آیات: 26-22

ہد ہر سلیمان علیہ السلام کے دربار میں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَكَتَّ عِيْرَ بَعِيْدٍ﴾ یعنی ابھی کوئی زیادہ مدت نہیں گزری تھی، پھر ہد ہد آ موجود ہوا اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہنے لگا: ﴿اَحَطُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ﴾ ”مجھے ایک ایسی چیز معلوم ہوئی ہے جس کی آپ کو خبر نہیں“، یعنی مجھے ایک ایسی بات معلوم ہوئی ہے جو آپ کو اور آپ کے لشکروں کو بھی معلوم نہیں ہو سکی۔ ﴿وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَلٍ يَنْبِئُ يَقِيْنٌ﴾^② ”اور میں آپ کے پاس شہر سب سے ایک یقینی خبر لے کر آیا ہوں“، یعنی ایسی خبر جو یقین کی حد تک سچی ہے۔ سب کے لوگ حَمِيْرَی تھے اور ہی یمن کے بادشاہ تھے۔

پھر ہد ہد نے بتایا: ﴿اِنِّیْ وَجَدْتُ اِمْرَاةً تَمْلِكُهُمْ﴾ ”میں نے ایک عورت کو پایا کہ ان لوگوں پر بادشاہت کرتی ہے۔“ حسن بصری فرماتے ہیں کہ اس عورت سے مراد بلقیس بنت شراحیل ہے جو سب کی ملکہ تھی۔^③ ﴿وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ﴾ ”اور اسے (ضرورت کی) ہر چیز دی گئی ہے۔“ یعنی اسے دنیا کا ہر وہ ساز و سامان میسر ہے جس کی کسی بھی حکمران کو ضرورت ہوتی ہے۔ ﴿وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ﴾^④ ”اور اس کا ایک بڑا تخت ہے۔“ یعنی اس کا وہ تخت جس پر وہ بیٹھی ہے بہت عظیم الشان اور سونے اور انوار و اقسام کے موتیوں اور جواہر سے مرصع ہے۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ یہ تخت ایک بہت عظیم الشان، بلند و بالا اور مضبوط و مستحکم محل میں رکھا ہوا تھا اور اس محل میں تین سو ساٹھ روشن دان مشرق کی طرف اور تین سو ساٹھ مغرب کی طرف تھے۔ اسے اس انداز سے تعمیر کیا گیا تھا کہ ہر روز دھوپ ایک روشن دان سے داخل ہوتی اور پھر اس کے بالمقابل روشن دان سے (غروب کے وقت) دھوپ ختم ہو جاتی، جبکہ سب کے لوگ صبح و شام سورج کو سجدہ کیا کرتے تھے، اسی لیے ہد ہد نے کہا:

﴿وَجَدْتُهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَرَبِّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمٰلُهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ﴾ ”میں نے پایا کہ وہ اور اس کی قوم اللہ کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور شیطان نے ان کے اعمال انھیں آراستہ کر دکھائے ہیں، سوان کو رستے سے روک رکھا ہے۔“ یعنی حق کے رستے سے، ﴿فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ﴾^⑤ ”پس وہ ہدایت یافتہ نہیں ہوتے۔“

اور فرمایا: ﴿اَلَا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ﴾ ”کہ اللہ کو کیوں سجدہ نہ کریں۔“ اس کے معنی یہ ہیں کہ ﴿وَرَبِّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمٰلُهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ﴾^⑥ ”اور شیطان نے ان کے اعمال ان کے لیے پرکشش بنا دیے ہیں، پھر انھیں راہ (حق) سے روک دیا ہے، چنانچہ وہ ہدایت نہیں پاتے، یہ کہ وہ اس اللہ کو سجدہ کریں۔“ یعنی وہ راہ حق کو

قَالَ سَنَنْظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْكَذَّابِينَ ﴿٢٧﴾ إِذْ هَبْ بِكِشْيَىٰ هَذَا فَلَاقَهُ

سلیمان نے کہا: ہم جلد ہی دیکھیں گے آیا تو نے سچ کہا یا تو جھوٹوں میں سے ہے ﴿۷۷﴾ میرا یہ خط لے جا اور اسے ان کی طرف ڈال دے، پھر ان سے ہٹ

إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَأَنْظِرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ ﴿٢٨﴾ قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ إِنِّي

(کر بیٹھ) جا، سو دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں (28) ملکہ سبائے کہا: اے سردارو! بلاشبہ میری طرف ایک گرامی نامہ ڈالا گیا ہے (29) بے شک وہ سلیمان کی

أُلْقِيَ إِلَى كِتَابٍ كَرِيمٍ ﴿٢٩﴾ إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمٍ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿٣٠﴾

طرف سے ہے، اور بے شک اس کا آغاز اللہ کے نام سے ہے جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے (30) یہ کہ تم میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو،

أَلَا تَعْلَمُونَ عَلَىٰ وَأَتُونِي مُسْلِمِينَ ع (31)

اور فرماں بردار ہو کر میرے پاس چلے آؤ (31)

نہیں جانتے اور راہِ حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ نجوم و کواکب کے بجائے، اخلاص کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کیا

جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ الْاَيُّ الْاَيُّ وَاللَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُ لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ

وَأَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿٣٧﴾ (حَم السجدة: 41: 37) ”اور اسی کی نشانیوں میں سے رات

اور دن اور سورج اور چاند بھی ہیں، تم لوگ نہ تو سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو اگر واقعی تم اسی کی عبادت کرتے ہو تو تم اس اللہ کو

سجدہ کرو جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے۔“ اس کا فرمان ہے: **الَّذِي يُخْرِجُ الْغَبَّ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ** ”جو آسمانوں

اور زمین میں پھپی چیزوں کو ظاہر کر دیتا ہے۔“ علی بن ابیطالح نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ

آسمان اور زمین کی پہچانی چیز کو جانتا ہے۔ عکرمہ، مجاہد، سعید بن جبیر، قتادہ اور لڑی ایک ائمہ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ﴿٢٥﴾**

یسی بندے اپنے بن اموال و افعال کو پوشیدہ رکھنے یا ظاہر کرتے ہیں وہ سب لو جانتا ہے، جیسا کہ فرمایا: سَوَاءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ

اسْتَرْاقُولُ وَمَنْ جَهْرٍ بِمَنْ هُوَ مُسْتَحْفٍ بِأَيْلٍ وَسَارِبٍ بِالنَّهَارِ ۝ (الرعد 10:13) لَوْ مِثْلَ سَيِّئَةٍ

سے بات ہے یا پھر ریاریات کو میں چھپ جائے یا دن (کی روشنی) میں مٹھکا چپے پھرے (سے) نزدیک بڑا بڑ ہے۔ اور

یعنی اللہ تمہارے جس کسب الٰہیہ کیلئے تمہارے عظیم کاموں کے مخلوقات میں سے ایک کرمش عظیم سے

یہ اللہ وہ ہے جس سے خواہاں ہوا کرتے ہیں۔ اور وہ جس سے یہاں تک ہے کہ وہ لوگ کہیں سے اس سے یہاں

ثالثاً: یہ تو مسلمانانِ عالمؑ نے اسے قتل کر کے منع کر دیا جس کا امام احمد، ابو داؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابو بکرؓ کے

روایت کیا ہے کہ [اِنَّ النَّسَّۃَ] ^۱نہ: ع: قُتِلَ: اُرْعَمَ: الدَّوَابَّ: النَّمْلَةُ: وَالنَّحْلَةُ: وَالْهُدُودُ وَالصُّدُرُ ^۲” کے شک

[illegible]

① تفسير ابن أبي حاتم: 2868/9. ② تفسير ابن أبي حاتم: 2869, 2868/9. وتفسير الطبري: 183, 182/19. ③

مذکورہ ائمہ نے یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بجائے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کی ہے۔

نبی ﷺ نے چار جانوروں کے قتل سے منع فرمایا ہے: (1) چوئی (2) شہد کی مکھی (3) ہد ہد اور (4) لٹورا۔^① اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

تفسیر آیات: 27-31

سلیمان علیہ السلام کا نامہ گرامی بلقیس کے نام: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ ہد ہد نے جب اہل سبا اور ان کی ملکہ کی سلیمان علیہ السلام کو خبر دی تو انھوں نے فرمایا: ﴿سَنَنْظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْكَاذِبِينَ﴾^② ”ہم دیکھیں گے کہ تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹوں میں سے ہے۔“ یعنی تو اپنی اس خبر میں سچا ہے یا تو نے یہ جھوٹی بات بنالی ہے تاکہ اس وعید سے بچ سکے جس کا میں نے تیرے بارے میں اعلان کیا ہے۔ ﴿إِذْ هَبْ بَنَاتِي هَذَا فَاَلْقِيْهُ لِيَّهِنَّ ثُمَّ تَوَلَّى عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ﴾^③ ”میرا یہ خط لے جا اور اسے ان کی طرف ڈال دے، پھر ان سے ہٹ کر دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔“ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس اور اس کی قوم کے نام ایک خط لکھا اور وہ ہد ہد کو دے دیا، ہد ہد نے اس خط کو لے لیا، ایک قول کے مطابق ہد ہد نے پرندوں کی عادت کے مطابق اسے اپنے پروں میں لے لیا اور دوسرے قول کے مطابق اسے اپنی چونچ کے ساتھ پکڑ لیا، ان کے علاقے میں چلا گیا اور بلقیس کے محل میں اس کے خلوت کدے کے روشن دان سے اس کے سامنے خط گرا دیا اور ادب سے ایک طرف ہٹ گیا، بلقیس یہ دیکھ کر حیران و پریشان ہو گئی، پھر اس نے خط پکڑا، اسے کھولا اور پڑھا، اس میں یہ مضمون لکھا ہوا تھا: ﴿إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ﴾^④ ﴿أَلَا تَعْلَمُونَ عَلَىٰ وَأَتُونِي مَسْلُوبِينَ﴾^⑤ ”بے شک یہ سلیمان کی طرف سے ہے اور بے شک یہ اللہ کے نام سے ہے جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔ (بعد اس کے) یہ کہ میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو اور مطیع و منقاد ہو کر میرے پاس چلے آؤ۔“ یہ خط پڑھ کر اس نے اپنی حکومت و مملکت کے امراء، وزراء اور تمام بڑے لوگوں کو جمع کیا اور ان سے کہا: ﴿يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَيُّ إِلَهِي كُنْتُ كَايِمٌ﴾^⑥ ”سر دارو! میری طرف ایک نامہ گرامی ڈالا گیا ہے۔“ اس نامے کو گرامی اس نے اس لیے قرار دیا کہ اس نے یہ عجیب معاملہ دیکھا تھا کہ اسے ایک پرندہ لے کر آیا تھا جس نے اسے اس کے سامنے ڈال دیا تھا، پھر ادب سے ایک طرف ہٹ گیا اور یہ بات دنیا کے بادشاہوں میں سے کسی کے بس میں نہیں۔

اور ملکہ نے تمام درباریوں کو خط پڑھ کر سنایا: ﴿إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ﴾^⑦ ﴿أَلَا تَعْلَمُونَ عَلَىٰ وَأَتُونِي مَسْلُوبِينَ﴾^⑧ ”بے شک یہ سلیمان کی طرف سے ہے اور بے شک یہ اللہ کے نام سے ہے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ (بعد اس کے) یہ کہ میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو اور مطیع و منقاد ہو کر میرے پاس چلے آؤ۔“ درباریوں کو معلوم ہو گیا کہ یہ نامہ گرامی اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہے اور ان میں ان کے مقابلے کی تاب نہیں ہے۔ یہ مکتوب

① مسند أحمد: 332/1 و سنن أبی داود، الأدب، باب فی قتل الذرّ، حدیث: 5267 و سنن ابن ماجہ، الصید، باب

مانیہی عن قتله، حدیث: 3224.

قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي أَمْرِي مَا كُنْتُ قَاطِعَةً أَمْرًا حَتَّى تَشْهَدُونِ ﴿٣٢﴾ قَالُوا نَحْنُ

ملکہ سب نے کہا: اے سردارو! میرے اس معاملے میں مجھے مشورہ دو، کسی معاملے کا قطعی فیصلہ میں اس وقت تک نہیں کرتی جب تک تم میرے پاس موجود

أُولُوا قُوَّةٍ وَأُولُوا بَأْسٍ شَدِيدٍ ۚ وَالْأَمْرُ إِلَيْكِ فَانْظُرِي مَاذَا تَأْمُرِينَ ﴿٣٣﴾ قَالَتْ إِنَّ

نہ ہو (اور مجھے مشورہ نہ دو) ﴿٣٣﴾ انھوں نے کہا: ہم قوت والے اور سخت جنگجو ہیں، اور (فیصلے کا) تمام اختیار آپ کے پاس ہے، آپ خود دیکھ لیں کہ آپ کیا حکم

الْمُلُوكِ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعْرَاجَ أَهْلِهَا آذِلَّةً ۚ وَكَذَلِكَ يَفْعَلُونَ ﴿٣٤﴾

دیتی ہیں ﴿٣٤﴾ اس نے کہا: بلاشبہ بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے خراب کرتے اور اس کے باعزت لوگوں کو ذلیل کرتے ہیں، اور یہ بھی

وَأِنِّي مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنْظُرَآ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُونَ ﴿٣٥﴾

اسی طرح کریں گے ﴿٣٥﴾ اور بے شک میں ان کی طرف کوئی ہدیہ بھیجتی ہوں، پھر دیکھتی ہوں قاصد کیا (جواب) لے کر لوٹتے ہیں؟ ﴿٣٥﴾

گرامی حد درجہ مختصر اور فصیح و بلیغ تھا۔ بہت ہی آسان اور احسن عبارت میں مفہوم ادا کیا گیا تھا۔ ﴿اَلَا تَعْلَمُوْنَ﴾ کے قنادہ نے یہ معنی کیے ہیں کہ میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو۔ ﴿وَاتَوْنِي مُسْلَبِينَ﴾ ﴿١١﴾ ”اور مطیع و فرماں بردار ہو کر میرے پاس چلے آؤ“ عبدالرحمن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آنے سے انکار نہ کرو اور نہ تکبر کرو بلکہ فرماں بردار ہو کر فوراً چلے آؤ۔ ﴿٢﴾

تفسیر آیات: 32-35

بلیقیس کا درباریوں سے مشورہ: بلیقیس نے جب انھیں حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط پڑھ کر سنایا تو ان سے اس پیش آمدہ معاملے میں مشورہ کیا اور کہا: ﴿يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي أَمْرِي مَا كُنْتُ قَاطِعَةً أَمْرًا حَتَّى تَشْهَدُونِ﴾ ﴿٣٢﴾ ”اے سردارو! میرے اس معاملے میں مجھے مشورہ دو، جب تک تم میرے پاس حاضر نہ ہو میں کسی کام کا فیصلہ کرنے والی نہیں“، یعنی جب تک تم حاضر ہو کر مشورہ نہ دو اس وقت تک میں کوئی فیصلہ نہیں کیا کرتی۔ ﴿قَالُوا نَحْنُ أُولُوا قُوَّةٍ وَأُولُوا بَأْسٍ شَدِيدٍ﴾ ”وہ بولے کہ ہم بڑے زور آور اور سخت جنگجو ہیں۔“، یعنی اگر تم ان سے جنگ کرنا چاہتی ہو تو ہم بھی منہ موڑنے والے نہیں ہیں، اس کے باوجود سارا معاملہ آپ کے اختیار میں ہے، آپ جو حکم دیں ہم اطاعت بجالائیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بلیقیس نے کہا: ﴿إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعْرَاجَ أَهْلِهَا آذِلَّةً﴾ ”بے شک بادشاہ جب کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تباہ کر دیتے ہیں اور وہاں کے عزت والوں کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَكَذَلِكَ يَفْعَلُونَ﴾ ﴿٣٤﴾ ”اور اسی طرح یہ بھی کریں گے۔“ ﴿٣٤﴾ پھر اس نے صلح جوئی، امن و سلامتی، دھوکے اور قلعہ کے پہلو کو اختیار کرنے کا ذکر کرتے ہوئے کہا: ﴿وَأِنِّي مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنْظُرَآ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُونَ﴾ ﴿٣٥﴾ ”بلاشبہ میں ان کی طرف کچھ تحفہ بھیجتی ہوں، پھر دیکھتی ہوں کہ قاصد کیا جواب لاتے ہیں۔“، یعنی میں اس

﴿١﴾ تفسیر ابن ابی حاتم: 2874/9. ﴿٢﴾ تفسیر ابن ابی حاتم: 2874/9. ﴿٣﴾ تفسیر ابن ابی حاتم: 2877/9 و تفسیر

الطبری: 188/19.

فَلَمَّا جَاءَ سُلَيْمَنُ قَالَ ائْتِدُونَنِي بِسَالٍ فَمَا آتَيْنَاكَ اللَّهُ خَيْرٌ مِمَّا آتَاكَ بَلْ أَنْتُمْ

چنانچہ جب قاصد سلیمان کے پاس پہنچا، تو سلیمان نے کہا: کیا تم مال کے ساتھ میری مدد کرنا چاہتے ہو، مجھے اللہ نے جو دیا ہے وہ اس سے بہت بہتر ہے

بِهَدْيَيْتِكُمْ تَفْرَحُونَ ﴿٣٦﴾ اَرْجِعْ إِلَيْهِمْ فَلَنَأْتِيَنَّهُمْ بِجُنُودٍ لَا قَبْلَ لَهُمْ بِهَا

جو اس نے تمہیں دیا ہے، بلکہ تم خود ہی اپنے ہدیے کے ساتھ خوش رہو ﴿٣٦﴾ تو ان کی طرف لوٹ جا، اب ہم ضرور ان پر ایسے لشکروں سے چڑھائی کریں

وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِنْهَا أَذِلَّةً وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿٣٧﴾

گے کہ ان (تمہارے لوگوں) میں ان کے خلاف لڑنے کی طاقت نہ ہوگی، اور ہم ضرور انہیں ذلیل کر کے وہاں سے نکال دیں گے، اور وہ خوار ہوں گے ﴿٣٧﴾

کے شایان شان کوئی تحفہ بھیجتی ہوں اور دیکھتی ہوں کہ اس کے بعد اس کا کیا جواب ہوگا، ہو سکتا ہے کہ وہ تحفہ قبول کر کے ہمارے بارے میں اپنا ارادہ بدل لے یا ہم پر کوئی خراج مقرر کر دے جسے ہم ہر سال ادا کر دیا کریں گے تاکہ وہ ہم سے جنگ و جدال نہ کرے۔ قنادہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے اور اس سے راضی ہو، یہ حالت اسلام اور حالت شرک میں کس قدر عقل مند تھی! اسے علم تھا کہ تحفے کا لوگوں پر خوش گوار اثر پڑتا ہے۔ ^(۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی ائمہ تفسیر نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس نے کہا تھا کہ اگر وہ تحفہ قبول کر لے تو وہ ایک بادشاہ ہوگا، لہذا اس سے جنگ کرو اور اگر وہ تحفہ قبول نہ کرے تو وہ ایک نبی ہوگا، پس ان کی اطاعت کرو۔ ^(۲)

تفسیر آیات: 37، 36

بلقیس کا تحفہ اور سلیمان علیہ السلام کا جواب: سلف میں سے کئی مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ اس نے سونے، ہیرے اور جواہرات کی صورت میں بہت عظیم الشان تحفہ ارسال کیا تھا مگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے کوئی اہمیت نہ دی بلکہ اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا، آپ نے اعراض فرمایا اور ان سے خفا ہوتے ہوئے فرمایا: **اِئْتِدُونَنِي بِسَالٍ** ”کیا تم مجھے مال سے مدد دینا چاہتے ہو؟“ یعنی تم مجھے مال کا لالچ دینا چاہتے ہو تاکہ میں تمہیں حالت شرک میں رہنے دوں اور تمہارے ملک کو بھی کچھ نہ کہوں! **فَمَا آتَيْنَاكَ اللَّهُ خَيْرٌ مِمَّا آتَاكَ** ”تو جو کچھ اللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے، وہ اس سے بہت بہتر ہے جو تمہیں دیا ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو بادشاہت، مال و دولت اور لشکر ہائے جرار مجھے عطا فرمائے ہیں، وہ تمہاری حکومت و دولت سے بدرجہا بہتر ہیں۔ **بَلْ أَنْتُمْ بِهَدْيَيْتِكُمْ تَفْرَحُونَ** ﴿٣٦﴾ ”بلکہ اپنے تحفے سے تم ہی خوش ہوتے ہو گے۔“ تم تحفے تحائف لے کر مطیع و منقاد ہو جاتے ہو مگر میں تو صرف تمہاری طرف سے اسلام ہی قبول کروں گا یا پھر تلوار سے تمہارے خلاف جہاد کروں گا۔ **اَرْجِعْ إِلَيْهِمْ** ”ان کے پاس واپس جاؤ۔“ اور ان کا تحفہ انہیں واپس کر دو۔ **فَلَنَأْتِيَنَّهُمْ بِجُنُودٍ لَا قَبْلَ لَهُمْ بِهَا** ”پس ہم ان پر ایسے لشکر لے کر حملہ کریں گے جن کے مقابلے کی ان میں طاقت نہ ہوگی۔“ وہ ان لشکروں سے ہرگز نہ لڑ سکیں گے۔ **وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِنْهَا أَذِلَّةً وَهُمْ صَاغِرُونَ** ﴿٣٧﴾ ”اور ہم ان کو وہاں سے بے عزت کر کے ضرور نکال

قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُوا أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ﴿٣٨﴾ قَالَ عَفَرْتُ مِّنْ

اس (سلیمان) نے کہا: اے سردارو! تم میں سے کون ہے جو ان کے میرے پاس مطیع ہو کر آنے سے پہلے اس (ملکہ سہا) کا تخت میرے پاس لے

الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ مِنْ مَّقَامِكَ ۖ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ ﴿٣٩﴾ قَالَ

آئے ﴿٣٩﴾ جنوں میں سے ایک دیو (طاقت ور جن) نے کہا: وہ میں آپ کو لادیتا ہوں، اس سے پہلے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں، اور بلاشبہ میں اس کی طاقت

الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ ۚ فَلَمَّا رَآهُ

رکھتا ہوں، امانت دار بھی ہوں ﴿٣٩﴾ اس نے کہا جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ آپ کی پلک جھپکنے سے بھی پہلے وہ تخت میں آپ کو لادیتا ہوں، پھر جب

مُسْتَقَرًّا عِنْدَهُ قَالَ هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي ۖ لِيَبْلُوَنِي ۖ أَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ ۚ وَمَنْ شَكَرَ

سلیمان نے وہ تخت اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا: یہ میرے رب کا فضل ہے، تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ کیا میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری، اور جو کوئی شکر

فَأَتَىٰ بِشُكْرِ لِنَفْسِهِ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّيَ عَزِيزٌ كَرِيمٌ ﴿٤٠﴾

کرے تو بس وہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے، اور جو کوئی ناشکری کرے تو بلاشبہ میرا رب بڑا بے پروا، نہایت فیاض ہے ﴿٤٠﴾

دیں گے اور وہ ذلیل ہوں گے۔“ یعنی انھیں ذلیل و رسوا کر کے ہم انھیں ان کے ملک سے نکال دیں گے۔ جب بلیقیس کے قاصد اس کے تحفے کو لے کر واپس آ گئے اور انھوں نے سلیمان علیہ السلام کا پیغام بھی پہنچا دیا تو بلیقیس اور اس کی قوم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی اطاعت کو اختیار کر لیا اور ذلیل و رسوا ہو کر اپنے تمام لاؤ لشکر سمیت حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف چل دی تاکہ ان کی تعظیم بجالائے اور اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دے، حضرت سلیمان علیہ السلام کو جب ان کی آمد کا علم ہوا تو آپ بہت خوش ہوئے۔

تفسیر آیات: 38-40

ایک لحظہ میں بلیقیس کے تخت کی حاضری: محمد بن اسحاق نے یزید بن رومان سے روایت کیا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کا جواب لے کر جب قاصد بلیقیس کے پاس واپس گئے تو اس نے آپ کا جواب سن کر کہا: اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ یہ بادشاہ نہیں ہیں۔ ہم میں ان کے مقابلے کی طاقت نہیں ہے۔ ہم اپنی تدبیروں اور چالوں سے بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو اس نے دوبارہ حضرت سلیمان کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ میں اپنی قوم کے حکمرانوں کے ساتھ آپ کے پاس آ رہی ہوں تاکہ دیکھوں کہ آپ کا کیا معاملہ ہے اور آپ کس دین کی دعوت دیتے ہیں، پھر اس نے اپنے شاہی تخت کے متعلق حکم دیا جس پر وہ بیٹھتی تھی اور وہ سونے کا بنا ہوا اور یا قوت، زبرد اور موتیوں سے سجا ہوا تھا، چنانچہ اس کو سات کمروں میں چھپا دیا گیا جبکہ ایک کمرہ دوسرے کے اندر تھا، پھر ان کے دروازوں پر تالے لگا دیے گئے اور اس نے جن لوگوں کو اپنے پیچھے چھوڑا تھا ان سے کہا کہ میری حکومت کے اس تخت کی حفاظت کرنا، کسی انسان کو اس کے پاس نہ جانے دینا اور میری واپسی تک کسی کو نہ دکھانا، پھر وہ شاہان یمن کے بارہ سرداروں کی معیت میں حضرت سلیمان کی طرف روانہ ہوئی، ہر سردار کے ماتحت کئی ہزار لوگ تھے۔

اُدھر حضرت سلیمان جن روانہ کر دیتے تھے جو ہر دن اور رات کی رپورٹ دے دیا کرتے تھے کہ وہ کہاں تک پہنچ گئی ہے حتیٰ

کہ جب وہ بالکل قریب پہنچ گئی تو حضرت سلیمان نے اپنے ماتحت جنوں اور انسانوں کو جمع کیا اور ان سے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشَهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ﴾ ﴿٣٨﴾ ”اے سردارو! کوئی تم میں سے ایسا ہے کہ قبل اس کے کہ وہ لوگ فرماں بردار ہو کر میرے پاس آئیں، اس (ملکہ) کا تخت میرے پاس لے آئے۔“ ﴿٣٩﴾ ﴿قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ الْجِنِّ﴾ ”جنات میں سے ایک قوی ہیکل جن نے کہا۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ یہ ایک دیو پیکر جن تھا۔ ﴿٤٠﴾ ابوصالح کہتے ہیں کہ یوں معلوم ہوتا تھا گویا پہاڑ ہو۔ ﴿٤١﴾ ﴿أَنَا أَتَيْتُكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ مِنْ مَّقَامِكَ﴾ ”قبل اس کے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں میں اس کو آپ کے پاس لے آؤں گا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ قبل اس کے کہ آپ اپنی اس مجلس سے اٹھیں، میں اسے آپ کے پاس لے آؤں گا۔ ﴿٤٢﴾ سدی اور دیگر ائمہ نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام فیصلے فرمانے، امور حکومت چلانے اور خوراک وغیرہ کے لیے دن کے آغاز سے لے کر زوال آفتاب تک لوگوں کے لیے دربار لگایا کرتے تھے۔ ﴿٤٣﴾

﴿وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيَّ أَمِينٌ﴾ ﴿٣٩﴾ ”اور بلاشبہ میں اس پر یقیناً پوری قوت رکھنے والا، امانت دار ہوں۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے اس کے اٹھانے کی طاقت بھی ہے اور میں اس کے موتیوں اور جواہرات کے بارے میں امانت کا بھی ثبوت دوں گا۔ حضرت سلیمان نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس اس سے بھی جلدی لایا جائے۔ ﴿٤٤﴾ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کسی عظیم الشان سلطنت بخشی تھی! اور اس طرح کے لشکر ہائے جبار آپ کے تابع فرمان کر دیے تھے جو کسی اور کو عطا نہیں کیے گئے اور نہ آپ کے بعد کسی اور کو عطا کیے جائیں گے۔ آپ اس بات کو بلیقے اور اس کی قوم کے سامنے اپنی نبوت کی دلیل کے طور پر واضح کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ یہ بہت زبردست خرق عادت بات تھی کہ بلیقے اور اس کے وفد کی آمد سے قبل اس کے ملک سے اس کے تخت کو لایا جائے جبکہ اس نے اسے کئی کمروں کے اندر، تالے لگوا کر رکھا اور اس کی حفاظت کے لیے بہت سے چوکیداروں کو مقرر کر دیا تھا، بہر حال سلیمان علیہ السلام نے جب یہ فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تخت اس سے بھی جلدی لایا جائے تو ﴿قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ﴾ ”ایک شخص جس کو کتاب (الہی) کا علم تھا کہنے لگا۔“

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ سلیمان علیہ السلام کا کاتب آصف تھا۔ ﴿٤٥﴾ محمد بن اسحاق نے بھی یزید بن رومان سے روایت کیا ہے کہ یہ آصف بن برخیا تھا جو ایک سچا شخص تھا اور اسم اعظم جانتا تھا۔ ﴿٤٦﴾ قتادہ کہتے ہیں کہ یہ انسانوں میں سے ایک مومن تھا اور اس کا نام آصف تھا۔ ﴿٤٧﴾ ﴿أَنَا أَتَيْتُكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ﴾ ”میں آپ کی آنکھ کے جھپکنے سے پہلے پہلے

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2883/9 و تفسیر الطبری: 195، 194/19. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2884/9 و تفسیر الطبری:

197/19. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 2884/9. ④ تفسیر ابن ابی حاتم: 2884/9. ⑤ تفسیر ابن ابی حاتم: 2884/9

عن زہیر بن محمد. ⑥ تفسیر البغوی: 505/3 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2885/9. ⑦ تفسیر ابن ابی حاتم: 2885/9

و تفسیر البغوی: 505/3. ⑧ تفسیر ابن ابی حاتم: 2886/9 و تفسیر البغوی: 505/3. ⑨ تفسیر ابن ابی حاتم:

قَالَ نَكُرُوا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرُ أَتَهْتَدِي أَمْ تَكُونُ مِنَ الَّذِينَ لَا يَهْتَدُونَ ﴿٤١﴾ فَلَمَّا

سلیمان نے کہا: تم اس کے لیے اس کے تخت کی شکل بدل دو، ہم دیکھنے ہیں آیا وہ راہ پاتی ہے یا وہ ان لوگوں میں سے ہے جو راہ نہیں پاتے ﴿٤١﴾ پھر جب

جَاءَتْ قِيلَ أَهَكَذَا عَرْشُكِ قَالَتْ كَأَنَّهُ هُوَ وَأُوتِينَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا

وہ آئی تو کہا گیا: کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ وہ بولی: گویا کہ یہ وہی ہے، اور ہمیں اس سے پہلے ہی علم ہو چکا تھا اور ہم تابعدار بن گئے تھے ﴿٤٢﴾ اور اسے

مُسْلِمِينَ ﴿٤٢﴾ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَعْبُدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ

(عبادت الٰہی سے) اس چیز نے روک رکھا تھا جس کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتی تھی، کیونکہ وہ کافروں میں سے تھی ﴿٤٣﴾ اس سے کہا گیا: تو عمل میں داخل

كُفْرِينَ ﴿٤٣﴾ قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ عَنْ

ہو جا، پھر جب اس نے اس کو دیکھا تو اسے گہرا پانی سمجھا، اور اپنی دونوں پنڈلیوں سے (کپڑا) اٹھا لیا، سلیمان نے کہا: بلاشبہ یہ توشیوں سے بڑا صاف

سَاقِيهَا قَالَتْ إِنَّهُ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيرَ قَالَتْ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي

عمل ہے، اس نے کہا: اے میرے رب! بے شک (اب تک سورج کی عبادت کر کے) میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا، اور (اب) میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب

وَاسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤٤﴾

العالمین کی فرماں بردار ہو گئی ہوں ﴿٤٤﴾

اسے آپ کے پاس لے آتا ہوں۔“ یعنی بس آنکھ اٹھائیں اور اسے دیکھ لیں، یعنی جو نبی آپ آنکھ جھکیں گے وہ آپ کے سامنے

موجود ہوگا، پھر اس نے کھڑے ہو کر وضو کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اس نے یہ کہا: يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ! ﴿١﴾

جب سلیمان علیہ السلام اور آپ کے اہل دربار نے اسے دیکھا تو ﴿قَالَ هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي﴾ ”کہا کہ یہ میرے پروردگار کا

فضل ہے۔“ یعنی یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے جن سے اس نے مجھے سرفراز فرمایا ہے، ﴿لِيَبْلُوَنِي أَشْكُرُ

أَمْ أَكْفُرُ وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ﴾ ”تا کہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا کفرانِ نعمت کرتا ہوں اور جو شکر کرتا

ہے تو اپنے ہی فائدے کے لیے شکر کرتا ہے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا﴾ (ختم السجدة

46:41) ”جو نیک کام کرے گا تو اپنے لیے اور جو برے کرے گا تو ان کا ضرر اسی کو ہوگا۔“ اور اسی طرح فرمایا: ﴿وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا

فَلَا نَفْسُهُمْ يَهْتَدُونَ﴾ (الروم 44:30) ”اور جس نے نیک عمل کیے تو ایسے لوگ اپنے ہی لیے راہ سنوارتے ہیں۔“

اور فرمایا: ﴿وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَّبِّي عَنِّي كَرِيمٌ﴾ ”اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا پروردگار بڑا بے پروا، نہایت کرم والا

ہے۔“ خواہ کوئی اس کی عبادت نہ بھی کرے کیونکہ اس کی عظمت کسی کی محتاج نہیں ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا: إِنَّ

تَكْفُرُوا أَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَفِيٌّ حَمِيدٌ ﴿٨﴾ (ابراہیم 8:14) ”اگر تم اور جتنے اور لوگ زمین میں

ہیں سب کے سب ناشکری کرو تو بلاشبہ اللہ بڑا بے نیاز، خوب قابل تعریف ہے۔“ اور صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے:

[يَا عِبَادِي! لَوْ أَنَّ أُولَئِكَمْ وَأَخِرُكُمْ وَإِنْسُكُمْ وَجَنَّكُمْ كَانُوا عَلَى اتَّقَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِّنْكُمْ مَا زَادَ ذَلِكَ فِي مُلْكِي شَيْئًا، يَا عِبَادِي! لَوْ أَنَّ أُولَئِكَمْ وَأَخِرُكُمْ، وَإِنْسُكُمْ وَجَنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِّنْكُمْ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي شَيْئًا..... يَا عِبَادِي! إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا لَكُمْ، ثُمَّ أُوَفِّيكُمْ بِهَا، فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيُبْحَمِدِ اللَّهَ، وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ]

”اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے اور پچھلے، انسان اور جن تم میں سب سے زیادہ متقی انسان کے دل کی طرح ہو جائیں تو اس سے میری بادشاہت میں کچھ بھی اضافہ نہ ہوگا، اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے اور پچھلے، انسان اور جن تم میں سب سے بدکار انسان کے دل جیسے ہو جائیں تو اس سے میری بادشاہت میں کچھ بھی کمی نہ ہوگی..... اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جنہیں میں تمہارے لیے شمار کر کے رکھتا ہوں، پھر تمہیں ان کی پوری پوری جزا دوں گا، پس جو شخص کوئی خیر و بھلائی پائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرے اور اگر کوئی اس کے علاوہ کچھ اور پائے تو وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔“^(۱)

تفسیر آیات: 41-44

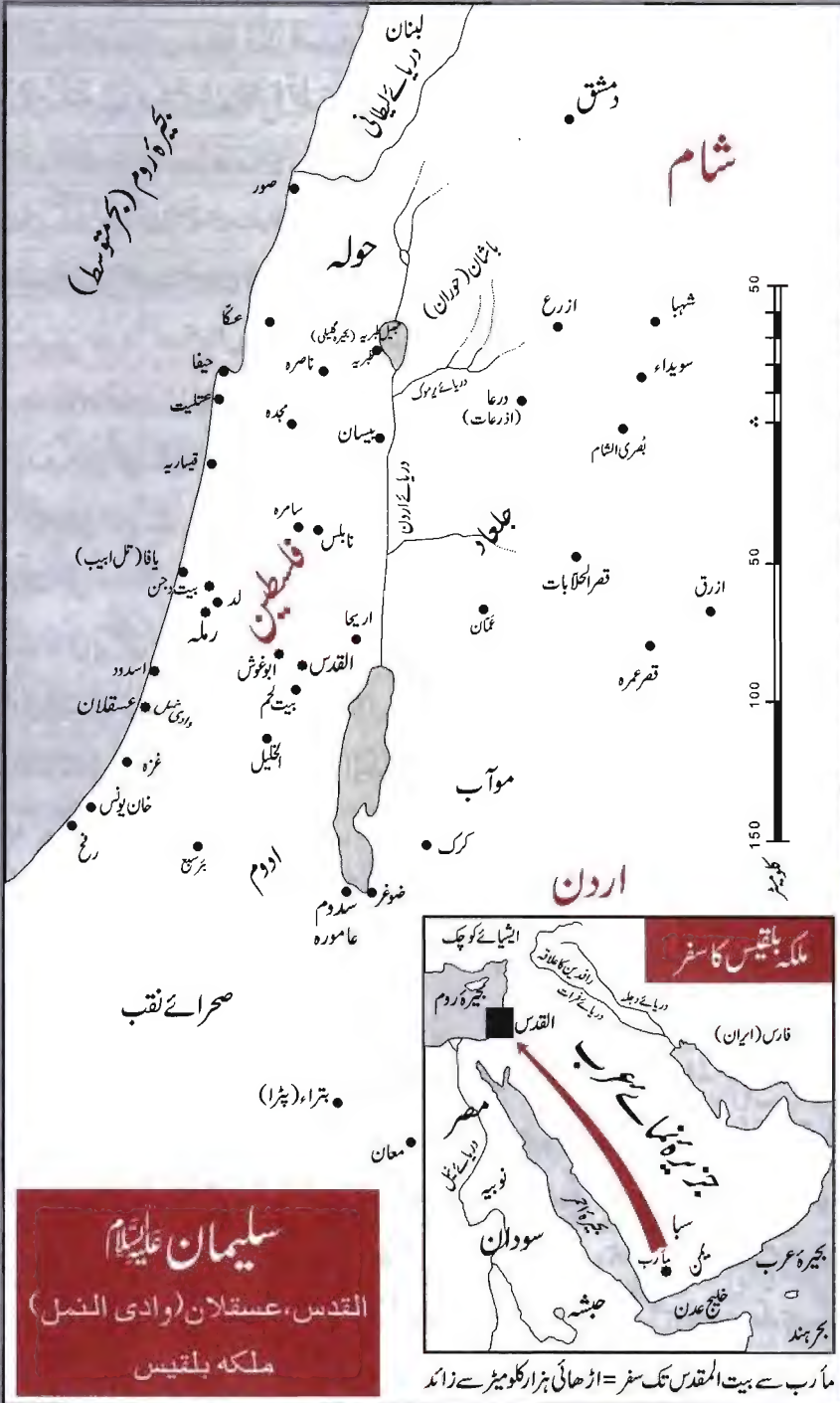
بلیس کا امتحان: جب بلیس کی آمد سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس اس کا تخت لایا گیا تو آپ نے حکم دیا اس میں کچھ تبدیلی کر دی جائے تاکہ آپ اس کا امتحان لے سکیں کہ اس تخت کو دیکھ کر اس کے بارے میں کیا کہتی ہے، کیا یہ اس کا تخت ہے یا اس کا تخت نہیں ہے، چنانچہ آپ نے فرمایا: ﴿لَنَذْرَا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرُ أَتَهْتَدِي أَمْ تَكُونُ مِنَ الَّذِينَ لَا يَهْتَدُونَ﴾^(۲) ”تم اس کے لیے اس کے تخت (کی شکل) کو بدل دو، ہم دیکھیں کہ کیا وہ (پیچانے کی) راہ پاتی ہے یا وہ ان لوگوں میں سے ہے جو راہ نہیں پاتے۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تخت کے موتی اور پائے اتار دیے گئے۔^(۳) مجاہد کہتے ہیں کہ آپ نے حکم دیا کہ جہاں سرخ رنگ ہے، وہاں زرد رنگ کر دیا جائے اور جہاں زرد ہے، اسے سرخ رنگ سے بدل دیا جائے اور جہاں سبز رنگ ہے، اسے بھی سرخ کر دیا جائے، الغرض! اس کی ہر چیز میں تبدیلی کر دی گئی۔^(۴)

عکرمہ کہتے ہیں کہ تخت میں انھوں نے کمی بیشی کر دی۔^(۵) قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے نیچے کے حصے کو اوپر اور اگلے حصے کو پیچھے کر دیا گیا اور اس میں کمی بیشی کر دی گئی۔ ﴿فَلَبَّا جَاءَتْ قَيْلٌ أَهْلُكَذَا عَرْشُكَ﴾ ”پھر جب وہ آپہنچی تو پوچھا گیا کہ کیا آپ کا تخت بھی اس طرح کا ہے۔“ یعنی تخت کو اس کے سامنے پیش کیا گیا جبکہ اس کی صورت بدل دی گئی اور اس میں کمی بیشی کر دی گئی تھی مگر بلیس میں بخشنگی اور عقل تھی، اس میں دانش اور احتیاط تھی، لہذا اس نے فوراً یہ نہیں کہا کہ یہ اس کا تخت ہے کیونکہ اس کا تخت وہاں سے بہت بعید مسافت پر تھا اور نہ اس نے یہ کہا کہ اس کا تخت نہیں ہے کیونکہ گواہ اس میں بہت تبدیلی کر دی گئی تھی لیکن اس کے تخت کے آثار و صفات اور نشانات اس میں موجود تھے، اس لیے اس نے جواب دیا: ﴿كَانَ هُوَ﴾

① صحیح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحریم الظلم، حدیث: 2577 عن أبي ذر، ② تفسیر ابن ابی حاتم:

2890/9 و تفسیر الطبری 2021/19 بالفاظ دیگر۔ ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 2890/9۔ ④ تفسیر ابن ابی حاتم: 2890/9۔

⑤ تفسیر ابن ابی حاتم: 2890/9۔



”یہ تو گویا (ہو بہو) وہی ہے۔“ یعنی اس طرح کا ہے اور اس سے مشابہت رکھتا ہے۔ اس کا یہ جواب حد درجہ ذہانت و فطانت پر مبنی تھا۔ ﴿وَأَوْتَيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِينَ﴾^② ”اور ہم اس سے پہلے ہی علم دے دیے گئے تھے اور ہم فرماں بردار تھے۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ یہ سلیمان علیہ السلام کا قول ہے۔^①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَعْبُدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كَافِرِينَ﴾^④ ”اور وہ جو اللہ کے سوا (اور کی) پرستش کرتی تھی (سلیمان نے) اس کو اس سے منع کیا (اس سے پہلے تو) وہ کافروں کی قوم میں سے تھی۔“ مجاہد اور سعید بن جبیر رحمہما کے بقول یہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہی کے کلام کا باقی حصہ ہے۔^③ یعنی سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: ﴿وَأَوْتَيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِينَ﴾^② ”اور ہم اس سے پہلے ہی علم دے دیے گئے تھے اور ہم فرماں بردار تھے۔“ یعنی اس ملکہ کو اکیلے اللہ کی عبادت سے روکا ہوا تھا، ﴿مَا كَانَتْ تَعْبُدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كَافِرِينَ﴾^④ ”اس چیز نے جس کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتی تھی، یقیناً وہ کافروں کی قوم میں سے تھی۔“ یہ مجاہد، سعید اور حسن کا قول ہے۔^③ اور ابن جریر کا بھی یہی قول ہے۔^④ پھر ابن جریر نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ﴿وَصَدَّهَا﴾ کی ضمیر سلیمان کی طرف یا اللہ عزوجل کی طرف لوٹی ہو اور مقدر عمارت اس طرح ہوگی کہ سلیمان علیہ السلام نے اس کو روکا ﴿مَا كَانَتْ تَعْبُدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ ”وہ جو اللہ کے سوا کی پرستش کرتی تھی۔“ یعنی اسے غیر اللہ کی عبادت سے منع کیا کیونکہ وہ کافروں میں سے تھی۔ میں کہتا ہوں کہ مجاہد کے قول کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اس نے محل میں داخل ہونے کے بعد اسلام کا اظہار کیا تھا جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ عَنْ سَاقِهَا ط﴾ ”اس سے کہا گیا کہ محل میں چلیے جب اس نے اس (کے فرش) کو دیکھا تو اسے گہرا پانی سمجھا اور اس نے (کپڑا اٹھا کر) اپنی دونوں پنڈلیاں کھول دیں۔“ سلیمان علیہ السلام کے حکم سے شیطانوں نے شیشے کا ایک بہت عظیم الشان محل بنایا اور فرش کے نیچے پانی جاری کر دیا تھا اور جسے اس کے بارے میں علم نہ ہوتا وہ سمجھتا کہ پانی ہے، حالانکہ پانی اور فرش پر چلنے والے کے مابین شیشہ ہوتا تھا۔

ملکہ بلقیس کا شیش محل: عربی زبان میں صرح کے معنی محل اور ہر اونچی عمارت کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون ملعون کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ اس نے اپنے وزیر ہامان سے کہا تھا: ﴿ابْنِي صَرْحًا لَعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ ط﴾ (المؤمن 36:40) ”میرے لیے ایک محل بناؤ تاکہ میں (اس پر چڑھ کر آسمان کے) راستوں کو پہنچ جاؤں۔“ ”صرح“ یمن میں ایک محل کا نام بھی ہے جس کی عمارت بہت بلند ہے۔ اور مُمَرَّد کے معنی ایسی عمارت کے ہیں جو بہت مضبوط و مستحکم اور ملائم ہو۔ ﴿مِنْ قَوَارِيرُ ط﴾ ”شیشوں کا (بنا ہوا)۔“ تَمْرِيدُ الْبِنَاءِ کے معنی عمارت کو ملائم مگر مضبوط و مستحکم بنانے کے ہوتے ہیں۔ مارد

① تفسیر الطبری: 203/19. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2892/9. ③ تفسیر الطبری: 204/19. ④ تفسیر الطبری:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ فَإِذَا هُمْ فَرِيقَانِ

اور بلاشبہ ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو، تو اسی وقت وہ لوگ دو فریق (مومن اور کافر) ہو کر جھگڑنے لگے ۴۵) صالح

يَخْتَصِمُونَ ۴۵) قَالَ يَقُومُ لِمَ تَسْتَعْجِلُونَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُونَ

نے کہا: اے میری قوم! تم بھلائی (رحمت) سے پہلے برائی (عذاب) کیوں جلدی طلب کرتے ہو؟ تم اللہ سے مغفرت کیوں نہیں طلب کرتے تاکہ تم پر رحم

اللَّهُ لَعَلَّكُمْ تَرْحَمُونَ ۴۶) قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبَيْنَ مَعَكَ ط قَالَ طَئِرُكُمْ عِنْدَ اللَّهِ

کیا جائے؟ ۴۶) انھوں نے کہا: ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو منحوس سمجھتے ہیں، صالح نے کہا: تمہاری نحوست و مصیبت تو اللہ کے پاس (اس کے اختیار

بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُونَ ۴۷)

(میں) ہے بلکہ تم لوگ تو آزمائے جا رہے ہو ۴۷)

دُومۃ الجندل میں ایک قلعے کا نام ہے۔ الغرض! حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس ملک کے لیے شیشے کا ایک بہت عظیم الشان اور نفیس محل بنوایا تھا تاکہ اسے اپنی عظمت و شوکت دکھائیں، جب اس نے ان مجیر العقول نعمتوں کو دیکھا جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سرفراز فرما رکھا تھا پھر آپ کی عظمت و شان کو ملاحظہ کیا تو اس کے سامنے آپ کی حقیقت واضح ہو گئی کہ آپ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر اور ایک عظیم المرتبت بادشاہ ہیں۔ اس نے اس حقیقت کے واضح ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سراطاعت جھکا دیا اور اسلام قبول کر لیا اور کہا: ﴿رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي﴾ ”میرے پروردگار! بلاشبہ میں اپنے آپ پر ظلم کرتی رہی،“ کہ میں کفر و شرک میں مبتلا رہی اور میں اور میری قوم اللہ تعالیٰ کے سوا سورتج کی عبادت کرتی رہی۔ ﴿وَأَسَلْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ ”اور (اب) میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین پر ایمان لاتی ہوں۔“ اور اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کرنے میں سلیمان علیہ السلام کے دین کی پیروی کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہی نے ہر چیز کو پیدا کیا، پھر اس کا ٹھیک ٹھیک اندازہ مقرر فرمایا ہے۔

تفسیر آیات: 45-47

صالح علیہ السلام اور آپ کی قوم ثمود: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے صالح علیہ السلام کو قوم ثمود کی طرف بھیجا تو انھوں نے اپنی

قوم کو اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کی دعوت دی ﴿فَإِذَا هُمْ فَرِيقَانِ يَخْتَصِمُونَ﴾ ۴۵) ”تو وہ دو فریق ہو کر آپس میں جھگڑنے

لگے۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ ان دو فریقوں سے مراد مومن اور کافر ہیں۔ ۴۱) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا ہے:

﴿قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لِلَّذِينَ اسْتُضِعِفُوا لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ صَالِحًا

مُرْسَلٌ مِّنْ رَبِّهِ ط قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا بِالَّذِي آمَنُكُمْ بِهِ كَافِرُونَ ۝﴾

(الأعراف 76، 75، 7) ”تو ان کی قوم میں سے سردار جو متکبر تھے غریب لوگوں سے جو ان میں سے ایمان لے آئے تھے کہنے

لگے: بھلا تم یقین کرتے ہو کہ صالح اپنے پروردگار کی طرف سے بھیجے گئے ہیں؟ انھوں نے کہا: جو چیز دے کر وہ بھیجے گئے ہیں

ہم اس پر بلاشبہ ایمان رکھتے ہیں تو سردارانِ مغرور کہنے لگے کہ جس چیز پر تم ایمان لائے ہو ہم تو اسے نہیں مانتے۔“

﴿قَالَ يَقُومُ لِمَ تَسْتَعْجِلُونَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ﴾ (صالح نے) کہا کہ اے میری قوم! تم بھلائی سے پہلے برائی کے لیے کیوں جلدی کرتے ہو۔“ یعنی عذاب کے آنے کی کیوں دعا کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت کیوں طلب نہیں کرتے؟ اسی لیے فرمایا: ﴿لَوْلَا تَسْتَغْفِرُونَ اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ ﴿قَالُوا أَطِيعُوا بَنِيكُمْ وَبَيْنَ قَعَكَ ط﴾ ”اللہ سے بخشش کیوں نہیں مانگتے تاکہ تم پر رحم کیا جائے؟ وہ کہنے لگے کہ ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔“ یعنی ہم نے آپ کے اور آپ کی پیروی کرنے والوں کے چروں پر کوئی خیر و بھلائی نہیں دیکھی۔ ان بد بختوں کا یہ حال تھا کہ ان میں سے کسی کو جب بھی کوئی تکلیف پہنچتی تو کہتے کہ یہ صالح اور ان کے ساتھیوں کی وجہ سے ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ وہ ان کی وجہ سے بدشگونی لیتے تھے۔^① جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم فرعون کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿فَإِذَا جَاءَتْهُمْ الْحَسَنَةُ قَالُوا لَنَا هَذِهِ ۖ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا بِمُوسَىٰ وَمَنْ مَّعَهُ ۖ أَلَا إِنَّمَا طَّيَّرَهُمْ عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (الأعراف: 131) ”تو جب ان کو آسائش حاصل ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس کے مستحق ہیں اور اگر سختی پہنچتی تو موسیٰ اور ان کے رفیقوں کی بدشگونی بناتے۔ دیکھو! ان کی بدشگونی اللہ کے ہاں ہے اور لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔“

اور فرمایا: ﴿وَإِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُوا هَذِهِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۖ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَقُولُوا هَذِهِ مِنْ عِنْدِكَ ط قُلْ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ط﴾ (النساء: 78) ”اور ان لوگوں کو اگر کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی گزند پہنچتا ہے تو (اے محمد ﷺ! آپ سے) کہتے ہیں کہ یہ (گزند) آپ کی وجہ سے (ہمیں پہنچا) ہے۔ کہہ دیجیے: (رج و راحت) سب اللہ ہی کی طرف سے ہے۔“ یعنی اسی کی قضاء و قدر کے تابع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بستی والوں کے بارے میں خبر دی ہے کہ جب ان کے پاس رسول آئے، ﴿قَالُوا إِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهُوا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَسْئَلَنَّكُمْ مِنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ ﴿قَالُوا طَآئِفًا مِّنْكُمْ مَّعَكُمْ أَئِنْ ذُكِّرْتُمْ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ﴾ (نمل: 18، 19) ”وہ بولے کہ ہم تم کو نامبارک دیکھتے ہیں۔ اگر تم باز نہ آؤ گے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے اور تم کو ہم سے دکھ دینے والا عذاب پہنچے گا، انھوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے۔ کیا اگر تم نصیحت کیے جاؤ (تو یہ نحوست ہے؟) بلکہ تم ایسے لوگ ہو جو حد سے تجاوز کر گئے ہو۔“ اور ان لوگوں نے صالح علیہ السلام سے کہا: ﴿أَطِيعُوا بَنِيكُمْ وَبَيْنَ قَعَكَ ط قَالَ طَآئِفًا مِّنْكُمْ عِنْدَ اللَّهِ﴾ ”ہم آپ کے اور آپ کے ساتھیوں کی وجہ سے شگون بد لیتے ہیں، (صالح نے) کہا کہ تمہاری بدشگونی اللہ کی طرف سے ہے۔“ اور اللہ تعالیٰ ہی تمہیں اس کی سزا دے گا۔ ”بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُونَ“ ﴿﴾ ”بلکہ تم ایسے لوگ ہو جن کی آزمائش کی جارہی ہے۔“ قناد کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تمہاری آزمائش کی جارہی ہے کہ تم اطاعت کرتے ہو یا نافرمانی۔^② لیکن بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم گمراہی میں مبتلا ہو اور آزمائش کے طور پر تم کو مہلت دی گئی ہے۔

وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ﴿٤٨﴾ قَالُوا

اور اس شہر میں نو سرغنے تھے، وہ زمین میں فساد پھیلاتے رہتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے ﴿٤٨﴾ انھوں نے کہا: تم آپس میں اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہم ضرور

تَقَاسَمُوا بِاللَّهِ لَنُبَيِّتَنَّهُ وَأَهْلَهُ ثُمَّ لَنَقُولَنَّ لِوَلِيِّهِ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ أَهْلِهِ وَإِنَّا

صالح اور اس کے اہل خانہ پر شب خون ماریں گے، پھر ہم اس کے وارث سے کہیں گے کہ ہم اس کے گھر والوں کی ہلاکت کے وقت موجود نہ تھے،

لَصُدُّونَ ﴿٤٩﴾ وَمَكْرُؤًا مَكَرًا وَمَكْرُنًا مَكَرًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٥٠﴾ فَأَنْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

اور بلاشبہ ہم سچے ہیں ﴿٤٩﴾ اور انھوں نے ایک چال چلی، اور ہم نے بھی تدبیر کی، اور وہ شعور بھی نہ رکھتے تھے ﴿٥٠﴾ پھر آپ دیکھیں! ان کی چال کا انجام کیا ہوا،

مَكْرَهُمْ لَا أَتَا دَمَرْنَهُمْ وَقَوْمَهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٥١﴾ فَبِئْسَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةٌ بِمَا ظَلَمُوا

بلاشبہ ہم نے ان (نوسرغنوں) کو اور ان کی سب قوم کو تباہ و برباد کر دیا ﴿٥١﴾ چنانچہ یہ ہیں ان کے گھر خالی (اجڑے اور دیران) پڑے ہوئے، اس لیے کہ انھوں نے

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٥٢﴾ وَانْجَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٥٣﴾

ظلم کیا، بلاشبہ اس میں نشان (عبرت) ہے ان لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں ﴿٥٢﴾ اور ہم نے انھیں نجات دی جو ایمان لائے اور وہ (اللہ سے) ڈرتے تھے ﴿٥٣﴾

تفسیر آیات: 48-53

فساد کرنے والے گروہ کی چال اور قوم ثمود کا انجام: اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کے سرکشوں اور ان سرداروں کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنی قوم کو ضلالت، کفر اور صالح علیہ السلام کی تکذیب کی دعوت دیتے تھے اور ان کا کفر اور ظلم یہاں تک پہنچ گیا کہ انھوں نے اونٹنی کو تو مار دیا اور یہ بھی ارادہ کیا کہ رات کو صالح علیہ السلام پر شب خون ماریں اور انھیں اچانک قتل کر دیں، پھر ان کے دوستوں اور رشتے داروں سے کہیں کہ انھیں تو اس واقعے کے بارے میں قطعاً علم نہیں اور وہ بالکل سچ کہہ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ﴾ ﴿٤٨﴾ ”نوشخص جو ملک میں فساد کیا کرتے تھے اور اصلاح سے کام نہیں لیتے تھے۔“ اور یہ نو آدمی قوم ثمود پر غالب تھے کیونکہ یہ ان کے سردار اور بڑے لوگ تھے۔ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انھی لوگوں نے اونٹنی کو قتل کیا تھا۔ ﴿١﴾ یعنی اونٹنی کا قتل ان لوگوں کی رائے اور مشورے سے ہوا تھا، اللہ تعالیٰ ان پر لعنت فرمائے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَنَادُوا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَى فَعَقَرَ﴾ ﴿٢﴾ (القمر: 54-29) ”تو ان لوگوں نے اپنے رفیق کو بلایا، پس اس نے دست درازی کی، پھر اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔“ اور فرمایا: ﴿إِذْ انْبَعَثَ أَشْقَاهَا﴾ ﴿٣﴾ (الشمس: 91-12) ”جب اُن میں سے ایک نہایت بد بخت اُٹھا۔“

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ہمیں یحییٰ بن ربیعہ صنعانی نے یہ خبر دی کہ میں نے عطاء بن ابورباح کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: ﴿وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ﴾ ﴿٤٨﴾ ”اور شہر میں نوشخص تھے جو ملک میں فساد کیا کرتے تھے اور اصلاح سے کام نہیں لیتے تھے۔“ اس آیت میں مذکور لوگوں کا فساد یہ تھا کہ وہ درہموں کو کاٹ

لیتے تھے۔ یعنی ان میں سے کچھ لے لیتے تھے، گویا کہ ان کے ہاں بھی عربوں کی طرح لین دین میں درہموں کی تعداد کا نظام رائج تھا۔ امام مالک رحمہ اللہ نے یحییٰ بن سعید سے اور انھوں نے سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ سونے اور چاندی (درہم و دینار) کو کاٹ لینا بھی فساد فی الأرض ہے۔^(۱) الغرض! ان کافروں اور فاسقوں میں خرابی کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ یہ زمین میں فتنہ و فساد برپا کرتے تھے۔ ان کے فتنہ و فساد کی کچھ صورتیں یہ تھیں جو ان ائمہ کرام نے بیان فرمائی ہیں اور کچھ اور صورتیں بھی تھیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **قَالُوا تَقَاسَمُوا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهُ وَأَهْلَهُ** ”کہنے لگے کہ اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہم رات کو اس پر اور اس کے گھر والوں پر شب خون ماریں گے۔“ یعنی قسم کھا کر اس بات کا عہد و پیمان کرو کہ وہ ہم میں سے جس شخص کی بھی آج رات صالح علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو وہ انھیں قتل کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے خلاف ایک تدبیر کی اور سارا وبال انھی پر ڈال دیا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ انھوں نے بہت زور شور سے قسمیں کھائیں کہ وہ آپ کو ہلاک کر دیں گے مگر وہ آپ تک نہ پہنچ سکے، اللہ تعالیٰ نے انھیں اور ان کی ساری قوم کو ہلاک اور تباہ و برباد کر دیا۔^(۲)

امام عبدالرحمن بن زید نے کہا ہے کہ جب انھوں نے اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں تو حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا: **تَمْتَعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ط ذٰلِكَ وَعَدَّ غَيْرُ مَكْدُوبٍ** ﴿٥١﴾ (ہود: 65) ”اپنے گھروں میں تین دن (مزید) فائدے اٹھا لو، یہ ایسا وعدہ ہے کہ جھوٹا نہ ہوگا۔“ انھوں نے کہا کہ صالح کا گمان یہ ہے کہ وہ تین دن کے بعد ہمارا کام تمام کر دے گا ہم اس کا اور اس کے گھر والوں کا تین دن سے پہلے ہی کام تمام کر دیتے ہیں۔

صالح علیہ السلام کی حجر میں گھاٹی کے پاس ایک مسجد تھی جس میں آپ نماز ادا فرمایا کرتے تھے، وہ لوگ رات کو غار میں چلے گئے اور کہنے لگے کہ وہ رات کو جب نماز پڑھنے کے لیے آئیں گے تو ہم انھیں قتل کر دیں گے اور ان کے قتل کے بعد واپس آ کر ان کے گھر والوں کو بھی قتل کر دیں گے مگر اللہ تعالیٰ نے پہاڑ سے ان پر ایک چٹان بھیج دی، وہ ڈرے کہ یہ چٹان کہیں انھیں کچل ہی نہ ڈالے، انھوں نے جلدی سے سچاؤ کی صورت اختیار کرنا چاہی مگر چٹان گری تو اس سے غار کا منہ بند ہو گیا اور اب ان کی قوم کو ان کے بارے میں کوئی علم نہ تھا کہ وہ کہاں ہیں اور نہ انھیں یہ معلوم تھا کہ ان کی قوم کا کیا حشر ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان نواشخص کو یہاں غار میں عذاب میں مبتلا کر دیا اور قوم کے باقی لوگوں پر ان کے گھروں میں عذاب بھیج دیا اور حضرت صالح علیہ السلام اور آپ کے رفقاء کو نجات عطا فرمائی، یہ تفصیل بیان کرنے کے بعد امام عبدالرحمن بن زید نے یہ آیات پڑھیں: **قَالُوا تَقَاسَمُوا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهُ وَأَهْلَهُ ثُمَّ لَنَقُولَنَّ لِوَلِيِّهِ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ أَهْلِهِ وَإِنَّا لَصٰدِقُونَ** ﴿٥٢﴾ ”کہنے لگے کہ اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہم ضرور رات کو اس پر اور اس کے گھر والوں پر شب خون ماریں گے، پھر ہم اس کے وارث سے کہیں گے کہ ہم اس کے

(۱) تفسیر عبدالرزاق: 480/2، رقم: 2171. (۲) الموطأ للإمام مالک، البیوع، باب بیع الذهب بالفضة.....، حدیث:

1368. (۳) تفسیر ابن ابی حاتم: 2901/9.

وَلَوْطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ ﴿٥٤﴾ إِنْكُمْ لَتَأْتُونَ

اور (یاد کریں) لوط کو جب اس نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم بے حیائی (بدکاری) کرتے ہو جبکہ تم دیکھتے ہو (کہ یہ بے حیائی ہے) ﴿٥٤﴾ کیا تم شہوت رانی کے

الرِّجَالِ شَهْوَةً مِّنْ دُونِ النِّسَاءِ ط بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿٥٥﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ

لیے (ابنی) عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس آتے ہو؟ بلکہ تم تو نادان لوگ ہو ﴿٥٥﴾ پھر اس کی قوم کا اس کے سوا کوئی جواب نہ تھا کہ انھوں نے کہا:

قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوا آلَ لُوطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ؕ إِنَّهُمْ أَنَاسٌ يَّتَطَهَّرُونَ ﴿٥٦﴾ فَانْجَيْنَاهُ

آل لوط کو اپنی بستی سے نکال دو، کیونکہ یہ لوگ تو بڑے پاک صاف بنتے ہیں ﴿٥٦﴾ پھر ہم نے اسے اور اس کے اہل خانہ کو نجات دی، سوائے اس کی

وَأَهْلَةَ إِلَّا أُمَّرَأَتَهُ ۖ فَدَرَّهَا مِنَ الْغَيْبِ ۚ ﴿٥٧﴾ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا ۖ فَسَاءَ مَطَرُ

بیوی کے، ہم نے فیصلہ کر دیا تھا کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں سے ہوگی ﴿٥٧﴾ اور ہم نے ان پر (پھروں کی) سخت بارش برسائی، تو ڈرائے گئے لوگوں

الْمُنْذِرِينَ ﴿٥٨﴾

پر (پھروں کی) بدترین بارش برسائی گئی تھی ﴿٥٨﴾

گھروالوں کی ہلاکت کے وقت موجود نہ تھے اور بلاشبہ ہم سچے ہیں۔“ (اور ابن ابی حاتم میں حسب ذیل آیات کی تلاوت کا بھی ذکر ہے:)

وَمَكْرُوا مَكْرًا ۖ وَمَكْرًا مَّكْرًا ۖ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٥٩﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ؕ أَكَا دَمَرْنَاهُمْ وَقَوْمَهُمْ

اجْمَعِينَ ﴿٦٠﴾ فَبَلَكَ بَيُّوتُهُمْ خَاوِيَةً ۚ بِمَا ظَلَمُوا ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٦١﴾ وَانْجَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا

وَكَاوُوا يَتَّقُونَ ﴿٦٢﴾ ”اور وہ ایک چال چلے اور ہم بھی ایک چال چلے اور ان کو کچھ خبر نہ ہوئی، چنانچہ دیکھیے کہ ان کی چال کا

انجام کیا ہوا، ہم نے انھیں اور ان کی قوم سب کو ہلاک کر ڈالا، سو یہ ان کے گھر ان کے ظلم کے سبب خالی پڑے ہیں، جو لوگ

دانش رکھتے ہیں ان کے لیے اس میں نشانی ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور ڈرتے رہے، ہم نے ان کو نجات دی۔“ ﴿٦٣﴾

تفسیر آیات: 54-58

لوط علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے کہ انھوں

نے اپنی قوم کو ایسی فحاشی کی وجہ سے جس کا ان سے پہلے کسی انسان نے ارتکاب نہیں کیا تھا، عذاب الہی سے ڈرایا۔ آپ کی

قوم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے لذت حاصل کرتی تھی۔ اور یہ زبردست فحاشی ہے کہ مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے

اپنی جنسی ضرورت پوری کریں۔ آپ نے قوم سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: ﴿٥٤﴾ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ ﴿٥٥﴾

”کیا تم بے حیائی کرتے ہو جبکہ تم دیکھتے ہو؟“، یعنی تم ایک دوسرے کے سامنے اپنی مجلسوں میں بدکاری کا ارتکاب کرتے ہو۔

﴿٥٦﴾ إِنْكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُونِ النِّسَاءِ ط بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿٥٧﴾ ”کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر لذت

(حاصل کرنے) کے لیے مردوں کے پاس آتے ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ تم ایسے لوگ ہو کہ جہالت برتتے ہو۔“ تم طبعاً اور شرعاً کچھ

نہیں جانتے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿٥٨﴾ أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعُلَاقِ ۖ وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ

﴿٥٩﴾ تفسیر الطبری: 212/19 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2903/9۔ طوطہ: تفسیر ابن کثیر کے تمام نسخوں میں عبدالرحمن بن ابی حاتم ہے۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ ۗ اللَّهُ خَيْرٌ مَّا

(اے نبی!) کہہ دیجیے: تمام حمد اللہ ہی کے لیے ہے، اور اس کے ان بندوں پر سلام ہے جنہیں اس نے چن لیا، کیا اللہ بہتر ہے یا وہ جنہیں لوگ شریک

يُشْرِكُونَ ط

ٹھہراتے ہیں؟ (59)

اَزْوَاجِكُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ ﴿١٦٦﴾ (الشعراء 165:26) ”کیا تم اہل عالم میں سے انہوں کے پاس آتے ہو اور تمہارے پروردگار نے تمہارے لیے تمہاری بیویاں پیدا کی ہیں ان کو چھوڑ دیتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم حد سے نکل جانے والے لوگ ہو۔“ ﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِۦٓ اِلَّا اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْا اِلَٔى لُّوٓطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْۙ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ﴾ ﴿٥٩﴾ ”تو اس کی قوم کا اس کے سوا کچھ جواب نہ تھا کہ انہوں نے کہا: لوط کے گھر والوں کو اپنے شہر سے نکال دو، یقیناً یہ لوگ پاک بنا چاہتے ہیں۔“ یعنی تم جو کام کرتے ہو یہ اس سے بڑے اہتمام سے بچتے ہیں اور اس کا رگزاری پر تمہارے برقرار رہنے کو بھی درست نہیں سمجھتے، لہذا انھیں اپنے ہاں سے نکال دو، وہ تمہارے علاقوں میں تمہارے ساتھ رہنے کے قابل نہیں ہیں، بنا بریں انہوں نے ان کو نکال دینے کا پختہ ارادہ کر لیا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو تباہ و برباد کر دیا اور ان کفار کے لیے بھی اس جیسی (سزائیں) ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَانجَيْنٰهُ وَاَهْلَٓهُۥٓ اِلَّا اَمْرَاۡتَهُۥٓ زَكَرٰتُهَا مِنَ الْغٰیِبِیْنَ﴾ ﴿٥٧﴾ ”تو ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو نجات دی سوائے ان کی بیوی کے ہم نے اس کے بارے میں فیصلہ کیا تھا (کہ وہ) پیچھے رہنے والوں میں سے ہوگی۔“ یعنی اپنی قوم کے ساتھ وہ بھی ہلاک ہو جائے گی کیونکہ وہ ان کے دین اور ان کے طریقے کی موید تھی اور ان کے فتنے افعال کو پسند کرتی تھی۔ وہ اپنی قوم کے لوگوں کو لوط علیہ السلام کے مہمانوں کے بارے میں بتا دیتی تھی تاکہ وہ ان کے پاس آجائیں۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ ان فواحش کا ارتکاب کرتی تھی (بلکہ وہ ان سے بچی ہوئی تھی) اللہ کے نبی کے اکرام کی بنا پر نہ کہ اپنی کرامت و عزت کی بنا پر۔ ﴿وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا﴾ ”اور ہم نے ان پر (پتھروں کا) مینہ برسایا۔“ جو پتھر کی پے در پے ایسی کنکریوں کی صورت میں تھا جن پر تمہارے پروردگار کے ہاں سے نشان لگے ہوئے تھے اور وہ بستی ان خالموں سے کچھ دور نہیں۔ اسی لیے فرمایا: ﴿فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ﴾ ﴿٥٨﴾ یعنی ان لوگوں پر مینہ برسا تھا جن پر حجت قائم ہو گئی تھی اور انھیں عذاب الہی سے ڈرا دیا گیا تھا مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول کی مخالفت اور تکذیب کی اور اللہ تعالیٰ کے رسول کو اپنے ہاں سے نکال دینے کا ارادہ کیا تھا۔

تفسیر آیت: 59

اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسولوں پر سلام بھیجے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ کہیں: ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ یعنی سب طرح کی تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو ان گنت اور بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے اور اس لیے بھی کہ اس کی ذات پاک صفات علیا اور اسمائے حسنیٰ سے متصف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ان بندوں پر سلام بھیجیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا ہے، ان بندوں سے مرسلین و انبیائے کرام ﷺ مراد ہیں۔ عبد الرحمن

بن زید بن اسلم وغیرہ کا بھی یہی قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں سے انبیائے کرام ﷺ مراد ہیں۔^① اور یہ آیت کریمہ اس طرح ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿سُبْحَنَ رَبِّكَ رَبَّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۚ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۚ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝﴾ (الصَّفَّ 37: 180-182) ”یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں آپ کا پروردگار جو عزت والا ہے اس سے پاک ہے اور پیغمبروں پر سلام، سب طرح کی تعریف اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے۔“

ثوری اور سدی کہتے ہیں کہ اس سے مراد اصحاب محمد ﷺ ہیں۔^② اللہ ان تمام سے راضی ہو۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔^③ اور ان دونوں اقوال میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں میں سے ہیں تو حضرات انبیائے کرام ﷺ بالا ولی ان بندوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا ہوا ہے۔ ﴿اللَّهُ خَيْرٌ أَمَّا يُشْرِكُونَ﴾^④ ”بھلا اللہ بہتر ہے یا وہ جن کو یہ (اس کا) شریک بناتے ہیں۔“ یہ مشرکین کے اللہ کے ساتھ دیگر معبودانِ باطلہ کی عبادت کرنے کے بارے میں استفہام انکار ہے۔



① تفسیر ابن ابی حاتم: 2906/9. ② تفسیر الطبری: 4/20 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2906/9. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 2906/9. ④ تفسیر ابن ابی حاتم: 2906/9 و تفسیر الطبری: 4/20.

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۚ فَانْتَبَتْنَا بِهِ حَدَائِقَ

(کیا یہ معبودانِ باطلہ بہتر ہیں) یا وہ (اللہ) جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لیے آسمان سے پانی اتارا؟ پھر ہم نے اس سے ایسے

ذاتِ بھجۃ ماکان لکم اَنْ تُنْبِتُوا شَجَرَهَا ۚ عَالِهَ مَعَ اللّٰهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ

پر رونق باغ اگائے جن کے درخت اگانے کی تمہیں قدرت نہ تھی، کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بلکہ (یہ) وہ لوگ ہیں جو (غیر اللہ کو اللہ کے)

يَعْدِلُونَ ﴿٦٠﴾

برابر ٹھہراتے ہیں ﴿٦٠﴾

تفسیر آیت: 60

توحید کے چند ایک دلائل: اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ بیان شروع فرمایا ہے کہ صرف اور صرف وہی خالق، رازق اور مدبر ہے، اس کے سوا اور کسی کے اختیار میں یہ امور نہیں ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **اَمَّنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضَ** ”بھلا کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا؟“، یعنی کس نے ان بلند و بالا اور صاف و شفاف آسمانوں کو پیدا فرمایا اور انھیں روشن اور چمکدار ستاروں اور گردش کرنے والے افلاک سے مزین کیا، پھر اس نے زمین کو پیدا فرما کر اس کی موٹی تہ بچھا دی اور اس میں اس نے پہاڑوں، ٹیلوں، میدانوں، غاروں، جنگلوں، صحراؤں، فصلوں، درختوں، پھلوں، دریاؤں، سمندروں، اور مختلف قسموں، شکلوں اور رنگوں کے جانوروں وغیرہ کو پیدا فرمایا؟

وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۚ ”اور (کس نے) تمہارے لیے آسمان سے پانی برسایا؟“ اور اسے بندوں کے لیے رزق بنایا؟ **فَاَنْتَبَتْنَا بِهِ حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ** ”پھر ہم نے اس سے سرسبز باغ اگائے۔“ جن کے منظر بہت حسین اور جن کی شکلیں بہت خوب صورت ہیں۔ **مَّا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْبِتُوا شَجَرَهَا** ”تمہارا کام تو نہ تھا کہ تم اس کے درختوں کو اگاتے۔“ تم تو درختوں کے اگانے پر قادر نہ تھے، قادر تو وہ خالق و رازق ہے جو مستقل طور پر خالق و رازق ہے اور ان صفات میں منفرد ہے۔ اس کے سوا کوئی بت یا کوئی شریک اس پر قادر نہیں ہے۔ اور خود مشرکین کو بھی اس کا اعتراف تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں فرمایا ہے: **وَلٰكِنْ سَالَتْهُمْ مِّنْ خَلْقِهِمْ لَيَقُوُنَّ اللّٰهُ** (الزخرف 43: 87) ”اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو کہہ دیں گے کہ اللہ نے۔“ اور فرمایا: **وَلٰكِنْ سَالَتْهُمْ مِّنْ نَّذْلٍ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَالْحَيَا بِهٖ الْاَرْضُ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوُنَّ اللّٰهُ** (العنکبوت 29: 63) ”اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان سے پانی کس نے برسایا، پھر اس سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد (کس نے) زندہ کیا؟ تو کہہ دیں گے کہ اللہ نے۔“ یعنی وہ اس بات کے معترف ہیں کہ یہ سارے کام اللہ وحدہ لا شریک ہی کے ہیں لیکن اس کے باوجود یہ لوگ اللہ کے سوا ان کی بھی پوجا کرتے ہیں جن کے بارے میں انھیں اعتراف ہے کہ وہ نہ پیدا کر سکتے ہیں اور نہ کسی کو رزق دے سکتے ہیں، لہذا جس نے اس ساری کائنات کو پیدا فرمایا اور جو ساری مخلوقات کا رازق ہے، وہی اس بات کا مستحق ہے کہ عبادت بھی صرف اسی ذات پاک کی کی جائے، اسی لیے فرمایا: **عَالِهَ مَعَ اللّٰهِ** ”تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود بھی ہے؟“، یعنی کیا اللہ کے ساتھ کوئی

اَمِنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ خَلَلَها أَنْهَرًا وَجَعَلَ لَهَا رَواسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ

(کیا یہ بت بہتر ہیں) یا وہ (اللہ) جس نے زمین ٹھہرنے کے لائق بنائی، اور اس کے درمیان نہریں بنا کیں اور اس کے لیے اس نے پہاڑ بنائے، اور وہ

الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ وَاللَّهُ مَعَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۖ

سمندروں کے درمیان آڑ رکھی؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) اللہ ہے؟ (نہیں!) بلکہ ان کے اکثر علم نہیں رکھتے ۖ

اور معبود بھی ہے کہ جس کی عبادت کی جائے جبکہ تمہارے سامنے بلکہ ہر عقل مند کے سامنے یہ واضح ہو چکا ہے اور تم خود اس کا اعتراف بھی کرتے ہو کہ صرف وہی خالق اور رازق ہے، پھر فرمایا: ﴿بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعِدُونَ﴾ ۖ ”بلکہ یہ ایسے لوگ ہیں جو (اللہ کے) ہمسر ٹھہراتے ہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے برابر اور مثل قرار دیتے ہیں۔

تفسیر آیت: 61

زمین بہترین قرار گاہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَمِنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا﴾ ۖ ”بھلا کس نے زمین کو ٹھہرنے کے لائق بنایا؟“ کس نے زمین کو قرار بخشا اور اسے ساکن و ثابت بنا دیا ہے کہ اب وہ حرکت کرتی ہے نہ ڈمگماتی ہے؟ کیونکہ اگر اس میں حرکت اور جنبش ہوتی تو زندگی خوش گوار نہ ہوتی، اسی لیے اس نے اسے اپنے فضل و رحمت سے بستر اور بچھونے کی طرح بنا دیا کہ ساکت و ساکن ہے اور اس میں حرکت و جنبش نہیں جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ قَرَارًا وَالسَّمَاءَ بَنَاءً﴾ (المؤمن 64:40) ”اللہ ہی تو ہے جس نے زمین کو تمہارے لیے ٹھہرنے کی جگہ اور آسمان کو چھت بنایا۔“ زمین میں دریاؤں کا جال: ﴿وَجَعَلَ خَلَلَها أَنْهَرًا﴾ ۖ ”اور اس کے بیچ میں دریا بنائے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین میں شیریں اور پاکیزہ پانی کے دریا جاری و ساری کر دیے، انھیں زمین کے بیچ ہی سے نکالا اور زمین ہی میں رواں دواں کر دیا، پھر ان میں سے کچھ دریا بڑے، کچھ چھوٹے اور کچھ درمیانے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان دریاؤں کو اپنے بندوں اور ان کے ملکوں اور علاقوں کی مصلحتوں کے مطابق مشرق سے مغرب کو یا جنوب سے شمال کو جاری کر دیا ہے جیسا کہ اپنے بندوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے زمین کے اطراف و اکناف میں پھیلا دیا اور ان کی ضرورتوں کے مطابق اس نے رزق کا بھی اہتمام فرما دیا ہے۔ ﴿وَجَعَلَ لَهَا رَواسِيَ﴾ ۖ ”اور اس کے لیے پہاڑ بنائے۔“ اسی نے زمین میں بلند و بالا پہاڑ پیدا فرما دیے ہیں جو زمین کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں تاکہ یہ ڈمگم نہ سکے۔ ﴿وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا﴾ ۖ ”اور دو سمندروں کے بیچ میں اوٹ بنائی۔“ یعنی اس نے میٹھے اور نمکین پانیوں کے درمیان اوٹ بنا دی جس کی وجہ سے پانی ایک دوسرے میں مل کر خراب نہیں ہوتے کیونکہ حکمت الہی کا تقاضا یہ ہے کہ ہر قسم کے پانی کو اس کی مخصوص صفت کے ساتھ باقی رکھا جائے تاکہ مقصود حاصل ہو سکے۔

شیریں دریا سے مراد وہ ہیں جو لوگوں کے مابین رواں دواں ہیں اور ان سے مقصود یہ ہے کہ ان کا آب رواں شیریں ہوتا ہے کہ انسانوں اور حیوانوں کے پینے کے کام آئے اور اس سے فصلوں اور پھلوں کی آبپاشی کا کام بھی کیا جاسکے اور نمکین دریاؤں سے مراد وہ سمندر ہیں جو ہر طرف سے زمین کو گھیرے ہوئے ہیں اور ان سے مقصود یہ ہے کہ ان کا پانی کھاری اور کڑوا ہوتا کہ ان کی ہوا کی وجہ سے فضا خراب نہ ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ

اَمَنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْاَرْضِ ط عَالِهٖ مَعَ

(کیا یہ بت بہتر ہیں) یا وہ (اللہ) جو مجبور و لاچار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے، اور وہ اس کی تکلیف دور کر دیتا ہے، اور وہ تمہیں زمین میں

اللہ ط قَلِيلًا مَّا تَذْكُرُونَ ﴿٦٢﴾

جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ تم کم ہی نصیحت حاصل کرتے ہو ﴿٦٢﴾

وَهَذَا مَلْعُوجٌ اَجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَجِجًا مَّحْجُورًا ﴿٥٣﴾ (الفرقان 53:25) ”اور وہی تو ہے جس نے دو سمندروں کو ملا دیا، یہ (ایک کا پانی) شیریں ہے بہت میٹھا اور یہ (دوسرے کا) کھارے کا نہایت کڑوا اور اس نے (ہی) ان دونوں کے درمیان ایک پردہ اور مضبوط اوٹ بنادی۔“

اسی لیے فرمایا: ﴿عَالِهٖ مَعَ اللہ ط﴾ ”تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود بھی ہے؟“ جس نے یہ کام کیا ہو یا دوسرے قول کے مطابق جس کی عبادت کی جائے، یہ دونوں معنی ہی لازم و ملزوم اور صحیح ہیں۔ ﴿بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ط﴾ ”(ہرگز نہیں) بلکہ ان کے اکثر علم نہیں رکھتے۔“ یعنی اس کے علاوہ ان بتوں کی پوجا پاٹ میں۔

تفسیر آیت: 62

مشکل کشا اور حاجت روا: اللہ تعالیٰ نے متغیر فرمایا ہے کہ شدائد کے وقت اسی سے دعا کی جائے اور مشکلات کے ازالے کی اسی سے امید رکھی جائے جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ اِلَّا اِيَّاكَ﴾ (بنی اسرائیل 67:17) ”اور جب تمہیں سمندر میں تکلیف پہنچتی ہے (ڈوبنے کا خوف ہوتا ہے) تو جنہیں تم پکارا کرتے ہو سب اُس (پروردگار) کے سوا گم ہو جاتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاَلَيْهِ تَجْعَرُونَ ﴿٥٣﴾﴾ (النحل 53:16) ”پھر جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو تم اسی کے سامنے گر گڑا تے ہو۔“

اسی طرح یہاں فرمایا: ﴿اَمَنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ﴾ ”بھلا کون بے قرار کی (اتجا) قبول کرتا ہے، جب وہ اسے پکارتا ہے۔“ یعنی کون ہے کہ مجبور و مضطر اور لاچار و بے قرار جس کی طرف رجوع کرتا ہے اور کون ہے جو تکلیف میں مبتلا لوگوں کی تکلیفوں کو دور کرتا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے بلْہٰجِم کے ایک شخص سے روایت کی ہے کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ کس کی طرف دعوت دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

«اَدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَحَدِّهِ، الَّذِیْ اِنْ مَسَّكَ ضَرٌّْ فَدَعَوْتُهُ، كَشَفَ عَنْكَ، وَالَّذِیْ اِنْ ضَلَلْتَ بِاَرْضٍ قَفَرٍ فَدَعَوْتُهُ، رَدَّ عَلَیْكَ، وَالَّذِیْ اِنْ اَصَابَتْكَ سَنَةٌ فَدَعَوْتُهُ، اُنْبِتَ عَلَیْكَ، قَالَ: قُلْتُ: فَاَوْصِنِیْ، قَالَ: لَا تَسْبَنَّ اَحَدًا، وَلَا تَزْهَدْ نَفِی الْمَعْرُوفِ، وَلَوْ اَنْ تَلْقٰی اَخَاكَ وَاَنْتَ مُنْبَسِطٌ اِلَیْهِ وَجْهُكَ، وَلَوْ اَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِكَ فِیْ اِنَاءِ الْمُسْتَسْقٰی، وَاتَّزِرْ اِلٰی نِصْفِ السَّاقِ، فَاِنْ اُبِیتَ فَاِلٰی الْكُعْبٰیْنِ، وَایَّاكَ وَاِسْبَالَ الْاِزَارِ، فَاِنْ اِسْبَالَ الْاِزَارِ مِنَ الْمَخِیْلَةِ، وَایَّا اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمَخِیْلَةَ»

”میں اس اللہ وحدہ کی طرف دعوت دیتا ہوں کہ آپ کو اگر کوئی تکلیف پہنچے اور آپ اس سے دعا کریں تو وہ آپ کی تکلیف

کو دور فرما دے اور اگر آپ کسی جنگل میں اپنی سواری گم کر بیٹھیں اور اس سے دعا کریں تو وہ آپ کی سواری آپ کو ملا دے اور وہ کہہ اگر آپ قحط سالی میں مبتلا ہوں اور اس سے دعا کریں تو وہ ہریالی و شادابی پیدا فرما دے، راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی کہ مجھے وصیت فرمائیے، آپ نے فرمایا: کسی کو گالی نہ دو، نیکی میں کوتاہی نہ کرو، خواہ یہ نیکی اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا ہی کیوں نہ ہو یا پانی پینے والے کے برتن میں اپنے ڈول سے پانی ڈالنا ہی کیوں نہ ہو، اپنے تہبند کو نصف پنڈلی تک رکھو، اگر یہ نہ کر سکو تو ٹخنوں کے اوپر تک رکھو، تہبند کو ٹخنوں کے نیچے لٹکانے سے اجتناب کرو کیونکہ تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا تکبر ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں فرماتا۔“^①

ایک مجاہد فی سبیل اللہ کا قصہ: حافظ ابن عساکر نے فاطمہ بنت حسن ام احمد عجلہ کے حالات میں ذکر فرمایا ہے کہ ایک جنگ میں کافروں نے مسلمانوں کو شکست دے دی تو ایک مسلمان کا گھوڑا جو بہت تیز رفتار تھا، میدان میں اڑ گیا، وہ مسلمان شخص سخی اور بہت نیک تھا، اس نے گھوڑے سے کہا: کیا بات ہے؟ میں نے تو تجھے اسی طرح کے دن کے لیے تیار کیا تھا۔ گھوڑے کو اللہ تعالیٰ نے قوت گویائی عطا فرمائی اور اس نے کہا: میں کوتاہی کیوں نہ کروں آپ میرا چار اسانسوں (جانوروں کے نگرانوں) کے سپرد کر دیتے تھے اور وہ مجھ پر ظلم کرتے اور مجھے کھانے کو بہت کم دیتے تھے؟ اس نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر عہد کرتا ہوں کہ آج کے بعد میں تجھے اپنی نگرانی میں کھلایا کروں گا، یہ سن کر گھوڑا چل پڑا اور گھوڑے کا مالک دشمنوں سے نجات پا گیا اور اس کے بعد وہ ہمیشہ گھوڑے کو اپنی نگرانی ہی میں کھلایا کرتا تھا اور اس کا یہ معاملہ لوگوں میں خاصا مشہور ہو گیا اور لوگ اس کے پاس آنے لگے تاکہ یہ بات خود اس کی زبانی سنیں حتیٰ کہ رومی بادشاہ تک یہ خبر پہنچی، اس نے کوشش کی کہ کسی طرح اس شخص کو اپنے ملک میں بلا لے، اس نے ایک مرتد شخص کو اس کے پاس بھیجا، جب وہ اس کے پاس آیا تو اس نے بظاہر تاثر یہ دیا کہ اب اس کی اور اس کی قوم کی اسلام کے بارے میں نیت بہت اچھی ہے حتیٰ کہ اسے اپنے اعتماد میں لے لیا اور دونوں ایک دن باہر نکلے اور دریا کے ساحل پر چلنے لگے۔ شاہ روم کے بھیجے ہوئے آدمی نے خفیہ طور پر ایک شخص سے پروگرام طے کر رکھا تھا کہ وہ بھی وہاں پہنچ جائے تاکہ دونوں مل کر اسے گرفتار کر لیں۔ جب دونوں نے اسے گھیرے میں لے لیا تاکہ اسے پکڑ کر گرفتار کر لیں تو اس نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور دعا کی: اے اللہ! اس شخص نے مجھے تیرے نام پر دھوکا دیا ہے، لہذا تو جس طرح چاہے مجھے ان دونوں سے بچالے۔ اس شخص کا بیان ہے کہ اس کی اس دعا کے بعد دو درندہ نمودار ہوئے، انھوں نے ان دونوں آدمیوں کو پکڑ لیا اور یہ شخص صحیح سلامت اپنے گھر واپس آ گیا۔^②

زمین میں خلافت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ﴾ اور وہ تمہیں زمین میں جانشین بناتا ہے۔“ یعنی وہ پہلی صدی کے لوگوں کا بعد کی صدی کے لوگوں کو اور سلف کا خلف کو جانشین بناتا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿إِنْ

① مسند أحمد: 64/5 عن جابر بن سليم الهجيمي اس سے پہلی روایت میں یہی نام مذکور ہے، اس لیے اس روایت میں بھی عن

رجل سے یہی مراد ہیں۔ ② تاریخ دمشق الكبير لابن عساکر، ترجمة فاطمة بنت الحسن أم أحمد العجلية: 9، 8/74.

اَمَنْ يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ط

(کیا یہ بت بہتر ہیں) یا وہ (اللہ) جو تمہیں خشکی اور تری کے اندھیروں میں راہ دکھاتا ہے اور جو اپنی رحمت (بارش) سے پہلے بشارت والی ہوائیں بھیجتا ہے؟

عَالَهُ مَعَ اللَّهِ ط تَعْلَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ط

کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ اللہ ان سے بلند و بالا ہے جنہیں وہ شریک ٹھہراتے ہیں ﴿۶۳﴾

يَتَشَاءُ يَدُ هَبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفُ مِنْ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَاءُ كَمَا اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةٍ قَوْمٍ اٰخَرِينَ ط ﴿الانعام 133:6﴾ ”اگر چاہے تو تمہیں لے جائے اور تمہارے بعد جسے چاہے (تمہارا) جانشین بنادے جیسا کہ اس نے تمہیں بھی دوسرے لوگوں کی نسل سے پیدا کیا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ﴾ ﴿الانعام 165:6﴾ ”اور وہی تو ہے جس نے زمین میں تمہیں (اپنا) نائب بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کیا۔“ اور فرمایا: ﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ط﴾ ﴿البقرة 30:2﴾ ”اور (وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔“

یعنی زمین میں ایک ایسی قوم پیدا کرنے والا ہوں جو ایک دوسرے کی جانشین ہوگی جیسا کہ ہم نے قبل ازیں اس کی تفصیل بیان کی ہے، اسی طرح اس آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْاَرْضِ ط﴾ ”اور وہ تمہیں زمین میں (اگلوں کا) جانشین بناتا ہے۔“ یعنی کون ہے جو ایک امت کے بعد دوسری امت، ایک نسل کے بعد دوسری نسل اور ایک قوم کے بعد دوسری قوم کو جانشین بناتا ہے، اگر وہ چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی وقت میں پیدا فرما دیتا اور بعض کو بعض کی اولاد میں سے نہ بناتا بلکہ سب کو اسی طرح پیدا فرما دیتا جس طرح اس نے حضرت آدم ﷺ کو مٹی سے پیدا فرمایا اور اگر وہ چاہتا تو بعض کو بعض کی اولاد میں سے تو بنا دیتا لیکن کسی کو فوت نہ کرتا اور بالآخر سب کو ایک ہی دفعہ فوت کر لیتا، اگر ایسی صورت ہوتی تو زمین تنگ ہو جاتی، لوگوں کی معیشت تنگ ہو جاتی، بعض سے نقصان اٹھاتے لیکن حکمت الہی کا تقاضا یہ ہوا کہ وہ سب انسانوں کو ایک ہی جان سے پیدا فرمائے، پھر ان کی تعداد کو کثیر کر کے انہیں زمین میں پھیلا دے اور انہیں صدیوں کے بعد صدیوں اور امتوں کے بعد امتوں میں تقسیم فرما دے حتیٰ کہ مدت پوری ہو جائے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کا اندازہ مقرر فرما رکھا ہے اور جیسے اس نے ایک ایک بندے کا شمار کر رکھا ہے، پھر ایک دن وہ قیامت برپا کرے گا اور ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کے مطابق اچھایا برابر بدلہ عطا فرمائے گا، اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿اَمَنْ يُجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْاَرْضِ ط عَالَهُ مَعَ اللَّهِ ط﴾ ”بھلا کون بے قرار کی (الجا) قبول کرتا ہے، جب وہ اسے پکارتا ہے اور (کون اس کی) تکلیف کو دور کرتا ہے اور (کون) تمہیں زمین میں (اگلوں کا) جانشین بناتا ہے (یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے) تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود بھی ہے؟“ یعنی کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے جس کو ان باتوں کی قدرت ہو یا کیا اس کے بعد اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے جس کی عبادت کی جاسکے جبکہ یہ معلوم ہے کہ ان تمام امور کو سرانجام دینے والا صرف اللہ وحدہ لا شریک

اَمِنْ يَبْدُوُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَمَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ط ءَالِهٖ مَعَ اللّٰهِ ط

(کیا یہ بت بہتر ہیں) یا وہ (اللہ) جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اسے لوٹائے گا، اور وہ جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ

قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٦٤﴾

کوئی (اور) اللہ ہے؟ کہہ دیجیے: اگر تم سچے ہو تو اپنی کوئی دلیل لے آؤ ﴿٦٤﴾

ہی ہے! ﴿قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ﴿٦٤﴾ ”مگر بہت ہی کم تم نصیحت حاصل کرتے ہو۔“ یعنی لوگ ایسا بہت کم غور کرتے ہیں جو ان کی حق کی طرف رہنمائی کرے اور انہیں صراطِ مستقیم کی نشان دہی کرے۔

تفسیر آیت: 63

ستاروں کے فوائد: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَمِنْ يَهْدِيْكُمْ فِي ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ط﴾ ”بھلا کون تمہیں خشکی اور تری کے اندھیروں میں رستہ بتاتا ہے۔“ اور آسمانوں اور زمین میں پیدا کیے ہوئے نشانات کے ساتھ تمہاری رہنمائی فرماتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَعَلَّمٰط ط وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ﴾ ﴿النحل 16:16﴾ ”اور (رستوں میں) نشانات بنا دیے اور لوگ ستاروں سے بھی رستے معلوم کرتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ط﴾ (الأنعام 97:6) ”اور وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے ستارے بنائے تاکہ تم خشکی اور تری کے اندھیروں میں ان سے رستے معلوم کرو۔“ ﴿وَمَنْ يُرْسِلِ الرِّيْحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ط﴾ ”اور کون ہواؤں کو اپنی رحمت کے آگے (بارش سے پہلے) خوش خبری دینے والیاں بنا کر بھیجتا ہے۔“ یعنی اس بادل سے پہلے جس میں بارش ہوتی ہے اور جسے اللہ تعالیٰ اپنے قحط زدہ اور مایوس بندوں پر برسا دیتا ہے ﴿ءَالِهٖ مَعَ اللّٰهِ ط تَعْلٰی اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ﴿٦٤﴾ ”تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود بھی ہے؟ یہ لوگ جو شرک کرتے ہیں اللہ (کی شان) اس سے بلند ہے۔“

تفسیر آیت: 64

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے دلائل: یعنی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت و حکمت کے ساتھ مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ط اِنَّهٗ هُوَ يَبْدِئُ وَيُعِيْدُ﴾ ﴿البروج 13,12:85﴾ ”بے شک آپ کے پروردگار کی پکڑ بہت سخت ہے، وہی پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے اور وہی لوٹائے گا۔“ اور فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِي يَبْدِئُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهُ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ط﴾ (الروم 27:30) ”اور وہی تو ہے جو خلقت کو پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے، پھر اسے لوٹائے گا اور یہ اس کے لیے بہت آسان ہے۔“

﴿وَمَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ط﴾ ”اور کون تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟“ (یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے) کہ آسمان سے بارش نازل کرتا اور زمین سے برکتوں کو پیدا فرماتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ط وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصُّلْعِ﴾ ﴿الطارق 12,11:86﴾ ”آسمان کی قسم! جو بار بار بارش برسانے والا ہے اور زمین کی قسم! جو چھٹنے والی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿يَعْلَمُ مَا يَلْبِغُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ط﴾ (الحديد 4:57)

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ﴿٦٥﴾ بَلْ أَدْرَكَ

کہہ دیجیے: آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی بھی غیب (کی بات) نہیں جانتا، اور وہ (خود ساختہ معبود) تو یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ (قبروں سے) کب

عَلِمَهُمْ فِي الْآخِرَةِ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِنْهَا بَلْ هُمْ عَنْهَا عَمُونَ ﴿٦٦﴾

اٹھائے جائیں گے ﴿٦٥﴾ بلکہ آخرت کے بارے میں ان کا علم ختم ہو چکا، بلکہ وہ آخرت کے متعلق شک میں ہیں، بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں ﴿٦٦﴾

”جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے اور جو اس سے نکلتی ہے اور جو آسمان سے اترتی ہے اور جو اس کی طرف چڑھتی ہے، سب اسے معلوم ہے۔“

اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش کے بابرکت پانی کو نازل فرماتا ہے، پھر اسے چشمے بنا کر زمین میں جاری کر دیتا ہے اور اس سے مختلف قسم کی فصلیں، پھل اور گلہائے رنگارنگ پیدا فرماتا ہے، ﴿كُلُوا وَادْعُوا أَنْعَامَكُمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِأُولِي النَّهْيِ﴾ (طہ 20: 54) ”(کہ خود بھی) کھاؤ اور اپنے چار پائیوں کو بھی چراؤ، بے شک ان (باتوں) میں عقل والوں کے لیے (بہت سی) نشانیاں ہیں۔“ اسی لیے فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْهُ﴾ ”تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود بھی ہے؟“ یعنی کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے جس نے یہ کام کیا ہو اور دوسرے قول کے مطابق اس کے معنی یہ ہیں، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہو سکتا ہے جس کی عبادت کی جائے؟ ﴿قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ ”کہہ دیجیے: (مشرکوا!) اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔“ یعنی اگر تم دیگر معبودوں کی عبادت کے دعوے میں سچے ہو تو اپنے اس دعوے کی دلیل پیش کرو اور معلوم ہے کہ ان کے پاس کوئی دلیل و برہان نہیں ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ﴾ (المؤمنون 23: 117) ”اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارتا ہے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اللہ ہی کے ہاں ہوگا، کچھ شک نہیں کہ کافر فلاح نہیں پائیں گے۔“

تفسیر آیات: 65، 66

عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات گرامی ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ تمام مخلوق کو یہ بات بتادیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا آسمانوں اور زمین میں اور کوئی غیب نہیں جانتا۔ اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿إِنَّ اللَّهَ﴾ میں استننا منقطع ہے، یعنی اللہ عز و جل کے سوا اور کوئی اسے نہیں جانتا، غیب جانتا صرف اسی ذات وحدہ لا شریک کا خاصہ ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ﴾ (الأنعام 6: 59) ”اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔“ اور فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَ مَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَ مَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ (لقمن 31: 34) ”یقیناً اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی رحموں کی چیزوں کو جانتا ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا اور کوئی تنفس نہیں جانتا کہ کس سر زمین میں اسے موت آئے گی، بے شک اللہ ہی خوب جاننے والا، بڑا

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِذَا كُنَّا تُرَابًا وَآبَاءُ وَآبَاؤُنَا إِبْنًا لِّمُحَرَّبُونَ ﴿٦٧﴾ لَقَدْ وَعَدْنَا هَذَا نَحْنُ

اور کافروں نے کہا: کیا جب ہم اور ہمارے آباء و اجداد مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہمیں (پھر قبروں سے) نکالا جائے گا؟ ﴿٦٧﴾ بلاشبہ ہمیں اور اس سے پہلے

وَآبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۚ إِنَّ هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٦٨﴾ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ

ہمارے آباء و اجداد کو بھی یہ وعدے دیے جاتے رہے ہیں، لیکن یہ تو محض پہلے لوگوں کے افسانے ہیں ﴿٦٨﴾ کہہ دیجیے: تم زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو

عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ﴿٦٩﴾ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَكُونُونَ ﴿٧٠﴾

مجرموں کا انجام کیسا ہوا؟ ﴿٦٩﴾ اور (اے نبی!) آپ ان پر غم نہ کریں اور نہ ہی جو وہ مکر و فریب کر رہے ہیں (اس پر) تنگ دل ہوں ﴿٧٠﴾

خبردار ہے۔“ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

﴿وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ﴾ ﴿٥٥﴾ ”اور نہ یہ جانتے ہیں کہ کب (زندہ کر کے) اُٹھائے جائیں گے۔“ یعنی آسمانوں اور

زمین میں بسنے والی مخلوق میں سے کوئی بھی قیامت کے وقت کو نہیں جانتا جیسا کہ فرمایا: ﴿ثَقُلَتْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط

لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً ط﴾ (الأعراف: 187) ”وہ آسمانوں اور زمین میں بہت بھاری ہے اور اچانک تم پر آ جائے گی۔“

یعنی اس کا علم آسمان اور زمین والوں کے لیے بہت بھاری ہے، ﴿بَلْ أَذْرَكَ عَلَيْهِمْ فِي الْآخِرَةِ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِنْهَا﴾

”بلکہ آخرت (کے بارے) میں ان کا علم انتہی ہو چکا ہے بلکہ وہ اس سے شک میں ہیں۔“ یعنی ان کا علم ختم ہو گیا ہے اور وہ اس

کے وقت کے جاننے سے عاجز و قاصر ہیں۔ بعض نے اس کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ قیامت کے بارے میں ان کا علم ایک

جیسا ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ جب جبریل نے رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے وقت کے بارے میں سوال

کیا تو آپ نے فرمایا: [مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ] ”اس بارے میں مسؤل کو سائل سے زیادہ علم نہیں

ہے۔“ ﴿١﴾ یعنی اس کے بارے میں مسؤل اور سائل کا علم ایک جیسا ہے کہ دونوں ہی اسے جاننے سے عاجز و قاصر ہیں۔

اور اس کا فرمان ہے: ﴿بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِنْهَا﴾ ”بلکہ وہ اس سے شک میں ہیں۔“ ہُم ضمیر کا مرجع جنس ہے اور مراد

اس سے کافر ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَعَرِضُوا عَلَىٰ رَبِّكَ صَفًّا ط لَقَدْ جِئْتُمُونَا كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ذ بَلْ زَعَمْتُمْ

أَلَّنْ نَجْعَلَ لَكُمْ مَقْعَدًا ۖ﴾ (الکھف: 48) ”اور وہ سب آپ کے پروردگار کے سامنے صف باندھے ہوئے پیش کیے

جائیں گے (تو ہم ان سے کہیں گے کہ) جس طرح ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا (اسی طرح آج) تم ہمارے پاس آئے لیکن تم

نے تو یہ خیال کر رکھا تھا کہ ہم نے تمہارے لیے (قیامت کا) کوئی وقت مقرر ہی نہیں کیا۔“ یعنی تم میں سے کافروں نے یہ گمان کر

رکھا تھا، اسی طرح یہاں بھی فرمایا ہے: ﴿بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِنْهَا﴾ ”بلکہ وہ اس سے شک میں ہیں۔“ اس کے وجود اور

وقوع پذیر ہونے کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں، ﴿بَلْ هُمْ قِنْدَارٌ ۖ﴾ ”بلکہ وہ اس سے اندھے (ہو رہے) ہیں۔“

یعنی قیامت کے بارے میں وہ بہت بڑی جہالت اور بہت بڑے اندھے پن میں مبتلا ہیں۔

① صحیح البخاری، ایمان، باب سؤال جبریل النبی ﷺ عن الإيمان.....، حدیث: 50 و صحیح مسلم، ایمان،

باب بیان الإيمان والإسلام.....، حدیث: 9، 8، عن أبي هريرة ؓ .

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٧١﴾ قُلْ عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ

اور وہ کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو یہ (عذاب کا) وعدہ کب پورا ہوگا؟ ﴿٧١﴾ آپ کہہ دیجیے: جو عذاب تم جلدی طلب کرتے، ہو سکتا ہے (اس میں سے) کچھ

الَّذِي تَسْتَعْجِلُونَ ﴿٧٢﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٧٣﴾

تمہارے قریب آگاہ ہو ﴿٧٢﴾ اور بے شک آپ کا رب لوگوں پر بہت فضل (فرمانے والا ہے، اور لیکن ان کے اکثر شکر نہیں کرتے) ﴿٧٣﴾ اور بلاشبہ آپ

وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٤﴾ وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ

کا رب (وہ باتیں) جانتا ہے جو ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں ﴿٧٤﴾ اور آسمان و زمین میں غائب کوئی چیز ایسی نہیں جو

وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ﴿٧٥﴾

کھلی کتاب (لوح محفوظ) میں (لکھی ہوئی) نہ ہو ﴿٧٥﴾

تفسیر آیات: 67-70

کفار کا بعث بعد الموت کو بعید سمجھنا اور اس کی تردید: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ مشرکین اور منکرین بعثت نے جسموں کے بوسیدہ ہڈیاں بلکہ مٹی ہو جانے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کو بہت بعید سمجھا ہے اور وہ کہا کرتے تھے: ﴿لَقَدْ وَعَدْنَا هَٰذَا نَحْنُ وَآبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ﴾ ”البتہ تحقیق اس سے پہلے ہم اور ہمارے باپ دادا بھی یہ وعدہ دیے گئے تھے۔“ یعنی ہم اور ہمارے باپ دادا اس طرح کی باتیں سنتے چلے آئے ہیں لیکن ان کی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ ایسا کبھی نہیں ہوگا ﴿إِنَّ هَٰذَا إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ﴾ ”(کہاں کا اٹھنا اور کیسی قیامت) یہ تو صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔“ یعنی یہ جسموں کے دوبارہ زندہ کیے جانے کا وعدہ صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں، لوگوں نے اسے اپنے سے پہلے لوگوں کی کتابوں سے اخذ کیا ہے جبکہ ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر اور قیامت کے برپا نہ ہونے کے بارے میں ان کے گمان کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿قُلْ﴾ ”کہہ دیجیے!“ ﴿سَيُرَوُّوا فِي الْأَرْضِ فَاَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ﴾ ”زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو کہ مجرموں کا انجام کیسا ہوا!“ یعنی جنہوں نے رسولوں کی اور قیامت کے بارے میں ان کے بیان کیے ہوئے ارشادات کی تکذیب کی، ان پر کس طرح اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا اور ان کے درمیان میں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور ان پر ایمان لانے والوں کو کس طرح نجات عطا فرمائی؟ یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرات انبیائے کرام بھی سچے تھے اور انہوں نے جس پیغام کو پیش فرمایا وہ بھی سچا تھا، پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ﴿وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ﴾ ”اور آپ اُن (کے حال) پر غم نہ کریں۔“ جو آپ کے لائے ہوئے دین کی تکذیب کر رہے ہیں، ان پر غم کرنا اور نہ اس قدر افسوس کرنا کہ آپ کا دم ہی نکل جائے۔ ﴿وَلَا تُكِنُّ فِيْ خَيْبٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ﴾ ”اور نہ ان چالوں سے جو یہ کر رہے ہیں تنگ دل ہونا۔“ آپ کو نقصان پہنچانے اور آپ کے لائے ہوئے دین کی تردید کرنے میں جو یہ چالیں چل رہے ہیں، ان سے اپنے دل میں تنگی محسوس نہ کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی تائید اور نصرت سے سرفراز فرمائے گا اور ان کی مخالفت اور دشمنی کے باوجود اللہ تعالیٰ آپ کے دین کو مشرق و مغرب میں سر بلندی عطا فرمائے گا۔

تفسیر آیات: 71-75

منکرین قیامت: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ مشرکین قیامت کے وقوع پذیر ہونے کو بعید سمجھتے ہوئے یہ سوال کیا کرتے تھے: ﴿وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ ⑦۱ اور وہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب پورا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿قُلْ﴾ ”(اے محمد ﷺ! ان سے) کہہ دیجیے!“ ﴿عَلَىٰ أَنْ يَكُونَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِي تَسْتَعْجِلُونَ﴾ ⑦۲ ”کہ جس (عذاب) کے لیے تم جلدی کر رہے ہو شاید اس میں سے کچھ تمہارے نزدیک آ پہنچا ہو۔“

ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس عذاب کے لیے تم جلدی کر رہے ہو شاید اس میں سے کچھ تمہارے نزدیک آ ہی گیا ہو یا وہ عنقریب تمہارے نزدیک آ ہی جائے گا۔ ⑦۱ مجاہد، ضحاک، عطاء خراسانی، قتادہ اور سدی رحمہم اللہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ ⑦۲ اور یہی مراد ہے اس ارشاد باری تعالیٰ سے: ﴿وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هُوَ قُلْ عَلَىٰ أَنْ يَكُونَ قَرِيبًا﴾ (بنی اسرائیل 51: 17) ”اور وہ پوچھیں گے کہ ایسا کب ہوگا۔ آپ کہہ دیں: شاید کہ وہ قریب ہی ہو۔“ اور فرمایا: ﴿يَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَٰئِنْ جِئْتَهُمْ لَمْجِطَةً ۖ بِالْكَافِرِينَ﴾ (العنکبوت 29: 54) ”وہ آپ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں اور بلاشبہ دوزخ تو کافروں کو گھیر لینے والا ہے۔“ ﴿رَدِفَ لَكُمْ﴾ پر لام اس لیے داخل کیا گیا ہے کہ یہ عَجَلٍ لَكُمْ کے معنی میں ہے جیسا کہ امام مجاہد نے اس ﴿قُلْ عَلَىٰ أَنْ يَكُونَ رَدِفَ لَكُمْ﴾ کے بارے میں یہی کہا ہے۔ ③

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ﴾ ”اور بلاشبہ آپ کا پروردگار تو لوگوں پر بڑے فضل والا ہے“ کہ وہ ان پر اپنی نعمتوں کو پورا فرماتا ہے، حالانکہ وہ اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں اور ان میں سے کم ہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوں۔ ﴿وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ﴾ ⑦۴ ”اور جو باتیں ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں بلاشبہ آپ کا پروردگار ان (سب) کو یقیناً جانتا ہے۔“ وہ پوشیدہ باتوں اور دلوں کے رازوں کو بھی اسی طرح جانتا ہے جس طرح ظاہر باتوں کو جانتا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿سَوَاءٌ مِنْكُمْ مَّنْ أَسْرَأَ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ﴾ (الرعد 13: 10) ”کوئی تم میں سے چپکے سے بات کہے یا اسے پکار کر کہے یا رات (کے اندھیرے) میں چھپنے والا ہو یا دن (کی روشنی) میں (کھلم کھلا) چلے پھرے (اس کے نزدیک) برابر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿يَعْلَمُ السِّرَّ وَالْأَخْفَىٰ﴾ (ظلہ 7: 20) ”وہ تو چھپے ہجید اور نہایت پوشیدہ بات تک کو جانتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿أَلَا جِنَّةٌ يَسْتَعْجِلُونَ شِيَائِهِمْ ۖ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ﴾ (ہود 5: 11) ”آگاہ رہو! جس وقت یہ اپنے کپڑے اوڑھتے ہیں (تب بھی) وہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے اور ظاہر کرتے ہیں۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین کے غیب کو جاننے والا ہے اور یقیناً وہی غیب اور حاضر کو جاننے والا

① تفسیر الطبری: 13/20 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2917/9 . ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2917/9 و تفسیر الطبری: 13/20 .

③ تفسیر الطبری: 13/20 .

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَفُضُّ عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٧٦﴾ وَإِنَّهُ لَهْدَى

بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل پر اکثر وہ باتیں بیان کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں ﴿٧٦﴾ اور بلاشبہ یہ (قرآن) مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت

وَرَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٧٧﴾ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُم بِحُكْمِهِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ﴿٧٨﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى

ہے ﴿٧٧﴾ بے شک آپ کا رب ان کے درمیان اپنے حکم سے فیصلہ کرے گا، اور وہ نہایت غالب ہے، بہت علم والا ہے ﴿٧٨﴾ پس (اے نبی!) آپ اللہ پر توکل

اللَّهُ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ ﴿٧٩﴾ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿٨٠﴾

کریں، بلاشبہ آپ واضح حق پر ہیں ﴿٧٩﴾ بلاشبہ آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے، اور نہ آپ بہروں کو (اپنی) پکار سنا سکتے ہیں، جبکہ وہ پیٹھ کے بل پھر جائیں ﴿٨٠﴾ اور نہ

وَمَا أَنْتَ بِهَادِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلَالَتِهِمْ ۚ إِنَّ تُسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ ﴿٨١﴾

آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ ہدایت پر لا سکتے ہیں، آپ تو بس انہیں ہی سنا سکتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں، تو وہی فرماں بردار ہیں ﴿٨١﴾

ہے جبکہ غیب وہ ہے جو بندوں سے پوشیدہ ہو اور ظاہر وہ ہے جس کا بندوں نے مشاہدہ کیا ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ﴾ ﴿٧٦﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں کہ زمین و آسمان میں کوئی مخفی یا ظاہری شے نہیں ہے جسے وہ نہ جانتا ہو۔ ﴿١﴾ اور یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿الَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ط إِنَّ ذَٰلِكَ فِي كِتَابٍ ط إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ﴾ (الحج 70:22) ”کیا آپ نہیں جانتے کہ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اللہ اسے جانتا ہے، یقیناً یہ (سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے، بے شک یہ سب اللہ کے لیے بالکل آسان ہے۔“ کی طرح ہے۔

تفسیر آیات: 81-76

قرآن بنی اسرائیل کے اختلاف کو بیان کرتا ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز کے بارے میں بیان فرمایا ہے جو ہدایت، بیان اور فرقان پر مشتمل ہے کہ یہ حالین تورات و انجیل بنی اسرائیل کے سامنے اکثر باتیں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں، بیان کر دیتی ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان میں اختلاف ہے کہ یہودیوں نے تو ان کے بارے میں شرمناک افترا پردازی سے کام لیا جبکہ عیسائیوں نے ان کے بارے میں بے حد غلو کیا جبکہ قرآن مجید نے ان کے بارے میں ایک ایسے درمیانے موقف کو اختیار کیا ہے جو حق و عدل پر مبنی ہے کہ وہ اللہ کے بندے ہیں اور اس کے مرسلین و انبیائے کرام میں سے ایک پیغمبر علیہ السلام بھی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ذَٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ﴾ (مریم 34:19) ”یہ مریم کے بیٹے عیسیٰ ہیں (اور یہ) سچی بات ہے جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔“

اور فرمایا: ﴿وَإِنَّهُ لَهْدَىٰ وَرَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ﴾ ﴿٧٦﴾ ”اور بے شک یہ مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔“ یعنی اس پر ایمان لانے والوں کے دلوں کے لیے ہدایت ہے اور اس کے مطابق عمل کرنا ان کے لیے باعث رحمت ہے، پھر فرمایا: ﴿إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُم بِحُكْمِهِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ﴾ ﴿٧٨﴾ ”یقیناً آپ کا پروردگار (قیامت کے روز) اُن میں اپنے حکم سے

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا

اور جب ان پر (قرب قیامت کے وعدے کی) بات پوری ہو جائے گی تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور نکالیں گے، وہ ان سے کلام کرے گا کہ

بِأَيَّتِنَا لَا يُوقِنُونَ ﴿٨٢﴾

بے شک یہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے تھے ﴿٨٢﴾

فیصلہ کر دے گا اور وہ نہایت غالب، خوب علم والا ہے۔“ یعنی اپنے انتقام لینے میں وہ غالب ہے اور اپنے بندوں کے افعال اور اقوال کو خوب جانتا ہے۔

توکل کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ﴾ ”پس آپ اللہ پر بھروسہ کریں۔“ اپنے تمام امور میں۔ اور اپنے رب کے پیغام کو پہنچا دیں، ﴿إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ﴾ ”بے شک آپ تو حق صریح پر ہیں۔“ یعنی آپ حق صریح پر ہیں، خواہ وہ لوگ آپ کی مخالفت ہی کیوں نہ کریں جن پر بذختی لکھ دی گئی ہے۔ اور جن کے بارے میں آپ کے رب کا حکم قرار دیا جا چکا ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے، خواہ ان کے پاس ہر طرح کی نشانی آجائے، اسی لیے فرمایا: ﴿إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى﴾ ”کچھ شک نہیں کہ آپ مردوں کو (بات) نہیں سنا سکتے۔“ یعنی انھیں کوئی بات نہیں سنا سکتے جو انھیں نفع دے سکے، اسی طرح ان لوگوں کے دلوں پر پردے ہیں اور ان کے کانوں میں کفر کا بوجھ ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ﴾ ﴿٨٠﴾ وَمَا أَنْتَ بِهَدِي الْعَنَى عَنْ صَلَاتِهِمْ إِنَّ تُسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِأَيَّتِنَا فَهُمْ مُسْمِعُونَ ﴿٨١﴾ ”اور نہ آپ بہروں کو جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر پھر جائیں آواز سنا سکتے ہیں اور نہ اندھوں کو گمراہی سے (آپ) رستہ دکھا سکتے ہیں آپ تو انھی کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں سو وہ فرماں بردار ہیں۔“ آپ کی بات کو تو وہ سنے گا جو بڑا سمیع و بصیر ہو۔ اور نافع سمع و بصیر وہ ہوتی ہے جو دل اور بصیرت میں ہو، اللہ کے آگے جھکنے والا ہو اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی زبانی جو پیغام نازل فرمایا ہے اس کی اطاعت کرنے والا ہو۔

تفسیر آیت: 82

زمین سے ایک جانور کا نکلنا: آخر زمانے میں زمین سے یہ جانور اس وقت نکلے گا جب لوگ خراب ہو جائیں گے، اللہ تعالیٰ کے احکام کو بدل دیں گے اور دین حق میں تبدیلی کر دیں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ زمین سے ان کے لیے ایک جانور نکالے گا۔ ایک قول کے مطابق یہ جانور مکہ سے اور دوسرے قول کے مطابق کسی دوسری جگہ سے نکلے گا جیسا کہ اس کی تفصیل، ان شاء اللہ تعالیٰ، آگے آرہی ہے، یہ جانور لوگوں سے کلام کرے گا، ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن اور قتادہ کا قول ہے، نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ یہ لوگوں سے مخاطب ہو کر کلام کرے گا۔ ﴿١﴾ اس جانور کے بارے میں بہت سی احادیث و آثار وارد ہیں جن میں سے چند حسب ذیل ہیں۔ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ:

(1) امام احمد رحمہ اللہ نے حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہم پر ایک بالا خانے سے متوجہ

ہوئے جبکہ ہم قیامت کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے، آپ نے فرمایا: [لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَرَوْنَ عَشَرَ آيَاتٍ: طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَالذُّخَانُ، وَالذَّابَّةُ، وَخُرُوجُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ، وَخُرُوجُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ، وَالذَّجَالُ، وَثَلَاثَةُ خُسُوفٍ: خَسَفٌ بِالْمَغْرِبِ، وَخَسَفٌ بِالْمَشْرِقِ، وَخَسَفٌ بِحَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَنَارٌ تَخْرُجُ مِنْ قَعْرِ عَدْنٍ تَسُوقُ، أَوْ تَحْشُرُ النَّاسَ، تَبِيتُ مَعَهُمْ حَيْثُ بَاتُوا، وَتَقِيلُ مَعَهُمْ حَيْثُ قَالُوا] ”قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو: (1) مغرب سے سورج کا طلوع ہونا (2) دھواں (3) زمین کا جانور (4) یا جوج و ما جوج کا خروج (5) عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا خروج (6) دجال اور زمین میں دھسنے کے تین واقعات: (7) مغرب میں زمین میں دھسنے کا واقعہ (8) مشرق میں زمین میں دھسنے کا واقعہ (9) جزیرۃ العرب میں زمین میں دھسنے کا واقعہ اور (10) ایک آگ جو عدن کے زیریں علاقے سے نکلے گی اور لوگوں کو ہانک کر لے جائے گی۔ یا آپ نے یہ فرمایا کہ وہ لوگوں کو جمع کرے گی اور انھی کے ساتھ رات گزارے گی جہاں وہ رات گزاریں گے اور انھی کے ساتھ دوپہر کرے گی جہاں وہ دوپہر کریں گے۔“^① اور اسی طرح امام مسلم اور اہل سنن نے اسے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔^② امام مسلم نے اسے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بھی روایت کیا ہے۔^③ قَالَ لَهُ أَغْلَمُ۔

(2) امام مسلم رحمہ اللہ نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سن کر ایک حدیث کو یاد رکھا ہے جسے ابھی تک نہیں بھولا اور وہ یہ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [إِنَّ أَوَّلَ الْآيَاتِ خُرُوجُ طُلُوعِ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَخُرُوجُ الدَّابَّةِ عَلَى النَّاسِ ضُحًى، وَابْتِهَامَا مَا كَانَتْ قَبْلَ صَاحِبَتِهَا فَلَا تُخْرَى عَلَى إِثْرِهَا قَرِيبٌ] ”قیامت کی اولین نشانیاں یہ ہیں: سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، چاشت کے وقت جانور کا لوگوں کے سامنے نکلنا، ان میں سے جو نشانی پہلے ظاہر ہوئی تو دوسری بھی اس کے فوراً بعد ظاہر ہو جائے گی۔“^④

(3) امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ سِتًّا: طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، أَوْ الذُّخَانُ، أَوْ الدَّجَالُ، أَوْ الدَّابَّةُ أَوْ خَاصَّةٌ أَحَدُكُمْ، أَوْ أَمْرُ الْعَامَّةِ] ”چھ باتوں کے ظاہر ہونے سے پہلے پہلے جلدی سے نیک اعمال کر لو! (اور وہ چھ باتیں یہ ہیں): (1) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور (2) دھواں (3) دجال (4) جانور (5) موت (6) قیامت۔“^⑤ امام مسلم ہی نے اسے بیان کیا ہے (امام بخاری نے نہیں۔)

① مسند أحمد: 7/4. ② صحيح مسلم، الفتن وأشراط الساعة، باب في الآيات التي تكون قبل الساعة، حديث:

2901 وجامع الترمذی، الفتن، باب ماجاء في الخسف، حديث: 2183 وسنن أبي داود، الملاحم، باب أمارات الساعة، حديث: 4311 وسنن ابن ماجه، الفتن، باب الآيات، حديث: 4055 والسنن الكبرى للنسائي: 456/6، حديث: 11482. ③ صحيح مسلم، الفتن وأشراط الساعة، باب في الآيات التي تكون قبل الساعة، حديث: 2901.

④ صحيح مسلم، الفتن وأشراط الساعة، باب في خروج الدجال.....، حديث: 2941. ⑤ صحيح مسلم، الفتن

وأشراط الساعة، باب في بقية من أحاديث الدجال، حديث: 2947.

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِمَّنْ يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿٨٣﴾ حَتَّىٰ

اور جس دن ہم ہر امت میں سے ایک گروہ اکٹھا کریں گے، جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے، پھر ان کی درجہ بندی کی جائے گی ﴿٨٣﴾ حتیٰ کہ جب وہ

اِذَا جَاءُوا قَالَ أَكَذَّبْتُمْ بِآيَاتِي وَلَمْ تُحِطُوا بِهَا عِلْمًا أَمَّا ذَا كُنْتُمْ

سب (میدان محشر میں) آپہنچیں گے تو اللہ فرمائے گا: کیا تم نے میری آیات کو جھٹلایا تھا، جبکہ تم نے علم سے ان کا احاطہ نہ کیا تھا، یا تم کیا کرتے رہے

تَعْمَلُونَ ﴿٨٤﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوا فَهُمْ لَا يَنْطِقُونَ ﴿٨٥﴾ أَلَمْ يَرَوْا أَنَّا

تھے؟ ﴿٨٤﴾ اور ان کے ظلم کی وجہ سے ان پر (ودعہ عذاب کی) بات پوری ہو جائے گی، تو وہ (کچھ بھی) نہیں بول سکیں گے ﴿٨٥﴾ کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ

جَعَلْنَا الْإِكْلَ لَيْسَكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٨٦﴾

ہم نے رات بٹائی، تاکہ وہ اس میں آرام و سکون کریں اور دن کو روشن (بنایا۔) بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں ﴿٨٦﴾

(4) امام ابو داؤد طیالسی رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [تَخْرُجُ ذَابَّةُ الْأَرْضِ مَعَهَا عَصَا مُوسَى وَخَاتَمُ سُلَيْمَانَ، تَخْطُمُ أَنْفَ الْكَافِرِ بِالْعَصَا، وَتُجْلِي وَجْهَ الْمُؤْمِنِ بِالْخَاتَمِ، حَتَّى يَجْتَمِعَ النَّاسُ عَلَى الْخِوَانِ يُعْرِفُ الْمُؤْمِنُ مِنَ الْكَافِرِ] ”زمین کا جانور نکلے گا تو اس کے پاس موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی، وہ کافر کی ناک پر عصا مارے گا اور مومن کے چہرے کو انگوٹھی سے روشن کر دے گا حتیٰ کہ لوگ ایک دسترخوان پر جمع ہوں گے، مومن اور کافر پہچانے جائیں گے۔“ ﴿١﴾

ابن جریج نے ابن زبیر سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے جانور کا حلیہ اس طرح بیان کیا کہ اس کا سر بیل کے سر جیسا، اس کی آنکھیں خنزیر کی آنکھوں جیسی، اس کے کان ہاتھی کے کانوں جیسے، اس کے سینگ بارہ سگے کے سینگوں جیسے، اس کی گردن شتر مرغ کی گردن جیسی، اس کا سینہ شیر کے سینے جیسا، اس کا رنگ چیتے کے رنگ جیسا، اس کا پہلو بلے کے پہلو جیسا، اس کی دم مینڈھے کی دم جیسی اور اس کی ٹانگیں اونٹ کی ٹانگوں جیسی ہوں گی، اس کے ہر دو جوڑوں کے درمیان بارہ ہاتھ کا فاصلہ ہوگا، جب وہ جانور نکلے گا تو اس کے پاس موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی بھی ہوگی، وہ ہر مومن کے چہرے پر موسیٰ علیہ السلام کے عصا کے ساتھ سفید نکتہ لگا دے گا، یہ نکتہ پھیل جائے گا حتیٰ کہ اس کی وجہ سے مومن کا چہرہ چمک اٹھے گا اور ہر کافر کے چہرے پر وہ سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کے ساتھ سیاہ نکتہ لگا دے گا اور وہ نکتہ اس قدر پھیل جائے گا کہ اس سے کافر کا چہرہ کالا سیاہ ہو جائے گا حتیٰ کہ لوگ بازاروں میں خرید و فروخت کرتے ہوئے کہیں گے کہ اے مومن! یہ چیز کتنے کی ہے، اے کافر! اس چیز کی کتنی قیمت ہے؟ حتیٰ کہ گھروالے دسترخوان پر بیٹھیں گے تو وہ پہچانتے ہوں گے کہ ان کے گھر کا کون سا فرد مومن ہے اور کون سا فرد کافر ہے، پھر یہ جانور ان سے یہ بھی کہے گا کہ اے فلاں شخص! تجھے بشارت ہو کہ تو اہل جنت میں سے ہے اور اے فلاں! تو اہل دوزخ میں سے ہے، اسی جانور کی طرف اس ارشاد باری تعالیٰ میں اشارہ ہے: ﴿وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ ذَابَّةً

① مسند ابی داؤد الطیالسی: 293، 292/4، فی ترجمۃ اوس بن خالد، حدیث: 2687 و مسند أحمد: 295/2

والسلسلة الضعيفة: 233/3، حدیث: 1108، اس حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے منکر کہا ہے۔

”مَنْ الْأَرْضِ تُكِبُّهُمْ“ إِنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ﴿٨٣﴾ ”اور جب ان پر (عذاب کی) بات واقع ہوگی تو ہم ان کے لیے زمین میں سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا کہ بے شک یہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے تھے۔“ ﴿٨٤﴾

تفسیر آیات: 83-86

قیامت کے دن ظالموں کا جمع کیا جانا: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ظالموں کو اور اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے رسول کی تکذیب کرنے والوں کو اس کے سامنے جمع کیا جائے گا تاکہ وہ سرزنش، ڈانٹ ڈپٹ اور ذلیل و رسوا کرتے ہوئے ان سے یہ پوچھتے کہ انھوں نے دنیا میں کیا اعمال کیے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَوْمَ نُخْصِرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا﴾ ”اور جس روز ہم ہر امت میں سے ایک گروہ جمع کریں گے۔“ یعنی ہر قوم اور ہر قرن میں سے ایک جماعت کو جمع کریں گے ﴿مَنْ يَكْذِبُ بِآيَاتِنَا﴾ ”جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿أَحْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ﴾ ﴿الضُّفَّتْ ٢٢: ٣٧﴾ ”جو لوگ ظلم کرتے تھے ان کو اور ان کے جوڑوں کو اور جنھیں وہ پوجا کرتے تھے (سب کو) جمع کر لو۔“ اور فرمایا: ﴿وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ﴾ ﴿التکویر 7: 81﴾ ”اور جب روحمیں (بدنوں سے) ملا دی جائیں گی۔“ اور فرمایا: ﴿فَهُمْ يُرْجَعُونَ﴾ ﴿٨٣﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ روک دیے جائیں گے، عبدالرحمن بن زید بن اسلم کا قول ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انھیں ہانکا جائے گا۔ ﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ﴾ ”یہاں تک کہ جب وہ (سب) آجائیں گے۔“ اور انھیں سوال و جواب کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا۔ ﴿قَالَ أَكَذَّبْتُمْ بِآيَاتِي وَلَمْ تَحْجِبُوا بِهَا عِلْمًا أَمْ آدَا كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ﴾ ﴿٨٤﴾ ”تو (اللہ) فرمائے گا کہ کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلایا تھا، حالانکہ تم نے (اپنے) علم سے ان پر اچھا تو کیا ہی نہ تھا، بھلا تم کیا کرتے تھے؟“ یعنی اللہ تعالیٰ ان سے ان کے اعتقاد اور اعمال کے بارے میں پوچھے گا لیکن وہ اہل سعادت میں سے نہیں ہوں گے بلکہ ایسے ہوں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿فَلَا صَدَقَ وَلَا صَلَّىٰ وَلَٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ﴾ ﴿القیمة 32: 31: 75﴾ ”تو اس (عاقبت نااندیش) نے نہ تو (اللہ) کے کلام کی (تصدیق کی، نہ نماز پڑھی بلکہ جھٹلایا اور منہ پھیر لیا۔“

اس دن ان پر حجت تمام ہو چکی ہوگی اور ان کے پاس کوئی عذر بھی نہ ہوگا کہ بارگاہ الہی میں معذرت کر سکیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿هَذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُونَ﴾ ﴿٨٥﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ ﴿٨٦﴾ (المرسلات 36: 35: 77) ”یہ (وہ) دن ہے کہ (لوگ) بول نہیں سکیں گے اور نہ ان کو اجازت دی جائے گی کہ معذرت کر سکیں۔“ اسی طرح یہاں بھی فرمایا ہے: ﴿وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوا فَهُمْ لَا يَنْطِقُونَ﴾ ﴿٨٥﴾ ”اور ان کے ظلم کے سبب ان پر قول (عذاب) واقع ہو جائے گا تو وہ بول بھی نہ سکیں گے۔“ یعنی وہ حیران و پریشان ہو جائیں گے اور ان سے کوئی جواب نہ بن پڑے گا کیونکہ دنیاوی زندگی میں

① تفسیر القرطبی: 236/13 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2924/9. ② تفسیر الطبری: 21/20 و تفسیر ابن ابی حاتم:

2927/9. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 2927/9.

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ط

اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا تو جو کوئی آسمانوں میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے (سب) گھبرا جائیں گے، سوائے اس کے جسے اللہ چاہے، اور

وَكُلُّ أُنُوفِهِ ذَخِيرَيْنِ ﴿٨٧﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسِبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ط

(یہ) سب عاجز ہو کر اللہ کے حضور جائیں گے ﴿٨٧﴾ اور آپ پہاڑوں کو دیکھیں گے تو ان کو جامد (اپنی جگہ جمے ہوئے) سمجھیں گے، جبکہ وہ بادلوں کے چلنے کی

صُنْعَ اللَّهِ الَّذِي أَتَقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ط إِنَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَفْعَلُونَ ﴿٨٨﴾ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ

طرح چل رہے ہوں گے، یہ اللہ کی کارگیری ہے جس نے ہر چیز کو پختہ اور مضبوط بنایا، بے شک وہ باخبر ہے اس سے جو تم کرتے ہو ﴿٨٨﴾ جو شخص نیکی لائے

فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ آمِنُونَ ﴿٨٩﴾ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ

گا، تو اس کے لیے اس سے زیادہ بہتر (بدل) ہوگا، اور وہ اس دن ہر گھبراہٹ سے بے خوف ہوں گے ﴿٨٩﴾ اور جو شخص برائی لائے گا تو ان کے چہرے

وَجُوهُهُمْ فِي النَّارِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٩٠﴾

آگ میں اوندھے ڈالے جائیں گے (اور کہا جائے گا): تم بس اسی کا بدلہ پاؤ گے جو تم عمل کرتے تھے ﴿٩٠﴾

انھوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا تھا اور اب انھیں اس ذات گرامی کے پاس پہنچا دیا گیا ہے جو عالم الغیب والشہادہ ہے اور جس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی کامل قدرت، اپنی عظیم بادشاہت، اپنی بلند شان اور اپنی ذات پاک کی طرف توجہ مبذول کرات کی ہوئے فرمایا ہے کہ جس کی اطاعت واجب جس کے احکام کے سامنے سرطاعت جھکا دینا فرض اور جس کے رسولوں کی اطاعت کرنا لازم ہے کہ وہ ایسے حق کو لے کر دنیا میں تشریف لائے جسے قبول کیے بغیر چارہ کار ہی نہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ وَإِذَا مَلَاحِظُهُمْ فَهُوَ يُعْذِرُهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾

”کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات کو (اس لیے) بنایا ہے کہ اس میں آرام کریں۔“ یعنی رات کے اندھیرے میں آرام کریں جس کے سبب ان کی حرکات اور ان کے سانس پُرسکون ہو جاتے اور

وہ دن کے وقت کے کاموں کی تھکاوٹ سے راحت حاصل کر لیتے ہیں۔ ﴿وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا﴾ ”اور دن کو روشن (بنایا ہے۔)“

﴿مُبْصِرًا﴾ کے معنی روشن اور چمک دار کے ہیں اور اس کے سبب وہ امور معیشت، معاملات کسب، سفروں اور تجارتوں اور

اپنی دیگر ضروریات میں تصرف کرتے ہیں۔ ﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ ﴿٨٦﴾ ”بے شک اس میں ان لوگوں کے

لیے البتہ نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔“

تفسیر آیات: 87-90

قیامت کے دن کی ہولناکیاں اور نیکی و برائی کا بدلہ: اللہ تعالیٰ نے صور میں پھونکے جانے کے دن کی ہولناکیوں کو بیان

فرمایا ہے اور جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: [فَرَقَ يُنْفَخُ فِيهِ] ”وہ ایک سینگ ہے جس میں پھونکا جائے گا۔“ ﴿١﴾ اور حدیث صور

میں ہے کہ اس میں حضرت اسرافیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے پھونکیں گے، پہلے اس میں ایسی پھونک ماری جائے گی جس سے

① جامع الترمذی، صفة القيامة.....، باب ماجاء في شأن الصور، حدیث: 2430 عن عمرو بن العاص .

گھبراہٹ طاری ہو جائے گی، پھونک بہت طویل ہوگی اور دنیا کی عمر کے اس آخری حصے میں ہوگی ^① جب بدترین لوگوں پر قیامت قائم ہوگی۔ ^② اس پھونک کی آواز سے آسمانوں اور زمین کے سب لوگ گھبرا اٹھیں گے۔ ﴿إِلَّا مَن شَاءَ اللّٰهُ ط﴾ ”سوائے اس کے جسے اللہ چاہے۔“ اور وہ شہدا ہوں گے، وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور رزق دیے جاتے ہیں۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ یہ کیا حدیث ہے جو آپ بیان کرتے ہیں کہ قیامت فلاں وقت برپا ہوگی۔ انھوں نے جواب دیتے ہوئے کہا: سبحان اللہ یا یہ کہا: لا الہ الا اللہ یا اسی طرح کا کوئی اور کلمہ کہا، پھر کہا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ آئندہ کسی سے کچھ بھی بیان نہیں کروں گا۔ میں نے تو یہ بیان کیا تھا کہ تم عنقریب تھوڑے عرصے بعد ایک عظیم امر دیکھو گے اور وہ یہ کہ بیت اللہ کو خراب کر دیا جائے گا اور یہ یہ واقعات رونما ہوں گے، پھر کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے:

[يَخْرُجُ الدَّجَالُ فِي أُمَّتِي فَيَمُكُّثُ أَرْبَعِينَ، لَا أَدْرِي: أَرْبَعِينَ يَوْمًا، أَوْ أَرْبَعِينَ شَهْرًا أَوْ أَرْبَعِينَ عَامًا، فَيَبْعَثُ اللّٰهُ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ كَأَنَّهُ عُرْوَةُ بَنِ مَسْعُودٍ، فَيَطْبُئُهُ فَيَهْلِكُهُ، ثُمَّ يَمُكُّثُ النَّاسُ سَبْعَ سِنِينَ لَيْسَ بَيْنَ اثْنَيْنِ عَدَاوَةٌ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ رِيحًا بَارِدَةً مِّنْ قِبَلِ الشَّامِ، فَلَا يَبْقَى عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ أَوْ إِيْمَانٍ إِلَّا قَبَضَتْهُ، حَتَّىٰ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ دَخَلَ فِي كَبِدِ جَبَلٍ لَّدَخَلَتْهُ عَلَيْهِ، حَتَّىٰ تَقْبِضَهُ، قَالَ: سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: فَيَبْقَى شِرَارُ النَّاسِ فِي خِيفَةِ الطَّيْرِ وَأَحْلَامِ السَّبَاعِ، لَا يَعْرِفُونَ مَعْرُوفًا وَلَا يُنْكِرُونَ مُنْكَرًا فَيَتِمَثَّلُ لَهُمُ الشَّيْطَانُ فَيَقُولُ: أَلَا تَسْتَحْيِيُونَ؟ فَيَقُولُونَ: فَمَا تَأْمُرُنَا؟ فَيَأْمُرُهُمْ بِعِبَادَةِ الْأَوْثَانِ، وَهُمْ فِي ذَلِكَ دَارٌ رَزَقُهُمْ، حَسَنٌ عَيْشُهُمْ، ثُمَّ يَنْفُخُ فِي الصُّورِ، فَلَا يَسْمَعُهُ أَحَدٌ إِلَّا أَصْغَى لَيْتًا وَرَفَعَ لَيْتًا، قَالَ: وَأَوَّلُ مَنْ يَسْمَعُهُ رَجُلٌ يَلُوطُ حَوْضَ إِبِلِهِ، قَالَ: فَيَصْعَقُ، وَيَصْعَقُ النَّاسُ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ أَوْ قَالَ: يُنْزِلُ اللّٰهُ- مَطَرًا كَأَنَّهُ الطَّلُّ أَوِ الظَّلُّ- نُعْمَانُ الشَّائِكِ- فَتَنْبُتُ مِنْهُ أَجْسَادُ النَّاسِ ثُمَّ يَنْفُخُ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ، ثُمَّ يُقَالُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! هَلُمُّوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ ﴿وَقَفَّوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ﴾ (الْصَّفَّتِ 24:37) قَالَ: ثُمَّ يُقَالُ: أَخْرِجُوا بَعَثَ النَّارِ، فَيُقَالُ: مِنْ كَمْ؟ فَيُقَالُ: مِنْ كُلِّ أَلْفٍ، تِسْعِمَائَةٍ وَتِسْعَةٌ وَتِسْعِينَ، قَالَ: فَذَلِكَ يَوْمٌ ﴿يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا﴾ (المزمل 73:17) وَذَلِكَ يَوْمٌ يُكْشَفُ عَنْ سَائِقِ

(القلم 68:42)

”میری امت میں دجال نکلے گا اور وہ چالیس تک رہے گا لیکن مجھے نہیں معلوم کہ آپ نے چالیس دن فرمایا یا چالیس مہینے

① المعجم الكبير للطبرانی: 355/9، حدیث: 9761 و کتاب العظمة لأبی الشیخ الأصفهانی، صفة إسرائیل علیہ السلام::

851-820/3 . ② صحيح البخاری، الفتن، باب ظهور الفتن، حدیث: 7067 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ و صحيح مسلم،

الإمارة، باب قوله تعالى: [لا تزال طائفة من أمتي]، حدیث: 1924 عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما .

یا چالیس سال۔ پس اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بھیج دیں گے، ان کی شکل و صورت ایسی ہوگی گویا وہ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہوں، وہ دجال کو تلاش کر کے ہلاک کر دیں گے، پھر لوگ سات سال اس طرح بسر کریں گے کہ کوئی دوا دمی ایسے نہیں ہوں گے جن میں عداوت ہو، پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ٹھنڈی ہوا بھیجے گا جس کی وجہ سے روئے زمین پر کوئی ایک شخص بھی ایسا باقی نہیں بچے گا جس کے دل میں ذرہ بھر خیر یا ایمان ہو حتیٰ کہ اگر کوئی شخص پہاڑ کے اندر داخل ہوا تو وہ ہوا بھی پہاڑ کے اندر داخل ہو کر اس کی روح قبض کر لے گی، راوی نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بھی بیان فرماتے ہوئے سنا کہ ایسے بدترین لوگ رہ جائیں گے، جو شرارتوں کی طرف پرندوں کی سی تیزی کے ساتھ چلیں گے اور ایک دوسرے سے دشمنی اور ظلم کرنے کے اعتبار سے درندوں کی طرح ہوں گے۔ جو نہ نیکی کو پہچانتے ہوں گے اور نہ برائی کو برا جانتے ہوں گے، شیطان ان کے پاس آئے گا اور کہے گا: کیا تم میری بات مانو گے؟

وہ جواب دیں گے: کیا حکم ہے؟ تو شیطان انھیں بتوں کی پوجا کا حکم دے گا، اس حالت میں ان کے پاس رزق پہنچ رہا ہوگا اور ان کی معیشت اچھی ہوگی، پھر صور میں پھونکا جائے گا تو اسے جو بھی سنے گا وہ اپنی گردن کو ایک طرف جھکا دے گا اور اسے اوپر اٹھا دے گا۔ اور سب سے پہلے جو اس کی آواز سنے گا، وہ ایک ایسا شخص ہوگا جو اپنے اونٹ کے حوض کو درست کر رہا ہوگا، وہ آواز سن کر بے ہوش ہو جائے گا۔ دوسرے لوگ بھی بے ہوش ہو جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا جو طل یا ظل کی طرح ہوگی۔ اس حدیث کی سند کے ایک راوی نعمان بن سالم کو شک ہے کہ آپ نے یہاں کیا لفظ ارشاد فرمایا تھا۔^① اس سے لوگوں کے جسم اُگنے لگیں گے، پھر صور میں ایک بار اور پھونکا جائے گا اور لوگ کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے، پھر کہا جائے گا: اے لوگو! اپنے رب کے پاس چلو: ”اور اُن کو ٹھہرائے رکھو کہ اُن سے (کچھ) پوچھنا ہے۔“ پھر کہا جائے گا کہ جہنم کا حصہ نکالو، پوچھا جائے گا: کتنا؟ تو جواب دیا جائے گا کہ ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے، آپ نے فرمایا: یہی وہ دن ہے: ”جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔“ اور یہی وہ دن ہے: ”جس دن پنڈلی سے (کپڑا) کھولا جائے گا۔“^②

اس حدیث میں جو یہ الفاظ آئے ہیں: [ثُمَّ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَلَا يَسْمَعُهُ أَحَدٌ إِلَّا أَصْغَى لَيْتًا وَرَفَعَ لَيْتًا] ”پھر صور میں پھونکا جائے گا تو اسے جو بھی سنے گا، وہ اپنی گردن کو ایک طرف جھکا دے گا اور اسے اوپر اٹھا دے گا۔“ ان میں لفظ لیت کے معنی سطح گردن کے ہیں، یعنی وہ گردن کو جھکا دے گا تاکہ آسمان سے آنے والی اس آواز کو اچھی طرح سے سن لے، یہ نَفْخُ فُزَعِ ہوگا، پھر اس کے بعد نَفْخُ مَوْتِ ہوگا، پھر اس کے بعد اللہ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونے کا نَفْخِ ہوگا، یعنی قبروں

① قاضی عیاض نے اپنی کتاب اِکمال المعلم بفوائد مسلم میں لکھا ہے کہ ان دو لفظوں الطل اور الظل جن میں راوی کو اشتباہ ہوا ہے ان میں سے الطل، طامہلہ کے ساتھ زیادہ صحیح ہے۔ اور یہ ایک دوسری حدیث کے مطابق ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: ثُمَّ يُرْسِلُ اللَّهُ مَاءً مِّنْ تَحْتِ الْعَرْشِ كَمَيِّ الرِّجَالِ ”پھر اللہ تعالیٰ عرش کے نیچے سے مردوں کی منی کی طرح بارش برسائے گا۔“ المستدرک للحاکم: 599، 598/4، حدیث: 8772 والضعفاء للعقيلي: 314/2 عن ابن مسعود ؓ. ② صحيح مسلم، الفتن وأشراف الساعة، باب في خروج الدجال.....، حدیث: 2940.

سے تمام مخلوق کے اٹھنے کا نغمہ، اسی لیے فرمایا: ﴿وَكُلُّ أُمَّةٍ دَخَرِيْنٌ ۝﴾ ”اور سب اس کے پاس عاجز ہو کر چلے آئیں گے۔“ اسے فعل پر مد اور بغیر مد کے دونوں طرح پڑھا گیا ہے اور دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔ ﴿دَخَرِيْنٌ ۝﴾ کے معنی عاجز اور مطیع کے ہیں، کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہ کر سکے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُوْنَ بِحُصِدٍ ۝﴾ (بنی اسرائیل 52: 17) ”جس دن وہ تمہیں پکارے گا تو تم اس کی تعریف کے ساتھ جواب دو گے۔“ اور فرمایا: ﴿ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْاَرْضِ ۙ اِذَا اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ۝﴾ (الروم 25: 30) ”پھر جب وہ تمہیں زمین میں سے (نکلنے کے لیے) ایک ہی بار آواز دے گا تو تم جھٹ نکل آؤ گے۔“

اور حدیثِ صورت میں ہے کہ تیسرے نغمے کے وقت اللہ تعالیٰ حکم دے گا اور روحوں کو صور کے سوراخ میں رکھ دیا جائے گا، پھر اسرافیل اس میں پھونک ماریں گے جبکہ جسم اپنی قبروں اور اپنی جگہوں میں اُگ پڑیں گے، پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو روحیں اڑنے لگیں گی، مومنوں کی روحیں منور ہوں گی اور کافروں کی روحیں کالی سیاہ تو اس وقت اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! ہر روح اپنے جسم میں چلی جائے تو تمام روحیں اپنے اپنے جسموں میں چلی جائیں گی اور روحیں جسموں میں اس طرح سرایت کریں گی جس طرح ڈسے ہوئے کے جسم میں زہر سرایت کر جاتا ہے، پھر مٹی جھاڑتے ہوئے وہ اپنی قبروں سے اٹھیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَوْمَ يُخْرِجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا ۙ كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصْبٍ يُؤْفَضُوْنَ ۝﴾ (المعارج 43: 70) ”اس دن وہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا کہ وہ کسی گاڑے ہوئے نشان کی طرف دوڑے جا رہے ہیں۔“

اور فرمایا: ﴿وَتَرٰى الْجِبَالَ تَحْسِبُهَا جَامِدًا ۙ وَهِيَ ثَمَرٌ مَّرَّ السَّحَابِ ۙ﴾ ”اور آپ پہاڑوں کو دیکھیں گے تو انہیں جے ہوئے گمان کریں گے، حالانکہ وہ بادلوں کے چلنے کی طرح چل رہے ہوں گے۔“ یعنی تم دیکھو گے کہ وہ گویا اسی طرح ثابت اور باقی ہیں جیسے پہلے تھے جبکہ یہ بادل کی طرح اُڑ رہے ہوں گے، یعنی اپنی جگہ سے زائل ہو جائیں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿يَوْمَ تَمُودُ السَّمَاءُ مَوْدًا ۙ وَتَسِيرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۙ﴾ (الطور 10: 52) ”جس دن آسمان کپکپا کر لرزنے لگے اور پہاڑ بہت چلنے لگیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا ۙ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۙ لَا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَا اَمْتًا ۙ﴾ (طہ 105: 20) ”اور وہ آپ سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہہ دیجیے: اللہ انہیں اڑا کر بکھیر دے گا، پھر وہ اس (زمین) کو ہموار میدان کر چھوڑے گا جس میں نہ آپ کچی دیکھیں گے نہ ٹیلا۔“ اور فرمایا: ﴿وَيَوْمَ نُسِطِرُ الْجِبَالَ وَتَرٰى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ﴾ (الکہف 47: 18) ”اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو صاف کھلی دیکھیں گے۔“

اور فرمایا: ﴿صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِیْ اَنْفَعَنَ كُلَّ شَیْءٍ ۙ﴾ ”(یہ) اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا۔“ یعنی وہ اپنی

إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَذِهِ الْبَلَدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ ۚ وَأُمِرْتُ

(آپ کہہ دیجیے: بس مجھے تو حکم ہوا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے حرمت بخشی ہے، اور ہر شے اسی کے لیے ہے، اور

أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۙ ۙ وَأَنْ أَتْلُوَ الْقُرْآنَ ۚ فَمِنْ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۚ

مجھے حکم ہوا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہو جاؤں ۙ اور یہ کہ میں قرآن پڑھوں، پھر جس نے ہدایت پائی تو بس وہ اپنی ہی ذات کے لیے ہدایت

وَمَنْ ضَلَّٰ فَضَلَّ إِنَّمَا أَنَا مِنَ الْمُنذِرِينَ ۙ ۙ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ سَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ

پاتا ہے، اور جو گمراہ ہوا تو آپ کہہ دیجیے: میں تو صرف ڈرانے والوں میں سے ہوں ۙ اور کہہ دیجیے: تمام حمد اللہ ہی کے لیے ہے، وہ جلد ہی تمہیں اپنی

فَتَعْرِفُونَهَا ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۙ

نشانیاں دکھائے گا، پھر تم انہیں پہچان لو گے، اور جو کچھ تم کل کرتے رہے ہو آپ کا رب اس سے غافل نہیں ۙ

عظیم قدرت کے ساتھ یہ کام سرانجام دے گا۔ ”الَّذِي أَنْفَقَ كُلُّ شَيْءٍ ط“ ”جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا۔“ یعنی اس نے جو بھی پیدا فرمایا اسے مضبوط بنایا ہے اور اس میں جن حکمتوں کو چاہا ودیعت فرما دیا۔ ”إِنَّهُ خَيْرٌ مِّمَّا تَفْعَلُونَ ۙ“ ”بے شک وہ اس سے خوب خبردار ہے جو تم کرتے ہو۔“ یعنی وہ اپنے بندوں کے اچھے اور برے تمام اعمال کو جانتا ہے، پھر وہ عنقریب انہیں ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ بھی عطا فرمائے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس دن سعادت مندوں اور بد بختوں کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ”مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِّنْهَا ط“ ”جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس سے بہت بہتر (بدلہ تیار) ہے۔“ ”قائدہ بیان کرتے ہیں کہ یہاں نیکی سے اخلاص مراد ہے۔“ ① دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جو نیکی لے کر آئے گا اسے دس گنا اجر و ثواب عطا کیا جائے گا۔ ② ”وَهُمْ مِّنْ فِرَاجٍ يَوْمَئِذٍ آمِنُونَ ط“ ”اور وہ اس روز گھبراہٹ سے بے خوف ہوں گے۔“ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ”لَا يَحْزَنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ ط“ (الانبیاء: 103) ”انہیں (اس دن کا) بڑا بھاری خوف غمگین نہیں کرے گا۔“ اور فرمایا: ”أَمَّنْ يُلْقَىٰ فِي النَّارِ خَيْرٌ أَمْ مَّنْ يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ط“ (حکم السجدة: 41) ”سو بھلا جو شخص دوزخ میں ڈالا جائے وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن و امان سے آئے؟“ اور فرمایا: ”وَهُمْ فِي الْغَوْثِ آمِنُونَ ط“ (سبا: 34:37) ”اور وہ بالا خانوں میں امن سے ہوں گے۔“

اور اس کا فرمان ہے: ”وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وَجُوهُهُمْ فِي النَّارِ ط“ ”اور جو برائی لے کر آئے گا تو ایسے لوگ اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے۔“ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کے پاس برائیوں کے ساتھ آئے اور اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہو یا اس کی برائیاں اس کی نیکیوں سے زیادہ ہوں تو اسے اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، اسی لیے فرمایا: ”هَلْ يَجْزُونَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۙ“ ”تم کو تو انہی اعمال کا بدلہ ملے گا جو تم کرتے رہے ہو۔“

تفسیر آیات: 91-93

اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ آپ کہہ دیں: **إِنَّمَا أُوتِیْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَذِهِ الْبَلَدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَیْءٍ** ”مجھ کو یہی ارشاد ہوا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے حرمت دی اور ہر چیز اسی کی ہے۔“ جیسا کہ فرمایا: **قُلْ یَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنْتُمْ فِی شَكٍّ مِنْ دِیْنِیْ فَلَا أَعْبُدُ الَّذِیْنَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ أَعْبُدُ اللَّهَ الَّذِیْ یَتَوَكَّلُ عَلَیْهِ** (یونس 104:10) ”(اے پیغمبر!) کہہ دیں کہ لوگو! اگر تمہیں میرے دین میں (کسی طرح کا) شک ہو تو (یاد رکھو کہ) جن لوگوں کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت نہیں کرتا بلکہ میں اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہیں فوت کرتا ہے۔“ اس آیت کریمہ میں ربوبیت کی شہر مکہ کی طرف اضافت برسمیل تشریف و اعتنا ہے جیسا کہ فرمایا: **فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ الَّذِیْ أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ ۖ وَآمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ** ○ (قریش 106:4,3) ”(لوگوں کو) چاہیے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں جس نے اُن کو بھوک میں کھانا کھلایا اور خوف سے امن بخشا۔“

الَّذِیْ حَرَّمَهَا ”جس نے اسے حرمت دی۔“ یعنی جو اللہ تعالیٰ کے محترم قرار دینے کی وجہ سے شرعاً اور قدرِ محترم بن گیا ہے جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: **إِنَّ هَذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللَّهُ یَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللَّهِ إِلَى یَوْمِ الْقِیَامَةِ..... لَا یُعْصَدُ شَوْكُهُ، وَلَا یُنْفَرُ صِیْدُهُ، وَلَا یَلْتَقِطُ لَقِطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَفَهَا، وَلَا یُحْتَلٰی خَلَاَهَا** [”اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے اسی دن سے محترم قرار دیا ہے جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا پس وہ اللہ تعالیٰ کے محترم قرار دینے کی وجہ سے قیامت کے دن تک محترم ہے..... اس کے کانٹے کو نہ کاٹا جائے، اس کے شکار کو نہ بھگایا جائے اور نہ اس کے لقطے کو اٹھایا جائے۔ البتہ جو اس کے بارے میں اعلان کرنا چاہے (وہ اسے اٹھا سکتا ہے) اور نہ اس کی گھاس کو کاٹا جائے۔“] ^① یہ حدیث صحاح، حسان اور مسانید میں بہت سے طرق سے مروی ہے ^② جن کی وجہ سے یہ حدیث قطعی الثبوت بن گئی ہے جیسا کہ کتاب الأحکام میں اپنے مقام پر بیان کیا گیا ہے۔ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

اور اس کا فرمان ہے: **وَلَهُ كُلُّ شَیْءٍ** ”اور ہر چیز اسی کی ہے۔“ یہ خاص پر عام کے عطف کے قلیل سے ہے، یعنی وہ اس شہر کا مالک ہے اور ہر چیز کا رب اور مالک بھی وہی ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں، **وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ** ^③ ”اور مجھے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہو جاؤں۔“ یعنی موحدین، مخلصین، اس کے حکم کے فرماں برداروں

① صحیح البخاری، الحزبة والموادعة، باب إثم الغادر للبر والفاجر، حدیث: 3189 وصحیح مسلم، الحج، باب تحریم مكة و تحریم صیدھا.....، حدیث: 1353. ② صحیح ابن حبان، الحج، باب ذکر الزجر عن اختلاء شوك حرم الله جل وعلا.....: 28/9 عن أبي هريرة رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وصحیح ابن خزيمة، أبواب الفريضة في السفر، باب ذكر خبر احتج به.....: 77,76/2، حدیث: 958 عن أنس رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ومُسْنَدُ أَحْمَدُ: 1/316,315 عن ابن عباس رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ومُسْنَدُ أَبِي عَوَانَةَ، الأحكام، باب الخبر الناهي عن لقطة الحاج: 187/4، حدیث: 6462,6461 عن أبي هريرة رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.

اور اس کے اطاعت گزاروں میں سے بن جاؤں ﴿وَأَن تَأْتُوا الْقُرْآنَ﴾ ”اور یہ بھی کہ میں قرآن کی تلاوت کروں۔“ یعنی لوگوں کو قرآن پڑھ کر سنا دوں اور ان تک اسے پہنچا دوں جیسا کہ فرمایا: ﴿ذٰلِكَ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ﴾ (ال عمران 58:3) ”(اے محمد!) یہ ہم آپ پر (اللہ کی) آیتیں اور حکمت بھری نصیحتیں تلاوت کرتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿نَتْلُو عَلَيْكَ مِنْ نَّبَأِ مُوسَى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ﴾ (القصص 3:28) ”(اے محمد!) ہم آپ پر موسیٰ اور فرعون کی کچھ خبریں ٹھیک ٹھیک پڑھتے ہیں۔“ یعنی میں تو قرآن مجید کا پہنچانے والا اور اس کے ساتھ لوگوں کو ڈرانے والا ہوں۔ ﴿فَمَن اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَن ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَا أَنَا مِنَ الْمُنذِرِينَ﴾ ”پس جو شخص راہ راست اختیار کرتا ہے تو اپنی ہی ذات کے لیے اختیار کرتا ہے اور جو گمراہ ہوا تو آپ کہہ دیں کہ میں تو صرف ڈرانے والوں میں سے ہوں۔“ اور اللہ تعالیٰ کے وہ رسول میرے لیے اسوہ ہیں جنہوں نے اپنی قوموں کو ڈرایا تھا اور وہ اسی فرض کو ادا کرنے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے تھے جو پیغام حق کے پہنچانے کے لیے ان پر عائد تھا، انہوں نے اپنے عہد کو وفا کر دیا تھا اور ان کی امتوں کا حساب اللہ کے سپرد ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿فَأَنبَأْنَا عَلَيْكَ الْبَلَدُوعَيْنَا الْجَسَابُ﴾ (الرعد 40:13) ”تو آپ کے ذمے (ہمارے احکام کو) صرف پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمے حساب لینا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿إِنَّمَا أَنْتَ نَذِيرٌ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ﴾ (ہود 12:11) ”(اے محمد!) آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔“

﴿وَقُلِ الْحَسَنُ لِلَّهِ سِيرَتُكُمْ آيَتُهُ فَتَعْرِفُونَهَا﴾ ”آپ کہہ دیں کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، وہ تمہیں عنقریب اپنی نشانیاں دکھائے گا تو تم انہیں پہچان لو گے۔“ یعنی سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے جو اس وقت تک کسی کو عذاب نہیں دیتا جب تک اس پر حجت تمام نہ کر دے اور اسے ڈرانہ دے، اسی لیے فرمایا: ﴿سِيرَتُكُمْ آيَتُهُ فَتَعْرِفُونَهَا﴾ ”وہ تمہیں عنقریب اپنی نشانیاں دکھائے گا تو تم انہیں پہچان لو گے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿سِيرَتُهُمْ آيَتُنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ﴾ (حکم السجدہ 53:41) ”ہم عنقریب انہیں اطراف (عالم) میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی اپنی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ یقیناً وہ (قرآن) حق ہے۔“

﴿وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ﴾ ”اور جو کام تم کرتے ہو آپ کا پروردگار ان سے ہرگز بے خبر نہیں۔“ بلکہ وہ ہر چیز سے باخبر ہے۔ ذکر کیا گیا ہے کہ امام احمد رضا رحمہ اللہ ان دو شعروں کو پڑھا کرتے تھے جو ان کے اپنے یا کسی دوسرے شاعر کے ہیں:

إِذَا مَا خَلَوْتُ الذَّهْرَ يَوْمًا فَلَا تَقُلْ خَلَوْتُ وَلَكِنْ قُلْ عَلَيَّ رَقِيبٌ

”جب تم کبھی خلوت میں ہو تو یہ نہ کہو کہ میں خلوت میں ہوں بلکہ یہ کہو کہ مجھ پر ایک نگہبان بھی ہے۔“

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ يَغْفُلُ سَاعَةً وَلَا أَهْلًا مَا يُخْفَىٰ عَلَيْهِ يَغِيبُ

”اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ گمان نہ کرو کہ وہ ایک لمحے کے لیے بھی غافل ہے، اللہ تعالیٰ سے جس چیز کو مخفی رکھا جائے

وہ اس سے کبھی بھی چھپ نہیں سکتی۔“

سورہ نمل کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

تفسیر سُورَةُ قَصَصٍ

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

طَسَمَ ① تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ الْبُيِّنِ ② نَتْلُو عَلَيْكَ مِنْ نَبَأِ مُوسَى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ

طَسَمَ ① یہ واضح کتاب کی آیات ہیں ② ہم آپ کو موسیٰ اور فرعون کا کچھ حال ٹھیک ٹھیک سناتے ہیں، ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں ③

لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ③ إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيْعًا يَسْتَضَعِفُ طَائِفَةٌ

بے شک فرعون نے زمین (مصر) میں سرکشی کی، اور اس نے اہل مصر کے کئی گروہ بنادیے، ان میں سے ایک گروہ (بنی اسرائیل) کو ضعیف جان کر اس نے

مِنْهُمْ يَذْبَحُ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِ نِسَاءَهُمْ ط إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ④ وَنُرِيدُ أَنْ

دبا رکھتا تھا، وہ ان کے بیٹے ذبح کرتا اور ان کی بیٹیاں زندہ رکھتا، بلاشبہ وہ فساد یوں میں سے تھا ④ اور ہم چاہتے تھے کہ ان لوگوں پر احسان کریں جنہیں

نَكُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتَضَعَفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ آيَةً ⑤ وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ⑤ وَنَمَكِّنَ

زمین میں ضعیف جان (کردہ) لیا گیا تھا، اور انہیں پیشوا بنائیں، اور انہیں (ملک مصر کے) وارث بنائیں ⑤ (یہ کہ) ہم انہیں زمین (شام و فلسطین) میں

لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِي فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ ⑥

اقتدار بخشیں، اور ہم فرعون اور ہامان اور ان دونوں کے لشکروں کو ان (کمزور لوگوں کے ہاتھوں) سے وہ چیز دکھائیں جس سے وہ ڈرتے تھے ⑥

امام احمد رحمہ اللہ نے معذکر ب سے روایت کیا ہے کہ ہم عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ ہمیں تقریباً دو صد آیات پر مبنی طَسَمَ ① سنائیں، انھوں نے فرمایا: یہ مجھے یاد نہیں ہے، لہذا تم اس شخصیت کی طرف رجوع کرو جنہوں نے اسے رسول اللہ ﷺ سے سیکھ کر یاد کیا ہے، یعنی نجاب بن اُرت رضی اللہ عنہ سے اسے سنو، ہم نجاب بن اُرت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے ہمیں یہ سورہ مبارکہ سنائی۔ ①

① مسند أحمد: 419/1 جبکہ المعجم الكبير للطبرانی: 55/4، حدیث: 3614، میں طَسَمَ ① الشعراء کے الفاظ ہیں، نیز

سورہ شعراء کی آیات دو سو سے متجاوز ہیں جبکہ سورہ قصص کی آیات اٹھاسی (88) ہیں۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہاں طَسَمَ ①

سے مراد سورہ شعراء ہے، بہر حال یہ روایت ضعیف ہے۔

تفسیر آیات: 6-1

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے حالات: حروف مقطعات کے بارے میں قبل ازیں بحث ہو چکی ہے۔ ﴿تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ﴾ ② ”یہ کتاب روشن کی آیتیں ہیں۔“ یعنی ایسی کتاب کی جو واضح اور روشن ہے، امور و معاملات کے حقائق اور علم ماکان و مایکون کو کھلم کھلا بیان کرنے والی ہے۔ اور اس کا فرمان ہے: ﴿تَتْلُوَ عَلَيْهِمْ مِنْ نَبَاِ مُوسَىٰ وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ﴾ ”(اے محمد!) ہم آپ پر موسیٰ اور فرعون کے صحیح صحیح حالات تلاوت کرتے ہیں۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ﴾ (یوسف 3:12) ”(اے پیغمبر!) ہم آپ سے ایک نہایت اچھا قصہ بیان کرتے ہیں۔“ اور تمام واقعے کو اس طرح بیان کریں گے کہ گویا آپ وہاں موجود تھے اور یہ واقعہ آپ کا گویا چشم دید ہے، پھر فرمایا: ﴿إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ﴾ ”بے شک فرعون نے زمین میں سرکشی کی۔“ یعنی اس نے تکبر، غرور اور سرکشی کو اختیار کر رکھا تھا۔ ﴿وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا﴾ ”اور اس نے وہاں کے باشندوں کو گروہ گروہ بنا رکھا تھا۔“ یعنی وہ لوگوں کو مختلف قسموں میں تقسیم کر کے ہر ایک قسم سے اپنی مرضی و مشیت کے مطابق کام لیتا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَسْتَضَعِفُ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ﴾ ”اس نے ان میں سے ایک گروہ کو (یہاں تک) کمزور کر دیا تھا۔“ یعنی بنی اسرائیل کو جبکہ وہ اپنے زمانے کے بہترین لوگ تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان پر اس جابر اور سرکش بادشاہ کو مسلط کر دیا تھا جو انھیں بہت گھٹیا کاموں کے لیے استعمال کرتا تھا اور اپنے اور اپنی رعیت کے کاموں میں انھیں رات دن مشغول رکھتا تھا اور اس کے باوجود وہ ان کے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا اور یہ سب کچھ وہ ان کی توہین و تذلیل کے پیش نظر اور اس خدشے کی وجہ سے کرتا تھا تا کہ ان میں وہ لڑکا زندہ نہ بچے جس سے وہ اور اس کے کارکنان حکومت ڈرتے تھے کہ وہ ان کی ہلاکت کا سبب ہوگا اور اس کے ہاتھوں ان کی حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا۔

اور فرعون نے اس سے بچنے کے لیے یہ تدبیر اختیار کی کہ اس نے حکم دے دیا کہ بنی اسرائیل کے پیدا ہونے والے تمام لڑکوں کو قتل کر دیا جائے مگر تقدیر کے مقابلے میں کوئی تدبیر کام نہیں آتی اور جب اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا وقت آ جاتا ہے تو تاخیر نہیں ہوتی اور ہر چیز کے وقت کے بارے میں لکھا ہوا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ﴾ ③ ﴿وَنُيِّنُّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ﴾ ④ ”اور ہم چاہتے تھے کہ جو لوگ ملک میں کمزور کر دیے گئے ہیں ہم ان پر احسان کریں اور انھیں ہم پیشوا بنائیں اور ہم انھیں (ملک کا) وارث بنادیں اور انھیں زمین میں قدرت دیں اور فرعون اور ہامان اور ان دونوں کے لشکروں کو ہم وہ چیز دکھا دیں جس سے وہ ڈرتے تھے۔“ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ اسی طرح کیا جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضْعَفُونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا طُغْيَانًا وَتَبَّتْ رَبِّكَ الْحُسُنى عَلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۚ هَٰذَا صَبْرٌ وَإِصْرٌ ۚ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ﴾ ⑤ (الأعراف 7:137) ”اور ہم نے ان لوگوں کو

وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰی اِمْرِ مُوسٰی اَنْ اَرْضِعْهُ ۚ فَاِذَا خَفَتْ عَلَيْهِ فَلَقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِ وَلَا تَحْزَنْ ۗ

اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام کیا کہ تو اسے دودھ پلا، پھر جب تو اس کے بارے میں ڈرے تو اسے دریا میں ڈال دینا، اور نہ ڈرنا اور نہ غم کھانا،

اِنَّا رَاٰوْهُ اِلَيْكَ وَجَاعَلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۷ ۚ فَالْتَقَطَهُ الْاُلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا

بے شک ہم اسے تیری طرف لوٹانے والے ہیں، اور اسے رسولوں میں سے بنانے والے ہیں ۝۷ چنانچہ فرعون کے گھر والوں نے اسے (دریا سے)

وَحَزَنًا ۚ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامُنَ وَجَنُوْهُمَا كَاُنُوْا خٰطِيْنَ ۝۸ ۚ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرْتُ

اٹھالیا، تاکہ وہ ان کے لیے دشمن اور باعث غم بنے، بلاشبہ فرعون اور ہامان اور ان دونوں کے لشکر خطا کار تھے ۝۸ اور فرعون کی بیوی نے کہا: (یہ تو)

عَيْنٌ لِّيْ وَلَكَ ط لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰی اَنْ يَنْفَعَنَا اَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹

میرے لیے اور تیرے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اسے قتل نہ کرو، شاید یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں، اور وہ (انجام سے) بے خبر تھے ۝۹

جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے، اس زمین (شام) کے مشرق و مغرب کا جس میں ہم نے برکت دی تھی وارث بنا دیا اور بنی

اسرائیل کے بارے میں ان کے صبر کی وجہ سے آپ کے پروردگار کا وعدہ نیک پورا ہوا اور فرعون اور قوم فرعون جو (محل) بناتے اور

(انگور کے باغ) جو چھتریوں پر چڑھاتے تھے سب کو ہم نے تباہ کر دیا۔“ اور فرمایا: ﴿كَذٰلِكَ ط وَاَوْزَنٰهَا بِنَبِيٍّۢ اِسْرَآءِیْلَ ط﴾

(الشعراء 59:26) ”اسی طرح ہوا اور ہم نے ان (چیزوں) کا وارث بنی اسرائیل کو بنادیا۔“

فرعون نے اپنی طاقت و قوت کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام سے نجات پانے کا ارادہ کیا تھا مگر اُس عظیم بادشاہ کی قدرت کے مقابلے

میں وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا جس کے قدری حکم کی مخالفت نہیں کی جاسکتی اور نہ کوئی اس پر غالب آ سکتا ہے بلکہ

اسی کا حکم اور اس کی مقرر کردہ تقدیر غالب آ کر رہی کہ فرعون موسیٰ علیہ السلام ہی کے ہاتھوں سے ہلاک ہوگا۔

تفسیر آیات: 7-9

موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف تدبیر کے بارے میں وحی: مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ فرعون نے جب بہت کثیر تعداد میں

بنی اسرائیل کے لڑکے قتل کرادیے تو قبطیوں کو یہ خدشہ لاحق ہوا کہ اس طرح بنی اسرائیل تو ختم ہو جائیں گے اور ان کے بجائے

محنت و مشقت کے سارے کام انھیں خود کرنا پڑیں گے، اس بات کا انھوں نے فرعون سے ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اگر یہی

صورت حال برقرار رہی کہ بوڑھے مر جائیں اور بچے قتل کر دیے جائیں تو ان کی عورتوں کے لیے تو ان اعمال شاقہ کو سرانجام

دینا ممکن نہ ہوگا جو ان کے مرد کیا کرتے تھے تو یہ سارے کام ہمیں خود کرنا پڑیں گے، یہ بات سن کر فرعون نے حکم دے دیا کہ بنی

اسرائیل کے لڑکے ایک سال قتل کر دیے جائیں اور ایک سال قتل نہ کیے جائیں، پس ہارون علیہ السلام کی ولادت اس سال ہوئی

جس میں بچوں کو قتل نہیں کیا جاتا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کی ولادت اس سال ہوئی جس میں بچوں کو قتل کیا جاتا تھا۔ فرعون نے اس کام

کے لیے کچھ آدمی مقرر کر رکھے تھے اور دانیوں کی ڈیوٹی لگا رکھی تھی کہ وہ عورتوں کی نگرانی کریں اور جسے حاملہ دیکھیں اس کا نام

لکھ لیں، ولادت کے وقت قبطی عورتیں بھی موجود ہوتی تھیں، بنی اسرائیل کی کوئی عورت اگر لڑکی کو جنم دیتی تو وہ چلی جاتی اور

اگر اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا تو وہ اطلاع دے دیتیں، پھر جلاد ہاتھوں میں تیز چھریاں پکڑے ہوئے آ جاتے اور وہ بچے کو ذبح

کر دیتے تھے، اللہ تعالیٰ ان کو ہر قسم کی بھلائی اور اچھائی سے دور رکھے۔

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو جب حمل قرار پایا تو ان کے حمل کے آثار اس طرح نمایاں نہ تھے جس طرح دیگر حاملہ عورتوں کے آثار نمایاں ہوتے ہیں حتیٰ کہ ان کے حاملہ ہونے کے بارے میں دانیوں کو بھی علم نہ ہو سکا لیکن جب انھوں نے لڑکے کو جنم دیا تو انھیں بے حد تشویش اور شدید خوف لاحق ہوا جبکہ اس لڑکے سے انھیں بہت زیادہ محبت بھی تھی، موسیٰ علیہ السلام کو جو بھی دیکھتا وہ آپ سے شدید محبت کرنے لگتا اور آپ سے محبت کرنے والا طبعاً اور شرعاً بے پناہ سعادت مند تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّمِّيَّةً﴾ (طہ 39:20) ”اور میں نے آپ پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی۔“

موسیٰ علیہ السلام فرعون کے گھر میں: موسیٰ کی والدہ کو جب شدید گھبراہٹ اور خوف لاحق ہوا تو ان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈال دی جیسا کہ اسی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَاَوْحَيْنَا اِلٰی اِمْرَئِئِمْ اَنْ اَرْضِعُوْهُ فَاِذَا خِطَبْتُ عَلَيْهٖ فَلَقِيْهِ فِی الْيَمِّ وَلَا تَخَافِ وَلَا تَحْزَنِ اِنَّا رَاٰدُوْهُ اِلَيْكَ وَجَاعَلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ① ”اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف وحی بھیجی کہ تو اس کو دودھ پلا جب تجھے اس کے بارے میں کچھ خوف پیدا ہو تو اسے دریا میں ڈال دینا اور نہ تو خوف کرنا اور نہ رنج کرنا، بلاشبہ ہم اس کو تیرے پاس لوٹانے والے ہیں اور (پھر) اسے رسولوں میں سے بنانے والے ہیں۔“

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا گھر دریائے نیل کے کنارے پر تھا، انھوں نے ایک تابوت لیا، اس میں ایک پنکڑا بنا دیا، بچے کو دودھ پلانا شروع کیا اور اگر کوئی ایسا شخص ان کے گھر میں آتا جس سے ڈر ہوتا تو آپ فوراً اسے تابوت میں رکھ دیتیں، اسے دریا میں چلا دیتیں اور اسے انھوں نے ایک رسی سے باندھ رکھا ہوتا تھا۔ ایک دن ان کے گھر میں ایک ایسا شخص آیا جس سے ڈر تھا، انھوں نے اسے تابوت میں رکھ دیا اور تابوت کو دریا میں چھوڑ دیا مگر اسے رسی سے باندھنا بھول گئیں جس کی وجہ سے تابوت نے پانی پر تیرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ تابوت فرعون کے محل کے پاس سے گزر جائے لڑکیوں نے اٹھالیا اور وہ اسے فرعون کی بیوی کے پاس لے گئیں اور جانتی نہیں تھیں کہ اس میں کیا ہے اور وہ ڈر گئی تھیں کہ اگر انھوں نے فرعون کی بیوی کی اجازت کے بغیر اسے از خود کھول لیا تو کہیں کسی آزمائش میں مبتلا نہ ہو جائیں، بہر حال جب اس تابوت کو کھولا گیا تو اس میں ایک ایسا بچہ نظر آیا جو اس وقت کی ساری مخلوق سے زیادہ حسین و جمیل اور رعنا و زیبا تھا، فرعون کی بیوی نے جب اس بچے کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں اس کی محبت ڈال دی اور یہ اس کی خوش بختی کی بات تھی اور یہ بھی اللہ تعالیٰ نے چاہا تھا کہ اس عورت کو خوش بخت اور اس کے خاوند کو بد بخت بنا دیا جائے، اسی لیے فرمایا: ﴿فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لَیْلُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا﴾ ② ”تو فرعون کے گھر والوں نے اس کو اٹھالیا اس لیے کہ (نتیجہ یہ ہونا تھا کہ) وہ ان کا دشمن اور (ان کے لیے موجب) غم ہو۔“

محمد بن اسحاق وغیرہ نے لکھا ہے کہ لام یہاں لام عاقبت ہے۔ ① لام تعلیل نہیں ہے کیونکہ بچے کو اٹھانے سے ان کا یہ ارادہ

① تفسیر الطبری: 40/20 و تفسیر القرطبی: 252/13 اور لام عاقبت کا مفہوم سمجھنے کے لیے ترجمے میں پہلی توسین والے الفاظ

ملاحظہ کیجیے۔

وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أَمْرٍ مُوسَىٰ فِرْعَاوَنَ إِنَّ كَادَتْ لَتَتْبِدِي بِهِ لَوْلَا أَن رَّبَّنَا عَلٰى قَلْبِهَا

اور موسیٰ کی ماں کا دل (مرد فرار سے) خالی ہو گیا، بے شک قریب تھا کہ وہ اسے ظاہر کر دیتی، اگر ہم نے اس کا دل مضبوط نہ کر دیا ہوتا، تا کہ وہ (ہمارے

لِتَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ ۱۰) وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهٖ ذَبَصَّرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَهَمْ

وعدے پر) یقین کرنے والوں میں سے ہو ۱۰ اور موسیٰ کی ماں نے اس کی بہن سے کہا: تو اس کے پیچھے پیچھے جا، پھر وہ (گئی تو) اسے دور سے دیکھتی رہی،

لَا يَشْعُرُونَ ۝ ۱۱) وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ

جبکہ وہ (فرعون) بے خبر تھے ۱۱ اور ہم نے موسیٰ پر دانیوں (کے دودھ) کو پہلے ہی سے حرام کر دیا تھا، پھر موسیٰ کی بہن نے کہا: کیا میں تمہیں ایک گھر والے

بَيْتٍ يَّغْفُلُونَ لَكُمْ وَهَمْ لَهُ نَصْحُونَ ۝ ۱۲) فَرَدَدْنَاهُ إِلَىٰ أُمِّهِ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ

کا بتاؤں جو تمہارے لیے اس کی پرورش کریں اور وہ اس کے خیر خواہ بھی ہوں؟ ۱۲ چنانچہ ہم نے اسے اس کی ماں کے پاس لوٹا دیا، تا کہ اس کی آنکھیں

وَلِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ ۱۳

۱۳

ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کھائے اور تا کہ وہ جان لے کہ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ۱۳

نہ تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انھوں نے جو یہ بات کہی ہے، ظاہر الفاظ کا یہی تقاضا ہے لیکن جب سیاق و سباق کے معنی کی طرف دیکھا جائے تو پھر معلوم ہوتا ہے کہ یہ لام تعلیل ہی ہے کیونکہ معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس بچے کو اٹھانے کے لیے انھیں مقرر کر دیا تھا تا کہ اسے ان کے لیے دشمن اور (موجب) غم بنادے اور اس طرح موسیٰ علیہ السلام سے ان کے بچاؤ اور احتیاط کو باطل کرنے کے لیے یہ صورت زیادہ موثر ثابت ہو، اسی لیے فرمایا: **إِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا كَانُوا خٰطِیِّیْنَ ۝ ۸** ”بے شک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر خطا کار تھے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَقَالَتِ امْرَأَتُ فِرْعَوْنَ قُرْتُ عَيْنٍ لِّیْ وَلَکَ ۝ ۱۰** ”اور فرعون کی بیوی نے کہا کہ (یہ) میری اور تمہاری (دونوں کی) آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔“ یعنی فرعون نے جب اسے دیکھا تو اس خوف کی وجہ سے اس کے قتل کا ارادہ کر لیا کہ کہیں یہ بنی اسرائیل کا بچہ نہ ہو تو فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم نے اس سے جھگڑنا اور بچے کا دفاع کرنا اور بچے کو پیار کر کے دکھانا شروع کر دیا، اس نے کہا: **قُرْتُ عَيْنٍ لِّیْ وَلَکَ ۝ ۱۰** ”یہ میری اور تمہاری (دونوں کی) آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔“ فرعون نے کہا کہ یہ تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگا، میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہرگز نہیں ہے اور امر واقع میں بھی ایسا ہی ہوا کہ آگے چل کر اس بچے کے سبب اللہ تعالیٰ نے فرعون کی بیوی کو تو ہدایت نصیب فرمادی جبکہ فرعون کو اس کے ہاتھوں ہلاک کر دیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **عَلٰی اَنْ یَّفْقَحَ ۝ ۱۱** ”شاید کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے۔“ اور اسے اس سے واقعی فائدہ پہنچا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے سبب دنیا میں ہدایت عطا فرمادی اور آخرت میں جنت میں بسا دیا، **اَوْ تَتَّخِذَ وَلَدًا ۝ ۱۲** ”یا ہم اسے بیٹا بنالیں۔“ فرعون کی بیوی نے اسے متنبی بنانے کا ارادہ کیا کیونکہ اس کی اپنی کوئی اولاد نہ تھی، **وَهُمْ لَا یَشْعُرُونَ ۝ ۱۳** ”اور وہ شعور نہیں رکھتے تھے۔“ یعنی وہ نہیں جانتے تھے کہ انھوں نے جو اس بچے کو اٹھا لیا ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کس قدر عظیم الشان حکمت بالغہ اور حجت قاطعہ ہے۔

تفسیر آیات: 10-13

موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا شدید غم اور بچے کی واپسی: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ جب ان کا بچہ دریا میں چلا گیا تو ان کا دل بے قرار ہو گیا۔ ﴿فِرْعَاوْنَ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ دل موسیٰ علیہ السلام کے سوا دنیا کی ہر چیز سے خالی ہو گیا، یہ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، ابوسعیدہ، ضحاک، حسن بصری، قتادہ اور دیگر ائمہ تفسیر رحمہم اللہ کا ہے۔ ﴿إِنْ كَادَتْ لَتُبْدِي بِهِ﴾ ”قریب تھا کہ وہ اس (بات) کو ظاہر کر دیتیں۔“ یعنی اگر اللہ تعالیٰ انھیں صبر و قرار عطا نہ فرماتا تو قریب تھا کہ وہ شدید غم و حزن اور افسوس کے باعث اسی بات کو ظاہر کر دیتیں کہ ان کا بیٹا دریا میں بہ گیا ہے اور وہ ساری صورت حال بیان کر دیتیں۔ ﴿لَوْلَا أَنْ رَّبَّنَا عَلٰیٰ قَلْبِهَا لَيُثَبِّتَنَّ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ﴿وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ﴾ ”اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ہم ان کے دل کو مضبوط کر دیتے (تو وہ بیان کر دیتیں) تا کہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو اور اس نے اس کی بہن سے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے جا۔“ موسیٰ کی ماں نے اپنی بیٹی کو حکم دیا جو بڑی عمر کی تھی اور اس قابل تھی کہ جو اس سے کہا جائے اسے یاد رکھے، بہر حال اس سے کہا: ﴿قُصِّيهِ﴾ ”اس کے پیچھے پیچھے جا۔“ اس کے حالات سے باخبر رہنا اور شہر کے مختلف علاقوں میں اس کے بارے میں پھیلنے والی خبروں کو معلوم کرنا، پس وہ اس مقصد کی خاطر گھر سے باہر نکل آئی، ﴿فَبَصَّرَتْ بِهٖ عَنْ جُبِّ﴾ ”تو وہ اسے دور سے دیکھتی رہی۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ ایک طرف سے دیکھتی رہی۔ ﴿مَجَاهِدٌ﴾ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ دور سے دیکھتی رہی۔ ﴿أَوْ قَادَهُ﴾ کہتے ہیں کہ وہ تجاہل عارفانہ سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔ ﴿۴﴾

موسیٰ علیہ السلام جب فرعون کے محل میں پہنچ گئے، فرعون کی بیوی نے (موسیٰ علیہ السلام سے) محبت کی اور فرعون سے جان بخشی کروالی تو محل میں موجود دودھ پلانے والی تمام عورتوں کو بلایا گیا مگر موسیٰ علیہ السلام نے کسی کا دودھ نہ پیا اور سب کا دودھ پینے سے انکار کر دیا تو وہ بازار میں چلے گئے تاکہ کسی ایسی عورت کو تلاش کر لیں جس کا یہ بچہ دودھ پی لے، موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے جب لوگوں کے ہاتھوں میں اس بچے کو دیکھا تو اسے پہچان لیا، البتہ اس بات کا اظہار نہ کیا اور نہ وہ لوگ خود ہی سمجھ سکے کہ یہ لڑکی اس لڑکے کی بہن ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَحَرَمْنَا عَلَيْهِ الْبَرَّازَ مِنْ قَبْلُ﴾ ”اور ہم نے پہلے ہی سے اس پر دائیوں (کے دودھ) کو حرام کر دیا تھا۔“ اس سے مراد حرمت قدری ہے اور یہ اس لیے تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کو عزت و کرامت حاصل تھی اور اس میں دوسری حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا تھا کہ آپ اپنی ماں کے سوا کسی اور عورت کا دودھ پیئیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو آپ کی ماں کے پاس آپ کی واپسی کا سبب بنانا چاہتا تھا تا کہ آپ کی ماں ہی آپ کو دودھ پلائے اور اللہ تعالیٰ آپ کی ماں کے ہر قسم کے خوف کو دور کر کے انھیں امن و چین بھی عطا فرمانا چاہتا تھا۔ بہر حال موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے جب یہ دیکھا کہ یہ لوگ اس بارے میں حیران و پریشان ہیں کہ بچہ کسی عورت کا دودھ پیے گا، ﴿فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُلُونَهُ﴾

① تفسیر الطبری: 45، 44/20 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2946/9. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2948/9 و تفسیر الطبری:

49/20. ③ تفسیر الطبری: 48/20 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2948/9. ④ تفسیر ابن ابی حاتم: 2949/9 و تفسیر

الطبری: 49/20.

لَكُمْ وَهُمْ لَدُنْهُمْ ۖ ﴿١٠﴾ ”تو اس (موسیٰ علیہ السلام کی بہن) نے کہا: کیا میں تمہیں ایسے گھر والے بتاؤں جو تمہارے لیے اس (بچے) کو پالیں اور وہ اس کے خیر خواہ ہوں۔“

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اس نے یہ بات کہی تو انھوں نے لڑکی کو پکڑ لیا اور اس کے بارے میں شک میں پڑ گئے اور کہنے لگے کہ تجھے کیسے معلوم ہوا کہ وہ اس کے بارے میں خیر خواہی و شفقت سے کام لیں گے۔ اس نے جواب دیا کہ اس لیے کہ وہ بادشاہ کی خوشی اور منفعت کے خواہش مند ہیں، یہ جواب سن کر انھوں نے لڑکی کو چھوڑ دیا، ^(۱) بہر حال اس جواب سے وہ ان کی گرفت اور ایذا سے بچ گئی اور یہ لوگ اس کے ساتھ اس کے گھر کی طرف چل دیے اور جب اس کی ماں کے پاس پہنچے تو ماں نے بچے کے منہ میں اپنا پستان داخل کیا تو بچے نے اسے قبول کر لیا، اس سے ان سب لوگوں کو بے حد خوشی ہوئی، ان میں سے ایک شخص نے جا کر فرعون کی بیوی کو یہ خوش خبری سنا دی تو فرعون کی بیوی نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف پیغام بھیج کر انھیں اپنے پاس بلا لیا، ان سے حسن سلوک کا یہ معاملہ کیا اور بہت سامال بھی دے دیا جبکہ اسے علم نہ تھا کہ یہی خاتون اس بچے کی حقیقی ماں ہیں، انھوں نے حسن سلوک کا یہ معاملہ اس لیے کیا تھا کہ بچے نے ان کے دودھ کو پینا قبول کر لیا تھا، آسیہ نے ان سے کہا کہ تم ہمارے پاس ہی قیام کرو اور بچے کو دودھ پلاؤ مگر انھوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ میرا شوہر بھی ہے اور دوسرے بچے بھی، لہذا میرے لیے آپ کے ہاں قیام کرنا ممکن نہیں ہے، البتہ اگر آپ پسند کریں تو میں اپنے گھر میں بچے کو دودھ پلاتی رہوں گی، فرعون کی بیوی نے اس بات سے اتفاق کر لیا اور اس نے تحفہ، تحائف، لباس اور احسان جزیل کا سلسلہ شروع کر دیا، موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اپنے بچے کو لے کر خوشی خوشی واپس آئیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے خوف کو امن میں بدل دیا تھا اور عزت و جاہ اور بے پناہ مال جو عطا فرمایا وہ اس پر مستزاد تھا۔ اس غم اور خوشی کا وقفہ بہت قلیل، یعنی صرف ایک دن اور رات کے بقدر تھا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

پس پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں سارا نظام ہے، وہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔ جو اس سے ڈر جائے وہ اس کے ہر غم و فکر کو دور کر کے تنگی کے بعد اسے کشادگی عطا فرما دیتا ہے، اسی لیے اس نے فرمایا: ﴿قَدْ دَنُّهُ اِلٰی اُمِّهِ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا﴾ ”تو ہم نے (اس طریق سے) ان کو ان کی ماں کے پاس لوٹا دیا تاکہ ان کی آنکھ ٹھنڈی ہو۔“ یعنی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ، ﴿وَلَا تَحْزَنَ﴾ ”اور وہ غم نہ کھائیں۔“ موسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے۔ ﴿وَلَتَعْلَمَنَّ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ﴾ ”اور تاکہ وہ جان لیں کہ یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے۔“ جو اس نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا تھا کہ وہ انھیں واپس پہنچا دے گا اور بعد میں رسول بھی بنا دے گا۔ جب موسیٰ علیہ السلام واپس مل گئے تو اس سے انھیں یقین ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول بھی بنیں گے پس انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کی تربیت میں طبعاً اور شرعاً کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ^(۱۱) ”اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے“ کہ اللہ تعالیٰ کے افعال میں کیا حکمتیں اور دنیا و آخرت میں ان کے انجام کتنے اچھے ہیں، بسا اوقات ایک کام ناپسندیدہ معلوم ہوتا ہے لیکن اس کا انجام بہت ہی بہتر اور قابل ستائش ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَعَسٰی اَنْ تَكْرَهُوْا

(۱) تفسیر الطبری: 51، 50/20 عن السدی و ابن جریر ج ۱۰۲۰۔

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَاسْتَوَىٰ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿١٤﴾

اور جب وہ (موسیٰ) اپنی جوانی کو پہنچا اور (عقل دشمنوں میں کامل اور) پورا طاقتور ہو گیا تو ہم نے اسے قوت فیصلہ اور علم دیا، اور ہم نیکی کرنے والوں کو اسی

وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَىٰ حِينٍ غَفْلَةٍ مِّنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ ۖ

طرح جزا دیتے ہیں ﴿۱۵﴾ اور وہ شہر میں ایسے وقت داخل ہوا جبکہ اہل شہر غفلت میں تھے، پھر اس نے شہر میں دو آدمیوں کو باہم لڑتے پایا، یہ (ایک تو) اس

هَٰذَا مِنْ شِيعَتِهِ وَهَٰذَا مِنْ عَدُوِّهِ ۖ فَاسْتَفَاتَهُ الَّذِي مِّنْ شِيعَتِهِ عَلَىٰ

کے اپنے گروہ میں سے تھا اور یہ (دوسرا) اس کے دشمنوں میں سے تھا، پھر جو اس کے اپنے گروہ میں سے تھا اس نے موسیٰ سے اس شخص کے خلاف مدد

الَّذِي مِّنْ عَدُوِّهِ ۖ فَكَرَّهُ مُوسَىٰ فَفَضَّىٰ عَلَيْهِ ۖ قَالَ هَٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ ط

مانگی جو اس کے دشمنوں میں سے تھا، چنانچہ موسیٰ نے اسے گھونسا مارا تو اس کا کام تمام کر دیا (پھر) کہا: یہ (قتل) شیطان کا عمل ہے، بلاشبہ وہ گمراہ کرنے

إِنَّهُ عَدُوٌّ مُُّضِلٌّ مُّبِينٌ ﴿١٥﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَهُ ط

والا کھلم کھلا دشمن ہے ﴿۱۶﴾ موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، لہذا تو میری مغفرت فرما، چنانچہ اللہ نے اسے بخش

إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿١٦﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّي أَنُحِيتُ عَلَىٰ فُلْكَنِ أَكُونُ ظَهِيرًا

دیا، بلاشبہ وہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ﴿۱۷﴾ موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھ پر انعام کیا ہے، لہذا میں مجرموں کا مددگار ہرگز

لِّلْمُجْرِمِينَ ﴿١٧﴾

نہیں بنوں گا ﴿۱۷﴾

شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَلَىٰ أَنْ تُجِبُوا شَيْئًا ۚ وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ط (البقرة: 216) ”اور عجب نہیں کہ تم ایک چیز کو ناپسند

کرو اور وہ تمہارے حق میں بھلی ہو اور عجب نہیں کہ تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے بری ہو۔“ اور فرمایا: ۖ فَعَلَيْكَ

أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا ۚ وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ۝ (النساء: 19) ”سو عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ

اس میں بہت سی بھلائیاں (پیدا) کر دے۔“

تفسیر آیات: 14-17

موسیٰ علیہ السلام کا ایک قطبی کو ماردینا: اللہ تعالیٰ نے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور بچپن کا ذکر کیا اور اب آپ کے امور جوانی کا

ذکر فرمایا ہے کہ جب آپ بھر پور جوان ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکمت و علم سے سرفراز فرمایا، امام مجاہد کا قول ہے کہ یہاں

حکمت و علم سے مراد نبوت ہے۔ ﴿١٤﴾ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿١٥﴾ ”اور ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔“ پھر

اللہ تعالیٰ نے اس سبب کا ذکر فرمایا ہے جس سے وہ نبوت اور اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کے شرف تک پہنچ گئے جسے اللہ تعالیٰ نے ان

کے مقدر میں لکھ رکھا تھا اور وہ یہ کہ انھوں نے جب ایک قطبی کو ماردیا تو یہ واقعہ مصر سے نکل کر مدین جانے کا سبب بن گیا، ارشاد

باری تعالیٰ ہے: ۖ وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَىٰ حِينٍ غَفْلَةٍ مِّنْ أَهْلِهَا ۖ ”اور وہ ایسے وقت شہر میں داخل ہوئے کہ وہاں کے باشندے

فَاصْبَحَ فِي الْمَدِينَةِ خَائِفًا يَتَرَقَّبُ فَإِذَا الَّذِي اُسْتَنْصَرُهُ بِالْأَمْسِ يَسْتَصْرِخُهُ ط قَالَ

پھر موسیٰ نے شہر میں ڈرتے ڈرتے (ہر طرف سے خطرے کے) انتظار میں صبح کی، تو اچانک (دیکھا کہ) وہ شخص جس نے کل اس سے مدد مانگی تھی، اسے مدد

لہٰ مُوسَىٰ إِنَّكَ لَعَوِيُّ مُبِينٌ ﴿١٨﴾ فَلَمَّا أَنْ أَرَادَ أَنْ يَبْطِشَ بِالَّذِي هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ط قَالَ

کے لیے پکار رہا ہے، موسیٰ نے اس سے کہا: بلاشبہ تو صاف گمراہ شخص ہے ﴿۱۸﴾ پھر جب موسیٰ نے ارادہ کیا کہ اس شخص کو پکڑے جو ان دونوں کا دشمن تھا

يُوسَىٰ أَتَرِيدُ أَنْ تَقْتُلَنِي كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْأَمْسِ ط إِنَّ تَرِيدُ إِلَّا أَنْ تَكُونَ

تو وہ (اسرائیلی) بول اٹھا: اے موسیٰ! کیا تو مجھے بھی قتل کرنا چاہتا ہے جیسے تو نے کل ایک شخص کو قتل کر دیا تھا، تو یہی چاہتا ہے کہ زمین میں بڑا منکبر و سرکش

جَبَّارًا فِي الْأَرْضِ وَمَا تَرِيدُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْمَصْلُحِينَ ﴿١٩﴾

ہے، اور تو نہیں چاہتا کہ تو اصلاح کرنے والوں میں سے ہو ﴿۱۹﴾

غفلت میں تھے۔“ ابن جریج نے عطاء خراسانی سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ مغرب و عشاء کے درمیان کا وقت تھا۔ ﴿۱﴾ ابن منذر نے عطاء بن یسار سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ نصف النہار کا وقت تھا۔ ﴿۲﴾ سعید بن جبیر، عکرمہ، سدی اور قتادہ رحمہم کا بھی یہی قول ہے۔

﴿فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ﴾ ”تو اس نے پایا کہ وہاں دو شخص لڑ رہے تھے۔“ آپس میں جھگڑا کر رہے اور ایک دوسرے کو مار رہے تھے۔ ﴿هَذَا مِنْ شِيعَتِهِ﴾ ”یہ تو اس (موسیٰ) کی قوم کا ہے۔“ یعنی اسرائیلی ہے۔ ﴿وَهَذَا مِنْ عَدُوِّهِ﴾

”اور یہ (دوسرا) ان کے دشمنوں میں سے ہے۔“ یعنی قبطی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ، سدی اور محمد بن اسحاق کا یہی قول ہے۔ اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام سے مدد طلب کی، موسیٰ نے فرصت، یعنی لوگوں کی بے خبری کو غنیمت جانا، ﴿فَوَكَزَهُ مُوسَىٰ فَقَضَىٰ

عَلَيْهِ﴾ ”سو انھوں نے اس کو مٹا (گھونسا) مارا اور اس کا کام تمام کر دیا۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿فَوَكَزَهُ﴾ کے معنی ہیں کہ انھوں نے اسے مٹا (گھونسا) مارا۔ ﴿فَقَضَىٰ عَلَيْهِ﴾ ”تو اس کا کام تمام کر دیا۔“ یعنی وہ فوراً مر گیا۔ ﴿قَالَ﴾ ”(تو) کہنے لگے“

یعنی موسیٰ علیہ السلام، ﴿هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ ط إِنَّهُ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِينٌ﴾ ﴿١٩﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَهُ ط إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٢٠﴾ قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي﴾ ”یہ تو شیطان کا کام ہے، بے شک وہ (انسان کا) دشمن، صریح بہکانے والا

ہے، بولے کہ اے میرے پروردگار! میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا تو تو مجھے بخش دے، پس اللہ نے اسے بخش دیا، بے شک وہ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے، کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار! تو نے جو مجھ پر مہربانی فرمائی ہے۔“ اور مجھے عزت و جاہ

اور نعمت سے نوازا ہے ﴿فَلَنْ أَكُونُ ظَهِيرًا لِلنَّجَرِ مَبِينٌ﴾ ﴿٢١﴾ ”تو میں (آئندہ) کبھی گناہ گاروں کا مددگار نہ بنوں گا۔“ یعنی ان کا جو تیری ذات پاک کا کفر کرتے اور تیرے احکام کی مخالفت کرتے ہیں۔

تفسیر آیات: 18، 19

﴿۱﴾ تفسیر ابن ابی حاتم: 2953/9 و تفسیر الطبری: 55، 54/20. ﴿۲﴾ تفسیر ابن ابی حاتم: 2953/9 و تفسیر الطبری: 55، 54/20.

55، 54/20. ﴿۳﴾ تفسیر ابن ابی حاتم: 2954/9 و تفسیر الطبری: 56، 55/20. ﴿۴﴾ تفسیر الطبری: 57/20.

وَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ يَسْعَىٰ قَالَ يَبُوسَىٰ إِنَّ الْمَلَأَ يَأْتَمِرُونَ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ

اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دوڑتا آیا (اور) اس نے کہا: اے موسیٰ! بلا شہر سردار تیرے خلاف مشورہ کر رہے ہیں کہ تجھے قتل کر ڈالیں، لہذا تو

فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ مِنَ النَّاصِحِينَ ﴿٢٠﴾

نکل جا، بے شک میں تیرے خیر خواہوں میں سے ہوں ﴿20﴾

۲۴

فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٢١﴾ وَلَمَّا تَوَجَّهَ

تو موسیٰ اس شہر سے ڈرتے سمجھے، (پکڑے جانے کے) انتظار میں نکلا، (اور) اس نے کہا: اے میرے رب! تو مجھے ظالم قوم سے نجات دے ﴿21﴾ اور جب اس

تَلَقَّاهُ مَدْيَنَ قَالَ عَسَىٰ رَبِّي أَن يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ ﴿٢٢﴾ وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ

نے مدین کا رخ کیا تو کہا: امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ کی ہدایت دے گا ﴿22﴾ اور جب وہ مدین کے پانی (کنویں) پر پہنچا تو اس پر اس نے لوگوں کا ایک

وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةٌ مِّنَ النَّاسِ يَسْكُنُونَ وَوَجَدَ مِنْ دُونِهِمُ امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ

گروہ پایا، وہ (اپنے موسیٰ کو) پانی پلا رہے تھے، اور ان کے علاوہ دو عورتوں کو دیکھا جو (اپنے جانور) روک رہی ہیں، موسیٰ نے کہا: تمہارا کیا معاملہ ہے؟ ان

قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِي إِلَّا تَسْقَىٰ حَتَّىٰ يُصَدِّرَ الرِّعَاءَ سَكَنًا وَابْنًا شَيْخًا كَبِيرًا ﴿٢٣﴾

دونوں نے کہا: ہم پانی نہیں پلاتیں، حتیٰ کہ چرواہے (پانی پلا کر اپنے موسیٰ) واپس لے جائیں، جبکہ ہمارا باپ بڑا بوڑھا ہے ﴿23﴾ چنانچہ اس نے ان دونوں کی

فَسَقَىٰ لَهُمَا ثُمَّ تَوَلَّىٰ إِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ ﴿٢٤﴾

خاطر پانی پلایا، پھر وہ (چھپے) سائے کی طرف ہٹ آیا، پھر کہا: اے میرے رب! بے شک تو میری طرف جو بھی خیر نازل کرے، میں اس کا محتاج ہوں ﴿24﴾

قتل کے راز کا انشاء: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اس قبطی کو قتل کر دیا **فَأَصْحٰبُ فِي الْمَدِينَةِ**

خَائِفًا ”تو اس نے شہر میں ڈرتے ڈرتے صبح کی۔“ یعنی اس فعل سے ڈرتے ہوئے جو آپ سے سرزد ہو گیا تھا۔ **يَتَرَقَّبُ**

”انتظار کرتے ہوئے۔“ آپ اس فعل کے رد عمل کا جائزہ لے رہے تھے، آپ ایک راستے پر گزر رہے تھے کہ آپ نے دیکھا

کہ وہی شخص جو کل ایک قبطی سے لڑ رہا تھا اور اس نے موسیٰ علیہ السلام سے مدد طلب کی تھی، آج ایک دوسرے شخص سے لڑ رہا ہے، موسیٰ علیہ السلام

جب اس شخص کے پاس سے گزرے تو اس نے اس دوسرے شخص کے خلاف بھی موسیٰ علیہ السلام سے مدد طلب کی تو موسیٰ علیہ السلام نے

فرمایا: **إِنَّكَ لَعَوِي مُبِينٌ ۝** ”یقیناً تو تو صریح گمراہ ہے۔“ یعنی تیری گمراہی ظاہر اور تیرا شر بہت زیادہ ہے، پھر موسیٰ علیہ السلام

نے قبطی کو پکڑنے کا ارادہ فرمایا مگر اسرائیلی نے اپنی کمزوری و ناتوانی اور ذلت و در ماندگی کے باعث یہ سمجھا کہ موسیٰ علیہ السلام اسے

پکڑنے کا قصد کر رہے ہیں، اس لیے اس نے اپنا دفاع کرتے ہوئے کہا: **يَبُوسَىٰ أَرِيدُ أَنْ نَمُنَّ لِطَبْعِي كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا**

بِالْأَمْسِ ۝ ”اے موسیٰ! کیا تو چاہتا ہے کہ جس طرح تو نے کل ایک شخص کو مار ڈالا تھا اس طرح تو مجھے بھی مار ڈالے۔“

کیونکہ اس واقعے کو موسیٰ علیہ السلام اور اس اسرائیلی کے سوا اور کوئی نہیں جانتا تھا، قبطی نے جب اس بات کو سنا تو اس کے منہ سے

اسے اچک لیا، پھر بھاگ کر فرعون کے گھر پہنچ گیا اور اسے یہ بات پہنچادی، فرعون کو جب یہ معلوم ہوا تو شدید ناراض ہوا اور

اس نے موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کر لیا، موسیٰ علیہ السلام کی تلاش میں اس نے آدمی روانہ کر دیے تاکہ وہ آپ کو پکڑ کر فرعون کے

پاس پیش کر دیں۔

تفسیر آیت: 20

موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے صلاح مشورے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَجَّهَ رَجُلٌ** ”اور ایک شخص آیا۔“ اللہ تعالیٰ نے وصف رجولیت کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا ہے، اس لیے کہ اس نے فرعون کے بھیجے ہوئے لوگوں کے مخالف ایک ایسا راستہ اختیار کیا تھا جو مختصر تھا، لہذا وہ ان سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچ گیا اور اس نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: **إِنَّ الْمَلَكَ يَأْتِيهِمْ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ** ”بلاشبہ (شہر کے) رئیس تیرے بارے میں صلاح مشورہ کر رہے ہیں تاکہ وہ تجھے مار ڈالیں سو تو (یہاں سے) نکل جا، بے شک میں تیرے خیر خواہوں میں سے ہوں۔“

تفسیر آیات: 21-24

موسیٰ علیہ السلام مدین میں: جب اس شخص نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ بتایا کہ فرعون اور اس کے اعیان سلطنت آپ کے بارے میں ارادہ کر رہے ہیں تو آپ تنہا مصر سے نکل گئے، آپ کو اس طرح کی غریب الوطنی کا پہلے سے کوئی تجربہ نہ تھا کیونکہ آپ نے تو خوش حالی کی زندگی بسر کی تھی اور ناز و نعم میں پلے بڑھے تھے۔ **فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ** ”اے میرے پروردگار! مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے۔“ یعنی فرعون اور اس کے سرداروں سے۔ مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے گھوڑے پر سوار ایک فرشتے کو بھیج دیا جس نے راستے کے بارے میں آپ کی رہنمائی کی۔ **وَاللَّهُ أَعْلَمُ** ”وَلَبَّآ تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ“ ”اور جب اس نے مدین کی طرف رخ کیا۔“ یعنی مدین کی طرف جانے والے رستے کو اختیار کر لیا تو خوش ہوئے اور **قَالَ عَسَىٰ رَبِّي أَن يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ** ”کہنے لگے: ہو سکتا ہے کہ میرا پروردگار میری سیدھے رستے کی طرف رہنمائی کرے۔“ یعنی ایسا راستہ جو سب سے زیادہ سیدھا ہو، اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس اُمید کو پورا کر دیا اور واقعی ایسا راستہ بتایا جو دنیا و آخرت کے اعتبار سے سب سے زیادہ سیدھا بلکہ صراطِ مستقیم تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہادی اور مہدی بنا دیا۔ **وَلَبَّآ وَرَدَّ مَاءَ مَدْيَنَ** ”اور جب مدین کے پانی (کے کنویں) پر پہنچے۔“ یعنی جب مدین میں وہاں کے پانی کے پاس پہنچ گئے اور وہ ایک کنواں تھا جس سے بکریوں کے چرواہے اپنی بکریوں کو پانی پلایا کرتے تھے۔

وَجَدَ عَلَيْهِ أَمَةٌ مِّنَ النَّاسِ يُسْقَوْنَ هُوَ وَوَجَدَ مِنْ دُونِهِمُ امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ ”اس نے اس پر لوگوں کے ایک گروہ کو پایا جو پانی پلا رہے ہیں اور اس نے ان سے الگ دو عورتوں کو پایا جو (اپنی بکریوں کو) روکے کھڑی تھیں۔“ یعنی وہ اپنی بکریوں کو روکے ہوئے ہیں تاکہ چرواہوں کی بکریوں کے ساتھ مل کر ان کے لیے تکلیف کا باعث نہ ہوں، موسیٰ علیہ السلام نے جب انھیں دیکھا تو انھیں ان پر بہت ترس آیا تو **قَالَ مَا خَطْبُكُمَا** ”موسیٰ نے (ان سے) کہا: تمہارا کیا معاملہ ہے؟“ یعنی کیا بات ہے تم ان لوگوں کے ساتھ اپنی بکریوں کو پانی کیوں نہیں پلاتی ہو؟ **قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّىٰ يُصَدِّدَ الرَّعَاءُ** ”وہ دونوں بولیں:

فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ ۖ قَالَتْ إِنَّ ابْنِي يَدْعُوكَ لِیَجْزِيكَ أَجْرَ مَا سَفَيْتَ

پھر ان دونوں میں سے ایک (لڑکی) شرم و حیا سے چلتی اس کے پاس آئی، اس نے کہا: بے شک میرے والد تجھے بلاتے ہیں تاکہ وہ تجھے اس کی مزدوری

لَنَا ط فَلَمَّا جَاءَهُ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقِصَصَ لَا قَالَ لَا تَخَفْ ۖ وَقَدْ نَجَّوْتَ مِنَ الْقَوْمِ

دیں جو تو نے ہماری خاطر پانی پلایا ہے، پھر جب موسیٰ اس کے پاس آیا اور اسے سارا قصہ سنایا تو اس نے کہا: تو مت ڈر، تو نے اس ظالم قوم سے نجات

الظَّالِمِينَ ﴿٢٥﴾ قَالَتْ إِحْدَاهُمَا يَأْبَىٰ اسْتِجَارَهُ ۖ إِنَّ خَيْرَ مَن اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ ﴿٢٦﴾

پالی ہے ﴿25﴾ ان دونوں میں سے ایک (لڑکی) نے کہا: میرے ابا جان! اسے نوکر رکھ لیجیے، بلاشبہ بہترین شخص جسے آپ ملازم رکھیں، وہی ہو سکتا ہے جو

قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنْكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَىٰ أَنْ تَأْجُرَنِي ثَلَاثِينَ حَبَّ جَوْ ۖ فَإِنْ

طاقتور ہو، امانت دار ہو ﴿26﴾ اس نے (موسیٰ سے) کہا: میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تجھ سے اس شرط پر کر دوں کہ تو آٹھ

أَتَمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۖ وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ ط سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنْ

سال میری نوکری کرے، پھر اگر تو دس سال پورے کرے تو تیری طرف سے ہوگا، اور میں نہیں چاہتا کہ تجھ پر سختی کروں، ان شاء اللہ بھینا تو مجھے نیک

الطَّالِحِينَ ﴿٢٧﴾ قَالَ ذَلِكَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ ط أَيَّمَا الْأَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ط وَاللَّهُ

لوگوں میں سے پائے گا ﴿27﴾ موسیٰ نے کہا: یہ میرے اور آپ کے درمیان (معاہدہ) ہے، میں دو مدتوں میں سے جو بھی پوری کر لوں تو (اس کے بعد) مجھ پر

عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكَيْلٌ ﴿٢٨﴾

کوئی زیادتی نہ ہو، اور جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اس پر اللہ نگہبان ہے ﴿28﴾

جب تک چرواہے (اپنے چوپائوں کو) واپس نہ لے جائیں ہم پانی نہیں پلاتیں۔“ یعنی ہم چرواہوں کے فارغ ہونے کے بعد ہی

اپنی بکریوں کو پانی پلاتی ہیں، ﴿٢٥﴾ وَأَبُونَا شَيْخٌ كَبِيرٌ ﴿٢٦﴾ ”اور ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں۔“ اور ہم اس مجبوری کی وجہ سے خود

بکریوں کو پانی پلاتی ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿٢٦﴾ فَسَقَىٰ لَهُمَا ﴿٢٧﴾ ”تو اس (موسیٰ) نے ان دونوں کے لیے (بکریوں کو) پانی پلایا۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿٢٧﴾ ثُمَّ تَوَلَّىٰ إِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ ﴿٢٨﴾ ”پھر سائے کی طرف

پلٹ کر آیا اور کہنے لگا: اے میرے پروردگار! میں اس کا محتاج ہوں جو تو میری طرف بھلائی سے نازل فرمائے۔“ حضرت ابن

عباس، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما اور سدی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ آپ درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گئے۔ ﴿٢٨﴾ عطاء بن سائب کہتے ہیں

کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ دعا: ﴿٢٨﴾ رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ ﴿٢٩﴾ مانگی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا ان میں سے

ایک عورت کو بھی سنا دی تھی۔ ﴿٢٩﴾

تفسیر آیات: 25-28

موسیٰ علیہ السلام ان دو عورتوں کے والد کے پاس: اس دن دونوں عورتیں جب بکریوں کو جلد واپس لا کر اپنے والد کی خدمت میں

حاضر ہوئیں تو ان کے جلد واپس آنے پر تعجب ہوا اور اس نے ان سے پوچھا تو انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کر دیا، تب اس

نے ان میں سے ایک کو بھیجا تاکہ اسے اپنے باپ کے پاس بلا لائے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ﴾ ”پھر اس کے پاس ان دونوں میں سے ایک حیا سے چلتی ہوئی آئی“ جس طرح شریف خواتین چلتی ہیں جیسا کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے اپنی چادر کے پلو کے ساتھ پردہ کر رکھا تھا۔⁽¹⁾ اور ابن ابوحاتم نے عمرو بن میمون سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ شرماتی اور لجاتی ہوئی آئی اور چہرے کو کپڑے سے چھپا رکھا تھا، وہ کوئی جری عورت اور اندر باہر زیادہ آنے جانے والی نہ تھی۔ اس روایت کی سند صحیح ہے۔⁽²⁾ اس روایت میں سَلْفَعُ کا جو لفظ آیا ہے اس کے معنی بیان کرتے ہوئے امام لغت علامہ جوہری نے لکھا ہے کہ مردوں میں سَلْفَعُ اس کو کہتے ہیں جو بہت جسارت والا ہو اور عورتوں میں سے اسے کہتے ہیں جو جری اور بہادر ہو اور اونٹوں میں سے اسے کہتے ہیں جو بہت توانا و طاقتور ہو۔⁽³⁾

﴿قَالَتْ إِنَّ ابْنِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا﴾ ”کہنے لگی: تجھے میرے والد بلاتے ہیں کہ تو نے جو ہمارے لیے پانی پلایا تھا اس کی یقیناً تجھے اجرت دیں۔“ اس نے بات کرتے ہوئے یہ مؤدبانہ اسلوب اختیار کیا، اس نے قطعاً یہ نہیں کہا کہ میرے والد تجھے بلاتے ہیں تاکہ بات شک و شبہ والی نہ ہو بلکہ یہ کہا کہ میرے والد تجھے بلاتے ہیں کہ تو نے جو ہمارے لیے پانی پلایا تھا اس کی تجھے اجرت دیں۔ ﴿فَلَمَّا جَاءَهُ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ﴾ ”پھر جب وہ اس کے پاس آیا اور اس سے (اپنا) ماجرا بیان کیا۔“ جس کی وجہ سے وہ اپنے شہر سے نکلنے پر مجبور ہو گیا تھا، ﴿قَالَ لَا تَحْزَنْ نَجُوتُ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾⁽²⁵⁾ ”اس نے کہا: کچھ خوف نہ کرو تو ظالم لوگوں سے بچ گیا ہے۔“ اب اطمینان اختیار کر اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کر کہ تو ان لوگوں کے ملک سے باہر آ گیا ہے اور ہمارا یہ علاقہ ان کی قلمرو سے باہر ہے، لہذا یہاں ان کا حکم نہیں چلتا، اس لیے انھوں نے کہا: ﴿نَجُوتُ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾⁽²⁵⁾ ”تو ظالم لوگوں سے بچ گیا ہے۔“

طاقت ور اور امانت دار ملازم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَالَتْ إِحْدَاهُمَا يَأْبَى اسْتِجْرُهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ﴾⁽²⁶⁾ ”ایک (لڑکی) نے دونوں میں سے کہا: اے میرے ابا جان! اسے نوکر رکھ لیجیے بلاشبہ بہتر نوکر جو آپ رکھیں وہ ہے (جو) توانا، امانت دار (ہو)۔“ یعنی اس شخص کی دونوں بیٹیوں میں سے ایک نے یہ کہا تھا، کہا گیا ہے کہ یہ وہی لڑکی تھی جو موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے گئی تھی، اس نے اپنے باپ سے کہا کہ اسے بکریاں چرانے کے لیے نوکر رکھ لیں۔ حضرت عمر، ابن عباس رضی اللہ عنہما، قاضی شریح، ابو مالک، قتادہ، محمد بن اسحاق اور دیگر کئی مفسرین رحمہم نے کہا ہے کہ جب اس نے یہ کہا: ﴿إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ﴾⁽²⁶⁾ ”یقیناً بہتر نوکر جو آپ رکھیں وہ ہے (جو) توانا، امانت دار (ہو)۔“ تو اس نے کہا کہ تجھے کیسے معلوم ہوا کہ یہ طاقتور اور امانت دار ہے۔ تو اس نے جواب دیا کہ اس کی طاقت کا یہ عالم ہے کہ کنویں کا وہ پتھر جسے دس

① تفسیر الطبری: 74/20 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2964/9. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2965/9. ③ الصحاح،

مادة: سلفع .

آدمی مل کر اٹھاتے ہیں وہ اس اکیلے ہی نے اٹھالیا تھا اور امانت کا یہ حال ہے کہ میں جب اس کے ساتھ واپس آئی تو اس کے آگے آگے چل رہی تھی، اس نے کہا کہ تو میرے پیچھے ہو جا اور اگر میں رستہ بھول جاؤں تو کنکری مار کر مجھے مطلع کر دینا تو مجھے معلوم ہو جائے گا کہ صحیح رستہ کون سا ہے۔⁽¹⁾

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین شخص بڑے صاحب فراست گزرے ہیں: (1) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جنہوں نے فراست اور بصیرت سے کام لے کر اپنے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کر دیا تھا۔ (2) وہ عزیز مصر جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں اپنی بیوی سے کہا تھا: ﴿اَكْرِمْ مَثْوَاهُ﴾ (یوسف 21: 12) ”اس کو عزت و اکرام سے رکھو“ اور (3) یہ لڑکی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اپنے باپ سے کہا: ﴿يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ﴾ ”اے میرے ابا جان! اس کو اجرت پر رکھ لیجیے کیونکہ بہترین شخص جسے آپ اجرت پر رکھیں وہ ہے (جو) توانا، امانت دار (ہو)۔“⁽²⁾

مشروط نکاح: ﴿قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ﴾ ”اس نے (موسیٰ سے) کہا: بے شک میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کو تجھ سے بیاہ دوں۔“ یعنی اس بزرگ اور معمر شخص نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ تو میری بکریاں چرا اور میں اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کو تیرے نکاح میں دے دوں گا۔ اور فرمایا: ﴿عَلَىٰ أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمْنِي حَجَّجَ فَإِنْ أَتَمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ﴾ ”اس (عہد) پر کہ تو آٹھ برس میری ملازمت کر، پس اگر دس سال پورے کر دے تو وہ تیری طرف سے (احسان) ہے۔“ یعنی بشرطیکہ تو آٹھ برس میری بکریاں چرا اور اگر تو دو سال مزید چرا دے تو یہ تیری طرف سے احسان ہوگا ورنہ آٹھ سال ہی کافی ہیں، ﴿وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَمْلِكَ عَلَيْكَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّاحِقِينَ﴾ ”اور میں تجھ پر تکلیف ڈالنی نہیں چاہتا، تو مجھے ان شاء اللہ نیک لوگوں میں پائے گا۔“ میں تجھے مشقت میں نہیں ڈالنا چاہتا، نہ کوئی تکلیف دینا چاہتا ہوں اور نہ تجھ سے کوئی لڑائی، جھگڑا کرنا چاہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس کا یہ جواب دیا: ﴿قَالَ ذَٰلِكَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ أَيَّمَا الْأَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ وَاللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ﴾ ”موسیٰ نے کہا کہ مجھ میں اور تجھ میں یہ (پختہ عہد) ہوا، میں جو کسی مدت (چاہوں) پوری کر دوں، پھر مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہو اور ہم جو کہتے ہیں اللہ اس کا گواہ ہے۔“ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خسر سے کہا کہ معاملہ اسی طرح ہے جیسے آپ نے فرمایا کہ آپ مجھ سے آٹھ سال خدمت لیں گے اور اگر میں دس سال پورے کر دوں تو یہ میری طرف سے ہوگا۔ یعنی جب ان میں سے کم مدت کو میں پورا کر دوں تو میں بری الذمہ ہو جاؤں گا اور شرط کو پورا کر دوں گا، ﴿أَيَّمَا الْأَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ﴾ ”میں جو کسی مدت (چاہوں) پوری کروں، پھر مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہو۔“ مجھے

(1) تفسیر ابن ابی حاتم: 2967/9 و تفسیر الطبری: 78/20. (2) المستدرک للحاکم، التفسیر، تفسیر سورۃ یوسف علیہ السلام:

345/2، حدیث: 3320 والمصنف لابن ابی شیبہ، المغازی، باب ماجاء فی خلافة عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ: 435/7،

فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَى الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهِ آنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ نَارًا ۚ قَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّي آتِيكُم مِّنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ﴿٢٩﴾ فَلَمَّا أَتَاهَا

پھر جب موسیٰ نے وہ مدت پوری کر لی اور اپنے گھر والوں کو لے کر چلا تو اس نے کوہ طور کی ایک جانب سے آگ دیکھی، اس نے اپنے گھر والوں سے

کہا: تم (یہیں) ٹھہرو، بے شک میں نے آگ دیکھی ہے، شاید میں وہاں سے تمہارے پاس کوئی خبر یا آگ کا انگار لے آؤں تاکہ تم تپ سکو ﴿٢٩﴾ پھر

نُودَىٰ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبْرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ أَنْ يُّوسَىٰ إِنِّي

جب وہ اس کے پاس پہنچا تو اسے وادی کے دائیں کنارے ایک مبارک جگہ میں ایک درخت سے آواز دی گئی کہ اے موسیٰ! یقیناً میں ہی اللہ، سب

أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٣٠﴾ وَأَنْ أَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَلَمَّا رَآهَا تُهْتَزُّ كَانَهَا جَانٌّ وَلَّىٰ مُدَبِّرًا ۖ وَلَمْ

جہانوں کا رب ہوں ﴿٣٠﴾ اور یہ (بھی کہا گیا): کہ تو اپنا عصا ڈال دے، پھر جب موسیٰ نے عصا کو دیکھا کہ وہ سانپ کی طرح حرکت کر رہا ہے تو وہ پیچھے ہٹ کر

يُعِيبُ ۚ يُّوسَىٰ أَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۚ إِنَّكَ مِنَ الْآمِنِينَ ﴿٣١﴾ أَسْلُكُ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجُ

کر پلٹا اور اس نے مڑ کر بھی نہ دیکھا، (اللہ نے فرمایا): اے موسیٰ! تو آگے بڑھ اور نہ ڈر، بلاشبہ تو امن والوں میں سے ہے ﴿٣١﴾ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں

بِيضَاءٍ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ ۚ وَاضْمُمْ إِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ ۖ فَذَرْنِكَ ۖ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكَ إِلَىٰ

ڈال، (پھر نکال تو) وہ (سفید) چمکتا ہوا بے عیب نکلے گا، اور خوف سے (بچنے کے لیے) اپنا بازو اپنی طرف ملا لے، چنانچہ تیرے رب کی طرف سے یہ دونوں

فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿٣٢﴾

معجزے فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف (بھیجے کے لیے) ہیں، بلاشبہ وہ نافرمان لوگ ہیں ﴿٣٢﴾

کسی تنگی میں مبتلا نہ کیا جائے، کامل مدت کو پورا کرنا گو مباح تھا لیکن دوسری طرف سے اس میں زیادہ فضیلت تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ

نے فرمایا ہے: ﴿مَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ﴾ (البقرة 203:2) ”اگر کوئی

جلدی کرے (اور) دونوں میں (چل دے) تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اور جو بعد تک ٹھہرا رہے اس پر بھی کچھ گناہ نہیں۔“

رسول اللہ ﷺ نے حمزہ بن عمر واسلمی رضی اللہ عنہما سے فرمایا تھا جو بہت کثرت سے روزہ رکھا کرتے تھے اور انھوں نے آپ سے

سفر میں روزے کے بارے میں پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا: [إِنْ شِئْتَ فَصُمْ، وَإِنْ شِئْتَ فَافْطِرْ] ”اگر تم چاہو تو روزہ رکھو

اور اگر چاہو تو توڑ دو۔“ ﴿١﴾ جبکہ دوسری دلیل سے ثابت ہے کہ روزہ رکھنا رائج ہے، اسی طرح دوسری دلیل سے ثابت ہے کہ

موسیٰ علیہ السلام نے کامل مدت، یعنی دس سال تک بکریاں چرانے کا فریضہ انجام دیا تھا۔ ﴿٢﴾

امام بخاری رحمہ اللہ نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مجھ سے حیرہ کے ایک یہودی نے پوچھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے کس

مدت تک بکریاں چرائی تھیں۔ میں نے کہا مجھے تو معلوم نہیں، البتہ میں جب عربوں کے بڑے عالم کے پاس جاؤں گا تو ان

① صحیح البخاری، الصوم، باب الصوم فی السفر والإفطار، حدیث: 1943 و صحیح مسلم، الصیام، باب التخییر

فی الصوم واللفطر فی السفر، حدیث: 1121. ② صحیح البخاری، الشهادات، باب، حدیث: 2684 عن ابن

عباس معنی .

سے پوچھوں گا، چنانچہ میں جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ سے یہ سوال پوچھا، آپ نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس مدت کو پورا کیا تھا جو دونوں میں سے زیادہ تھی کیونکہ اللہ کے رسول جب کوئی بات کرتے ہیں تو اسے احسن و اکمل انداز میں پورا فرماتے ہیں۔^①

تفسیر آیات: 29-32

موسیٰ علیہ السلام کی مصر واپسی اور رستے میں نبوت و معجزات کا ملنا: اس سے پہلی آیت کریمہ کی تفسیر میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس مدت کو پورا فرمایا جس میں زیادہ وفا اور نیکی تھی، یعنی جو دونوں میں سے زیادہ کامل و اکمل تھی اور یہ بات اس آیت کریمہ کے ان الفاظ سے بھی معلوم ہو رہی ہے: **فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَىٰ الْأَجَلَ** ”پھر جب موسیٰ نے مدت پوری کر دی۔“ یعنی وہ مدت جو ان دونوں میں سے اکمل تھی، وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

وَسَارَ بِأَهْلِهِ ”اور اپنے گھر والوں کو لے کر چلے۔“ ائمہ تفسیر نے بیان کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اپنے شہر اور اپنے لوگوں کے پاس جانے کا بہت شوق پیدا ہو گیا تھا اور آپ نے ارادہ کیا کہ فرعون اور اس کی قوم سے خفیہ طور پر اپنے شہر اور اپنے لوگوں کی زیارت کر آئیں، آپ نے اپنی بیوی اور ان بکریوں کو ساتھ لیا جو آپ کے خسر نے آپ کو دی تھیں، آپ ان کے ساتھ ایک ایسی رات میں سفر کر رہے تھے جس میں بارش بھی ہو رہی تھی اور جو بہت اندھیری اور ٹھنڈی بھی تھی، آپ نے رستے میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور جب بھی اپنے چقماق کو رگڑتے تو اس سے کوئی روشنی پیدا نہ ہوتی، آپ کو اس سے بہت تعجب ہوا اور اسی کیفیت میں: **اِنَّ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ نَارًا** ”اس نے طور کی طرف سے آگ کو دیکھا۔“ یعنی دور سے آگ چمکتی ہوئی نظر آئی تو **قَالَ لَاهْلِهِ امْكُثُوا اِنِّي اَنْتُمْ نَارًا** ”وہ اپنی بیوی سے کہنے لگے کہ تم (یہاں) ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے۔“ اور میں اس کے پاس جاتا ہوں **لَعَلِّي اَتِيْنَكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ** ”شاید میں وہاں سے تمہارے پاس (رستے کا) کچھ خبر لاؤں۔“ اس لیے کہ آپ رستہ بھول گئے تھے، **اَوْ جَذْوَةٍ مِنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ** ”یا آگ کا انگارہ (لے کر آؤں) تاکہ تم تاپو۔“ اور سردی سے بچ جاؤ۔

آگ لینے گئے تو اپنے رب سے ہم کلام ہو گئے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: **فَلَمَّا اَتَاهَا نُودِيَ مِنْ شَاطِئِ الْاَيْمَنِ** ”پھر جب وہ اس کے پاس آیا تو وادی کے دائیں کنارے سے آواز دی گئی۔“ یعنی میدان کی اس جانب سے جو ان کے دائیں طرف اور مغرب کی طرف سے پہاڑ کے ساتھ ملی ہوئی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغُرْبِ اِذْ قَضَيْنَا اِلَىٰ مُوسَى الْاَمْرَ** (القصص: 28: 44) ”اور جب ہم نے موسیٰ کی طرف (خاص) معاملے کی وحی کی تو آپ (طور کی) مغربی جانب نہیں تھے۔“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے آگ لینے کا قصد قبلے کی طرف کیا تھا اور جبل غریبی اس کی دائیں طرف تھا اور اس نے دیکھا کہ آگ ایک سبز درخت میں پہاڑ کی جڑوں میں اس طرف بھڑک رہی ہے جو وادی کے ساتھ

① صحیح البخاری، الشهادات، باب، حدیث: 2684 عن ابن عباس .

ملی ہوئی ہے، وہ اس معاملے کو کھڑا حیرت زدہ ہو کر دیکھ رہا تھا کہ رب تعالیٰ نے اسے آواز دی: ﴿مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ﴾ ”وادی کے دائیں کنارے سے ایک مبارک جگہ میں ایک درخت میں سے۔“ اور وہ آواز یہ تھی: ﴿أَنْ يُؤْتِيَٰنِي أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ ﴿30﴾ ”کہ اے موسیٰ! بلاشبہ میں تو اللہ رب العالمین ہوں۔“ یعنی تجھ سے مخاطب ہو کر جو ہم کلام ہے وہ اللہ رب العالمین ہے، وہ جو چاہتا ہے اسے کر گزرتا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ کوئی پروردگار ہے، وہ اپنی ذات و صفات اور اپنے اقوال و افعال میں اپنی مخلوقات کی مشابہت سے مقدس، منزہ اور پاک ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَنْ أَلْقِ عَصَاكَ﴾ ”اور یہ کہ تو اپنی لاٹھی ڈال دے۔“ جو تیرے ہاتھ میں ہے جیسا کہ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ لاٹھی اس وقت آپ کے ہاتھ میں تھی: ﴿وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوسَىٰ ۖ قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاهْتَمُّ بِهَا عَلَىٰ غَنِيِّ وَلِيَ فِيهَا مَلَكٌ مُّخْرَىٰ﴾ ﴿18﴾ (ظہ 20: 17، 18) ”اور اے موسیٰ! یہ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ اس نے کہا: یہ میری لاٹھی ہے، اس پر میں سہارا لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی مقاصد ہیں۔“ معنی یہ ہیں کہ یہ لاٹھی جسے تو اچھی طرح جانتا ہے اسے ڈال دے۔ ﴿فَالْقَهْفَ فَكَأَذٰهُ حَيَّةٌ تَسْلٰى﴾ ﴿20﴾ (ظہ 20: 20) ”پس جب اس نے اس کو ڈال دیا تو وہ ناگہاں سانپ بن کر دوڑنے لگا۔“

اس سے موسیٰ علیہ السلام کو خوب اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ اس سے وہی ذات پاک مخاطب اور ہم کلام ہے جو جب کسی چیز سے فرماتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے جیسا کہ سورہ طہ میں اس کا بیان قبل ازیں گزر چکا ہے۔ ﴿1﴾ اور یہاں فرمایا ہے: ﴿فَلَمَّا رَاَهَا تَهْتَأُ كَأَنهَا جَانٌّ وَلِي مُّدَبِّرٌ﴾ ”پھر جب اس نے اس (لاٹھی) کو دیکھا کہ وہ حرکت کر رہی ہے، گویا سانپ ہے تو وہ پیٹھ پھیر کر چل دیا۔“ موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ اس کی حرکت بہت تیز ہے، جسم اور پاؤں بہت بڑے بڑے ہیں، منہ کھلا ہوا ہے، بڑی بڑی داڑھیں باہر نکلی ہوئی ہیں اور معلوم یوں ہوتا ہے کہ اگر وہ کسی پہاڑ کی چٹان کے پاس سے گزرے تو اسے نکل جائے اور اگر کوئی چٹان گرے تو اس کے منہ میں پڑ جائے اور وہ اس طرح مضطرب و متحرک تھا، گویا وادی میں اٹکھیلیاں کر رہا ہو، موسیٰ علیہ السلام نے یہ منظر دیکھا ﴿وَلِي مُّدَبِّرٌ ۚ وَلَمْ يَعْقُبْ﴾ ”(تو) پیٹھ پھیر کر چل دیے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔“ آپ پیچھے مڑ کر اس لیے نہیں دیکھ رہے تھے کیونکہ انسان اس طرح کے خوفناک سانپ کو دیکھ کر بھاگتے ہیں مگر جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے یہ فرمایا: ﴿يٰمُوسَىٰ أَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۚ إِنَّكَ مِنَ الْآمِنِينَ﴾ ﴿31﴾ ”اے موسیٰ! آگے آؤ اور ڈرو تم امن پانے والوں میں سے ہو۔“ تو موسیٰ علیہ السلام واپس آ کر اپنی پہلی جگہ پر کھڑے ہو گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أَسْلٰكُ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرج بِيْضًا مِنْ غَيْرِ سُوْدٍ﴾ ”تو اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال تو وہ بغیر کسی عیب کے سفید نکل آئے گا۔“ یعنی جب تم اپنا ہاتھ اپنے دامن کے گریبان میں ڈال کر باہر نکالو گے تو وہ اس طرح چمک دمک رہا ہوگا جس طرح چودھویں رات کا چاند ہو، اسی لیے فرمایا: ﴿مِنْ غَيْرِ سُوْدٍ﴾ ”بغیر کسی عیب کے۔“ یعنی وہ برص وغیرہ کی وجہ سے سفید نہیں ہوگا۔

① دیکھیے ظہ، آیات: 17-21 کے تحت عنوان: ”موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کا سانپ بننا“

قَالَ رَبِّ إِنِّي قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ ③③ وَأَخِي هَارُونُ هُوَ

موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! بے شک میں نے ان میں سے ایک شخص قتل کر دیا تھا، لہذا میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے ③③ اور میرا بھائی

أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا فَأَرْسَلْهُ مَعِيَ رِدْءًا يُصَدِّقُنِي ③④ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُونِ ③④

ہارون زبان کے لحاظ سے مجھ سے زیادہ فصیح ہے، لہذا تو اسے میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج دے کہ وہ میری تصدیق کرے، بلاشبہ میں ڈرتا ہوں کہ وہ

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُونَ إِلَيْكُمَا ③⑤

مجھے جھٹلائیں گے ③⑤ اللہ نے فرمایا: ہم تیرے بھائی کے ذریعے سے تیرا بازو مضبوط کر دیں گے اور تم دونوں کو غلبہ عطا کریں گے، پھر وہ تم دونوں تک

بِأَيِّتِنَا ③⑤ أَنْتُمَا وَمِنْ أَتْبَعَكُمَا الْغٰلِبُونَ ③⑤

نہیں پہنچ سکیں گے، ہماری نشانہوں کے ساتھ (جاؤ)، تم دونوں اور جنہوں نے تمہاری پیروی کی، غالب رہیں گے ③⑤

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَأَضْمُ إِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ** ”اور خوف (سے بچنے کے لیے) اپنے بازو کو اپنی طرف ملا لے۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ **الرَّهْبِ** کے معنی گھبراہٹ کے ہیں۔ ① قنادہ نے اس کے معنی ”رعب“ کے بیان کیے ہیں۔ ② موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ جب انھیں کسی چیز سے ڈر محسوس ہو تو وہ خوف دور کرنے کے لیے اپنے بازو کو کیٹر لیں، اس سے ان کا سارا خوف دور ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص موسیٰ علیہ السلام کی اقتدا کرتے ہوئے اپنے ہاتھ کو اپنے دل پر رکھے گا تو اس کا خوف دور ہو جائے گا یا کم ہو جائے گا۔ **إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالٰی وَبِهِ التَّقْدَرُ۔**

اور فرمایا: **فَذَلِكُمْ بُرْهَانُنْ مِنْ رَبِّكَ** ”پس یہ دو دلیلیں تیرے پروردگار کی طرف سے ہیں۔“ یعنی لاٹھی کے ڈالنے سے اس کا تیز حرکت کرنے والا سانپ بن جانا اور ہاتھ گر بیان میں ڈالنے کے بعد نکالنے سے اس کا کسی عیب کے بغیر چمکنے لگ جانا۔ یہ دو قطعی اور واضح دلیلیں ہیں اللہ تعالیٰ فاعل مختار کی قدرت کی اور اس شخص کی نبوت کے صحیح ہونے کی جس کے ہاتھ پر اس نے ان خرق عادت امور کو جاری فرما دیا ہے، اسی لیے فرمایا: **إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ ط** ”فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف“ یعنی فرعون اور اس کے پیروکاروں اور رؤساء و کبراء کی طرف **إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ③③** ”بے شک وہ نافرمان لوگ ہیں“ جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے دور ہو چکے اور اس کے حکم اور اس کے دین کی مخالفت کر رہے ہیں۔

تفسیر آیات: 33-35

موسیٰ علیہ السلام کا اپنے بھائی ہارون کے بارے میں سوال: اللہ تعالیٰ نے جب موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ آپ اس فرعون کے پاس جائیں جس کے خوف اور سطوت کی وجہ سے آپ دیار مصر سے نکل بھاگے تھے تو **قَالَ رَبِّ إِنِّي قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا** ”اس (موسیٰ) نے کہا: اے میرے رب! بلاشبہ میں نے ان میں سے ایک شخص کو مار دیا تھا۔“ یعنی وہ قطعی جس کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے، **فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ ③③** ”سو میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے مار (ن) ڈالیں۔“ یعنی مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ جب مجھے

① تفسیر الطبری: 90/20 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2975/9 • ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2975/9 و تفسیر الطبری:

دیکھیں گے تو مار ڈالیں گے۔ **وَإِنِّي هَرُونَ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا** ”اور ہارون (جو) میرا بھائی (ہے) وہ باعتبار زبان کے مجھ سے زیادہ فصیح ہے۔“

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت تھی، اس لیے کہ انھوں نے آگ کے انگارے کو منہ میں ڈال لیا تھا، جب انھیں آگ کے انگارے اور کھجور یا موتی میں سے کسی ایک کے انتخاب کا اختیار دیا گیا تھا، اس لیے انھیں زبان سے الفاظ ادا کرنے میں دشواری محسوس ہوتی تھی ^(۱) اور اسی وجہ سے انھوں نے کہا: **وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي ۚ يَفْقَهُوا قَوْلِي ۚ وَاجْعَلْ لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي ۚ هَرُونَ أَخِي ۚ أَشَدُّ بِهٖ أَزْدَرِي ۚ وَاشْرِكْهُ فِيْ أَمْرِي ۚ** (طہ: 20-27-32) ”اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ وہ میری بات سمجھ لیں اور میرے لیے میرے گھر والوں میں سے (ایک کو) میرا وزیر (مددگار) مقرر فرما (یعنی) میرے بھائی ہارون کو، اس سے میری پشت مضبوط کر اور اسے میرے کام میں شریک کر۔“ جو اس عظیم ذمہ داری میں، جس کا تو نے مجھے حکم دیا ہے، میرا منس ہو۔ ذمہ داری سے مراد اس متکبر، جبار اور سرکش بادشاہ کے سامنے نبوت و رسالت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الہی میں عرض کی: **وَإِنِّي هَرُونَ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا فَأَرْسَلْهُ مَعِيَ رِدْءًا** ”اور ہارون (جو) میرا بھائی (ہے) وہ باعتبار زبان کے مجھ سے زیادہ فصیح ہے، پس تو اسے میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج۔“ **رِدْءًا** کے معنی وزیر، مددگار کے ہیں۔ اور میرے کام کو تقویت پہنچانے والا ہوا اور میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں جو بات کروں وہ اس میں میری تصدیق کرے کیونکہ ایک انسان کی بات کی نسبت دو انسانوں کی بات انسانی نفوس پر زیادہ اثر انداز ہوتی ہے، انھوں نے مزید کہا: **إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُونِ** ^(۲) ”بے شک مجھے خوف ہے کہ وہ لوگ میری تکذیب کریں گے۔“

موسیٰ علیہ السلام کے وزیر: محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ **رِدْءًا يُصَدِّقُنِي** ”(تو اس کو میرے ساتھ) مددگار بنا (کر بھیج) کہ وہ میری تصدیق کرے“ کا مطلب ہے کہ جو میں ان سے بات کروں، وہ اسے ان کے سامنے کھول کر بیان کر دے کیونکہ جو بات وہ سمجھتا ہے وہ لوگ نہیں سمجھتے۔ ^(۳) جب موسیٰ علیہ السلام نے یہ درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ** ”ہم تیرے بھائی کے ساتھ تیرا باز و مضبوط کریں گے۔“ یعنی تمھارے معاملے کو طاقت پہنچائیں گے اور تمھارے پہلو کو تمھارے اس بھائی کے ساتھ قوی کر دیں گے جس کے بارے میں تم نے سوال کیا ہے کہ اسے بھی تمھارے ساتھ نبی بنا دیا جائے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ہے: **قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يٰمُوسٰى ۚ** (طہ: 20-36) ”اے موسیٰ! تحقیق تجھے تیرا سوال دے دیا گیا۔“ اور فرمایا: **وَوَهَبْنَا لَهُ مِّن رَّحْمَتِنَا أَخَاهُ هَرُونَ نَبِيًّا ۚ** (مریم: 53) ”اور ہم نے اسے اپنی مہربانی سے اس کا بھائی ہارون پیغمبر عطا کیا۔“

بعض سلف نے کہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام پر جو احسان کیا اس سے بڑھ کر کسی بھائی نے اپنے بھائی پر

① موسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہی بات مشہور ہے لیکن یہ بلا دلیل ہے۔ ② تفسیر الطبری: 92/20 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2977/9

فَلَمَّا جَاءَهُمْ مُوسَى بِآيَاتِنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُفْتَرًى وَمَا سَعَيْنَا بِهَذَا

پھر جب موسیٰ ہماری کھلی نشانیوں کے ساتھ ان کے پاس پہنچا تو وہ بولے: یہ تو بس گھڑا ہوا جادو ہے اور ہم نے اپنے پہلے آباء و اجداد میں تو یہ

فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ﴿٣٦﴾ وَقَالَ مُوسَى رَبِّي أَعْلَمُ بِمَن جَاءَ بِالْهُدَىٰ مِنْ عِنْدِهِ وَمَن

(ہائیں کبھی) نہیں سنیں ﴿٣٦﴾ اور موسیٰ نے کہا: میرا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کی طرف سے ہدایت لے کر آیا اور جس کا آخرت کا انجام بہتر

تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿٣٧﴾

ہوگا، بے شک ظالم فلاح نہیں پاتے ﴿٣٧﴾

احسان نہ کیا ہوگا، انھوں نے سفارش کی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہارون کو بھی ان کے ساتھ نبوت و رسالت سے سرفراز فرما دیا اور انھیں بھی حکم بھی دیا کہ وہ بھی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مل کر فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس جائیں، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا ط﴾ (الأحزاب 69:33) ”اور وہ (موسیٰ) اللہ کے نزدیک بہت آبرو والے تھے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُونَ إِلَيْكُمَا ط بِآيَاتِنَا ط﴾ ”اور ہم تم دونوں کے لیے غلبہ کر دیں گے، پھر ہماری نشانیوں کے سبب وہ تم دونوں تک پہنچ نہ سکیں گے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کے پہنچانے کے سبب وہ تم دونوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچا سکیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ط وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ ط وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ط﴾ (المائدة 67:5) ”اے پیغمبر! جو کچھ آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے اسے (سب لوگوں کو) پہنچا دیں اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ اللہ کا پیغام پہنچانے سے قاصر رہے (پیغمبری کا فرض ادا نہ کیا) اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے رکھے گا۔“ اور فرمایا: ﴿الَّذِينَ يَبْلِغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ ط وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ط﴾ (الأحزاب 39:33) ”اور جو لوگ اللہ کے پیغامات (جوں کے توں) پہنچاتے اور اسی سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے بھی نہیں ڈرتے اور اللہ ہی حساب کرنے والا کافی ہے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے جو حامی و ناصر اور معین و مددگار ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و ہارون علیہ السلام دونوں کو یہ بتا دیا تھا کہ دنیا و آخرت میں اچھا انجام ان کا اور ان کی پیروی کرنے والوں ہی کا ہوگا، فرمایا: ﴿اٰتَمُّوْا مِنِّي وَتَمُّوْا مِّنْ اَتْبَعِكُمْ ط﴾ (الغالبون 39) ”اور تم دونوں اور جنھوں نے تمھاری پیروی کی غالب رہیں گے۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي ط إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ط﴾ (المجادلة 21:58) ”اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب رہیں گے۔ بے شک اللہ بڑا زور آور، نہایت زبردست ہے۔“ اور فرمایا: ﴿إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ط يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظَّالِمِينَ مَعَذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ط﴾ (المؤمن 52، 51:40) ”بے شک ہم اپنے پیغمبروں کی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کی دنیاوی زندگی میں ضرور مدد کرتے ہیں اور جس

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَأْيَهَآ الْهَلَا مَا عَلِمْتُ لَكُم مِّنْ إِلَهِ غَيْرِي ۚ فَأَوْقَدْ لِي يَهَا مَن عَلَى

اور فرعون نے کہا: اے سردارو! میں تو اپنے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں جانتا، لہذا اے ہابان! تو میرے لیے گارے (کی اینٹوں) کو آگ دے، پھر

الطِّينِ فَاجْعَلْ لِّي صَرْحًا لَّعَلِّي أَطْلِعُ إِلَى إِلَهِ مُوسَى ۖ وَإِنِّي لَأَكْظَنُهُ مِنَ الْكَذِبِينَ ﴿٣٨﴾

میرے لیے ایک ٹل بناتا کہ میں (اس پر چڑھ کر) موسیٰ کے معبود کی طرف جھانکوں، اور بلاشبہ میں اسے جھوٹوں میں سے سمجھتا ہوں ﴿٣٨﴾ اور اس (فرعون)

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُوا أَنَّهُم إِلَيْنَا لَا يُرْجَعُونَ ﴿٣٩﴾

نے اور اس کے لشکروں نے زمین (مصر) میں ناحق تکبر کیا، اور انھوں نے سمجھ رکھا تھا کہ بے شک انھیں ہماری طرف لوٹنا پائیں جائے گا ﴿٣٩﴾ چنانچہ ہم

فَاخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ﴿٤٠﴾ وَجَعَلْنَاهُمْ

نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑا، اور ہم نے انھیں سمندر میں پھینک دیا، تو دیکھو ان ظالموں کا انجام کیسا ہوا! ﴿٤٠﴾ اور ہم نے انھیں (لوگوں کو) آگ

أَيَّاهُ يُدْعَوْنَ إِلَى النَّارِ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنصَرُونَ ﴿٤١﴾ وَاتَّبَعْنَاهُمْ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا

کی طرف بلانے والے سرغنے بنادیا، اور یوم قیامت ان کی (کوئی) مدد نہیں کی جائے گی ﴿٤١﴾ اور ہم نے اس دنیا میں لعنت ان کے پیچھے لگا دی، اور

لَعَنَهُ ۚ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُمْ مِنَ الْمَقْبُوحِينَ ﴿٤٢﴾

یوم قیامت وہ دور کیے گئے بد حالوں میں سے ہوں گے ﴿٤٢﴾

دن گواہ کھڑے ہوں گے (قیامت کو بھی) اس دن ظالموں کو ان کی معذرت کوئی نفع نہیں دے گی اور انھی کے لیے لعنت ہوگی انھی کے لیے برا گھر ہوگا۔“

تفسیر آیات: 37, 36

موسیٰ علیہ السلام فرعون کے دربار میں: ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے بھائی ہارون علیہ السلام کے فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس آنے اور ان محیر العقول معجزات اور قوی و مضبوط دلائل پیش کرنے کا ذکر فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ نے انھیں اس لیے عطا فرمائے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے احکام کی اتباع کی جو بھی دعوت دیں تو یہ معجزات و دلائل ان کے پیغام کی صحت کی تائید و تصدیق کریں، فرعون اور اس کے درباریوں نے جب ان معجزات اور دلائل و براہین کو دیکھا تو انھیں یقین ہو گیا کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر ہیں مگر وہ اپنے کفر اور سرکشی کی وجہ سے عناد اور دشمنی پر اتر آئے اور یہ ان کی سرکشی، تکبر اور اتباع حق سے انکار ہی کا نتیجہ تھا کہ انھوں نے کہا: ﴿مَا هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى﴾ ”یہ تو ایک گھڑے ہوئے جادو کے سوا کچھ بھی نہیں۔“

یعنی یہ اس کا بنایا اور خود گھڑا جادو ہے، انھوں نے جیلہ سازیوں اور اپنی حکومت و اقتدار کے بل بوتے پر موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا مگر وہ اس میں کہاں کامیاب ہو سکتے تھے، بہر حال انھوں نے کہا: ﴿وَمَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ﴾ ﴿٣٦﴾ ”اور یہ (باتیں) ہم نے اپنے پہلے باپ دادا میں تو (کبھی) سنی نہیں۔“ ان کا اشارہ اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کی طرف تھا، یعنی انھوں نے کہا کہ ہم نے اپنے آباء و اجداد میں سے تو کسی کو بھی اس دین پر نہیں پایا اور ہم نے لوگوں کو

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے، دیگر معبودوں کو ساجھی بناتے ہوئے دیکھا ہے، موسیٰ علیہ السلام نے انھیں جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿رَبِّيَ اعْلَمُ بِمَن جَاءَ بِالْهُدَىٰ مِنْ عِنْدِهِ﴾ ”میرا پروردگار اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کی طرف سے ہدایت کے ساتھ آیا۔“ کہ وہ میں ہوں یا تم، پھر مجھ میں اور تم میں وہ عنقریب فیصلہ فرمادے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿وَمَنْ تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ﴾ ”اور اس کو بھی جس کے لیے آخرت کا انجام (بہتر) ہوگا۔“ اور جسے وہ فتح و نصرت اور تائید و حمایت سے سرفراز فرمائے گا۔ ﴿إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ﴾ ﴿٣٧﴾ ”بے شک ظالم فلاح نہیں پائیں گے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے۔

تفسیر آیات: 38-42

فرعون کا تکبر اور انجام: اللہ تعالیٰ نے فرعون کے کفر، سرکشی اور اس کے خدائی کے جھوٹے دعوے کا ذکر کیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهُ فَاطَاعُوهُ﴾ (الزخرف 54:43) ”سو اس نے اپنی قوم (کی عقل) کو ہلکا کر دیا تو انھوں نے اس کی بات مان لی۔“ اس نے اپنی قوم کو دعوت دی کہ وہ اس کی خدائی کو تسلیم کر لیں، ان کم عقلوں اور بے وقوفوں نے اس کی بات کو تسلیم کر لیا۔ اس نے ان سے کہا: ﴿يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ لَكُم مِّنَ إِلَهِ غَيْرِي﴾ ”اے سردارو! میں تمہارے لیے اپنے سوا کسی کو خدا نہیں جانتا۔“

اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں ہمیں خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿فَحَشَرَ فَنَادَىٰ ۖ فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ ۖ فَآخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَىٰ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَن يَحْشَىٰ ۚ﴾ (النزعت 26-23:79) ”سو اس نے (لوگوں کو) اکٹھا کیا، پھر پکارا، پس کہنے لگا کہ میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں تو اللہ نے اس کو دنیا اور آخرت (دونوں) کے عذاب میں پکڑ لیا، پس جو شخص (اللہ سے) ڈرتا ہے اس کے لیے اس قصے میں یقیناً عبرت ہے۔“ یعنی اس نے اپنی قوم کو جمع کیا اور بلند آواز سے انھیں پکار کر کہا کہ میں ہی تمہارا رب اعلیٰ ہوں، انھوں نے اس کی اس بات پر سمع و طاعت کا اظہار کر دیا، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس سے ایسا زبردست انتقام لیا جسے دنیا و آخرت میں دوسرے لوگوں کے لیے بھی باعثِ عبرت بنا دیا۔ اس بد بخت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی کہہ دیا تھا: ﴿لَٰكِن اِتَّخَذَتْ الْهٰٓءَا غَيْرِي لَاجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُونِيْنَ ۝﴾ (الشعراء 29:26) ”اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تجھے ضرور قید کیے ہوئے لوگوں میں (شامل) کر دوں گا۔“ اور یہاں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے یہ بھی کہا: ﴿فَاَوْقَدْ لِي يٰهَا مَنْ عَلَى الطِّيْنِ فَاَجْعَلْ لِّي صَرْحًا لَّعَلِّيْ اُطْلِعُ ۚ اِلٰى اِلٰهٍ مُّوسٰى ۙ﴾ ”تو اے ہامان! میرے لیے گارے کو آگ لگا (کرائیٹیں پکادے)، پھر ایک (اونچا) محل بنا دے تاکہ میں (اس پر چڑھ کر) موسیٰ کے خدا کی طرف جھانکوں۔“

فرعون کا انجینئر: یعنی فرعون نے اپنے وزیر، رعیت کے نگران اور حکومت کے مشیر، ہامان کو حکم دیا کہ وہ اس کے لیے گارے کو آگ لگائے اور ایک مضبوط و مستحکم اور بلند و بالا محل بنانے کے لیے اینٹیں پکائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت

کرمہ میں فرمایا ہے: ﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَا مُنْ اِبْنِ لِیْ صَرَحًا عَلٰی اَبْلَغِ الْاَسْبَابِ ۚ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاطْلِعْ اِلٰی اِلٰهِ مُوسٰی وَاِنِّیْ لَاظُنُّهُ کَاِذْبَا ۖ وَكَذٰلِکَ زٰیْنٌ لِّفِرْعَوْنَ سُوْءٌ عَلَیْهِ وَصَدَّ عَنِ السَّبِیْلِ ۖ وَمَا کِیْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِیْ تَبٰآبٍ ۝۳۸﴾ (المؤمن 37, 36: 40) ”اور فرعون نے کہا: اے ہامان! میرے لیے ایک محل بناؤ تاکہ میں (اس پر چڑھ کر) رستوں پر پہنچ جاؤں (یعنی) آسمانوں کے رستوں پر، پھر موسیٰ کے خدا کو دیکھ لوں اور میں تو اسے یقیناً جھوٹا سمجھتا ہوں اور اسی طرح فرعون کے لیے اس کا برا عمل خوشنما بنا دیا گیا اور وہ سیدھی راہ سے روک دیا گیا تھا اور فرعون کی تدبیر تباہی ہی میں تو تھی۔“

فرعون نے ایک ایسا محل بنوایا کہ دنیا میں اس سے زیادہ اونچا اور کوئی محل نہ تھا اور اس طرح وہ اپنی قوم کے سامنے موسیٰ علیہ السلام کے اس دعوے کو جھوٹا ثابت کرنا چاہتا تھا کہ فرعون کے بجائے معبود کوئی اور ہے، اسی لیے اس نے کہا: ﴿وَاِنِّیْ لَاظُنُّهُ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ ۝۳۹﴾ ”اور یقیناً میں تو اسے جھوٹوں میں سے سمجھتا ہوں۔“ اس بات میں جو وہ یہ کہتا ہے کہ میرے سوا رب کوئی اور ہے، اس نے موسیٰ علیہ السلام کی اس وجہ سے تکذیب نہیں کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں رسول بنا کر بھیجا ہے کیونکہ وہ تو ذات باری تعالیٰ کے وجود کا معترف ہی نہ تھا، اسی وجہ سے اس نے کہا تھا: ﴿وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۴۰﴾ (الشعراء 23: 26) ”رب العالمین کیا چیز ہے؟“ اور یہ کہا: ﴿لٰکِنْ اَتَّخَذَتِ الْاِلٰہُ غَیْرِیْ لَاجْعَلَنَّکَ مِنَ الْمُسْجُوْیْنَ ۝۴۱﴾ (الشعراء 29: 26) ”اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تجھے ضرور قید کیے ہوئے لوگوں میں (شامل) کر دوں گا۔“ نیز اس نے یہ بھی کہا جیسا کہ یہاں اس مقام پر مذکور ہے: ﴿یٰۤاٰیُّهَا الْبَلٰٓءُ مَا عَلِمْتُ لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرِیْ ۝۴۲﴾ ”اے سردارو! میں تمہارے لیے اپنے سوا کسی کو خدا نہیں جانتا۔“ یہ ابن جریر کا قول ہے۔^①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاسْتَکْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَظَنُوْۤا اَنَّهُُمُ الْبٰیۤنَا لَا یُرْجَعُوْنَ ۝۴۳﴾ ”اور اس نے اور اس کے لشکروں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور انھوں نے گمان کیا کہ وہ ہماری طرف نہیں لوٹائے جائیں گے۔“ یعنی انھوں نے سرکشی اور بغاوت کی روش اختیار کی، زمین میں فتنہ و فساد برپا کر دیا اور اس عقیدے کو اختیار کیا کہ کوئی قیامت اور آخرت نہ ہوگی، ﴿فَصَبَّ عَلَیْہِمُ رَبُّکَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝۴۴﴾ (الفجر 14, 13: 89) ”تو آپ کے پروردگار نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا، بے شک آپ کا پروردگار تاک میں ہے۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿فَاَخَذْنٰہُ وَجُنُوْدَہٗ فَنَبَّیْۤا لَهُمْ فِی الْیَمِّ ۝۴۵﴾ ”تو ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا، پھر ہم نے انھیں دریا میں ڈال دیا۔“ یعنی ان سب کو صبح کے وقت اس طرح دریا میں غرق کر دیا کہ ان میں سے کوئی ایک بھی نہ بچ سکا ﴿فَاَنْظُرْ کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الظَّٰلِمِیْنَ ۝۴۶﴾ ﴿وَجَعَلْنٰہُمْ اٰیٰتًا یَّدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ ۝۴۷﴾ ”سو آپ دیکھ لیں کہ ظالموں کا کیسا انجام ہوا۔ اور ہم نے ان کو پیشوا بنایا وہ (لوگوں کو) دوزخ کی طرف بلاتے تھے۔“

کوئی کسی کا حامی و ناصر نہ ہوگا: یعنی ان لوگوں کو جو انبیاء کی تکذیب اور ذات باری تعالیٰ کے انکار کے سلسلے میں ان کے نقش

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِ مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَىٰ بَصَائِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى

اور بلاشبہ ہم نے پہلی امتوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو لوگوں کے لیے بصیرت افروز دلائل اور ہدایت اور رحمت کی کتاب دی،

وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٤٣﴾

تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ﴿٤٣﴾

قدم پر چلتے اور ان کے طریقے کو اختیار کیے ہوئے تھے، ﴿وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ لَا يُنصَرُونَ﴾ ﴿٤١﴾ ”اور قیامت کے دن وہ مدد نہیں کیے جائیں گے۔“ اور اس طرح انھوں نے دنیا کی رسوائی اور آخرت کی ذلت دونوں کو جمع کر لیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿أَهْلَكْنَاهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ﴾ (محمد 47: 13) ”ہم نے ان کا ستیاناس کر دیا، پھر کوئی ان کا مددگار نہ تھا۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿وَاتَّبَعْنَاهُمْ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً﴾ ”اور اس دنیا میں ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگا دی۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا میں بھی اپنے انبیائے کرام، انبیاء و مرسلین کے پیروکاروں اور اپنے مومن بندوں کی زبانی ملعون قرار دیا ہے، اسی طرح ﴿وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ هُمْ مِنَ الْمَقْبُوحِينَ﴾ ﴿٤٢﴾ ”اور قیامت کے روز بھی وہ بد حالوں میں سے ہوں گے۔“ قنادہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حسب ذیل آیت کریمہ کی طرح ہے: ﴿وَأَتَّبِعُوا فِي هَذِهِ لَعْنَةً﴾ ﴿٤٣﴾ ”اور قیامت کے دن بھی (پیچھے لگی رہے گی) بہت برا ہے وہ عطیہ (ہود 11: 99) ”اور اس دنیا میں بھی لعنت ان کے پیچھے لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی (پیچھے لگی رہے گی) بہت برا ہے وہ عطیہ جو کسی کو دیا جائے۔“ ﴿٤٣﴾

تفسیر آیت: 43

موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بیان: اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اپنی ان نعمتوں کا تذکرہ فرمایا ہے جن سے اس نے اپنے عبد و رسول موسیٰ کو نوازا تھا۔ عَلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالتَّسْلِيمِ۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے درباریوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام پر تورات کو نازل فرمایا، ﴿مِنْ بَعْدِ مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَىٰ﴾ ”بعد اس کے کہ ہم نے پہلی امتوں کو ہلاک کیا۔“ یعنی تورات نازل کرنے کے بعد اس نے کسی امت کو عذاب عام میں مبتلا نہیں کیا بلکہ مومنوں کو حکم دیا کہ وہ اللہ کے دشمنوں اور مشرکوں سے جنگ کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَجَاءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهُ وَالْمُؤْتَفِكَتُ بِالْعَاطِطَةِ﴾ ﴿١٠٩﴾ فَخَذُوا رَسُولَ رَبِّهِمْ فَأَخَذُوا مِنْهُمُ أَخَذَةً زَابِيَةً﴾ ﴿١١٠﴾ (الحاقة 69: 10، 9) ”اور فرعون اور جو لوگ اس سے پہلے تھے اور الٹ جانے والی بستیوں (میں رہنے والوں) نے گناہ کا ارتکاب کیا، پس انھوں نے اپنے پروردگار کے پیغمبر کی نافرمانی کی تو اس نے بھی ان کو بڑی سخت گرفت میں پکڑا۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿بَصَائِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةً﴾ ”جو لوگوں کے لیے بصیرت اور ہدایت اور رحمت ہے۔“ یعنی جو اندھے پن اور سرکشی سے بچنے کے لیے بصیرت، راہ حق کے لیے ہدایت اور رحمت، یعنی عمل صالح کے لیے رہنمائی

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغُرْبِ إِذْ قَضَيْنَا إِلَىٰ مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ ④٤

اور (اے نبی!) جب ہم نے موسیٰ پر امر (خاص) کی وحی کی تو آپ (طوری) مغربی جانب نہیں تھے، اور نہ آپ (اس واقعے کے) حاضرین میں تھے ④٤ اور لیکن

وَلَكِنَّا أَنشَأْنَا قُرُونًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُو

ہم نے نئی امتیں پیدا کیں، پھر ان پر (مدت) حیات لمبی ہو گئی، اور آپ اہل مدین میں نہیں رہتے تھے کہ ان پر ہماری آیات تلاوت کرتے، اور لیکن ہم ہی

عَلَيْهِمْ آيَتِنَا وَلَكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ④٥ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا وَلَكِنْ رَحْمَةً

رسول بھیجے والے تھے ④٥ اور آپ طور کی جانب نہیں تھے جب ہم نے (موسیٰ کو) پکارا تھا، اور لیکن یہ (وحی تو) آپ کے رب کی طرف سے رحمت ہے،

مِّن رَّبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَتْهُمْ مِّنْ نَّذِيرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ④٦ وَلَوْ أَنَّ

تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس اس سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، شاید کہ وہ نصیحت حاصل کریں ④٦ اور اگر (یہ) نہ ہوتا کہ جو ان کے

ثُصِّبَهُمْ مُّصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ فَيَقُولُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا

ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے اس کی وجہ سے انھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے: اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا، پھر ہم

فَنَنْبِئَ إِلَيْكَ وَنَكُونُ مِنَ الْهَٰؤُمِينَ ④٧

تیری آیات کی اتباع کرتے اور ہم ہموں میں سے ہو جاتے (تو ہم رسول نہ بھیجتے) ④٧

فراہم کرتی ہے، ﴿لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾ ④٦ ”شاید کہ وہ نصیحت پکڑیں۔“ تاکہ لوگ اس کے ساتھ نصیحت پکڑیں اور اس کے سبب ہدایت حاصل کر لیں۔

تفسیر آیات: 44-47

محمد ﷺ کی نبوت کی برہان کی نشاندہی: اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی نبوت کی صداقت کی دلیل بھی بیان فرمائی ہے کہ آپ نے ماضی کی غیب کی خبریں اس طرح صحیح صحیح بیان فرمائی ہیں، گویا آپ نے انھیں خود دیکھا اور سنا ہو، حالانکہ آپ امی ہیں، کسی کتاب کو آپ نے کبھی نہیں پڑھا، نشوونما بھی آپ نے ایسی قوم میں پائی ہے جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مریم علیہا السلام کے حالات بیان کرنے کے بعد فرمایا تھا: ﴿وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَفْلَاحَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ﴾ (ال عمران 44:3) ”اور جب وہ لوگ اپنے قلم (بطور رقمہ) ڈال رہے تھے کہ مریم کا سر پرست کون بنے تو آپ ان کے پاس نہیں تھے اور نہ اس وقت ہی آپ ان کے پاس تھے جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے۔“ یعنی آپ اس موقع پر حاضر نہیں تھے، اللہ تعالیٰ نے ان واقعات سے آپ کو وحی کے ذریعے سے مطلع فرما دیا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو جب نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے حالات سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ اس نے نوح علیہ السلام کو نجات عطا فرمادی اور ان کی قوم کو غرق کر دیا تھا تو فرمایا: ﴿تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هَٰذَا فَاصْبِرْ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ﴾ (ہود 49:11) ”یہ (حالات) منجملہ غیب کی خبروں سے ہیں جو ہم آپ کی طرف بھیجتے ہیں اور اس سے پہلے نہ آپ ہی انھیں جانتے تھے اور نہ

آپ کی قوم (ہی ان سے واقف تھی) تو آپ صبر کریں، بے شک اچھا انجام پر ہیزگاروں ہی کے لیے ہے۔“ پھر اسی سورہ ہود کے آخری حصے میں فرمایا: ﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْبِیَاءِ الْغُرٰی نَقُصُّهُ عَلَیْكَ﴾ (ہود 11: 100) ”یہ (پرانی) بستیوں کی چند خبریں ہیں جو ہم آپ سے بیان کرتے ہیں۔“

اور یہاں موسیٰ علیہ السلام کے واقعے کو اول سے آخر تک بیان کرنے کے بعد اور اس بات کو بیان کرنے کے بعد کہ ان کی طرف وحی اور ہم کلامی کی ابتدا کس طرح ہوئی، بیان فرمایا ہے: ﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ اِذْ قَضٰیْنَا اِلٰی مُوسٰی الْاَمْرَ﴾ ”اور جب ہم نے موسیٰ کی طرف (خاص) معاملے کی وحی کی تو آپ (طور کی) مغربی جانب نہیں تھے۔“ یعنی اے محمد (ﷺ)! اس وقت آپ پہاڑ کی اس مغربی جانب نہیں تھے جہاں سے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے اس درخت سے کلام کیا تھا جو وادی کے کنارے کی مشرقی جانب تھا، ﴿وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّهِیْدِیْنَ﴾ ”اور نہ آپ (اس واقعے کے وقت) حاضر ہونے والوں میں سے تھے۔“ لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس سارے واقعے سے آپ کو وحی کے ذریعے سے مطلع فرمادیا ہے تاکہ آپ کا یہ واقعہ بیان کرنا حجت و برہان ہو، کیونکہ اس واقعہ پر اب کئی صدیاں گزر چکی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان پر جو حجت تمام کی اور اس نے سابقہ انبیاء کی طرف جو وحی کی تھی، وہ سب باتیں فراموش ہو چکی ہیں۔

ارشاد ربانی ہے: ﴿وَمَا كُنْتَ نَاوِیًا فِیْ اَهْلِ مَدِیْنٍ تَتْلُوْا عَلَیْهِمْ الْاِنْبَیَا﴾ ”اور نہ آپ مدین والوں میں رہنے والے تھے کہ ان پر ہماری آیتیں تلاوت کرتے۔“ یعنی آپ اہل مدین میں مقیم تھے اور نہ انھیں ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے تھے مگر آپ نے مدین کی طرف بھیجے جانے والے نبی شعیب کے سارے حالات بیان کر دیے کہ انھوں نے اپنی قوم کو کیا دعوت دی اور ان کی قوم نے انھیں کیا جواب دیا تھا۔ ﴿وَلَكِنَّا لَكَا مُرْسِلِیْنَ﴾ ”اور لیکن ہم ہی تو (پیغمبر) بھیجنے والے ہیں۔“ یعنی یہ سارے واقعات ہم نے آپ کی طرف وحی کیے ہیں اور آپ کو تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ ﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادٰیْنَا﴾ ”اور نہ آپ (اس وقت) طور کی جانب تھے جب ہم نے (موسیٰ کو) آواز دی۔“

قنادہ فرماتے ہیں: ﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادٰیْنَا﴾ ”اور نہ آپ (اس وقت) طور کی جانب تھے جب ہم نے (موسیٰ کو) آواز دی۔“ یعنی جب موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی تھی۔ اور یہ آیت کریمہ اس آیت کے مشابہ ہے: ﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ اِذْ قَضٰیْنَا اِلٰی مُوسٰی الْاَمْرَ﴾ (القصص 28: 42) ”اور جب ہم نے موسیٰ کی طرف (خاص) معاملے کی وحی بھیجی تو آپ (طور کی) مغربی جانب نہیں تھے۔“ اور اس زیر نظر آیت کریمہ میں ایک دوسرے صیغے کے ساتھ جو اس (پہلے) سے خاص ہے، یعنی آواز دینے کا بھی ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَ اِذْ نَادٰی رَبُّكَ مُوسٰی﴾ (الشعراء 26: 10) ”اور جب آپ کے پروردگار نے موسیٰ کو پکارا۔“ اور فرمایا: ﴿اِذْ نَادٰهُ رَبُّهُ بِالْاَوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی﴾ (النزلت 79: 16) ”جب ان کے پروردگار نے ان کو پاک میدان (یعنی طوی میں پکارا۔“ اور فرمایا: ﴿وَ نَادٰیْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَ قَوَّبْنٰهُ

نَجِيًّا ۝ (مریم 52:19) ”اور ہم نے ان کو طور کی دائیں طرف پکارا اور باتیں کرنے کے لیے نزدیک کر لیا۔“ اور اس کا ارشاد ہے: ﴿وَلَكِنْ رَّحِمَهُم مِّنْ رَبِّكَ﴾ ”اور لیکن (آپ کا بھیجا جانا) آپ کے پروردگار کی طرف سے رحمت ہے۔“ یعنی آپ ان میں سے کسی چیز کو بھی دیکھ تو نہیں رہے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان تمام باتوں سے بذریعہ وحی آپ کو مطلع فرمایا ہے، یہ آپ پر اور دیگر بندگان الہی پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اظہار ہے کہ اس نے ان تمام باتوں سے آپ کو مطلع فرمادیا اور آپ کو لوگوں کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا، ﴿لَنُنَذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَتْهُمْ مِّنْ نَّذِيرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾ ”تاکہ آپ اس قوم کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا شاید کہ وہ نصیحت پکڑیں۔“ تاکہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس دین کو لائے ہیں اس کے مطابق عمل کر کے یہ لوگ ہدایت پا جائیں۔

﴿وَلَوْ لَا أَن تَصِيبَهُمْ فُصَيْبَةٌ لِّسَاءَ لِّقَوْمٍ أَفْرَاقًا﴾ ”اور (اے پیغمبر! ہم نے آپ کو اس لیے بھیجا ہے کہ) ایسا نہ ہو کہ اگر ان (اعمال) کے سبب جو ان کے ہاتھ آ گئے بھیج چکے ہیں ان پر کوئی مصیبت واقع ہوتی تو وہ (یہ) کہتے کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے ہماری طرف کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا۔“ اور ہم نے آپ کو ان کی طرف اس لیے رسول بنا کر بھیجا ہے تاکہ ان پر رحمت تمام ہو جائے اور ان کے کفر کی وجہ سے جب عذاب آئے تو ان کے پاس کوئی عذر نہ ہو اور وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ان کے پاس تو کوئی رسول اور کوئی ڈرانے والا آیا ہی نہ تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مبارک کتاب قرآن مجید کے نزول کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ﴿أَن تَقُولُوا إِنَّمَا أُنْزِلَ الْكِتَابُ عَلَى طَائِفَتَيْنِ مِّنْ قَبْلِنَا ۚ وَإِن كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغَافِلِينَ ۚ أَوْ تَقُولُوا لَوْ أَنَّا أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ لَكُنَّا أَهْدَىٰ مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ﴾ (الأنعام 156:6) ”(اور یہ کتاب اس لیے اتاری ہے) کہ (تم یوں نہ) کہو کہ ہم سے پہلے دو ہی گروہوں پر کتابیں اتاری گئیں اور ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے (معذور اور) بے خبر تھے یا (یہ نہ) کہو کہ اگر ہم پر بھی کتاب نازل کی جاتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت والے ہوتے، سو تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت آ چکی ہے۔“

اور فرمایا: ﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِّعَلَّكَ يَكُونُ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ ۚ بَعْدَ الرُّسُلِ ط﴾ (النساء 165:4) ”(سب) پیغمبروں کو (اللہ نے) خوش خبری سنانے والے اور ڈرانے والے (بنا کر بھیجا تھا) تاکہ پیغمبروں (کے آنے) کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت نہ رہے۔“ اور فرمایا: ﴿يَا هَلْ الْكِتَابُ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ أَن تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِنْ بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ ۚ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ ط وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝﴾ (المائدة 19:5) ”اے اہل کتاب! پیغمبروں کے موقوف ہو جانے کے بعد تمہارے پاس ہمارا رسول آیا ہے جو تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس کوئی خوش خبری یا ڈرانے والا نہیں آیا سو (اب) تمہارے پاس خوش خبری اور ڈرانے والا آ گیا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات کریمہ ہیں۔

فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا لَوْلَا أُوتِيَ مِثْلَ مَا أُوتِيَ مُوسَىٰ ط

پھر جب ہماری طرف سے ان کے پاس حق (قرآن) آگیا تو وہ کہنے لگے: اسے ویسے مجزے کیوں نہیں دیے گئے جیسے موسیٰ کو دیے گئے تھے؟ کیا وہ

أَوْ لَمْ يَكْفُرُوا بِمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ مِنْ قَبْلُ قَالُوا سِحْرَانِ تَظَاهَرَا فَقُتِلَا ۖ إِنَّنَا

(ان معجزات کا) انکار نہیں کر چکے جو اس سے پہلے موسیٰ کو دیے گئے تھے؟ انھوں نے کہا: (یہ) دونوں (تورات اور قرآن) جادو ایک دوسرے کی مدد کرتے

بِجُلٍّ كَفَرُونَ ﴿٤٨﴾ قُلْ فَاتَّبِعُوا بِكِتَابٍ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ هُوَ أَهْدَىٰ مِنْهُمَا اتَّبِعْهُ إِنَّ

ہیں، اور انھوں نے کہا: بلاشبہ ہم ہر ایک کے منکر ہیں ﴿٤٨﴾ کہہ دیجیے: اگر تم سچے ہو تو اللہ کے پاس سے کوئی ایسی کتاب لے آؤ جو (ان) دونوں سے زیادہ

كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٤٩﴾ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا يُتَّبَعُونَ أَهْوَاءَهُمْ ط وَمَنْ

ہدایت والی ہو، تاکہ میں بھی اس کی اتباع کروں ﴿٤٩﴾ پھر اگر وہ آپ کی بات قبول نہ کریں تو جان لیجیے کہ وہ صرف اپنی خواہشوں کی پیروی کر رہے ہیں،

أَضَلَّ مَنِ اتَّبَعَ هُوَ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ ط إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف سے ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرے۔ بلاشبہ اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں

الظَّالِمِينَ ﴿٥٠﴾ وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٥١﴾ ط

دیتا ﴿٥٠﴾ اور بالیقین ہم انھیں لگاتار (اپنی ہدایت و نصیحت کی) باتیں پہنچاتے رہے، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ﴿٥١﴾

تفسیر آیات: 48-51

کفار کی ہٹ دھرمی اور ان کا جواب: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اگر وہ اتمام حجت سے پہلے انھیں عذاب دے دیتا تو

وہ بطور حجت کہتے کہ ان کے پاس تو کوئی رسول ہی نہیں آیا اور جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے رسول محمد ﷺ

کی زبانی حق آگیا تو انھوں نے ضد، ہٹ دھرمی، کفر، جہالت اور الحاد کے طور پر کہا: ﴿لَوْلَا أُوتِيَ مِثْلَ مَا أُوتِيَ مُوسَىٰ ط

أَوْ لَمْ يَكْفُرُوا بِمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ مِنْ قَبْلُ﴾ ”کہ جیسی (نشانیاں) موسیٰ کو دی گئیں تھیں، ویسی اس کو کیوں نہیں دی گئیں، کیا

وہ ان (معجزات) کا انکار نہیں کر چکے جو اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھیں؟“ ان کا اشارہ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ، ان بہت سی

نشانیاں کی طرف تھا جو موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھیں، مثلاً: لاٹھی کا سانپ بننا، ید بیضاء، طوفان، مڑی، جوئیں، مینڈک، خون،

فضلوں اور پھلوں میں کمی جو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے لیے تنگی کا باعث تھیں۔ اور دریا کا پھٹنا، بادل کا سایہ لگن ہونا اور من و

سلوی کا نازل ہونا اور دیگر بہت سی روشن نشانیاں اور زبردست معجزات جنھیں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر جاری فرمایا تھا

تاکہ وہ فرعون اور اس کے درباریوں کے خلاف موسیٰ علیہ السلام کی حجت و برہان ثابت ہوں مگر اس کے باوجود فرعون اور اس کے

درباری ایمان نہ لائے بلکہ انھوں نے موسیٰ و ہارون علیہ السلام کے ساتھ کفر کیا اور ان سے کہا: ﴿إِجْتَنَّا لِنَلْتَمِتْنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهٖ

إِبْرَآءَنَا وَتَكُونُ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْأَرْضِ ط وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِينَ﴾ (یونس 78:10) ”کیا تو ہمارے پاس اس لیے

آیا ہے کہ جس (راہ) پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا اس سے ہمیں پھیر دے اور (اس) سر زمین میں تم دونوں ہی کو سرداری مل

جائے؟ اور ہم تم دونوں پر ہرگز ایمان لانے والے نہیں ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿فَكَذَّبُوهُمَا فَكَانُوا مِنَ الْهٰٓكِلِكَيْنِ﴾ (المؤمنون

48:23) ”تو انھوں نے دونوں کی تکذیب کی سو وہ ہلاک کیے گئے لوگوں میں سے ہو گئے۔“

سرکش لوگ معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَوْ لَمْ يَكْفُرُوا بِمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ مِنْ قَبْلُ﴾ ”کیا جو (نشانیاں) پہلے موسیٰ دیے گئے تھے، انھوں نے ان سے کفر نہیں کیا؟“ موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی عظیم الشان نشانیاں دیکھ کر بھی کیا انسانوں نے کفر نہیں کیا تھا؟ انھوں نے کفر کیا اور ﴿قَالُوا سِحْرَانِ تَظَاهَرَا ۖ وَقَالُوا إِنَّا بِكُلِّ كَفْرٍ لَّكَ﴾ ”کہنے لگے کہ دونوں ایک دوسرے کے مددگار جادوگر ہیں اور بولے کہ بلاشبہ ہم ہر ایک کے منکر ہیں۔“ یعنی ہم ان دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔ موسیٰ و ہارون علیہ السلام دونوں کے درمیان شدید تلازم و تصاحب اور قربت کی وجہ سے ایک کا ذکر دوسرے کے ذکر کو بھی مستلزم ہے۔

موسیٰ و ہارون علیہ السلام پر جادوگر ہونے کا الزام: مجاہد بن جبر کہتے ہیں کہ یہودیوں نے قریش سے کہا کہ وہ محمد ﷺ کو جادوگر قرار دیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أَوْ لَمْ يَكْفُرُوا بِمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ مِنْ قَبْلُ﴾ ”کیا جو (نشانیاں) پہلے موسیٰ دیے گئے تھے انھوں نے ان سے کفر نہیں کیا؟ کہنے لگے کہ دونوں ایک دوسرے کے مددگار جادوگر ہیں۔“ ﴿تَظَاهَرَا﴾ کے معنی یہ ہیں کہ موسیٰ و ہارون دونوں ایک دوسرے کے موافق، معاون و مددگار اور ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والے ہیں۔^① سعید بن جبیر اور ابوزین نے بھی کہا ہے کہ دونوں جادوگروں [سَاحِرَانِ] سے ان کا اشارہ موسیٰ و ہارون علیہ السلام کی طرف تھا اور یہ ایک اچھا اور قوی قول ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔^②

الزام تراشی کا جواب: اور جنھوں نے اسے ﴿سِحْرَانِ﴾ پڑھا ہے، مثلاً: علی ابن ابوطحہ اور عوفی نے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے تو انھوں نے اس سے تورات اور قرآن مجید مراد لیا ہے۔^③ کیونکہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ ذکر فرمائے ہیں: ﴿قُلْ فَاتْلُوا بِكِتَابٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَا اتِّبِعْهُ﴾ ”کہہ دیجیے: تم اللہ کے پاس سے کوئی اور کتاب لے آؤ جو ان دونوں (کتابوں) سے بڑھ کر ہدایت والی ہو میں اس کی پیروی کروں گا۔“ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے بہت سے مقامات پر تورات اور قرآن مجید کا اکٹھا ذکر فرمایا ہے، مثلاً: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ مَنۢ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیۡ جَآءَ بِہٖ مُّوْسٰی نُوْرًا وَهَدٰی لِلنَّاسِ یَجْعَلُوْنَہٗ قَرَاطِیْسَ یُبْدُوْنَہَا وَتُحْفَوْنَ کَثِیْرًا ۚ وَعِلْمُنْکُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْا اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُکُمْ ط قُلِ اللّٰهُ دَرَسُوْهُمْ فِیۡ حَوْضِہُمْ یَلْعَبُوْنَ ۝ وَهٰذَا الْکِتٰبُ اَنْزَلْنٰہُ مُبْرِکًا﴾ (الانعام 92:91:6) ”آپ کہہ دیں کہ جو کتاب موسیٰ لے کر آئے تھے اسے کس نے نازل کیا تھا۔ جو لوگوں کے لیے نور اور ہدایت تھی اور جسے تم علیحدہ علیحدہ اوراق (پر نقل) کرتے ہو، ان (کے کچھ حصوں) کو تو ظاہر کرتے ہو اور اکثر کو چھپاتے ہو اور تم وہ (باتیں) سکھائے گئے ہو جنہیں نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا، کہہ دیجیے: (اس کتاب کو) اللہ (ہی نے نازل کیا)، پھر ان کو چھوڑ دیجیے وہ اپنی بے ہودہ گوئی

① تفسیر الطبری: 103، 102/20۔ ② تفسیر الطبری: 104/20 اور یہ [سَاحِرَانِ] والی قراءت، قراءتِ حفص کے علاوہ ہے۔

③ تفسیر الطبری: 104/20 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2986/9۔

میں کھیلے رہیں اور (وہی ہی) یہ کتاب بابرکت ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے۔“ اور پھر سورت کے آخری حصے میں فرمایا: ﴿ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ﴾ (الأنعام: 154) ”(ہاں) پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب عنایت کی تھی تاکہ اس پر جو نیکو کار ہے نعمت پوری کر دیں اور (اس میں) ہر چیز کا بیان ہے اور ہدایت (ہے) اور رحمت ہے تاکہ وہ اپنے پروردگار کی ملاقات پر ایمان رکھیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ (الأنعام: 155) ”اور (اے کفر کرنے والو!) یہ برکت والی کتاب بھی ہم نے اتاری ہے، پس اس کی پیروی کرو اور (اللہ سے) ڈرو تاکہ تم پر مہربانی کی جائے۔“

پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی فصیح اور جامع کتاب: اور جنوں نے کہا تھا: ﴿إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ (الأحقاف: 30) ”بلاشبہ ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے جو (کتابیں) اس سے پہلے (نازل ہوئی) ہیں ان کی تصدیق کرنے والی ہے۔“ اور ورقہ بن نوفل نے کہا تھا کہ یہ تو وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔^① عقل مند اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس قدر کتابیں اپنے انبیاء پر نازل فرمائی ہیں، ان میں سے سب سے زیادہ کامل، جامع، فصیح، عظیم اور اشرف کتاب وہ ہے جسے اس نے اپنے محبوب پیغمبر محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے، یعنی قرآن مجید اور قرآن مجید کے بعد شرف و فضیلت کے اعتبار سے اس کتاب کا درجہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ بن عمران علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا، اس کتاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَ نُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبُّ يَشَاءُ مَا يَدُولُ عَلَيْهِمْ﴾ (المائدة: 44) ”بے شک ہم نے تورات نازل فرمائی جس میں ہدایت اور روشنی تھی، اسی کے مطابق وہ انبیاء جو (اللہ کے) فرماں بردار تھے یہودیوں کو حکم دیتے رہے مشائخ اور علماء بھی کیونکہ وہ اللہ کی کتاب کے نگہبان مقرر کیے گئے تھے اور اسی پر گواہ تھے۔“

انجیل کو تو تورات کے تتے کے طور پر نازل کیا گیا تھا، نیز اس لیے کہ وہ ایسی بعض چیزوں کو حلال قرار دے دے جنہیں بنی اسرائیل کے لیے حرام قرار دے دیا گیا تھا، اسی لیے فرمایا: ﴿قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ هُوَ أَهْدَى مِنْهُمَا أَنِ اتَّبِعْهُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ ② ”کہہ دیں کہ اگر تم سچے ہو تو اللہ کے پاس سے کوئی اور کتاب لے آؤ جو ان دونوں (کتابوں) سے بڑھ کر ہدایت والی ہوتا کہ میں بھی اسی کی پیروی کروں۔“ یعنی تم کوئی ایسی کتاب لے آؤ جس کے ساتھ حق کا دفاع اور باطل کا مقابلہ کر سکو۔

خواہشوں کی پیروی گمراہی ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ﴾ ”پھر اگر یہ آپ کی بات قبول نہ

① صحیح البخاری، أحادیث الأنبياء، باب: ﴿وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ مَوْسَىٰ إِذْ كَانَ مُخْلَصًا.....﴾ (مریم: 51)، حدیث:

3392 صحیح مسلم، الإيمان، باب بدء الوحی.....، حدیث: 160 عن عائشة ؓ .

اَلَّذِيْنَ اَتَيْنَهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٢﴾ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْا

وہ لوگ جنہیں ہم نے اس (قرآن) سے پہلے کتاب دی تھی، وہی اس پر ایمان لاتے ہیں ﴿٥٢﴾ اور جب ان پر (قرآن) تلاوت کیا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں: ہم

اٰمَنَّا بِهٖ اِنَّهٗ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَا اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُّسْلِمِيْنَ ﴿٥٣﴾ اُولٰٓئِكَ يُؤْتُوْنَ اَجْرَهُمْ

اس پر ایمان لائے، بے شک یہ ہمارے رب کی طرف سے حق ہے، بلاشبہ ہم تو اس سے پہلے ہی مسلمان تھے ﴿٥٣﴾ ان لوگوں کو ان کا دوبارہ اجر دیا جائے گا

مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَذَرُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿٥٤﴾

کیونکہ انھوں نے صبر کیا اور وہ بھلائی کے ساتھ برائی کو دور کرتے ہیں اور جو ہم نے انھیں رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں ﴿٥٤﴾ اور جب وہ یہودہ

وَاِذَا سَبَّحُوا اللَّغُوَّ اَعْرَضُوْا عَنْهٗ وَقَالُوْا لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ذٰلِ سَلٰمٌ

بات سنتے ہیں تو وہ اس سے اعراض کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں: ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں، تمہیں سلام ہو، ہم

عَلَيْكُمْ لَا تَنْتَبِیْ الْجَہِلِیْنَ ﴿٥٥﴾

جاہلوں کو نہیں چاہتے ﴿٥٥﴾

کریں۔“ یعنی آپ نے ان سے جو بات کی ہے اس کا جواب نہ دے سکیں اور حق کو قبول نہ کریں۔ **فَاعْلَمْ اَنَّہٗ یَنْتَبِعُوْنَ**

اٰهْوَاءَہُمْ۔ ”تو آپ جان لیں کہ یہ صرف اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں۔“ اور ان کے پاس کوئی دلیل اور حجت نہیں

ہے۔ **وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هٰوۃَہٗ بِغَیْرِ ہُدًی مِّنَ اللّٰہِ**۔ ”اور اس سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر

اپنی خواہش کے پیچھے چلے۔“ اللہ کی طرف سے ہدایت کے بغیر۔ **اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿٥٥﴾**۔ ”بے شک

اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“ **وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ**۔ ”اور البتہ تحقیق ہم نے لگاتار ان لوگوں کے لیے اپنا

کلام بھیجا۔“

مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے ان کے لیے بات کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہے۔ ^① اور سدی کہتے ہیں کہ اس

کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے ان کے سامنے بات کو بیان کر دیا ہے۔ ^② قتادہ کہتے ہیں کہ اس ارشاد باری تعالیٰ کا مطلب یہ ہے کہ اس

نے انھیں یہ بتا دیا ہے کہ گزشتہ لوگوں کا کیا حال ہوا تھا اور ان کے ساتھ وہ کیا کرنے والا ہے۔ **لَعَلَّہُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٥٥﴾**

”تا کہ وہ نصیحت پکڑیں۔“ ^③ امام مجاہد وغیرہ نے لکھا ہے کہ اس آیت کریمہ: **وَصَّلْنَا لَهُمُ** میں قریش کی طرف اشارہ کیا

گیا ہے۔ ^④

تفسیر آیات: 55-52

اہل کتاب کے مومن: اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے علماء اور اولیاء کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ قرآن مجید پر ایمان رکھتے

ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **اَلَّذِيْنَ اَتَيْنَهُمُ الْكِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوٰتِہٖ ؕ اُولٰٓئِكَ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ ؕ** (البقرہ

① تفسیر الطبری: 108/20 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2987/9. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2987/9. ③ تفسیر ابن ابی

حاتم: 2988/9. ④ تفسیر الطبری: 108/20 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2988/9.

121:2) ”جن لوگوں کو ہم نے کتاب عنایت کی ہے وہ اس کو پڑھتے ہیں جیسے اس کے پڑھنے کا حق ہے، یہی لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ خُشِعِينَ لِلَّهِ لَا يَخْفَى عَلَيْهِمْ شَيْءٌ مِنْهُ يَخِذُّونَ لِلْأَذْقَانِ سَجْدًا ۖ وَيَقُولُونَ سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا ۝﴾ (بنی اسرائیل 17: 108, 107) ”بے شک جن لوگوں کو اس سے پہلے علم (کتاب) دیا گیا، جب ان کے سامنے اسے پڑھا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ کرتے ہوئے گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار پاک ہے، بے شک ہمارے پروردگار کا وعدہ ضرور (پورا) کیا ہوا تھا۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِي ط ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَسِيصِينَ وَرُهْبَانًا ۖ وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۝ وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا فَكُنْثَنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ۝﴾ (المائدہ 5: 83, 82) ”اور دوستی کے لحاظ سے آپ مومنوں سے قریب تر ان لوگوں کو ضرور پائیں گے جنہوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں، یہ اس لیے کہ ان میں عالم بھی ہیں اور مشائخ بھی اور وہ تکبر بھی نہیں کرتے اور جب وہ اس (کتاب) کو سنتے ہیں جو (سب سے پچھلے) پیغمبر (محمد ﷺ) پر نازل کی گئی تو آپ دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہ رہی ہوتی ہیں، اس لیے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا، وہ (اللہ کی جناب میں) عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لے آئے تو ہمیں گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔“

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ یہ آیات کریمہ ان ستر علماء کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جنہیں نجاشی نے بھیجا تھا، جب وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں سورہ یٰسین پڑھ کر سنائی، آپ نے جب اس سورہ مبارکہ کو ختم کیا تو انہوں نے رونا شروع کر دیا اور وہ سب مسلمان ہو گئے تھے اور یہ آیات بھی انہیں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں: ﴿الَّذِينَ آمَنُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ ۖ وَإِذَا يُنْشَأُ عَلَيْهِمْ قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ ۝﴾ ”وہ لوگ جنہیں ہم نے اس سے پہلے کتاب دی، وہ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور جب (قرآن) ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لے آئے، بے شک وہ ہمارے پروردگار کی طرف سے حق ہے (اور) ہم تو اس سے پہلے فرماں بردار تھے۔“ یعنی ہم اس قرآن سے پہلے بھی مسلمان موحّد، مخلص اور اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار تھے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أُولَٰئِكَ يُؤْتُونَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ ۚ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝﴾ (وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ ۖ سَلِّمْ عَلَيْكُمْ ۖ لَا تَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ۝) ”یہ لوگ ہیں جنہیں گنا بدلہ دیا جائے گا کیونکہ صبر کرتے رہے ہیں وہ بھلائی کے ساتھ برائی کو دور کرتے ہیں اور جو ہم نے انہیں رزق دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جب وہ لغوبات سنتے ہیں تو وہ اس سے اعراض کر لیتے ہیں اور

کہتے ہیں: ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں سلام ہے تم پر ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔“^① یعنی یہ لوگ جو اس صفت سے متصف ہیں کہ پہلی کتاب پر ایمان لائے، پھر اس دوسری کتاب قرآن مجید پر بھی ایمان لائے تو انہیں اس ایمان کی وجہ سے دگنا بدلہ دیا جائے گا۔ ”ہَا صَبَرُوا“ کیونکہ وہ صبر کرتے رہے۔“ یعنی صبر کے ساتھ اتباع حق کرتے رہے جبکہ اس طرح کی بات انسانی نفوس کے لیے بہت شدید ہوتی ہے۔

دگنا اجر حاصل کرنے والے ایمان دار: اور صحیحین میں عامر شعی کی ابو بردہ سے اور ان کی ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [ثَلَاثَةٌ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ: رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ ثُمَّ (آمَنَ بِى)، وَعَبَدَ مَمْلُوكًا أَدَّى حَقَّ اللَّهِ وَ(حَقَّ مَوْلَاهُ)، وَرَجُلٌ كَانَتْ لَهُ أَمَةٌ (فَأَدْبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا..... ثُمَّ أَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا.....)] ”تین قسم کے لوگ ہیں جن کو دگنا بدلہ دیا جائے گا: (1) اہل کتاب میں سے وہ شخص جو اپنے نبی پر ایمان لایا، پھر میرے ساتھ بھی ایمان لایا (2) وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتا ہے اور اپنے مالکان کا حق بھی ادا کرتا ہے اور (3) وہ انسان جس کے پاس لونڈی تھی، چنانچہ اس نے اسے اچھی طرح ادب سکھایا..... پھر اسے آزاد کیا، پھر اس سے نکاح کر لیا.....“^②

امام احمد رحمہ اللہ نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کی سواری کے پاس تھا کہ آپ نے ایک بہت اچھی اور خوب صورت بات بیان فرمائی، آپ نے منجملہ دیگر باتوں کے یہ بھی فرمایا: [مَنْ أُسْلِمَ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابَيْنِ فَلَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ، وَلَهُ مَالُنَا وَعَلَيْهِ مَا عَلَيْنَا، وَمَنْ أُسْلِمَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَلَهُ أَجْرُهُ، وَلَهُ مَالُنَا وَعَلَيْهِ مَا عَلَيْنَا] ”دونوں کتابوں والوں میں سے جو اسلام قبول کر لے اسے دگنا بدلہ ملے گا، اس کے حقوق و فرائض ہمارے حقوق و فرائض ہی کی طرح ہوں گے اور مشرکین میں سے جو شخص اسلام قبول کرے تو اسے ایک اجر ملے گا اور اس کے حقوق و فرائض ہمارے حقوق و فرائض ہی کی طرح ہوں گے۔“^③ اور فرمایا: ”وَيَذَرُونَنَا بِالْحَسَنَةِ الشَّيْئَةِ“ ”اور بھلائی کے ساتھ برائی کو دور کرتے ہیں۔“ یعنی برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ معاف کر دیتے اور درگزر سے کام لیتے ہیں۔

”وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ“^④ ”اور جو (مال) ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں جو رزق حلال عطا فرمایا ہے اس میں سے وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر خرچ کرتے ہیں، اہل و عیال اور قریبی رشتہ داروں کے لیے جو واجب ہے اسے خرچ کرتے ہیں، زکاۃ جو واجب ہے اسے بھی ادا کرتے ہیں اور صدقات و خیرات جو مستحب اور نفل ہیں، انہیں بھی ضرورت مندوں پر خرچ کرتے ہیں۔ ”وَإِذَا سَأَعُوا اللَّغْوَ عَرَضُوا عَلَيْهِ“ ”اور جب بے ہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے اعراض کر لیتے ہیں۔“ کیونکہ وہ بے ہودہ لوگوں سے قطعاً میل جول اور اختلاط پسند نہیں کرتے جیسا کہ

① تفسیر ابن ابی حاتم: 2988/9۔ ② پہلی دو تیسین والے الفاظ صحیح البخاری، النکاح، باب اتخاذ السراری.....،

حدیث: 5083 اور تیسری تیسین والے الفاظ بھی صحیح البخاری، العلم، باب تعلیم الرجل أمته وأہله، حدیث: 97 میں

ہیں جبکہ باقی صحیح مسلم، الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالة نبینا.....، حدیث: 154 کے مطابق ہیں۔ ③ مسند

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿٥٦﴾

(اے نبی!) بے شک جسے آپ چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، بلکہ اللہ ہی جسے چاہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے ﴿٥٦﴾ وہ
وَقَالُوا إِنْ تَتَّبِعِ الْهُدَىٰ مَعَكَ نَتَّخِظُكَ مِنْ أَرْضِنَا ۖ أَوْ لَمْ نُمَكِّنْ لَهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَىٰ
(مشرکین کہہ) کہتے ہیں: اگر ہم نے تیرے ساتھ ہدایت کی پیروی کی تو ہمیں ہماری زمین سے اچک لیا جائے گا، کیا ہم نے انہیں پر امن حرم میں جگہ نہیں

إِلَيْهِ تُكْرَتُ كُلُّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِنْ لَدُنَّا وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٧﴾

دی جس کی طرف ہر قسم کے پھل ہماری طرف سے بطور رزق کھینچ کر لائے جاتے ہیں؟ اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے ﴿٥٧﴾

فرمایا: ﴿وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ۝﴾ (الفرقان 72:25) ”اور جب وہ بے ہودہ چیزوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو عزت و وقار سے گزرتے ہیں۔“

﴿لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا تَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ﴾ ﴿٥٨﴾ ”اور کہتے ہیں کہ ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال، تم پر سلام، ہم جاہلوں کے خواستگار نہیں ہیں۔“ یعنی جب کوئی بیوقوف ان سے بے وقوفی کا معاملہ کرتا ہے اور ایسی گفتگو کرتا ہے جس کا جواب دینا مناسب نہیں ہوتا تو یہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور اس کی گفتگو کی طرح بے ہودہ گفتگو نہیں کرتے بلکہ یہ ہمیشہ ایسی گفتگو ہی کرتے ہیں جس میں پھولوں کی خوشبو ہوتی ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ یہ کہا کرتے ہیں: ﴿لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا تَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ﴾ ﴿٥٨﴾ ”ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال، تم پر سلام، ہم جاہلوں کے خواستگار نہیں ہیں۔“ یعنی ہم جاہلوں کے رستے پر چلنا نہیں چاہتے اور نہ اسے پسند ہی کرتے ہیں۔

تفسیر آیات: 57, 56

اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت عطا فرمائے: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے: ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ﴾ ”(اے محمد!) جس کو آپ چاہیں، اسے ہدایت نہیں دے سکتے۔“ یعنی ہدایت دینا آپ کے قبضہ اختیار میں نہیں، آپ کا کام پیغام حق پہنچا دینا ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت عطا فرمائے اور اس میں اس کی حکمت بالغہ اور حجت دامغہ کار فرما ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ط﴾ (البقرة 272:2) ”(اے محمد!) آپ لوگوں کی ہدایت کے ذمہ دار نہیں ہیں بلکہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ ۝﴾ (یوسف 103:12) ”اور بہت سے آدمی، اگرچہ آپ حرص بھی کریں ایمان لانے والے نہیں ہیں۔“ اور ان تمام آیات کی نسبت یہ آیت کریمہ خاص ہے: ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾ ﴿٥٦﴾ ”(اے محمد!) آپ جس کو چاہیں اسے ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔“ یعنی وہ خوب جانتا ہے کہ ہدایت کا مستحق کون ہے اور اگر اہل کاستحق کون۔

صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ یہ آیت کریمہ رسول اللہ ﷺ کے چچا ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔^① ابوطالب آپ کی تائید و حمایت کرتا تھا، آپ کے ساتھ کھڑا ہوتا اور آپ سے شدید محبت کرتا تھا لیکن اس کی یہ محبت طبعی تھی شرعی نہیں تھی، جب اس کی وفات کا وقت آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے ایمان لانے اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی مگر تقدیر غالب آگئی اور اسے آپ کے ہاتھ سے اچک لیا گیا اور وہ اپنے کفر ہی پر برقرار رہا اور اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت کا فرما تھی۔

ابوطالب کس دین پر فوت ہوئے؟ امام زہری نے کہا ہے کہ مجھ سے سعید بن مسیب نے اپنے والد مسیب بن حزن مخزومی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے، اس وقت وہاں ابو جہل بن ہشام، عبد اللہ بن ابوامیہ بن مغیرہ بھی موجود تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «يَا عَمَّ! قُلْ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، كَلِمَةُ أَحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللَّهِ» [چچا جان! لا الہ الا اللہ کہہ دیجیے، یہ ایک کلمہ جس کی بنیاد پر میں آپ کے لیے اللہ تعالیٰ سے جھگڑ سکوں گا۔] ابو جہل اور عبد اللہ بن ابوامیہ نے کہا: ابوطالب! کیا عبد المطلب کے دین کو چھوڑ جاؤ گے؟ رسول اللہ ﷺ اپنی بات پیش کرتے رہے اور یہ دونوں بھی اپنی بات پر لڑتے رہے حتیٰ کہ اس نے آخری الفاظ یہ کہے کہ میں عبد المطلب کے دین پر ہوں اور اس نے لا الہ الا اللہ پڑھنے سے انکار کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «وَاللَّهِ! لَا سَتُغْفِرُ لَكَ مَا لَمْ أَهْ عَنْكَ» [اللہ کی قسم! جب تک مجھے منع نہیں کر دیا جاتا، میں تمہارے لیے بخشش مانگتا رہوں گا۔] تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی تھی: ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولَىٰ قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ﴾ (التوبة: 113:9) ”پیغمبر اور مسلمانوں کو شایاں نہیں کہ جب ان پر ظاہر ہو گیا کہ مشرک اہل دوزخ ہیں تو اس کے بعد ان کے لیے بخشش مانگیں، گو وہ ان کے قربات دار ہی ہوں۔“ اور ابوطالب کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾ (اع: محمد!) بے شک آپ جسے چاہیں اسے ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے اسے ہدایت دیتا ہے۔“ امام بخاری و مسلم نے اسے بروایت امام زہری بیان کیا ہے۔^②

ایمان نہ لانے کے لیے اہل مکہ کا عذر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾ ”اور انھوں نے کہا کہ اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو ہم اپنی سرزمین سے اچک لیے جائیں۔“ اس آیت

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾ (القصص

56:28)، حدیث: 4772 و صحیح مسلم، الإیمان، باب الدلیل علی صحة إسلام من حضره الموت.....، حدیث:

24 عن المسیب بن حزن..... ② صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ

يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾ (القصص: 56:28)، حدیث: 4772 و صحیح مسلم، الإیمان، باب الدلیل علی صحة إسلام من

حضره الموت.....، حدیث: 24.

وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرِيْبٍ بَطَرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسْكِدُهُمْ لَمَّ تَسْكُنْ مِنْ بَعْدِهِمْ

اور ہم نے کتنی ہی بستیوں کو ہلاک کر دیا جو گزران زندگی (اپنے سامانِ زیست) پر اتراتی تھیں، سوان کے یہ گھر (اچھے بڑے) ہیں، ان کے بعد بہت

اِلَّا قَلِيْلًا ۚ وَكُنَّا نَحْنُ الْوَرِثِيْنَ ۝۵۸ وَمَا كَانَ رُبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِيْ

تھوڑے ہی آباد ہوئے، اور ہم ہی (ان سب کے) وارث ہوئے ۝۵۸ اور آپ کا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں حتیٰ کہ وہ ان کی کسی بڑی ہستی میں کوئی

اَوْهَمًا رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰیٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرَىٰ اِلَّا وَاهْلَهَا ظُلُوْنٌ ۝۵۹

رسول بھیجتا ہے، وہ ان پر ہماری آیات تلاوت کرتا ہے، اور ہم بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں مگر (اسی وقت) جبکہ ان کے باشندے ظالم ہوں ۝۵۹

کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ کفار نے ہدایت کی پیروی نہ کرنے کے بارے میں یہ عذر پیش کیا کہ ہم ڈرتے ہیں کہ اگر ہم نے آپ کی لائی ہوئی ہدایت کی پیروی کی اور اپنے گرد و پیش کے مشرک عرب قبائل کی مخالفت کی تو ہمیں یہ ڈر ہے کہ وہ ہمیں ایذا پہنچائیں گے، ہم سے لڑائی کریں گے اور ہم جہاں کہیں بھی ہوئے وہ ہمیں اچک لیں گے، اللہ تعالیٰ نے انھیں جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿اَوَلَمْ نَكُنْ لَهُمْ حَرَمًا اَمْنًا﴾ ”کیا ہم نے انھیں با امن حرم میں جگہ نہیں دی؟“

یعنی انھوں نے ہدایت قبول نہ کرنے کے بارے میں جو عذر پیش کیا ہے یہ جھوٹ اور باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو انھیں اس امن والے شہر اور اس حرم معظم میں جگہ دی ہے جو اپنی تاسیس کے روز اول ہی سے پر امن ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کفر اور شرک کی حالت میں تو یہ حرم ان کے لیے امن کا مقام ہو اور اس وقت ان کے لیے مقام امن نہ ہو جب یہ مسلمان اور حق کی پیروی کرنے والے ہوں؟ ﴿يُجَبِّيْ اِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ ”جس کی طرف ہر قسم کے پھل پہنچائے جاتے ہیں۔“ یعنی طائف اور گرد و پیش کے علاقوں کے تمام پھل اور تجارت کے دیگر سارے ساز و سامان یہاں پہنچائے جاتے ہیں، ﴿رَزَقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۶۰﴾ ”(اور یہ) رزق ہماری طرف سے ہے اور لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔“ اسی لیے یہ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں۔

تفسیر آیات: 58، 59

بستیوں کو حجت قائم کرنے کے بعد ہلاک کیا جاتا ہے: اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ سے تعریض کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرِيْبٍ﴾ ”اور ہم نے بہت سی بستیوں کو ہلاک کر ڈالا جو اپنی (فرائی) معیشت پر اترا گئی تھیں۔“ اور جنھوں نے بغاوت و سرکشی اور کفرانِ نعمت کی روش کو اختیار کر لیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمَنَةً مَّطْمَئِنَّةً يٰۤاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝﴾ (النحل: 112، 113) ”اور اللہ نے ایک بستی کی مثال بیان کی جو (ہر طرح) امن و چین والی تھی، ہر جگہ سے اس کا رزق وافر چلا آتا تھا مگر اس (بستی والوں) نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے ان کے اعمال کے سبب ان کو بھوک اور خوف کا لباس (پہنا کر ناشکری کا مزہ) چکھا دیا اور بلاشبہ ان کے پاس انھی میں سے ایک پیغمبر آیا تو انھوں نے اس کو جھٹلایا سوان کو

وَمَا أُوتِيتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَّعَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزَيَّنَّهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ ۚ وَآبَقِيَ ط

اور تمہیں جو بھی چیز دی گئی ہے وہ دنیاوی زندگی کا فائدہ اور اس کی زینت ہے، اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہت بہتر اور زیادہ دیر پا ہے، کیا پھر تم عقل

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۚ اَفَمَنۡ وَّعَدْنٰهُ وَعَدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاۡقِيْهِ كَمَنۡ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ ۚ

نہیں رکھتے؟ ۛ تو بھلا وہ شخص جسے ہم نے اچھا وعدہ دیا، پھر وہ اس (وعدے) کو پانے والا ہے، کیا اس شخص جیسا ہے جسے ہم نے دنیاوی زندگی کا بہت

الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ۚ

فائدہ دیا، پھر وہ قیامت کے دن (عذاب میں) حاضر کیے جانے والوں میں سے ہوگا؟ ۛ

عذاب نے آپ کو اور وہ ظالم تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَتِلْكَ مَسْجِدُهُمْ لَمَّا تَسْكُنْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ط﴾
”سو یہ ان کے مکانات ہیں جو ان کے بعد بہت تھوڑے آباد کیے گئے۔“ یعنی ان کے مکانات تباہ و برباد ہو چکے ہیں اور اب صرف ان کے کھنڈرات نظر آ رہے ہیں۔

﴿وَلَمَّا نَحْنُ الْوَرِثِيْنَ ۝۵۹﴾ ”اور (ان کے پیچھے) ہم ہی (ان کے) وارث ہیں۔“ یعنی ان کے گھر ویران اور خراب ہو چکے ہیں اور اب ان میں کوئی نہیں بستا، پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے عدل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ کسی پر ظلم کرتے ہوئے اسے ہلاک نہیں کرتا، وہ جس کو بھی ہلاک کرتا ہے جنت پوری کرنے کے بعد اسے ہلاک کرتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْ اُمَمٍ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰیٰتِنَا ۝۶۰﴾ ”آپ کا پروردگار (اس وقت تک) بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتا جب تک ان کے بڑے شہر میں پیغمبر نہ بھیج لے جو ان کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائے۔“ یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی امی محمد ﷺ ہیں جنہیں ام القریٰ میں مبعوث کر کے عرب و عجم کے تمام علاقوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَنُنْذِرَ اُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا ط﴾ (الأنعام 92:6) ”تا کہ آپ مکہ اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو ڈرائیں۔“

﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِیْعًا﴾ (الأعراف 158:7) ”(اے محمد!) آپ کہہ دیں کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَنْ یَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالْتَارُ مُوْعِدًا ۝۶۱﴾ (ہود 17:11) ”اور جو کوئی فرقوں میں سے اس سے کفر کرے تو اس کا ٹھکانا آگ ہے۔“ اور اس سلسلے میں مکمل دلیل یہ آیت کریمہ ہے: ﴿وَإِنْ مِنْ قَرِیْبَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ یَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِیْدًا ط﴾ (بنی اسرائیل 17:58) ”اور (کفر کرنے والوں کی) کوئی بستی نہیں مگر قیامت کے دن سے پہلے ہم اسے ہلاک کرنے والے ہیں یا اسے عذاب دینے والے ہیں یہ کتاب (تقدیر) میں لکھا ہوا ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ قیامت سے پہلے ہر بستی کو ہلاک کر دے گا اور فرمایا ہے: ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ط﴾ (بنی اسرائیل 17:15) ”اور جب تک ہم پیغمبر نہ بھیج لیں عذاب دینے والے نہیں۔“ نبی امی محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کو اللہ تعالیٰ نے تمام بستیوں کے لیے قرار دے دیا ہے کیونکہ آپ کی بعثت ام القریٰ میں ہے اور دیگر تمام بستیاں اپنی اسی اصل کی طرف راجع ہیں اور صحیحین میں حدیث ہے کہ آپ ﷺ

نے فرمایا: [بُعِثْتُ إِلَى الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ] ”مجھے احمر و اسود کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔“^① یہی وجہ ہے کہ آپ پر نبوت و رسالت کو ختم کر دیا گیا اور آپ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں ہے بلکہ آپ کی شریعت قیامت کے دن تک باقی رہے گی۔

تفسیر آیات: 61, 60

فانی دنیا کے پرستار اور آخرت کے خریدار برابر نہیں ہو سکتے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ یہ دنیا، اس کی زیب و زینت اور اس کی سبج دھج اس کے مقابلے میں بہت حقیر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دار آخرت میں اپنے نیک بندوں کے لیے تیار فرما رکھا ہے، اس لیے کہ جنت کی نعمتیں بہت عظیم الشان بھی ہیں اور ابدی و سرمدی بھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ ط﴾ (النحل: 96) ”جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ فنا ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ لِّلْآبَرَارِ﴾ (ال عمران: 198) ”اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ نیکو کاروں کے لیے بہت اچھا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ خَيْرٌ وَآبَتُنِي﴾ (الاعلیٰ 17, 16: 87) ”بلکہ تم (لوگ تو) دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، حالانکہ آخرت بہت بہتر اور پائندہ تر ہے۔“ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [﴿وَاللَّهُ!﴾ مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا كَمَا يَغْمِسُ أَحَدُكُمْ إِبْصَعَهُ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَاذَا تَرْجِعُ] ”اللہ کی قسم! دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں اسی طرح ہے جیسے تم میں کوئی اپنی انگلی دریا میں ڈبوئے تو وہ دیکھے کہ اس کی انگلی کے ساتھ کتنا پانی اس کے پاس آتا ہے۔“^②

اور اس کا فرمان ہے: ﴿أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾^③ ”تو کیا تم سمجھتے نہیں؟“ یعنی کیا وہ شخص عقل سے کام نہیں لیتا جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتا ہے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَفَمَن وَعَدْنَاهُ وَعَدًا حَسَنًا فَهُوَ لَا يَفِيهِ كَسَنَ مَتَّعْنَاهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِّينَ﴾^④ ”سو بھلا وہ شخص جسے ہم نے انتہائی اچھا وعدہ دیا، پس وہ اسے ملنے والا ہے (تو کیا وہ) اس شخص کا سا ہے جسے ہم نے دنیاوی زندگی کے فائدے سے بہرہ مند کیا، پھر قیامت کے روز وہ (ہمارے روبرو) حاضر کیے جانے والوں میں سے ہو۔“ یعنی جو شخص مومن ہو اور اللہ تعالیٰ نے اعمال صالحہ پر جس ثواب کا وعدہ فرمایا ہے وہ اس کی تصدیق کرنے والا ہو کہ اسے یقیناً وہ اجر و ثواب مل کر رہے گا کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو کافر اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور اس کے وعدے اور وعید کی تکذیب کرنے والا ہو اور وہ دنیاوی زندگی میں بس چند روز تک فائدہ اٹھانے والا ہو؟ ﴿ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِّينَ﴾^⑤ ”پھر وہ قیامت کے روز (ہمارے روبرو) حاضر کیے جانے والوں میں سے ہو۔“

① صحیح مسلم، کتاب و باب المساجد و مواضع الصلاة، حدیث: 521 عن جابر بن عبد اللہؓ، صحیح بخاری میں یہ الفاظ ہمیں نہیں ملے، البتہ حافظ ابن کثیر کے ذکر کردہ الفاظ من وعن مسند أحمد: 304/3 میں ہیں۔ ② مسند البزار، مسند المستورد بن شداد الفهری: 387/8، حدیث: 3460 جبکہ پہلی توسین والا لفظ صحیح مسلم، الحنة وصفة نعیمها.....، باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة، حدیث: 2858 اور دوسری توسین والے الفاظ جامع الترمذی، الزهد، باب منه، حدیث: [ما الدنيا في الآخرة.....]، حدیث: 2323 عن المستورد بن شدادؓ میں ہیں۔

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَاءِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٦٢﴾ قَالَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ

اور جس دن اللہ انہیں پکارے گا، پھر وہ کہے گا: میرے وہ شریک کہاں ہیں جنہیں تم میرا شریک سمجھتے تھے؟ ﴿٦٢﴾ وہ لوگ جن پر حکم (عذاب) ثابت ہو چکا،

الْقَوْلُ رَبَّنَا هَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَغْوَيْنَا ۖ كَمَا أَغْوَيْنَا ۖ تَبَرَّأْنَا إِلَيْكَ ۚ مَا كَانُوا

کہیں گے: اے ہمارے رب! یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے گمراہ کیا، ہم نے انہیں ایسے گمراہ کیا جیسے ہم (خود) گمراہ ہوئے تھے، ہم تیرے سامنے

إِنَّا نَاكَابِعِدُونَ ﴿٦٣﴾ وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ فَدَعَوْهُمُ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَرَأَوُا الْعَذَابَ ۖ

اظہارِ براءت کرتے ہیں کہ وہ ہماری عبادت کیا ہی نہیں کرتے تھے ﴿٦٣﴾ اور (ان سے) کہا جائے گا: تم اپنے شریکوں کو بلاؤ، چنانچہ وہ انہیں پکاریں گے تو وہ

لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ ﴿٦٤﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ ﴿٦٥﴾ فَعَبَّيْتَ

انہیں جواب نہیں دیں گے، اور وہ (سب) عذاب دیکھ لیں گے، کاش! وہ ہدایت پر چلتے ہوتے ﴿٦٤﴾ اور جس دن اللہ انہیں پکارے گا، تو وہ کہے گا: تم نے

عَلَيْهِمُ الْإِنْبَاءَ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَاءَلُونَ ﴿٦٦﴾ فَأَمَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسَىٰ

رسولوں کو کیا جواب دیا تھا؟ ﴿٦٥﴾ پھر اس دن ان پر خبریں پیچیدہ ہو جائیں گی، اور وہ ایک دوسرے سے سوال تک نہ کر سکیں گے ﴿٦٦﴾ البتہ جس نے توبہ کی اور

أَن يَكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ ﴿٦٧﴾

ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے، تو امید ہے کہ وہ فلاح پانے والوں میں سے ہوگا ﴿٦٧﴾

امام مجاہد اور قتادہ رحمہما کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ قیامت کے روز عذاب دیے جائیں گے۔ کہا گیا ہے کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ اور ابو جہل کے بارے میں نازل ہوئی ہے، دوسرے قول کے مطابق یہ حضرت حمزہ علیہ السلام اور ابو جہل کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور یہ دونوں قول امام مجاہد سے مروی ہیں۔ ﴿٦٧﴾ لیکن بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت عام ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس مومن کے بارے میں فرمایا ہے جو جنت کے بلند و بالا درجات میں ہوگا اور وہ دنیا کے اپنے ایک ساتھی کو دیکھے گا کہ وہ جہنم کے نچلے طبقوں میں ہوگا۔ وہ مومن کہے گا: ﴿وَلَوْ لَا نِعْمَةُ رَبِّي لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِينَ﴾ ﴿٦٧﴾ (الصَّفَّتْ 57:37) ”اور اگر میرے پروردگار کی مہربانی نہ ہوتی تو میں بھی ان میں سے ہوتا جو (عذاب میں) حاضر کیے گئے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الْجِنَّةَ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ﴾ ﴿٦٧﴾ (الصَّفَّتْ 158:37) ”اور البتہ تحقیق جنات جانتے ہیں کہ وہ ضرور اللہ کے سامنے حاضر کیے جائیں گے۔“

تفسیر آیات: 67-62

مشرکین اور ان کے شرکاء کا ایک دوسرے سے اظہارِ براءت: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ کافروں اور مشرکوں کو روز قیامت ڈانٹ پلاتے ہوئے فرمائے گا: ﴿إَيْنَ شُرَكَاءِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ﴾ ﴿٦٢﴾ ”میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کو تم (شریک) گمان کرتے تھے؟“ یعنی وہ اصنام و انداد اور وہ معبودانِ باطلہ کہاں ہیں جن کی تم دنیا میں پوجا کیا کرتے تھے؟ کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا خود بدلہ لے سکتے ہیں؟ یہ بات ڈانٹ ڈپٹ اور سرزنش کے طور پر ہوگی جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا

فَرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْنَاهُ مَآخُوْلًا لَّكُمْ وَرَاءَ ظَهْرِكُمْ وَمَآ نَرَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمُ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ ۖ لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَا كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٩٤﴾ (الأنعام 94:6)

”اور جس طرح ہم نے تمہیں پہلی دفعہ پیدا کیا تھا، ایسے ہی آج اکیلے اکیلے ہمارے پاس آئے اور جو (مال و متاع) ہم نے تمہیں عطا فرمایا تھا، وہ سب تم اپنی پیٹھوں پیچھے چھوڑ آئے اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے سفارشیوں کو نہیں دیکھتے جن کے بارے میں تم دعویٰ کرتے تھے کہ بے شک وہ تمہارے (معاملات میں) شریک ہیں (آج) یقیناً تمہارے آپس کے سب تعلقات منقطع ہو گئے اور وہ تم سے گم ہو گئے جن کے بارے میں تم گمان کیا کرتے تھے۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَالَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ﴾ ”تو جن لوگوں پر (عذاب کا) حکم ثابت ہو چکا ہو گا وہ کہیں گے۔“ یعنی شیاطین، سرکش لوگ اور کفر کے داعی۔ ﴿رَبَّنَا هَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَغْوَيْنَا أَغْوَيْنَاهُمْ كَمَا أَغْوَيْنَا تَبَرَّأْنَا إِلَيْكَ مَا كَانُوا إِيَّاكَ يَعْبُدُونَ﴾ ﴿٩٥﴾ ”اے ہمارے پروردگار! یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے گمراہ کیا تھا اور جس طرح ہم خود گمراہ ہوئے تھے اسی طرح انہیں بھی گمراہ کیا تھا (اب) ہم تیرے سامنے ان سے اظہار براءت کرتے ہیں، یہ صرف ہمیں نہیں پوجتے تھے۔“ وہ ان کے خلاف گواہی دیں گے کہ انہوں نے انہیں گمراہ کیا تھا اور انہوں نے ان کی پیروی کی تھی، پھر وہ ان کی پوجا سے بیزاری کا اظہار کر دیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لَّيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا ۖ كَلَّا سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا﴾ ﴿٩٦﴾ (مریم 19:81، 82)

”اور ان لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لیے ہیں تاکہ وہ ان کے لیے مددگار ہوں، ہرگز نہیں وہ (معبودان باطلہ) عنقریب ان کی پرستش سے انکار کریں گے اور ان کے دشمن (و مخالف) ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَفْلُونَ ۖ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كُفْرِينَ﴾ ﴿٩٧﴾ (الأحقاف 46:6، 5)

”اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو اللہ کے سوا انہیں پکارے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بالکل بے خبر ہیں۔ اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی پرستش سے انکار کریں گے۔“

حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا: ﴿إِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا ۖ مَوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُم بِبَعْضٍ ۖ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُم بَعْضًا ۚ وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّنْ لَّصِيرِينَ ۚ﴾ ﴿٩٨﴾ (العنکبوت 25:29)

”تم نے اللہ کے سوا دنیاوی زندگی میں باہم دوستی کی وجہ سے بتوں کو (معبود) ٹھہرایا، پھر قیامت کے دن تمہارا بعض، بعض کا انکار کرے گا اور تمہارا بعض، بعض پر لعنت کرے گا اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہو گا اور تمہارے لیے کوئی مددگار نہ ہو گا۔“ اور فرمایا: ﴿إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ۖ وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّا كُنَّا نَدْرِي كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا كَدَلِكُمْ يَرِيكُمُ اللَّهُ أَتَعْبَاهُمْ حَسْرَتًا ۖ عَلَيْهِمُ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ﴾ ﴿٩٩﴾ (البقرة 2:166، 167)

”اس دن (کفر کے) پیٹھ والے اپنے پیروؤں سے بیزار ہو جائیں گے اور

(دونوں عذاب (الہی) دیکھ لیں گے اور ان کے (آپس کے) تعلقات منقطع ہو جائیں گے، (یہ حالت دیکھ کر) پیر دی کرنے والے (حسرت سے) کہیں گے کہ اے کاش! ہمارے لیے ایک بار واپسی ہوتا کہ جس طرح یہ ہم سے بیزار ہو رہے ہیں اسی طرح ہم بھی ان سے بیزار ہو جائیں، اسی طرح اللہ ان کے اعمال ان پر حسرت بنا کر دکھائے گا اور وہ آتش (دوزخ) سے نکل نہیں سکیں گے۔“ اور اسی لیے فرمایا: ﴿وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ﴾ ”اور کہا جائے گا کہ اپنے شریکوں کو بلاؤ۔“ تاکہ وہ تمہیں اس مشکل سے بچائیں جس میں تم مبتلا ہو جیسا کہ تم نے دنیا میں ان سے یہ امید قائم کر رکھی تھی۔ ﴿فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَرَأَوُا الْعَذَابَ﴾ ”تو وہ انہیں پکاریں گے اور وہ ان کو جواب نہ دے سکیں گے اور (جب) عذاب کو دیکھ لیں گے۔“ اور انہیں یقین ہو جائے گا کہ وہ بہر حال جہنم رسید ہونے والے ہیں ﴿لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ﴾ ”(تو تمنا کریں گے کہ) کاش! وہ ہدایت پر چلتے ہوتے۔“ یعنی جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو اس خواہش کا اظہار کریں گے کہ اے کاش! وہ دنیا میں ہدایت یافتہ ہوتے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَيَوْمَ يَقُولُ نَادُوا شُرَكَاءَی الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَوْبِقًا﴾ ”اور جس دن اللہ فرمائے گا کہ (اب) میرے شریکوں کو جن کی نسبت تم گمان (الوہیت) رکھتے تھے بلاؤ تو وہ ان کو بلائیں گے مگر وہ ان کو کچھ جواب نہ دیں گے اور ہم ان کے بیچ میں ہلاکت کی جگہ بنادیں گے۔ اور گناہ گار لوگ دوزخ کو دیکھیں گے تو یقین کر لیں گے کہ وہ اس میں پڑنے والے ہیں اور اس سے پھرنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے۔“

قیامت کے دن رسولوں کے بارے میں ان کا موقف: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَوْمَ يَنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِیْنَ﴾ ”اور جس روز وہ (اللہ) انہیں پکارے گا اور کہے گا کہ تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا۔“ پہلی پکار تو حید کے سوال کے بارے میں ہوگی اور اس میں نبوتوں کا اثبات بھی ہے کہ جنہیں تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تھا تم نے انہیں کیا جواب دیا، ان کے ساتھ تمہارا معاملہ کیسا تھا۔ جیسا کہ بندے سے قبر میں پوچھا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے۔ تیرا نبی کون ہے۔ تیرا دین کیا ہے۔ مومن گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور کافر کہے گا: مجھے معلوم نہیں۔^①

قیامت کے دن بھی اس کے پاس خاموشی اختیار کرنے کے سوا کوئی جواب نہ ہوگا کیونکہ جس شخص نے ان حقائق سے دنیا میں آنکھیں بند کر لیں، وہ آخرت میں اندھا بھی ہوگا اور رستے سے زیادہ بھٹکا ہوا بھی، اسی لیے فرمایا: ﴿فَعَبَّیْتَ عَلَیْهِمُ الْاَنْبَاءَ یَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا یَتَسَاءَلُوْنَ﴾ ”تو اس روز ان پر خبریں تاریک ہو جائیں گی، سو وہ آپس میں کچھ بھی پوچھ نہ سکیں گے۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ دلائل و براہین ان سے مخفی رہ جائیں گے اور وہ انساب کے بارے میں بھی کوئی پوچھ گچھ نہ کر سکیں گے۔^② ﴿فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ ”لیکن جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل

① سنن أبی داود، السنۃ، باب المسأله فی القبر وعذاب القبر، حدیث: 4753 عن البراء بن عازب ؓ. ② تفسیر ابن

أبی حاتم: 3000/9 و تفسیر الطبری: 121/20.

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ط سُبْحَنَ اللَّهِ وَتَعَالَى

اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور (جسے چاہتا ہے) منتخب کر لیتا ہے۔ ان (لوگوں) کے لیے کوئی اختیار نہیں، اللہ پاک ہے اور ان سے کہیں

عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٦٨﴾ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٦٩﴾ وَهُوَ اللَّهُ لَا

اعلیٰ ہے جنہیں وہ شریک ٹھہراتے ہیں ﴿٦٨﴾ اور آپ کا رب جانتا ہے جو کچھ ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں ﴿٦٩﴾ اور وہی اللہ ہے،

إِلَهَ إِلَّا هُوَ ط لَهُ الْحُكْمُ فِي الْأُولَى وَالْآخِرَةِ ذَ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٧٠﴾

اس کے سوا کوئی معبود نہیں، دنیا اور آخرت میں تمام ہمداسی کے لیے ہے، اور حاکمیت و فرمانروائی بھی اسی کی ہے، اور اسی کی طرف تم لوٹناے جاؤ گے ﴿٧٠﴾

کیا۔“ یعنی دنیا میں، ﴿فَعَسَىٰ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْفٰلِحِينَ﴾ ﴿٦٧﴾ ”تو ہو سکتا ہے کہ وہ فلاح پانے والوں میں سے ہو جائے۔“
یعنی قیامت کے دن۔ اللہ تعالیٰ جب عسی کا لفظ استعمال فرمائیں تو وہ یقین ہی کے معنی میں ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ لوگ یقیناً فلاح پائیں گے۔

تفسیر آیات: 70-68

خلق، علم اور اختیارات میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ خلق اور اختیار اسی کی ذات پاک کے ساتھ خاص ہے، اس میں نہ کوئی اس سے تنازعہ کر سکتا ہے اور نہ اس کے فیصلوں کو بدل سکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ط﴾ ”اور آپ کا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور (جسے چاہتا ہے) برگزیدہ کر لیتا

ہے۔“ پس جو وہ چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا، اچھے اور برے تمام امور اسی کے ہاتھ میں ہیں اور ان سب

کا مرجع اسی کی طرف ہے۔ ﴿مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ط﴾ ”ان کے لیے کوئی اختیار نہیں ہے۔“ صحیح قول کے مطابق ﴿مَا نَفَىٰ

کے لیے ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَىٰ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ط﴾

(الأحزاب 36:33) ”اور کبھی بھی نہ کسی مومن مرد کا حق ہے اور نہ کسی مومن عورت کا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ

کر دیں کہ ان کے لیے ان کے معاملے میں اختیار ہو۔“ پھر فرمایا: ﴿وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ﴾ ﴿٦٩﴾

”اور ان کے سینے جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو یہ ظاہر کرتے ہیں آپ کا پروردگار اسے جانتا ہے۔“ یعنی آپ کا رب سینوں کی مخفی

باتوں، ان کے عہدوں اور اسرار کو جانتا ہے جیسا کہ وہ تمام مخلوقات کے ظاہری حالات سے آگاہ ہے، ﴿سَوَاءٌ مِّنْكُمْ مَنْ أَسَرَّ

الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ﴾ (الرعد 10:13) ”کوئی تم میں سے چپکے سے بات

کہے یا پکار کر کہے یا جو شخص رات کو چھپنے والا ہو اور دن (کی روشنی) میں (کھلم کھلا) چلے پھرے (اس کے نزدیک) برابر ہے۔“

ارشاد باری ہے: ﴿وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ط﴾ ”اور وہی اللہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔“ وہ الوہیت میں

منفرد ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ اس کے سوا کوئی رب ہے کہ جسے چاہے پیدا کرے اور جسے چاہے برگزیدہ کرے۔

﴿لَهُ الْحُكْمُ فِي الْأُولَى وَالْآخِرَةِ﴾ ”دنیا اور آخرت میں سب تعریف اسی کے لیے ہے۔“ یعنی وہ جو کچھ بھی کرتا ہے اس

میں وہ اپنے عدل و حکمت کے ساتھ قابل ستائش ہے، ﴿وَلَهُ الْحُكْمُ﴾ ”اور اسی کا حکم ہے“ کہ اس کے تسلط، غلبے، حکمت

قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَ سَرْمَدًا اِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَنْ اِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ

(اے نبی!) کہہ دیجیے: دیکھو تو! اگر اللہ تم پر قیامت تک ہمیشہ کے لیے رات ہی (طاری) کر دے تو اللہ کے سوا کون الہ ہے جو

يَاْتِيَكُمْ بِضِيَاءٍ ط اَفَلَا تَسْمَعُونَ ﴿٧١﴾ قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلَى

تمہیں روشنی (دن) لا دے؟ کیا پھر تم سنتے نہیں؟ ﴿٧١﴾ کہہ دیجیے: دیکھو تو! اگر اللہ تم پر قیامت تک ہمیشہ کے لیے دن ہی (طاری)

يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَنْ اِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَاْتِيَكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُونَ فِيْهِ ط اَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٧٢﴾ وَمِنْ

کر دے تو اللہ کے سوا کون الہ ہے جو تمہیں رات لا دے کہ تم اس میں آرام کر سکو؟ کیا پھر تم دیکھتے نہیں؟ ﴿٧٢﴾ اور اس نے اپنی

رَحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمْ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ

رحمت ہی سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے تاکہ تم اس (رات) میں آرام کرو، اور تاکہ تم (دن میں) اس کا فضل تلاش کرو،

تَشْكُرُونَ ﴿٧٣﴾

اور شاید کہ تم شکر کرو ﴿٧٣﴾

اور رحمت کی وجہ سے اسے ٹالا نہیں جاسکتا۔ ﴿٧١﴾ وَالْاٰیَةُ تَرْجَعُونَ ﴿٧٢﴾ ”اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔“ یعنی تم سب کے سب قیامت کے دن اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور وہ ہر عمل کرنے والے کو اس کے اچھے یا برے عمل کے مطابق جزایا سزا دے گا اور تمام اعمال میں سے کوئی چیز بھی اس سے مخفی نہ رہے گی۔

تفسیر آیات: 73-71

رات اور دن اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور اس کی توحید کے دلائل ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس نے رات اور دن کو ان کے لیے مسخر فرمادیا ہے کہ ان کے بغیر ان کے لیے چارہ کار ہی نہیں ہے، نیز اس نے بیان فرمایا ہے کہ اگر وہ رات کو قیامت کے دن تک دائمی اور سرمدی بنا دیتا تو یہ بات ان کے لیے نقصان دہ ہوتی اور وہ اس سے اکتا جاتے، اسی لیے فرمایا: ﴿٧١﴾ مَنْ اِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَاْتِيَكُمْ بِضِيَاءٍ ط ”تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں روشنی لا دے؟“ جس میں تم دیکھ سکو اور جس کے سبب تم زندگی سے مانوس ہو جاؤ، ﴿٧٢﴾ اَفَلَا تَسْمَعُونَ ﴿٧٢﴾ ”تو کیا تم سنتے نہیں؟“ پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اگر وہ قیامت تک دن کو سرمدی اور دائمی بنا دیتا تو اس سے بھی انہیں نقصان پہنچتا، ان کے جسم تھک جاتے اور حرکات اور اشغال کی کثرت کی وجہ سے اکتا جاتے، اسی لیے فرمایا: ﴿٧٢﴾ مَنْ اِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَاْتِيَكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُونَ فِيْهِ ط ”تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں رات لا دے جس میں تم آرام کرو۔“ حرکات و سکنات اور کام کاج چھوڑ کر آرام کرو، ﴿٧٣﴾ اَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٧٣﴾ وَمِنْ رَحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمْ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ”تو کیا تم دیکھتے نہیں؟ اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن کو بنایا۔“ یعنی اس نے رات کو بھی پیدا فرمایا ہے اور دن کو بھی، ﴿٧٣﴾ لِتَسْكُنُوا فِيْهِ ط ”تاکہ تم اس میں آرام کرو۔“ یعنی رات میں۔ ﴿٧٣﴾ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهٖ ط ”اور (اس میں) اس کا فضل تلاش کرو۔“ یعنی دن میں سفر کر کے، ایک سے دوسری جگہ آ جا کر اور حرکات و سکنات اور کام کاج کے ذریعے اس کا فضل تلاش کرو، یہاں لف و نشر کو ملحوظ رکھا گیا

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٧٤﴾ وَتَزْعُمَانِ مِنْ كُلِّ

اور جس دن اللہ انہیں پکارے گا، پھر وہ کہے گا: کہاں ہیں میرے وہ شریک جنہیں تم (میرا شریک) سمجھتے تھے؟ ﴿٧٤﴾ اور ہم ہر امت میں سے ایک گواہ نکالیں
اُمّۃً شَهِيدًا فَقُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوا أَنَّ الْحَقَّ لِلَّهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا
گے، پھر ہم کہیں گے: تم (میرے ساتھ شرک کرنے پر) اپنی دلیل لاؤ، پھر وہ جان لیں گے کہ بے شک سچی بات اللہ ہی کی ہے، اور ان سے گم ہو جائے گا جو

يَفْتَرُونَ ﴿٧٥﴾

کچھ وہ جھوٹ گھڑتے تھے ﴿٧٥﴾

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسَى فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ ۖ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ

بے شک قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا، پھر اس نے ان پر ظلم کیا، اور ہم نے اسے اس قدر خزانے دیے تھے کہ بلاشبہ اس کی
مَفَاتِحُهَا لَتَنْتَوِيَ بِالْعَصْبَةِ أُولَى الْقُوَّةِ ۚ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ
چاہیاں ایک طاقتور (مردوں کی) جماعت پر بھاری ہوتی تھیں، (یاد کرو) جب اس کی قوم نے اس سے کہا: تو اتر امت، بے شک

لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ﴿٧٦﴾ وَاتَّبَعَ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ
اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا ﴿٧٦﴾ اور جو کچھ اللہ نے تجھے دیا ہے، تو اس سے آخرت کا گھر تلاش کر، اور تو دنیا میں بھی اپنا

مِنَ الدُّنْيَا وَاحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفُسَادَ فِي الْأَرْضِ ط إِنَّ
حصہ مت بھول، اور تو (لوگوں سے) ایسے احسان کر جیسے اللہ نے تجھ پر احسان کیا ہے، اور تو زمین میں فساد نہ کر، بے شک

اللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُبْسِدِينَ ﴿٧٧﴾

اللہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا ﴿٧٧﴾

ہے۔ ﴿٧٣﴾ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٧٣﴾ ”اور تاکہ تم شکر کرو۔“ یعنی رات دن میں مختلف قسم کی عبادتوں کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا
شکر ادا کرو۔ اگر کوئی شخص رات کو آرام نہ کر سکے تو وہ دن کو آرام کر کے اس کی تلافی کر سکتا ہے اور اگر کوئی دن کو کام نہ کر سکے تو وہ
رات کو کام کر کے اسے مکمل کر سکتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿٧٣﴾ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خُلْفَةً لِّمَنۢ يَّرَادُ أَنْ يَدَّكُرَ ۖ أَوْ أَرَادَ
شُكْرًا ﴿٧٤﴾ (الفرقان 62:25) ”اور وہی تو ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والے بنایا (یہ باتیں)
اس شخص کے لیے جو نصیحت حاصل کرنا چاہے یا وہ شکر گزاری کا ارادہ کرے۔“ اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

تفسیر آیات: 75، 74

مشرکین کو زبردستی نبیؐ اور تو بیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر ان لوگوں کے لیے دوسری پکار ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے
معبودوں کی پوجا کرتے تھے، اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت کے دن انہیں تمام مخلوقات کے سامنے پکار کر فرمائے گا: ﴿٧٤﴾ أَيْنَ
شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٧٤﴾ ”میرے وہ شریک کہاں ہیں جنہیں تم (شریک) گمان کرتے تھے؟“ یعنی جنہیں تم
نے دنیا میں میرا شریک بنا رکھا تھا آج وہ کہاں ہیں؟ ﴿٧٤﴾ وَتَزْعُمَانِ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ﴿٧٤﴾ ”اور ہم ہر ایک امت میں سے گواہ

نکال لیں گے۔“ امام مجاہد فرماتے ہیں کہ یہاں گواہ کا لفظ رسول کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ⁽¹⁾ **فَقُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ** ”پھر ہم کہیں گے: تم اپنی دلیل لاؤ۔“ اپنے اس دعوے کی تائید میں کہ اللہ تعالیٰ کے شریک بھی ہیں۔ **فَعَلِمُوا أَنَّ الْحَقَّ لِلَّهِ** ”تو وہ جان لیں گے کہ سچی بات اللہ ہی کی ہے“ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ان کا یہ جواب کسی جبر و اکراہ کا نتیجہ نہیں ہوگا۔ **وَصَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ** ⁽⁷⁵⁾ ”اور جو کچھ وہ جھوٹ باندھتے تھے ان سے گم ہو جائے گا۔“ یعنی ان کا کذب و افتر اس دن ختم ہو جائے گا اور وہ ان کے کسی کام نہ آ سکے گا۔

تفسیر آیات: 77، 76

قَارُونَ کا ذکر اور قوم کی اسے نصیحت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسَى** ”بلاشبہ قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا۔“ تو یہ قارون موسیٰ کے چچا کا بیٹا تھا۔ ⁽²⁾ ابراہیم نخعی، عبد اللہ بن حارث بن نوفل، سماک بن حرب، قتادہ، مالک بن دینار، ابن جریج اور دیگر ائمہ تفسیر رحمہم اللہ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے چچا کا بیٹا تھا۔ ⁽³⁾ ابن جریج کہتے ہیں کہ اس کا سلسلہ نسب یہ تھا: قارون بن یصہر بن قاہٹ۔ اور موسیٰ علیہ السلام کا سلسلہ نسب یہ ہے: موسیٰ بن عمران بن قاہٹ۔ ⁽⁴⁾ اور فرمایا: **وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوزَا بِأَلْعَصْبَةِ أُولَى الْقُوَّةِ** ”اور ہم نے اس کو خزانوں سے اس قدر دیا تھا کہ ان کی کنجیاں ایک طاقتور جماعت پر (اٹھانی) مشکل ہوتیں۔“ یعنی کنجیاں اس قدر کثیر تعداد میں تھیں کہ وہ ایک طاقتور جماعت کو بھی اٹھانی مشکل تھیں۔ اعمش نے ضمیمہ سے روایت کیا ہے کہ قارون کے خزانوں کی کنجیاں چمڑے کی بنی ہوئی تھیں، ہر کنجی ایک انگلی کے برابر ہوتی تھی اور ہر خزانے کی کنجی الگ الگ ہوتی تھی، جب وہ سوار ہو کر باہر نکلتا تو اس کی یہ کنجیاں ساٹھ سفید رنگ کے خچروں پر لاد دی جاتی تھیں۔ ⁽⁵⁾ اس کے علاوہ اور بھی کئی کچھ کہا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ⁽⁶⁾ ”جب اس کی قوم نے اسے کہا کہ اترا یہی مت کیونکہ اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“ یعنی اس کی قوم کے نیک لوگوں نے اسے وعظ و نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ اپنے اس مال و دولت پر فخر اور غرور نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ فخر و غرور کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ **الْفَرِحِينَ** ⁽⁷⁾ کے معنی اکرانے والے ہیں۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد فخر و غرور کرنے والے وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔ ⁽⁷⁾

اور فرمایا: **وَأَتَمَّخْ فِيهَا أُنْكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا** ”اور جو تجھے اللہ نے عطا فرمایا ہے، اس میں سے آخرت کا گھر تلاش کرو اور دنیا سے اپنا حصہ مت بھول۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ جو بے حساب مال

① تفسیر الطبری: 127/20 • ② تفسیر ابن ابی حاتم: 3005/9 • ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 3005/9 و تفسیر الطبری:

129/20 • ④ تفسیر الطبری: 128/20 • ⑤ تفسیر الطبری: 130/20 • ⑥ تفسیر الطبری: 135/20 • ⑦ تفسیر

الطبری: 135/20

قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِنْدِي ط أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهِ

قارون نے کہا: مجھے تو یہ (مال) محض اس علم کی بنا پر دیا گیا ہے جو میرے پاس ہے۔ کیا وہ نہیں جانتا تھا کہ بے شک اللہ نے اس سے

مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَآكَثَرُ جَعَا ط وَلَا يُسْأَلُ عَنْ ذُنُوبِهِمْ

پہلے ایسے بہت سے لوگ ہلاک کر دیے تھے جو قوت میں اس سے زیادہ تھے اور لاؤ لشکر میں بڑھ کر تھے، اور مجرموں سے ان کے

الْمُجْرِمُونَ ﴿78﴾

گناہوں کے بارے میں نہیں پوچھا جاتا ﴿78﴾

اور عظیم الشان نعمتیں عطا فرمائی ہیں، انھیں اپنے رب کی اطاعت اور اس کے تقرب کے حصول کے لیے خرچ کر اور مختلف قسم کے اچھے اچھے کام سرانجام دے تاکہ تجھے دنیا و آخرت کا ثواب مل سکے، ﴿وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا﴾ ”اور دنیا سے اپنا حصہ مت بھول۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے، لباس، رہائش اور شادی بیاہ کے جن کاموں کو جائز قرار دیا، انھیں ضرور اختیار کیجیے کیونکہ تمہارے رب کا بھی تم پر حق ہے، تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری بیوی اور بچوں کا بھی تم پر حق ہے، تمہارے مہمانوں کا بھی تم پر حق ہے، پس ہر حق دار کو اس کا حق ادا کریں۔

﴿وَإَحْسِنَ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ﴾ ”اور احسان کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا۔“ یعنی جیسے اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا ہے تم بھی اس کی مخلوق سے احسان کرو، تمہارا مقصود و مطلوب اس مال و دولت کے ساتھ زمین میں فساد برپا کرنا اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے برا سلوک کرنا نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُبْسِدِينَ﴾ ﴿77﴾ ”بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“

تفسیر آیت: 78:

متکبر و مغرور قارون: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جب قارون کو اس کی قوم نے یہ نصیحت کی اور نیکی کی طرف اسے توجہ دلائی تو اس نے جواب دیتے ہوئے کہا: ﴿قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِنْدِي ط﴾ ”اس نے کہا: یقیناً میں وہ (مال) اس علم کی بنیاد پر دیا گیا ہوں جو میرے پاس ہے۔“ یعنی مجھے تمہاری ان باتوں کی ضرورت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ مال اس لیے دیا ہے کہ اسے معلوم ہے کہ میں اس کا مستحق ہوں اور اسے مجھ سے محبت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَإِذَا مَنَّ الْإِنْسَانُ ضَرًّا دَعَا نَصْرَهُ إِذَا حَوَّلْنَاهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ ط﴾ (الزمر 49:39) ”پس جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے مہربانی کرتے ہوئے نعمت بخشتے ہیں تو کہتا ہے: یہ تو مجھے (میرے) علم (ودانش) کی بدولت دی گئی ہے۔“ اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ یہ نعمت مجھے اس لیے ملی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ میں اس کا مستحق ہوں جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَلَكِنْ أَذَقْنَاهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لِيَقُولَنَّ هَذَا لِي﴾ (ختم السجدة 50:41) ”اور اگر ہم اسے اس تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی ہے اپنی رحمت (کامزہ) چکھائیں تو کہتا ہے کہ یہ تو میرا (حق) ہے۔“ یعنی میں اس کا مستحق تھا۔

فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ ط قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا يَلِيتَ لَنَا مِثْلُ

پھر وہ اپنے پورے کزو فر کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے نکلا (تو) جو لوگ دنیاوی زندگی چاہتے تھے، کہنے لگے: کاش! ہمارے لیے بھی اس کے مثل ہوتا جو

مَا أَوْتَى قَارُونُ ۖ إِنَّهُ لَكَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ﴿٧٩﴾ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيُكَلِّمُ ثَوَابُ

قارون کو دیا گیا ہے، بلاشبہ وہ بڑے نصیبے والا ہے ﴿٧٩﴾ اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا، انھوں نے کہا: افسوس! تم پر اس شخص کے لیے اللہ کا ثواب بہت

اللَّهُ خَيْرٌ لِّمَنْ أَمِنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۖ وَلَا يُلْقِيهَا إِلَّا الصَّابِرُونَ ﴿٨٠﴾

ہے جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے، اور یہ بات ممبر کرنے والوں ہی کو سکھائی جاتی ہے ﴿٨٠﴾

امام عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے ﴿قَالَ لَمَّا أُوتِيَتْهُ عَلَى عِلْمٍ عِنْدِي ط﴾ کی بہت خوب تفسیر بیان کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی نہ ہوتا اور اسے میری فضیلت معلوم نہ ہوتی تو وہ مجھے یہ مال عطا نہ فرماتا اور پھر انھوں نے یہ الفاظ پڑھے: ﴿أَوَلَمْ يَعْلَم أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَ أَكْثَرُ جَمْعًا ط﴾ ”کیا اسے معلوم نہیں کہ اللہ نے اس سے پہلے کئی امتوں سے جو اس سے قوت میں بڑھ کر اور جمعیت میں بیشتر تھیں ہلاک کر ڈالیں۔“ ﴿١﴾ کم علم لوگ جب کسی ایسے شخص کو دیکھتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے مال و دولت کی فراوانی عطا فرمادی ہو تو وہ اسی طرح کہا کرتے ہیں کہ اگر یہ شخص مستحق نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسے یہ مال عطا نہ فرماتا۔

تفسیر آیات: 80, 79

قارون کا ٹھاٹھ کے ساتھ نکلتا اور قوم کی خواہش: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ ایک دن قارون بڑی آرائش و زیبائش اور بڑے ٹھاٹھ کے ساتھ نکلا، اس نے اور اس کے خدم و حشم نے بہت فاخرانہ لباس پہن رکھے تھے اور وہ بہت اعلیٰ سوار یوں پر سوار تھے، اسے جب دنیا کے طلب گاروں اور دنیوی جاہ و حشمت کے چاہنے والوں نے دیکھا تو وہ اس خواہش کا اظہار کرنے لگے کہ اے کاش! انھیں یہ دنیوی مال و دولت نصیب ہو جو قارون کو ملی ہے، وہ کہنے لگے: ﴿يَلِيتَ لَنَا مِثْلُ مَا أُوتِيَ قَارُونُ ۖ إِنَّهُ لَكَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ﴿٧٩﴾﴾ ”اے کاش! ہمارے لیے اس جیسا ہوتا جو قارون کو دیا گیا ہے وہ تو بڑا ہی صاحب نصیب ہے۔“ یعنی اسے دنیوی مال سے بہت وافر حصہ ملا ہوا ہے، جب اہل علم نے ان لوگوں کی بات کو سنا تو انھوں نے کہا: ﴿وَيُكَلِّمُ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِّمَنْ أَمِنَ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ ”تم پر افسوس! اللہ کا ثواب اس شخص کے لیے کہیں بہتر ہے جو ایمان لایا اور اس نے اچھا عمل کیا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے مومن اور صالح بندوں کو آخرت میں جو جزا عطا فرمائے گا وہ اس مال و دولت سے کہیں بہتر ہوگی جسے تم دیکھ رہے ہو جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: [أَعَدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ، فَاَقْرَأُوا إِن شِئْتُمْ] ”میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ تیار کیا ہے جسے کسی آنکھ نے دیکھا نہیں کسی کان نے سنا نہیں اور نہ ہی کسی انسان کے دل

فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ فَمَا كَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ يَنْصُرُونَهُ مِنْ دُونِ

چنانچہ ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا، پھر اس کے لیے (اس کے حامیوں کی) کوئی ایسی جماعت نہ تھی جو اللہ کے مقابلے میں اس کی مدد

اللہ تَعَالٰی وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنتَصِرِينَ ﴿٨١﴾ وَأَصْبَحَ الَّذِينَ تَمَنَّوْا مَكَانَهُ بِالْأَمْسِ يَقُولُونَ

کرتی اور نہ وہ بدلہ لینے والوں میں تھا ﴿81﴾ اور جنھوں نے کل اس کے مقام و مرتبہ کی تمنا کی تھی، وہ (صبح اٹھ کر) کہنے لگے: ہائے شامت! اللہ اپنے بندوں

وَيَكَانَ اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَوْ لَا أَنْ قَنَّ اللَّهُ

میں سے جس کے لیے چاہے رزق کشادہ کرتا ہے اور (جس کے لیے چاہے) تنگ کرتا ہے، اگر اللہ نے ہم پر احسان نہ کیا ہوتا تو یقیناً وہ ہمیں بھی دھنسا دیتا،

عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا وَيَكَانَ لَهُ لَا يَفْلِحُ الْكَافِرُونَ ﴿٨٢﴾

ہائے شامت! کافر فلاح نہیں پاتے ﴿82﴾

میں اس کا کوئی تصور آ سکتا ہے اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (السجدة 17:32) ”پس کوئی نفس نہیں جانتا کہ اس کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے، اس عمل کی جزا کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔“ ﴿وَلَا يُقَلِّهَآ إِلَّا الضَّالِّیُّونَ﴾ ﴿82﴾ ”اور وہ صرف صبر کرنے والوں ہی کو ملے گا۔“ سدی نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جنت صرف صابر لوگوں ہی کو ملے گی، انھوں نے گویا اسے اہل علم ہی کے کلام کا باقی حصہ قرار دیا ہے۔ جبکہ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ ایسی بات صرف وہ لوگ ہی کہہ سکتے ہیں جنھوں نے صبر کو اختیار کرتے ہوئے دنیا کی محبت کو ترک کر دیا ہے اور جو آخرت کے طلب گار ہوں، انھوں نے گویا اسے اہل علم کی بات سے ایک الگ جملہ بتاتے ہوئے اسے اللہ تعالیٰ کا فرمان قرار دیا ہے۔ ﴿82﴾

تفسیر آیات: 82، 81

قارون کا اپنے گھر سمیت زمین میں دھنسا: اللہ تعالیٰ نے جب یہ بیان فرمایا کہ قارون ایک دن بڑے کروفر، بڑے غرور و تکبر اور بڑی شان و شوکت کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے نکلا تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرمادیا ہے کہ اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا گیا تھا، صحیح بخاری کی اس حدیث میں ہے جسے سالم نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [بَيْنَمَا رَجُلٌ يَّجُرُّ إِزَارَهُ، خَسَفَ اللَّهُ بِهِ فَهُوَ يَتَجَلَّجَلُ فِي الْأَرْضِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ] ”ایک شخص اپنے تہ بند کو گھسیٹتے ہوئے جا رہا تھا کہ اسے اللہ نے زمین میں دھنسا دیا، پس وہ قیامت کے دن تک زمین میں دھنسا ہی چلا جائے گا۔“ ﴿4﴾ پھر سالم نے اس روایت کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی نبی اکرم ﷺ سے

① صحیح البخاری، بدء الخلق، باب ماجاء فی صفة الجنة وأنها مخلوقة.....، حدیث: 3244 وصحیح مسلم،

الجنة وصفة نعيمها.....، باب صفة الجنة، حدیث: 2824 عن أبي هريرة ر. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 3016/9 . ③

تفسیر الطبری: 141/20 . ④ صحیح البخاری، اللباس، باب من جر ثوبه من الخيلاء، حدیث: 5790 وصحیح

مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم التبخر في المشي.....، حدیث: (50، 49) 2088 عن أبي هريرة ر. جبکہ توسین

والالفاظ صحیح البخاری، أحاديث الأنبياء، باب: 54، حدیث: 3485 میں ہے۔

روایت کیا ہے۔^①

اور امام احمد رحمہ اللہ نے البوسعید سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [بَيْنَا رَجُلٌ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ خَرَجَ فِي بُرْدَيْنِ أَخْضَرَيْنِ، يَخْتَالُ فِيهِمَا، أَمَرَ اللَّهُ الْأَرْضَ فَأَخَذَتْهُ، وَإِنَّهُ لَيَتَحَلَّجَلُ فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ] ”تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص دو سبز رنگ کی چادروں میں اتراتا ہوا نکلا تو اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا تو اس نے اسے پکڑ لیا اور بلاشبہ وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی چلا جائے گا۔“^② اس حدیث کو صرف امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

اور فرمایا: ﴿فَمَا كَانَ لَهُ مِنْ فَعَةٍ يُنْصَرُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِينَ﴾^③ ”پھر اللہ کے سوا کوئی جماعت نہ ہوئی جو اس کی مدد کرتی اور نہ وہ بدلہ لینے والوں میں سے ہوا۔“ یعنی اس کا مال، اس کی جماعت اور اس کے خدم و حشم اس کے کچھ کام نہ آئے اور نہ وہ اس سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دور کر سکے، وہ خود بھی کوئی بدلہ نہ لے سکا، یعنی وہ نہ خود اپنے آپ کو بچا سکا اور نہ کوئی اور اس کے کام آسکا۔

اس کے دھنسنے سے قوم کا نصیحت حاصل کرنا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَصْبَحَ الَّذِينَ تَمَنَّوْا مَكَانَهُ بِالْأَمْسِ﴾ ”اور وہ لوگ جنہوں نے کل اس کے رتبے کی تمنا کی تھی صبح کہنے لگے۔“ یعنی ان لوگوں نے جنہوں نے اسے ٹھانٹھا ٹھانٹھا میں دیکھا تھا اور یہ کہا تھا: ﴿يَلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ﴾^④ ”اے کاش! ہمارے لیے اس جیسا ہوتا جیسے قارون دیا گیا ہے وہ تو بڑا ہی صاحب نصیب ہے۔“ اور جب اسے زمین میں دھنسا دیا گیا تو وہی لوگ کہنے لگے: ﴿وَيَكَانَ اللَّهُ يَسْطُرُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ﴾^⑤ ”ہائے شامت! اللہ ہی تو اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔“ یعنی مال اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس صاحب مال سے خوش ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کاملہ اور حجت بالغہ کے تحت کسی کو عطا فرما دیتا ہے اور کسی کو محروم کر دیتا ہے، کسی کے رزق کو تنگ کر دیتا ہے اور کسی کے رزق کو فراخ کر دیتا ہے اور کسی کے پلڑے کو اوپر اٹھا دیتا ہے جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع حدیث میں ہے: [إِنَّ اللَّهَ قَسَمَ بَيْنَكُمْ أَخْلَاقَكُمْ كَمَا قَسَمَ بَيْنَكُمْ أَرْزَاقَكُمْ، وَإِنَّ اللَّهَ يُعْطِي الْمَالَ مَنْ يُحِبُّ وَمَنْ لَا يُحِبُّ، وَلَا يُعْطِي الْإِيمَانَ إِلَّا مَنْ يُحِبُّ] ”بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے اخلاق کو بھی تم میں اسی طرح تقسیم کیا ہے جیسا کہ اس نے تمہارے رزق کو تم میں تقسیم فرما دیا ہے، مال تو اللہ تعالیٰ اسے بھی عطا فرماتا ہے جسے وہ پسند فرماتا ہے اور جسے وہ پسند نہیں فرماتا لیکن ایمان صرف اسی کو عطا فرماتا ہے جسے وہ پسند فرماتا ہے۔“^⑥

① صحیح البخاری، اللباس، باب من جر ثوبه من الخيلاء، حدیث: 5790 . ② مسند أحمد: 40/3 . ③ المستدرک

للحاكم، الإيمان: 1/34، حدیث: 95، 94 . والمعجم الكبير للطبرانی من اسمه عبد الله: 203/9، حدیث: 8990

والسلسلة الصحيحة: 482/6، حدیث: 2714 .

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلَهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فُسَادًا

وہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کو دیں گے جو زمین میں نہ بڑائی چاہتے ہیں اور نہ فساد، اور (اچھا) انجام تو پرہیزگاروں ہی کے

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٨٣﴾ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِّنْهَا ۖ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ

لیے ہے ﴿٨٣﴾ جو کوئی نیکی لائے گا تو اس کے لیے اس سے بہت بہتر (بدلہ) ہوگا، اور جو کوئی برائی لائے گا تو برے عمل کرنے

فَلَا يُجْزَى الَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٨٤﴾

والوں کو وہی بدلہ دیا جائے گا جو وہ عمل کرتے تھے ﴿٨٤﴾

﴿كُلَّا لَا أَنْ مِّنَ اللَّهِ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بَنَاءُ﴾ ”اگر اللہ ہم پر احسان نہ کرتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا۔“ یعنی اگر اللہ تعالیٰ کا

لطف و احسان ہمارے شامل حال نہ ہوتا تو وہ ہمیں بھی زمین میں دھنسا دیتا جس طرح اس نے قارون کو دھنسا دیا ہے کیونکہ ہم نے بھی اسی کی طرح ہو جانے کی خواہش کا اظہار کیا تھا، ﴿وَيَكَاذِبُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ﴾ ﴿٨٢﴾ ”ہائے خرابی! کافر کامیاب نہیں ہو سکتے۔“ ان کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ قارون کا فر تھا اور کافر دنیا و آخرت میں نجات نہیں پاسکتے۔

﴿وَيَكَاذِبُ﴾ کے معانی: ﴿وَيَكَاذِبُ﴾ کے معنی کے بارے میں علمائے نحو میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں: وَيَلْكَ اِعْلَمُ اَنَّ ”ہائے تمھاری شامت! تم (اس بات کو) جان لو کہ بے شک.....!“ مگر مخفف کر کے اسے وَيْلَكَ بنا دیا گیا۔ اور اُن کے الف کا مفتوح ہونا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں سے اِعْلَمُ کو حذف کر دیا گیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ اس کے معنی یہ ہیں: اَلَمْ تَرَ اَنَّ ”کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بے شک.....“ یہ امام قتادہ کا قول ہے۔ ﴿١﴾ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے معنی وَيْ كَاذِبٌ ہے جبکہ حرف وَيْ تعجب یا تنبیہ کے لیے ہے اور كَاذِبٌ ”میرا گمان ہے، میرا خیال ہے“ کے معنی میں ہے۔ ﴿٢﴾

تفسیر آیات: 84، 83

آخرت کی نعمتیں عجز و انکسار کرنے والے مومنوں کے لیے ہیں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ آخرت کا گھر اور اس کی ابدی و سرمدی اور غیر فانی نعمتوں کو اس نے اپنے ان مومن بندوں کے لیے تیار کر رکھا ہے جو عجز و انکسار سے کام لیتے ہیں اور ملک میں ظلم اور فساد کا ارادہ نہیں رکھتے، یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر نہ تو ظلم و جبر کرتے ہیں اور نہ زمین میں فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں جیسا کہ عکرمہ نے بھی کہا ہے کہ عُلُوًّا کے معنی ظلم و جبر کے ہیں۔ ﴿٣﴾ ابن جریج کہتے ہیں: ﴿لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ زمین میں شخی نہیں بگھارتے اور ظلم و جبر سے کام نہیں لیتے۔ ﴿٤﴾ وَلَا فُسَادًا اور نہ گناہوں کے ذریعے سے فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں۔ ﴿٥﴾

امام ابن جریر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آدمی کو جب یہ بہت اچھا لگے کہ اس کے جوتے کا تسمہ اس کے بھائی کے جوتے کے تسمے سے زیادہ اچھا ہو تو یہ بات بھی اس ارشاد باری تعالیٰ: ﴿تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلَهَا لِلَّذِينَ لَا

﴿١﴾ تفسیر الطبری: 147، 146/20 • ﴿٢﴾ تفسیر الطبری: 147/20 • ﴿٣﴾ تفسیر الطبری: 149/20 • ﴿٤﴾ تفسیر الطبری:

إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ ۖ قُلْ رَبِّي أَعْلَمُ مَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ

بلاشبہ وہ (اللہ) جس نے آپ پر قرآن فرض (نازل) کیا، یقیناً وہ آپ کو (اچھے) انجام تک پہنچانے والا ہے، کہہ دیجیے: میرا رب خوب جانتا ہے کہ

وَمَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٨٥﴾ وَمَا كُنْتَ تَرْجُو أَنْ يُلْقَىٰ إِلَيْكَ الْكِتَابُ إِلَّا

کون ہدایت کے ساتھ آیا اور کون کھلی گمراہی میں ہے ﴿٨٥﴾ اور آپ امید نہیں رکھتے تھے کہ آپ کی طرف (یہ) کتاب وحی کی جائے گی مگر یہ آپ کے

رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِّلْكَافِرِينَ ﴿٨٦﴾ وَلَا يَصُدُّكَ عَنْ آيَةِ اللَّهِ بَعْدَ

رب کی رحمت ہی سے (وہی لگتی) ہے، لہذا آپ کافروں کے مددگار ہرگز نہ ہوں ﴿٨٦﴾ اور وہ (کافر) آپ کو اللہ کی آیات (کی تبلیغ) سے نہ روک دیں

إِذْ أُنزِلَتْ إِلَيْكَ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٨٧﴾ وَلَا تَدْعُ مَعَ

اس کے بعد کہ وہ آپ کی طرف اتاری گئیں اور آپ (انہیں) اپنے رب کی طرف بلائیں، اور مشرکوں میں سے ہرگز نہ ہوں ﴿٨٧﴾ اور آپ اللہ کے

اللَّهُ إِلَهًا أَحْرَمَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۖ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۚ لَهُ الْحُكْمُ

ساتھ کسی اور الہ کو مت پکاریں، اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں، ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کے چہرے کے، اسی کی حاکمیت و فرمانروائی

وَالِيَهُ تُرْجَعُونَ ﴿٨٨﴾

ہے اور تم (سب) اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ﴿٨٨﴾

يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فِسَادًا ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٨٩﴾ ”اور جو آخرت کا گھر ہے ہم نے اسے ان لوگوں کے

لیے تیار کر رکھا ہے جو زمین میں ظلم اور فساد کا ارادہ نہیں رکھتے اور نیک انجام تو پر ہیزگاروں ہی کا ہے“ میں داخل ہے۔ ﴿٨٩﴾ لیکن

یہ اس صورت میں ہے کہ جب وہ اس کے ساتھ دوسروں پر فخر و غرور کا اظہار کرے تو ظاہر ہے کہ یہ مذموم ہے جیسا کہ صحیح حدیث

سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللَّهَ أَوْحَىٰ إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا حَتَّىٰ لَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلَىٰ أَحَدٍ وَلَا

يَبْغِيَ أَحَدٌ عَلَىٰ أَحَدٍ] ”بے شک میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ تم تواضع اختیار کرو حتیٰ کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کوئی

کسی پر زیادتی کرے۔“ ﴿٩٠﴾ اگر کوئی محض تجمل کے لیے اختیار کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حدیث سے ثابت ہے کہ

ایک شخص نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میری چادر خوب صورت ہو اور میرا جوتا خوب

صورت ہو تو کیا یہ بھی تکبر ہے۔ آپ نے فرمایا: [لَا] إِنَّ اللَّهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْحَمَالَ ”نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ خوب

صورت ہے اور وہ خوب صورتی کو پسند فرماتا ہے۔“ ﴿٩١﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ﴾ ”جو شخص نیکی لائے۔“ یعنی قیامت کے دن ﴿فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا﴾

”تو اس کے لیے اس سے بہتر (صلہ موجود) ہے“ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والا ثواب بندے کی نیکی سے زیادہ بہتر ہوگا

① تفسیر الطبری: 149/20 . ② صحیح مسلم، الحنة وصفة نعيمها.....، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا

أهل الحنة وأهل النار، حديث: (64)-2865 عن عياض بن حمار ③ صحیح مسلم، الإيمان، باب تحریم

الكبر وبيانہ، حديث: 91 اور ترمذی واللفظ مسند أحمد: 399/1 عن ابن مسعود ؓ میں ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کئی گنا زیادہ اجر و ثواب عطا فرمائے گا اور یہ اس کے فضل و کرم کا تقاضا ہے، پھر فرمایا: ﴿وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (90:27) اور جو برائی لائے گا تو جن لوگوں نے برے کام کیے ان کو صرف اسی کا بدلہ ملے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔“ جیسا کہ دوسری آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وَجُوهُهُمْ فِي النَّارِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ (النمل 90:27) اور جو برائی لائے گا تو ایسے لوگ اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے، تم کو تو انہی اعمال کا بدلہ ملے گا جو تم کرتے رہے ہو۔“ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل و عدل کا مقام ہے۔

تفسیر آیات: 85-88

تبلیغ اور توحید کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ وہ لوگوں کو اس کا پیغام پہنچائیں اور انھیں قرآن مجید پڑھ کر سنا لیں، نیز اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ عنقریب آپ کو قیامت کے دن کی طرف لوٹا دے گا اور اس بار نبوت کے بارے میں آپ سے پوچھے گا جو آپ کے سپرد کیا گیا تھا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ﴾ (اے پیغمبر!) جس (اللہ) نے آپ پر قرآن (کے احکام) کو فرض کیا ہے وہ آپ کو (آپ کے) لوٹنے کی جگہ لوٹانے والا ہے۔“ یعنی جس نے آپ پر یہ فرض قرار دیا ہے کہ آپ اسے لوگوں کو پہنچادیں، وہ قیامت کے دن آپ سے اس بارے میں دریافت کرے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ﴾ (الأعراف 6:7) ”تو جن لوگوں کی طرف (پیغمبر) بھیجے گئے ہم ان سے بھی پرسش کریں گے اور پیغمبروں سے بھی ضرور پوچھیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ﴾ (المائدة 109:5) ”(وہ دن یاد رکھنے کے لائق ہے) جس دن اللہ پیغمبروں کو جمع کرے گا، پھر ان سے پوچھے گا کہ کیا جواب دیے گئے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿وَجَاءَ عِبَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَالشُّهَدَاءُ﴾ (الزمر 69:39) ”اور پیغمبر اور گواہ لائے جائیں گے۔“

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کی کتاب التفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ آپ کو مکہ میں لوٹا دے گا۔^① امام نسائی نے بھی اپنی سنن کی کتاب التفسیر میں اسی طرح روایت کیا ہے۔^② اور امام ابن جریر نے بھی اسے روایت کیا ہے۔^③ عوفی نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے کہ ﴿لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مکہ میں اسی طرح لوٹا دے گا جس طرح اس نے آپ کو یہاں سے نکالا تھا۔^④ محمد بن اسحاق نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ ﴿لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ﴾ کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی جائے پیدائش مکہ کی طرف لوٹا دے گا۔^⑤ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿مَعَادٍ﴾ کی تفسیر میں یہ بھی

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ﴾ (القصص 85:28)، حدیث: 4773۔ ② السنن

الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالى: ﴿إِنْ تَكْبِحْ أَهْدِيْكَ مَعَكَ تَحْتَظَفُ مِنْ أَرْضِنَا﴾ (القصص 57:28) 425/6،

حدیث: 11386۔ ③ تفسیر الطبري: 152/20۔ ④ تفسیر الطبري: 152/20۔ ⑤ تفسیر الطبري: 152/20۔

فرمایا ہے کہ اس سے مراد ”موت“ ہے۔^(۱) کبھی یہ فرمایا کہ اس سے مراد ”قیامت“ کا دن ہے۔^(۲) اور کبھی یہ فرمایا کہ اس سے مراد ”جنت“ ہے^(۳) جو جن وانس تک اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچانے کی جزا ہے۔ آپ علی الاطلاق اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے اکمل، افصح اور اشرف ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ رَبِّيْ اَعْلَمُ مَنْ جَاءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۵۵﴾ ”کہہ دیں: میرا پروردگار اس شخص کو بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت لے کر آیا اور اسے بھی جو صریح گمراہی میں ہے۔“ یعنی اے محمد! اپنی قوم کے مشرکین اور ان کی پیروی کرنے والوں سے کہہ دیں جو آپ کی مخالفت اور تکذیب کرتے ہیں کہ میرا رب خوب جانتا ہے کہ تم ہدایت یافتہ ہو یا میں اور تم عنقریب یہ بھی جان لو گے کہ آخرت میں انجام کس کا اچھا ہوگا اور دنیا و آخرت میں فتح و نصرت کس کو نصیب ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ نے یاد دلایا ہے کہ اس نے آپ کو مبعوث فرما کر خود آپ پر اور دیگر انسانوں پر کتنی عظیم الشان نعمت فرمائی ہے۔ ﴿وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْا اَنْ يُّلْقٰى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ﴾ ”اور آپ امید نہ کرتے تھے کہ آپ کی طرف کتاب نازل کی جائے گی۔“

یعنی وحی کے نازل ہونے سے پہلے آپ کو یہ گمان نہ تھا کہ آپ پر وحی نازل کی جائے گی، ﴿اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَبِّكَ﴾ ”مگر آپ کے پروردگار کی مہربانی سے (نازل ہوئی۔)“ یعنی آپ پر جو وحی نازل کی گئی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی آپ پر اور آپ کے سبب دیگر تمام انسانوں پر رحمت ہے اور اس نے جب آپ کو اس عظیم الشان نعمت سے سرفراز فرمایا ہے ﴿فَلَا تَكُوْنَنَّ ظٰهِيْرًا لِّلْكَافِرِيْنَ ۝۵۶﴾ ”تو آپ ہرگز کافروں کے مددگار نہ ہوں۔“ بلکہ انھیں چھوڑ دیں اور ان کی مخالفت کریں۔ ﴿وَلَا يَصُدُّكَ عَنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ﴾ ”اور وہ آپ کو اللہ کی آیتوں (کی تبلیغ) سے روک نہ دیں بعد اس کے کہ وہ آپ پر نازل کی جا چکی ہیں۔“ اس بات سے آپ متاثر نہ ہوں کہ وہ آپ کی مخالفت کرتے اور لوگوں کو آپ کے رستے سے روکتے ہیں، آپ ان کی قطعاً پروا نہ کریں، اللہ تعالیٰ آپ کے کلمے کو سر بلندی عطا فرمائے گا، آپ کے دین کی تائید و حمایت فرما کر اسے دیگر تمام ادیان پر غالب کر دے گا۔ ﴿وَادْعُ اِلٰی رَبِّكَ﴾ ”اور آپ اپنے پروردگار کی طرف بلائیں۔“

یعنی اپنے رب تعالیٰ وحدہ لا شریک کی عبادت کی دعوت دیتے رہیں ﴿وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَشْرِكِيْنَ ۝۵۷﴾ ”اور آپ مشرکوں میں سے ہرگز نہ ہوں۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ مَلَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ”اور آپ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے الہ کو مت پکاریں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں“ اس لیے کہ اسی کی ذات پاک اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے کیونکہ الوہیت اسی کی عظمت کے شایان شان ہے۔ ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهُ ط﴾ ”اس کے چہرے کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے مطلع فرمایا ہے کہ اسی کی ذات پاک دائم اور باقی ہے اور وہ زندہ اور ہمیشہ ہمیشہ رہنے والا ہے، ساری مخلوقات مرجائیں گی مگر اس کی ذات پاک کے لیے موت نہیں ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿كُلُّ

مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۖ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ (الرحمن 26:55) ”ہر ایک (مخلوق) جو اس (زمین) پر ہے سب کوفتا ہونا ہے اور آپ کے پروردگار ہی کا چہرہ جو صاحب جلال و عظمت ہے، باقی رہے گا۔“ اس آیت کریمہ میں ﴿وَجْهُ﴾ کا لفظ ذات پاک سے تعبیر ہے، اسی طرح اس آیت: ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۚ﴾ میں بھی لفظ وَجْهُ ذات پاک سے تعبیر ہے۔ صحیح بخاری میں بطریق ابوسلمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ، كَلِمَةٌ لَّبِيدٌ] ”سب سے سچی بات جو کسی شاعر نے کہی ہو، وہ ہے جو لبید نے کہی ہے

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَّا خَلَا اللَّهَ بَاطِلٌ

”خبردار! سن لو اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے۔“^①

اور فرمایا: ﴿لَهُ الْحُكْمُ﴾ ”اسی کا حکم ہے۔“ ملک بھی اسی کا ہے اور تصرف بھی اسی کا، اس کے حکم کی کوئی مخالفت نہیں کر سکتا ﴿وَالْيَهُ تَرْجَعُونَ﴾^② ”اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔“ یعنی قیامت کے دن، پھر وہ تمہیں تمہارے اعمال کے مطابق جزا دے گا، اعمال اچھے ہوئے تو اچھی جزا اور اگر برے ہوئے تو بری سزا۔

سورہ قصص کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔



① صحیح البخاری، مناقب الأنصار، باب أيام الجاهلیة، حدیث: 3841 و صحیح مسلم، الشعر، باب: فی إنشاد

الأشعار.....، حدیث: (3)-2256 عن أبی ہریرة رضی اللہ عنہ .

تفسیر سُورَةُ عَنكَبُوتٍ

یہ سورت کی ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

الْم ① أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ② وَلَقَدْ

الْم ① کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ صرف یہ کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا؟ ② اور البتہ تحقیق ہم نے

فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلْيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلْيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ ③

ان لوگوں کو آزمایا ہے جو ان سے پہلے تھے، پھر اللہ ان لوگوں کو ضرور ظاہر کرے گا جنہوں نے سچ بولا، اور وہ ضرور ظاہر کرے گا ان کو جو جھوٹے ہیں ③ کیا

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ أَنْ يَسْبِقُونَا ط سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ④

جو لوگ برے عمل کرتے ہیں انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ ہم سے سچ کر نکل جائیں گے۔ بہت برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں ④

تفسیر آیات: 4-1

مومنوں کی آزمائش اور اس کا مقصد: حروف مقطعات کے بارے میں گفتگو سورہ بقرہ کے آغاز میں ہو چکی ہے۔ أَحَسِبَ

النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ② ”کیا لوگ یہ خیال کیے ہوئے ہیں کہ (صرف) یہ کہنے سے کہ ہم

ایمان لے آئے، چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی۔“ اس میں استفہام انکاری ہے اور معنی یہ ہے کہ اللہ

سبحانہ و تعالیٰ اپنے مومن بندوں کی ان کے ایمان کے مطابق ضرور آزمائش کرے گا جیسا کہ صحیح حدیث میں بھی آیا ہے: [أَشَدُّ

النَّاسُ بَلَاءً) الْأَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الصَّالِحُونَ، ثُمَّ الْأُمَمَلُ فَلَا تُمَلُّ مِنَ النَّاسِ، يُتَلَّى الرَّجُلُ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ، فَإِنْ

كَانَ فِي دِينِهِ صَلَاحَةٌ، زِيدَ فِي بَلَاءِهِ] ”سب سے سخت آزمائش انبیائے کرام کی ہوتی ہے، پھر صالحین کی اور پھر اس کی جو

ان کے زیادہ مشابہ ہوگا، آدمی کی آزمائش اس کے دین کے مطابق ہوتی ہے، اگر اس کے دین میں مضبوطی ہو تو اس کی آزمائش

میں بھی اضافہ کر دیا جاتا ہے۔“ ① یہ آیت درج ذیل آیت کریمہ کی طرح ہے: أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخَلُوا الْجَنَّةَ وَلَكِنَّا

① جامع الترمذی، الزهد، باب ماجاء فی الصبر علی البلاء، حدیث: 2398 و مسند أحمد: 172/1 عن سعد بن ابی

وقاصؓ جبکہ تفسیر والے الفاظ المستدرک للحاکم، معرفة الصحابة، باب ذکر مناقب ابی ذر الغفاریؓ: 343/3

و مسند أحمد: 369/6 عن فاطمةؓ میں ہیں۔

مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ ط وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ⑤ وَمَنْ جَاهَدَ

جو شخص اللہ سے ملاقات کی امید رکھتا ہے تو (وہ جان لے کہ) بلاشبہ اللہ کا وعدہ ضرور آنے والا ہے، اور وہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے ⑤ اور

فَأَنَّا يَاجَاهِدُ لِنَفْسِهِ ط إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ⑥ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

جو شخص جہاد کرے تو بس وہ اپنے ہی فائدے کے لیے جہاد کرتا ہے، بے شک اللہ تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے ⑥ اور جو لوگ ایمان لائے

الصَّالِحَاتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَحْسَنَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ⑦

اور انھوں نے نیک عمل کیے، ہم ان سے ان کی برائیاں ضرور مٹا دیں گے اور جو عمل وہ کرتے رہے، ہم انھیں ضرور ان کی بہترین جزا دیں گے ⑦

يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمُ الضَّالِّينَ ⑧ (ال عمران 3: 142) ”یا تم نے گمان کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو جانا ہی نہیں جنھوں نے جہاد کیا اور (یہ کہ) وہ صبر کرنے والوں کو جان لے۔“ اور اس کی مثل سورہ توبہ میں بھی آیت ہے۔ ①

اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں یوں فرمایا: ﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ط مَسْتَهْمُ الْبِاسَاءِ وَالضَّالُّونَ حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصُرُ اللَّهُ ط أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ ⑨﴾ (البقرہ 2: 214) ”کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ یوں ہی بہشت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تم کو ان لوگوں کی سی (مشکلیں) تو پیش آئی ہی نہیں جو پہلے گزرے، ان کو بڑی بڑی سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں اور وہ (صعبیوں میں) بہلا دے گئے یہاں تک کہ پیغمبر اور مومن لوگ جو ان کے ساتھ تھے، پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی۔ آگاہ رہو! یقیناً اللہ کی مدد قریب ہے۔“ اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ ⑩﴾ ”اور جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں ہم نے ان کو بھی یقیناً آزمایا تھا (اور انھیں بھی آزمائیں گے)، سو اللہ ان لوگوں کو ضرور جان لے گا جنھوں نے سچ بولا اور ان لوگوں کو بھی ضرور جان لے گا جو جھوٹے ہیں۔“ یعنی اس سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو معلوم کرے گا جو دعوائے ایمان میں سچے ہیں اور ان کو بھی جان لے گا جو دعوائے ایمان میں جھوٹے ہیں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ تو جانتا ہے جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا اور وہ یہ بھی جانتا ہے جو نہیں ہوا، اگر وہ ہوتا تو کس طرح ہوتا۔ اور تمام ائمہ سنت کا اس بات پر اجماع ہے، اسی وجہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر مفسرین ﴿إِلَّا لِنَعْلَمَ﴾ (البقرہ 2: 143) ”مگر یہ کہ ہم معلوم کریں“ جیسے الفاظ کے معنی یہ کرتے ہیں: ”تا کہ ہم دیکھ لیں“ کیونکہ رویت کا تعلق تو اس چیز سے ہوتا ہے جو موجود ہو جبکہ علم، رویت کی نسبت عام ہے کیونکہ اس کا معدوم اور موجود دونوں سے تعلق ہوتا ہے۔

برے لوگ اللہ تعالیٰ کے قابو سے نکل نہیں سکتے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ أَنْ يَسْبِقُونَا ط سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ⑪﴾ ”کیا وہ لوگ جو برے کام کرتے ہیں، یہ سمجھ ہوئے ہیں کہ وہ ہمارے قابو سے نکل جائیں

گے؟ وہ جو فیصلہ کرتے ہیں بہت برا ہے۔“ یعنی جو لوگ دائرہ ایمان میں داخل نہیں ہوئے، وہ بھی یہ خیال نہ کریں کہ وہ فتنہ اور امتحان سے بچ جائیں گے کیونکہ انھیں تو ایسی سزا اور ایسا عذاب ملے گا جو دنیا کی آزمائش کی نسبت بہت زیادہ سخت ہوگا، اسی لیے فرمایا: ﴿أَمْرٌ حَسِبَ الَّذِينَ يَحْكُمُونَ السَّيِّئَاتِ أَنْ يَسْبِقُونَا ط﴾ ”یا ان لوگوں نے جو برے کام کرتے ہیں، یہ گمان کر لیا ہے کہ وہ ہم سے بچ کر نکل جائیں گے۔“ یعنی وہ ہمیں پیچھے چھوڑ دیں گے۔ ﴿سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝۴﴾ ”وہ جو فیصلہ کرتے ہیں بہت برا ہے۔“

تفسیر آیات: 7-5

اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کی امید پوری فرمادے گا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللَّهِ ط﴾ ”جو شخص اللہ کی ملاقات کی امید رکھتا ہو۔“ یعنی اسے امید ہو کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوگی، اس کے لیے وہ نیک عمل کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب جزیل کی امید رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی امید کو پورا فرمادے گا اور اس کے عمل کا اسے پورا پورا اجر و ثواب عطا فرمائے گا اور ایسا یقیناً ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا اور تمام کامنات کو دیکھتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنْ أَجَلَ اللَّهُ لَاتٍ ط وَهُوَ السَّيِّعُ الْعَلِيمُ ۝۵﴾ ”جو شخص اللہ کی ملاقات کی امید رکھتا ہو تو اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت ضرور آنے والا ہے اور وہ خوب سننے والا (اور) خوب جاننے والا ہے۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ ط﴾ ”اور جو شخص محنت کرتا ہے تو اپنے (فائدے کے) لیے ہی محنت کرتا ہے۔“ یہ اسی طرح ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ۝﴾ (ختم السجدة 41:46) ”جو نیک عمل کرے گا تو اپنے لیے۔“ یعنی جس شخص نے نیک عمل کیا تو اس کے عمل کا فائدہ اسی کو ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال سے بے نیاز ہے۔ اگر تمام انسان اپنے میں سے سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار انسان جیسے ہو جائیں تو اس سے اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا، اسی لیے اس نے فرمایا: ﴿وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ ط إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ عَنِ الْعَالَمِينَ ۝۶﴾ ”اور جو شخص محنت کرتا ہے تو اپنے (فائدے کے) لیے ہی محنت کرتا ہے (اور) یقیناً اللہ تو سارے جہان سے بے پروا ہے۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ تمام مخلوق سے بے نیاز ہونے کے باوصف اور ان کے ساتھ لطف و احسان کرنے کے باوجود، وہ ایمان لانے والوں اور اعمال صالحہ سرانجام دینے والوں کو بہت اچھا بدلہ عطا فرمائے گا اور وہ یہ کہ ان کے گناہوں کو دور فرمادے گا اور ان کے اچھے اعمال کا انھیں اس سے بھی اچھا بدلہ عطا فرمائے گا جو وہ عمل کرتے رہے، وہ قلیل نیکی کو بھی قبول فرمائے گا اور ان کے اچھے اعمال کا انھیں بہت اچھا بدلہ عطا فرمائے گا اور برائی کا اتنا ہی بدلہ دے گا جتنی برائی ہوگی یا اسے معاف فرمادے گا جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۝ وَإِنْ تَكَ حَسَنَةً يُّضْعِفْهَا وَيُؤْتِ مَنْ لَدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا ۝﴾ (النساء 40:4) ”اللہ کسی کی بھی حق تلفی نہیں کرتا اور اگر نیکی کی ہوگی تو اس کو دو چندان کر دے گا اور اپنے ہاں سے اجر عظیم بخشے گا۔“ اور یہاں یہ فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَإِنْ جَاهَدَكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین سے نیک سلوک کرنے کی وصیت کی، اور اگر وہ دونوں تجھ پر زور دالیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے جس

فَلَا تُطْعُهُمَا إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَإِنَّبُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ⑧ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

کا تجھے علم نہیں تو ان دونوں کی اطاعت نہ کرنا، میری ہی طرف تھیں لوٹ کر آنا ہے، پھر میں تمہیں بتاؤں گا جو کچھ تم عمل کرتے تھے ⑧ اور جو لوگ ایمان

الصَّالِحِينَ لَنُدْخِلَنَّهُمُ فِي الصَّالِحِينَ ⑨

لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، ہم انہیں نیک لوگوں میں ضرور داخل کریں گے ⑨

أَحْسَنَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ⑦ ”اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہم ضرور ان سے ان کے گناہوں کو دور کر دیں گے اور ان کو ان کے اعمال کا ضرور اچھا بدلہ دیں گے۔“

تفسیر آیات: 9، 8

والدین سے حسن سلوک کا حکم مگر.....: اللہ تعالیٰ نے توحید کے ساتھ مضبوطی سے وابستگی کے بعد اپنے بندوں کو اپنے والدین سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے کیونکہ والدین انسان کے وجود کا سبب ہیں، لہذا انسان کے لیے فرض ہے کہ وہ ان کے ساتھ بے حد حسن سلوک کرے، والد نے اس کی ضروریات کے لیے خرچ کیا اور والدہ نے اسے محبت و شفقت سے پروان چڑھایا، اسی لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ط إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا آفٌ وَلَا تُنْهَرُهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۝ وَاخْفُضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْنِي صَغِيرًا ط (بنی اسرائیل 24، 23: 17) ”اور آپ کے پروردگار نے فیصلہ سنا دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو، اگر ان میں سے ایک یا دونوں تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو آف تک نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکنا اور ان سے نرمی کے ساتھ بات کرو اور ان دونوں کے لیے عاجزی کا بازو نیازمندی سے جھکائے رکھو اور کہو: اے میرے پروردگار! ان دونوں پر رحم فرما جیسے انھوں نے بچپن میں میری پرورش کی۔“

والدین کے احسان کے مقابلے میں ان کے ساتھ شفقت و رحمت اور احسان کی وصیت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم بھی ارشاد فرمایا: وَإِنْ جَاهَدَكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطْعُهُمَا ط ”اگر تیرے ماں باپ تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک بنائے جس کی حقیقت کی تجھے واقفیت نہیں تو تو ان کا کہنا نہ ماننا،“ یعنی جب والدین مشرک ہوں اور ان کی خواہش ہو کہ آپ ان کے دین کی پیروی کریں تو اس صورت میں اپنے آپ کو ان (کے حکم کی اتباع) سے بچائے رکھیں، اس سلسلے میں ان کی بات نہ مانیں۔ تم سب کو روز قیامت میرے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے، میں والدین کے ساتھ حسن سلوک اور صبر کے ساتھ اپنے دین پر قائم رہنے کی جزا دوں گا اور تجھے تیرے والدین کی جماعت میں نہیں بلکہ نیک لوگوں کی جماعت میں اٹھاؤں گا، گودنیا میں تو اپنے والدین ہی کے سب سے زیادہ قریب تھا لیکن قیامت کے دن آدمی کو اس شخص کے ساتھ اٹھایا جائے گا جس کے ساتھ اسے دینی محبت ہوگی، اسی لیے فرمایا: وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمُ فِي

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللّٰهِ فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةً النَّاسِ كَعَذَابِ

اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے، پھر جب اللہ کی راہ میں انھیں ایذا دی جاتی ہے تو وہ لوگوں کے ستانے کو اللہ کے عذاب

اللہ ط وَلٰكِنْ جَاءَ نَصْرٌ مِّن رَّبِّكَ لَيَقُولُنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ط اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ

کے مانند ٹھہراتے ہیں، اور اگر آپ کے رب کی طرف سے مدد آ جائے تو وہ ضرور کہیں گے: بے شک ہم تمہارے ساتھ تھے، کیا جو کچھ جہان والوں کے

بِسَا فِي صُدُورِ الْعٰلَمِيْنَ ⑩ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ⑪

سینوں میں ہے اللہ اُسے خوب جاننے والا نہیں؟ ⑩ اور اللہ انھیں ضرور ظاہر کرے گا جو ایمان لائے اور وہ منافقوں کو بھی ضرور ظاہر کرے گا ⑪

الطَّٰغِيْنَ ⑨ ”اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، ہم انھیں ضرور نیک لوگوں میں داخل کریں گے۔“

امام ترمذی نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت سعد سے روایت کیا ہے کہ میرے بارے میں چار آیات نازل ہوئی ہیں، پھر انھوں نے اپنا قصہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ میری والدہ ام سعد نے مجھے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں نیکی کا حکم نہیں دیا۔ اللہ کی قسم! میں نہ کھانا کھاؤں گی نہ پانی پیوں گی حتیٰ کہ مر جاؤں گی یا تم کفر اختیار کر لو گے، سعد نے بیان کیا کہ میری والدہ کو جب گھر والے کھانا کھانا چاہتے تو وہ زبردستی اس کے منہ کو کھلواتے تھے، اس موقع پر میرے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ط وَاِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ط الْاٰيَةُ

”اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک (کرنے) کا حکم دیا ہے (اے مخاطب!) اگر تیرے ماں باپ تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک بنا جس کی حقیقت سے تجھے واقفیت نہیں تو تو ان کا کہنا نہ مان.....“ ① اس حدیث کو امام احمد، مسلم، ابوداؤد اور نسائی رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے۔ ② اور امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔

تفسیر آیات: 10، 11

منافقین کی عادات: اللہ تعالیٰ نے تکذیب کرنے والے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے جو اپنی زبانوں سے تو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں ایمان نہیں ہے، جب انھیں دنیا میں کوئی آزمائش آتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ان (مسلمانوں) سے ناراضی کی وجہ سے ہے، اس لیے وہ اسلام سے دور ہو جاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللّٰهِ فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةً النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ط﴾ ”اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے، پھر جب ان کو اللہ (کے رستے) میں کوئی ایذا دی جاتی ہے تو لوگوں کی ایذا کو (یوں) بناتے (سمجھتے) ہیں جیسے اللہ کا عذاب۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کی آزمائش یہ ہے کہ جب اسے اللہ کے رستے میں

① جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ العنکبوت، حدیث: 3189. ② مسند احمد: 181/1 و صحیح

مسلم، الجہاد والسير، باب الأنفال، حدیث: (34)-1748 و سنن أبی داود، الجہاد، باب فی النفل، حدیث: 2740

والسنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالى: ﴿حٰثِيَ الْعَفْوَ وَآمُرَ بِالْعُرْفِ﴾ (الأعراف: 199) 349، 348/6،

حدیث: 11196، البتہ امام مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے اسے قدرے مختصر بیان کیا ہے۔

کوئی ایذا پہنچتی ہے تو وہ دین سے مرتد ہو جاتا ہے۔^(۱) دیگر علمائے سلف نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔ یہ آیت حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: **وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يْعْبُدُ اللَّهَ عَلَى حَرْفٍ ۖ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ ۚ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلَى وَجْهِهِ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ** ○ **يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُ وَمَا لَا نُنْفَعُهُ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ** ○ (الحج 12، 11، 22) ”اور لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو کنارے پر کھڑا ہو کر اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ اگر اس کو کوئی (دنیاوی) فائدہ پہنچے تو اس کے سبب مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر کوئی آفت پڑے تو منہ کے بل الٹا پھر جاتا ہے، اس نے دنیا میں بھی نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی، یہی تو نقصان صریح ہے، یہ اللہ کے سوا ایسی چیز کو پکارتا ہے جو نہ اسے نقصان پہنچائے اور نہ فائدہ دے سکے، یہی تو پرلے درجے کی گمراہی ہے۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **وَلَئِنْ جَاءَ نَصْرٌ مِنْ رَبِّكَ لَيَقُولُنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ** ط ”اور البتہ اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے مدد آجائے تو وہ ضرور کہیں گے کہ بلاشبہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔“ یعنی اے محمد! اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے فتح و نصرت اور مال غنیمت حاصل ہو تو یہ لوگ آپ سے کہتے ہیں کہ ہم بھی تمہارے ساتھ ہیں، یعنی ہم بھی تمہارے دینی بھائی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ بِكُمُ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِنَ اللَّهِ قَالُوا لَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ ۖ وَإِنْ كَانَ لِلْكَافِرِينَ نَصِيبٌ قَالُوا لَمْ نَسْتَحِذْ عَلَيْكُمْ وَنَبْغِزْكُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ** ط (النساء 141:4) ”وہ (منافق) جو تمہاری بابت انتظار کرتے رہتے ہیں، پھر اگر اللہ کی طرف سے تمہارے لیے فتح ہو تو وہ کہتے ہیں: کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ اور اگر کافروں کے لیے کچھ حصہ (کامیابی) ہو تو (ان سے) کہتے ہیں: کیا ہم تم پر غالب نہ آنے لگے تھے اور تمہیں مسلمانوں (کے ہاتھ) سے بچا نہیں؟“ اور فرمایا: **فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَنَّ بِالْفَتْحِ أَوْ أُخْرِجَ مِنْ عِنْدِهِ فَيُضْبَحُوا عَلَى مَا أَسْرَوْا فِي أَنْفُسِهِمْ لِيُذِمِّينَ** ط (المائدة 52:5) ”سو قریب ہے کہ اللہ فتح لے آئے یا اپنے ہاں سے کوئی اور امر (نازل فرمائے) پھر یہ اپنے دل کی باتوں پر جو چھپایا کرتے تھے پشیمان ہو جائیں گے۔“ اور یہاں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **وَلَئِنْ جَاءَ نَصْرٌ مِنْ رَبِّكَ لَيَقُولُنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ** ط ”اور اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے مدد آئے تو وہ ضرور کہیں گے کہ ہم تو یقیناً تمہارے ساتھ تھے۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **أَوَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِمَا فِي صُدُورِ الْعَالَمِينَ** ○^(۱۰) ”کیا اللہ اس سے خوب واقف نہیں جو اہل عالم کے سینوں میں ہے؟“ یعنی کیا اللہ تعالیٰ اسے جانتا نہیں جو کچھ ان کے دلوں میں ہے اور جسے یہ اپنے ضمیروں میں چھپائے ہوئے ہیں، خواہ تمہارے سامنے انھوں نے اپنی موافقت کا اظہار ہی کیوں نہ کیا ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَلَيَعْلَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيَعْلَنَّ الْمُنَافِقِينَ** ○^(۱۱) ”اور اللہ ان کو ضرور معلوم کرے گا جو (سچے) مومن ہیں اور منافقوں کو بھی معلوم کر کے رہے گا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ لوگوں کو رنج و راحت کے ساتھ ضرور آزمائے گا تاکہ مومنوں اور منافقوں میں تمیز ہو جائے

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطِيئَتَكُمْ وَمَا هُمْ بِحَامِلِينَ

اور جن لوگوں نے کفر کیا انھوں نے ایمان والوں سے کہا: تم ہمارے راستے کی پیروی کرو، اور ہم تمہارے گناہ اٹھالیں گے، حالانکہ وہ ان کے گناہوں

مِنْ خَطِيئِهِمْ مِنْ شَيْءٍ ط إِنَّهُمْ لَكَذِبُونَ ﴿١٢﴾ وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَعَ أَثْقَالِهِمْ ذ

میں سے کچھ بھی نہیں اٹھائیں گے، بے شک وہ جھوٹے ہیں ﴿١٢﴾ اور یقیناً وہ اپنے بوجھ اور اپنے بوجھوں کے ساتھ کئی اور بوجھ ضرور اٹھائیں گے، اور جو

وَلَيُسْأَلُنَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿١٣﴾

کچھ جھوٹ گھڑتے رہے، روز قیامت ان کے متعلق ان سے ضرور پوچھا جائے گا ﴿١٣﴾

1
13
13

اور جو شخص رنج و راحت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے تو وہ درحقیقت اپنے فائدے کے لیے اطاعت کرتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكَيْدُوكُمْ حَتَّى نَعْلَمَ الْمُجْهِدِينَ مِنْكُمْ وَالضَّيِّقِينَ﴾ (محمد 47: 31) ”اور البتہ ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے یہاں تک کہ جو تم میں لڑائی کرنے والے اور صبر کرنے والے ہیں ان کو معلوم کریں اور ہم تمہارے حالات بھی جانچ لیں۔“ غزوہ احد میں پیش آنے والے امتحان و آزمائش کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّى يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ ط.....﴾ (ال عمران 179: 3) ”جب تک اللہ ناپاک کو پاک سے الگ نہ کر دے گا مومنوں کو اس حال میں جس میں تم ہوہرگز نہیں چھوڑے (رہنے دے) گا۔“

تفسیر آیات: 12، 13

دوسروں کے گناہ اپنے ذمے لینے کے بارے میں کافروں کی جرأت: اللہ تعالیٰ نے کفار قریش کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے ان سے کہا جو ان میں سے ایمان لائے اور ہدایت کی پیروی کرنے لگے تھے کہ دین اسلام کو چھوڑ کر ہمارے دین کی طرف لوٹ آؤ اور ہمارے رستے کی پیروی شروع کر دو ﴿وَلْنَحْمِلْ خَطِيئَتَكُمْ﴾ ”اور ہم تمہارے گناہ اپنے ذمے لے لیں گے۔“ یعنی اگر اس کی وجہ سے تمہیں گناہ ہوگا تو وہ ہماری گردن پر جیسا کہ کہا جاتا ہے:

تو مشق ناز کر خونِ دو عالم میری گردن پر

اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَمَا هُمْ بِحَامِلِينَ مِنْ خَطِيئَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ ط إِنَّهُمْ لَكَذِبُونَ ﴿١٢﴾﴾ ”حالانکہ وہ ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی اٹھانے والے نہیں، کچھ شک نہیں کہ وہ البتہ جھوٹے ہیں۔“ اپنی اس بات میں کہ یہ ان کے گناہ اپنے ذمے لے لیں گے کیونکہ اس دن کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنْ تَنْعُ مُثْقَلَةً إِلَىٰ حِمْلَهَا لَا يَحْمِلُ مِنْهُ شَيْءٌ وَكَوْكَانَ ذَا قُرْبَىٰ ط﴾ (فاطر 18: 35) ”اور اگر کوئی بوجھ میں دبا ہوا اپنے بوجھ (بٹانے) کی طرف بلائے گا تو اس میں سے کچھ بھی اٹھایا نہ جائے گا اگرچہ قربت دار ہی ہو۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَا يَسْأَلُ حَبِيبًا حَبِيبًا ط يُبْصِرُونَ﴾ (المعارج 11، 10: 70) ”اور کوئی گہرا دوست کسی گہرے دوست کا پرسان نہ ہوگا (حالانکہ) وہ انھیں دکھلا دیے

جائیں گے (ایک دوسرے کو سامنے دیکھ رہے ہوں گے۔) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلِيَحْمِلَنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَّعَ أَثْقَالِهِمْ﴾ ”اور وہ البتہ ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور (لوگوں کے) بوجھ بھی۔“ یہ داعیان کفر و ضلالت کے بارے میں خبر دی گئی ہے کہ وہ روز قیامت اپنے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور دوسرے لوگوں کے بوجھ بھی کیونکہ انھوں نے ان لوگوں کو گمراہ کیا تھا اور ان کے بوجھوں میں کوئی کمی نہ کی جائے گی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لِيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا وِمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ﴾ (الآیۃ النحل 25:16) ”تا کہ وہ قیامت کے دن اپنے (اعمال کے) پورے بوجھ بھی اٹھائیں اور ان لوگوں کے بوجھ بھی جنھیں وہ بغیر علم کے گمراہ کرتے ہیں.....“

صحیح حدیث میں ہے: [مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى، كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُحُورٍ مِّنْ (اتَّبَعَهُ) لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُحُورِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ، كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامٍ مِّنْ (اتَّبَعَهُ) لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا] ”جو شخص ہدایت کی طرف دعوت دے، اسے ان لوگوں کے اجر و ثواب کے مثل اجر ملے گا جو اس کی اتباع کریں گے اور اتباع کرنے والوں کے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور جو شخص گمراہی کی طرف دعوت دے، اسے ان لوگوں کے گناہوں کے مثل گناہ ہوگا جو اس گمراہی پر عمل کریں گے اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔“^① اسی طرح صحیح (بخاری) میں ہے: [لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِّنْ دِمَهِهَا، لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ] ”جو شخص بھی ظلم سے قتل کیا جائے گا تو اس کے گناہ میں سے آدم کے پہلے بیٹے کو بھی حصہ ملے گا کیونکہ اس نے قتل کا طریقہ جاری کیا ہے۔“^②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَيَسْئَلَنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾ ”اور جو بہتان یہ باندھتے رہے قیامت کے دن ان کے متعلق ان سے البتہ ضرور پرسش ہوگی۔“ کیونکہ یہ جھوٹ بولتے اور افترا پردازی سے کام لیتے رہے۔ امام ابن ابی حاتم نے یہاں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سب کچھ پہنچا دیا جس کے ساتھ آپ کو مبعوث فرمایا گیا تھا، آپ نے فرمایا:

[إِيَّاكُمْ وَالظُّلْمَ، فَإِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يُقْسِمُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُولُ: وَعِزَّتِي! لَا يَحْزُونُنِي الْيَوْمَ ظُلْمٌ، ثُمَّ يُنَادِي مُنَادٍ، يَقُولُ: أَيُّنَ فُلَانٍ بَنُ فُلَانٍ؟ فَيَأْتِيهِ تَبَعُهُ مِنَ الْحَسَنَاتِ أَمْثَالُ الْجِبَالِ فَيَشْخَصُ النَّاسُ إِلَيْهَا أَبْصَارَهُمْ حَتَّى يَقُومَ بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ عَزَّ وَجَلَّ، ثُمَّ يَأْمُرُ الْمُنَادِي، فَيُنَادِي: مَنْ كَانَتْ لَهُ تَبَاعَةٌ أَوْ ظُلَامَةٌ عِنْدَ فُلَانٍ بَنِ فُلَانٍ، فَهَلُمَّ، فَيُقْبَلُونَ حَتَّى يَجْتَمِعُوا قِيَامًا بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمَنِ، فَيَقُولُ الرَّحْمَنُ:

① صحیح مسلم، العلم، باب من سن سنة حسنة.....، حدیث: 2674 البتہ دونوں قوسوں والے الفاظ سنن ابن ماجہ،

السنة، باب من سن سنة.....، حدیث: 206 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ ② صحیح البخاری، أحاديث الأنبياء، باب

خلق آدم وذريته، حدیث: 3335 وصحیح مسلم، القسامة والمحاريب.....، باب بیان إثم من سن القتل، حدیث:

1677 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ .

اِقْضُوا عَنْ عَبْدِی، فَيَقُولُونَ: كَيْفَ نَقْضِي عَنْهُ؟ فَيَقُولُ لَهُمْ: خُذُوا لَهُمْ مِنْ حَسَنَاتِهِ فَلَا يَزَالُونَ يَأْخُذُونَ مِنْهَا حَتَّى لَا يَبْقَى لَهُ حَسَنَةٌ، وَقَدْ بَقِيَ مِنْ أَصْحَابِ الظُّلُمَاتِ، فَيَقُولُ: اِقْضُوا عَنْ عَبْدِی، فَيَقُولُونَ: لَمْ يَبْقَ لَهُ حَسَنَةٌ، فَيَقُولُ: خُذُوا مِنْ سَيِّئَاتِهِمْ فَأَحْمِلُوهَا عَلَيْهِ]

”اپنے آپ کو ظلم سے بچاؤ، بے شک اللہ تعالیٰ روز قیامت قسم کھائے گا، چنانچہ ارشاد فرمائے گا: مجھے اپنی عزت (وجہ) کی قسم! آج ظلم مجھ سے بچ نہ سکے گا، پھر ایک اعلان کرنے والا یہ اعلان کرے گا کہ فلاں بن فلاں کہاں ہے، وہ آئے گا تو اس کے پیچھے پہاڑوں جیسی نیکیاں آرہی ہوں گی، لوگ آنکھیں اٹھا اٹھا کر ان کی طرف دیکھیں گے حتیٰ کہ وہ اللہ عزوجل کے سامنے کھڑا ہو جائے گا تو وہ منادی کو حکم دے گا اور وہ یہ اعلان کرے گا کہ جس کا فلاں بن فلاں پر کوئی حق ہے یا اس نے کسی پر ظلم کیا ہے تو وہ آجائے، لوگ آکر جمع ہوتے جائیں گے اور رحمان عزوجل کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے، رحمان فرمائے گا: میرے بندے کی طرف سے ادا کرو، وہ کہیں گے کہ ہم اس کی طرف سے کیسے ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اس کی نیکیاں لے کر ان کو دے دو، (فرشتے) اس کی نیکیاں لے کر ان (حق داروں) کو دینا شروع کر دیں گے حتیٰ کہ اس کی نیکیاں نہ بچیں گی جبکہ مظلوم ابھی باقی ہوں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے بندے کی طرف سے ادا کرو۔ تو فرشتے کہیں گے کہ اس کی تو ایک نیکی بھی نہیں بچی، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ان حق داروں کے گناہ لے کر اس پر ڈال دو، پھر نبی اکرم ﷺ نے اس آیت کریمہ سے استدلال فرمایا: ﴿وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَّعَ أَثْقَالِهِمْ ۚ وَلَيَسْئَلُنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝﴾ ”اور یقیناً وہ اپنے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور (لوگوں کے) بوجھ بھی، اور جو بہتان وہ باندھتے رہے قیامت کے دن ان کے متعلق ان سے ضرور پرسش ہوگی۔“^①

اس حدیث کا ایک شاہد بھی ہے جو صحیح مسلم میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ، وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هَذَا، وَقَذَفَ هَذَا، وَأَكَلَ مَالَ هَذَا، وَسَفَكَ دَمَ هَذَا، وَضَرَبَ هَذَا، فَيُعْطَى هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ وَهَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضَى مَا عَلَيْهِ، أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرْحَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ] ”یقیناً میری امت میں سے مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکوٰۃ سمیت حاضر ہوگا جبکہ اس نے کسی کو گالی دی ہے، کسی پر بہتان باندھا ہے، کسی کا مال کھایا ہے، کسی کا خون بہایا ہے اور کسی کو مارا ہے، چنانچہ اس (مظلوم) کو اس کی نیکیوں میں سے کچھ دیا جائے گا اور اس کو بھی اس کی نیکیوں میں سے (دیا جائے گا)۔ پس اگر اس عائد شدہ حقوق کی مکمل ادائیگی ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو ان (مظلومین) کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیے جائیں گے، پھر اسے آگ میں پھینک دیا جائے گا۔“^②

① تفسیر ابن ابی حاتم: 3040، 3039/9 و الدر المنثور: 272/5. ② صحیح مسلم، البر والصلة و الأدب، باب تحریم

الظلم، حدیث: 2581.

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا فَآخَذَهُمُ الطُّوفَانُ

اور بلاشبہ ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا، تو وہ ان میں پچاس کم ایک ہزار سال رہا، پھر انھیں طوفان نے اس حال میں پکڑ لیا کہ وہ ظالم

وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿١٤﴾ فَانْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَا اٰیَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٥﴾

تھے ﴿١٤﴾ پھر ہم نے اسے اور کشتی والوں کو نجات دی، اور ہم نے اس (کشتی) کو دنیا والوں کے لیے عظیم نشانی بنادیا ﴿١٥﴾

تفسیر آیات: 14، 15

حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر: اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد و رسول محمد ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ وہ طویل مدت تک اپنی قوم کو رات دن، خفیہ اور علانیہ طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے رہے مگر قوم حق سے اعراض کرتے ہوئے راہ فرار اختیار کرتی اور ان کی تکذیب کرتی رہی اور ان پر بہت ہی تھوڑے لوگ ایمان لائے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا فَآخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ﴾ ﴿١٤﴾ ”تو وہ ان میں پچاس کم ہزار برس رہے، پھر ان کو طوفان (کے عذاب) نے اس حال میں آپکڑا کہ وہ ظالم تھے۔“ اس طویل مدت تک تبلیغ و انذار کے باوجود قوم نوح راہ راست پر نہ آئی تو اے محمد! آپ بھی اپنی قوم کے کفر کی وجہ سے غم نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت فرمائے اور جسے چاہے گمراہ کر دے، سارا معاملہ اسی کے ہاتھ میں ہے اور تمام امور اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۚ وَكُوِّدَ لَهُمْ كُلُّ اٰیَةٍ.....﴾ (الآیۃ یونس 96: 10) ”جن لوگوں کے بارے میں آپ کے رب کا حکم (عذاب) قرار پا چکا ہے بلاشبہ وہ ایمان نہیں لائیں گے، خواہ ان کے پاس ساری نشانیاں آجائیں.....“ اور یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ہی کو غلبہ عطا فرمائے گا، آپ کو اپنی نصرت و تائید سے سرفراز فرمائے گا، آپ کے دشمنوں کو ذلیل و خوار کر دے گا اور انھیں پست سے پست کر دے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو جب مبعوث کیا گیا تو اس وقت آپ کی عمر چالیس سال تھی، آپ اپنی قوم میں نو سو پچاس سال تک رہے، پھر طوفان کے بعد آپ ساٹھ برس تک زندہ رہے حتیٰ کہ دوبارہ پھر لوگوں کی کثرت ہو گئی اور وہ زمین میں پھیل گئے۔ ﴿١﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَانْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ﴾ ”پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو نجات دی۔“ یعنی ان لوگوں کو جو حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے، اس کا سورہ ہود میں تفصیل کے ساتھ ذکر ہو چکا ہے۔ ﴿٢﴾ اور اس کی وہاں تفسیر بھی بیان کی جا چکی ہے، لہذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور فرمایا: ﴿وَجَعَلْنٰهَا اٰیَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ ﴿١٥﴾ ”اور ہم نے کشتی کو اہل عالم کے لیے نشانی بنادیا۔“ یعنی اس کشتی کو یا تو ہم نے بعینہ باقی رکھا جیسا کہ امام قتادہ کا قول ہے کہ وہ کشتی اسلام کے ابتدائی دور تک کوہ جودی پر موجود تھی یا اس کے معنی یہ ہیں کہ کشتی کی نوع کو ہم نے لوگوں کے لیے نشانی بنادیا ہے اور

﴿١﴾ المستدرک للحاکم، تواریخ المتقدمین.....، باب ذکر نوح النبی ﷺ: 546، 545/2، حدیث: 4005 و المصنف لابن

أبی شیبۃ، التاریخ: 34/7، حدیث: 33907. ﴿٢﴾ دیکھیے ہود، آیات: 36-48 کے ذیل میں عنوان: ”قوم کے انجام کے بارے

میں حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی“

وَابْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ اَعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ۚ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١٦﴾

اور (ہم نے) ابراہیم کو (بھیجا) جب اس نے اپنی قوم سے کہا: تم اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو، اگر تم جانتے ہو تو یہ تمہارے

اِنَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَتَخْلُقُوْنَ اِفْكًَا ۚ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ

لیے بہت بہتر ہے ﴿١٩﴾ تم تو اللہ کے سوا بتوں ہی کی عبادت کرتے ہو، اور تم جھوٹ گھڑتے ہو، بلاشبہ اللہ کے سوا جن کی تم عبادت

دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوا لَهٗ ۚ

کرتے ہو وہ تمہارے لیے رزق کا اختیار نہیں رکھتے، لہذا تم اللہ کے ہاں رزق تلاش کرو، اور تم اسی کی عبادت کرو اور تم اسی کا شکر

اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿١٧﴾ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ۚ وَمَا عَلٰی الرَّسُوْلِ اِلَّا

کرو، تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ﴿١٧﴾ اور اگر تم جھٹلاؤ تو یقیناً تم سے پہلے کئی امتوں نے جھٹلایا ہے، اور رسول کا کام تو صرف

اَلْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿١٨﴾

کھلا کھلا پہنچا دینا ہے ﴿١٨﴾

وہ انھیں مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد دلاتی ہے کہ اس نے انھیں طوفان سے کس طرح نجات بخشی تھی۔ ﴿١﴾ جیسا کہ ارشاد

باری تعالیٰ ہے: ﴿٢﴾ وَاٰیۃُ لّٰھُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَھُمْ فِی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ ۚ وَخَلَقْنَا لَھُمْ مِّنْ مِّثْلِہٖ مَا یُرِکْبُوْنَ ۝ وَاَنۡ نَّشَا

نُغْرِقَھُمْ فَلَا صَرِیْحَ لَھُمْ وَلَا هُمْ یُنْقِذُوْنَ ۝ اِلَّا رَحْمَۃً مِنَّا وَمَتَاعًا اِلٰی حَیْنٍ ۝ (یس: 41-44) ”اور ایک نشانی ان

کے لیے یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا اور ان کے لیے ویسی ہی اور چیزیں پیدا کیں جن پر وہ سوار

ہوتے ہیں اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں، پھر نہ تو ان کا کوئی فریاد رس ہو اور نہ وہ بچائے جائیں مگر یہ ہماری رحمت ہے

اور ایک مدت تک کے فائدے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿٣﴾ اِنَّا لَنَّا طَعَا الْمَآءِ حَمَلُکُمْ فِی الْبَارِیۃِ ۚ لِنَجْعَلَهَا لَکُمْ تَذٰکِرًا ۚ وَنَعْبِہَا

اُذُنٌ وَّاعِیۃٌ ۝ (الحاقۃ: 12, 11: 69) ”جب پانی طغیانی پر آیا تو بلاشبہ ہم نے تم (لوگوں) کو کشتی میں سوار کر لیا تاکہ اسے

تمہارے لیے نصیحت بنائیں اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿٤﴾ فَاَنْجِیْنٰہُ وَاَصْحٰبَ السَّفِیْنِۃِ

وَجَعَلْنٰہَا اٰیۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿٥﴾ ”پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو نجات دی اور کشتی کو اہل عالم کے لیے نشانی بنا دیا۔“ یہ شخص

سے جس کی طرف تدریج ہے ﴿٦﴾ جیسا کہ فرمایا: ﴿٧﴾ وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَآئِیْحَ وَجَعَلْنٰہَا رُجُومًا لِّلشَّیْطٰنِ

(الملک: 5: 67) ”البتہ تحقیق اور ہم نے قریب کے آسمان کو (تاروں کے) چراغوں سے زینت دی اور انھیں شیطانوں کو مارنے کا

آلہ بنایا۔“ یعنی ان ستاروں میں سے ایک نوع کو ہم نے شیطانوں کو مارنے کا آلہ بنایا، اس لیے کہ جن ستاروں کے ساتھ شیطانوں

کو مارا جاتا ہے وہ آسمان کی زینت والے ستارے نہیں ہیں، اسی طرح فرمایا: ﴿٨﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ ۝

﴿٩﴾ تفسیر الطبری: 20/166. ﴿١٠﴾ یعنی پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿١١﴾ لِنَجْعَلَهَا لَکُمْ تَذٰکِرًا ۚ (الحاقۃ: 12: 69) ”تاکہ ہم اسے

تمہارے لیے نصیحت بنائیں“ جبکہ یہاں فرمایا: ﴿١٢﴾ وَجَعَلْنٰہَا اٰیۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿١٣﴾ ”اور اسے ہم نے جہاں والوں کے لیے نشانی بنا دیا“ تو

یہ شخص (خصوص) سے جس (عموم) کی طرف تدریج ہے۔

ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ۝ (المؤمنون 12: 23) ”اور بلاشبہ ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا ہے، پھر اسے ایک مضبوط (اور محفوظ) جگہ میں نطفہ بنا کر رکھا۔“ اور اس کی قرآن میں مثالیں بہت ہیں۔

تفسیر آیات: 16-18

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کو وعظ: اللہ تعالیٰ نے اپنے عہد و رسول اور خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام، جو امام الموحدين تھے، کے بارے میں فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم کو دعوت دی کہ وہ اللہ وحدہ لا شریک ہی کی عبادت کریں، صرف اسی کا تقویٰ اختیار کریں، صرف اسی وحدہ لا شریک ہی سے رزق طلب کریں اور صرف اسی کا شکر بجالائیں کیونکہ تمام نعمتیں اس نے عطا فرمائیں ہیں، اس کے سوا اور کوئی نعمتیں عطا فرمانے والا نہیں ہے تو اس بات کا مستحق بھی وہ ہے کہ اس کا شکر ادا کیا جائے، بہر حال حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: ﴿اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ﴾ یعنی اخلاص کے ساتھ صرف اللہ کی عبادت کرو اور صرف اسی سے ڈرو۔ ﴿ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ 16 ”اگر تم جانتے ہو تو یہ تمھارے حق میں بہتر ہے۔“ یعنی جب تم ایسا کرو گے تو یہ دنیا و آخرت میں تمھارے لیے بہتر ہوگا اور دنیا و آخرت کی خرابی کو وہ تم سے دور فرما دے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ یہ بت جن کی تم پوجا کرتے ہو یہ تو کسی نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں، تم نے خود کچھ نام گھڑے اور ان کے ساتھ اپنے معبودانِ باطلہ کو موسوم کر لیا ہے ورنہ وہ تو تمھاری طرح مخلوق ہی ہیں، عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی تفسیر اسی طرح کی ہے۔ 17 مجاہد اور سدی کا بھی یہی قول ہے۔ 18 اور ابلی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان بتوں کو تم خود تراشتے ہو۔ 19 اور یہ تمھیں رزق دینے کی قطعاً قدرت نہیں رکھتے ﴿فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ﴾ ”پس اللہ ہی کے ہاں سے رزق طلب کرو۔“ اس میں رزق عطا کرنے کو اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پاک کے ساتھ نہایت شدت کے ساتھ محدود و محصور کر دیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ ط (الفاتحہ 1: 5) ”(اے پروردگار) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ﴾ (التحریم 11: 66) ”اے میرے پروردگار! میرے لیے بہشت میں اپنے پاس ہی ایک گھر بنا۔“ اسی لیے فرمایا: ﴿فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ﴾ ”پس اللہ ہی کے ہاں سے رزق طلب کرو۔“ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے ہاں سے رزق طلب نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور کسی بھی چیز کا مالک نہیں ہے ﴿وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ﴾ ط ”اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر کرو۔“ یعنی اسی کا رزق کھاؤ، اسی وحدہ لا شریک کی عبادت کرو اور اسی کی عطا کردہ نعمتوں پر اسی ذات پاک کا شکر بجالاؤ۔ ﴿إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ 17 ”اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔“ یعنی قیامت کے دن، پھر وہ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ عطا فرمائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنْ تَكْذِبُوا فَقَدْ كَذَّبَ أُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ﴾ ط ”اور اگر تم (میری) تکذیب کرو تو یقیناً تم سے

① تفسیر ابن ابی حاتم: 3044/9 • ② تفسیر ابن ابی حاتم: 3044/9 • ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 3044/9

اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۚ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿١٩﴾ قُلْ سَيُّرُوْا

کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ اللہ مخلوق کو پہلی بار کیسے پیدا کرتا ہے، پھر وہ اسے لوٹائے گا، بلاشبہ یہ اللہ پر بہت آسان ہے ﴿١٩﴾ کہہ دیجیے:

فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَا الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشَاةَ الْاٰخِرَةَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلَى كُلِّ

تم زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو اس نے مخلوق پہلی بار کیسے پیدا کی؟ پھر اللہ ہی (اسے) دوسری بار پیدا کرے گا، بلاشبہ اللہ ہر شے پر

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٠﴾ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَاءُ ۚ وَالِيْهِ تُقْلَبُوْنَ ﴿٢١﴾ وَمَا اَنْتُمْ

خوب قادر ہے ﴿٢٠﴾ وہ جسے چاہے عذاب دے گا اور جس پر چاہے رحم کرے گا، اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ﴿٢١﴾ اور تم (اللہ کو) نہ

بَسْعٰجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَلَا نَصِيْرٍ ﴿٢٢﴾ وَالَّذِيْنَ

زمین میں عاجز کرنے والے ہو اور نہ آسمان میں، اور تمھارے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار ﴿٢٢﴾ اور جن لوگوں نے

كَفَرُوْا بِآيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهِ اُولٰٓئِكَ يَكْسِبُوْنَ مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٢٣﴾

اللہ کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا، وہی لوگ میری رحمت سے ناامید ہو چکے ہیں، اور انھی کے لیے دردناک عذاب ہے ﴿٢٣﴾

پہلے بھی امتیں (اپنے پیغمبروں کی) تکذیب کر چکی ہیں۔ یعنی تمھیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی مخالفت

کی وجہ سے ان امتوں پر کیسے کیسے عبرت ناک عذاب نازل ہوئے تھے۔ ﴿وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ ﴿١٩﴾ اور

پیغمبر کے ذمے کھول کر سنا دینے کے سوا اور کچھ نہیں۔ یعنی رسول کا فرض یہ ہے کہ وہ تم تک اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچا دیں، پھر

اللہ تعالیٰ جسے چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے ہدایت سے سرفراز فرمائے، لہذا تم کوشش کرو کہ سعادت مندوں میں سے بن

جاؤ، امام قتادہ نے فرمایا ہے کہ اس فرمان: ﴿وَاِنَّ تَكْذِبًا لَّوَقَّعْتُ كَذَّبَ اَمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ﴾ میں نبی اکرم ﷺ کو تسلی دی گئی

ہے۔ ﴿یعنی ان کے قول کے مطابق یہ جملہ پہلے کلام سے الگ اور یہاں سے لے کر ﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمٍ﴾ (العنکبوت

24:29) تک معترضہ ہے، امام ابن جریر نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔ ﴿جبکہ سیاق سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت

ابراہیم خلیل اللہ کا قول ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس ساری گفتگو کے بعد ﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمٍ﴾ (العنکبوت 24:29)

سے اثبات آخرت کے لیے ان کے خلاف استدلال کیا گیا ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

تفسیر آیات: 23-19

حیات بعد الممات کے دلائل: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ ان کی قوم آخرت کی منکر

تھی، انھوں نے اس کے بارے میں اپنی قوم کی رہنمائی اس طرح فرمائی کہ دیکھو ایک وقت تھا کہ تمھارا کوئی ذکر نہ تھا مگر اللہ

تعالیٰ نے تمھیں پیدا فرمایا اور تمھیں دیکھنے اور سننے والے انسان بنا دیا۔ جس ذات پاک نے تمھیں پہلی دفعہ پیدا فرمایا وہ اس

بات پر بھی قادر ہے کہ تمھیں مرنے کے بعد دوبارہ پیدا فرمائے، یہ اس کے لیے بہت آسان ہے کچھ مشکل نہیں، پھر حضرت

ابراہیم علیہ السلام نے رہنمائی کرتے ہوئے اپنی قوم سے یہ بھی فرمایا کہ ان نشانیوں سے عبرت حاصل کرو جو اللہ تعالیٰ نے اس

کائنات میں پیدا فرمائی ہیں، دیکھو اس نے آسمانوں کو پیدا فرمایا اور ان میں روشن نجوم جو سیارہ وغیرہ ہیں، کو پیدا فرمایا، زمینوں کو اور ان میں میدانوں، پہاڑوں، وادیوں، جنگلوں، صحراؤں، درختوں، نہروں، پھلوں، دریاؤں اور سمندروں کو پیدا فرمایا، الغرض! کائنات کی ایک ایک چیز اپنے پیدا کرنے والے کے وجود کی شہادت دے رہی ہے جس کی شان یہ ہے کہ وہ جب بھی کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ پیدا ہو جاتی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللَّهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝﴾ ”کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ خلقت کو پہلی بار کس طرح پیدا کرتا ہے، پھر وہی اس کو لوٹائے گا، بلاشبہ یہ اللہ پر آسان ہے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ ۚ﴾ (الروم 27:30) ”اور وہی تو ہے جو خلقت کو پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے، پھر اسے لوٹائے گا اور یہ اس کے لیے بہت آسان ہے۔“ پھر فرمایا: ﴿قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللَّهُ يُنشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝﴾ ”کہہ دیجیے: ملک میں چلو پھرو، پھر دیکھو کہ اس نے کس طرح خلقت کو پہلی دفعہ پیدا کیا، پھر اللہ ہی دوسری دفعہ پیدا کرے گا، بے شک اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔“

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ وَيَرْحَمُ مَن يَشَاءُ ۚ﴾ ”وہ جسے چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم کرے۔“ یعنی وہ حاکم متصرف ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو ارادہ فرمالے اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے، کوئی اس کے فیصلے کو بدل نہیں سکتا، وہ جو کرتا ہے اس کے بارے میں اس سے سوال نہیں کیا جاسکتا جبکہ سب لوگوں سے سوال کیا جائے گا، سب مخلوق اسی کی ہے اور حکم بھی اسی کا ہے، اس کا ہر کام سراپا عدل ہے کیونکہ وہ ایسا مالک ہے جو ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا جیسا کہ اس حدیث میں ہے جسے اہل سنن نے روایت کیا ہے: [لَوْ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَىٰ عَذَّبَ أَهْلَ سَمَوَاتِهِ وَأَهْلَ أَرْضِهِ عَذَابَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَّهُمْ] ”اگر اللہ تعالیٰ تمام آسمان والوں اور تمام زمین والوں کو عذاب دے تو وہ انھیں عذاب دینے کے باوجود بھی ظالم نہیں ہوگا۔“ ① اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿يُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ وَيَرْحَمُ مَن يَشَاءُ ۚ وَالْيَهُ تَقْلِبُونَ ۝﴾ ”وہ جسے چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم کرے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔“ یعنی قیامت کے دن اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

اور اس کا ارشاد ہے: ﴿وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ۚ﴾ ”اور تم (اس کو) نہ زمین میں عاجز کرنے والے ہو نہ آسمان میں۔“ یعنی آسمانوں اور زمین والوں میں سے اسے کوئی عاجز نہیں کر سکتا، وہ اپنے بندوں پر غالب ہے، ہر چیز اس سے خائف اور اس کی محتاج ہے جبکہ وہ اپنے سوا ہر چیز سے بے نیاز ہے ﴿وَمَا لَكُمْ مِّن دُونِ اللَّهِ مِن دَٰلِي وَلَا نَصِيرٍ ۝﴾ ”اور نہ اللہ کے سوا تمھارا کوئی دوست ہے اور نہ مددگار اور جن لوگوں نے اللہ

① سنن أبی داود، السنۃ، باب فی القدر، حدیث: 4699 و سنن ابن ماجہ، السنۃ، باب فی القدر، حدیث: 77 عن أبی

بن کعب ؓ موقوفاً وزید بن ثابت ؓ مرفوعاً.

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا اقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ فَأَنْجَاهُ اللَّهُ مِنَ النَّارِ إِنَّ فِي

پھر ابراہیم کی قوم کا جواب بس یہی تھا کہ انھوں نے کہا: اسے قتل کر دیا اسے جلا دو، پھر اللہ نے اسے آگ سے نجات دی، بے شک اس میں ایمان لانے

ذَلِكَ لَأَيِّتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٢٤﴾ وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا ۖ مَوَدَّةَ

والے لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں ﴿24﴾ اور ابراہیم نے کہا: تم نے اللہ کے سوا جن بتوں کو معبود ٹھہرایا ہے، تو یہ محض تمھاری آپس کی دنیا کی دوستی کی وجہ

بَيْنَكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُم بِبَعْضٍ ۚ لِيَلْعَنَ بَعْضُكُم بَعْضًا ۚ

سے ہے، پھر روز قیامت تم میں سے ایک دوسرے کا انکار کرے گا، اور تم میں سے ایک دوسرے پر لعنت بھیجے گا، اور تمھارا ٹھکانا آگ ہے، اور تمھارے

وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ﴿٢٥﴾

لے کوئی مدد کرنے والے نہ ہوں گے ﴿25﴾

کی آیتوں سے اور اس کے ملنے سے انکار کیا۔“ یعنی ملاقات سے انکار کیا اور آخرت کے ساتھ کفر کیا ﴿٢٤﴾ اُولَٰئِكَ يَنْتَظِرُونَ رَحْمَتِي ﴿٢٥﴾ ”یہی لوگ میری رحمت سے ناامید ہیں۔“ کہ ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے، ﴿٢٥﴾ اُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ ﴿٢٦﴾ ”اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے۔“ یعنی ان کے لیے دنیا و آخرت میں ایسا عذاب ہوگا جو بے حد دکھ اور درد دینے والا ہوگا۔

تفسیر آیات: 25، 24

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا جواب: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے کفر، عناد، ہٹ دھرمی اور باطل کے ساتھ حق کی مخالفت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے رشد و ہدایت پر مبنی کلام کو سننے کے بعد ﴿٢٤﴾ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ ”کہنے لگے کہ اسے مار ڈالو یا جلا دو۔“ اس لیے کہ ان پر برہان قائم ہو چکی تھی اور حجت غالب آ گئی تھی مگر انھوں نے اسے قبول کرنے کے بجائے اپنی طاقت و قوت کو استعمال کرنے کا فیصلہ کیا: ﴿٢٥﴾ قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْفُوهُ فِي الْجَحِيمِ ﴿٢٦﴾ فَأَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ ﴿٢٧﴾ (الصَّافَّاتُ: 98، 97، 96) ”وہ کہنے لگے کہ اس کے لیے ایک عمارت بناؤ، پھر اسے بھڑکتی آگ میں ڈال دو، غرض انھوں نے اس کے ساتھ ایک چال چلنی چاہی تو ہم نے انھی کو زیر کر دیا۔“ انھوں نے ایک طویل مدت تک بہت زبردست ایندھن جمع کیا، اس کے گرد دیوار بنادی، پھر اس میں آگ لگا دی، آگ کے شعلوں نے آسمان سے باتیں کرنا شروع کر دیں، دنیا کی تاریخ میں ایسی زبردست آگ پہلے کبھی نہ جلائی گئی تھی، پھر انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پکڑ کر منجیق کے ایک پلڑے میں رکھ کر آگ میں ڈال دیا مگر اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو آپ کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی بنادیا اور آپ وہاں کئی دن رہنے کے بعد سلامتی کے ساتھ باہر نکل آئے، اسی طرح کے ابتلا اور دیگر امتحانوں میں کامیابی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو لوگوں کا امام بنادیا اور آپ نے اپنے آپ کو اللہ کے لیے وقف کر دیا، اس کی خاطر آتش نمرود میں چھلانگ لگا دی، اس کی رضا کے لیے اپنے بیٹے کو قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ اپنا مال انھوں نے مہمانوں کے لیے وقف کر دیا، آپ کے انھی اوصاف حمیدہ کی وجہ سے تمام اہل ادیان آپ کی محبت کا دم بھرتے ہیں۔ اور ارشاد باری تعالیٰ

فَأَمَّنْ لَهُ لَوْطٌ مَّ وَقَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ إِلَىٰ رَبِّي ۖ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٢٦﴾ وَوَهَبْنَا

پھر ابراہیم پر لوط ایمان لایا، اور ابراہیم نے کہا: بے شک میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں، بلاشبہ وہ نہایت غالب، خوب حکمت والا

لَهُ إِسْحَاقُ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ وَآتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا ۚ

ہے ﴿٢٧﴾ اور ہم نے اسے اسحق اور یعقوب دیے اور اس کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھ دی، اور ہم نے اسے اس کا اجر دنیا میں بھی دیا، اور بلاشبہ وہ

وَأَنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿٢٧﴾

آخرت میں صالح لوگوں میں سے ہوگا ﴿٢٧﴾

ہے: ﴿فَأَنبَهُ اللَّهُ مِنَ النَّارِ﴾ ”اللہ نے اس کو آگ سے بچالیا۔“ یعنی آگ کو آپ کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی بنا کر آپ کو اس سے محفوظ رکھا۔ ﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ ”جو لوگ ایمان رکھتے ہیں، بلاشبہ ان کے لیے اس میں نشانیاں ہیں۔“

فقط دنیا کی خاطر تعلقات کا انجام: ابراہیم علیہ السلام نے قوم کے سامنے بتوں کی عاجزی کو بیان فرمایا: ﴿وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ ”اور (ابراہیم نے) کہا کہ تم جو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو لے بیٹھے ہو تو دنیاوی زندگی میں باہم دوستی کے لیے۔“ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کی پوجا کی وجہ سے اپنی قوم کو ڈانٹتے اور ان کے اس کروت پر سرزنش کرتے ہوئے فرمایا کہ تم نے یہ کام اس لیے شروع کیا ہے تاکہ دنیاوی زندگی میں ایک دوسرے سے محبت کے اظہار کے لیے تم سب بتوں کی پوجا پر جمع ہو جاؤ، ﴿ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ ”پھر قیامت کے دن۔“ صورت حال اس کے بالکل برعکس ہوگی اور یہ محبت اور دوستی، بغض اور دشمنی میں تبدیل ہو جائے گی، پھر: ﴿يَكْفُرُ بَعْضُكُم بِبَعْضٍ﴾ ”ایک دوسرے (کی دوستی) سے انکار کر دو گے۔“ اپنے آپس کے تعلقات سے منکر ہو جاؤ گے۔ ﴿وَيَلْعَنُ بَعْضُكُم بَعْضًا﴾ ”اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے۔“ پیر و کار اپنے پیشواؤں پر اور پیشوا اپنے پیروکاروں پر لعنت بھیجیں گے۔ ﴿كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لِّعَذَابٍ اخْتَبَتْ﴾ (الأعراف: 38) ”جب بھی ایک جماعت (وہاں) داخل ہوگی تو اپنے جیسی (دوسری جماعت) پر لعنت کرے گی۔“ اور فرمایا: ﴿الْأَخْلَافُ يَوْمَئِذٍ لِّبَعْضِكُم لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ﴾ (الزخرف: 67) ”جو (آپس میں) دوست ہیں اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار (کہ باہم دوست ہی رہیں گے)۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُم بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُم بَعْضًا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّنْ نَّصِيرِينَ﴾ ”یعنی قیامت کے دن کے مختلف مراحل طے کرنے کے بعد تمہارا ٹھکانا دوزخ ہوگا، کوئی مددگار نہ ہوگا جو تمہاری مدد کرے اور نہ کوئی بچانے والا ہوگا جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے، یہ کافروں کا حال ہے جبکہ مومنوں کا حال اس کے الٹ ہوگا۔“

تفسیر آیات: 27، 28

حضرت لوط علیہ السلام کا ایمان و ہجرت: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت لوط، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے، بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام آپ کے بھتیجے تھے اور آپ کا سلسلہ نسب اس طرح بیان کیا جاتا ہے: لوط بن ہارن

بن آزر، یعنی آپ کی قوم میں سے ان کے سوا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ کے سوا اور کوئی ایمان نہیں لایا تھا لیکن سوال یہ ہے کہ اس آیت کریمہ اور اس حدیث میں تطبیق کس طرح ہوگی جو صحیح بخاری میں ہے اور جس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جب ایک جبار شخص کے پاس سے گزر ہوا تو اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت سارہ کے بارے میں پوچھا کہ یہ آپ کی کیا لگتی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا یہ میری بہن ہیں، پھر آپ نے حضرت سارہ کے پاس آکر ان سے کہا: میں نے اس شخص سے کہا ہے کہ آپ میری بہن ہیں تو میری تکذیب نہ کرنا کیونکہ اس وقت روئے زمین پر میرے اور آپ کے سوا کوئی مومن نہیں تو دینی اعتبار سے تو میری بہن بھی ہے۔^① آپ کی اس سے مراد یہ تھی کہ اس وقت روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی اور جوڑا مومن نہیں ہے۔^② وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

آپ کی قوم میں سے لوط علیہ السلام آپ پر ایمان لائے، انھوں نے آپ کے ساتھ بلاد شام کی طرف ہجرت کی، پھر انھیں آپ کی زندگی ہی میں اہل سدوم کی طرف نبی بنا کر مبعوث کر دیا گیا، اہل سدوم اس خرابی میں مبتلا تھے جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے اور آئندہ بھی ہوگا۔^③ **وَقَالَ رَبِّيْ مُهَاجِرْ اِلٰى رَبِّيْ ط** ”اور کہنے لگے کہ میں اپنے پروردگار کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں۔“ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ حضرت لوط علیہ السلام کا قول ہو کیونکہ قریب ترین مرجع آپ ہی ہیں۔ اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول ہو، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک کا قول ہے کہ **فَاَمَّنْ لَّدٰى لُوطٍ مَّ** کا کنایہ آپ ہی سے ہے اور **لَّدٰى** کی ضمیر ابراہیم علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔^④ یعنی آپ کی قوم میں سے لوط علیہ السلام ہی ایمان لائے، پھر ان کے بارے میں بتایا گیا کہ اپنی قوم میں سے صرف انھوں نے ہجرت کو پسند فرمایا تاکہ دین کا اظہار کیا جائے اور اسے غلبہ حاصل ہو، اس لیے انھوں نے فرمایا: **اِنَّهُ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ** ^⑤ ”بے شک وہ نہایت غالب، خوب حکمت والا ہے۔“ یعنی غلبہ و عزت اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مومنوں ہی کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس اپنے اقوال، افعال اور قدری و شرعی احکام میں حکیم ہے، قنادہ کہتے ہیں کہ دونوں ہی نے کوفہ کی بستی کوئی سے شام کی طرف ہجرت کی تھی۔^⑥

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق و یعقوب عطا فرمائے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَوَهَبْنَا لَدٰى اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ** ”اور ہم نے ان کو اسحاق اور یعقوب بخشے۔“ جیسا کہ فرمایا: **فَاٰتَيْنَا اٰمَنًا لَّهُمْ وَمَا يَعْجُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَهَبْنَا لَدٰى اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ط وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا** ○ (مریم 49:19) ”پھر جب ابراہیم، ان لوگوں سے اور جن کی وہ اللہ کے سوا پرستش کرتے تھے،

① صحیح البخاری، البیوع، باب شراء المملوك.....، حدیث: 2217 و صحیح مسلم، الفضائل، باب من فضائل

إبراهيم الخليل علیہ السلام، حدیث: 2371 عن أبي هريرة ؓ. ② یاروئے زمین سے مراد وہ خاص بستی ہے جہاں ابراہیم اور سارہ علیہ السلام

موجود تھے اور ان کے ہمراہ لوط علیہ السلام نہیں تھے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے فتح الباری: 452/6. ③ دیکھیے ہود، آیات: 80-83

کے ذیل میں عنوان: ”حضرت لوط کی عاجزی، قوت کی تمنا اور فرشتوں کا آپ کو حقیقت سے مطلع کرنا“ و تفسیر الطبری: 120، 119/12.

④ تفسیر الطبری: 175/20 و تفسیر ابن ابی حاتم: 3050/9. ⑤ تفسیر الطبری: 174/20 و تفسیر ابن ابی حاتم:

وَلَوْطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ

اور (ہم نے بھیجا) لوط کو جب اس نے اپنی قوم سے کہا: بے شک تم ایسی فاحش (بدکاری) پر اتر آئے ہو جو تم سے پہلے جہانوں میں سے کسی نے بھی

الْعَالَمِينَ ﴿٢٨﴾ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُونَ السَّبِيلَ ۚ وَتَأْتُونَ فِي نَادِيَكُمُ

نہیں کی ﴿٢٨﴾ کیا تم لوگ مردوں کے پاس (جنسی تسکین کے لیے) آتے ہو، اور تم راستے کاٹتے ہو، اور تم اپنی مجلسوں میں برے کام (بے حیائی) کرتے

الْمُنْكَرَ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ

ہو؟ پھر ان کی قوم کا جواب بس یہی تھا کہ انھوں نے کہا: اگر تو بچوں میں سے ہے تو اللہ کا عذاب لے آ ﴿٢٩﴾ لوط نے کہا: اے میرے رب! فساد

الصُّدْرَيْنِ ﴿٢٩﴾ قَالَ رَبِّ انصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ ﴿٣٠﴾

لوگوں کے مقابلے میں میری مدد فرما ﴿٣٠﴾

الگ ہو گیا تو ہم نے ان کو اسحاق اور یعقوب بخشے اور سب کو پیغمبر بنایا۔“ یعنی جب انھوں نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے صالح اور نبی بیٹا عطا فرما کر ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک بخشی، پھر ان کے ہاں صالح و نبی بیٹا پیدا ہوا، اللہ تعالیٰ نے بھی اسی طرح ذکر فرمایا ہے: ﴿وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً﴾ (الانبیاء: 72) ”اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق عطا کیے اور مستزاد برآں یعقوب۔“ اور فرمایا: ﴿فَبَشِّرْهُنَّ بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَدَّاءٍ إِسْحَاقُ يَعْقُوبَ﴾ (ہود: 71) ”پھر ہم نے اس کو اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوش خبری دی۔“ یعنی تمھاری زندگی ہی میں تمھارے اس بیٹے کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا جو تمھاری آنکھوں کے لیے باعث ٹھنڈک ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ﴾ ”اور ہم نے ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب (مقرر کر دی۔)“ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنانے کے ساتھ ساتھ اس عظیم الشان خلعت سے سرفراز فرمایا کہ آپ کو تمام لوگوں کا امام بنا دیا اور آپ کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب کو مقرر کر دیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جو نبی بھی آیا وہ آپ کی اولاد ہی سے آیا، تمام انبیائے بنی اسرائیل، یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام ہی کی اولاد میں سے ہیں حتیٰ کہ ان میں سے جب آخری نبی حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام آئے تو انھوں نے اپنی قوم کو نبی عربی، قریشی ہاشمی، علی الاطلاق خاتم الرسل اور دنیا و آخرت میں تمام اولاد آدم کے سردار حضرت محمد ﷺ کی آمد کی بشارت سنائی جنھیں اللہ تعالیٰ نے خالص عربوں اور حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے منتخب فرمایا تھا اور آپ کے سوا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے اور کوئی نبی نہیں ہوا۔ عَلَيْهِ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ۔

اور فرمایا: ﴿وَأَتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ﴾ ﴿٢٧﴾ ”اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی ان کا صلہ عنایت کیا اور بلاشبہ وہ آخرت میں بھی نیک لوگوں میں ہوں گے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا و آخرت کی سعادتیں اور کامرانی عطا فرمائیں، اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا میں خوش گوار، فراخ رزق، کشادہ اور بابرکت گھر، شیریں پانی کا کنواں، خوبصورت اور نیک بیوی، ثنائے جمیلہ اور ذکر حسن عطا فرمایا اور ہر ایک آپ سے محبت کرتا اور آپ کی طرف اپنا انتساب کرتا

ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد، قتادہ اور دیگر مفسرین نے بیان فرمایا ہے، ^(۱) پھر اس کے ساتھ ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہر طرح سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی کو اختیار کیے رکھا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَابْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى﴾ (النجم 53: 37) ”اور ابراہیم (کے صحیفوں میں) جنہوں نے (حق رسالت و طاعت) پورا کیا۔“ انھوں نے اپنے رب تعالیٰ کی پوری پوری اطاعت کی اور ان تمام امور کو پورا کر دکھایا جن کا انھیں حکم دیا گیا تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَاتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا وَآئِنَهُ فِي الْآخِرَةِ لِمَنِ الصَّالِحِينَ﴾ ^(۲) ”اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی ان کا صلہ عنایت کیا اور وہ آخرت میں بھی نیک لوگوں میں ہوں گے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا ۖ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۚ شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهِ ۖ اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۚ وَآتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَآئِنَهُ فِي الْآخِرَةِ لِمَنِ الصَّالِحِينَ ۚ﴾ (النحل 120: 122) ”بے شک ابراہیم علیہ السلام ایک امت تھا، اللہ کا فرماں بردار، ایک اللہ کی طرف ہو جانے والا اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔ اس کی نعمتوں کا شکر کرنے والا، اس نے اسے چن لیا اور اسے سیدھے رستے کی طرف ہدایت دی۔ اور ہم نے اسے دنیا میں بھلائی دی اور بے شک وہ آخرت میں بھی یقیناً نیک لوگوں میں سے ہے۔“

تفسیر آیات: 28-30

حضرت لوط علیہ السلام کا اپنی قوم کو وعظ: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی لوط علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم کی برائیوں کی تردید کی، خصوصاً ان کے اس بدترین فعل کی زبردست تردید کی کہ وہ مردوں سے اپنی جنسی خواہش پوری کیا کرتے تھے اور ان سے پہلے کے انسانوں میں سے کسی نے اس بدترین برائی کا ارتکاب نہ کیا تھا اور اس فحش عادت کے ساتھ ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے، اس کے رسول کی تکذیب کرتے اور رستے کو قطع کرتے تھے، یعنی لوگوں کے رستے پر جا کر کھڑے ہو جاتے اور راہ چلتے لوگوں کو قتل کر کے ان کا مال و اسباب لوٹ لیا کرتے تھے، اس لیے حضرت لوط علیہ السلام نے ان سے فرمایا: ﴿وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمْ الْمُنْكَرَ﴾ ”اور تم اپنی مجلسوں میں ناپسندیدہ کام کرتے ہو۔“ وہ اپنی مجلسوں میں بے ہودہ اقوال و افعال کرتے تھے اور ان میں سے کوئی کسی کو منع نہیں کرتا تھا۔ بعض اہل علم نے بیان کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنی مجلسوں میں سر عام ایک دوسرے کے ساتھ جنسی عمل کیا کرتے تھے، یہ امام مجاہد کا قول ہے۔ ^(۲) اور بعض نے یہ کہا ہے کہ وہ آپس میں با آواز ہوا خارج کر کے ہنسنا شروع کر دیتے تھے یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور قاسم رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ ^(۳) اور بعض نے کہا ہے کہ وہ مینڈھے اور مرغے لڑا کرتے تھے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ یہ سارے کام ہی کیا کرتے تھے اور وہ اس سے بھی بدتر تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا اتُّبِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ مِنَ الصَّادِقِينَ﴾ ^(۴) ”تو اس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انھوں نے کہا: اگر تم سچوں سے ہو تو ہم پر اللہ کا عذاب لے آؤ۔“ یہ ان کے کفر،

^(۱) تفسیر الطبری: 176، 175/20 و تفسیر ابن ابی حاتم: 3052/9. ^(۲) تفسیر الطبری: 178/20 و تفسیر ابن ابی حاتم:

3055/9. ^(۳) تفسیر ابن ابی حاتم: 3055/9 و تفسیر الطبری: 177/20.

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ قَالُوا إِنَّا مُهْلِكُوا أَهْلَ هَذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ إِنَّ

اور جب ہمارے قاصد (فرشتے) ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے تو انھوں نے کہا: بے شک ہم اس بستی (سدم) والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں،

أَهْلَهَا كَانُوا ظَالِمِينَ ﴿٣١﴾ قَالَ إِنَّ فِيهَا لُوطًا ۖ قَالُوا نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَنْ فِيهَا ۖ لَنَنْجِيَنَّهُ

بلاشبہ اس بستی والے ظالم ہیں ﴿٣١﴾ ابراہیم نے کہا: بے شک اس میں تو لوط بھی ہے، انھوں نے کہا: ہم خوب جانتے ہیں جو کوئی اس میں ہے، یقیناً ہم

وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٣٢﴾ وَلَمَّا أَنْ جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِئَاءَ

اسے اور اس کے گھر والوں کو بچالیں گے سوائے اس کی بیوی کے، وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگی ﴿٣٢﴾ اور جب ہمارے قاصد لوط کے پاس آئے تو

بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالُوا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۚ إِنَّا مُنْجُونَكَ وَأَهْلَكَ إِلَّا

وہ ان (کے آنے) کی وجہ سے غم زدہ ہوا، اور ان کی وجہ سے (اس کا) سینہ تنگ ہوا، اور فرشتوں نے کہا: تو مت ڈر اور مت غم کھا، بلاشبہ ہم تجھے اور تیرے گھر

امْرَأَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٣٣﴾ إِنَّا مُنْزِلُونَ عَلَىٰ أَهْلِ هَذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنْ

والوں کو نجات دینے والے ہیں، سوائے تیری بیوی کے، وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے ﴿٣٣﴾ بے شک ہم اس بستی والوں پر ان کے فسق کی وجہ سے،

السَّيِّئِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿٣٤﴾ وَلَقَدْ تَرَكْنَا مِنْهَا آيَةً بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٣٥﴾

آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں ﴿٣٤﴾ اور بلاشبہ ہم نے اس بستی کو ان لوگوں کے لیے (بطور) کھلی نشانی چھوڑ رکھا ہے جو عقل رکھتے ہیں ﴿٣٥﴾

استہز اور عناد کی انتہا تھی کہ انھوں نے یہ بات کی، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نبی نے ان کے خلاف مدد طلب کرتے ہوئے یہ دعا کی:

”رَبِّ انصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ“ ﴿٣٥﴾ ”اے میرے پروردگار! (ان) مفسد لوگوں کے مقابلے میں میری مدد فرما۔“

تفسیر آیات: 35-31

حضرت ابراہیم اور لوط علیہ السلام کے پاس فرشتوں کی آمد: جب حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد

طلب فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدد کے لیے فرشتے بھیج دیے۔ یہ فرشتے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس مہمانوں کے

روپ میں آئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سامنے کھانا پیش کیا مگر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دیکھا کہ یہ کھانے کی

طرف ہاتھ ہی نہیں بڑھا رہے تو انھوں نے انھیں اجنبی سمجھتے ہوئے ان سے خوف محسوس کیا تو انھوں نے حضرت

ابراہیم علیہ السلام سے انس و محبت کی باتیں شروع کر دیں اور آپ کو آپ کی بیوی حضرت سارہ کے بطن سے جنم لینے والے ایک نیک

بیٹے کی خوش خبری بھی سنائی، حضرت سارہ بھی اس وقت وہاں موجود تھیں، انھوں نے یہ بات سن کر تعجب کا اظہار کیا جیسا کہ

قبل ازیں سورہ ہود اور حجر میں بیان ہو چکا ہے۔ ﴿٣١﴾ بہر حال جب انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت سنا دی تو اس

کے بعد انھوں نے آپ کو یہ اطلاع بھی دے دی کہ انھیں قوم لوط کی تباہی و ہلاکت کے لیے بھیجا گیا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام

نے دفاع کرنا شروع کر دیا تاکہ انھیں مہلت دے دی جائے اور شاید اللہ تعالیٰ انھیں ہدایت عطا فرمادے اور جب فرشتوں

نے آپ کو یہ بتایا کہ ہم تو اس بستی کے لوگوں کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجے گئے ہیں تو ﴿٣١﴾ قَالَ إِنَّ فِيهَا لُوطًا ۖ قَالُوا نَحْنُ

﴿٣١﴾ دیکھیے ہود، آیات: 71-73 والحجر، آیات: 53-56۔

وَالِی مَدَیْنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ۖ فَقَالَ یَقُومُ اَعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا یَوْمَ الْاٰخِرِ وَلَا تَعْتُوا

اور (ہم نے) مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا تو اس نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اور یوم آخرت کی امید رکھو، اور تم

فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۳۶﴾ فَكَذَّبُوهُ فَاَخَذْتَهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوا فِیْ دَارِهِمْ جُثَثِیْنَ ﴿۳۷﴾

زمین میں فساد کرتے نہ پھرو ﴿۳۶﴾ پھر انھوں نے اسے جھٹلایا، تو انھیں زلزلے نے آن پڑا، پھر وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے ﴿۳۷﴾

اَعْلَمُ بِمَنْ فِیْهَا ۗ لَنُنَجِّیَنَّهٗ وَاَهْلَہٗ ۙ اِلَّا اَمْرًاۙ لَّكَ ۚ کَانَ مِنَ الْغٰیْبِیْنَ ﴿۳۸﴾ ”ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ یقیناً اس میں تو لوط بھی ہیں، وہ کہنے لگے کہ جو لوگ وہاں رہتے ہیں ہمیں سب معلوم ہیں، ہم ان کو اور ان کے گھر والوں کو بچالیں گے جز ان کی بیوی کے کیونکہ وہ پیچھے رہنے والوں میں ہوگی۔“ یعنی وہ بھی ہلاک ہونے والوں میں ہوگی کیونکہ کفر و سرکشی میں وہ ان کی ہمنوا تھی، پھر فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے رخصت ہو گئے اور خوب صورت نوجوانوں کی صورت میں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آ گئے، حضرت لوط علیہ السلام نے جب انھیں دیکھا تو ”سَيِّءٌ بِہُمْ وَضَآئِیْ بِہُمْ دُرْعَا“ ”وہ ان (کے آنے) کی وجہ سے مغموم ہوا اور ان کی وجہ سے (اس کا) سینہ تنگ ہوا۔“ یعنی حضرت لوط علیہ السلام کو ان کی وجہ سے غم لاحق ہو گیا کہ اگر آپ نے انھیں مہمان بنالیا تو خدشہ ہے کہ قوم ان سے بدسلوکی کرے اور اگر مہمان نہ بنایا تو پھر بھی ان کے بارے میں خطرہ ہے کہ لوگ ان سے برا سلوک کریں گے۔

اس وقت لوط علیہ السلام کو ان آنے والے مہمانوں کی حقیقت حال کا علم نہ تھا۔ وَقَالُوا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۚ اِنَّا مُنَجُّوْکَ وَاَهْلَکَ ۙ اِلَّا اَمْرًاۙ لَّكَ ۚ کَانَ مِنَ الْغٰیْبِیْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰی اٰہْلِ ہٰذِہِ الْقَرْیَۃِ رِجْزًا مِّنَ السَّآءِ ۚ بِمَا کَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ﴿۴۰﴾ ”اور فرشتوں نے کہا: کچھ خوف نہ کیجیے اور نہ رنج کیجیے، ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بچالیں گے، سوائے آپ کی بیوی کے کیونکہ وہ پیچھے رہنے والوں میں ہوگی، ہم اس بستی کے رہنے والوں پر اس سبب سے کہ یہ نافرمانی کرتے ہیں، آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں۔“ حضرت جبریل علیہ السلام ان کی بستیوں کو زمین سے اکھاڑ کر آسمان کی بلندی تک لے گئے اور انھیں وہاں سے الٹا کر پھینک دیا، پھر ان پر اللہ تعالیٰ نے پے درپے پتھر برسا دیے جن پر تمھارے پروردگار کے ہاں سے نشان لگے ہوئے تھے اور وہ (بستی ان) ظالموں سے کچھ دور نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان بستیوں کی جگہ ایک خبیث بحیرہ مردار بنا کر ان لوگوں کو قیامت تک نمونہ عبرت بنا دیا ہے، اسی لیے فرمایا: وَلَقَدْ لَرَّکْنَا مِنْہَا اٰیۃً ۙ بَیِّنَۃً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۴۱﴾ ”اور البتہ تحقیق ہم نے اس بستی کو ان لوگوں کے لیے (بطور) کھلی نشانی چھوڑ رکھا ہے جو عقل رکھتے ہیں۔“ جیسا کہ فرمایا: وَانْکَرُوْا لَتَرْوُنَّ عَلَیْہُمْ مُّصِیْبِیْنَ ۙ وَہَا لَیْلٌ ۙ اَفْلاَ تَعْقِلُوْنَ ۙ ﴿۴۲﴾ (الصَّفٰتُ : 137، 138) ”اور بے شک تم صبح کو بھی ان (کی بستیوں) کے پاس سے گزرتے رہتے ہو اور رات کو بھی، تو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟“

تفسیر آیات: 36، 37

حضرت شعیب علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر: اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد و رسول حضرت شعیب علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم اہل مدین کو ڈرایا، انھیں اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کا حکم دیا اور فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ کے

وَعَادًا وَثُبُودًا وَقَدْ ثَبَّيْنَا لَكُمْ مِنْ مَّسْكِنِهِمْ ۖ وَزَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ

اور عادی اور ثمود (کو بھی ہم نے ہلاک کیا) اور یہ بات تمہارے لیے ان کے (تباہ شدہ) گھروں سے یقیناً واضح ہو چکی ہے، اور شیطان نے ان کے اعمال ان

عَنِ السَّبِيلِ وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ ۚ وَقَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ ۖ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ

کے لیے مزین کر دیے تھے، پھر اس نے انہیں سیدھی راہ سے روک دیا، حالانکہ وہ سمجھ بوجھ والے تھے ۚ (38) اور قارون اور فرعون اور ہامان (کو بھی ہلاک

مُوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانُوا سَابِقِينَ ۚ فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذُنْبِهِ ۖ

کر دیا) اور بلاشبہ ان کے پاس موسیٰ کھلی نشانیاں لے کر آئے، پھر بھی انھوں نے زمین میں تکبر کیا، اور وہ (عذاب سے بچ کر) نکل جانے والے نہ

فِيهِمْ مَّنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۖ وَمِنْهُمْ مَّنْ أَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۖ وَمِنْهُمْ مَّنْ

تھے (39) پھر ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ پر پکڑا، چنانچہ ان میں سے کوئی تو وہ تھے جن پر ہم نے پتھروں بھری آندھی بھیجی، اور ان میں سے کوئی وہ تھے

خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ ۖ وَمِنْهُمْ مَّنْ أَعْرَفْنَا ۖ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ

جنہیں چنگھاڑنے آن پکڑا، اور ان میں سے کوئی وہ تھے جنہیں ہم نے زمین میں دھنسا دیا، اور ان میں سے کوئی وہ تھے جنہیں ہم نے غرق کر دیا، اور اللہ

كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۚ

ان پر ظلم کرنے والا نہیں تھا بلکہ وہ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے ۚ

عذاب، اس کی ناراضی اور اس کی گرفت سے ڈر جاؤ، آپ نے فرمایا: **يَقُومُوا عِبَادُ اللَّهِ وَأَرْجُوا الْيَوْمَ الْآخِرَ** ”اے

میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اور یوم آخرت کی امید رکھو“، امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ

اس کے معنی یہ ہیں کہ آخرت کے دن سے ڈرو۔ ① اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے: ﴿لَمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ

وَالْيَوْمَ الْآخِرَ﴾ (الأحزاب: 21-33) ”جو اللہ کی (ملاقات) اور آخرت کے دن کی توقع رکھتے ہیں۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَعْتَوُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۚ ② ”اور تم زمین میں فساد کرتے ہوئے نہ پھرو“ انھوں نے اپنی قوم کو زمین میں فتنہ و

فساد برپا کرنے اور اہل زمین پر ظلم و زیادتی کرنے سے منع فرمایا۔ وہ لوگ ناپ تول میں کمی کرتے اور رہبری کیا کرتے تھے

اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر بھی کیا کرتے تھے۔ ان جرائم کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے

انھیں ایک ایسے زبردست زلزلے سے ہلاک کر دیا جس نے ان کے علاقوں کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا تھا، نیز ان پر ایک ایسی

خوفناک چیغ بھیجی گئی جس سے ان کے دل حلق میں آ گئے تھے، یہ وہ سائبان کے دن کا عذاب تھا جس نے جسموں سے رگوں کو

نکال دیا تھا، حضرت شعیب علیہ السلام اور آپ کی قوم کا قصہ قبل ازیں سورہ اعراف، ہود اور شعراء میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔ ③

فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جُثَيِّنَ ۚ ④ ”پھر وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔“ قنادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی

یہ ہیں کہ وہ اپنے گھروں میں مرے پڑے تھے۔ ⑤ دیگر ائمہ تفسیر کا قول ہے کہ وہ مردہ حالت میں ایک دوسرے کے اوپر گرے

① تفسیر الطبری: 182/20. ② دیکھیے الأعراف، آیت: 84 و ہود، آیات: 84، 85، والشعراء، آیات: 177-183.

③ تفسیر الطبری: 182/20.

ہوئے تھے۔^①

تفسیر آیات: 38-40

اپنے رسولوں کی تکذیب کرنے والی قومیں: ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی تکذیب کرنے والی قوموں کا ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں کس طرح تباہ و برباد کیا۔ ان پر کیسے کیسے عذاب نازل کیے اور کس طرح ان سے انتقام لیا۔ عاد، یعنی حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کے لوگ سرزمین احقاف میں رہتے تھے، یہ ایک بستی تھی جو یمن کے شہر حضرموت کے قریب تھی اور صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کے لوگ حجر کے قریب وادی قُریٰ کے رہنے والے تھے۔ عرب ان دونوں قوموں کے علاقوں سے خوب آگاہ تھے کیونکہ کثرت کے ساتھ ان علاقوں سے گزرتے رہتے تھے۔ قارون وہ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے بہت ہی زیادہ مال عطا فرما رکھا تھا حتیٰ کہ اس کے خزانوں کی چابیاں ہی بہت بھاری تھیں۔ فرعون موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں مصر کا بادشاہ تھا، یہ اور اس کا وزیر ہامان دونوں قبیلۃ النسل تھے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرنے والے تھے۔ ﴿فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذُنُبِهِ ۖ﴾ ”تو ہم نے سب کو ان کے گناہ کے سبب پکڑ لیا۔“ اور اس کے مناسب حال سزا دی: ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا﴾ ”پھر ان میں سے کچھ تو ایسے تھے جن پر ہم نے پتھروں کا مینہ برسایا۔“ اور یہ عادت تھی جنھوں نے کہا تھا کہ ہم سے بڑھ کر کون طاقتور ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر نہایت شدید سزا دے کر صرصر بھیج دی جس کی رفتار بہت تیز تھی، وہ زمین سے پتھر اٹھا کر ان پر برسا رہی تھی، ان کے مکانات کو تباہ و برباد کر رہی تھی، وہ ایک ایک کو زمین سے اٹھا کر آسمان کی بلندی تک لے جاتی اور وہاں سے سر کے بل الٹا کر گرا دیتی جس سے گرنے والے کا سر پھٹ کر بھیجا باہر آ جاتا اور اس کا سر تن سے جدا ہو جاتا اور بالآخر وہ یوں گرے پڑے تھے گویا اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہوں۔

نافرمان قوموں پر عذاب کی مختلف صورتیں: ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ أَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۖ﴾ ”اور کچھ ان میں ایسے تھے جن کو چنگھاڑنے آ پکڑا۔“ اور وہ قوم ثمود کے لوگ تھے جن پر حجت تمام ہو گئی تھی اور اس اونٹنی کی وجہ سے دلیل ان کے سامنے بالکل ظاہر ہو گئی تھی جو ان کے مطالبے کے عین مطابق پہاڑ کی چٹان سے نمودار ہوئی تھی مگر اس کے باوجود وہ ایمان نہ لائے بلکہ سرکشی اور کفر کی روش پر قائم ہی رہے اور اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے نبی صالح علیہ السلام اور آپ کے ساتھ ایمان لانے والوں کو ڈرانا دھمکانا بھی شروع کر دیا کہ وہ انھیں اپنے علاقے سے نکال دیں گے اور پتھر مار مار کر سنگسار کر دیں گے، ان کی ان بد اعمالیوں کے سبب اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں ایک ایسی چنگھاڑنے آ پکڑا جس نے ان کی آوازوں اور حرکتوں کو بند کر دیا: ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ حَسَفْنَا لَهُ الْاَرْضَ﴾ ”اور ان میں کچھ ایسے تھے جن کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا۔“ اور وہ قارون تھا جس نے سرکشی، بغاوت اور کفر کی روش اختیار کرتے ہوئے رب تعالیٰ کی نافرمانی کی، زمین میں اکڑ کر چلنے لگا، بے پناہ غرور کا اظہار کر کے اترانے لگا اور اپنے آپ پر بڑا فخر کرنے لگا، وہ گمان کرتا تھا کہ زمین میں اس سے بہتر اور کوئی انسان نہیں ہے،

مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ ۖ إِنَّتَّخَذَتْ بَيْتًا

ان لوگوں کی مثال، جنہوں نے اللہ کے سوا کارساز بنائے، مکڑی کی سی ہے کہ اس نے ایک گھر بنایا، اور بے شک گھروں

وَأَنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوتِ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٤١﴾ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ

میں سب سے کمزور مکڑی کا گھر ہے، کاش! وہ جانتے ہوتے ﴿٤١﴾ بلاشبہ اللہ جانتا ہے ان چیزوں کو جنہیں وہ اللہ کے سوا پکارتے

مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ ط وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٤٢﴾ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ

ہیں اور وہ نہایت غالب، خوب حکمت والا ہے ﴿٤٢﴾ اور یہ مثالیں ہم لوگوں (کو سمجھانے) کے لیے بیان کرتے ہیں، اور انہیں

نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ ﴿٤٣﴾

بس علم والے ہی سمجھتے ہیں ﴿٤٣﴾

بہر حال جب اس نے بہت ہی غرور اور فخر کے ساتھ چلنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا اور وہ قیامت تک زمین ہی میں دھنستا چلا جائے گا۔ ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ أَعْرَفْنَا﴾ ”اور ان میں کچھ ایسے تھے جن کو ہم نے غرق کر دیا۔“ اور وہ فرعون، اس کا وزیر ہامان اور ان کے وہ لشکر تھے جنہیں صبح کے ایک ہی لمحے میں غرق کر دیا گیا اور ان میں کوئی ایک بھی باقی نہ بچا تھا۔ ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِمَهُمْ﴾ ”اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ جو معاملہ کیا اس میں ان پر قطعاً کوئی ظلم نہیں کیا، ﴿وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ﴾ ﴿٤٠﴾ ”اور لیکن وہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں انہی کی اپنی بد اعمالیوں کے موافق سزا دی ہے۔

تفسیر آیات: 41-43

مشرکین کے معبودوں کی مثال مکڑی کے گھر کی ہے: مشرکین نے اللہ کے سوا جو معبودان باطلہ بنا رکھے ہیں جن سے وہ فتح و نصرت اور رزق کی امید رکھتے اور شدید مشکلات کے ازالے کے لیے جن کے دامن سے وابستہ ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ ضعف و ناتوانی میں مکڑی کے گھر کی طرح ہیں، یعنی ان معبودان باطلہ کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے، ان کی مثال تو اس شخص کی سی ہے جو مکڑی کے گھر سے وابستہ ہو جائے اور ظاہر ہے کہ مکڑی کا گھر اس کے کچھ کام نہ آ سکے گا، اگر انہیں اپنے اس حال کا علم ہو جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو دوست نہ بنائیں، ان مشرکوں کے برعکس ایک مسلم و مومن کا دل اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے وابستہ ہوتا ہے، اس نے گویا ایک ایسی مضبوط رسی ہاتھ میں تھام لی ہے جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں، کیونکہ وہ رسی بہت ہی مضبوط اور طاقتور ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو سرنش کی ہے جو اس کی ذات پاک کے ساتھ شرک کرتے اور غیر اللہ کی پوجا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال کو جانتا ہے، وہ ان معبودان باطلہ کو بھی جانتا ہے جن کو ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک قرار دے رکھا ہے، وہ ان کے اعمال کی انہیں پوری پوری سزا دے گا کہ وہ ذات پاک حکیم و علیم ہے، پھر فرمایا: ﴿وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ﴾ ﴿٤٣﴾ ”اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے بیان کرتے ہیں، اور انہیں تو اہل دانش ہی سمجھتے ہیں۔“ یعنی ان مثالوں کو صرف وہی

ع 14
16 خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ④④

اللہ نے زمین اور آسمان حق کے ساتھ پیدا کیے ہیں، بلاشبہ اس میں مومنوں کے لیے عظیم نشانی ہے ④④

لوگ سمجھتے اور ان پر غور کرتے ہیں جن کو علم میں رسوخ اور کمال حاصل ہے۔ امام ابن ابوحاتم نے عمرو بن مرہ سے روایت کیا ہے کہ میں جب کتاب اللہ کی کسی ایسی آیت کے پاس سے گزرتا ہوں جو میری سمجھ میں نہ آئے تو اس سے میں غمگین ہو جاتا ہوں کیونکہ میں نے یہ ارشاد باری تعالیٰ سنا ہے: ﴿وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ لَضَرِبُهَا لِّلنَّاسِ ۖ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ ④③﴾ ”اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے بیان کرتے ہیں اور انھیں تو اہل دانش ہی سمجھتے ہیں۔“ ①

تفسیر آیت: 44

تخلیق کائنات اور اس کا سبب: اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم قدرت کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو حکمت کے ساتھ پیدا فرمایا ہے، انھیں بے مقصد یا محض لہو و لعب کے طور پر پیدا نہیں فرمایا ﴿لِيُجْزِيَ كُلَّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَى ۝ (طہ: 20)﴾ ”تاکہ ہر شخص جو کوشش کرے اس کا بدلہ پائے۔“ اور فرمایا: ﴿لِيُجْزِيَ الَّذِينَ أَسَاءُوا بِمَا عَمِلُوا وَيَجْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَى ۝ (النجم: 31)﴾ ”(اور اس نے خلقت کو اس لیے پیدا کیا ہے) کہ جن لوگوں نے برے کام کیے وہ ان کو ان کے اعمال کا (برا) بدلہ دے اور جنہوں نے نیکیاں کیں ان کو نیک بدلہ دے۔“ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ④④﴾ ”کچھ شک نہیں کہ ایمان والوں کے لیے اس میں نشانی ہے۔“ یعنی واضح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے اس ساری کائنات کو پیدا فرمایا، اسی کی تدبیر کا فرما ہے اور الوہیت صرف اسی کی ذات پاک کے شایان شان ہے۔



اُنْثُلْ مَا أُوجِي إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ
(اے نبی!) اس کتاب کی تلاوت کیجیے جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے، اور نماز قائم کیجیے، یقیناً نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے،

وَالْمُنْكَرِ ۖ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ ﴿٤٥﴾

اور بلاشبہ اللہ کا ذکر تو سب سے بڑی چیز ہے، اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو ﴿45﴾

وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۖ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ وَقُولُوا آمَنَّا
اور تم اہل کتاب سے احسن انداز ہی سے بحث و تکرار کرو، سوائے ان لوگوں کے جو ان میں سے ظالم ہیں، اور تم (ان سے) کہو: ہم اس (کتاب) پر ایمان

بِالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَأُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَالْهَذَا وَآلِهَكُمْ وَاحِدٌ ۖ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿٤٦﴾

لائے ہیں جو ہماری طرف نازل کی گئی، اور (جو) تمہاری طرف نازل کی گئی، اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے، اور ہم اسی کے فرمان بردار ہیں ﴿46﴾

تفسیر آیت: 45

تبلیغ، تلاوت اور نماز کا حکم: پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور اپنے مومن بندوں کو تلاوت قرآن کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے۔ تلاوت سے مراد قرآن مجید کو پڑھنا اور اسے لوگوں تک پہنچانا ہے۔ ﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ۖ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ﴾ اور نماز قائم کریں، کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر تو سب سے بڑا (اچھا کام) ہے۔ “یعنی نماز دو چیزوں پر مشتمل ہے، یہ بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے، یعنی باقاعدگی اور پابندی کے ساتھ نماز ادا کرنا انسان کو بے حیائی اور بری باتوں کے ترک کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ فلاں شخص رات کو نماز پڑھتا ہے اور جب صبح ہوتی ہے تو وہ چوری کرتا ہے، آپ نے فرمایا: [إِنَّهُ سَيَنْهَاهُ مَا تَقُولُ] ”بے شک جو تو کہہ رہا ہے (کہ وہ نماز پڑھتا ہے) یہ عمل اسے (چوری کرنے سے) روک دے گا۔“ ﴿٤٥﴾

نماز اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مشتمل ہے اور نماز کا بڑا مطلوب و مقصود ذکر الہی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ﴾ اور جو اللہ کا ذکر تو سب سے بڑا (کام) ہے۔ “یعنی یہ پہلے کام سے بھی زیادہ بڑا کام ہے۔ ﴿وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ﴾ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔ “یعنی وہ تمہارے تمام اعمال و اقوال کو خوب جانتا ہے۔ ابو العالیہ نے اس ارشاد باری تعالیٰ: ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ۖ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ﴾ کے بارے میں فرمایا ہے کہ نماز میں تین خوبیوں کا ہونا ضروری ہے۔ جس نماز میں یہ تین خوبیاں نہ ہوں وہ نماز ہی نہیں ہے: (1) اخلاص (2) اللہ تعالیٰ کا ڈر (3) ذکر الہی، اخلاص نمازی کو اچھی باتوں کا حکم دے گا، اللہ تعالیٰ کا ڈر اسے بری باتوں سے روکے گا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر قرآن ہے اور وہ بھی اسے معروف کام کا حکم دے گا اور منکر سے منع کرے گا۔ ﴿٤٦﴾ ابن عون انصاری کہتے ہیں کہ جب تم حالت نماز میں ہو تو تم مصروف ہی مصروف ہو اور نماز

① مسند أحمد: 447/2 وصحيح ابن حبان، الصلاة، ذكر استحباب الإكثار للمراء من قيام الليل رجاء ترك

المحظورات: 300/6، حديث: 2560. ② تفسير ابن أبي حاتم: 3066/9.

نے تمہیں برائی اور بے حیائی کے کاموں سے روک دیا ہے اور اس طرح تم اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو اور ذکر الہی دیگر سب کاموں سے بڑا کام ہے۔^①

تفسیر آیت: 46

اہل کتاب سے جھگڑا: اس آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص یہ ارادہ کرے کہ اہل کتاب کو بھی دین میں بصیرت حاصل ہو تو وہ ان سے نہایت اچھے طریقے سے جھگڑا کرے تاکہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جیسا کہ فرمایا: ﴿اُدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ صَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝﴾ (النحل: 125:16) ”اے پیغمبر! آپ لوگوں کو دانش اور اچھی نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلائیں اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے بحث کریں جو اس کے رستے سے بھٹک گیا آپ کا پروردگار اسے بھی خوب جانتا ہے اور جو رستے پر چلنے والے ہیں ان سے بھی خوب واقف ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و ہارون علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجتے وقت ان سے فرمایا تھا: ﴿فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ ۝﴾ (طہ: 44:20) ”پھر تم دونوں اس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ غور کرے یا ڈر جائے۔“ اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ﴾ ”ہاں، جو ان میں سے بے انصافی کریں (ان کے ساتھ اسی طرح مجادلہ کرو۔)“ یعنی جو راہِ راست سے بھٹک جائیں، دلیل واضح سے اندھے ہو جائیں، عناد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کریں تو پھر مجادلہ کے بجائے مقاتلہ کیا جائے تاکہ انھیں غلط عقائد و اعمال سے منع کیا جاسکے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝﴾ (الحديد: 25:57) ”البتہ تحقیق ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور ترازو کو نازل کیا تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں اور ہم نے لوہا اتارا جس میں سخت لڑائی (کا سامان) ہے اور لوگوں کے لیے فائدے بھی ہیں اور اس لیے کہ جو لوگ بن دیکھے اللہ اور اس کے پیغمبروں کی مدد کرتے ہیں اللہ ان کو معلوم کرے، بے شک اللہ نہایت قوی، خوب غالب ہے۔“ حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا تھا کہ جو شخص کتاب اللہ کی مخالفت کرے ہم تلوار کے ساتھ اس کی گردن اڑا دیں۔^②

اور اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَأَنْزِلَ إِلَيْنَا﴾ ”اور آپ کہہ دیں کہ جو (کتاب) ہم پر اتری اور جو (کتاب) تم پر اتری، ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں۔“ یعنی جب وہ ایسی خبر دیں جس کے صدق و کذب کے بارے میں ہمیں علم نہ ہو تو ہم نہ اس کی تکذیب کریں گے کیونکہ احتمال ہے کہ وہ بات سچ ہو اور نہ ہم اس کی تصدیق کریں گے کیونکہ یہ احتمال بھی ہے کہ وہ باطل ہو، ہمارا اس پر ایمان مجمل اور ایک شرط کے ساتھ معلق ہوگا اور وہ شرط یہ ہے کہ وہ بات واقعی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہو اور اس میں کوئی تحریف یا تاویل نہ کی گئی ہو۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

① تفسیر الطبری: 193/20 و تفسیر ابن ابی حاتم: 3066/9. ② اس کا حوالہ ہمیں نہیں مل سکا۔

وَكَذَلِكَ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ ۖ فَالَّذِينَ اَتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۚ وَمِنْ

اور (اسے نبی اچھے پہلے نبیوں پر کتابیں نازل کیں) اسی طرح ہم نے آپ کی طرف (یہ) کتاب نازل کی ہے، تو اس (قرآن) پر وہ لوگ ایمان لاتے ہیں جنہیں

هَؤُلَاءِ مَنْ يُؤْمِنُ بِهِ ۚ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الْكَافِرُونَ ﴿٤٧﴾ وَمَا كُنْتَ

ہم نے (اس سے پہلے) کتاب دی، اور ان (اہل مکہ) میں سے بھی بعض اس پر ایمان لاتے ہیں، اور ہماری آیات کا انکار تو کافر ہی کرتے ہیں ﴿٤٧﴾ اور آپ

تَتْلُوَا مِنْ قَبْلِهِ مَنْ كُتِبَ وَلَا تَخْطُءُ بِبَيِّنَاتِكَ اِذَا لَارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ ﴿٤٨﴾ بَلْ

اس (قرآن) سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اپنے دائیں ہاتھ سے اسے لکھتے تھے، (اگر ایسا ہوتا) تب تو باطل پرست یقیناً شک کر سکتے

هُوَ اِيَّتْ بَيِّنَتْ فِي صُدُورِ الَّذِينَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ ﴿٤٩﴾

تھے ﴿٤٨﴾ بلکہ یہ قرآن تو واضح آیات ہیں، ان لوگوں کے سینوں میں (محفوظ) ہیں جنہیں علم دیا گیا، اور ظالم لوگ ہی ہماری آیات کا انکار کرتے ہیں ﴿٤٩﴾

سے روایت کیا ہے کہ اہل کتاب تورات کو عبرانی زبان میں پڑھتے اور مسلمانوں کے لیے عربی زبان میں اس کی تفسیر بیان کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تُصَدِّقُوا أَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكَدِّبُوهُمْ، وَقُولُوا: اٰمَنَّا بِالَّذِي اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ إِلَيْكُمْ.....] (الآیۃ) ”تم اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب اور یہ کہو: ”ہم اس پر ایمان لائے جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور تمہاری طرف نازل کیا گیا.....“ ﴿١﴾ اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ امام مسلم نے روایت نہیں کیا اور امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بھی بیان کیا ہے کہ تم اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں کیوں پوچھتے ہو، حالانکہ تمہاری کتاب جو تمہارے رسول پر نازل کی گئی ہے وہ تازہ ترین کتاب ہے، تم اس کی تلاوت کرتے ہو اور یہ بالکل خالص ہے، اس میں کسی چیز کی ملاوٹ نہیں، اس کتاب نے تمہیں یہ بھی بتایا ہے کہ اہل کتاب نے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تحریف و تبدیلی کر دی تھی، انھوں نے اپنے ہاتھوں سے لکھ کر کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے تاکہ اس کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت حاصل کر لیں۔ یہ علم جو تمہارے پاس آچکا ہے کیا یہ تمہیں اہل کتاب سے پوچھنے سے منع نہیں کرتا؟ اللہ کی قسم! ہم نے تو ان میں سے کوئی ایک شخص بھی نہیں دیکھا جو تم سے اس کے بارے میں سوال کرتا ہو جو تم پر نازل کیا گیا ہے۔ ﴿٢﴾

امام بخاری رحمہ اللہ نے حمید بن عبد الرحمن سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ مدینہ میں قریش کی ایک جماعت سے گفتگو فرما رہے تھے، گفتگو میں جب کعب الاحبار کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ اگرچہ اہل کتاب میں سے جو بیان کرنے والے ہیں اُن میں سے سب سے سچے ہیں، اس کے باوجود ہم نے ان میں بھی کذب پایا ہے۔ ﴿٣﴾ اس کے

① صحیح البخاری، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب قول النبی ﷺ: [لَتَسْأَلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ]، حدیث:

7362 البتہ امام ابن کثیر نے آیت ذکر نہیں کی۔ ② صحیح البخاری، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب قول النبی ﷺ:

[لَتَسْأَلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ]، حدیث: 7363. ③ صحیح البخاری، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب قول

النبی ﷺ: [لَتَسْأَلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ]، حدیث: 7361.

معنی یہ ہیں کہ ان سے قصد و ارادہ کے بغیر لغوی طور پر کذب کا صدور ہوتا ہے کیونکہ وہ ایسے صحیفوں سے بیان کرتے ہیں جن کے بارے میں حسن ظن سے کام لیتے ہیں جبکہ ان میں بہت سی موضوع اور کمزوب چیزیں بھی ہیں کیونکہ ان کی امت میں اس طرح کے پختہ حفاظ نہیں تھے جس طرح ہماری اس عظیم امت میں ہیں لیکن قرب زمانہ اور اس سب کچھ کے باوجود اس امت میں بھی اس قدر احادیث وضع کی گئی ہیں جنہیں اللہ عز و جل کے سوا اور کوئی نہیں جانتا یا پھر وہ لوگ جانتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اس کا علم عطا فرمادیا ہو، وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃ۔

تفسیر آیات: 47-49

قرآن مجید کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے کی دلیل: امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے محمد (ﷺ)! جس طرح ہم نے آپ سے پہلے رسولوں پر کتابیں نازل کیں اسی طرح ہم نے آپ کی طرف بھی اس کتاب کو نازل کیا ہے۔^(۱) امام ابن جریر رحمہ اللہ کا یہ قول بہت اچھا ہے اور اس کی مناسبت اور ربط بہت عمدہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَالَّذِينَ اتَّخَذُوا الْكِتَابَ يُؤْمِنُونَ بِهِ﴾ ”تو جن لوگوں کو ہم نے کتابیں دی تھیں وہ اس پر ایمان لے آتے ہیں۔“ یعنی ان کے علماء و اذکیاء، مثلاً، عبداللہ بن سلام، سلمان فارسی اور ان جیسے دیگر لوگوں نے قرآن مجید کو لیا اور اس کی اس طرح تلاوت کی جس طرح تلاوت کرنے کا حق تھا۔ ﴿وَمِنْ هَؤُلَاءِ مَنْ يُؤْمِنُ بِهِ﴾ ”اور بعض ان (مشرک) لوگوں میں سے بھی (ہیں جو) اس پر ایمان لے آتے ہیں۔“ یعنی قریش اور دیگر عرب قبائل کے لوگ ﴿وَمَا يَجْعَلُ يَأْتِنَنَا إِلَّا الْكُفْرُونَ﴾ ”اور ہماری آیتوں سے وہی انکار کرتے ہیں جو (ازلی) کافر ہیں۔“ یعنی اس کتاب کی تکذیب اور اس کے حق ہونے کا انکار وہ کرتے ہیں جو حق کو باطل کے ساتھ چھپاتے ہیں، گویا وہ سورج کی روشنی کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ اسے کیسے چھپایا جاسکتا ہے؟

پھر فرمایا: ﴿وَمَا كُنْتُمْ تَنَالُوا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّوا بِيَمِينِكُمْ﴾ ”اور آپ اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے لکھ ہی سکتے تھے۔“ یعنی اے محمد (ﷺ)! اس قرآن کے لانے سے پہلے آپ نے اپنی قوم میں ایک عمر گزاری ہے اور آپ نہ کتاب پڑھتے تھے اور نہ ہی لکھ سکتے تھے اور آپ کی قوم کا ہر فرد اور دیگر لوگ بھی اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ آپ امی ہیں، لکھنا پڑھنا نہیں جانتے اور سابقہ کتابوں میں بھی آپ کے بارے میں اس طرح بیان کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ نَيْرًا مَوْهُومًا بِأَلْسِنَةٍ أَرْوُفٍ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ.....** (الآية (الأعراف: 157)) ”وہ جو (محمد) رسول اللہ کی، جو نبی امی ہیں، پیروی کرتے ہیں جن (کے اوصاف) کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ انھیں نیک کام کا علم دیتے ہیں اور برے کام سے روکتے ہیں.....“ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ اسی طرح رہے کہ آپ لکھنا نہیں جانتے تھے،

آپ نے اپنے دست مبارک سے کبھی ایک سطر بلکہ ایک حرف بھی نہیں لکھا تھا، آپ نے کاتب مقرر فرما رکھے تھے جو آپ کے سامنے آپ پر نازل ہونے والی وحی کو لکھتے، نیز وہ مختلف حکمرانوں کے نام آپ کے مکتوبات شریفہ کو بھی لکھا کرتے تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِذَا الْأَرْكَابُ الْمُبِطُونَ﴾ (48) ”ایسا ہوتا تو اہل باطل ضرور شک کرتے۔“ یعنی اگر آپ لکھنا پڑھنا جانتے ہوتے تو بعض جاہل لوگ شک کرتے اور کہتے کہ آپ نے سابقہ انبیاء کرام کی کتابوں سے سیکھ لیا ہے اور لطف کی بات یہ کہ انھوں نے ایسا کہہ بھی دیا، حالانکہ انھیں اچھی طرح علم تھا کہ آپ امی نبی ہیں، آپ تو لکھنا جانتے ہی نہیں: ﴿وَقَالُوا لَا سَاطِرُ الْوَلِيِّنَ اَكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيلًا﴾ (الفرقان 5:25) ”اور وہ کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جو اس نے لکھوائی ہیں، پھر وہ صبح و شام آپ کو لکھوائی جاتی ہیں۔“ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط اِنَّهٗ كَانَ عَفُوًّا رَّحِيْمًا﴾ (الفرقان 6:25) ”آپ کہہ دیں کہ اس کو اس نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے، بے شک وہ نہایت بخشنے والا، خوب مہربان ہے۔“ اور یہاں ارشاد فرمایا: ﴿بَلْ هُوَ اٰیٰتٍ بَيِّنٰتٍ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوْا الْعِلْمَ﴾ ”بلکہ یہ روشن آیتیں ہیں جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے ان کے سینوں میں (محفوظ) ہیں۔“ یعنی یہ قرآن ایسی روشن اور واضح آیات پر مشتمل ہے جو اس بات کی دلیل ہیں کہ قرآن میں جو حکم دیا گیا، جس بات سے منع کیا گیا اور جو خبر دی گئی وہ سب حق اور سچ ہے، پھر اس قرآن کو علماء حفظ کر لیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے حفظ، تلاوت اور تفسیر کو بہت آسان کر دیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ یَسِّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّذَكِّرٍ﴾ (القمر 54:17) ”اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا مِنْ اَنْبِیَاءٍ نَّبِیٍّ اِلَّا اُعْطِیَ مِنَ الْاٰیٰتِ مَا مِثْلُهٗ اَمِنْ عَلَیْهِ الْبَشَرُ، وَاِنَّمَا كَانَ الَّذِیْ اُوْتِیَتْهُ وَحِیًا اَوْ حَاہُ اللّٰهُ اِلَیَّ، فَاَرْجُوْ اَنْ اُکُوْنَ اَکْثَرُهُمْ تَابِعًا یَّوْمَ الْقِیَامَةِ] ”نبیوں میں سے ہر نبی کو ایسے معجزات دیے گئے جن پر لوگ ایمان لاتے رہے اور مجھے جو معجزہ دیا گیا وہ وحی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے میری طرف نازل فرمایا ہے، مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے پیروکاروں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔“ (1)

صحیح مسلم میں عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: [اِنَّمَا بَعَثْتُكَ لِاَنْبِیِّکَ وَاَنْبَلِیْ بِکَ، وَاَنْزَلْتُ عَلَیْکَ کِتَابًا لَا یَغْسِلُہُ الْمَآءُ نَقْرَہٗ نَائِمًا وَیَقْظَان] ”یقیناً میں نے آپ کو اس لیے مبعوث فرمایا ہے کہ میں آپ کی آزمائش کروں اور آپ کے ذریعے سے (لوگوں کی بھی) آزمائش کروں اور میں نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جسے پانی دھو نہیں سکے گا اور آپ اسے سوتے جاگتے پڑھیں گے۔“ (2) یعنی اگر کوئی ایسی جگہ پانی سے دھل جائے جس میں

① صحیح البخاری، فضائل القرآن، باب کیف نزل الوحی وأول ما نزل؟ حدیث: 4981 و صحیح مسلم، الإیمان،

باب وجوب الإیمان برسالة نبینا محمد ﷺ، حدیث: 152 عن أبی ہریرة ؓ . ② صحیح مسلم، الحنة وصفة نعيمها

وأهلها، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الحنة وأهل النار، حدیث: 2865 .

وَقَالُوا لَوْ لَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰیٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِ ط قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ط وَاِنَّمَا اَنَا نَذِيرٌ

انھوں نے کہا: اس پر اس کے رب کی طرف سے معجزے کیوں نہیں اتارے گئے؟ (اے نبی!) آپ کہہ دیجیے: بس معجزے تو اللہ کے پاس ہیں، اور میں تو

مُبِیْنٌ ﴿۵۰﴾ اَوْ لَمْ یَكْفِهِمْ اَنَّا اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْهِمْ ط اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ

محض ایک کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں ﴿۵۰﴾ کیا انھیں (پیشانی) کافی نہیں کہ بے شک ہم نے آپ پر (یہ) کتاب نازل کی جو ان پر پڑھی جاتی ہے۔ بلاشبہ

لَرَحْمَةٌ وَّذِكْرٰی لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ قُلْ کَفٰی بِاللّٰهِ بَیِّنٰی وَبَیِّنٰکُمْ شَهِیْدًا ؕ یَعْلَمُ مَا فِی

اس میں ان لوگوں کے لیے رحمت اور نصیحت ہے جو ایمان لاتے ہیں ﴿۵۱﴾ آپ کہہ دیجیے: میرے اور تمہارے درمیان اللہ بطور گواہ کافی ہے، آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾

اور زمین میں جو کچھ ہے، وہ اسے جانتا ہے اور جو لوگ باطل پر ایمان لائے اور انھوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا، وہی خسارہ پانے والے ہیں ﴿۵۲﴾

قرآن لکھا ہو تو اس جگہ کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے کہ ایک دوسری حدیث میں ہے: [لَوْ كَانَ الْقُرْآنُ فِیْ اِهَابٍ مَّامَسْتُهُ النَّارُ] ”اگر قرآن کسی کھال میں ہو تو اسے آگ نہیں چھوئے گی۔“ ﴿۱﴾ کیونکہ قرآن تو سینوں میں محفوظ ہے اور زبانوں سے اس کی تلاوت کرنا بہت آسان ہے، دلوں پر نگہبان ہے، الفاظ اور معانی کے اعتبار سے معجزہ ہے، اسی لیے سابقہ کتابوں میں اس امت کی نشانی یہ بیان کی گئی ہے کہ ان کی انجیلیں (قرآن) ان کے سینوں میں محفوظ ہوں گی۔ ﴿۲﴾

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا یَجِدُ یٰٓاٰیٰتِنَا اِلَّا الظُّلُمُوْنَ﴾ ﴿۴۹﴾ ”اور ہماری آیتوں (کو ماننے) سے وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو ظالم ہیں۔“ یعنی ظالم لوگ ہی اس کتاب کی تکذیب کرتے، اس کی شان کو کم کرتے اور اس کی تردید کرتے ہیں، ظالموں سے یہاں مراد وہ لوگ ہیں جو حد سے تجاوز کرتے، ہٹ دھرمی کرتے اور حق کو جاننے کے باوجود اس سے کنارہ کشی کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ الْاٰذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ کَلِمَتُ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ وَکُوْجَعَتْ لَهُمْ کُلُّ اٰیَةٍ حَتّٰی یَرَوْا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ۝﴾ (یونس 97، 96، 10) ”بے شک جن لوگوں کے بارے میں آپ کے رب کا حکم (عذاب) صادر ہو چکا وہ ایمان نہیں لائیں گے، خواہ ان کے پاس ساری نشانیاں آجائیں حتیٰ کہ دردناک عذاب بھی دیکھ لیں۔“

تفسیر آیات: 50-52

مشرکین کے نشانیوں کے مطالبے پر سرزنش: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے خدا اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نشانیاں طلب کیں، یعنی ایسی نشانیاں جو ان کی رہنمائی کریں کہ محمد ﷺ واقعی اللہ کے رسول ہیں جیسا کہ حضرت صالح علیہ السلام نے اونٹنی کی نشانی پیش کی تھی، ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلْ﴾ ”کہہ دیں۔“ اے محمد ﷺ ﴿اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ط﴾ ”نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں۔“ نشانیوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اگر اللہ تعالیٰ کو یہ بات معلوم ہو کہ تم ہدایت پا جاؤ گے تو وہ تمہارے مطالبے کو ضرور قبول فرمائے گا کیونکہ کوئی بھی نشانی دکھا

① مسند أحمد: 155/4 عن عقبہ بن عامر ؓ اور انھی سے مذکورہ بالا مقام پر [مَا احْتَرَقَ] کے الفاظ بھی مروی ہیں۔ ②

المعجم الكبير للطبرانی: 89/10 وضعیف الجامع الصغیر للألبانی، حدیث: 3473۔

دینا اللہ تعالیٰ کے لیے بہت ہی آسان ہے لیکن یہ بات اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ نشانیاں طلب کرنے سے تمہارا مقصود تو محض ہٹ دھرمی اور امتحان ہی ہے، لہذا اللہ تعالیٰ تمہارے اس مطالبے کو تسلیم نہیں فرمائے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا أَنْ كَذَّبَ بِهَا الْأَوَّلُونَ ط وَآتَيْنَا نُوحًا مِّنْ قَبْلِهِ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْتِيكُمْ بِالْحَقِّ وَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبَ بَعْضُكُمْ يَوْمَهُ يَوْمَ يَأْتِي سُيُوفًا وَفُجَاءًا وَهُمْ لَا يُدْرِكُونَ﴾ (ہنسیٰ اِسْرَاءِ یل 59:17) ”اور ہم نے نشانیاں بھیجی اس لیے موقوف کر دیں کہ اگلے لوگوں نے ان کی تکذیب کی تھی اور ہم نے نوح کو اونٹنی (نبوت کی) کھلی نشانی دی تو انھوں نے اس (اونٹنی) پر ظلم کیا اور ہم صرف ڈرانے کے لیے نشانیاں بھیجتے ہیں۔“

اور فرمایا ﴿وَالْمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ﴾ ”اور میں تو صرف کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔“ یعنی مجھے تو کھلم کھلا نذیر بنا کر بھیجا گیا ہے اور میری ذمہ داری یہ ہے کہ میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دوں اور ﴿مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُضِلِّ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا﴾ (الکھف 17:18) ”جسے اللہ ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جسے گمراہ کرے تو آپ اس کے لیے کوئی راہ بتانے والا دوست نہ پائیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ط﴾ (البقرہ 2:272) ”اے محمد (ﷺ)! آپ ان لوگوں کی ہدایت کے ذمہ دار نہیں ہیں بلکہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی جہالت اور بے وقوفی کو بیان کیا ہے کہ انھوں نے ایسی نشانیاں طلب کی ہیں جو محمد (ﷺ) کے لائے ہوئے دین کی سچائی کی دلیل ہوں، حالانکہ آپ ان کے پاس ایک ایسی عالی رتبہ کتاب لے کر آئے ہیں کہ جس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے اور نہ پیچھے سے، پھر یہ کتاب تمام معجزات سے بڑا معجزہ ہے۔ بڑے بڑے فصحاء اور بلغاء اس جیسی کتاب لانے سے عاجز آ گئے بلکہ وہ اس جیسی دس سورتیں بھی بنا کر پیش نہ کر سکے، دس سورتیں تو بہت دور کی بات ہے وہ تو قرآن کی سورتوں جیسی ایک سورت بھی بنا کر پیش نہ کر سکے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ط﴾ ”کیا ان لوگوں کے لیے یہ کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل کی جو ان پر تلاوت کی جاتی ہے۔“ یعنی کیا ان کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر ایسی عظیم الشان کتاب نازل کی ہے جس میں پہلے لوگوں کے واقعات، بعد میں آنے والے لوگوں کے حالات اور ان کے آپس کے معاملات کے فیصلے ہیں جبکہ آپ ایک اُمی انسان ہیں اور لکھنا پڑھنا بھی نہیں جانتے اور نہ اہل کتاب میں سے کسی سے آپ کا میل جول ہے کہ پہلے صحیفوں میں سے ایسی خبریں کوچن کر لے آئیں جو ان کے اختلاف کی صورت میں بتا دیں کہ حق کیا ہے، پھر ان کے سامنے واضح، روشن اور جلی حق کو پیش کر دیں جیسا کہ فرمایا: ﴿أَوَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَةٌ أَنْ يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَءِيلَ ط﴾ (الشعراء 197:26) ”کیا ان کے لیے یہ ایک نشانی نہ تھی کہ علمائے بنی اسرائیل اس بات کو جانتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَافٍ الْأُولَىٰ﴾ (طہ 133:20) ”اور انھوں نے کہا: یہ (پیغمبر) اپنے پروردگار کی طرف سے ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں لائے، کیا ان کے پاس وہ واضح دلیل

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ ط وَلَوْلَا أَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاءَهُمُ الْعَذَابُ ط وَلِيَا تَنْبَهُمْ بَعَثَ

اور یہ لوگ آپ سے جلد عذاب مانگ رہے ہیں، اور اگر (عذاب کا) وقت مقرر نہ ہوتا تو انھیں عذاب ضرور آلیتا، اور یقیناً وہ انھیں اچانک ہی

وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٥٣﴾ يَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ ط وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَبُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ ﴿٥٤﴾ يَوْمَ

آلے گا، اور انھیں خبر تک نہ ہوگی ﴿٥٣﴾ یہ لوگ آپ سے جلد عذاب مانگ رہے ہیں، اور بلاشبہ جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے ﴿٥٤﴾ اس دن،

يُعْشَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ وَيَقُولُ ذُقُوا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٥٥﴾

ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے، عذاب انھیں ڈھانپ لے گا اور اللہ فرمائے گا: جو کچھ تم کرتے تھے اس (کے مزے) کو چکھو ﴿٥٥﴾

نہیں آئی جو پہلی کتابوں میں ہے؟“

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ نَبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ أُعْطِيَ مِنَ الْآيَاتِ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ، وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيَتْ وَحْيًا أَوْ حَاةَ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ إِلَيَّ، وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ] [نبیوں میں سے ہر نبی کو ایسے معجزات دیے گئے جن پر لوگ ایمان لاتے رہے اور مجھے جو معجزہ دیا گیا ہے وہ وحی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے میری طرف نازل فرمایا ہے، مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے پیروکاروں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔“ ﴿١﴾ اسے بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ فِي ذَلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرَى لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ ﴿٥١﴾ ”کچھ شک نہیں کہ مومن لوگوں کے لیے اس میں رحمت اور نصیحت ہے۔“ یعنی اس قرآن میں رحمت ہے، حق کا بیان، باطل کا ازالہ اور تکذیب کرنے والوں اور نافرمانی کرنے والوں پر نازل ہونے والے عذابوں کا تذکرہ مومنوں کے لیے باعث نصیحت ہے۔

اس کے بعد فرمایا: ﴿قُلْ كَفَى بِاللَّهِ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ شَهِيدًا﴾ ”آپ کہہ دیں کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ ہی گواہ کافی ہے۔“ یعنی وہ خوب جانتا ہے کہ تم کس طرح تکذیب کرتے ہو اور یہ بھی خوب جانتا ہے کہ میں تمہیں کس کس طرح اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہی نے مجھے تمہاری طرف مبعوث فرمایا ہے اور اگر میں جھوٹا ہوتا تو وہ یقیناً مجھ سے انتقام لیتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَكُو تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ ۚ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۚ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۚ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِيزِينَ ۚ﴾ (الحاقة 44-47) ”اور اگر یہ (پیغمبر) ہماری نسبت کوئی بات گھڑ کر لگا دیتے تو ہم ان کو دائیں ہاتھ سے ضرور پکڑ لیتے، پھر ہم ان کی رگ گردن ضرور کاٹ ڈالتے، پھر تم میں سے کوئی ایک بھی (ہمیں) اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔“ میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں جو بات بھی پہنچائی ہے میں اس میں سچا ہوں، یہی وجہ ہے کہ اس نے واضح معجزات اور قطعی دلائل کے ساتھ میری مدد فرمائی ہے۔ ﴿يَعْلَمُ مَا فِي السَّبُوتِ وَالْأَرْضِ ط﴾ ”جو چیز آسمانوں میں اور زمین میں ہے وہ (سب) جانتا ہے۔“ اور اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں، ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوا

﴿١﴾ مسند أحمد: 341/2 و صحيح البخاری، فضائل القرآن، باب: كيف نزل الوحي وأول منازل؟.....، حديث:

4981 و صحيح مسلم، الإيمان، باب وجوب الإيمان برسالة نبينا محمد ﷺ.....، حديث: 152.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

”اور جن لوگوں نے باطل کو مانا اور اللہ کا انکار کیا، وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔“
یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انھیں ان کے اعمال کی پوری پوری سزا دے گا کیونکہ انھوں نے حق کی تکذیب اور باطل کی اتباع کی ہے، اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو جھٹلایا ہے، حالانکہ ان کی صداقت کے دلائل موجود ہیں، پھر یہ کسی دلیل کے بغیر طاغوتوں اور بتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ جو حکیم و علیم ہے وہ روز قیامت ان کے ان اعمال کی انھیں ضرور سزا دے گا۔

تفسیر آیات: 53-55

مشرکین کا عذاب کے لیے جلدی کرنا: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی جہالت کو واضح کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ان پر جلد واقع ہو جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر ان کے بارے میں فرمایا ہے:
وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حَجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ أَوِ اثْبِتْ بِعَذَابِ إِلِيمٍ ○ (الأنفال: 32) ”اور جب انھوں نے کہا کہ اے اللہ! اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے برحق ہے تو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا کوئی اور تکلیف دینے والا عذاب لے آ۔“ اور یہاں فرمایا: **وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ ۖ وَلَوْلَا أَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاءَهُمُ الْعَذَابُ ۖ** ”اور یہ لوگ آپ سے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں، اگر ایک وقت مقرر نہ (ہو چکا) ہوتا تو ان پر عذاب ضرور آ جاتا۔“ یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن تک عذاب کو مؤخر کرنے کا فیصلہ نہ فرمایا ہوتا تو جس طرح یہ جلدی چاہتے ہیں عذاب ان کے پاس بہت جلد اور بہت تیزی کے ساتھ آچکا ہوتا، پھر فرمایا: **وَلِكَيْتَبَهُمْ بَغْةً ۖ** ”اور یقیناً وہ ان پر اچانک آ کر رہے گا۔“ یعنی ان کے پاس اچانک عذاب آ جائے گا، **وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۖ يَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ ۖ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ ۖ** ”اور ان کو معلوم بھی نہ ہوگا، یہ آپ سے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں، حالانکہ دوزخ تو یقیناً کافروں کو گھیرنے والی ہے۔“ یعنی یہ عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں اور عذاب ان پر یقینی طور پر واقع ہو کر رہے گا۔
اس کے بعد فرمایا: **يَوْمَ يُغْشَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ ۖ** ”جس دن انھیں ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے ڈھانک لے گا۔“ جیسا کہ فرمایا: **لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۖ** (الأعراف: 41) ”ایسے لوگوں کے لیے (نیچے) بچھونا بھی (آتش) جہنم کا ہوگا اور اوپر سے اوڑھنا بھی (اسی کا)۔“ اور فرمایا: **لَهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۖ** (الزمر: 16) ”ان کے لیے ان کے اوپر سے آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے سے بھی سائبان ہوں گے۔“ اور فرمایا: **لَوْ يَعْلَمُ الَّذِينَ كَفَرُوا حِينَ لَا يَكْفُونُ عَنْ وُجُوهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُورِهِمْ ۖ** الآية (الأنبياء: 39) ”اے کاش! کافر اس وقت کو جانیں جب وہ اپنے چہروں سے (دوزخ کی) آگ کو روک نہ سکیں گے اور نہ اپنی پیٹھوں سے.....“ ہر طرف سے آگ نے ان کو ڈھانپ رکھا ہوگا، ظاہری عذاب کی یہ شدید ترین صورت ہوگی۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَيَقُولُ ذُقُوا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۖ** ”اور وہ (اللہ) فرمائے گا کہ جو کام تم کیا کرتے تھے

يُعْبَادِي الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ أَرْضِي وَاسِعَةً فَإِيَّايَ فَاعْبُدُون ۝ (56) كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ

اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! بلاشبہ میری زمین وسیع ہے، تو تم میری ہی عبادت کرو ۝ (56) ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے، پھر تم ہماری ہی

الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ۝ (57) وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّهُم مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا

طرف لوٹائے جاؤ گے ۝ (57) اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، ہم انھیں جنت کے بالا خانوں میں ضرور جگہ دیں گے، ان کے

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ط نِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ۝ (58) الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ

نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، (نیک) عمل کرنے والوں کا اجر بہت اچھا ہے ۝ (58) جن لوگوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب ہی

رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ (59) وَكَأَيِّن مِّن دَابَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۚ اللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ ط وَهُوَ

پر توکل کرتے ہیں ۝ (59) اور کتنے ہی (زمین پر) چلنے پھرنے والے جاندار ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے، اللہ انھیں اور تمہیں بھی رزق دیتا ہے،

السَّيِّعُ الْعَلِيمُ ۝ (60)

اور وہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے ۝ (60)

(اب ان کا مزہ) چکھو۔“ یہ ڈانٹ ڈپٹ اور سرزنش نفسوں کے لیے ایک معنوی عذاب ہوگی۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿يَوْمَ يُسْحَبُونَ

فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ط ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ﴾ ۝ (القمر 49:54) ”اس روز وہ اپنے

چہروں کے بل دوزخ میں گھیٹے جائیں گے، اب آگ کے چھوٹے (کے مزے) کو چکھو، ہم نے ہر چیز اندازہ مقرر کے ساتھ پیدا

کی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿يَوْمَ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ نَارِ جَهَنَّمَ دَعَا ط هَذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكذَّبُونَ﴾ ۝ (افسحٰر 16:52)

اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُونَ ۝ (الصلوٰہا فاصبروا ۝ اولٰک تصبروا ۝ سوا ۝ علیکم ط اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ (الطور

16:52) ”جس دن ان کو آتش کی طرف دھکے دے دے کر دھکیلا جائے گا، (کہا جائے گا:) یہی وہ جہنم ہے جسے تم جھٹلایا

کرتے تھے تو کیا یہ جادو ہے یا تم دیکھتے ہی نہیں؟ اس میں داخل ہو جاؤ، پھر صبر کرو یا نہ کرو تمہارے لیے یکساں ہے، تمہیں

صرف اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو کا تم کیا کرتے تھے۔“

تفسیر آیات: 60-56

ہجرت کی طرف اشارہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا ہے کہ جس علاقے میں ان کے لیے اقامت دین کی

استطاعت نہ ہو تو وہاں سے ہجرت کر کے اللہ تعالیٰ کی اس کشادہ زمین میں کسی ایسی جگہ چلے جائیں، جہاں ان کے لیے

اقامت دین ممکن ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو اختیار کر کے اس کی اس طرح عبادت کر سکیں جس طرح اس نے حکم دیا ہے،

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يُعْبَادِي الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ أَرْضِي وَاسِعَةً فَإِيَّايَ فَاعْبُدُون ۝﴾ ۝ ”اے میرے بندو جو ایمان

لائے ہو! بے شک میری زمین فراخ ہے، سو تم میری ہی عبادت کرو۔“ یہی وجہ ہے کہ مکہ میں کمزور مسلمانوں کے لیے جب

زمین تنگ ہو گئی تو وہ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تاکہ وہاں اپنے دین کو محفوظ رکھ سکیں، حبشہ کے بادشاہ اصحمہ نجاشی رضی اللہ عنہ نے

ان کی بہترین مہمان نوازی کی، انھیں ٹھکانا دیا، تائید و حمایت کی اور انھیں اپنے ملک کے تمام شہروں میں آنے جانے کی کھلی

اجازت دے دی، پھر بعد میں رسول اللہ ﷺ اور باقی صحابہ کرام نے یشرب کی طرف ہجرت کی جو بعد میں مدینہ منورہ کے نام سے مشہور ہوا۔

عمرہ رزق اور اچھے بدلے کا وعدہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ﴾ ﴿57﴾ ”ہر تنفس موت (کے مزے) کو چکھنے والا ہے، پھر تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“ یعنی تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمہیں پالے گی، لہذا تم اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو حکم دیا ہے وہی تمہارے لیے بہتر ہے موت سے تو کوئی چارہ ہی نہیں، پھر تم سب کو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس لوٹ کر جانا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوگی وہ اسے بہترین جزا عطا فرمائے گا اور پورے پورے اجر و ثواب سے نوازے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّهُم مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾ ”اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہم انہیں بہشت کے اونچے اونچے محلات میں جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔“ یعنی ہم انہیں جنت میں بلند و بالا محلات میں بسائیں گے جن کے نیچے صاف شفاف پانی، لذت بخش شراب، عسل مُصَفًّى اور خالص دودھ کی نہریں جاری و ساری ہوں گی، وہ ان نہروں کو جس طرح چاہیں گے استعمال کریں گے اور جہاں چاہیں گے انہیں لے جاسکیں گے، ﴿خَالِدِينَ فِيهَا﴾ ”ہمیشہ ان میں رہیں گے۔“ یعنی ان میں ابد الابد تک رہیں گے اور کبھی یہاں سے نقل مکانی نہ کرنا چاہیں گے۔ ﴿يَغْمَرُ أَجْرُ الْعَمَلَيْنِ﴾ ”یہ (نیک) عمل کرنے والوں کا خوب بدلہ ہے۔“ یعنی جنت کے یہ اونچے اونچے محلات مومنوں کے اعمال کی بہت اچھی جزا ہیں۔ ﴿الَّذِينَ صَبَرُوا﴾ ”جو صبر کرتے رہے۔“ یعنی جنہوں نے اپنے دین پر صبر کیا، اللہ کی راہ میں ہجرت کی، دشمنوں کا مقابلہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول، اس کے اجر و ثواب کی امید اور اس کے وعدوں کی تصدیق کے لیے اپنے اہل و عیال اور اعزہ و اقارب کو چھوڑ دیا تھا۔

امام ابن ابوحاتم رحمہ اللہ نے ابو معاذ اشعری از ابو مالک اشعری رحمہ اللہ بیان کیا کہ ان سے رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا تھا: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ غُرَفًا يُرَى ظَاهِرُهَا مِنْ بَاطِنِهَا وَبَاطِنُهَا مِنْ ظَاهِرِهَا، (أَعَدَّهَا اللَّهُ تَعَالَى) لِمَنْ أَطْعَمَ الطَّعَامَ، وَأَطَابَ الْكَلَامَ، وَتَابَعَ الصَّلَاةَ وَالصَّيَامَ، وَقَامَ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسِ نِيَامًا [بے شک جنت میں کچھ ایسے محلات بھی ہوں گے جن کے باہر سے اندر اور اندر سے باہر دیکھا جاسکے گا، یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں کے لیے تیار فرمائے ہیں جو کھانا کھاتے ہیں، پاکیزہ گفتگو کرتے ہیں، نماز روزے کی پابندی کرتے ہیں اور رات کو اس وقت نماز پڑھتے ہیں جب لوگ سوئے ہوتے ہیں۔] ﴿١﴾

① تفسیر ابن ابی حاتم: 3077/9 اور تفسیر والے الفاظ صحیح ابن حبان، البر والإحسان، ذکر وصف الغرف التي

أَعَدَّهَا اللَّهُ تَعَالَى..... 266/2، حدیث: 509 میں ہیں۔ اور دیکھیے جامع الترمذی، حدیث: 1984 و صحیح ابن حبان:

20/2 اور المستدرک للحاکم: 153/1 .

وَلٰكِنْ سَاَلْتَهُمْ مِّنْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَسَخَّرَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرَ لِيَقُولُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنۢى يُؤْفَكُوۡنَ ﴿٦١﴾

اور بلاشبہ اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کس نے پیدا کیے اور (کس نے) سورج اور چاند خدمت پر لگائے تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ نے! پھر

اللّٰهُ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقۡدِرُ لَهُ ۖ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیۡءٍ

وہ کہاں بہکائے جاتے ہیں ﴿٦١﴾ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق نکشادہ کرتا ہے، اور کسی کے لیے تنگ کر دیتا ہے، بلاشبہ اللہ ہر چیز کو

عَلِيۡمٌ ﴿٦٢﴾ وَلٰكِنْ سَاَلْتَهُمْ مِّنۡ نَّذۡلٍ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءٍ فَآحِيَا بِهٖ الْاَرْضُ مِنْۢ بَعۡدِ مَوۡتِهَا

خوب جانتا ہے ﴿٦٢﴾ اور البتہ اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھر کس نے زمین کی موت (دیرانی) کے بعد اس پانی سے اسے

لِيَقُولُنَّ اللّٰهُ ۚ قُلِ الْحَمۡدُ لِلّٰهِ ۚ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡقِلُوۡنَ ﴿٦٣﴾

6
12
2

زندہ (ترتازہ) کیا، تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ نے! تو آپ کہہ دیجیے: ”الحمد للہ“، لیکن ان کے اکثر عقل سے کام نہیں لیتے ﴿٦٣﴾

اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَعَلٰی رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوۡنَ﴾ ﴿٥٩﴾ ”اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔“ یعنی دین و دنیا کے تمام حالات میں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر توکل کرتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کا رزق زمین کے کسی خاص حصے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ اس کا رزق ساری مخلوق کے لیے عام ہے، خواہ وہ کوئی بھی مخلوق ہو اور کہیں بھی ہو، یہی وجہ ہے کہ مہاجرین جہاں ہجرت کر کے گئے وہاں انھیں کثرت کے ساتھ وسیع اور زیادہ پاکیزہ رزق میسر آیا اور وہ تھوڑے عرصے کے بعد ہی تمام علاقوں اور ملکوں کے حکمران بن گئے، اسی لیے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَكَآيۡنَ مِّنۡ دَآۡیَةِ لَا تَحۡصِلُ رِزۡقَهَا ۚ﴾ ”اور بہت سے چلنے پھرنے والے جاندار ایسے ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے۔“ یعنی اسے جمع کرنے اور حاصل کرنے کی طاقت ہی نہیں رکھتے اور نہ کل کے لیے کچھ ذخیرہ ہی کرتے ہیں۔ ﴿اللّٰهُ يَزۡرُقُهَا وَاَيَاكُمۡ ۚ﴾ ”اللہ ہی ان کو رزق دیتا ہے اور تمھیں بھی۔“ یعنی ان کی ضعف و ناتوانی کے باوجود اللہ تعالیٰ انھیں رزق پہنچاتا اور حصول رزق کو ان کے لیے آسان بنا دیتا ہے، ہر مخلوق تک اس کے حسب حال رزق پہنچا دیتا ہے حتیٰ کہ زمین کی گہرائیوں میں رہنے والی چیونٹیوں، ہوا میں اڑنے والے پرندوں اور پانی میں تیرنے والی مچھلیوں کو ان کا رزق پہنچا دیتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا مِّنۡ دَآۡیَةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزۡقُهَا وَیَعۡلَمُ مُسۡتَقَرَّهَا وَمُسۡتَوۡدَعَهَا ۚ كُلٌّ فِیۡ کِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ﴾ ﴿٥٨﴾ (ہود: 61) ”اور زمین پر چلنے پھرنے والا کوئی جاندار نہیں مگر اس کا رزق اللہ کے ذمے ہے اور وہ جہاں رہتا ہے اسے بھی جانتا ہے اور جہاں سوچا جاتا ہے اسے بھی، یہ سب کچھ کتاب روشن میں (لکھا ہوا) ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَهُوَ السَّمِیۡعُ الْعَلِیۡمُ﴾ ﴿٦٠﴾ ”اور وہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔“ وہ اپنے بندوں کے اقوال کو سنتا اور ان کی حرکات و سکنات کو جانتا ہے۔

تفسیر آیات: 61-63

توحید کے مسائل: اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بیان کرتے ہوئے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ذکر فرمایا ہے کہ یہ مشرکین جو غیر اللہ کی پوجا کرتے ہیں یہ بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ آسمانوں، زمین اور شمس و قمر کو اسی نے پیدا فرمایا اور رات دن

بَیِّنَاتٍ

وَمَا هَذِهِ الْحَيَوةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهُوٌ وَلَعِبٌ ط وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ م

اور یہ دنیا کی زندگی ایک کھیل تماشے کے سوا کچھ نہیں، اور بلاشبہ دارِ آخرت (کی زندگی) ہی (اصل) زندگی ہے، کاش! لوگ جانتے ہوتے ﴿۶۴﴾ پھر جب وہ

لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿۶۴﴾ فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ه

(مشرکین) کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو وہ اطاعت و فرماں برداری کو اسی (اللہ) کے لیے خاص کرتے ہوئے اللہ کو پکارتے ہیں، پھر جب وہ انھیں نجات کی طرف

فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ ﴿۶۵﴾ لِيُكَفِّرُوا بِمَا آتَيْنَهُمْ ؕ وَلِيَسْتَتَعُوا دَقَّةَ

نجات دیتا ہے تو فوراً وہ شرک کرنے لگتے ہیں ﴿۶۵﴾ تاکہ وہ اس (نعت) کی ناشکری کریں جو ہم نے انھیں دی، اور تاکہ وہ فائدہ اٹھائیں، پھر جلد وہ (اس کا

فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿۶۶﴾

(انجام) جان لیں گے ﴿۶۶﴾

کو اسی نے زیر فرمان کیا ہے، اپنے بندوں کا وہی خالق و رازق اور وہی ان کی عمروں کا تعین فرمانے والا ہے، اسی نے انھیں مختلف بنایا اور ان کے رزق میں بھی کمی بیشی کر دی، یہی وجہ ہے کہ ان میں سے کوئی دولت مند ہے اور کوئی فقیر، وہ خوب جانتا ہے کہ ہر ایک کے مناسب حال کیا ہے، ان میں سے کون دولت کا مستحق ہے اور کون فقر کا، صرف اسی نے تمام اشیاء کو پیدا فرمایا، اسی نے ان کی تدبیر کی، پھر جب صورت حال یہ ہے تو پھر اس کے سوا کسی اور کی عبادت کیوں کی جائے؟ کسی اور پر بھروسہ کیوں کیا جائے؟ جس طرح وہ ملکیت میں واحد ہے اسی طرح عبادت بھی اسی اکیلے کی ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے بہت سے مقامات پر مقام الوہیت کو توحید ربوبیت کے اعتراف کے ساتھ ملا کر بیان فرمایا ہے۔ اور مشرکین بھی توحید ربوبیت کا اقرار کیا کرتے تھے جیسا کہ وہ اپنے تلبیہ میں کہتے تھے: [لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ.....، إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ، تَمَلِّكُهُ وَتَمْلُكَ] ”ہم حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں..... سوائے اس شریک کے جسے تو نے اپنا بنالیا ہو، تو اس شریک کا بھی مالک ہے اور جس کا وہ مالک ہے اس کا بھی تو ہی مالک ہے۔“ ﴿۱﴾

تفسیر آیات: 64-66

دنیا کا مال و منال زوال پذیر ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ یہ دنیا حقیر، زوال پذیر اور جلد ختم ہو جانے والی ہے، اسے بقا اور دوام حاصل نہیں ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ محض کھیل اور تماشہ ہے ﴿وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ م﴾ ”اور بلاشبہ آخری گھر ہی (اصل) زندگی (کا مقام) ہے۔“ یعنی دائمی اور سچی زندگی تو آخرت کی زندگی ہے جو کبھی زوال پذیر نہ ہوگی، کبھی ختم نہ ہوگی بلکہ ابد الابد تک جاری رہے گی، ﴿لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿۶۴﴾﴾ ”کاش! یہ (لوگ) جانتے ہوتے۔“ تو باقی کو فانی پر ترجیح دیتے؟ پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ اضطرار کے وقت وہ بھی اللہ وحدہ لا شریک ہی کو پکارتے ہیں، کاش! یہ ہمیشہ اللہ ہی کو پکارتے ﴿فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ه﴾ ”پھر جب یہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں، اس حال میں کہ اسی کے لیے عبادت کو خالص کرنے والے ہوتے ہیں۔“ جیسا کہ

① صحیح مسلم، الحج، باب التلبیة وصفتها و وقتها، حدیث: 1185 عن ابن عباس ؓ.

اَوْ لَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اَمْنًا وَبَيْنَحْطُفُ النَّاسِ مِنْ حَوْلِهِمْ اَفَبَا لُبَابِلٍ يُؤْمِنُونَ

کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ بے شک ہم نے حرم (مکہ) کو پراسن بنایا ہے، جبکہ لوگ اس کے ارد گرد سے اچک لیے جاتے ہیں۔ کیا پھر وہ باطل پر ایمان

وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُونَ ﴿٦٧﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا

لائے ہیں اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں ﴿٦٧﴾ اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے اللہ پر جھوٹ گھڑا، یا جب حق اس کے پاس آیا تو اس

جَاءَهُ ط اَلْيَسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوٰى لِّلْكَافِرِيْنَ ﴿٦٨﴾ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فَيُنَا لَنَهْدِيْهُمْ سَبِيْلَنَا

نے اسے جھٹلادیا؟ کیا (ایسے) کافروں کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہے؟ ﴿٦٨﴾ اور جو لوگ ہماری راہ میں جہاد کریں ہم انھیں اپنی راہیں ضرور دکھاتے ہیں، اور

وَإِنَّ اللّٰهَ لَسَمِعُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٦٩﴾

یقیناً اللہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے ﴿٦٩﴾

7
6
3

فرمایا: ﴿وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا يَاقَاهُ﴾ ﴿٦٧﴾ ﴿فَلَمَّا نَجَّكُمُ إِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا﴾ ﴿٦٨﴾

(بنی اسرائیل 67: 17) ”اور جب تم کو دریا میں تکلیف پہنچتی ہے تو جن کو تم پکارا کرتے ہو سب اس (پروردگار) کے سوا گم ہو جاتے

ہیں، پھر جب وہ تمہیں (ڈوبنے سے) بچا کر خشکی کی طرف لے جاتا ہے تو تم اعراض کر لیتے ہو اور انسان ہے ہی نافرمان۔“ اور

یہاں فرمایا: ﴿فَلَمَّا نَجَّيْهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ﴾ ﴿٦٨﴾ ”پھر جب وہ انھیں خشکی کی طرف (ڈوبنے سے) نجات دیتا ہے

تو اسی وقت شرک کرنے لگ جاتے ہیں۔“ ﴿لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَهُمْ﴾ ﴿٦٩﴾ ﴿وَلِيَتَمَتَّعُوا﴾ ﴿٦٩﴾ ”تا کہ جو ہم نے ان کو بخشا ہے

اس کی ناشکری کریں اور فائدہ اٹھائیں۔“ ﴿لِيَكْفُرُوا﴾ ﴿٦٩﴾ کے لام کو بہت سے اہل عربیت و تفسیر اور علمائے اصول لام عاقبت

کے نام سے موسوم کرتے ہیں کیونکہ ان کا یہ مقصد تو نہیں ہوتا لیکن ان کی نسبت سے صورت حال یقیناً اسی طرح کی ہوتی ہے۔

البتہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اسی بات کو ان کے لیے مقرر کر دینے کی نسبت سے یہ لام تعلیل ہے جیسا کہ قبل ازیں ہم ﴿لِيَكُونَ

لَهُمْ عَذَابٌ وَّحَزَنًا﴾ ﴿٨٢﴾ (القصص 8: 28) کی تفسیر میں بیان کر آئے ہیں۔^①

تفسیر آیات: 67-69

حرم مقام امن ہے: حرم کے مقام امن ہونے میں اللہ کی احسان مندی اور اس کی اطاعت و فرماں برداری کی تلقین ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قریش کی توجہ اپنے اس عظیم الشان احسان کی طرف مبذول کرائی ہے کہ اس نے انھیں اپنے اس حرم محترم میں

رہنے کی توفیق عطا فرمائی جسے اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کے لیے یکساں عبادت گاہ بنا دیا ہے، خواہ وہ وہاں کے رہنے والے

ہوں یا باہر سے آنے والے اور جو بھی اس میں داخل ہو وہ امن میں ہو جاتا ہے جبکہ گرد و پیش کے علاقوں میں بدو ایک دوسرے

کو مار ڈالتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا يَلْفُ قُرَيْشٍ﴾ ﴿١﴾ ﴿الْفَهْمُ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ﴾ ﴿٢﴾ ﴿فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا

الْبَيْتِ﴾ ﴿٣﴾ ﴿الَّذِيْ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ﴾ ﴿٤﴾ ﴿وَاَمْنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ﴾ ﴿٥﴾ (قریش 4-1: 106) ”قریش کو مانوس کرنے کی وجہ سے،

ان کو سردی اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کی وجہ سے، پس انھیں چاہیے کہ (اس نعمت کے شکر میں) اس گھر کے مالک کی

① دیکھیے القصص، آیت: 8 کے ذیل میں۔

عبادت کریں، جس نے ان کو بھوک میں کھانا کھلایا اور خوف سے امن بخشا۔“ ﴿اَقْبِلْ بَاطِلٌ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُونَ﴾ ”کیا یہ لوگ باطل پر اعتقاد رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں۔“ یعنی کیا اس عظیم الشان نعمت کا یہ شکر ہے کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ شرک کرنا اور اس کے ساتھ بتوں اور شریکوں کی پوجا کرنا شروع کر دی! ﴿بَدَلُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحْلَوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ﴾ (ابراہیم 14: 28) ”انھوں نے اللہ کے احسان کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو بتا ہی کے گھر میں اتارا۔“ اور اللہ تعالیٰ کے نبی، عبد اور رسول حضرت محمد ﷺ کے ساتھ کفر کیا، حالانکہ ان کے شایانِ شان تو یہ بات تھی کہ اللہ وحدہ لا شریک ہی کی خالص عبادت کرتے، اس کے ساتھ شرک نہ کرتے اور اس کے رسول کی تصدیق کرتے اور آپ کی تعظیم و توقیر بجالاتے مگر انھوں نے آپ کی تکذیب کی، آپ کے ساتھ لڑائی کی، آپ کو مکہ سے نکال دیا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنی نعمتوں کو چھین لیا اور ان کے بہت سے سرکردہ لوگ غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے، اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مسلمانوں کو عزت و شوکت حاصل ہوئی، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مکہ فتح کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور مشرکین مکہ کی گردنیں ذلیل و رسوا ہو کر جھک گئیں۔

پھر فرمایا: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَدٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ﴾ ”اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ (بہتان) باندھے یا جب حق اس کے پاس آئے تو اس کی تکذیب کرے۔“ اس شخص سے بڑھ کر کسی کو سخت عذاب نہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے اور کہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی نازل کی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف کوئی وحی نازل نہ کی ہو یا جو یہ کہے کہ میں بھی اس طرح کی وحی نازل کر سکتا ہوں جس طرح کی وحی اللہ نے نازل کی ہے، اسی طرح اس سے بڑھ کر بھی کسی کو سخت عذاب نہ ہوگا جو حق بات آ جانے کے بعد اس کی تکذیب کرے، ان میں سے پہلا شخص بہتان باندھنے والا اور دوسرا تکذیب کرنے والا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿الَّذِينَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوٰى لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾ ”کیا جہنم میں کافروں کے لیے کوئی جگہ (ٹھکانا) نہیں ہے؟“ پھر ارشاد فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا﴾ ”اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں کوشش کی۔“ یعنی رسول اکرم ﷺ، آپ کے صحابہ کرام اور قیامت کے دن تک آپ کے پیروکار، ﴿لَنَهْدِيْهُمْ سُبُلَنَا﴾ ”ہم انھیں ضرور اپنے رستے دکھا دیں گے۔“ یعنی انھیں دنیا و آخرت میں اپنے رستے دکھا دیں گے۔

امام ابن ابی حاتم نے عباس ہمدانی سے انھوں نے ابوالاحمد جو عساکر کے رہنے والے ہیں۔ سے اس آیت کریمہ: ﴿لَنَهْدِيْهُمْ سُبُلَنَا﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جو لوگ اپنے علم کے مطابق عمل کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انھیں ان باتوں کی طرف رہنمائی فرماتے ہیں جن کا انھیں علم نہیں ہوتا، احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں کہ میں نے ابوسلیمان دارانی سے جب عباس ہمدانی کا یہ قول بیان کیا تو انھیں یہ قول بہت اچھا لگا اور انھوں نے کہا کہ جس شخص کو کوئی اچھا الہام ہو تو اسے اس وقت تک اس کے مطابق عمل نہیں کرنا چاہیے جب تک وہ کتاب و سنت کی اس کے بارے میں کوئی دلیل نہ معلوم کرے، پھر جب اسے دلیل معلوم ہو جائے تو اس کے مطابق عمل کرنا چاہیے اور اس بات پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنی چاہیے کہ اس کا الہام کتاب و سنت کے

مطابق ہے۔^① اور فرمایا: ﴿وَلَا تَتَّبِعِ الْفِتْنَةَ﴾ ”اور یقیناً اللہ تو نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔“ امام ابن ابی حاتم نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا قول ہے کہ احسان یہ ہے کہ تم اس سے اچھا سلوک کرو جو تم سے برا سلوک کرے، احسان یہ نہیں کہ تم اس سے اچھا سلوک کرو جو تم سے اچھا سلوک کرے۔^② وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

سورہ عنکبوت کی تفسیر مکمل ہوئی۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔



① تفسیر ابن ابی حاتم: 3084/9 . ② تفسیر ابن ابی حاتم: 3085/9، البتہ تفسیر ابن ابی حاتم کے نسخوں میں یہ قول رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہے جبکہ بعد کے اکثر مفسرین نے امام ابن کثیر رحمہ اللہ ہی کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہے۔ بہر حال انقطاع واضح ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

تفسیر سُورَةُ رُومٍ

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

الْم ① غَلَبَتِ الرُّومُ ② فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ ③ فِي بَضْعِ

الْم ① رومی مغلوب ہو گئے ② قریب ترین سرزمین (شام و فلسطین) میں، اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد جلد غالب ہوں گے ③

سِنِينَ ④ اللَّهُ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ ⑤ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ ⑥ يَنْصُرُ اللَّهُ ط

چند برسوں میں، اقتدار و اختیار اللہ ہی کے لیے ہے پہلے بھی اور بعد میں بھی، اور اس (غلبے والے) دن مومن بھی (اپنی فتح پر) خوش ہوں گے ④

يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ ط وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ⑤ وَعَدَ اللَّهُ ط لَا يَخْلِفُ اللَّهُ وَعْدَهُ وَلَكِنْ أَكْثَرَ

اللہ کی مدد سے، وہ جسے چاہتا ہے مدد دیتا ہے، اور وہ نہایت غالب، بہت رحم کرنے والا ہے ⑤ (یہ) اللہ کا وعدہ ہے، اللہ اپنے وعدے کے

النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ⑥ يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَفْلُونَ ⑦

غلاف نہیں کرتا، اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ⑥ وہ دنیاوی زندگی کے ظاہر کو جانتے ہیں، اور وہ آخرت سے تو بالکل ہی غافل ہیں ⑦

تفسیر آیات: 7-1

رومیوں کے غلبے کی پیش گوئی: یہ آیات اس وقت نازل ہوئی تھیں جب ایرانی بادشاہ ساہور ملک شام اور اس سے متصل الجزیرہ کے علاقوں اور اقصائے روم تک کے علاقوں پر غالب آ گیا تھا۔ اس نے شاہ روم ہرقل کو قسطنطنیہ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا تھا اور اس نے طویل مدت تک روم کا محاصرہ کیے رکھا لیکن بعد میں پھر ہرقل کو تسلط و غلبہ حاصل ہوا جیسا کہ اس کا ذکر آگے آئے گا۔ ①

پہلی حدیث: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿الْم ① غَلَبَتِ الرُّومُ ② فِي أَدْنَى الْأَرْضِ ③﴾ ”الْم (اہل) روم مغلوب ہو گئے، قریب ترین زمین میں“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ رومی مغلوب ہو گئے اور غالب بھی آ گئے۔ انھوں نے مزید بیان فرمایا کہ مشرکین اس بات کو پسند کرتے تھے کہ ایرانی رومیوں پر غالب آ جائیں کیونکہ وہ بت پرست

① دیکھیے اسی سورت میں عنوان: ”قیصر، کسریٰ پر کس طرح غالب آیا؟“

تھے جبکہ مسلمان اس بات کو پسند کرتے تھے کہ رومی ایرانیوں پر غالب آجائیں کیونکہ وہ اہل کتاب تھے۔ اس بات کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کا رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اُمَّا! اِنَّهُمْ سَيَغْلِبُوْنَ] ”خبردار! وہ (رومی) عنقریب غالب آجائیں گے۔“ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مشرکین سے اس بات کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا کہ آپ ہمارے اور اپنے لیے ایک مدت مقرر کریں (کہ وہ کب غالب آئیں گے)، پھر اگر ہم غالب آگئے (شرط جیت گئے) تو ہمیں یہ انعام ملے گا اور اگر آپ غالب آگئے تو آپ کو یہ انعام ملے گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پانچ سال کی مدت کا تعین کر دیا مگر اس مدت میں رومی غالب نہ آئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کا رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: [اَلَا جَعَلْتَهَا اِلٰی دُوْنَ (قَالَ: اُرَاهُ قَالَ: الْعُسْرِ؟)] ”آپ نے (راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے آپ نے فرمایا: دس سال سے کچھ کم مدت طے کیوں نہیں کی؟“

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ بضع کا لفظ دس سے کم عدد کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ پھر بعد میں واقعی رومی غالب آگئے اور یہی معنی ہیں ان آیات کریمہ کے: ﴿اَلَمْ غَلِبَتِ الرُّومُ ۚ ۱﴾ ﴿فِيْ اَدْنٰی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلِيْهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۚ ۲﴾ ﴿يَضَعُ سِنِيْنَهُ ۗ لِلّٰهِ اَمْرٌ مِّنْۢ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۚ وَيَوْمَئِذٍۭ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۚ ۳﴾ ﴿يَنْصُرُ اللّٰهُ ۚ يَنْصُرُ مَنۢ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۚ ۴﴾ ﴿اَلَمْ (اہل) روم مغلوب ہو گئے، قریب ترین زمین میں۔ اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آجائیں گے چند ہی سالوں میں، پہلے بھی اور پیچھے بھی اللہ ہی کا حکم ہے۔ اور اس روز مومن خوش ہو جائیں گے اللہ کی مدد سے، وہ جسے چاہتا ہے مدد دیتا ہے اور وہ نہایت غالب، بڑا مہربان ہے۔“ ﴿۱﴾ اسی طرح اسے امام ترمذی اور نسائی نے بھی روایت کیا اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔ ﴿۲﴾

دوسری حدیث: امام ابوعبسی ترمذی رحمہ اللہ نے نیار بن مکرّم سلمی سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں: ﴿اَلَمْ غَلِبَتِ الرُّومُ ۚ ۱﴾ ﴿فِيْ اَدْنٰی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلِيْهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۚ ۲﴾ ﴿يَضَعُ سِنِيْنَهُ ۗ لِلّٰهِ اَمْرٌ مِّنْۢ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۚ وَيَوْمَئِذٍۭ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۚ ۳﴾ ﴿يَنْصُرُ اللّٰهُ ۚ يَنْصُرُ مَنۢ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۚ ۴﴾ تو ایرانی رومیوں پر غالب تھے اور مسلمان یہ چاہتے تھے کہ رومیوں کو ایرانیوں پر غلبہ حاصل ہو جائے کیونکہ یہ دونوں (مسلمان اور رومی) کتاب والے ہیں، اسی وجہ سے فرمایا: ﴿وَيَوْمَئِذٍۭ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۚ ۳﴾ ﴿يَنْصُرُ اللّٰهُ ۚ يَنْصُرُ مَنۢ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۚ ۴﴾ ”اور اس روز مومن خوش ہو جائیں گے اللہ کی مدد سے، وہ جسے چاہتا ہے مدد دیتا ہے اور وہ نہایت غالب، بڑا مہربان ہے۔“ اور قریش اس بات کو پسند کرتے تھے کہ ایرانی غالب آجائیں کیونکہ یہ دونوں اہل کتاب نہیں تھے اور نہ ہی ان کا دوبارہ زندہ کیے جانے ہی پر ایمان تھا۔ جب ان آیات کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مکہ کی گلیوں، بازاروں میں ان کی تلاوت شروع کر دی تو قریش کے کچھ لوگوں نے ان سے کہا کہ اسی کو اپنے اور تمہارے درمیان طے کرتے ہیں، تمہارے نبی کا دعویٰ ہے کہ

① مسند أحمد: 1/276. ② جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الروم، حدیث: 3193 والسنن الکبریٰ

للنسائی، التفسیر، سورة الروم: 426/6، حدیث: 11389.

چند سالوں میں رومی ایرانیوں پر غالب آ جائیں گے تو کیا اس بات پر ہم آپ سے شرط نہ لگالیں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: کیوں نہیں۔ لیکن یاد رہے یہ بات شرط کے حرام ہونے سے قبل کی ہے۔

الغرض! حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور مشرکین نے آپس میں شرط رکھ لی، پھر انھوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ﴿يَضَعُ﴾ کا لفظ تو تین سے نو تک کے لیے استعمال ہوتا ہے؟ لہذا آپ ان میں سے کسی ایک متوسط کا نام لے کر اسے متعین کر دیں! تاہم اس طرح چھ سال کی مدت کا تعین کر لیا گیا۔ راوی کا بیان ہے کہ چھ سال گزر گئے اور رومی غالب نہ آئے تو انھوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بطور شرط رکھے ہوئے مال کو لے لیا، پھر جب ساتواں سال شروع ہوا تو رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے اور چھ سال کی مدت کے تعین کی وجہ سے مسلمانوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو ﴿فِي يَضَعُ سِنِينَ ٥﴾ کے الفاظ استعمال فرمائے تھے، بہر حال ساتویں سال رومیوں کے غلبے کو دیکھ کر بہت سے لوگ قرآن مجید کی اس پیش گوئی کی صداقت کی وجہ سے مسلمان ہو گئے تھے۔^① امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو بیان کیا اور حسن صحیح قرار دیا ہے۔

اب ہم ان آیات کریمہ کے الفاظ کے بارے میں بحث کرتے ہیں: ﴿الَّذِي غُلِبَتِ الرُّومُ ٢﴾ حروف مقطعات کے بارے میں کئی سورتوں کے آغاز خصوصاً سورہ بقرہ کی ابتدا میں بیان کیا جا چکا ہے۔

رومی کون ہیں؟ جہاں تک رومیوں کا تعلق ہے تو وہ عیص بن اسحاق بن ابراہیم کی نسل سے ہیں، یعنی یہ بنی اسرائیل کے چچا زاد بھائی ہیں، انھیں بنو نصر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ یونانیوں کے دین پر تھے۔ اور یونانی یافت بن نوح کی نسل سے ہیں اور ترکوں کے چچا زاد بھائی ہیں۔ یہ لوگ سات کو اکب سیارگاں کی عبادت کرتے تھے جنھیں متغیر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ قطب شمالی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ انھوں نے دمشق کی بنیاد رکھی اور وہاں معبد تعمیر کیا تھا جس میں شمالی جانب کئی محراب بنائے گئے تھے۔ رومی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے قریباً تین سو سال بعد اپنے دین پر تھے۔

امانت کبیرہ یا خیانت کبیرہ.....؟ رومیوں میں سے جوشام اور الجزیرہ کا بادشاہ بنا وہ قیصر کہلایا، ان میں سے سب سے پہلے جس بادشاہ نے عیسائیت کو اختیار کیا، وہ قسطنطین بن قسطنس تھا، اور اس کی ماں کا نام مریم ہیلانیہ شد قانیہ تھا۔ اور اس کا تعلق سرزمین حران سے تھا اور وہ قسطنطین سے بھی پہلے دین عیسائیت میں داخل ہو چکی تھی اور اسی نے اس کو عیسائیت قبول کرنے کی دعوت دی۔ وہ پہلے فلسفی تھا، اس نے ماں کی بات کو تسلیم کر لیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے تقیہ کے طور پر تسلیم کیا تھا، عیسائی اس کی وجہ سے متحد و مجتمع ہوئے اور انھوں نے اسی کے دور میں عبداللہ بن اریوس کے ساتھ مناظرہ کیا تھا اور انھوں نے آپس میں بہت زیادہ اختلاف کا اظہار کیا کہ ان کا کسی نکتے پر بھی اتفاق نہیں تھا، البتہ ان کی جماعت میں سے تین سواٹھارہ پادری جمع ہوئے اور انھوں نے قسطنطین کے لیے عقیدہ وضع کیا اور اسی عقیدے کو یہ لوگ ”امانت کبیرہ“^② سے موسوم کرتے ہیں، حالانکہ

① جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الروم، حدیث: 3194. ② تفصیل کے لیے دیکھیے النساء، آیت:

171 کے ذیل میں عنوان: ”عیسائیوں کے فرقے“



یہ نہایت گھٹیا خیانت ہے۔ انھی پادریوں نے قسطنطین کے لیے قوانین بھی وضع کیے اور کتب احکام مرتب کیں جن میں حرام و حلال اور ضرورت کے دیگر مسائل بیان کیے گئے تھے۔

عیسائیوں کی عیدیں اور ان کے کئی ایک فرقے: الغرض! انھوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے دین کو مکمل طور پر تبدیل کر دیا۔ اس میں انھوں نے اپنی طرف سے بہت سے اضافے بھی کیے اور بہت سی چیزوں کو اس سے نکال بھی دیا، انھوں نے (بیت المقدس کے) مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنی شروع کر دی، ہفتے کے دن کے بجائے اتوار کا دن اختیار کر لیا، صلیب کی پوجا شروع کر دی، خنزیر کو حلال قرار دے دیا، اپنے طور پر کئی عیدیں ایجاد کر لیں، مثلاً: عید صلیب، عید قدّاس، عید غطّاس، شعائین اور باعوث وغیرہ۔^① قسطنطین کے لیے انھوں نے ایک دروازہ بنادیا کیونکہ اس وقت ان سب میں سے اس کا مقام بڑا تھا، پھر بتا رکھا کہ درجہ تھا، پھر مطرانہ کا، پھر اسقفوں کا، پھر قیسین کا، پھر شمامہ کا، اس طرح انھوں نے رہبانیت کی بدعت کو بھی ایجاد کیا، بادشاہ نے ان کے لیے کیسے اور معبد بنوادیے اور اس نے اس شہر کی بنیاد بھی رکھی جو اس کی طرف منسوب ہے، یعنی قسطنطنیہ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے اپنے دور میں بارہ ہزار کیسے بنوائے تھے، نیز اس نے بیت اللحم بھی بنوایا جس کے تین محراب تھے اور اس کی ماں نے قُمامہ بنوایا، عیسائیوں کا یہ فرقہ ملکیہ کہلاتا ہے، یعنی وہ فرقہ جو بادشاہ کے دین پر ہے۔

ان کے بعد فرقہ یعقوبیہ پیدا ہوا، یہ لوگ یعقوب اسکاف کے پیروکار تھے، پھر نسطوریہ فرقہ پیدا ہوا جو نسطورا کے ماننے والے تھے۔ الغرض! عیسائیوں کے بہت سے فرقے اور بہت سی جماعتیں ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: [اَفْتَرَقُوا عَلٰی ثَلٰثِيْنَ وَ سَبْعِيْنَ (فِرْقَةً)] ”یہ لوگ بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔“^② بہر حال ان لوگوں نے نصرانیت کو اختیار کیے رکھا، جب کوئی قیصر فوت ہو جاتا تو اس کی جگہ کوئی دوسرا قیصر لے لیتا حتیٰ کہ ان کا آخری قیصر ہرقل تھا جو بہت عقل مند، انتہائی بارعب اور مدبر بادشاہ، بہت عمیق غور و فکر کرنے والا اور صائب الرائے شخص تھا اور بہت عظیم اور بے حد وسیع و عریض سلطنت کا مالک تھا مگر کسری جو ایران اور دیگر تمام ممالک، مثلاً: عراق، خراسان، رے اور تمام عجمی ممالک کا بادشاہ تھا، وہ اس کا دشمن ہو گیا، اس کا نام ساہور تھا جو بہت طاقت ور اور مضبوط تھا اور اس کی مملکت قیصر کی مملکت سے بھی بڑی تھی، اس میں عجم کی سرداری اور فارسیوں کی حماقت جمع تھی اور وہ لوگ مجوس تھے جو آگ کی پوجا کرتے تھے۔

قیصر، کسری پر کس طرح غالب آیا؟ قبل ازیں عکرمہ کی روایت کو بیان کیا جا چکا ہے کہ کسری نے قیصر کی طرف اپنے کمانڈر اور لشکر بھیجے جنھوں نے اس سے لڑائی کی اور زیادہ مشہور بات یہ ہے کہ کسری نے خود اپنی فوجوں کی قیادت کی تھی،

① قدّاس: نصلائی کے ہاں روٹی اور شراب پر مخصوص الفاظ کے ساتھ دُعا پڑھنا، غطّاس: نصرانیوں کے ہاں بچے کی مقدس پانی (معمودیہ)

سے تطہیر کی تقریب۔ شعائین: نصلائی کی عید فصح سے پہلے آنے والے اتوار کے دن عید جس میں عیسیٰ علیہ السلام کے بیت المقدس میں داخل ہونے

کی یاد منائی جاتی ہے۔ باعوث: نصرانیوں کے ہاں بارش کے لیے دُعا کی تقریب۔ ② سنن أبی داود، السنۃ، باب شرح السنۃ،

حدیث: 4597 ومسند أحمد 102/4 عن معاويةؓ، اور تو سین والالفظ منن أبی داود، السنۃ، باب شرح السنۃ، حدیث:

4596 عن أبی هريرةؓ کے مطابق ہے۔

انھوں نے قیصر کو مغلوب کر دیا، اس کے سارے شہروں پر قبضہ کر لیا حتیٰ کہ قیصر کے پاس صرف قسطنطنیہ کا شہر رہ گیا، کسریٰ نے اس شہر کا بھی طویل عرصے تک محاصرہ کیے رکھا اور قیصر کو بہت مشکل میں مبتلا کر دیا، نصاریٰ اس شہر کی بے حد تعظیم کرتے تھے، کسریٰ طویل محاصرے کے باوجود اس شہر کو فتح نہ کر سکا، شہر کی مضبوطی کی وجہ سے اسے فتح کرنا اُس کے لیے ممکن نہ ہوا کیونکہ اس شہر کا نصف حصہ خشکی کی طرف اور نصف دریا کی طرف تھا۔ دریا کی طرف سے ان کو اشیائے خورد و نوش اور مدد مل جاتی تھی، جب محاصرہ بہت طویل ہو گیا تو قیصر نے ایک تدبیر اختیار کی اور کسریٰ کو دھوکا دینے کا ایک پروگرام بنایا اور وہ یہ کہ اس نے کسریٰ کو پیشکش کی کہ تم میرے ملک سے چلے جاؤ اور اس کے عوض جس قدر چاہو مال لے کر صلح کر لو، کسریٰ نے اس پیشکش کو قبول کر لیا اور قیصر سے بے حد و حساب مال و دولت کا مطالبہ کیا، اس نے اس قدر سونے، جواہرات کا خزانہ، پوشاکوں، لونڈیوں، خادموں اور دیگر انواع و اقسام کے مال و دولت کا مطالبہ کیا کہ جسے دنیا کا کوئی بادشاہ بھی پورا نہ کر سکتا تھا۔ قیصر نے اس کے مطالبے کو مان لیا اور تاثر یہ دیا کہ اس کے پاس یہ سب کچھ موجود ہے جس کا وہ مطالبہ کر رہا ہے اور اس کے اس مطالبے کے سلسلے میں اس نے اس کی عقل کا کم ہونا سمجھ لیا تھا، حالانکہ صورت حال یہ تھی کہ کسریٰ نے اس قدر زبردست مال و دولت کا مطالبہ کیا تھا کہ اکیلے قیصر کے لیے اسے پورا کرنا تو کجا قیصر و کسریٰ دونوں مل کر اس کے عَشرِ عشریں کو بھی جمع نہیں کر سکتے تھے۔ قیصر نے کسریٰ سے کہا کہ وہ اسے مہلت دے تاکہ وہ بلاد شام اور اپنے ملک کے دوسرے علاقوں میں جا کر اپنے خزانوں، ذخیروں اور گوداموں سے مطلوبہ اشیاء کو جمع کر سکے، کسریٰ نے اسے قسطنطنیہ سے نکلنے کی اجازت دے دی۔

قیصر نے جب شہر قسطنطنیہ سے باہر نکلنے کا ارادہ کیا تو اس نے اپنی ملت کو جمع کیا اور کہا کہ میں ایک اہم مشن کے لیے جسے میں نے خوب سوچ سمجھ کر ترتیب دیا ہے، اپنی فوج کے ایک دستے کے ساتھ باہر نکل رہا ہوں، اگر ایک سال سے پہلے میں لوٹ آیا تو میں ہی تمہارا بادشاہ ہوں اور اگر ایک سال سے پہلے نہ لوٹوں تو تمہیں اختیار ہے کہ اگر چاہو تو میری بیعت کو باقی رکھو اور اگر چاہو تو میرے علاوہ کسی اور کو اپنا بادشاہ بنا لو، انھوں نے جواب دیا کہ جب تک آپ زندہ ہیں آپ ہی ہمارے بادشاہ ہیں، خواہ آپ دس سال تک غائب رہیں، بہر حال جب وہ قسطنطنیہ سے نکلا تو وہ متوسط درجے کے ایک گھڑ سوار لشکر کی حفاظت میں نکلا اور کسریٰ اس کی واپسی کے انتظار میں قسطنطنیہ ہی کے پاس خیمہ زن رہا۔

ادھر قیصر تیز رفتار سوار یوں پر سوار ہو کر بہت جلد ایران پہنچ گیا اور وہاں پہنچ کر اس نے قتل و غارت کا بازار خوب گرم کیا، مردوں خصوصاً جنگ کے قابل لوگوں کو چن چن کر قتل کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ وہ لوگوں کو قتل کرتے کرتے مدائن تک پہنچ گیا جو کسریٰ کا دار الحکومت تھا، اس نے وہاں کے سب لوگوں کو قتل کر دیا، ان کے سارے مال و دولت کو چھین لیا، عورتوں اور حرم سراؤں کو قیدی بنالیا، کسریٰ کے بیٹے کے سر کو مونڈ کر اسے گدھے پر سوار کرایا اور اسے اس کی قوم کے دیگر قیدیوں کے ساتھ نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ کسریٰ کی طرف بھیج دیا اور اسے لکھا کہ یہ ہے وہ جس کا تم نے مطالبہ کیا تھا، لہذا اسے لے لو، جب کسریٰ کے پاس یہ خبر پہنچی تو اسے ایسا شدید ترین غم لاحق ہوا جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، اس سے روم کے بارے میں

اس کی دشمنی میں اور اضافہ ہو گیا اور اس نے ہر ممکن طریقے سے محاصرے کو مضبوط کرنا چاہا مگر وہ ایسا نہ کر سکا اور جب وہ عاجز و قاصر آ گیا تو اس نے دریائے جیون کی طرف سے آنے والے راستے پر قبضے کا پروگرام بنایا کیونکہ اس راستے کے بغیر قیصر کے لیے قسطنطنیہ تک پہنچنے کا اور کوئی راستہ ہی نہ تھا۔

قیصر کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے ایسی زبردست چال چلی کہ ایسی چال آج تک کسی نے نہ چلی تھی اور وہ یہ کہ اس نے اپنے لشکر اور اس مال و اسباب کو جو اس کے ہمراہ تھا، دریا کے دہانے پر روک دیا اور خود کچھ لشکر کے ہمراہ روانہ ہو گیا اور اس نے حکم دیا کہ پتوں اور اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کی میٹگیوں سے بھرے ہوئے بورے جانوروں پر لاد دیے جائیں اور وہ بالائی علاقے کی طرف جاتے ہوئے پانی سے ایک دن کی مسافت کے فاصلے سے گزرا، اس نے حکم دیا کہ ان بھرے ہوئے بوروں کو دریا میں گرادیا جائے اور جب یہ بورے کسریٰ اور اس کے لشکر کے پاس سے گزرے تو انھوں نے سمجھا کہ وہ یہاں سے دریا میں داخل ہوئے ہیں، لہذا انھوں نے ان کی تلاش میں ادھر کا رخ کیا اور اس طرح دریا کا دہانہ شہ سواروں سے خالی ہو گیا اور قیصر نے اس طرف کا رخ کیا اور اپنے لشکر کو حکم دیا کہ وہ جلدی کریں اور برق رفتاری سے دریا کو عبور کر لیں اور اس طرح وہ کسریٰ اور اس کے لشکر سے بچ کر قسطنطنیہ میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے، نصاریٰ کے نزدیک یہ بہت اہمیت کا حامل دن تھا۔

کسریٰ اور اس کا لشکر حیران و ششدر رہ گیا، انھیں کچھ سمجھ نہ آ رہی تھی کہ وہ کیا کریں، وہ قیصر کے ملک پر قبضہ نہ کر سکے جبکہ رومیوں نے ان کے ملک کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا تھا، ان کے مال و دولت کو چھین لیا تھا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا تھا اور اس طرح رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے تھے اور ایرانیوں کے رومیوں کو مغلوب کرنے کے نو سال بعد پانسہ پلٹا تھا۔ ایرانیوں اور رومیوں کے درمیان ہونے والا وہ معرکہ جس میں رومی مغلوب ہو گئے تھے اذریعات اور بصری کے مابین پیش آیا تھا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما عکرمہ اور دیگر اہل علم نے بیان کیا ہے۔^① اور یہ شام کا وہ علاقہ ہے جو حجاز کے ساتھ ملتا ہے، مجاہد کہتے ہیں کہ یہ واقعہ الجزیرہ میں پیش آیا تھا اور یہ روم کا ایران کے سب سے قریب علاقہ ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ ط﴾ ”(اس سے) پہلے بھی اور (اس کے) بعد بھی اللہ ہی کے لیے حکم ہے۔“ یعنی اس سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی اللہ تعالیٰ ہی کا حکم جاری و ساری رہے گا۔ جب قبل اور بعد کو اضافت یا نسبت سے قطع کر دیا جائے اور ان دونوں کا مضاف الیہ محذوف مگر نسبت میں موجود ہو تو یہ مثنیٰ علی الضم (ـ) ہوتے ہیں (ان پر تنوین کے بغیر پیش آتا ہے۔) ﴿وَيَوْمَئِذٍ يُفْرِخُ الْمُوْمِنُوْنَ ۝۴ يَنْصُرِ اللّٰهُ ط﴾ ”اور اس روز مومن خوش ہو جائیں گے (یعنی) اللہ کی مدد سے۔“ جو رومیوں، یعنی شام کے بادشاہ قیصر کے ساتھیوں کو ایرانیوں، یعنی کسریٰ کے ساتھیوں پر جو کہ مجوسی ہیں حاصل ہوگی۔ رومیوں کو ایرانیوں پر نصرت غزوہ بدر کے دن حاصل ہوئی تھی اور یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، ثوری، سُدی اور بہت سے علماء کا قول ہے اور اس حدیث میں ہے جسے امام ترمذی، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بزار نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے

① تفسیر الطبری: 21/22-27 و تفسیر ابن ابی حاتم: 3087/9.

بیان کیا ہے کہ جب بدر کا دن تھا تو رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے تھے اور اس سے مومنوں کو بہت خوشی ہوئی تھی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿يَوْمَ مَدْيَنَ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ ۝٤ يَنْصُرُ اللَّهُ يَنْصُرُ مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝٥﴾ ”اور اس روز مومن خوش ہو جائیں گے (یعنی) اللہ کی مدد سے، وہ جسے چاہتا ہے مدد دیتا ہے اور وہ نہایت غالب، بڑا مہربان ہے۔“^①

امام ابن ابوجاتم نے زیر کلابی سے روایت کیا ہے کہ میں نے ایرانیوں کا رومیوں پر غلبہ دیکھا، پھر رومیوں کا ایرانیوں پر غلبہ دیکھا، پھر دیکھا کہ مسلمانوں نے ایرانیوں اور رومیوں دونوں پر غلبہ حاصل کر لیا۔ اور یہ سارے واقعات پندرہ سال کے اندر رونما ہوئے تھے۔^②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَهُوَ الْعَزِيزُ ۝٥﴾ ”اور وہ نہایت غالب ہے۔“ اپنے دشمنوں پر فتح پانے اور ان سے انتقام لینے میں، ﴿الرَّحِيمُ ۝٥﴾ ”بڑا مہربان ہے۔“ اپنے مومن بندوں پر۔ ﴿وَعَدَ اللَّهُ ۚ لَا يَخْلِفُ اللَّهُ وَعْدَهُ ۝٥﴾ ”(یہ) اللہ کا وعدہ (ہے) اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔“ یعنی اے محمد (ﷺ)! یہ خبر جو ہم نے آپ کو دی ہے کہ ہم رومیوں کو ایرانیوں پر غالب کر دیں گے تو یہ اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے اور سچی خبر ہے جو کبھی غلط نہیں ہو سکتی، لہذا ایسا ضرور ہو کر رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ لڑائی کرنے والی دو جماعتوں میں سے جو حق کے زیادہ قریب ہو وہ ان کی مدد فرماتا ہے اور ان کے انجام کو اچھا کر دیتا ہے۔ ﴿وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝٥﴾ ”اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ یعنی وہ اس کائنات میں کارفرما اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کے محکم اور عدل کے مطابق جاری افعال کو نہیں جانتے۔

دنیا داری میں سیشلسٹ اور دینی امور میں صفر! اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غٰفِلُونَ ۝٧﴾ ”یہ تو دنیا کی ظاہری زندگی کو جانتے ہیں اور آخرت (کی طرف) سے غافل ہیں۔“ یعنی اکثر لوگوں کو دنیا، دنیا کی دولت، اس کے حالات اور دنیا میں موجود اشیاء کا تو علم ہے اور وہ دنیا کمانے اور اس کے حاصل کرنے میں تو بڑے ماہر اور عقل مند ہیں مگر امور دین اور آخرت میں نفع دینے والے کاموں سے اس قدر غافل ہیں کہ انھیں اس کی قطعاً کوئی فکر ہی نہیں ہے۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ واللہ! کئی شخص دنیا داری میں اس قدر ماہر ہوتے ہیں کہ وہ اگر چاہیں تو ناخن پر درہم رکھ کر اس کا وزن بتا دیں مگر انھیں اچھے طریقے سے نماز پڑھنی نہیں آتی۔^③ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ بالا آیت کریمہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ کافر دنیا اور اس کے ساز و سامان کے بارے میں تو بہت کچھ جانتے ہیں مگر امور دین کے بارے میں یہ جاہل ہیں۔^④

① جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الروم، حدیث: 3192 و تفسیر الطبری: 26/21 و تفسیر ابن ابی

حاتم: 3087، 3086/9۔ ② تفسیر ابن ابی حاتم: 3087/9۔ ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 3088/9۔ ④ تفسیر الطبری:

أَوْ لَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ ۚ مَا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ

کیا انھوں نے اپنے دلوں میں غور و فکر نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے صرف حق کے ساتھ اور مقرر وقت

مُسَيَّطٍ ۚ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَائِ رَبِّهِمْ لَكُفْرُونَ ﴿٨﴾ أَوْ لَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ

کے لیے پیدا کیا ہے۔ اور بلاشبہ اکثر لوگ اپنے رب کی ملاقات ہی کے منکر ہیں ﴿٨﴾ کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں، پھر وہ دیکھتے کہ ان

فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَأَنَارُوا

لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے۔ وہ ان سے قوت میں بہت زیادہ تھے، اور انھوں نے زمین کو (اس سے زیادہ) جوتا بویا اور جتنا انھوں

الْأَرْضَ وَعَمَرُوهَا أَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوهَا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ ۚ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ

نے زمین کو آباد کیا تھا اتنا انھوں نے آباد نہیں کیا ہے، اور ان کے رسول ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے، پھر اللہ (ایسا) نہ تھا کہ ان پر ظلم

وَلَكِن كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٩﴾ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ اسَاءُوا السُّوْأَىٰ ۚ كَذَّبُوا بِآيَاتِ

کرتا، اور لیکن وہ (خود ہی) اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے ﴿٩﴾ پھر جن لوگوں نے برے کام کیے تھے ان کا انجام بھی برابری ہوا، اس لیے کہ انھوں نے اللہ

اللَّهُ وَكَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِءُونَ ﴿١٠﴾

کی آیتوں کو جھٹلایا تھا، اور وہ ان کا مذاق اڑا کرتے تھے ﴿١٠﴾

تفسیر آیات: 8-10

توحید کے دلائل: اللہ تعالیٰ نے متنبہ فرمایا ہے کہ اس کی مخلوقات کے بارے میں غور کیا جائے کیونکہ وہ اس ذات پاک کے

معبود ہونے کی دلیل ہیں، نیز اس بات کی بھی دلیل ہیں کہ صرف اسی نے انھیں پیدا فرمایا ہے اور اس کے سوا کوئی معبود اور

پروردگار نہیں ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَوْ لَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ ۚ﴾ ”کیا انھوں نے اپنے نفسوں میں غور نہیں کیا؟“

یعنی انھوں نے کیا اس بارے میں کبھی غور و فکر نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے عالم علوی و سفلی اور ان کے مابین انواع و اقسام کی

مخلوقات اور مختلف اجناس کی بے شمار اشیاء کو پیدا فرمایا ہے تاکہ انھیں معلوم ہو کہ یہ کائنات عبث اور باطل نہیں پیدا کی گئی

بلکہ اسے حق کے ساتھ اور ایک مدت مقررہ، یعنی روز قیامت تک کے لیے پیدا کیا گیا ہے، ﴿وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَائِ رَبِّهِمْ لَكُفْرُونَ ﴿٨﴾﴾

”اور یقیناً بہت سے لوگ اپنے پروردگار سے ملنے کے منکر ہیں۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس کے رسول سچے اور انھوں نے اس کی طرف سے جو پیغام پہنچا یا وہ حق ہے اور اللہ

تعالیٰ نے معجزات اور واضح دلائل کے ساتھ ان کی اس طرح مدد بھی فرمائی کہ ان کے ساتھ کفر کرنے والوں کو ہلاک کر دیا اور

ایمان لانے والوں کو نجات عطا فرمادی۔ ﴿أَوْ لَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ ۚ﴾ ”کیا وہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں؟“ اگر

یہ لوگ اپنے فہم، عقل اور نظر و فکر سے کام لیتے اور گزشتہ لوگوں کے حالات کو سنتے ﴿فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً﴾

”تو دیکھ لیتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیسا ہوا، وہ ان سے قوت میں زیادہ

سخت تھے۔“

اقوام رفتہ مال و منال میں کہیں بڑھ کر تھیں: یعنی گزشتہ اقوام اور سابقہ صدیوں کے لوگ تم سے زور و قوت میں کہیں بڑھ کر تھے، اے لوگو! جن کی طرف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا ہے، ان کے اموال و اولاد بھی تم سے زیادہ تھے، ان کے مقابلے میں تمہیں تو دنیوی اموال و اسباب کا عشر عشر بھی نہیں ملا، انھیں دنیا میں اس طرح دسترس دی گئی تھی جو تمہیں نہیں دی گئی، انھیں بہت طویل عمریں بھی عطا کی گئی تھیں، لہذا انھوں نے تمہاری نسبت دنیا کو زیادہ آباد کیے رکھا اور دنیا سے زیادہ فائدہ اٹھایا لیکن ان کے پاس ان کے رسول جب روشن دلائل لے کر آئے تو وہ اپنی اس دنیا ہی پر نازاں تھے جو انھیں دی گئی تھی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کے گناہوں کی پاداش میں پکڑ لیا، پھر انھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہ تھا، ان کے اموال و اولاد بھی انھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکے، ذرہ بھر بھی عذاب کو ان سے ٹال نہ سکے اور عذاب میں مبتلا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا، ﴿وَلٰكِنْ كَانُوا۟ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ط﴾ ”بلکہ وہی اپنے نفسوں پر ظلم کرتے تھے۔“ یعنی یہ عذاب انھیں اپنی ہی طرف سے پہنچا ہے، اس لیے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کی اور ان کے ساتھ استہزاء کیا، لہذا یہ عذاب انھیں ان کے اپنے گناہوں اور اپنی تکذیب کے سبب پہنچا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ اَسَاءُوْا الشُّوَآى اَنْ كَذَّبُوْا بِآيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ط﴾ ”پھر جن لوگوں نے برائی کی ان کا انجام بہت ہی برا ہوا، اس لیے کہ وہ اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے اور ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ط﴾ (الانعام 110:6) ”اور ہم ان کے دلوں اور ان کی آنکھوں کو پھیر دیں گے (تو) جیسے یہ اس (قرآن) پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے (تو یہ پھر بھی نہ لائیں گے) اور ان کو چھوڑ دیں گے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے پھریں۔“ اور فرمایا: ﴿فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ط﴾ (الصف 5:61) ”پس جب ان لوگوں نے کج روی کی تو اللہ نے بھی ان کے دل ٹیڑھے کر دیے۔“ اور فرمایا: ﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاَعْلَمُ اَنْتَا يَرْضٰ اللّٰهُ اَنْ يُصِيبَهُمْ يَبْعَضُ ذُنُوْبِهِمْ ط﴾ (المائدہ 49:5) ”پھر اگر وہ پھر جائیں تو آپ جان لیں کہ اللہ چاہتا ہے کہ ان کے بعض گناہوں کے سبب ان پر مصیبت نازل کرے۔“ بنا بریں ﴿الشُّوَآى﴾، ﴿اَسَاءُوْا﴾ کا مفعول ہو کر منصوب ہوگا۔

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ﴿ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ اَسَاءُوْا الشُّوَآى﴾ کے معنی یہ ہیں کہ برائی ان کا انجام ہوئی، اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرتے اور ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے، اس معنی کی رو سے ﴿الشُّوَآى﴾، ﴿كَانَ﴾ کی خبر ہو کر منصوب ہوگا۔^① یہ امام ابن جریر رحمہ اللہ کی توجیہ ہے اور اسے انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور امام قتادہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔^② امام ابن ابی حاتم نے بھی اسے ان دونوں سے اور ضحاک بن مزاحم سے روایت کیا ہے اور ﴿وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ط﴾ کے الفاظ سے بھی بظاہر اسی طرح معلوم ہو رہا ہے۔^③ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

① نوٹ: ﴿ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ اَسَاءُوْا الشُّوَآى﴾ کی نحوی ترکیب کا اضافہ تفسیر ابن کثیر کے مفصل نسخے سے کیا گیا ہے۔

② تفسیر الطبری: 32، 31/21 و تفسیر ابن ابی حاتم: 3088/9۔ ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 3088/9۔

اللَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿١١﴾ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ

اللہ ہی پہلی بار مخلوق کو پیدا کرتا ہے، پھر وہی اسے لوٹائے گا، پھر اسی کی طرف تمہیں لوٹایا جائے گا ﴿١١﴾ اور جس دن قیامت قائم ہوگی (تو)

الْمُجْرِمُونَ ﴿١٢﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ مِّنْ شُرَكَائِهِمْ شُفَعَاؤُاْ وَكَانُواْ بِشُرَكَائِهِمْ كَافِرِينَ ﴿١٣﴾ وَيَوْمَ

مجرم لوگ سخت مایوس ہوں گے ﴿١٢﴾ اور ان کے شریکوں (معبودوں) میں سے کوئی ان کا سفارشی نہیں ہوگا اور وہ خود بھی اپنے شریکوں کے منکر

تَقُومُ السَّاعَةُ يُومِئِذٍ يَّتَفَرَّقُونَ ﴿١٤﴾ فَاَمَّا الَّذِينَ اٰمَنُواْ وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ

ہو جائیں گے ﴿١٣﴾ اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن لوگ (مومن اور کافر) الگ الگ ہو جائیں گے ﴿١٤﴾ پھر جو لوگ ایمان لائے اور انھوں

رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ ﴿١٥﴾ وَاَمَّا الَّذِينَ كَفَرُواْ وَكَذَّبُوْا بِآيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِيْ

نے نیک عمل کیے، تو وہ باغ (بہشت) میں خوش و خرم ہوں گے ﴿١٥﴾ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا، تو وہ

الْعَذَابِ مُحَضَّرُونَ ﴿١٦﴾

عذاب میں حاضر رکھے جائیں گے ﴿١٦﴾

تفسیر آیات: 16-11

خلقت کی دوبارہ آفرینش اور مجرموں کی مایوسی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اللَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾

خلقت کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر وہی اسے لوٹائے گا۔ یعنی جس طرح وہ اسے پہلی بار پیدا کرنے پر قادر ہے، اسی طرح اسے

دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قدرت حاصل ہے، ﴿ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ ﴿١١﴾ ”پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“ یعنی قیامت

کے دن جب وہ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا، پھر فرمایا: ﴿وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُونَ﴾ ﴿١٢﴾ ”اور

جس دن قیامت برپا ہوگی، گناہ گار ناامید ہو جائیں گے۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے معنی یہی بیان کیے ہیں کہ گناہ گار

ناامید ہو جائیں گے۔ ﴿١﴾ اور امام مجاہد نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ گناہ گار ذلیل و رسوا ہو جائیں گے اور دوسری روایت

کے مطابق گناہ گار افسردہ و غمگین ہو جائیں گے۔ ﴿٢﴾

سفارش اور خود ساختہ شریک: ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ مِّنْ شُرَكَائِهِمْ شُفَعَاؤُاْ﴾ ”اور ان کے (بنائے ہوئے) شریکوں میں سے کوئی

ان کا سفارشی نہ ہوگا۔“ یعنی ان کے وہ معبودان کی سفارش نہیں کریں گے جن کی اللہ کے سوا یہ عبادت کیا کرتے تھے، وہ ان کا

انکار کر دیں گے اور اس وقت ان کے ساتھ دھوکا کریں گے جب انھیں ان کی شدید ضرورت ہوگی، پھر ارشاد فرمایا: ﴿وَيَوْمَ

تَقُومُ السَّاعَةُ يُومِئِذٍ يَّتَفَرَّقُونَ﴾ ﴿١٤﴾ ”اور جس دن قیامت برپا ہوگی اس روز وہ (کافر اور مومن) الگ الگ ہو جائیں

گے۔“ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! جدائی کا یہ وہ وقت ہوگا کہ جس کے بعد یہ کبھی جمع نہ ہوں گے۔ ﴿١﴾ یعنی جب

ایک کو علیین تک بلند کر دیا جائے گا اور دوسرے کو جہنم میں بہت ہی پست مقام کی طرف دھکیل دیا جائے گا تو یہ ان کی

﴿١﴾ تفسیر ابن ابی حاتم: 3088/9 . ﴿٢﴾ تفسیر الطبری: 33/21 و تفسیر ابن ابی حاتم: 3088/9، 3089/9 . ﴿٣﴾ تفسیر

الطبری: 34/21 و تفسیر ابن ابی حاتم: 3089/9 .

فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ ﴿١٧﴾ وَلَهُ الْحُكْمُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

پس تم اللہ کی تسبیح (پاک بیان) کرو جب تم شام کرو اور جب تم صبح کرو ﴿۱۷﴾ اور آسمانوں اور زمین میں اسی کے لیے تمام حمد ہے، اور (تسبیح کرو) پچھلے پہر اور

وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ ﴿١٨﴾ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِي

جب تم ظہر کے وقت میں داخل ہو ﴿۱۸﴾ وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے، اور وہی مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے، اور وہی زمین کو اس کے مردہ (دیران) ہونے کے

الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ط وَكَذَلِكَ تُخْرَجُونَ ﴿١٩﴾

(بعد زندہ (آباد) کرتا ہے، اور اسی طرح تمہیں بھی (زمین سے) نکالا جائے گا ﴿۱۹﴾

آخری ملاقات ہوگی، اسی لیے فرمایا: ﴿فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ﴾ ﴿۱۳﴾ ”پس جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو وہ (بہشت کے عالی شان) باغ میں خوش و خرم ہوں گے۔“ امام مجاہد و قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿يُحْبَرُونَ﴾ ﴿۱۵﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ ناز و نعم میں عیش کریں گے۔

تفسیر آیات: 17-19

نماز و خجگانہ کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کی تسبیح بیان فرما کر اپنے بندوں کی راہنمائی فرمائی ہے کہ وہ بھی ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے ان اوقات میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کریں، یہ اوقات بھی اس کے کمال قدرت اور عظمت سلطنت پر دلالت کرتے ہیں، اوقات سے مراد ایک تو وقت شام ہے جب رات اپنے اندھیرے کے ساتھ چھا جاتی ہے اور دوسرا وقت صبح ہے، جب دن اپنے اجالے کے ساتھ جگمگا اٹھتا ہے، پھر تسبیح کی مناسبت سے تحمید کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَلَهُ الْحُكْمُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ ”اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی تعریف ہے۔“ یعنی آسمانوں اور زمین میں اس نے جو پیدا فرمایا، اس کی وجہ سے وہ قابل تعریف ہے، پھر فرمایا: ﴿وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ﴾ ﴿۱۸﴾ ”اور تیسرے پہر بھی اور جب تم ظہر کرو (اُس وقت بھی نماز پڑھا کرو۔)“ عشاء سے مراد شدید تاریکی ہے جبکہ ظہر شدید روشنی کا وقت ہے۔ پس پاک ہے وہ ذات جس نے تاریکی کو پیدا فرمایا اور روشنی کو بھی صبح کو رات کے اندھیرے سے پھاڑ کر نکالنے والا اور رات کو پرسکون بنانے والا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَاللَّهَّارُ إِذَا جَلَّهَا ۖ وَاللَّيْلُ إِذَا يَغْشَاهَا ۖ﴾ (الشمس 4:3:91) ”اور (قسم ہے) دن کی جب وہ اس (سورج) کو ظاہر کر دے اور رات کی جب وہ اس (سورج) کو چھپالے۔“ اور فرمایا: ﴿وَاللَّيْلُ إِذَا يَغْشَى ۖ وَاللَّهَّارُ إِذَا تَجَلَّى ۖ﴾ (اللیل 2:1:92) ”رات کی قسم جب (دن کو) چھپالے اور دن کی (قسم) جب چمک اٹھے۔“

اور فرمایا: ﴿وَالصُّبْحُ ۖ وَالْأَيْلُ إِذَا سَجَى ۖ﴾ (الصُّحُ 2:1:93) ”چڑھے دن کی قسم اور رات کی جب وہ چھا جائے۔“ اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات کریمہ ہیں۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ﴾ ”وہی زندہ کو مردہ سے نکالتا اور وہی مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔“ یعنی اسے اس بات پر قدرت حاصل ہے کہ وہ متضاد

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُونَ ۝۲۰ وَمِنْ

اور (یہ) اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر اب تم بشر ہو (جو ہر طرف) پھیل رہے ہو ۝۲۰ اور (یہ بھی) اس کی نشانیوں میں

آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً

سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو، اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت

وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝۲۱

پیدا کر دی، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے عظیم نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں ۝۲۱

اشیاء کو پیدا فرماتا ہے اور مذکورہ بالا آیات کریمہ جن کا حوالہ دیا گیا، سب اسی اسلوب کی ہیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ نے اشیاء اور ان کے اعضاء کی تخلیق کا ذکر فرمایا ہے تاکہ معلوم ہو کہ خلق کے بارے میں اسے کمال قدرت حاصل ہے، اسی قبیل سے یہ بات بھی ہے کہ وہ ذات پاک اس بات پر قادر ہے کہ وہ نبات سے دانہ اور دانے سے نبات پیدا فرمائے، انڈے سے مرغی اور مرغی سے انڈا بنائے، انسان سے نطفہ اور نطفے سے انسان پیدا فرمادے اور مومن سے کافر اور کافر سے مومن کو وجود بخشے۔

زمین کی روئیدگی: اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ﴾ ”اور وہی زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَأَيُّهُمْ الْأَرْضُ الْمَيِّتَةُ ۚ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ ۝ وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنَّاتٍ مِّنْ نَّجِيلٍ وَأَعْنَابٍ وَفَجْرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ ۝﴾ (یس 36: 33، 34) ”اور ایک نشانی ان کے لیے مردہ زمین ہے کہ ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس میں سے اناج اُگایا، پھر یہ اس میں سے کھاتے ہیں اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے کئی باغ (پیدا) کیے اور اس میں چشمے جاری کر دیے۔“

اور فرمایا: ﴿وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ ذَوْجٍ بِهَيْجٍ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَأَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا ۚ وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ ۝﴾ (الحج 22: 5-7) ”اور (اے دیکھنے والے!) تو دیکھتا ہے (کہ ایک وقت میں) زمین خشک (پڑی ہوئی ہے)، پھر جب ہم اس پر مینہ برساتے ہیں تو وہ شاداب ہو جاتی ہے اور ابھرنے لگتی ہے اور طرح طرح کی بارونق چیزیں اُگاتی ہے، ان قدرتوں سے ظاہر ہے کہ اللہ ہی (قادر مطلق ہے جو) برحق ہے اور یہ کہ وہی مردوں کو زندہ کر دیتا ہے اور یہ کہ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں اور یہ کہ اللہ سب لوگوں کو جو قبروں میں ہیں ضرور اُٹھائے گا۔“ اور فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۚ حَتَّىٰ إِذَا أَفْلَحَ سَحَابٌ نُّقِلَا سُقْنَاهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۚ كَذَٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝﴾ (الأعراف 57: 7) ”اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت (مینہ) سے پہلے خوش خبری دینے والی ہواؤں کو بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب وہ بھاری بھاری بادلوں کو اُٹھالاتی ہیں تو ہم انہیں ایک مری ہوئی بستی کی طرف ہانک دیتے ہیں،

پھر اُن سے پانی اتارتے ہیں، پھر اس (مینہ) سے ہر طرح کے پھل پیدا کرتے ہیں، اسی طرح ہم مردوں کو (زمین سے زندہ کر کے باہر) نکال لیں گے، (یہ آیات اس لیے بیان کی جاتی ہیں) تاکہ تم نصیحت پکڑو۔“ اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُونَ﴾ اور اسی طرح تم (دوبارہ زمین میں سے) نکالے جاؤ گے۔“

تفسیر آیات: 21، 20

اللہ تعالیٰ کی نشانیاں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِنْ اٰیٰتِهٖ﴾ ”اور اس کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے۔“ جو اس کی عظمت اور کمال قدرت کی دلیل ہے کہ اس نے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا تھا۔ ﴿ثُمَّ اِذَا اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُونَ﴾ ”پھر اب تم انسان ہو کر (جا بجا) پھیل رہے ہو۔“ یعنی تمہاری اصل مٹی اور حقیر پانی ہے، پھر اس سے صورت بنائی گئی اور وہ اس طرح کہ پہلے لوتھڑا، پھر بوٹی بنی، پھر اس میں ایسی ہڈیاں بن گئیں جن کی شکل انسان کی شکل جیسی تھی، پھر ان ہڈیوں پر اللہ تعالیٰ نے گوشت چڑھا دیا، پھر اس میں روح پھونک دی اور وہ سننے اور دیکھنے والا انسان بن گیا، پھر وہ اپنی ماں کے پیٹ سے باہر آیا کہ چھوٹا بچہ تھا جس کی قوت اور حرکت بہت ضعیف تھی، پھر جیسے جیسے اس کی عمر بڑھتی گئی، اس کی قوت و حرکت مکمل ہوتی چلی گئی حتیٰ کہ وہ اس حال کو پہنچ جاتا ہے کہ شہر اور قلعے بنانے لگتا اور اطراف و اکناف عالم میں سفر کرنے لگتا ہے حتیٰ کہ سفر کے لیے دریاؤں اور سمندروں کی موجوں پر سوار ہونے لگتا ہے، پھر پوری دنیا میں گھومنے پھرنے لگتا ہے اور ادھر ادھر سے مال جمع کرنے لگ جاتا ہے، پھر اس میں غور و فکر، سوچ بچار اور علم و رائے کی جستجو بھی ہوتی ہے جسے ہر انسان دنیا و آخرت کے امور میں اپنے اپنے انداز سے کام میں لاتا ہے، پس پاک ہے وہ ذات جس نے ان کو وجود بخشا، زمین میں بسایا، تمام مظاہر قدرت کو ان کے تابع فرمان کر دیا اور انھیں رزق کمانے اور دولت حاصل کرنے کے لیے مختلف فنون سکھا دیے، پھر علم و فکر، حسن و قبح، دولت مند و فقیری اور سعادت و بدبختی کے اعتبار سے ان کو ایک دوسرے سے مختلف بنا دیا، اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿وَمِنْ اٰیٰتِهٖ اَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَا اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُونَ﴾ ”اور اس کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر اب تم انسان ہو کر (جا بجا) پھیل رہے ہو۔“

ایک ہی خمیر سے مختلف رنگ و نسل کے لوگوں کی تخلیق: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ خَلَقَ اٰدَمَ مِنْ قُبْضَةٍ قَبْضَهَا مِنْ جَمِيعِ الْاَرْضِ، فَجَاءَ بَنُو اٰدَمَ عَلٰی قَدْرِ الْاَرْضِ، جَاءَ مِنْهُمْ الْاَبْيَضُ وَالْاَحْمَرُ وَالْاَسْوَدُ. وَبَيَّنَّ ذٰلِكَ، وَالْحَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ، وَالسَّهْلُ وَالْحَزَنُ، وَبَيَّنَّ ذٰلِكَ] ”بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو (مٹی کی) ایک مٹھی سے پیدا فرمایا جسے تمام زمین سے لیا تھا تو انسان زمین کے مطابق پیدا ہوئے ہیں، ان میں سے بعض کا رنگ سفید، بعض کا سرخ، بعض کا سیاہ اور بعض کا اس کے درمیان ہے، اسی طرح بعض ان میں سے ناپاک ہیں اور بعض پاک، بعض نرم ہیں اور بعض سخت اور کچھ اس کے درمیان۔“ ① اسے

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَالْوَاوَانِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ

اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور تمہاری زبانوں اور گلوں کا اختلاف بھی ہے، بلاشبہ اس میں علم والوں کے لیے عظیم

لِّلْعَالَمِينَ ﴿٢٣﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ

نشانیاں ہیں ﴿٢٣﴾ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے تمہارا رات اور دن کو سونا اور تمہارا اس کے فضل کو تلاش کرنا، بے شک اس میں ان لوگوں کے

لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُسْعَوْنَ ﴿٢٣﴾

لے عظیم نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں ﴿٢٣﴾

① امام ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن صحیح بھی قرار دیا ہے۔

میاں بیوی کی ایک ہی جنس سے پیدائش: اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا﴾

”اور اس کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہی سے بیویاں پیدا کیں۔“ یعنی اس نے تمہاری

جنس سے عورتیں پیدا کیں تاکہ وہ تمہاری بیویاں بن جائیں ﴿لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا﴾ ”تاکہ تم ان کی طرف (مائل ہو کر) آرام

حاصل کرو۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا﴾ (الأعراف

189:7) ”وہی (اللہ ہی تو) ہے جس نے تمہیں ایک شخص سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو بنایا تاکہ وہ اس سے راحت

حاصل کرے۔“ اس سے مراد حضرت حواء علیہا السلام ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی چھوٹی اور بائیں پسلی سے پیدا فرمایا،

اگر اللہ تعالیٰ سارے انسانوں کو مرد ہی بنا دیتا اور ان کی عورتیں کسی دوسری جنس، مثلاً: جنوں یا حیوانوں سے بنا دیتا تو ان کے اور

ان کی بیویوں میں یہ الفت و محبت پیدا نہیں ہو سکتی تھی جو موجودہ صورت میں ہے بلکہ بیویوں کے غیر جنس سے ہونے کی صورت

میں آپس میں نفرت پیدا ہو جاتی تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی انسانوں پر بے حد و حساب رحمت ہے کہ اس نے ان کی بیویاں ان کی اپنی

جنس ہی سے بنائیں، پھر ان میں مؤدّت اور رحمت پیدا فرمادی، مودت کے معنی محبت اور رحمت کے معنی شفقت کے ہیں، مرد

عورت کو اس لیے اپنے پاس رکھتا ہے کہ اسے اس سے محبت ہوتی ہے یا وہ اسے اس شفقت کی وجہ سے تھامتا ہے کہ اس سے اس

کی اولاد پیدا ہوئی ہوتی ہے یا اس لیے کہ وہ ضرورت مند ہوتی ہے کہ مرد اس پر خرچ کرے یا اس لیے کہ دونوں میں باہم الفت

ہوتی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾ ”جو لوگ غور و فکر کرتے ہیں ان کے لیے یقیناً ان

(باتوں) میں بہت سی نشانیاں ہیں۔“

تفسیر آیات: 23, 22

کرۃ ارضی پر رنگارنگ مخلوق اور بولیاں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ﴾ ”اور اس کے نشانات (اور تصرفات) میں

سے ہے۔“ جو اس کی عظیم قدرت پر دلالت کرتے ہیں ﴿خَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ ”آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنا۔“ یعنی

① سنن أبی داود، السنة، باب فی القدر، حدیث: 4693 و جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ البقرۃ،

حدیث: 2955.

وَمِنْ آيَاتِهِ يُرِيكُمْ الْبَرْقَ حَوًّا وَطَمَعًا وَيُنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُخْرِجُ بِهِ الْأَرْضَ

اور (یہ بھی) اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ تمہیں ڈرانے اور امید دلانے کے لیے بجلی دکھاتا ہے، اور وہ آسمان سے پانی نازل کرتا ہے، پھر اس سے

بَعْدَ مَوْتِهَا ط إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿24﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ تَقُومَ السَّمَاءُ

زمین کے مردہ ہو جانے کے بعد اسے زندہ کرتا ہے، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے عظیم نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں ﴿24﴾ اور (یہ بھی) اس کی نشانیوں

وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهَا ط ثُمَّ إِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْأَرْضِ ط إِذَا أَنْتُمْ تَخْرُجُونَ ﴿25﴾

میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں، پھر جب وہ تمہیں زمین میں سے ایک ہی بار پکارے گا تو تم یکایک (باہر) نکل آؤ گے ﴿25﴾

بلند و بالا، وسیع و عریض اور صاف شفاف آسمانوں، ان کے کواکب و نجوم، ستاروں اور سیاروں کی روشنی، زمین اور اس کی پستی و کثافت، پھر اس کے پہاڑوں، وادیوں، دریاؤں، سمندروں، جنگلوں، حیوانوں اور درختوں کے پیدا کرنے میں بھی اس کی عظیم قدرت کی نشانیاں ہیں۔ ﴿وَإِخْتِلَافُ السِّنِّتِمْ وَالْوَالِئِمْ ط﴾ ”اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا جدا جدا ہونا“، یعنی تمہاری زبانیں الگ الگ ہیں، کچھ لوگ عربی بولتے ہیں اور یہ تتر (تاتار، منگول، منگولیا کے باشندے) ہیں۔ کچھ گرج (گرجی، گرجستانی، جارجین) ہیں اور کچھ رومی (سلطنت روم کے باشندے)، کچھ فرنگ (یورپ کے باشندے) ہیں اور کچھ بربر (مراٹش، الجزائر اور تیونس کے باشندے)، کچھ تگزور (افریق ملک نیگال میں رہنے والی قوم) ہیں اور کچھ حبش (حبشی، ایتھوپیا کے باشندے یا افریقہ کے باشندے)، کچھ ہنود (ہند کے رہنے والے) ہیں اور کچھ عجم، کچھ صقالیہ (روم، قسطنطنیہ کے شمالی پہاڑی علاقوں میں بلاد خزر (جنوبی روس) کے مغرب میں آباد قوم، یوکرینی، رومانی، بلغاری اور سرب وغیرہ) ہیں اور کچھ خزر (بحیرہ قزوین، بحیرہ کیسپین کے شمال مغرب (روس) میں آباد قوم)، کچھ ارمن (آرمینیا (کوہ قاف) کے باشندے) ہیں اور کچھ گرد (شمالی عراق، مغربی ایران اور جنوب مشرقی ترکی میں آباد قوم)، ان میں سے ہر ایک کی اپنی اپنی بولی ہے، علاوہ ازیں انسانوں کی اور بھی بہت سی مختلف زبانیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، اسی طرح انسانوں کے رنگ اور شکلیں صورتیں بھی مختلف ہیں، تمام اہل زمین بلکہ تمام اہل دنیا جب سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا ہے، اس وقت سے لے کر قیامت تک ایسے ہیں کہ ہر ایک کی دو آنکھیں اور دو ابرو، ایک ناک، ایک پیشانی اور ایک منہ اور دو رخسار ہیں لیکن اس کے باوجود ان میں سے کوئی ایک دوسرے کے مشابہ نہیں ہے بلکہ دونوں میں ضرور فرق ہوگا ہیئت کے اعتبار سے یا شکل و صورت کے لحاظ سے یا انداز گفتگو کے سبب سے، دونوں میں تفاوت ضرور ہوگا، خواہ ظاہری طور پر ہو یا باطنی طور پر اور غور کرنے سے یہ فرق صاف معلوم ہو جاتا ہے۔

ہر چہرے کو اپنے اسلوب و انداز سے بنایا گیا ہے جو کسی دوسرے چہرے کے مشابہ نہیں ہے۔ اگر کچھ لوگ خوب صورتی یا بد صورتی کے کسی ایک وصف میں موافق ہو جائیں تو یقیناً اس کی دوسری صفات و خصوصیات کے اعتبار سے ان میں سے ہر ایک دوسرے سے مختلف ہوگا۔ ﴿إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالَمِينَ﴾ ﴿26﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاؤُكُمْ مِّن فَضْلِهِ ط ”اہل دانش کے لیے یقیناً ان (باتوں) میں بہت سی نشانیاں ہیں اور اس کے نشانات (اور تصرفات) میں سے تمہارا

رات اور دن میں سونا اور اس کے فضل سے (حصہ) تلاش کرنا (بھی) ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تم میں سونے کی صفت پیدا فرمادی ہے کہ رات یا دن میں سو جاتے ہو اور نیند سے تمہیں راحت و سکون حاصل ہوتا اور اکتاہٹ و تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے، پھر اس نے تمہیں توفیق عطا فرمائی کہ خصوصاً دن کے وقت تم زمین میں پھیل جاتے، حصول رزق کے اسباب کو بروئے کار لاتے اور سفر بھی کرتے ہو اور یہ صورت نیند کی صورت سے مختلف ہے۔ ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ﴾ (23) ”جو لوگ سنتے ہیں ان کے لیے ان (باتوں) میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔“

تفسیر آیات: 24، 25

جلیاں کو ندنا بھی نشانی ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِنْ اٰیٰتِهٖ﴾ ”اور اسی کے نشانات (و تصرفات) میں سے ہے۔“ جو اس کی عظمت پر دلالت کرتے ہیں، ﴿یُرِیْكُمْ الْبَرَقَ خَوْفًا وَطَمَعًا﴾ ”وہ تم کو خوف اور امید دلانے کے لیے بجلی دکھاتا ہے۔“ یعنی کبھی تو تم بجلی کے بعد برسنے والی تباہ کن بارشوں اور نقصان پہنچانے والی کڑک سے ڈرتے ہو اور کبھی بجلی کی چمک سے تم یہ امید کرنے لگ جاتے ہو کہ اس کے بعد وہ بارش برسے گی جس کی تمہیں ضرورت ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَيُنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ مَآءً فَيُخْرِجُ بِهٖ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ط﴾ ”اور وہ آسمان سے پانی اتارتا (مینہ برساتا) ہے، پھر اس (پانی) کے ذریعے سے زمین کو اس کے مر جانے کے بعد زندہ (و شاداب) کر دیتا ہے۔“ یعنی اس کے بعد جبکہ زمین خشک تھی، اس میں نباتات تھی نہ کچھ اس کے علاوہ، پھر جب بارش کا پانی آ جاتا ہے تو ﴿اَهْتَزَّتْ وَرَبَّتْ وَابْتَلَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَہِیْجٍ﴾ (الحج 5:22) ”وہ شاداب ہو جاتی ہے اور ابھرنے لگتی ہے اور طرح طرح کی بارونق چیزیں اُگاتی ہے۔“ اس میں عبرت بھی ہے اور آخرت اور قیامت کے وقوع پذیر ہونے کی واضح دلیل بھی، اسی لیے فرمایا: ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ﴾ (24) ”بلاشبہ عقل والوں کے لیے ان (باتوں) میں بہت سی نشانیاں ہیں۔“ پھر فرمایا: ﴿وَمِنْ اٰیٰتِهٖ اَنَّ تَقْوَمَ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِہٖ ط﴾ ”اور اسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَيُسَبِّحُ السَّمَاءُ اَنَّ تَقَعَّ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ط﴾ (الحج 65:22) ”اور وہ آسمان کو تھامے رہتا ہے کہ زمین پر (نہ) گر پڑے مگر اس کے حکم سے۔“ اور فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ یُسَبِّحُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْ تَزُوْلَا ه﴾ (فاطر 41:35) ”اور اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے رکھتا ہے کہ ہٹ (نہ) جائیں۔“

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ آپ جب کوئی کچی قسم کھانا چاہتے تو اس کے لیے یہ الفاظ استعمال کرتے کہ اس ذات پاک کی قسم جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں! یعنی یہ اسی کے حکم سے قائم اور ثابت ہیں اور اسی نے ان کو مسخر کر رکھا ہے، پھر جب قیامت کا دن ہوگا تو زمین کو اور زمین کے ساتھ آسمانوں کو بھی بدل دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کے پکارنے سے مردے زندہ ہو کر اپنی قبروں سے باہر نکل آئیں گے، اسی لیے ارشاد فرمایا: ﴿ثُمَّ اِذَا دَعَا کُمْ دَعْوَہٗ ۙ مِّنَ الْاَرْضِ ۙ اِذَا اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ﴾ (25) ”پھر جب وہ تمہیں زمین میں سے (نکلنے کے لیے) ایک ہی دفعہ آواز دے گا تو تم جھٹ

وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط كُلُّ لَهٗ قُنُوتٌ ۚ ۞ ۚ وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ

اور آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہیں، اسی کی ملکیت ہیں، سب اسی کے فرماں بردار ہیں ۚ ۞ اور وہی (اللہ) ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر وہی

وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ ط وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۚ ۚ ۚ

اسے لوٹائے گا، اور یہ اس کے لیے زیادہ آسان ہے، اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی صفت اعلیٰ ہے، اور وہی نہایت غالب، خوب حکمت والا ہے ۚ ۚ ۚ

نکل پڑو گے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحُصَدِهِ وَتَخْطُونَ إِنَّ لَكُمْ لَقِيلًا﴾ (بنی اسرائیل 52:17) ”جس دن وہ تمہیں پکارے گا تو تم اس کی حمد کے ساتھ جواب دو گے اور تم خیال کرو گے کہ تم (دنیا میں) بہت کم (مدت) رہے۔“ اور فرمایا: ﴿فَأَنبَأَ هِيَ ذَرْبَةٌ وَاحِدَةٌ ۚ فَأَذَّا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ﴾ (التَّارُغَتْ 14، 13:79) ”پس وہ (واقعہ) تو صرف ایک ہی ڈانٹ ہوگی تو یکا یک وہ (سب) ایک کھلے میدان (حشر) میں (آج) ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ﴾ (نِسْر 53:36) ”بس وہ ایک ہی زور کی آواز ہوگی جس سے وہ یکا یک ہمارے سامنے حاضر کر دیے جائیں گے۔“

تفسیر آیات: 27، 26

نوری اور ناری سب پروردگار کے تابع فرماں ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط﴾ ”اور آسمانوں اور زمین میں جتنے (فرشتے اور انسان وغیرہ) ہیں، سب اسی کے (مملوک) ہیں۔“ یعنی اس کی ملکیت اور اسی کے غلام ہیں۔ ﴿كُلُّ لَهٗ قُنُوتٌ ۚ﴾ ”(اور) تمام اسی کے فرماں بردار ہیں۔“ اس کے سامنے عاجز و در ماندہ اور خوشی یا ناخوشی سے اسی کے آگے جھکے ہوئے ہیں۔

مخلوق کو دوبارہ پیدا کرنا زیادہ آسان ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ ط﴾ ”اور وہی تو ہے جو خلقت کو پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے، پھر اسے لوٹائے گا اور یہ اسے بہت آسان ہے۔“ ابن ابوطلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿أَهْوَنُ﴾ کے معنی ہیں کہ یہ اس کو زیادہ آسان ہے۔^① اور مجاہد فرماتے ہیں کہ دوبارہ پیدا کرنا اسے پہلی دفعہ پیدا کرنے سے زیادہ آسان ہے جبکہ پہلی دفعہ پیدا کرنا بھی اس کے لیے بہت ہی آسان ہے۔^② عکرمہ اور دیگر مفسرین نے بھی اسی طرح کہا ہے۔^③

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: كَذَّبَنِي ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذَلِكَ، وَشَتَمَنِي وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذَلِكَ، فَأَمَّا تَكْذِيبُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ: لَنْ يُعِيدَنِي كَمَا بَدَأَنِي، وَلَيْسَ أَوَّلُ الْخَلْقِ بِأَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ إِعَادَتِهِ، وَأَمَّا شَتْمُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ: اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا، وَأَنَا الْأَحَدُ الصَّمَدُ، لَمْ أَلِدْ وَلَمْ أُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لِي كُفُوًا أَحَدٌ] ”اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ابن آدم نے میری تکذیب کی، حالانکہ یہ بات

① تفسیر الطبری: 43/21 و تفسیر ابن ابی حاتم: 3090/9. ② تفسیر الطبری: 43/21. ③ تفسیر ابن ابی حاتم:

3090/9 و تفسیر الطبری: 44، 43/21.

ضَرَبَ لَكُمْ مَثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۖ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاءَ فِي

اس نے تمہارے (سمجھانے کے) لیے خود بخود میں سے ایک مثال بیان کی ہے کہ ہم نے تمہیں جو رزق دیا ہے، کیا اس میں جن کے تمہارے دائیں ہاتھ

مَا رَزَقْنَكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَاءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ كَذٰلِكَ نَقْصِلُ

مالک ہوئے ہیں شریک ہو سکتے ہیں کہ تم اس میں برابر ہو جاؤ۔ تم ان سے ایسے ڈرتے ہو جیسے اپنے (ہسر) لوگوں سے۔ اسی طرح ہم (اپنی) آیات ان

الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ ﴿٢٨﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَهْوَاءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَسَنُ

لوگوں کے لیے کھول کھول کر بیان کرتے ہیں جو عقل کرتے ہیں ﴿٢٨﴾ بلکہ جن لوگوں نے ظلم کیا انہوں نے بغیر علم کے اپنی خواہشوں کی پیروی کی، پھر جسے

يَهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ تَصْرِیْنٍ ﴿٢٩﴾

اللہ نے گمراہ کر دیا ہو اسے کون ہدایت دے سکتا ہے؟ اور ان کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں ہیں ﴿٢٩﴾

بالکل اسے زیب نہ دیتی تھی، اس نے مجھے گالی دی، حالانکہ یہ بات بھی اسے زیب نہ دیتی تھی، اس کا میری تکذیب کرنا اس کا یہ کہنا ہے کہ وہ (اللہ تعالیٰ) ہر گز مجھے اس طرح دوبارہ پیدا نہیں کر سکے گا جس طرح اس نے مجھے پہلی بار پیدا کیا تھا، حالانکہ پہلی دفعہ پیدا کرنا اسے لوٹانے (دوبارہ پیدا کرنے) کی نسبت زیادہ آسان تو نہیں ہے اور اس کا مجھے گالی دینا اس کا یہ کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد بنائی ہے، حالانکہ میں ایک اور بے نیاز ہوں نہ کسی کا باپ ہوں اور نہ کسی کا بیٹا اور نہ کوئی میرا ہسر ہے۔“ ﴿٢٨﴾ اسے (امام مسلم نے نہیں) صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَهُ النَّشْطُ اَلَا عَلٰی فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ”اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اونچی صفت اسی کے لیے ہے۔“ علی بن ابوطلمح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ حسب ذیل آیت کی طرح ہے: ﴿لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ﴾ (الشوریٰ 42: 11) ”اس جیسی کوئی چیز نہیں۔“ ﴿٢٩﴾ امام قتادہ کہتے ہیں کہ اس کی مثل، یعنی صفت اور شان یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ کوئی پروردگار ہے۔ ﴿٢٩﴾

تفسیر آیات: 28، 29

تفہیم توحید کی ایک عمدہ مثال: اللہ تعالیٰ نے یہ مثال ان لوگوں کے لیے بیان فرمائی ہے جو اس کی ذات پاک کے ساتھ شرک کرتے، اس کے ساتھ غیروں کی پوجا کرتے اور اس کے شریک ٹھہراتے ہیں، حالانکہ وہ اس بات کا اعتراف بھی کرتے ہیں کہ وہ تمام اصنام و انداد جنہیں انہوں نے شریک بنا رکھا ہے، وہ سب اللہ تعالیٰ کے غلام اور اسی کے مملوک ہیں جیسا کہ مشرکین حج کے تلبیہ میں کہا کرتے تھے: لَبَّیْکَ، لَا شَرِیْکَ لَکَ اِلَّا شَرِیْکًا هُوَ لَکَ، تَمْلِیْکُہُ وَمَا مَلَکَ ”میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں سوائے اس کے جسے تو نے اپنا شریک بنالیا، تو ہی اس کا مالک ہے اور اس کا بھی جس کا وہ مالک ہے۔“ ﴿٢٩﴾

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: 1، حدیث: 4974. ② تفسیر الطبری: 45/21 و تفسیر ابن ابی حاتم: 3090/9.

③ تفسیر الطبری: 45/21 و تفسیر ابن ابی حاتم: 3090/9. ④ صحیح مسلم، الحج، باب التلبیۃ، حدیث:

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ضَرَبَ لَكُمْ مَثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ﴾ ”اس نے تمہارے لیے تمہی میں سے ایک مثال بیان فرمائی۔“ جس کا تم مشاہدہ کر رہے اور اسے آپس میں سمجھ بھی رہے ہو۔ ﴿هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَاءٌ﴾ ”ہم نے تمہیں جو رزق دیا ہے، کیا اس میں جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہوئے ہیں شریک ہو سکتے ہیں کہ تم اس میں برابر ہو جاؤ۔“ یعنی تم میں سے کوئی بھی اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اس کا غلام اس کے مال میں شریک ہو کر اس کے برابر ہو جائے۔ ﴿تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ﴾ ”تم ان سے (اسی طرح) ڈرتے ہو جس طرح تم اپنے (ہمسر) لوگوں سے ڈرتے ہو، یعنی تم ان سے ڈرتے ہو کہ وہ تمہارے مال تقسیم کر کے اس میں سے حصہ لے لیں گے۔ ابو بکرؓ نے کہا ہے کہ اپنے غلام سے تم نہیں ڈرتے کہ وہ تمہارے مال میں تمہارا شریک بن جائے گا، کیونکہ اس بات کا اسے کوئی حق حاصل نہیں ہے کہ وہ تمہارا شریک بنے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا بھی کوئی شریک نہیں ہے۔^① معنی یہ ہیں کہ تم تو اس بات سے نفرت کرتے ہو کہ تمہارا غلام تمہارا شریک بنے تو پھر اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اس کے شریک کیسے بناتے ہو! **مشرکین کا تلبیہ:** امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مشرکین تلبیہ اس طرح پڑھا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ! لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ، تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ ”حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں سوائے اس کے جسے تو نے اپنا شریک بنالیا ہو، تو ہی اس کا مالک ہے اور اس کا بھی جس کا وہ مالک ہے۔“ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَاءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ﴾ ”بھلا جن (لوٹنڈیوں یا غلاموں) کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہوئے، وہ اُس (مال) میں جو ہم نے تمہیں عطا فرمایا ہے، تمہارے شریک ہیں؟ اور (کیا) تم اس میں (ان کو اپنے) برابر (مالک سمجھتے) ہو (اور کیا) تم ان سے (اسی طرح) ڈرتے ہو جس طرح تم اپنے لوگوں سے ڈرتے ہو؟“^②

اس مثال سے یہ تنبیہ کرنا مقصود تھا کہ جب تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تمہارے غلام اور لوٹنڈیاں تمہارے مال میں تمہارے شریک اور تمہارے برابر ہوں تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ تو اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ وہ کسی کی شراکت کو گوارا نہ فرمائے کیونکہ وہ ہر قسم کے شریک سے بری اور پاک ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَلَّذِيْنَ لَقِيَ الْوَيْلَ لِقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ ۝۲۵﴾ ”اسی طرح ہم عقل والوں کے لیے (اپنی) آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔“ پھر فرمایا کہ مشرکین نے سفاہت و جہالت سے غیر اللہ کی پوجا کی۔ ﴿بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۝۲۶﴾ ”بلکہ جنہوں نے ظلم کیا وہ (مشرکین) بغیر سمجھ اپنی خواہشوں کے پیچھے چلتے ہیں۔“ یعنی علم کے بغیر شریکوں کی عبادت کرتے ہیں، ﴿فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۝۲۷﴾ ”پس اسے کون

① تفسیر الطبری: 47/21. ② المعجم الكبير للطبرانی: 20/12، حدیث: 12348 اور بیہقی نے مجمع الزوائد، الحج،

باب الإلهال والتلبیة: 223/3، حدیث: 5363 پر لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند میں ”حماد بن شعیب“ ضعیف ہے۔ البتہ آیت کی

شان نزول کے بغیر یہ حدیث صحیح مسلم، الحج، باب التلبیة.....، حدیث: 1185 میں آئی ہے۔

فَاقْمْ وَّجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ

پس (اے نبی!) آپ یکسو ہو کر اپنا رخ دین کے لیے سیدھا رکھیں، اللہ کی فطرت (اختیار کرو) جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی تخلیق میں تبدیلی

ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٠﴾ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا

نہیں ہو سکتی، یہی سیدھا دین ہے، اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿٣٠﴾ اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے (دین پر قائم رہو)، اور تم اس سے ڈرتے رہو،

الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٣١﴾ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا كُلُّ حِزْبٍ

اور نماز قائم کرو، اور تم مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ ﴿٣١﴾ (یعنی) جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، اور وہ کئی گروہ ہو گئے، ہر گروہ کے پاس جو

بِمَا لَدَيْهِمْ فِرْحُونٌ ﴿٣٢﴾

کچھ ہے وہ اسی پر خوش ہے ﴿٣٢﴾

ہدایت دے سکتا ہے جسے اللہ گمراہ کرے؟“ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ضلالت کو لکھ دیا ہے تو انھیں کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ ﴿وَمَا لَهُمْ مِنْ لُصْرَيْنَ﴾ ٢٩“ اور اُن کا کوئی مددگار نہیں۔“ یعنی کوئی نہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے انھیں بچا سکے اور کوئی نہیں جو اس کی گرفت سے انھیں چھڑا سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہے وہ ہو کر رہتا ہے اور وہ جو نہ چاہے، وہ وہی نہیں سکتا۔

تفسیر آیات: 30-32

توحید ہی پر قائم رہنے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے چہرے کو سیدھا رکھو اور اسی دین حنیف اور ملتِ ابراہیم پر قائم رہو جس کے اختیار کرنے کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت فرمائی ہے اور جس دین کو اللہ تعالیٰ نے حد درجہ مکمل فرما دیا ہے، اس دین کو اختیار کرنے سے تم اپنی اس فطرتِ سلیم کو اختیار کرو گے جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے۔ یاد رہے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اپنی معرفت اور اپنی توحید پر پیدا فرمایا ہے کیونکہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جیسا کہ قبل ازیں آیت کریمہ: ﴿وَأَشْهَدُهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ ۚ لَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۚ قَالُوا بَلٰی ۚ﴾ (الأعراف: 172) اور انھیں خود ان کے اوپر گواہ ٹھہرایا (ان سے پوچھا کہ) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ وہ کہنے لگے: کیوں نہیں!“ کی تفسیر میں بیان کیا جا چکا ہے ① اور حدیث میں ہے کہ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنِّي خَلَقْتُ عِبَادِي حُنَفَاءَ أَتَتْهُمْ الشَّيَاطِينُ فَأَجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِينِهِمْ﴾ [بلاشبہ میں نے اپنے بندوں کو دین حنیف پر پیدا کیا..... شیطان ان کے پاس آئے، پھر انھیں ان کے دین سے ہٹا دیا۔“ ② اور عنقریب ہم احادیث کے حوالے سے بیان کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے بندوں کو دینِ اسلام پر پیدا فرمایا تھا، پھر بعض لوگ فاسد دینوں، مثلاً: یہودیت، نصرانیت اور مجوسیت میں مبتلا ہو گئے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ﴾ ”اللہ کی تخلیق میں تغیر و تبدیلی نہیں (ہو سکتی۔)“ بعض نے کہا ہے

① دیکھیے الأعراف، آیت: 172 کے ذیل میں عنوان ”اولادِ آدم سے لیے گئے عہد کا بیان“ ② صحیح مسلم، الحنة و صفة.....،

باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا.....، حدیث: 2865 عن عیاض بن حمار ؓ .

کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں تبدیلی نہ کرو کہ لوگوں کو اس فطرت سے ہٹا دو جس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا فرمایا تھا۔ اسی معنی کے اعتبار سے خبر گویا مطلب و امر کے معنی میں ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا﴾ (ال عمران 97:3) ”اور جو شخص اس (مبارک گھر) میں داخل ہوا اس نے امن پالیا۔“

یہ اچھے اور صحیح معنی ہیں اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ خبر ہی ہے اور معنی یہ ہیں کہ فطرت میں مستقیم جبلت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کو برابر پیدا فرمایا ہے کہ ہر شخص اسی فطرت ہی پر پیدا ہوتا ہے اور اس اعتبار سے لوگوں میں کوئی فرق نہیں ہے، اسی لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابراہیم نخعی، سعید بن جبیر، مجاہد، عکرمہ، قتادہ، ضحاک اور ابن زید نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿لَا تَبْدِيلَ لَخَلْقِ اللَّهِ﴾ کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے دین میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔^① اور امام بخاری رحمہ اللہ نے ﴿لَا تَبْدِيلَ لَخَلْقِ اللَّهِ﴾ کے معنی اللہ کے دین کے بیان کیے ہیں اور فرمایا ہے کہ ﴿خُلِقَ الْاَوَّلَيْنِ﴾ (الشعراء 137:26) کے معنی پہلے لوگوں کے دین کے ہیں اور فطرت سے مراد ”اسلام“ ہے، پھر آپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا مِنْ مَّوْلُوْدٍ اِلَّا يُوْلَدُ عَلٰى الْفِطْرَةِ، فَابَوَاهُ يَهُودًا اَوْ يَنْصَرَانِهٖ اَوْ يُمَجْسَانِهٖ، كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بِهَيْمَةٍ جَمْعًا، هَلْ تُحَسِّنُوْنَ فِيْهَا مِنْ جَدْعَاءٍ؟] ثُمَّ يَقُوْلُ: ﴿فَطَرَتِ اللّٰهُ الْبَنِيَّ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِيْلَ لَخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیْمُ﴾ ”ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنادیتے ہیں جیسا کہ جانور بچے کو پورا پورا (صحیح سالم) جنم دیتا ہے، کیا تم ان میں سے کسی بچے کو کان کٹا ہوا محسوس کرتے ہو؟ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما یہ آیت کریمہ تلاوت فرماتے: ”اللہ کی فطرت کو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے (اختیار کیے ہو) اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں ہے، یہی سیدھا دین ہے۔“^② اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔^③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیْمُ﴾ ”یہی سیدھا دین ہے۔“ یعنی شریعت اور فطرت سلیم کو تھام لینا ہی سیدھا اور مستقیم دین ہے۔ ﴿وَلٰكِنْ اَكْثَرُ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ ”اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ اکثر لوگ نہیں جانتے جس کی وجہ سے وہ دین مستقیم سے ہٹکے ہوئے ہیں اور جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَا اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنٰیْنَ﴾ (یوسف 103:12) ”اور بہت سے آدمی گواپ (کتنی ہی) خواہش کریں، ایمان لانے والے نہیں ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَإِنْ تُطْعَمْ اَكْثَرُ مَنْ فِی الْاَرْضِ یُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا یُخْرَصُوْنَ﴾ (الأنعام 116:6) ”اور اگر آپ ان بہت سوں کا کہا مان لیں گے جو زمین پر (آباد) ہیں (گمراہ ہیں) تو وہ آپ کو اللہ کا راستہ بھلا دیں گے، وہ محض

① تفسیر الطبری: 50، 49/21 و تفسیر ابن ابی حاتم: 3091/9. ② صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿لَا تَبْدِيْلَ لَخَلْقِ

اللّٰهِ﴾ (الروم 30:30).....، حدیث: 4775. ③ صحیح مسلم، القدر، باب معنی کل مولود یولد علی الفطرة.....،

حدیث: 2658.

خیال کے پیچھے چلتے اور نرے اٹکل پچوگلاتے ہیں۔“

اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿مُتَّبِعِينَ اِلَيْهِ﴾ ”(مومنو) اُسی (اللہ) کی طرف رجوع کرتے ہوئے۔“ ابن زید اور ابن جریج نے اس کے یہی معنی بیان کیے ہیں کہ اس کی طرف رجوع کیے رکھو۔ ﴿وَاتَّقُوهُ وَاَقْبِسُوا الصَّلَاةَ﴾ ”اور اس سے ڈرتے رہو اور نماز پڑھتے رہو۔“ کہ نماز پڑھنا بہت بڑی اطاعت ہے، ﴿وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ ”اور مشرکوں میں سے نہ ہونا۔“ بلکہ موحدین اور ان مخلصین میں سے ہو جانا جو اسی ذات اقدس کی عبادت کرتے اور اس کے سوا کسی اور کی خوشنودی کے طلب گار نہیں ہوتے۔ امام ابن جریر نے یزید بن ابومریم سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزر ہوا تو آپ نے ان سے پوچھا کہ اس امت کو راہ راست پر رکھنے کے لیے کیا معیار ہے، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تین باتیں اور وہی امت کی نجات کی ضامن ہیں: (1) اخلاص اور یہی وہ فطرت ہے: ﴿فَطَرَتِ اللّٰهُ اَلَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الَّذِیْنَ الْقَیْمُ﴾ ”اللہ کی فطرت جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا فرمایا۔“ (2) نماز اور یہی ملت ہے اور (3) طاعت اور یہی عصمت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ جواب سن کر فرمایا: آپ نے بالکل سچ کہا ہے۔^①

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مِنَ الَّذِیْنَ قَرَّبُوا دِیْنَهُمْ وَكَانُوا شَیْعًا كُلُّ جَزِیْمٍ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ﴾ ”(اور نہ) اُن لوگوں میں (ہونا) جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور (خود) فرقے فرقے ہو گئے، ہر فرقہ اسی پر خوش ہے جو ان کے پاس ہے۔“ یعنی تم ان مشرکوں میں سے نہ ہونا جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا، یعنی انہوں نے اس میں تبدیلی کر دی تھی اور دین کے بعض احکام کو ماننے اور بعض کا انکار کر دیتے تھے، بعض نے اسے: [فَارْقُوا دِیْنَهُمْ] بھی پڑھا ہے۔^② یعنی انہوں نے اپنے دین کو ترک کر کے پس پشت ڈال دیا تھا، اہل اسلام کے سوا دیگر تمام لوگوں، مثلاً: یہودیوں، عیسائیوں، مجوسیوں، بت پرستوں اور دیگر تمام باطل ادیان سے وابستہ لوگوں کا یہی طرزِ عمل ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَرَّبُوا دِیْنَهُمْ وَكَانُوا شَیْعًا لَّسَتْ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ طَائِفًا اَمْرُهُمْ اِلٰی اللّٰهِ ثُمَّ یُجَبِّیْهِمْ بِمَا كَانُوا یَفْعَلُوْنَ﴾ (الأنعام 6: 159) ”بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر لیا اور کئی فرقے بن گئے اُن سے آپ کو کوئی سروکار نہیں، ان کا معاملہ تو اللہ ہی کے حوالے ہے، پھر جو کچھ وہ کرتے رہے وہ ان (سب) کو بتائے گا۔“

ہم سے پہلے ادیان والے اختلاف کر کے کئی باطل آراء و افکار میں مبتلا ہو گئے اور کئی فرقوں میں بٹ گئے، ان میں سے ہر ایک فرقہ گمان کرتا تھا کہ وہی حق پر ہے، افسوس کہ ہماری اُمت بھی کئی فرقوں میں تقسیم ہو گئی اور ان میں سے ایک فرقے کے سوا باقی سب فرقے گمراہ ہیں، صرف اہل سنت والجماعت حق پر ہیں اور ان سے مراد (موجودہ دور کے اہل شرک و بدعت نہیں بلکہ) وہ لوگ ہیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے دامن سے وابستہ ہیں اور جن کا عمل صدر اول کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین

① تفسیر الطبری: 51/21. ② تفسیر الطبری: 48/21. ③ تفسیر القرطبی: 32/14.

وَإِذَا مَسَّ النَّاسُ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا أَذَاهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً

اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہوئے اسی کو پکارتے ہیں، پھر جب وہ اپنی طرف سے انہیں رحمت (کا

إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ﴿٣٣﴾ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَهُمْ ط فَتَبْتَغُوا دِفْعَةً فَيَسْأَلُونَ

مزدہ) چکھتا ہے تو ان میں سے کچھ لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں ﴿٣٣﴾ تاکہ وہ اس چیز (نعت) کی ناشکری کریں جو ہم نے انہیں دی، تو تم

تَعْلَمُونَ ﴿٣٤﴾ أَمْ أَرْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوا بِهِ يُشْرِكُونَ ﴿٣٥﴾

فائدہ اٹھاؤ، پھر جلد تم جان لو گے ﴿٣٤﴾ کیا ہم نے ان پر کوئی ایسی دلیل نازل کی ہے کہ وہ ان کے شرک کرنے کو (صحیح) بتاتی ہو ﴿٣٥﴾ اور جب ہم لوگوں کو

وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا بِهَا ط وَإِنْ تُصِيبُهُمْ سَيِّئَةٌ مِّنْهُمَا قَدَّامَتُ أَيْدِيهِمْ

(اپنی) رحمت (کا مزدہ) چکھاتے ہیں تو وہ اس پر خوش ہوتے ہیں، اور اگر ان کے ہاتھوں کی آگے بھیجی ہوئی کمائی کی وجہ سے کوئی مصیبت انہیں آئے تو وہ

إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ ﴿٣٦﴾ أَوْ لَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ط إِنَّ

فوراً ناامید ہو جاتے ہیں ﴿٣٦﴾ کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ جس کے لیے چاہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور (جس کے لیے چاہے) تنگ کر دیتا

فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٣٧﴾

ہے۔ بلاشبہ اس (فرائی دہی) میں ان لوگوں کے لیے عظیم نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں ﴿٣٧﴾

اور ائمہ مسلمین کے عمل کے مطابق ہو جیسا کہ امام حاکم نے اپنی ”مستدرک“ میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جب یہ دریافت کیا گیا کہ ان مختلف فرقوں میں سے نجات یافتہ کون سا ہے تو آپ نے فرمایا: [مَا أَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَأَصْحَابِي] ”وہ (جس کا عمل اس دین کے مطابق ہو) جس پر آج میں اور میرے صحابہ (رضی اللہ عنہ) ہیں۔“ ﴿١﴾

تفسیر آیات: 33-37

انسان توحید سے شرک اور خوشی سے ناامیدی کی طرف پلٹتا رہتا ہے: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ وہ اضطرابی حالت میں تو اللہ وحدہ لا شریک کو پکارتے ہیں اور جب وہ انہیں اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے تو ان میں سے کچھ لوگ اختیاری حالت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اور اس کے ساتھ غیر اللہ کی پوجا شروع کر دیتے ہیں، ﴿لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَهُمْ ط﴾ ”تاکہ جو ہم نے انہیں بخشا ہے اس کی ناشکری کریں۔“ بعض کے نزدیک یہ لام عاقبت اور بعض کے نزدیک لام تعلیل ہے لیکن تعلیل اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کے لیے مقرر کر دیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٣٤﴾﴾ ”عنقریب تم (اس کا انجام) جان لو گے۔“ بعض نے کہا ہے کہ اللہ کی قسم! اگر مجھے کسی گلی کا چوکیدار بھی ڈانٹ پلائے تو میں اس سے ڈر جاؤں گا اور یہاں تو سرزنش کرنے والا وہ قادر مطلق ہے جس کی شان یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو اس سے فرماتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کی تردید

﴿١﴾ المستدرک للحاکم، العلم، فصل: فی توقیر العالم، 129/1 وجامع الترمذی، الإیمان، باب ماجاء فی افتراق هذه

الأمة، حدیث: 2641 عن عبد الله بن عمرو ؓ والسلسلة الصحيحة 404/1: 414، تحت الحدیث: 204.

فَاتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ

پس آپ قربات دار کو اس کا حق دیں، اور مسکین اور مسافر کو بھی، یہ ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو اللہ کا چہرہ چاہتے ہیں، اور یہی لوگ فلاح پانے

وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٣٨﴾ وَمَا آتَيْتُم مِّن رَّبًّا لِّيَرْبُوا فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوا عِنْدَ

والے ہیں ﴿٣٨﴾ اور تم سود پر جو (قرض) دیتے ہوتا کہ وہ لوگوں کے مالوں میں (شامل ہو کر) بڑھے، تو وہ اللہ کے ہاں نہیں بڑھتا، اور تم اللہ کا چہرہ چاہتے

اللَّهُ وَمَا آتَيْتُم مِّن زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ ﴿٣٩﴾ اللَّهُ الَّذِي

ہوئے جو کچھ بطور زکاۃ دیتے ہو، تو ایسے لوگ ہی (اپنا مال) کئی گنا بڑھانے والے ہیں ﴿٣٩﴾ اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، پھر اس نے تمہیں

خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُبْيِتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِثْلَ

رزق دیا، پھر وہ تمہیں مارے گا، پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا، کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو ان (کاموں) میں سے کچھ کر سکے؟ اللہ ان کے

مِّن شَيْءٍ سُبْحَنَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٤٠﴾

شریک ٹھہرانے سے پاک اور اعلیٰ ہے ﴿٤٠﴾

کرتے ہوئے فرمایا جنہوں نے کسی دلیل، حجت اور برہان کے بغیر غیر اللہ کی پوجا شروع کر دی تھی کہ ﴿٤٠﴾ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ

سُلْطٰنًا فَهُمْ يَنْتَكُم بِهَا كَاُنَا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴿٣٩﴾ ”کیا ہم نے ان پر کوئی (ایسی) دلیل نازل کی ہے کہ وہ ان کے شرک

کرنے کو (صحیح) بتاتی ہو۔“ یہ استفہام انکاری ہے، یعنی ان کے پاس ایسی کوئی شے نہیں ہے۔

پھر فرمایا ہے: ﴿٤٠﴾ اِذَا اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرَحًا بِهَا وَانْصَبْنٰهُمْ سَيِّئَةًۭۤ اَسَآءَ۟ۤ اَمْ اَنْزَلْنٰهُمْ اِذْهُمْ يَفْكُطُوْنَ ﴿٣٨﴾

”اور جب ہم لوگوں کو (اپنی) رحمت (کامزا) چکھاتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہو جاتے ہیں اور اگر ان کے عملوں کے سبب جو ان

کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں کوئی برائی پہنچے تو ناامید ہو کر رہ جاتے ہیں۔“ یہ عام انسانوں کے طرز عمل کی تردید اور اس پر انکار

ہے کہ انھیں جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نعمت حاصل ہوتی ہے تو وہ فخر و غرور میں مبتلا ہو جاتے ہیں سوائے ان کے جنہیں

اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے اور سلامتی کی توفیق عطا فرمائے ورنہ عام لوگ یہی کہتے ہیں: ﴿٤٠﴾ ذَهَبَ السَّيِّئَاتُ عَنِّي ط اِنَّهٗ لَفَرِحٌ

فَخُوْرٌ ﴿١٠﴾ (ہود: 11) ”(آہا) سب سختیاں مجھ سے دور ہو گئیں، بے شک وہ خوشیاں منانے والا، فخر کرنے والا ہے۔“ یعنی

اپنے جی میں خوش ہوتا اور دوسروں پر فخر کرتا ہے اور جب اسے کوئی سختی پہنچتی ہے تو وہ مایوس ہو جاتا اور کہتا ہے کہ آئندہ اسے کوئی

خیر و بھلائی حاصل نہیں ہوگی۔

مومن کا معاملہ بڑا تعجب خیز ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿٤٠﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ ط ﴿١١﴾ (ہود: 11)

”ہاں، جنہوں نے صبر کیا اور نیک عمل کیے۔“ یعنی جنہوں نے مشکلات میں صبر کیا اور آسودگی و خوش حالی میں نیک عمل کیے جیسا

کہ صحیح حدیث میں ہے: [عَجَبًا لِّلْمُؤْمِنِ، لَا يَقْضِيْ اللّٰهُ لَهٗ (فَضَاءً) اِلَّا كَانَ خَيْرًا لَّهٗ، اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّاءٌ شَكَرَ،

فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ، وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّاءٌ صَبَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ] ”مومن کا معاملہ بہت تعجب انگیز ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے

جو بھی فیصلہ فرمائے، وہ اس کے حق میں بہتر ہے، اگر اسے خوشی حاصل ہو تو شکر کرتا ہے اور شکر کرنا اس کے لیے بہتر ثابت ہوتا

ہے اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے اور صبر کرنا اس کے لیے بہتر ثابت ہوتا ہے۔“^①

اور اس کا ارشاد ہے: ﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ﴾ ”کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کرتا ہے ور (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگ کرتا ہے۔“ یعنی وہ متصرف و مختار ہے اور اس کا ہر کام مہنی برحمت و عدل ہے، وہ کچھ لوگوں کو فراخ اور وسیع رزق عطا فرماتا ہے اور کچھ لوگوں کے رزق کو تنگ کر دیتا ہے۔ ﴿إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾^② ”بے شک اس میں ایمان لانے والے لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں۔“

تفسیر آیات: 38-40

صلہ رحمی کا حکم اور سود کی ممانعت: اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے: ﴿قَاتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْيَسِيرِينَ وَابْنِ السَّبِيلِ﴾ ”پس اہل قرابت اور محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق دیتے رہو۔“ ان سے نیکی اور صلہ رحمی کرتے رہو، ﴿الْيَسِيرِينَ﴾ سے مراد وہ شخص ہے جس کے پاس اپنے خرچ کے لیے کچھ نہ ہو یا اس کی ضرورت کے مطابق نہ ہو اور ﴿وَابْنِ السَّبِيلِ﴾ سے مراد وہ مسافر ہے جو خرچ اور ضروریات سفر کے لیے محتاج ہو۔ ﴿ذَلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ﴾ ”یہ ان کے حق میں بہتر ہے جو لوگ اللہ کا چہرہ چاہتے ہیں۔“ یعنی روز قیامت اللہ تعالیٰ کے دیدار کے طالب ہیں اور یہ مطلوب و مقصود کی آخری حد ہے۔ ﴿وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾^③ ”اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“ یعنی دنیا و آخرت میں، پھر فرمایا: ﴿وَمَا آتَيْتُم مِّن زَبَا لِيَرْبُوا فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوا عِنْدَ اللَّهِ﴾ ”اور جو تم سود دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں افزائش ہو تو اللہ کے نزدیک (اُس میں) افزائش نہیں ہوتی،“ یعنی جو شخص کسی کو عطیہ دے اور اس کی خواہش یہ ہے کہ لوگ اسے اس سے زیادہ عطیہ دیں تو اس شخص کو اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، ضحاک، قتادہ، عکرمہ، شععی اور محمد بن کعب قرظی نے اس کی یہی تفسیر بیان کی ہے۔^④

دو گنا چو گنا نفع حاصل کرنے والے: ﴿وَمَا آتَيْتُم مِّن زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْبٰضِعُونَ﴾^⑤ ”اور جو تم زکاۃ دیتے ہو (اور اس سے) اللہ کا چہرہ طلب کرتے ہو تو (وہ موجب برکت ہے اور) ایسے ہی لوگ (اپنے مال کو کئی گنا) بڑھانے والے ہیں۔“ انھیں اللہ تعالیٰ دو گنا چو گنا اجر و ثواب عطا فرمائے گا جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے: [مَا تَصَدَّقَ أَحَدٌ (بِعَدَلِ تَمْرَةٍ مِّنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ)، إِلَّا أَخَذَهَا الرَّحْمَنُ بِيَمِينِهِ فَيَرْبِّيَهَا (لِصَاحِبِهَا) كَمَا يُرْبِي أَحَدُكُمْ فَلَوْهٗ أَوْ فَصِيلَهٗ، حَتَّىٰ تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ أَوْ اعْظَمَ] ”جو شخص پاک کمائی سے کھجور کے برابر بھی خرچ کرے تو رحمان اسے اپنے دائیں ہاتھ میں لے لیتا ہے، پھر اس خرچ کرنے والے کے لیے اسے (اس طرح) پروان چڑھاتا ہے جس طرح کہ تم میں سے

① پہلا حصہ مسند أحمد: 24/5 جگہ تو سین والا لفظ مسند أبي يعلى: 221/7، حدیث: 4218 عن أنس رضی اللہ عنہ اور دوسرا حصہ

صحیح مسلم، الزهد، باب المؤمن أمره كله خير، حدیث: 2999 عن صهيب رضی اللہ عنہ کے مطابق ہے۔ ② تفسیر الطبری:

55,54/21 و تفسیر ابن ابی حاتم: 3092,3091/9.

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا

نفسی اور تری میں لوگوں کے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے فساد ظاہر ہو گیا ہے، تاکہ اللہ انہیں ان کے بعض اعمال (کاسرہ) چکھائے، جو انہوں

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٤١﴾ قُلْ سِيرُوا فِي الْاَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ ط

نے کیے، تاکہ وہ (ہدایت کی طرف) رجوع کریں ﴿41﴾ آپ کہہ دیجیے: تم زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو ان لوگوں کا کیسا انجام ہوا جو ان سے پہلے

كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ﴿٤٢﴾

تھے؟ ان کے اکثر مشرک ہی تھے ﴿42﴾

کوئی اپنے گھوڑے یا اونٹ کے بچے کو پالتا پوستا ہے حتی کہ وہ (کھجور) پہاڑ کی طرح یا اس سے بھی بڑی ہو جاتی ہے۔^①

پیدائش، رزق اور موت و حیات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے: اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ﴾

”اللہ ہی تو ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، پھر تمہیں رزق دیا۔“ یعنی وہی خالق و رازق ہے، وہ انسان کو اس کی ماں

کے پیٹ سے عریاں نکالتا ہے کہ اسے نہ علم ہوتا ہے اور نہ سنتا ہے، نہ دیکھتا ہے اور نہ اس میں کوئی قوت و طاقت ہوتی ہے، پھر

اس کے بعد اللہ تعالیٰ آرائش و زیبائش، لباس، مال، جائیداد اور دولت سب چیزوں سے سرفراز فرمادیتا ہے، ﴿ثُمَّ يُيْتِكُمْ﴾

”پھر وہ تمہیں مارے گا۔“ یعنی اس زندگی کے بعد، ﴿ثُمَّ يُخَيِّتُكُمْ﴾ ”پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا“ یعنی قیامت کے دن۔

﴿هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَفْعَلُ مِنْ ذَلِكُمْ مِنْ شَيْءٍ ط﴾ ”بھلا تمہارے (بنائے ہوئے) شریکوں میں (بھی) کوئی ایسا

ہے جو ان کاموں میں سے کچھ کر سکے؟“ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو ان میں سے کوئی بھی اس طرح کا کوئی

کام نہیں کر سکتا بلکہ خلق و رزق اور موت و حیات صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے، پھر وہ روز قیامت سب کو

اٹھائے گا، اسی لیے اس سب کچھ کے بیان کرنے کے بعد فرمایا: ﴿سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى عَنِ ابْنِ شَرِّ كُونِ ۝﴾ ”وہ پاک ہے اور اس

سے بلند ہے جو یہ شریک ٹھہراتے ہیں۔“ یعنی اللہ عز و جل کی ذات گرامی اس بات سے مقدس، منزہ اور بہت عظیم ہے کہ اس کا

کوئی شریک یا نظیر یا مساوی یا اولاد یا والد ہو بلکہ وہ یکتا و یگانہ ہے، بے نیاز ہے، نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کی اولاد اور کوئی اس

کا ہمسر بھی نہیں۔

تفسیر آیات: 42، 41

گناہوں کے دنیا میں اثرات و نتائج: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، ضحاک، سدی اور کئی دیگر مفسرین نے کہا ہے کہ

یہاں برّ سے مراد جنگلات اور بحر سے مراد شہر اور بستیاں ہیں۔^② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما عکرمہ سے دوسری روایت کے

مطابق بحر سے مراد وہ شہر اور بستیاں ہیں جو دریا کے کنارے آباد ہوں۔^③ دیگر مفسرین نے کہا ہے کہ برو بحر سے مراد وہی برو

① صحیح البخاری، الزکاة، باب الصدقة من کسب طیب.....، حدیث: 1410 و صحیح مسلم، الزکاة، باب قبول

الصدقة.....، حدیث: (63، 64)۔ 1014 عن أبي هريرة ؓ واللفظ له، البتہ قوسین والے الفاظ صحیح بخاری کے مطابق ہیں۔

② تفسیر الطبری: 59، 58/21۔ ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 3092/9 و تفسیر الطبری: 58/21۔

بحر ہیں جو معروف معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔^① زید بن رفیع کہتے ہیں کہ ”ظَهَرَ الْفَسَادُ“ ”فساد ظاہر ہو گیا۔“ کا مفہوم یہ ہے کہ خشکی میں بارش نہ ہونے کے نتیجے میں قحط کا پیدا ہونا اور بحر میں بارش نہ ہونے سے وہاں کے جانوروں کا اندھا ہو جانا۔ اسے ابن ابوحاتم نے روایت کیا ہے۔^② نیز انھوں نے کہا ہے کہ ہم سے محمد بن عبداللہ بن یزید مقرر نے، انھوں نے سفیان سے، انھوں نے حمید بن قیس اعرج سے اور انھوں نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ خشکی میں فساد کے پھیلنے سے مراد انسانوں کا قتل اور تری میں فساد سے مراد کشتیوں کا غصب کر لینا ہے۔^③

پہلے قول کے مطابق آیت کریمہ کے معنی یہ ہوں گے کہ فصلوں اور پھلوں میں کمی گناہوں کے سبب پیدا ہوتی ہے۔ ابو العالیہ کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے وہ زمین کو فتنہ و فساد سے بھرتا ہے کیونکہ زمین و آسمان کی درستی اطاعت الہی پر موقوف ہے۔^④ اسی لیے اس حدیث میں آیا ہے جسے امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے: [حَدَّثَ (يُقَامُ) فِي الْأَرْضِ، خَيْرٌ لِأَهْلِ الْأَرْضِ مِنْ أَنْ يُمَطَّرُوا أَرْبَعِينَ صَبَاحًا] ”ایک حد کا زمین میں قائم کرنا، اہل زمین کے لیے چالیس دنوں کی بارش سے زیادہ بہتر ہے۔“^⑤ اس کا سبب یہ ہے کہ جب حدود قائم کی جائیں تو بہت سے لوگ محرمات کے ارتکاب سے باز آ جاتے ہیں اور جب معاصی اور محرمات کو ترک کر دیا جائے تو یہ آسمانوں اور زمین سے برکتوں کے حصول کا سبب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام آخری زمانے میں نازل ہوں گے اور وہ اس وقت ہماری شریعت مطہرہ کے مطابق فیصلے فرمائیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، صلیب کو توڑ دیں گے، جزیہ ختم کر دیں گے اور اسلام یا تلوار کے سوا کچھ قبول نہیں کریں گے، پھر جب اللہ تعالیٰ اس زمانے میں دجال اور اس کے پیروکاروں کو ہلاک کر دے گا اور یاجوج و ماجوج کو بھی ختم کر دے گا تو زمین سے کہا جائے گا کہ تو اپنی برکت کو نکال دے تو (اتنے بڑے بڑے انار ہوں گے کہ) ایک انار کو لوگوں کی جماعتیں مل کر کھائیں گی اور اس کے چھلکے کے ساتھ سایہ حاصل کر سکیں گی اور ایک بکری کا دودھ لوگوں کی ایک جماعت کے لیے کافی ہوگا۔^⑥ اور یہ سب شریعت محمد ﷺ کی تنفیذ کی برکت کے باعث ہوگا، جب بھی عدل و انصاف قائم کر دیا جائے تو خیر و برکت کی کثرت ہو جاتی ہے، اسی لیے صحیح حدیث میں ہے: [وَالْعَبْدُ الْفَاجِرُ يَسْتَرِيحُ مِنْهُ الْعِبَادُ وَالْبِلَادُ وَالشَّجَرُ وَالذَّوَابُ] ”..... بدکار انسان سے (جب مر جاتا ہے) بندے، شہر، درخت اور جانور سبھی راحت محسوس کرتے ہیں۔“^⑦

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ابو قحزَم سے روایت کیا ہے کہ زیاد یا ابن زیاد کے دور میں ایک شخص کو ایک تھیلی ملی جس میں

① تفسیر الطبری: 60، 59/21. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 3092/9. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 3092/9. ④ تفسیر

الطبری: 182/1 عن الربيع. ⑤ سنن ابن ماجه، الحدود، باب إقامة الحدود، حدیث: 2538 و سنن النسائي، قطع

السارق، باب الترغيب في إقامة الحد، حدیث: 4908، البته توسين والا لفظ مسند أحمد: 362/2 عن أبي هريرة ؓ میں

ہے۔ ترمذی: سنن ابوداؤد میں یہ حدیث نہیں ہے۔ ⑥ صحیح مسلم، الفتن، باب ذکر الدجال، حدیث: 2937 و مسند

أحمد: 182/4 عن النّوّاس بن سميعة ؓ. ⑦ صحیح البخاری، الرقاق، باب سكرات الموت، حدیث: 6512

و صحیح مسلم، الجنائز، باب ماجاء في مستريح و مستراح منه، حدیث: 950 عن أبي قتادة ؓ.

فَاقْمِ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَدِيمِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ يُصَدِّعُونَ ﴿٤٣﴾

پس آپ اپنا رخ درست دین کی طرف سیدھا رکھیں، اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس کے لیے اللہ کی طرف سے ٹلنا نہیں ہے، اس دن وہ (مومن اور

مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ ۖ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلَا نَفْسَ لَهُمْ يَهْدُونَ ﴿٤٤﴾ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا

کافر) الگ الگ ہو جائیں گے ﴿٤٣﴾ جس شخص نے کفر کیا، تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہوگا، اور جنہوں نے نیک عمل کیے تو وہ اپنے ہی لیے راہ ہموار کر رہے

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْ فَضْلِهِ ۗ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ﴿٤٥﴾

ہیں ﴿٤٤﴾ تاکہ اللہ ان لوگوں کو اپنے فضل سے جزا دے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے، بلاشبہ اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا ﴿٤٥﴾

(گندم کے) کچھ دانے تھے اور وہ دانے (جسم میں) کھجور کی گھلیوں کی طرح تھے اور اس تھیلی پر یہ تحریر تھی: یہ فصل اس دور کی ہے جس میں عدل و انصاف کے ساتھ معاملہ کیا جاتا تھا۔^①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا﴾ ”تاکہ اللہ انہیں اُن کے بعض اعمال (کا جزا) چکھائے۔“
یعنی اللہ تعالیٰ ان کی آزمائش اور ان کے اعمال کی سزا کے طور پر انہیں مالوں، جانوں اور پھلوں کی کمی میں مبتلا کر دے، ﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ ﴿٤١﴾ ”تاکہ وہ باز آجائیں۔“ یعنی اپنے گناہوں سے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَبَوَّاهُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ (الأعراف: 168) ”اور ہم نے ان کی آسائشوں اور تکلیفوں (دونوں) سے آزمائش کی تاکہ وہ (ہماری طرف) رجوع کریں۔“

پھر فرمایا: ﴿قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ ۚ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ﴾ ﴿٤٢﴾
”آپ کہہ دیں: زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو! جو لوگ (تم سے) پہلے ہوئے ہیں اُن کا کیسا انجام ہوا ہے؟ اُن میں زیادہ تر مشرک ہی تھے۔“ یعنی دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی تکذیب اور اس کی نعمتوں کی ناشکری کی وجہ سے تم سے پہلے لوگوں پر کیسے کیسے عذاب نازل ہوئے تھے!

تفسیر آیات: 43-45

دین پر استقامت کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اطاعت پر استقامت اور نیکیوں کی طرف سبقت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿فَاقْمِ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَدِيمِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ﴾ ”تو آپ اپنے چہرے کو سیدھی راہ پر سیدھا کریں اس سے پہلے کہ وہ دن آ پہنچے جسے اللہ کی طرف سے ٹلنا نہیں۔“ اس سے مراد قیامت کا دن ہے کہ جب وہ اسے برپا کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو اسے کوئی ٹال نہ سکے گا۔ ﴿يَوْمَئِذٍ يُصَدِّعُونَ﴾ ﴿٤٣﴾ ”اس روز وہ جدا جدا ہو جائیں گے۔“ اور ان میں سے ایک گروہ جنت میں اور دوسرا جہنم میں جائے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ ۖ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلَا نَفْسَ لَهُمْ يَهْدُونَ﴾ ﴿٤٤﴾ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْ فَضْلِهِ ۗ ”جس شخص نے کفر کیا تو اس کا کفر اُسی پر

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ يُرْسِلَ الرِّيحَ مُبَشِّرَاتٍ وَلِيُذِيقَكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ وَلِتَجْرِيَ الْفُلُكُ بِأَمْرِهِ

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ بشارت دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے، اور تاکہ وہ تمہیں اپنی رحمت (کامزہ) چکھائے، اور تاکہ اس کے حکم سے

وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٤٦﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا إِلَى قَوْمِهِمْ

کشتیاں چلیں، اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو، اور تاکہ تم شکر کرو ﴿٤٦﴾ اور بلاشبہ ہم نے آپ سے پہلے کئی رسول ان کی قوموں کی طرف بھیجے، پھر وہ ان کے

فَجَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَاَنْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ أَجْرَمُوا ۚ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٧﴾

پاس روشن دلائل لے کر آئے (مگر انھوں نے انھیں جھٹلایا)، پھر جن لوگوں نے جرم کیے تھے ہم نے ان سے انتقام لیا، اور مومنوں کی مدد کرنا ہم پر لازم ہے ﴿٤٧﴾

ہے اور جس نے نیک عمل کیے تو وہ اپنے ہی لیے (فلاح کا راستہ) سنوارتے ہیں تاکہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اللہ انھیں اپنے فضل سے بدلہ دے۔“ اور بدلہ بھی بہت زیادہ عطا فرمائے گا، ایک نیکی کا دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بلکہ جس قدر چاہے گا اس سے بھی زیادہ عطا فرمائے گا۔ ﴿٤٨﴾ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ﴿٤٩﴾ ”بے شک وہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔“ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ ان سے بھی عدل فرمائے گا اور کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

تفسیر آیات: 46، 47

اللہ کی نشانیوں میں سے ہوائیں بھی ہیں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اپنی مخلوق پر اس کی نعمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اپنی رحمت سے پہلے خوش خبری سنانے کے لیے ہواؤں کو بھیجتا ہے جو بارش کے آنے کی خوش خبری دیتی ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے: ﴿وَلِيُذِيقَكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ﴾ ”تاکہ تمہیں اپنی رحمت (کے مزے) چکھائے۔“ رحمت سے مراد بارش ہے جس سے وہ بندوں اور زمینوں کو زندہ کر دیتا ہے، ﴿وَلِتَجْرِيَ الْفُلُكُ بِأَمْرِهِ﴾ ”اور تاکہ اسی کے حکم سے کشتیاں چلیں۔“ یعنی دریاؤں اور سمندروں میں اور اللہ تعالیٰ انھیں ہوا کے ساتھ چلاتا ہے، ﴿وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ﴾ ”اور تاکہ تم اس کے فضل سے (روزی) تلاش کرو۔“ یعنی تجارت، خرید و فروخت اور ایک علاقے سے دوسرے علاقے تک سفر کرنے کی صورت میں۔ ﴿وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ ﴿٤٦﴾ ”اور تاکہ تم شکر کرو۔“ یعنی تاکہ تم ان بے حد و حساب، ظاہری اور باطنی نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو جن سے اس نے تمہیں نوازا ہے۔

پھر فرمایا: ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا إِلَى قَوْمِهِمْ فَجَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَاَنْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ أَجْرَمُوا﴾ ”اور البتہ تحقیق ہم نے آپ سے پہلے بھی پیغمبران کی قوموں کی طرف بھیجے تو وہ ان کے پاس نشانیاں لے کر آئے، پھر ہم نے ان لوگوں سے بدلہ لیا جنھوں نے جرم کیا۔“ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے عہد و رسول حضرت محمد ﷺ کے لیے تسلی ہے کہ اگر آپ کی قوم کے بہت سے اور دیگر لوگوں نے آپ کی تکذیب کی ہے تو سابقہ رسولوں کی بھی تکذیب کی گئی تھی، گو وہ اپنی امتوں کے پاس بہت واضح دلائل لے کر آئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے تکذیب و مخالفت کرنے والوں سے خود انتقام لیا اور مومنوں کو نجات عطا فرمادی تھی۔ ﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ﴿٤٧﴾ ”اور مومنوں کی مدد ہم پر لازم تھی۔“ یعنی ازراہ فضل و کرم اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک پر مومنوں کی مدد کو واجب قرار دے رکھا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ

اللَّهُ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ فَتُثِيرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهُ فِي السَّمَاءِ كَيْفَ يَشَاءُ وَيَجْعَلُهُ

اللہ وہ ذات ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے، پھر وہ بادل اٹھاتی بھڑکاتی ہیں، پھر اللہ اسے آسمان میں جس طرح چاہتا ہے پھیلاتا ہے، اور وہ اسے کھڑے کھڑے

كِسْفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خَلْدِهِ ۖ فَإِذَا أَصَابَ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ إِذَا هُمْ

کھڑے ہوتا ہے، پھر آپ بارش دیکھتے ہیں کہ اس کے اندر سے نکلتی ہے، پھر جب وہ اپنے بندوں میں سے جن پر چاہتا ہے بارش برساتا ہے تو اس وقت وہ

يَسْتَبْشِرُونَ ۚ (48) وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ يُنْزَلَ عَلَيْهِمْ مِنَ قَبْلِهِ لُمْبُسِينَ (49) فَأَنْظِرْ

خوش ہو جاتے ہیں (48) اور اگر چنانچہ ان پر بارش برسائے جانے سے قبل، اس (بارش کی خوشی) سے پہلے وہ نامید ہو رہے تھے (49) پس آپ اللہ کی رحمت کے

إِلَىٰ أَثَرِ رَحْمَتِ اللَّهِ كَيْفَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ آيَاتِ الْهُدَىٰ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ

آثار کی طرف دیکھیں، وہ زمین کو اس کی موت (دیرانی) کے بعد کیسے زندہ (آباد) کرتا ہے، بے شک وہ ضرور مردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ اور وہ ہر چیز

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (50) وَلَئِنْ أَرْسَلْنَا رِيحًا فَرَأَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوا مِنْ بَعْدِهِ يَكْفُرُونَ (51)

پر خوب قادر ہے (50) اور اگر ہم (تند تیز) ہوا بھیج دیں، پھر وہ اس (بھتی) کو زرد پڑتی دیکھیں، تو اس کے بعد وہ ضرور ناشکری کرنے لگتے ہیں (51)

الرَّحْمَةِ ۚ (الأَنْعَامُ: 54:6) ”تمہارے پروردگار نے اپنی ذات (پاک) پر رحمت کو لازم کر لیا ہے۔“

تفسیر آیات: 51-48

زمین کو زندہ کرنا باعث بعد الموت کی دلیل ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ وہ اس بادل کو کس طرح پیدا فرماتا ہے جس

سے پانی نازل ہوتا ہے، ارشاد ہے: ﴿اللَّهُ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ فَتُثِيرُ سَحَابًا﴾ ”اللہ ہی تو ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ

بادل کو اٹھاتی ہیں۔“ یعنی دریاؤں اور سمندروں کی موجوں سے سحاب کو اٹھاتی ہیں جیسا کہ کئی ایک اہل علم نے ذکر کیا ہے۔ یا

وہاں سے اٹھاتی ہیں جہاں سے اللہ تعالیٰ چاہے، ﴿فَيَبْسُطُهُ فِي السَّمَاءِ كَيْفَ يَشَاءُ﴾ ”پھر وہ اسے جس طرح چاہتا ہے

آسمان میں پھیلا دیتا ہے۔“ یعنی اسے پھیلا دیتا، زیادہ کر دیتا اور اسے بڑھا دیتا ہے اور تھوڑے بادلوں کو زیادہ بنا دیتا ہے۔

ابتدا میں ایک بدلی پیدا فرماتا ہے جو آنکھ سے ایک ڈھال کی طرح نظر آتی ہے، پھر اسے اس طرح پھیلا دیتا ہے کہ افق کے

سارے کنارے بھر جاتے ہیں اور کبھی وہ بادلوں کو دریاؤں اور سمندروں کی طرف سے اس طرح اٹھاتا ہے کہ وہ پانی سے

بھرے ہوتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۚ حَتَّىٰ إِذَا أَقْلَتِ سَحَابًا

ثِقَالًا سَقْنَهُ لِבَكِيٍّ مَدِينَةٍ فَأَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۚ كَذَٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ لَعَلَّكُمْ

تَذَكَّرُونَ ۝ (الأعراف: 57:7) ”اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت (مینہ) سے پہلے خوش خبری دینے والی ہواؤں کو بھیجتا ہے،

یہاں تک کہ جب وہ بھاری بھاری بادلوں کو اٹھاتی ہیں تو ہم اسے ایک مری ہوئی بستی کی طرف ہانک دیتے ہیں، پھر اس

(بادل) سے پانی اتارتے ہیں، پھر مینہ سے ہر طرح کے پھل پیدا کرتے ہیں، اسی طرح ہم مردوں کو (زمین سے زندہ کر کے)

نکال لیں گے، (یہ آیات اس لیے بیان کی جاتی ہیں) تاکہ تم نصیحت پکڑو۔“

اسی طرح یہاں فرمایا: ﴿اللَّهُ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ فَتُثِيرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهُ فِي السَّمَاءِ كَيْفَ يَشَاءُ وَيَجْعَلُهُ كِسْفًا

”اللہ ہی تو ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ بادل کو اٹھاتی ہیں، پھر وہ اسے جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا اور (تہ بہ تہ) ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔“ مجاہد، ابو عمرو بن علاء، مطر و راق اور قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿كَسَفًا﴾ کے معنی ٹکڑے ٹکڑے ہیں۔^(۱) اور کئی دیگر لوگوں نے کہا ہے کہ اس کے معنی تہ بہ تہ کے ہیں جیسا کہ امام ضحاک کا قول ہے۔ کچھ اور لوگوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایسے بادل ہیں جو پانی کی کثرت کی وجہ سے سیاہ معلوم ہوتے ہوں اور بوجھل اور بھاری ہونے کی وجہ سے زمین سے قریب دکھائی دیتے ہوں۔ ﴿فَتَكْرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خَلِيلِهِ﴾ ”پس تو مینہ کو دیکھتا ہے کہ اس کے بیچ میں سے نکلنے لگتا ہے۔“ یعنی تم بارش کو دیکھتے ہو جو بادلوں سے پانی کے قطروں کی صورت میں برتی ہے۔

﴿فَإِذَا أَصَابَ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عَبْدِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ﴾ ”پھر جب وہ اسے اپنے بندوں میں سے جن پر چاہتا ہے برس دیتا ہے تو وہ اچانک خوش ہو جاتے ہیں۔“ کیونکہ انھیں اس کی ضرورت ہوتی ہے، لہذا وہ اس کے نازل ہونے سے خوش ہوتے ہیں۔ ﴿وَأَن كَانُوا مِنْ قَبْلُ أَنْ يُنْزَلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهِ لَكَايِسِينَ﴾ ”اور یقیناً وہ (لوگ) اس (مینہ) سے پیشتر کہ وہ ان پر اتارا جائے، البتہ پہلے ہی ناامید ہو رہے تھے۔“ آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ جنھیں بارش نصیب ہوتی ہے، اس کے نزول سے پہلے مایوس اور ناامید تھے، خشک سالی کے بعد نازل ہونے والی بارش بہت خوش کن ہوتی ہے، یعنی لوگ بارش کے نازل ہونے سے پہلے بھی اس کی ضرورت مند تھے اور بارش کے نازل ہونے سے پہلے وقتاً فوقتاً جب بارش رکی رہی تو یہ اس کا انتظار کرتے رہے، ایک مدت تک بارش نہ ہوئی، یہ اس کا انتظار کرتے رہے، بارش کے نازل ہونے میں تاخیر ہو گئی، پھر مایوسی و ناامیدی کے بعد بارش نازل ہوئی تو خشک و بنجر زمین سرسبز و شاداب ہو کر لہلہانے لگتی ہے اور طرح طرح کی بارونق چیزیں اُگنے لگتی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿فَانْظُرْ إِلَىٰ آثَرِ رَحْمَتِ اللَّهِ كَيْفَ يُعْجِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ط﴾ ”(تو اے دیکھنے والے!) اللہ کی رحمت کی نشانیوں کی طرف دیکھ کہ وہ کس طرح زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے۔“ رحمت کی نشانیوں سے مراد بارش ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی اس طرف توجہ مبذول فرمائی ہے کہ جس طرح وہ مردہ زمین کو زندہ فرما دیتا ہے اسی طرح وہ مردہ انسان کو بھی دوبارہ زندہ فرما دے گا۔ ﴿إِنَّ ذَٰلِكَ لَمُنْجَىٰ الْوُفَىٰ﴾ ”بے شک وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔“ یعنی جس نے مردہ زمین کو زندگی عطا فرمادی، وہ مردوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ ﴿وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ ”اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

پھر ارشاد فرمایا: ﴿وَكَيْنَ أَرْسَلْنَا رِيحًا فَرَّادَةً مُّصَفَّرًا لَّا ظُلُمًا مِنْ بَعْدِ يَكْفُرُونَ﴾ ”اور اگر ہم ایسی ہوا بھیجیں کہ وہ (اس کے سبب) کھیتی کو دیکھیں (کہ) زرد (ہو گئی) ہے تو اس کے بعد وہ ناشکری کرنے لگ جائیں۔“ یعنی اگر ہم ایسی ہوا بھیجیں جو اس کھیتی کو خشک کر دے جسے انھوں نے کاشت کیا ہو اور وہ اُگ کر بڑی ہو گئی اور اپنے تنے پر کھڑی ہو گئی ہو، پھر وہ اسے دیکھیں کہ وہ تو خشک ہو کر خراب ہونا شروع ہو گئی ہے تو وہ اس صورت حال کو دیکھ کر ناشکری اور سابقہ نعمتوں کا انکار کرنے لگ

فَاِنَّكَ لَا تُسَبِّحُ الْمَوْتَى وَلَا تُسَبِّحُ الضُّمَّةَ الدُّعَاءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿٥٢﴾ وَمَا اَنْتَ بِهَدِيَ الْعُمَى

(تو اے نبی!) بلاشبہ آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے، اور نہ آپ بہروں کو (اپنی) پکار سنا سکتے ہیں جبکہ وہ پیچھے پھیر کر لوٹ جائیں ﴿٥٢﴾ اور نہ آپ اندھوں کو ان کی

ع
13
8

عَنْ ضَلَلَتِهِمْ ط اِنْ تُسَبِّحُ اِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُونَ ﴿٥٣﴾

گمراہی سے ہدایت کی طرف لا سکتے ہیں، آپ تو صرف انہیں سنا سکتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں، تو وہی فرماں بردار ہیں ﴿٥٣﴾

جاتے ہیں جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿اَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ﴾ اے اَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَ اَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ ﴿٥٢﴾ لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ ﴿٥٣﴾ اِنَّا لَمَعْرِضُونَ ﴿٥٤﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿٥٥﴾ (الواقعة 56: 63-67) ”سو بھلا دیکھو تو کہ جو کچھ تم بو تے ہو تو کیا تم اسے اُگاتے ہو یا ہم اُگانے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے چورا چورا کر دیں، پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ (کہ ہائے) ہم تو (مفت) تاوان میں ڈال دیے گئے بلکہ ہم ہیں ہی بے نصیب۔“

تفسیر آیات: 53، 52

کفار مردوں کی طرح ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جیسے یہ آپ کی قدرت و طاقت میں نہیں کہ آپ مردوں کو ان کی قبروں میں سنائیں اور نہ یہ کہ آپ بہروں کو اپنی بات سنائیں، خصوصاً جبکہ انھوں نے آپ سے منہ بھی پھیر رکھا ہو، اسی طرح آپ کے لیے یہ بھی ممکن نہیں کہ حق سے اندھوں کو ہدایت دے سکیں اور انہیں گمراہی و ضلالت سے ہٹا کر راہ ہدایت پر لاسکیں کیونکہ یہ سارا معاملہ تو اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے اگر وہ چاہے تو اپنی قدرت کے ساتھ مردوں کو زندوں کی آوازیں سنا دیتا ہے جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرما دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو اس کا ذرہ بھر اختیار نہیں ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿اِنْ تُسَبِّحُ اِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُونَ﴾ ﴿٥٣﴾ ”آپ تو انھی لوگوں کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے ہیں، سو وہی فرماں بردار ہیں۔“ یعنی یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے والے، اس کے حکم پر لبیک کہنے والے اور اس کی اطاعت کرنے والے ہیں، یہی لوگ ہیں جو حق کو سنتے اور اس کی اتباع کرتے ہیں، یہ مومنوں کا حال ہے جبکہ پہلی کافروں کی مثال تھی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ﴾ (الأنعام 36: 6) ”بات یہ ہے کہ (حق کو) قبول تو صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو سنتے بھی ہیں اور مردوں کو تو اللہ (قیامت ہی کو) اٹھائے گا، پھر وہ اُسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔“

اسی آیت کریمہ: ﴿فَاِنَّكَ لَا تُسَبِّحُ الْمَوْتَى﴾ ”پس بے شک آپ مردوں کو (بات) نہیں سنا سکتے۔“ سے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے استدلال کیا تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو (نبی ﷺ کے الفاظ نقل کرنے میں) اس روایت میں وہم ہو گیا ہے جس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کفار مقتولوں سے تین دن بعد گفتگو فرمائی تھی جنھیں بدر کے کنوئیں میں پھینک دیا گیا تھا، آپ نے انھیں سخت سرزنش کی تھی حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ کیسے ان سے خطاب کر رہے ہیں، حالانکہ وہ بلاشبہ گل سڑ کے بدبودار ہو چکے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: [وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ

اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہیں کمزوری (کی حالت) سے پیدا کیا، پھر اس نے کمزوری کے بعد قوت دی، پھر اس نے قوت کے بعد کمزوری اور

قُوَّةً ضَعْفًا وَشَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ ﴿٥٤﴾

بڑھا پایا، وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے، اور وہ خوب جاننے والا، بڑا قدرت والا ہے ﴿٥٤﴾

وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ مَا لَبِثُوا غَيْرَ سَاعَةٍ ۚ كَذَلِكَ كَانُوا

اور جس دن قیامت قائم ہوگی، مجرم قسمیں کھائیں گے کہ وہ (دنیا میں) گھڑی بھر کے سوائیں ٹھہرے، اسی طرح وہ (دنیا میں) بیکے رہے ﴿٥٥﴾ اور جن لوگوں

يُؤْفَكُونَ ﴿٥٥﴾ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ

کو علم اور ایمان دیا گیا وہ کہیں گے: البتہ تحقیق تم تو (جیسا کہ اللہ کی کتاب (روح محفوظ) میں ہے، (دوبارہ) اٹھانے کے دن (قیامت) تک ٹھہرے

الْبَعْثِ ۚ فَهَذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلَكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٥٦﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَا يُنْفَعُ الَّذِينَ

رہے، چنانچہ یہی (دوبارہ) اٹھنے کا دن ہے، اور لیکن تم تو (اسے حق) نہیں جانتے تھے ﴿٥٦﴾ تو جن لوگوں نے ظلم و زیادتی کی اس دن ان کی معذرت (انہیں)

ظَلَمُوا مَعَذَرَتَهُمْ وَلَا هُمْ يَسْتَعْتَبُونَ ﴿٥٧﴾

کوئی نفع نہ دے گی، اور نہ ان سے (اپنے رب کو) راضی کرنے کے لیے کہا جائے گا ﴿٥٧﴾

لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ (وَلَكِنْ لَا يُحْسِبُونَ) [”اس ذات گرامی کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں ان سے جو کہہ رہا ہوں، اسے تم ان کی نسبت زیادہ نہیں سن رہے لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے۔“] ﴿٥٨﴾ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے اس فرمان کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [”إِنَّهُمْ لَيَعْلَمُونَ الْآنَ أَنَّ مَا كُنْتُ أَقُولُ لَهُمْ حَقٌّ“] ”انہیں اب یہ خوب معلوم ہو گیا ہے کہ میں ان سے جو کہا کرتا تھا، وہی بات حق ہے۔“ ﴿٥٩﴾ اور امام قتادہ نے بیان فرمایا ہے کہ اس وقت ڈانٹ ڈپٹ، سرزنش اور سزا کے لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کر دیا تھا حتیٰ کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کا مذکورہ بالا فرمان سن لیا۔ ﴿٦٠﴾

تفسیر آیت: 54

انسانی زندگی کے مراحل: انسان اپنی زندگی کے جن مختلف مراحل سے گزرتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر فرمایا ہے کہ انسان کی اصل تخلیق مٹی سے ہے، مٹی سے نطفہ، پھر لوتھڑا، پھر بوٹی بنادی جاتی ہے، پھر ہڈیاں پیدا کر دی جاتیں اور ہڈیوں پر گوشت چڑھایا جاتا ہے، پھر اسی میں روح پھونک دی جاتی ہے، پھر جب وہ شکم مادر سے باہر آتا ہے تو انتہائی کمزور و نحیف اور کمزور

① صحیح البخاری، المغازی، باب قتل أبي جهل، حدیث: 3976 عن زيد بن سهل أبي طلحة الأنصاري

وصحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها.....، باب عرض مقعد الميت من الجنة والنار عليه.....، حدیث: 2874 عن

أنس بن مالك، اللطائف، البتة تويسين والفاظ صحيح البخاری، الجنائز، باب ماجاء في عذاب القبر، حدیث: 1370 عن

ابن عمر. ② صحيح البخاری، الجنائز، باب ماجاء في عذاب القبر، حدیث: 1371 و صحيح مسلم،

الجنائز، باب الميت يعذب ببكاء أهله عليه، حدیث: 932. ③ صحيح البخاری، المغازی، باب قتل أبي جهل،

حدیث: 3976.

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ط وَلَكِنْ جَدُّهُمْ بِآيَةٍ لَّيْقُونَنَّ

اور بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر مثال بیان کر دی ہے، اور اگر آپ ان کے پاس کوئی نشانی لائیں تو جن لوگوں

الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا مُبْطِلُونَ ﴿58﴾ كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِ الَّذِينَ

نے کفر کیا وہ ضرور کہیں گے: تم تو بے جھوٹے ہو ﴿58﴾ اسی طرح اللہ ان لوگوں کے دلوں پر جو سمجھ نہیں رکھتے، مہر لگا دیتا ہے ﴿59﴾

لَا يَعْلَمُونَ ﴿59﴾ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَا يَسْتَخِفُّكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ ﴿60﴾

پس آپ صبر کیجیے: بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، اور آپ کو وہ لوگ ہلکا (بے مبر) نہ کر دیں جو یقین نہیں رکھتے ﴿60﴾

تو توں والا ہوتا ہے، پھر آہستہ آہستہ پروان چڑھ کر بچہ بن جاتا ہے، پھر نونیز، پھر نوجوان بن جاتا ہے اور کمزوری کے بعد طاقت کے یہی معنی ہیں، پھر انسان کمزور ہونا شروع ہو جاتا ہے اور کھولت و شیخوخت سے گزرتے ہوئے بڑھاپے کی آخری حدوں کو چھونے لگتا ہے اور طاقت کے بعد کمزوری کے یہی معنی ہیں کیونکہ بڑھاپے میں ہمت، حرکت اور گرفت میں کمزوری ہو جاتی ہے، بال سفید ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور ظاہری و باطنی صفات میں تبدیلی رونما ہونا شروع ہو جاتی ہے، اسی لیے فرمایا: **ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً ط** ”پھر طاقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا بنا دیا۔“ یعنی وہ جو چاہتا کرتا اور اپنے بندوں میں جس طرح چاہتا تصرف فرماتا ہے، **وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ ﴿54﴾** ”اور وہ خوب جاننے والا، بڑا صاحب قدرت ہے۔“

تفسیر آیات: 55-57

دنیا و آخرت میں کفار کی جہالت: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں کفار کی جہالت کے بارے میں بیان فرمایا ہے، دنیا میں انھوں نے جہالت سے بتوں کی جو عبادت کی، سو کی، آخرت میں بھی ان سے بہت بڑی جہالت کا اظہار ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں گے کہ وہ دنیا میں ایک گھڑی ہی رہے تھے اور ان کا مقصود یہ ہوگا کہ ان پر حجت قائم نہیں ہوئی اور انھیں مہلت ہی نہیں دی گئی کہ وہ اپنا عذر پیش کر سکیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: **كَذَلِكَ كَانُوا يُؤْفَكُونَ ﴿55﴾ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْبَعْثِ ﴿56﴾** ”اسی طرح وہ (رستے سے) بہکائے جاتے تھے اور جن لوگوں کو علم اور ایمان دیا گیا تھا، وہ کہیں گے کہ یقیناً اللہ کی کتاب (لوح محفوظ) کے مطابق تم اٹھائے جانے کے دن تک ٹھہرے رہے ہو۔“ یعنی مومن علماء آخرت میں ان کی تردید کریں گے جیسے وہ دنیا میں ان پر اللہ تعالیٰ کی حجت پوری کرتے رہے تھے، جب کافر قسم کھا کر کہیں گے کہ وہ تو ایک ہی گھڑی رہے تھے تو مومن ان سے کہیں گے: **لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْبَعْثِ ﴿56﴾** ”یقیناً اللہ کی کتاب (لوح محفوظ) کے مطابق تم اٹھائے جانے کے دن تک رہے ہو۔“ یعنی جس دن تم پیدا کیے گئے تھے، اس دن سے لے کر دوبارہ اٹھائے جانے کے دن تک، **وَلَكِنَّكُمْ لَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿56﴾** ”اور لیکن تم (اس حق کو) نہیں جانتے تھے۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **فِيَوْمَئِذٍ ﴿57﴾ تَوَّاسٌ رُؤُوسُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَعْدَرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿57﴾** ”ظالم لوگوں کو ان کا عذر کچھ فائدہ نہ دے گا اور نہ ان سے توبہ طلب کی جائے گی۔“ اور نہ انھیں دنیا کی

طرف دوبارہ لوٹایا جائے گا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَأِنْ يَسْتَعْجِبُوْا فَمَا هُمْ مِنَ الْمُعْتَبِرِيْنَ ۝﴾ (حکم السجدة 24:41) ”اور اگر وہ معافی طلب کریں گے تو معاف کیے گئے لوگوں میں سے نہ ہوں گے۔“

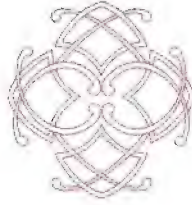
تفسیر آیات: 60-58

قرآن مجید میں بیان کی گئی مثالیں اور کافروں کا ان پر یقین نہ کرنا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ صَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هَٰذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۚ﴾ ”اور البتہ تحقیق ہم نے لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال بیان کر دی ہے۔“ یعنی ہم نے لوگوں کے لیے حق کو بیان کر کے بالکل واضح کر دیا ہے اور قرآن مجید میں لوگوں کے لیے مثالیں بیان کی ہیں تاکہ وہ حق کو معلوم کر کے اس کی اتباع شروع کر دیں۔ ﴿وَلَيْنِ جَنَّتْهُمْ بِآيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ۝﴾ ”اور اگر آپ ان کے سامنے کوئی نشانی لائیں تو یہ کافر کہہ دیں گے کہ تم تو زے جھوٹے ہو۔“ یعنی یہ لوگ اگر کوئی بھی نشانی دیکھیں، خواہ وہ ان کے اپنے مطالبے کے مطابق ہو یا کسی اور کے مطالبے کے مطابق ہو، یہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے بلکہ اسے سحر اور باطل خیال کریں گے جیسا کہ چاند دو ٹکڑے ہونے کے موقع پر انھوں نے کہا تھا اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَّبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۚ وَ لَوْ جَاءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوْا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝﴾ (یونس 96:10) ”جن لوگوں کے بارے میں اللہ کا حکم (عذاب) قرار پا چکا ہے، بلاشبہ وہ ایمان نہیں لائیں گے، خواہ ان کے پاس ہر (طرح کی) نشانی آ جائے جب تک کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔“ اسی طرح یہاں فرمایا ہے: ﴿كَذٰلِكَ يَطْعَمُ اللّٰهُ عَلَى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ فَاَصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ﴾ ”اسی طرح اللہ ان لوگوں کے دلوں پر جو سمجھ نہیں رکھتے مہر لگا دیتا ہے، پس صبر کریں، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔“ یعنی ان کی مخالفت اور دشمنی پر صبر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے فتح و نصرت کا جو وعدہ کیا ہے وہ اسے ضرور پورا فرمائے گا اور دنیا و آخرت میں انجام آپ کا اور آپ کے پیروکاروں کا اچھا ہوگا۔ ﴿وَلَا يَسْتَعْجِلُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝﴾ ”اور جو لوگ یقین نہیں رکھتے، وہ آپ کو ہلکا (متزلزل) نہ کر دیں۔“ آپ اپنے اسی دین پر ثابت رہیں جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے کیونکہ یہ دین بلا شک و شبہ حق ہے، آپ اس سے اعراض نہ کریں کیونکہ اس کے سوا اور کہیں ہدایت ہے ہی نہیں کہ اس کی پیروی کی جائے بلکہ سارے کا سارا حق صرف اور صرف اسی دین میں منحصر ہے۔

اس سورہ شریفہ کو نماز فجر میں پڑھنے کا استحباب: امام احمد رحمہ اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں صبح کی نماز پڑھائی اس میں سورہ روم کی تلاوت فرمائی تو آپ ایک آیت کی قراءت میں متردد ہو گئے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا: [اِنَّهُ يَلِيْسُ عَلَيْنَا الْقُرْآنُ اَنْ اَقْوَامًا مِنْكُمْ يُصَلُّوْنَ مَعَنَا لَا يُحْسِنُوْنَ التَّوَضُّعَ، فَمَنْ شَهِدَ الصَّلَاةَ مَعَنَا فَلْيُحْسِنِ التَّوَضُّعَ] ”ہمیں قرآن میں اشتباہ ہونے لگتا ہے اور وہ اس لیے کہ تم میں سے کچھ لوگ ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں مگر وہ اچھی طرح وضو نہیں کرتے، لہذا تم میں سے جو شخص ہمارے ساتھ

نماز میں حاضر ہو تو اسے اچھی طرح وضو کرنا چاہیے۔“^① اس حدیث کی سند حسن اور متن بہت خوب ہے، اس میں عجب راز اور عجیب و غریب خبر بیان کی گئی ہے اور وہ یہ کہ مقتدیوں کے وضو کے نقص سے امام متاثر ہوتا ہے، گویا یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ مقتدی کی نماز امام کی نماز کے ساتھ وابستہ ہے۔

سورہ روم کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



① مسند أحمد: 472/3 و سنن النسائي، الافتتاح، باب القراءة في الصبح بالروم، حديث: 948 عن الأغرؒ.

تفسیر سُورَةُ لُقْمٰنِ

یہ سورت کی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اَلَمْ ۙ ① تَلِكْ اَیْتُ الْكِتٰبِ الْحَكِیْمِ ② هُدًى وَرَحْمَةً ۙ لِلْمُحْسِنِیْنَ ③ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ

اَلَمْ ① یہ حکمت والی کتاب کی آیات ہیں ② (جو) نیکو کاروں کے لیے ہدایت اور رحمت ہیں ③ جو لوگ نماز قائم

الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ یُوقِنُوْنَ ④ اُولٰٓئِكَ عَلٰی هُدًى مِّنْ

کرتے ہیں اور زکاة دیتے ہیں، اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں ④ یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر

رَبِّهِمْ ۙ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑤

ہیں، اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ⑤

تفسیر آیات: 5-1

نیک لوگوں کے اوصاف: اس سورہ مبارکہ کے ابتدائی حصے سے متعلق زیادہ تر بحث سورہ بقرہ کے آغاز میں گزر چکی ہے۔ اور وہ یہ کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس قرآن مجید کو نیکو کاروں کے لیے ہدایت، شفا اور رحمت بنایا ہے اور نیکو کاروں سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے شریعت کی اتباع کرتے ہوئے نیک عمل کیے، انہوں نے فرض نمازوں کو بھی ان کے حدود و اوقات کی پابندی کے ساتھ قائم کیا، پھر مؤکدہ وغیرہ مؤکدہ نوافل کو بھی ادا کیا، اپنے اوپر فرض زکاة کو اس کے مستحق لوگوں تک پہنچایا اور اعزہ و اقارب سے صلہ رحمی کرتے ہوئے ان پر صدقہ و خیرات بھی کیا، انہوں نے یقین کیا کہ آخرت میں انہیں ان کے اعمال صالحہ کا اچھا بدلہ ملے گا۔ اس لیے اس اچھے بدلے اور بہترین اجر و ثواب کے حصول کے لیے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کی اور انہوں نے نہ تو ریاکاری سے کام لیا اور نہ لوگوں سے کسی صلہ و ستائش کی تمنا کی۔ الغرض! یہ ہیں وہ لوگ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿اُولٰٓئِكَ عَلٰی هُدًى مِّنْ رَبِّهِمْ﴾ ”یہی اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔“ یعنی یہ لوگ بصیرت، واضح دلیل، جلی اور کشادہ رستے پر ہیں، ﴿وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ”اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔“ یعنی دنیا و آخرت میں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ

اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو بولفریب (غافل کردینے والا) کلام خریدتے ہیں تاکہ وہ علم کے بغیر اللہ کی راہ (دین) سے گمراہ کریں اور اس کا مذاق

وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۖ ۝۶ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَّىٰ مُسْتَكْبِرًا

اڑائیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہے ۝۶ اور جب ایسے شخص پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ تکبر کرتے ہوئے پلٹ جاتا ہے

كَانَ لَمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِي أُذُنَيْهِ وَقْرًا ۖ فَبَشَّرَهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝۷

جیسے اس نے وہ سنی ہی نہیں، گویا کہ اس کے دونوں کانوں میں بہرا پن ہو، چنانچہ آپ اسے دردناک عذاب کی خبر سنا دیجیے ۝۷

تفسیر آیات: 7، 6

بے ہودہ حکایتوں کا مشغلہ بد بختوں کی عادت ہے: اللہ تعالیٰ نے پہلے سعادت مند لوگوں کا حال بیان فرمایا اور سعادت مند

لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ہدایت حاصل کرتے اور اسے سن کر فیض یاب ہوتے ہیں جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿اللَّهُ

نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانًۖی ۖ تَتَشَاعَرُ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۖ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ

إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُدًىٰ لِلَّذِينَ يَشَاءُ ۖ وَمَنْ يُضِلِّ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۝۲۳﴾ (الزمر: 23:39) ”اللہ نے

بہترین کلام اتارا ہے، ایک ملتی جلتی کتاب دہرائی جاتی ہے جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اس سے ان کے بدن کے

رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کی یاد کی طرف (متوجہ) ہو جاتے ہیں۔ یہی اللہ کی ہدایت

ہے وہ اس کے ذریعے سے جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جس کو اللہ گمراہ کرے تو اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔“

موسیقی اور موسیقار: اب اللہ تعالیٰ نے ان بد بختوں کا حال بیان کرنا شروع فرمایا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کو

سن کر اس سے نفع حاصل کرنے کے بجائے گانوں کے سننے اور آلات موسیقی سے دل بہلانے کو ترجیح دی جیسا کہ حضرت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾

”اور لوگوں میں بعض وہ ہے جو غافل کرنے والی باتیں خریدتا ہے تاکہ (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے گمراہ کرے۔“ کے بارے

میں پوچھا گیا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہنے لگے: وہ ذات جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں! ﴿لَهْوَ الْحَدِيثِ﴾ سے

مراد موسیقی ہے اور اس بات کو انھوں نے تین بار دہرایا۔ ① اور امام قتادہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ممکن ہے کہ اس نے

مال کے ساتھ نہ خریدا ہو بلکہ اسے اچھا جانا ہو تو یہ بھی اس کا خریدنا ہی ہے۔ آدمی کی ضلالت و گمراہی کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ

پکی اور حق باتوں کے بجائے جھوٹی حکایتوں کو ترجیح دے۔ ② یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آیت کریمہ میں خریدنے سے مراد گانے

بجانے والی لونڈیوں کو خریدنا ہے۔ ③ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ اس سے مراد ہر وہ کلام ہے جو اللہ تعالیٰ

کی آیات اور اس کے رستے کی اتباع سے روکے۔ ④

① تفسیر الطبری: 74/21، ② تفسیر الطبری: 74/21، ③ تفسیر الطبری: 75/21، ④ تفسیر الطبری: 77/21

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتُ النَّعِيمِ ⑧ خَالِدِينَ فِيهَا وَعَدَ اللَّهُ

بہ شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، ان کے لیے پُر نعمت باغ ہیں ⑧ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، (یہ) اللہ کا سچا وعدہ

حَقَّاقٌ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ⑨

ہے، اور وہ نہایت غالب، خوب حکمت والا ہے ⑨

اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿يُضِلُّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ ”تا کہ وہ (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے گمراہ کرے۔“ یعنی ایسا وہ اس لیے کرتا ہے تاکہ اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت کر سکے۔ ﴿وَيُضِلُّهَا هُزُوًا﴾ ”اور اس نے اسے استہزا بنا لیا۔“ امام مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ کے رستے کو مذاق بنالے اور اس سے استہزا کرے۔ ① اور فرمایا: ﴿أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ ⑥ ”یہی لوگ ہیں جن کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا۔“ یعنی جس طرح انھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے رستے کا مذاق اڑایا، اسی طرح انھیں بھی روز قیامت، ہمیشہ جاری رہنے والے دائمی عذاب میں مبتلا کر کے ذلیل و رسوا کیا جائے گا، پھر ارشاد فرمایا: ﴿وَإِذَا ثُلِّثَ عَلَيْهِ اِثْنَانِ وَلِيَ مُسْتَكْبِرًا كَانَ لَمْ يَسْعَهَا كَانَ فِي اُذُنَيْهِ وَقَرَأَ﴾ ”اور جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ تکبر کرتے ہوئے پھر جاتا ہے، گویا اُن کو سنا ہی نہیں جیسے اس کے دونوں کانوں میں ثقل ہے۔“

یعنی یہ شخص جو ہول و لعب اور موسیقی میں مشغول ہے اسے جب قرآنی آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ ان سے منہ پھیر لیتا، اعراض کرتا، پشت کے بل ہو جاتا اور بہرا بن جاتا ہے، حالانکہ جسمانی طور پر وہ بہرا نہیں ہے، گویا اس نے انھیں سنا ہی نہیں کیونکہ وہ انھیں سن کر تکلیف محسوس کرتا ہے کیونکہ ان سے وہ فائدہ اٹھاتا اور نہ ان کی کوئی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ ﴿فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيمٍ﴾ ⑦ ”تو آپ اس کو درد دینے والے عذاب کی خوش خبری سنا دیں۔“ قیامت کے دن اسے دردناک عذاب ہوگا جو اس کو اسی طرح تکلیف پہنچائے گا جس طرح اللہ کی کتاب اور اس کی آیات کے سننے سے اسے تکلیف ہوتی ہے۔

تفسیر آیات: 9,8

مومنوں کے اچھے انجام کا ذکر: ان آیات کریمہ میں نیکو کار اور سعادت مند لوگوں کے آخرت میں اچھے انجام کا ذکر ہے، ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لائے، اس کے پیغمبروں کی تصدیق کی اور اللہ تعالیٰ کی شریعت کے تابع نیک اعمال کیے، ﴿لَهُمْ جَنَّاتُ النَّعِيمِ﴾ ⑧ ”ان کے لیے نعمت کے باغ ہیں“ جن میں وہ کھانے پینے کی انواع و اقسام کی چیزوں، پہننے کی قیمتی پوشاکوں، عظیم الشان محلات، اعلیٰ سوار یوں، خوب صورت عورتوں، فرحت بخش نظاروں اور سننے کی پاکیزہ چیزوں اور مسرت و لذت بخش طرح طرح کی ایسی نعمتوں سے شاد کام ہوں گے جن کا کسی کے دل میں تصور بھی نہیں آ سکتا، پھر وہ نعمتوں کے ان باغات میں ہمیشہ ہمیشہ اور ابد الابد تک مقیم رہیں گے، یہاں سے کبھی سفر نہ کریں گے اور نہ وہ یہاں سے

خَلَقَ السَّمَوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَآلَفَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيهَا

اس (اللہ) نے ستونوں کے بغیر آسمان پیدا کیے، تم انہیں دیکھتے ہو، اور اس نے زمین میں (اونچے اونچے) پہاڑ جمادے، تاکہ زمین تمہیں ساتھ لے

مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ ط وَانْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ⑩ هَذَا

ہلنے چلنے (وہ) لگے، اور اس نے اس میں ہر قسم کے چوپائے پھیلانے، اور ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھر ہم نے اس (زمین) میں ہر قسم کی نفیس

خَلَقَ اللَّهُ فَارَوْنِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ ط بَلِ الظَّالِمُونَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ⑪

اور عمدہ چیزیں اگائیں ⑩ یہ تو ہے اللہ کی مخلوق، پھر مجھے دکھاؤ کہ اوروں نے اس (اللہ) کے سوا کیا تخلیق کیا ہے (کچھ بھی نہیں) بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں ⑪

نقل مکانی ہی کرنا چاہیں گے۔ ”وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا“ ”اللہ کا وعدہ سچا ہے۔“ یعنی ایسا بہر صورت ہونے والا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ

کا وعدہ ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ وہ کرم فرمانے والا، احسان فرمانے والا اور جو چاہے اسے کر

گزرنے والا ہے اور پھر وہ ہر چیز کے کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہے۔ ”وَهُوَ الْعَزِيزُ“ ”اور وہ نہایت غالب ہے۔“ جس

نے ہر چیز کو مغلوب کر رکھا ہے اور ہر چیز جس کی اطاعت گزار ہے، ”الْحَكِيمُ“ ”حکمت والا ہے“ یعنی وہ اپنے تمام

اقوال و افعال میں حکیم ہے اور اس نے اپنی حکمت بالغہ کے ساتھ قرآن مجید کو مومنوں کے لیے ہدایت بنا دیا ہے۔ ”قُلْ هُوَ

لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَ شَفَاعَةٌ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي أَذْنَانِهِمْ وَقُورٌ وَ هُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ط أُولَٰئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَكَاٰنٍ

بَعِيدٍ ① (ختم السجدة 44:41) ”آپ کہہ دیں کہ جو ایمان لاتے ہیں ان کے لیے (یہ) ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان

نہیں لاتے ان کے کانوں میں ڈاٹ (بہر اپن) ہے اور یہ ان کے حق میں اندھا پن ہے (گرانی کے سبب) ان کو (گویا) دور جگہ سے

آواز دی جاتی ہے۔“ اور فرمایا: ”وَنُزِّلَ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شَفَاءٌ وَ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيْذُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ②

(بنی اسرائیل 82:17) ”اور ہم قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں

کے حق میں تو بس خسارے ہی کا اضافہ کرتا ہے۔“

تفسیر آیات: 11، 10

توحید کے دلائل: اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے اپنی عظیم قدرت کے ساتھ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان

میں ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، سب کو پیدا فرمایا ہے۔ ”خَلَقَ السَّمَوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ“ ”اسی نے آسمانوں کو ستونوں

کے بغیر پیدا کیا۔“ امام حسن بصری رحمہ اللہ اور امام قتادہ فرماتے ہیں کہ آسمانوں کے نظر آنے والے یا نظر نہ آنے والے کوئی

ستون نہیں ہیں۔ ① ”وَآلَفَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ“ ”اور اس نے زمین میں (مضبوط) پہاڑ گاڑ دیے۔“ یعنی پہاڑوں نے

زمین کو بہت بھاری اور ثقیل بنا دیا ہے تاکہ زمین تم کو لے کر پانی پر ہلنے نہ لگے، اسی لیے فرمایا: ”أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ“ ”کہ تمہارے

ساتھ ہلنے لگے۔“ پھر فرمایا: ”وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ ط“ ”اور اس میں ہر طرح کے چلنے پھرنے والے جاندار پھیلانے

وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ اِنْ اَشْكُرْ لِلّٰهِ ط وَمَنْ يَشْكُرْ فَاَلَيْكَ اِشْكُرْ لِنَفْسِهٖ ؕ وَمَنْ

اور بلاشبہ ہم نے لقمان کو حکمت دی تھی کہ تو اللہ کا شکر کر، اور جو کوئی شکر کرے تو یقیناً وہ اپنی ہی ذات کے لیے شکر کرتا ہے، اور جس نے ناشکری کی

كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝۱۲

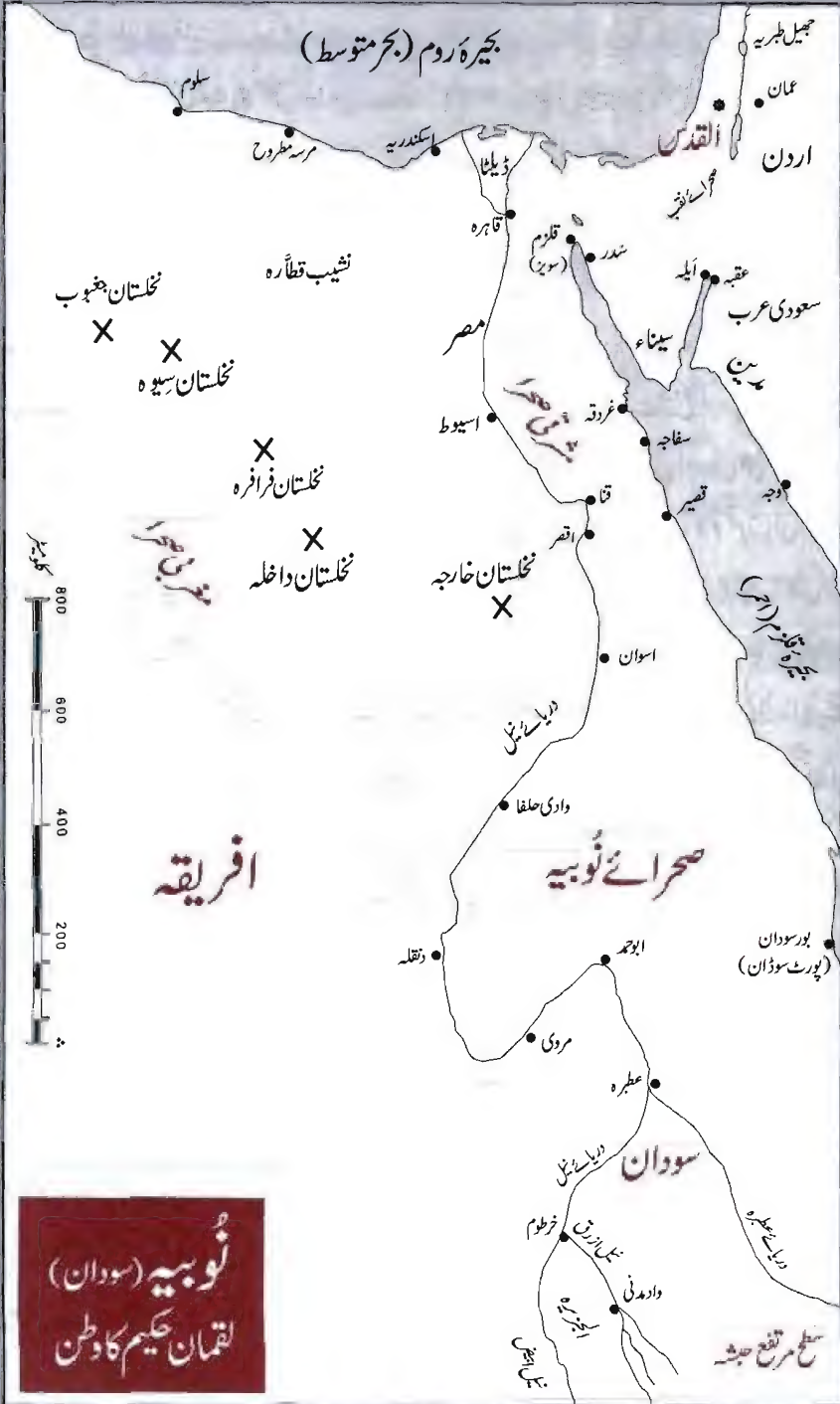
تو بلاشبہ اللہ بے پروا ہے، تعریف کیا ہوا ہے ⑫

دیے۔“ یعنی اس میں اس نے تمام انواع و اقسام کے حیوانات پیدا فرما دیے ہیں جن کی شکلوں اور رنگوں کی تعداد کو ان کے پیدا کرنے والے کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے جب یہ بات بیان فرمائی کہ وہ خالق ہے تو اس نے اپنے (سب ذیل) فرمان کی بدولت اس طرف بھی توجہ مبذول کرا دی کہ رازق بھی وہی ہے۔ ﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَالْتَبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ ثَوْبٍ حَوْثٍ ۝۱۰﴾ ”اور ہم نے ہی آسمان سے پانی نازل کیا، پھر ہم نے ہی (اُس سے) اس میں (غلوں کی) ہر عمدہ قسم کی نفیس چیزیں اُگائیں۔“ ہر قسم کی نباتات جو خوشنما و نفیس ہے۔ امام شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ انسان بھی زمین کی نباتات میں سے ہے، ان میں سے جو جنت میں داخل ہو گیا وہ کریم ہے اور جو جہنم رسید ہوا وہ لئیم ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ﴾ ”یہ تو اللہ کی تخلیق ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ اس نے آسمانوں، زمین اور ان کے مابین کی تمام اشیاء کو پیدا فرمایا ہے تو یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کا فعل، اس کی مخلوق اور اسی کی تقدیر ہے، وہ وحدہ لا شریک ہے، کائنات کے پیدا فرمانے میں اس کا کوئی شریک نہیں، اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿فَاَرُونِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ط﴾ ”تو مجھے دکھاؤ کہ جو لوگ اس (اللہ) کے سوا ہیں انھوں نے کیا پیدا کیا ہے؟“ یعنی جن بتوں اور شریکوں کی تم عبادت کرتے اور جنھیں تم پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ کہ انھوں نے کیا پیدا کیا ہے، ﴿بَلِ الظَّالِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۱۱﴾ ”حقیقت یہ ہے کہ یہ ظالم صریح گمراہی میں ہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے اور اس کے سوا غیر اللہ کی پوجا کرنے والے جہالت اور اندھے پن کی ایسی واضح اور صریح گمراہی میں مبتلا ہیں جو قطعاً مخفی نہیں ہے۔

تفسیر آیت: 12

کیا لقمان پیغمبر تھے؟ لقمان کے بارے میں ائمہ سلف میں اختلاف ہے کہ وہ نبی تھے یا ایک صالح انسان۔ اکثر لوگوں کا قول یہ ہے کہ وہ نبی نہیں بلکہ ایک نیک انسان تھے۔ امام سفیان ثوری نے اشعث سے، انھوں نے عکرمہ سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لقمان ایک حبشی غلام اور نجار تھے۔ ① اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ لقمان کی بابت آپ کو کیا معلوم ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ وہ چھوٹے قد کے تھے، ان کی ناک چپٹی تھی اور ان کا ٹوہ بہ برادری سے تعلق تھا۔ ② یحییٰ بن سعید انصاری نے سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ لقمان کا تعلق مصر کے سیاہ رنگ کے لوگوں سے تھا اور ان کے بڑے بڑے ہونٹ تھے مگر اللہ تعالیٰ نے انھیں حکمت و دانائی



عطا فرما رکھی تھی، البتہ وہ نبی نہیں تھے۔^① اور امام اوزاعی کہتے ہیں کہ مجھ سے عبدالرحمن بن حزمہ نے بیان کیا کہ ایک سیاہ رنگ کا آدمی آیا جو حضرت سعید بن مسیب سے کچھ سوالات پوچھ رہا تھا، آپ نے اس سے فرمایا کہ اس وجہ سے غم نہ کریں کہ آپ کا رنگ سیاہ ہے، تین بہترین انسانوں کا تعلق سوڈان سے تھا: (1) حضرت بلال رضی اللہ عنہ (2) مہجع، مولیٰ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (3) اور حضرت لقمان حکیم جو سیاہ رنگ اور نو بہ کے باشندے تھے اور ان کے ہونٹ بھی بڑے بڑے تھے۔^②

لقمان کی دانائی: امام ابن جریر رضی اللہ عنہ نے خالد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت لقمان ایک حبشی غلام اور پیشہ کے اعتبار سے بڑھئی تھے، ان کے آقا نے ایک بار ان سے کہا کہ ہمارے لیے اس بکری کو ذبح کر دو، انھوں نے اسے ذبح کر دیا، آقا نے کہا کہ اس کے گوشت میں سے دو ایسی بوٹیاں نکال کر لے آؤ جو سب سے بہتر ہوں تو وہ زبان اور دل نکال کر لے آئے، پھر کچھ عرصہ بعد ان کے آقا نے ان سے کہا: ہمارے لیے اس بکری کو ذبح کر دو، انھوں نے اسے ذبح کر دیا تو آقا نے ان سے کہا اس کے گوشت میں سے دو ایسی بوٹیاں نکال کر لے آؤ جو سب سے بدتر ہوں تو پھر بھی وہ زبان اور دل ہی نکال کر لے آئے، ان کے آقا نے ان سے کہا: میں نے جب تمہیں یہ حکم دیا کہ اس کی دو بہترین بوٹیاں نکال کر لے آؤ تو تم زبان اور دل نکال کر لے آئے تھے اور جب میں نے یہ حکم دیا کہ اس کی دو بدترین بوٹیاں نکال کر لے آؤ تو پھر بھی تم یہی بوٹیاں نکال کر لائے۔ لقمان نے جواب دیا کہ اگر یہ دونوں اچھے ہو جائیں تو ان سے زیادہ اچھا کوئی نہیں اور اگر یہ دونوں برے ہو جائیں تو ان سے زیادہ برا کوئی نہیں۔^③ شعبہ نے حکم سے اور انھوں نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ لقمان نبی نہیں بلکہ ایک صالح انسان تھے۔^④

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ** ”اور البتہ تحقیق ہم نے لقمان کو دانائی بخشی۔“ حکمت سے مراد فہم، علم اور خوابوں کی تعبیر میں مہارت ہے۔ **إِنْ أَشْكُرْ لِلَّهِ** ”کہ اللہ کا شکر کرو۔“ یعنی ہم نے انھیں حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہم جنس اور ہم عصر لوگوں میں سے انھیں جس فضل و شرف سے نوازا ہے، اس پر وہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں، پھر فرمایا: **وَمَنْ يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ** ”اور جو شخص شکر کرتا ہے تو اپنے ہی (فائدے کے) لیے شکر کرتا ہے۔“ یعنی شکر کا نفع اور ثواب شکر کرنے والوں ہی کو حاصل ہوگا کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَمَنْ عَمِلْ صَالِحًا فَلَا لِنَفْسِهِمْ** ”یہودون“ (الروم 44:30) ”اور جس نے نیک عمل کیے تو وہ اپنے نفسوں کے لیے ہی (فلاح کا راستہ) ہموار کرتے ہیں۔“ اور فرمایا: **وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَفِيْرٌ حَبِيْدٌ** ”اور جس نے نافرمانی کی تو یقیناً اللہ بھی بہت بے پروا (اور) سزاوارحمد (ثا) ہے۔“ یعنی وہ اپنے بندوں سے بے نیاز ہے اور اس سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، خواہ روئے زمین کے تمام کے تمام رہنے والے ناشکرے ہو جائیں کیونکہ وہ اپنے سوا ہر چیز سے بے نیاز ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ ہم اس کے سوا کسی اور کی عبادت کرتے ہیں۔

① تفسیر ابن ابی حاتم 3097/9 و تفسیر الطبری: 82/21. ② تفسیر الطبری: 82/21. ③ تفسیر الطبری: 82/21.

④ تفسیر الطبری: 81/21.

وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَبْنَىٰ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ

اور (یاد کریں) جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا، جبکہ وہ اسے نصیحت کر رہا تھا: اے میرے (پیارے) بیٹے! تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا،

عَظِيمٌ ⑬ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَسَنَةً أُمُّهُ وَهَنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصْلُهُ

بے شک شرک تو بہت بڑا ظلم ہے ⑬ اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے متعلق (حسن سلوک کا) حکم دیا ہے، اس کی ماں نے اسے (پیٹ میں) کمزوری

فِي عَامَيْنِ أَنْ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ ط إِلَى الْبَصِيرَةِ ⑭ وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ

پر کمزوری کے باوجود اٹھائے رکھا، اور اس کا دودھ دو سال میں چھڑانا ہوتا ہے، (اور) یہ کہ تو میرا اور اپنے والدین کا شکر کر (بالآخر) میری ہی طرف لوٹ

تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبُهَا فِي الدُّنْيَا

کر آتا ہے ⑭ اور اگر وہ دونوں تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شرک کرے، جس کا تجھے علم نہیں، تو ان کی اطاعت نہ کرنا، اور دنیا میں بھلے طریقے سے

مَعْرُوفًا ۚ وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ۖ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا

ان دونوں سے اچھا سلوک کر، اور اس شخص کے طریقے کی اتباع کر جو میری طرف رجوع کرتا ہے، پھر میری ہی طرف تمھاری واپسی ہے، پھر میں تمھیں

كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ⑮

بتاؤں گا جو کچھ تم عمل کیا کرتے تھے ⑮

تفسیر آیات: 13-15

حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو وصیت: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس وصیت کو ذکر فرمایا ہے جو حضرت لقمان رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو کی تھی۔ یاد رہے حضرت لقمان کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: لقمان بن عنقواء بن سدّون اور امام سہیلی رضی اللہ عنہ کے بیان کردہ قول کے مطابق آپ کے بیٹے کا نام ثارن تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان کا بہت اچھے الفاظ میں تذکرہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں حکمت و دانائی سے نوازا تھا اور انھوں نے یہ وصیت اپنے بیٹے کو کی تھی اور باپ ہی اپنے بیٹے سے سب لوگوں سے زیادہ شفقت اور محبت کا سلوک کر سکتا ہے اور بیٹا ہی اس بات کا سب سے زیادہ حق دار ہوتا ہے کہ باپ اپنے علم کے مطابق اسے سب سے بہتر چیز عطا کرے، اسی لیے حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو سب سے پہلے یہ وصیت فرمائی کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائے، پھر انھوں نے اسے شرک سے ڈراتے ہوئے فرمایا: **إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ⑬** ”بے شک شرک تو بہت بڑا ظلم ہے۔“

جیسا کہ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: **الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ۖ (الأنعام: 82)** ”جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے آلودہ نہیں کیا۔“ تو یہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بہت شاق گزری اور انھوں نے عرض کیا کہ ہم میں سے کون ہے جس نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ مخلوط نہ کیا ہو۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **[إِنَّهُ لَيْسَ بِذَلِكَ، أَلَا تَسْمَعُ إِلَى قَوْلِ لُقْمَانَ لِابْنِهِ]** ”اس سے یہ مراد نہیں ہے، کیا تم نے لقمان کا اپنے بیٹے کے لیے یہ قول نہیں سنا: **يَبْنَىٰ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ**

اَلْظَلَمَ عَظِيْمٌ ① ”میرے (پیارے) بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، یقیناً شرک تو بہت بڑا ظلم ہے۔“ اسے امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ② اللہ وحدہ لا شریک نے اپنی عبادت کی وصیت کے ساتھ ہی والدین کے ساتھ حسن سلوک کی بھی وصیت کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ط﴾ (بنی اسرائیل 23: 17) ”اور آپ کے پروردگار نے فیصلہ فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو۔“

ماں، جہد و مشقت کی چکی میں: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے بہت سے مقامات پر ان دونوں (اللہ تعالیٰ کی عبادت اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کے حکم) کو ملا کر بیان فرمایا ہے جیسا کہ یہاں بھی فرمایا ہے: ﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَسَنَةً اَمَّا وَهْنًا عَلٰی وَهْنٍ ③﴾ ”اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں (حسن سلوک کا) حکم دیا ہے، اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اسے (پیٹ میں) اٹھائے رکھا۔“ مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد بچے کی وجہ سے کمزوری کی مشقت ہے۔ ④ اور امام قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿وَهْنًا عَلٰی وَهْنٍ﴾ کے معنی محنت پر محنت کے ہیں۔ ⑤ اور عطاء خراسانی کا قول ہے کہ اس کے معنی کمزوری پر کمزوری کے ہیں۔ ⑥

اور فرمایا: ﴿وَفُضِّلَ فِيْ عَامَتَيْنِ ⑦﴾ ”اور دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے۔“ یعنی ولادت کے بعد بچے کو دو سال دودھ پلانا ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يُتِمَّ الرِّضَاعَةَ ط﴾ (البقرہ 2: 233) ”اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں (یہ حکم) اُس شخص کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے۔“ اور اسی سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر ائمہ نے یہ استنباط کیا ہے کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے کیونکہ دوسری آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿وَحَلَلَهُ وَفَضَّلَهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ط﴾ (الأحقاف 15: 46) ”اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھڑوانا تیس مہینوں میں ہوتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے والدہ کی تربیت، محنت و مشقت اور اس کی رات دن کی بیداری کا اس لیے ذکر فرمایا ہے تاکہ اولاد کو یاد دلایا جائے کہ اس کی ماں نے اس کے ساتھ کیا کیا احسانات کیے ہیں! جیسا کہ فرمایا: ﴿وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْنِيْ صَغِيرًا ط﴾ (بنی اسرائیل 24: 17) ”اور کہہ دیجیے: میرے پروردگار! ان دونوں پر (اس طرح) رحم فرما جیسا کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا پوسا۔“ اور یہاں ارشاد فرمایا ہے: ﴿اِنْ اَشْكُرْ لِيْ وَبِالْبَنِيَّاتِ اِلَى الْبَصِيْرِ ⑧﴾ ”کہ تو میرا بھی شکر کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی (کہ تم کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔“ اور میں تمہیں اس کی بہترین جزا عطا کروں گا۔

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿لَا تُشْكُرْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشُّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ (لقمن 13: 31)، حدیث: 4776

عن ابن مسعود ؓ . ② صحیح مسلم، ایمان، باب صدق الإيمان وإخلاصه، حدیث: 124 عن ابن مسعود ؓ .

③ تفسیر ابن أبی حاتم: 3098/9 و تفسیر الطبری: 84/21 . ④ تفسیر الطبری: 84/21 . ⑤ تفسیر ابن أبی حاتم:

يُبْنَىٰ إِنَّهَا إِن تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّهْلِ أَوْ فِي

اے میرے (پیارے) بیٹے! بے شک اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو، پھر وہ کسی چٹان میں یا آسمانوں یا زمین

الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ﴿١٦﴾ يُبْنَىٰ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ

کے اندر کہیں بھی ہو، تو اللہ اسے نکال لائے گا، بلاشبہ اللہ نہایت باریک بین، بہت باخبر ہے ﴿١٦﴾ اے میرے (پیارے)

وَأَنَّهُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَلِكُ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴿١٧﴾ وَلَا تَصْعَرْ

بیٹے! تو نماز قائم کر، اور نیکی کا حکم دے، اور برائی سے منع کر، اور جو تکلیف تجھے پہنچے اس پر صبر کر، بے شک یہ ہمت کے کاموں

خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَتَّبِعْ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿١٨﴾

میں سے ہے ﴿١٧﴾ اور تو لوگوں سے بے رخی نہ کر، اور زمین پر اکڑ کر نہ چل، بے شک اللہ ہر مغرور، ڈنگیٹیں مارنے والے کو

وَأَقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْصُصْ مِنْ صَوْتِكَ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ﴿١٩﴾

پسند نہیں کرتا ﴿١٨﴾ اور تو اپنی چال درمیانی رکھ، اور اپنی آواز دھیمی رکھ، بلاشبہ سب آوازوں سے بری آواز گدھوں کی آواز ہے ﴿١٩﴾

ارشادِ بانی ہے: ﴿وَإِنْ جَاهَدَكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا﴾ ”اور اگر وہ دونوں

تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی (ایسی چیز) کو شریک کرے جس کا تجھے کچھ بھی علم نہیں تو تو ان دونوں کا کہنا نہ ماننا۔“ یعنی

اگر وہ اس بات کی شدید تمنا و حرص بھی کریں کہ تو ان کے دین کی پیروی کرے تو ان کی اس بات کو قبول نہ کرنا لیکن اس بات کی وجہ

سے دنیا کے کاموں میں ان کا ساتھ دینے سے نہ رکنا بلکہ ان کا اچھی طرح ساتھ دینا اور ان سے بہت اچھا سلوک کرنا، ﴿وَأَتَّبِعْ

سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ﴾ ”اور جو شخص میری طرف رجوع کرے تو اس کے رستے کی پیروی کرنا۔“ یعنی مومنوں کے رستے پر

چلتے رہنا، ﴿ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ ﴿١٩﴾ ”پھر تم کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے تو جو کام تم کرتے

رہے ہو، میں تم کو آگاہ کر دوں گا۔“

میں اپنا مذہب ہر گز نہیں چھوڑوں گا: امام طبرانی نے کتاب العشرة میں روایت کیا ہے کہ حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ بیان

کرتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ: ﴿وَإِنْ جَاهَدَكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا﴾ میرے بارے

میں نازل ہوئی ہے، میں اپنی والدہ کا بہت فرماں بردار تھا، میں جب مسلمان ہو گیا تو میری والدہ نے کہا: سعد! یہ تم نے نئی بات

کیا شروع کر دی ہے، تم اپنے اس نئے دین کو چھوڑ دو ورنہ میں نہ کچھ کھاؤں گی نہ پیوں گی حتیٰ کہ مر جاؤں گی، پھر میرے مرنے

کی وجہ سے لوگ تم کو طعنہ دیا کریں گے اور تم سے کہا کریں گے کہ تم اپنی ماں کے قاتل ہو، میں نے کہا: اماں جان! ایسا نہ کریں

کیونکہ میں کسی بھی وجہ سے اپنے اس دین کو ترک نہیں کروں گا، ایک دن رات گزر گئی، انھوں نے کچھ نہ کھایا اور ان کی حالت

بہت خراب ہو گئی، میں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو میں نے عرض کی: اماں جان! اچھی طرح جان لیں اگر آپ میں سو

جان بھی ہو اور باری باری ایک ایک جان نکل جائے تو میں پھر بھی اپنے دین کو ترک نہیں کروں گا، اب آپ کی مرضی ہے کہ

کھائیں یا نہ کھائیں! چنانچہ میری یہ بات سن کر انھوں نے کھانا شروع کر دیا۔^①

تفسیر آیات: 16-19

اولاد کے لیے نصیحتیں: یہ بہت مفید نصیحتیں ہیں جو لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو کی تھیں اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انھیں اس لیے بیان فرمایا ہے تاکہ سب لوگ ان کے مطابق عمل کریں، فرمایا: ﴿يُبْنَىٰ اِنَّهَا اِنْ تَكَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ حَرْدَلٍ﴾ ”میرے بیٹے! اگر (کوئی عمل) رائی کے دانے کے برابر بھی (چھوٹا) ہو۔“ خواہ کوئی ظلم یا کوئی گناہ اور غلطی رائی کے دانے کے برابر بھی ہو۔ بعض لوگوں نے اس بات کو بھی جائز قرار دیا ہے کہ ﴿اِنَّهَا﴾ کی ضمیر شان یا قصہ کی ضمیر ہو اور اس صورت میں انھوں نے ﴿مِثْقَالَ﴾ کو مرفوع پڑھنا جائز ٹھہرایا ہے لیکن پہلی بات زیادہ بہتر ہے۔^②

میزان عدل کا قیام: ﴿يَاۤاَيُّهَا اللّٰهُ﴾ ”اللہ اس کو (قیامت کے دن) لے آئے گا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن اس وقت حاضر کر دے گا جب وہ انصاف کے لیے ترازو قائم فرمائے گا اور تمام اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا، اعمال اگر اچھے ہوئے تو اچھی جزا عطا فرمائے گا اور اگر برے ہوئے تو ان کی سزا دے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَنُصِّعُ الْهٰۤؤَۤلِیْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْۤئًا وَّ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ حَرْدَلٍ اَتَيْنٰ بِهَا وَاكْفٰی بِنَا حُسْبٰیۙنَ﴾ (الانبیاء 47:21) ”اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو کھڑے کریں گے، تو کسی شخص کی ذرا بھی حق تلفی نہیں کی جائے گی۔ اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی (کسی کا عمل) ہوگا تو ہم اس کو لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے کو کافی ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَۤاْهَا وَاَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَۤاْهَا﴾ (الزلزال 8:7:99) ”تو جس نے ذرہ بھرنیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔“ خواہ یہ ذرہ بھر عمل پتھر کی کسی گننام چٹان میں مخفی ہو یا آسمانوں یا زمینوں کے کسی کو نہ گونشے میں چھپا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور حاضر کرے گا کیونکہ کوئی مخفی چیز اس سے چھپی ہوئی ہرگز نہیں رہ سکتی، آسمانوں اور زمینوں میں کوئی ذرہ اس سے چھپ نہیں سکتا، اسی لیے فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ﴾ ”کچھ شک نہیں کہ اللہ نہایت باریک بین، خوب خبردار ہے۔“ وہ اپنے علم کے اعتبار سے

① جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة العنکبوت، حدیث: 3189 اور تفصیل کے لیے دیکھیے صحیح مسلم، الجہاد والسير، باب الأنفال، حدیث: (34) 1748-1749 وسنن أبی داود، الجہاد، باب فی النفل، حدیث: 2740 و مسند أحمد: 186، 185/1 و مسند البزار: 348، 347/3، حدیث: 1149 و مسند أبی داود الطیالسی: 168/1، حدیث: 205 و تاریخ دمشق الكبير لابن عساکر، ترجمة سعد بن مالك أبی وقاص: 226/22 اور امام طبرانی کے حوالے سے یہ روایت ہمیں نہیں ملی۔ ② تفسیر القرطبی: 67/14 و تفسیر الطبری: 87، 86/21 اور ﴿اِنَّهَا اِنْ تَكَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ﴾ کی ترکیب ملاحظہ فرمائیے: اِنْ حرف مشبہ بالفعل ناصبہ ﴿هَا﴾ ضمیر منصوب جو راجع ہے الحطیبة کی طرف وہ اس کا اسم ہے۔ اِنْ حرف شرط، تَكَ فعل مضارع مجروم اصل میں تَكُنْ ہے ”نون“ تخفیف کی وجہ سے حذف ہوا ہے، تَكَ کا اسم ضمیر مستتر ہے جو الحطیبة کی طرف راجع ہے اور ﴿مِثْقَالَ﴾ اس کی خبر منصوب ہے۔ اور اگر ﴿اِنَّهَا﴾ کی ضمیر، ضمیر شان ہو تو اس صورت میں ﴿مِثْقَالَ﴾، تَكَ کا اسم ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا، بہر حال حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کے نزدیک پہلی صورت راجح ہے۔

باریک بین ہے، اس سے اشیاء مخفی نہیں رہ سکتیں، خواہ وہ کتنی چھوٹی، کتنی باریک اور کتنی ہی چھپی ہوئی کیوں نہ ہوں اور وہ اس قدر باخبر ہے کہ سیاہ اندھیری رات میں چوٹی کے چلنے کی آواز کو بھی جانتا ہے۔

پھر فرمایا: **يَبْنِيْ اَقِمِ الصَّلَاةَ** ”میرے بیٹے! نماز قائم کرتے رہنا۔“ یعنی نماز کے حدود، فرائض اور اس کے اوقات کا پورا پورا خیال رکھنا، **وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ** ”اور (لوگوں کو) اچھے کاموں کے کرنے کا حکم اور بری باتوں سے منع کرتے رہنا۔“ یعنی اپنی طاقت اور مقدور کے مطابق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے رہنا، **وَاصْبِرْ عَلٰی مَا اَصَابَكَ ط** ”اور جو (مصیبت) تجھے پہنچے اس پر صبر کرنا۔“ یعنی جو شخص نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے منع کرتا ہے اسے لوگوں کی طرف سے یقیناً ایذا پہنچائی جاتی ہے، لہذا انھوں نے اپنے بیٹے کو لوگوں کی طرف سے پہنچائی جانے والی ایذا پر صبر کرنے کا حکم دیا، **اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْر ۝۱۷** ”بے شک یہ (باتیں) بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہیں۔“ یعنی لوگوں کی طرف سے مصیبت پر صبر وہ کر سکے گا جس میں ہمت ہوگی، **وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ ط** ”اور (ازراہ غرور) لوگوں سے بے رخ نہ کر۔“

ہنٹے مسکراتے رہو اور تکبر نہ کرو: یعنی جب تم لوگوں سے بات کرو یا وہ تم سے بات کریں تو تکبر کرتے اور انھیں حقیر سمجھتے ہوئے ان سے منہ نہ پھیرو بلکہ ان کے ساتھ نرمی کا سلوک کرو اور کشادہ پیشانی کے ساتھ ان سے پیش آؤ جیسا کہ حدیث میں بھی آیا ہے: **[وَلَوْ اَنْ تَلْقٰی اَخَاكَ وَاَنْتَ مُنْبَسِطٌ اِلَيْهِ وَجْهَكَ..... وَاِيَّاكَ وَاِسْبَالَ الْاِزَارِ، (فَاِنْهَا) مِنَ الْمَخِيْلَةِ، وَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمَخِيْلَةَ]** ”(کسی بھی نیکی کو حقیر نہ جان) اور خواہ تو اپنے بھائی سے خندہ پیشانی ہی سے ملے اور تیری ملاقات اس سے کشادہ روئی سے ہو..... اور اپنے کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے سے اجتناب کر کیونکہ یہ تکبر ہے اور تکبر اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔“ اور فرمایا: **وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ط** ”اور زمین میں اکڑ کر نہ چلنا۔“ یعنی زمین میں چلتے ہوئے فخر، تکبر، غرور اور سرکشی کا مظاہرہ نہ کرنا ورنہ اللہ تعالیٰ تمھیں ناپسند فرمائے گا، اسی لیے فرمایا: **اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝۱۸** ”یقیناً اللہ کسی اترانے والے خود پسند کو پسند نہیں کرتا۔“ یعنی جو اپنے آپ پر غرور کرنے والا اور دوسروں پر فخر کرنے والا ہو، اسی لیے فرمایا: **وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ط اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ۝۱۹** (بنی اسرائیل 37: 17) ”اور زمین پر اکڑ کر (اور تن کر) مت چل کہ تو زمین کو پھاڑ تو نہیں ڈالے گا اور نہ لمبا ہو کر پہاڑوں (کی چوٹی) تک پہنچ جائے گا۔“ جیسا کہ اپنے مقام پر قبل ازیں اس کے بارے میں گفتگو ہو چکی ہے۔^①

چال میں اعتدال کا حکم: **وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ ط** ”اور اپنی چال میں اعتدال کیے رہنا۔“ یعنی میانہ چال چلنا، نہ بہت سست اور نہ بے حد تیز بلکہ ان دونوں کے درمیان درمیان، **وَاعْصِصْ مِنْ صَوْتِكَ ط** ”اور (بولتے وقت) اپنی آواز نیچی

① مسند أحمد: 64/5 جبکہ تفسیر والالفاظ اور بقیہ روایت سنن أبی داود، اللباس، باب ماجاء فی إسبال الإزار، حدیث:

4084 عن جابر بن سلیم ؓ میں بھی ہے۔ ② دیکھیے بنی اسرائیل، آیت: 37 کے ذیل میں۔

رکھنا۔“ یعنی کلام کرتے ہوئے مبالغہ نہ کرنا اور نہ بات کرتے وقت آواز بہت اونچی کرو کہ جس میں کوئی فائدہ نہ ہو کیونکہ: ﴿إِنَّ أَلْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ﴾ ① ”کچھ شک نہیں کہ سب سے بری آواز گدھوں کی آواز ہے۔“

مجاہد اور دیگر کئی ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ سب سے بری آواز گدھوں کی ہے۔ ② یعنی جو شخص بہت بلند آواز سے بات کرے گا تو آواز کی اس بلندی کی وجہ سے وہ گدھوں کے مشابہ ہو جائے گا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نہایت ناپسندیدہ بھی ہے۔ بلند آواز کے ساتھ بات کرنے کو گدھوں کی آواز کے ساتھ تشبیہ دینے کے معنی یہ ہیں کہ یہ حرام اور حد درجہ مذموم ہے (چونکہ یہ ایک مذموم اور حرام کام ہے، لہذا ہمیں اس بری مثال کا مصداق نہیں بننا چاہیے) اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [لَيْسَ لَنَا مِثْلُ السَّوْءِ]، اَلْعَائِدُ فِي هَيْبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَبْقَى ثُمَّ يَعُودُ فِي فَيْئِهِ [”ہمارے لیے (اس) بری مثال (کو اختیار کرنا درست) نہیں کہ جو شخص اپنے ہبہ کو واپس لیتا ہے اس کی مثال اس کتے کی طرح ہے جو قے کر کے اسے چاٹ لے۔“] ③

لقمان حکیم کی نصیحتیں: یہ نصیحتیں بے حد مفید ہیں، ان کی افادیت ہی کی وجہ سے لقمان حکیم کی ان وصیتوں کو قرآن عظیم میں بیان کیا گیا ہے۔ لقمان حکیم سے حکمت و نصیحت کی بہت سی باتیں مروی ہیں، ان میں سے چند ایک بطور مثال بیان کی جاتی ہیں: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ خبر دی: [أَنَّ لُقْمَانَ الْحَكِيمَ كَانَ يَقُولُ: إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا اسْتَوْدَعَ شَيْئًا حَفِظَهُ] ”لقمان حکیم کہا کرتے تھے کہ جب کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے تو وہ اس کی حفاظت فرماتا ہے۔“ ④

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ: يَا بُنَيَّ! إِيَّاكَ وَالتَّقَنُّعَ فَإِنَّهَا مَخُوفَةٌ بِاللَّيْلِ مَذَلَّةٌ بِالنَّهَارِ] ”لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: اے میرے بیٹے! تکلف کے ساتھ قناعت سے اجتناب کرو کیونکہ یہ رات کے خوف و خطر اور دن میں ذلیل ہونے کا سبب ہے۔“ ⑤ سری بن یحییٰ سے روایت ہے کہ لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: اے میرے بیٹے! حکمت و دانش نے مسکینوں کو بادشاہوں کی مجلس میں بٹھا دیا ہے۔ ⑥ عون بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: اے میرے بیٹے! جب تم قوم کی مجلس میں آؤ تو انھیں سلام کہو، پھر ایک کونے میں بیٹھ جاؤ، اس وقت تک بات نہ کرو جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ انھوں نے گفتگو شروع کر دی ہے، اگر وہ ذکر الہی میں مشغول ہو جائیں تو تم اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لو اور اگر وہ کسی اور موضوع پر گفتگو

① تفسیر الطبری: 93، 92/21. ② صحيح البخارى، الهبة، باب: لا يحل لأحد أن يرجع في هبته.....، حديث: 2622

و صحيح مسلم، الهبات، باب تحريم الرجوع في الصدقة.....، حديث: 1622 البتة تو سین والے الفاظ صحیح بخاری کے ہیں۔ و سنن النسائي، الهبة، باب ذكر الاختلاف لخبر عبدالله بن عباس فيه، حديث: 3728 عن ابن عباس ؓ واللفظ له.

③ مسند أحمد: 87/2. ④ تفسير ابن أبي حاتم: 3098/9 والمستدرک للحاکم، التفسير، تفسير سورة لقمان:

411/2 واللفظ له. ⑤ الزهد لابن حنبل، حديث: 539، ص: 104 میں سدی بن یحییٰ ہے۔

أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ

کیا تم نے دیکھا نہیں کہ بے شک اللہ نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، تمہارے مطیع و تابع فرماں کر دیا ہے اور اس نے تم پر اپنی

نِعْمَهُ ظَاهِرَةٌ وَبَاطِنَةٌ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى

ظاہری اور چھپی نعمتیں پوری کر دیں ہیں، اور بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کے بارے میں بغیر علم، بغیر ہدایت اور بغیر کسی روشن کتاب کے جھگڑا کرتے ہیں (20)

وَلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ ۝ (20) وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا

اور جب ان سے کہا جائے کہ تم اس کی اتباع کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے، تو وہ کہتے ہیں: ہم تو اسی (طریقے) کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے

عَلَيْهِ أَبَءْنَا ط أَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطَانُ يَدْعُوهُمْ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ ﴿٢١﴾

باب دادا کو پایا، کیا اگر چہ شیطان انھیں عذاب جہنم کی طرف بلاتا رہا ہو تب بھی؟ (21)

کریں تو ان سے کنارہ کشی اختیار کر کے دوسرے لوگوں کی مجلس کو اختیار کر لو۔^①

تفسیر آیات: 20, 21

نعمتوں کے ساتھ یاد دہانی: ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی توجہ اپنی ان نعمتوں کی طرف مبذول فرمائی ہے جن سے وہ دنیا و آخرت میں انھیں سرفراز فرماتا ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی چیزوں کو ان کے کام میں لگا دیا ہے، ستاروں اور سیاروں سے وہ رات دن روشنی حاصل کرتے ہیں، آسمانوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لیے بادل، بارش، ایلے اور برف بھی پیدا فرمائی ہے اور خود آسمانوں کو اللہ تعالیٰ نے ایک محفوظ چھت بنا دیا ہے، پھر زمین کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لیے جائے قرار بنا دیا اور اس میں انہار، اشجار، فصلیں اور اثمار پیدا فرمادیے، اللہ تعالیٰ نے ان ظاہری نعمتوں کے ساتھ ساتھ ان باطنی نعمتوں سے بھی اپنے بندوں کو نوازا ہے کہ ان کے شکوک و شبہات کے دور کرنے کے لیے اس نے رسولوں کو مبعوث فرمایا اور کتابوں کو نازل فرمایا۔

افسوس! ان ظاہری و باطنی نعمتوں کے باوجود تمام لوگ ایمان نہ لائے بلکہ ان میں سے کچھ لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسولوں کے بارے میں جھگڑا شروع کر دیا، جبکہ ان کا یہ سارا جھگڑا علم کے بغیر تھا، ان کے پاس نہ تو عقلی طور پر کوئی درست دلیل و برہان تھی اور نہ نقلی طور پر کسی آسمانی کتاب کی کوئی صحیح دلیل تھی، اسی لیے فرمایا: **وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُّبِينٍ ﴿۲۰﴾** ”اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں، نہ علم رکھتے ہیں اور نہ ہدایت اور نہ کتاب روشن۔“ کتاب منیر کے معنی واضح اور روشن کتاب کے ہیں۔

تقلید آباء چھوڑ کر شریعت کی پیروی کا حکم: ”وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ“ اور جب ان سے کہا جاتا ہے، ”یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید کے بارے میں ان جھگڑا کرنے والوں سے (کہا جاتا ہے): ”اسْعَوْا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ“ جو اللہ نے نازل فرمائی ہے اس کی

① **مُعَبِّدُ الْإِيمَانِ لِلْيَهْدَى**، فصل من هذا الباب مجانية الفسقة والمبتدعة..... 58/7، حديث: 9449.

وَمَنْ يُسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ ط

اور جو شخص اپنی ذات کو اللہ کے سپرد کر دے اور وہ نیکو کار بھی ہو تو بلاشبہ اس نے مضبوط کڑا تھام لیا، اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے

وَإِلَى اللَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ②② وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنكَ كُفْرُهُ ط إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ

پاس ہے ②② اور (اے نبی!) جس کسی نے کفر کیا تو اس کا کفر آپ کو غم میں نہ ڈالے، (بالآخر) ہماری ہی طرف ان کی واپسی ہے، پھر ہم انہیں

فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا ط إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ②③ نُنَبِّئُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ

بتائیں گے جو کچھ انھوں نے کیا ہوگا، بے شک اللہ سینوں کے راز خوب جانتا ہے ②③ ہم انہیں تھوڑا سا فائدہ دیتے ہیں، پھر ہم انہیں

نَضْرُطُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ ②④

سخت عذاب کی طرف مجبور کر دیں گے ②④

پیروی کرو۔“ یعنی اسی شریعت مطہرہ کی پیروی کرو جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل فرمایا ہے۔ ﴿قَالُوا بَلْ نَنْبَغُ مَا

وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ط﴾ ”تو کہتے ہیں کہ ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔“ یعنی اپنے

آباء و اجداد کی اتباع کے بغیر، ان کے پاس کوئی دلیل نہ تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا

وَلَا يَهْتَدُونَ﴾ (البقرة 2: 170) ”بھلا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ ہدایت یافتہ ہوں؟“ یعنی اپنے

آباء و اجداد کے طرز عمل سے استدلال کرنے والو! اگر تمہارے اجداد گمراہی پر ہوں تو تمہارا کیا خیال ہے، تم پھر بھی ان کی

پیروی کیے جاؤ گے؟ اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿أَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطَانُ يَدْعُوهُمْ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ﴾ ②① ”بھلا اگرچہ

شیطان اُن کو دھکتے ہوئے جہنم (کے عذاب) کی طرف بلاتا ہو (تب بھی؟)“

تفسیر آیات: 22-24

اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور اخلاص عمل: اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے بارے میں بیان فرمایا ہے جو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ

کا فرماں بردار بنا دے، یعنی عمل اسی کے لیے اخلاص کے ساتھ کرے، اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دے اور اس کی

شریعت کی اتباع کرے، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿وَهُوَ مُحْسِنٌ﴾ ”اور وہ نیکو کار (بھی) ہو۔“ یعنی جس چیز کا اسے حکم دیا گیا ہے

اس کی اتباع کی صورت میں نیک عمل کرے اور جس سے اسے منع کر دیا گیا ہے اسے ترک کر دے، ﴿فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ

الْوُثْقَىٰ ط﴾ ”تو تحقیق اس نے (دین اسلام کا) مضبوط کڑا پکڑ لیا۔“ یعنی اس نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے یہ پختہ عہد لے لیا کہ وہ

اسے عذاب نہیں دے گا۔

﴿وَإِلَى اللَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ②② وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنكَ كُفْرُهُ ط﴾ ”اور (سب) کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف

ہے اور جو کفر کرے تو اس کا کفر آپ کو غم ناک نہ کر دے۔“ یعنی اے محمد (ﷺ)! اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ اور آپ کے

لائے ہوئے دین کے ساتھ ان کا کفر کرنا آپ کو غمگین نہ کر دے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ان کے بارے میں نافذ ہو کر رہنے والی

ہے اور بالآخر ان سب کو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس لوٹنا ہے تو وہ ان کے اعمال کے بارے میں انہیں بتائے گا، پھر ان کے مطابق

وَلٰكِنْ سَالَتْهُمْ مِّنْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّ اللّٰهَ ط قُلِ الْحٰدِثُ لَكُمْ اَكْثَرُ هُمْ

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے۔ تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ نے! آپ کہہ دیجیے: سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٥﴾ اِنَّ اللّٰهَ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِیْدُ ﴿٢٦﴾

لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے ﴿٢٥﴾ اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، بے شک اللہ ہی بے نیاز، تعریف کیا ہوا ہے ﴿٢٦﴾

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَوْ لَآءٍ وَّالْبَحْرِ یَبْدُوْا مِنْۢ بَعْدِہٖ سَبْعَۃُ اَبْحُرٍ

اور بلاشبہ اگر زمین میں جتنے درخت ہیں سب قلم بن جائیں اور سمندر کی روشنائی بن جائے اور اس کے بعد سات سمندر (اس میں مزید روشنائی شامل کریں)

مَا نَفِدَتْ کَلِمٰتُ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ﴿٢٧﴾ مَا خَلَقْکُمْ وَلَا بَعَثْکُمْ اِلَّا کَنْفُسٍ

تو بھی اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں، بے شک اللہ نہایت غالب، بہت حکمت والا ہے ﴿٢٧﴾ تمہیں پیدا کرنا اور تمہیں (دوبارہ) اٹھانا (اللہ کے نزدیک) ایسا ہی

وَاحِدَۃٌ ط اِنَّ اللّٰهَ سَبِیْعٌۢ بِصِیْرٍ ﴿٢٨﴾

ہے جیسے ایک نفس کو پیدا کرنا، بلاشبہ اللہ خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے ﴿٢٨﴾

ہی انھیں بدلہ بھی دے گا۔ ﴿٢٨﴾ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِذٰتِ الصُّدُوْرِ ﴿٢٩﴾ ”بے شک اللہ دلوں کی باتوں سے خوب واقف ہے۔“

کوئی چیز بھی اس سے مخفی نہیں ہے، پھر فرمایا: ﴿٢٩﴾ لَنَبْعَثَنَّ قَلِیْلًا ﴿٣٠﴾ ”ہم ان کو تھوڑا سا فائدہ پہنچائیں گے۔“ یعنی دنیا میں، ﴿٣٠﴾ ثُمَّ

نَضَطْرُهُمْ اِلَی عَذَابٍ عَلِیْلٍ ﴿٣١﴾ ”پھر ہم انھیں عذاب شدید کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔“ یعنی ایسے عذاب کی

طرف جو بہت ہولناک، خوفناک اور نفوس انسانی کو اذیت ناک مصیبتوں میں مبتلا کر دینے والا ہوگا جیسا کہ ارشاد فرمایا: اِنَّ

الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ الْکَذِبَ لَا یُعْلِحُوْنَ ط مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُنٰزِقُهُمُ الْعَذَابَ

الشَّدِیْدَ یَسَا کَاثُوْا یَقْفُرُوْنَ ﴿٣٢﴾ (یونس 70، 69، 10) ”یقیناً جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے (اُن

کے لیے) جو فائدے ہیں، دنیا میں (ہیں) پھر ان کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے، اس وقت ہم ان کو سخت عذاب (کے مزے)

چکھائیں گے کیونکہ کفر کیا کرتے تھے۔“

تفسیر آیات: 25، 26

مشرکین کا اعتراف کہ اللہ خالق ہے: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ وہ یہ جانتے ہیں کہ اللہ وحدہ

لا شریک ہی آسمانوں اور زمین کا خالق ہے، اس کے باوجود یہ ان شریکوں کی پوجا کرتے ہیں جو خود یہ اعتراف کرتے ہیں کہ وہ

اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور مملوک ہیں، اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿٢٥﴾ وَلٰكِنْ سَالَتْهُمْ مِّنْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّ اللّٰهَ ط

قُلِ الْحٰدِثُ لَكُمْ اَكْثَرُ هُمْ ﴿٢٦﴾ ”اور اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا، تو بول اُنھیں گے کہ اللہ نے۔ آپ

کہہ دیں کہ اللہ ہی کے لیے تعریف ہے،“ کہ تمہارے اس اعتراف کی وجہ سے تم پر حجت پوری ہوگئی ہے، ﴿٢٦﴾ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا

یَعْلَمُوْنَ ﴿٢٧﴾ ”لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔“ اسی لیے فرمایا ہے: ﴿٢٧﴾ اِنَّ اللّٰهَ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط ”جو کچھ

آسمانوں اور زمین میں ہے (سب) اللہ ہی کا ہے۔“ اللہ ہی نے اسے پیدا فرمایا اور وہ اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہے۔ ﴿٢٨﴾ اِنَّ اللّٰهَ

”بے شک اللہ بے پروا، لائقِ حمد (و ثنا) ہے۔“ وہ اپنے سوا ہر چیز سے بے نیاز ہے جبکہ ہر چیز اس کی محتاج ہے، اس نے جو بھی پیدا فرمایا اس بنا پر وہ قابلِ ستائش ہے، پیدا کرنے اور ایجاد کرنے کی وجہ سے وہ آسمانوں اور زمین میں لائقِ حمد و ثنا ہے۔ الغرض! وہ اپنے تمام کاموں میں ستائش اور تحسین کا مستحق ہے۔

تفسیر آیات: 27، 28

اللہ تعالیٰ کی صفات بے شمار بھی ہیں اور غیر فانی بھی: اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت و کبریائی، جلالت، اسمائے حسنی، صفاتِ علیا اور ان کلماتِ تامہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے جس کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا اور جن کی انتہا کا کسی بشر کو علم ہی نہیں، شمار کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔ سید البشر، خاتم الرسل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے: [لَا أُحْصِي ثَنَاءَ عَلَيْكَ، أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ] ”اے اللہ! میں تیری ثناء بیان نہیں کر سکتا، تیری ذات پاک اسی طرح ہے، جیسے تو نے خود اپنی حمد و ثنا بیان فرمائی ہے۔“^① ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمْدُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ﴾ ”اور اگر یوں ہو کہ زمین میں جتنے درخت ہیں (سب کے سب) قلم ہوں اور سمندر (کا تمام پانی) سیاہی ہو (اور) اس کے بعد سات سمندر اور (سیاہی ہو جائیں)، تو اللہ کی باتیں (اس کی صفتیں) ختم نہ ہوں۔“

یعنی اگر زمین کے تمام درختوں کی قلمیں بنالی جائیں اور سمندر کی سیاہی بنالی جائے، پھر سات اور سمندروں کی بھی سیاہی بنا لی جائے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ان کلمات کو لکھنا شروع کر دیا جائے جو اس کی عظمت، صفات اور جلالت پر دلالت کرتے ہیں تو قلمیں ٹوٹ جائیں گی، سمندروں کا پانی ختم ہو جائے گا، خواہ ان کے ساتھ سات اور سمندروں کے پانی کو بھی سیاہی بنا لیا جائے اور یاد رہے کہ یہاں سات کا عدد مبالغے کے طور پر ہے، اس سے حصر مقصود نہیں ہے اور نہ ہی اس کے یہ معنی ہیں کہ سات سمندر موجود ہیں جنہوں نے دنیا کا احاطہ کر رکھا ہے جیسا کہ ان اسرائیلی روایات کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے جن کی تصدیق کی جاسکتی ہے اور نہ تکذیب، لہذا بات درحقیقت یہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مَدَادًا لَّكَلِمَاتُ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا﴾ (الکہف: 18) ”کہہ دیں کہ اگر سمندر میرے پروردگار کی باتوں کے (لکھنے کے) لیے سیاہی ہو تو قبل اس کے کہ میرے پروردگار کی باتیں تمام ہوں، سمندر ختم ہو جائے اگرچہ ہم ویسا ہی، اور اس کی مدد کولائیں۔“

تو یہاں ﴿بِیْمِثْلِهِ﴾ سے مراد اس جیسا صرف ایک اور سمندر مراد نہیں ہے بلکہ اس جیسا ایک اور، پھر ایک اور، پھر بے شمار اور ان گنت سمندر مراد ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے کلمات کا کوئی شمار نہیں ہے، اس لیے انہیں کسی طرح بھی مکمل طور پر لکھنا ممکن ہی نہیں ہے، ﴿إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ ”بے شک اللہ نہایت غالب، بڑی حکمت والا ہے۔“ وہ ذات

① صحیح مسلم، الصلاة، باب ما يقال فی الركوع والسجود، حدیث: 486 عن عائشة ؓ .

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُؤَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُؤَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے، اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے، اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگادیا

كُلٌّ يَجْرِي إِلَىٰ اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٢٩﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ

ہے، ہر ایک مقررہ وقت تک چلتا رہے گا، اور بے شک جو تم عمل کرتے ہو، اللہ اس سے خوب باخبر ہے ﴿۲۹﴾ یہ اس لیے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے، اور

وَاَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الْبَاطِلُ ۚ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿٣٠﴾

بے شک اس کے سوا جسے وہ پکارتے ہیں باطل ہے اور بلاشبہ اللہ ہی بلند مرتبہ، بہت بڑا ہے ﴿۳۰﴾

پاک غالب ہے کہ اس نے کائنات کی ہر چیز کو مغلوب اور مقہور کر رکھا ہے، وہ جو ارادہ فرمائے کوئی اسے اس سے روک نہیں سکتا، وہ جو فیصلہ فرمائے کوئی اس کی مخالفت نہیں کر سکتا اور نہ اس کے فیصلے کو ٹال سکتا ہے، وہ اپنی تخلیق، امر، اقوال، افعال، اپنی شریعت اور اپنے تمام احوال میں حکیم و دانایں۔

﴿مَا خَلَقَكُمْ وَلَا بَعَثَكُمْ إِلَّا كُنْفُسًا وَّاحِدَةً﴾ ”(اللہ کے لیے) تمہارا پیدا کرنا اور جلا اٹھانا ایک شخص (کے پیدا کرنے اور جلا اٹھانے) کی طرح ہے۔“ یعنی اس نے جو تمام انسانوں کو پیدا فرمایا، پھر روز قیامت ان سب کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا تو اس کی قدرت کے سامنے یہ ایسے ہے جیسے اس نے ایک انسان کو پیدا فرمایا اور اسے مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا ہو، مقصود یہ ہے کہ اس ذات پاک کے لیے کوئی کام کرنا مشکل نہیں، سب کام اس کے لیے بہت آسان ہیں کیونکہ ﴿إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ﴾ (یس: 82) ”اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ﴾ (القمر: 54: 50) ”اور ہمارا حکم تو آنکھ کے جھپکنے کی طرح ایک کلمہ ہوتا ہے۔“ یعنی وہ کسی چیز کو جب ایک ہی بار حکم دیتا ہے تو وہ فوراً ہو جاتی ہے، وہ بار بار حکم دینے اور تاکید کرنے کا محتاج نہیں ہے۔ ﴿فَأَنبَأْهُمُ الذِّكْرَ وَوَاحِدَةً﴾ ﴿فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ﴾ (الزمر: 13، 14) ”پس وہ صرف ایک ڈانٹ ہوگی، تو اس وقت وہ (سب) میدان (حشر) میں (آج) ہوں گے۔“ ﴿إِنَّ اللَّهَ سَبْعُ بَصِيرَاتٍ﴾ ”بے شک اللہ خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے۔“ وہ ان سب کے اقوال کو سننے والا اور ان کے افعال کو دیکھنے والا ہے اور وہ سب کے اقوال و افعال کو اسی طرح سنتا اور دیکھتا ہے جیسے ایک شخص کے اقوال و افعال کو سننا اور دیکھنا ہو۔ یعنی اسے سب لوگوں پر اسی طرح قدرت اور دسترس حاصل ہے جیسے کسی ایک انسان پر قدرت و دسترس ہو، اسی لیے فرمایا: ﴿مَا خَلَقَكُمْ وَلَا بَعَثَكُمْ إِلَّا كُنْفُسًا وَّاحِدَةً﴾ ”(اللہ کو) تمہارا پیدا کرنا اور جلا اٹھانا، ایک شخص (کے پیدا کرنے اور جلا اٹھانے) کی طرح ہے۔“

تفسیر آیات: 29، 30

اللہ تعالیٰ کی قدرت و عظمت: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنی قدرت سے ﴿يُؤَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ﴾ ”رات کو دن میں داخل کرتا ہے۔“ یعنی رات کا حصہ لے کر اسے دن میں داخل کر دیتا ہے جس کی وجہ سے دن بڑا اور رات چھوٹی ہونا شروع

ہو جاتی ہے اور یہ موسم گرما میں ہوتا ہے اور سب سے لمبا دن اسی موسم میں آتا ہے، پھر دن چھوٹا اور رات بڑی ہونی شروع ہو جاتی ہے اور یہ موسم سرما میں ہوتا ہے اور سب سے لمبی رات بھی اسی موسم میں ہوتی ہے۔ **وَسَخَّرَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرَ كُلًّا يَجْرِىٰ اِلَىٰ اَجَلٍ مُّسَمًّى** ”اور اسی نے سورج اور چاند کو (تمھارے لیے) مسخر کر رکھا ہے، ہر ایک وقت مقررہ تک چل رہا ہے۔“ اس بارے میں ایک قول تو یہ ہے کہ انھیں ایک محدود وقت تک کے لیے مسخر کر دیا گیا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ انھیں روز قیامت تک مسخر کر دیا گیا ہے اور یہ دونوں قول ہی صحیح ہیں۔ پہلے قول کی تائید حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے ہوتی ہے جو صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **يَا اَبَا ذَرٍّ! هَلْ تَدْرِي اَيْنَ تَذْهَبُ هَذِهِ الشَّمْسُ؟** قَالَ: **قُلْتُ: اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ اَعْلَمُ**، [قَالَ: **فَاِنَّهَا تَذْهَبُ حَتَّى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَسْتَاذِنُ فَيُوَدُّنَ لَهَا، وَيُوشِكُ..... فَيَقَالُ لَهَا: اِرْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ**] ”اے ابو ذر! کیا تم جانتے ہو کہ یہ سورج کہاں چلا جاتا ہے۔ میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: سورج چلا جاتا ہے اور جا کر عرش الہی کے نیچے سجدہ کرتا ہے، پھر اپنے رب سے (واپسی کے لیے) اجازت طلب کرتا ہے تو اسے اجازت دے دی جاتی ہے اور قریب ہے کہ (ایک دن)..... اس سے یہ بھی کہہ دیا جائے کہ جہاں سے آئے ہو وہاں واپس چلے جاؤ۔“^①

اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورج الہی ندی کی طرح ہے جو دن کے وقت آسمان میں اپنے مدار میں چلتی ہو اور جب غروب ہو جائے تو رات کے وقت زمین کے نیچے اپنے مدار میں چلنے لگے حتیٰ کہ پھر اپنے مشرق سے طلوع ہو جائے، چاند کی صورت حال بھی اسی طرح ہے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔^②

اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط (الحج 70:22) ”کیا تم نہیں جانتے کہ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے، اللہ اسے جانتا ہے۔“ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی نے تمام اشیاء کو پیدا فرمایا اور وہ ان کو جانتا بھی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِّنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ط يَنْزِلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْدٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا** (الطلاق 12:65) ”اللہ وہ ذات ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمینیں بھی اتنی ہی، اس کے درمیان اس کا حکم اترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور بلاشبہ اللہ نے (اپنے) علم سے ہر شے کا احاطہ کر رکھا ہے۔“

اور فرمایا: **ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہِ الْبَاطِلُ** ”یہ اس لیے کہ اللہ کی ذات برحق ہے اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ باطل ہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ تمھارے لیے اپنی نشانیوں کو اس لیے ظاہر فرماتا ہے

① پہلا حصہ صحیح مسلم، ایمان، باب بیان الزمن الذى لا یقبل فیہ الإیمان، حدیث: [401] (250)۔ 159۔ اور دوسرا

حصہ صحیح البخاری، بدء الخلق، باب صفة الشمس والقمر.....، حدیث: 3199 میں ہے۔ ② کتاب العظمة لأبی

الشیخ الأصفہانی: 1150/4، 1151، حدیث: 630، 631۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْبُوْیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لَیْرِیْكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ

کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ بے شک سمندر میں اللہ کے فضل سے کشتیاں چلتی ہیں، تاکہ وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے، اس میں بلاشبہ ہر بڑے صابر

لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شٰکُوْرٌ ﴿31﴾ وَاِذَا غَشِیْهُمْ مَّوْجٌ کَالظُّلُمِ الَّذِیْ دَعَا اللّٰهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ

شاکر کے لیے نشانیاں ہیں ﴿31﴾ اور جب (سمندر میں) سائبانوں کے مانند کوئی موج انہیں ڈھانپ لیتی ہے تو وہ اطاعت و فرماں برداری کو اسی (اللہ) کے

الدِّیْنِ ؕ فَلَمَّا نَجَّیْهُمْ اِلَی الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَّمَا یَجْحَدُ بِآیٰتِنَا اِلَّا کُلُّ

لیے خاص کرتے ہوئے اللہ کو پکارتے ہیں، پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو ان میں سے چند میا نہ رو (ہی عہد پر قائم رہتے) ہیں، اور ہر

خَتَّارٌ کَفُوْرٌ ﴿32﴾

عہد توڑنے والا ناشکر اسی ہماری آیات کا انکار کرتا ہے ﴿32﴾

تاکہ تم ان سے یہ سمجھ سکو کہ اس کی ذات پاک برحق ہے۔ یعنی وہ معبود برحق یقینی طور پر حق ہے اور اس کے سوا باقی سب کچھ لغو و باطل ہے، وہ اپنے سوا ہر چیز سے بے نیاز ہے جبکہ ہر چیز اس کی محتاج ہے، آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اسی کی مخلوق اور مملوک ہے، اس کے اذن کے بغیر کوئی کسی ذرے کو بھی ہلا سکتا، اگر تمام اہل زمین مل کر بھی ایک مکھی بنانا چاہیں تو ہرگز نہیں بنا سکیں گے، اسی لیے تو اس نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ الْبَاطِلُ﴾ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ ﴿30﴾ ”یہ اس لیے کہ اللہ کی ذات برحق ہے اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، وہ باطل ہیں اور یہ کہ اللہ ہی عالی رتبہ، گرامی قدر ہے۔“ اس کی ذات پاک اس قدر بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے کہ اس سے کوئی بالا نہیں بلکہ وہی سب سے بڑا ہے، اس سے کوئی بڑا نہیں، اس کی نسبت ہر چیز حقیر و فقیر ہے۔

تفسیر آیات: 32، 31

ارض و سما میں قدرت الہی کی نشانیاں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اسی نے دریا کو مسخر کر دیا ہے تاکہ اس کے لطف و کرم اور اس کے حکم کے ساتھ اس میں کشتیاں چلیں، اگر یہ بات نہ ہوتی تو چلتی ہوئی کشتیوں کو اٹھالینے کی پانی میں قوت نہ ہوتی، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿لَیْرِیْكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖ ؕ﴾ ”تاکہ وہ تم کو اپنی کچھ نشانیاں دکھائے۔“ یعنی اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائے۔ ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شٰکُوْرٍ﴾ ﴿31﴾ ”یقیناً اس میں ہر صبر کرنے والے (اور) شکر کرنے والے کے لیے نشانیاں ہیں۔“ یعنی اس کے لیے جو مشکلات میں صبر کرے اور آسودگیوں اور خوش حالیوں میں شکر کرے، پھر فرمایا: ﴿وَاِذَا غَشِیْهُمْ مَّوْجٌ کَالظُّلُمِ﴾ ”اور جب اُن کو (دریا کی) لہریں سائبانوں کی طرح ڈھانپ لیتی ہیں۔“ اور وہ یوں معلوم ہوتی ہیں جیسے پہاڑ یا بادل ہوں، ﴿دَعَا اللّٰهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنِ ؕ﴾ ”تو اللہ کو خالص اسی کی عبادت کرتے ہوئے پکارتے ہیں۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ صَلَّ مِنْ تَدْعُوْنَ اِلَّا اِيَّاهُ ؕ فَلَمَّا نَجَّيْكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ کَفُوْرًا﴾ (بنی اسرائیل 67: 17) ”اور جب تم کو دریا میں تکلیف پہنچتی ہے (ڈوبنے کا خوف ہوتا ہے) تو جن کو تم پکارتے ہو، سب اُس (پروردگار) کے سوا گم ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تم کو (ڈوبنے سے) بچا کر خشکی کی طرف لے جاتا ہے تو تم

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ وَاحْشَوْا يَوْمًا لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، اور ڈرو اس دن سے جب کوئی باپ اپنی اولاد کے کام نہ آئے گا، اور نہ اولاد اپنے باپ کے

هُوَ جَاذٍ عَنْ وَالِدِهِ شَيْئًا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّكُمْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا دَقَّةً

کچھ کام نہ آئے گی، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، پس دنیاوی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے، اور کوئی دھوکے باز تمہیں

وَلَا يَغُرَّكُمْ بِاللَّهِ الْغُرُورُ ③③

اللہ کے متعلق دھوکے میں نہ ڈالے ③③

اعراض کر لیتے ہو اور انسان ہے ہی ناشکرا۔“ اور فرمایا: ﴿فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلِكِ دَعَاوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ﴾ (العنکبوت 65:29) ”پھر جب یہ (مشرکین) کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو خواص اسی کی عبادت کرتے ہوئے پکارتے ہیں لیکن جب وہ ان کو نجات دے کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو جھٹ شرک کرنے لگ جاتے ہیں۔“ ﴿مُقْتَصِدٌ﴾ اور ﴿حَتَّارٌ﴾ کا مفہوم: پھر فرمایا: ﴿فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ﴾ ”پھر جب وہ ان کو بچا کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو بعض ہی میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔“ امام مجاہد نے ﴿مُقْتَصِدٌ﴾ کے معنی کا فر اور منکر کے بیان کیے ہیں۔^① جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ﴾ (العنکبوت 65:29) ”پھر جب وہ ان کو بچا کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے، تو جھٹ شرک کرنے لگتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَا يَجْعَدُ يَأْتِينَا إِلَّا كُلُّ حَتَّارٍ كَفُورٍ﴾ ③④ ”اور ہماری نشانیوں سے وہی انکار کرتے ہیں جو عہد شکن (اور) ناشکرے ہیں۔“ ﴿حَتَّارٍ﴾ کے معنی غدار کے ہیں۔ یہ امام مجاہد، حسن، قتادہ، مالک اور زید بن اسلم کا قول ہے۔^② اور غدار وہ ہوتا ہے جو ہر دفعہ نقض عہد کرے اور ”ختر“ غداری کی انتہائی صورت کو کہتے ہیں اور ﴿كَفُورٍ﴾ ③⑤ اسے کہتے ہیں جو نعمتوں کا انکار کرے، ان کا شکر ادا نہ کرے بلکہ انہیں بھلا دے اور یاد نہ رکھے۔

تفسیر آیت: 33

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور قیامت سے خوف کھانے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو قیامت کے دن سے ڈراتے اور تقویٰ و خشیت کے اختیار کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ﴾ ”(کہ اس دن) نہ تو باپ اپنی اولاد کے کچھ کام آئے گا“ یعنی اگر باپ چاہے کہ اپنے آپ کو اپنی اولاد کے فدیے میں دے دے تو اس کی اس بات کو قبول نہیں کیا جائے گا اور اسی طرح اگر کوئی اولاد چاہے کہ وہ اپنے آپ کو اپنے باپ کے فدیے میں دے دے اور اس کے باپ کو جہنم سے نجات مل جائے تو اس سے اس فدیے کو بھی قبول نہیں کیا جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے مزید وعظ و نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَلَا تَغُرَّكُمْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا دَقَّةً﴾ ”پس دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے۔“ یعنی دنیا کی زندگی پر مطمئن ہو کر

① تفسیر الطبری: 102/21 و تفسیر ابن ابی حاتم: 3101/9. ② تفسیر الطبری: 103, 102/21.

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْضِ حَامِطٌ

بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے، اور وہی بارش نازل کرتا ہے اور وہی جانتا ہے جو (ماؤں کے) پیٹوں میں

وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ اَرْضٍ تَمُوتُ ط

ہے، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرنے گا، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا، بے شک

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ع

اللہ خوب جاننے والا، خوب باخبر ہے ﴿34﴾

تم آخرت سے غافل نہ ہو جاؤ، ﴿وَلَا يَغُرُّكُم بِاللّٰهِ الْغُرُورُ﴾ ﴿33﴾ ”اور نہ فریب دینے والا تمہیں اللہ کے بارے میں (کسی طرح کا) فریب دے۔“ ﴿وَلَا يَغُرُّكُم بِاللّٰهِ الْغُرُورُ﴾ ﴿33﴾ میں ﴿الْغُرُورُ﴾ ﴿33﴾ سے مراد شیطان ہے۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، ضحاک اور قتادہ کا قول ہے۔^①

شیطان انسان کو فریب دیتا، اس سے وعدے کرتا اور اسے ایسی اُمیدیں دلاتا ہے جن کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَعِدُهُمْ وَيَبْهِيهِمْ ط وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُورًا﴾ ﴿النساء: 120﴾ ”وہ ان کو وعدے دیتا ہے اور اُمیدیں دلاتا ہے اور جو کچھ شیطان انہیں وعدے دیتا ہے، وہ دھوکا ہی دھوکا ہے۔“

کوئی کسی کا پرسان حال نہیں ہوگا: وہب بن منبہ کا قول ہے کہ عزیر علیہ السلام نے کہا کہ میں نے جب اپنی قوم کی آزمائش کو دیکھا تو اس سے مجھے اس قدر شدید حزن اور غم لاحق ہوا کہ میری نیند اُڑ گئی تو میں نے اپنے رب تعالیٰ کے حضور گریہ و زاری کی، نماز پڑھی اور روزے رکھنے شروع کر دیے، اسی الحاح و زاری کے عالم میں میں رو رہا تھا کہ میرے پاس ایک فرشتہ آیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ مجھے یہ بتائیں کہ کیا صدیقین کی روحیں ظالموں کے لیے اور باپ اپنے بیٹوں کے لیے شفاعت کریں گے۔ فرشتے نے جواب دیا: قیامت کا دن فیصلوں کا دن ہوگا، وہ ایسی زبردست بادشاہت کا دن ہوگا جس میں کسی کے لیے کوئی رخصت نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی بات نہ کر سکے گا، اس دن اولاد کا باپ سے اور باپ کا اولاد سے مؤاخذہ نہیں ہوگا، نہ بھائی کے بارے میں بھائی سے اور آقا کے بارے میں غلام سے باز پرس ہوگی، کسی کے بارے میں کسی کو خیال نہیں ہوگا، کسی کو کسی کا غم نہ ہوگا، کوئی کسی پر حرم نہیں کھائے گا، ہر ایک اپنے بارے میں تھر تھر کانپ رہا ہوگا، کسی انسان کا کسی دوسرے انسان سے قطعی مؤاخذہ نہیں ہوگا، ہر شخص اپنے غم میں مبتلا ہوگا، ہر انسان اپنے انجام کے خوف سے رو رہا اور اپنے بوجھ کو اٹھائے ہوئے ہوگا، بوجھ اٹھانے میں کوئی اس کے ساتھ شامل نہ ہوگا۔

تفسیر آیت: 34

عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے: اس آیت کریمہ میں غیب کی ان کنجیوں کا ذکر ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ نے

① تفسیر الطبری: 104/21.

صرف اپنے ہی پاس رکھا ہے، اللہ تعالیٰ کے بتانے کے بغیر کسی کو ان کا علم نہیں ہو سکتا، مثلاً: قیامت کے وقت کا علم نہ کسی نبی مرسل کو اور نہ کسی ملک مقرب کو معلوم ہے۔ ﴿لَا يُجَلِّيهَا يُفَتِّهَهَا إِلَّا هُوَ﴾ (الأعراف: 187) ”وہی اسے اس کے وقت ہی پر ظاہر کرے گا۔“

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب نازل ہوگی لیکن جب اس کے بارے میں حکم دے دیا جاتا ہے تو ان فرشتوں کو معلوم ہو جاتا ہے جن کی بارش کے نظام کے بارے میں ڈیوٹی لگائی گئی ہے یا اسے معلوم ہو جاتا ہے اپنی مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ جسے بتانا چاہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ وہ حاملہ کے پیٹ میں کیا پیدا کرنا چاہتا ہے لیکن وہ اس کے زریعہ، بد بخت یا خوش بخت ہونے کے بارے میں حکم دے دیتا ہے تو ان فرشتوں کو علم ہو جاتا ہے جو اسی نظام کے ساتھ متعین ہیں یا اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہے معلوم کروادے۔ اسی طرح کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل اپنی دنیا یا آخرت میں کیا کام کرے گا، ﴿وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ﴾ ”اور کوئی تنفس نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں وہ مرے گا۔“ اپنے شہر میں مرے گا یا اللہ تعالیٰ کی زمین کے کسی دوسرے شہر میں اسے موت آئے گی، کسی کو بھی اس کا علم نہیں ہے۔ یہ آیت کریمہ اس آیت سے مشابہ ہے: ﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنَ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٌ فِي ظِلْمَةٍ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٌ وَلَا يَابِسٌ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ﴾ (الأنعام: 59:6) ”اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اسے جنگلوں اور دریاؤں کی سب چیزوں کا علم ہے اور کوئی پتا نہیں جھڑتا مگر وہ اس کو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی گیلی یا سوکھی چیز نہیں ہے مگر واضح کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے۔“ حدیث میں مذکورہ بالا پانچ چیزوں کو مفاتیح الغیب (غیب کی کنجیوں) کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

غیب کی کنجیاں: امام احمد رحمہ اللہ نے بریدہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ: ﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْتُمِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ﴾ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿٢٤﴾] ”پانچ چیزیں ایسی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا: ”یقیناً اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی جانتا ہے جو رجھوں (ماؤں کے پیٹوں) میں ہے (کہ زہے یا مادہ) اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا اور کوئی تنفس نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں وہ مرے گا، بے شک اللہ ہی بڑا جاننے والا، خوب خبردار ہے۔“ ﴿٢٤﴾ حدیث کی سند صحیح ہے مگر دیگر ائمہ نے اسے بیان نہیں کیا۔

حدیث ابن عمر رحمہما اللہ: امام احمد رحمہ اللہ نے ابن عمر رحمہما اللہ کی حدیث کو بھی بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللَّهُ: ﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ﴾

وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ عَذَابٌ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۖ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿٣٤﴾

”غیب کی کنجیاں پانچ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا: ”بے شک اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی جانتا ہے جو پٹوئوں میں ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی تنفس نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں وہ مرے گا، بے شک اللہ ہی بڑا جاننے والا، خوب خبردار ہے۔“^① اس حدیث کو امام مسلم نے تو نہیں، البتہ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کی کتاب الاستسقاء میں روایت کیا ہے۔^② اور انھوں نے کتاب التفسیر میں اسے ایک دوسرے طریق سے بیان کیا ہے اور وہ یہ کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا: [مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾] ”غیب کی کنجیاں پانچ ہیں: پھر آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ”بلاشبہ اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے۔“^③ اس حدیث کو بیان کرنے میں (کتب ستہ کے مصنفین میں سے) امام بخاری رحمہ اللہ اکیلے ہیں۔

حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ایمان کی تعریف: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ لوگوں کے سامنے (باہر بیٹھے ہوئے) تھے کہ ایک آدمی چلتا ہوا آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

[الْإِيمَانُ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَلِقَائِهِ، وَتُؤْمِنَ بِالْبُعْثِ الْآخِرِ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا الْإِسْلَامُ؟ قَالَ: الْإِسْلَامُ: أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا، وَتَقِيمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا الْإِحْسَانُ؟ قَالَ: الْإِحْسَانُ: أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَمَا تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ: مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، وَلَكِنْ سَأَحْذَرُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا: إِذَا وَلَدَتِ الْمَرْأَةُ مَرْءَهَا، فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا، وَإِذَا كَانَ الْحُفَاةُ الْعُرَاءُ رُؤَسَ النَّاسِ، فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا، فِي خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ: ﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ وَيُنْزِلُ الْغَيْثَ ۖ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ۖ فَقَالَ: رُدُّوهُ عَلَيَّ هَذَا جَبْرِيلُ جَاءَ لِيُعَلِّمَ النَّاسَ دِينَهُمْ]

”ایمان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور اس کی ملاقات پر ایمان لاؤ اور آخرت میں (دوبارہ جی) اٹھنے پر بھی ایمان لاؤ، اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور نماز قائم کرو، فرض زکاۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو، اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! احسان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح

① مسند أحمد: 24/2. ② صحیح البخاری، الاستسقاء، باب: لا یدری متى یجىء المطر.....، حدیث: 1039.

③ صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ (لقمن 31: 34)، حدیث: 4778.

عبادت کرو، گویا اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے دیکھ نہیں رہے تو وہ تمہیں ضرور دیکھ رہا ہے، اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا: جس سے یہ سوال پوچھا گیا ہے، اسے اس کے بارے میں سوال پوچھنے والے سے زیادہ علم نہیں ہے لیکن میں تم سے کچھ علامات قیامت ضرور بیان کر دیتا ہوں (مثلاً) جب لونڈی اپنی مالکہ کو جنم دینے لگے تو یہ قیامت کی علامات میں سے ہے، اور جب برہنہ پاؤں اور عریاں جسم والے، لوگوں کے سردار ہوں گے تو یہ بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ قیامت کا علم تو ان پانچ باتوں میں سے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا: ﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ط.....﴾ (الآیہ (پھر وہ شخص چلا گیا تو) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسے میرے پاس واپس بلاؤ، (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب اسے واپس بلانا چاہا تو دیکھا کہ وہاں کوئی شخص بھی نہیں ہے، آپ نے فرمایا: یہ جبریل علیہ السلام تھے اور اس لیے آئے تھے تاکہ لوگوں کو ان کا دین سکھائیں۔“^① اور اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الإیمان میں بھی روایت کیا ہے، نیز امام مسلم نے اسے کئی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔^② ہم نے اس حدیث کے بارے میں صحیح بخاری کی شرح کے آغاز میں گفتگو کی ہے اور وہاں اس سلسلے میں امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی وہ مفصل روایت بھی بیان کی ہے جسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔^③

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا تَذَرْنِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ط﴾ ”اور کوئی تنفس نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں وہ مرے گا۔“ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ کچھ ایسی اشیاء ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی پاس رکھا ہے اور کسی بھی ملک مقرب یا نبی مرسل کو ان کے بارے میں مطلع نہیں فرمایا، ﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ط﴾ ”یقیناً اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے۔“ کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کس سال کے کس مہینے میں آئے گی، رات کو آئے گی یا دن کو،^④ ﴿وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ط﴾ ”اور وہی مینہ برساتا ہے۔“ کسی کو علم نہیں کہ بارش کب آئے گی، رات کو آئے گی یا دن کو، ﴿وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ط﴾ ”اور وہی جانتا ہے جو رحموں میں ہے“ اس کے سوا حاملہ کے پیٹ کی چیزوں کو کوئی نہیں جانتا کہ وہ نہر ہے یا مادہ، سرخ ہے یا سیاہ یا وہ کیا ہے، ﴿وَمَا تَذَرْنِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ط﴾ ”اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا۔“ وہ نہیں جانتا کہ اچھا کام کرے گا یا برا۔ اے ابن آدم! تجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ تو کب مرے گا، شاید تو کل ہی مرجائے، شاید تجھے کل کوئی تکلیف پہنچے، تجھے ان باتوں کا قطعاً کوئی علم نہیں ہے، ﴿وَمَا تَذَرْنِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ط﴾ ”اور کوئی تنفس نہیں جانتا کہ وہ کس سرزمین میں مرے گا۔“ کوئی انسان نہیں جانتا کہ اسے کہاں موت آئے گی، زمین میں اس کی قبر کہاں بنے گی،

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ط﴾ (لقمن: 31-34)، حدیث: 4777. ②

صحیح البخاری، الإیمان، باب سؤال جبریل النبی ﷺ عن الإیمان والإسلام.....، حدیث: 50 صحیح مسلم،

الإیمان، باب بیان الإیمان والإسلام والإحسان.....، حدیث: 8. ③ صحیح مسلم، الإیمان، باب بیان الإیمان.....،

حدیث: 8. ④ البتہ حدیث میں جمعے کے دن قیامت واقع ہونے کا تذکرہ ملتا ہے، دیکھیے صحیح مسلم، الجمعة، باب فضل

یوم الجمعة، حدیث: (18)-854 عن أبی ہریرۃ ؓ.

بحر میں یا بر میں، کسی میدانی علاقے میں یا پہاڑی علاقے میں۔^①

انسان جائے وفات تک کیسے پہنچتا ہے؟ اور حدیث میں آیا ہے: [إِذَا أَرَادَ اللَّهُ قَبْضَ عَبْدٍ بِأَرْضٍ جَعَلَ لَهُ إِلَيْهَا حَاجَةً] ”اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کی سر زمین میں روح قبض کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس علاقے سے اس کی کوئی ضرورت و حاجت وابستہ کر دیتا ہے۔“^② اور حافظ ابوالقاسم طبرانی نے اپنی مجسم کبیر میں، مسند اسامہ بن زید میں بیان کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے: [مَا جَعَلَ اللَّهُ مِيتَةً عَبْدٍ بِأَرْضٍ (إِلَّا) جَعَلَ لَهُ بِهَا حَاجَةً] ”اللہ تعالیٰ جس زمین میں بھی اپنے کسی بندے کی موت کو مقرر کر دیتا ہے تو اس زمین میں اس کی کوئی حاجت و ضرورت متعین فرما دیتا ہے۔“^③

سورہ لقمان کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ.



① تفسیر الطبری: 105/21. ② المستدرک للحاکم، الإیمان: 42/1، حدیث: 127 وصحیح ابن حبان، التاريخ، ذکر الإخبار بأن الله جل وعلا.....: 19/14، حدیث: 6151. ③ المعجم الكبير للطبرانی: 344/20، حدیث: 808 جبکہ دونوں قوسوں والے الفاظ کے لیے دیکھیے المصنف لعبد الرزاق: 457/11، حدیث: 20996 ومسند أحمد: 227/5 عن مطر بن عکامس ؓ.

تفسیر سُورَةُ سَجْدَةٍ

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

الَمْ ① تَنْزِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ② أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ بَلْ

الَمْ ① اس میں کوئی شک نہیں کہ (اس) کتاب کا نزول رب العالمین کی طرف سے ہے ② کیا وہ کہتے ہیں کہ اس (نبی) نے اسے خود گھڑ لیا ہے، (نہیں)

هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَهُمْ مِنْ نَّذِيرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ③

بلکہ وہ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے، تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈرا سکیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، شاید کہ وہ ہدایت پائیں ③

سورہ سجدہ کی فضیلت: امام بخاری رحمہ اللہ نے الجامع الصحیح کی کتاب الجمعة میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ جمعہ کے دن نماز فجر میں الَمْ، تَنْزِيلُ السَّجْدَةِ اور هَلْ آتَى عَلَى الْإِنْسَانِ (الدھر 1:76) کی قراءت فرمایا کرتے تھے۔ ① اور امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ ② اور امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ الَمْ، تَنْزِيلُ السَّجْدَةِ اور تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ (الملک 1:67) پڑھے بغیر نہیں سویا کرتے تھے۔ اس حدیث کو صرف امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔ ③

تفسیر آیات: 3-1

قرآن کے کتاب اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں: حروف مقطعات کے بارے میں سورہ بقرہ کے آغاز میں بحث ہو چکی ہے لہذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔ ﴿تَنْزِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ ② ”اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کتاب کا نازل کیا جانا جہانوں کے پروردگار کی طرف سے ہے۔“ یعنی اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَهُمْ مِنْ نَّذِيرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ﴾ ③ ”کیا لوگ کہتے ہیں کہ

① صحیح البخاری، الجمعة، باب ما یقرأ فی صلاة الفجر یوم الجمعة، حدیث: 891. ② صحیح مسلم، الجمعة،

باب ما یقرأ فی یوم الجمعة، حدیث: 880. ③ مسند أحمد: 340/3.

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَىٰ

اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر مستوی ہوا، اس کے سوانہ تمھارا

الْعَرْشِ ط مَا لَكُمْ مِّنْ دُونِهِ مَن وَّلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ ط أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ④ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِّنْ

کوئی دوست ہے اور نہ کوئی سفارشی، کیا پھر تم نصیحت نہیں پکڑتے؟ ④ وہی آسمان سے زمین تک (سارے) معاملے کی تدبیر کرتا ہے، پھر

السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ⑤

ایک دن میں، جس کی مقدار تمھارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال ہے، وہ (معاملہ) اسی کی طرف چڑھتا ہے ⑤ وہ (مدبری) چھپے اور ظاہر

ذَلِكَ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ⑥

کا جاننے والا، نہایت غالب، خوب رحم کرنے والا ہے ⑥

پیغمبر نے اس کو از خود بتالیا ہے (نہیں) بلکہ وہ آپ کے پروردگار کی طرف سے برحق ہے تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ (سیدھی) راہ پر آجائیں۔ “یعنی حق کی اتباع کریں۔

تفسیر آیات: 4-6

اللہ تعالیٰ ہی خالق اور کائنات کا منتظم ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ تمام اشیاء کا خالق ہے۔ اس نے آسمانوں، زمینوں اور ان کے درمیان کی تمام اشیاء کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا، پھر وہ عرش پر قائم ہوا، اس کی تفسیر پہلے بیان کی جا چکی ہے۔ ④

”مَا لَكُمْ مِّنْ دُونِهِ مَن وَّلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ ط“ اس کے سوا تمھارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی سفارش کرنے والا۔“ بلکہ

تمام امور کا وہی مالک ہے، تمام اشیاء کا وہی خالق ہے، تمام اشیاء کا وہی منتظم ہے، تمام اشیاء پر وہی قادر ہے، اس کے سوا مخلوق کا کوئی کارساز نہیں اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش کرنے والا بھی نہیں۔ ”أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ④“ کیا پھر تم نصیحت

نہیں پکڑتے؟“ یعنی اس کے سوا غیروں کی پوجا کرنے والو اور اس کے سوا دوسروں پر بھروسہ کرنے والو! سن لو وہ ذات پاک اور منزہ ہے کہ اس کا کوئی نظیر یا شریک یا دوزیر یا ہمسریا عدیل ہو، اس کے سوا نہ کوئی معبود ہے اور نہ کوئی پروردگار۔

ارشاد باری ہے: ”يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ“ ”وہی آسمان سے زمین تک (کے) ہر کام

کا انتظام کرتا ہے، پھر وہ (کام کا معاملہ) اس کی طرف چڑھتا ہے۔“ یعنی اس کا امر آسمانوں کی بلندیوں سے، ساتویں زمین کی

انتہائی پستیوں تک نازل ہوتا ہے جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا ہے: ”اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ

وَمِثْلَهُنَّ ط يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْنَ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۖ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ

عِلْمًا ۝ (الطلاق 12:65) ”اللہ ہی تو ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور ویسی ہی زمینیں، ان میں (اللہ کے) حکم

اترتے رہتے ہیں تاکہ تم لوگ جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور یہ کہ اللہ اپنے علم سے یقیناً ہر چیز پر احاطہ کیے ہوئے

ہے۔“ اعمال آسمان دنیا سے اوپر اس کے دیوان تک پہنچائے جاتے ہیں، زمین سے لے کر آسمان دنیا تک کی مسافت پانچ سو

① دیکھیے الأعراف، آیت: 54 کے ذیل میں عنوان: ”کائنات کی چھ دن میں تخلیق“

الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ ۚ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ

جس نے ہر چیز کو اچھے طریقے سے پیدا کیا، اور اس نے تخلیق انسان کی ابتدا مٹی سے کی ۛ پھر اس کی نسل ایک حقیر پانی کے

سُلَّةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ۚ ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُّوحِهِ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ

جو ہر (نطفے) سے چلائی ۛ پھر اس (کے اعضاء) کو درست کیا اور اس میں اپنی روح پھوکی، اور اس نے تمہارے کان، آنکھیں اور دل

وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۖ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۙ

بنائے، تم کم ہی شکر کرتے ہو ۙ

سال کی ہے جبکہ آسمان کی اپنی موٹائی بھی پانچ سو سال کی ہے۔ مجاہد، قتادہ اور ضحاک کہتے ہیں کہ فرشتہ نزول کے وقت پانچ سو سال کی مسافت طے کرتا ہے اور چڑھنے کے وقت بھی پانچ سو سال کی مسافت طے کرتا ہے لیکن یہ طویل مسافت وہ چشم زدن میں طے کر لیتا ہے، ① اسی لیے فرمایا: ﴿فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ﴾ ⑤ ذَلِكُمْ عَلِيمٌ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۙ﴾ ”ایک دن میں جس کی مقدار تمہارے شمار کے مطابق ہزار برس ہوگی، یہی تو پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا، نہایت غالب، بڑا رحم والا (اللہ) ہے۔“ یعنی وہی ان تمام امور کا منتظم ہے، وہ اپنے بندوں کے اعمال سے آگاہ ہے، جلیل و حقیر اور صغیر و کبیر تمام اعمال اس کی طرف پہنچائے جاتے ہیں، وہ ذات پاک غالب ہے اور اس نے ہر چیز کو مغلوب و مقہور کر رکھا ہے، بندے اور گردنیں اس کے آگے جھکی ہوئی ہیں اور وہ اپنے مومن بندوں کے ساتھ بہت مہربان ہے۔ وہ اپنی رحمت میں غالب ہے اور اپنے غلبہ و عزت میں رحم فرمانے والا ہے اور یہی اس ذات پاک کا کمال ہے کہ وہ رحمت کے ساتھ غالب ہے اور عزت و غلبے کے ساتھ وہ رحیم ہے اور اس کی رحمت کسی کمزوری و ناتوانی کے سبب بھی نہیں۔

تفسیر آیات: 7-9

تخلیق انسان کے مراحل: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس کی ذات گرامی وہ ہے جس نے ہر چیز کو بے حد خوب صورت انداز میں پیدا فرمایا ہے اور ہر چیز کو نہایت مضبوط و مستحکم بنایا ہے۔ امام مالک نے زید بن اسلم سے ﴿الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ﴾ ”جس نے ہر چیز کو بہت اچھا بنایا جسے اس نے پیدا کیا“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس کا مطلب ہے: ”ہر چیز کی تخلیق کو بہت اچھا بنایا“، گویا انھوں نے اسے مقدم و موخر کے قبیل سے بنایا (﴿خَلَقَهُ﴾ کا مقام ﴿كُلِّ﴾ سے پہلے) ہے۔

آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ ۚ﴾ ”اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا۔“ یعنی اس نے ابوالبشر آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا۔ ﴿ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَّةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ۚ﴾ ”پھر اس کی نسل خلاصے سے (یعنی) حقیر پانی سے پیدا کی۔“

وَقَالُوا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لِنُفٰى خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۚ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كَفِرُوْنَ ۝۱۰

اور ان لوگوں (کافروں) نے کہا: کیا جب ہم زمین میں گم ہو جائیں گے تو کیا ضرور ہم نئی پیدائش میں (ظاہر) ہوں گے؟ (نہیں!) بلکہ وہ تو اپنے رب کی

قُلْ يَتَوَفَّكُم مَّلٰكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝۱۱

ملاقات ہی کے منکر ہیں ۱۰ کہہ دیجیے: تمہیں موت کا فرشتہ فوت کرتا ہے، جو تم پر مقرر کیا گیا ہے، پھر تم اپنے رب ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ۱۱

پھر انسانوں میں تو الد و تناسل کا سلسلہ اسی نطفے سے جاری ہے جو مرد کی پشت سے اور عورت کے سینے سے خارج ہوتا ہے۔
﴿ثُمَّ سَوَّاهُ﴾ ”پھر اس کو درست کیا۔“ یعنی اس نے جب آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا تو انھیں نہایت توازن اور اعتدال کے ساتھ بنایا۔ **﴿وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهِ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ﴾** ”اور اس میں اپنی (طرف سے) روح پھونکی اور تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔“ یعنی عقلیں پیدا فرمادیں۔ **﴿قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ﴾** ”مگر تم بہت کم شکر کرتے ہو۔“ ان قوتوں کی وجہ سے جن سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں سرفراز فرمایا ہے۔ وہ انتہائی سعادت مند اور خوش بخت انسان ہے جو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ان قوتوں کو اس کی طاعت و بندگی کے لیے استعمال کرے۔

تفسیر آیات: 10، 11

منکرین بعث کی تردید: اللہ تعالیٰ نے مرنے کے بعد زندہ ہونے کے منکر مشرکین کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ کہتے ہیں: **﴿ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ﴾** ”کیا جب ہم زمین میں ملیا میٹ ہو جائیں گے؟“ یعنی جب ہمارے جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور ہمارے جسموں کے ذرے خاک میں بکھر جائیں گے۔ **﴿ءَاِنَّا لِنُفٰى خَلْقٍ جَدِيْدٍ﴾** ”تو کیا بلاشبہ ہم از سر نو پیدا ہوں گے؟“ یعنی کیا اس حال کے بعد ہم دوبارہ پیدا ہوں گے؟ وہ اسے بہت بعید سمجھتے تھے، حالانکہ یہ بات ان کی عاجزی و ناتوانی کے حوالے سے تو بعید ہو سکتی ہے مگر اس ذات پاک کے لیے کچھ بعید نہیں جس نے انھیں پیدا کیا اور عدم سے وجود بخشا اور جس کی شان یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے، اسی لیے فرمایا: **﴿بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كَفِرُوْنَ﴾** ۱۰ ”حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے پروردگار کے سامنے جانے ہی کے قائل نہیں۔“ پھر فرمایا: **﴿قُلْ يَتَوَفَّكُم مَّلٰكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ﴾** ۱۱ ”کہہ دیں کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہیں فوت کر لیتا ہے۔“ اس آیت کریمہ سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ملک الموت ایک معین فرشتہ ہے جیسا کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے جسے سورہ ابراہیم کی تفسیر میں بیان کیا جا چکا ہے۔ ۱ بعض آثار میں اس معین فرشتے کا نام عزرائیل بیان کیا گیا ہے اور مشہور بات بھی یہی ہے کہ اس فرشتے کا نام عزرائیل ہے۔ ۲ امام قتادہ اور دیگر کئی

① دیکھیے ابراہیم، آیت: 27 کے ذیل میں، عنوان: ”مومن کی دنیا و آخرت میں قول ثابت کے ساتھ مضبوطی“ ② کتاب العظمت

للأصفهانی، صفة ملك الموت..... 909,908/3، حدیث: 443 والدياج علی صحيح مسلم، الفضائل، باب من فضائل موسى ﷺ، تحت الحديث: (157) 2372 لیکن مرفوع صحیح حدیثوں میں اس فرشتے کو ملک الموت ہی کہا گیا ہے جبکہ عزرائیل کسی صحیح حدیث میں نہیں آیا۔

وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمَجْرُمُونَ نَاكِسُوا رُءُوسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا

اور کاش! آپ دیکھیں جب مجرم اپنے رب کے حضور سر جھکائے (پیش) ہوں گے، (دیکھیں گے): اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سنا

فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ ﴿١٢﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدًى وَلَكِنْ حَقَّ

لنا، لہذا ہمیں واپس بھیج کہ ہم نیک عمل کریں، بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں ﴿١٢﴾ اور اگر ہم چاہتے تو ہم ہر شخص کو اس کی ہدایت دے دیتے، اور

الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١٣﴾ فَذُوقُوا بِمَا نَسِيتُمْ

لیکن میری طرف سے بات ثابت ہوگئی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں، سب سے ضرور بھروں گا ﴿١٣﴾ پس تم (عذاب) چکھو اس لیے کہ تم نے اپنے

لِقَاءِ يَوْمِكُمْ هَٰذَا إِنَّا نَسِينَكُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٤﴾

اس دن کی ملاقات بھلائے رکھی، بے شک (آج) ہم نے بھی تمہیں بھلا دیا، اور جو (برے) عمل تم کرتے تھے، ان کی وجہ سے تم ہمیشہ کا عذاب چکھو ﴿١٤﴾

ائمہ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔ اس فرشتے کے بہت سے معاون فرشتے بھی ہیں۔ ﴿١﴾ حدیث میں بھی اسی طرح آیا ہے کہ ملک الموت کے معاونین سارے جسم سے روحوں کو کھینچ لیتے ہیں حتیٰ کہ روح جب گلے میں آ جاتی ہے تو ملک الموت اسے پکڑ لیتا ہے۔ ﴿٢﴾ امام مجاہد کہتے ہیں کہ ملک الموت کے لیے زمین کو اس طرح سمیٹا گیا ہے جیسے وہ ایک تھال ہو اور وہ جب چاہے اس میں سے روح کو قبض کر لیتا ہے۔ ﴿٣﴾ **ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ﴿١١﴾** ”پھر تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“ یعنی قیامت کے دن جب تمہیں قبروں سے اٹھایا جائے گا تاکہ تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دیا جائے۔

تفسیر آیات: 12-14

روز قیامت مشرکین کا برا حال: اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن مشرکین کے حال و قال کو بیان فرمایا ہے کہ جب وہ دوبارہ زندہ کیے جانے کو دیکھیں گے اور اللہ عزوجل کے سامنے حقیر و فقیر، ذلیل و رسوا اور خجالت و شرمندگی کی وجہ سے سر جھکا کر کھڑے ہوں گے تو کہیں گے: **رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا** ”اے ہمارے پروردگار! ہم نے دیکھ لیا اور سنا لیا۔“ یعنی ہم اب آپ کی بات سنیں گے اور آپ کے حکم کی اطاعت کریں گے۔ جیسا کہ فرمایا: **أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصُرْ يَوْمَ يَأْتُونَنَا** (مریم 38:19) ”وہ جس دن ہمارے سامنے آئیں گے کیسے سننے والے اور کیسے دیکھنے والے ہوں گے!“ اسی طرح جب وہ جہنم رسید ہوں گے تو اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے کہیں گے: **لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ** ○ (الملك 10:67) ”(اور کہیں گے) اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو دوزخیوں میں نہ ہوتے۔“ اسی طرح یہ لوگ بھی کہیں گے: **رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا** ”اے ہمارے پروردگار! ہم نے دیکھ لیا اور سنا لیا، پس تو ہم کو (دنیا میں) واپس بھیج دے۔“ یعنی دنیا میں۔ **نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ ﴿١٢﴾** ”(تاکہ) ہم نیک عمل کریں، بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں۔“

یعنی ہم نے دیکھ لیا اور ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ تیرا وعدہ سچا ہے، تیری ملاقات برحق ہے اور رب تعالیٰ کو تو معلوم ہوگا کہ اگر

① تفسیر الطبری: 118، 117/21. ② حسب ذیل حوالے میں اس کا کچھ اشارہ ملتا ہے المصنف لعبد الرزاق: 581/3،

حدیث: 6737. ③ کتاب العظمة للأصفهانی: 893/3، حدیث: 433 و تفسیر الطبری: 118/21.

اِنَّكَ يَوْمُنْ بِاٰيَاتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحُمدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ

ہماری آیتوں پر تو صرف وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب انہیں ان کے ساتھ تسبیح کی جاتی ہے تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں، اور وہ اپنے رب کی

لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝۱۵ تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا ۝۱۶

حمد کے ساتھ پاکیزگی بیان کرتے ہیں، اور وہ تکبر نہیں کرتے ۱۵ ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں (اور) وہ اپنے رب کو خوف اور امید سے

وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُوْنَ ۝۱۶ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍۭ جَزَاءً

پکارتے ہیں، اور جو ہم نے انہیں رزق دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں ۱۶ پھر کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے اعمال کے بدلے میں ان کے لیے

بِمَا كَانُوا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۷

آنکھوں کی ٹھنڈک کی کون کون سی چیزیں پوشیدہ رکھی گئی ہیں ۱۷

وہ انہیں دوبارہ دنیا میں لوٹا بھی دے تو وہ اسی طرح کافر ہوں گے جیسے پہلے کافر تھے، اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب اور اس کے

پیغمبروں کی مخالفت کریں گے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكُوْنُوْا تَزٰی اِذْ وَقَفُوْا عَلٰی النَّارِ فَقَالُوْا لَیْسَتْ نَارُکُمْ وَا لَا

تُکَذِّبُ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا وَتُکُوْنُوْنَ مِنَ الْمُوْمِنِيْنَ ۝ (الأنعام: 27:6) ”اور اگر آپ (ان کو اس وقت) دیکھیں جب یہ آتش (دوزخ

کے کنارے) پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے کہ اے کاش! ہم پھر (دنیا میں) لوٹا دیے جائیں اور اپنے پروردگار کی آیتوں

کی تکذیب نہ کریں اور مومنوں میں سے ہو جائیں۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هٰدًیًا ۝۱۸﴾ ”اور اگر

ہم چاہتے تو ہر شخص کو اس کی ہدایت دے دیتے۔“ جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّکَ لَآمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ کُلُّهُمْ

جَبِيْعًا ۝ (یونس: 99:10) ”اور اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کے سب ایمان لے آتے۔“

﴿وَلٰکِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَآ اَمْلَکَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝۱۹﴾ ”اور لیکن میری طرف سے یہ بات قرار

پا چکی ہے کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سب سے ضرور بھروں گا۔“ یعنی جنوں اور انسانوں کی دونوں جماعتوں سے کچھ

لوگ جہنم رسید ہوں گے اور جہنم میں جانے سے کوئی انہیں بچا نہ سکے گا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس کی صفات کاملہ کے واسطے سے جہنم

سے پناہ چاہتے ہیں۔ ﴿فَذُوْقُوْا بِمَا کَسَبْتُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ هٰذَا ۝۲۰﴾ ”سو (اب آگ کے مزے) چکھو، اس لیے کہ تم نے اپنے اس

دن کی ملاقات کو بھلا رکھا تھا۔“ یعنی دوزخیوں کو سوزن اور ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر کہا جائے گا کہ اس عذاب کا مزہ چکھو کیونکہ تم

اس دن کی تکذیب کرتے تھے، اس کے وقوع پذیر ہونے کو بعید سمجھتے تھے اور تم نے اس دن کو بھلا رکھا تھا۔ ﴿اِنَّا لَا نَسِیْنٰکُمْ ۝۲۱﴾

”بے شک (آج) ہم نے تمہیں بھلا دیا ہے۔“ یعنی تم سے اس طرح معاملہ کریں گے جیسے کسی بھول جانے والے کا معاملہ ہوتا

ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی تو بھولنے سے پاک ہے، کوئی چیز اس سے مخفی نہیں رہ سکتی، لہذا یہ مقابلہ کے قبیل سے ہے جیسا

کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿الْیَوْمَ نَنْسِیْکُمْ کَمَا نَسِیْتُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ هٰذَا ۝ (الحاثیہ: 34:45) ”جس طرح تم نے اپنے

اس دن کی ملاقات کو بھلا رکھا تھا، اسی طرح آج ہم تمہیں بھلا دیں گے۔“

﴿وَذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ (14) ”اور جو کام تم کرتے تھے اس کی وجہ سے ہمیشہ کے عذاب (کے مزے) چکھتے رہو۔“ یعنی اپنے کفر و تکذیب کے سبب اب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کے عذاب کے مزے چکھو، جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر بھی فرمایا ہے: ﴿لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا إِلَّا حَبِيبًا وَعَسَاقًا جِرَاءً ۚ وَفَاقًا ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ۚ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَابًا ۚ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ۚ فَذُوقُوا فَلَٰكُنْ تَزِيدَ كُمْ إِلَّا عَذَابًا ۝﴾ (النبا: 24-30) ”وہاں نہ ٹھنڈک (کامزہ) چکھیں گے نہ کوئی مشروب مگر گرم پانی اور بہتی پیپ (یہ بدلہ ہے پورا پورا، یہ لوگ حساب (آخرت) کی امید ہی نہیں رکھتے تھے اور ہماری آیتوں کو ہر طرح جھٹلاتے رہتے تھے اور ہم نے ہر چیز کو لکھ کر ضبط کر رکھا ہے، پس (اب مزہ) چکھو، سو ہم تم پر عذاب ہی بڑھاتے جائیں گے۔“

تفسیر آیات: 15-17

اہل ایمان کا حال اور ان کی جزا: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے: ﴿إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا﴾ ”ہماری آیتوں پر تو بس وہی لوگ ایمان لاتے ہیں۔“ یعنی ان کی تصدیق کرتے ہیں۔ ﴿الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا﴾ ”جب ان کو ان آیات سے نصیحت کی جاتی ہے تو سجدے میں گر پڑتے ہیں۔“ یعنی انھیں سنتے اور قوی عملی طور پر ان کی اطاعت کرتے ہیں۔ ﴿وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ﴾ (15) ”اور اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور غور نہیں کرتے۔“ یعنی آیات کی اتباع و اطاعت سے تکبر نہیں کرتے جیسا کہ جاہل، کافر اور فاجر لوگ کرتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَٰخِرِينَ﴾ (المومن: 40:60) ”جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔“ پھر فرمایا: ﴿تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾ ”ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں۔“ یعنی وہ رات کو نیند ترک کر کے قیام کرتے ہیں۔ امام مجاہد اور حسن بصری رحمہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد رات کا قیام ہے۔ (1) امام ضحاک فرماتے ہیں کہ اس سے نماز عشا اور نماز فجر باجماعت ادا کرنا مراد ہے۔ ﴿يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا﴾ ”وہ اپنے پروردگار کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے اور اجر و ثواب کی امید سے۔ ﴿وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ﴾ (16) ”اور جو مال ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔“ یعنی وہ اپنے تک محدود اور دوسروں سے متعلق ہر طرح کے اعمال صالحہ بجالاتے ہیں، ان کا کباز و پاک نہاد لوگوں میں سب سے مقدم دنیا و آخرت میں ان کے سید اور قابل فخر حضرت محمد ﷺ ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، راستے میں چلتے چلتے ایک دن میں آپ کے بہت قریب ہو گیا، میں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! مجھے ایک ایسا عمل بتا دیں جو جنت میں داخل کر دے اور جہنم سے دور کر دے، آپ نے فرمایا:

[لَقَدْ سَأَلْتُ عَنْ عَظِيمٍ، وَإِنَّهُ لَكَيْسِيرٌ عَلَىٰ مَنْ يَسِّرُهُ اللَّهُ عَلَيْهِ، تَعْبُدُ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ

الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ، وَتَحُجُّ الْبَيْتَ، ثُمَّ قَالَ: أَلَا أَدُلُّكَ عَلَىٰ أَبْوَابِ الْخَيْرِ؟ الصَّوْمُ جُنَّةٌ، وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ، وَصَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾ حَتَّىٰ بَلَغَ ﴿جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ ① ثُمَّ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكَ بِرَأْسِ الْأَمْرِ، وَعَمُودِهِ، وَذِرْوَةِ سَنَامِهِ؟ فَقُلْتُ: بَلَى، يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ، وَعَمُودُهُ الصَّلَاةُ، وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ، ثُمَّ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكَ بِمَلَاكٍ ذَلِكُ كُلُّهُ؟ فَقُلْتُ لَهُ: بَلَى، يَا نَبِيَّ اللَّهِ! فَأَخَذَ بِلِسَانِهِ، فَقَالَ: كُفَّ عَلَيْكَ هَذَا، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَإِنَّا لُمُؤَاخِذُونَ بِمَا نَنكَلُكُمْ بِهِ؟ فَقَالَ: تُكَلِّتُكَ أُمَّكَ يَامُعَاذُ! وَهَلْ يَكُفُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وَجْهِهِمْ. أَوْ قَالَ: عَلَىٰ مَنْ أَخْرَجَهُمْ. إِلَّا حَصَائِدُ السِّنَنِ ②]

”تم نے ایک بہت بڑی بات پوچھی ہے لیکن اس کے لیے بہت آسان ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ اسے آسان بنا دے اور وہ یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ بناؤ اور نماز قائم کرو اور زکاة ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو، پھر آپ نے فرمایا: کیا میں تجھے نیکی کے دروازوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ روزہ ڈھال ہے، صدقہ گناہ کو مٹا دیتا ہے اور رات کو آدمی کا نماز ادا کرنا، پھر آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا ۚ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ﴾ ③ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ④ ”ان کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں، وہ اپنے پروردگار کو خوف اور امید کرتے ہوئے پکارتے ہیں اور جو ہم نے انھیں رزق دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں، پس کوئی نفس اسے نہیں جانتا جو (بطور) ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے یہ ان اعمال کا صلہ ہے جو وہ کرتے تھے“ پھر فرمایا: کیا میں تجھے اصل معاملہ، اس کے ستونوں اور اس کے کوہان کی بلندی کے بارے میں نہ بتاؤں؟

میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ضرور ارشاد فرمائیں، آپ نے فرمایا: اصل معاملہ تو اسلام ہے، اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی بلندی جہاد فی سبیل اللہ ہے، پھر فرمایا: کیا میں تجھے ان سب کے قوام و بنیاد کے بارے میں نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ضرور ارشاد فرمائیں، آپ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ لیا، پھر فرمایا: اپنی اس زبان کو قابو میں رکھ، میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم جو گفتگو کرتے ہیں کیا اس پر بھی ہمارا مؤاخذہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: معاذ! تیری ماں تجھے گم پائے، یہ زبانوں کی لغو اور لائینی باتیں ہی تو ہوں گی جو لوگوں کو اوندھے منہ جہنم میں گرا دیں گی۔“ ⑤ اسے امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے بھی اپنی سنن میں بیان کیا اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ ⑥

① مسند أحمد: 231/5. ② جامع الترمذی، الإیمان، باب ماجاء فی حرمة الصلاة، حدیث: 2616 والسنن الکبریٰ

للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالیٰ: ﴿تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾: 428/6، حدیث: 11394 و سنن ابن ماجہ،

الفتن، باب کف اللسان فی الفتنة، حدیث: 3973.

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ ① ”پس کوئی تنفس اسے نہیں جانتا جو ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے، یہ ان اعمال کا صلہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔“ یعنی کوئی شخص ان چیزوں کی عظمت کو نہیں جانتا جو بہشتوں میں ان کے لیے ابدی و سرمدی نعمتوں کی صورت میں چھپا کر رکھی گئی ہیں اور ان زبردست لذتوں کی شکل میں جن سے کوئی مطلع نہیں ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس طرح ان لوگوں نے نیک اعمال چھپ چھپ کر کیے تھے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے لیے ایسی نعمتوں کو چھپا رکھا ہے جنہیں کسی آنکھ نے دیکھا نہیں اور کسی انسان کے دل میں ان کا تصور تک نہیں آیا۔ ②

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ﴾ کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ] ”اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے (ایسی ایسی) نعمتیں تیار کی ہیں جنہیں کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کسی کان نے سنا نہیں اور کسی انسان کے دل میں ان کا تصور تک نہیں آیا۔“ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو یہ آیت کریمہ پڑھ لو: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ﴾ ”پس کوئی تنفس اسے نہیں جانتا جو ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے۔“ ③ اسے امام مسلم و ترمذی نے بھی روایت کیا اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔ ④

اور بخاری کی ایک روایت میں ہے: [وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ دُخْرًا مِّنْ بَلَدٍ مَا أُطْلِعْتُمْ عَلَيْهِ] ”اور جو تمہیں معلوم کروایا گیا ہے اس کے علاوہ ذخیرہ (نعت) کے متعلق کسی دل میں تصور تک نہیں آیا۔“ ⑤ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يَنْعَمُ لَا يَبْئَسُ، لَا تَبْلَى ثِيَابُهُ وَلَا يَفْنَى شَبَابُهُ، فِي الْجَنَّةِ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ] ”جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ ناز و نعم میں ہوگا اور کبھی بد حال نہ ہوگا، اس کے کپڑے کبھی بوسیدہ نہ ہوں گے، اس کا شباب کبھی ختم نہ ہوگا، جنت میں ایسی ایسی نعمتیں ہوں گی جنہیں کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا ہوگا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال آیا ہوگا۔“ ⑥ اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

① تفسیر ابن ابی حاتم: 3107/9. ② صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ﴾ (السجدة 17:32)، حدیث: 4779. ③ صحیح مسلم، الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب صفة الجنة، حدیث: 2824 و جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة السجدة، حدیث: 3197. ④ صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ﴾ (السجدة 17:32)، حدیث: 4780 و صحیح مسلم، الجنة وصفة.....، باب صفة الجنة، حدیث: 2824. ⑤ صحیح مسلم، الجنة وصفة نعيمها.....، باب فی دوام نعيم أهل الجنة.....، حدیث: 2836 و مسند أحمد: 370/2 و اللفظ له.

اَفَسَن كَانَ مُؤْمِنًا كَمَن كَانَ فَاسِقًا ۚ لَا يَسْتَوْنَ ﴿١٨﴾ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

کیا پھر مومن ایسے ہو سکتا ہے جیسے فاسق، وہ (کبھی) برابر نہیں ہو سکتے ﴿١٨﴾ لیکن جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، تو ان کے

فَلَهُمْ جَنَّاتُ الْبَآوٰی زُفْرًا ۙ لَا يَدْخُلُوْنَ فِيْهَا وَلَا يَخْرُجُوْنَ ﴿١٩﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَبِأُولَٰئِكَ اَشَدُّ

لیے رہنے کے باغات ہیں، ان اعمال کے بدلے میں مہمانی ہے جو وہ کیا کرتے تھے ﴿١٩﴾ اور لیکن جن لوگوں نے نافرمانی کی تو ان کا ٹھکانا

كُلَّمَا اَرَادُوْا اَنْ يَخْرُجُوْا مِنْهَا اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ

آگ ہے، جب بھی وہ ارادہ کریں گے کہ وہ اس سے نکلیں تو انھیں اسی میں لوٹا دیا جائے گا، اور ان سے کہا جائے گا کہ اس آگ کا عذاب

بِهٖ تَكْذِبُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَلَنْذِيْقَتَهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ

چکھو جسے تم جھٹلاتے تھے ﴿٢٠﴾ اور ہم (آخرت کے) بڑے عذاب سے پہلے انھیں (دنیا کا) چھوٹا عذاب ضرور چکھائیں گے شاید وہ (ہماری

يَرْجِعُوْنَ ﴿٢١﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ۚ اِنَّا مِّنْ

طرف) رجوع کریں ﴿٢١﴾ اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جسے اس کے رب کی آیات کے ساتھ نصیحت کی گئی، پھر اس نے ان سے

الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿٢٢﴾

اعراض کیا، یقیناً ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں ﴿٢٢﴾

تفسیر آیات: 22-18

مومن اور فاسق برابر نہیں ہو سکتے: اللہ تعالیٰ نے اپنے عدل و کرم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ روز قیامت فیصلہ

فرماتے ہوئے اس شخص کو جو اس کی آیات پر ایمان رکھتا اور اس کے رسولوں کی اتباع کرتا تھا، اس کے برابر قرار نہیں دے گا جو

فاسق، یعنی اپنے رب کی اطاعت سے خارج اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو جھٹلاتا تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَمْ حَسِبَ

الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۚ سَوَآءٌ مَّجِيْآهُمْ وَمِمَّا كَانُوْا ۚ سَاءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝﴾ (الحجۃ: 21:45)

”جو لوگ برے کام کرتے ہیں کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا

کردیں گے جو ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے اور ان کی زندگی اور موت یکساں ہوگی؟ یہ جو فیصلے کرتے ہیں برے

ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ۝﴾ (ص

28:38) ”جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کیا انھیں ہم ان کی طرح کر دیں گے جو ملک میں فساد کرتے ہیں یا

پرہیز گاروں کو بدکاروں کی طرح کر دیں گے؟“

اور فرمایا: ﴿لَا يَسْتَوِيْ اَصْحَبُ النَّارِ وَاَصْحَبُ الْجَنَّةِ ۚ اَصْحَبُ الْجَنَّةِ هُمْ الْفَآئِزُوْنَ ۝﴾ (الحشر: 20:59) ”اہل

دوزخ اور اہل بہشت برابر نہیں، اہل بہشت ہی تو کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔“ اور اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿اَفَسَن كَانَ

مُؤْمِنًا كَمَن كَانَ فَاسِقًا ۚ لَا يَسْتَوْنَ ﴿١٨﴾“ سو بھلا جو مومن ہو وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو نافرمان ہو؟ وہ برابر نہیں

ہو سکتے۔“ یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ عطاء بن یسار اور سدی وغیرہ سے روایت

ہے کہ یہ آیت حضرت علی بن ابوطالب اور عقبہ بن ابوعبیط کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔^(۱) اسی لیے ان دونوں کے بارے میں الگ الگ فیصلہ فرمایا: ﴿اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ”لیکن جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔“ یعنی ان کے دلوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تصدیق کی، پھر ان کے تقاضوں کے مطابق انھوں نے عمل بھی کیے۔ ﴿فَلَهُمْ جَنَّٰتُ الْبَآوٰی﴾ ”تو ان (کے رہنے) کے لیے باغ ہیں۔“ ان میں ان کی رہائش گاہیں، محلات اور بلند و بالا کمرے ہیں، یعنی ضیافت و کرامت ﴿ہَا کَاٰنُوْا يَعْبُدُوْنَ﴾^(۱۹) ”ان کے کاموں کی جزا ہے جو وہ کرتے ہیں۔“

﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ”اور لیکن جنھوں نے نافرمانی کی۔“ یعنی جنھوں نے اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت ترک کر دی تو ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، جب چاہیں گے کہ اس میں سے نکل جائیں تو اسی میں لوٹا دیے جائیں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿كُلَّمَا اَرَادُوْا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۚ وَذُقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝۲۰﴾ (الحج 22:22) ”جب وہ چاہیں گے کہ اس رنج (و تکلیف کی وجہ سے دوزخ) سے نکل جائیں تو پھر اسی میں لوٹا دیے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ جلنے کے عذاب (کے مزے) کو چکھتے رہو۔“ فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ہاتھ بندھے ہوں گے، پاؤں میں بیڑیاں ہوں گی، اوپر جہنم کی آگ کے شعلے ہوں گے، فرشتے انھیں ہتھوڑے مار رہے ہوں گے۔ ﴿وَقِيْلَ لَهُمْ ذُقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِہِ تَكْتُبُوْنَ﴾^(۲۰) ”اور ان سے کہا جائے گا کہ جس آتش (دوزخ) کے عذاب کو تم جھوٹ سمجھتے تھے (اسے) چکھو۔“ یعنی زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر یہ کہا جائے گا۔ اور فرمایا: ﴿وَلَنَذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰی دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ﴾ ”اور ہم ان کو ضرور قیامت کے بڑے عذاب سے پہلے چھوٹے عذاب (کا بھی مزہ) چکھائیں گے۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عذاب دنیا سے مراد دنیا کے مصائب، بیماریاں، آفتیں اور وہ آزمائشیں مراد ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مبتلا کرتا رہتا ہے تاکہ وہ اس کے حضور توبہ کر لیں۔^(۱) ابی بن کعب، ابو العالیہ، حسن، ابراہیم نخعی، ضحاک، علقمہ، عطیہ، مجاہد، قتادہ، عبدالمکریم بخاری اور حنفیہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔^(۴)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيٰتِ رَبِّہِ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ۚ﴾ ”اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جس کو اس کے پروردگار کی آیتوں سے نصیحت کی جائے، پھر وہ اس سے اعراض کرے!“ یعنی اس سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات کے ساتھ نصیحت کی ہو اور انھیں اس کے سامنے واضح طور پر بیان فرما دیا ہو لیکن اس نے انھیں ترک کر دیا، ان کا انکار کر دیا، اس سے اعراض کیا اور انھیں بھلا دیا ہو، گویا وہ انھیں جانتا ہی نہ ہو۔ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اعراض نہ کرو کیونکہ جو اس کے ذکر سے اعراض کرتا ہے وہ بہت زیادہ دھوکے میں مبتلا ہو جاتا ہے، شدید محتاجی کو اختیار کر لیتا ہے اور بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے والوں کو

(۱) تفسیر الطبری: 129/21. (۲) تفسیر ابن ابی حاتم: 2482/8. (۳) تفسیر الطبری: 130/21. (۴) تفسیر الطبری:

وَلَقَدْ اَتَيْنَا مُوسٰى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْ

اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، پس (اے نبی!) آپ اس کی ملاقات کے متعلق شک میں نہ رہیں، اور ہم نے اس (تورات) کو بنی اسرائیل

اِسْرَآءِیْلَ ۚ ﴿٢٣﴾ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اِیْمَةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰیٰتِنَا

کے لیے ہدایت بنایا ۲۳ اور جب انھوں نے صبر کیا تو ہم نے ان میں کچھ ایسے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے اور وہ ہماری

یُوقِنُوْنَ ۚ ﴿٢٤﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ یَفْصِلُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیَمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ۚ ﴿٢٥﴾

آیات پر یقین رکھتے تھے ۲۴ بلاشبہ آپ کا رب ہی روز قیامت ان کے مابین اس کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے ۲۵

سرزنش کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُتَقَبِّحُوْنَ﴾ ۲۵ ”یقیناً ہم مجرموں سے ضرور بدلہ لینے والے ہیں۔“
یعنی جو لوگ ایسا کریں گے ہم ان سے شدید انتقام لیں گے۔

تفسیر آیات: 23-25

موسیٰ کی کتاب اور بنی اسرائیل کی امامت: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے اپنے بندے اور رسول موسیٰ علیہ السلام کو کتاب،
یعنی تورات عطا فرمائی تھی۔ ﴿فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ﴾ ”تو تم ان کے ملنے سے شک میں نہ ہونا۔“ امام قتادہ

فرماتے ہیں کہ اس سے مراد شب معراج کی ملاقات ہے۔ پھر انھوں نے ابوالعالیہ ریاحی سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے

کہا کہ مجھ سے تمہارے نبی کے برادر عم زاد، یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [رَأَيْتُ لَیْلَةَ

اُسْرٰی بٰی مُوسٰی رَجُلًا اَدَمَ طَوَالًا جَعَدًا كَاَنَّهُ مِنْ رِّجَالِ شَنْوَةَ، وَرَأَيْتُ عِیْسٰی رَجُلًا مَّرْبُوعًا مَّرْبُوعَ

الْحَلْقِ اِلٰی الْحُمْرَةِ وَالْبِیَاضِ سَبَطَ الرَّاسِ، وَرَأَيْتُ مَالِكًا حَازِلَ النَّارِ وَالْذِّجَالِ فِیْ اٰیٰتِ اَرَاهُنَّ اللّٰهُ اِیَّاهُ

﴿فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ﴾] ”معراج کی رات میں نے موسیٰ علیہ السلام کو بھی دیکھا وہ گندمی رنگ، طویل القامت اور

گھٹنگریالے بالوں والے شخص تھے، گویا ان کا تعلق شنوہ کے لوگوں سے ہے اور میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، وہ میانے قد، سرخ

وسفید رنگت اور لمبے بالوں والے تھے اور میں نے جہنم کے داروغے اور دجال کو بھی دیکھا۔“ اسی طرح آپ نے اور بھی بہت سی

نشانیوں کا ذکر فرمایا جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے دکھائی تھیں۔ ﴿فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ﴾ ”تو ان کے ملنے سے شک

میں نہ ہونا۔“ ۲۴ بے شک آپ نے موسیٰ کو دیکھا اور معراج کی رات آپ نے موسیٰ سے ملاقات کی تھی۔ ۲۳

اور فرمایا: ﴿وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْ

اِسْرَآءِیْلَ ۚ﴾ ”بنی اسرائیل کے لیے ذریعہ ہدایت۔“ جیسا کہ اللہ نے سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَآتَيْنَا

مُوسٰى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْ اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَكِیْلًا ط﴾ (بنی اسرائیل 2: 17) ”اور ہم نے

موسیٰ کو کتاب عنایت کی تھی اور اس کو بنی اسرائیل کے لیے رہنما مقرر کیا تھا یہ کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ ٹھہرانا۔“

① تفسیر الطبری: 135/21. ② صحیح البخاری، بدء الخلق، باب: إذا قال أحدكم: آمین والملائكة.....، حدیث:

3239 و صحیح مسلم، الإیمان، باب الإسرائاء برسول اللہ ﷺ، حدیث: 165. ③ تفسیر الطبری: 135/21.

اَوْ لَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُونِ يَيسُّوْنَ فِي مَسْكِنِهِمْ ط

کیا ان پر واضح نہیں ہوا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی امتیں ہلاک کر دیں جن کے گھروں میں (اب) وہ چلتے پھرتے ہیں۔ بے شک اس میں عظیم

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ ط اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ﴿٢٦﴾ اَوْ لَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَاءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرْزِ

نشانیاں ہیں، کیا پھر وہ سنتے نہیں ﴿٢٦﴾ کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ بے شک ہم پانی کو غمر زمین کی طرف بہا لے جاتے ہیں، پھر ہم اس کے ذریعے سے

فَنُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا تَأْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ط اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ﴿٢٧﴾

کھیتی نکالتے ہیں، اس سے ان کے چوپائے اور وہ خود بھی کھاتے ہیں، کیا پھر وہ دیکھتے نہیں ﴿٢٧﴾

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اٰیٰتًا يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ط وَكَانُوْا بِاٰیٰتِنَا يَوْفُوْنَ﴾ ﴿٢٤﴾

”اور ان میں سے ہم نے پیشوا بنائے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے جب انھوں نے صبر کیا اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔“ یعنی جب وہ صبر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے، اس کے حرام کردہ امور سے اجتناب کرتے، اس کے رسولوں کی تصدیق کرتے اور پیغمبر جس دین و شریعت کو لائے تھے اس کی اتباع کرتے رہے تو ان میں سے پیشوا بھی بنادیے گئے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حق کی ہدایت کرتے، خیر و بھلائی کی دعوت دیتے، نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے تھے، پھر جب انھوں نے دین میں تبدیلی کر دی، اس میں تحریف کر دی اور اس میں تاویل شروع کر دی تو ان سے یہ مقام سلب ہو گیا، ان کے دل سخت ہو گیا اور وہ کلمات کو اپنی جگہ سے بدلنے لگے۔ پس نہ ان کا عمل صالح رہا اور نہ عقیدہ صحیح، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اٰیٰتًا يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ط﴾ ”اور ان میں سے ہم نے پیشوا بنائے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے، جب انھوں نے صبر کیا۔“ امام قتادہ اور سفیان فرماتے ہیں کہ یہ اس لیے کہ انھوں نے دنیا سے صبر کر لیا تھا۔ ﴿١﴾

اسی طرح حسن بن صالح کا بھی یہی قول ہے۔ امام سفیان کا قول ہے کہ یہ لوگ اسی طرح تھے اور کوئی شخص اس وقت تک امام اور مقتدا بن نہیں سکتا جب تک وہ دنیا سے صرف نظر نہ کر لے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اَخْتَلَفُوْا اِلَّا مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۚ بَعِیًّا بَيْنَهُمْ ط اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیَمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ۝﴾ (الحاثیة 17، 16: 45) ”اور البتہ تحقیق ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب (ہدایت) اور حکومت اور نبوت بخشی اور پاکیزہ چیزیں عطا فرمائیں اور اہل عالم پر فضیلت دی اور ان کو دین کے بارے میں دلیلیں عطا کیں، پس انھوں نے جو بھی اختلاف کیا علم آ جانے کے بعد آپس کی ضد سے کیا، بے شک آپ کا پروردگار قیامت کے دن ان میں ان باتوں کا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے فیصلہ فرمائے گا۔“ جیسا کہ یہاں فرمایا ہے: ﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ

”بلاشبہ آپ کا پروردگار جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے تھے ان میں قیامت کے روز فیصلہ فرمائے گا۔“ یعنی جن اعتقادات و اعمال میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

تفسیر آیات: 26، 27

سابقہ لوگوں سے عبرت حاصل کرو: اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: کیا انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب کرنے والے لوگوں کو اس سے ہدایت نہیں ہوئی کہ اس نے انبیائے کرام کی تکذیب کرنے والوں، ان کے پیش کردہ سیدھے رستوں کی مخالفت کرنے والوں کو ہلاک کر دیا تھا، ان میں سے کوئی باقی نہیں رہا بلکہ ان لوگوں کا کوئی نام و نشان تک باقی نہیں رہا۔ ﴿هَلْ تَجَسَّوْا مِنْهُمْ فَمِنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا﴾ (مریم 98:19) ”بھلا آپ ان میں سے کسی کو دیکھتے ہیں یا (کہیں) ان کی بھنک سنتے ہیں؟“ اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿يَسْتَوُونَ فِي مَسْكِئَتِهِمْ﴾ ”جن کی رہائش گاہوں میں یہ چلتے پھرتے ہیں۔“ یعنی یہ تکذیب کرنے والے ان لوگوں کے مقامات سکونت میں چلتے پھرتے ہیں جنہوں نے تکذیب کی تھی مگر وہ ان مقامات میں رہنے والوں میں سے اب کسی کو نہیں دیکھتے، وہ یہاں سے چل بے ہیں۔ ﴿كَانَ لَمْ يَعْنُوا فِيهَا﴾ (الأعراف 92:7) ”گویا وہ ان میں کبھی آباد ہی نہیں ہوئے تھے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوا﴾ (النمل 52:27) ”تو یہ ان کے گھر ان کے ظلم کے سبب خالی پڑے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿فَكَارِثٌ مِنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا وَابْنٌ مُعْتَلِّقٌ وَاقَصِرَ مَشِيدٍ﴾ ﴿اَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْاَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا اَوْ اَذَانٌ يَسْمَعُونَ﴾ ﴿فَاِنَّهَا لَا تَعْلَى الْاَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْلَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ﴾ (الحج 46، 45:22) ”پس بہت سی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے تباہ کر ڈالا کیونکہ وہ نافرمان تھیں، سو وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور بہت سے کنویں بے کار اور بہت سے محل ویران پڑے ہیں، تو کیا وہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں تاکہ ان کے دل (ایسے) ہوتے کہ ان سے سمجھ سکتے اور کان (ایسے) ہوتے کہ ان سے سن سکتے۔ پس بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں (وہ) اندھے ہوتے ہیں۔“

اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ﴾ ”بے شک اس میں البتہ نشانیاں ہیں۔“ یعنی ان لوگوں کے چل بسنے، ان کے تباہ و برباد ہو جانے اور انبیاء کی تکذیب کے سبب ان پر نازل ہونے والے عذابوں میں اور حضرات انبیائے کرام پر ایمان لانے والوں میں نشانیاں ہیں، عبرتیں، نصیحتیں اور بہت قوی دلائل ہیں۔ ﴿اَفَلَا يَسْمَعُونَ﴾ (26) ”تو کیا یہ سنتے نہیں؟“ یعنی سابقہ لوگوں کے حالات اور یہ بات کہ ان پر کیا گزری تھی!

مردہ زمین کی شادابی بعث بعد الموت کی دلیل ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوقُ الْمَاءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ﴾ ”کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم بنجر زمین کی طرف پانی رواں کرتے ہیں۔“ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے ساتھ اپنے اس لطف و احسان کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ آسمان یا بادل سے پانی نازل فرماتا ہے۔ یہی پانی نہروں میں ہوتا ہے اور یہی پانی

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْفَتْحُ ۖ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٨﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا

اور وہ کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو (ہاں) یہ فیصلہ کب ہوگا؟ ﴿28﴾ کہہ دیجیے: فیصلے کے دن کافروں کو ان کا ایمان لانا نفع نہیں دے گا

اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿٢٩﴾ فَاَعْرَضْ عَنْهُمْ ۚ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُنْتَضِرُونَ ﴿٣٠﴾

3
8
16

اور نہ انھیں مہلت ہی دی جائے گی ﴿29﴾ چنانچہ آپ ان سے اعراض کریں، اور انتظار کریں، بے شک وہ بھی انتظار کر رہے ہیں ﴿30﴾

پہاڑوں سے میدانی علاقوں میں پہنچ جاتا ہے، پھر اس سے بوقت ضرورت زمینوں کو سیراب کیا جاتا ہے، اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿إِلَى الْأَرْضِ الْجُرُزِ﴾ ”نجرز میں کی طرف“، یعنی وہ زمین جس میں کوئی نباتات نہ ہو جیسا کہ فرمایا: ﴿وَأَنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا﴾ (الکھف: 8:18) ”اور بلاشبہ یقیناً ہم جو چیز زمین پر ہے، اس کو (نابود کر کے) نجرز میدان کر دیں گے۔“ یعنی ایسا خشک میدان جس میں کوئی چیز نہ اگے، اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَسُوقُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا تَأْكُلُ مِنْهُ أَنْعَامُهُمْ وَأَنْفُسُهُمْ أَفَلَا يُبْصِرُونَ﴾ ﴿27﴾ ”کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نجرز میں کی طرف پانی رواں کرتے ہیں، پھر اس سے کھیتی پیدا کرتے ہیں جس میں سے ان کے چوپائے بھی کھاتے ہیں اور وہ بھی (کھاتے ہیں) تو یہ دیکھتے کیوں نہیں؟“ جیسا کہ فرمایا: ﴿فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ ۚ أَأَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ۚ﴾ (عبس: 25, 24: 80) ”تو انسان کو چاہیے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے، بے شک ہم ہی نے پانی برسایا۔“ اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿أَفَلَا يُبْصِرُونَ﴾ ﴿27﴾ ”تو کیا یہ دیکھتے نہیں؟“

تفسیر آیات: 28-30

کفار کا عذاب کے لیے جلدی کرنا اور ان کا جواب: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ کفار چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ان پر جلد واقع ہو جائے اور وہ جلد غضب و عقاب الہی میں مبتلا ہو جائیں، یہ اس لیے کہ دراصل وہ عذاب الہی کے منکر تھے اور ازراہ تکذیب و مخالفت ﴿وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْفَتْحُ﴾ ”اور وہ کہتے ہیں کہ یہ فیصلہ کب ہوگا۔“ یعنی اے محمد (ﷺ)! آپ ہمارے خلاف کب فتح پائیں گے؟ جیسا کہ آپ خیال کرتے ہیں کہ ایک وقت آئے گا کہ آپ ہم پر غلبہ حاصل کر لیں گے اور اللہ تعالیٰ ہم سے آپ کا انتقام لے گا تو یہ بتائیں کہ ایسا کب ہوگا۔ ہم تو آپ کو اور آپ کے صحابہ کو دیکھتے ہیں کہ عاجزی و درماندگی کے ساتھ چھپ چھپ کر رہ رہے ہیں۔

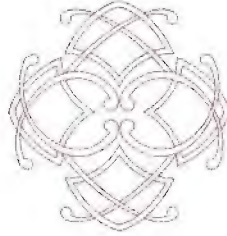
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ﴾ ”آپ کہہ دیں کہ فیصلے کے دن۔“ یعنی جب دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کا عذاب اور غضب تم پر نازل ہوگا۔ ﴿لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ﴾ ﴿29﴾ ”کافروں کو ان کا ایمان لانا کچھ بھی فائدہ نہ دے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَلَمَّا جَاءَ ثَمُودُ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝ فَلَمَّا رَاوْا بَاسَنَا قَالُوا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ ۝﴾ (المؤمن: 84, 83: 40) ”پھر جب ان کے پیغمبران کے پاس کھلی نشانیاں

لے کر آئے تو جو علم (اپنے خیال میں) ان کے پاس تھا اس پر اترانے لگے اور جس چیز سے تمسخر کیا کرتے تھے اس نے ان کو آگھیرا، سو جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو کہنے لگے: ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور جس چیز کو اس کے ساتھ شریک بناتے تھے اس سے ہم نے انکار کیا۔“

جو شخص یہ کہے کہ اس فتح سے مراد فتح مکہ ہے تو وہ بہت دور کی کوڑی لاتا اور فاش غلطی کا ارتکاب کرتا ہے کیونکہ فتح مکہ کے دن تو رسول اللہ ﷺ نے آزاد کردہ لوگوں کے اسلام کو قبول فرمایا تھا جن کی تعداد دو ہزار کے قریب تھی، اگر اس آیت سے فتح مکہ مراد ہوتی تو آپ ان کے اسلام کو قبول نہ فرماتے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ﴾ ﴿٣٠﴾ ”آپ کہہ دیں کہ فیصلے کے دن کافروں کو ان کا ایمان لانا کچھ بھی فائدہ نہ دے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔“ یہاں فتح کا لفظ فیصلہ کے معنی میں ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿فَاَفْتَحْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَنَجِّنِي وَمَنْ مَّرَعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (الشعراء 118:26) ”تو میرے اور ان کے درمیان ایک کھلا فیصلہ کر دے اور مجھے اور جو مومن میرے ساتھ ہیں ان کو بچالے۔“ اور فرمایا: ﴿قُلْ يَجْعَلُ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ اَلْحَقُّ ط وَهُوَ الْفَتْحُ الْعَلِيمُ﴾ (سبا 26:34) ”کہہ دیں کہ ہمارا پروردگار ہم کو جمع کرے گا، پھر ہمارے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دے گا اور وہ خوب فیصلہ کرنے والا، بڑے علم والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَأَسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَلٍ عَنِيْدٍ﴾ (ابراہیم 15:14) ”اور انھوں نے (اللہ سے اپنی) فتح چاہی اور ہر سرکش، ضدی نامراد رہ گیا۔“ اور فرمایا: ﴿وَكَاٰنُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ (البقرہ 2:89) ”اور وہ پہلے (ہمیشہ) کافروں پر فتح مانگا کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَاءَكُمْ الْفَتْحُ﴾ (الأنفال 19:8) ”(کافرو) اگر تم فتح چاہتے ہو تو یقیناً تمہارے پاس فتح آچکی۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَاعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنتَضِرُوْنَ﴾ ﴿٣٠﴾ ”تو آپ ان سے اعراض کریں اور انتظار فرمائیں، یہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔“ یعنی آپ ان مشرکین سے منہ پھیر لیں اور آپ کے رب کی طرف سے آپ پر جو نازل کیا گیا اسے پہنچا دیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اَتَّبِعْ مَا اَوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ لَا اِلَهَ اِلَّا هُوَ وَاعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (الأنعام 106:6) ”جو حکم آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ کے پاس آتا ہے اسی کی پیروی کریں، اس (پروردگار) کے سوا کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے کنارہ کشی کریں۔“ یعنی انتظار کریں، اللہ تعالیٰ نے آپ سے جو وعدہ فرمایا ہے اسے بہر صورت پورا فرمائے گا اور مخالفین کے مقابلے میں آپ کو فتح و نصرت سے نوازے گا کیونکہ وہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ ﴿اِنَّهُمْ مُّنتَضِرُوْنَ﴾ ﴿٣٠﴾ ”بے شک یہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔“ یعنی آپ انتظار کر رہے ہیں اور وہ بھی انتظار کر رہے ہیں اور آپ کے حق میں مصیبتوں کے منتظر ہیں۔ ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ كَتَرَبَّصْ بِهٖ رَبِّبُ الْمُنُوْنِ﴾ (الطور 30:52) ”کیا کافر کہتے ہیں: (یہ) شاعر؟ ہم اس کے حق میں زمانے کے حوادث کا انتظار کر رہے ہیں۔“ ان کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں اور اللہ تعالیٰ کے پیغام کے پہنچانے کے لیے اٹھائی گئی مشقتوں پر صبر کے صلے میں آپ نصرت و تائید باری تعالیٰ سے شاد کام ہوں گے اور آپ کے اصحاب

کرام کے بارے میں یہ لوگ جس چیز کے منتظر ہیں عذاب الہی کی صورت میں یہ خود اس سے دوچار ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر تباہی و بربادی آکر رہے گی۔ وَحَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ.

سورہ سجدہ کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔
وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



تفسیر سُورَةُ احْزَابِ

یہ سورت مدنی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُطِيعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ①

اے نبی! اللہ سے ڈرتے رہیے، اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کیجیے، بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، خوب حکمت والا ہے ① اور اس کی

وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ② وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ط

اتباع کیجیے جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر وحی کی جاتی ہے، بے شک تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے خوب باخبر ہے ② اور آپ اللہ پر توکل

وَكُنْ مِنَ الْيَاثِمِينَ ۚ

کیجیے، اور اللہ بطور کار ساز کافی ہے ③

تفسیر آیات: 1-3

اللہ تعالیٰ پر توکل اور کفار کے مقابلے میں ڈٹ جانے کا حکم: یہ اعلیٰ کے ذریعے سے ادنیٰ کو تنبیہ ہے، اللہ تعالیٰ نے جب اپنے عبد و رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا ہے تو دوسروں کے لیے، جو یقیناً آپ سے ادنیٰ ہیں، اس حکم کی پابندی بطریق اولیٰ لازم ہوگی، طلق بن حبیب کا قول ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ روشنی کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں، اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھیں، اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ نور کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اس کی نافرمانی کو ترک کر دیں۔ ①

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَلَا تُطِيعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ﴾ ”اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ ماننا۔“ کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کافروں اور منافقوں کی نہ بات سنیں اور نہ ان سے مشورہ کریں۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ ”بے شک اللہ جاننے والا، بڑا حکمت والا ہے۔“ یعنی وہ ذات پاک ہی مستحق ہے کہ آپ اس کی اطاعت کریں اور اس کے احکام کے مطابق عمل کریں۔ وہ ذات پاک تمام امور کے انجام سے خوب باخبر ہے اور اپنے تمام اقوال و افعال میں حکیم و دانہ ہے، اسی لیے اس

مَا جَعَلَ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهِ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمْ اِلَيْكُمْ تُظْهَرُونَ مِنْهُمْ

اللہ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں رکھے۔ اور تم اپنی جن بیویوں کو ماں کہہ بیٹھتے ہو، انہیں اس (اللہ) نے تمہاری ماںیں نہیں بنایا، اور نہ اس نے

اُمہتیکم ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَاءَكُمْ اَبْنَاءَكُمْ ۚ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ط وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ

تمہارے لے پالکوں (منہ بولے بیٹوں) کو تمہارے (حقیقی) بیٹے بنایا ہے، یہ تو تمہارے اپنے مونہوں کی باتیں ہیں، اور اللہ حق (بات) کہتا ہے، اور وہی

وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ④ اُدْعُوهُمْ لِاَبَائِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْا اَبَاءَهُمْ

(سیدھے) راستے کی ہدایت دیتا ہے ④ ان (لے پالکوں) کو ان کے (حقیقی) باپوں کی نسبت سے پکارو، اللہ کے نزدیک یہ بہت انصاف کی بات ہے، پھر

فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّیْنِ وَمَوَالِیْكُمْ ط وَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ فِیْمَا اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا

اگر تمہیں ان کے باپوں کا علم نہ ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور تمہارے دوست ہیں، اور اس معاملے میں تم بھول چوک جاؤ تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں

تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ⑤

اور لیکن تمہارے دل جس بات کا عزم کر لیں (تو وہ گناہ ہے)، اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے ⑤

نے فرمایا ہے: ”وَاشِیْعَ مَا یُوْحٰی اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ط“ (اور جو (کتاب) آپ کو آپ کے پروردگار کی طرف سے وحی کی جاتی

ہے، اس کی پیروی کیے جانا۔“ یعنی قرآن و سنت کی پیروی کرنا، ”اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ②“ ”بے شک اللہ

تمہارے سب عملوں سے خوب خبردار ہے۔“ اس سے کوئی چیز مخفی نہیں، لہذا اپنے تمام معاملات اور تمام حالات میں اس کی

ذات پاک پر بھروسہ کریں۔ ”وَكُفٰی بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ③“ ”اور اللہ ہی کارساز کافی ہے۔“ یعنی جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے

اور اس کی طرف رجوع کرے تو وہ اس کے لیے کارساز کافی ہے۔

تفسیر آیات: 4، 5

منہ بولے بیٹے کی رسم کا ابطال: اللہ تعالیٰ نے ان آیات کریمہ میں معنوی مقصود بیان فرمانے سے قبل تمہید باندھتے ہوئے

ایک معروف اور حسی چیز کے بارے میں فرمایا ہے کہ جس طرح ایک شخص کے سینے میں دو دل نہیں ہو سکتے، اسی طرح کسی کی

بیوی جسے وہ ظہار کے طور پر اَنْتِ عَلٰی كَظْهَرِ اُمِّی ”تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہے“ کہہ دے، اس کی ماں نہیں

ہو سکتی اور اسی طرح لے پالک جسے وہ بیٹا بنا لے، اس کا بیٹا نہیں ہو سکتا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ

مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهِ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمْ اِلَیْكُمْ تُظْهَرُونَ مِنْهُمْ اُمَّهَاتِكُمْ ۚ“ ”اللہ نے کسی آدمی کے پہلو میں دو دل

نہیں بنائے اور نہ تمہاری بیویوں کو جن سے تم ظہار کرتے ہو، تمہاری ماںیں بنایا ہے۔“ جیسا کہ فرمایا: ”مَا هُنَّ اُمَّهَاتُهُمْ ط

اِنَّ اُمَّهَاتَهُمْ اِلَّا اِلٰہٌ وَلَکِنَّهُمْ ط“ (المجادلہ: 2: 58) ”وہ ان کی ماںیں نہیں (ہو جاتیں) ان کی ماںیں تو وہی ہیں جنہوں نے

انہیں جنا ہے۔“ ”وَمَا جَعَلَ اَدْعِیَاءَكُمْ اَبْنَاءَكُمْ ط“ ”اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے بنایا۔“ نفی سے یہی

بات مقصود ہے۔ یہ آیت کریمہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی، نبی

کریم ﷺ نے انہیں نبوت سے پہلے اپنا منجی بنالیا تھا جس کی وجہ سے انہیں زید بن محمد کہا جاتا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا

کہ اس الحاق اور اس نسبت کو ختم کر دیا جائے، اسی وجہ سے فرمایا: **﴿وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَاءَكُمْ اَبْنَاءَكُمْ ط﴾** ”اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے بنایا۔“ جیسا کہ اس سورۃ مبارکہ کے درمیان میں فرمایا: **﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابًا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّنَّ ط وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝﴾** (الأحزاب: 33: 40) ”محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔“ اور یہاں فرمایا: **﴿ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ط﴾** ”یہ (سب) تمہارے مونہوں کی باتیں ہیں۔“ یعنی تمہارا اپنے لے پالک کو بیٹا قرار دینا اس بات کا تقاضا نہیں کرتا کہ وہ حقیقی بیٹا ہو کیونکہ وہ تو کسی دوسرے شخص کی پشت سے پیدا ہوا ہے اور یہ ممکن نہیں کہ اس کے دو باپ ہوں جیسا کہ یہ ممکن نہیں کہ کسی انسان کے دو دل ہوں۔ **﴿وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝﴾** (4) ”اور اللہ تو سچی بات فرماتا ہے اور وہی (سیدھے) رستے کی رہنمائی کرتا ہے۔“ سعید بن جبیر کا قول ہے کہ سچی بات سے مراد عدل و انصاف پر مبنی بات ہے۔ اور قنادہ کا قول ہے کہ سیدھے رستے سے مراد صراطِ مستقیم ہے۔

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حسن اور زہیر کے واسطے سے قابوس بن ابوظیّان سے روایت کیا ہے کہ ان کے والد نے ان سے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ **﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهِ ۝﴾** کے کیا معنی ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے ایک بات کو محسوس فرمایا، منافقوں نے کہا: کیا تم دیکھتے نہیں کہ آپ کے دو دل ہیں ایک دل تمہارے ساتھ ہے اور ایک دل ان کے ساتھ ہے تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تھی: **﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهِ ۝﴾** ”اللہ نے کسی آدمی کے پہلو میں دو دل نہیں بنائے۔“ اور اسی طرح امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا اور حسن قرار دیا ہے۔⁽²⁾ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بھی اسے بروایت زہیر اسی طرح بیان کیا ہے۔⁽³⁾

متنبیٰ کو اپنے حقیقی باپ کی طرف منسوب کیا جائے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: **﴿اَدْعُوْهُمْ لِاَبَائِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۝﴾** ”(مونو!) لے پالکوں کو ان کے باپوں کی طرف نسبت کر کے پکارا کرو کہ اللہ کے نزدیک یہی بات درست ہے۔“ ابتدائے اسلام میں لے پالکوں کی بطور بیٹا اجنبی کی طرف نسبت کرنے کا جواز تھا، اس آیت کریمہ میں اسے منسوخ کر دیا گیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ لے پالکوں کے نسب کو ان کے اپنے حقیقی باپوں کی طرف منسوب کیا جائے، یہی بات عدل و انصاف اور نیکی و تقویٰ پر مبنی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ہم زید بن محمد (ﷺ) کہہ کر پکارا کرتے تھے حتیٰ کہ قرآن مجید میں یہ آیت کریمہ نازل ہو گئی: **﴿اَدْعُوْهُمْ لِاَبَائِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ**

① مسند أحمد: 267/1، 268، اس کی سند ضعیف ہے۔ ② جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الأحزاب، حدیث: 3199۔ ③ تفسیر الطبری: 142/21 و تفسیر ابن ابی حاتم: 3112/9۔

عِنْدَ اللَّهِ: ”(مومنو!) لے پالکوں کو ان کے باپوں کی طرف نسبت کر کے پکارا کرو کہ اللہ کے نزدیک یہی بات درست ہے۔“^① اور اسے امام مسلم، ترمذی اور نسائی نے بھی بیان کیا ہے۔^② محرمات کے ساتھ خلوت اور دیگر تمام امور میں وہ ان کے ساتھ بیٹوں جیسا معاملہ ہی کیا کرتے تھے اسی وجہ سے سہلہ بنت سہیل زوجہ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم سالم کو بیٹا کہہ کر بلایا کرتے تھے مگر اب اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمادیا ہے اور اب جب وہ میرے پاس آتا ہے تو میں دیکھتی ہوں کہ ابو حذیفہ اسے ناگوار محسوس کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَرْضِعِيهِ تَحْرُمِي عَلَيْهِ] ”تم اسے دودھ پلا دو، اس سے تم اس کے لیے حرام ہو جاؤ گی۔“^③

اور اللہ تعالیٰ نے جب متبئی کے حکم کو منسوخ کر دیا تو متبئی کی بیوی سے نکاح کو بھی جائز قرار دے دیا اور یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی مطلقہ بیوی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تھا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: لِيَكُوْنُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْ اَزْوَاجٍ اَدْعٰىاَ بِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطْءًا ﴿٣٧﴾ (الأحزاب: 37) ”تا کہ مومنوں پر ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (کے ساتھ نکاح کرنے) کے بارے میں جب وہ (لے پالک) ان سے اپنی حاجت پوری کر لیں (اور پھر طلاق دے دیں) کچھ تنگی نہ رہے۔“ اور آیت تحریم میں ارشاد فرمایا: وَحٰلٰلِ اٰبَتَيْكُمْ اَلَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ﴿٤٠﴾ (النساء: 23) ”اور تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں بھی (تم پر حرام کر دی گئی ہیں۔)“ یہ وضاحت کر کے کہ تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں تم پر حرام ہیں، اس بات سے احتراز کیا ہے کہ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ یا بیوہ سے نکاح کر سکتے ہو کیونکہ وہ تمہاری صلب سے نہیں ہے جبکہ رضاعی بیٹے کو شرعاً صلبی بیٹے کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے۔ صحیحین میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: [حَرِّمُوا مِثْنَ الرِّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ] ”ان رضاعی رشتوں کو بھی حرام قرار دو جو نسب کی وجہ سے حرام ہو جاتے ہیں۔“^④

یاد رہے! کسی دوسرے کے بچے کو عزت اور پیار سے بیٹا کہنے کی اس آیت میں ممانعت نہیں ہے، اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام احمد اور ترمذی کے سوا دیگر اہل سنن نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہمیں، یعنی بنی

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: اَدْعَوْهُمْ لِاَبَائِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ (الأحزاب 33: 5)، حدیث: 4782.

② صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل زيد بن حارثة.....، حدیث: 2425 وجامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الأحزاب، حدیث: 3209 والسنن الكبرى للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالى: ﴿اَدْعَوْهُمْ لِاَبَائِهِمْ﴾: 429/6، حدیث: 11397. ③ صحیح البخاری، النکاح، باب الأكفاء فی الدین.....، حدیث: 5088.

④ صحیح مسلم، الرضاع، باب رضاعة الكبير، حدیث: (27)-1453 عن عائشة ؓ واللفظ له. ⑤ یہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان نہیں بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کلام ہے، البتہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی یوں ہے: [الرِّضَاعَةُ تُحَرِّمُ مَا تُحَرِّمُ الْوِلَادَةُ] ”رضاعت کی وجہ سے بھی وہ رشتے حرام ہیں جنہیں ولادت نے حرام قرار دیا ہے۔“ دیکھیے صحیح البخاری، حدیث: 5099 و صحیح مسلم، حدیث: 1444 عن عائشة ؓ. ⑤ صحیح البخاری، النکاح، باب لا تنکح المرأة علی عمتها، حدیث: 5111 و صحیح مسلم، الرضاع، باب تحريم الرضاعة من ماء الفحل، حدیث: (4)-1445 عن عائشة ؓ.

عبدال مطلب کے کچھ لڑکوں کو رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ کی رات اپنی گدیوں پر سوار کر کے پہلے بھیج دیا، بھیجتے وقت آپ ہماری رانوں پر آہستہ آہستہ ہتھیلیاں مار رہے تھے اور فرما رہے تھے: [أُبَيِّنِي! لَا تَرْمُوا الْحَمْرَةَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ] ”اے میرے چھوٹے بیٹو! جب تک سورج طلوع نہ ہو جائے جرات کو نکلیاں نہ مارنا۔“^① ابو عبیدہ وغیرہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں جو لفظ [أُبَيِّنِي] آیا ہے، یہ بنی کی تصغیر ہے۔^② اور یہ مذکورہ مسئلے پر واضح دلیل ہے، اس لیے کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع 10 ہجری کا ہے اور **أَدْعُوهُمْ لِأَبَائِهِمْ** ”(مومنو!) لے پالکوں کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کرو۔“ یہ آیت کریمہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جو غزوہ موتہ میں 8 ہجری میں شہید ہوئے تھے۔ صحیح مسلم میں بھی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے [يَا بُنَيَّ] ”اے میرے بیٹے!“^③ کہہ کر مخاطب فرمایا۔ اسے امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے بھی بیان کیا ہے۔^④

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِنْ لَّمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ ط﴾ ”پس اگر تم کو ان کے باپ معلوم نہ ہوں تو دین میں وہ تمہارے بھائی اور دوست ہیں۔“ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ لے پالکوں کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کرو بشرطیکہ وہ معلوم ہوں اور اگر وہ معلوم نہ ہوں تو دین میں وہ تمہارے بھائی اور دوست ہیں۔ یعنی اگر ان کا نسب معلوم نہ ہو تو اس کے بجائے وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ کو فرمایا: [أَنْتَ أَخُوْنَا وَمَوْلَانَا] ”آپ ہمارے بھائی اور دوست ہیں“ آپ نے یہ بات اس دن فرمائی جب آپ عمرۃ القضاء کے سال مکہ سے نکلے تھے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی نے آپ کو پیچھے سے اے چچا جان! اے چچا جان! کہہ کر آواز دی تھی اور اس بچی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لے لیا تھا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اپنے چچا کی بیٹی کو لے لو تو آپ نے بچی کو اٹھا لیا اور اسی بچی کا کفیل بننے کے بارے میں حضرت علی، زید اور جعفر رضی اللہ عنہم نے جھگڑا کیا اور ہر ایک نے اپنے کفیل بننے کی دلیل دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس بچی کا میں زیادہ حق دار ہوں کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے اور حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ، یعنی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا میری بیوی ہے۔ یہ دلائل سننے کے بعد نبی ﷺ نے اس بچی کا فیصلہ اس کی خالہ کے حق میں کر دیا اور فرمایا: [الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ] ”خالہ ماں کے درجے میں ہوتی ہے۔“ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: [أُشْبِهَتْ خَلْقِي وَخُلُقِي] ”شکل و صورت اور اخلاق

① مسند أحمد: 234/1 و سنن أبي داود، المناسك، باب التعجيل من جمع، حديث: 1940 و سنن النسائي، مناسك

الحج، باب النهي عن جمرۃ العقبة قبل طلوع الشمس، حديث: 3066 و سنن ابن ماجه، المناسك، باب من تقدم من جمع.....، حديث: 3025. ② دیکھیے لسان العرب: 91/14 ابو عبیدہ کہتے ہیں: هُوَ تَصْغِيرُ بَنِي جَمْعِ ابْنٍ مُضَافًا إِلَى النَّفْسِ. ”أُبَيِّنِي بَنِي“ کی تصغیر ہے جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہے اور ابن کی جمع ہے۔“ ③ صحیح مسلم، الآداب، باب جواز

قوله لغیر ابنه: یا بنی!.....، حديث: 2151. ④ سنن أبي داود، الآداب، باب فی الرجل يقول لابن غیره: یا بنی! حديث: 4964 و جامع الترمذی، الآداب، باب ماجاء فی یا بنی! حديث: 2831.

میں تم میرے مشابہ ہو۔“ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: [أَنْتَ أَخُونَا وَمَوْلَانَا] ”تم ہمارے بھائی اور دوست ہو۔“^①

اس حدیث سے بہت سے احکام معلوم ہوتے ہیں جن میں سب سے احسن حکم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمایا، پھر ان جھگڑا کرنے والوں میں سے ہر ایک کو خوش بھی کر دیا اور زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: [أَنْتَ أَخُونَا وَمَوْلَانَا] ”تم ہمارے بھائی اور دوست ہو۔“ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاخْوَانَكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ ط﴾ ”تو دین میں وہ تمہارے بھائی اور دوست ہیں۔“

پھر فرمایا: ﴿وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ﴾ ”اور جو بات تم سے غلطی سے ہو گئی ہو، اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں۔“، یعنی جب پوری کوشش کرنے کے باوجود غلطی سے بعض کو غیر حقیقی باپ کی طرف منسوب کر دو تو اللہ تعالیٰ نے اس طرح کی غلطیوں کو معاف کر دیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی رہنمائی فرمائی ہے کہ جب کوئی غلطی یا بھول چوک ہو جائے تو اس طرح دعا کر لیا کرو: ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا﴾ (البقرة 2: 286) ”اے ہمارے پروردگار! اگر ہم سے بھول یا چوک ہو گئی ہو تو ہمارا مواخذہ نہ کرنا۔“ صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب بندہ ایسے کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: [فَدَفَعْتُ] ”یقیناً میں نے ایسا کر دیا۔“ یعنی معاف کر دیا۔⁽²⁾

اور صحیح بخاری میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أخطأَ فَلَهُ أَجْرٌ] ”جب کوئی حاکم فیصلہ کرنے میں خوب کوشش واجتہاد کرے، پھر وہ حق کو پہنچے تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور جب وہ فیصلہ کرنے میں کوشش کرے، پھر اسے غلطی لگے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔“ ^(۱) اور دوسری حدیث میں ہے: [إِنَّ اللَّهَ وَضَعَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَا وَالنِّسْيَانَ وَمَا اسْتَكْبَرُوا عَلَيْهِ] ”بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کی خطا، نسیان اور اس بات کو معاف فرمادیا ہے جس پر انھیں مجبور کر دیا گیا ہو۔“ ^(۲) اور یہاں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ، وَلَكِنْ مَا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ ۖ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ ^(۳) ”اور جو بات تم سے غلطی سے ہوگئی ہو اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں اور البتہ تمھارے دلوں نے جس بات کا عزم کر لیا اس پر مواخذہ ہے اور اللہ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“ یعنی گناہ اسے ہوگا جو باطل بات کو قصد و ارادہ سے کرے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِیْ أَيْمَانِكُمْ (الآیۃ المائدۃ: 89) ”اللہ تمھاری لغو قسموں پر تمھارا مواخذہ نہیں کرے گا۔۔۔۔۔“

① صحیح البخاری، الصلح، باب: کیف یکتب: هذا ماصالح فلان بن فلان و فلان بن فلان.....، حدیث: 2699 اور

صحیح مسلم، الجہاد، باب صلح الحدیثیہ، حدیث: 1783 میں مختصراً ہے۔ ② صحیح مسلم، ایمان، باب بیان

تجاوز الله تعالى عن حديث النفس والخواطر بالقلب.....، حديث: 126 عن ابن عباس ؓ. ③ صحيح البخارى،

الاعتصام، باب أجر الحاكم إذا اجتهد.....، حدیث: 7352 **ملوظ:** حافظ ابن کثیر کے ذکر کردہ الفاظ المتقی لابن

الجارود، ص: 331، حدیث: 996 میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، مزید دیکھیے مسند أبی عوانة: 168/4، حدیث:

6397. (4) سنن ابن ماجه، الطلاق، باب طلاق المكره والناسي، حديث : 2045 عن ابن عباس ؓ.

النَّبِيِّ اُولَىٰ بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهُ اُمَّهَاتُهُمْ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ

نبی مومنوں پر ان کی (اپنی) جانوں سے زیادہ حق رکھتے ہیں، اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں، اور رشتے دار اللہ کی کتاب کی رو سے

اُولَىٰ بِبَعْضٍ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهَاجِرِيْنَ اِلَّا اَنْ تَفْعَلُوْا اِلٰى

(دوسرے) مومنین اور مہاجرین کی نسبت آپس میں (ترکے کے) زیادہ حقدار ہیں، مگر تم اپنے دوستوں سے کوئی بھلائی کرنا چاہو (تو کر سکتے

اُولٰٓئِكَ مَعْرُوْفًا ۚ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ⑥

(ہو)، یہ کتاب (الہی) میں لکھا ہوا ہے ⑥

امام احمد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ پر کتاب کو نازل فرمایا، آپ پر جو وحی نازل کی گئی اس میں آیت رجم بھی تھی (جس کے مطابق) رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم یہ آیت بھی پڑھا کرتے تھے کہ اپنے باپوں سے اعراض نہ کرو کیونکہ یہ کفر ہے کہ تم اپنے باپوں سے اپنی نسبت کو توڑ لو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تُطْرُونِيْ كَمَا أُطْرِيَ ابْنُ مَرْيَمَ وَاِنَّمَا اَنَا عَبْدٌ، فَقُولُوا: عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔ وَرَبِّمَا قَالَ مَعْمَرٌ۔ كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ] ”تم میری تعریف میں اس طرح مبالغہ آرائی سے کام نہ لینا جس طرح عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے بارے میں غلو سے کام لیا گیا، پس میں بندہ ہوں، لہذا تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو۔“ عمر۔ اس حدیث کی سند کے ایک راوی۔ نے بسا اوقات یہ الفاظ استعمال کیے کہ جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے بارے میں غلو کیا تھا۔ ①

مسند احمد کی ایک اور حدیث میں ہے: [اِثْنَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بَيْهَمُ كُفْرًا: الطَّعْنُ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ] ”لوگوں میں دو خصالتیں کفار کی عادات و اطوار میں سے ہیں: (1) نسب میں طعن (2) میت پر نوہ کرنا۔“ ②

تفسیر آیت: 6

پیغمبر مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی امت پر کس قدر شفیق

① مسند أحمد: 47/1 و صحیح البخاری، أحادیث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿وَإِذْ كُفِيَ الْكِتَابُ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ

مِنْ أَهْلِهَا﴾ (مریم: 19)، حدیث: 3445. ② صحیح مسلم، الإيمان، باب إطلاق اسم الکفر علی الطعن فی

النسب والنیاحة، حدیث: 67 عن أبي هريرة ؓ و مسند أحمد: 2/496. ملاحظہ: مسند احمد میں ابن کثیر کے الفاظ سے حدیث:

[ثَلَاثٌ فِي النَّاسِ كُفْرًا: الطَّعْنُ فِي النَّسَبِ، وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ، وَالْإِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُومِ] ہمیں نہیں ملی، البتہ اس سے ملے

جلتے الفاظ مسند أحمد: 2/262 میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ جبکہ مسند أحمد: 343/5 و صحیح مسلم، الجنائز، باب

التشديد فی النیاحة، حدیث: 934 میں ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [أُرِيعَ فِي أُمْتِي مِنْ أَمْرِ

الْحَاهِلِيَّةِ لَا يَتْرَكُونَهُنَّ: الْفَحْرُ فِي الْأَحْسَابِ، وَالطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ، وَالْإِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُومِ، وَالنِّيَاحَةُ] ”چار باتیں میری

امت میں امور جاہلیت میں سے ہیں جن کو یہ لوگ نہیں چھوڑیں گے: (1) حسب پر فخر کرنا (2) نسب میں طعن کرنا (3) ستاروں کے

ذریعے سے بارش طلب کرنا (4) اور نوہ کرنا۔“ واللفظ لمسلم.

اور ہمدرد و خیر خواہ ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرار دیا کہ پیغمبر مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں، لہذا وہ جو فیصلہ فرمائیں، وہ ان کے لیے اپنے اختیار سے مقدم ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَا وَرَيْكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (النساء: 65) ”سو آپ کے پروردگار کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں آپ کو منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ آپ کر دیں اس سے اپنے نفسوں میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔“ اور صحیح بخاری میں ہے: ﴿وَالَّذِي نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتَّىٰ اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ (مِنْ نَفْسِهِ)، (وَمَالِهِ)، (وَالِدِهِ) وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِينَ﴾ ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کی جان، مال، اس کے والد، اولاد اور سب لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔“^①

صحیح بخاری ہی میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول، اللہ کی قسم! اپنی جان کے سوا آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں۔ آپ ﷺ نے (یہ سن کر) فرمایا: ﴿لَا، وَالَّذِي نَفْسِيْ بِيَدِهِ! حَتَّىٰ اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ﴾ ”نہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! (اس وقت تک تو کامل مومن نہیں) جب تک میں تجھے تیری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔“ تو حضرت عمرؓ نے آپ سے عرض کی: اللہ کی قسم! اب آپ مجھے ہر چیز سے حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی عزیز تر ہیں، پھر آپ نے فرمایا: ”اب اے عمر! (تیرا ایمان کامل ہے۔)“^② اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿الَّذِيْ اَوَّلٰی بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ ”پیغمبر مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں۔“

اور امام بخاری نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہؓ کی اس حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿مَا مِنْ مُّؤْمِنٍ اِلَّا وَاَنَا اَوَّلٰی النَّاسِ بِهٖ فِی الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، اِقْرَءُوا، اِنْ شِئْتُمْ: ﴿الَّذِيْ اَوَّلٰی بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾﴾ ”فَایْمَا مُؤْمِنٍ تَرَكَ مَالًا فَلِیْرِثُهُ عَصَبَتُهُ مَنْ کَانُوا، فَاِنْ تَرَكَ دِیْنًا وَضِیَاعًا فَلِیَأْتِنِیْ وَاَنَا مَوْلَاهُ“ ”ہر مومن پر دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ حق میں رکھتا ہوں، اگر چاہو تو یہ آیت کریمہ پڑھ لو: ﴿الَّذِيْ اَوَّلٰی بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾“ ”پیغمبر مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں۔“ پس جو مومن مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے وارثوں کا ہے، خواہ وہ جو بھی ہوں اور اگر وہ قرض یا چھوٹے بچے چھوڑ جائے تو میرے پاس آئے، میں اس کا ولی ہوں۔“^③

① پہلا حصہ صحیح البخاری، ایمان، باب حب الرسول من الإیمان، حدیث: 14 عن أبی ہریرۃؓ، پہلی اور دوسری تو سین والے الفاظ دیکھیے صحیح مسلم، ایمان، باب وجوب محبة رسول اللہ اکثر من، حدیث: (70) 44- عن أنس و مسند أحمد: 336/4 اور المعجم الكبير للطبرانی: 75/7، حدیث: 6416 عن أبی لیلی الأنصاری میں جبکہ دوسرا حصہ صحیح البخاری، ایمان، باب حب الرسول من الإیمان، حدیث: 15 عن أنسؓ میں ہے اور [والدہ] تفسیر ابن کثیر میں نہیں ہے۔ ② صحیح البخاری، الأیمان والنذور، باب: کیف كانت یمین النبیؐ؟ حدیث: 6632 عن عبد اللہ بن ہشامؓ۔ ③ صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿الَّذِيْ اَوَّلٰی﴾ (الأحزاب: 33)، حدیث: 4781.

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى

اور (اے نبی! یاد کریں) جب ہم نے تمام نبیوں سے ان کا عہد لیا، اور آپ سے بھی اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ

ابْنِ مَرْيَمَ ۖ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا ⑦ لِّيَسْأَلَ الصَّادِقِينَ عَنْ صَدَقِهِمْ

ابن مریم سے بھی، اور ان سے ہم نے پختہ عہد لیا ⑦ تاکہ اللہ بچوں سے ان کی سچائی کے متعلق پوچھے، اور اس نے کافروں

وَأَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ⑧

کے لیے دروناک عذاب تیار کر رکھا ہے ⑧

اس حدیث کو (ان الفاظ کے ساتھ) امام بخاری نے روایت کیا ہے (جبکہ صحیح مسلم میں ان سے ملتے جلتے الفاظ ہیں۔) ① نیز انھوں نے اسے کتاب التفسیر کے علاوہ کتاب الاستقراض میں بھی بیان فرمایا ہے۔ ②

ازواج مطہرات کی امت کی مائیں ہیں: اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ ط** ”اور پیغمبر کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔“ یعنی حرمت و احترام، عزت و اکرام اور تعظیم کے اعتبار سے لیکن ان کے ساتھ خلوت جائز نہیں ہے اور اس بات پر بھی اجماع امت ہے کہ ازواج مطہرات کے مائیں ہونے کے باوجود ان کی بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کرنا حرام نہیں ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ ط** ”اور رشتے دار آپس میں کتاب اللہ کی رو سے ایک دوسرے (کے ترکے) کے زیادہ حق دار ہیں۔“ کتاب اللہ سے یہاں اللہ تعالیٰ کا حکم مراد ہے۔ **مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ ط** ”مومنوں اور مہاجرین سے۔“ یعنی مہاجرین و انصار کی نسبت رشتے دار وراثت کے زیادہ حق دار ہیں۔ پہلے حلف اور مواخات کی صورت میں وراثت کا جو حق حاصل تھا، اس آیت کریمہ نے اسے منسوخ کر دیا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر ائمہ تفسیر نے بیان فرمایا ہے کہ اس اخوت کی وجہ سے جو رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین و انصار کے مابین قائم فرمادی تھی، مہاجر اپنے انصاری بھائی کا وارث قرار پاتا تھا اور قریبی رشتے داروں کو وارث نہیں سمجھا جاتا تھا۔ سعید بن جبیر اور دیگر بہت سے ائمہ سلف و خلف کا بھی یہی قول ہے۔ ③

اور اس کا فرمان ہے: **إِلَّا أَنْ تَفْعَلُوا إِلَىٰ أَوْلِيَائِكُمْ مَعْرُوفًا ط** ”مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے احسان کرنا چاہو۔“ یعنی وراثت تو ختم ہوگئی۔ ہاں، البتہ دوستوں کی مدد، ان سے نیکی، میل ملاپ، احسان اور ان کے حق میں وصیت اب بھی کی جاسکتی ہے۔ **كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ⑥ ط** ”یہ (حکم) کتاب (قرآن) میں لکھ دیا گیا ہے۔“ یعنی یہ حکم کہ رشتے دار ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا حکم ہے جو مقدر ہے اور اس کتاب اول میں لکھا ہوا ہے جس میں کوئی

① صحیح مسلم، الفرائض، باب من ترك مالا فلورثته، حدیث: 1619 عن أبي هريرة ؓ. ② صحیح البخاری،

الاستقراض، باب الصلاة على من ترك ديناً، حدیث: 2399 عن أبي هريرة ؓ. ③ صحیح البخاری، الکفالة، باب

قول الله عزوجل: [وَالَّذِينَ عَقَدْتَ أَيْمَانُكُمْ فَأَتَوْهُمْ نَصِيهِهُمْ]، حدیث: 2292 والمتفق لابن الجارود، باب ماجاء

فی الموارث، ص: 318، حدیث: 953.

تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا، یہ امام مجاہد اور دیگر کئی ایک ائمہ تفسیر کا قول ہے۔⁽¹⁾ گوا اللہ تعالیٰ نے حکمت بالغہ کے تحت ایک وقت اس کے برعکس حکم کو بھی مشروع کر دیا تھا اور اسے معلوم تھا کہ وہ ایک وقت اس حکم کو منسوخ قرار دے کر اسے اپنی ازلی تقدیر اور قدری و شرعی قضا کے مطابق کر دے گا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

تفسیر آیات: 8، 7

انبیائے کرام سے عہد و پیمان: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے پانچوں اولوالعزم اور دیگر تمام انبیائے کرام سے بھی یہ پختہ عہد و پیمان لیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم کریں گے، اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچا دیں گے اور اس کے آخری پیغمبر کی نصرت و حمایت کریں گے اور ان کے ساتھ تعاون کریں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْنَاكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ ط قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذٰلِكُمْ اٰصْرِي ط قَالُوْا اَقْرَرْنَا ط قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ (ال عمران 81:3)﴾ اور جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور دانائی عطا کروں، پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمہیں ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا، اور ضرور اس کی مدد کرنی ہوگی اور (عہد لینے کے بعد) پوچھا کہ بھلا تم نے اقرار کیا اور اس اقرار پر میرا ذمہ لیا۔ انھوں نے کہا: (ہاں) ہم نے اقرار کیا، اللہ نے فرمایا کہ تم اس عہد و پیمان کے گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ رسولوں کو مبعوث فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ عہد و پیمان لیا تھا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ عہد بھی لیا ہے جس کا اس آیت کریمہ میں ذکر ہے اور ان میں سے ان پانچ اولوالعزم پیغمبروں کا بطور خاص ذکر فرمایا ہے اور یہ عطف خاص علی العام کے قبیل سے ہے، ان اولوالعزم پیغمبروں کا درج ذیل آیت کریمہ میں بھی ذکر ہے: ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصٰى بِهِ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحٰىنَا اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيسٰى اَنْ اَقِيْمُوْا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ط (الشوریٰ 13:42)﴾ ”اس نے تمہارے لیے دین کا وہی رستہ مقرر کیا جس کے اختیار کرنے کا نوح کو حکم دیا تھا اور جس کی (اے محمد!) ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا (اور وہ یہ) کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔“ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے طرفین اور وسط کا ذکر فرمایا، یعنی سلسلہ رسالت کے فاتح نوح (جن سے رسالت کی ابتدا ہوئی) کا اور سلسلہ رسالت کے خاتم محمد ﷺ اور ان کا جو ان دونوں کے درمیان بالترتیب گزرے ہیں (ابراہیم، پھر ان کے بعد موسیٰ اور پھر ان کے بعد عیسیٰ) اور یہ وہ وصیت تھی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ان انبیائے کرام سے عہد و پیمان لیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوحٍ وَّإِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيسٰى اِنْ مَرِیْمَ﴾ ”اور جب ہم نے تمام پیغمبروں سے ان کا عہد لیا اور تم سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے۔“ اس آیت کریمہ کا آغاز خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کے ذکر سے فرمایا کیونکہ آپ کو دیگر

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ

اے ایمان والو! تم اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو، جب تمہیں (کفار کے) لشکروں نے آیا تھا، پھر ہم نے ان پر آندھی اور (فرشتوں کے) ایسے لشکر

رِجًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ط وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ⑩ إِذْ جَاءُوكُم مِّنْ فَوْقِكُمْ

بھیجے جنہیں تم نے دیکھا نہیں، اور تم جو عمل کرتے ہو، اللہ اسے خوب دیکھ رہا ہے ⑩ جب دشمن تم پر تمہارے اوپر (کی طرف) سے اور تمہارے نیچے

وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ

(کی طرف) سے چڑھ آئے، اور جب آنکھیں (خوف و ہراس کی وجہ سے) اہل جگہ سے ہٹ گئیں، اور کلیجے حلقوں کو پہنچ گئے، اور تم اللہ کے بارے میں

الْقُلُوبُ ⑩

طرح طرح کے گمان کرنے لگے ⑩

تمام انبیائے کرام پر شرف و فضل حاصل ہے، پھر باقی انبیائے کرام کا ان کی ترتیب و جودی کے مطابق ذکر فرمایا صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ميثاق کے معنی پختہ عہد و پیمان کے ہیں۔ ①

﴿لَيْسَ لِلضُّلَّانِ عَنْ صِدْقِهِمْ﴾ ”تا کہ سچ کہنے والوں سے ان کی سچائی کے بارے میں دریافت کرے۔“ مجاہد فرماتے ہیں: ان لوگوں سے جو رسولوں کی طرف سے آگے پہنچانے والے ہیں۔ ② اور فرمایا: ﴿وَأَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ﴾ ”اور اس نے کافروں کے لیے تیار کر رکھا ہے۔“ یعنی مختلف امتوں کے کافروں کے لیے، ﴿عَذَابًا أَلِيمًا﴾ ③ یعنی دردناک عذاب، مگر ہم یہ گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے رسولوں نے اپنے رب کے پیغامات کو پہنچا دیا تھا، اپنی امتوں کی ہمدردی و خیر خواہی کی تھی اور انھوں نے ان کے سامنے اس واضح اور روشن حق کو کھول کھول کر بیان فرما دیا تھا جس میں کوئی شک و شبہ نہ تھا۔ گویا ہوں، دشمنوں، دین سے خارج ہو جانے والوں اور ظالموں نے ان کی تکذیب کی تھی لیکن اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے جس دین کو پیش فرمایا وہ حق تھا اور جنھوں نے ان کی مخالفت کی وہ گمراہی و ضلالت پر تھے جیسا کہ اہل جنت کہیں گے: ﴿لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلٌ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ط﴾ (الأعراف 43:7) ”البتہ تحقیق ہمارے پروردگار کے رسول حق سچ لے کر آئے تھے۔“

تفسیر آیات: 10,9

غزوہ احزاب: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں پر اپنی نعمت اور اپنے فضل و کرم کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے ان کے ان دشمنوں کو دور ہٹا کر انھیں شکست فاش دی جو مختلف جماعتوں کی صورت میں ان پر حملہ آور ہوئے تھے اور یہ غزوہ خندق کی بات ہے اور صحیح اور مشہور قول کے مطابق یہ غزوہ شوال 5 ہجری میں ہوا تھا۔ موسیٰ بن عقبہ وغیرہ کا قول ہے کہ یہ 4 ہجری میں ہوا تھا۔ ④ ان سب جماعتوں کا مل کر مدینے پر حملہ آور ہونے کا سبب یہ تھا کہ یہودی قبیلے بنو نضیر کے وہ سردار جنھیں رسول اللہ ﷺ نے مدینہ سے خیبر کی طرف جلا وطن کر دیا تھا، ان میں سے سلام بن ابی الحقیق، سلام بن مشکم اور کنانہ بن ربیع مکہ جا کر سردار ان

① تفسیر الطبری: 152/21. ② تفسیر الطبری: 152/21. ③ صحیح البخاری، المغازی، باب غزوہ الخندق وہی

الأحزاب:، قبل الحديث: 4097.



قریش سے ملے اور انھیں نبی اکرم ﷺ سے جنگ کرنے پر اکسایا اور اپنی طرف سے نصرت و اعانت کا پورا پورا وعدہ کیا، سردار ان قریش نے ان کی بات کو قبول کر لیا، پھر وہ لوگ بنو غطفان کی طرف گئے، ان سے بھی یہی بات کہی اور وہ بھی مان گئے، سب نے مدینہ پر چڑھائی کا پروگرام بنالیا، قریش اپنے لاؤ لشکر سمیت نکلے، اس وقت ابوسفیان صخر بن حرب ان کا قائد تھا اور بنو غطفان کا سربراہ عیینہ بن حصن بن بدر تھا۔^(۱) اور مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے والے ان تمام لوگوں کی تعداد دس ہزار کے قریب تھی، رسول اللہ ﷺ کو جب ان کی آمد کے بارے میں معلوم ہوا، تو آپ نے مدینہ کے گرد مشرقی جانب خندق کھودنے کا حکم دے دیا، جس کا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا تھا، مسلمانوں نے خوب محنت و کوشش کے ساتھ خندق کھودی، خندق کھودنے اور اس کی مٹی منتقل کرنے میں رسول اللہ ﷺ بھی صحابہ کرام کے ساتھ شامل تھے، خندق کھودنے کے دوران میں بھی بہت سی روشن نشانیوں اور واضح معجزات کا ظہور ہوا۔

مشرکین نے آکر احد پہاڑ کے قریب مدینہ کی مشرقی جانب پڑاؤ ڈال دیا اور ان میں سے کچھ جماعتوں نے مدینہ کے بالائی جانب بھی ڈیرے ڈال دیے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے: ﴿إِذْ جَاءَهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ أَسْفَلِ مِنْكُمْ﴾ ”جب وہ تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے کی طرف سے تم پر (چڑھ) آئے۔“ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھ جو مسلمان تھے وہ ان لوگوں کے مقابلے کے لیے نکلے، اسلامی لشکر کی تعداد تین ہزار اور دوسرے قول کے مطابق تین ہزار سات سو تھی، انھوں نے اپنی پشت کو ہتھیار کی طرف کی اور چہرے دشمن کی طرف تھے، خندق کھودی ہوئی تھی لیکن اس میں پانی نہ تھا، البتہ پیادہ اور سوار لوگوں کے لیے رکاوٹ تھی۔ عورتوں اور بچوں کو مدینہ میں قلعوں اور بلند گھروں میں رکھا گیا تھا۔ یہود کے ایک قبیلے بنو قریظہ کا قلعہ مدینہ کی مشرقی جانب تھا اور انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے معاہدہ کر رکھا تھا اور اس قبیلے میں آٹھ سو کے قریب جنگجو تھے، بنو نضیر کا سربراہ حبی بن اخطب ان کے پاس گیا اور وہ انھیں مسلسل اکساتا رہا حتیٰ کہ انھوں نے معاہدہ توڑ دیا اور یہ بھی رسول ﷺ کے خلاف لڑائی کے لیے آنے والی جماعتوں میں شامل ہو گئے جس کی وجہ سے مصیبت میں اضافہ ہو گیا، معاملہ شدید ہو گیا اور صورت حال بہت سنگین ہو گئی جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بھی بیان فرمایا ہے: ﴿هَذَا لَكَ الْبَتَىٰ الْمُؤْمِنُونَ﴾ وَزُلْزِلُوا زَلْزَلًا شَدِيدًا ﴿۱۱﴾ ”وہاں مومن آزمائے گئے اور سخت طور پر ہلائے گئے۔“

ان جماعتوں نے قریباً ایک ماہ تک نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کا محاصرہ کیے رکھا لیکن مسلمانوں تک پہنچ نہ سکے اور نہ ہی لڑائی ہوئی، البتہ عمرو بن عبدود العامری، جو زمانہ جاہلیت کے بہت بہادروں اور شہسواروں میں سے تھا، چند گھڑسواروں کے ساتھ خندق عبور کر کے مسلمانوں کی ایک طرف پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے ان کے مقابلے کے لیے مسلمانوں کے گھڑسواروں کو پکارا، کہا جاتا ہے کہ کوئی بھی مبارزت کے لیے نہ نکلا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو وہ اس کے مقابلے میں نکلے، دونوں نے کچھ وقت تک ایک دوسرے کا مقابلہ کیا اور بالآخر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عبدود

① دیکھیے عون المعبود، الخراج والفی، والإمارة، باب فی خبر النصیر، تحت الحدیث: 3005,3004.

کوتل کر دیا اور اس کا قتل ہونا مسلمانوں کی فتح و نصرت کی علامت تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں کی ان جماعتوں پر بہت زبردست اور تیز آندھی بھیج دی حتیٰ کہ ان کا خیمہ بچانہ کوئی اور چیز، آگ جلا سکتے تھے اور نہ قراری ہی پکڑ سکتے تھے اور بالآخر خائب و خاسر ہو کر بھاگ جانے پر مجبور ہو گئے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا﴾ ”مومنو! اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو (جو اس نے تم پر اس وقت کی) جب فوجیں تم پر حملہ کرنے کو چڑھ آئیں تو ہم نے ان پر ہوا بھیجی۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ یہ باد صبا تھی۔^① اور اس کی تائید دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ نے فرمایا: [نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَاهْلِكْتُ عَادًا بِالدُّبُورِ] ”میری باد صبا کے ساتھ مدد کی گئی ہے اور عاد کو دبور (مغربی ہوا) کے ذریعے سے ہلاک کر دیا گیا تھا۔“^②

اور فرمایا: ﴿وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا﴾ ”اور (ایسے) لشکر (نازل کیے) جن کو تم نے نہیں دیکھا۔“ ان سے مراد فرشتے ہیں جنہوں نے کافروں کے پاؤں کو ڈمگا دیا اور ان کے دلوں میں رعب اور خوف ڈال دیا، ہر قبیلے کا سردار چلانے لگا: اے بنی فلاں! میری طرف آؤ، وہ اس کے پاس جمع ہوتے تو وہ کہتا کہ بھاگ چلو، بھاگ چلو، اور یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا تھا۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ابراہیم تیمی سے روایت کیا ہے، وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے پاس تھے کہ ان سے ایک شخص نے کہا کہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کو پالیتا تو آپ کے ساتھ مل کر خوب خوب جہاد کرتا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ تم ایسا کرتے۔ ہم احزاب کی رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، ہمیں بہت تیز آندھی اور سخت سردی نے آلیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَلَا رَجُلٌ يَأْتِينِي بِخَبَرِ الْقَوْمِ، جَعَلَهُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ مَعِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟] ”کیا کوئی شخص ہے جو دشمن کی خبر میرے پاس لائے (اور اس قربانی کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ اسے روز قیامت میرا ساتھ نصیب فرمائے گا؟“ تو ہم خاموش رہے، ہم میں سے کسی نے آپ کو جواب نہ دیا، آپ نے پھر فرمایا: [أَلَا رَجُلٌ يَأْتِينِي بِخَبَرِ الْقَوْمِ، جَعَلَهُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ مَعِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟] ”کیا کوئی شخص ہے جو دشمن کی خبر میرے پاس لائے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو میرا ساتھ نصیب فرمائے گا۔“ تو ہم خاموش رہے، ہم میں سے کسی نے آپ کو جواب نہ دیا، آپ نے پھر فرمایا: [أَلَا رَجُلٌ يَأْتِينِي بِخَبَرِ الْقَوْمِ، جَعَلَهُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ مَعِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟] ”کیا کوئی شخص ہے جو دشمن کی خبر ہمارے پاس لائے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو میرا ساتھ نصیب فرمائے گا۔“ پس ہم خاموش رہے، ہم میں سے کسی نے آپ کو جواب نہ دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [قُمْ يَا حَذِيفَةُ! فَأَتِنَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ] ”اے حذیفہ! اٹھو اور ہمارے پاس

① تفسیر ابن ابی حاتم: 3116/9، 3117۔ ② صحیح البخاری، بدء الخلق، باب ماجاء فی قوله: [وهو الذي يرسل

الرياح نشرًا بين يدي رحمته]، حدیث: 3205 وصحیح مسلم، صلاة الاستسقاء، باب فی ریح الصبا والدبور،

حدیث: 900 عن ابن عباس ؓ۔ یاد رہے کہ [نُشِرًا] ابو عبیدہ، ابو عمر و اور اہل حرین کی قراءت میں ہے۔

دشمن کی خبر لاؤ۔“ جب آپ نے میرا نام لے کر مجھے حکم دیا تو اب اٹھنے کے سوا چارہ نہ تھا، آپ نے فرمایا: [اِذْهَبْ، فَاتَّبِنِي بِخَبَرِ الْقَوْمِ وَلَا تَذْعَرُهُمْ عَلَيَّ] ”جاؤ میرے پاس دشمن کی خبر لاؤ لیکن انھیں مجھ سے نہ ڈراؤ۔“ حضرت حذیفہ نے بیان کیا کہ پھر جب میں اس حکم کے بعد روانہ ہو گیا اور اس طرح جا رہا تھا گویا میں حمام میں چل رہا ہوں حتیٰ کہ میں ان کے پاس پہنچ گیا تو میں نے دیکھا کہ ابوسفیان آگ کی طرف پشت کر کے آگ تاپ رہا ہے، میں نے کمان میں تیر کسا، پھر میں نے ارادہ کیا کہ اسے تیر مار دوں مگر مجھے رسول اللہ ﷺ کا فرمان یاد آ گیا: [لَا تَذْعَرُهُمْ عَلَيَّ] ”کہ انھیں مجھ سے نہ ڈراؤ۔“ اگر میں تیر مار دیتا تو تیر نشانے پر لگتا مگر میں اسی طرح چلتے ہوئے واپس آ گیا گویا میں حمام میں چل رہا ہوں اور اس طرح میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا مگر جب میں اپنے کام سے فارغ ہو کر اپنے ٹھکانے پر واپس آیا تو مجھے بہت سردی لگنے لگ گئی، میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے اپنی اس مبارک عبا کا کچھ حصہ مجھے بھی اوڑھا دیا جسے آپ نے زیب تن فرما رکھا تھا اور جس میں آپ نماز ادا فرمایا کرتے تھے، میں اسے اوڑھے ہوئے صبح تک سویا رہا اور جب صبح ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [قُمْ، يَا نَوْمَانُ!] ”اے بہت سونے والے! اٹھو۔“^①

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِذْ جَاءُوكُم مِّنْ فَوْقِكُمْ﴾ ”جب وہ تمہارے اوپر سے آئے۔“ یعنی ان جماعتوں کے لوگ۔ ﴿وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ﴾ ”اور تمہارے نیچے کی طرف سے (تم پر چڑھ آئے۔)“ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے کہ اس سے مراد بنو قریظہ ہیں۔ ﴿وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ﴾ ”اور جب آنکھیں پھر گئیں اور دل (مارے دہشت کے) گلوں تک پہنچ گئے۔“ یعنی خوف اور گھبراہٹ کی شدت کی وجہ سے، ﴿وَتَطَنُّونَ يَا اَللّٰهُ الطَّنُّونَا﴾^② ”اور تم اللہ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔“ ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کے بعض لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ مومن گردشِ زمانہ میں آ گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ ضرور ایسا کرے گا۔ امام محمد بن اسحاق نے اس آیت کریمہ کے تحت کہا ہے کہ مومن ہر طرح کے گمان میں مبتلا ہو گئے اور نفاق پھوٹ پڑا تھا حتیٰ کہ بنو عمرو بن عوف کے ایک شخص مُقْتَب بن قُشَیر نے یہاں تک کہہ دیا کہ محمد ﷺ ہم سے وعدہ کیا کرتے تھے کہ ہم کسریٰ و قیصر کے خزانوں کو کھائیں گے مگر اب صورت حال یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی رفع حاجت کے لیے بھی باہر نہیں جاسکتا۔^③

امام حسن بصری نے ﴿وَتَطَنُّونَ يَا اَللّٰهُ الطَّنُّونَا﴾ کے بارے میں بیان کیا ہے کہ لوگ مختلف گمانوں میں مبتلا ہو گئے۔ منافقوں نے گمان کیا کہ اب محمد ﷺ اور صحابہ کرام کا نام و نشان مٹ جائے گا جبکہ مومنوں کو یہ یقین کامل تھا کہ اللہ اور اس کے رسول کے وعدے سچے ہیں، اللہ تعالیٰ اسلام کو تمام ادیان پر ضرور غلبہ عطا فرمائے گا، خواہ مشرکین اسے پسند نہ کریں۔^④ امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم نے خندق کے دن کہا: اے اللہ کے رسول! کیا کوئی دعا ہے

① صحیح مسلم، الجہاد والسیر، باب غزوة الأحزاب، حدیث: 1788. ② السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، من اجتماع

إلی یهود من منافقی الأنصار: 522/2. ③ تفسیر الطبری: 159/21 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3119/9.

هٰنَاكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ① وَاِذْ يَقُولُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ

وہاں مومن آزمائے گئے اور شدت سے ہلارے گئے ① اور جب منافق اور جن لوگوں کے دلوں میں مرض تھا، کہہ رہے تھے: اللہ اور اس کے رسول

قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اِلَّا غُرُوْرًا ② وَاِذْ قَالَتْ طٰلِیْفَةٌ مِّنْهُمْ

نے ہم سے نہیں وعدہ کیا مگر دھوکے فریب کا ② اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا تھا: اے اہل یثرب! (آج) تمہارے لیے (لشکر کے ساتھ) کوئی

یَاْهَلٌ یُّثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَیَسْتَاْذِنُ فِرِیْقٌ مِّنْهُمْ النَّبِیَّ یَقُوْلُوْنَ

قیام گاہ نہیں، لہذا تم لوٹ چلو، اور ان میں سے ایک گروہ نبی سے اجازت مانگ رہا تھا، وہ کہتے تھے: بے شک ہمارے گھر کھلے پڑے (غیر محفوظ) ہیں،

اِنَّ یَبُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۭ وَمَا هِیَ بِعَوْرَةٍ ۭ اِنْ یُرِیْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ③

حالانکہ وہ کھلے (غیر محفوظ) نہیں تھے، وہ تو صرف (جنگ سے) فرار چاہتے تھے ③

جسے ہم مانگیں، یقیناً دل گلوں تک پہنچ گئے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، یہ دعا کرو: [اللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَآمِنْ رَّوْعَاتِنَا] ”اے اللہ! تو ہماری کمزوریوں کی پردہ پوشی فرما اور ہمارے ڈر اور خوف کو امن سے بدل دے۔“ ① راوی کا بیان ہے کہ اس دعا کے بعد آپ کے دشمنوں کے چہروں پر ہوا کے تھپڑے لگنے لگے اور انھیں زنا ٹے کی آندھی سے شکست دے دی گئی۔ اور اسی طرح اس روایت کو امام احمد بن حنبل نے ابو عامر عقدی سے بھی بیان کیا ہے۔ ②

تفسیر آیات: 11-13

غزوۃ احزاب میں مومنوں کی آزمائش اور منافقوں کی باتیں: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس حالت کو بیان فرمایا ہے جب بہت سی جماعتوں نے مدینہ کے گرد پڑاؤ ڈال دیا تھا جس کی وجہ سے مسلمان حد درجہ مشکل اور تنگی میں گھر گئے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی انھی کے ساتھ تھے۔ بہر حال مسلمانوں کی بہت سخت آزمائش ہوئی اور وہ سخت طور پر ہلائے گئے، اس وقت نفاق بھی ظاہر ہو گیا اور جن لوگوں میں نفاق کا مرض تھا ان کے دل کی باتیں ان کی زبانوں پر آ گئیں: ﴿وَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اِلَّا غُرُوْرًا ②﴾ ”اور جب منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے، کہنے لگے کہ اللہ اور اس کے رسول نے تو ہم سے محض دھوکے کا وعدہ کیا تھا۔“ اس وقت منافق کا نفاق ظاہر ہو گیا اور جس کے دل میں شک و شبہ تھا اس کا حال پتلا ہو گیا اور ایمان کی کمزوری اور صورت حال کی تنگی اور شدت کے باعث ان کے دلوں میں آنے والے وسوسے زبانوں پر آ گئے، ان کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی تھے جن کا ذکر کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا:

﴿وَاِذْ قَالَتْ طٰلِیْفَةٌ مِّنْهُمْ یَاْهَلٌ یُّثْرِبَ﴾ ”اور جب ان میں سے ایک جماعت کہتی تھی کہ اے اہل یثرب۔“

یثرب سے مدینہ مراد ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: [قَدْ اُرِیْتُ (فِی الْمَنَامِ) دَارَ هَجْرَتِكُمْ رَأِیْتُ سَبْحَةَ ذَاتِ نَحْلٍ بَیْنَ لَا بَتَیْنِ]، [فَذَهَبَ وَهَلٰی..... اَنْهَا..... هَجَرَ فَاِذَا هِیَ..... یُثْرِبُ] ”تحقیق خواب میں مجھے تمہارا دار ہجرت

① تفسیر ابن ابی حاتم: 3117، 3116/9 یہ حدیث شواہد کی بنا پر صحیح ہے، دیکھیے السلسلۃ الصحیحۃ: 30، 29/5، حدیث:

2018. ② مسند احمد: 3/3 عن ابی سعیدؓ.

وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ أَقْطَارِهَا ثُمَّ سُلِّمُوا الْفِتْنَةَ لَا تَوْهًا وَمَا تَلَبَّثُوا بِهَا

اور اگر اس (مدینہ) کے اطراف سے ان پر (کفار کے) لشکر داخل کیے جاتے، پھر ان سے فتنہ و فساد (خانہ جنگی یا شرک) کے بارے میں پوچھا جاتا تو وہ

إِلَّا يَسِيرًا ⑭ وَلَقَدْ كَانُوا عَاهِدُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُؤْتُونَ الْأَدْبَارَ وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ

(نورا) اس میں کود پڑتے، اور اس (شرکت فتنہ) میں بس تھوڑا ہی توقف کرتے ⑭ اور بلاشبہ اس سے پہلے انھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ وہ پیٹھ نہیں

مَسْؤُولًا ⑮ قُلْ لَّنْ يَنْفَعَكُمْ الْفِرَارُ إِنِ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَإِذَا لَا تَشْعُونَ

پھیریں گے، اور اللہ کے عہد کی پوچھ گچھ تو ہونی ہے ⑮ آپ کہہ دیجیے: اگر تم موت سے یا قتل ہوئے سے بھاگو تو تمہارا بھاگنا تمہیں ہرگز نفع نہیں دے

إِلَّا قَلِيلًا ⑯ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُم مِّنَ اللَّهِ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ

گا، اور تب تم بہت کم فائدہ اٹھاؤ گے ⑯ کہہ دیجیے: کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچا سکے اگر وہ تمہارے ساتھ کسی سختی کا ارادہ کرے یا وہ تم پر رحمت کا ارادہ

رَحْمَةً وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ⑰

کرے؟ اور وہ اللہ کے سوا اپنے لیے نہ کوئی حمایتی پائیں گے اور نہ کوئی مددگار ⑰

دکھایا گیا، میں نے دو سیاہ پتھر ملی زمینوں کے درمیان کھجوروں والی شور ملی زمین دیکھی تو مجھے خیال ہوا..... کہ یہ..... ہجری

زمین ہے، سو یہ تو یثرب تھا۔ ① اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ [فَإِذَا هِيَ الْمَدِينَةُ] ”سو یہ تو مدینہ تھا۔“ ②

یثرب کی وجہ تسمیہ اور مختلف نام: بیان کیا جاتا ہے کہ یثرب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ نام عمالقہ کے ایک ایسے شخص کی وجہ سے

ہے جس نے یہاں پڑاؤ ڈالا تھا اور اس کا نام یثرب بن عقیل بن مہلک بن عقیل بن عموص بن عموص بن لاؤ ذبن آرم بن سام بن

نوح بیان کیا جاتا ہے۔ یہ سہیلی کا قول ہے۔ اور بعض اہل علم سے مروی ہے کہ اس شہر کے تورات میں گیارہ نام مذکور ہیں: (1)

مدینہ (2) طابہ (3) طیبہ (4) مسکینہ (5) جابزہ (6) محبہ (7) محبوزہ (8) قاصمہ (9) محبوزہ (10) عذراء (11) مڑ حومہ۔

اور فرمایا: **لَا مَقَامَ لَكُمْ** ”یہاں تمہارے ٹھہرنے کا مقام نہیں۔“ یعنی نبی ﷺ کے پاس مورچوں میں تمہارے

ٹھہرنے کا مقام نہیں ہے۔ **فَارْجِعُوا** ”تو لوٹ چلو۔“ اپنے گھروں اور مقامات کی طرف۔ **وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ**

النَّبِيِّ ”اور ایک گروہ ان میں سے پیغمبر سے اجازت مانگنے لگا۔“ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے

مراد بنو حارثہ ہیں جنھوں نے کہا کہ ہمیں اپنے گھروں کے بارے میں چوروں کا ڈر ہے۔ ③ دیگر کئی ایک اہل علم نے بھی اسی

طرح کہا ہے۔ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ یہ بات اوس بن فہیل (اور اس کی قوم) نے کہی تھی۔ ④ یعنی انھوں نے اپنے گھروں کو

واپس جانے کے لیے یہ عذر پیش کیا کہ ان کے گھر کھلے پڑے ہیں، وہاں کوئی نہیں جو دشمن سے ان کی حفاظت کر سکے، لہذا انھیں

① پہلا حصہ صحیح البخاری، الکفالة، باب جوار أبي بكر في عهد رسول الله ﷺ وعقده، حديث: 2297 عن

عائشة ؓ جبکہ ترمذی واللفظ السنن الکبریٰ للنسائی، التعبير: 390، 389/4، حديث: 7650 عن أبي موسى ؓ میں ہے اور

دوسرا حصہ السنن الکبریٰ للنسائی، التعبير: 390، 389/4 عن أبي موسى ؓ کے مطابق ہے۔ ② السنن الکبریٰ للنسائی،

التعبير: 390، 4، حديث: 7650 عن أبي موسى ؓ. ③ تفسير الطبري: 164/21. ④ تفسير الطبري: 164/21.

قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الْمُعَوِّقِينَ مِنْكُمْ وَالْقَائِلِينَ لِإِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ إِلَيْنَا وَلَا يَأْتُونَ

بے شک اللہ انہیں جانتا ہے جو تم میں سے (جہاد میں) رکاوٹیں ڈالنے والے ہیں اور انہیں بھی جو اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں: ہمارے پاس آ جاؤ، اور وہ

الْبَاسُ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٨﴾ أَشْحَهٗ عَلَيْكُمْ ۖ فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ

جنگ میں کم ہی آتے ہیں ﴿١٨﴾ اس حال میں کہ وہ تمہارا ساتھ دینے میں سخت بخل ہیں، چنانچہ جب خوف (کا وقت) آئے تو آپ انہیں دیکھتے ہیں کہ وہ

تَدَوَّرُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَىٰ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۖ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُمْ

آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں، ان کی آنکھیں (اس طرح) گھومتی ہیں جیسے وہ شخص جس پر موت کی غشی طاری ہو، پھر جب خطرہ دور ہو جائے تو مال

بِالنِّسَةِ حِدَادٍ أَشْحَهٗ عَلَى الْخَيْرِ أُولَٰئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا فَأَحْبَطَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ ط

(نیت) کے انتہائی حریص بن کر تیز زبانوں کے ساتھ تمہارے بارے میں زبان درازی کرنے لگتے ہیں، یہ لوگ ایمان لائے ہی نہیں، تو اللہ نے ان

وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿١٩﴾

کے اعمال ضائع کر دیے، اور یہ اللہ کے لیے نہایت آسان ہے ﴿١٩﴾

دشمنوں کا ڈر ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۖ﴾ ”حالانکہ وہ کھلے نہیں تھے۔“ جس طرح یہ کہتے تھے، ”اِنْ

يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ﴿١٩﴾“ ”وہ تو صرف بھاگنا چاہتے تھے۔“ یعنی میدان جنگ سے بھاگنا چاہتے تھے۔

تفسیر آیات: 14-17

منافقوں کی بہانے خوریاں: اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا جو یہ کہتے تھے کہ ”اِنْ يُّوْتِنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ

بِعَوْرَةٍ ۖ اِنْ يُّرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ﴿١٨﴾“ (الأحزاب: 33) ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں، حالانکہ وہ کھلے نہیں تھے، وہ تو صرف بھاگنا

چاہتے تھے کہ اگر دشمن ان پر مدینہ کی ہر جانب اور ہر علاقے سے داخل ہوں، پھر ان سے فتنے کے لیے کہا جائے، یعنی کفر میں

داخل ہونے کے لیے تو وہ بہت جلد کفر میں داخل ہو جائیں گے کیونکہ یہ ایمان کی حفاظت نہیں کرتے، معمولی سا خوف اور گھبراہٹ

ہو تو اس (ایمان) سے وابستگی کو ترک کر دیں گے۔ امام قتادہ، عبدالرحمن بن زید اور ابن جریر نے اس کی تفسیر اسی طرح بیان کی

ہے۔ ﴿١﴾ اور یہ ان منافقین کی حد درجہ مذمت ہے کیونکہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ سے یہ اقرار کر چکے تھے کہ پیٹھ نہیں پھیریں گے

اور نہ میدان جنگ سے بھاگیں گے۔ ﴿وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ مُسَوَّلًا ﴿١٩﴾“ اور اللہ سے (جو) اقرار کیا جاتا ہے، اس کی پرش

ہوگی۔“ یعنی اللہ تعالیٰ ان سے اس عہد و اقرار کے بارے میں ضرور پرش فرمائے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ ان کا

فرار ہونا ان کی موت کو ٹال نہیں سکتا اور نہ ان کی عمر کو طول دے سکتا ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ ان کا میدان سے فرار ہونا ان کی جلد اور

اچانک پکڑ کا سبب بن جائے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَإِذَا لَمْ تُنْعَمُوا إِلَّا قَلِيلًا ﴿٢٠﴾“ اور اس وقت تم بہت ہی کم فائدہ دیے جاؤ

گے۔“ یعنی فرار کے بعد بھی۔ ﴿قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ ۖ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ﴾ (النساء: 77) ”کہہ دیں کہ

دنیا کا فائدہ بہت تھوڑا ہے اور بہت اچھی چیز تو پرہیزگار کے لیے (نجات) آخرت ہے۔“ پھر فرمایا: ﴿قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي

يَحْسَبُونَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوا ۚ وَاِنْ يَأْتِ الْاَحْزَابُ يَكُوْدُوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي

وہ سمجھتے ہیں کہ (ابھی تک) لشکر گئے نہیں، اور اگر یہ لشکر چڑھ آئیں تو وہ تمنا کرتے ہیں کاش! وہ صحرا نشین دیہاتیوں میں جا بسے ہوتے اور (وہاں) تمہاری

الْاَعْرَابُ يَسْأَلُوْنَ عَنْ اَنْبَاءِكُمْ ۖ وَلَوْ كَانُوا فِيْكُمْ مَا قَتَلُوْا اِلَّا قَلِيْلًا ۝۲۰

خبریں دریافت کیا کرتے، اور اگر وہ تم میں موجود ہوتے تو وہ (ڈن سے) لڑائی میں کم ہی حصہ لیتے ۝۲۰

يَعْصِمُكُمْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۖ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ قُوَّةً اِلَّا نَصِيْرًا ۝۲۱

”آپ کہہ دیں کہ اگر اللہ تمہارے ساتھ برائی کا ارادہ کرے تو کون تم کو اس سے بچا سکتا ہے یا اگر تم پر مہربانی کرنا چاہے (تو کون اس کو ہٹا سکتا ہے) اور یہ لوگ اللہ کے سوا کسی کو نہ اپنا دوست پائیں گے اور نہ مددگار۔“ ان کے لیے اور نہ دوسروں کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بچانے والا ہے اور نہ فریاد سننے والا۔

تفسیر آیات: 18, 19

لاپچی لوگ: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو میدان جنگ میں جانے سے دوسروں کو روکتے

اور اپنے ساتھیوں، رشتے داروں اور دوستوں سے کہتے ہیں: ﴿هَلُمَّ اِلَيْنَا﴾ ”ہمارے پاس چلے آؤ۔“ یعنی جس طرح

سایوں اور پھلوں میں ہم رہ رہے ہیں، تم بھی اس طرح رہو سہو اور جنگ میں شرکت نہ کرو اور یہ لوگ ﴿وَلَا يَأْتُوْنَ الْبَاسَ اِلَّا

قَلِيْلًا ۝۱۸﴾ اِشْعَةً عَلَيْكُمْ ﴿﴾ ”لڑائی میں نہیں آتے مگر کم (یہ اس لیے کہ) تمہارے بارے میں بخل کرتے ہیں۔“ یعنی

تمہارے ساتھ محبت و شفقت میں بخل کرتے ہیں اور بقول سدی مال غنیمت میں بخل سے کام لیتے ہیں۔ ﴿فَاِذَا جَاءَ الْخَوْفُ

رَاٰهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرًا عَيْنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ﴾ ”پھر جب ڈر (کا وقت) آئے تو آپ ان کو

دیکھتے ہیں کہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں (اور) ان کی آنکھیں (اسی طرح) پھر رہی ہیں جیسے کسی کو موت سے غشی آ رہی ہو۔“ یعنی

خوف اور گھبراہٹ کی شدت کی وجہ سے جیسے یہ حال ہوتا ہے، ان بزدلوں کا جنگ کے خوف کی وجہ سے یہی حال ہے، ﴿فَاِذَا

ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِالْسِّنَةِ جَدًا﴾ ”پھر جب خوف جاتا رہے تو تیز زبانوں سے تمہارے بارے میں زبان درازی

کریں۔“ یعنی جب امن کی حالت ہوتی ہے تو بہت فصیح و بلیغ اور اونچی باتیں کرتے ہیں اور شجاعت و جواں مردی کے بلند

بانگ دعوے کرتے ہیں، حالانکہ ان کی یہ ساری باتیں جھوٹی ہوتی ہیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿سَلَقُوْكُمْ﴾ کے معنی بیان کیے

ہیں کہ وہ تمہارا استقبال کریں گے۔ ﴿۱﴾ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ غنیمت کے وقت یہ لوگ حد درجہ بزدل

اور اس کی تقسیم کے اعتبار سے یہ بہت برے ثابت ہوتے ہیں اور مسلسل کہتے رہتے ہیں کہ ہمیں دو، ہمیں دو، ہم بھی تمہارے

ساتھ جنگ میں شریک تھے لیکن جنگ کے وقت یہ لوگ سب سے زیادہ بزدل اور حق کو سب سے زیادہ نیچا دکھانے والے ثابت

ہوتے ہیں۔ ﴿۲﴾ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ لوگ خیر و بھلائی کے بارے میں حد درجہ بخیل ہیں، یعنی ان میں کوئی خیر نہیں کیونکہ یہ

① تفسیر ابن ابی حاتم: 3121/9. ② تفسیر الطبری: 170/21. ③ تفسیر الطبری: 170/21.

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ

البتہ تحقیق تمہارے لیے رسول اللہ (کی ذات) میں بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ (سے ملاقات) اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے، اور

كَثِيرًا ۝ وَلَٰكِن رَّاَ الْمُؤْمِنُونَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ

کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہے ۝ اور مومنوں نے جب لشکر دیکھے تو کہا: یہ تو وہی ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا، اور اللہ اور اس

اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۚ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا اِيْمَانًا وَتَسْلِيْمًا ۝

کے رسول نے سچ کہا تھا، اور اس (چیز) نے ان کے ایمان اور فرماں برداری کو اور زیادہ کر دیا ۝

بزدل ہیں اور جھوٹے بھی اور ان میں کوئی خیر و بھلائی بھی نہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ۝ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُوْمِنُوْا فَاَحْبَطَ

اللَّهُ اَعْمَالَهُمْ ۚ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيْرًا ۝ ”یہ لوگ (حقیقت میں) ایمان لائے ہی نہ تھے تو اللہ نے ان کے اعمال

بر باد کر دیے اور یہ اللہ پر بہت آسان تھا۔“

تفسیر آیت: 20

بزدلی کی انتہا: بزدلی و دُوس ہمتی اور خوف کی قبیح صفات ہی کے قبیل سے یہ بات بھی ہے کہ ۝ يَحْسَبُونَ الْاَحْزَابَ لَمْ

يَدْهَبُوْا ۚ ”وہ خیال کرتے ہیں کہ فوجیں نہیں گئیں۔“ بلکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ان کے قریب ہی ہیں، اور وہ دوبارہ آرہے

ہیں: ۝ اِنْ يَّاتِ الْاَحْزَابُ يَوْدُوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ ۚ فِي الْاَعْرَابِ يَسْأَلُوْنَ عَنِ اَنْبِيَائِهِمْ ۚ ”اور اگر لشکر آجائیں تو وہ

تمنا کریں گے کہ کاش! گنواروں میں جا رہیں (اور) تمہاری خبریں پوچھا کریں۔“ یعنی یہ چاہتے ہیں کہ جب فوجیں حملہ آور

ہوں تو یہ تمہارے ساتھ مدینہ میں موجود ہی نہ ہوں بلکہ جنگل میں جا بیسں اور وہاں سے تمہارے بارے میں یہ معلوم کرتے

رہیں کہ دشمن کے ساتھ تمہاری جنگ کیسی رہی۔ ۝ وَوُكِّلُوْا فَيَنْكُم مَّا قَتَلُوْا اِلَّا قَلِيْلًا ۝ ”اور اگر تمہارے درمیان ہوں

تو لڑائی نہ کریں مگر بہت ہی کم۔“ یعنی اگر یہ تمہارے درمیان موجود ہوں تو بزدلی و دُوس ہمتی کی کثرت اور یقین کی کمزوری کی

وجہ سے لڑائی میں بہت کم شرکت کریں گے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو ان منافقین کا خوب علم ہے۔

تفسیر آیات: 22, 21

اتباء رسول کا علم: یہ آیت کریمہ اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی اپنے اقوال، افعال،

احوال اور ہر اعتبار سے اسوہ حسنہ ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے غزوہ احزاب کے موقع پر لوگوں کو حکم دیا کہ وہ آپ کے مبرد

ثبات، عزیمت و استقامت، جہاد اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے فتح و نصرت کے انتظار کو اپنے لیے نمونہ عمل قرار دیں

– صَلَّوْاْتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ دَائِمًا اِلٰی يَوْمِ الدِّينِ۔ جنگ احزاب کے موقع پر قلق و اضطراب اور خوف و گھبراہٹ کا

اظہار کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا: ۝ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۚ ”بے شک رسول اللہ (کی زندگی)

میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔“ یعنی تم نے آپ کی پیروی کیوں نہ کی اور آپ کے شائل و عادات کو اپنے لیے اسوہ کیوں

نہ قرار دیا، اسی لیے فرمایا: ۝ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيْرًا ۝ ”اس شخص کے لیے جسے اللہ (سے)

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ

مومنوں میں سے کچھ وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا وہ سچ کر دکھایا، چنانچہ ان میں سے بعض نے اپنا عہد پورا کیا (شہادت پا گئے)، اور

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ﴿٢٣﴾ لِيَجْزِيَ اللَّهُ الصَّادِقِينَ بِصَدَقِهِمْ

ان میں سے بعض منتظر ہیں، اور انہوں نے (عہد میں) کوئی تبدیلی نہیں کی ﴿23﴾ تاکہ اللہ بچوں کو ان کی سچائی کی جزا دے اور منافقوں کو اگر چاہے تو عذاب

وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ إِنِ شَاءَ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٢٤﴾

دے یا ان کی توبہ قبول فرمائے، یقیناً اللہ بہت مغفرت والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ﴿24﴾

(ملنے) اور روزِ قیامت (کے آنے) کی امید ہو اور وہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہو۔“

احزاب کے دن مومنوں کا موقف: پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے ان مومن اور اپنے وعدوں کی تصدیق کرنے والے

بندوں کا ذکر فرمایا ہے، دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی کو جس نے ان کا مقدر بنا دیا ہے، پس ان کے بارے میں اس نے

فرمایا: **وَلَكِنَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ ۖ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۖ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۚ** ”اور جب

مومنوں نے (کافروں کے) لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے یہ وہی ہے جس کا اللہ اور اس کے پیغمبر نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ

اور اس کے پیغمبر نے سچ کہا تھا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ان کی مراد درج ذیل ارشاد باری تعالیٰ سے تھی:

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ وَلَكِنَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۖ مَسْتَهْتُمُ الْبَاسَاءَ وَالضَّالِّينَ ۚ وَذُلُّوا

حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ ۖ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ ۝ ﴿البقرة: 214﴾ ”کیا تم یہ خیال

کرتے ہو کہ (یوں ہی) بہشت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تم کو تم سے پہلے لوگوں کی سی (مشکلیں) تو پیش آئی ہی نہیں۔ ان کو

(بڑی بڑی) سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں اور وہ (صعبتوں میں) ہلا ہلا دیے گئے، یہاں تک کہ پیغمبر اور مومن لوگ جو ان کے ساتھ

تھے سب پکاراٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ خبردار! اللہ کی مدد عنقریب (آیا چاہتی) ہے۔“ ⁽¹⁾ یعنی انہوں نے کہا کہ یہ وہی ابتلا و

آزمائش اور امتحان ہے جس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہم سے فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا ہے، **وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۚ** ”اور

اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا تھا۔“

پھر فرمایا: **وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ﴿٢٤﴾** ”اور اس چیز نے ان کو ایمان اور فرمانبرداری ہی میں زیادہ کیا۔“

یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ لوگوں کے مختلف حالات کی وجہ سے ان کے ایمان میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے جیسا کہ

جمہور ائمہ کا قول ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ ہم نے صحیح بخاری کی شرح کے آغاز میں اس موضوع پر تفصیل سے

گفتگو کی ہے **وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ** اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے: **وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ﴿٢٤﴾** ”اور اس نے

ان کو ایمان اور اطاعت میں زیادہ کر دیا ہے۔“ یعنی اس حال، اس تنگی اور اس شدت نے اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کے احکام کی

اطاعت میں اور اس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری میں مزید بڑھادیا۔

تفسیر آیات: 23، 24

عہد و پیمان کی پاس داری کی وجہ سے مومنوں کی تعریف: اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں جب یہ ذکر فرمایا کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے اس عہد و پیمان کو توڑ ڈالا کہ وہ میدان جنگ سے فرار نہیں ہوں گے تو اب اس نے مومنوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد و پیمان کو پورا کر دیا: ﴿صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهُ عَلَيْهِ فَبِهَٰذَا فُتِي نَحْبَهُ﴾ ”جو عہد و اقرار انھوں نے اللہ سے کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا تو ان میں بعض ایسے ہیں جنھوں نے اپنی نذر کو پورا کر لیا۔“ بعض نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے اپنی مقررہ مدت کو پورا کر دیا، امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی عہد و پیمان کے ہیں، یہ معنی بھی پہلے کی طرف راجع ہے۔ ﴿وَمِنْهُمْ مَّن يَنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا﴾ ”اور بعض ایسے ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں اور انھوں نے (اپنے قول کو) ذرا بھی نہیں بدلا۔“ یعنی انھوں نے اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کو نہ بدلا اور نہ توڑا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے زید بن ثابت سے روایت کیا ہے کہ جب ہم نے قرآن مجید کو لکھنا شروع کیا تو میں نے سورۃ احزاب کی ایک آیت کو مفقود پایا جسے رسول اللہ ﷺ پڑھا کرتے اور میں اسے آپ سے سنا کرتا تھا۔ یہ آیت کریمہ مجھے صرف خزیمہ بن ثابت انصاری رحمہ اللہ سے ملی جن کی شہادت کو رسول اللہ ﷺ نے دو آدمیوں کی شہادت کے برابر قرار دیا تھا۔ ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهُ عَلَيْهِ﴾ ”مومنوں میں کتنے ہی ایسے شخص ہیں کہ جو اقرار انھوں نے اللہ سے کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا۔“ اس حدیث کو صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے روایت نہیں کیا، امام احمد رحمہ اللہ نے اسے اپنی مسند میں اور امام ترمذی و نسائی نے اپنی اپنی سنن کی کتاب التفسیر میں روایت کیا ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔^①

اور امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے انس بن مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ہم خیال کرتے تھے کہ یہ آیت کریمہ انس بن نصر رحمہ اللہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهُ عَلَيْهِ﴾۔^④ اس حدیث کے بیان کرنے میں بھی امام بخاری رحمہ اللہ متفرد ہیں، امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے روایت نہیں کیا اور دوسرے طرق سے اس کے کئی شواہد بھی موجود ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ میرے چچا انس بن نصر رحمہ اللہ غزوہ بدر میں

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿فَبِهَٰذَا فُتِي نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّن يَنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا﴾ (الأحزاب: 33: 23)، قبل

الحديث: 4783. ② صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿فَبِهَٰذَا فُتِي نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّن يَنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا﴾

(الأحزاب: 33: 23)، حدیث: 4784. ③ مسند أحمد: 188/5 وجامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة

التوبة، حدیث: 3104 و السنن الكبرى للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالى: ﴿رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهُ عَلَيْهِ﴾:

430/6، حدیث: 11401. ④ صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿فَبِهَٰذَا فُتِي نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّن يَنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا﴾

(الأحزاب: 33: 23)، حدیث: 4783.

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک نہیں ہو سکے تھے اور یہ بات ان پر بہت گراں گزرتی تھی اور وہ کہا کرتے تھے کہ یہ پہلی جنگ تھی جس میں رسول اللہ ﷺ نے شرکت فرمائی تھی مگر میں اس میں شرکت کی سعادت سے محروم رہا۔ اگر اب اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی جنگ میں شرکت کی سعادت عطا فرمائی تو اللہ عزوجل دیکھے گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ ڈر گئے کہ اس کے علاوہ کوئی اور بات کہیں، بہر حال وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ احد میں شریک ہوئے، میدان جنگ میں ان کی سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انس بن نصر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: اے ابو عمر! کہاں جا رہے ہو؟ انس (جواب کا انتظار کیے بغیر خود ہی) کہنے لگے: کیا ہی خوب ہے جنت کی خوشبو جو مجھے احد پہاڑ (کی طرف) سے آرہی ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں، پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے دشمنوں سے خوب لڑائی کی حتیٰ کہ شہید ہو گئے، شہادت کے بعد ان کے جسم پر تلواروں، نیزوں اور تیروں کے اسی (80) سے زیادہ زخم تھے، ان کی بہن اور میری پھوپھی زینب بنت نضر نے کہا کہ میں نے اپنے بھائی کو ان کی انگلیوں کے پوروں سے پہچانا تھا، راوی کا بیان ہے کہ صحابہ کرام یہ خیال کرتے تھے کہ یہ آیت کریمہ انس بن نضر اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی ہے: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَلُوا تَبْدِيلًا﴾ ① ”مومنوں میں کتنے ہی ایسے ہیں کہ جو عہد و اقرار انھوں نے اللہ سے کیا تھا، اس کو بچ کر دکھایا تو ان میں بعض ایسے ہیں جنھوں نے اپنی نذر کو پورا کر دیا اور بعض ایسے ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں اور انھوں نے اپنے قول کو ذرا بھی نہیں بدلا۔“ ② اور اسے امام مسلم، امام ترمذی اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ ③ اور ابن جریر نے موسیٰ بن طلحہ سے روایت کیا ہے کہ معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: [طَلَحَةُ مِمَّنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ] ”طلحہ بھی ان لوگوں میں سے ہے جنھوں نے اپنی نذر کو پورا کیا۔“ ④ اسی وجہ سے امام مجاہد کہتے ہیں کہ اس آیت: ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ﴾ کے معنی عہد و پیمان کے ہیں۔ ⑤ ”اور بعض ایسے ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں۔“ کسی ایسے دن کا جب لڑائی ہو اور وہ بھی شجاعت و بہادری کے خوب جوہر دکھائیں۔ ⑥ اور امام حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ﴾ سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے صدق و وفا کے ساتھ جان دے دی ہے اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو اس طرح کی موت کا انتظار کر رہے ہیں اور بعض وہ ہیں جنھوں نے اپنے قول کو ذرا بھی نہیں بدلا۔ ⑦ قتادہ اور ابن زید کا قول بھی اسی طرح ہے۔ جبکہ بعض نے ﴿نَحْبَهُ﴾ کے معنی نذر کے کیے ہیں۔ ⑧

① مسند أحمد: 194/3. ② صحيح مسلم، الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد، حديث: 1903 و جامع الترمذی، تفسير القرآن، باب ومن سورة الأحزاب، حديث: 3200 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ﴾ ③ تفسير الطبري: 11403. ④ 430/6، حديث: 11403. ⑤ 178، 177/21 و جامع الترمذی، تفسير القرآن، باب ومن سورة الأحزاب، حديث: 3202 و سنن ابن ماجه، المقدمة، فضل طلحة بن عبيد الله ؓ، حديث: 126. ⑥ تفسير الطبري: 176/21. ⑦ تفسير الطبري: 175/21. ⑧ تفسير الطبري: 176/21. ⑨ تفسير الطبري: 176/21.

وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا ۚ وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ ۖ
اور (غزوہ احزاب میں) اللہ نے کافروں کو ان کے (ناکامی کے) غصے میں لوٹا دیا، وہ کوئی خیر و بھلائی نہ پاسکے، اور (اس لڑائی میں اللہ مومنوں کے لیے کافی

وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا ۝۲۵

ہو گیا، اور اللہ بڑی قوت والا، نہایت غالب ہے ۝۲۵

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا بَدَلُوا تَبْدِيلًا﴾ اور انھوں نے (اپنے قول کو) ذرا بھی نہیں بدلا۔“ یعنی انھوں نے اپنے عہد کو نہیں بدلا اور وفا کو غداری سے تبدیل نہیں کیا بلکہ وہ اس عہد پر قائم قائم رہے جو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا اور ان منافقوں کی طرح اسے توڑا نہیں جنھوں نے کہا تھا: ﴿إِنْ يَبُوءْتَنَا عَوْرَةً ۖ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۖ إِنْ يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا﴾ ”یقیناً ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں، حالانکہ وہ کھلے نہیں تھے، وہ تو صرف بھاگنا چاہتے تھے۔“ اور جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ كَانُوا عَاهِدُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُؤَلُّونَ الْأَدْبَارَ ۖ﴾ ”حالانکہ پہلے اللہ سے اقرار کر چکے تھے کہ پٹھیں نہیں پھیریں گے۔“ اور فرمایا: ﴿لِيَجْزِيَ اللَّهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ إِنْ شَاءَ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۖ﴾ ”تا کہ اللہ سچوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے اور منافقوں کو چاہے تو عذاب دے یا (چاہے تو) ان پر مہربانی کرے۔“ یعنی وہ اپنے بندوں کو خوف اور گھبراہٹ کے ساتھ آزمائے گا تا کہ ناپاک کو پاک سے الگ کر دے اور پاک و ناپاک دونوں کا معاملہ بالفعل ظاہر اور نمایاں ہو جائے، حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اس کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے ہی جانتا ہے لیکن وہ مخلوق کو اپنے علم کی بنیاد پر عذاب نہیں دیتا تا وقتیکہ وہ اس کے مطابق عمل نہ کریں جو وہ ان کے بارے میں جانتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَكَذَبُوا كُفْرًا﴾ ”حتیٰ نَعْلَمَ الْمُبْهِنِينَ مِنْكُمْ وَالضَّالِّينَ ۖ وَنَبَلَّوْا أَخْبَارَهُمْ“ (محمد 31:47) ”اور ہم تم لوگوں کو ضرور آزمائیں گے تا کہ جو تم میں لڑائی کرنے والے اور ثابت قدم رہنے والے ہیں ان کو معلوم کریں اور تمھارے حالات جانچ لیں۔“ یہ کسی چیز کے وقوع پذیر ہونے کے بعد اس کا علم ہے، گو اللہ تعالیٰ کو اس کے وقوع پذیر ہونے سے قبل بھی اس کا علم حاصل ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۖ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ﴾ (ال عمران 179:3) ”(لوگو) جب تک اللہ ناپاک کو پاک سے الگ نہ کر دے مومنوں کو اس حال میں جس میں تم ہو گر گز نہیں رہنے دے گا اور اللہ تم کو غیب (کی باتوں) سے بھی مطلع نہیں کرے گا۔“

اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: ﴿لِيَجْزِيَ اللَّهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ﴾ ”تا کہ اللہ سچوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے۔“ اس لیے کہ انھوں نے صبر و ثبات کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد و پیمان کو پورا کیا اور اس کی پوری پوری حفاظت کی۔ ﴿وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ﴾ ”اور منافقوں کو عذاب دے۔“ منافقوں سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو توڑ دیا اور اس کے احکام کی مخالفت کی اور اس کی وجہ سے وہ عقاب و عذاب کے مستحق قرار پائے، البتہ دنیا میں وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہیں کہ اگر وہ چاہے تو ان کو اپنے انھی اعمال پر برقرار رکھے حتیٰ کہ آخرت میں جب اللہ تعالیٰ کے پاس

آئیں گے تو وہ انھیں عذاب دے گا اور اگر وہ چاہے تو ان پر رجوع فرمائے اور ان کی رہنمائی فرمادے کہ وہ نفاق کو ترک کریں اور گناہ اور نافرمانی کو چھوڑ کر ایمان اور عمل صالح کو اختیار فرمائیں اور جبکہ مخلوق پر اللہ کی رحمت و مہربانی اس کے غیض و غضب پر غالب ہے، اس لیے فرمایا: **﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُورًا رَحِيمًا﴾** 24 ”بے شک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

تفسیر آیت: 25

اللہ تعالیٰ نے فوجیں خائب و خاسر لوٹا دیں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے مدینے پر حملہ آور ہونے والی کافروں اور مشرکوں کی جماعتوں کو مدینے سے بھگا دیا اور ان پر زناٹے کی آندھی اور آسمانی لشکروں کو بھیج کر انھیں خائب و خاسر کر دیا، اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث نہ فرمایا ہوتا تو وہ اس آندھی کو اس نامبارک آندھی سے زیادہ مہلک بنا دیتا جسے اس نے قوم عاد کی تباہی و بربادی کے لیے بھیجا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ﴾** ط (الأنفال: 33:8) ”اور اللہ ایسا نہ تھا کہ جب تک آپ ان میں تھے، انھیں عذاب دیتا۔“ اللہ تعالیٰ نے ان پر تند و تیز ہوا کو مسلط کر کے ہوس و ہوا کے سبب بننے والے ان کے شیرازے کو منتشر کر دیا، حالانکہ ان کا تعلق مختلف قبائل اور متعدد جماعتوں سے تھا، اس لیے مناسب یہی تھا کہ ان پر ایسی تند و تیز ہوا کو بھیجا جائے جو ان کی جماعتوں کو منتشر کر دے اور غیض و غضب کی آگ میں جلتے ہوئے انھیں خائب و خاسر لوٹا دے اور فتح و غنیمت کی صورت میں انھیں نہ دنیا میں کوئی خیر و بھلائی حاصل ہو اور نہ آخرت میں، آخرت میں تو ان پر ان کے ان تمام گناہوں کا بوجھ لا دیا جائے گا جو انھوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے دشمنی اور آپ کو شہید کر دینے اور آپ کے لشکر کو ختم کر دینے کے ناپاک ارادوں کی صورت میں کیے تھے۔ جو شخص کسی کام کا ارادہ کر لے اور اپنے اس ارادے کو عمل سے سچا کر دے تو وہ درحقیقت اس کام کے کرنے والے ہی کی طرح ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: **﴿وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ﴾** ط ”اور اللہ مومنوں کو لڑائی میں کافی ہوا۔“ یعنی مومنوں کو کافروں کے ساتھ لڑنے اور انھیں دعوت مبارزت دینے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی، اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے ہی انھیں ان کے شہر سے بھگا دیا، وہ اکیلا ہی ان کے لیے کافی ثابت ہوا، اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور اپنے لشکر کو عزت و سر بلندی عطا فرمائی، اسی لیے رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھا کرتے تھے: **﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ، أَعَزَّ جُنْدُهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ (صَدَقَ اللَّهُ وَعْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ، فَلَا شَيْءَ بَعْدَهُ﴾** ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے، اس نے اپنے لشکر کو عزت و سر بلندی عطا فرمائی، اپنے بندے کی مدد کی، اپنے وعدے کو سچ کر دکھایا، اس اکیلے نے گروہوں کو شکست دے دی، پس اس کے بعد کوئی شے نہیں ہے۔“ ①

① صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة الخندق وهي الأحزاب، حدیث: 4114 و صحیح مسلم، الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فی الأدعية، حدیث: 2724 عن أبي هريرة ؓ جبکہ قوسین والے الفاظ صحیح البخاری، العمرة، باب ما يقول إذا رجع من الحج، حدیث: 1797 و صحیح مسلم، الحج، باب ما يقول إذا رجع من سفر الحج.....؟ حدیث: 1344 عن عبد الله بن عمر ؓ میں ہیں۔

وَاَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيّاصِبِهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ

اور اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے کافروں کی مدد کی تھی انہیں اللہ نے ان کے قلعوں سے اتارا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، تم ان (بنو قریظہ)

قَرِيبًا تَقْتُلُوْنَ وَتَأْسِرُوْنَ قَرِيبًا ﴿٢٦﴾ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ

کے ایک گروہ کو قتل کر رہے تھے اور دوسرے گروہ کو قیدی بنا رہے تھے ﴿26﴾ اور اللہ نے تمہیں ان کی زمینوں، ان کے گھروں، ان کے مالوں اور اس زمین کا

تَطَّوُّهَا ط وَكَانَ اللّٰهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ﴿٢٧﴾

وارث بنادیا جسے تم نے پامال نہیں کیا تھا، اور اللہ ہر شے پر خوب قادر ہے ﴿27﴾

اسے امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے۔ اور صحیحین ہی میں عبد اللہ بن ابوفی جی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان جماعتوں کے بارے میں بددعا کی تھی: [اللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ، سَرِيعَ الْحِسَابِ، اِهْزِمِ الْاَحْزَابَ، اللّٰهُمَّ! اِهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ] ”اے اللہ! کتاب کو نازل فرمانے والے، جلد حساب لینے والے، جماعتوں کو شکست دے، اے اللہ! انہیں شکست دے دے اور ان کے پاؤں ڈگمگا دے“ ﴿1﴾

اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿وَكَفَىٰ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ ط﴾ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اب مومنوں اور قریش کے مابین جنگ نہیں ہوگی۔ بعد میں فی الواقع ایسا ہی ہوا کہ مشرکوں نے مومنوں سے جنگ نہیں کی بلکہ مومنوں نے مشرکوں سے ان کے علاقوں میں جا کر جنگ کی تھی جیسا کہ امام احمد نے سلیمان بن صُرَد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احزاب کے موقع پر فرمایا تھا: [الْآنَ نَغْزُوهُمْ وَلَا يَغْزُونَا] ”اب ہم ان پر حملہ آور ہوں گے، وہ ہم پر حملہ آور نہیں ہوں گے“ ﴿2﴾ اور اسی طرح اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔ ﴿وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيزًا ﴿٢٥﴾﴾ ”اور اللہ بڑا طاقت ور، نہایت زبردست ہے“ کہ اس نے اپنی قوت و طاقت کے ساتھ انہیں ناکام و نامراد لوٹا دیا، وہ کوئی خیر و بھلائی حاصل نہ کر سکے، اللہ تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں کو عزت اور سر بلندی عطا فرمائی، اپنے وعدے کو سچ کر دکھایا اور اپنے رسول اور عبد محمد ﷺ کو فتح و نصرت سے سرفراز فرمایا۔ فَلَهُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

تفسیر آیات: 26، 27

غزوہ بنو قریظہ: قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے ﴿3﴾ کہ جب مختلف جماعتوں اور لشکروں نے حملہ آور ہونے کے لیے مدینہ میں پڑاؤ ڈال دیا تو بنو قریظہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیے ہوئے معاہدے کو توڑ دیا اور یہ حبیبی بن اخطب نصری ملعون کی سفارت کاری کا نتیجہ تھا، وہ ان کے قلعے میں داخل ہو کر ان کے سردار کعب بن اسد کو مسلسل اکساتا رہا حتیٰ کہ اس نے معاہدہ توڑ

① صحیح البخاری، الجہاد والسير، باب الدعاء علی المشرکین بالهزيمة والزلة، حدیث: 2933 و صحیح مسلم،

الجہاد والسير، باب استحباب الدعاء بالنصر عند لقاء العدو، حدیث: 1742 واللفظ له. ② مسند أحمد: 262/4.

③ صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة الخندق وهي الأحزاب، حدیث: 4110. ④ دیکھیے الأحزاب، آیات:

10، 9 کے ذیل میں، عنوان: ”غزوہ احزاب“



دیا، حُصی نے اس سے جواب میں کہیں، ان میں ایک یہ بات بھی تھی کہ اس نے اس سے کہا کہ تجھ پر افسوس! میں تو تیرے پاس زمانے بھر کی عزت لے آیا ہوں، میں تیرے پاس قریش اور اس کے احابش^① اور غطفان اور ان کے پیروکاروں کو لے آیا ہوں اور یہ سب لوگ اس وقت تک یہاں رہیں گے، جب تک محمد ﷺ اور اس کے ساتھیوں کا قلع قمع نہیں کر لیتے، کعب نے اسے جواب دیا: نہیں، اللہ کی قسم! تو میرے پاس زمانے کی عزت نہیں بلکہ زمانے بھر کی ذلت لے کر آیا ہے، افسوس تجھ پر اے حُصی! تو بلاشبہ منحوس ہے، لہذا ہمیں اپنے سے الگ رکھ لیکن وہ کعب کو مسلسل سبز باغ دکھاتا رہا حتیٰ کہ اس نے اسے اپنی رائے سے پھیر دیا اور اس نے اس کا ساتھ دینے کی ہامی بھر لی، البتہ اس سے یہ شرط منوالی کہ اگر یہ ساری جماعتیں چلی گئیں اور وہ کچھ نہ کر سکیں تو یہ واپس نہیں جائے گا بلکہ بنو قریظہ کے ساتھ ان کے قلعے میں داخل ہو جائے گا اور ان کے نقش قدم پر چلے گا، بہر حال بنو قریظہ نے جب معاہدہ توڑ دیا اور رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر ملی تو یہ آپ کے لیے اور مسلمانوں کے لیے ایک بہت بری خبر تھی جو بہت گراں گزری، پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو تائید و نصرت سے سرفراز فرما دیا اور دشمنوں کو ذلیل و خوار کرنا کام و نامراد لوٹا دیا اور رسول اللہ ﷺ مؤید و منصور مدینہ میں تشریف لے آئے، لوگوں نے ہتھیار اتار دیے۔ رسول اللہ ﷺ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر اس محاصرے کی مشقت کی وجہ سے غسل کر رہے تھے کہ آپ کے پاس جبریل نمودار ہوئے، انھوں نے ریشم کا عمامہ باندھا ہوا تھا اور خنجر پر سوار تھے جس پر ریشم کی چادر تھی، انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ نے ہتھیار اتار دیے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں، انھوں نے کہا کہ فرشتوں نے تو ابھی تک اپنے ہتھیار نہیں اتارے اور میں ان لوگوں کا پیچھا کر کے ابھی واپس آ رہا ہوں، پھر انھوں نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ بنو قریظہ کی طرف چلیں اور ایک روایت میں ہے کہ جبریل نے آپ سے کہا: [عَذِيرُكَ مِنْ مُقَاتِلٍ أَوْ ضَعْتُمُ السَّلَاحَ] ”کوئی لڑنے والا لے آئے جو آپ کی طرف سے عذر پیش کرے“^② کیا آپ نے اسلحہ رکھ دیا ہے؟“، لیکن ہم نے ابھی تک اسلحہ نہیں اتارا، لہذا آپ بھی ان لوگوں کی طرف چلیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَيْنَ] ”کہاں؟“ جبریل نے جواب دیا: بنو قریظہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ان پر زلزلہ طاری کر دوں، رسول اللہ ﷺ تیار ہو گئے، لوگوں کو بھی بنو قریظہ کی طرف چلنے کا حکم دیا، ان کا علاقہ مدینہ سے چند میل کی مسافت پر تھا، روانگی نماز ظہر کے بعد تھی اور آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا: [لَا يُصَلِّينَ

① أَحَابِشُ أُحْبُوشُ کی جمع ہے، اس سے مراد مختلف اجنس لوگوں کی جماعت ہے جبکہ أَحَابِشُ قُرَيْشُ سے مراد قریش، کنانہ اور خزاعہ کے لوگ ہیں جنھوں نے زیریں مکہ میں منشی پہاڑ کے قریب جمع ہو کر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کا معاہدہ کیا تھا۔ ② عَذِيرُ، عَاذِرُ ”عذر پیش کرنے والا“ اور نَصِيرُ ”مددگار“ کے معنی میں آتا ہے۔ یہاں عَذِيرُ، عَاذِرُ کے معنی میں ہے اور عَذِيرُكَ مِنْ مُقَاتِلٍ کے معنی ہیں: ”کوئی لڑنے والا شخص لے آئے جو آپ کی طرف سے اس کو تباہی پر کوئی عذر پیش کرے۔“ مطلب یہ ہے کہ یہ ایک ایسا عمل ہے جس کی کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی۔ ایسا شخص جس کا کام قتل کرنا ہو اور سلسلہ قتال ابھی ختم نہ ہوا اور وہ اسلحہ اتار کے رکھ دے اس کے لیے کوئی عذر نہیں ہے۔ اس معنی میں یہ ترکیب اس وقت استعمال ہوتی ہے جب مخاطب کے پاس اپنے کیے پر کوئی عذر نہ ہو۔ دیکھیے النہایۃ فی غریب الحديث والأثر لابن الأثیر: 197/3، و فتح الباری: 470/8، حدیث: 4750 کے ذیل میں۔

اَحَدَ الْعَصْرِ اِلَّا فِى بَنَى قُرَيْظَةَ [”ہر شخص نماز عصر بنو قریظہ ہی میں ادا کرے۔“] ①

لوگ بنو قریظہ کی طرف روانہ ہو گئے اور رستے میں نماز عصر بنو قریظہ ہی میں ادا کرے۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کا مطلب یہ تھا کہ جلدی چلو اور دوسروں نے کہا کہ ہم تو نماز بنو قریظہ ہی میں ادا کریں گے، آپ نے ان دونوں جماعتوں میں سے کسی ایک کو بھی ملامت نہ کی، رسول اللہ ﷺ بھی ان لوگوں کے پیچھے تشریف لے آئے اور آپ نے مدینہ میں ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا، پرچم حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو دیا، رسول اللہ ﷺ نے پچیس راتوں تک بنو قریظہ کا محاصرہ کیے رکھا اور جب محاصرہ طویل ہونے کی وجہ سے انھوں نے تکلیف محسوس کی تو وہ اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ اوس قبیلہ کے سردار سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں جو بھی فیصلہ کریں گے وہ اسے تسلیم کر لیں گے۔ بنو قریظہ زمانہ جاہلیت میں اوس کے حلیف تھے، اس لیے ان کا خیال تھا کہ وہ ان سے حسن سلوک سے کام لیں گے جیسا کہ عبد اللہ بن ابی اسلول نے اپنے حلیف بنو قریظہ سے اچھا سلوک کیا تھا اور اس نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سفارش کی تھی کہ ان کو معاف کر دیا جائے، ان لوگوں کا خیال تھا کہ سعد بن معاذ بھی ابن ابی کی طرح ان کے ساتھ یہی سلوک کریں گے، ان کو معلوم نہ تھا کہ غزوہ خندق کے موقع پر سعد رضی اللہ عنہ کے بازو کے درمیان کی ایک رگ میں تیر لگ گیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے ان کی رگ پر داغ لگوادیا تھا اور انھیں مسجد میں ایک قبہ میں ٹھہرا دیا تھا تا کہ قریب سے ان کی عیادت کی جاسکے، سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کی تھی: ”اے اللہ! اگر قریش سے کوئی جنگ باقی ہے تو مجھے اس کے لیے باقی رکھنا اور اگر ہمارے اور ان کے درمیان جنگ ختم ہوگئی ہے تو اس زخم کو جاری کر دے اور اس وقت تک مجھے فوت نہ کرنا جب تک بنو قریظہ کے بارے میں میری آنکھ ٹھنڈی نہ ہو جائے۔“ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا اور اللہ تعالیٰ کا کرنا یہ ہوا کہ انھوں نے از خود اپنی خوشی سے یہ مطالبہ کیا کہ سعد ان کے بارے میں فیصلہ فرمائیں، رسول اللہ ﷺ نے انھیں مدینہ سے طلب فرمایا تا کہ وہ ان کے بارے میں فیصلہ کریں، جب گدھے پر سوار ہو کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو اوس نے ان سے چمٹتے ہوئے کہنا شروع کر دیا: اے سعد! وہ آپ کے حلیف ہیں، ان سے حسن سلوک سے کام لینا۔ انھوں نے حضرت سعد کو ان کے بارے میں نرم دل اور شفیق بنانے کی بہت کوشش کی مگر حضرت سعد خاموش تھے اور ان کی کسی بات کا جواب نہیں دے رہے تھے اور جب انھوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کثرت سے یہ تقاضا کیا کہ وہ نرمی و شفقت سے کام لیں تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب سعد کے لیے وقت آ گیا ہے کہ اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت انھیں اپنے موقف سے پیچھے نہ ہٹا سکے، اس سے انھیں یہ معلوم ہو گیا کہ سعد انھیں باقی نہیں چھوڑیں گے، جب سعد رضی اللہ عنہ اس خیمہ کے قریب پہنچے جس میں رسول اللہ ﷺ فروکش تھے تو

① صحیح البخاری، صلاة الخوف، باب صلاة الطالب والمطلوب.....، حدیث: 946 و صحیح مسلم، الجہاد والسير، المبادرة بالغزو وتقديم أهم الأمراء.....، حدیث: 1770 عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما. صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں [العصر] کے بجائے [الظهر] ہے جبکہ بخاری میں [العصر] ہے اور اسی پر اہل مغازی کا اتفاق ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ دیگر صحابہ کرام سے بھی [العصر] مروی ہے، لہذا یہی رائج ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ»** ”اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو جاؤ“،^① مسلمان ان کی طرف اٹھ کر گئے اور انھوں نے نہایت تعظیم اور اکرام و احترام کے ساتھ انھیں ان کی شایان شان جگہ پر (جو ان کے لیے بنائی گئی تھی) اتارا تاکہ ان کے بارے میں اپنا فیصلہ زیادہ مؤثر انداز میں نافذ کر دیں۔

جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیٹھے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: [إِنَّ هَؤُلَاءِ نَزَلُوا عَلَيَّ حُكْمَكَ (أَحْكُمْ فِيهِمْ)]^۲ ”یہ لوگ (یہودیوں کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے) تمہیں منصف ماننے پر راضی ہو گئے ہیں۔ تم ان کے بارے میں فیصلہ کرو۔“

سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی: کیا میرا فیصلہ ان پر نافذ ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں، انھوں نے عرض کی: میرا فیصلہ اس پر بھی نافذ ہوگا جو اس خیمہ میں ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، انھوں نے عرض کی: ان لوگوں پر بھی نافذ ہوگا جو یہاں ہیں؟ انھوں نے یہ کہتے ہوئے اس جانب اشارہ کیا جس جانب رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور یہ بات کہتے ہوئے انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی عظمت و شوکت اور اکرام و احترام کے باعث اپنا چہرہ دوسری طرف کر رکھا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس کے جواب میں بھی فرمایا: ہاں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے تمام جنگجوؤں کو قتل کر دیا جائے اور ان کے مال و اولاد کو اپنے قبضے میں لے لیا جائے، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ اللَّهِ (مَنْ فَوْقَ سَبْعَةِ أَرْفَعَةٍ)] ”بلاشبہ تو نے تو ان کے بارے میں وہ فیصلہ کیا ہے جو ساتوں آسمانوں کے اوپر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔“

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: [لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ الْمَلِكِ] ”سعد تو نے وہ فیصلہ کیا ہے جو (اللہ) بادشاہ کا فیصلہ ہے۔“ پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم سے خندقیں کھودی گئیں اور انھیں پیچھے کی طرف ہاتھ باندھے ہوئے لایا گیا اور ان کی گردنیں اڑادی گئیں، ان مارے جانے والوں کی تعداد سات سو سے آٹھ سو کے درمیان تھی اور ان لڑکوں کو جن کے ابھی زیر ناف بال نہیں اگے تھے، عورتوں اور مالوں کے ساتھ غلام بنالیا گیا۔^۲ یہ تمام واقعات اپنے دلائل و احادیث کے

[illegible]

ساتھ تفصیلاً ثابت ہیں۔ اور اس کی تفصیل میں نے سیرت کے موضوع پر تحریر کردہ مختصر و جامع کتاب میں درج کر دی ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ﴾ ”اور ان لوگوں کو جنہوں نے ان کی مدد کی تھی، اتار دیا۔“ یعنی جنہوں نے قریش و غطفان کے لشکروں سے تعاون کیا اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کرنے میں ان کی مدد کی تھی۔ ﴿مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ﴾ ”اہل کتاب میں سے۔“ یعنی بنو قریظہ جو یہودی تھے اور بنی اسرائیل کے بعض قبائل سے تھے، ان کے آباء و اجداد تو زمانہ قدیم سے حجاز میں اس لیے آکر بس گئے تھے کہ جب وہ نبی اُمّی تشریف لائیں جن کا تذکرہ انہوں نے تورات و انجیل میں دیکھا تھا تو یہ ان کی اتباع کریں۔ ﴿فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ﴾ (البقرة: 89) ”پھر جس چیز کو وہ خوب پہچانتے تھے جب ان کے پاس آن پہنچی، تو اس سے کافر ہو گئے۔“ ان پر اللہ کی لعنت ہو!

﴿مِنْ صَيَاصِيهِمْ﴾ ”ان کے قلعوں سے۔“ مجاہد، عکرمہ، عطاء، قتادہ، سُدی اور بہت سے ائمہ سلف کا قول ہے کہ ﴿صَيَاصِيهِمْ﴾ کے معنی ان کے قلعے ہیں۔ ﴿وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ﴾ ”اور ان کے دلوں میں دہشت ڈال دی۔“ رعب سے یہاں خوف مراد ہے کیونکہ ان لوگوں نے مشرکین کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کے لیے تعاون و امداد دی تھی جبکہ وہ لوگ جو حالات کو قریب سے معلوم کرتے ہوں ان کی طرح نہیں ہوتے جو حالات سے واقف نہیں ہوتے۔ انہوں نے مسلمانوں کو خوف میں مبتلا کر دیا اور انہیں قتل کر دینے کا ارادہ کیا تاکہ دنیا میں انہیں غلبہ حاصل ہو جائے مگر صورت حال اس کے برعکس ہو گئی، ان کی سب تدبیریں الٹی ہو گئیں، انہوں نے دنیا میں معزز ہونے کا پروگرام بنایا تھا مگر ذلیل و رسوا ہو گئے، انہوں نے مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کا ارادہ کیا تھا مگر خود مٹ گئے، پھر آخرت کی شقاوت اس پر مستزاد، الغرض! انہوں نے سراسر خسارے کا سودا کیا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا﴾ ”کتوں کو تم قتل کرتے تھے اور کتوں کو قید کر لیتے تھے۔“ جن لوگوں کو قتل کیا گیا وہ جنگجو تھے اور جنہیں قیدی بنایا گیا وہ چھوٹے بچے اور عورتیں تھیں۔ اور امام احمد رحمہ اللہ نے عطیہ قرظی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مجھے غزوہ بنو قریظہ کے موقع پر نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا کیونکہ صحابہ کرام کو میری بلوغت کے بارے میں شک تھا، نبی ﷺ نے حکم دیا کہ وہ یہ دیکھیں کہ میرے زیر ناف بال اگے ہیں یا نہیں، انہوں نے جب دیکھا تو وہ ابھی نہیں اگے تھے، لہذا انہوں نے مجھے چھوڑ دیا اور قیدیوں میں شامل کر دیا۔ اسی طرح اسے اہل سنن نے بیان کیا اور امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔ اور امام نسائی نے بھی اسے بروایت عطیہ

① تفسیر الطبری: 186، 185/21. ② مسند أحمد: 383/4. ③ جامع الترمذی، السیر، باب ماجاء فی النزول

علی الحکم، حدیث: 1584 و سنن أبی داود، الحدود، باب فی الغلام یصیب الحد، حدیث: 4405، 4404 و سنن النسائی، الطلاق، باب متی یقع طلاق الصبی؟ حدیث: 3460، 3459 و سنن ابن ماجہ، الحدود، باب من لایجب علیہ الحد، حدیث: 2542، 2541.

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ إِن كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ

اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دیجیے: اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ (دنیوی) فائدہ دوں اور تمہیں بڑے اچھے

وَأَسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۖ وَإِن كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ

طریقے سے رخصت کر دوں ۖ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو، تو اللہ نے تم میں سے نیک کام کرنے والیوں کے لیے

لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ۖ ۲۹

بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے ۲۹

بیان کیا ہے۔ ①

”اور ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا تم کو وارث بنا دیا۔“

یعنی جب تم نے انہیں قتل کر دیا تو ان کے مال و جائیداد کا تم کو وارث بنا دیا۔ ”وَأَرْضًا لَّمْ تَطُوهَا“

تم نے پا مال نہیں کیا تھا۔“ اس سے مراد خیر ② اور ایک قول کے مطابق مکہ ہے۔ ③ اسے امام مالک نے زید بن اسلم سے روایت

کیا ہے اور ایک اور قول کے مطابق اس سے فارس اور روم کی زمین ہے۔ ④ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ

سارے علاقے ہو سکتے ہیں۔ ⑤ ”وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا“

”اور اللہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھنے والا ہے۔“

تفسیر آیات: 28، 29

ازواج مطہرات کو آپ ﷺ کے عقد میں رہنے یا نہ رہنے کا اختیار: یہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا

ہے کہ وہ اپنی بیویوں کو اختیار دے دیں کہ اگر وہ چاہیں تو آپ کو چھوڑ کر کسی اور شخص کے پاس چلی جائیں جس سے ان کو دنیا

اور اس کا ساز و سامان حاصل ہو جائے اور اگر وہ چاہیں تو اس تنگ حالی میں آپ کے پاس رہ کر صبر کریں، اس صورت میں اللہ

تعالیٰ انہیں بے حد اجر و ثواب سے سرفراز فرمائے گا۔ اس اختیار کے بعد ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول

اور آخرت کے گھر کو اپنے لیے پسند فرمایا تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں دنیا کی بھلائی اور آخرت کی سعادت دونوں سے

سرفراز فرمادیا تھا، امام بخاری نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو

اپنی بیویوں کو اختیار دے دینے کا حکم دیا تو آپ ان کے پاس تشریف لائے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس

سلسلے میں رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے مجھ سے گفتگو فرمائی، آپ نے ارشاد فرمایا: [إِنِّي ذَا كِرْتُ لَكَ أَمْرًا فَلَا عَلَيْكَ أَنْ

تَسْتَعِجِلِي حَتَّى تَسْتَأْمِرِي أَبَوَيْكَ] ”میں تم سے ایک بات کہتا ہوں، جواب دینے میں جلدی نہ کرنا بلکہ اپنے والدین

سے بھی مشورہ کر لینا۔“ آپ اس بات کو خوب جانتے تھے کہ میرے والدین مجھے آپ سے علیحدگی اختیار کرنے کا حکم کبھی بھی

① السنن الكبرى للسني، السير، باب حد الإدراك: 185/5، حديث: 8621، 8620. ② تفسير ابن أبي حاتم:

3126/9 وتفسير الطبري: 187، 186/21. ③ تفسير ابن أبي حاتم: 3126/9 وتفسير الطبري: 186/21. ④ تفسير

الطبري: 186/21 وتفسير ابن أبي حاتم: 3126/9. ⑤ تفسير الطبري: 187/21.

نہیں دے سکتے تھے، پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ** ”اے پیغمبر! اپنی بیویوں سے کہہ دیں۔“ اور آپ نے پوری دو آیتیں تلاوت فرمائیں، یہ سن کر میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی: میں کس بات میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ میں تو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور آخرت کے گھر (جنت) کی طلب گار ہوں۔^①

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو معلق بھی روایت کیا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر نبی ﷺ کی دیگر بیویوں نے بھی یہی جواب دیا جو جواب میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا۔^②

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اختیار دے دیا تھا مگر ہم نے آپ ہی کا انتخاب کیا تو آپ نے اسے کوئی چیز (طلاق وغیرہ) شمار نہیں کی۔^③ امام بخاری و مسلم نے اسے بروایت اعمش بیان کیا ہے۔^④

اور امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی یہ روایت کیا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی، اس وقت بہت سے لوگ آپ کے دروازے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور نبی ﷺ اپنے گھر کے اندر تشریف فرما تھے، ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اجازت نہ ملی، پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے اور انھوں نے اجازت طلب کی مگر انھیں بھی اجازت نہ ملی، پھر تھوڑی ہی دیر بعد ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو اجازت مل گئی، دونوں اندر چلے گئے اور انھوں نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں اور آپ کے پاس آپ کی بیویاں بھی موجود ہیں مگر رسول اللہ ﷺ خاموش ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے بات کرتا ہوں شاید آپ ہنس پڑیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اگر بنت زید، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی، اب مجھ سے خرچ کا سوال کرے تو میں اس کی گردن دبا دوں گا، یہ سن کر نبی اکرم ﷺ اس قدر ہنسے کہ آپ کی ڈاڑھیں مبارک نظر آنے لگیں، آپ نے فرمایا: [هَنَّ حَوْلِي كَمَا تَرَى، يَسْأَلُنَنِي النِّفَقَةَ] ”یہ میری بیویاں بھی جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں میرے پاس نفقہ طلب کرنے کے لیے جمع ہیں۔“ ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تاکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ماریں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حفصہ کو مارنے کے لیے کھڑے ہوئے اور دونوں اپنی صاحبزادیوں سے کہہ رہے تھے کہ تم رسول اللہ ﷺ سے وہ چیز مانگ رہی ہو جو آپ کے پاس موجود ہی نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ نے دونوں کو مارنے سے منع فرما دیا اور ازواج مطہرات نے بھی کہا کہ اس کے بعد آئندہ ہم کبھی بھی رسول اللہ ﷺ سے کسی ایسی چیز کا مطالبہ نہیں کریں گی جو آپ کے پاس موجود ہی نہ ہو، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اختیار سے متعلق یہ آیات کریمہ نازل فرمائیں۔

اور اس بارے میں آپ نے سب سے پہلے عائشہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: [إِنِّي ذَاكِرٌ لِّكَ أَمْرًا، مَا أُحِبُّ أَنْ

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ** (الأحزاب: 33: 28)، حدیث: 4785.

② صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: **وَإِنْ لَّمْ تَنْتَهِ تَرُدَّنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ** (الأحزاب: 33: 29)، حدیث: 4786.

③ مسند أحمد: 145/6. صحیح البخاری، الطلاق، باب من خیر أزواجه حدیث: 5262 و صحیح مسلم،

الطلاق، باب بیان أن تحبیرہ امرأته حدیث: 1477.

لِیْنِسَاءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاتِ مِنْکُمْ بِفَاحِشَةٍ مُّبِیْنَةٍ یُّضَعَفُ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ ط

اے نبی کی بیوی! تم میں سے جو کوئی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کرے، اسے دوہرا عذاب دیا جائے گا، اور اللہ کے لیے

وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ یَسِیْرًا ③۰

یہ نہایت آسان ہے ③۰

تَسْتَعْجِلُی فِیْهِ حَتّٰی تَسْتَأْمِرَی اَبُو یَلٰکَ] ”میں تم سے ایک بات کہتا ہوں لیکن میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تم اپنے والدین سے مشورہ کیے بغیر جلدی سے جواب دے دو۔“ انھوں نے عرض کی: کیا بات ہے؟ تو آپ نے اس آیت کریمہ: **یَاٰیَهَا النَّبِیُّ قُلْ لَا زَوَاجَکَ.....** کی تلاوت فرمادی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: کیا میں آپ کے بارے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ میں تو اپنے لیے اللہ اور اس کے رسول ہی کو پسند کرتی ہوں اور آپ سے گزارش یہ ہے کہ اپنی بیویوں میں سے کسی سے میرے انتخاب کا ذکر نہ کرنا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **[إِنَّ اللَّهَ لَمْ یَعْنَنِیْ مُعْنَفًا وَلَکِنْ بَعْنَنِیْ مُعْلَمًا مُّیْسِرًا، لَا تَسْأَلَنِیْ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ عَمَّا اخْتَرْتُهَا إِلَّا اخْبَرْتُهَا]** ”اللہ تعالیٰ نے مجھے سختی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ مجھے تو معلم اور آسانی پیدا کرنے والا بنا کر مبعوث فرمایا ہے، اگر کسی نے تمھارے انتخاب کے بارے میں مجھ سے پوچھا تو میں اسے بتا دوں گا۔“ ① اسے صرف امام مسلم نے ہی بیان کیا ہے، بخاری نے نہیں، جبکہ امام مسلم اور امام نسائی نے اس کو بروایت زکریا بن اسحاق کی بیان کیا ہے۔ ②

عکرمہ کہتے ہیں کہ اس وقت آپ کے حوالہ عقد میں نو (9) ازواج مطہرات تھیں جن میں سے یہ پانچ خاندان قریش سے تھیں: (1) عائشہ (2) حفصہ (3) ام حبیبہ (4) سَوَدَہ اور (5) ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے علاوہ (6) صَفِیَّہ بنت حُبَی تھیں ان کا تعلق قبیلہ بنو نضیر سے تھا، (7) میمونہ بنت حارث تھیں جن کا تعلق قبیلہ ہلال سے تھا، (8) زینب بنت جحش تھیں جو بنو اسد سے تھیں اور (9) جویریہ بنت حارث تھیں جو بنو مطلق سے تھیں۔ ③ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ وَاَرْضَاهُمْ۔

تفسیر آیت: 30

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہا عام عورتوں جیسی نہیں ہیں: اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی بیویوں کو وعظ و نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ہے جنھوں نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو پسند کر لیا تھا اور جس کی وجہ سے وہ بدستور رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ہی رہیں تو اس موقع کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس بات کو مناسب سمجھا کہ انھیں یہ بھی بتا دیا جائے کہ دیگر تمام عورتوں کی نسبت ان کے لیے یہ حکم خاص ہے کہ ان میں سے جو کوئی صریح ناشائستہ حرکت کرے گی اس کو دونی سزا دی جائے گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہاں ناشائستہ حرکت سے مراد سرکشی اور بد خلقی ہے۔ ④ بہر حال یہ جملہ شرطیہ ہے اور شرط واقع

① مسند أحمد: 328/3. ② صحیح مسلم، الطلاق، باب بیان أن تخیره امرأته.....، حدیث: 1478 والسنن الکبریٰ

للنسائی، عشرة النساء: 384، 383/5، حدیث: 9208. ③ تفسیر الطبری: 189/21. ④ زاد المسیر: 204/6

وتفسیر البغوی: 635/3.

ہونے کا تقاضا نہیں کرتی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ اَوْحٰی اِلَیْكَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ ؕ لَیْنِ اَشْرَکَتْ لَیَحْطَنَّ عَمَلُکَ﴾ (الزمر 65:39) ”اور البتہ تحقیق (اے محمد!) آپ کی طرف اور ان (پیغمبروں) کی طرف جو آپ سے پہلے ہو چکے ہیں، یہی وحی بھیجی گئی ہے کہ اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے عمل برباد ہو جائیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَوْ اَشْرَکُوْا الْحِطُّ عَنْهُمْ مَّا کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ۝﴾ (الأنعام: 89) ”اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو جو عمل وہ کرتے تھے سب ضائع ہو جاتے۔“ اور فرمایا: ﴿قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ لَّکُمْ ؕ فَاَنَّا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ ۝﴾ (الزخرف 81:43) ”کہہ دیں کہ اگر اللہ کے لیے اولاد ہو تو میں (سب سے) پہلے (اس کی) عبادت کرنے والا ہوں۔“ اور فرمایا: ﴿لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ یَّخْذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰی مِمَّا یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ سُبْحٰنَہٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝﴾ (الزمر 4:39) ”اگر اللہ کسی کو اپنا بیٹا بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا انتخاب کر لیتا، وہ پاک ہے وہی تو اللہ کیلئے نہایت زبردست ہے۔“

ازواج مطہرات کا مقام و مرتبہ جب بہت بلند تھا تو مناسب ہے کہ اگر ان سے کوئی گناہ سرزد ہو تو اس کی سزا بھی بہت سخت ہوتا کہ ان کے بلند و بالا مقام و مرتبہ کی حفاظت کی جاسکے، اسی لیے فرمایا: ﴿مَنْ یَّاتِ مِنْکُمْ بِفَاحِشَةٍ مُّبِیِّنَةٍ یُّضَعِفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ ۖ﴾ ”تم میں سے جو کوئی صریح ناشائستہ حرکت کرے گی، اس کو دوئی سزا دی جائے گی۔“ امام مالک نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ ﴿یُّضَعِفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ ۖ﴾ سے مراد دنیا و آخرت میں دوئی سزا دی جائے گی۔^(۱) ابن ابونجیح اور مجاہد سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ﴿وَکَانَ ذٰلِکَ عَلٰی اللّٰهِ یَسِیْرًا ۝﴾ ”اور یہ (بات) اللہ کو آسان ہے۔“



① تفسیر ابن ابی حاتم: 3129/9 و تفسیر عبدالرزاق: 37/3، رقم: 2335 عن قتادة.

وَمَنْ يَقْنُتْ مِنْكُمْ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُؤْتِهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۖ وَأَعْتَدْنَا

اور تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے اور نیک عمل کرے تو ہم اسے اس کا اجر دو گنا دیں گے، اور اس

لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا ③١

کے لیے ہم نے اچھا رزق تیار کر رکھا ہے ③١

يُنْسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُمْ كَأَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ إِنِ اتَّقَيْتُمْ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي

اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم متقی و پرہیزگار ہو تو (کسی بھی غیر عزم سے) آہستگی و نرمی سے بات نہ کیا کرو کیونکہ وہ شخص جس کے

قَلْبُهُ مَرَضٌ وَفُلْنُ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ③٢ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ

الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۖ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ

زیب و زینت کی نمائش کے مانند (اپنی) زیب و زینت کی نمائش نہ کرتی پھرو، اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اے

عَنْكُمْ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ③٣ وَادْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ

اہل بیت! پس اللہ تو چاہتا ہے کہ وہ تم سے ناپاکی دور کر دے، اور تمہیں بالکل پاک صاف کر دے ③٣ اور تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیات اور سنت

اللَّهُ وَالْحِكْمَةُ ۖ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ③٤

(کی باتیں) پڑھی جاتی ہیں وہ یاد کرو، یقیناً اللہ نہایت باریک بین، خوب باخبر ہے ③٤

تفسیر آیات: 31

امہات المؤمنین ﷺ کے لیے انعامات: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے عدل و فضل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ يَقْنُتْ

مِنْكُمْ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ ”اور جو تم میں سے اللہ اور اس کے رسول کی فرماں بردار رہے گی۔“ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی

اطاعت کرے گی اور ان کے احکام کے آگے سر تسلیم خم کر دے گی ﴿نُؤْتِهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا﴾ ③١

”اس کو ہم دو گنا ثواب دیں گے اور اس کے لیے ہم نے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔“ یعنی جنت میں وہ رسول اللہ ﷺ

کے ساتھ اعلیٰ علیین کے درجات ہی میں ہوں گی اور تمام مخلوقات کے درجات کے اوپر مقام وسیلہ میں ہوں گی جو جنت کا وہ

درجہ ہے جو عرش الہی سے قریب ترین ہے۔

تفسیر آیات: 32-34

امہات المؤمنین ﷺ کی عورتیں اس سلسلے میں ان کی تابع ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی ازواج مطہرات سے مخاطب

ہوتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کو اس طرح اختیار کریں جس طرح اس نے انہیں حکم دیا ہے تو کوئی دوسری

عورت ان جیسی نہیں ہو سکتی اور نہ فضیلت اور مقام و مرتبہ میں ان تک پہنچ سکتی ہے، پھر فرمایا: ﴿فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ﴾ ”تو تم

(کسی اجنبی شخص سے) بات کرنے میں نرمی نہ کیا کرو۔“ سُدی وغیرہ نے کہا ہے کہ ﴿فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ﴾ سے مراد اس وقت نرم نرم باتیں کرنا ہے جب اجنبی مردان سے مخاطب ہوں۔^① اسی لیے فرمایا ہے: ﴿قِطْعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ﴾ ”تا کہ وہ شخص جس کے دل میں بیماری ہے (اس سے) کوئی طمع (نہ) کر لے۔“ ﴿مَرَضٌ﴾ سے مراد پوشیدہ شرارت ہے۔ ﴿وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا﴾ ”اور دستور کے مطابق بات کیا کرو۔“ ابن زید کہتے ہیں کہ ایسی بات جو نیکی کے اعتبار سے اچھی، خوب صورت اور دستور کے مطابق ہو۔^② اس آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ وہ اجنبی مردوں سے اس انداز سے کلام کریں جس میں نرمی نہ ہو، یعنی کوئی عورت اجنبی مردوں سے اس انداز سے گفتگو نہ کرے جس طرح وہ اپنے شوہر سے کرتی ہے۔ اور فرمایا: ﴿وَقُرْنِ فِي بَيُوتِكُنَّ﴾ ”اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔“ یعنی اپنے گھروں ہی میں رہو اور ضرورت کے بغیر گھروں سے باہر نہ نکلو، شرعی ضرورتوں میں سے مسجد میں نماز ادا کرنا بھی ہے، بشرطیکہ اس کی شرائط کو پورا کیا جائے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللَّهِ مَسَاجِدَ اللَّهِ وَلَكِنَّ لِيُخْرِجَنَّ وَهْنٌ تَفَلَّاتٍ] ”اللہ کی بندویں کو اللہ کی مسجدوں (میں جانے) سے منع نہ کرو، لیکن انھیں زیب و زینت کے بغیر نکلنا چاہیے۔“^③ اور ایک روایت میں ہے: [وَيُؤَيِّنُهُنَّ خَيْرَ لَّهُنَّ] ”اور ان کے گھر ہی ان کے لیے بہت بہتر ہیں۔“^④

اور فرمایا: ﴿وَلَا تَبْرَجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى﴾ ”اور جس طرح (پہلے) جاہلیت (کے دنوں) میں اظہارِ تجمل کرتی تھیں اس طرح زینت نہ دکھاؤ۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ عورت نکل کر مردوں کے آگے چلنا شروع کر دیتی تھی، یہی زمانہ جاہلیت کا اظہارِ زیب و زینت ہے۔^⑤ امام قتادہ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَا تَبْرَجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى﴾ سے مراد ہے کہ اگر وہ گھروں سے نکل کر ناز وادا کے ساتھ لچکے کھاتے اور اٹھلاتے ہوئے چلیں تو اس سے اللہ تعالیٰ نے انھیں منع فرمایا دیا ہے۔^⑥ اور مقاتل بن حیان کہتے ہیں کہ اس آیت: ﴿وَلَا تَبْرَجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى﴾ کے معنی یہ ہیں کہ عورت اپنے دوپٹے کو سر پر لٹکالے اور اپنے ہار، اپنے جھمکے اور اپنے گلے کو نہ چھپائے بلکہ ان سب چیزوں کو نمایاں کر دے، یہی اظہارِ زیب و زینت ہے۔^⑦ خطاب اگرچہ براہِ راست ازواجِ مطہرات سے ہے لیکن یہ حکم عام ہے اور سب مسلمان عورتوں کے لیے ہے۔ اور فرمایا: ﴿وَاقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾ ”اور نماز پڑھتی رہو اور زکاۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرتی رہو۔“ پہلے انھیں برائی سے منع کیا گیا اور اب انھیں نیکی کا حکم دیتے ہوئے نماز قائم کرنے اور زکاۃ ادا کرنے کی تلقین کی جا رہی ہے، نماز اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت ہے اور زکاۃ اس کی مخلوق کے ساتھ احسان ہے۔ ﴿وَاطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾ ”اور اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرتی رہو۔“ یہ عام کے خاص پر عطف

① تفسیر ابن ابی حاتم: 3130/9 و تفسیر الطبری: 5/22. ② تفسیر الطبری: 5/22. ③ سنن ابی داود، الصلاة،

باب ماجاء فی خروج النساء.....، حدیث: 565 عن ابی ہریرۃؓ. ④ سنن ابی داود، الصلاة، باب ماجاء فی

خروج النساء، حدیث: 567 و مسند أحمد: 76/2 عن ابن عمرؓ. ⑤ تفسیر عبدالرزاق: 38/3، رقم: 2340. ⑥

تفسیر الطبری: 6/22. ⑦ تفسیر ابن ابی حاتم: 2642/8.

کے باب سے ہے۔

ازواجِ مطہرات اہل بیت میں سے ہیں: اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ ﴿٣٣﴾ ”اے (غیبر کے) اہل بیت! اللہ صرف چاہتا ہے کہ تم سے ناپاک کی دور کردے اور تمہیں بالکل پاک صاف کر دے۔“ یہ آیت کریمہ نص ہے کہ ازواجِ مطہرات بھی نبی ﷺ کے اہل بیت میں شامل ہیں کیونکہ ازواجِ مطہرات ہی اس آیت کریمہ کے نزول کا سبب ہیں جبکہ توسع اور عموم کے طور پر دیگر خواتین بھی اس میں داخل ہیں، یعنی ان کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ بہت سی احادیث آئی ہیں جو اس آیت کے عموم پر دلالت کرتی ہیں۔ ابن جریر نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بازار میں اس آیت کریمہ: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ ﴿٣٣﴾ کو بلند آواز سے پڑھتے، پھر فرماتے کہ یہ آیت بطور خاص نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔^① اور اسی طرح ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اس آیت کریمہ: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ ﴿٣٣﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ آیت بطور خاص نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔^② عکرمہ کہتے ہیں کہ جو چاہے میں اس سے مبالغہ کرنے کے لیے تیار ہوں کہ یہ آیت کریمہ نبی اکرم ﷺ کی بیویوں کی شان میں نازل ہوئی ہے۔^③

اس آیت کریمہ کے نزول کا سبب تو ازواجِ مطہرات ہی ہیں لیکن توسع اور عموم کے طور پر دیگر اہل بیت بھی اس میں شامل ہیں۔ ابن جریر نے صفیہ بنت حبیبہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نکلے اور آپ نے سیاہ بالوں کی بنی ہوئی چادر اوڑھی ہوئی تھی پس حسن رضی اللہ عنہ آگے اور آپ نے انھیں اس چادر میں داخل کر لیا، پھر حسین رضی اللہ عنہ آئے اور آپ نے انھیں بھی اس چادر میں داخل کر لیا، پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور آپ نے انھیں بھی اس چادر میں داخل کر لیا، پھر علی رضی اللہ عنہ آئے اور آپ نے انھیں بھی داخل کر لیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کریمہ: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ ﴿٣٣﴾ کی تلاوت فرمائی۔^④ اسے امام مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔^⑤

اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں یزید بن حیان سے روایت کیا ہے کہ میں، حسین بن سمرہ اور عمر بن مسلم، زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ہم ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ حسین نے ان سے عرض کی: زید! آپ نے تو خیر کثیر کو حاصل کیا ہے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی، آپ کے ارشادات کو سنا، آپ کے ساتھ غزوات میں شرکت کی اور آپ کے پیچھے نمازیں پڑھنے کا شرف حاصل کیا، زید! آپ نے تو بلاشبہ خیر کثیر کو حاصل کیا ہے، زید! ہمیں بھی کوئی ایسی بات سنائیں جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو، انھوں نے جواب دیا: میرے بھتیجے! اب میری عمر زیادہ ہو گئی ہے اور طویل عرصہ گزر گیا ہے، اس

① تفسیر الطبری: 13/22. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 3132/9. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 3132/9. ④ تفسیر

الطبری: 9/22. ⑤ صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب فضائل أهل بيت النبي ﷺ، حدیث: 2424.

لیے میں بعض احادیث کو بھول گیا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سن کر یاد کی تھیں، لہذا میں تم سے جو حدیث بیان کروں (وہ مجھے یاد ہونی چاہیے) اسے قبول کر لو اور جو بیان نہ کروں، اس کے بارے میں مجھے مجبور نہ کیا کرو، پھر انھوں نے کہا کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ تم نامی ایک چشمے پر خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے کھڑے ہوئے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، وعظ ونصیحت کی، پھر فرمایا: [أَمَّا بَعْدُ، أَلَا أَيُّهَا النَّاسُ! فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُؤْتِيكُمُ اللَّهُ وَأَسْمَسُكُمُوهَا] ”حمد و ثناء کے بعد لوگو! خبردار آگاہ رہو، میں بشر ہوں، ممکن ہے کہ عنقریب میرے پاس میرے رب کا قاصد پیغام لے کر آجائے اور میں لیک کہہ دوں، میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں، ان میں سے پہلی چیز تو اللہ کی کتاب ہے، اس میں ہدایت اور نور ہے پس اللہ کی کتاب کو لے لو اور اسے مضبوطی سے تھام لو۔“ آپ نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف آمادہ کیا اور اس کی بہت ترغیب دی، پھر فرمایا: [وَأَهْلُ بَيْتِي، أَذْكُرْكُمْ اللَّهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أَذْكُرْكُمْ اللَّهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أَذْكُرْكُمْ اللَّهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أَذْكُرْكُمْ اللَّهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي] ”اور (دوسری چیز) میرے اہل بیت ہیں، اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ تعالیٰ یاد دلاتا ہوں، اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ تعالیٰ یاد دلاتا ہوں،“ تو حصین نے پوچھا: زید! اہل بیت سے کون مراد ہیں؟ کیا آپ ﷺ کی بیویاں اہل بیت میں سے نہیں ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، آپ کی بیویاں بھی اہل بیت میں سے ہیں لیکن آپ کے اہل بیت وہ ہیں جن پر آپ کے علاوہ صدقہ حرام ہے۔ زید نے پوچھا: وہ کون لوگ ہیں جن پر آپ کے علاوہ صدقہ حرام ہے؟ انھوں نے جواب دیا: وہ آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس رضی اللہ عنہم ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ان سب لوگوں پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے؟ زید نے جواب دیا: ہاں۔ ① یہ زید بن ارقم کی تفسیر ہے، مرفوع روایت نہیں ہے۔

کتاب وسنت پر عمل کا حکم: جو شخص بھی قرآن مجید میں تدبر کرے گا تو اسے اس بارے میں ذرہ بھر شک نہیں ہوگا کہ ازواج مطہرات اس آیت: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ ② میں داخل ہیں کیونکہ کلام کا سیاق انھی کے بارے میں ہے، اسی لیے اس سب کچھ کے بعد فرمایا: ﴿وَإِذْ كُنَّا مَا يَنْتَلِي فِي بَيْوتِكُنَّ مِنَ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ﴾ ”اور تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور حکمت (کی باتیں سنائی جاتی ہیں) ان کو یاد رکھو۔“ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ تمہارے گھروں میں اپنے رسول ﷺ پر جس کتاب و حکمت کو نازل فرما رہا ہے اس کے مطابق عمل کرو۔ امام قتادہ اور کئی ایک ائمہ تفسیر نے یہی معنی کیے ہیں۔ ③ اس نعمت کو یاد کرو جو عام لوگوں میں سے بطور خاص صرف تمہارے حصے میں آئی ہیں اور وہ یہ کہ تمام لوگوں میں سے صرف تمہارے گھر ہی ایسے ہیں جن میں وحی نازل ہوتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ

① صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حدیث: 2408. ② تفسیر ابن ابی

حاتم: 3133/9 و تفسیر الطبری: 13/22.

بنت صدیق رضی اللہ عنہ دیگر ازواج کی نسبت اس نعمت کی سب سے زیادہ مستحق، اس غنیمت کی سب سے زیادہ حصہ دار اور اس بے پایاں رحمت کے سب سے زیادہ لائق تھیں کہ آپ کے سوا کسی دوسری خاتون کے بستر میں رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل نہیں ہوتی تھی جیسا کہ خود رسول اللہ نے اس کی صراحت فرمائی ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس کا سبب یہ ہے کہ آپ کے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے کسی دوسری بارکہ خاتون سے شادی نہیں کی تھی اور رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی دوسرا شخص آپ کے ساتھ آپ کے بستر میں نہیں سویا تھا، لہذا یہ بات بہت مناسب تھی کہ آپ کو اس اعزاز سے سرفراز فرمایا جاتا اور اس بلند مرتبے سے نوازا جاتا لیکن جب دیگر ازواج مطہرات بھی اہل بیت ہی میں سے ہیں تو اس قربت کی وجہ سے وہ بھی اس نام کی مستحق قرار پائیں۔ ابن ابوحاتم نے ابو جلیلہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے بعد حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما خلیفہ بنے، وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے ان پر حملہ آور ہو کر اپنے خنجر سے وار کر دیا، حُصَین کا خیال ہے کہ جس شخص نے ان پر حملہ کیا وہ بنو اسد کا ایک شخص تھا، حسن رضی اللہ عنہ حملے کے وقت سجدے کی حالت میں تھے اور لوگوں کا خیال ہے کہ نیزہ آپ کے سرین پر لگا تھا جس کی وجہ سے آپ کئی مہینے بیمار رہے، پھر صحت یاب ہو گئے تو منبر پر بیٹھے اور فرمایا: اے اہل عراق! ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، ہم تمہارے حکمران بھی ہیں اور مہمان بھی اور ہم وہ اہل بیت ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا** ⑬ آپ بار بار اس آیت کریمہ کی تلاوت فرماتے رہے حتیٰ کہ مسجد میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو زار و قطار روند رہا ہو۔ ①

اور فرمایا: **إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا** ⑭ ”بے شک اللہ بڑا باریک بین، نہایت باخبر ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم ہی سے تم اس بلند مقام و مرتبہ تک پہنچی ہو اور اسے تمہارے بارے میں خوب معلوم ہے کہ تم اس کی اہل بھی ہو، اسی وجہ سے اس نے تمہیں یہ مقام و مرتبہ عطا فرمایا اور اسے تمہارے لیے مخصوص کر دیا ہے۔ ابن جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ اس نے تمہیں ایسے گھروں میں رکھا ہے جن میں اللہ تعالیٰ کی آیات و حکمت کی تلاوت ہوتی ہے، لہذا تم اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاؤ اور اس کی حمد و ثنا کرتے رہا کرو۔ **إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا** ⑭ ”بے شک اللہ بڑا باریک بین، نہایت باخبر ہے۔“ تمہارے ساتھ اس نے لطف و کرم کا معاملہ فرمایا کہ تمہیں ایسے گھروں میں پہنچا دیا ہے جن میں اللہ تعالیٰ کی آیات و حکمت کی تلاوت ہوتی ہے۔ حکمت سے مراد سنت ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں خوب باخبر ہے کہ اس نے اپنے رسول ﷺ کے لیے بیویوں کے طور پر تمہارا انتخاب فرمایا ہے۔ ① اور امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ: **وَإِذْ كُنَّا مَا يَمْلِكُ فِي يَدَيْكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ** ⑮ میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کا ازواج مطہرات پر بطور احسان ذکر فرمایا ہے۔ ③ عطیہ عوفی نے **إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا** ⑭ کے بارے میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ

① تفسیر ابن ابی حاتم: 3132/9. ② تفسیر الطبری: 13/22. ③ تفسیر الطبری: 13/22.

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَنِثَتِينَ وَالْقَنِثَتِ وَالصَّادِقِينَ

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں، سچے مرد اور سچی عورتیں، صابر مرد اور صابر

وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخُشْعِينَ وَالْخُشْعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ

عورتیں، عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں، روزہ دار مرد اور روزہ دار

وَالصَّالِحِينَ وَالصَّالِحَاتِ وَالْحَفِظِينَ وَالْحَفِظَاتِ وَالذِّكْرِينَ وَالذِّكْرَاتِ كَثِيرًا وَالذِّكْرَاتِ لَا

عورتیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کا بکثرت ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، ان

أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ③۵

سب کے لیے اللہ نے مغفرت اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے ③۵

اس کے استخراج کے اعتبار سے لطیف اور اس کے مقام کے اعتبار سے خیر ہے۔ ① اسے ابن ابی حاتم نے روایت کیا، پھر کہا ہے کہ ربیع بن انس نے قتادہ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ ②

تفسیر آیت: 35:

بخشش اور اجر عظیم کے مستحق لوگ: امام احمد نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کی خدمت میں عرض کی: کیا بات ہے ہمارا قرآن مجید میں اس طرح ذکر نہیں ہوتا جس طرح مردوں کا ذکر ہوتا ہے؟ ایک دن اچانک میں نے یہ دیکھا کہ آپ منبر پر اعلان فرما رہے تھے، میں اس وقت اپنے بالوں میں کنگھی کر رہی تھی، میں نے بال سینے اور اپنے گھر کے حجرے کی طرف نکلی اور میں نے آپ کے اعلان کو سننے کے لیے کان لگا دیے، آپ منبر کے پاس فرما رہے تھے: [يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ..... "لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ....."] ① اور اسی طرح اسے امام نسائی اور ابن جریر نے بھی بیان کیا ہے۔ ④

یہ آیت کریمہ: إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام اور ایمان میں فرق ہے، ایمان خاص ہے، اسلام عام ہے۔ جیسا کہ حسب ذیل آیت کریمہ سے بھی معلوم ہوتا ہے: قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ ط (الحجرات 14:49) ”دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے، کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو: ہم اسلام لائے ہیں اور ایمان تو ہنوز تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا“ اور صحیحین کی حدیث میں ہے: [لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ] ”زانی جس وقت زنا کرتا ہے وہ مومن نہیں ہوتا۔“ ⑤ یعنی اس سے ایمان سلب کر لیا جاتا ہے لیکن اس بات پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اس

① تفسیر الطبری 88/21 عن قتادة. ② تفسیر الطبری 396/7. ③ مسند أحمد: 305/6. ④ السنن الكبرى

للنسائی، التفسیر، باب قوله: ﴿إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ﴾ 431/6، حدیث: 11405 و تفسیر الطبری: 15/22. ⑤

صحیح البخاری، المظالم، باب النهی بغیر إذن صاحبه.....، حدیث: 2475 و صحیح مسلم، الإیمان، باب بیان

نقصان الإیمان بالمعاصی.....، حدیث: 57 عن أبي هريرة ؓ.

سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کافر ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اسلام عام اور ایمان خاص ہے جیسا کہ ہم نے شرح بخاری کے آغاز میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

اور فرمایا: **وَالْقَانِتِينَ وَالْقَنُوتَ** ”اور فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں۔“ قنوت کے معنی سکون کے ساتھ اطاعت کرنے کے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَقْنِ هُوَ قَانِتٌ اِنَّاءُ الْبَيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةً رَّبِّهٖ ط﴾ (الزمر: 9) ”(بھلا مشرک اچھا ہے) یا وہ جو رات کے اوقات میں سجدے کرتے ہوئے اور کھڑے ہو کر طاعت و عبادت کرتا، آخرت سے ڈرتا اور اپنے پروردگار کی رحمت کی امید رکھتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَوْ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط كُلُّ لَهٗ قٰنِتُوْنَ ۝﴾ (الروم: 26) ”اور آسمانوں اور زمین میں جتنے (فرشتے اور انسان وغیرہ) ہیں، اسی کے (مملوک) ہیں (اور) تمام اس کے فرماں بردار ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿يَمْرِيْمُ اقْنِتِيْ لِربِّكَ وَاَسْجُدِيْ وَاذْكُرِيْ مَعَ الزَّكٰعِيْنَ ۝﴾ (ال عمران: 43) ”اے مریم! اپنے پروردگار کی فرماں برداری کرنا اور سجدہ کرنا اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرنا۔“ اور فرمایا: ﴿وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۝﴾ (البقرة: 238) ”اور اللہ کے لیے فرماں بردار ہو کر کھڑے رہو۔“ اسلام کے بعد ایک بلند مرتبہ ہے اور وہ ایمان ہے اور اطاعت، اسلام و ایمان ہی کا ثمر ہے۔

وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقَاتِ ”اور راست باز مرد اور راست باز عورتیں۔“ راست بازی کا تعلق اقوال سے ہے۔ شک سچ بولنا بھی بہت قابل ستائش عادت ہے، بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ثابت ہے کہ انھوں نے زندگی بھر کبھی بھی زمانہ جاہلیت یا اسلام میں جھوٹ نہیں بولا تھا۔ سچ بولنا ایمان کی علامت ہے جیسا کہ جھوٹ بولنا نفاق کی نشانی ہے۔ جس شخص نے سچ بولا وہ نجات پا گیا۔ حدیث میں ہے: **[عَلَيْكُمْ بِالصّٰدِقِ، فَاِنَّ الصّٰدِقَ يَهْدِيْ اِلَى الْبِرِّ وَاِنَّ الْبَرَّ يَهْدِيْ اِلَى الْحَنَةِ، وَ(لَا) يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصّٰدِقَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيقًا، وَاِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ، فَاِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِيْ اِلَى الْفُجُوْرِ، وَاِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِيْ اِلَى النَّارِ وَ(لَا) يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذٰبًا]** ”سچ کو اختیار کرو پس بے شک سچ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے اور آدمی ہمیشہ سچ بولتا رہتا ہے اور سچ کو تلاش کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے بہت سچا لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ سے اجتناب کرو پس بے شک جھوٹ برائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور برائی جہنم میں لے جاتی ہے۔ اور آدمی ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کو تلاش کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے بہت جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔“ ^① سچ کے بارے میں بہت سی احادیث ہیں۔

① صحیح البخاری، الأدب، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝﴾ (التوبة

119:9) و ما ينهى عن الكذب، حديث: 6094 و صحیح مسلم، البر والصلة والأدب، باب قبح الكذب وحسن الصدق، حديث: (105) - 2607 واللفظ له. جبکہ دونوں قوسوں والے الفاظ مسند أحمد: 410/1 عن ابن مسعود ؓ

میں ہیں۔

﴿وَالصَّابِرِينَ وَالصَّادِقَاتِ﴾ ”اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں۔“ یہ ثابت قدم لوگوں کی صفت ہے اور اس سے مراد مصائب پر صبر کرنا اور اس بات کو جان لینا ہے کہ جو مقدر میں لکھا جا چکا ہے وہ بہر صورت رونما ہونے والا ہے اور اسے صبر و ثبات کے ساتھ ہی حاصل کیا جاسکتا ہے اور صبر وہ ہے جو صدمہ اولی کے وقت کیا جائے، یعنی صدمے کے آغاز میں صبر کرنا بہت زیادہ مشکل ہوتا ہے، پھر بعد میں آسان ہوتا جاتا ہے اور وہ بھی صدق و ثبات کی علامت ہے۔

﴿وَالْخُشُعِينَ وَالْخُشَعَاتِ﴾ ”اور فروتنی کرنے والے مرد اور فروتنی کرنے والی عورتیں۔“ خشوع کے معنی سکون، طمانینت، خجل، وقار اور تواضع کے ہیں۔ اور اس کا سبب اللہ کا خوف اور اس کی نگہبانی کا تصور ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے: [أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ] ”اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔“^①

﴿وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ﴾ ”اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں۔“ صدقہ ان محتاج اور کمزور لوگوں سے احسان ہے جو کما نہیں سکتے اور جن کے لیے کوئی کمانے والا بھی نہ ہو تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجالاتے اور لوگوں کی طرف احسان کرتے ہوئے اپنے زائد مال انھیں دے دیتے ہیں۔ صحیحین میں حدیث ہے: [سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ تَعَالَى فِي يَوْمٍ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ..... وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ، مَا تَنْفِقُ يَمِينُهُ] ”ساتھ شخص ایسے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ اس دن اپنا سایہ فراہم کرے گا جب اس کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (ان سات سعادتمند لوگوں میں آپ نے اس شخص کا ذکر بھی فرمایا) جو صدقہ کرتا اور اسے اس قدر مخفی رکھتا ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی یہ علم نہیں ہوتا کہ اس کا دایاں ہاتھ کیا خرچ کرتا ہے۔“^② اور ایک دوسری حدیث میں ہے: [وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ] ”اور صدقہ گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔“^③ صدقہ کی ترغیب کے بارے میں بہت سی احادیث ہیں جو اپنے مقام پر مذکور ہیں۔

﴿وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ﴾ ”اور روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں۔“ ابن ماجہ کی حدیث میں ہے: [وَزَكَاةُ الْحَسَدِ الصَّوْمُ] ”اور جسم کی زکاة روزہ ہے۔“^④ یعنی روزہ جسم کو طبعی اور شرعی لحاظ سے نکلی اور ملاوٹ شدہ

① صحیح البخاری، الإيمان، باب سؤال جبریل النبی ﷺ عن الإيمان والإسلام.....، حدیث: 50 عن أبي هريرة ؓ وصحیح مسلم، الإيمان، باب بیان الإيمان والإسلام.....، حدیث: 8 عن عمر ؓ. ملاحظہ: حافظ ابن کثیر کے ذکر کردہ الفاظ [أَعْبُدَ اللَّهَ] ایک اور روایت کے سیاق میں آتے ہیں، دیکھیے مسند أحمد: 132/2 عن ابن عمر ؓ. ② صحیح البخاری، الزکاة، باب الصدقة باليمين، حدیث: 1423 وصحیح مسلم، الزکاة، باب فضل إخفاء الصدقة، حدیث: 1031 عن أبي هريرة ؓ. ③ جامع الترمذی، السفر، باب ما ذکر فی فضل الصلاة، حدیث: 614 عن كعب بن عجرة ؓ، و سنن ابن ماجہ، الفتن، باب كف اللسان فی الفتنة، حدیث: 3973 عن معاذ بن جبل ؓ. ④ سنن ابن ماجہ، الصيام، باب فی الصوم زکاة الجسد، حدیث: 1745 عن أبي هريرة ؓ، دیکھیے السلسلة الضعيفة: 497/3 حدیث: 1329.

چیزوں سے پاک صاف کر دیتا ہے جیسا کہ سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ جو شخص رمضان کے اور ہر مہینے کے تین روزے رکھ لے وہ ﴿وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ﴾ میں داخل ہو جاتا ہے۔^① روزہ شہوت توڑنے میں سب سے زیادہ معاون ثابت ہوتا ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغْضُ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وَجَاءٌ] ”اے گروہ جواناں! تم میں سے جس کو استطاعت ہو وہ شادی کر لے، یہ نظر کو بہت نیچے رکھنے اور شرم گاہ کی بہت زیادہ حفاظت کا سبب ہے اور جسے استطاعت نہ ہو وہ روزہ رکھے، کیونکہ وہ اس کے لیے شہوت کو کچلنے کا سبب ہے۔“^② اسی لیے مناسب تھا کہ اس کے بعد یہ ذکر کیا جاتا: ﴿وَالْحَفِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَفِظَاتِ﴾ ”اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں۔“ یعنی وہ حرام اور گناہ کے کاموں سے اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں اور صرف مباح صورت ہی کو اختیار کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ يَفْرُوجَهُمْ حَفِظُونَ ۚ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۚ فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعُدُونَ ۚ﴾ (المعارج 70: 29-31) ”اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں یا جن (لوئر یوں) کے مالک بنے ہیں ان کے دائیں ہاتھ تو بلاشبہ (ان کے پاس جانے پر) انھیں کچھ ملامت نہیں اور جو لوگ ان کے سوا اور کے طلب گار ہوں، سو وہ حد سے نکل جانے والے ہیں۔“

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِينَ اللَّهُ كَثِيرًا وَالذِّكْرُ لَا﴾ ”اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں۔“ امام ابن ابی حاتم نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا اسْتَيْقَظَ الرَّجُلُ مِنَ اللَّيْلِ وَأَقْبَضَ امْرَأَتَهُ فَصَلَّيَا رَكَعَتَيْنِ كُتِبَا (لِكِلَيْهِمَا) مِنَ الذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ] ”جب کوئی شخص رات کو بیدار ہو جائے اور اپنی بیوی کو بیدار کرے اور دونوں (اس رات) دو (دو) رکعت نماز پڑھ لیں، تو وہ اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مردوں اور عورتوں میں لکھ دیے جاتے ہیں۔“^③ امام ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی بروایت ابوسعید و ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کے اس فرمان کو اسی طرح بیان کیا ہے۔^④

اور امام احمد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ کے رستے میں چل رہے تھے کہ آپ حمدان پہاڑ پر تشریف لے آئے اور فرمایا: [هَذَا جُمُودَانِ، سِيرُوا! سَبَقَ الْمُفْرَدُونَ، قَالُوا: وَمَا الْمُفْرَدُونَ؟ قَالَ: الذَّاكِرُونَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِينَ! قَالُوا: وَالْمُقَصِّرِينَ؟ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِينَ! قَالُوا:

① الدر المنثور: 380/5. ② صحيح البخاری، النکاح، باب قول النبی ﷺ: [من استطاع منكم الباءة]، حدیث:

5065 و صحيح مسلم، النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه، حدیث: (3) 1400 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ.

③ تفسیر ابن ابی حاتم: 3134/9. ④ سنن أبی داؤد، الوتر، باب الحث علی قیام اللیل، حدیث: 1451 و سنن ابن

ماجہ، إقامة الصلوات، باب ماجاء فیمن أیقظ أهله اللیل، حدیث: 1335 و اللفظ له. بحکمہ توسین والالفاظ السنن الکبریٰ

للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالیٰ: ﴿وَالَّذِينَ اللَّهُ كَثِيرًا وَالذِّكْرُ لَا﴾، حدیث: 432/6، حدیث: 11406 میں ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ

اور کسی مؤمن مرد اور کسی مؤمن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو ان کے لیے اپنے معاملے میں ان کا کوئی

أَمْرِهِمْ ط وَمَنْ يَعِصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا ط

اختیار (باقی) رہے، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ یقیناً کھلم کھلا گمراہ ہو گیا 36

وَالْمُقَصِّرِينَ؟ قَالَ: وَالْمُقَصِّرِينَ! ”یہ جمدان ہے، تم چلتے رہو مقرر دین سبقت لے گئے، صحابہ نے عرض کی: یہ مقرر دین کون ہیں؟ فرمایا: اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! (سر کے بال) منڈوانے والوں کو بخش دے، صحابہ نے عرض کی: اور بال کٹوانے والوں کو بھی۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ! (سر کے بال) منڈوانے والوں کو بخش دے، صحابہ نے عرض کی: اور بال کٹوانے والوں کو بھی۔ آپ نے فرمایا: اور بال کٹوانے والوں کو بھی بخش دے۔“ اس روایت کو اس طرح بیان کرنے میں امام احمد رحمہ اللہ متفرد ہیں اور اس کا پہلا حصہ امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔ 37

اور فرمایا: ﴿اعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا﴾ 38 ”کچھ شک نہیں کہ اللہ نے ان کے لیے بخشش اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔“ یہ ان سب مذکورہ بالا لوگوں کے بارے میں خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کے لیے بخشش اور ان کے لیے اجر عظیم، یعنی جنت کو تیار فرما رکھا ہے۔

تفسیر آیت: 36

شان نزول: امام احمد نے ابو بزرہ اسلمی سے روایت کیا ہے کہ جُلَیْبِی نامی ایک شخص عورتوں کے پاس آتا، ان کے پاس سے گزرتا اور ان سے دل لگی کی باتیں کیا کرتا تھا، میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ دیکھو آئندہ تمہارے پاس جُلَیْبِی نہ آئے، اگر وہ آیا تو میں سخت سزا دوں گا۔ انصار میں یہ دستور تھا کہ ان میں سے کسی کے پاس اگر کوئی بغیر شوہر کے 39 (کنواری، بیوہ اور مطلقہ) عورت ہوتی تو وہ اس وقت تک اس کی شادی نہ کرتا جب تک یہ معلوم نہ کر لیتا کہ رسول اللہ ﷺ کو اس کی حاجت ہے یا نہیں۔ نبی ﷺ نے ایک انصاری سے کہا: [زَوْجُنِي ابْتَنَكَ] ”اپنی بیٹی کا رشتہ مجھے دے دو“ اس نے عرض کی: بسر و چشم اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: [إِنِّي لَسْتُ أُرِيدُهَا لِنَفْسِي] ”یقیناً میں یہ رشتہ اپنے لیے نہیں چاہتا۔“ تو اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ کس کے لیے چاہتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لِجُلَيْبٍ] ”جُلَیْبِی کے لیے۔“ اس نے

① مُفَرَّد، لغوی اعتبار سے اس تنہا سفر کرنے والے کو کہتے ہیں جس کے ساتھ اپنی سواری کے سوا اور کوئی بھی نہ ہو جبکہ حدیث کے لحاظ سے

اس کے معنی حدیث میں مذکور ہیں۔ ② مسند أحمد: 411/2. ③ صحيح مسلم، الذکر والدعاء.....، باب الحث علی

ذكر الله تعالى، حدیث: 2676. اور جمدان مکرمرہ کے راستے میں بنیع اور عبص کے درمیان ایک پہاڑ کا نام ہے۔ ④ ايم

ہر اس عورت کو کہتے ہیں جو فی الوقت کسی کے نکاح میں نہ ہو، خواہ پہلے اس کی شادی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، یعنی کنواری، بیوہ اور مطلقہ سب پر اس

کا اطلاق ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر اس مرد کو بھی ايم کہتے ہیں جس کے نکاح میں فی الوقت کوئی عورت نہ ہو۔

عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں بیٹی کی ماں سے مشورہ کرتا ہوں، وہ اس کی ماں کے پاس آیا اور کہنے لگا: رسول اللہ ﷺ تمہاری بیٹی کا رشتہ طلب فرماتے ہیں، اس نے بھی جواب میں یہی کہا کہ آپ کا فرمان سر آنکھوں پر! اس آدمی نے کہا: مگر رسول اللہ ﷺ یہ رشتہ اپنے لیے طلب نہیں فرما رہے بلکہ جلیب کے لیے طلب فرما رہے ہیں۔ اس نے کہا: کیا جُلْبِیْب؟ اونہوں! کیا جُلْبِیْب؟ اونہوں! کیا جُلْبِیْب؟ اونہوں! نہیں، اللہ کی قسم! ہم جُلْبِیْب کو یہ رشتہ نہیں دیں گے، جب اس انصاری نے کھڑے ہو کر جانے کا ارادہ کیا تا کہ رسول اللہ ﷺ کو بتادے کہ اس کی بیوی نے کیا کہا ہے تو اس کی بیٹی نے کہا کہ تم سے میرا رشتہ کس نے مانگا ہے۔ اس کی ماں نے اسے بتایا تو اس نے کہا: کیا تم رسول اللہ ﷺ کے حکم کو ٹال رہے ہو؟ مجھے رسول اللہ ﷺ کے سپرد کردو، آپ مجھے ضائع نہیں فرمائیں گے، اس بیٹی کا باپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ اس بیٹی کو لے لیں اور جُلْبِیْب کے ساتھ اس کی شادی کر دیں۔

اس اثنا میں رسول اللہ ﷺ ایک غزوے کے لیے تشریف لے گئے اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح و نصرت اور غنیمت سے سرفراز فرمایا تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: [هَلْ تَفْقِدُونَ مِنْ أَحَدٍ؟] ”کیا تم اپنے کسی ساتھی کو گم پاتے ہو؟“ انھوں نے عرض کی: فلاں فلاں گم ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اَنْظُرُوا! هَلْ تَفْقِدُونَ مِنْ أَحَدٍ؟] ”پھر دیکھو! کیا تم اپنے کسی اور ساتھی کو گم پاتے ہو؟“ انھوں نے عرض کی: نہیں۔ آپ نے فرمایا: [لَكِنِّي أَفْقِدُ جُلْبِیْبًا..... فَاَطْلُبُوهُ فِي الْقَتْلِ] ”لیکن میں جُلْبِیْب کو گم پاتا ہوں، لہذا اسے مقتولوں میں تلاش کرو۔“ انھوں نے تلاش کیا تو اس کی لاش مل گئی اور اس کے ساتھ ان سات کافروں کی لاشیں بھی ملیں جن کو اس نے قتل کر دیا تھا، پھر کافروں نے اسے بھی شہید کر دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو بتایا کہ اے اللہ کے رسول! اس کی لاش مل گئی ہے اور اس کے ساتھ ان سات کافروں کی لاشیں بھی پڑی ہیں جن کو اس نے قتل کیا تھا، پھر کفار نے اسے بھی شہید کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ اس کی میت کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: [قَتَلَ سَبْعَةً وَ قَتَلُوهُ، هَذَا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ، هَذَا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ] ”اس نے سات کافروں کو قتل کیا اور کافروں نے اسے شہید کر دیا، یہ میرا اور میں اس کا ہوں، یہ میرا اور میں اس کا ہوں۔“ آپ نے یہ دو کلمات دو یا تین بار فرمائے، پھر رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے بازوؤں پر اٹھالیا، پھر اس کی قبر کھودی گئی، اس کی میت کو چار پائی پر نہیں رکھا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کے مبارک بازو ہی اس کی چار پائی تھے، پھر رسول اللہ ﷺ ہی نے اسے اس کی قبر میں اتارا اور اسے غسل بھی نہیں دیا گیا تھا۔ ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار میں ایسی اور کوئی عورت نہ تھی جس کو اس سے زیادہ پیغام نکاح دینے والے ہوں۔ اسحاق بن عبد اللہ بن ابوطلمہ نے ثابت سے بیان کیا: کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کے لیے کیا دعا فرمائی تھی؟ آپ نے اس کے لیے یہ دعا فرمائی تھی: [اللَّهُمَّ صَبِّ عَلَيْهَا الْحَيْرَ صَبًّا، وَلَا تَجْعَلْ عَيْشَهَا كَدًّا كَدًّا] ”اے اللہ! اس پر خیر و بھلائی کی بارش نازل فرما دے اور اس کی زندگی کو مکدر نہ بنانا۔“ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا اور پھر انصار میں ایسی اور کوئی عورت نہ تھی جس کو اس سے زیادہ پیغام نکاح دینے والے ہوں۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اس طویل روایت کو

اسی طرح بیان کیا ہے۔ ① امام مسلم اور نسائی نے اپنی کتابوں کی کتاب الفضائل میں ان کی شہادت کا واقعہ بیان کیا ہے۔ حافظ ابو عمر بن عبد البر رحمہ اللہ نے ”الاستیعاب“ میں بیان کیا ہے کہ جب اس بیٹی نے پس پردہ اپنے والدین سے یہ کہا: کیا تم رسول اللہ ﷺ کے حکم کو ٹالتے ہو؟ تو اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُمِئِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ﴾ ”اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی امر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں۔“ ② طاؤس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نماز عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے اس سے منع کر دیا اور ساتھ ہی اس آیت کریمہ: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُمِئِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ﴾ کی تلاوت فرمادی۔ ③ پس یہ آیت کریمہ عام ہے اور تمام امور

- ① مسند أحمد: 422/4. ② صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل جلیبیبؓ، حدیث: 2472 و السنن الکبریٰ للنسائی، المناقب، باب جلیبیبؓ: 68/5، حدیث: 8246. ③ الاستیعاب، باب الأفراد فی الحیم علی هامش الإصابة: 256/1 لیکن حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: انس بن مالک اور ابو بزرہ اسلمی رضی اللہ عنہما کی حدیث میں آیت مذکورہ کے سبب نزول میں یہ واقعہ مجھے موصول کہیں نہیں ملا۔ الإصابة: 601، 600/1، رقم: 1182. ④ تفسیر ابن ابی حاتم: 3135، 3134/9 والمصنف لعبد الرزاق: 433/2، حدیث: 3975. عصر کے بعد نوافل کے متعلق وارد نہیں مطلق نہیں ہے بلکہ بعض دلائل اسے مقید کرتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ عصر کے بعد سورج غروب ہونے کے قریب نماز پڑھنا ممنوع ہے مطلقاً منع نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ [أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ إِلَّا وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةً] ”بے شک نبی ﷺ عصر کے بعد نماز سے روکتے تھے الا یہ کہ سورج ابھی بلند ہو۔“ (سنن أبی داود، التطوع، باب من رخص فیہما إذا كانت الشمس مرتفعة، حدیث: 1274). اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ممانعت کا تعلق غروب آفتاب کے قریب نماز پڑھنے سے ہے، اس سے قبل جائز ہے۔ اسی طرح ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا يَحْتَزِي أَحَدُكُمْ فَيُصَلِّيَ عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ غُرُوبِهَا] ”کوئی شخص طلوع شمس اور اس کے غروب کے وقت نماز پڑھنے کی کوشش نہ کرے۔“ (صحیح مسلم، صلاة المسافرين، باب الأوقات التي نهى.....، حدیث: 828) اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ منع کا حکم غروب آفتاب کے قریب نماز پڑھنے کے ساتھ مقید ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَإِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ، فَأَعْرُوا الصَّلَاةَ حَتَّى تَغِيبَ] ”..... اور جب سورج کا کنارہ غائب ہو جائے تو پھر نماز کو غروب آفتاب تک مؤخر کر دو۔“ (صحیح مسلم، صلاة المسافرين، باب الأوقات التي نهى عن الصلاة فيها، حدیث: 829) عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین اوقات میں ہمیں نماز پڑھنے اور مردے دفنانے سے روکا کرتے تھے (ان میں سے ایک یہ ہے): [وَجِئْتُ تَضِيفُ الشَّمْسُ لِلْغُرُوبِ حَتَّى تَغْرُبَ] ”اور جب سورج غروب کے قریب ہو جائے تو غروب ہونے تک (نماز نہ پڑھو۔“ (صحیح مسلم، صلاة المسافرين، باب الأوقات التي نهى عن الصلاة فيها، حدیث: 831) اسی طرح سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جسے شیخ البانی رحمہ اللہ نے السلسلة الصحيحة، حدیث: 200 میں ابن حزم رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اس کی سند کو صحیح کہا ہے، وہ فرماتے ہیں: لَمْ يَنْهَ عَنِ الصَّلَاةِ إِلَّا عِنْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ ”آپ ﷺ نے غروب آفتاب کے قریب ہی نماز پڑھنے سے روکا تھا۔“ (المحلی لابن حزم، حکم الرکعتین بعد العصر: 4/3) اسی طرح کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی عصر کے بعد نوافل پڑھنا ثابت ہیں جس کی تفصیل ذیل میں دیے گئے ہیں۔
- ⑤ شرح صحیح مسلم للنووی، تحت الحدیث: 829 وعون المعبود، تحت الحدیث: 1270-1272. والسلسلة الصحيحة: 387/1، حدیث: 200 والمحلی لابن حزم: 23/3-31. هذا ما عندنا والله اعلم بالصواب

وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ

اور (اے نبی! دیکریں) جب آپ اس شخص (زید بن حارثہ) سے جس پر اللہ نے انعام کیا اور آپ نے بھی انعام کیا تھا، کہہ رہے تھے کہ تو اپنی بیوی (نسب) کو

زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ

اپنے پاس رکھ، اور اللہ سے ڈر، اور آپ اپنے دل میں وہ بات (لے پاک کی مطلقہ سے نکاح) چھپاتے تھے جسے اللہ ظاہر کرنا چاہتا تھا، اور آپ لوگوں سے

وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاهَا لَكَ

ڈرتے تھے، حالانکہ اللہ زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس سے ڈریں، پھر جب زید نے اس سے اپنی حاجت پوری کر لی تو ہم نے اس کا نکاح آپ سے

لَا يَكُونُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا

کردیا، تاکہ مومنوں کے لیے اپنے منہ بولے بیٹوں (سے نکاح) میں کوئی حرج نہ رہے، جب وہ ان سے (اپنی) حاجت پوری کر لیں، اور اللہ کا حکم

وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ﴿٣٧﴾

تو (پورا) ہو کر ہی رہتا ہے ﴿٣٧﴾

سے متعلق ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کسی چیز کا حکم دے دیں تو پھر کسی کو اس کی مخالفت کا حق حاصل نہیں ہے، پھر کسی کا کوئی اختیار نہیں ہے، پھر کسی کی رائے یا قول کی کوئی حیثیت نہیں ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِي مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (النساء: 65) ”سو آپ کے پروردگار کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں آپ کو منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ آپ کریں اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں، تب تک مومن نہیں ہوں گے۔“ اسی وجہ سے اس کی خلاف ورزی کی شدید تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا﴾ ”اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو یقیناً وہ صریح گمراہ ہو گیا۔“ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (النور: 63) ”تو جو لوگ اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے کہ (ایسا نہ ہو کہ) ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب آ پہنچے۔“

تفسیر آیت: 37:

حضرت زید اور زینب رضی اللہ عنہما کا قصہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے بارے میں فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ﴿أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ﴾ اور اس سے مراد وہی ہیں جس پر اللہ تعالیٰ نے اسلام اور اتباع رسول ﷺ کی توفیق عطا فرما کر احسان فرمایا: ﴿وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ﴾ ”اور آپ نے (بھی) اس پر احسان کیا۔“ کہ غلامی سے آزاد کر دیا اور وہ بڑی شان والے، جلیل القدر اور نبی ﷺ کے حبیب تھے، انھیں رسول اللہ ﷺ کا محبوب کہا جاتا تھا جیسا کہ ان کے بیٹے اسامہ کو محبوب ابن محبوب کہا جاتا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

انھیں جس سرے میں بھی بھیجا تو اس کا امیر انھی کو بنایا، اگر وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد زندہ رہتے تو آپ انھیں اپنا خلیفہ بنادیتے۔^① رسول اللہ ﷺ نے ان کی شادی اپنی پھوپھی زاد زینب بنت جحش اسدیہ رضی اللہ عنہا سے کر دی تھی۔ یاد رہے حضرت زینب کی والدہ اُمیمہ بنت عبدالمطلب ہیں اور زید نے انھیں دس دینار ساٹھ درہم، دو پٹہ، چادر، زرہ، پچاس مد کھانا اور دس مد کھجوریں بطور حق مہر دیں، یہ مقاتل بن حیان کا بیان ہے، سوزینب ان کے پاس قریباً ایک سال یا اس سے کچھ زیادہ عرصے تک رہیں، پھر دونوں میں اختلاف پیدا ہو گیا، زید نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر ان کی شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا:

﴿أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ﴾ ”اپنی بیوی کو اپنے پاس روکے رکھو اور اللہ سے ڈرو۔“ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَتُخْفَىٰ فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَهُ﴾ ”اور آپ اپنے دل میں وہ بات پوشیدہ کرتے تھے جس کو اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور آپ لوگوں سے ڈرتے تھے، حالانکہ اللہ ہی اس کا زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس سے ڈریں۔“ ابن جریر نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ اگر محمد ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی اس کتاب میں سے کچھ چھپانا ہوتا جسے اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی کے ذریعے سے نازل فرمایا ہے تو آپ اس آیت: ﴿وَتُخْفَىٰ فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَهُ﴾ کو چھپالیتے۔^②

﴿فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاهَا﴾ ”پھر جب زید نے اس سے اپنی حاجت پوری کر لی (اور پھر طلاق دے دی) تو ہم نے اس کا نکاح آپ سے کر دیا۔“ ﴿وَطَرًا﴾ کے معنی حاجت و ضرورت کے ہیں، یعنی وہ جب اس سے فارغ ہو گئے اور انھوں نے اس سے جدائی اختیار کر لی تو ہم نے اس کا نکاح آپ سے کر دیا اور اس نکاح کا ولی خود اللہ عز و جل تھا، بایں معنی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ آپ اسے ولی، عقد، مہر اور انسانی گواہوں کے بغیر اپنے نکاح میں لے لیں۔

امام احمد نے ثابت سے اور انھوں نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ [إِذْهَبْ فَأَذْكُرْهَا عَلَيَّ] ”جاؤ اور اس کے پاس میرا ذکر کرو۔“ وہ چلے گئے حتیٰ کہ ان کے پاس پہنچ گئے اور وہ اس وقت آٹا گوندھ رہی تھیں، زید کہتے ہیں کہ جب میں نے انھیں دیکھا تو میرے سینے میں ان کی دھاک بیٹھ گئی حتیٰ کہ میں ان کی طرف دیکھ نہ سکا اور میں نے (دل میں) کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں یاد فرمایا ہے، فوزا میں نے ان کی طرف اپنی پشت کر لی اور واپس مڑتے ہوئے میں نے کہا: زینب تمہارے لیے خوش خبری ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا ہے، آپ ﷺ تمہیں یاد فرماتے ہیں، انھوں نے جواب دیا کہ میں کچھ نہیں کروں گی جب تک اپنے رب تعالیٰ سے مشورہ نہ کر لوں، وہ اپنی مسجد کی طرف گئیں، ادھر قرآن نازل ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں اجازت کے بغیر تشریف لے آئے، مجھے یاد ہے کہ زینب جب رسول اللہ ﷺ کے حوالہ عقد میں آئیں اور آپ نے ہمیں دعوت ولیمہ میں روٹی اور گوشت کھلایا تو لوگ کھانے سے فارغ ہو کر چلے گئے، البتہ کچھ لوگ کھانے کے بعد بھی گھر میں بیٹھے باتیں کرتے رہے،

رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لے گئے، میں بھی آپ کے پیچھے تھا، آپ نے ازواج مطہرات کے حجروں میں جا کر انھیں سلام کیا اور وہ پوچھ رہی تھیں: اے اللہ کے رسول! آپ نے اپنی اہلیہ کو کیسا پایا؟ مجھے نہیں معلوم کہ میں نے آپ کو بتایا یا کسی اور نے کہ لوگ چلے گئے ہیں تو آپ تشریف لے آئے اور اپنے گھر میں داخل ہو گئے، میں بھی اندر داخل ہونے لگا مگر میرے اور آپ کے درمیان پردہ کر دیا گیا، حجاب سے متعلق حکم نازل کر دیا گیا اور لوگوں کو یہ نصیحت کر دی گئی کہ لَا تَدْخُلُوا بَيْوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامِهِ غَيْرَ أَنْ يَنْظُرَ بِنَظَرِهِ ۚ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ ۚ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذَى النَّبِيَّ فَيَسْتَجِيبُ مِنْكُمْ ۚ وَاللَّهُ لَا يَسْتَجِيبُ مِنَ الْحَقِّ ۖ (الاحزاب: 33: 53)

”پیغمبر کے گھروں میں نہ جایا کرو مگر اس صورت میں کہ تم کو کھانے کی اجازت دی جائے اس حال میں کہ اس کے پکنے کا انتظار کرنے والے نہ ہو۔ اور لیکن جب تم بلائے جاؤ تو داخل ہو جاؤ، پھر جب تم کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ اور باتوں میں دل لگا کے مت بیٹھے رہو بلاشبہ تمھاری یہ بات نبی کو ایذا دیتی ہے تو وہ تم سے شرم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا۔“⁽¹⁾ اسے امام مسلم اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔⁽²⁾

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے انھیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ازواج مطہرات پر فخر کرتے ہوئے کہا کرتی تھیں کہ تمھاری شادی تمھارے گھر والوں نے کی مگر میری شادی اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر کی ہے۔⁽³⁾ سورہ نور میں ہم محمد بن عبد اللہ بن جحش کی یہ روایت بیان کر آئے ہیں⁽⁴⁾ کہ زینب اور عائشہ رضی اللہ عنہما نے باہم ایک دوسرے پر فخر کیا۔ زینب رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں تو وہ ہوں کہ جس کی شادی آسمان سے نازل ہوئی تھی اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ میں وہ ہوں جن کی پاک دامنی کا حکم آسمان سے نازل ہوا، یہ جواب سن کر زینب رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا اعتراف کر لیا۔⁽⁵⁾

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَيْكَلَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَاجٌّ فِي أَزْوَاجٍ ادْعِيَاهُمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا﴾ ”تا کہ مومنوں پر ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (کے ساتھ نکاح کرنے کے بارے) میں جب وہ ان سے اپنی حاجت پوری کر لیں (اور پھر طلاق دے دیں) کچھ تنگی نہ رہے۔“ یعنی ہم نے آپ کے لیے زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنا جائز قرار دے دیا ہے اور یہ ہم نے اس لیے جائز قرار دیا ہے تا کہ مومنوں کے لیے اپنے منہ بولے بیٹوں کی مطلقہ بیویوں کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی تنگی نہ رہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے نبوت سے قبل زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا تھا اور انھیں اس دور کے رواج

(1) مسند أحمد: 196، 195/3. (2) صحيح مسلم، النكاح، باب زواج زينب بنت جحش.....، حديث: 1428 ومن

النسائي، النكاح، باب صلاة المرأة إذا خطبت.....، حديث: 3253 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله

تعالى: ﴿لَنَبَا قَضَى زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا﴾ 433/6، حديث: 11410، 11411. (3) صحيح البخاري، التوحيد، باب: ﴿وَكَانَ

عَرَشُهُ عَلَى الْمَاءِ﴾ (هود 7: 11).....، حديث: 7420. (4) المصباح المنير میں یہ روایت نہیں ہے، البتہ (مفصل) ابن کثیر

سورہ نور، آیت: 11 کے ذیل میں ہے۔ (5) تفسير الطبري: 19/22، 117/17.

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا

اور نبی کے لیے اس بات میں کوئی حرج نہیں جو اللہ نے اس کے لیے مقرر کر دی، ان لوگوں (انبیاء) میں بھی جو پہلے گزر چکے ہیں اللہ کا یہی طریقہ رہا ہے،

مِنْ قَبْلُ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَقْدُورًا ۝ (38)

اور اللہ کا حکم ایک طے شدہ فیصلہ ہوتا ہے (38)

کے مطابق زید بن محمد کہا جاتا تھا جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس نسبت کو ختم کر دیا اور فرمایا: ﴿وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ ۚ ذَلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ ۚ وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ ۝ اَدْعُوهُمْ لِأَبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ ۚ﴾ (الأحزاب 4:33) ”اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے بنایا، یہ تمہارے مونہوں کی باتیں ہیں، اور اللہ حق کہتا ہے اور وہ (سیدھے) راستے کی رہنمائی کرتا ہے۔ (مونو!) لے پالکوں کو ان کے (اصلی) باپ کی طرف منسوب کیا کرو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کر دی جبکہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے انھیں طلاق دے دی تھی، اس حکم کی مزید تاکید اس آیت کریمہ میں فرمائی جس میں محرمات کا ذکر ہے: ﴿وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ ۚ﴾ (النساء 23:4) ”اور تمہارے صلیبی بیٹوں کی بیویاں بھی (حرام کر دی گئی ہیں)۔“ اس میں صلیبی بیٹوں کی وضاحت اسی لیے کی گئی ہے تاکہ منہ بولے بیٹوں سے احتراز کیا جاسکے کیونکہ اس بات کا ان میں بہت رواج تھا۔ ﴿وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ۝﴾ ”اور اللہ کا حکم واقع ہو کر رہنے والا تھا۔“ یعنی یہ امر جو واقع ہوا، اس کا اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما رکھا تھا اور یہ بہر صورت وقوع پذیر ہونے والا تھا، یعنی یہ بات اللہ تعالیٰ کے علم میں تھی کہ زینب رضی اللہ عنہا ازواج مطہرات میں شامل ہو جائیں گی۔

تفسیر آیت: 38

اللہ کے فیصلے میں کوئی تنگی نہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ ۚ﴾ ”پیغمبر پر اس کام میں کچھ تنگی نہیں جو اللہ نے ان کے لیے مقرر کر دیا ہے۔“ جس کام کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے حلال قرار دے دیا ہے اور انھیں حکم دے دیا ہے کہ وہ اپنے منہ بولے بیٹے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی مطلقہ بیوی سے نکاح کر لیں، ﴿سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ﴾ ”جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں ان میں بھی اللہ کا یہی دستور رہا ہے۔“ یعنی آپ سے پہلے سابقہ انبیائے کرام کے لیے بھی یہی حکم تھا اللہ اپنے نبیوں کو کوئی ایسا حکم نہیں دیتا جس میں ان کے لیے تنگی ہو، یہ درحقیقت ان منافقین کی تردید ہے جو اس وہم میں مبتلا تھے کہ آپ نے اپنے آزاد کردہ غلام اور منہ بولے بیٹے زید کی بیوی سے جو شادی کی ہے تو اس میں نقص ہے۔ ﴿وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَقْدُورًا ۝﴾ ”اور اللہ کا حکم ٹھہر چکا تھا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے جس امر کا فیصلہ فرما رکھا تھا وہ یقینی طور پر وقوع پذیر ہونے والا تھا، اسے وقوع پذیر ہونے سے کوئی روک نہیں سکتا تھا کہ جو وہ چاہے وہی ہوتا ہے اور جو وہ نہ چاہے وہ نہیں ہو سکتا۔

الَّذِينَ يَبْلُغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ ط وَكَفَى بِاللَّهِ حَسِيبًا ﴿39﴾

وہ (انبیاء) جو اللہ کے پیغام پہنچاتے تھے اور اس سے ڈرتے تھے اور وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے، اور اللہ حساب لینے

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ط وَكَانَ اللَّهُ

والا کافی ہے ﴿39﴾ محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، اور لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں، اور اللہ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿40﴾

ہر شے کو خوب جاننے والا ہے ﴿40﴾

تفسیر آیات: 40, 39

اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے والوں کی تعریف: اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف فرمائی ہے: ﴿الَّذِينَ يَبْلُغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ﴾ ”جو اللہ کے پیغام (جوں کے توں) پہنچاتے ہیں۔“ اس کی مخلوق کی طرف اور اس طرح وہ امانت کو ادا کر دیتے ہیں۔ ﴿وَيَخْشَوْنَهُ﴾ ”اور وہ اس سے ڈرتے ہیں۔“ یعنی صرف اسی سے ڈرتے ہیں اور اس کے سوا اور کسی سے نہیں ڈرتے، لہذا انھیں کسی کی بھی سطوت اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچانے سے روک نہیں سکتی۔ ﴿وَكَفَى بِاللَّهِ حَسِيبًا﴾ ”اور اللہ ہی حساب کرنے کو کافی ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ ہی ناصر و مددگار کافی ہے۔

اور اس مقام پر بلکہ دیگر تمام مقامات پر بھی تمام لوگوں کے سردار حضرت محمد ﷺ ہیں جنہوں نے پیغام کو مشرق و مغرب میں بسنے والے تمام لوگوں تک پہنچا دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے کلمے، ان کے دین اور ان کی شریعت کو تمام ادیان و شرائع سے سر بلند فرما دیا ہے، آپ سے قبل ہر نبی کو بطور خاص ان کی اپنی ہی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا جبکہ رسول اللہ ﷺ کو عرب و عجم کے تمام لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ يَٰ أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَبِيعًا﴾ (الأعراف: 158:7) ”(اے محمد!) کہہ دیں کہ لوگو! بلاشبہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔“ پھر آپ کے بعد آپ کی امت تبلیغ دین کے منصب کی وارث بنی اور امت میں سے تبلیغ دین کے فریضے کو ادا کرنے میں سب سے اعلیٰ مقام حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حاصل ہوا جنہوں نے رات دن، حضر سفر، خفیہ اور علانیہ طور پر کیے ہوئے آپ کے تمام اقوال، افعال اور حالات کو لوگوں تک اس طرح پہنچا دیا جس طرح آپ نے انھیں حکم دیا تھا۔ فَرَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَأَرْضَاهُمْ۔ پھر اس وقت سے لے کر ہمارے زمانے تک ہر دور میں بعد میں آنے والے لوگ اپنے اسلاف کے اس مقدس مشن کے وارث بنتے چلے آئے ہیں کہ ہدایت یافتہ لوگ ان کی روشنی میں ان کے نقش قدم پر چلتے اور توفیق پانے والے انھی کے اسلوب و انداز میں تبلیغ دین کے فرض سے عہدہ برآ ہوتے رہے ہیں۔ ہم کرم کرنے اور احسان فرمانے والے اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بھی انھی اسلاف کا جانشین بنادے۔

رسول اللہ ﷺ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ﴾ ”محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں۔“ اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد زید بن محمد کہنے سے منع کر دیا گیا،

یعنی محمد ﷺ ان کے والد نہیں بلکہ انھوں نے تو اسے اپنا منہ بولا بیٹا بنایا ہوا تھا۔ نبی ﷺ کی زینہ اولاد میں سے تو کوئی بھی بلوغت کی عمر کو پہنچا ہی نہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے قاسم، طیب اور طاہر بیٹے عطا ضرور فرمائے تھے مگر وہ چھوٹی عمر ہی میں فوت ہو گئے تھے، اسی طرح ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بیٹا ابراہیم عطا فرمایا اور وہ بھی شیر خوار کی عمر میں وفات پا گیا تھا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہا چار بیٹیاں بھی عطا فرمائی تھیں، ان میں سے تین تو آپ کی حیات طیبہ ہی میں فوت ہو گئی تھیں، البتہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی زندگی میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کے صدمہ جانکا سے دو چار ہوئیں اور آپ کی وفات کے چھ ماہ بعد ان کا بھی انتقال ہو گیا تھا۔

آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَکِن رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِحُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ۝۴۰﴾ ”بلکہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿اللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ۚ﴾ (الأنعام 124:6) ”اس کو اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ (رسالت کا کون سا محل ہے اور) وہ پیغمبری کسے عنایت فرمائے۔“ یہ آیت کریمہ نص ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور جب کوئی نبی نہیں تو کوئی رسول بالاولیٰ نہیں کیونکہ مقام رسالت مقام نبوت کی نسبت خاص ہے، اس لیے کہ ہر رسول نبی بھی ضرور ہوتا ہے لیکن ہر نبی کے لیے ضروری نہیں کہ وہ رسول بھی ہو۔ رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کے بارے میں بہت سی متواتر احادیث ثابت ہیں جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے مروی ہیں، مثلاً: امام احمد نے ابی بن کعب سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [مَثَلِیْ فِی النَّبِیِّیْنَ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا فَأَحْسَنَهَا وَأَكْمَلَهَا وَتَرَکَ فِیْهَا مَوْضِعَ لَبَنَةٍ لَّمْ یَضْعُهَا، فَجَعَلَ النَّاسُ یَطْوِفُونَ بِالْبُنْیَانِ وَیَعْبُدُونَ مِنْهُ وَیَقُولُونَ: لَوْ تَمَّ مَوْضِعُ هَذِهِ اللَّبَنَةِ، فَأَنَا فِی النَّبِیِّیْنَ مَوْضِعُ تِلْکَ اللَّبَنَةِ] ”نبیوں میں میری مثال اس شخص کی مثال کی طرح ہے جس نے ایک گھر بنایا، اسے بہت ہی خوب صورت اور مکمل بنایا اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی اور اسے وہاں نہ رکھا، لوگوں نے اس گھر کو دیکھنے کے لیے تانتا باندھ لیا اور وہ اس کی خوب صورتی پر تعجب کرنے اور کہنے لگے: اگر اس اینٹ کی جگہ بھی مکمل ہو جاتی تو کیا خوب تھا تو نبیوں میں اس اینٹ کی جگہ میں ہوں۔“ ① اور اسی طرح امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا اور اسے حسن صحیح (غریب) قرار دیا ہے۔ ②

آخری نبی ﷺ: امام احمد نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے: [إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنَّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ، فَلَا رَسُولَ بَعْدِی وَلَا نَبِیَّ] ”بے شک رسالت و نبوت منقطع ہو گئی ہے، لہذا میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ ہی کوئی نبی۔“ راوی کا بیان ہے کہ لوگوں پر یہ بات بہت شاق گزری تو آپ نے فرمایا: [وَلَکِنِ الْمُبَشِّرَاتُ] ”البتہ مبشرات (باقی ہیں۔)“ لوگوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مبشرات سے کیا مراد ہے؟

① مسند أحمد: 137/5. ② جامع الترمذی، المناقب، باب: [سلوا الله لي الوسيلة.....]، حدیث: 3613.

آپ نے فرمایا: [رُؤْيَا الرَّجُلِ الْمُسْلِمِ وَهِيَ جُزْءٌ مِّنْ أَجْزَاءِ النَّبُوءَةِ] ”مسلمان آدمی کا خواب جو نبوت کے اجزاء میں سے ایک جز ہے۔“^① امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا اور اسے صحیح غریب قرار دیا ہے۔^②

قصر نبوت کی تکمیل: امام ابو داؤد و طیلسی نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَثَلِي وَمَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا فَأَكْمَلَهَا وَأَحْسَنَهَا إِلَّا مَوْضِعَ لَبَنَةٍ، فَكَانَ مَنْ دَخَلَهَا وَنَظَرَ إِلَيْهَا، قَالَ: مَا أَحْسَنَهَا إِلَّا مَوْضِعَ هَذِهِ اللَّبَنَةِ، فَأَنَا مَوْضِعُ اللَّبَنَةِ، خُتِمَ بِي الْأَنْبِيَاءُ] ”میری اور انبیاء کی مثال اس شخص کی مثال کی طرح ہے جس نے ایک گھر بنایا اور اسے مکمل اور احسن بنایا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی جو شخص اس گھر میں داخل ہوتا اور اسے دیکھتا تو کہتا کہ گھر تو بہت خوب صورت ہے مگر اینٹ کی جگہ خالی ہے تو وہ اینٹ کی جگہ میں ہوں، میرے ساتھ انبیاء ﷺ کو ختم کر دیا گیا ہے۔“^③ اسے امام بخاری، مسلم اور ترمذی نے بھی روایت کیا اور امام ترمذی نے اسے صحیح غریب قرار دیا ہے۔^④

رسالت و نبوت کا انقطاع: امام احمد نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَثَلِي وَمَثَلُ النَّبِيِّينَ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا فَأَتَمَّهَا إِلَّا لَبَنَةً وَاحِدَةً فَحِثُّتُ أَنَا فَأَتَمَمْتُ تِلْكَ اللَّبَنَةَ] ”میری اور نبیوں کی مثال اس شخص کی مثال کی طرح ہے جس نے ایک گھر بنایا اور اسے مکمل بنایا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، پس میں آیا اور میں نے اس اینٹ کی جگہ کو پُر کر دیا۔“^⑤ اسے صرف امام مسلم نے روایت کیا ہے (بخاری نے نہیں)۔^⑥

سلسلہ نبوت کی آخری کڑی: امام احمد رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ ابْتَنَى بُيُوتًا فَأَحْسَنَهَا وَأَكْمَلَهَا إِلَّا مَوْضِعَ لَبَنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ مِنْ زَوَايَاهَا فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ وَيُعْجِبُهُمُ الْبُنْيَانُ فَيَقُولُونَ: أَلَا وَضَعْتَ هَاهُنَا لَبَنَةً فَيَتِمُّ بُنْيَانُكَ؟..... فَكُنْتُ أَنَا اللَّبَنَةُ] ”میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس شخص کی مثال کی طرح ہے جس نے گھر بنائے اور وہ بہت مکمل اور حسین و جمیل بنائے مگر ان کے کونوں میں سے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی، لوگوں نے ان گھروں کو دیکھنا شروع کر دیا اور وہ عمارت انھیں بہت بھلی معلوم ہونے لگی مگر انھوں نے کہنا شروع کر دیا کہ یہاں بھی ایک اینٹ کیوں نہ رکھ دی تاکہ تمھاری عمارت مکمل ہو جاتی..... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اینٹ میں ہوں۔“^⑦ اسے امام

① مسند أحمد: 267/3. ② جامع الترمذی، الرؤيا، باب ذهب النبوة و بقيت المبشرات، حديث: 2272.

③ مسند أبي داود الطيالسي، ماروي سعيد بن مينا عن جابر: 333/3، حديث: 1894. ④ صحيح البخاری،

المناقب، باب خاتم النبيين ﷺ، حديث: 3534 و صحيح مسلم، الفضائل، باب ذكر كونه ﷺ خاتم النبيين، حديث:

2287 و جامع الترمذی، الأمثال، باب ماجاء في مثل النبي ﷺ،، حديث: 2862. ⑤ مسند أحمد: 9/3. ⑥

صحيح مسلم، الفضائل، باب ذكر كونه ﷺ خاتم النبيين، حديث: (22)-2286 عن أبي هريرة ﷺ. ⑦ مسند

أحمد: 312/2 الباقين والالفاظ صحيح البخاری کے آمدہ حوالے میں ہے۔

بخاری اور امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔^①

عالمی و آخری نبوت: امام مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ: أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَهْرًا وَمَسْجِدًا وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ] ”مجھے چھ باتوں میں تمام انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے: (1) مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے ہیں (2) رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے (3) میرے لیے غنیمتوں کو حلال قرار دے دیا گیا ہے (4) زمین کو میرے لیے مسجد اور پاک کرنے والی بنا دیا گیا ہے (5) مجھے ساری مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہے (6) اور میرے ساتھ نبیوں کو ختم کر دیا گیا ہے۔“^② اسے امام ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔^③

خاتم المرسلین ﷺ: امام احمد نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَثَلِي وَمَثَلُ النَّبِيِّينَ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا فَأَتَمَّهَا إِلَّا لَبَنَةً وَاحِدَةً، فَحِثُّتُ أَنَا فَأَتَمَّمْتُ تِلْكَ اللَّبَنَةَ] ”میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس شخص کی مثال کی طرح ہے جس نے ایک گھر بنایا اور اسے مکمل کر دیا مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی، پس میں آیا اور میں نے اس اینٹ کی جگہ کو مکمل کر دیا۔“^④ اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔^⑤

باب نبوت کی بندش: جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [إِنَّ لِيَ أَسْمَاءً: أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ، وَأَنَا الْمَاجِي الَّذِي يَمْحُو اللَّهُ بِِي الْكُفْرَ، وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمَيَّ، وَأَنَا الْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ أَحَدٌ] ”بے شک میرے کئی نام ہیں: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں جس سے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹا دے گا، میں حاشر ہوں کہ لوگوں کو میرے بعد جمع کیا جائے گا اور میں عاقب ہوں کہ جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔“ اسے امام بخاری اور امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔^⑥ اس مضمون کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی سنت متواترہ میں یہ خبر دی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ آپ کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ کذاب، افترا پرداز، دجال، خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے، خواہ وہ کیسے ہی خرق عادت امور اور کیسی ہی شعبہ بازیاں دکھائے مختلف انواع و اقسام کے

① صحیح البخاری، المناقب، باب خاتم النبیین، حدیث: 3535 و صحیح مسلم، الفضائل، باب ذکر کونہ

خاتم النبیین، حدیث: 2286. ② صحیح مسلم، کتاب و باب المساجد و مواضع الصلاة، حدیث: 523 توسن والا

لفظ حدیث: 521 میں ہے۔ ③ جامع الترمذی، السیر، باب ماجاء فی الغنیمۃ، حدیث: 1553 و سنن ابن ماجہ، التیمم،

باب ماجاء فی التیمم، حدیث: 567 مختصراً. ④ مسند أحمد: 9/3. ⑤ صحیح مسلم، الفضائل، باب ذکر کونہ

خاتم النبیین، حدیث: (23)-2287. ⑥ صحیح البخاری، المناقب، باب ماجاء فی أسماء رسول اللہ ﷺ، حدیث:

3532 و صحیح مسلم، الفضائل، باب أسماءہ، حدیث: (125)-2354 و اللفظ له و مسند أحمد: 80/4.

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۖ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۚ (42) هُوَ الَّذِي

اے ایمان والو! تم اللہ کو کثرت سے یاد کرو (40) اور تم صبح و شام اس کی تسبیح کرو (42) وہی ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی (رحمت کی دعا کرتے

يُصَلُّوْنَ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ۝ (43)

ہیں) تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لائے، اور اللہ مومنوں پر بہت رحم کرنے والا ہے (43) جس دن وہ اس سے ملیں گے تو ان کی دعا

تَجِيئَتْهُمْ يَوْمَ يَقُونَهُ سَلَامٌ ۖ وَأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا ۝ (44)

ہوگی ”سلام“ اور اللہ نے ان کے لیے عمدہ و پاکیزہ اجر و ثواب تیار کیا ہے (44)

جادو اور طلسمات کا مظاہرہ کرے، اہل عقل کے نزدیک یہ سب گمراہی کی باتیں ہیں جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یمن میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے اسود عیسیٰ اور مسیحہ کذاب کے ہاتھ پر ایسے فاسد احوال اور باردوبے کا راقوال جاری فرما دیے تھے جن سے ہر عقل مند اور صاحب فہم و بصیرت نے یہ معلوم کر لیا تھا کہ نبوت کا دعویٰ کرنے والے یہ دونوں شخص کاذب اور گمراہ ہیں، اللہ تعالیٰ ان پر لعنت فرمائے، ان کذاب مدعیان نبوت میں سے ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ ایسے امور پیدا فرما دیتا ہے جس سے علماء اور مومن یہ معلوم کر لیتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا جھوٹا دعویٰ دار ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق کے ساتھ حد درجہ لطف و کرم کا معاملہ ہے کہ جھوٹے مدعیان نبوت نہ تو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور نہ برائی سے منع کرتے ہیں، کبھی اتفاق سے ایسا ہو تو الگ بات ہے یا پھر اپنے خاص مقاصد کی خاطر انھوں نے کبھی ایسا کیا ہوگا ورنہ اپنے اقوال اور افعال میں اکثر و بیشتر یہ افترا پرداز اور فاسق و فاجر ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: هَلْ أَنتُم مِّنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ۖ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ﴿٢٦﴾ (الشعراء: 221، 222) ”اچھا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں، ہر افترا پرداز، نہایت گناہ گار پر اترتے ہیں۔“ اس کے برعکس حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کا حال یہ ہوتا ہے کہ ان کا قول و فعل حد درجہ نیکی، راست بازی، رشد و بھلائی اور استقامت و عدل پر مبنی ہوتا ہے، وہ ہمیشہ نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع فرماتے ہیں، پھر وہ اپنی نبوت کی تائید و حمایت میں معجزات، واضح دلائل اور روشن براہین بھی پیش فرماتے ہیں۔ فَصَلَّاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ دَائِمًا مُّسْتَمِرًّا مَا دَامَتِ الْأَرْضُ وَالسَّمَوَاتُ۔

تفسیر آیات: 41-44

کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کی فضیلت: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے رب تبارک و تعالیٰ کا کثرت کے ساتھ ذکر کریں کیونکہ اس نے انھیں انواع و اقسام کی نعمتوں اور احسانات سے سرفراز فرمایا ہے، پھر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کی وجہ سے انھیں بے حد و حساب اجر و ثواب اور بہت خوبصورت ٹھکانا بھی ملے گا۔ امام احمد رحمہ اللہ نے عبد اللہ بن بسر سے روایت کیا ہے کہ دو اعرابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان میں سے ایک نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَ حَسُنَ عَمَلُهُ] ”جس کی عمر طویل اور اس کا عمل اچھا ہو۔“ دوسرے نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اسلام کے احکام تو بہت سے ہیں، مجھے ایک ایسی

بات فرمادیں جسے میں مضبوطی سے تھام لوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِّنْ ذِكْرِ اللَّهِ] ”تمھاری زبان ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہنی چاہیے۔“^① اس حدیث کا دوسرا حصہ امام ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔^② اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔^③

امام احمد نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَامِنْ قَوْمٍ جَلَسُوا مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوا اللَّهَ تَعَالَى فِيهِ إِلَّا رَأَوْهُ حَسْرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ”جو بھی قوم کسی مجلس میں بیٹھی اور پھر اس میں انھوں نے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا تو یہ مجلس ان کے لیے قیامت کے دن موجب حسرت ہوگی۔“^④ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا﴾^⑤ ”اللہ کا بہت ذکر کیا کرو۔“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جو فریضہ بھی عائد کیا ہے، اس کی ایک معلوم حد مقرر فرمادی ہے اور معذوروں کو معذوری کی حالت میں معذور قرار دیا ہے مگر ذکر کی اللہ تعالیٰ نے کوئی حد مقرر نہیں فرمائی اور نہ کسی کو معذور قرار دیا ہے سوائے اس کے جو مغلوب ہو جانے کی وجہ سے ذکر ترک کر دے، پس ارشاد فرمایا: ﴿فَاذْكُرُوا اللَّهَ قَلِيلًا وَقَلِيلًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ﴾^⑥ (النساء 4: 103) ”پس کھڑے، بیٹھے اور لیٹے (ہر حالت میں) اللہ کو یاد کرو۔“ یعنی رات اور دن میں، بروبحر میں، سفر و حضر میں، تو نگری و فقر میں، بیماری و صحت میں، خفیہ اور علانیہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور پھر فرمایا: ﴿وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾^⑦ ”اور صبح و شام اس کی پاکی بیان کرتے رہو۔“ جب تم ایسا کرو گے تو وہ اور اس کے فرشتے تم پر رحمت بھیجیں گے۔^⑧ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی ترغیب کے بارے میں بہت ہی زیادہ آیات، احادیث اور اقوال موجود ہیں اور اس آیت کریمہ میں بھی کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی ترغیب دی گئی ہے اور امام نسائی، معمری اور دیگر کئی ائمہ نے رات اور دن کی گھڑیوں سے متعلق اذکار کے موضوع پر مستقل کتابیں بھی تصنیف فرمائی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾^⑨ ”اور صبح و شام اس کی پاکی بیان کرتے رہو۔“ بکرة کے معنی صبح اور اصيل کے معنی شام کے ہیں جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿فَسَبِّحْهُنَّ اللَّهُ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ ۝ وَلَهُ الْحُكْمُ فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ﴾^⑩ (الروم 17: 30) ”سو جب تم شام کرو اور جب تم صبح کرو تو اللہ کی تسبیح کرو اور آسمانوں اور زمین میں تعریف اسی کے لیے ہے۔ اور سہ پہر کو بھی اور جب تم ظہر کرو (جب بھی تسبیح کرو)۔“ اور فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ﴾ ”وہی تو ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی۔“ یہ ذکر کا شوق اور رغبت پیدا کی جارہی ہے کہ تم اس کا ذکر کیا کرو وہ تمھیں یاد کیا کرے گا جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا: ﴿كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا

① مسند أحمد: 190/4. ② نوٹ: پہلا حصہ بھی جامع الترمذی، الزهد، باب منه أئ الناس خير.....؟ حدیث: 2330

عن نفع بن الحارث بن كدة أبي بكرة الثقفي ؓ میں ہے۔ ③ جامع الترمذی، الدعوات، باب ماجاء فی فضل الذكر

.....، حدیث: 3375 و سنن ابن ماجہ، الأدب، باب فضل الذكر، حدیث: 3793. ④ مسند أحمد: 224/2. ⑤

تفسیر الطبری: 23، 22/22.

عَلَيْكُمْ اٰيَتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝ فَادْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ وَاَشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْا ۝ (البقرة 2: 151, 152) ”جس طرح (مجلد اور نعمتوں کے) ہم نے تم میں بھیجی میں سے ایک رسول بھیجے ہیں جو تم پر ہماری آیتیں پڑھتے، تمہیں پاک کرتے اور کتاب (قرآن) اور دانائی سکھاتے ہیں اور وہ (ایسی باتیں) سکھاتے ہیں جو تم پہلے نہیں جانتے تھے، سو تم مجھے یاد کیا کرو، میں تمہیں یاد کیا کروں گا اور میرا احسان مانتے رہنا اور میری ناشکری نہ کرنا۔“ اور نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: [(مَنْ) ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهٖ، ذَكَرْتُهُ فِيْ نَفْسِيْ وَ (مَنْ) ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَا ذَكَرْتُهُ فِيْ مَلَا خَيْرٍ مِنْهُمْ] ”جس نے مجھے اپنے دل میں یاد کیا میں اسے اپنے جی میں یاد کروں گا اور جس نے مجھے جماعت میں یاد کیا میں اس سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر کروں گا۔“ ① اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلاۃ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے پاس اپنے بندے کی تعریف فرماتا ہے۔ اسے امام بخاری نے ابوالعالیہ سے بیان کیا ہے۔ ② اور ابو جعفر رازی نے ربیع بن انس سے بھی یہی معنی بیان کیے ہیں۔ دیگر اہل علم نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلاۃ کے معنی اپنے بندے پر رحمت نازل فرماتا ہے۔ ③ جبکہ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ان دونوں قولوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

فرشتوں کی نسبت سے صلاۃ کے معنی یہ ہیں کہ وہ لوگوں کے لیے دعا اور استغفار کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿الَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنَّتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَائِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّتِهِمْ اِنَّكَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ ﴾ (المؤمن 9: 7-40) ”جو عرش کو اٹھائے ہوئے اور جو اس کے گردا گرد (حلقہ باندھے ہوئے) ہیں وہ (فرشتے) اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مومنوں کے لیے بخشش مانگتے رہتے ہیں کہ ہمارے پروردگار! تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہیں تو جن لوگوں نے توبہ کی اور تیرے رستے پر چلے ان کو بخش دے اور دوزخ کے عذاب سے بچالے، اے ہمارے پروردگار! ان کو ہمیشہ رہنے کی بہشتوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور جو ان کے باپ دادا اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے نیک ہوں، (ان کو بھی) بے شک تو نہایت غالب، حکمت والا ہے اور ان کو برائیوں سے بچائے رکھ.....۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۝﴾ ”تا کہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے۔“ یعنی تم پر رحمت فرمانے، فرشتوں کے پاس تعریف کرنے اور فرشتوں کے تمہارے لیے دعا کرنے کے سبب وہ تمہیں

① صحیح البخاری، التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿وَيُخَوِّدْكُمْ اللّٰهُ نَفْسَهُ ط﴾ (ال عمران 28: 3).....، حدیث: 7405

و صحیح مسلم، الذکر والدعاء.....، باب الحث علی ذکر اللہ تعالیٰ، حدیث: 2675 جبکہ دونوں قولوں والا لفظ مسند

أحمد: 405/2 عن أبی هريرة ؓ میں ہے۔ ② صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ

عَلَى النَّبِيِّ ط﴾ (الأحزاب 33: 56)، قبل الحدیث: 4797. ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 3139/9 ملخصاً.

جہالت اور ضلالت کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت اور یقین کی روشنی کی طرف لے آئے گا۔ **وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ۝۴۱** ”اور اللہ مومنوں پر بہت مہربان ہے۔“ یعنی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ دنیا میں اس نے انھیں اس حق کی طرف ہدایت سے سرفراز فرمایا جس سے دوسرے لوگ جاہل رہے، اس رستے کی بصیرت عطا فرمائی جس سے دیگر لوگ، کفر و بدعت کے داعی اور ان کے اندھے پیروکار بھٹک گئے تھے اور آخرت میں ان پر اس کی رحمت یہ ہوگی کہ وہ انھیں بہت بڑے خوف سے امن میں رکھے گا اور اپنے فرشتوں کو حکم دے گا کہ وہ ان کا استقبال کر کے حصول جنت کی کامیابی اور آتش جہنم سے نجات کی بشارت سنائیں گے اور یہ سب کچھ اس لیے ہوگا کہ اپنے ان بندوں سے اسے پیار ہے اور وہ اپنی رحمت و شفقت سے انھیں نوازے گا۔ امام احمد نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ (ایک دفعہ) اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کے ساتھ گزر رہے تھے کہ رستے میں ایک چھوٹا بچہ پڑا ہوا تھا، جب اس کی ماں نے ان لوگوں کو دیکھا تو اسے خدشہ لاحق ہوا کہ اس کا بچہ کچل نہ دیا جائے، اس لیے وہ دوڑتی بھاگتی آئی اور کہہ رہی تھی: میرا بچہ! میرا بچہ! اور جلدی سے اس نے اپنے بچے کو اٹھا لیا، صحابہ کرام نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! یہ ماں اپنے لخت جگر کو آگ میں پھینکنا تو گوارا نہیں کر سکتی؟ راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سب لوگوں کو خاموش کرایا اور فرمایا: ^① [وَلَا اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ لَا يُلْقَى حَبِيبَةٌ فِي النَّارِ] ”اور نہیں اللہ بھی اپنے پیارے بندے کو آگ میں نہیں پھینکے گا۔“ ^② اس حدیث کی سند صحیحین کی شرط کے مطابق ہے، البتہ اصحاب کتب ستہ میں سے کسی نے اسے بیان نہیں کیا لیکن صحیح بخاری میں امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قیدیوں میں سے ایک عورت کو دیکھا جس نے اپنے لخت جگر کو سینے کے ساتھ چمٹایا ہوا تھا اور وہ اسے دودھ پلا رہی تھی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَتَرَوْكَ هَذِهِ طَارِحَةً وَلَكَهَا فِي النَّارِ] ”کیا خیال ہے یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں پھینک سکتی ہے؟“ صحابہ کرام نے عرض کی: جی نہیں! اس حال میں کہ وہ قدرت رکھتی ہو (کبھی ایسا نہیں کرے گی)۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَلَّهِ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ هَذِهِ بَوْلَدَهَا] ”اللہ کی قسم! یہ عورت اپنے بچے پر جس قدر مہربان ہے اللہ تعالیٰ اس سے بدرجہا اپنے بندوں پر رحم فرمانے والا ہے۔“ ^③

① مسند أحمد کے بعض نسخوں میں [ولاء الله] آیا ہے جو کہ درست نہیں، دیکھیے الموسوعة الحديثية (مسند أحمد): 75/19.

② مسند أحمد: 104/3. ③ صحيح البخاری، الأدب، باب رحمة الولد وتقبيله ومعانفته، حدیث: 5999 و صحيح مسلم، التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالى، حدیث: 2754 صحيح بخاری و مسلم کے مذکورہ حوالوں میں ہے کہ قیدیوں میں سے ایک عورت کا بچہ گم ہو گیا تھا، چنانچہ وہ اپنے گم گشتہ بچے کی تلاش میں جس بچے کو بھی دیکھتی اس کو اٹھاتی، اپنی چھاتی سے لگاتی اور اسے دودھ پلاتی، تفسیر ابن کثیر میں صحیح بخاری کے اقتباس میں صحیبا کے ساتھ لہا کا اضافہ ہے جو کہ درست نہیں، البتہ اسماعیلی کی روایت میں صراحت ہے کہ اس عورت کو اپنا بچہ مل گیا تھا، اس کے لفظ ہیں: إِذَا وَجَدَتْ صَبِيًّا أَخَذَتْهُ فَأَرْضَعَتْهُ فَوَجَدَتْ صَبِيًّا فَأَخَذَتْهُ فَأَرْضَعَتْهُ بِطَنُهَا. حافظ ابن حجر اس کے بعد لکھتے ہیں: اس حدیث کے سیاق سے پتا چلتا ہے کہ اس (قیدی) عورت کا بچہ گم ہو گیا تھا اور وہ اپنے پستانوں میں دودھ اکٹھا ہو جانے کی وجہ سے کسی مضرت سے ڈرتی تھی، اس لیے وہ جو بچہ پاتی اسے دودھ پلاتی تاکہ اس سے دودھ کا بوجھ ہلکا ہو جائے تو جب اس نے اپنا لخت جگر پالیا تو اس کو پکڑا اور اپنے سینے سے چمٹا لیا۔ دیکھیے فتح الباری: 430/10، تحت الحدیث: 5999.

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٤٥﴾ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ

اے نبی! بلاشبہ ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا (بنا کر) بھیجا ہے ﴿45﴾ اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف دعوت دینے والا اور

وَسِرَاجًا مُنِيرًا ﴿٤٦﴾ وَبَشِيرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا ﴿٤٧﴾ وَلَا تُطِيعِ الْكُفْرِينَ

روشن چراغ (بنا کر بھیجا ہے) ﴿46﴾ اور مومنوں کو اس بات کی بشارت دے دیجیے کہ بے شک ان کے لیے اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے ﴿47﴾ اور کافروں

وَالْمُنَافِقِينَ وَدَعْ أَذِلَّهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۖ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا ﴿٤٨﴾

اور منافقوں کی اطاعت نہ کیجیے اور ان کی ایذا رسانی نظر انداز کر دیجیے، اور اللہ پر توکل کیجیے، اور اللہ کا رساڑا کافی ہے ﴿48﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿تَجِئْتَهُمْ يَوْمَ يَقُولُونَ سَلَامٌ﴾ ”جس روز وہ اس سے ملیں گے ان کا تحفہ (اللہ کی طرف سے) سلام ہوگا۔“ ﴿تَجِئْتَهُمْ يَوْمَ يَقُولُونَ﴾ سے مراد ہے کہ جس وقت وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے تو اللہ تعالیٰ انھیں سلام کہے گا۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے: ﴿سَلَّمَ قَوْلًا مِّن رَّبِّ رَحِيمٍ﴾ (یونس: 58:36) ”پروردگار مہربان کی طرف سے ان کو سلام کہا جائے گا۔“ امام قتادہ کا خیال ہے کہ اس آیت کریمہ سے مراد یہ ہے کہ آخرت کے دن جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے تو ایک دوسرے کو سلام کہہ رہے ہوں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿دَعَوْهُمْ فِيهَا سُبْحَنَكَ اللَّهُمَّ وَتَجِئْتَهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ۖ وَأُخِرْ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (یونس 10:10) ”(جب وہ) ان میں (ان کی نعمتوں کو دیکھیں گے تو بے ساختہ) کہیں گے: اللہ تو پاک ہے! اور آپس میں ان کی دعا سلام علیکم ہوگی اور ان کا آخری قول یہ (ہوگا) کہ اللہ رب العالمین کی تعریف (اور اس کا شکر) ہے۔“ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا﴾ ”اور اس نے ان کے لیے بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔“ یعنی جنت اور اس میں کھانے پینے کی چیزوں، لباسوں، رہائشوں، نکاحوں، لذتوں اور دل فریب نظاروں کی ایسی ایسی بے مثال اور باکمال نعمتیں ہیں کہ اس طرح کی نعمتیں کبھی کسی آنکھ نے دیکھی نہیں، کبھی کسی کان نے سنی نہیں، دیکھنا سننا تو دور کی بات! کسی انسان کے دل میں ان کا تصور تک نہیں آسکتا۔

تفسیر آیات: 44-48

رسول اللہ ﷺ کی صفات جمیلہ: امام احمد نے عطاء بن یسار سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ میں عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے ملا اور میں نے عرض کی: مجھے بتائیے کہ تورات میں رسول اللہ ﷺ کی کیا صفت لکھی ہوئی ہے؟ انھوں نے کہا: ضرور اللہ کی قسم! تورات میں بھی آپ کی صفات کا ذکر ہے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں، مثلاً: تورات میں آپ کے بارے میں لکھا ہوا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا﴾ ”اے پیغمبر! ہم نے بلاشبہ آپ کو گواہی دینے والا اور خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا (بنا کر) بھیجا ہے۔“ اور ان پڑھوں کے لیے ذریعہ حفاظت بنا کر بھیجا ہے، آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں، میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے، آپ بد خو، سخت دل اور بازاروں میں شور کرنے والے نہیں ہیں اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں بلکہ معافی و درگزر سے کام لیتے اور بخش دیتے ہیں، اس وقت تک اللہ تعالیٰ انھیں دنیا سے نہیں بلائے گا جب تک وہ ان کے ذریعے سے کج رولت کو سیدھا نہیں کر دیتا کہ وہ لا الہ الا اللہ کہنا شروع کر دیں

تو اللہ تعالیٰ اس کلمے سے اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور پردے میں بند دلوں کو کھول دے گا۔^① اسے امام بخاری نے بھی کتاب البیوع اور کتاب التفسیر میں بیان کیا ہے۔^②

وہب بن منبہ نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء بنی اسرائیل میں سے شعیانامی ایک نبی کی طرف وحی نازل فرمائی کہ تم اپنی قوم بنی اسرائیل میں کھڑے ہو جاؤ، میں اپنی وحی کے ساتھ تمہاری زبان کو قوت گویائی عطا کروں گا اور میں ان پڑھ لوگوں میں اپنے ایک نبی امی کو مبعوث کروں گا جو نہ تند خو، نہ سنگ دل اور نہ بازاروں میں شور کرنے والا ہوگا، اگر وہ جلتے ہوئے چراغ کے پاس سے گزرے تو اس قدر شائستگی کے ساتھ کہ چراغ بجھنے نہ پائے۔ اگر وہ سرکنڈوں پر بھی چلے تو اس کے قدموں کی آہٹ سنائی نہ دے، میں اسے خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجوں گا، وہ بے ہودہ بات نہیں کرے گا، اس کے ذریعے سے میں اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور پردے میں بند دلوں کو کھول دوں گا، میں اسے ہر خوب صورت کام کی توفیق عطا کروں گا، ہر خلق کریم سے اسے سرفراز کروں گا، سکینت کو اس کا لباس، نیکی کو اس کا شعار، تقویٰ کو اس کا ضمیر، حکمت کو اس کی گفتگو، صدق و وفا کو اس کی طبیعت، عفو و نیکی کو اس کا خلق، حق کو اس کی شریعت، عدل کو اس کی سیرت، ہدایت کو اس کا امام اور اسلام کو اس کی ملت بنا دوں گا، احمد اس کا نام ہوگا اس کے ذریعے سے ضلالت کے بعد ہدایت دے دوں گا۔ جہالت کے بعد علم دے دوں گا، گنہگار کے بعد سر بلندی عطا کروں گا نامعلوم ہونے کے بعد پہچان کر دوں گا، قلت کے بعد کثرت کر دوں گا، محتاجی کے بعد غنی کر دوں گا، تفرقہ کے بعد جمع کر دوں گا، اور ان کے ذریعے سے متفرق امتوں، مختلف دلوں اور پرانگندہ خواہشات میں الفت اور ہم آہنگی پیدا کر دوں گا اور ان کے ذریعے سے میں بے شمار لوگوں کو تباہی و ہلاکت سے محفوظ کر دوں گا، ان کی امت کو سب سے بہتر امت بنا دوں گا جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہے اور اس امت کے لوگ نیکی کا حکم دیں گے، برائی سے منع کریں گے اور وہ موحد، مومن، مخلص اور میرے رسولوں کے لائے ہوئے دین و شریعت کی تصدیق کرنے والے ہوں گے۔ میں ان کے دلوں میں یہ بات ڈال دوں گا کہ وہ اپنی مسجدوں، مجلسوں اور آنے جانے کے راستوں میں میری تسبیح، تمجید، ثناء، تکبیر اور توحید کے ترانے گائیں گے، وہ کھڑے اور بیٹھے ہوئے نماز پڑھیں گے، وہ صفیں باندھ کر اور بھاری تعداد میں چل کر اللہ کے رستے میں جہاد کریں گے اور ہزاروں کی تعداد میں میری رضا کے حصول کے لیے اپنے گھروں سے نکلیں گے، وہ اپنے چہروں اور ہاتھ پاؤں کو پاک صاف رکھیں گے، اپنے کپڑوں کو نصف پنڈلیوں تک رکھیں گے، ان کی قربانیاں ان کے خون ہوں گے، ان کی انجیلیں (کتابیں) ان کے سینوں میں ہوں گی، وہ رات کو عبادت گزار اور دن کو شیر ہوں گے، میں ان (ﷺ) کے اہل بیت اور اولاد میں سے سابقین، صدیقین، شہداء اور صالحین پیدا کروں گا، ان کے بعد ان کی امت کے لوگ حق کے ساتھ ہدایت کریں گے اور اس کے ساتھ عدل و انصاف کریں گے جو ان کی مدد کرے گا میں اسے

① مسند أحمد: 174/2. ② صحیح البخاری، البیوع، باب کراہیۃ السخب فی السوق، حدیث: 2125 والتفسیر،

باب: ﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَهِيدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا﴾ (الفتح: 48)، حدیث: 4838.

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَقْتَهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ فَمَا

اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو، پھر انھیں چھوئے سے پہلے ان کو طلاق دے دو تو تمھاری طرف سے ان پر کوئی عت نہیں کہ تم

لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُونَهَا فَمِنْهُمْ وَسِرَّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَبِيلًا ﴿٤٩﴾

اس (عت) کو شمار کرو، پس تم انھیں کوئی فائدہ دو اور اچھے طریقے سے رخصت کرو ﴿٤٩﴾

عزت عطا کروں گا جو ان کے لیے دعا کرے گا میں اس کی تائید کروں گا جو ان کی مخالفت کریں گے یا ان پر سرکشی کریں گے یا ان کے ہاتھوں سے کچھ چھیننا چاہیں گے میں بری گردش میں ان لوگوں کو مبتلا کر دوں گا۔ میں انھیں اپنے نبی کے وارث اور رب کی طرف دعوت دینے والے بنادوں گا، وہ نیکی کا حکم دیں گے، برائی سے منع کریں گے، نماز قائم کریں گے، زکاۃ ادا کریں گے، وعدے کو پورا کریں گے اور انھی پر میں اس خیر و بھلائی کو ختم کر دوں گا جس کا ان کے پہلے شخص سے میں نے آغاز کیا تھا، یہ میرا فضل ہے جس کو چاہوں میں اس سے سرفراز کر دوں اور میں تو فضل عظیم کا مالک ہوں۔^①

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں لفظ **شَهِدًا** کے معنی یہ ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی، یعنی اس بات کی گواہی دینے والے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور روز قیامت لوگوں کے اعمال کی گواہی دینے والے ہیں۔ **وَجَعَلْنَا بَيْنَكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا** ﴿النساء: 41﴾ ”اور ہم آپ کو ان لوگوں کا (حال بتانے کے لیے) گواہ طلب کریں گے۔“ اور فرمایا: **لَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا** ﴿البقرة: 143﴾ ”تا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور پیغمبر (آخر الزماں) تم پر گواہ بنیں۔“ اور ارشاد باری تعالیٰ **وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا** ﴿٤٩﴾ کے معنی ہیں کہ آپ مومنوں کے لیے بے پایاں اجر و ثواب کی بشارت سنانے والے ہیں اور کافروں کو جہنم کے خوفناک عذاب سے ڈرانے والے ہیں، **وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ** یعنی اللہ کے حکم سے اللہ کی مخلوق کو اپنے رب کی عبادت کی دعوت دینے والے ہیں، **وَسِرَاحًا مُبِينًا** ﴿٤٩﴾ ”اور چراغ روشن۔“ یعنی آپ جس پیغام حق کو لے کر آئے ہیں، اس کے بارے میں آپ کا معاملہ آفتاب نصف النہار کی طرح روشن اور منور ہے کہ کسی معاند کے سوا اور کوئی اس کا انکار کر ہی نہیں سکتا۔ **وَلَا تُطِيعُ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ وَدَعْ أَذْهَبَهُمْ** ”اور آپ کافروں اور منافقوں کا کہانہ مانیے اور ان کی ایذا رسانی کو نظر انداز کیجیے۔“ یعنی کافر اور منافق لوگ جو بات کہتے ہیں اسے نہ سنیں اور نہ مانیں **وَدَعْ أَذْهَبَهُمْ** یعنی ان سے درگزر اور تجاوز کریں، ان کے معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں، ان کے لیے یہی کافی ہے، اسی لیے فرمایا: **وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا** ﴿٤٨﴾ ”اور آپ اللہ پر بھروسہ کریں اور اللہ ہی کا رساز کافی ہے۔“

تفسیر آیت: 49

جن عورتوں کے پاس جانے سے پہلے انھیں طلاق دے دی گئی ہو: اس آیت کریمہ میں بہت سے احکام بیان کیے گئے ہیں، مثلاً: یہ کہ محض عقد ہی پر لفظ نکاح کا اطلاق کیا گیا ہے اور اس بارے میں قرآن مجید میں اس سے زیادہ صریح کوئی دوسری

① المعجم الكبير للطبرانی: 89/10، حدیث: 10046 و تفسیر الطبری: 35، 34/15 و تفسیر ابن ابی حاتم: 3140/9،

حدیث ضعیف ہے۔

آیت نہیں ہے، یہ آیت اس بات کی بھی دلیل ہے کہ دخول سے قبل بھی عورت کو طلاق دینا جائز ہے۔

الْمُؤْمِنَاتُ کا لفظ اکثر و بیشتر حالات کے اعتبار سے ہے ورنہ بالاتفاق اس مسئلے میں مومنہ اور کتابی عورت کے حکم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، سعید بن مسیب، حسن بصری، علی بن حسین زین العابدین اور سلف کی ایک جماعت نے اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے کہ طلاق تب ہی واقع ہوتی ہے جب پہلے نکاح ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ** ”جب تم مومن عورتوں سے نکاح کر کے پھر ان کو طلاق دے دو۔“ نکاح کے بعد طلاق کو ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ نکاح سے پہلے طلاق دینا صحیح ہے اور نہ نکاح سے قبل طلاق واقع ہوتی ہے۔^(۱) ابن ابوحاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب کوئی شخص یہ کہے کہ میں جس عورت سے شادی کروں تو اسے طلاق ہے تو اس کی اس بات کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ** الآية ”مومنو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو، پھر ان کو طلاق دے دو.....“^(۲) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: **إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ** کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس میں طلاق کو نکاح کے بعد ذکر کیا گیا ہے؟^(۳)

اس سلسلے میں عمرو بن شعیب کی اپنے والد سے اور ان کی اپنے دادا (عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما) سے ایک حدیث بھی ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **[لَا طَّلَاقَ لَهُ فِيمَا لَا يَمْلِكُ]** ”(اس صورت میں) ابن آدم اس عورت کو طلاق نہیں دے سکتا جس کا وہ مالک ہی نہیں ہے۔“^(۴) اسے امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔^(۵) اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ سب سے احسن روایت ہے جو اس باب میں مروی ہے اسی طرح امام ابن ماجہ نے بھی حضرت علی اور مسور بن محرزہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **[لَا طَّلَاقَ قَبْلَ نِكَاحٍ]** ”نکاح سے قبل کوئی (بھی) طلاق نہیں۔“^(۶)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عَدَاةٍ تَعْتَدُوْنَهَا؟** ”تو تم کو کچھ اختیار نہیں کہ ان سے عدت پوری کراؤ۔“ اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ عورت کو جب دخول سے پہلے طلاق دے دی جائے تو اس کے لیے کوئی عدت نہیں ہے، لہذا اگر وہ چاہے تو فوراً نکاح کر سکتی ہے، البتہ وہ عورت اس سے مستثنیٰ ہے جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو کیونکہ اسے چار ماہ دس دن کی عدت گزارنا ہوگی، خواہ اس کے ساتھ دخول نہ بھی کیا گیا ہو اور اس بات پر بھی تمام علماء کا اجماع ہے۔ **فَبَعُوْهُنَّ**

① تفسیر البغوی: 648/3. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 3142/10 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ. ③ صحیح البخاری، الطلاق،

باب: لا طلاق قبل نکاح..... بعد الحدیث: 5268. ④ مسند أحمد: 190/2. ⑤ مسند أحمد: 190/2 و جامع

الترمذی، الطلاق واللعان، باب ماجاء لا طلاق قبل النکاح، حدیث: 1181 و سنن أبی داود، الطلاق، باب فی

الطلاق قبل النکاح، حدیث: 2190 و سنن ابن ماجہ، الطلاق، باب لا طلاق قبل النکاح، حدیث: 2047. ⑥ سنن

ابن ماجہ، الطلاق، باب لا طلاق قبل النکاح، حدیث: 2048.

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ الَّتِي أَتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ

اے نبی! بے شک ہم نے آپ کے لیے آپ کی وہ بیویاں حلال کر دی ہیں جن کے مہر آپ نے ادا کر دیے، اور وہ (کنیزیں) بھی آپ کے دائیں ہاتھ

يَمِينِكَ مِمَّا آفَاءَ اللَّهِ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِكَ وَبَنَاتِ عَمَّتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ

جن کے مالک ہیں ان (کنیزوں) میں سے جو اللہ نے آپ کو غنیمت میں دیں، اور آپ کے چچا کی بیٹیاں، اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں، اور آپ کے

خَلَّتِكَ الَّتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبْتَ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ

ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالائوں کی بیٹیاں بھی، جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی، اور مومن عورت بھی، اگر وہ اپنے آپ کو نبی کے لیے

النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ط قَدْ عَلِمْنَا مَا

ہم (وقف) کر دے، اگر نبی چاہے تو اس سے نکاح کر لے، یہ (اجازت) مومنوں کے علاوہ خاص آپ کے لیے ہے، ہم یقیناً جانتے ہیں جو کچھ ہم نے

فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ

ان (مومنوں) پر ان کی بیویوں اور جن (لوہڑیوں) کے مالک ہوئے ہیں ان کے دائیں ہاتھ (ان) کے بارے میں فرض کیا ہے، (آپ کے لیے ازواج کی یہ

حَرْجٌ ط وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ٥٠)

حلت اس لیے ہے) کہ آپ پر کوئی تنگی نہ رہے، اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ٥٠)

وَسَزَّوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ٥١) ”پس ان کو کچھ فائدہ دو اور اچھی طرح سے رخصت کر دو۔“ متعہ کا لفظ یہاں پر عام ہے۔ وہ

مقرر کردہ حق مہر کا نصف بھی ہو سکتا ہے یا پھر اس سے مراد خاص متعہ ہے اگر مہر مقرر نہ کیا گیا ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا قَرَضْتُمْ

(البقرة: 237) ”اور اگر تم عورتوں کو ان کے پاس جانے سے پہلے طلاق دے دو، حالانکہ مہر مقرر کر چکے ہو تو آدھا مہر دینا

ہوگا۔“ اور فرمایا: ﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ مَا كَمْ تَمْسُوهُنَّ أَوْ تَفَرِّضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ط وَتَمْسُوهُنَّ عَلَى

النِّسَاءِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتَرَدِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ٥٢﴾ (البقرة: 236) ”اور اگر تم عورتوں کو

ان کے چھونے یا ان کا مہر مقرر کرنے سے پہلے طلاق دے دو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔ ان کو دستور کے مطابق کچھ خرچ ضرور

دو (یعنی) مقدور والا اپنے مقدور کے مطابق دے اور تنگ دست اپنی حیثیت کے مطابق، نیک لوگوں پر یہ ایک طرح کا حق

ہے۔“ صحیح بخاری میں سہل بن سعد اور ابواسید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اُمیمہ بنت شراحیل

سے شادی کی اور جب اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور آپ نے اپنا دست مبارک اس کی طرف بڑھایا تو

اس نے گویا اسے ناپسند کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ابواسید کو حکم دیا کہ وہ اسے رخصت کر دیں اور اسے سفید کتان کے دو کپڑے

دے دیں۔ ① علی بن ابوطالب نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اگر مہر مقرر کیا گیا ہو تو پھر اس کا حق نصف مہر ہے اور اگر

مہر مقرر نہ کیا گیا ہو تو پھر طلاق دینے والا اپنی تنگ دستی اور خوش حالی کے مطابق اسے خرچ دے اور اچھی طرح رخصت کرنے

① صحیح البخاری، الطلاق، باب من طلق وھل یواجه الرجل؟ حدیث: 5257، 5256.

کے یہی معنی ہیں۔^①

تفسیر آیت: 50

ان عورتوں کا بیان جو نبی ﷺ کے لیے حلال کر دی گئی تھیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ آپ کے لیے ان عورتوں کو حلال قرار دے دیا گیا ہے جن کو آپ نے ان کے مہر دے دیے ہوں، أَجُور سے یہاں مہر مراد ہیں جیسا کہ مجاہد اور کئی ایک ائمہ تفسیر نے کہا ہے۔^② نبی ﷺ کی بیویوں کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی ہوتا تھا، اس وجہ سے تمام ازواج مطہرات کو پانچ سو درہم مہر ملا، البتہ ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا کو نجاشی نے آپ کی طرف سے چار سو دینار مہر دے دیا تھا اور صفیہ بنت حبیبہ رضی اللہ عنہا کا آپ نے خیبر کے قیدیوں میں سے اپنے لیے انتخاب فرمایا تھا، پھر آپ نے انھیں آزاد کر دیا اور ان کی آزادی ہی کو ان کا مہر مقرر کر دیا، اسی طرح خاندان مصطلق کی خاتون جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کی کتابت آپ نے ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کو ادا کی اور ان سے شادی کر لی تھی۔ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُنَّ أَجْمَعِينَ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا آفَكَ اللَّهُ عَلَيْكَ﴾ ”اور جن (لوٹنیوں) کا مالک آپ کا دایاں ہاتھ بنا ہے جو اللہ نے آپ کو بطور (مال) غنیمت دلوائی ہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے ان لوٹنیوں کو بھی حلال کر دیا ہے جو آپ نے مال غنیمت میں حاصل کی ہوں جیسا کہ صفیہ و جویریہ رضی اللہ عنہما آپ کی لوٹنیاں تھیں، آپ نے انھیں آزاد کر کے ان سے شادی کر لی تھی، اسی طرح ریحانہ بنت شمعون نصریہ رضی اللہ عنہا اور ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا، جو آپ کے صاحبزادے ابراہیم کی والدہ تھیں، آپ کی لوٹنیاں تھیں، ﴿وَبَنَاتُ عَتِكَ وَبَنَاتُ عَتِكَ وَبَنَاتُ خَالِكَ وَبَنَاتُ خَالِكَ﴾..... الآية ”اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھی کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالائوں کی بیٹیاں.....“ یہ طریقہ افراط و تفریط کے مابین مبنی بر اعتدال ہے کیونکہ عیسائی کسی عورت سے شادی نہیں کرتے جب تک کہ آدمی اور عورت کے درمیان سات یا اس سے بھی زیادہ داوے حائل نہ ہوں جبکہ یہودی بھتیجی یا بھانجی سے بھی شادی کر لیتے ہیں لیکن اس کا مل و طاہر شریعت نے نصاریٰ کے افراط کو ختم کر دیا، چچا اور پھوپھی کی بیٹی اور ماموں اور خالہ کی بیٹی سے نکاح کو حلال قرار دے دیا اور یہودی کی اس تفریط کو بھی حرام قرار دے دیا جس کے مطابق انھوں نے بھتیجی اور بھانجی سے بھی نکاح کو جائز قرار دے رکھا تھا کیونکہ یہ بہت ہی غلیظ اور بدترین حرکت تھی۔

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَبَنَاتُ عَتِكَ وَبَنَاتُ عَتِكَ وَبَنَاتُ خَالِكَ وَبَنَاتُ خَالِكَ﴾ میں مذکر کے الفاظ شرف کی وجہ سے واحد اور مؤنث کے الفاظ ان کے ناصف ہونے کی وجہ سے جمع لائے گئے ہیں جیسا کہ ﴿عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ﴾ (النحل: 48) اور ﴿يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ﴾ (البقرة: 257) اور ﴿وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ﴾ (الأنعام: 1:6) کے علاوہ اس کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں۔ ضحاک کہتے ہیں کہ ابن مسعود نے ﴿الَّتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ﴾ کو [وَالَّتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ]

① تفسیر الطبری: 25/22 . ② تفسیر الطبری: 26/22 .

(واؤ عاطفہ کے ساتھ) پڑھا ہے۔^①

اور فرمایا: **وَأَمْرًا قَوْمًا إِنَّ وَهَبَتْ لِنَفْسِهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ**..... الآية ” اور کوئی مومن عورت اگر اپنا آپ پیغمبر کو ہبہ کر دے (مہر لینے کے بغیر نکاح میں آنا چاہے) بشرطیکہ پیغمبر بھی اس سے نکاح کرنا چاہیں (تو وہ بھی حلال ہے یہ اجازت) صرف آپ کے لیے ہے.....“ یعنی اے نبی! آپ کے لیے وہ مومن عورت بھی حلال ہے جو اپنا آپ، آپ کو بخش دے اور وہ مہر لیے بغیر آپ سے شادی کرنا چاہے، اگر آپ چاہیں تو اس سے شادی کر لیں، اس آیت میں دو شرطیں مسلسل آئی ہیں۔^②

امام احمد نے سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں نے اپنا نفس آپ کو بخش دیا اور یہ کہہ کر وہ طویل وقت تک کھڑی رہی، ایک شخص اٹھا اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اگر آپ کو ضرورت نہیں تو اس سے میری شادی کر دیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ تُصَدِّقُهَا بِهَا؟] ”کیا تمہارے پاس اسے مہر دینے کے لیے کچھ ہے؟“ اس نے عرض کی: میرے پاس تو صرف میری یہ چادر ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنْ أُعْطِيَتْهَا إِزَارُكَ جَلَسَتْ لَا إِزَارَ لَكَ، فَالْتَمَسُ شَيْئًا] ”اگر تم نے اپنی چادر اسے دے دی تو خود بیٹھ رہو گے اور تمہارے پاس کوئی چادر نہ ہوگی، لہذا کوئی اور چیز تلاش کرو“ اس نے عرض کی: میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: [الْتَمَسُ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ!] ”تلاش کرو۔ خواہ لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو!“ اس نے کوشش کی مگر اسے کوئی چیز نہ ملی۔ نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: [هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ؟] ”کیا تمہیں قرآن مجید کا کچھ حصہ یاد ہے؟“ اس نے عرض کی: جی ہاں! مجھے فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں، اس نے سورتوں کے نام لیے، نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: [قَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ] ”تمہیں جو قرآن یاد ہے، اس کے بدلے میں، میں نے تمہارا اس عورت سے نکاح کر دیا“ مہر کے طور پر قرآن مجید کی جو سورتیں تمہیں یاد ہیں وہ اسے بھی یاد کرادو۔^③ بخاری و مسلم نے اسے بروایت مالک بیان کیا ہے۔^④ ابن ابوحاتم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جس عورت نے اپنا آپ نبی ﷺ کو بخش دیا تھا اس کا نام خولہ بنت حکیم تھا۔^⑤

امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ میں ان عورتوں سے غیرت کھایا کرتی تھی جو اپنا آپ نبی ﷺ کو بخش دیا کرتی تھیں اور میں کہتی تھی کہ کیا کوئی عورت اپنا آپ بخش سکتی ہے! اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

① تفسیر الطبری: 27/22. ② پہلی شرط: ”اگر مومن عورت اپنے آپ کو ہبہ کر دے“ دوسری شرط: ”اگر نبی اس سے نکاح کرنا

چاہے۔“ ③ مسند أحمد: 336/5. ④ صحیح البخاری، النکاح، باب: السلطان ولی لقول النبی ﷺ: [زوجنا کھا

بما معک من القرآن]، حدیث: 5135 و صحیح مسلم، النکاح، باب الصداق و جواز کونہ تعلیم قرآن و خاتم حدید

.....، حدیث: 1425. ⑤ تفسیر ابن ابی حاتم: 3143/10 و صحیح البخاری، النکاح، باب: هل للمرأة أن تهب

نفسها لأحد؟ حدیث: 5113.

تُرْجَىٰ مَنْ شَاءَ مِنْهُمْ وَتُؤَيَّیَ اِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ ط وَمِنْ اِبْتِغَیَّتِ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكَ ط (الأحزاب 1:33) ”اور آپ کو یہ بھی اختیار ہے کہ ان میں سے جس بیوی کو چاہیں مؤخر کر دیں اور جسے چاہیں اپنے پاس جگہ دے دیں اور جس کو آپ نے علیحدہ کر دیا ہو اگر اس کو پھر اپنے پاس طلب کر لیں تو آپ پر کچھ گناہ نہیں۔“ تو میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ آپ کی خواہش کو بہت جلد پورا فرما دیتا ہے۔^(۱) ابن ابوقحتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی عورت نہ تھی جس نے اپنا آپ نبی اکرم ﷺ کو بخش دیا ہو۔^(۲) اسے ابن جریر نے یونس بن بُکیر سے بھی روایت کیا ہے کہ جن خواتین نے اپنا آپ رسول اللہ ﷺ کو بخشا آپ نے ان میں سے کسی ایک کو بھی قبول نہیں فرمایا تھا۔^(۳) اگرچہ یہ آپ کے لیے مباح تھا اور آپ کے ساتھ یہ حکم خاص تھا لیکن یہ آپ کی مرضی پر موقوف تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنْ یَسْتَنْکِحَهَا ۖ بِشَرَطِکَ یَغْیِبُ عَنْهَا** ”بشرطیکہ پیغمبر بھی اس سے نکاح کرنا چاہیں۔“ **خَالِصَةً لَّکَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ط** ”(یہ اجازت اے محمد!) خاص آپ ہی کے لیے ہے مسلمانوں کے علاوہ۔“ یعنی بخشی ہوئی عورت آپ کے سوا اور کسی کے لیے حلال نہیں، لہذا اگر کوئی عورت اپنے آپ کو کسی مرد کو بخش دے تو وہ اس کے لیے حلال نہیں جب تک اسے بطور مہر کچھ دے نہ دے۔^(۴) مجاہد، شعبی اور دیگر ائمہ تفسیر نے بھی یہی کہا ہے۔^(۵) یعنی جب کوئی عورت اپنا نفس کسی مرد کے سپرد کر دے اور وہ جب اس کے ساتھ دخول کرے تو اس پر مہر مثل واجب ہوگا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بَرَّوْع بنت واشق کے بارے میں فیصلہ فرمایا تھا جب اس نے اپنے آپ کو سپرد کر دیا تھا اور جب اس کا شوہر فوت ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ اسے مہر مثل دیا جائے۔^(۶) نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کسی اور کے لیے اپنے آپ کو سپرد کر دینے والی عورت کے لیے (خاندن کی) موت اور دخول حق مہر کے تعین اور مہر مثل کے ثبوت کے لیے یکساں ہیں لیکن نبی ﷺ اگر کسی مفوضہ عورت سے دخول بھی فرمائیں تو بھی آپ پر کچھ واجب نہیں ہے کیونکہ آپ کے لیے مہر، ولی اور گواہوں کے بغیر بھی نکاح کرنا جائز ہے جیسا کہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے قصے سے معلوم ہوتا ہے، اسی لیے امام قتادہ نے **خَالِصَةً لَّکَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ط** کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ نبی ﷺ کے سوا، ولی اور مہر کے بغیر اپنا آپ کسی مرد کو بخش دے۔^(۷)

قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَیْهِمْ فِیْ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَکَتْ اِیْمَانُهُمْ ”ہم نے ان کی بیویوں اور جن کے مالک بنے ہیں ان کے دائیں ہاتھ کے بارے میں جو (مہر واجب الادا) مقرر کر دیا ہے یقیناً ہم کو معلوم ہے۔“ ابی بن کعب، مجاہد، حسن، قتادہ

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: تُرْجَىٰ مَنْ شَاءَ مِنْهُمْ وَتُؤَيَّیَ اِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ (الأحزاب 33:51)، حدیث: 4788

و صحیح مسلم، النکاح، باب جواز ہبتھا نوبتھا لضررتها، حدیث: 1464. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 3144/10

والمعجم الکبیر للطبرانی: 296/11، حدیث: 11787 و السنن الکبریٰ للبیہقی، النکاح، باب ما أیبح: 55/7. ③

تفسیر الطبری: 29/22. ④ تفسیر ابن ابی حاتم: 3144/10. ⑤ تفسیر الطبری: 28/27، 22. ⑥ سنن أبی داود،

النکاح، باب فیمن تزوج ولم یسم لها صداقا، حدیث: 2116 و 2114 و سنن ابن ماجہ، النکاح، باب الرجل

یتزوج ولا یفرض لها فیموت علی ذلک، حدیث: 1891. ⑦ تفسیر الطبری: 28/22.

تُرْجَىٰ مِّنْ تَّشَاءٍ مِنْهُنَّ وَتُؤَيَّىٰ اِلَيْكَ مَن تَشَاءُ ط وَمِنْ اِبْتِغَايَتٍ مِّنْ عَزَلَتٍ

آپ اپنی بیویوں میں سے جسے چاہیں مؤخر کریں (چھوڑ دیں) اور جسے چاہیں اپنے پاس جگہ دیں اور جنہیں آپ نے الگ کر دیا ہے، ان میں سے جسے بھی

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ط ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَ وَيَرْضَيْنَ بِمَا

آپ (اپنے پاس رکھنا) چاہیں، تو بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں، یہ (اختیار) اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں، اور وہ غمگین نہ ہوں

اَتَيْنَهُنَّ كُلَّهُنَّ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ﴿٥١﴾

اور جو کچھ بھی آپ انہیں دیں وہ سب اس پر راضی ہوں، اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے۔ اور اللہ خوب جاننے والا، نہایت بردبار ہے ﴿51﴾

اور ابن جریر اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہے کہ ہم نے ان کے لیے چار تک آزاد عورتوں کو محدود کر دیا ہے۔⁽¹⁾ لیکن لونڈیاں جس قدر چاہیں رکھ سکتے ہیں اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ امت کے لیے نکاح کے بارے میں ہم نے ولی، مہر اور گواہوں کی شرطوں کو مقرر کیا ہے مگر آپ کے لیے رخصت ہے اور ان میں سے کوئی شرط آپ کے لیے واجب نہیں ہے۔ ﴿لَيْسَ لَكَ بِهَا مِثْرٌ شَيْءٌ وَّكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيْمًا﴾⁽²⁾ ”(یہ اس لیے کہا گیا ہے) کہ آپ پر کسی طرح کی تنگی نہ رہے اور اللہ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

تفسیر آیت: 51

نبی ﷺ کے لیے اختیار: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ ان عورتوں سے غیرت محسوس کرتی تھیں جنہوں نے اپنا آپ رسول اللہ ﷺ کو بخش دیا تھا، وہ کہا کرتی تھیں کیا عورت کو حیا نہیں آتی کہ وہ اپنے نفس کو مہر کے بغیر پیش کر دے! اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿تُرْجَىٰ مِّنْ تَّشَاءٍ مِنْهُنَّ وَتُؤَيَّىٰ اِلَيْكَ مَن تَشَاءُ ط.....﴾⁽³⁾ الآیۃ ”ان میں سے جس (بیوی) کو چاہیں مؤخر کر دیں اور جسے چاہیں اپنے پاس جگہ دے دیں.....“ تو انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! میں دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش کو بہت جلد پورا فرما دیتا ہے۔⁽⁴⁾ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ﴿تُرْجَىٰ﴾ کے معنی ہیں کہ مؤخر کر دیں ﴿مِّنْ تَّشَاءٍ مِنْهُنَّ﴾ ”ان میں سے جسے چاہیں“، یعنی اپنا آپ رسول اللہ ﷺ کو بخشنے والی عورتوں میں سے۔ ﴿وَتُؤَيَّىٰ اِلَيْكَ مَن تَشَاءُ ط﴾ ”اور جسے چاہیں اپنے پاس رکھیں“، یعنی جسے آپ چاہیں قبول کر لیں اور جسے چاہیں رد کر دیں اور جسے ایک بار رد کر دیں اس کے بارے میں بھی اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو اسے پھر اپنے پاس بلا لیں، اسی لیے فرمایا: ﴿وَمِنْ اِبْتِغَايَتٍ مِّنْ عَزَلَتٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ط﴾ ”اور جس کو آپ نے علیحدہ کر دیا ہو اگر اس کو پھر اپنے پاس طلب کر لیں تو آپ پر کچھ گناہ نہیں۔“ کچھ دیگر اصحاب تفسیر نے کہا ہے کہ ﴿تُرْجَىٰ مِّنْ تَّشَاءٍ مِنْهُنَّ﴾..... الآیۃ سے مراد یہ ہے کہ اپنی بیویوں کے لیے باری مقرر نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، ان میں سے جس کو چاہیں پہلے طلب کر لیں اور جسے چاہیں بعد میں طلب کر لیں جس سے

① تفسیر الطبری: 30/22 . ② مسند أحمد: 158/6 . ③ دیکھیے الأحزاب، آیت: 50 کے ذیل میں۔

چاہیں مجامعت کریں اور جس سے چاہیں مجامعت نہ کریں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد، حسن، قتادہ، البوزین، عبدالرحمن بن زید بن اسلم اور دیگر کئی ائمہ سے اسی طرح مروی ہے۔^(۱) لیکن اس کے باوجود نبی ﷺ نے ان کے لیے باری مقرر فرما رکھی تھی۔ فقہائے شافعیہ اور دیگر کا مذہب ہے کہ آپ پر باری مقرر کرنا واجب نہ تھا اور انھوں نے اسی آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے۔

امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس آیت: ﴿تُرْجَىٰ مِنْ نِّسَاءٍ مِنْهُنَّ وَتُؤَيَّىٰ إِلَيْكَ مِنْ نِّسَاءٍ وَمِنْ ابْتِغَاءٍ مِّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ﴾ کے نازل ہونے کے بعد ہم میں سے جس کا دن ہوتا تھا اس عورت سے اجازت لے لیا کرتے تھے، حدیث کی راویہ (معاذہ) کہتی ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کیا جواب دیا کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں کہا کرتی تھی کہ اگر اس کا حق مجھے ہے تو اے اللہ کے رسول! میں یہ نہیں چاہتی کہ آپ پر کسی کو ترجیح دوں۔^(۲) یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اس سے مراد عدم وجوب تقسیم ہے اور پہلی حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ یہ آیت اپنا آپ بخشنے والی عورتوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اسی وجہ سے ابن جریر نے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ یہ آیت عام ہے، اپنا آپ بخش دینے والی عورتوں کے بارے میں بھی ہے اور ان بیویوں کے بارے میں بھی جو آپ کے پاس تھیں کہ آپ کو ان کے بارے میں باری کی تقسیم وعدم تقسیم کا اختیار ہے۔^(۳) اور ابن جریر کی اختیار کردہ یہ بات بہت اچھی، عمدہ اور قوی ہے اور اس سے تمام احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ذَلِكَ أَذَىٰ أَنْ تَقَرَّرَ أَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَ وَيَرْضَيْنَ بِمَا آتَيْنَهُنَّ كُلُّهُنَّ﴾ ”یہ (اجازت) زیادہ قرین قیاس ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غم ناک نہ ہوں اور جو کچھ آپ ان کو دیں اسے لے کر سب خوش رہیں۔“ یعنی جب انھیں یہ معلوم ہوگا کہ تقسیم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے تنگی کو دور فرما دیا ہے اور اگر آپ چاہیں تو باری مقرر فرمائیں اور اگر چاہیں تو مقرر نہ فرمائیں جس طرح بھی آپ کر لیں کوئی حرج نہیں اور اگر آپ ان کے لیے باریاں مقرر فرماتے ہیں تو یہ آپ کا اختیار ہے، آپ پر واجب نہیں ہے تو یہ جان کر انھیں فرحت و مسرت ہوگی اور وہ اسے آپ کے حسن اخلاق اور احسان پر محمول کریں گی کہ اختیار کے باوجود آپ نے ان کے لیے باریاں مقرر کر کے عدل و انصاف کا مظاہرہ فرمایا ہے۔

اور فرمایا: ﴿وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي قُلُوبِكُمْ﴾ ”اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اللہ اسے جانتا ہے۔“ یعنی دل میں جو بعض کی طرف زیادہ میلان ہے اور جسے ختم کرنا ممکن نہیں جیسا کہ امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں کے درمیان باریاں عدل و انصاف کے ساتھ مقرر فرمادیا کرتے تھے اور اس کے باوجود آپ یہ دعا کیا کرتے تھے: [اللَّهُمَّ! هَذَا فِعْلِي فِيمَا أُمِّلُكَ، فَلَا تَلْمَنِي فِيمَا تَمْلِكُ وَلَا أُمِّلُكَ] ”اے اللہ! یہ میرا فعل ہے، اس کے بارے میں جس کا میں مالک ہوں اور اس کے بارے میں مجھے ملامت نہ فرما جس کا تو مالک ہے اور میں مالک

① تفسیر الطبری: 32، 31/22۔ ② صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿تُرْجَىٰ مِنْ نِّسَاءٍ مِنْهُنَّ﴾ (الأحزاب

51:33).....، حدیث: 4789۔ ③ تفسیر الطبری: 33، 32/22۔

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ

اور ان کے بعد آپ کے لیے (اور) عورتیں حلال نہیں اور نہ یہ (جائز ہے) کہ آپ ان (موجودہ بیویوں) کی جگہ اور بیویاں بدل لیں اگر چہ ان کا حسن آپ کو

إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ ط وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ رَقِيبًا ۝۵۲

6
12
3

اچھا لگے، سوائے ان (لوٹ بیویوں) کے جن کا مالک آپ کا دایاں ہاتھ بنائے، اور اللہ ہر چیز پر خوب نگہبان ہے ۝۵۲

نہیں۔“ ① اس حدیث کو اہل سنن اربعہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ② اور امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے [فَلَا تَلْمِزْنِي فِيمَا تَمْلِكُ وَلَا أَمْلِكُ] ”تو اس کے بارے میں مجھے ملامت نہ فرما جس کا تو مالک ہے اور میں مالک نہیں۔“ کے بعد کہا ہے کہ اس سے مراد ”دلی محبت“ ہے۔ اس حدیث کی سند صحیح اور اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔ ③ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد یہ الفاظ اسی لیے ذکر فرمائے ہیں: ﴿وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَلِيمًا﴾ ⑤ ”اور اللہ بڑا جاننے والا، نہایت بردبار ہے۔“ یعنی وہ دلوں کے بھیدوں کو جانتا اور بردباری و بخشش کا معاملہ فرماتا ہے۔

تفسیر آیت: 52

رسول اللہ ﷺ کی صحبت اختیار کرنے کا بدلہ: کئی علمائے تفسیر، مثلاً: ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، ضحاک، قتادہ، ابن زید اور ابن جریر رحمہم وغیرہ ④ نے ذکر فرمایا ہے کہ ازواج مطہرات کو جب اختیار دیا گیا اور انھوں نے دنیوی مال و منال کے بجائے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور دار آخرت کو اپنے لیے اختیار کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس حسن عمل سے خوش ہو کر ان کی جزا کے طور پر اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا ہے۔ جب انھوں نے حسن انتخاب کا مظاہرہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کو اپنے لیے پسند کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جزا یہ دی کہ اپنے رسول ﷺ کو انھی ازواج پر اکتفا کرنے کا حکم دے دیا اور ان کے لیے دیگر عورتوں سے شادی کرنے یا انھیں چھوڑ کر اور عورتیں کرنے کو حرام قرار دے دیا، خواہ ان کا حسن آپ کو کیسا ہی اچھا لگے، البتہ باندیوں اور لونڈیوں کے سلسلے میں اجازت کو برقرار رکھا لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے تنگی کو رفع کرتے ہوئے، اس آیت کے حکم کو منسوخ فرما دیا اور دیگر عورتوں سے شادی کو جائز قرار دے دیا، یہ الگ بات ہے کہ ان کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کسی اور عورت سے شادی نہ کی تا کہ رسول اللہ ﷺ کا ان پر احسان برقرار رہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے انتقال سے قبل اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے عورتوں کو حلال قرار دے دیا تھا۔ ⑤ اور اسے امام ترمذی اور امام نسائی نے بھی اپنی اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔

① مسند أحمد: 144/6. ② جامع الترمذی، النکاح، باب ما جاء فی التسوية بین الضرائر، حدیث: 1140 و سنن

أبی داؤد، النکاح، باب فی القسم بین النساء، حدیث: 2134 و سنن النسائی، عشرة النساء، باب میل الرجل إلی بعض نسائه..... حدیث: 3395 و سنن ابن ماجہ، النکاح، باب القسم بین النساء، حدیث: 1971، حدیث ضعیف

ہے۔ ③ سنن أبی داؤد، النکاح، باب فی القسم بین النساء، حدیث: 2134. ④ تفسیر الطبری: 41-36/22. ⑤

مسند أحمد: 41/6. ⑥ جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الأحزاب، حدیث: 3216 و سنن النسائی،

النکاح، باب ما افترض اللہ عز وجل علی رسولہ..... حدیث: 3206.

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرِ نَظِيرٍ

اے ایمان والو! تم نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو کرو الا یہ کہ تمہیں کھانے کے لیے اجازت دی جائے، نہ یہ کہ (وہاں جا کر) کھانا پکنے کا انتظار کرتے

اِنَّهُ لَا وَلَكِنْ اِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْكَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ

رہو، اور لیکن جب تمہیں دعوت دی جائے تب تم داخل ہو جاؤ، پھر جب کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ، اور (وہیں) باتوں میں نہ لگے رہو، بلاشبہ تمہاری یہ

اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَجِیْ مِنْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَجِیْ مِنَ الْحَقِّ ۚ وَاِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ

روش نبی (ﷺ) کو تکلیف دیتی ہے، سو وہ تم سے شرماتے ہیں، اور اللہ حق بات سے نہیں شرماتا، اور جب تم ان (ازواج نبی) سے کوئی چیز مانگو تو پردے

مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ۚ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۚ وَمَا كَانَ لَكُمْ

کے پیچھے سے مانگو، یہ بات تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے، اور تمہارے لیے یہ جائز نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو ایذا دو، اور نہ

اَنْ تُؤْذُوا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا اَنْ تَنْكِحُوْا اَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهٖ اَبَدًا ۚ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ

یہ (جائز ہے) کہ تم اس (کی وفات) کے بعد کبھی اس کی بیویوں سے نکاح کرو، بے شک تمہارا یہ فعل اللہ کے نزدیک بہت بڑا (گناہ) ہے ⑤ اگر تم کوئی

عَظِيْمًا ۝۵۳ اِنْ تُبْدُوا شَيْئًا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝۵۴

چیز ظاہر کر دیا اسے چھپاؤ تو بلاشبہ اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ⑤

دیگر علمائے تفسیر نے کہا ہے کہ اس آیت: **لَا يَجِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ** کے معنی یہ ہیں کہ جب ہم نے ان عورتوں کی

تفصیل بیان کر دی جن کو آپ کے لیے حلال قرار دیا ہے۔ یعنی وہ بیویاں جن سے مہر دے کر نکاح کیا ہے، باندیاں، چچا اور

پھوپھی کی بیٹیاں، ماموں اور خالہ کی بیٹیاں اور اپنا آپ رسول اللہ ﷺ کو بخش دینے والی عورتیں حلال ہیں جبکہ ان کے سوا

دیگر عورتیں حلال نہیں ہیں۔ ایک روایت کے مطابق ابی بن کعب اور مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔ ① ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو مومن مہاجر عورتوں کے سوا دیگر عورتوں سے نکاح سے منع کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ہے: **لَا يَجِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبْدَلَ بِهِنَ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ ط**

”(اے پیغمبر!) ان کے سوا اور عورتیں آپ کے لیے جائز نہیں اور نہ یہ کہ ان بیویوں کو چھوڑ کر اور بیویاں کر لیں، خواہ ان کا حسن

آپ کو کیسا ہی اچھا لگے مگر وہ جن (لوڈیوں) کا مالک آپ کا دایاں ہاتھ بنا ہے (کے بارے میں آپ کو اختیار ہے۔)“ پس اللہ تعالیٰ

نے آپ کے لیے مومن عورتوں اور اس مومن عورت کو حلال قرار دیا جو اپنا آپ رسول اللہ ﷺ کو بخش دے اور اسلام کے سوا

ہر دین کی عورت کو آپ کے لیے حرام قرار دے دیا۔ وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ ۚ (الآية المائدة 5:5)

”اور جو شخص ایمان کا منکر ہوا، تو یقیناً اس کے عمل ضائع ہو گئے.....“ ②

ابن جریر نے فرمایا ہے کہ یہ آیت عام ہے۔ یہ ان تمام اقسام کی عورتوں کے لیے بھی ہے جن کا مذکورہ بالا آیت میں ذکر ہوا

① تفسیر الطبری: 37, 36/22. ② جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الاحزاب، حدیث: 3215 حدیث

ضعیف ہے۔

ہے اور ان عورتوں کے لیے بھی ہے جو آپ کی عصمت میں تھیں۔⁽¹⁾ اور جن کی تعداد نوتھی۔ ابن جریر کی یہ بات بہت عمدہ ہے اور بہت سے سلف نے بھی اس آیت سے یہی معنی مراد لیے ہیں اور دونوں کے قول میں کوئی تضاد بھی نہیں، دونوں معنی ہی مراد ہو سکتے ہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا اَنْ تَبْدَلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ﴾ ”اور نہ یہ (جائز ہے) کہ ان بیویوں کو چھوڑ کر اور بیویاں کر لیں، خواہ ان کا حسن آپ کو کیسا ہی اچھا لگے۔“ ان کے علاوہ اور عورتوں سے شادی سے منع کر دیا اور اس بات سے بھی کہ آپ ان میں سے کسی کو طلاق دے کر اس کے بجائے کسی اور عورت سے شادی کر لیں، البتہ لونڈیوں کے بارے میں جواز کو برقرار رکھا گیا۔

تفسیر آیات: 53، 54

کاشانہ نبوی میں داخلے کے آداب اور حکم حجاب: یہ آیت حجاب ہے اور اس میں بہت سے شرعی احکام و آداب بیان کیے گئے ہیں، یہ آیت بھی ان آیات کریمہ میں سے ہے جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قول کے موافق نازل ہوئی تھیں جیسا کہ صحیحین میں ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے اپنے رب عزوجل کی تین باتوں میں موافقت کی، میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کاش! آپ مقام ابرہیم کو جائے نماز بنالیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمادیا: ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِرِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّیٰ ط﴾ (البقرہ 2: 125) ”اور (جس) مقام (پر) ابراہیم (کھڑے ہوئے تھے اس) کو نماز کی جگہ بنا لو!“ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ کی ازواج مطہرات کے پاس نیک و بد ہر قسم کے لوگ آتے ہیں، کاش! آپ انہیں پردے کا حکم دے دیں تو اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب کو نازل فرمادیا، میں نے ازواج مطہرات سے کہا جب وہ حمیت وغیرت میں آکر نبی اکرم ﷺ کے خلاف اکٹھی ہو گئیں۔ ﴿عَسٰی رَبُّہٗ اِنْ طَلَقْتُکُنَّ اَنْ یُّبَدِّلَ لَکُنَّ اَزْوَاجًا خٰیِرًا مِّنْکُنَّ﴾ (التحریم 5: 66) ”اگر پیغمبر تم کو طلاق دے دیں تو عجب نہیں کہ ان کا پروردگار تمہارے بدلے میں ان کو تم سے بہتر بیویاں دے دے۔“ تو یہ الفاظ بھی آیت میں اسی طرح نازل ہو گئے۔⁽²⁾ مسلم کی ایک روایت میں بدر کے قیدیوں کا بھی ذکر ہے اور یہ چوتھا واقعہ ہے۔⁽³⁾

اور امام بخاری نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کے پاس نیک و بد ہر قسم کے لوگ آتے ہیں، لہذا کاش! آپ امہات المؤمنین کو پردے کا حکم دے دیں تو اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب کو نازل فرمادیا۔⁽⁴⁾ امام بخاری نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو آپ نے لوگوں کی دعوت کی، انھوں نے کھانا کھا لیا تو باتیں کرنے کے لیے بیٹھ گئے، رسول اللہ ﷺ کھڑے ہونے کے لیے تیار ہوئے مگر وہ لوگ کھڑے نہ ہوئے، جب آپ نے یہ دیکھا تو آپ کھڑے

① تفسیر الطبری: 41/22۔ ② صحیح البخاری، الصلاة، باب ماجاء فی القبلة.....، حدیث: 402 و صحیح مسلم،

الفضائل، باب من فضائل عمرؓ، حدیث: 2399۔ ③ صحیح مسلم، الفضائل، باب من فضائل عمرؓ، حدیث:

2399۔ ④ صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِرِ اِبْرٰهٖمَ﴾ (البقرہ 2: 125).....، حدیث: 4483۔

ہو گئے، جب آپ کھڑے ہوئے تو کچھ لوگ آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے مگر تین شخص بیٹھے رہے، نبی ﷺ نے اندر تشریف لے جانا چاہا مگر وہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے، پھر بالآخر وہ کھڑے ہو کر چل پڑے، میں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں، آپ آئے اور اندر تشریف لے گئے، میں نے بھی اندر داخل ہونا چاہا مگر میرے اور آپ کے درمیان پردہ حائل کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمادیا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرِ نَظَرٍ لَهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا.....﴾ الآية ”مومنو! پیغمبر کے گھروں میں نہ جایا کرو مگر اس صورت میں کہ تم کو کھانے کے لیے اجازت دی جائے، اس کے پکنے کا انتظار بھی نہ کرنا پڑے اور لیکن جب تم (کھانے پر) بلائے جاؤ تو آ جاؤ، پھر جب کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ.....“^① امام بخاری نے اسے ایک اور مقام پر بھی روایت کیا ہے۔^② امام مسلم اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔^③

بعد ازاں امام بخاری نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے شادی کی خوشی میں روٹی اور گوشت کی دعوت کی، کھانے کی دعوت دینے کے لیے مجھے بھیجا گیا، لوگ آتے، کھانا کھاتے اور چلے جاتے، پھر کچھ اور لوگ آتے، کھانا کھاتے اور چلے جاتے حتیٰ کہ کوئی آدمی بھی ایسا نہ رہا جس کو میں کھانے کے لیے بلا سکوں، میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اب کوئی نہیں رہا جسے کھانے کے لیے میں بلاؤں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [ارْفَعُوا طَعَامَكُمْ] ”کھانا اٹھا لو۔“ تین لوگ اللہ کے نبی کے گھر میں بیٹھے باقیں کر رہے تھے، نبی ﷺ گھر سے نکل کر عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی طرف تشریف لے گئے اور آپ نے فرمایا: [السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں عرض کی: اور آپ پر بھی سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو۔ اے اللہ کے رسول! آپ نے اپنے اہل کو کیسا پایا؟ اللہ تعالیٰ آپ کو برکت عطا فرمائے۔ آپ تمام ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے گئے، آپ نے تمام ازواج مطہرات کو اسی طرح سلام کیا جس طرح عائشہ رضی اللہ عنہا کو کہا تھا اور سب نے اس طرح جواب دیا جس طرح عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا تھا، پھر نبی ﷺ واپس تشریف لے آئے مگر وہ تین شخص ابھی تک باتوں میں لگے ہوئے تھے، نبی اکرم ﷺ بہت حیا دار تھے، آپ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی طرف تشریف لے گئے، نہیں معلوم کہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی یا کسی اور نے کہ اب وہ لوگ چلے گئے ہیں، آپ واپس تشریف لے آئے حتیٰ کہ جب آپ کا ایک قدم مبارک دروازے کے اندر کی طرف اور دوسرا باہر کی طرف تھا تو میرے اور آپ کے مابین پردہ لٹکا دیا گیا اور آپ پر آیت حجاب کو نازل کر دیا گیا۔^④ اصحاب کتب ستہ میں

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ﴾ (الأحزاب 33: 53)، حدیث:

4791. ② صحیح البخاری، الاستئذان، باب آية الحجاب، حدیث: 6239 و 6271. ③ صحیح مسلم، النکاح،

باب زواج زینب بنت جحش.....، حدیث: (92-1428) والسنن الكبرى للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالى:

﴿لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرِ نَظَرٍ لَهُ﴾: 436، 435/6، حدیث: 11420. ④ صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله تعالى:

﴿لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ﴾ (الأحزاب 33: 53)، حدیث: 4793.

سے صرف امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے، البتہ امام نسائی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلۃ میں اسے روایت کیا ہے۔^①

پھر فرمایا: **لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ** ”پیغمبر کے گھروں میں نہ جایا کرو۔“ یہ مومنوں کے لیے رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں اجازت کے بغیر داخل ہونے کی ممانعت ہے۔ زمانہ جاہلیت اور ابتدائے اسلام میں لوگ اجازت کے بغیر گھروں میں داخل ہو جایا کرتے تھے لیکن غیرت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اجازت لینے کا حکم دے دیا اور یہ درحقیقت اس امت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعزاز و اکرام ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **[إِيَّاكُمْ وَالْدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ]** ”(گھروں میں اجنبی) عورتوں کے پاس جانے سے اجتناب کرو۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے استثنیٰ کرتے ہوئے فرمایا: **إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرٍ نَظِيرٍ لَهُ** ”مگر اس صورت میں کہ تم کو کھانے کے لیے اجازت دی جائے، اس کے پکنے کا انتظار بھی نہ کرنا پڑے۔“ مجاہد اور قتادہ وغیرہ کہتے ہیں کہ کھانے کے پکنے اور تیار ہونے کا تمہیں انتظار نہ کرنا پڑے۔^② یعنی کھانا جب پکایا جا رہا ہو تو تم گھات نہ لگاؤ کہ جب وہ تیار ہونے کے قریب ہو تو تم داخل ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ نے اسے ناپسند کرتے ہوئے اس کی مذمت فرمائی ہے اور یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ طفلی بننا حرام ہے، عرب اس کو ضیفن کہتے ہیں۔ امام خطیب بغدادی نے طفیلیوں کی مذمت میں ایک مستقل کتاب بھی لکھی ہے^③ جس میں ان کے بہت سے واقعات لکھے ہیں جن کا ذکر یہاں موجب طوالت ہوگا، پھر فرمایا: **وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا** ”اور لیکن جب تم (کھانے پر) بلائے جاؤ تو آ جاؤ، پھر جب کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ۔“

صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **[إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُجِبْ، عُرْسًا كَانَ أَوْ نَحْوَهُ]** ”جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو دعوت دے تو اسے وہ دعوت قبول کر لینی چاہیے، خواہ وہ شادی کی دعوت ہو یا کوئی اور۔“ اور اسی لیے فرمایا: **وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ** ”اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھے رہو۔“ جیسا کہ ان تین لوگوں نے بہت لمبی باتیں کرنا شروع کر دی تھیں اور وہ اپنے آپ کو بھول گئے تھے جبکہ رسول اللہ ﷺ کو یہ بات بہت گراں محسوس ہو رہی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَعْجِلُ مِنْكُمْ** ”بلاشبہ یہ (بات) پیغمبر کو اذیت دیتی تھی تو وہ تم سے شرماتے تھے۔“ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ پیغمبر کے گھر میں تمہارا اجازت کے بغیر داخل

① السنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب: ما یقول صبیحة بنائہ.....: 76، 75/6، حدیث: 10101. ② صحیح البخاری،

النکاح، باب لا یخلون رجل بامرأة إلا ذو محرم.....، حدیث: 5232 و صحیح مسلم، السلام، باب تحریم الخلوۃ بالأجنیۃ والدخول علیہا، حدیث: 2172 عن عقبۃ بن عامر..... ③ تفسیر الطبری: 43، 42/22. ④ اس کتاب کا نام التطفیل وحکایات الطفلیین و نوادرہم وأخبارہم ہے۔ اسے ہام بن عبد الوہاب الجالی کی تحقیق سے دار ابن حزم (لبنان) نے شائع کیا ہے۔ ⑤ صحیح البخاری، النکاح، باب حق إجابة الولیمۃ.....، حدیث: 5173 و صحیح مسلم، النکاح،

باب الأمر بإجابة الداعی إلى دعوة، حدیث: (100)-1429.

ہونا ان پر شاق گزرتا اور ان کے لیے باعث تکلیف تھا لیکن وہ شدت حیا کی وجہ سے لوگوں کو اس سے منع کرنے کو ناپسند فرماتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ممانعت کا حکم نازل فرمادیا، اسی لیے فرمایا: **وَاللّٰهُ لَا يَسْتَعِجِي مِنَ الْحَقِّ** ”اور اللہ حق کہنے سے شرم نہیں کرتا۔“ اسی لیے اس نے تم کو اس سے منع کر دیا اور ڈانٹ دیا ہے۔

پھر فرمایا: **وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسَلُّوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ** ”اور جب ان (پیغمبر کی بیویوں) سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔“ یعنی جس طرح تمہیں ان کے پاس جانے سے منع کر دیا ہے، اسی طرح ان کی طرف دیکھنے کی بھی قطعی ممانعت ہے، خواہ تمہیں ان سے کوئی چیز لینے کی ضرورت بھی ہو تو پھر بھی ان کی طرف نہ دیکھو اور اپنی ضرورت کی چیز پس پردہ مانگ لیا کرو۔

نبی ﷺ کو ایذا رسانی کی ممانعت اور ازواجِ مطہرات کا مسلمانوں پر حرام ہونا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تُنْكِحُوا زَوَاجَهُ مِنْ بَعْدِ ابْدَاطِ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا** ③ ”اور تم کو شایاں نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دو اور نہ یہ کہ ان کی بیویوں سے کبھی ان کے بعد نکاح کرو، بے شک یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا (گناہ کا کام) ہے۔“ ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ: **وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ** کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ یہ اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی تھی جس نے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ نبی ﷺ کے بعد آپ کی بعض بیویوں سے نکاح کر لے گا، ایک شخص نے سفیان سے پوچھا: کیا اس کا ارادہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کا تھا، انھوں نے جواب دیا کہ لوگوں نے ایسا ہی ذکر کیا ہے۔ ① مقاتل بن حیان اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ ② اس نے اپنی سند کے ساتھ سدی سے روایت کیا ہے کہ یہ ارادہ کرنے والا شخص طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ تھا حتیٰ کہ اس کی حرمت میں یہ حکم نازل ہو گیا۔ ③ اسی وجہ سے تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جن بیویوں کو چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے، کسی بھی دوسرے شخص کے لیے آپ کے بعد ان سے نکاح کرنا حرام ہے، اس لیے کہ وہ دنیا و آخرت میں آپ کی ازواجِ مطہرات ہیں، پھر وہ مومنوں کی مائیں بھی ہیں جیسا کہ قبل ازیں بیان ہو چکا ہے۔ ④ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے بہت بڑا گناہ قرار دیا، اس بارے میں سختی کی اور اس پر یہ وعید کی ہے کہ **إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا** ⑤ ”بے شک یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا (گناہ کا کام) ہے۔“

پھر فرمایا: **إِنْ تَبَدُّوا شَيْئًا أَوْ تَخَفُوهُ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا** ⑥ ”اگر تم کسی چیز کو ناپسند کرو یا اس کو خفی رکھو تو یقیناً اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔“ یعنی جس چیز کو بھی تم اپنے دلوں میں چھپاؤ گے اور جو بھی تمہارے خفی دلی راز ہوں گے، اللہ تعالیٰ انھیں خوب جانتا ہے کہ اس سے کوئی چیز بھی خفی نہیں۔ **يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ** ⑦ (المؤمن

① تفسیر ابن ابی حاتم: 3150/10. ② تفسیر الطبری: 50/22 و تفسیر ابن ابی حاتم: 3150/10. ③ تفسیر ابن

ابی حاتم: 3150/10. ④ دیکھیے الاحزاب، آیت: 6 کے ذیل میں۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْ اَبَائِهِنَّ وَلَا ابْنَائِهِنَّ وَلَا اِخْوَانِهِنَّ وَلَا بَنَاتِهِنَّ وَلَا اَخَوَاتِهِنَّ وَلَا نِسَائِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ

عورتوں پر اپنے باپوں اور اپنے بیٹوں، اور اپنے بھائیوں، اور اپنے بھتیجیوں، اور اپنے بھانجیوں، اور اپنی عورتوں، اور

وَلَا اَبْنَآءَ اَخَوَاتِهِنَّ وَلَا نِسَائِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ

جن (لوٹہوں) کے مالک ہوئے ہیں ان کے دائیں ہاتھ (ان کے سامنے آنے میں) کوئی گناہ نہیں، اور (اے عورتو!) تم اللہ

كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ﴿٥٥﴾

سے ڈرتی رہو، بے شک اللہ ہر چیز پر گواہ ہے ﴿٥٥﴾

(19:40) ”وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور جو (باتیں) سینے چھپائے ہوئے ہیں (ان کو بھی)۔“

تفسیر آیت: 55

عورت کے وہ قریبی رشتہ دار جن سے پردہ نہیں: جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے عورتوں کو اجنبی مردوں سے پردے کا حکم دیا تو اب ان قریبی رشتے داروں کا ذکر ہو رہا ہے جن سے پردہ نہیں ہے جیسا کہ سورہ نور کی درج ذیل آیت میں بھی نہیں مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے: ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبَائِهِنَّ اَوْ اَبْنَائِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِي اِخْوَانِهِنَّ اَوْ اَخَوَاتِهِنَّ اَوْ نِسَائِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التَّابِعِيْنَ غَيْرِ اُولٰٓئِذِۦ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلَىٰ عَوْرَتِ النِّسَاءِ﴾ (النور 31:24) ”اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کیا کرو مگر جو اس میں سے کھلا رہتا ہو اور اپنے سینوں پر اوڑھنیاں اوڑھے رہا کریں اور اپنے خاوند اور باپ اور خسر اور بیٹوں اور خاوند کے بیٹوں اور اپنے بھائیوں اور بھتیجیوں اور بھانجیوں اور اپنی (ہی قسم کی) عورتوں اور لونڈیوں غلاموں کے سوا، نیز ان زیر دست مردوں کے (سوا) جو عورتوں کی خواہش نہ رکھیں یا ایسے لڑکوں کے (سوا) جو عورتوں کے پردے کی چیزوں سے واقف نہ ہوں۔“ سورہ نور کی آیت میں سورہ احزاب کی اس آیت کی نسبت کی زیادہ چیزیں مذکور ہیں اور اس آیت کی تفسیر اور اس کے بارے میں گفتگو قبل ازیں ہو چکی ہے۔^① لہذا یہاں اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔

ابن جریر نے شععی اور عکرمہ سے آیت کریمہ: ﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْ اَبَائِهِنَّ وَلَا ابْنَائِهِنَّ﴾ ”عورتوں پر اپنے باپوں اور اپنے بیٹوں سے (پردہ نہ کرنے میں) کچھ گناہ نہیں۔“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ میں نے پوچھا کہ یہاں چچا اور ماموں کا ذکر کیوں نہیں ہے! تو انھوں نے جواب دیا: اس لیے کہ وہ اپنے بیٹوں کے پاس اس کے حسن و جمال کا ذکر کرتے ہیں، شععی و عکرمہ نے اس بات کو مکروہ سمجھا ہے کہ کوئی عورت اپنے ماموں یا چچا کے پاس اوڑھنی سر سے اتارے۔^② ﴿وَلَا نِسَائِهِنَّ﴾ ”نہ اپنی (قسم کی) عورتوں سے۔“ یعنی مومن عورتوں سے بھی پردہ نہیں ہے۔ ﴿وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ﴾ ”اور نہ ان سے جن کے مالک بنے ہیں ان کے دائیں ہاتھ۔“ یعنی اپنے غلاموں سے۔ سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ اس سے صرف لونڈیاں مراد

① دیکھیے النور، آیت: 31 کے ذیل میں۔ ② تفسیر الطبري: 52/22۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ

بلاشبہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت و درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی اس پر درود و سلام بھیجو

وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾

اور خوب خوب سلام بھیجو ﴿٥٦﴾

ہیں غلام نہیں، اسے ابن ابوقحتم نے روایت کیا ہے۔ ﴿وَالَّذِينَ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا﴾ (اور اے عورتو!) اللہ سے ڈرتی رہو، بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ یعنی اس سے خلوت میں بھی ڈرو اور جلوت میں بھی کیونکہ وہ ہر چیز سے واقف ہے، اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں، لہذا ایسے نگہبان سے ہر وقت ڈرتی رہو۔

تفسیر آیت: 56

نبی ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم: امام بخاری رحمہ اللہ نے ابو العالیہ کا قول ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صلاۃ کے معنی فرشتوں کے پاس آپ ﷺ کی تعریف کرنا کے ہیں، فرشتوں کی صلاۃ کے معنی دعا کے ہیں۔ ⁽¹⁾ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ﴿يُصَلُّوْنَ﴾ کے معنی ہیں کہ وہ برکت کی دعائیں کرتے ہیں۔ ⁽²⁾ امام بخاری رحمہ اللہ نے ابو العالیہ اور ابن عباس کے قول کو اسی طرح متعلق بیان فرمایا ہے۔ ابویسٰیٰ ترمذی نے کہا ہے کہ سفیان ثوری اور کئی ایک اہل علم سے مروی ہے کہ رب تعالیٰ کی صلاۃ کے معنی رحمت اور فرشتوں کی صلاۃ کے معنی استغفار کے ہیں۔ ⁽³⁾ رسول اللہ ﷺ کی بہت سی متواتر احادیث میں درود بھیجنے کا حکم اور اس کی کیفیت کا ذکر ہے ہم ان میں سے کچھ کے تذکرے کی سعادت حاصل کریں گے۔ وَاللّٰهُ اَلْمُسْتَعَانُ۔

درود سے متعلق کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی روایات: امام بخاری نے مذکورہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر میں کعب بن عجرہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! آپ پر سلام بھیجنے کو تو ہم نے جان لیا ہے، تو درود کیسے ہے؟ آپ نے فرمایا: کہو: [اَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ اِبْرَاهِيْمَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ! بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ] اے اللہ! تو محمد اور آل محمد پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی ہے، بے شک تو ہی لائق حمد و ثناء، بڑائی بزرگی کا مالک ہے، اے اللہ! تو محمد اور آل محمد پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے آل ابراہیم پر برکت نازل فرمائی ہے، بے شک تو ہی تعریف کے لائق، بڑائی اور بزرگی کا مالک ہے۔ ⁽⁴⁾

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ﴾ (الأحزاب: 33: 56) قبل

الحديث: 4797. ② صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ﴾ (الأحزاب

56: 33) قبل الحديث: 4797. ③ جامع الترمذی، الوتر، باب ماجاء فی فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ، قبل

الحديث: 486. ④ صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ﴾ (الأحزاب

امام احمد نے ابن ابولیلیٰ سے روایت کیا ہے کہ کعب بن عجرہ مجھ سے ملے اور انھوں نے کہا: کیا میں تجھے ایک ہدیہ نہ دوں؟ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم نے جان لیا یا پہچان لیا ہے کہ آپ پر سلام کیسے ہے تو سوال یہ ہے کہ آپ کی ذات گرامی پر درود کیسے ہے۔ پس آپ نے فرمایا: تم کہو: [اللَّهُمَّ! صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ، اللَّهُمَّ! بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ] ”اے اللہ! تو محمد اور آل محمد پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی، بے شک تو ہی لائق حمد و ثنا، بڑائی اور بزرگی کا مالک ہے۔ اے اللہ! تو محمد اور آل محمد پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے آل ابراہیم پر برکت نازل فرمائی، بے شک تو ہی تعریف کے لائق، بڑائی اور بزرگی کا مالک ہے۔“^① اس حدیث کو محدثین کی ایک جماعت نے اپنی کتابوں میں مختلف اسانید کے ساتھ روایت فرمایا ہے۔^②

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت: امام بخاری رحمہ اللہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! یہ تو ہے آپ پر سلام مگر ہم آپ پر درود کس طرح بھیجیں۔ آپ نے فرمایا: [قُولُوا: اللَّهُمَّ! صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ] ”تم کہو: اے اللہ! اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی، محمد اور آل محمد ﷺ پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے آل ابراہیم پر برکت نازل فرمائی، ابوصالح نے لیث سے اس طرح روایت کیا ہے کہ [عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ] ”محمد اور آل محمد ﷺ پر (برکت نازل فرما) جس طرح تو نے آل ابراہیم علیہ السلام پر برکت نازل فرمائی۔“ انھوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا، انھوں نے کہا کہ ہم سے ابن ابوحازم اور دروردی نے یزید سے، جو ابن الہاد ہے، روایت کیا ہے، انھوں نے کہا: [كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَآلِ إِبْرَاهِيمَ] ”جس طرح تو نے ابراہیم علیہ السلام پر رحمت نازل فرمائی، محمد اور آل محمد ﷺ پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم علیہ السلام پر برکت نازل فرمائی۔“^③ اسے نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔^④

ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت: امام احمد نے ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے

① مسند أحمد: 241/4. ② صحيح البخاری، أحاديث الأنبياء، باب: 10، حديث: 3370 و جامع الترمذی، الوتر،

باب ماجاء فی صفة الصلاة علی النبی ﷺ، حديث: 483 و سنن أبي داود، الصلاة، باب الصلاة علی النبی ﷺ، حديث:

976 و سنن النسائي، السهو، نوع آخر، حديث: 1290 و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب الصلاة

علی النبی ﷺ، حديث: 904. ③ صحيح البخاری، التفسير، باب قوله: ﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ﴾

(الأحزاب: 33: 56) ...، حديث: 4798. ④ سنن النسائي، السهو، نوع آخر، حديث: 1294 و سنن ابن ماجه، إقامة

الصلوات، باب الصلاة علی النبی ﷺ، حديث: 903.

رسول! ہم آپ پر درود کس طرح بھیجیں؟ آپ نے فرمایا: [اللَّهُمَّ! صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ] ”اے اللہ! رحمت نازل فرما محمد ﷺ اور آپ کی ازواج و اولاد پر جس طرح تو نے آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی اور برکت نازل فرما محمد ﷺ اور آپ کی ازواج و اولاد پر جس طرح تو نے آل ابراہیم پر برکت نازل فرمائی، بے شک تو ہی تعریف کے لائق، بڑائی اور بزرگی کا مالک ہے۔“ ① اس حدیث کو امام ترمذی کے سوا باقی پانچوں محدثین نے روایت کیا ہے۔ ②

ابوسعود انصاری رحمہ اللہ کی روایت: امام مسلم نے ابو مسعود انصاری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ ہم سعد بن عبادہ رحمہ اللہ کی مجلس میں تھے، تو بشیر بن سعد رحمہ اللہ نے آپ کی خدمت میں عرض کی: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے تو ہم آپ پر کیسے درود بھیجیں؟ رسول اللہ ﷺ (بین کر) خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے خواہش کی کہ کاش وہ آپ سے سوال نہ کرتا، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم کہو: [اللَّهُمَّ! صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ] ”اے اللہ! تو محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی اور برکت نازل فرما محمد ﷺ و آل محمد ﷺ پر جس طرح تو نے جہانوں میں آل ابراہیم پر برکت نازل فرمائی، بے شک تو ہی تعریف کے لائق، بڑائی اور بزرگی کا مالک ہے اور سلام بھیجنے کا طریقہ تو تم نے معلوم کر ہی لیا ہے۔“ اسے ابو داود، ترمذی، نسائی اور ابن جریر نے روایت کیا اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔ ③

فضالہ بن عبید رحمہ اللہ کی روایت: امام احمد نے فضالہ بن عبید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نماز میں دعا کرتے ہوئے سنا، اس نے نہ تو اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان کی اور نہ ہی نبی ﷺ پر درود پڑھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [عَجَلَ هَذَا] ”اس شخص نے جلدی کی ہے“ پھر آپ نے اسے بلایا اور اس سے یا کسی اور کو مخاطب کر کے فرمایا: [إِذَا صَلَّيْتَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِتَمَجِيدِ رَبِّهِ) وَالشَّاءِ عَلَيْهِ، ثُمَّ لِيُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ لِيُذْعِبْ بِمَاشَاءِ] ”جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو پہلے وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے، پھر نبی ﷺ پر درود پڑھے، پھر اس کے بعد جو چاہے دعا

① مسند أحمد: 424/5. ② صحيح البخاری، أحاديث الأنبياء، باب: 10، حديث: 3369 و صحيح مسلم، الصلاة،

باب الصلاة على النبي ﷺ، حديث: 407 و سنن أبي داود، الصلاة، باب الصلاة على النبي ﷺ بعد التشهد، حديث:

979 و سنن النسائي، السهو، نوع آخر، حديث: 1295 و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب الصلاة على النبي ﷺ،

حديث: 905. ③ صحيح مسلم، الصلاة، باب الصلاة على النبي ﷺ بعد التشهد، حديث: 405 و سنن أبي داود،

الصلاة، باب الصلاة على النبي ﷺ، حديث: 980 و جامع الترمذی، تفسير القرآن، باب ومن سورة الأحزاب،

حديث: 3220 و سنن النسائي، السهو، باب الأمر بالصلاة على النبي ﷺ، حديث: 1286 و تفسير الطبري: 54/22.

کرے۔“ ① اسے ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا اور ترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ ② اور اسے ابن خزیمہ اور ابن حبان نے بھی اپنی اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔ ③

نبی ﷺ پر درود بھیجنے کی فضیلت: امام ترمذی رحمہ اللہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب دو تہائی رات ختم ہو جاتی تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو جاتے اور فرماتے: **يَا أَيُّهَا النَّاسُ! اذْكُرُوا اللَّهَ، اذْكُرُوا اللَّهَ جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ، تَتَّبِعُهَا الرَّادِفَةُ، جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيهِ، جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيهِ** [اے لوگو! اللہ کا ذکر کرو، اللہ کا ذکر کرو، بھونچال طاری کر دینے والی (قیامت) آگئی، اس کے پیچھے ایک اور بھونچال طاری کر دینے والی (قیامت) آ رہی ہے، موت اپنی ساری بے ہوشیوں کے ساتھ آ رہی ہے، موت اپنی ساری بے ہوشیوں کے ساتھ آ رہی ہے۔“ ابی نے کہا کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں آپ پر کثرت سے درود پڑھتا ہوں تو کتنا درود پڑھوں؟ آپ نے فرمایا: **مَا شِئْتَ** [جتنا چاہو۔“ میں نے عرض کی: چوتھا حصہ؟ آپ نے فرمایا: **مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ** [جتنا چاہو اور اگر زیادہ پڑھو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔“ میں نے عرض کی: نصف؟ آپ نے فرمایا: **مَا شِئْتَ وَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ** [جتنا چاہو اور اگر زیادہ پڑھو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔“ میں نے عرض کی: دو تہائی؟ آپ نے فرمایا: **مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ** [جتنا چاہو اور اگر زیادہ پڑھو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔“ میں نے عرض کی: میں اپنی ساری دعائیں آپ پر درود ہی پڑھتا رہوں گا؟ تو آپ نے فرمایا: **إِذَا تُكْفِيَ هَمَّكَ وَيُغْفِرَ لَكَ ذَنْبَكَ** [تب تو تمہارے غم و فکر دور کر دیے جائیں گے اور تمہارے گناہ بخش دیے جائیں گے۔“ ④ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی روایت: امام احمد رحمہ اللہ نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپ کے چہرہ اقدس سے مسرت کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم آپ کے چہرہ اقدس پر مسرت کے آثار دیکھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: **إِنَّهُ أَتَانِي مَلَكٌ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! أُمَامُ رَضِيكَ أَنْ رَبَّكَ عَزَّوَجَلَّ يَقُولُ: إِنَّهُ لَا يُصَلِّي عَلَيْكَ أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِكَ إِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا وَلَا يُسَلِّمُ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِكَ إِلَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا؟ قَالَ: بَلَى!** [میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور اس نے کہا ہے: اے محمد! کیا آپ اس بات پر خوش نہیں کہ آپ کے پروردگار عز و جل نے فرمایا ہے کہ آپ کی امت میں سے جو بھی آپ پر ایک بار درود بھیجے گا میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا اور آپ کی امت میں سے جو آپ پر ایک بار سلام بھیجے گا تو میں دس مرتبہ اس پر سلامتی نازل کروں گا، آپ نے

① مسند أحمد: 18/6 والمقط، البتہ تو سین والے الفاظ ابو داؤد کے مطابق ہیں۔ ② سنن أبي داؤد، الورق، باب الدعاء،

حدیث: 1481 وجامع الترمذی، الدعوات، باب فی إيجاب الدعاء بتقديم الحمد.....، حدیث: 3476 و سنن

النسائی، السهو، باب التمجيد والصلاة على النبي ﷺ.....، حدیث: 1285. ③ صحيح ابن خزيمة، الأذان

والإقامة، باب الصلاة على النبي ﷺ.....، حدیث: 351/1 و صحيح ابن حبان، الصلاة، ذكر البيان بأن

المرء مأمور بالصلاة على النبي ﷺ.....، حدیث: 290/5. ④ جامع الترمذی، صفة القيامة، باب فی الترغيب

فی ذکر الله وذكر الموت.....، حدیث: 2457.

فرمایا: کیوں نہیں! (اس سے بہت خوش ہوں۔)“^① اسے نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔^②

امام احمد رحمہ اللہ نے ابوطالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ بہت ہشاش بشاش تھے اور آپ کے چہرہ اقدس سے مسرت کے آثار نمایاں ہو رہے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آج آپ بہت خوش و خرم ہیں اور خوشی و مسرت کے آثار چہرہ اقدس پر جھلک رہے ہیں؟ فرمایا: [اَجَلُ، اَتَانِي آتٍ مِّن رَّبِّيْ عَزَّوَجَلَّ، فَقَالَ: مَنْ صَلَّى عَلَيْكَ مِنْ اُمَّتِكَ صَلَاةٌ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِهَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ وَمَحَا عَنْهُ عَشْرَ سَيِّئَاتٍ وَرَفَعَ لَهُ عَشْرَ دَرَجَاتٍ وَرَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَهَا] ”ہاں، میرے پاس میرے رب عزوجل کی طرف سے آنے والا ایک آیا اور اس نے کہا کہ آپ کی امت میں سے جو شخص آپ پر ایک بار درود بھیجے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دے گا، اس کے دس گناہ معاف کر دے گا اور اس کے دس درجات بلند کر دے گا اور اس پر اسی طرح درود بھیجے گا۔“^③ اس حدیث کی سند جید ہے، دیگر ائمہ محدثین نے اسے بیان نہیں کیا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت: امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا] ”جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے گا، اللہ تعالیٰ اس پر اس کے بدلے میں دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔“^④ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس باب میں عبدالرحمن بن عوف، عامر بن ربیعہ، عمار، ابوطالب، انس اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث مروی ہیں۔

حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی روایت: امام احمد رحمہ اللہ نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [الْبَخِيلُ مَنْ ذُكِرْتُ عَنْدهُ، ثُمَّ لَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ] ”وہ شخص بخیل ہے جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا، پھر اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا۔“^⑤ اور ابوسعید (عبدالرحمن بن عبد اللہ مولیٰ بنی ہاشم) کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: [فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ] ”تو اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا۔“ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور حسن غریب صحیح قرار دیا ہے۔^⑥

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت: امام ترمذی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عَنْدهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ، وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ اَنْسَلَخَ قَبْلَ

① مسند أحمد: 30/4. ② السنن الكبرى للنسائي، عمل اليوم والليلة، ثواب الصلاة على النبي ﷺ: 21/6: حديث:

9888. ③ مسند أحمد: 29/4 مزید دیکھیے صحيح الترغيب والترهيب للألباني: 291/2، حديث: 1661 وشعب

الإيمان للبيهقي، باب في تعظيم النبي ﷺ: 212/2، حديث: 1561. ④ صحيح مسلم، الصلاة، باب الصلاة

على النبي ﷺ:، حديث: 408 وسنن أبي داود، الوتر، باب في الاستغفار، حديث: 1530 جبکہ توسين والالفاظ جامع

الترمذی، الوتر، باب ماجاء في فضل الصلاة:، حديث: 485 میں ہے۔ وسنن النسائي، السهو، باب الفضل في

الصلاة على النبي ﷺ، حديث: 1297. ⑤ مسند أحمد: 201/1. ⑥ جامع الترمذی، الدعوات، باب: [رغِمَ أَنْفُ

رجل ذُكِرْتُ عَنْدهُ:]، حديث: 3546.

اَنْ يُغْفَرَلَهٗ وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اَدْرَكَ عِنْدَهٗ اَبُوَاهُ الْكِبَرَ فَلَمْ يَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ [”اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا، اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس پر رمضان کا مہینہ داخل ہوا اور اس کی بخشش ہوئے بغیر گزر گیا اور اس شخص کی ناک بھی خاک آلود ہو جس کے پاس اس کے ماں باپ بوڑھے ہو گئے اور وہ اسے جنت میں داخل نہ کرا سکے۔“] ^① امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔

درود شریف پڑھنے کے متعدد مواقع

بہت سے اوقات میں درود شریف پڑھنے کا حکم آیا ہے، مثلاً:

اذان کے بعد درود شریف: اذان کے بعد درود شریف پڑھنا جیسا کہ اس حدیث میں ہے جسے امام احمد نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [اِذَا سَمِعْتُمْ مُؤَذِّنًا فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ، ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا (اللَّهُ) لِيَ الْوَسِيلَةَ، فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللَّهِ وَأَرَجُوْ أَنْ أَكُوْنَ أَنَاهُو، فَمَنْ سَأَلَ لِيَ الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ] ”جب تم مؤذن کو سنو تو اسی طرح کہو جس طرح وہ کہتا ہے، پھر مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا، پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلے کا سوال کرو، وہ جنت کا وہ مقام ہے جو بندگانِ الہی میں سے صرف ایک ہی بندے کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہوں گا پس جس نے میرے لیے وسیلے کا سوال کیا، اس کے لیے میری شفاعت ثابت ہو جائے گی۔“ ^② اسے امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ ^③

مسجد میں داخل ہوتے اور نکلنے کے وقت درود شریف: مسجد میں داخل اور خارج ہوتے وقت بھی درود پڑھنا چاہیے، امام احمد نے فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو محمد ﷺ پر صلاۃ و سلام بھیجتے، پھر یہ دعا پڑھتے: [اللَّهُمَّ! اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ، وَافْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ] ”اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔“ اور جب آپ مسجد سے باہر تشریف لے جاتے تو پھر بھی محمد ﷺ پر صلاۃ و سلام بھیجتے، پھر یہ دعا پڑھتے: [اللَّهُمَّ! اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ، وَافْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ فَضْلِكَ] ”اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما دے اور میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔“ ^④

① جامع الترمذی، الدعوات، باب: [رغم أنف رجل ذكرته عنده.....]، حدیث: 3545، مزید دیکھیے مسند أحمد:

254/2. ② مسند أحمد: 168/2 جبکہ توسین والا لفظ صحیح مسلم، الصلاة، باب استحباب القول.....، حدیث: 384

میں ہے۔ ③ صحیح مسلم، الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن.....، حدیث: 384 وسنن أبی داود،

الصلاة، باب ما يقول إذا سمع المؤذن، حدیث: 523 وجامع الترمذی، المناقب، باب: [سلوا الله لي الوسيلة.....]،

حدیث: 3614 وسنن النسائی، الأذان، باب الصلاة على النبي ﷺ، حدیث: 679. ④ مسند أحمد: 283، 282/6

مزید دیکھیے جامع الترمذی، الصلاة، باب ماجاء ما يقول عند دخوله المسجد، حدیث: 315، 314.

نماز جنازہ میں درود شریف: نماز جنازہ میں بھی نبی ﷺ پر درود پڑھا جاتا ہے سنت یہ ہے کہ نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھی جائے، دوسری تکبیر کے بعد نبی ﷺ پر درود پڑھا جائے، تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا کی جائے اور چوتھی تکبیر کے بعد کہا جائے: [اللّٰهُمَّ! لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ وَلَا تَفْتِنَا بَعْدَهُ] ”اے اللہ! تو ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ کرنا اور اس (کی وفات) کے بعد ہمیں فتنہ و آزمائش میں مبتلا نہ کرنا۔“ (۱) امام شافعی رحمہ اللہ نے ابو امامہ بن سہل بن حنیف سے روایت کیا ہے کہ انھیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص نے یہ خبر دی کہ نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ امام تکبیر کہے، پھر پہلی تکبیر کے بعد برسی طور پر سورۃ فاتحہ پڑھے، پھر نبی ﷺ پر درود پڑھے اور اخلاص کے ساتھ جنازے کی دعائیں پڑھے، تکبیرات میں کچھ نہ پڑھے، پھر برسی طور پر سلام پھیر دے۔ (۲) امام نسائی نے بھی اسے انھی ابو امامہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ سنت یہ ہے، پھر اس روایت کو ذکر کیا ہے۔ (۳) صحابی کا یہ کہنا کہ سنت یہ ہے، صحیح قول کے مطابق یہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔

دعائیں درود شریف: مستحب یہ ہے کہ دعا کے آخر میں درود شریف پڑھا جائے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ دعا آسمان وزمین کے درمیان موقوف رہتی اور اس وقت تک اوپر نہیں چڑھتی، جب تک تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھ لو۔ اسے معاذ بن حارث نے البقرہ سے، انھوں نے سعید بن مسیب سے اور انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے۔^④

دعائے قنوت میں درود شریف: ان سب مقامات سے زیادہ تاکید درود پڑھنے کی دعائے قنوت میں ہے امام احمد، اہل سنن، ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وتر میں پڑھنے کے لیے مجھے دعا کے یہ کلمات سکھائے: [اللَّهُمَّ! اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لِي

① چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے قبل مختصر دعا کرنا بھی موقوفاً ثابت ہے جیسا کہ ابو یوسف و رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ انھوں نے جنازے پر چار تکبیریں کہیں، پھر کچھ ٹھہرے، یعنی دعا کرنے لگے۔ پھر فرمایا: تمہارا خیال تھا کہ میں پانچ تکبیریں کہوں گا۔ انھوں نے کہا: نہیں۔ آپ فرمانے لگے کیونکہ رسول اللہ ﷺ (جنازے پر) چار تکبیریں ہی کہا کرتے تھے۔ مسند البزار: 277/8، حدیث: 3342 و السنن الکبریٰ للبیہقی، الجنائز، جماع أبواب التکبیر علی الجنائز.....: 35/4 لیکن اس موقع پر مفسر رحمہ اللہ کے بیان کردہ الفاظ ہی ضروری نہیں کیونکہ روایت میں ان کی تخصیص نہیں۔ اور یہ الفاظ جنازے کی دوسری دعاؤں میں ذکر ہوئے ہیں۔ دیکھیے الموطن للإمام مالک، الجنائز، باب ما یقول المصلی علی الجنائز: 78/1، حدیث: 544 عن ابی ہریرۃ موقوفاً۔ ان سے ملتے جلتے مرفوع الفاظ دیکھیے سنن ابی داؤد، الجنائز، حدیث: 3201 و سنن ابن ماجہ، الجنائز، حدیث: 1498۔ ② الام للشافعی، الجنائز، باب الصلاة علی الجنائز والتکبیر.....: 141/2، رقم: 589 مزید دیکھیے السنن الکبریٰ للبیہقی، الجنائز، باب القراءة فی صلاة الجنائز: 39/4۔ ③ سنن النسائی، الجنائز، باب الدعاء، حدیث: 1991۔ ④ جامع الترمذی، الوتر، باب ماجاء فی فضل الصلاة علی النبی ﷺ، حدیث: 484 موقوفاً۔ تفصیل کے لیے دیکھیے اللہ الصبیحہ: 54/5، حدیث: 2035 و صحیح الجامع الصغیر: 832/2 و العلل المتأخرہ: 358/2 اور دعائے الفاظ سے پہلے اور حمد و ثناء کے بعد رو پڑھنے کے متعلق چند صفحات قبل دیکھیے عنوان: ”فضائل بن عبید اللہ“ کی روایت“

فِيمَا أُعْطِيَتْ، وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ، فَإِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَىٰ عَلَيْكَ، إِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَالَّيْتَ، (وَلَا يَعْزُ مَنْ عَادَيْتَ) تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ [”اے اللہ! جن لوگوں کو تو نے ہدایت دی ہے، ان کے زمرے میں تو مجھے بھی ہدایت دے اور مجھے بھی ان لوگوں کے زمرے میں (دنیا و آخرت کی) عافیت دے جن کو تو نے عافیت دی ہے اور جن لوگوں کا تو کارساز بنا ہے، ان (کے زمرے) میں تو میرا بھی کارساز بن جا اور جو کچھ تو نے مجھے عطا فرمایا ہے، اس میں برکت دے اور جو تو نے میرے لیے مقدر کیا ہے اس کے شر سے مجھے بچا، اس لیے کہ بے شک تیرا حکم سب پر چلتا ہے اور تیرے اوپر کسی کا حکم نہیں چلتا، جس کا تو مددگار بن گیا وہ کبھی ذلیل نہیں ہوتا اور جس کو تو نے اپنا دشمن قرار دے دیا وہ کبھی عزت نہیں پاتا،^① تو ہی برکت والا ہے، اے ہمارے پروردگار! اور تو ہی سب سے بلند و بالا ہے۔“ امام نسائی نے سنن میں اس کے بعد یہ الفاظ بھی روایت کیے ہیں: [وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ] ”اور اللہ تعالیٰ محمد ﷺ پر رحمت نازل فرمائے۔“^②

جمع کے دن درود شریف: جمع کے دن اور جمع کی رات کثرت سے درود پڑھنا بھی مستحب ہے۔ امام احمد نے اس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ أَفْضَلَ أَيَّامِكُمْ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيهِ قُبُضٌ، وَفِيهِ النَّفْحَةُ وَفِيهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ] ”تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ ہے، اس دن آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور اسی دن فوت کیے گئے، اسی دن صور میں پھونکا جائے گا اور اسی دن سب لوگ بے ہوش ہوں گے، پس تم اس دن مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھا کرو، بے شک تمہارا درود مجھ پر پیش کر دیا جائے گا۔“ صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا جبکہ آپ بوسیدہ ہو جائیں گے تو آپ نے فرمایا: [إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ] ”بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔“^③ اس حدیث کو امام ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔^④ اور امام ابن خزیمہ، ابن حبان، دارقطنی نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور امام نووی نے بھی الاذکار میں اسے صحیح کہا ہے۔^⑤

① مسند أحمد: 199/1 و سنن أبي داود، الوتر، باب القنوت في الوتر، حديث: 1425 و جامع الترمذی، الوتر، باب ماجاء في القنوت في الوتر، حديث: 464 و سنن النسائي، قيام الليل،، باب الدعاء في الوتر، حديث: 1746، 1747 و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في القنوت في الوتر، حديث: 1178 و صحيح ابن خزيمة، ذكر الوتر وما فيه من السنن، باب ذكر الدليل على أن النبي ﷺ إنما أوتر: 151/2، 152، حديث: 1095 و صحيح ابن حبان، الرقائق، باب ذكر الزجر عما يريب المرء: 499، 498/2، حديث: 722 والمستدرک للحاکم: 172/3، حديث: 4801، 4800 جبکہ ترمذی و ابن ماجہ کے الفاظ ابوداؤد کے مذکورہ حوالے میں دیکھیے۔ ② سنن النسائي، قيام الليل،، باب الدعاء في الوتر، حديث: 1747 یہ حدیث ضعیف ہے۔ ③ مسند أحمد: 8/4۔ ④ سنن أبي داود، الصلاة، باب فضل يوم الجمعة،، حديث: 1047 و سنن النسائي، الجمعة، إكثار الصلاة على النبي ﷺ،، حديث: 1375۔ ⑤ صحيح ابن خزيمة، الجمعة، باب فضل الصلاة على النبي ﷺ،: 118/3، حديث: 1733 و صحيح ابن حبان، الرقائق، ذكر البيان بأن صلاة من صلى على المصطفى ﷺ،: 191/3، حديث: 910۔

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ

عَذَابًا مُّهِينًا ﴿٥٧﴾ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغْيٍ مَّا اكْتَسَبُوا فَقَدْ احْتَبَلُوا

عَذَابًا تَبَارَكَ اللَّهُ بِهِ ﴿٥٨﴾ اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایذا پہنچائیں جبکہ انھوں نے کوئی جرم نہ کیا ہو تو یقیناً ان لوگوں

نے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھایا ﴿٥٨﴾

بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴿٥٨﴾

نے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھایا ﴿٥٨﴾

تفسیر آیات: 58، 57

اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دینے والا دنیا و آخرت میں ملعون ہے: اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو ڈانٹ ڈپٹ اور سرزنش کی ہے جو اس کے احکام کی مخالفت، اس کے محرمات کا ارتکاب کرے اور اس پر اصرار کر کے اسے ایذا دے اور اس کے رسول پر عیب یا نقص کا الزام لگا کر اسے ایذا دے۔ عَيَاذًا بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ۔ عکرمہ نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾ ”یقیناً جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو رنج پہنچاتے ہیں۔“ کے بارے میں کہا ہے کہ یہ آیت مصوروں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔^①

صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: يُؤْذِنِي ابْنُ آدَمَ، يَسُبُّ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ، أَقْلُبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ] ”اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں کہ ابن آدم مجھے ایذا پہنچاتا ہے کہ زمانے کو گالی دیتا ہے اور میں ہی زمانہ ہوں کہ اس کے رات دن کو بدلتا ہوں۔“^② اس کا مفہوم یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ کہا کرتے تھے: ہائے زمانے کی بربادی! ہمارے ساتھ اس نے یہ یہ کیا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے افعال کو زمانے کی طرف منسوب کرتے اور اسے گالی دیا کرتے تھے، حالانکہ ان کا فاعل اللہ عزوجل ہے، لہذا اس سے منع کر دیا گیا۔^③ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾ ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ پر صفیہ بنت حبیٰ بن اخطب سے شادی کرنے کی وجہ سے طعن کیا تھا۔^④ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت کریمہ عام ہے اور ہر اس شخص کے بارے میں ہے جو کسی بھی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کو ایذا دے اور جس نے رسول اللہ ﷺ کو ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی جیسا کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

① تفسیر الطبری: 55/22. ② صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿وَمَا يَهْدِكُنَّ إِلَّا الدَّهْرُ﴾ (الحاشیہ: 24:45)، حدیث:

4826 وصحیح مسلم، الألفاظ من الأدب وغیرھا، باب النهی عن سبِّ الدهر، حدیث: (2-2246) واللفظ له. ③

اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل جاہلیت ان پر مختلف حالات لانے والے کو گالیاں دیتے تھے، ان کا خیال یہ تھا کہ انقلابات لانے والا زمانہ ہے اس بنا پر اسے گالیاں دیتے تھے، اور حقیقت میں انقلابات لانے والا اللہ تعالیٰ ہے جبکہ وہ اس طرح اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ

نے فرمایا کہ ہر تو میں ہوں، یعنی جسے تم انقلابات لانے والا سمجھتے ہو وہ تو میں ہوں۔ ④ تفسیر الطبری: 55/22.

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِئِهِنَّ ط

اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکالیا کریں، یہ (بات اس کے) زیادہ قریب ہے کہ

ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا رَّحِيْمًا ﴿59﴾ لِّئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ

وہ پہچان لی جائیں تو انہیں ایذا نہ پہنچائی جائے، اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ﴿59﴾ اگر منافقین اور جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے

وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَالرَّجْفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَا

اور مدینے میں جھوٹی افواہیں اڑانے والے باز نہ آئے تو ہم ضرور آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے، پھر وہ آپ کے قرب و جوار، اس (مدینے) میں تھوڑی

اِلَّا قَلِيْلًا ﴿60﴾ مَّالْعُوْنِيْنَ ؕ اَيْنَمَا تُقِفُوْا اُخْذُوْا وَقَتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿61﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ

مدت ہی رہ سکیں گے ﴿60﴾ ملعون اور مردود ہیں، جہاں بھی وہ پائے جائیں پکڑ لیے جائیں گے اور بری طرح قتل کر دیے جائیں گے ﴿61﴾ ان لوگوں میں بھی

خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿62﴾

جو پہلے گزر چکے ہیں اللہ کا یہی طریقہ رہا ہے، اور آپ اللہ کے طریقے میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے ﴿62﴾

مومنوں کو ایذا دینے والوں کے لیے وعید: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا﴾ ”اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسے کام (کی تہمت) سے جو انھوں نے نہ کیا ہو ایذا دیں۔“ یعنی ان

کی طرف ایسی بات منسوب کریں جن سے وہ بری ہوں اور جسے انھوں نے نہ کیا ہو۔ ﴿فَقَدْ احْتَبَلُوْا بِهٖتَانًا وَاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ ﴿59﴾

”تو انھوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا۔“ یعنی یہ بہت بڑا بہتان ہے کہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کی طرف

عیب و نقص کے طور پر کوئی ایسی بات منسوب کی جائے جو انھوں نے کی ہی نہ ہو، اس وعید کے زیادہ تر مصداق تو اللہ تعالیٰ

اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرنے والے لوگ ہیں، پھر وہ رافضی جو حضرات صحابہ کرام کی تنقیص کرتے اور ان کی طرف

ایسے عیوب کو منسوب کرتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بری قرار دیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں جو بیان

فرمایا ہے، یہ لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفات اس کے الٹ بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ مہاجرین و

انصار سے راضی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اور بھی مختلف انداز سے مدح و ستائش کی ہے مگر یہ جاہل اور غبی انھیں گالیاں

دیتے، ان کی تنقیص کرتے اور ان کے بارے میں وہ کچھ ذکر کرتے ہیں جس کا کوئی وجود ہی نہیں اور جسے انھوں نے کبھی کیا

ہی نہیں۔

حقیقت میں ان رافضیوں کے دل ٹیڑھے ہیں یہ اچھے لوگوں کی مذمت کرتے اور برے لوگوں کی تعریف کرتے ہیں۔ امام

ابوداؤد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! غیبت کیا ہے؟ فرمایا: [ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا

يَكْرَهُ] ”تمہارا اپنے بھائی کا (اس طرح) ذکر کرنا جو اسے ناپسند ہو۔“ عرض کی گئی کہ اگر وہ بات میرے بھائی میں موجود ہو جسے

میں کہہ رہا ہوں؟ آپ نے فرمایا: [فَاِنْ كَانَ فِيْهِ مَا تُقُوْلُ فَقَدْ اغْتَبَتْهٖ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْهِ مَا تُقُوْلُ فَقَدْ بَهَتْهٖ] ”اگر وہ

بات اس میں موجود ہو جو تم کہہ رہے ہو تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں وہ بات نہیں ہے جو تم کہہ رہے ہو تو تم نے اس

پر بہتان لگایا۔“^① امام ترمذی نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا اور اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔^②

تفسیر آیات: 59-62

پردے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ مومن عورتوں کو، خصوصاً اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو ان کے عزت و شرف کی بنا پر، یہ حکم دے دیں کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادروں کا کچھ حصہ لٹکا لیا کریں تاکہ وہ زمانہ جاہلیت کی عورتوں اور باندیوں سے ممتاز ہو جائیں۔ جلباب اس بڑی چادر کو کہتے ہیں جو دوپٹے کے اوپر ہوتی ہے اور یہ ابن مسعود، عبیدہ، قتادہ، حسن بصری، سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی، عطاء خراسانی اور کئی ایک اہل علم کا قول ہے۔^③ اور یہ آج کل اوپر اوڑھی جانے والی چادر کے قائم مقام ہے۔ جو ہری کہتے ہیں کہ جلباب ایسی چادر کو کہتے ہیں جس سے جسم کو ڈھانپ لیا جائے۔^④ علی بن ابوطلمح نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ بوقت ضرورت اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو وہ اپنے چہروں کو اپنے سروں کے اوپر سے چادر کے ساتھ ڈھانپ لیا کریں اور ایک آنکھ ننگی کر لیا کریں۔^⑤ محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے عبیدہ سلمانی سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿يَذْنِبْنَ عَلَيْنَهُنَّ مِنَ جَلَابِئِهِنَّ﴾ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے اپنے چہرے اور سر کو چھپا لیا اور اپنی بائیں آنکھ کو ننگا کر لیا۔^⑥ ﴿ذَلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُعْرِضْنَ فَلَا يُوْذَنْنَ﴾ ”یہ (امر) زیادہ قرین قیاس ہے کہ وہ پہچان لی جائیں، پھر انھیں کوئی تکلیف نہ دی جائے۔“ یعنی جب وہ ایسا کریں گی تو معلوم ہوگا کہ وہ آزاد اور شریف عورتیں ہیں، نہ وہ لونڈیاں ہیں اور نہ بدکردار۔ ﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ”اور اللہ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“ یعنی زمانہ جاہلیت میں جو کچھ ہوا اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادے گا کیونکہ اس وقت انھیں اس کا علم نہ تھا۔

شریر منافقوں کے لیے سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ: پھر اللہ تعالیٰ نے منافقوں کو سرزنش کرتے ہوئے فرمایا۔ اور یاد رہے منافقوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایمان ظاہر کرتے اور کفر کو چھپاتے ہیں: ﴿وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ ”اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے۔“ عکرمہ نے کہا ہے کہ یہاں ان سے مراد زانی لوگ ہیں۔^⑦ ﴿وَالْمُحْضُوْنَ فِيْ الْهَيْدِئَةِ﴾ ”اور جو مدینہ (کے شہر) میں بری بری خبریں اڑایا کرتے ہیں۔“ یعنی جو لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ دشمن آگئے، جنگیں آگئیں، حالانکہ یہ لوگ ایسی خبریں محض کذب و افتراء کے طور پر اڑایا کرتے ہیں، اگر یہ لوگ ان باتوں سے باز نہ آئے اور انھوں نے حق کی طرف

① سنن أبی داود، الأدب، باب فی الغیبة، حدیث: 4874. ② جامع الترمذی، البر والصلة، باب ماجاء فی الغیبة،

حدیث: 1934 مزید دیکھیے صحیح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحريم الغیبة، حدیث: 2589. ③ تفسیر القرطبی:

244، 243/14 و تفسیر الطبری: 57/22. ④ الصحاح، مادة: جلب. ⑤ تفسیر الطبری: 57/22 یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما

سے ثابت نہیں ہے کیونکہ اس میں ایک راوی ابوصالح ہے جس میں ضعف ہے، نیز علی بن ابوطلمح کا ابن عباس سے سماع ثابت نہیں ہے جبکہ

المصنف لابن أبی شیبہ: 541/3 میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے خلاف روایت آئی ہے۔ ⑥ تفسیر الطبری: 57/22. ⑦

تفسیر الطبری: 58/22.

يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ

لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دیجیے: اس کا علم تو بس اللہ ہی کے پاس ہے، آپ کو کیا خبر، شاید قیامت قریب ہی ہو؟ ③ بلاشبہ

قَرِيبًا ③ إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكُفْرِينَ وَاعَدَ لَهُمْ سَعِيرًا ④ خُلْدِينَ فِيهَا أَبَدًا لَا يَجِدُونَ

اللہ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے خوب بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے ④ وہ اس میں ہمیشہ ابد تک رہیں گے، وہ (اپنا) کوئی دوست اور

وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ⑤ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَلَيْتَنَّا اطعنا اللَّهَ وَاطعنا

کوئی مددگار نہ پائیں گے ⑤ جس دن آگ میں ان کے چہرے الٹ پلٹ کیے جائیں گے تو وہ کہیں گے: اے کاش! ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی،

الرَّسُولَ ⑥ وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكِبَرَاءَنَا فَأَصْلَحُونَا السَّبِيلَ ⑦ رَبَّنَا آتِهِمْ

اور ہم نے رسول کی اطاعت کی ہوتی ⑥ اور وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! بے شک ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی، تو انھوں

ضَعُفَيْنَ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنَهُمُ لَعْنَا كَذِبًا ⑧

نے ہمیں گمراہ کر دیا ⑧ اے ہمارے رب! ان کو دہ گنا عذاب دے اور ان پر بڑی سخت (اور زیادہ) لعنت کر ⑧

رجوع نہ کیا تو ﴿لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ﴾ ”ضرور ہم آپ کو ان کے پیچھے لگا دیں گے۔“ علی بن ابوطلمحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے۔ ① اور قتادہ کہتے ہیں: ﴿لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ﴾ کے معنی

یہ ہیں کہ ہم آپ کو ان کے خلاف بھڑکا دیں گے۔ ② اور سدی کہتے ہیں کہ ہم آپ کو ان کے بارے میں معلوم کر ادیں گے۔

﴿لَا يُجَادِرُونَكَ فِيهَا﴾ ”پھر وہاں آپ کے پڑوس میں نہ رہ سکیں گے۔“ یعنی مدینہ میں۔ ﴿إِلَّا قَلِيلًا مِّنْ مَّلْعُونِينَ﴾

”مگر تھوڑے دن (وہ بھی) پھٹکارے ہوئے۔“ یعنی مدینہ میں ان کی مدت اقامت بہت قلیل ہوگی، اور یہ راندھے اور پھٹکارے

ہوئے بھی ہوں گے۔ ﴿إِنَّمَا تُقْفَلُوا أَخْدُوا﴾ ”جہاں بھی پائے گئے پکڑے گئے۔“ اپنی ذلت و قلت کی وجہ سے، ﴿وَقُتِلُوا

تَقْتِيلًا﴾ ”اور قتل کیے جائیں گے خوب قتل کیا جانا۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿سُئِلَ اللَّهُ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ﴾ ”جو لوگ اس سے پہلے گزر چکے ہیں، ان کے بارے

میں بھی اللہ کی یہی عادت رہی ہے۔“ یعنی منافقوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہی طریقہ رہا ہے کہ جب وہ اپنے نفاق اور کفر

کے باعث سرکشی اختیار کرتے ہیں اور اس سے باز نہیں آتے تو اہل ایمان کو ان پر مسلط کر دیا جاتا ہے جو ان کو مغلوب کر دیتے

ہیں، ﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا﴾ ”اور آپ اللہ کی عادت میں ہرگز تغیر و تبدل نہ پائیں گے۔“ یعنی اس بارے میں

اللہ تعالیٰ کی عادت میں کوئی تغیر و تبدل رونما نہیں ہوتا۔

تفسیر آیات: 68-63

قیامت کے دن کا علم اللہ ہی کو ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ

انھیں قیامت کا علم نہیں ہے، خواہ لوگ ان سے اس بارے میں دریافت بھی کریں، اس سلسلے میں معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا

جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ اعراف میں بھی فرمایا ہے۔ ① اور وہ کئی سورت ہے اور یہ مدنی ہے، الغرض! اس کا علم اس ذات پاک کو ہے جو اسے قائم فرمائے گا، البتہ اس نے یہ ضرور فرمادیا ہے کہ قیامت عنقریب آنے والی ہے۔ ﴿وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا﴾ ② ”اور آپ کو کیا معلوم شاید قیامت قریب ہی آگئی ہو؟“ جیسا کہ فرمایا: ﴿إِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَالنَّشَقُ الْقَصِيرُ﴾ (القمر: 154) ”قیامت قریب آپہنچی اور چاند شق ہو گیا۔“ اور فرمایا: ﴿إِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ﴾ (الانبیاء: 121) ”لوگوں کا حساب (اعمال کا وقت) نزدیک آپہنچا ہے اور وہ غفلت میں (پڑے اس سے) اعراض کیے جا رہے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿آتَىٰ أَمْرُ اللَّهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ﴾ (النحل: 116) ”اللہ کا حکم (عذاب، گویا) آ ہی پہنچا، پس (اے کافرو!) اس کے لیے جلدی مت کرو۔“

کفار پر لعنت، ہمیشہ کے لیے جہنم اور حسرت: پھر فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكَافِرِينَ﴾ ”بے شک اللہ نے کافروں پر لعنت کی ہے۔“ یعنی اس نے انھیں اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔ ﴿وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيرًا﴾ ③ ”اور اس نے ان کے لیے (جہنم کی) آگ تیار کر رکھی ہے۔“ یعنی آخرت میں۔ ﴿خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا﴾ ④ ”اس میں ابد الابد رہیں گے۔“ یعنی اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور اس سے کبھی بھی نکل نہ سکیں گے۔ ﴿لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا﴾ ⑤ ”نہ کسی کو دوست پائیں گے اور نہ مددگار۔“ ان کے لیے کوئی فریاد رس اور مددگار نہ ہوگا جو انھیں اس عذاب سے بچاسکے۔

پھر فرمایا: ﴿يَوْمَ تَقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَلَيْتَنَّا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَ﴾ ⑥ ”جس دن ان کے چہرے آگ میں لٹے پلٹے جائیں گے، کہیں گے: اے کاش! ہم اللہ کی فرماں برداری کرتے اور رسول اللہ کا حکم مانتے۔“ یعنی انھیں چہروں کے بل دوزخ کی آگ میں گھسیٹا جائے گا اور ان کے چہروں کو جہنم میں اتا دیا جائے گا، پھر وہ اس تمنا کا اظہار کریں گے کہ کاش! وہ دنیا میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والوں کے ساتھ ہوتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے میدانِ حشر میں ان کے حال کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا﴾ ⑦ ﴿يُوَيْسِتُ لَكَ يَتَىٰ لَمْ اتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا﴾ ⑧ ﴿لَقَدْ أَضَلَّكَ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَكَ﴾ ⑨ ﴿وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَذُولًا﴾ ⑩ (الفرقان: 25-27-29) ”اور جس دن (عاقبتِ نادیش) ظالم اپنے دونوں ہاتھوں پر کائے گا اور کہے گا کہ اے کاش! میں نے پیغمبر کے ساتھ رستہ اختیار کیا ہوتا، ہائے شامت! کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا، اس نے مجھ کو (کتاب) نصیحت کے میرے پاس آنے کے بعد بہکایا اور شیطان انسان کو عین وقت پر دغا دینے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿رَبِّمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ﴾ ⑪ (الحجر: 25) ”کسی وقت کا فر لوگ آرزو کریں گے کہ اے کاش! وہ مسلمان ہوتے۔“ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی بیان فرمایا ہے کہ وہ اس حالت میں بھی تمنا کریں گے کہ اے کاش! وہ دنیا میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَى فَبَرَّاهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا وَكَانَ

اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے موسیٰ کو ایذا دی تھی، پھر اللہ نے اسے اس (جموئی بات) سے بری کر دیا جو انہوں نے کہی تھی،

عِنْدَ اللَّهِ وَجِئَهَا ۖ

اور وہ اللہ کے نزدیک بڑے رتبے والا تھا ۖ

﴿وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا ۖ﴾ ﴿۷۷﴾ ”اور کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کا کہا مانا تو انہوں نے ہم کو رستے سے گمراہ کر دیا۔“ طاؤس کہتے ہیں کہ ﴿سَادَتَنَا﴾ سے مراد اشراف ہیں اور ﴿كُبَرَاءَنَا﴾ سے مراد علماء ہیں۔ ﴿رَبَّنَا إِنَّهُمْ ضَعُفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ﴾ ”اے ہمارے پروردگار! ان کو دگنا عذاب دے۔“ ایک تو ان کے کفر کی وجہ سے اور دوسرا ہمیں گمراہ کرنے کی وجہ سے۔ ابو القاسم طبرانی نے ابو رافع سے ان لوگوں کے نام کے ضمن میں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ میں شامل تھے، حجاج بن عمرو بن غزیہ کا ذکر بھی کیا ہے، یہ (دشمن سے) مقابلے کے وقت یہ کہہ کر ابھارا کرتے تھے: اے گمراہ انصار! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ رب تعالیٰ سے ملاقات کے وقت یہ کہو: ﴿رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا ۖ﴾ ﴿۷۷﴾ ﴿رَبَّنَا إِنَّهُمْ ضَعُفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنَهُمُ لَعْنَا كَيْدًا ۖ﴾ ”اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کا کہا مانا تو انہوں نے ہم کو رستے سے گمراہ کر دیا۔ اے ہمارے پروردگار! ان کو دگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔“ ﴿۱﴾

تفسیر آیت: 69

یہودیوں کی موسیٰ علیہ السلام پر افترا پر دازی: امام بخاری رحمہ اللہ نے احادیث الانبیاء میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[إِنَّ مُوسَى كَانَ رَجُلًا حَيًّا سَتِيرًا لَا يُرَى مِنْ جِلْدِهِ شَيْءٌ اسْتَحْيَاءً مِنْهُ، فَأَذَاهُ مِنْ أَذَاهِ مَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، فَقَالَ: مَا يَسْتَتِرُ هَذَا التَّسْتُرُ إِلَّا مِنْ عَيْبٍ بِجِلْدِهِ، إِمَّا بَرَصٌ وَإِمَّا أُذْرَةٌ وَإِمَّا آفَةٌ، وَإِنَّ اللَّهَ أَرَادَ أَنْ يُبْرِئَهُ مِمَّا قَالُوا لِمُوسَى، فَخَلَا يَوْمًا وَحْدَهُ فَوَضَعَ ثِيَابَهُ عَلَى الْحَجَرِ ثُمَّ اغْتَسَلَ، فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ إِلَى ثِيَابِهِ لِيَأْخُذَهَا وَإِنَّ الْحَجَرَ عَدَا بِثَوْبِهِ فَأَخَذَ مُوسَى عَصَاهُ وَطَلَبَ الْحَجَرَ فَجَعَلَ يَقُولُ: ثَوْبِي حَجَرًا ثَوْبِي حَجَرًا حَتَّى انْتَهَى إِلَى مَلَأٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ فَرَأَوْهُ غُرِيَانًا أَحْسَنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ وَأَبْرَاهُ مِمَّا يَقُولُونَ، وَقَامَ حَجَرٌ وَأَخَذَ بِثَوْبِهِ فَلَبِسَهُ وَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا بِعَصَاهُ فَوَاللَّهِ إِنْ بِالْحَجَرِ لَنَدَبًا مِّنْ أَثَرِ ضَرْبِهِ ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا أَوْ خَمْسًا، فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَى فَبَرَّاهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِئَهَا ۖ﴾]

① المعجم الكبير للطبرانی: 224، 223/3، حدیث: 3210.

”بے شک موسیٰ علیہ السلام بہت باحیا اور باپردہ انسان تھے، حیا کی وجہ سے وہ اپنے جسم کو چھپا کر رکھتے تھے اور ان کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہ آتا تھا مگر بنی اسرائیل کے کچھ لوگوں نے انہیں ایذا دیتے ہوئے کہا کہ وہ اس قدر پردہ پوشی سے کام اس لیے لیتے ہیں کہ ان کے جسم میں کوئی عیب ہے، برص ہے، ان کے حسیے پھولے ہوئے ہیں یا وہ کسی اور آفت میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو ان باتوں سے بے عیب قرار دیں۔ ایک دن وہ خلوت میں تھے، انھوں نے کپڑے اتار کر پتھر پر رکھ دیے اور غسل کرنا شروع کر دیا، جب غسل سے فارغ ہوئے تو وہ اپنے کپڑے پکڑنے لگے مگر وہ پتھر (جس پر کپڑے رکھے ہوئے تھے) کپڑوں کے ساتھ دوڑ پڑا، موسیٰ نے اپنے عصا کو پکڑا اور پتھر کے پیچھے ہو لیے اور فرمانے لگے: پتھر میرے کپڑے! پتھر میرے کپڑے! پتھر دوڑ کر بنی اسرائیل کی ایک جماعت کے پاس جا رکا، انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کو جب برہنہ دیکھا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم کو بہت ہی احسن انداز میں پیدا فرمایا ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں بے عیب ثابت کر دیا، پتھر ٹھہر گیا، موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کپڑے لے کر زیب تن فرما لیے اور پتھر کو اپنے عصا سے مارنے لگے۔ اللہ کی قسم! موسیٰ علیہ السلام کے مارنے کی وجہ سے پتھر پر تین یا چار پانچ نشانات پڑ گئے، آپ نے فرمایا کہ اسی واقعہ کی طرف اس آیت کریمہ میں اشارہ کیا گیا ہے: ”مومنو! تم ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنھوں نے موسیٰ علیہ السلام کو (عیب لگا کر) رنج پہنچایا تو اللہ نے ان کو بے عیب ثابت کیا اور وہ اللہ کے نزدیک آبرو والے تھے۔“^① یہ حدیث صرف صحیح بخاری میں ہے، مسلم میں نہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن کچھ مال وغیرہ تقسیم فرمایا تو ایک انصاری نے کہا کہ اس تقسیم میں اللہ کی رضا کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ میں نے کہا کہ اے اللہ کے دشمن! میں رسول اللہ ﷺ کو تمھاری یہ بات ضرور بتاؤں گا، پس میں نے نبی ﷺ کی خدمت میں عرض کر دی تو یہ سن کر آپ کا چہرہ اقدس گلنار ہو گیا، پھر آپ نے فرمایا: [رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَى مُوسَى، لَقَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرِ مِنْ هَذَا فَصَبَرَ] ”اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ انھیں تو اس سے بھی زیادہ ایذا دی گئی مگر انھوں نے صبر کیا۔“^② اسے امام بخاری اور مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔^③

﴿وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِبَةً﴾ ”اور وہ اللہ کے نزدیک آبرو والے تھے۔“ یعنی انھیں اپنے رب تعالیٰ کے ہاں وجاہت اور جاہ و منصب حاصل تھا۔ حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں مستجاب الدعوات تھے۔^④ بعض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں انھیں جو عظیم وجاہت حاصل تھی اس کا اندازہ اس سے لگائیے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے بھائی ہارون کے بارے میں دعا کی کہ اللہ تعالیٰ انھیں بھی ان کے ساتھ نبی بنا دے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو قبول فرمایا تھا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿وَوَهَبْنَا لَهُ مِنْ رَحْمَتِنَا أَخَاهُ هَارُونَ نَبِيًّا﴾ (مریم 53:19) ”اور ہم نے اپنی مہربانی سے ان کو ان کا بھائی ہارون پیغمبر عطا کیا۔“

① صحیح البخاری، أحادیث الأنبياء، باب: 28، حدیث: 3404. ② مسند أحمد 380/1. ③ صحیح البخاری،

أحادیث الأنبياء، باب: 28، حدیث: 3405 وصحیح مسلم، الزکاة، باب إعطاء المولفة قلوبهم علی الإسلام.....

حدیث: 1062. ④ تفسیر البغوی 666/3.

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۖ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور ٹھیک ٹھیک بات کہا کرو ۖ وہ تمہارے عمل درست کر دے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہ بخش دے گا، اور

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۖ

جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، تو یقیناً اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی ۖ

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا

بلاشبہ ہم نے (اپنی) امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تو انھوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور وہ اس سے

وَاشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۗ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ۖ لِيُعَذِّبَ اللَّهُ

ڈر گئے، اور وہ (امانت) انسان نے اٹھالی، یقیناً وہ بڑا ظالم اور بہت جاہل ہے ۖ (ہم نے یہ امانت اس لیے اٹھوائی) کہ اللہ منافق مردوں

الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ وَيَتُوبَ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے، اور اللہ مومن مردوں اور مومن عورتوں پر رحم فرمائے، اور اللہ بہت

وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۖ

بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ۖ

تفسیر آیات: 71، 70

مومنوں کو تقویٰ اور صدق کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کے تقویٰ کو اختیار کریں، اس کی اس طرح عبادت کریں، گویا اسے دیکھ رہے ہوں، ”وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا“ اور سیدھی بات کہا کرو۔ ایسی سیدھی بات جس میں کوئی کجی اور انحراف نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے کہ جب وہ ایسا کریں گے تو وہ انھیں اس کا اجر و ثواب عطا فرمائے گا، ان کے اعمال کو درست فرما دے گا، انھیں اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے گا، ان کے سابقہ گناہوں کو معاف فرما دے گا اور مستقبل میں سرزد ہونے والے گناہوں سے توبہ کی توفیق عطا فرما دے گا، پھر فرمایا: ”وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا“ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے گا تو بے شک بہت بڑی مراد پائے گا۔ اور وہ یہ کہ اسے آتش دوزخ سے بچا لیا جائے گا اور جنت کی ابدی نعمتوں سے سرفراز کر دیا جائے گا۔

تفسیر آیات: 73، 72

انسان کا بارِ امانت اٹھانا: عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ امانت سے مراد طاعت ہے، اللہ تعالیٰ نے اس امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کرنے سے پہلے پیش کیا تھا مگر انھوں نے اس بار کے اٹھانے کی اپنے آپ میں طاقت نہ پائی تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ میں نے امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تھا مگر انھوں نے اس کے اٹھانے کی طاقت نہیں پائی تو اس میں جو کچھ ہے کیا اس کے ساتھ تم اسے اٹھا سکتے ہو؟ انھوں عرض کی: اے میرے رب! اس میں کیا ہے؟ فرمایا: اگر تم نیکی کرو گے تو اچھی جزا ملے گی اور برائی کرو گے تو سزا ملے گی۔

گی تو آدم علیہ السلام نے اسے لے کر اٹھالیا، اسی لیے فرمایا: ﴿وَحَصَلَهَا الْإِنْسَانُ ط إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا﴾ ② اور انسان نے اس کو اٹھالیا، بے شک وہ (انسان) اس امانت میں خیانت کرنے والا (بڑا ظالم، بڑا جاہل تھا۔“ ③

اور علی بن ابوطالب نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ امانت سے مراد فرائض ہیں، اللہ تعالیٰ نے انھیں آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا کہ اگر وہ انھیں ادا کریں گے تو انھیں اجر و ثواب عطا فرمائے گا اور اگر وہ انھیں ضائع کر دیں گے تو انھیں عذاب دے گا مگر انھوں نے اس بار امانت کے اٹھانے کو ناپسند کیا اور وہ اس سے ڈر گئے کہ اللہ کے دین کی تعظیم کے تقاضوں کو پورا کرنے سے عاجز و قاصر نہ رہ جائیں، اسے جب آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کیا تو انھوں نے اسے قبول کر لیا اور یہی معنی اس ارشاد باری تعالیٰ کے ہیں: ﴿وَحَصَلَهَا الْإِنْسَانُ ط إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا﴾ ② اور انسان نے اس کو اٹھالیا، بے شک وہ ظالم اور جاہل تھا۔“ یعنی ”جہول“ سے مراد اللہ تعالیٰ کے حکم سے غفلت ہے۔ ② مجاہد، سعید بن جبیر، ضحاک، حسن بصری اور کئی ایک ائمہ تفسیر نے بھی یہی کہا ہے کہ امانت سے مراد فرائض ہیں۔ ③ کچھ دیگر لوگوں کا کہنا ہے کہ اس سے مراد طاعت ہے۔ ④ اعمش نے ابوصحی سے اور انھوں نے مسروق سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ بھی امانت ہے کہ عورت کو اپنی شرم گاہ کے بارے میں امین ٹھہرایا گیا ہے۔ ⑤ قتادہ کا قول ہے کہ امانت سے مراد دین، فرائض اور حدود ہیں۔ ⑥ امام مالک رحمہ اللہ نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ امانت سے مراد تین چیزیں ہیں: (1) نماز (2) روزہ (3) غسل جنابت۔

ان تمام اقوال میں کوئی تضاد نہیں ہے بلکہ یہ سب اس نکتے پر متفق ہیں کہ اس سے مراد ذمہ داری کا بوجھ اور اموال و انہی کو ان کی شرائط کے ساتھ قبول کرنا ہے اور وہ یہ کہ اگر اس نے اس امانت کو پورا کیا تو اسے اجر و ثواب سے نوازا جائے گا اور اگر اس نے اسے پورا نہ کیا تو اسے سزا ملے گی، پس انسان نے اپنے ضعف، جہالت اور ظلم کے باوصف اسے قبول کر لیا۔ ہاں، البتہ جسے اللہ توفیق دے وہی اس بار امانت سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ۔

امانت سے متعلق وہ حدیث بھی ہے جسے امام احمد نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ ہم سے رسول اللہ ﷺ نے دو باتیں بیان فرمائیں جن میں سے ایک کو میں نے دیکھ لیا ہے اور دوسری کا انتظار کر رہا ہوں آپ نے ہمیں بیان فرمایا: امانت لوگوں کے دلوں کی جڑوں میں نازل ہوئی تھی، پھر قرآن نازل ہوا، لوگوں نے قرآن سے بھی معلوم کر لیا اور سنت سے بھی معلوم کر لیا کہ امانت کی کس قدر اہمیت ہے، پھر آپ نے ہم سے امانت کے اٹھالیے جانے کے بارے میں بیان فرمایا، آپ نے بیان فرمایا: [يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتَقْبُضُ الْأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ، فَيَظِلُّ أَثَرُهَا مِثْلَ أَثَرِ الْوَكْتِ، ثُمَّ يَنَامُ نَوْمَةً، فَتَقْبُضُ الْأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ، فَيَظِلُّ أَثَرُهَا مِثْلَ أَثَرِ الْمَحَلِّ، كَجَمْرِ دَخَرَجْتَهُ عَلَى رِجْلِكَ تَرَاهُ مُنْتَبِرًا وَلَيْسَ فِيهِ

① تفسیر الطبری: 67/22 . ② تفسیر الطبری: 67/22 . ③ تفسیر الطبری: 66/22 . ④ تفسیر الطبری: 67/22 .

⑤ تفسیر الطبری: 68/22 . ⑥ تفسیر الطبری: 69,68/22 .

شَیْءٌ.....فَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَّبِعُونَ، لَا يَكَاذُ أَحَدٌ يُودِي الْأَمَانَةَ حَتَّى يُقَالَ: إِنَّ فِي بَنِي فُلَانٍ رَّجُلًا أَمِينًا حَتَّى يُقَالَ لِلرَّجُلِ: مَا أَجَلَدَهُ وَأَظْرَفَهُ وَأَعْقَلَهُ! وَمَا فِي قَلْبِهِ حَبَّةٌ مِّنْ خَرَدٍ مِّنْ إِيْمَانٍ [”آدمی سوراہوگا کہ امانت اس کے دل سے کھینچ لی جائے گی تو اس کا نشان داغ کی طرح ہوگا، پھر وہ سوئے گا تو (باقی) امانت (بھی) اس کے دل سے کھینچ لی جائے گی، سو چھالے کی طرح اس کا نشان باقی رہ جائے گا، اس انگارے کی طرح جسے تم نے اپنے پاؤں پر ڈال دیا ہو (جس سے چھالا پڑ جائے) اسے تم پھولا ہوا دیکھتے ہو مگر اس میں کوئی چیز نہیں ہوتی..... کہ لوگ خرید و فروخت کرنے لگیں گے مگر کوئی ایک آدمی بھی ایسا نہ ملے گا جو امانت کو ادا کرنے والا ہو حتیٰ کہ کہا جانے لگے گا کہ فلاں خاندان میں ایک امانت دار شخص ہے یہاں تک بھی کہا جانے لگے گا کہ فلاں شخص کس قدر بہادر، کس قدر ہنس مکھ اور کس قدر عقل مند ہے، مگر اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔“ ایک وقت تھا کہ میں اس بات کی پروا نہیں کرتا تھا کہ میں نے کس سے خرید و فروخت کی ہے کیونکہ اگر خرید و فروخت کرنے والا مسلمان ہے تو اس کا دین اسے میری طرف لوٹا دے گا اور اگر وہ عیسائی یا یہودی ہے تو اس کا ولی اسے میرے پاس لوٹا دے گا، مگر آج میں تم میں سے صرف فلاں اور فلاں ہی سے خرید و فروخت کرتا ہوں۔^① صحیحین میں یہ حدیث بروایت اعمش ہے۔^②

امام احمد نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [”أَرْبَعٌ إِذَا كُنَّ فِيكَ فَلَا عَلَيْكَ مَا فَاتَكَ مِنَ الدُّنْيَا: حِفْظُ أَمَانَةٍ، وَصِدْقُ حَدِيثٍ، وَحُسْنُ خَلِيقَةٍ، وَعِفَّةٌ فِي طُعْمَةٍ“] ”جب تم میں چار چیزیں موجود ہوں تو پھر دنیا کی کسی بھی چیز کے موجود نہ ہونے کا تمہیں کوئی غم نہیں ہونا چاہیے: (1) حفظ امانت (2) سچ بولنا (3) حسن خلق اور (4) حلال کھانا۔“^③

بارِ امانت اٹھانے کا نتیجہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَيُعَذِّبَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ﴾ ”تا کہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے۔“ یعنی بنی آدم پر اس امانت، شرعی ذمہ داریوں کا بوجھ اس لیے ڈالا گیا تا کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے منافق مردوں اور عورتوں کو عذاب دے اور منافق وہ ہیں جو اہل ایمان کے خوف کی وجہ سے ایمان کو ظاہر کرتے ہیں اور کافروں کی اتباع کرنے کی خاطر کفر کو چھپاتے ہیں۔ ﴿وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ﴾ ”اور مشرک مرد اور مشرک عورتیں۔“ یعنی وہ لوگ جو ظاہری و باطنی طور پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے اور اس کے رسولوں کی مخالفت کرتے ہیں۔ ﴿وَيُنَوِّبُ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ ”اور اللہ مومن مردوں اور مومن عورتوں پر مہربانی کرے۔“ اور ان مومنوں پر رحم فرمائے جو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے

① مسند أحمد: 383/5. ② صحيح البخاري، الرقاق، باب رفع الأمانة، حديث: 6497 و صحيح مسلم، الإيمان،

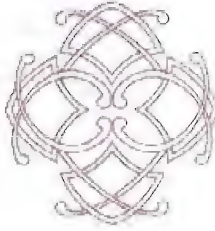
باب رفع الأمانة والإيمان من بعض القلوب.....، حديث: 143. ③ مسند أحمد: 177/2 بعض نے اگرچہ اسے سزا

ضعیف کہا ہے لیکن حدیث حسن ہے دیکھیے السلسلة الصحيحة: 361/2، حديث: 733، و صحيح الجامع الصغير: 212/1،

حديث: 873 اور الموسوعة الحديثية (مسند أحمد): 233/11، حديث: 6652.

رسولوں پر ایمان رکھتے اور اس کی طاعت بجالاتے ہیں۔ ﴿وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ اور اللہ تو بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

تفسیر سورۃ احزاب مکمل ہو گئی ہے۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ.



تحقیق و تخریج کے مصادر و مراجع

اسم الكتاب	اسم المصنف	المطبعة	مقام	تاریخ الطبع
آداب الصحبة	لأبي عبد الرحمن السلمي	دار الصحابة للتراث (C.D)	طنطا مصر	1410ھ 1990م
الإتقان	للإمام جلال الدين أبي الفضل عبد الرحمن السيوطي (849-911ھ)	دار المعرفة	بيروت لبنان	
الأحاديث الطوال	للمحافظ سليمان بن أحمد الطبراني (260-360ھ)	المكتب الإسلامي	بيروت دمشق عمان	1419ھ 1998م
الأحاديث المختارة	لأبي عبد الله محمد بن عبد الواحد بن أحمد الحنبلي المقدسي (567-643ھ)	دار خضر	بيروت لبنان	1421ھ 2001م
أحكام القرآن	للإمام أبي بكر محمد بن عبد الله المعروف بابن العربي (468-543ھ)	دار الكتب العربي	بيروت لبنان	1421ھ 2000م
الأدب المفرد	للإمام أبي عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري (194-256ھ)	المكتبة الإسلامية	الأردن	1423ھ 2003م
الأدب المفرد	//	مكتبة المعارف	الرياض	1419ھ 1998م
إرشاد الساري	للإمام شهاب الدين أبي العباس أحمد بن محمد الشافعي القسطلاني (المتوفى 923ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1416ھ 1996م

إرواء الغلیل	للشیخ محمد ناصر الدین الألبانی (المتوفی 1420ھ)	المکتب الإسلامی	بیروت	1405ھ 1985م
الاستذکار	لأبی عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر النمری الأندلسی (5368-5463ھ)	دار الوعی	حلب القاهرة	1414ھ 1993م
أسد الغابة	لعز الدین ابن الأثیر أبی الحسن علی بن محمد الحزری (المتوفی 630ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	
الإسراء والمعراج	لمحمد ناصر الدین الألبانی (المتوفی 1420ھ)	المکتبة الإسلامیة	عمان (اردن)	1421ھ 2000م
الإصابة	للإمام الحافظ أحمد بن علی بن حجر العسقلانی (773-852ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1415ھ 1995م
إكمال المعلم بفوائد مسلم	للإمام الحافظ أبی الفضل عیاض بن موسی بن عیاض الیحصبی (المتوفی 544ھ)	دار الوفاء	بیروت لبنان	1419ھ 1998م
الأم	للإمام أبی عبد اللہ محمد بن إدريس الشافعی القرشی (المتوفی 204ھ)	دار إحياء التراث العربی	بیروت لبنان	1420ھ 2000م
بائبل، قرآن اور سائنس (اردو)	مورلیس بوکائی	نگارشات	لاہور پاکستان	1999م
البحر الزخار المعروف بمسند البزار	للإمام أبی بکر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق العتکی البزار (المتوفی 292ھ)	مؤسسة علوم القرآن ومکتبة العلوم والحکم	بیروت	1409ھ 1988م
البداية والنهاية	لأبی الفداء الحافظ ابن کثیر الدمشقی (المتوفی 774ھ)	دار الريان للتراث	القاهرة	1408ھ 1988م
البيان فی عدّ آی القرآن	لأبی عمرو عثمان بن سعید الأموی الدانی (371-444ھ)	مركز المخطوطات	الکویت	1414ھ 1994م
تاج العروس	الإمام محب الدین أبی فیض السید محمد مرتضی الحسینی الزیدی (المتوفی 1205ھ)	دار الفکر	بیروت لبنان	1414ھ 1994م

تاریخ ابن خلدون	لعبد الرحمن بن خلدون (732-808ھ 1332-1406م)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان	1413ھ 1992م
تاریخ بغداد	للحافظ أبی بکر أحمد بن علی الخطیب البغدادی (المتوفی 463ھ)	دارالفکر	بیروت لبنان	1418ھ 1998م
تاریخ دمشق	للإمام الحافظ أبی القاسم علی بن الحسن الدمشقی الشافعی المعروف بابن عساکر (499-571ھ)	دار إحياء التراث العربی	بیروت لبنان	1421ھ 2001م
تاریخ الطبری	لأبی جعفر محمد بن جریر الطبری (المتوفی 310ھ)	مطبعة الاستقامة	القاهرة	1358ھ 1939م
التاریخ الكبير	للإمام أبی عبدالله محمد بن إسماعیل بن إبراهيم الجعفی (194-256ھ)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان	1414ھ 1993م
تحفة الأحوذی	للإمام الحافظ أبی العلاء محمد عبدالرحمن بن عبدالرحیم المبارکفوری (المتوفی 1353ھ)	دارالفکر	بیروت لبنان	1415ھ 1995م
تحفة الأخیار	لأبی جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوی (239-321ھ)	داربلنسیة	الریاض السعودیة	1420ھ 1999م
تحفة الأشراف	للحافظ جمال الدین أبی الحجاج یوسف المزی (654-742ھ)	دارالغرب الإسلامی	بیروت	1999م
التخويف من النار	للأبی الفرج عبدالرحمن بن أحمد بن رجب الحنبلی (المتوفی 795ھ)	مکتبة دارالبيان (C.D)	دمشق	1399ھ
تذكرة الحفاظ	للإمام شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان الذهبی (المتوفی 748ھ)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان	1419ھ 1998م
الترغیب والترہیب	للإمام الحافظ زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری (المتوفی 656ھ)	دارالحديث	القاهرة	1407ھ 1987م

تغلیق التعلیق	لأحمد بن علی بن حجر العسقلانی المتوفی (۵۸۵۲ھ)	المکتب الإسلامی	بیروت دمشق ۱۹۹۹م	۱۴۷۰ھ
تفسیر البغوی	للإمام أبی محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی (المتوفی ۵۱۶ھ)	دار إحياء التراث العربی	بیروت لبنان ۲۰۰۰م	۱۴۲۰ھ
تفسیر البیضاوی	للإمام ناصر الدین أبی الخیر عبد اللہ بن عمر بن محمد الشیرازی الشافعی البیضاوی (المتوفی ۶۹۱ھ)	دار إحياء التراث العربی	بیروت لبنان ۱۹۹۸م	۱۴۱۸ھ
تفسیر الثوری	لسفيان بن سعيد بن مسروق الثوری أبو عبد اللہ (المتوفی ۱۶۱ھ)	دارالکتب العلمیة (C.D)	بیروت لبنان	۱۴۰۳ھ
تفسیر ابن أبی حاتم	للإمام الحافظ عبد الرحمن بن محمد بن إدريس الرازی ابن أبی حاتم (المتوفی ۳۲۷ھ)	مکتبة نزار مصطفى الباز	مكة المکرمه الریاض	۱۴۱۷ھ ۱۹۹۷م
تفسیر الرازی	للإمام فخر الدین الرازی (المتوفی ۶۰۶ھ)	دار إحياء التراث العربی	بیروت لبنان ۱۹۹۵م	۱۴۱۵ھ
تفسیر السمعانی	للإمام أبی المظفر منصور بن محمد بن عبد الجبار التیمی المروزی الشافعی (۴۲۶-۴۸۹ھ)	دار الوطن	الریاض ۱۹۹۷م	۱۴۱۸ھ
تفسیر الطبری	لأبى جعفر محمد بن جریر الطبری (المتوفی ۳۱۰ھ)	دار الفكر	بیروت لبنان ۱۹۹۵م	۱۴۱۵ھ
تفسیر عبدالرزاق	للإمام المحدث عبدالرزاق بن همام الصنعانی (المتوفی ۲۱۱ھ)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان ۱۹۹۹م	۱۴۱۹ھ
تفسیر القرطبی	لأبى عبد اللہ محمد بن أحمد الأنصاری القرطبی (المتوفی ۶۷۱ھ)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان ۱۹۹۳م	۱۴۱۳ھ
تفسیر الماوردی	لأبى الحسن علی بن محمد بن حبيب الماوردي البصري (۳۶۴-۴۵۰ھ)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان ۱۹۹۲م	۱۴۱۲ھ

تفسير معاني القرآن	للنحاس (المتوفى ٥٣٣هـ)	جامعة أم القرى (C.D)	مكة المكرمة	٥١٤٠٩هـ
تلخيص الحبير	للإمام الحافظ أبي الفضل أحمد بن علي بن حجر العسقلاني (المتوفى ٨٥٢هـ)	دار المعرفة	بيروت لبنان	٥١٤٠٦هـ ١٩٨٦م
تمام المنة	للشيخ محمد ناصر الدين الألباني (المتوفى ١٤٢٠هـ)	دار الراية	الرياض السعودية	٥١٤١٧هـ
التمهيد	للإمام الحافظ أبي عمر يوسف بن عبدالله بن محمد بن عبد البر النمري الأندلسي (٣٦٨-٤٦٣هـ)	مكتبة السوادي	جدة	٥١٣٨٧هـ ١٩٦٧م
تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأحاديث الشنيعة الموضوعة	لأبي الحسن علي بن محمد بن عراق الكناني (٩٠٧-٩٦٣هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	٥١٤٠١هـ ١٩٨١م
تنوير المقباس	للإمام السيد حبر الأمة عبدالله بن عباس الهاشمي القرشي (المتوفى ٦٨هـ)	مطبعة الأمير	قم ايران	
جامع الترمذی	للإمام الحافظ أبي عيسى محمد بن عيسى بن سورة الترمذی (٢٠٠-٢٧٩هـ)	دار السلام	الرياض السعودية	٥١٤٢٠هـ ١٩٩٩م
جامع المسانيد والسنن	للإمام عماد الدين أبي الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي الشافعي (٧٠٠-٧٧٤هـ)	دار الفكر	بيروت	٥١٤٢٠هـ ٢٠٠٠م
حلية الأولياء	للإمام الحافظ أبي نعيم أحمد بن عبدالله الأصفهاني الشافعي (المتوفى ٤٣٠هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	٥١٤١٨هـ ١٩٩٧م
الدر المثور في التفسير المأثور	للإمام جلال الدين عبدالرحمن بن أبي بكر السيوطي (المتوفى ٩١١هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	٥١٤٢١هـ ٢٠٠٠م
دلائل النبوة	لأبي بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي (٣٨٤-٤٥٨هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	٥١٤٠٥هـ ١٩٨٥م

الدِّيَّاج	للمحافظ جلال الدين عبدالرحمن السيوطي (849-911هـ)	شركة دار الأرقم بن أبي الأرقم	بيروت لبنان
الرحيق المختوم (اردو)	للشيخ صفى الرحمن مباركفوري (1361-1427هـ/1942-2006م)	المكتبة السلفية	لاهور باكستان
روح المعاني	للعلمة أبي الفضل شهاب الدين السيد محمود الألويسي البغدادى (المتوفى 127هـ)	دار الفكر	بيروت لبنان
الزهد	للإمام أحمد بن حنبل (164-241هـ)	دار الكتاب العربى	بيروت لبنان
زاد المسير	للإمام أبي الفرج جمال الدين عبدالرحمن بن على بن محمد الحوزى (المتوفى 597هـ)	دار الكتب العلمية	الرياض
زاد المعاد	للإمام شمس الدين أبي عبد الله محمد بن أبي بكر الزرعى الدمشقى المشهور بابن قيم الحوزية (691-751هـ)	مؤسسة الرسالة	دمشق بيروت
سلسلة الأحاديث الصحيحة	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى 1420هـ)	مكتبة المعارف	الرياض السعودية
سلسلة الأحاديث الضعيفة	// // //	// //	//
سنن الدارقطنى	للإمام الحافظ على بن عمر الدارقطنى (المتوفى 385هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان
سنن الدارمى	للإمام أبي محمد عبد الله بن عبدالرحمن بن الفضل بن بهرام التميمى السمرقندى الدارمى (المتوفى 255هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان

سنن أبي داود	للإمام الحافظ أبي داود سليمان بن الأشعث السجستاني (المتوفى 275هـ)	دار السلام	الرياض السعودية	1420هـ 1999م
سنن سعيد بن منصور	للحافظ سعيد بن منصور الخراساني (المتوفى 227هـ)	دار الصمعي	الرياض السعودية	1420هـ 2000م
السنن الكبرى	للإمام أبي بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي (384-458هـ)	إدارة تأليفات أشرية	ملتان باكستان	1414هـ 1993م
السنن الكبرى	للإمام أبي عبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائي (المتوفى 303هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1411هـ 1991م
سنن ابن ماجه	للإمام الحافظ أبي عبد الله محمد بن يزيد الربيعي ابن ماجه القزويني (209-273هـ)	دار السلام	الرياض السعودية	1420هـ 1999م
سنن النسائي	للإمام الحافظ أبي عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي النسائي (215-303هـ)	دار السلام	الرياض السعودية	1420هـ 1999م
السيرة النبوية	لولى الدين أبي زيد عبد الرحمن بن محمد بن عبد الرحيم الحضرمي الأشبيلي المالكي المعروف بابن خلدون (723-808هـ)	مكتبة المعارف	الرياض السعودية	1418هـ 1998م
السيرة النبوية	لابن إسحاق (المتوفى 151هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1424هـ 2004م
السيرة النبوية	لأبي محمد عبد الملك بن هشام بن أيوب الحميري (المتوفى 218هـ)	دار إحياء التراث العربي	بيروت لبنان	1415هـ 1995م
شرح السنة	للإمام الحافظ محي السنة أبي محمد الحسين بن مسعود الفراء البغوي (436-516هـ)	المكتب الإسلامي	بيروت	1403هـ 1983م
شرح معاني الآثار	لأبي جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوي (239-321هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1407هـ 1987م

	بيروت	المكتب الإسلامي	للعلماء ابن أبي العز الحنفى، بتحقيق و مراجعة جماعة من العلماء وتخريج محمد ناصر الدين الألبانى	شرح العقيدة الطحاوية
1414هـ 1994م	بيروت لبنان	مؤسسة قرطبة	لمحى الدين أبوزكريا يحيى بن شرف بن مري الحزامى الحورانى الشافعى (المتوفى 676هـ)	شرح النووى
1410هـ 1990م	بيروت لبنان	دار الكتب العلمية	للإمام أبى بكر أحمد بن الحسين البيهقى (384-458هـ)	شعب الإيمان
1419هـ 1999م	بيروت لبنان	دار إحياء التراث العربى	لأبى نصر إسماعيل بن حماد الجوهري الفارابى المتوفى (398هـ)	الصحاح
1419هـ 1999م	الرياض السعودية	دار السلام	للإمام أبى عبد الله محمد بن إسماعيل البخارى الجعفى (194-256هـ)	صحيح البخارى
1421هـ 2000م	الرياض	مكتبة المعارف	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى 1420هـ-1999م)	صحيح الترغيب والترهيب
1408هـ 1988م	بيروت لبنان	المكتب الإسلامي	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى 1420هـ-1999م)	صحيح الجامع الصغير وزيادته
1414هـ 1993م	بيروت لبنان	مؤسسة الرسالة	للإمام الحافظ محمد بن حبان بن أحمد بن حبان	صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان الفارسى
1412هـ 1992م	بيروت لبنان	المكتب الإسلامي	للإمام أبى بكر محمد بن إسحاق بن خزيمة السلمى النيسابورى (المتوفى 311هـ)	صحيح ابن خزيمة
1423هـ 2002م	الكويت	مؤسسة غراس	للإمام المحدث الشيخ محمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى 1420هـ-1999م)	صحيح سنن أبى داود
1419هـ 1998م	الرياض السعودية	دار السلام	للإمام أبى الحسين مسلم بن الحجاج القشيري النيسابورى (204-261هـ)	صحيح مسلم

ضعیف الجامع الصغیر وزیادته	للإمام المحدث الشیخ محمد ناصر الدین الألبانی (المتوفی 1420ھ-1999م)	المکتب الإسلامی بیروت لبنان	1410ھ 1990م
ضعیف سنن ابن ماجه	للشیخ محمد ناصر الدین الألبانی (المتوفی 1420ھ-1999م)	المکتب الإسلامی بیروت	1415ھ 1994م
الطبقات الکبریٰ	للحافظ محمد بن سعد بن منیع (المتوفی 230ھ)	دار صادر بیروت	1418ھ 1998م
علل الحدیث	للإمام ابن أبی حاتم الرازی (240-327ھ)	المکتبة الأثریة شیخوپورہ پاکستان	
عمدة القاری	للشیخ الإمام العلامة بدر الدین أبی محمد محمود بن أحمد العینی (المتوفی 855ھ)	دار الفکر بیروت لبنان	1418ھ 1998م
عون المعبود	للعلامة أبی الطیب محمد شمس الحق العظیم آبادی	دار الکتب العلمیة بیروت لبنان	1410ھ 1990م
فتح الباری	للإمام الحافظ أحمد بن علی بن حجر العسقلانی (773-852ھ)	دار نشر الکتب الإسلامیة لاہور پاکستان	1401ھ 1981م
فتح البیان	لأبى الطیب صدیق بن حسن بن علی الحسینی القنوجی البخاری (المتوفی 1307ھ)	دار الکتب العلمیة بیروت لبنان	1420ھ 1999م
فضائل القرآن	لأبى عبید القاسم بن سلام الهروی (157-224ھ)	دار ابن کثیر دمشق بیروت	1420ھ 1999م
الکامل فی ضعف الرجال	للإمام الحافظ أبی أحمد عبد اللہ بن عدی الجرجانی (المتوفی 365ھ)	دار الکتب العلمیة بیروت لبنان	1418ھ 1997م
کتاب السنة ومعہ ظلال الجنة فی تخريج السنة	لأبى بکر عمرو بن أبی عاصم الضحاک ابن مخلد الشیبانی المتوفی (287ھ)	المکتب الإسلامی بیروت دمشق عمان	1419ھ 1998م

كتاب الزهد	للإمام الشيخ عبد الله بن المبارك المروزي (المتوفى 181هـ)	المكتب الإسلامي	بيروت دمشق عمان	1419هـ 1998م
كتاب العرش	لأبي عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي (المتوفى 748هـ)	مكتبة أضواء السلف ومكتبة الإمام البخاري	الرياض السعودية مصر	1420هـ 1999م
كتاب العظمة	لأبي محمد عبد الله بن محمد بن جعفر بن حيّان (274-369هـ)	دار العاصمة	الرياض السعودية	1419هـ 1998م
الكشاف	للإمام محمود بن عمر الرّمخسري (المتوفى 528هـ)	دار الريان للتراث	القاهرة	1407هـ 1987م
كشف الأستار عن زوائد البيزار	للمؤرخ الكامل مصطفى بن عبد الله المشهور بهاجي خليفة (735-807هـ)	مؤسسة الرسالة	بيروت لبنان	1399هـ 1979م
كشف الظنون	للمؤرخ الكامل مصطفى بن عبد الله المشهور بهاجي خليفة (1017-1067هـ)	دار إحياء التراث العربي	بيروت لبنان	
اللائي المصنوعة في الأحاديث الموضوعة	للإمام جلال الدين أبي الفضل عبد الرحمن بن الكمال السيوطي (849-911هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1417هـ 1996م
مجمع الزوائد	للمؤرخ نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي (المتوفى 807هـ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1414هـ 1994م
مجموعة الفتاوى	لشيخ الإسلام تقي الدين أحمد بن تيمية الحرّاني (المتوفى 728هـ)	مكتبة العبيكان	الرياض السعودية	1419هـ 1998م
المحرر الوجيز	لغالب بن عطية الأندلسي (المتوفى 546هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1413هـ 1993م

المحلى	لأبى محمد على بن أحمد بن سعيد بن حزم المتوفى (456هـ)	دارالجيل دارالآفاق الجديدة	بيروت
مختصر زوائد مسند البزار	للحافظ شهاب الدين أبى الفضل أحمد بن حجر العسقلانى (المتوفى 852هـ)	مؤسسة الكتب الثقافية	بيروت لبنان
مختصر سنن أبى داود	عبدالعظيم بن عبدالقوى بن عبد الله بن سلامة بن سعد زكى الدين أبو محمد المنذرى الشامى المصرى (المتوفى 656هـ)	مكتبة السنة المحمدية مكتبة ابن تيمية	القاهرة 2002م
مختصر قيام الليل	للشيخ أبى عبد الله محمد بن نصر المروزى (المتوفى 294هـ)	مكتبة المنار	الأردن 1993م
المراسيل	للإمام الحافظ أبى داود سليمان بن الأشعث السجستانى (المتوفى 275هـ)	مؤسسة الرسالة	بيروت لبنان
المستدرك	للإمام أبى عبد الله محمد بن عبد الله الحاكم النيسابورى (المتوفى 405هـ)	مكتبة نزار مصطفى الباز	مكة المكرمة السعودية
مسند أحمد (طبع ميمية)	للإمام الحافظ أبى عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل الشيبانى البغدادى (164-241هـ)	المكتب الإسلامى	بيروت دمشق
مسند أحمد (مجلد واحد)	للإمام الحافظ أبى عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل الشيبانى البغدادى (164-241هـ)	بيت الأفكار الدولية	الرياض السعودية
مسند ابن الجعد	لأبى الحسن على بن الجعد بن عبيد الجوهري (214-317هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان

مسند أبي داود الطيالسي	لسليمان بن داود بن الجارود (المتوفى 204هـ)	هجر	أمباية	1419هـ 1999م
مسند الربيع	للإمام الربيع بن حبيب	مكتبة الثقافة الدينية		
المسند الضعيف	للإمام أبي جعفر محمد بن عمرو بن وهبي بن حماد العقيلي (المتوفى 322هـ)	مكتبة نزار مصطفى الباز	مكة المكرمة السعودية	1422هـ 2001م
مسند أبي عوانة	للإمام أبي عوانة يعقوب بن إسحاق الأسفرائيني (المتوفى 316هـ)	دار المعرفة	بيروت لبنان	1419هـ 1998م
مسند أبي يعلى الموصلي	للإمام الحافظ أحمد بن علي بن المثنى التميمي (210-307هـ)	دار الثقافة العربية	بيروت دمشق	1412هـ 1992م
المصنف	للإمام الحافظ أبي بكر عبدالله بن محمد بن أبي شيبة (المتوفى 235هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت دمشق	1416هـ 1995م
المصنف	للحافظ الكبير أبي بكر عبدالرزاق بن همام الصنعاني (المتوفى 211هـ)	المكتب الإسلامي	بيروت دمشق	1403هـ 1983م
المطالب العالية	للحافظ ابن حجر أحمد بن علي العسقلاني (773-852هـ)	دار المعرفة	بيروت دمشق	1414هـ 1993م
المعجم الأوسط	لأبي القاسم سليمان بن أحمد الطبراني (260-360هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1420هـ 1999م
معجم البلدان	للإمام شهاب الدين أبي عبدالله ياقوت بن عبدالله الحموي الرومي البغدادي (المتوفى 626هـ)	دار صادر	بيروت	1993م
معجم الصحابة	لأبي القاسم عبدالله بن محمد بن عبد العزيز البغوي (المتوفى 773هـ)	مكتبة دار البيان	الكويت	1421هـ 2000م

المعجم الكبير	للحافظ أبي القاسم سليمان بن أحمد الطبراني (260-360هـ)	مكتبة العلوم والحكم	موصل	1420هـ 2000م
معجم ما استعجم	لعبدالله بن عبدالعزيز البكري الأندلسي (المتوفى 487هـ)	عالم الكتب	بيروت	1403هـ 1983م
المغنى	للإمام موفق الدين أبي محمد عبدالله بن أحمد بن قدامة (المتوفى 620هـ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1414هـ 1994م
المقاصد الحسنة	للشيخ محمد عبدالرحمن السخاوي (831-902هـ)	دارالكتاب العربي	بيروت لبنان	1414هـ 1994م
المنتقى	لأبي محمد عبدالله بن علي بن الجارود النيسابوري رحمه الله (المتوفى 307هـ)	المكتبة الأثرية	شيخوپوره باكستان	
منهاج السنة النبوية	لأبي العباس تقي الدين أحمد بن عبدالحليم ابن تيمية الحراني الدمشقي (المتوفى 728هـ)	دار المعرفة	بيروت لبنان	1406هـ 1986م
منهج الحفاظ ابن حجر العسقلاني في العقيدة من خلال كتابه (فتح الباري)	محمد اسحاق كندو	مكتبة الرشد	الرياض	1419هـ 1998م
موسوعة الأحاديث والآثار الضعيفة والموضوعة	علي حسن علي الحلبي، الدكتور إبراهيم طه القيسي، الدكتور حمدي محمد مراد	مكتبة المعارف	الرياض	1419هـ 1999م
الموسوعة الحديثية (مسند الإمام أحمد)	للجماعة من العلماء، تحت إشراف عبدالله بن عبدالمحسن التركي	مؤسسة الرسالة	بيروت لبنان	1420هـ 1999م
الموضوعات	لأبي الفرج عبدالرحمن بن علي بن الحوزي القرشي (510-597هـ)	مكتبة ابن تيمية	القاهرة	1407هـ 1987م

الموطأ	للإمام مالك بن أنس	دار المعرفة	بيروت	ھ1420
			لبنان	م1999
النجوم الزاهرة في ملوك مصر والقاهرة	لجمال الدين أبي المحاسن يوسف بن تغرى بُردى (813-874ھ)	وزارة الثقافة	مصر	
نوادير الأصول في معرفة أحاديث الرسول	للأبي عبد الله محمد الحكيم الترمذی	دار صادر	بيروت	
نيل الأوطار	للشيخ محمد بن علي بن محمد الشوكاني (1172-1250ھ)	دار إحياء التراث العربي	بيروت	
هداية الرواة	للحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني (المتوفى 852ھ)	دار ابن القيم ودار ابن عفان	القاهرة	ھ1422 م2001

